ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی

کا

فدائے ملت نمبر

اپریل ۲۰۰۷ء — ربیع الاوّل ۱۴۲۸ھ

تذکرۂ حمیدہ

جانشین شیخ الاسلام، فدائے ملت، امیر الہند

حضرت مولانا **سیّد اسعد مدنی** قدس سرہ العزیز

المتوفی: ۶رفروری ۲۰۰۶ء مطابق ۷رمحرم الحرام ۱۴۲۷ھ

حسب الحکم

حضرت مولانا سیّد **ارشد مدنی** مدظلہٗ صدر جمعیۃ علماء ہند

و

حضرت مولانا سیّد **محمود اسعد مدنی** مدظلہٗ

ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند

ترتیب و پیشکش

محمد سالم جامعی

خادم ادارۂ تحریر ہفت روزہ الجمعیۃ، نئی دہلی

شائع کردہ:۔ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال، ۱ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی-۲

قیمت: تین سو روپے (Rs. 300/0)

دستی تحریر حضرت فدائے ملت بنام ڈاکٹر رشید الوحیدی

فہرست مضامین

عنوانات	مضمون نگار	صفحہ

مواعظ و خطبات فدائے ملتؒ

مکتوبات فدائے ملت

اردو صحافت کا خراجِ عقیدت

منظوم خراجِ عقیدت

●●

اشاریہ اشتہارات

○○

مکتوب شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ بنام مولانا محمد اسعد مدنیؒ

عزیزم اسعد علمکم الله تعالیٰ...... السلام علیکم و رحمة الله و برکاته!

تمھارا خط پہنچا اور کتابوں کے امتحان اور نمبر کا حال معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی۔ خدا کرے باقی ماندہ کتابوں میں بھی ایسے ہی بلکہ اس سے اچھے نمبر آئیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ تم نے کتابوں کے پڑھنے اور یاد کرنے میں اچھی محنت کی ہے۔ اسی کی بہت ضرورت ہے، خوب محنت کے ساتھ کتابوں کو پڑھو اور جلد کامیابی کے ساتھ تمام علوم اور فنون سے فراغت حاصل کرلو۔ علم ہی سے انسان شرافت حاصل کرتا ہے۔ یہ سب تمھاری محنت کا اثر اور سعادت مندی کے لیے ذریعہ ہوگا۔ جناب قاری صاحب کی توجہ اور عنایت تمھارے لیے اکسیر ہے۔ اُن کا حکم برابر مانا کرو۔ وہ تم پر بہت شفیق ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو دونوں جہاں میں فائز المرام فرمائے۔ (آمین) اور اپنی آپا کو ہمیشہ خوش رکھو اور اُن کا کہنا مانو اور کسی قسم کا فکر نہ کرو۔ میں نے اس سے پہلے خط بھیجا ہے تم کو ملا ہوگا۔ تم کو میری گرفتاری کا کچھ بھی خیال نہ ہونا چاہیے۔ اللہ کو منظور ہے تو میں جلد آؤں گا۔ سب لوگوں سے خصوصاً اپنی آپا، شبراتن، اپنی دونوں پھوپھیوں اور گھر میں آنے والی عورتوں سے سلام کہہ دو۔ نیز شبیر، نصیر، محمد امین، محمد مختار، متولی جی، صوفی جی، منشی محمد شفیع صاحب اور دوسرے پرسانِ حال اصحاب سے سلام مسنون کہہ دو۔ والسلام

تمام استادوں کا ادب کیا کرو، کسی کی شان میں نہ پیچھے نہ سامنے کوئی گستاخی کرو۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۲۰/رجب ۱۳۶۱ھ

یہ خط میرے جیب میں تھا، میں نے پہلے لکھا تھا مگر مولوی یٰسین صاحب نکالنا بھول گئے۔ تم نے مجھ سے کہا تھا کہ نصیحت مجھ کو لکھنا۔ میں نے پہلے خط میں بھی ضروری نصیحتیں لکھی تھیں اور اب بھی لکھ رہا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ مطمئن الخاطر رہو، کسی قسم کا فکر اور اضطراب دل میں نہ آنے دو اور نہ کسی سے اظہار کرو۔ اپنی آپا اور قاری صاحب کا حکم مانو، کبھی خلاف نہ کرو، استادوں اور دیگر مدرّسین کا ادب کرو، پنجگانہ نماز اور جماعت کا خیال رکھو، کسی وقت کی نماز قضا نہ ہو، صبح کے وقت کی نماز کا بہت زیادہ انتظام کرو، سب سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ، شریر اور بدوضع لڑکوں اور طلباء کے پاس مت جاؤ۔ تمھارا خط ابھی صاف نہیں ہوا ہے اس لیے لکھنے کی مشق زیادہ کرو۔ کتابوں کے پڑھنے میں پورا دھیان لگاؤ اور محنت کرو۔ ریحانہ ارشد، فرید، سعید، رشید، صفیہ، رضیہ سب سے محبت سے پیش آؤ۔ بھائی محمد ظہیر صاحب، بھائی محمد شبیر صاحب، عزیزم فضل الرحمٰن، اُن کی والدہ ماجدہ، مولوی حمید الدین اور دوسرے اعزہ سب کے سب ہمارے تمھارے عزیز ہیں۔ خصوصاً بھائی ظہیر صاحب اور بھائی محمد شبیر صاحب ہم سب بھائیوں سے بڑے اور بجائے ہمارے والد مرحوم کے ہیں۔ ان کا ادب اور لحاظ کرو۔ یہ سب ہمارے دادا مرحوم کا گھرانہ ہے۔ نیز ڈاکٹر زوار حسین صاحب، اُن کی ہمشیرہ صاحبہ فاضلہ لوبو اور منشی خلیل صاحب گارڈ صاحب یہ سب بھی ہمارے نانا مرحوم کی اولاد اور نہایت قریبی رشتہ دار ہیں، ان سے بھی ادب اور احترام کا معاملہ رکھو۔ والسلام

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۲۰/رجب ۱۳۶۱ھ

شجرۂ نسب حضرت فدائے ملتؒ

فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ

سیّدنا شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ

سیّد حبیب الله

سیّد پیرعلی

سیّد جهانگیر بخش

سیّد شاه نور اشرف

شاه مدّن

شاه محمد ماه شاهی

شاه خیراللّٰه

شاه صفة اللّٰه

شاه محب اللّٰه

شاه محمود

شاه لدهن

شاه قلندن

شاه منور

شاه راجو

شاه عبدالواحد

شاه محمد زاهدی

شاه نورالحق رحمهم اللّٰه تعالی

سیّد شاه زید

سیّد شاه احمد زاهد

سیّد شاه حمزه

سیّد شاه ابوبکر

سیّد شاه عمر

شاه سیّد محمد

حضرت مخدوم سیّدشاه احمدتوخته تمثال رسول (علیہ السلام)

سیّد علی

سیّد حسین

سیّد محمد مدنی المعروف به سیّد ناصر ترمذی

سیّد حسین

سیّد موسیٰ حمصه

سیّد علی

سیّد حسین اصغر

سیّدنا الامام علی زین العابدین

سیّدنا الامام حسین رضی الله عنه

سیّدنا ومولانا سیّدالاوّلین والآخرین محبوب ربّ العالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

-lock\Akhbar\Number\ADD\E Photo\logo-jam.bmp not found.

جگر گوشۂ شیخ الاسلام

حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی مدظلہٗ

صدر جمعیۃ علماء ھند کا

پیغام

مجھے یہ معلوم ہوکر بے حد مسرت ہوئی ہے کہ جانشین شیخ الاسلام فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی قومی، ملّی اور علمی وعملی خدمات سے عوام کو روشناس کرانے کیلئے ہفت روزہ ''الجمعیۃ'' **فدائے ملت نمبر** کے عنوان سے ایک خاص نمبر شائع کررہا ہے۔ حضرت فدائے ملتؒ ایک جامع شخصیت کے حامل تھے۔ رات کی تاریکیوں میں انابت الی اللہ، مہمانوں کے ساتھ ضیافت اور حسن اخلاق، مسترشدین کے ساتھ ارشاد وہدایت کا معاملہ، فراست ایمانی اور قومی وملّی مسائل کے لیے پرخلوص عملی جدوجہد حضرتؒ کی حیاتِ مبارکہ کے وہ جلی عنوانات ہیں جو ان کے ہم عصروں میں جامعیت کے ساتھ کم ہی ملتے ہیں۔

فدائے ملت نمبر کی اشاعت پر میں اپنی طرف سے اور تمام جماعتی احباب وکارکنان کی طرف سے نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ حضرت فدائے ملتؒ سے منسوب اس خصوصی اشاعت کو قبولیت عامہ سے نوازے۔ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے اور ملک وملت کی پرخلوص خدمات کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

(حضرت مولانا سیّد) **ارشد مدنی**

صدر جمعیۃ علماء ہند

جانشین فدائے ملت

حضرت مولانا **سیّد محمود اسعد مدنی** مدظلہٗ

ناظم عمومی جمعیۃ علماء ھندکا

پیغام

حضرت فدائے ملت مولانا اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ملک وملت کے لیے سراپا جدوجہد اور حرکت کا نام ہے۔ وہ جمعیۃ علماء ہند کے عظیم قائد، مسلمانوں کے بے باک رہنما کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے محافظ، اس کے مسلک وفکر کے نگہبان اور ہزاروں مدرسوں کے سرپرست تھے۔ انھوں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں رہنمائی اور اپنی تابناک خدمات کے تابندہ نقوش چھوڑے ہیں۔ چاہے مسلمانوں کی دینی ودنیوی ترقی، جان ومال کا تحفظ، دستوری حقوق کی بازیابی، مظلوموں کی امداد، مصیبت زدہ افراد کی راحت رسانی، اجڑوں کی بازآبادکاری، سماجی اصلاح یا تحفظ شریعت کے مسئلے ہوں یا فرقہ پرستی، یکساں سول کوڈ، ناانصافی، قادیانیت، عیسائیت، لامذہبیت کی مخالفت ومقابلہ، وہ ہر میدان میں پیش پیش رہتے تھے اور ایک کامیاب قائد ومجاہد بن کر ساتھ چلنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ فروری ۲۰۰۶ء میں جسمانی لحاظ سے حضرت فدائے ملت رحمۃ اللہ علیہ کے جدا ہوجانے سے مذہبی، ملّی اور قومی سطح پر خصوصاً مسلمانوں کے حوالے سے جو خلا پیدا ہوا ہے، اسے عالمی سطح پر محسوس کیا جارہا ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ مایوسی کی کوئی بات نہیں ہے۔ مرحوم میر کارواں کا کردار وعمل، جدوجہد کی تاریخ کے اوراق پر ثبت اور ملک وملت کے ذہن وعمل میں زندہ ہے۔ ان شاء اللہ اس سے ہمیں ہمیشہ رہنمائی اور روشنی ملتی رہے گی۔ البتہ اس کی ضرورت شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ حضرت فدائے ملت کے کردار وعمل سے موجودہ دَور اور آئندہ نسلوں کا رشتہ قائم رہے اور اسے استحکام دیا جائے۔ ہمیں اس سے بڑی مسرت ہوئی کہ حضرت فدائے ملتؒ کی حیات وخدمات پر مشتمل ہفت روزہ الجمعیۃ **فدائے ملت نمبر** کے عنوان سے ایک خاص نمبر شائع کررہا ہے۔ اللہ ربّ العزت کی ذات سے ہمیں امید ہے کہ اس خصوصی اشاعت کو بھی اس کے دیگر نمبرات کی طرح پذیرائی ملے گی۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلائے اور ملک وملت کی پرخلوص خدمات کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

محمود اسعد مدنی

جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند

افتتاحیہ

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی

فدائے ملت نمبر

محمد سالم جامعی

فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی وفات حسرت آیات کے غم آگیں سانحہ کے بعد ادارہ ہفت روزہ الجمعیۃ اور جمعیۃ علماء ہند کے خدام نے حضرتؒ کی حیات و خدمات پر مشتمل جو خصوصی نمبر نکالنے کا اعلان کیا تھا وہ **فدائے ملت نمبر** کے عنوان سے آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔

فدائے ملتؒ کی شخصیت نہ تو کسی تعارف کی محتاج ہے اور نہ ہی یہ خاص اشاعت اس مقصد کو پورا کرسکتی ہے اس اشاعت کا اصل مقصد تو صرف اتنا ہے کہ حضرتؒ کے سانحۂ ارتحال کے بعد ملتِ اسلامیہ کے قلوب جس غم و اندوہ میں ڈوب کر پژمردہ نظر آنے لگے تھے وہ حضرتؒ کے دینی، انسانی یا علمی اور مجاہدانہ کارناموں سے روشنی حاصل کر کے کچھ سکون حاصل کرسکیں۔

حضرت فدائے ملتؒ کا بنیادی مشن فلاحِ انسانیت تھا اس کے لیے آپ نے خود کو مسلسل پچپن سالوں تک وقف کئے رکھا۔ قومی وملّی خدمت کا جذبہ ان کے رگ و پے میں رچا بسا ہوا تھا۔ علو ہمّت، حوصلہ اور راہ عزیمت پر چلنا انھیں ورثہ میں ملا تھا جس کا انھوں نے اپنے آخری دم تک استعمال کیا۔ انھیں قدرت نے طوفانی ہواؤں میں چراغ جلانے کی صفت عطا کی تھی مسلمانوں کے خلاف جب بھی کوئی طوفان اُٹھا یہ مولانا مدنیؒ کی ذاتِ گرامی ہی تھی جس نے طوفان کے مقابلہ کے لیے ہمیشہ پیش قدمی کی اور اس وقت تک چین کی سانس نہیں لی جب تک طوفان کا رُخ موڑ کر ملتِ اسلامیہ کو بادِ مخالف سے محفوظ نہیں کردیا۔

حضرت فدائے ملتؒ محض سماجی، سیاسی یا مذہبی قائد ہی نہیں تھے بلکہ انھیں اللہ تعالیٰ نے مفکرانہ فہم بھی عطا فرمائی تھی وہ ایک طرف جہاں مسلمانوں کے لیے دینی تعلیم ضروری خیال کرتے تھے وہیں وہ ''اسلامی ماحول میں عصری تعلیم'' کے بھی بڑے نقیب تھے۔

حضرت مرحوم آج ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن ان کا مشن اور ان کے اہداف ہمارے سامنے ہیں جنھیں پورا کر کے ہم حضرتؒ کی روح کو تسکین پہنچا سکتے ہیں اور یہ ہی ہماری طرف سے حضرتؒ کے لیے سب سے بڑا خراجِ عقیدت ہے۔

ہم یہاں حضرتؒ کی زندگی پر کچھ لکھنا نہیں چاہتے۔ اس خصوصی اشاعت کے مضمون نگار حضرات نے جو کچھ لکھا وہ زیر نظر نمبر میں موجود ہے۔ اس نمبر میں بتوفیق خداوندی اتنے واقعات اور حالات آگئے ہیں جن کا

ہمیں گمان بھی نہیں تھا اور جن کو اگر پھیلا دیا جائے تو ضخیم ضخیم کتابیں تیار ہو سکتی ہیں۔ مضامین میں گہرائی اور گیرائی کے علاوہ تنوع بھی بڑی حد تک موجود ہے۔ اس خصوصی اشاعت کے مضمون نگاروں کی اکثریت ان حضرات پر مشتمل ہے جنھوں نے کسی نہ کسی طرح حضرتؒ کے فیوض و برکات کو بچشم خود ملاحظہ کیا ہے اور یا پھر آپ کے فیض کرم سے انھیں اکتساب کا موقع ملا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مضامین میں تنوع کے باوجود یہ بات بطور قدر مشترک موجود ہے کہ ہر مضمون کی ہر سطر اور ہر سطر کا ہر لفظ خلوص و محبت اور عقیدت و وارفتگی کے جذبہ سے بھرا ہوا ہے۔

ہمیں احساس ہے اور شرمندگی بھی کہ اس خصوصی اشاعت کو حضرتؒ کے چاہنے والوں تک پہنچانے میں کافی تاخیر ہو گئی ہے۔ حضرتؒ کے ساتھ عوام و خواص کو جو عقیدت و محبت تھی وہ آپ کے وصال کے بعد سیلاب بن کر اُمڈ پڑی اور نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم اسلام تک پھیل گئی۔ عالم اسلام نے آپ کی رحلت کو ملتِ اسلامیہ کا سب سے بڑا المیہ سمجھا اور یکبارگی سب کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں، اس کا تقاضہ تھا کہ ہم جلد سے جلد اس خصوصی اشاعت کے اعلان کو عملی جامہ پہنا کر حضرتؒ کے متوسلین منتسبین اور ملت اسلامیہ کی اشکبار آنکھوں کے لیے سامان تسکین مہیا کرتے مگر کل امر مرھون باوقاتھا کے مصداق چونکہ اس کے لیے یہی وقت مقدر تھا اس لیے ہم اس تاخیر کے لیے صرف معذرت ہی کر سکتے ہیں اور اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ خدا کی یہی مشیت تھی

فدائے ملت نمبر کی یہ اشاعت ہمارے خوابوں کی مکمل تعبیر نہیں ہے ہم اپنی اس کارکردگی پر مطمئن اور مسرور بھی نہیں ہیں مگر فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی قدس سرہٗ کی ذات گرامی سے منسوب اس خصوصی اشاعت کو ہم ہفت روزہ الجمعیۃ اور اپنی زندگی کا ایک اہم باب ضرور تصور کرتے ہیں اور اس کے لیے ہم اپنے پروردگار کے بے پایاں شکر گزار ہیں۔

بہرحال فدائے ملت نمبر آپ کے ہاتھوں میں ہے ہم اپنی کوششوں میں کس حد تک کامیاب رہے ہیں یہ تو آپ ہی بتا سکیں گے مگر ہم بطور تحدیث نعمت اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اس خصوصی اشاعت کی ترتیب میں ہم نے اپنے خدا کی عطا کی ہوئی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اس اشاعت کو مفید سے مفید تر بنانے کی ضرور کوشش کی ہے۔

آخر میں ہم اپنے قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ تاخیر کے لیے وہ ہماری معذرت قبول فرمائیں اور جن جن حضرات نے اس ضخیم اشاعت میں کسی بھی طرح کا کوئی تعاون دیا ہے انھیں اپنی پُرخلوص اور مستجاب دعاؤں میں یاد رکھیں راقم الحروف بھی ان تمام حضرات کا بیحد شکر گزار ہے جنھوں نے اس خصوصی اشاعت میں تعاون کیا اور کسی نہ کسی حیثیت سے نمبر کی تیاری میں حصّہ لیا ہے۔

خدائے بزرگ و برتر ان کے خلوص اور سعی کو قبول فرمائے اور دین و دنیا میں اس کا بہتر صلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

○○

شجرہ مبارکہ حسینیہ رشیدیہ صابریہ چشتیہ قدس اللہ اسرارہم

حضرت فدائے ملت قدس اللہ سرہٗ العزیز کو چاروں سلسلوں میں اجازتِ بیعت حاصل تھی اور آپ چاروں سلسلوں میں بیعت فرمایا کرتے تھے مگر اذکار و وظائف عموماً طریقہ چشتیہ ہی کے بتایا کرتے تھے۔ یہاں صرف مشائخ چشتیہ کا شجرہ شائع کیا جارہا ہے کیونکہ حضرتؒ اپنے متوسلین کو یہی شجرہ عنایت فرمایا کرتے تھے۔

نمبر شمار	نام	مسقط راس مع سن ولادت	سن وفات	مقام دفن
۱	اللہم بجاہ شیخ المشائخ سیّدنا ومولانا ومرشدنا اسعد المدنی قدس سرہٗ	بمقام بچھرایوں ۴/ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ/ ۲۷/اپریل ۱۹۲۸ء	۷/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ ۶/فروری ۲۰۰۶ء	مقبرۂ قاسمی دارالعلوم دیوبند
۲	وبجاہ قطب العالم سیّدنا ومرشدنا مولانا حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز	بمقام بانگر مئو ضلع اناؤ جہاں آپ کے والد ماجدؒ درس دیا کرتے تھے اور وطن اصلی آپ کا اللہ داد پور قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد۔ ۱۹/شوال ۱۲۹۶ھ/ ۶/اکتوبر ۱۸۷۹ء، دوشنبہ اور سہ شنبہ کی درمیانی شب بوقت ۱۱ بجے	۱۲/جمادی الاوّل ۱۳۷۷ھ/ ۵/دسمبر ۱۹۵۷ء بروز جمعرات بعد دوپہر بعمر ۸۱ سال ۶ ماہ ۲۴ یوم قمری اور ۷۹ سال ۲ ماہ ایک یوم شمسی مع یوم پیدائش وفات	مقبرہ قاسمی، دارالعلوم دیوبند
۳	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا قطب الزماں مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ قرہ العزیز	قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور صوبہ یوپی، ولادت ۶/ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ بروز دوشنبہ بوقت شب	بروز جمعہ ۸ یا ۹/جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ	قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور صوبہ یوپی
۴	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا الحاج الحافظ الشیخ امداد اللہ المہاجر قدس اللہ سرہ العزیز	تھانہ بھون، ضلع مظفرنگر، صوبہ یوپی	۱۲/جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ	مکہ معظّمہ
۵	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا نور محمد جھنجھانوی قدس اللہ سرہ العزیز	جھنجھانہ ضلع مظفرنگر صوبہ یوپی ولادت ۱۲۰۱ھ مطابق ۱۷۸۶ء	۴/رمضان المبارک ۱۳۰۹ھ	جھنجھانہ ضلع مظفرنگر صوبہ یوپی
۶	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا عبد الرحیم الشہید قدس اللہ سرہ العزیز	افغانستان	۲۷/ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ	پنچتار ملک ولایت صوبہ سرحد
۷	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا عبد الباری الامروہوی قدس اللہ سرہٗ العزیز	قصبہ امروہہ ضلع مرادآباد، صوبہ یوپی	۶/محرم ۱۲۲۶ھ	قصبہ امروہہ ضلع مرادآباد صوبہ یوپی
۸	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا عبد الہادی الامروہوی قدس اللہ سرہ العزیز	// // // //	یوم جمعہ ۴/رمضان المبارک ۱۱۹۰ھ	// // // //
۹	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا عضد الدین الامروہوی قدس اللہ سرہ العزیز	// // // //	۲۷/رجب المرجب ۱۱۷۲ھ	// // // //
۱۰	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا الشیخ محمدن المکی قدس اللہ سرہ العزیز	مکہ معظّمہ	۱۱/رجب المرجب ۱۱۷۲ھ	// // // //
۱۱	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا الشاہ محمدی قدس اللہ سرہ العزیز	قصبہ امروہہ ضلع مرادآباد صوبہ یوپی	۳/رجب المرجب ۱۱۷۲ھ	اکبرآباد موتی گڑھ، امروہہ یوپی
۱۲	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا محبّ اللہ الٰہ آبادی قدس اللہ سرہ العزیز	وطن ولادت صدر پور وطن قیام الٰہ آباد	۹/رجب المرجب ۱۱۸۵ھ	الٰہ آباد صوبہ یوپی
۱۳	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا ابی سعیدن الگنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز	قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور، صوبہ یوپی	۱۱۴۰ھ	قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور صوبہ یوپی
۱۴	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا نظام الدین البلخی قدس اللہ سرہ العزیز	تھانیسر ضلع کرنال، صوبہ پنجاب	۸/یا ۲۴/رجب المرجب ۱۰۳۵ھ	بلخ
۱۵	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا جلال الدین التھانیسری قدس اللہ سرہ العزیز	مسکن آپ کا تھا تھانیسر، ضلع کرنال صوبہ پنجاب ولادت ۸۹۴ھ	۱۴/ذی الحجہ ۹۸۹ھ	تھانیسر ضلع کرنال، صوبہ پنجاب
۱۶	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا قطب العالم شیخ عبد القدوس الگنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز	قصبہ ردولی، ضلع بارہ بنکی، صوبہ یوپی ولادت ۸۹۱ھ	یوم سہ شنبہ ۲۳/جمادی الثانی ۹۴۰ھ یا ۹۲۵ھ	قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور صوبہ یوپی
۱۷	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا محمدن الردولی قدس اللہ سرہ العزیز	قصبہ رودلی، ضلع بارہ بنکی، صوبہ یوپی	۱۷/صفر ۸۹۸ھ	رودلی ضلع بارہ بنکی صوبہ یوپی
۱۸	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا احمد العارف الرودلی قدس اللہ سرہ العزیز	// // // //	۱۷/صفر ۸۷۲ھ	// // // //

۱۹	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا شیخ عبدالحق الرودلی قدس اللہ سرہ العزیز	قصبہ رودلی، ضلع بارہ بنکی، صوبہ یوپی	۱۵؍جمادی الثانی ۸۳۷ھ	رودلی ضلع بارہ بنکی صوبہ یوپی
۲۰	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا جلال الدین کبیرالاولیاء الفانی فی قدس اللہ سرہ العزیز	پانی پت ضلع کرنال صوبہ پنجاب	۵؍ذیقعدہ یا ۱۳؍ربیع الاوّل ۷۶۵ھ	پانی پت ضلع کرنال صوبہ پنجاب
۲۱	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا شمس الدین الترک الفانی فی قدس اللہ سرہ العزیز	ترکستان	۹؍شعبان یا ۱۰؍جمادی الثانی ۷۱۶ھ	؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍
۲۲	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا علاء الدین علی احمد الصابر قدس اللہ سرہ العزیز	اجودھن غالبًا۔ ولادت ۱۹؍ربیع الاوّل ۵۹۲ھ شب پنجشنبہ	۱۳؍ربیع الاوّل ۶۹۰ھ	پیران کلیر شریف ضلع سہارنپور یوپی
۲۳	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا فریدالدین شکر گنج الاجودھن قدس اللہ سرہ العزیز	ملتان ولادت غرہ رمضان المبارک ۵۶۹ھ	۵؍محرم ۶۶۸ھ یا ۹۷ھ یا ۷۰ھ یا ۹۰ھ	پاک پٹن شریف
۲۴	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا قطب الدین بختیار اکاکی قدس اللہ سرہ العزیز	اوش توابع فرغانہ، ولادت شب دوشنبہ ۵۸۲ھ	۲۴؍یا ۱۴؍ربیع الاوّل ۶۶۳ھ	دہلی، مہرولی شریف
۲۵	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا مرکز الطریقہ معین الدین حسن السنجری قدس اللہ سرہ العزیز	سنجرستان، یا سیستان	۶؍رجب المرجب ۶۳۲ھ (اس میں اختلاف بہت ہے)	اجمیر شریف
۲۶	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا الشیخ عثمان الہارونی قدس اللہ سرہ العزیز	قصبہ ہارون توابع خراسان	۵؍شوال ۶۳۳ھ یا ۶۱۷ھ یا ۵۹۷ھ	مکہ شریف متصل مکان شریف صاحب
۲۷	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا الحاج السید الشریف الزندنی قدس اللہ سرہ العزیز	زندانہ توابع بخارا	۳؍رجب ۶۲۱ھ	زندانہ بلاد بخارا
۲۸	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا مودودی الچشتی قدس اللہ سرہ العزیز	چشت، ولادت ۴۳۰ھ بعہد خلافت القائم باللہ	۵۷۷ھ یا ۵۲۷ھ	چشت
۲۹	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا ابی یوسف الچشتی قدس اللہ سرہ العزیز	چشت، ولادت ۳۷۵ھ	یکم جمادی الاوّل ۴۰۰ھ	؍؍
۳۰	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا ابی محمد المحترم الچشتی قدس اللہ سرہ العزیز	چشت، ولادت محرم شب عاشورہ ۳۳۱ھ	۴؍ربیع الاوّل ۴۱۱ھ	؍؍
۳۱	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا ابی احمد الابدالی الچشتی قدس اللہ سرہ العزیز	چشت، ولادت ۲۶۰ھ	غرہ جمادی الثانی ۳۵۵ھ بعہد خلافت المطیع باللہ	؍؍
۳۲	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا ابی اسحٰق الشامی قدس اللہ سرہ العزیز	شام	۱۴؍جمادی الاوّل یا آخر ۳۲۹ھ	عکہ از بلاد شام
۳۳	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا ممشاد علوا الدینوری قدس اللہ سرہ العزیز	قصبہ دینور شہر ہائے جنبل سے ہے نزدیک فریسین	۱۴؍محرم الحرام ۲۹۹ھ بعہد خلافت المقتدر باللہ	قصبہ دینور
۳۴	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا ابی ہبیرۃ البصری قدس اللہ سرہ العزیز	بصرہ، ولادت ۱۶۷ھ	۷؍شوال ۲۷۵ھ	بصرہ
۳۵	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا حذیفۃ المرعشی قدس اللہ سرہ العزیز	قصبہ مرعش ملک شام نواح دمشق	۱۴؍یا ۲۴؍شوال ۲۵۲ھ بعہد خلافت المستعین باللہ	بصرہ نزد بعض
۳۶	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا السلطان ابراہیم بن ادہم البلخی قدس اللہ سرہ العزیز	اصل آپ کی بلخ سے ہے	یکم شوال ۱۸۷ھ یا ۱۶۶ھ	درشام علی الاصح
۳۷	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا فضیل بن عیاض قدس اللہ سرہ العزیز	سمرقند	محرم ۱۷۷ھ	مکہ معظّمہ بگورستان جنت المعلیٰ
۳۸	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا عبدالواحد بن زید قدس اللہ سرہ العزیز	مدینہ منورہ	۲۷؍صفر ۱۷۶ھ یا ۱۷۸ھ	بصرہ
۳۹	وبجاہ شیخ المشائخ سیّدنا امام الاولیاء الخواجہ حسن البصری قدس اللہ سرہ العزیز	؍؍	یکم رجب یا ۴؍محرم ۱۱۰ھ	؍؍
۴۰	وبجاہ امیر المومنین باب مدینۃ العلم سیّدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ	مکہ معظّمہ، ولادت ۱۳؍رجب بروز جمعہ واقعہ فیل سے ۳۰ سال بعد	۲۱؍رمضان المبارک ۴۰ھ	نجف اشرف غالبًا
۴۱	وبجاہ سیّد الانبیاء والمرسلین سیّدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم طہر قلبی عما سواک ونورہ بانوار معرفتک وعشقک و وفقنی لما تحبہ وترضاہ و ارض عنی فی الدنیا والآخرہ یا کریم	مکہ معظّمہ بروز دوشنبہ، ۹؍ربیع الاوّل سال فیل موافق ۴۰ حکومت کسریٰ	دوشنبہ ۹؍یا ۱۲؍ربیع الاوّل ۱۱ھ بوقت دوپہر	مدینہ منورہ زادہا اللہ نورہا

پیغاماتِ تعزیت

bar\Numb o\Ashok. not found.

صدر جمہوریۂ ہند کا تعزیتی پیغام

مولانا محمود مدنی صاحب

آپ کے والد ماجد جناب مولانا اسعد مدنی صاحب کی وفات کی خبر سن کر مجھے دلی صدمہ ہوا۔

مولانا اسعد مدنی ایک معروف مذہبی عالم، قوم پرست اور مجاہد آزادی تھے۔ ان کے گزر جانے سے ہم نے ایک ایسا مذہبی اور سماجی لیڈر کھو دیا ہے جو اپنی پوری زندگی عوام کی بہبود کے لیے کام کرتا رہا۔

برائے مہربانی میری تعزیت قبول فرمائیں اور اپنے اہل خانہ کو بھی پہنچا دیں۔ خدائے بزرگ و برتر سے میں یہی دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو اور آپ کے سبھی گھر والوں کو اس ناقابل تلافی نقصان کو برداشت کرنے کی طاقت عطا فرمائے۔

خیر اندیش

اے پی جے عبدالکلام

صدر کانگریس مسز سونیا گاندھی کا

تعزیتی پیغام

مولانا اسعد مدنی کے انتقال کی خبر سن کر مجھے گہرا صدمہ ہوا۔انھوں نے گذشتہ تین دہائیوں تک جس جمعیۃ علماء ہند کی شاندار قیادت کی اس نے ہندستان کی کثیر جہتی روایتوں کو ہمیشہ ملحوظ رکھا ہے۔ جنگ آزادی کے دوران اس نے کانگریس کے شانہ بہ شانہ جدو جہد کی۔ مولانا ہمیشہ ایک پختہ قوم پرست رہے اوران کو سماج کے بشمول سیاسی پارٹیوں سبھی طبقات کا احترام حاصل تھا۔وہ اپنی سوچ اور طرزِ عمل سے ایک ترقی پسند لیڈر تھے جو زندگی بھر فرقہ پرستی سے لڑتے رہے۔وہ ہماری سیکولر اقدار کی حفاظت اوران کی تشہیر کے لیے زندگی بھر کوشاں رہے۔وہ ہمیشہ یاد کیے جائیں گے۔ساتھ ہی ہندستانی کلچر کے ایک درخشندہ نمائندے کی حیثیت سے ان کی زندگی آنے والی نسلوں کے لیے ایک تحریک کا کام کرتی رہے گی۔

سونیا گاندھی

وزیر اعظم ہند ڈاکٹر منموھن سنگھ کا تعزیتی پیغام

مکرم ومحترم جناب مولانا محمود مدنی صاحب!

جمعیۃ علماء ہند کے محترم ومکرم صدر مولانا اسعد مدنی کے انتقال کی خبر سے مجھے گہرا غم اور صدمہ ہوا۔ مجھے ان کے ساتھ گفتگو کرنے اور ان سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ مولانا مدنی ایک معزز مذہبی لیڈر اور دانشور تھے۔ وہ ایک سچے محبّ وطن، قوم پرست اور مجاہد آزادی بھی تھے۔ انھوں نے متحدہ ثقافت اور قومیت کے لیے بڑی خدمات انجام دیں۔ اسلام سے گہری وفاداری رکھنے کے باوجود ان کی دلچسپی دنیا کے سبھی مذاہب میں تھی۔ ایک سرگرم ممبر پارلیمنٹ کی حیثیت سے انھوں نے عوامی زندگی میں گہری دلچسپی لی اور عوام کی فلاح و بہبود کو یقینی بنانے کے لیے جی توڑ کوشش کی۔ ان کے انتقال سے ہم نے ایک ذہین انسان، پختہ کار مذہبی لیڈر اور ایک معزز عوامی رہنما کھو دیا ہے۔ ان کے سبھی مداحوں، شاگردوں، دوستوں اور بہی خواہوں کے ساتھ ساتھ میں بھی ان کی تعزیت میں شامل ہوں۔

منموہن سنگھ

found.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب فضیلت مآب شیخ محمود اسعد مدنی
ناظم عمومی جمعیة علماء هند

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاتهم

بعدہٗ آپ کے بزرگ معزز بھائی شیخ اسعد مدنی رحمۃ اللہ کے انتقال سے ہمیں بے انتہا رنج و تکلیف ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اقارب کو اچھے سے اچھا بدلہ دے۔ اجر عظیم مرحمت فرمائے، مرحوم کی مغفرت فرمائے اور آپ سب کو صبر وثواب، اس عظیم سانحہ ومصیبت پر دے، آمین! اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ کا بھائی

محمد بن ناصر العبودی

(اسسٹنٹ جنرل سکریٹری رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ)

found.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت گرامی، جنرل سکریٹری،
جمعیۃ علماء ہند حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمة اللّٰه
وبرکاته

جمعیۃ علماء ہند کے صدر شیخ مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے بہت ہی رنج وافسوس ہوا۔ میں آپ کو اور جمعیۃ علماء ہند کے تمام متعلقین کو تعزیت پیش کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہوں کہ مولائے کریم ان کو اپنی وسیع رحمت و رضا میں جگہ دے اور آپ سب کو صبر جمیل مرحمت فرمائے۔

انا لله وانا اليه راجعون

ڈاکٹر عبداللہ بن عمر نصیف

(سعودی عرب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم ومحترم جناب مولانا محمود مدنی صاحب،
ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند

یہ معلوم ہوکر از حد افسوس ہوا کہ حضرت مولانا اسعد مدنی صاحبؒ طویل علالت کے بعد اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بلاشبہ حضرت والا کی وفات ملت اسلامیہ کے لیے ایسا نقصان ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔ حضرت مولانا مرحوم کا شمار معروف عالم دین، بزرگ، مدبر، دانشوراور بہترین سیاست دانوں میں ہوتا تھا۔ گزشتہ چالیس سالوں سے آپ مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم جمعیۃ علماء ہند کے صدر تھے۔ آپ کی قیادت میں جمعیۃ علماء ہند نے ملت کے اہم اور پیچیدہ مسائل کو جس حسن وخوبی سے حل کیا ہی اس کی جتنی بھی ستائش کی جائے وہ کم ہے۔ حضرت مولانا اسعد مدنی کی خدمات کا دائرہ صرف علمی حلقوں تک محدود نہیں بلکہ اربابِ اقتدار میں بھی ان کی ذاتِ گرامی کو قدر ومنزلت حاصل تھی۔ اپنی علمی اور سیاسی صلاحیتوں کے ذریعہ رکن پارلیمان کی حیثیت سے تقریباً ۱۸ سال کے طویل عرصہ تک راجیہ سبھا میں رہ کر ملت اسلامیہ کی نمائندگی کرتے ہوئے حق وانصاف کے لیے صدائیں بلند کی ہیں۔ جب کبھی ملک وقوم پر آزمائش کا وقت آیا تو انھوں نے عزم وحوصلہ کے ساتھ علمی بصیرت اور سیاسی سوجھ بوجھ کے ذریعہ درپیش مسائل کے حل کے لیے اپنی بہترین خدمات پیش کیں۔ عالم دین کی حیثیت سے انھوں نے فروغِ دین کے لیے مثالی جدوجہد کی۔ تقویٰ پرہیزگاری ان کی ذات گرامی کا وصف تھا۔ وہ اپنے والد محترم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے سچے جانشین تھے۔ ان کی مقبولیت اور محبوبیت کا دائرہ مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر سے گزر کر غیر مسلموں تک پھیلا ہوا ہے۔

بلاشبہ اس وقت ملت اسلامیہ ایک عالم دین، بزرگ قائد، محسن و ہمدرد اور جامع صفات کے حامل شخص سے محروم ہوگئی ہے۔ مولانا کی رحلت نے ملک وبیرون ملک کے لاکھوں محبت کرنے والوں کی آنکھوں کو نم کیا ہے۔ اس المناک حادثہ کے موقع پر دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہوں۔ اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب مرحوم کو جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی دینی، علمی، دعوتی اور اصلاحی خدمات کا بہتر سے بہتر صلہ ان کو عطا فرمائے، اور تمام پسماندگان اور عقیدتمندوں کو صبر جمیل سے نوازے، آمین:

کیا لوگ تھے جو راہِ وفا سے گزر گئے
جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

خیراندیش
کے۔ رحمان
(ڈپٹی چیئر مین راجیہ سبھا)

جنابِ محمود مدنی صاحب!

نئی دلّی میں آپ کے والد ماجد کے انتقال پر ملال کی خبر سن کر مجھے بہت صدمہ پہنچا۔

میں آپ سے اور آپ کے خاندان سے دلی تعزیت کرتا ہوں۔ خدائے برتر سے دعا ہے کہ ان کی روح کو سکون پہنچے اور آپ کو اور آپ کے خاندان کو وہ طاقت بخشے جس سے کہ آپ اس ناقابل تلافی نقصان کو برداشت کرسکیں۔

خیر اندیش

لالو پرشاد

(وزیر ریل، حکومت ہند)

جناب مولانا محمود مدنی صاحب
جنرل سیکریٹری،
جمعیۃ علماء ہند

۶؍فروری ۲۰۰۶ء کو آپ کے والد ماجد مولانا سیّد اسعد مدنی کے انتقال پر ملال کی خبر سن کر مجھے گہرا صدمہ پہنچا۔

برائے مہربانی میری دِلی تعزیت قبول فرمائیں اور پسماندگان کو بھی پہنچادیں۔

غمگسار اور سوگوار

شیوراج پاٹل

(وزیر داخلہ، حکومت ہند)

محترم مولانا محمود مدنی صاحب!

مجھے مولانا اسعد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند کے انتقال سے گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ مولانا اسعد مدنی کی صدارت اور رہنمائی میں جمعیۃ علماء ہند نے ملت اسلامیہ اور ملک کے لیے گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ جمعیۃ عماء ہند کا تاریخ ساز کارنامہ برصغیر ہند کے لیے یادگار رہے گا کہ ہندستان کے لوگ ایک قوم ہیں۔ یہی زرّیں اصول ہندستانیوں کے درمیان یگانگت اور بھائی چارے کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ مولانا اسعد مدنی کو اللہ تعالیٰ جوارِ رحمت میں جگہ دے اور مولانا کے لواحقین کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا کرے، آمین!

سیف الدین سوز

(وزیر آبی وسائل، حکومت ہند)

مولانا محمود مدنی صاحب!

مولانا اسعد مدنی کے انتقال کی خبر سن کر مجھے گہرا صدمہ پہنچا۔

مولانا صاحب جمعیۃ علماء ہند کے صدر رہے اور اپنی پوری زندگی میں ہندستانی قومیت اور سیکولرزم کے تئیں وقف رہے۔ ملک کی عوامی زندگی میں ان کا بہت بڑا تعاون تھا۔ وہ ایک دانا اور روحانی شخصیت تھے۔ وہ طاقت کا ایک ستون تھے اور اقلیتوں کی حمایت میں ہمیشہ خود کو وقف کیے رہتے تھے۔

ہم ان کی محترم یادوں کو اپنا خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں اور ان سے اور ان کے اہل خاندان سے دلی تعزیت کرتے ہیں۔

خیر اندیش

پرکاش کرات

(جنرل سیکریٹری کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا)

محترم مولانا محمود مدنی صاحب!

آپ کے والد ماجد کی رحلت کی خبر سن کر مجھے دِلی صدمہ پہنچا۔ والدین میں سے کسی ایک کا بھی انتقال ایک ایسا خلا زندگی میں پیدا کردیتا ہے جس کو کبھی پر نہیں کیا جاسکتا۔

ان کا انتقال کانگریس کے لیے بھی ایک بڑا نقصان ہے کیونکہ وہ سیکولر اقدار کے محافظ تھے جو کہ ہمارے سماج میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ مذہب اسلام کے بارے میں گہری جانکاری اور علم رکھنے کی وجہ سے اُن کا شمار بلند پایہ علماء میں ہوتا تھا۔

آپ اور آپ کے اہل خانہ سے میں دِلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں اور پسماندگان سے دِلی تعزیت کا اظہار کرتا ہوں۔

خیر اندیش

آر۔ کے۔ دھون

(ایم۔ پی)

جناب مولانا محمود مدنی صاحب!

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

آپ کے والد بزرگوار اور میرے بیحد قریبی محسن اور مربّی مولانا اسعد مدنی صاحب کے انتقال کی خبر پا کر بے انتہا رنج و افسوس ہوا۔ انـالـلّٰه وانـا الیه راجعون۔ جس روز ان کا وصال ہوا، اُس دن ہم دہلی سے باہر ممبئی میں تھے۔ دہلی لوٹتے ہی لگاتار آپ سے بات کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر اتفاق سے بات نہ ہوسکی۔ اس لیے مجبوراً اس خط کے ذریعہ ہی آپ کو تعزیت بھیج رہا ہوں۔

اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دیں۔ ان کے درجات کو بلند کریں اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دیں۔ ساتھ ہی ساتھ آپ سبھی پسماندگانِ اعزا و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین!

فقط آپ کا

طارق انور (ایم۔پی)

مولانا محمود مدنی،

جنرل سیکریٹری، کل ہند جمعیۃ علماء ہند

اپنے محترم مولانا سیّد اسعد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند کے انتقال پر ملال پر ہمیں گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کی روح کو سکون عطا فرمائے۔

پسماندگان کے تئیں غم کا اظہار کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

ان کے انتقال سے نہ صرف ایک مذہبی اقلیت نے بلکہ پورے ہندستان نے ایک عظیم محبِّ وطن اور اعلیٰ صفات کا ایک لیڈر کھودیا ہے۔

والسلام

رقیب الحسین

(وزیر برائے داخلہ، حکومت آسام)

محترم جناب مولانا محمود مدنی صاحب،

السلام علیکم ورحمة اللّٰه وبرکاته

۶ رفروری ۲۰۰۶ء کی شام کو مولانا اسعد مدنیؒ کے انتقال کی خبر سے کافی صدمہ پہنچا ہے۔ مولانا کے انتقال سے عالم اسلام نے اپنا ایک عظیم اور ناقابل فراموش عالم اور رہنما کھودیا ہے۔ ان کی موت سے صرف مسلمانوں کا ہی نہیں بلکہ پورے ملک کا نقصان ہوا ہے۔

سیکولرزم، یک جہتی اور قومی جذبے میں ان کے یقین کے لیے ہندستانی عوام ان کو ہمیشہ یاد کرے گی۔ اللہ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام سے نوازے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے، آمین!

آپ کا بھائی

ڈاکٹر شکیل احمد

(وزیر مملکت برائے مواصلات، حکومت ہند)

مکرمی جناب مولانا محمود اسعد مدنی صاحب

السلام علیکم

امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی علیہ الرحمہ کا سانحہ ارتحال ملک وملت کے لیے رنج وغم کا باعث ہے۔ حضرت مولانا کا ہمدرد سے دیرینہ اور خصوصی تعلق رہا ہے اور ہمیں ان کی رہنمائی کی برکات حاصل رہی ہیں۔ ان کا سانحۂ ارتحال ہمدرد برادری کے لیے بہت بڑا نقصان ہے اور ہم سب آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ ۱۳ر فروری کو ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن کی مجلس اعوان کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں ممبران نے حضرت کے انتقال پر ملال پر اظہارِ رنج وغم کیا اور اس موقع پر ایک تعزیتی قرارداد پاس کی گئی۔

شریکِ غم

عبدالمعید

(صدر ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن انڈیا)

عزیزم محمود میاں!

السلام علیکم

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کے انتقال پر ملال سے دلی صدمہ پہنچا۔ مولانا ایک عظیم مفکر، مدبر، مفسر اور عظیم قائد اور بلند پایہ رہنما تھے۔ اُن کے انتقال سے ملت اسلامیہ کو نا قابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ وہ اپنی بے لوث خدمت اور بصیرت افروز رہنمائی کے لیے ہمیشہ یاد کیے جائیں گے۔

وہی چراغ بجھا جس کی لو قیامت تھی اُسی پر ضرب پڑی جو شجر پرانا تھا

اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور آپ و دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین!

سوگوار

جسٹس ایم۔ایس۔اے۔صدیقی

(چیئرمین قومی اقلیتی تعلیمی کمیشن)

محترم جناب مولانا مدنی صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

آج اخبار کے ذریعہ حضرت مولانا اسعد مدنی کے سانحہ وفات کی اطلاع ملی۔ بہت ہی افسوس ہوا۔

مولانا نہ صرف ہندستان بلکہ پورے عالم اسلام کی ایک عبقری وجلیل القدر شخصیت تھے۔ اوالعزمی اور بے باکی اسلافِ جمعیۃ سے انھیں وراثت میں ملی تھی۔

اللہ ربّ العزت انھیں جوارِ رحمت میں جگہ دے اور متعلقین کو صبر جمیل عطا کرے۔

شریک غم

ڈاکٹر مظہر سبحانی عثمانی

(وائس چیئرمین، قومی اقلیتی کمیشن)

مولانا محمود مدنی صاحب،

جنرل سیکریٹری، کل ہند جمعیۃ علماء ہند

جناب مولانا اسعد مدنی صاحب کی قبل از وقت وفات کے سانحہ پر ہم سخت صدمہ سے دوچار ہیں۔ ہم پسماندگان کے ساتھ اپنی دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہمارے غم کے اظہار کے لیے الفاظ ناکافی ہیں۔

جناب مولانا اسعد مدنی صاحب کئی برسوں تک سینٹرل وقف کونسل کے رکن رہے۔ ہمیں یاد ہے کہ انھوں نے مسلمانوں اور وقف کے تعلق سے بحیثیت مجموعی بہت سے قیمتی مشوروں سے ہمیں نوازا تھا۔ ہماری خداوند کریم سے دعا ہے کہ وہ ان کی مغفرت فرمائے۔

احترام کے ساتھ،

خیراندیش

ڈاکٹر ایم۔آر۔حق

(سیکریٹری سینٹرل وقف کونسل، نئی دہلی)

محترم ومکرم محمود اسعد مدنی حفظہ اللہ، جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بے مثال قائد مولانا شیخ اسعد مدنی کے سانحۂ ارتحال پر ہم آپ کی تعزیت بہت ہی رنج وغم کے ساتھ کرتے ہیں، خدا کے فیصلے اور مقدر کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ جوارِ رحمتِ رب میں جانے والے صدر جمعیۃ علماء ہند مولانا اسعد مدنیؒ کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں جنت میں اعلیٰ مقام دے، ان کے لیے اسے وسیع کردے، ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

آپ کی تکلیف ہم سب کی تکلیف ہے، ہماری دعا ہے کہ اللہ ربّ العزت ان کو اپنے نیک بندوں میں قبول کرے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کا

یوسف القرضاوی

(صدر تنظیم الخیر، جدہ)

محترم جناب سعادت مآب محمود اسعد مدنی، جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند، نئی دہلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے جلیل القدر عالم، والد محترم شیخ اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال کی اطلاع سے بہت رنج و افسوس ہوا۔ میں اپنی اور اسلامی ترقیاتی بینک کے تمام ذمہ داران اور عملہ کی طرف سے آپ کو خصوصاً اور مدنی خاندان کو عموماً تعزیت پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو اپنی رحمت سے ڈھک لے اور جنت میں اعلیٰ مقام مرحمت فرمائے، اور ان کے رنجیدہ افرادِ خاندان کو صبر جمیل سے نوازے، آمین!

شریکِ غم

احمد محمد علی

(صدر، اسلامی ترقیاتی بینک، جدہ، سعودی عربیہ)

برادر مکرم محمود اسعد مدنی، حفظہ اللہ

جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند، نئی دہلی، انڈیا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اذن خداوندی سے آپ کے والد (اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے) کے سانحۂ وفات کا علم ہوکر بہت ہی رنج وافسوس ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بے مثال قائد کو اپنی رحمت ورضا میں ڈھک لے، اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور ان کے لیے جنت کو وسیع کردے۔ آپ اور معزز خاندان کے افراد کو صبر وسلامتی دے، انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کا بھائی

صالح بن محمد الغامدی

(سفیر حکومت سعودی عرب برائے ہند)

محترم مولانا محمود مدنی

جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند

طویل علالت کے بعد مولانا اسعد مدنیؒ کے انتقال پرملال پر ہم گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہیں۔ خدائے برتر آپ کو اور آپ کے پورے خاندان کو طاقت عطا فرمائے تاکہ آپ اس ناقابل تلافی نقصان کو برداشت کرسکیں۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ مولانا کے اہل خاندان سے ہم دلی تعزیت اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔

خیر اندیش

ایم ایچ مظفری

(ڈائریکٹر ایران کلچر ہاؤس، نئی دہلی)

خراجِ عقیدت

موجودہ دَور میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا

مولانا رابع حسنی ندوی

(صدر مسلم پرسنل لاء بورڈ)

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی کا کہنا ہے کہ مولانا اسعد مدنیؒ صحیح طور پر اپنے والد محترم شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے فرزند اور جانشین تھے، ان کی رحلت کو برصغیر کا عظیم نقصان بتاتے ہوئے مولانا رابع ندوی نے کہا کہ ملت اسلامیہ خصوصاً مسلمانانِ برصغیر کو قدم بہ قدم ایسی بالغ نظر شخصیات کی ضرورت پڑتی رہتی ہے جو علم وعمل کا حسین آئینہ دار ہوں۔ ایسی شخصیت مولانا اسعد مدنیؒ کی تھی۔ انھوں نے ملک وملت کی فلاح و بہبود کے لیے بڑی جانفشانی سے کام لیا۔ تاریخ میں ایسی کم شخصیات گزری ہیں جنھوں نے سیاست کے ساتھ اصلاحِ باطن کو بھی جمع کیا اور عوامی وسماجی زندگی میں رہتے ہوئے بھی علمی اشتغال اور تزکیۂ نفس کی طرف توجہ کی جس طرح آزادی سے قبل اور بعد میں مسلمانوں کے مسائل حل کرنے کے لیے پوری ایمانی جرأت وحمیت کے ساتھ انگریزوں کا مولانا حسین احمد مدنی نے مقابلہ کیا اور متعدد بار جیل گئے۔ اسی طرح مولانا اسعد مدنی نے اپنی زندگی کو پورا کیا۔ انھوں نے پارلیمنٹ کی سطح سے مسلم مسائل کو اُٹھانے اور حل کرانے کی کوشش کی۔ مولانا اسعد مدنیؒ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے اہم رکن، جمعیۃ علماء ہند کے صدر اور متعدد اداروں کے سرپرست اور روحِ رواں تھے۔ جب کوئی دین وملت کے خلاف بات ہوتی تو سینہ سپر ہوجاتے۔ انھوں نے کہا کہ کسی بھی رہنما اور قائد کے لیے یہ خوش نصیبی ہوتی ہے کہ اسے مخلص اور جاں نثار معاونین مل جائیں جو ان کے مشن سے جذباتی لگاؤ رکھتے ہوں اس معاملہ میں وہ واقعی خوش نصیب تھے۔

کشادہ دل، مردمومن تھے مولانا مرحوم

مولانا محمد سالم قاسمی

(مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند، نائب صدر مسلم پرسنل لاء بورڈ)

مولانا اسعد مدنیؒ اپنے اجتماعی فکروذہن اور اعمال وخدمات کی وسعتوں کے لحاظ سے ملت اسلامیہ کی ایک معتبر ومتعارف شخصیت تھے۔ اسی لحاظ سے ان کی وفات سے عمومی طور پر غیر معمولی غم محسوس کیا گیا ہے۔ مولانا مرحوم اختلاف اور اتفاق میں بھی اصولوں کو اہمیت دیتے تھے۔ نفاق کا مزاج میں دخل نہیں تھا۔ ان کا ظاہر اور باطن یکساں تھا۔ ماضی میں باہمی روابط میں فی الجملہ فرق سے پیدا شدہ جماعتی بعد میرے لیے طبعی طور پر تکلیف دہ تھا۔ اسی لیے تمام حوادث سے صرف نظر کرتے ہوئے جب میں نے مولانا سے رابطہ قائم کیا تھا، مجھے بیحد خوشی اور مسرت محسوس ہوئی کہ مولانا مدنی نے حسب توقع فراخ حوصلگی سے لبیک کہا اور اس کے نتیجہ میں الحمد للہ تمام جماعتی بعد ختم ہوگیا اور زمانہ طالب علمی کے خوشگوار لمحات کی یاد ایک مرتبہ پھر سے تازہ ہوگئی۔ اختلافات کو درکنار کرانھوں نے میرے اور اپنے دیرینہ تعلقات کو جو بعض وجوہات کی بنا پر کشیدہ ہوگئے تھے ان کو پھر سے استوار کرنے میں ذرا دیر نہیں لگائی۔ بعض حضرات نے تعلقات کی استواری کو طرح طرح کے معنی پہنائے لیکن مجھے اطمینان تھا کہ ہم دونوں کے درمیان ایک جذبہ صادق تھا جو اس کی وجہ بنا۔ جہاں تک مولانا کے کام اور خدمات کا سوال ہے، وہ اظہر من الشمس ہے۔ عمر کے آخری پڑاؤ پر بھی وہ ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبود کے لیے سرگرم عمل رہے۔

مولانا مرحوم سے میرے گھریلو تعلقات تھے

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب

(صاحبزادہ حضرت شیخ الحدیث سہارنپوریؒ)

بھائی اسعد صاحب مرحوم کا تعلّق میرے والد ماجد حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ جتنا محبانہ اور بے تکلفانہ تھا اس کو دیکھنے والے آج بھی ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ مجھے وہ زمانہ یاد ہے جب مولانا اسعد صاحب اپنے معاملات اور مسائل چاہے وہ گھریلو ہوں اور چاہے ملّی و دینی ہوں میں مشورہ کرنے کے لیے بہت کثرت کے ساتھ سہارنپور کے گھر میں تشریف لایا کرتے تھے عام طور سے یہ آمد اذان اور نماز فجر کے درمیان ہوا کرتی تھی وہ تشریف لاتے اور خاموشی کے ساتھ تخلیہ میں والد ماجد سے مشورہ کر کے فوراً روانہ ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت والد صاحب بھی ان کے ساتھ بہت بے تکلف ہو کر بات کیا کرتے تھے اور عام طور پر زبانی گفتگو میں یا خط و کتابت میں پیارے اسعد کہہ کر مخاطب ہوا کرتے تھے مجھے یاد ہے کہ جب ایک مرتبہ حضرت مولانا مرحوم نے ملک و ملت بچاؤ تحریک شروع کی اور اس کے لیے گرفتار ہو کر سہارنپور جیل گئے اور والد ماجد کو اس کی تفصیلات کا علم ہوا تو ان کو سن کر بے اختیار یہ جملہ فرمایا تھا کہ اب اسعد اپنے باپ کی اداؤں پر آ گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کی تمام دینی و ملی نشانیوں کی خاص طور پر دارالعلوم اور جمعیۃ علماء ہند کی پوری پوری حفاظت فرمائے اور اپنوں وغیروں کے شر سے محفوظ رکھے۔

ابر سخا کریم کرم نفسی کے پیکر تھے

مولانا انظر شاہ کاشمیری

(شیخ الحدیث وقف دارالعلوم دیوبند)

مولانا اسعد مدنی کے والد مرحوم مرشد کامل سپاہی مجاہد، نڈر انسان، سخی بلکہ ابر سخا کریم کرم نفسی کے پیکر تھے۔ مولانا اسعد صاحب مرحوم نے اپنی ان آبائی روایات کو بڑی حد تک نبھایا، وہ جمعیۃ علماء کے صدر نشین رہے۔ دارالعلوم دیوبند کے قائد، مسلم فنڈ دیوبند کے بانی اور بہت سی ملّی و ملکی تحریکات کے معمار و شریک تھے۔ خانقاہ مدنی ان کے انفاس سے گرم، ہندستانی سیاست ان کے آتشیں نفوس سے تپتا ہوا ماحول، مستعد، فعل دوڑ دھوپ، جدوجہد ان کا امتیاز، لاریب وہ وسیع الحوصلہ و فراخ دل تھے، انھوں نے بڑے سے بڑے مجرم کو بھی معاف کرنے میں تامل نہ کیا جس کا مظاہرہ خاتمہ عمر تک بھی ہوتا رہا، کون ایسا ہے جس کی تمام زندگی اختلاف کی زد میں نہ ہو چنانچہ مرحوم کی سیاسی مصروفیات پر اشکالات بھی رہے اور بے چینیاں بھی، تاہم وہ ہر مخالفت کو برداشت کرتے اور مصلحت شناسی ان کا عنصر غالب تھا، اپنے نامور باپ کی ہر گوشہ میں جانشینی کی اور کافی حد تک اس کا حق ادا کیا۔

ملک وملت فکر مند شخصیت سے محروم ہوگئی

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی
(مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء)

ہندو پاک کے مسلمان ایک عظیم عالم و رہنما اور ملک وملت کے لیے فکر مند شخصیت سے محروم ہوگئے۔ وہ اپنے عظیم والد کے نقش قدم پر چلتے رہے، جب کبھی دین وملت کے خلاف کوئی نازیبا بات سامنے آتی تو وہ سینہ سپر ہوجاتے، اور آواز اُٹھاتے۔ متعدد تاریخ ساز اجلاس جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے انھوں نے کیے اور ملک وملت بچاؤ کے عنوان سے تحریک چلائی۔ مولانا اعظمی نے کہا کہ کسی بھی رہنما اور قائد کے لیے یہ خوش نصیبی ہوتی ہے کہ اسے مخلص و جاں نثار معاونین مل جائیں، جو اس کے مشن سے جذباتی لگاؤ رکھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مولانا سیّد اسعد مدنی کو ایسے رفقاء و معاونین مل گئے تھے جنھوں نے ان کی مہم اور مشن کو اپنا نصب العین بنایا حتیٰ کہ انھوں نے صورت اور وضع قطع میں بھی اپنے آپ کو مولانا سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔ یہ تاثیر مولانا مرحوم کی عنداللہ مقبولیت کی دلیل ہے۔

عظیم والد کی عظیم اولاد

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی
(استاد دار العلوم ندوۃ العلماء و رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ)

مولانا مرحوم ایک عظیم باپ کے عظیم بیٹے تھے۔ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ علم وعمل کے پیکر تھے، مولانا نے بھی ان صفات کو اپنے اندر اُتارنے کی کوشش کی، انھوں نے ملّی مسائل کو بغیر کسی مرعوبیت کے پوری قوت و جرأت سے ایوانِ حکومت میں اُٹھایا اور انھیں اربابِ اقتدار و حکومت تک اپنی بات مؤثر انداز میں پہنچانے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ موجودہ دَور میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا، ان کا سیاسی مقام جو تھا وہ اپنی جگہ ہے، ان کا دینی مقام بھی بہت بلند تھا، وہ رخصت پر عزیمت کو ترجیح دیتے تھے، سخاوت و مہمان نوازی اور ایثار ان کی نمایاں صفات تھیں، دوشنبہ کے دن ان کی وفات ہوئی اور اتنے بڑے مجمع نے ان کے جنازہ و تدفین میں شرکت کی جسے ایک تاریخی مجمع کہا جائے گا، یہ سب اچھے آثار وعلامات ہیں۔

ایک عظیم فعال و متحرک شخصیت تھے مولانا مدنیؒ

مولانا عمید الزماں کیرانوی

مولانا سیّد اسعد مدنی اس معنی میں نہایت خوش قسمت تھے اور یہ آپ کی شخصیت کا انتہائی اہم پہلو بھی ہے کہ صرف ہندستان ہی نہیں بلکہ برصغیر ہند کے دوسرے ممالک پاکستان اور بنگلہ دیش میں آپ سے تعلق ونسبت اور عقیدت ومحبت رکھنے والے لوگوں پر مشتمل بڑے حلقے موجود ہیں۔ اگر چہ کسی معنی میں یہ بات صحیح ہوسکتی ہے کہ عموماً یہ وہ حلقے ہیں جو انھیں والد مرحوم شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی جانشینی کی بنیاد پر وراثت میں ملے تھے، تاہم یہ صرف ایک نصف حقیقت ہے، باقی نصف حقیقت یہ ہے کہ مولانا مرحوم کی شخصیت میں اللہ تعالیٰ نے جو بڑی اور نمایاں خوبیاں ودیعت کی تھیں ان میں سے ایک نہایت اہم خوبی 'کسب افرادٗ کی ہے۔ مزاج شناسی میں ایک ماہر نفسیات کی خوبیاں ان کے اندر بدرجہ اتم موجود تھیں۔ وہ دِلوں کو جیتنے اور انھیں اپنا بنانے کا گر اور ہنر جانتے تھے۔ مولانا کو اللہ نے دینی علم اور عصری شعور وآگہی کے علاوہ گہری اور وسیع ملّی وسیاسی بصیرتوں سے بھی نوازا تھا۔ اس طرح ان پر ملّی اسٹیٹس مین کا لقب یا صفت بھی بجا طور پر صادق آتی ہے۔

ملت اسلامیہ کے لیے ایک کاری زخم

مولانا محمد شاھد (سکریٹری) جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کا حادثہ وصال کوئی ایسا معمولی حادثہ نہیں ہے جس کو معمولی سمجھ لیا جائے بلکہ یہ ایک کاری زخم ملت اسلامیہ کو عموماً اور ہندستانی مسلمانوں کو خصوصاً لگا ہے جس کی کسک نہ معلوم کب تک محسوس کی جاتی رہے گی اور ماضی کی طرح مستقبل میں جب بھی ملّت کی رہبری کی ضرورت پیش آئے گی تو حضرت مولانا مرحوم کا سراپا بے اختیار نظروں کے سامنے آجائے گا اور ان کے مجاہدانہ عزائم کی تصویر ہندستانی مسلمانوں کے سامنے بھرپور انداز میں آجائے گی۔ ہمارے لیے اور جامعہ مظاہرِ علوم کے لیے اس سانحہ کی سنگینی اس وجہ سے بھی بڑھی ہوئی ہے کہ وہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی پسندیدہ اور منظور نظر شخصیت تھے۔ ویسے تو دین کے تمام شعبے ان کی حیات سے فروغ پا رہے تھے لیکن بطور خاص مدارس عربیہ اسلامیہ کو ان کی ذات سے بڑی تقویت اور ڈھارس تھی جب جب بھی اور خصوصاً ماضی قریب میں مدارس عربیہ اسلامیہ کے خلاف سازشیں کی گئیں اور ان کو دہشت گردی جیسے قبیح فعل کی طرف منسوب کرکے ان کی سنہری تاریخ پر دھبہ لگانے کی مذموم کوشش کی گئی تو حضرت مرحوم کی ایک ہی مجاہدانہ للکار سے ان لوگوں کے ناپاک اور مکروہ عزائم تہس نہس ہوگئے۔ بلاشبہ ہندستان کی وہ ایک واحد شخصیت تھے کہ جن کی آواز اور للکار سے گلی سے پارلیمنٹ میں بیٹھنے والوں تک لرزہ براندام ہوجاتے تھے اور وہ اپنے اسلام دشمن قدموں کو پیچھے ہٹانے پر مجبور ہوجاتے تھے۔

حیاتِ فدائے ملتؒ — ایک نظر میں

مولانا معز الدین احمد (امارت شرعیہ ہند)

● **پیدائش:** ۴؍ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۷؍اپریل ۱۹۲۸ء بروز جمعہ بمقام بچھرایوں ضلع مرادآباد، یوپی۔

● والدین: والد ماجد شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ اپنے عہد کے آفتابِ رشد و ہدایت اور ماہتابِ فضل و کمال تھے۔ اور والدہ ماجدہ محترمہ ''سائرہ صاحبہؒ'' قابلِ رشک صفات کی حامل خاتون تھیں، جو بچھرایوں ضلع مرادآباد کے الحاج حکیم قاری غلام احمد مرحوم کی پہلی اہلیہ سے چھوٹی صاحبزادی تھیں، جن سے حضرت شیخ الاسلامؒ نے مالٹا سے واپسی کے بعد نکاح فرمایا تھا۔ ۱۸-۱۹؍شعبان ۱۳۵۵ھ مطابق ۴-۵؍نومبر ۱۹۳۶ء کی درمیانی شب دہلی میں وصال ہوا اور مزارِ قاسمی دیوبند میں تدفین ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر نو سال تھی۔

● **تعلیم و تربیت:** آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت میں والدہ ماجدہؒ کا بڑا حصہ ہے۔ والد ماجد حضرت شیخ الاسلامؒ کے زیر تربیت اور حضرت مولانا قاری اصغر علی سہپوریؒ معتمد خاص حضرت شیخ الاسلامؒ کے زیر نگرانی تعلیم کے مراحل طے کیے۔ ابتدائی کتابیں قاری صاحب مرحوم سے پڑھ کر ۲۸؍محرم ۱۳۶۱ھ کو دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ آٹھ سال زیر تعلیم رہ کر شعبان ۱۳۶۸ھ میں فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد ذی قعدہ ۱۳۶۸ھ تا ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ مدینہ منورہ میں قیام رہا۔

● **اساتذہ کرام:** شیخ الاسلامؒ حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ (۱۲۹۶ھ-۱۳۷۷ھ)، شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہویؒ (۱۲۹۹ھ-۱۳۷۴ھ)، استاذ الاساتذہ علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ (۱۳۰۴ھ-۱۳۸۷ھ)، حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ (۱۳۱۵ھ-۱۴۰۳ھ)، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۱۳۱۷ھ-۱۳۹۴ھ)، حضرت مولانا عبدالسمیع دیوبندیؒ (۱۲۹۵ھ-۱۳۶۶ھ)، حضرت مولانا فخر الحسن مرادآبادیؒ (۱۳۲۳ھ-۱۴۰۰ھ) حضرت مولانا عبدالحق نافع گلؒ (۱۳۱۳ھ-۱۳۹۳ھ)، حضرت مولانا عبدالحقؒ بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (۱۳۲۷ھ-۱۴۰۹ھ)، حضرت مولانا عبدالخالقؒ بانی دارالعلوم کبیر والا ملتان (۱۳۱۳ھ-۱۳۸۶ھ)، حضرت مولانا قاضی شمس الدین پنجابیؒ (۱۳۱۹ھ-۱۴۰۵ھ)، حضرت مولانا عبدالشکور دیوبندیؒ مہاجر مدنی (متوفی ۱۳۸۴ھ)، حضرت علامہ مولانا محمد شریف کشمیریؒ (۱۳۲۰ھ-۱۴۱۰ھ)، حضرت مولانا حبیب اللہ سنبھلی ثم میرٹھیؒ (متوفی ۱۳۶۹ھ) حضرت مولانا معراج الحق دیوبندیؒ (۱۳۲۹ھ-۱۴۱۲ھ)، حضرت مولانا محمد جلیل کیرانویؒ (۱۳۱۸ھ-۱۳۸۸ھ)، حضرت مولانا سیّد اختر حسین دیوبندیؒ (۱۳۱۶ھ-۱۳۹۷ھ)، حضرت مولانا قاضی مسعود احمد دیوبندیؒ (متوفی ۱۳۸۴ھ)، حضرت مولانا عبدالاحد دیوبندیؒ (۱۳۲۹ھ-۱۳۹۹ھ)، مربی خاص حضرت مولانا قاری اصغر علی سہپوری (متوفی ۱۳۸۴ھ)۔

ابتدائی تعلیم کے اساتذہ میں حافظ علیم اللہ مرحوم، مولانا قاری عبداللہ مرادآبادی (متوفی ۱۳۶۲ھ) اور مولانا عبدالحق کاتب عامانی (متوفی ۱۴۰۵ھ) کا ذکر بھی ملتا ہے۔

● **درس و تدریس:** ۲۸؍شوال ۱۳۷۰ھ کو آپ کا دارالعلوم دیوبند میں اعزازی تقرر ہوا اور ۲۴؍ذی قعدہ ۱۳۷۲ھ کو استقلال منظور ہوا۔ ۱۳۸۲ھ تک بارہ سال بلا معاوضہ تدریسی خدمات انجام دیں۔ درس نظامی کی ابتدائی و متوسط کتابوں کا کامیاب درس دیا۔

● **بیعت و خلافت:** رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ میں اپنے والد ماجد حضرت شیخ الاسلامؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ سفر و حضر میں ساتھ رہ کر سلوک و تصوّف کے تمام مراحل طے کیے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کے چشمۂ علم و عرفان سے بھرپور فیضیاب ہوئے۔ آپ کے وصال کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے حکم سے خلافت دی اور حضرت شیخ الاسلامؒ کے خلفاء نے اجازتِ بیعت سے نوازا اور جانشینِ شیخ الاسلامؒ مقرر کیا۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری علیہ الرحمہ نے بھی خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

● **مسند رشد و ہدایت پر:** حضرت شیخ الاسلامؒ کے رُوحانی سلسلہ کو آپ نے پورے آب و تاب کے ساتھ قائم رکھا اور تادم حیات مدنی خانقاہ کو آباد و شاداب رکھا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کے اقدار و روایات کی پاسداری کی بلکہ اس کے سرگرم داعی بن کر ملک کے چپہ چپہ اور دُنیا کے گوشہ گوشہ میں مدنی مشن کو پہنچایا۔ تزکیہ و اصلاح کا فریضہ انجام دیا اور جانشینی کا حق ادا کردیا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کی روایت کے مطابق متوسلین و مریدین کے ہمراہ رمضان المبارک کا قیام اور اعتکاف کا تسلسل قائم رکھا۔ دیوبند کے علاوہ سلہٹ، ڈھاکہ، ڈھوبری، گیا، بھاگلپور، ٹانڈہ، دہلی، ڈابھیل اور مدینہ منورہ وغیرہ میں بھی رمضان المبارک کا قیام فرمایا۔ لاکھوں افراد بیعت ہوئے۔ تقریباً تین سو افراد کو آپ نے بیعت کی اجازت دی۔

● **جمعیۃ علماء ہند کے اسٹیج پر:** ۱۹۴۴ء میں جمعیۃ علماء ہند کے ابتدائی ممبر بنے۔ اپریل ۱۹۵۶ء میں جمعیۃ علماء دیوبند کے نائب صدر

منتخب ہوئے۔ ۲۴؍جون ۱۹۶۰ء کو جمعیۃ علماء اتر پردیش کے صدر، ۲۲؍ستمبر ۱۹۶۲ء کو جمعیۃ علماء ہند کے ناظم اور دینی تعلیم کے شعبہ کے سربراہ، ۹؍اگست ۱۹۶۳ء کو ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند، اور ۱۱؍اگست ۱۹۷۳ء کو جمعیۃ علماء ہند کے صدر مقرر ہوئے جس پر تادم حیات فائز رہ کر ملک وملت کے لیے عظیم خدمات انجام دیں جن کا احاطہ دشوار ہے اور جس کی کوئی دوسری نظیر نہیں پیش کی جاسکتی۔

• ملّی خدمات کے اہم عنوانات: فرقہ وارانہ فسادات میں سرفروشانہ خدمات، فرقہ پرستی کے خلاف جہدِ مسلسل، مسلمانوں کے لیے ریزرویشن اور فسادات میں معقول معاوضہ کی تحریک، مسلم پرسنل لا کی حفاظت، یکساں سول کوڈ کی مخالفت، ملک وملت بچاؤ تحریک کے چار دَور، تحفظ اوقاف، تحفظ مدارس ومساجد، تحفظ حرمین شریفین، تحفظ فلسطین، تحفظ ختم نبوت، آسامی مسلمانوں کی مسیحائی اور حقوقِ شہریت کا تحفظ، آئینی حقوق کی حصولیابی اور اقتدار میں حصہ داری کی جدوجہد، مسلمانوں کے اقتصادی بحالی کے پروگرام مسلم فنڈ جیسے اداروں کا قیام، ادارۃ المباحث الفقہیہ کا قیام اور اس کے تحت جدید مسائل کے لیے فقہی اجتماعات، امارتِ شرعیہ ہند کا قیام اور اس کے تحت تقریباً تین سو محاکم شرعیہ کا قیام، دینی تعلیم کی ترویج و اشاعت، جمعیۃ علماء ہند کا تعلیمی و تعمیری پروگرام، اسلامی ماحول میں عصری تعلیم، ارتدادی علاقوں میں مکاتب کا قیام، اصلاحِ معاشرہ تحریک، مرکزِ دعوت اسلام کا قیام، بابری مسجد کی حفاظت کے لیے قانونی جدوجہد، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا تحفظ اور اس کے اقلیتی کردار کی بحالی کے لیے سرگرم جدوجہد، فرقِ باطلہ وفرقِ ضالہ کا دفاع، تحفظ مسلک دیوبند کے لیے سعی پیہم، جمعیۃ علماء ہند کے نظریہ اور پروگرام کی نشرواشاعت کے لیے عربی، اُردو اور ہندی اخبارات کا اجراء، دلت مسلم اتحاد، دہشت گردی کی مخالفت جیسے سینکڑوں عنوانات ہیں۔ آپ کے ملّی خدمات کے زرّیں عنوانات ہیں۔ اسی کے ساتھ جمعیۃ علماء ہند کی موجودہ تمام تعمیرات (جمعیۃ بلڈنگ، مدنی ہال، محمودیہ لائبریری، دفتر کی سہ منزلہ عمارت، مسجد عبدالنبی کی تزئین وتوسیع، مجاہد ملت بلڈنگ، جمعیۃ چلڈرن ولیج انجار وغیرہ) آپ کا لازوال کارنامہ ہے۔

• عہد نظامت و صدارت میں جمعیۃ علماء ہند کے اہم اجلاس و کانفرنسیں:

(۱) قومی جمہوری کنونشن، دہلی .... ۲۹-۳۰؍نومبر ۱۹۶۴ء
(۲) ۲۲واں اجلاسِ عام جمعیۃ علماء ہند بمقام گیا ..... ۲۵؍تا ۱۷؍اپریل ۱۹۶۶ء
(۳) کل ہند اجتماع دہلی بعنوان ''مسئلہ رویت ہلال'' ...... ۱۴؍اکتوبر ۱۹۷۱ء
(۴) ۲۳واں اجلاسِ عام جمعیۃ علماء ہند بمقام دہلی .... ۵؍تا ۷؍مئی ۱۹۷۲ء
(۵) عرب حمایت کنونشن، دہلی .... ۲۵؍نومبر ۱۹۷۳ء
(۶) ملّی کنونشن، آزاد بھون دہلی .... ۳-۴؍اکتوبر ۱۹۷۷ء
(۷) کل ہند اوقاف کانفرنس دہلی .... ۱۶، ۱۷، ۱۸؍فروری ۱۹۷۳ء
(۸) آسام کنونشن، دہلی .... ۷؍دسمبر ۱۹۷۹ء
(۹) کنونشن برائے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی .... ۲۹؍اگست ۱۹۸۱ء
(۱۰) تحفظ دارالعلوم کنونشن، دہلی .... نومبر ۱۹۸۱ء
(۱۱) ۲۴واں اجلاسِ عام جمعیۃ علماء ہند بمقام بمبئی ... ۱۴؍تا ۱۶؍جنوری ۱۹۸۳ء
(۱۲) تعلیمی وملّی کانفرنس دہلی .... ۶، ۷، ۸؍اپریل ۱۹۸۴ء
(۱۳) علماء کانفرنس بعنوان ''نفقہ مطلقہ''، دہلی .... ۱۱-۱۲؍اکتوبر ۱۹۸۵ء
(۱۴) مشترکہ کنونشن بعنوان ''مسئلہ آسام''، دہلی .... ۲۰؍اکتوبر ۱۹۸۵ء
(۱۵) شیخ الہند سیمینار، دہلی .... یکم جنوری ۱۹۸۶ء
(۱۶) تحفظ حرم کانفرنس، دہلی .... ۸؍نومبر ۱۹۸۷ء
(۱۷) شیخ الاسلام سیمینار، دہلی .... ۱۸-۱۹؍مارچ ۱۹۸۸ء
(۱۸) کل ہند اجتماع، دہلی .... ۲۵-۲۶؍جنوری ۱۹۹۱ء
(۱۹) فرقہ واریت مخالف کنونشن، دہلی .... ۲۷؍جنوری ۱۹۹۱ء
(۲۰) پہلا فقہی اجتماع دیوبند .... ۸؍تا ۱۰؍فروری ۱۹۹۱ء
(۲۱) دوسرا فقہی اجتماع دیوبند .... ۲۸-۲۹؍نومبر ۱۹۹۱ء
(۲۲) قومی اتحاد کانفرنس، دہلی .... ۱۲؍فروری ۱۹۹۳ء
(۲۳) تیسرا فقہی اجتماع مدارس .... ۷؍تا ۹؍جولائی ۱۹۹۳ء
(۲۴) تحفظ شریعت کانفرنس، دہلی .... ۳-۴؍اکتوبر ۱۹۹۳ء
(۲۵) قومی کانفرنس برائے سیکولرزم وہندستانی آئین، دہلی ...... ۷؍مئی ۱۹۹۴ء
(۲۶) چوتھا فقہی اجتماع دیوبند .... ۲۴/۲۵؍اکتوبر ۱۹۹۴ء
(۲۷) کنونشن برائے تحفظ شہریت، دہلی .... ۱۱؍دسمبر ۱۹۹۴ء
(۲۸) یکساں سول کوڈ مخالف کنونشن، دہلی .... ۴؍جولائی ۱۹۹۵ء
(۲۹) پچیسواں اجلاسِ عام جمعیۃ علماء ہند، بمبئی .... ۲۷ تا ۲۹؍اکتوبر ۱۹۹۵ء
(۳۰) پانچواں فقہی اجتماع دیوبند .... ۱۱؍تا ۱۳؍دسمبر ۱۹۹۵ء
(۳۱) تحفظ ختم نبوت کانفرنس اُردو پارک دہلی .... ۱۴؍جون ۱۹۹۷ء
(۳۲) چھٹا فقہی اجتماع دیوبند .... ۲۶؍تا ۲۸؍مارچ ۱۹۹۷ء
(۳۳) تحفظ ختم نبوت کانفرنس عیدگاہ جعفرآباد دہلی .... ۲۰؍جون ۱۹۹۸ء
(۳۴) اقلیتی کنونشن، دہلی .... ۸؍مارچ ۱۹۹۹ء
(۳۵) ۲۶واں اجلاسِ عام جمعیۃ علماء ہند، دہلی .... ۱۳؍مئی ۲۰۰۰ء
(۳۶) ساتواں فقہی اجتماع دیوبند .... ۲۵-۲۶؍اکتوبر ۲۰۰۰ء
(۳۷) اسلامی ماحول میں عصری تعلیم کانفرنس، دہلی .... ۲؍جولائی ۲۰۰۰ء
(۳۸) تحفظ سنت کانفرنس، دہلی .... ۲-۳؍مئی ۲۰۰۱ء
(۳۹) مشاورتی اجتماع برائے ریزرویشن، دہلی .... ۲؍اگست ۲۰۰۱ء
(۴۰) بھارت بچاؤ ریلی، دہلی ۲۰۰۲ء
(۴۱) ستائیسواں اجلاسِ عام جمعیۃ علماء ہند، دہلی .... ۹؍مارچ ۲۰۰۳ء

(۴۲) مشترکہ کانفرنس برائے ریزرویشن، دہلی............. ۲۳/اگست ۲۰۰۴ء
(۴۳) اٹھائیسواں اجلاسِ عام جمعیۃ علماء ہند، دہلی ۲۸-۲۹/مئی ۲۰۰۵ء
(۴۴) آٹھواں فقہی اجتماع بنگلور ۲۷-۲۸/اپریل ۲۰۰۵ء

ان کے علاوہ ریاستی وضلعی جمعیتوں کے ماتحت سینکڑوں اجلاس اور کانفرنسیں ہوئیں، جن میں آپ شریک ہوئے، صدارت کی۔ ان کانفرنسوں اوراجلاسوں نے ملک وملت کے مسائل حل کرنے میں سنگ میل کا کام کیا۔

● **عالمی کانفرنسوں میں شرکت**: آپ نے عالم اسلام کی کتنی کانفرنسوں میں شرکت کی، مقالات پڑھے اورنمائندگی کی۔ اس کا صحیح ریکارڈ نہ مل سکا تاہم جن کانفرنسوں کا علم ہوسکا، حسب ذیل ہیں:

(۱) مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ کی چوتھی کانفرنس .... ۷/ستمبر تا ۶/اکتوبر ۱۹۶۸ء
(۲) // // // // پانچویں کانفرنس ... ۲۷/فروری تا ۵/مارچ ۱۹۷۰ء
(۳) // // // // چھٹی کانفرنس....... ۲۶/مارچ تا یکم اپریل ۱۹۷۱ء
(۴) // // // // ساتویں کانفرنس ۹/تا ۱۴/ستمبر ۱۹۷۲ء
(۵) // // // // آٹھویں کانفرنس ۱۶/تا ۲۰/اکتوبر ۱۹۷۷ء
(۶) الاقصیٰ کانفرنس لندن ۱۹۷۱ء
(۷) اجلاس رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ .... اپریل ۱۹۷۴ء
(۸) رابطہ عالم اسلام کی پہلی ایشیائی کانفرنس کراچی ... ۷،۸،۹/جولائی ۱۹۷۸ء
(۹) عالمی تحفظ حرم کانفرنس تیونس ۱۹۷۸ء
(۱۰) موتمر فقہ اسلامی ریاض.......................... اکتوبر ۱۹۷۶ء
(۱۱) حج کانفرنس، ملیشیا.......................... ۱۴-۱۵/جون ۱۹۹۰ء
(۱۲) بابری مسجد کانفرنس، لندن ۲۷/اگست ۱۹۹۰ء
(۱۳) امام بخاریؒ حیات وخدمات کانفرنس ازبکستان ... ۲۳-۲۴/اکتوبر ۱۹۹۳ء
(۱۴) قومی یکجہتی کانفرنس برمنگھم ۲۱/مارچ ۲۰۰۴ء
(۱۵) بغداد کانفرنس ۱۹۸۳ء

اس کے علاوہ عالمی تحفظ کانفرنس لندن میں تقریباً ہر سال شرکت فرمائی۔

● **ایوانِ پارلیمنٹ میں**: ۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۰ء تا ۱۹۸۶ء، ۱۹۸۸ء تا ۱۹۹۴ء، اٹھارہ سال پارلیمنٹ کے ایوانِ بالا راجیہ سبھا کے ممبر رہے۔ اس عرصہ میں آپ کی ۵۶ تقریریں پارلیمنٹ کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں جو جرأت وبیباکی اور حق گوئی کی زرّیں شاہکار اور اعلائے کلمۃ الحق کی روشن مثال ہیں۔

● **حج و زیارت**: آپ کو حرمین شریفین کی حاضری اور حج وزیارت کا والہانہ ذوق نصیب ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی قابل رشک توفیق بھی ملی۔ اس سعادت وخصوصیت میں بھی آپ اپنی مثال آپ ہیں۔ دستیاب معلومات کے مطابق آپ نے ۳۷ حج اور ۳۲ عمرہ کے سفر فرمائے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔

● **منصب امارت پر**: ۲/نومبر ۱۹۸۶ء کو امارتِ شرعیہ ہند کا قیام عمل میں آیا۔ محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ امیر الہند اور آپ نائب امیر الہند منتخب ہوئے۔ محدث اعظمیؒ کے وصال کے بعد ۹/مئی ۱۹۹۲ء کو آپ امیر الہند منتخب ہوئے جس پر تادم واپسیں فائز رہے۔

● **چند اہم ادارے جن کے آپ رُکن تھے**: رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ، مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ، موتمر الفقہ الاسلامی ریاض، موتمر اسلامی تیونس، مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ، مسلم پرسنل لا بورڈ، مسلم مجلس مشاورت، مرکزی حج کمیٹی، کانگریس ورکنگ کمیٹی، ہمدرد ٹرسٹ دہلی، مرکزی وقف کونسل، مرکزی اُردو بورڈ، راجیہ سبھا کی ضوابط کمیٹی، وزارت داخلہ کی مشاورتی کمیٹی، مجلس شوریٰ مدرسہ شاہی مرادآباد، مجلس شوریٰ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل۔ ان کے علاوہ سینکڑوں مدارس کے سرپرست اور ممبر تھے۔

● **نکاح اور اولاد**: آپ کا پہلا نکاح طالب علمی کے زمانہ میں ۱۵/شعبان ۱۳۶۳ھ کو آپ کے چچا حضرت مولانا سیّد احمدؒ بانی مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ کی صاحبزادی سیّدہ عائشہ سے ہوا جبکہ آپ کے والد ماجد نینی الٰہ آباد جیل میں تھے۔ نکاح شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ نے پڑھایا۔ ان اہلیہ محترمہ سے آپ کے صاحبزادے احمد اسعد ۲۶/محرم ۱۳۷۰ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۷۰ھ کے اواخر میں اہلیہ محترمہ کا وصال ہوگیا۔ یہ صاحبزادے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔ مدرسہ علوم شرعیہ کے شعبۂ کمپیوٹر کے ذمہ دار ہیں۔

دوسرا نکاح حضرت مولانا سیّد حمید الدین فیض آبادیؒ کی صاحبزادی بریرہ خاتون سے ۱۹۵۲ء یا ۱۹۵۴ء میں ہوا جن سے آپ کی نو اولادیں ہوئیں چار لڑکے اور دو لڑکیاں حیات ہیں۔ سبھی شادی شدہ اور صاحبِ اولاد ہیں۔ (۱) سعدیہ زوجہ مولانا انوارالرحمٰن بجنور (۲) مولانا محمود مدنی ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند (۳) مولانا مسعود مدنی (۴) مولانا محمد مدنی (۵) ذکیہ مدنی زوجہ مولانا سیّد محمد حارث خانجہانپوری مقیم مدینہ منورہ (۶) حافظ مودود مدنی۔

۲۲/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ کو آپ کی یہ دوسری اہلیہ محترمہ بھی وصال فرماگئیں۔ مرحومہ انتہائی خلیق دیندار اور سخی خاتون تھیں۔

● **وفات**: ۷/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۶/فروری ۲۰۰۶ء بوقت پونے چھ بجے بمقام اپولو ہسپتال دہلی یہ آفتابِ عزیمت غروب ہوگیا۔

● **نمازِ جنازہ اور تدفین**: ۸/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۷/فروری ۲۰۰۶ء کو صبح ۷ بجکر ۲۵ منٹ پر دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور مزارِ قاسمی دیوبند میں اپنے والد ماجد حضرت شیخ الاسلامؒ کے پہلو میں ہمیشہ کے لیے آسودۂ خواب ہوگئے۔ جنازہ اور تدفین میں لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً ○○

آپ کی قیادت میں جمعیۃ علماء کا احتجاج بڑی وقعت رکھتا ہے

امیرالہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے نام مفکر اسلام مولانا علی میاں ندویؒ کا مکتوب

نومبر ۱۹۹۸ء میں جب اُتر پردیش کی کلیان سنگھ کی حکومت نے ریاستی تعلیمی اداروں میں وندے ماترم اور سرسوتی وندنا کو لازمی قرار دے دیا تھا تو مفکر اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ نے اس پر اپنا ردِعمل ظاہر کرتے ہوئے مسلمانوں کو ہدایت دی تھی کہ وہ ایسے اسکولوں اور تعلیمی اداروں سے اپنے بچوں کو اُٹھالیں۔ مولانا ندوی کی اس ہدایت سے مشتعل ہوکر یوپی کی فرقہ پرست حکومت نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مولانا علی میاںؒ کی قیام گاہ تکیہ رائے بریلی پر چھاپے مارے تھے۔

حکومت کی اس بزدلانہ کارروائی پر پورے ملک میں شدید احتجاجات ہوئے تھے اور جمعیۃ علماء ہند کی ورکنگ کمیٹی نیز صدر محترم جمعیۃ علماء ہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے بھی اس پر شدید ردِعمل کا اظہار کیا تھا۔ مولانا مدنی مدظلہٗ نے مفکر اسلامؒ کے نام اس سلسلہ میں ایک مکتوب بھی ارسال کیا تھا جس میں اُتر پردیش انتظامیہ کی اس حرکت کو بزدلانہ قرار دیتے ہوئے مولانا ندویؒ کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا گیا تھا مولانا علی میاں صاحبؒ نے مولانا مدنی کے اس مکتوب کا جواب خود اپنے ہاتھ سے تحریر فرما کر ارسال فرمایا تھا۔ ہم ''فدائے ملت نمبر'' میں مولانا علی میاںؒ کا خود نوشتہ مکتوب بطور تبرک شائع کررہے ہیں۔

اشتہار

خادم الاسلام ہاپوڑ

ایک صفحہ

اشتہار

مدرسہ فیض رحمانی سنسارپور

ایک صفحہ

اشتہار

جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت

ایک صفحہ

اشتہار

جامعہ اسلامیہ مظفرپور اعظم گڑھ

ایک صفحہ

اشتہار

جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات، نگلہ راعی

ایک صفحہ

اشتہار

مدرسہ فیضانِ رحیمی، مرزا پور پول

ایک صفحہ

اشتہار

مدرسہ احیاء العلوم، پٹلوکر سہارنپور

ایک صفحہ

اشتہار

مدرسہ خلیلیہ قصبہ انبہٹہ، سہارنپور

ایک صفحہ

عزم واستقلال کا کوہِ گراں

حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی مدظلہ
ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند

حضرت بھائی صاحبؒ کی زندگی کی ایک بڑی اہم، بڑی قابل قدر اور بہت انوکھی خصوصیت تھی کہ خدا نے ان کو عزم وہمّت اور حوصلہ کا پہاڑ بنایا تھا، جب انھوں نے ارادہ کرلیا تو کوئی طاقت ان کو اس ارادے سے ہٹا نہیں سکتی تھی، خوب سوچ سمجھ کر کسی موقف کو اختیار کرتے اور اس کے مختلف پہلوؤں پر نظر ڈالتے اور اس کے بعد اس پر جم جاتے تھے اور جمتے تھے تو پہاڑ کی طرح جمتے تھے، لوگ بڑے دلائل کو پیش کرتے تھے لیکن مولانا ہر ایک کی دلیل کو توڑ دیتے اور آگے بڑھتے چلے جاتے تھے۔

ملک و ملت بچاؤ تحریک

۱۹۷۹ء کے اندر ملک کی آزادی کے بعد لٹے پٹے فسادات کی وجہ سے تباہ حال مسلمانوں کی طرف سے جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے آپ نے ایک آواز اٹھائی کہ ہم فسادات کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلائیں گے، ہندوستان میں ملک کی تقسیم کے بعد اقلیت اور ایسی اقلیت جو ہزاروں فسادات میں کچل دی گئی ہو حوصلہ پست کردیا گیا ہو، کیا وہ اس حیثیت میں ہوگی کہ فرقہ پرست طاقتوں کی آنکھوں میں آنکھ میں ڈال کر یہ کہے کہ ہمارے مطالبات تسلیم کرو ورنہ ہم سول نافرمانی کی تحریک چلائیں گے، جیل بھریں گے، کسی کی سمجھ میں بات نہیں آتی تھی، مجھے خوب یاد ہے کہ قاضی عدیل عباسی اور دیگر لوگوں نے آپ کو خطوط بھیجے، ٹیلی فون کا تو اس وقت رواج نہیں تھا کہ مولانا یہ کیا کررہے ہیں، ملک کے تقسیم ہوجانے کے بعد اب آپ مسلمانوں کو خودکشی پر مجبور کررہے ہیں؟ کیا مسلمان اس حیثیت میں ہے کہ وہ جیل بھرو تحریک چلائے؟ مولانا نے جواب دیا ''یا تو اس وقت رواج نہیں تھا کہ مولانا یہ کیا کررہے ہیں، ملک کے تقسیم ہوجانے کے بعد اب آپ مسلمانوں کو خودکشی پر مجبور کررہے ہیں؟ کیا مسلمان اس حیثیت میں ہے کہ وہ جیل بھرو تحریک چلائے؟ مولانا نے جواب دیا ''یا تو عزت کے ساتھ قوم زندہ رہے گی یا پھر ذلت کی زندگی سے قوم کا مرجانا بہتر ہے'' اور اس رائے پر مولانا پہاڑ کی طرح جم گئے، کسی قائد کی انتہائی دوربینی اور خصوصیت یہ ہے کہ وقت کو دیکھ کر فیصلہ کرے اور فیصلہ مضبوطی کے ساتھ کرے، اور اس پر جم جائے کسی کی سمجھ میں بات نہیں آتی تھی کہ حالات کیا چل رہے ہیں اور کیا ہورہا ہے؟ مگر چونکہ مولانا کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت عطا فرمائی تھی اور جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم پر اور وہ پلیٹ فارم مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا اور ان کے شیخ حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے شاگرد حضرت شیخ الاسلامؒ کا تھا، آپ اس پلیٹ فارم پر تھے، پورے ہندوستان سے لوگ آپ کا ساتھ دیتے تھے، یہ خدا کی نصرت ہے کہ ہم جیل میں تھے اور جیل میں ہم لوگوں نے خبر سنی کہ مرارجی گورنمنٹ گرگئی یعنی پچیس دن پہلے جس کا تصور نہیں کیا جاسکتا تھا وہ گورنمنٹ گرگئی۔ میں نے کہا کہ کسی قائد کی عظیم خصوصیت یہ ہے کہ وقت کی نزاکت کو دیکھ کر کہ کشتی کدھر جارہی ہے انتہائی دانائی کے ساتھ فیصلہ کرے اور پھر اس پر جم جائے، ایسا بارہا ہوا کہ سارے سیاسی لوگ ایک طرف، اور حضرت کی رائے ایک طرف، بعد میں بات سمجھ میں آئی کہ اس سے بہترین کوئی وقت نہیں ہوسکتا تھا اور اس سے بہترین کوئی تحریک نہیں ہوسکتی تھی، اللہ نے اس کے اندر کامیابی دی، قوم کا معیار بڑھا، وہ فرمایا کرتے تھے کہ ملک کی آزادی کے وقت مسلمان کھڑا ہوا تھا ایسے دوراہے پر جہاں اس ملک میں مسلمان کے وجود کا مسئلہ تھا، ہم نے تیس سال سے جو سفر کیا اور جدوجہد کی ہم اب وجود کے مسئلہ سے نکل گئے، اب تو ہمارے وجود کو کوئی خطرہ نہیں بلکہ اب تو ہمارے مطالبات ہیں کہ ہمارا حق دو، جمعیۃ علماء کی اس تحریک نے مسلمان کے معیار کو بلند کردیا۔ ہم اس ملک کے اندر اتنا لٹنے کے بعد، اتنا پٹنے کے بعد، فسادات میں پسنے کے بعد، ہمارے وجود کا یہ ثبوت ہے کہ ہمارے مطالبات تسلیم کرو ورنہ ہم تحریک چلائیں گے، جیل بھریں گے، یہ حضرت مولانا کی دین ہے اور اُن کی جہد مسلسل کا ثمرہ ہے۔ مرارجی حکومت گئی اس کے بعد اندراجی آئیں، پھر وہ بھی چلی گئیں، پھر اس طرح کانگریس کا دور رہا اور نرسمہا راؤ آگئے نرسمہا راؤ کا دور بھی اس ملک کے لیے اور کانگریس کے لیے بڑا بدبخت دور تھا۔

۲۱ لاکھ دستخط والی تحریک:

حضرت نے یہ بات ورکنگ کمیٹی کے دوران کہی کہ ملک میں اندراجی کے قتل پر سکھ مخالف فساد ہوا، مرنے والوں کو پانچ پانچ لاکھ معاوضہ دیا گیا۔ مسلمانوں کی اوّل، رپورٹ نہیں لکھی جاتی، جس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ مرنے والوں میں ہے یا نہیں، پچاس مرتے ہیں ان میں سے دس بیس کی رپورٹ درج ہوتی ہے تو بہت احسان کیا تو مرنے والے کو دولاکھ روپے دیئے، تو حضرت فرماتے تھے کہ جس طرح فساد میں مرنے والے سکھوں کو معاوضہ دیا گیا ہے وہی معاوضہ فساد میں مرنے والے مسلمانوں کو دیا جائے، اور دوسری بات یہ کہتے تھے کہ چونکہ ۱۹۴۷ء میں مسلمانوں کو منصوبہ بنا کر سیاسی میدان میں، معاشی میدان میں، ہر میدان میں پیچھے کیا گیا ہے، اس لیے آبادی کے حساب سے انھیں ریزرویشن ملنا چاہیے۔ جب تک ورکنگ کمیٹی ہوتی تھی

اسے مدلل اور مبرہن کرتے رہتے تھے، آخر کار یہ بات آئی کہ ایک تحریک چلائی جائے اور پُرامن تحریک ہو کہ مسلمانوں کے زیادہ سے زیادہ دستخطوں کے ساتھ میمورنڈم وزیر اعظم اور صدر جمہوریہ کو پیش کیا جائے، یہ اس وقت کی بات ہے کہ ملک اس بدبختی کے دور سے نکلا اور نرسمہا راؤ کی گورنمنٹ چلی گئی، اور بھاجپائی گورنمنٹ آ گئی، اگر ابتدا میں جہاں سے سفر شروع ہوا اس وقت بھاجپا کی گورنمنٹ ہوتی، تو ہوسکتا ہے کہ مولانا کے اندر یہ جوش پیدا نہ ہوتا لیکن جوش ان میں یہ تھا کہ کانگریس کی گورنمنٹ ہے اور مسلمان تباہ ہو رہا ہے، جن کے شانہ بشانہ چل کر ہم نے ملک کی آزادی کے لیے قربانیاں دی ہیں، ان کے وقت میں اگر ایسا ہو رہا ہے تو کیوں ہو رہا ہے؟ لیکن مولانا فرماتے تھے ہمیں اس سے کیا لینا دینا؟ ہمارے مطالبات ہیں ہم اس ملک کے رہنے والے ہیں اور ہمارے یہ حقوق دستوری ہیں، اقتدار کی کرسی پر کوئی بھی بیٹھے، ہمیں اس سے کیا لینا دینا؟ ہمیں اپنے حقوق کے لیے لڑتے رہنا ہے۔ اقتدار کی کرسی پر کوئی بھی آکر بیٹھے، چنانچہ مولانا نے تحریک چلائی ہمیں کوئی تجربہ نہیں تھا ملک کی آزادی کے بعد مسلمانوں کی طرف سے کسی ملی مسئلہ پر یہ پہلی تحریک تھی کہ دستخطی مہم چلاؤ، چنانچہ آپ کو حیرت ہوگی کہ مولانا نے ایک وقت کا تعین کر دیا اور جتنے یونٹ تھے ملک کے، سب کو متحرک کر دیا اور تقریباً پانچ مہینے میں اکیس لاکھ دستخط کرائے، اور ہر طرف سے مطالبہ تھا کہ دو مہینے کی اور مہلت دے دیجیے، اگر مہلت دے دیتے تو یہ دستخط پچاس لاکھ ہو جاتے، ان دستخطوں کے ساتھ جا کر میمورنڈم صدر جمہوریہ کو پیش کیا، میں کہتا ہوں کہ کچھ بھی ہوا کامیابی یا ناکامی تو خدا کی طرف سے ہے، ہم لوگ دنیا میں رہتے ہیں یہ دارالاسباب ہے، یہاں رہ کر ہم نے اسباب کو اختیار کیا، ہوسکتا ہے دنیا یہ کہے کہ اس میں کامیابی نہیں ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اس میں سو فیصد کامیابی ہے جمعیۃ علماء نے سب سے پہلے ریزرویشن کے مسئلہ کو اٹھایا تھا، ۱۹۹۹ء کا قصہ ہے آج پورے پانچ سال ہوئے ہیں اس مطالبہ نے اتنی قوت اختیار کی ہے کہ آج ہر پارٹی، بھاجپا اور کمیونسٹوں کے علاوہ، ملک کی ہر سیاسی پارٹی، چاہے وہ علاقائی ہو اور چاہے وہ مرکزی ہو، مسلمانوں کے ریزرویشن کی بات کرتی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کیرالا کے اندر ریزرویشن گورنمنٹ نے دیا، کرناٹک میں گورنمنٹ نے ریزرویشن دیا، حیدرآباد کے اندر ریزرویشن گورنمنٹ نے دیا، لیکن چونکہ فرقہ پرست حکومت نے عدلیہ کے اندر فرقہ پرست افراد کو بیٹھا دیا ہے، اس لیے کورٹ کے اندر آکر اس کو کالعدم قرار دے دیا، اگر ایسا نہ ہوتا تو مہاراشٹر کے اندر بات طے ہو چکی تھی اور چند دنوں کے بعد اعلان ہونے والا تھا یہ مولانا کی دین ہے، حضرت نے مطالبات کو اتنا بڑھایا اور دلائل کو اس انداز سے رکھا کہ جو بھی گورنمنٹ آئے گی وہ یہی کہے گی کہ ہم ریزرویشن دیں گے۔

بھرپور احتجاج

ورکنگ کمیٹی میں بار بار فرمایا کرتے تھے کہ ملک کی تقسیم کے بعد میرا یہ جی چاہتا ہے کہ مسلمان کوئی احتجاج ایسا کریں کہ رام لیلا گراؤنڈ کو بھر دیں، اس لیے کہ تال کٹورہ اسٹیڈیم میں سال میں دو تین پروگرام ہو جاتے تھے، فرماتے تھے کہ رام لیلا گراؤنڈ کو بھر دیں، مگر دس لاکھ آدمیوں کو جمع کرنا بڑا مشکل کام تھا، مولانا مستقل تگ و دو میں لگے رہتے تھے، اتفاق کی بات کہ کالا بل پاس ہو رہا تھا، ورکنگ کمیٹی میں بات چلی کچھ لوگ کہتے تھے ٹھیک ہے آگے بڑھیں، اور کچھ لوگ کہتے تھے کہ نہیں، آپ نے فرمایا! آج اسلام کے نام پر خدمت کا موقع ہے، آپ نے تقسیم کے بعد سے جتنی خدمت کی ہے صحیح اسلام کی خدمت کی ہے، لیکن اس موقع کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے، آپ نے آج تک جتنی خدمت کی ہے وہ مسلمان کے واسطے سے کی ہے، فساد زدگان کی مدد کی، مظلومین کی مدد کی، یہ براہِ راست اسلام کی خدمت ہے، کیونکہ براہِ راست اسلام کو مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے، اگر آپ آج بیٹھ گئے تو قوم آپ کو کبھی چھوڑے گی نہیں، اور آج ایسا ہے کہ آپ یوں نہ کہیں کہ رام لیلا میدان کو بھر دو بلکہ آپ یوں کہیں کہ مجھے ایسی جماعت چاہیے جو اسلام کے نام پر رام لیلا میدان میں سر کٹوا دے، تو بھی لوگ آپ کے ساتھ آجائیں گے، چنانچہ مولانا نے اس موقع کو جانے نہیں دیا، اور اس سلسلے میں سب سے پہلا اجلاس اس کالے بل کے خلاف جمعیۃ علماء اور دیگر پارٹیوں کو ملا کر ضلع سہارنپور میں کیا تقریباً دو لاکھ آدمی جمع ہوگئے، اور ہمّت بڑھی لکھنؤ میں اجلاس کیا، لکھنؤ کی تاریخ میں کوئی اجتماع ایسا نہیں ہوا تھا، سڑکیں جام ہوگئیں۔ ۵-۶ لاکھ آدمی جمع ہوگئے اور ہمّت بڑھ گئی کہ کر سکتے ہیں، حضرت نے رات و دن ایک کر دیا، جہاں تک پہنچ سکتے تھے پہنچے، اور اپنے مدعا کو رکھا کہ یہ ایسا وقت ہے کہ اس ملک میں اسلام کو زندگی ملے گی تو مسلمان زندہ رہے گا، ورنہ نہیں رہے گا، اور نتیجہ یہ نکلا کہ دس لاکھ نہیں، میں کہتا ہوں کہ جتنے رام لیلا گراؤنڈ کے اندر تھے اس سے کہیں زیادہ باہر تھے اور اب تو ہر سال ایک مرتبہ رام لیلا گراؤنڈ کو بھر دیتے تھے، اور ایسا نہیں کہ کرائے کے ٹٹو لا کر بٹھا دیئے گئے ہوں، مجھے خوب یاد ہے کہ ایک بوڑھے آدمی کو ایک نامہ نگار نے پکڑ لیا جس کے بدن پر کپڑے بھی درست نہیں تھے، اس نے پوچھا ملا جی کتنے پیسے مل گئے جو چلے آئے؟ بولا جیب سے ٹکٹ نکال کر کہ ۳۶ روپیہ کا ٹکٹ لے کر آیا ہوں نامہ نگار منہ پھیر کر چلا گیا، اور کسی تنظیم اور پارٹی کے پاس ایسا آدمی نہیں ہے، جس کی آواز پر اتنے آدمی چلے آئیں۔

سیکولر سیاسی محاذ

میں آپ کو بتاؤں کہ حضرت کی دیرینہ خواہش تھی کہ مسلمان اس ملک کے سیاسی اقتدار میں شریک ہو جائیں انھوں نے اس کے لیے تحریک شروع کی، ہریجن اور مسلم اتحاد کھان پان کے پروگرام ہوئے، دہلی میں، پٹنہ میں،؟ کرناٹک میں، حیدرآباد میں پروگرام ہوئے اور چاہتے تھے کہ تنہا مسلمان کی نہیں بلکہ دوسری اقلیتوں کو ملا کر ایسا پلیٹ فارم بن جائے جو پارلیمنٹ اور دیگر سیاسی امور میں دخیل ہو جائے، حکومت بنے تو ان کے اشتراک کے ساتھ بنے، کسی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی، لیکن حضرت مولانا کی کوشش تھی

پہلے کوشش کرتے رہے کہ حیدرآباد سے اس کی شروعات کی جائے، نہیں ہوسکی، تو پچھلے سال طے کردیا کہ آسام سے اس کی شروعات کی جائے، ابھی چند مہینہ پہلے کی بات ہے کہ آپ جمعیۃ علماء آسام کے ایک جلسہ میں تشریف فرما تھے، اس میں چیف منسٹر بھی موجود تھا، تو آپ نے مسلمانوں کے مسائل رکھے، جب چیف منسٹر کی باری آئی تو اس نے صفائی دینے کی کوشش کی تو آپ نے اس سے مائک چھین لیا اور کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو اور کہا کہ اگر کام نہیں ہوا تو ہم تمھارے خلاف تحریک شروع کریں گے، ہم تم کو چھ ماہ کی مہلت دیتے ہیں، گورنر اور چیف منسٹر کے سامنے یہ بات کہی کہ اگر کام نہیں ہوا تو ہم تمھیں کرسی اقتدار سے ہٹادیں گے، چیف منسٹر کا چہرہ سرخ ہوگیا، کس قدر جرأت کی بات ہے؟ کیا کوئی اس طرح کہہ سکتا ہے؟ حضرت مولانا کہہ کر چلے آئے، چھ ماہ تک کام نہیں ہوا تو مجھے بھیجا کہ تم جاؤ اور جاکر اعلان کرو کہ ہم پارٹی بناتے ہیں، چنانچہ جمعیۃ علماء نے دیگر اقلیتوں کو جمع کیا اور ایک اجلاس کیا اور حضرت نے مجھے بھیجا، میں گیا اور میں نے اعلان کیا کہ ہم پارٹی بناتے ہیں، اور وہ پارٹی چل رہی ہے کام کررہی ہے، اگر حضرت زندہ ہوتے تو رات و دن ایک کردیتے، مولانا کی دلی خواہش تھی کہ مسلمان سیاسی اقتدار کے بنانے اور بگاڑنے کے مالک ہوجائیں، یہ مولانا کی ذات تھی ایسا آدمی جس کی بیک وقت نظر ہر طرف ہو اور چومکھی لڑائی لڑرہا ہو، ایسا آدمی ہونا مشکل ہے، کسی پارٹی کے پاس ایسا آدمی نہیں ہے، آج نہیں ہے اللہ کل پیدا کردے، ان کا نعم البدل پیدا فرمائے، اور ان کو کروٹ کروٹ سکون نصیب فرمائے۔ آمین۔ ○○

(مدرسہ شاہی مرادآباد کے تعزیتی جلسہ میں تقریر سے ماخوذ)

''انھیں دیکھ کر شیخ الاسلامؒ کی یاد تازہ ہوجاتی تھی''

مولانا سیّد محمود احمد پٹھیڑوی (مجاز حضرت شیخ الاسلامؒ)

میں نے ابتدائی تعلیم ریڑھی تاجپورہ کے مدرسہ سے شروع کی وہاں مولانا حشمت علی مرحوم، مولانا حسین احمد مدنی کے قصّے بیان کرتے تھے لہٰذا مجھے مولانا حسین احمد مدنی سے عشق ہوگیا جو کچھ سالوں بعد جیل چلے گئے تو میری بے چینی میں اضافہ ہوگیا میں دیوبند آیا مگر مولانا حسین احمد مدنی کے بغیر مجھے دیوبند میں قرار نہیں ملا تو میں نے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لے لیا۔ یہاں مجھے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی محفل میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا میں نے ان سے درخواست کی کہ میں بیعت ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں تو انھوں نے مجھے کہا کہ میں رائے پور چلا جاؤں اور حضرت رائے پوری سے بیعت ہوجاؤں میں نے مولانا زکریاؒ سے اپنے دل کی کیفیت بیان کی کہ حضرت میں مولانا حسین احمد مدنی سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ فی الحال وہ جیل میں ہیں ان کی رہائی تک میں آپ سے بیعت ہوجاؤں مولانا زکریا نے فرمایا کہ بیعت ہونا بخاری شریف کا سبق نہیں ہے کہ آج کسی سے کل کسی دوسرے سے لیا جائے مولانا زکریاؒ نے میری بے چینی محسوس کرتے ہوئے مجھے ۶ تسبیح پڑھنے کے لیے بتائی میں تبلیغی جماعت کے مرکز حضرت نظام الدین میں تھا تو مولانا زکریاؒ نے خوش خبری سنائی کہ مولانا حسین احمد مدنی جیل سے رِہا ہوگئے ہیں اور آج کسی وقت مرکز میں تشریف لائیں گے جس وقت انھوں نے مجھے اطلاع دی میرے سر میں شدید قسم کا درد تھا جو یکدم کافور ہوگیا مغرب کی نماز تک میں ٹکٹکی لگائے حضرت کا منتظر رہا آپ مغرب بعد تشریف لائے مجھے سوالاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھنے کی نصیحت کی۔ ۱۹۴۶ء میں مجھے حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے ساتھ سلہٹ (بنگلہ دیش) جانے کا اتفاق ہوا اور وہیں حضرت نے مجھے بیعت کرایا۔ میں آج ایک بار پھر یتیم ہوگیا۔ مولانا اسعد مدنی میں بہت سی خوبیاں تھیں جس کی وجہ سے حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے بعد خلفاء کی ایک جماعت نے (جہاں حضرت مولانا حسین احمد مدنی بیٹھ کر مطالعہ کرتے تھے وہاں) بیٹھ کر ایک تحریر مولانا اسعد مدنی کے لیے تیار کی جس میں لکھا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے جانشین خلیفہ ہوں اس خط میں یہ بھی لکھا کہ ہم اس لیے نہیں لکھ رہے کہ آپ ان کی اولاد ہیں بلکہ خلفائے حسین احمد مدنی اور مریدین کی یہ دلی خواہش ہے۔

مولانا اسعد مدنی اپنے والد ماجدؒ کی طرح بکائے سحر (تہجد) کا اہتمام رکھتے تھے نماز اور قرآن سے والہانہ عشق تھا جب مولانا اسعد مدنی راضی ہوگئے تو اس کا اعلان میں نے مسجد مدنی میں کیا مجھے دیسی گھی کھانے کا بہت شوق ہے اور اکثر مجھے مولانا اسعد مدنی دیسی گھی کھانے سے منع کرتے تھے ایک مرتبہ میں نے انھیں بتایا کہ جس ڈاکٹر نے مجھے دیسی گھی نہ کھانے کی ہدایت کی تھی وہ مرگیا ہے مگر اللہ کا شکر ہے میں زندہ ہوں میں مولانا اسعد مدنی کے ساتھ کئی مرتبہ سفر میں رہا۔ فسادات کے موقعہ پر بھی مولانا اسعد مدنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پہنچ جاتے تھے۔ مولانا حسین احمد مدنی کی نماز جنازہ مولانا محمد زکریاؒ نے پڑھائی تھی اور مولانا زکریا کے صاحبزادے مولانا طلحہ نے مولانا اسعد مدنی کی نماز جنازہ ادا کرائی۔ مولانا اسعد مدنی کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ مہمانوں سے بہت خوش ہوتے تھے اور انھی کے ساتھ ناشتہ کرنا اور کھانا کھانا پسند کرتے تھے۔ اگر گھر میں دسترخوان لگ چکا ہو اور کسی مہمان کے آنے کی اطلاع مل جاتی تو آپ مہمان خانہ میں آجاتے اور مہمانوں کے ساتھ ہی کھانا تناول فرماتے۔ ان کے کام کرنے کے ڈھنگ اور طریقوں سے مولانا حسین احمد مدنیؒ کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔

موجودہ عہد کی ایک عظیم شخصیت

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی
ناظم اعلیٰ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کی ایک بہت بڑی شخصیت تھے۔ مزید یہ کہ وہ ایک عظیم شخصیت کے بیٹے بھی تھے، اس طرح ان کو ان دونوں پہلوؤں سے عظمت حاصل ہوئی، اس عظمت کے آثار ان کے آغاز عمر سے شروع ہوگئے تھے، انھوں نے شعور زندگی حاصل کرنے اور فراغتِ تعلیم کے بعد ہی سے ملت اسلامیہ کے مسائل سے دلچسپی لینا شروع کردی تھی۔ پھر اپنے بڑوں کے انتقال کے بعد ان کی جگہ بحیثیت ''رہبرِ ملت'' کے حاصل کرلی، اور برصغیر کی مقتدر اور ملتِ اسلامیہ کی ضرورتوں کے لیے روح رواں جماعت ''جمعیۃ علماء ہند'' کے وہ سربراہ قرار پائے۔

انھوں نے ملت کے لیے کوششوں کا مشکل دور پایا۔ ان سے پہلے جمعیۃ علماء ہند کو حصولِ آزادی کے لیے ضروری جدوجہد کو انجام دینا پڑا تھا۔ ان کا مقابلہ غیر ملکی اقتدار سے تھا، اس مقابلہ میں ان کو غیر مسلم اہل وطن کے ساتھ شرکت اور آپسی تعاون حاصل رہا تھا۔ اور مولانا اسعد میاں صاحب کو جمعیۃ علماء کی جدوجہد کا وہ عہد ملا جس میں غیر ملکی طاقت کے بجائے ملکی اقتدار سے واسطہ پڑا، یعنی سامراجی غلبہ ختم ہونے پر اہل ملک کا اقتدار قائم ہوا، لیکن اکثریتی فرقہ کو حکومت میں اوّلیت حاصل ہوئی، ایسی صورت میں ملتِ اسلامیہ کے مسائل کے پیش نظر اس کی نصرت اور تقویت کے معاملات سامنے آتے، اور ان کے حل کے لیے فکر کرنا ہوتی تھی، اور اس سلسلہ میں ضروری کوشش کے ضمن میں ان کو اپنے ہم وطنوں اور حکومت کے سربراہوں سے واسطہ پڑتا تھا۔ تقسیم ملک نے جو تلخی پیدا کردی تھی، اس میں شروع کا عہد ہندو اکثریت اور مسلم اقلیت کے درمیان ایک طرح سے کشمکش اور منافرت کا دور بن گیا تھا، اس لیے مسائل کے حل میں حکمت عمل کی، محنت کی اور مخلصانہ جدوجہد کی ضرورت تھی۔ اس عہد کی ذمہ داریوں کی فکرمندی میں مولانا اسعد میاں صاحب نے نمایاں حصّہ لیا، چنانچہ مسلمانوں کا ایک خاصا طبقہ ملت کے مسائل کے پیچیدہ ہونے کی صورت میں ان سے اچھی توقع قائم کرتا تھا، اور ان سے فکر اور تلاش حل کی اُمید کرتا تھا۔

مولانا اسعد میاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ہمّت اور حوصلہ کی بھی بڑی خصوصیت عطا فرمائی تھی، اور یہ صفت ان کو بڑی حد تک اپنے والد کی عظیم شخصیت سے وراثت میں ملی تھی، ان کے عظیم والد شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے برطانوی استعمار کے ظلم وستم کے ماحول میں امت اسلامیہ کی آزادی اور عزت کے لیے نہایت مخلصانہ اور انتھک جدوجہد کی تھی، اور اپنے راحت وآرام کی مسلسل قربانی دی تھی، اور بار بار جیل گئے تھے۔

ان کی عظمت کی ایک بڑی علامت یہ تھی کہ انھوں نے سیاست اور دین داری کو بہت خوبی کے ساتھ جمع کیا تھا، ایک طرف وہ علمی لحاظ سے اُستاد حدیث اور علوم دیوبند کے بلند مقام علمی شخصیت اور بڑی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث تھے۔ وہ اپنی اس علمی بلندی کے ساتھ عملی لحاظ سے بڑے ربانی اور بزرگ شخصیت تھے کہ جن سے ارادت واسترشاد میں سینکڑوں ہزاروں لوگ منسلک تھے، اور اس راہ سے بھی ان کا بڑا فیض جاری تھا۔

انھوں نے جنگ آزادی میں شرکت مخلصانہ اور رضائے الٰہی کی طلب کے جذبے سے کی تھی، اور اس کے لیے تکلیفیں اٹھائی تھیں، جس کی قدر مسلمانوں کے بڑے طبقے میں تھی، اور اس کی بنا پر وہ ''شیخ الاسلام'' کے خطاب سے موصوف کئے جاتے تھے۔

انھوں نے اپنے اس دینی وعلمی بلند مقام کے ساتھ ملکی سیاست کی جدوجہد آزادی کے کام سے اپنے کو وابستہ رکھا جو کہ سامراج کے اس ظلم اور حق تلفی کو روکنے اور باہری طاقت کو باہر کردینے سے تعلّق رکھتا تھا جس کی ضرورت اہل وطن کو اور خاص طور پر مسلمانوں کو بہت زیادہ تھی، ان کی اور ان ہی سے ملتی جلتی صفات کے حامل رفقاء کی پُرخلوص فکر دین وملت اور جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ ملک سامراجی طاقت سے بغیر مسلح ٹکراؤ کے آزاد ہوا، اور غیر مسلم

اکثریت کے ایک معتد بہ افراد کے اس جدوجہد میں شریک ہونے کی وجہ سے ملک کی آزادی کے بعد بھی ان علماء کرام کا اثر اکثریت کے ان افراد کے ذہنوں میں باقی رہا، حالانکہ ملک کی آزادی ہندو مسلم تفریق کے اصول پر انجام پائی، جس کی وجہ سے ہندو اکثریت کے تحت آنے والے حصّۂ ملک میں مسلمانوں کو اجنبی محسوس کیا جانے لگا تھا کہ ان کا حصّہ یعنی پاکستان ان کو الگ سے دے دیا گیا ہے، لہٰذا اب یہاں ان کا کوئی بڑا حق نہیں رہا، ہندو اکثریت کے ان احساسات کی بنا پر ہندوستان کی ملّت اسلامیہ کو خاص دشواریوں سے سامنا پڑنے لگا تھا۔

ان پیچیدہ حالات میں ملت کی سیاسی اور سماجی نصرت وخدمت کی ذمہ داری اس نسل کو منتقل ہوئی جس کے نمایاں افراد میں مولانا اسعد میاں صاحب بھی تھے، ایک عظیم باپ کے فرزند ہونے کے تعلق سے ان پر خاصی مشکل ذمہ داری آ پڑی تھی، جس کو انھوں نے جرأت و ہمّت سے سنبھالا، اور اپنے معاصر زعماء ملت کے ساتھ اس ذمہ داری کو انجام دینے کی کوشش کی، ملت کے ان زعماء کے درمیان نقطۂ نظر کا اختلاف بھی پیدا ہوتا رہا لیکن اس اختلاف کے باوجود عموماً سبھی حضرات نے اپنے اپنے دائرہ میں فکر ومحنت کا ثبوت دیا، ان میں مولانا اسعد میاں صاحب کی حیثیت زیادہ نمایاں رہی، اس لیے جلد ہی ملت کی اہم اور قدیم جماعت جمعیۃ علماء ہند کے وہ درجۂ اول کے سربراہ کے مقام پر پہنچے، اور جماعت کو ان کی برابر رہنمائی حاصل رہی، اور اپنی اس رہنمائی سے انھوں نے ملت کو مختلف پہلوؤں میں فائدہ بھی پہنچایا۔ وہ اپنی پُرعزم صلاحیت کے نتیجہ میں پارلیمنٹ کے رکن بھی منتخب ہوئے اور پارلیمنٹ کے اندر انھوں نے مسلمانوں کی نمائندگی میں حصّہ لیا، اور متعدد اہم مسائل میں کامیابی حاصل کی۔

مولانا اسعد میاں صاحب بڑے عالم دین بھی تھے، دارالعلوم دیوبند کے دینی تعلیم کے مرکز سے تعلیم وتربیت یافتہ تھے، وہاں کچھ عرصہ تدریس و تعلیم کا فریضہ بھی انجام دیا تھا، اور ایک بڑے بزرگ وربانی صفت رکھنے والی شخصیت کے فرزند ہونے کے ناطے بزرگی اور ربانی طریقۂ زندگی کے اوصاف بھی وراثت میں پائے تھے، چنانچہ سیاسی اور سماجی معاملات میں وہ ملت کی جو فکر کر رہے تھے، اس کے ساتھ ساتھ تصوف اور ربانیت کی راہ میں بھی اپنے سے منسلک لوگوں کی رہنمائی اور تربیت بھی کرتے تھے، اس طریقے سے وہ رہبر ملت ہونے کے ساتھ ساتھ شیخ طریقت بھی تھے، لہٰذا ان کی وفات سے ملت اسلامیہ کو اس سلسلہ کا بھی ایک خسارہ ہوا، یہ ایک ایسا خسارہ ہوا جس کی تلافی عام طور پر مشکل سے ہوتی ہے، البتہ یہ خوش آئند بات ہے کہ جن کاموں کی ذمہ داری ان پر تھی ان کو ان کے برادر خورد حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی جو دارالعلوم دیوبند ہی کے استاد اور شعبۂ تعلیم کے ذمہ دار ہیں، اور مولانا اسعد میاں کے ایک ممتاز خصوصیت کے حامل صاحبزادے مولانا سیّد محمود مدنی نے بڑی حد تک سنبھالا ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے وہ ملت کی نصرت کا فریضہ انجام دیں گے اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ان سے خسارہ کی بہت حد تک تلافی ہو سکے گی۔

مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک پُرعزم، باہمت اور مستعد شخصیت کے مالک تھے، انھوں نے اپنی پوری زندگی مسلسل جدوجہد اور عمل میں گزاری، اور ہندوستان میں ملت اسلامیہ کی کمزور اور شکستہ حال حیثیت کو سنبھالنے کی بڑی کوشش کی، اور جمعیۃ علماء ہند جس کا حصولِ آزادی کے لیے کوشش میں ایک بڑا اور تسلیم شدہ حصّہ رہا تھا، تقسیم ہند کے بعد بھی اس کو سنبھالا اور جمعیۃ علماء کی جماعت کو قائم اور جاری رکھا۔ مولانا کی حیثیت اس ملک میں ایک ایسے رہبر کی تھی جس کے عزم وارادہ کی مضبوطی کو عام طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔

وہ خوش اخلاقی، ہمدردی اور انسانی اور اسلامی سطح کا تعاون کرنے میں بھی ممتاز تھے، ان کے عظیم والد کی وفات کے وقت مولانا اسعد صاحب کے بھائی اور بہنیں کم عمری کی منزل میں تھیں، ان کو مولانا اسعد صاحب نے والد کے نہ ہونے کا احساس حتی الوسع نہیں ہونے دیا، اور ان سب کا ایسا خیال رکھا جس سے ان کے والد کی قائم مقامی ہوئی، جس کا اعتراف ان کے بھائیوں کو بھی ہے۔

مولانا اسعد میاں صاحب کے والد حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے قدرداں بلکہ مسترشدین میں میرے خاندان کے متعدد بزرگ بھی تھے، جن میں خاص طور پر میرے ماموں ڈاکٹر سیّد عبدالعلی حسنی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، ان کے تعلّق سے حضرت کا ان کے یہاں آنا بھی ہوتا تھا، اس تعلّق سے مجھے بھی ان حضرات کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، اور ان کے صاحبزادے مولانا اسعد میاں صاحب سے بھی تعارف ہوا اور قدر ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا سیّد اسعد مدنی کو متعدد خوبیوں سے نوازا تھا، انھوں نے محنت وجدوجہد کی زندگی گذاری، اور اچھی شہرت ومقبولیت کے ساتھ اس دنیا سے گئے، اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں اور خدمات ملت کو قبول فرمائے اور اجر جزیل عطا فرمائے، آمین۔ ○○

مولانا اسعد مدنیؒ

ایک فکر، عقیدے، نظریے، تحریک، تاریخ اور ایک جدوجہد کے تسلسل کا نام

امیرالہند مولانا اسعد مدنیؒ سیمینار (اسلام آباد) سے خطاب

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ، امیر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

بعداز خطبۂ مسنونہ!

گرامی قدر جناب محترم قاضی حسین احمد صاحب، حضرات علمائے کرام، اکابرِ اُمت، میرے بزرگو، دوستو اور بھائیو! جب حضرت شیخ الاسلام، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز اور آپ کے خانوادے کا ذکر آئے تو پھر ہمارے سامنے اپنی وہ ساری تاریخ اور سارا ماضی اور اس حوالے سے تاریخ کی پوری کتاب کھل کر آجاتی ہے کیونکہ یہ نام صرف ایک فرد کا نہیں، ایک شخص کا نہیں بلکہ یہ ایک فکر، ایک عقیدے، ایک نظریئے، ایک تحریک، ایک تاریخ اور ایک جدوجہد کا نام ہے جو آج ہمارے دور میں ہم جیسے لوگوں کے لیے ایک متاعِ عزیز ہے۔ فدائے ملّت، امیرالہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ اسی کا تسلسل ہے۔ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے اپنی زندگی بھر کی شبانہ روز جدوجہد سے اس مشن کو زندہ رکھا، اس تاریخ کو جلا بخشی اور اس تحریک کو آگے بڑھایا۔ ایک کارکن کی حیثیت سے اور اس سلسلے کے ایک خادم کی حیثیت سے میں نے اپنے بزرگوار حضرت والد صاحبؒ کو دیکھا اور ظاہر ہے میری زندگی میں جو کچھ ہے میں نے انہی سے حاصل کیا۔ انھیں اپنے اکابر کے ساتھ جو عقیدت تھی والہانہ عقیدت، اس کا میں نے مشاہدہ کیا۔

مجھے یاد ہے یہ غالباً ۱۹۷۰ء سے پہلے کا واقعہ ہے، میں ملتان میں اسکول میں پڑھتا تھا اور اس زمانے میں مولانا اسعد مدنی صاحبؒ شاید قیامِ پاکستان کے بعد پہلی مرتبہ پاکستان آئے تھے۔ حضرت مفتی صاحب نے ان کے استقبال کا انتظام کیا، ریلوے اسٹیشن پر استقبال کا وہ اہتمام میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جس عقیدت اور فرطِ محبت کے ساتھ حضرت مفتی صاحبؒ ان کو خوش آمدید کہنا چاہتے تھے۔ کیا چیز تھی جس نے حضرت مفتی صاحبؒ جیسی شخصیت کو ان کے اس طرح والہانہ استقبال پر آمادہ کیا؟ مفتی صاحب ان کو لینے کے لیے بہاولپور چلے گئے اور وہاں سے ان کو لیا، اور پھر ریلوے اسٹیشن پر استقبال کا وہ منظر بھی میرے سامنے ہے اور جب گاڑی میں بیٹھے تو مفتی صاحبؒ نے مجھے بھی اسی گاڑی میں ساتھ بٹھالیا۔ حضرت مولانا سیّد گل بادشاہؒ جو ہمارے جمعیۃ علمائے صوبہ سرحد کے امیر تھے اور حضرت مدنیؒ کے شاگرد اور فاضل دیوبند تھے، وہ بھی اس گاڑی میں تھے۔ سخت رش اور دھکم پیل کی وجہ سے مولانا اسعد مدنی صاحب کو کافی تکلیف ہوئی تو مفتی صاحب نے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد معذرت کرتے ہوئے ان سے کہا کہ آپ ناراض نہ ہوں یہ جو لوگوں کا ہجوم ہے، یہ حضرت مدنیؒ سے عشق و محبت کی وجہ سے ہے۔ مولانا اسعد مدنی صاحبؒ ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ فرماتے ہیں: ''ہاں! مجھے محسوس ہو رہا ہے میں اسی چیز کو دیکھ رہا ہوں، کوئی ایسی بات نہیں۔''

اور پھر قلعہ قاسم باغ پر آپ نے جمعہ کا خطبہ دیا۔ اس سے مجھے اندازہ لگا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کو اس خانوادے سے کس قدر عقیدت تھی اور پھر جب دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریب تھی۔ ۱۹۸۰ء مارچ میں۔ حضرت مفتی صاحبؒ بہت بڑا قافلہ لے کر وہاں گئے، پوری ایک ٹرین ان کے ساتھ تھی، میں نے مفتی صاحبؒ کو کبھی بھی روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا لیکن جب آپ حضرت شیخ الاسلام کے مزار پر جا کر بیٹھے اور جس طرح وہ چیخ چیخ کر روئے۔ میں حیران تھا کہ میرے والد صاحب تو کبھی روتے نہیں تھے اور جب حضرت مفتی صاحبؒ جنوبی افریقہ گئے، وہاں کسی نے ان کو حضرت مدنیؒ کی کیسٹیں دیں جن میں غالباً بیعت و سلوک اور ذکر کے موضوع پر تقریریں تھیں یہ دو تین کیسٹیں ساتھ لائے اور اس قدر شوق سے ان کو سنتے تھے اور سننے کے بعد پھر تبصرہ کرتے تھے کہ:

دیکھو سنو اس کو عالم کہتے ہیں کہ جس موضوع پر بولتا ہے اس موضوع کو دلائل سے بھر دیتا ہے۔ پھر مجھے کہا کہ ''خبردار! یہ کیسٹ اگر تم نے کسی کو دی تو......'' میں مسکرایا اور کہا کہ: حضرتؒ اگر کوئی استفادہ کرلے تو کیا حرج ہے؟ فرمایا: اب تو میری خصوصیت ہے کہ صرف میرے پاس حضرت مدنیؒ کی کیسٹ ہے، جب اوروں کے پاس جائے گی تو میری خصوصیت ختم ہوجائے گی'' اور یقین جانئے! حضرت مفتی صاحبؒ کی وفات کے بعد وہ کیسٹیں گھر میں گم ہوگئیں آج تک نہیں مل سکیں۔ ہم خود حیران ہیں، تعجب میں ہیں کہ یہ کیا قصہ تھا؟

جب دارالعلوم کی صد سالہ تقریب سے ہم واپس آرہے تھے، مراد آباد اور لکھنؤ ہوکر دیوبند چلے گئے تھے تو جس وقت ہم گاڑی میں بیٹھے اور حضرت

مدنیؒ کے گھر کے سامنے سے گاڑی حرکت کر رہی تھی تو مفتی صاحبؒ نے فرمایا: ''ذرا روک لو اور اس دارالحدیث کے قبے کو دیکھ لو، ذرا دارالتفسیر کو دیکھ لو، خدا جانے پھر اس کی زیارت نصیب ہوتی ہے یا نہیں۔''

سب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اسی سال اکتوبر میں حضرت مفتی صاحبؒ کا انتقال بھی ہو گیا اس خاندان کے ساتھ، اس خانوادے کے ساتھ حضرت مفتی صاحبؒ جیسے شخص کو جو عقیدت تھی، ظاہر ہے وہ سطحی نہیں تھی، ان کی حقیقت کا انھوں نے ادراک کر لیا تھا، پھر حضرت مولانا اسعد مدنیؒ نے مفتی صاحب کی وفات پر جو مجھے شفقت دی، جو محبت دی، جس سرپرستی اور اعتماد سے نوازا، وہ میرے لیے میری زندگی کی متاعِ عزیز ہے، اس سے بڑھ کر قیمتی اور کوئی چیز میرے لیے نہیں ہو سکتی۔

گذشتہ رمضان شریف میں جب زلزلہ آیا تو ہندوستان سے اطلاع آ گئی کہ جمعیۃ علماء ہند کچھ امدادی سامان بھیج رہی ہے، ایک ہوائی جہاز ان کی طرف سے آیا چاہتا ہے۔ جب ہمیں اطلاع ملی اور یہاں کی جو صورتِ حال تھی، یہاں کی ضرورت کا ہمیں علم تھا تو میں نے دیوبند فون کیا اور حضرتؒ نے ٹیلی فون اُٹھایا اور پھر فرمانے لگے کہ: ''میں سنتا نہیں ہوں آپ اُن سے بات کریں، وہ آپ کی بات مجھے کہیں گے۔'' چنانچہ فون گھر میں کسی کے حوالے کیا وہ میری بات سنتے تھے اور پوچھا آپ کو کیا ضرورت ہے؟ اس وقت میں نے کہا کہ: خیموں اور کمبل کی۔ فرمایا: اچھا ہم بھیج دیں گے۔ تو میں نے پوچھا: جہاز سے بھیجیں گے؟ فرمایا جہاز سے نہیں بھیجیں گے معلوم ہوا کہ اس کا کرایہ بہت زیادہ ہے، اتنے پیسوں کا ہم سامان خرید کر کیوں نہ بھیجیں۔ لہٰذا ٹرکوں سے سامان آئے گا۔'' اور اگلے روز ان کو دل کا دورہ پڑا اور ان کو ہسپتال لے گئے۔ بہرحال وہ سامان بھی آیا، ان کا وفد بھی آیا، لیکن جو حضرتؒ کا خیال تھا کہ میں یا میرے بیٹے آئیں گے، وہ نہیں آ سکے رمضان شریف گھر میں گزارا، عید گزر گئی، پھر اطلاع آئی کہ حضرت کی خواہش ہے کہ ایک دفعہ ضرور آئیں، کیونکہ میرا تعلّق ہے آپ لوگوں کے ساتھ، لہٰذا میں متاثرین کے پاس خود براہِ راست جانا چاہتا ہوں۔'' جبکہ وہ بیماری کی وجہ سے سفر کے قابل نہیں تھے اور پھر آخری عمل کہ عصر کی نماز کا وقت ہے، اذان ہو گئی ہے اور جلدی میں ہیں، کسی کو بلا کر یہ کہنا کہ میری وہیل چیئر وضو خانے تک لے جاؤ۔ وہیل چیئر برقی تھی، بٹن دبایا اور خود دوڑ پڑے اور گر گئے۔ سر میں چوٹ آ گئی اور جب اُٹھایا تو فرمایا: مجھے جلدی سے نماز میں پہنچنا ہے، مجھے جلدی وضو کراؤ، اور جب اہل خانہ نے کہا کہ اب آپ وضو نہیں کر سکتے تو فرمایا جلدی سے تیمّم کراؤ، تیمّم کا پتھر لایا گیا، تیمّم کرتے وقت پتہ چل گیا کہ ان کا ذہن کام چھوڑ بیٹھا ہے اور چند لمحوں میں ان کا ہوش ختم ہو گیا، گاڑی میں ڈالا اور ہسپتال لے گئے اور پھر تین مہینے تک آپریشن وغیرہ سب کچھ ہوا لیکن ان کو ہوش نہ آیا اور تین مہینے بعد اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ تین مہینے تک بیہوش رہے لیکن آخری لمحوں میں وفات سے دس منٹ پہلے اللہ تعالیٰ ہوش عطا کرتے ہیں اور جب ہوش آتا ہے تو اللہ اللہ کا ذکر شروع کر دیتے ہیں اور اسی ذکر میں اللہ کے پاس چلے جاتے ہیں۔ اللہ نے آخری عمل جو آپ کو نصیب کیا ہے، ہوش سے پہلے وضو، نماز کی طرف دوڑ رہے ہیں، تین مہینوں سے مسلسل بے ہوشی اور آخری لمحوں میں اللہ تعالیٰ آپ کو ذکر کے لیے کچھ ہوش عطا کرتے ہیں۔ ساری زندگی جن کا اللہ کے دین کے ساتھ تعلق ہوتا ہے تو ان کی ساری چیزیں اسی کا مظہر ہوتی ہیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پورے خانوادے کی ان تمام خدمات کو جو انھوں نے دین اسلام کے لیے، دینی علوم کے لیے اُمت مسلمہ کے لیے، انسانیت کے لیے انجام دی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے بدلے آپ کو کروٹ کروٹ رحمتوں سے نوازے اور ان کے لیے ثقلِ موازین کا سبب بنائے۔

تاریخی حوالے سے اگر ہم دیکھیں کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تحریک کا آغاز ہوتا ہے، پھر شہدائے بالاکوٹ کی تحریک، دارالعلوم دیوبند کا قیام، پھر تحریکِ خلافت، جمعیۃ علماء ہند کا قیام یہ سب اسی زمین کی تاریخ کا تسلسل ہے اور اسی سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کس انداز سے ان لوگوں نے سامراج کو سمجھا اور حضرت شاہ ولی اللہ کے زمانے میں تو یہاں انگریز نہیں آیا تھا لیکن انھوں نے مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کو سمجھا اور مغربی سرمایہ داریت کے مقابلے میں اسلام کے نظامِ معیشت کو اس انداز سے متعارف کرایا کہ آج بھی جو ماہرِ معیشت اس حوالے سے قلم اُٹھائے تو حضرت شاہ صاحبؒ کے فلسفے اور نظریئے کو نظر انداز نہیں کر سکے گا، پھر جب انگریز آیا تو انگریز کے اصل عزائم کا بھی اگر ادراک کیا تو ہمارے انہی اکابر نے کیا، انھوں نے ان کو سمجھا، ان کی حقیقت کو سمجھا۔

حضرت شیخ الہندؒ نے تحریک خلافت کی قیادت کی۔ اسارتِ مالٹا میں آپ کے شاگردِ رشید حضرت شیخ الاسلامؒ آپ کے ساتھ نظر آئے اور خدمت کا یہ عالم کہ جب رمضان آتا ہے تو اگلے دن رمضان ہے اور آج یہ احساس ہوا کہ ہم پانچوں (اسیران) میں سے کوئی بھی حافظِ قرآن نہیں تو اس سال ہمارا ختم قرآن بھی نہیں ہو سکے گا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے کہا کہ حضرت! آپ فکر نہ کریں، استاد کی خواہش تھی، معلوم ہو گیا کہ استاد کیا چاہتے ہیں۔ چنانچہ (حضرت شیخ الاسلامؒ) دن کو پارہ یاد کرتے اور رات کو تراویح میں سناتے تھے اور پورے رمضان میں مکمل قرآن کریم سنا دیا، پھر سردی کا موسم آیا، ٹھنڈ تھی، حضرت شیخ الاسلامؒ نحیف اور اور کمزور بدن کے تھے، صبح کا وضو ٹھنڈے پانی

سے کرنا ایک معذور اور عمر رسیدہ اور کمزور بدن کے آدمی کے لیے نہایت مشکل تھا لیکن حضرت شیخ الہندؒ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب سب لیٹ جاتے تھے تو حضرت مدنیؒ ٹھنڈے پانے کا بھرا ہوا کوزہ اپنی بغل میں دبا لیتے تھے اور ساری رات دبائے رکھتے، یہاں تک کہ صبح کے وقت اس کی ٹھنڈک ختم ہوجاتی تھی۔ گرم تو نہ ہوتا تھا لیکن ٹھنڈ میں جو شدت ہوتی ہے وہ ختم ہوجاتی تھی اور اس طرح قید و بند کی حالت میں آپ نے استاد کی خدمت کی۔ آپ گرفتار نہیں تھے لیکن آپ نے اصرار کیا کہ میں اپنے استاد کو اس حالت میں نہیں چھوڑ سکتا۔ مجھے ان کے ساتھ رہنا ہے۔''

اس طرح ان حضرات نے ان تکالیف کو عبور کیا اور حقِ رفاقت ادا کیا۔ تحریکِ آزادی ہند کی اور پھر اتباعِ سنت کا یہ حال تھا کہ ایک طرف علم کا سمندر، کراچی کے خالق دینا ہال میں ترکِ موالات کے موضوع پر محمد علی جوہر، سیف الدین کچلو اور حضرت مدنیؒ کا جو بیان ہوا ہے۔ آپ اس بیان کو پڑھیں۔ محمد علی جوہر نے جو بیان دیا ہے وہ تحریری دیا ہے۔ حضرت نے جو بیان دیا ہے وہ فی البدیہہ دیا ہے۔ انھوں نے اعتراف کیا ہے کہ مجھے یہ تمام دلائل حضرت مدنیؒ نے بتائے اور میں نے ان کو قلم بند کیا اور جس وقت وہ یہ بیان دینے لگے تو اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے حضرت کے قدم چومے۔ جیل کی کوٹھری سے آپ کو لایا گیا تو جب عدالت نے کہا کہ آپ جانتے ہیں، آپ کے اس جرم کی سزا کیا ہوگی؟ تو حضرت بغل سے سفید کپڑا نکالتے ہیں، ہاں! جانتا ہوں، کفن ساتھ لایا ہوں۔'' آج ہم اس خانوادے کو یاد کررہے ہیں، اس کی تاریخ کو یاد کررہے ہیں، جمعیۃ علماء اسلام، اسلام آباد راولپنڈی نے اس تقریب کا انعقاد کرکے اپنے ان بزرگوں کو جو گلہائے عقیدت پیش کرنے کا اہتمام کیا ہے، اس پر وہ انتہائی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

میرے محترم دوستو!

آج اُمت مسلمہ جن حالات سے گزر رہی ہے، محترم قاضی حسین احمد صاحب نے مختصراً گفتگو سہی لیکن اس کا ایک نقشہ آپ کے سامنے پیش کیا کہ فرنگی سامراج کے بعد آج مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کی قیادت امریکہ استعمار کررہا ہے۔ بڑے دور گزرے، سوویت یونین بھی گزارا، اور عالمی سطح پر دو قوتوں کا تقابل اور دنیا کے دو گروپوں میں تقسیم کا دور بھی گزارا اور آپ جانتے ہیں کہ جب ہمارے اکابر امریکی سامراج کو بڑا خطرہ قرار دیتے تھے، مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کو ایک بڑا خطرہ قرار دیتے تھے تو ان پر طعن کیا گیا لیکن آج جب سوویت یونین نہیں ہے اور مغربی استعمار اپنے اصل چہرے کے ساتھ دنیا کے سامنے آیا ہے تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ آج اسلام اور اُمت مسلمہ کا سب سے بڑا دشمن امریکہ اور مغربی استعمار ہے اور یاد رکھیں کہ یہ جب بھی دنیا پر اپنا تسلط جماتے ہیں تو اس کی پہلی سیڑھی معیشت پر قبضہ کیا اور اس کے بعد ہندوستان کے اقتدار پر قبضہ کیا۔

اسی سے اندازہ لگائیں کہ ہمارے اکابر کی وہ جو دور اندیشی تھی، جس کے ذریعے مستقبل کو دیکھتے ہوئے انھوں نے یہ ادارے قائم کئے۔ آج کی صورتِ حال کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ جو تیر ہمارے اکابر کی کمان سے نکلا تھا وہ تیر آج نشانے پر جالگا ہے۔

لہٰذا اس بات پر کسی حوصلہ شکنی اور احساسِ کمتری کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ ان مدرسوں نے حضرت شیخ الہندؒ جیسے لوگ پیدا کئے ہیں، ان مدرسوں نے حضرت شیخ الاسلامؒ، شیخ العرب والعجم جیسی شخصیتوں کو پیدا کیا، اسی مدرسہ کے حجرے سے مولانا اسعد مدنیؒ نکلے تھے، اسی حجرے سے مولانا مفتی محمودؒ نکلے، یہ سب لوگ یہاں سے نکلے ہیں۔ ہم سب انہی حجروں کے طالب علم ہیں اور ہم دنیائے کفر کو بتانا چاہتے ہیں، عالمی استعمار کو بتانا چاہتے ہیں کہ اپنے عزائم سے واپس آجاؤ، ورنہ یاد رکھو! جس نے مدرسہ کو ختم کرنے کا سوچا ہے، وہ خود ختم ہوا ہے، مدرسہ برقرار رہا ہے اور انشاء اللہ یہ برقرار رہے گا، اس کا کردار برقرار رہے گا۔ ○○

قطعاتِ تہنیت

ایوب ظفر علی گڑھ

(۱)

جانشینِ شیخ اسعد مرحبا
آپ سا محبوبِ ملت باصفا
منصبِ اعلیٰ مبارک آپ کو
جمعیۃ علماء ہند کے ناخدا

(۲)

سیّد ارشد مدنی صدرِ محترم
سرخروئی آپ کے چومے قدم
سرفرازی قوم کے حصے میں آئے
سربلندی ہو اور ملت کا علم

(۳)

منصب وہ ایک اعلیٰ وہ کرسیٔ صدارت
حاصل بزورِ بازو ہوتی نہیں سعادت
حقدار کو حق پہنچا جائز اور منصفانہ
اس کی عطا و بخشش اکرام اور عنایت

داعی، قائد، مصلح اور میدانِ جنونِ کار کا مثالی راہی

مولانا نور عالم خلیل امینی
رئیس التحریر "الداعی" واستاذ ادبِ عربی دارالعلوم دیوبند

عمر بھر زیست کے ہم راہ اجل جاتی ہے
تاک میں رہتی ہے یک لخت نگل جاتی ہے

دنیا میں ہر آن موت وحیات کی پنجہ آزمائی جاری رہتی ہے۔ زندگی پر موت کی یقینی فتح ایک غیر معمولی واقعہ ہے، لیکن ہر وقت اور ہر جگہ اور ہر موسم میں پیش آنے کی وجہ سے زندوں کا ایک ہی لمحے میں مردہ ہو جانا اور پھر لوٹ کے کبھی نہ آنا، ایک عام سا واقعہ بن گیا ہے، جس پر کسی کی توجّہ مرکوز نہیں ہوتی، لیکن جب کوئی ایسا انسان دنیا سے منہ موڑ لیتا ہے، جس کی زندگانی خود اُس کے لیے اور دوسروں کے لیے مفید تھی، تو افادیت کے بقدر، دنیا والوں کو اُس کے چلے جانے کا غم ہوتا ہے اور اُس کو کھو دینے کے بعد، اُس کی قدر و قیمت کا احساس زیادہ ہوتا ہے، خصوصاً تب جب اُس کا کوئی جانشین نظر نہیں آتا اور صلاحیت وافادیت کے حوالے سے، اس کے بعد کسی بے جوڑ انسان پر مجبوراً انحصار کرنا پڑتا ہے۔ کچھ اسی طرح کا احساس مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کے اُٹھ جانے کے بعد ہو رہا ہے۔ مولانا کی کمی پورے ملک میں شدّت کے ساتھ محسوس کی جا رہی ہے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے کاموں کی بہت سی سمتیں تھیں۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ انھوں نے مدینۂ منورہ میں گزارا جہاں ان کے خاندان کے لوگ متوطن ہیں۔ پھر دارالعلوم میں مدرّس ہوئے۔ اس عرصے کی کوئی تفصیل مجھے معلوم نہیں، اس لیے اس حوالے سے میں کوئی گفتگو نہیں کر سکتا۔ تدریس سے از خود سبک دوشی کے بعد، وہ جمعیۃ علماء کی قیادت کے میدان میں آ گئے، جو اُن کے فکر وعمل کی دوسری سمت تھی۔ جمعیۃ علماء کی نظامت سے صدارت تک کے دور میں (جس پر وہ وفات تک فائز رہے) ملک وملت کی سطح پر دو مرکزی خدمتیں انجام دیں۔

(الف) مسلمانوں کے حقوق کی دستیابی اور ناانصافیوں کے ازالے کی ہمہ گیر کوششیں اور اسلامی اداروں اور مراکز اور تعلیم گاہوں اور مساجد و مقابر ومزارات کی حفاظت کے لیے زبردست اور جامع جدوجہد، جس میں وقتاً فوقتاً غیر معمولی بھیڑ والے جلسوں، مظاہروں اور طویل المیعاد تحریکوں کے ساتھ ساتھ، صدرِ جمہوریہ، وزیر اعظم اور متعلقہ وزرا و حکام وافسران سے ملاقاتوں اور خطوط کے ذریعہ ارتباطِ مسلسل شامل ہوتا۔

(ب) مسلم کش فسادات پر حکومتِ وقت سے پُرزور اور مؤثر احتجاج اور ساتھ ہی متاثرین کی تعمیری اور ٹھوس مدد اور اس کے لیے قریہ بہ قریہ اور کوبہ کو مسلسل چکر اور دوڑ دھوپ، نیز قدرتی آفات کے موقع پر مصیبت زدگان کی ہمہ جہت مدد اور حکومت کو ان کی دادرسی کے لیے جھنجھوڑنا۔

مولاناؒ نے دونوں سطحوں پر عمل کے لیے ہمیشہ جمعیۃ علماء کی تاسیسی روح اور اُس کے اوّلیں قائدین کے عملی ونظری طرزِ عمل سے روشنی کے حصول کے ساتھ ساتھ اپنی ہمت وعزیمت، دوررس منصوبہ بندی اور نتیجہ خیز حکمتِ عملی سے فائدہ اُٹھایا۔ نیز ملک کے سیکولر کردار، دستور کے مزاج اور مختلف المذاہب کے باشندگانِ ملک کے لیے اس کی شفقت ریز ملائمت سے نہ صرف استناد کیا، بلکہ ہمیشہ، ہر جگہ، ہر موقع سے اُس کی دُہائی دی اور ملک کے سیکولر ضمیر پر ایسی زبردست دستک دی کہ مسلمانوں کے خلاف عصبیت، نفرت اور دشمنی سے مسموم فضا میں، جو انتہا پسند اور جارحانہ جذبات رکھنے والی ہندو جماعتوں اور افراد نے بنائی ہے، اُن کی بات زیادہ یا کم ضرور سنی گئی اور اس کا نتیجہ دیر یا سویر ضرور نکلا۔

اِسی نکتہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مولاناؒ نے ہندی مسلمانوں کے مسائل کو ہندستان کے اربابِ حل وعقد کے سامنے کبھی بھی صرف مسلمانوں کے مسائل کی حیثیت سے پیش نہیں کیا، بلکہ انھیں سرکاری اور عوامی سطحوں پر مرکزِ توجہ بنانے کے لیے ملک کے سیکولر کردار کے حوالے کو اتنی شدّت کے ساتھ اُجاگر کیا کہ بعض اُن برادرانِ وطن زعما کو، جو سیکولر زعما کی دوسری صف سے تعلق رکھنے اور صفِ اوّل کے زعما سے تربیت پانے کے باوجود، سیکولرزم کی روح سے کسی غرض یا مرض یا مجبوری کی وجہ سے اغماض کرنے لگے تھے، سیکولرزم کا بھولا ہوا سبق پھر یاد آ گیا۔

اپنے اکابر مجاہدینِ آزادی (خواہ مشائخِ دیوبند ہوں یا دیگر بانیانِ جمعیۃ) کی طرح اُن کا ایمان تھا کہ آزاد ہندستان میں محض مسلم اکائی کی بات محض مسلم اکائی ہونے کی حیثیت سے منفردانہ طور پر نہیں سنی جائے گی اور اگر خدانخواستہ بعض نادان مسلم سیاست دانوں کی طرح مسلم مسائل اور حقوق کی لڑائی کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ جس سے برادرانِ وطن کی رائے عامہ کو یہ محسوس ہو کہ مسلمان اس ملک کے سارے ہندوؤں کو (جن کی اکثریت کے ہاتھ میں ہی ملک کی تکمیل ہے اور رہے گی) دشمنِ محض ہی تصوّر کرتے ہیں اور اُن سے دو دو ہاتھ کر لینے کے لیے تیار ہیں تو اس طرزِ عمل سے آزاد ہندستان میں کوئی بھلا نہ ہوگا اور نہ کوئی حق حاصل کیا جا سکے گا۔ ہندستان میں اقلیت (جس میں مسلمان بھی شامل ہیں) اور اکثریت کے فلسفے کو سمجھنے کے لیے ہمیشہ یہ مستحضر رکھنا ضروری ہے کہ ملک کی تقسیم سے (خواہ اِس کا ذمّہ دار کوئی ہو: ہندو یا مسلمان یا دونوں) اور قیامِ پاکستان سے اکثریت یعنی ہندوؤں کے ضمیر کو خواہی نہ خواہی چوٹ لگی ہے۔ اکثریت کے بہت سے نادان افراد (جن کی تعداد انتہا پسند اور جارحیت پیشہ ہندو قائدین وزعما کی شب و روز کی جہدِ مسلسل کی وجہ سے بھیانک طور پر بڑھتی جا رہی ہے) یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی اقلیت کو پاکستان کی شکل میں حق یا انعام مل چکا ہے، لہٰذا اب جو یہ باقی ماندہ ملک ہندستان کے نام سے ہے، صرف اکثریت کا حق یا اس کی بلا شرکتِ غیرے ملکیت ہے۔ مسلمانوں کو اپنا حق لے لینے کے بعد بھی اگر یہیں رہنے پر اصرار ہے، تو ملک کا دستور سیکولر ہو یا لچکدار، دو نمبر کا شہری بن کے رہنا پڑے گا اور اب تو آئین کو بدلنے، اس کی سیکولر روح کو ختم کر دینے کی بھی یہ عناصر مانگ کر رہے ہیں، جن کا کہنا ہے کہ اگر مسلمان دو نمبر کے شہری بن کر رہنا از خود گوارا نہیں کریں گے، تو وطنی حقوق کی تقسیم میں ہم ان کے ساتھ بے انصافی کرنے کا مکمل حق رکھتے ہیں اور اگر مسلمان زیادہ بے لگام ہوں گے تو ہمارے پاس فسادات، مسجدوں پر قبضہ کر لینے اور انھیں مندر ثابت کر دینے، نیز مسلمانوں کے سرکار سے مدد یافتہ اداروں کا اقلیتی کردار سلب کر لینے جیسے بہت سے کارگر اسلحے موجود ہیں، اسی کے ساتھ مسلمانوں کے دینی اداروں اور جماعتوں اور افراد کو دہشت گرد قرار دے کر، ان کے خلاف انسدادِ دہشت گردی کے قانون کی مشق اور ستم ایجادی کا ہنر بھی ہمیں معلوم ہے۔ سرکاری ملازمتوں، سرکاری حقوق و واجبات کی تقسیم کے اداروں کے مناصب تک پہنچنے کی راہیں مسلمانوں پر آہستہ آہستہ اور بالآخر بالکلیہ بند کر دینے کے عمل سے ہمیں کون روک سکے گا؟ قانون سازی کے اداروں اور انتظامیہ میں بھی ہم ہی ہیں، عملی طور پر دو نمبر کی شہریت کی حامل اقلیت آٹے میں نمک کے برابر ہے، لہٰذا عملاً جو ہم چاہیں گے وہی ہوگا۔

مولانا مدنیؒ مذکورہ تلخ حقیقت کا اتنا ادراک رکھتے تھے، جو واقعۃً کسی معاصر قائد کو حاصل نہ تھا، اس لیے وہ مسلمانوں کے سارے مسائل کی ہر لڑائی، اقلیتوں اور مسلمانوں کے تئیں ملک کے دستور کی تصریحات اور تقاضوں کی روشنی میں، سیکولر ہندوؤں کو ساتھ لے کر ہنرمندی سے لڑتے تھے اور جیت جاتے تھے یا جیتنے کی راہ ہموار کر دیتے تھے۔ اللہ نے انھیں برادرانِ وطن کے سیکولر مزاج طبقے کو قریب رکھنے کا بڑا سلیقہ دیا تھا اور یہ طبقہ بھی مولاناؒ کی سیکولر مزاجی پر پوری طرح مطمئن تھا۔ بڑے سے بڑے ہندو لیڈر کو مولانا سے کوئی وحشت نہ ہوتی تھی کیونکہ اس کو مولاناؒ کی وطن پرستی پر مکمل اعتماد تھا اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ یہ مسلمانوں کی زیادہ معتبر نمائندگی کا حق رکھتے ہیں۔

مسلمانوں میں گروہی عصبیت اور مسلکی تحاسد اور تباغض کی بیماری نہ ہوتی تو دیگر زعما مولانا مدنیؒ سے ہر اختلاف کے باوجود، اُن کی اِس کامیاب حکمتِ عملی سے فائدہ اُٹھا کر، اس ملک میں مسلمانوں کے آئندہ باقی رہنے کی راہ، بڑی حد تک آسان بنا سکتے تھے، لیکن افسوس ہے کہ لوگ موت سے پہلے ہی جیتے جی بھی ایک دوسرے سے علیٰحدہ اور ذہنی و جسمانی طور پر دور رہنا چاہتے ہیں، حالانکہ موت دوری پیدا کرنے کے لیے کافی ہے:

كَـفـىٰ بِالْمَمَاتِ فُـرْقَةً وَ تَنَائِيَا

بلکہ متعدد مسلم جماعتوں کے لوگ تو مولاناؒ کی اس کارگر حکمتِ عملی کو ''مداہنت'' اور ''نیم دروں اور نیم بروں'' کی پالیسی سے تعبیر کرتے تھے، تاکہ ان کی ناکردگی پر پردہ پڑا رہے۔ یہ لوگ یہ نہ سوچتے تھے کہ مولاناؒ اپنی تدبیر سے ملت کے لیے جو کچھ کر لیتے ہیں یہ لوگ اس کا عشرِ عشیر بھی کیوں نہیں کر پاتے؟

میں سمجھتا ہوں کہ ملک کے غیر مسلم سیکولر زعما و قائدین بھی حالیہ زمانے میں مولانا مدنیؒ کو ملک کے سیکولر کردار کی بقا کی جنگ کے ہراول دستے کا ممتاز سپاہی تصوّر کرتے تھے، اسی لیے اُن کی موت کے بعد ہفتہ عشرہ تک جس طرح قومی اور علاقائی سطح کے بڑے اور چھوٹے مسلمانوں سمیت غیر مسلم زعما و قائدین کی بڑی تعداد جمعیۃ کے مرکزی آفس واقع آئی ٹی او دہلی کے علاوہ ان کے دیوبند کے دولت کدے پر، پارٹی، انتساب اور وفاداری سے اوپر اٹھ کر آتی رہی اور ان کی روح کو جذباتی انداز میں والہانہ طور پر خراجِ عقیدت اور ان کے اہلِ خانہ اور افرادِ خاندان کو دلاسا دیتی اور تعزیت کرتی رہی۔ اُس کی مثال ہندستان کے کسی اور مسلم زعیم و قائد کے حوالے سے اس دورِ آخر میں پیش نہیں

کی جاسکتی۔ لوگوں کو قطعاً اندازہ نہ تھا کہ مولاناؒ سے مسلمانوں وعلماء ودعاۃ کے علاوہ غیر مسلم زعما کی اتنی بڑی تعداد، اس درجہ تعلق رکھتی ہے کہ وہ اُن کی وفات کے بعد اُن کی کمی کو اس شدّت سے محسوس کرے گی کہ ان کے خاکی دربار میں اُن کا تانتا لگا رہے گا۔

مولانا مدنیؒ نے تین میقاتوں (۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۰ء تا ۱۹۸۶ء، ۱۹۸۸ء تا ۱۹۹۴ء) میں اٹھارہ سال تک کانگریس کی نامزدگی پر راجیہ سبھا (ایوانِ بالا) کی رکنیت کی ذمے داری انجام دی اور اس منصب کو اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے مسائل کی طرف ملک کے سب سے بڑے مقتدرہ ادارے کی توجّہ مرکوز کرنے کے لیے استعمال کیا۔ یہاں بھی انھوں نے ملک کے سیکولر دستور کو ہی اساس بنایا اور اپنی تقریروں، تجویزوں اور مباحثوں میں اسی کو پیشِ نظر رکھا۔ لفظی جذباتیت، بے اساس و بے فائدہ جوش سے احتراز کیا، کیونکہ اس سے اکثریت کے اربابِ اختیار اور اصحابِ حل وعقد متاثر نہیں ہوتے، لیکن ضرورت کے مطابق اُن کی وطنی غیرت اور قومی وفاداری کو بہت بار سلیقے سے للکارا، چنانچہ اُن کی بہت سی باتیں سنی گئیں۔ پارلیمنٹ کی اُن کی تقریریں چھپ چکی ہیں، اُنھیں پڑھا جاسکتا ہے۔

مولاناؒ نے خدا کی تقدیر کے بموجب علمی اشغال کو اپنا وظیفۂ حیات نہیں بنایا، لیکن خدا نے انھیں میدانِ قیادت وسیادت میں جو کام کرنے کی توفیق بخشی، اُس میں فتح مندیوں نے بے طرح اُن کے قدم چومے۔ ملک وملّت کے عام مفاد کے علاوہ انھوں نے جمعیۃ علماء اور دارالعلوم دیوبند سے عوام کے رشتوں کو مضبوط تر کیا اور ہماری جماعت کے علماء وخواص کو مسائل کے احساس، ابلتے ہوئے خطرات کے ادراک، مشکلات کے حل کے طریقوں کے شعور اور تقاضہ ہائے زمانہ کی معرفت کے ساتھ ساتھ کسی لچک کے بغیر اپنے معتدل، متوازن اور مستقیم مسلک پر جمنے کے نقطے پر یکجا کر کے ہمت اور ولولے کے ساتھ سرگرمِ عمل رہنے کا حوصلہ دیا اور اس مسلکِ حق کو چیلنج کرنے والے دینِ صحیح کے نام نہاد علمبرداروں کو نہ صرف چیلنج دیا، بلکہ متعدد بار انھیں رگیدا، دوڑایا اور اُن کی صفوں میں زلزلہ پیدا کر دیا۔

مولانا مدنیؒ میدانِ عمل کے آدمی تھے، اُن کا ذہنی سانچہ اسی کے لیے تشکیل ہوا تھا۔ محض آفس، دفتر اور کسی مرکز میں بیٹھ کر کاغذات کی ورق گردانی کرنا اور کسی پرسکون کمرے میں بیٹھ کر قرطاس وقلم کا رشتہ جوڑنے کے عمل پر انحصار کرنا، ہے تو اپنی جگہ مفید اور دیرپا اور دوررس عمل اور جو لوگ اس کے لیے مخلوق ہوئے ہیں، اُن کے لیے یہ کام آسان ہے اور میدانِ عمل کی ضربِ کلیمی سے سہل تر ہے، مگر بعض دفعہ اس کا وہ فائدہ مرتب نہیں ہوتا، جو میدانِ کار میں نکل کر ایک ظالم، ایک بے انصاف، ایک بے لگام جابر اور ایک جارحیت شعار سچائی کے دشمن اور تیرگی کے علمبردار پر بڑھ کے وار کرنے والے کے ذریعے مرتب ہوتا ہے۔

مولاناؒ اقدامی آدمی تھے، وہ آگے بڑھ کے حملہ کرنا جانتے تھے، دفاعی پوزیشن کبھی قبول نہ کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے ہم مسلکوں کو بھی یہی راہ دِکھائی اور اس پر چلنے کا گُر انھیں بتایا۔ کانفرنسوں، سیمیناروں اور جلسوں کے علاوہ دارالعلوم دیوبند میں اُس کے دورِنو میں متعدد باطل فرقوں اور منحرف جماعتوں کے داؤ پیچ کو جاننے کے لیے محاضرات کا پائیدار نظام قائم کروایا جو ہنوز معمول بہ ہے۔ انھوں نے مسیحی برطانوی استعمار کے کاشت کردہ نبوتِ محمدی کے حریف کافر فرقہ: قادیانیت کی توڑ کے لیے دارالعلوم میں باقاعدہ ختمِ نبوت کے شعبے کی تاسیس کا مشورہ دیا جو اب پہلے سے زیادہ تازہ دَم ہے۔

مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی ایک بڑی صلاحیت انسان شناسی تھی۔ وہ بہت جلد سمجھ جاتے تھے کہ متعارفین اور لائق افراد میں سے کون کس خوبی اور خرابی کا آدمی ہے۔ جمعیۃ علماء کی قیادت کے منبر سے سالہا سال جو ملکی وملّی کارنامے انھوں نے انجام دیئے، اُن میں بہت بڑا رول اُن کی انسان شناسی اور لیاقت کے عرفان کا رہا ہے۔ انھوں نے ان گنت کام کے آدمیوں کی دریافت کی اور ان سے مختلف الانواع کام لیے۔ لائق انسانوں کا حصول جتنا مشکل کام ہے اس کو اہلِ دانش اچھی طرح جانتے اور اس سے بھی زیادہ مشکل اُن سے کام لینا ہے۔ ہر لائق آدمی میں ایک طرح کی ''نالائقی'' بھی ہوتی ہے۔ آپ کو ایسا کوئی آدمی اس روئے زمین پر ہرگز نہ ملے گا جو صرف لائق ہو۔ صرف لائق فرشتے ہوتے ہیں اور انبیاء اور اُن کے اصحاب۔ زندگی جینے، برتنے اور کام کرنے سے یہ تجربہ ہوا کہ جو آدمی جتنا لائق ہوتا ہے اس میں اسی درجہ ایک طرح کی ''نالائقی'' ضرور ہوتی ہے۔ صرف نالائق میں غالبًا اس طرح کی ''نالائقی'' ہوتی ہی نہیں جو لائق کی وجہِ امتیاز ہوتی ہے۔ کام لینے والا ذمّے دار، افسر اور آقا لائق کی لیاقت سے فائدہ اٹھانے کے لیے اس کی ''نالائقی'' کو ہنرمندی کے ساتھ نہ صرف گوارا کرتا ہے بلکہ بعض دفعہ اس کو اپنا رنگ دِکھانے کا موقع بھی دیتا ہے، کیونکہ لائق کی یہ ''نالائقی'' اُس کی شخصیت کی کلید ہوتی ہے۔ اب اگر اس کی راہ میں رکاوٹ ڈال دی جائے تو لائق کے لیے لیاقت کے حوالے سے اپنا رول ادا کرنا مشکل ہوتا ہے۔

میں نے لائق کی جس ''نالائقی'' کی طرف اشارہ کیا ہے اُس کی تعبیر

آپ کسی لفظ سے کرلیں ''ناز ونخرے''، ''خود اعتمادی''، ''ایک قسم کی دیوانگی''، ''احساسِ افادیت'' اور دیگر جو موزوں الفاظ ملیں، نالائقی کی جگہ ڈال سکتے ہیں، لیکن لائق میں ایسا کچھ ہوتا ضرور ہے۔

مولاناؒ نے بہت متنوّع کام کیے، لہٰذا متنوّع الاستعداد لوگوں کی ''نالائقی'' سے انھیں سابقہ ہوا اور انھوں نے ہوشیاری کے ساتھ اُن کی استعداد اور لیاقت سے کام لیا جو واقعی اُن کی بڑائی کی دلیل ہے۔ مجھے دارالعلوم کے ایک لائق اہل کار نے (جو اَب مرحوم ہو چکے ہیں) ایک بار بڑی اچھی بات کہی: مولانا! اچھا افسر اور ذمّے دار وہ نہیں ہوتا جو خود بہت کام کرے، بلکہ کامیاب اور لائق افسر وہ ہوتا ہے جو دوسروں سے زیادہ کام لے لے۔ کام لینا زیادہ لیاقت کی دلیل ہے۔ خود محنت کرنا اور بہت کام کرنا احساسِ ذمّے داری کی تو دلیل ہے، افسر ہونے کی دلیل نہیں۔ قائد اور افسر کے لیے پہلی صفت کا حامل ہونا ضروری ہے، دوسری صفت کا حامل ہونا ضروری نہیں۔ ہاں اگر پہلی صفت کے ساتھ دوسری صفت بھی ہو تو یہ سونے پر سہاگے کا کام کرتی ہے۔

مولاناؒ کاوشِ دشتِ جنوں کے سپاہی اور اس دشت کے فائز المرام راہی تھے۔ وہ تیز روی سے اس طرح لپکنا جانتے تھے کہ کسی لمحے کو پیچھے مڑنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ وہ معاصر قائدین میں اس امتیاز کی وجہ سے اپنی واضح شناخت رکھتے تھے۔ وہ کسی منزل پہ جا کر دَم لینے کے قائل نہ تھے اور نہ تلوؤں سے کانٹوں کے نکالنے کی سوچتے تھے۔ وہ اس شعر کے مصداق تھے:

کاوشِ دشتِ جنوں ہے ہمیں اِس درجہ پسند
کبھی تلوؤں سے جدا خارِ مغیلاں نہ ہوا

جو باتوفیق آدمی اس قسم کا ہوتا ہے، وہ عموماً تیز روی کی وجہ سے کسی پڑاؤ یا وقفے پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس طرح کا آدمی ایک خاص قسم کا مزاج رکھتا ہے کہ بڑھے چلو اور دائیں بائیں نہ دیکھو چہ جائیکہ پیچھے، کیونکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ ایسا کرنا ہمت شکن ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفقائے سفر میں سے بہت سے لوگ اُس سے بچھڑ جاتے ہیں یا وہ خود اُن سے بچھڑ جاتا ہے۔ بالآخر بچھڑنا یا بچھڑنا آپسی شکوہ سنجی اور بددلی کا باعث بنتا ہے۔ جو آدمی جس درجہ بڑے اور بہت کام کا ہوتا ہے، اس کی زندگی میں خواہی نہ خواہی بچھڑنے اور بچھڑنے کا مرحلہ ضرور پیش آتا ہے۔ یہ مرحلہ قدرتی طور پر مولاناؒ کو بھی اپنی زندگی میں پیش آیا، لیکن یہ ان کی اعلیٰ ظرفی کی بات ہے کہ انھوں نے متعدد بچھڑے ہوؤں کو موت سے پہلے ہی گلے لگا لیا اور بچھڑے ہوؤں کے پاس از خود پہنچ گئے اور یکجائی کے بعد ہی اس دنیا کو الوداع کہا۔ اُن میں سرِفہرست ہند میں دورِ آخر میں سرمایۂ ملت کے نگہ بانوں کے سرخیل امام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پڑپوتے مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ العالی ہیں جن سے ان کی صلح صفائی کا تاریخی واقعہ ہزاروں فضلائے دیوبند اور محبانِ دارالعلوم دیوبند کی ایسی مسرت کا باعث بنا جس کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ مولاناؒ کی زندگی نے مزید وفا کی ہوتی تو کیا عجب تھا کہ صلح صفائی کی بات اُس منزل تک پہنچ جاتی، جس کے تمام فضلائے دیوبند بہت آرزو مند ہیں، یعنی دونوں دارالعلوموں کا مکمل اتحاد اور ایک دوسرے میں انضمام۔

اس راقم کے لیے بطورِ خاص اس فانی دنیا میں ایک دائمی مسرت اُس وقت ہاتھ آجاتی اگر اسی طرح کی صورتِ حال مولانا مدنیؒ اور حضرت الاستاذ مولانا وحید الزماں کیرانویؒ کے درمیان پیش آگئی ہوتی، لیکن خدا کی مشیت سے ایسا کچھ نہ ہوسکا، ورنہ اس واقعے سے بھی (اگر یہ روبہ عمل آجاتا) فضلائے دیوبند اور بہی خواہانِ دارالعلوم کو پہلے ہی واقعے جیسی خوشی ہوتی۔ اب اس دنیا میں نہ مولانا کیرانویؒ ہیں نہ مولانا مدنیؒ کہ اوّل الذکر ثانی الذکر سے دس سال اڑسٹھ دن پہلے ہی اللہ کو پیارے ہوگئے تھے۔ اللہ دونوں کو اپنی اعلیٰ جنت کا مکین بنائے جہاں لوگ مخلص بھائی اور دوست بن کر ہی رہیں گے، اور اس مادّی دنیا کی کدورتیں وہاں اُن میں سے کسی کا اثاثہ نہ ہوں گی، وہاں تو اِخْوَاناً عَلیٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِیْن ہوں گے۔

بہر کیف مولانا مدنیؒ بہت کام کے آدمی تھے، کام کے آدمی سے بھول چوک، کوتاہی، کسی سے اتفاق، کسی سے اختلاف کے مراحل ضرور پیش آتے ہیں۔ کام کی کثرت اور تنوّع کے بہ قدر راہِ عمل میں ان مراحل کی کثرت بھی ہوجاتی ہے۔ مولاناؒ نے بہت اور متنوّع کام کیے، اس لیے یہ مراحل دیگر فعال قائدین کی طرح اُنھیں بھی پیش آئے۔ کام کرنے والے انسان کے لیے اصل ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ وہ دین و شریعت کے مطابق اپنی دانست میں صحیح سمت کا تعین کرکے چلتا رہے۔ جب وہ چلے گا اور مسلسل چلے گا تو ہوسکتا ہے کہ ٹھوکر بھی کھائے اور گر بھی جائے۔ جو چلتا ہی نہیں وہ کیا خاک گرے گا۔ ہم سے غلطی یہاں ہوتی ہے کہ ہم ہر داعی، قائد اور عالم کے متعلق یہ باور کرلیتے ہیں کہ اس کا خمیر ملکوتیت سے اُٹھایا گیا ہے، حالانکہ وہ ہماری ہی طرح کا انسان ہوتا ہے، جب ہم سے غلطی ہوتی ہے تو اس سے غلطی کا صدور کیوں ممکن نہیں؟

مولاناؒ کا ایک غیر معمولی کمال یہ بھی ہے کہ سیکولر مزاج زعمائے سیاست و قائدینِ حکومت، اُن کے اہل کاروں اور اُن کے مشیروں سے ضرورت کی حد

تک مؤثر اور طاقتور تعلق اور رابطے کے ساتھ ساتھ نہ صرف ایک عالم باعمل کی شان اور ایک داعی الی اللہ کی پہچان کے ساتھ شاندار دین دارانہ زندگی گزاری، بلکہ اُن کی شناخت ہی بہت بڑے حلقۂ ارادت وعقیدت والے شیخ ومربی کی تھی، جو مرتے دَم تک قائم رہی۔ عبادت وریاضت کا ان کا معمول کبھی ناغہ نہ ہوتا تھا۔ سیاست کی گلی میں اتنی کثرت سے آمد ورفت کے باوجود دین کے سارے تقاضوں کو نمائندہ عالم وداعی کی شناخت کے ساتھ پورا کرتے رہنا مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا معاصر علماء ومشائخ کے درمیان بڑا امتیاز تھا۔ وہ بیک وقت مربیّ وعالم، سیاست داں وسیاست راں، قائد وزعیم، مصلح ومربیّ، اجتماعی خدمت گزار، فرقِ باطلہ وجماعت منحرفہ سے فاتحانہ لوہا لینے والے اور اندرونِ ملک وبیرونِ ملک زبردست عوامی وسرکاری مقبولیت کی حامل شخصیت کے مالک تھے۔ یہ امتیاز مولاناؒ کو ورثے میں ملا تھا اپنے عظیم والد، دارالعلوم دیوبند کے فرزندِ جلیل شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ سے۔

یہ راقم دارالعلوم دیوبند کی طالبِ علمی سے قبل مولانا سیّد اسعد مدنی کو بالکل ہی نہ جانتا تھا، کبھی نام بھی نہ سنا تھا۔ دارالعلوم میں داخلے کے بعد عربی زبان کے سب سے بڑے عبقری معلم اور باتوفیق خدمت گزار مولانا وحیدالزماں کیرانویؒ کی تعلیم عربی زبان کے حلقے میں شامل ہوگیا۔ چند روز گزرے ہوں گے کہ مولانا کی زبان سے مولانا مدنیؒ کا اتنا اور اس اس طرح تذکرہ سنا کہ کان ان کی عظمت کے قائل ہوگئے۔ جب تک دارالعلوم کا طالب علم رہا مولانا مدنیؒ کی بھرپور مسلسل اور متنوّع سرگرمیوں کے مشاہدے یا اس کی سماعت اور تذکرے کا دور رہا: مولانا مدنیؒ آرہے ہیں، جارہے ہیں، آنے والے ہیں، جانے والے ہیں، فلاں کام چھیڑنے والے ہیں، فلاں تحریک برپا کرنے والے ہیں، فلاں پروگرام کی ابتدا کرنے والے ہیں، فلاں ملک کے سفیر اور ڈپلومیٹ کو دارالعلوم لانے والے ہیں، فلاں ملک کے طویل سفر پر جانے والے ہیں، فلاں خطے کے طویل دورے کے بعد آج اُن کی واپسی ہے۔

آج یہ شور یک لخت تھم گیا ہے اور ہمیشہ کے لیے۔ امید اس پر قائم ہے کہ ہر چھوٹے اور بڑے کو بہر کیف یہاں سے جانا ہے۔ از آدم تا ایں دم اَن گنت لوگ جاچکے ہیں، دنیا اسی طرح قائم ہے، جب تک خدا کی مرضی سے قائم ہے قائم رہے گی۔ ماضی کے مقابلے حاضر میں اور حاضر کے مقابلے مستقبل میں ہمیشہ ہی لائق افراد کو دنیا روتی رہی اور آئندہ بھی روتی رہے گی اور کارگہِ حیات اسی طرح چلتا رہے گا، مگر مولانا کے متعلق بار بار یہ شعر پڑھنے کو جی چاہتا ہے:

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اِک شخص سارے ''شہر'' کو ویران کر گیا

اگر ''شہر'' کی جگہ آپ ''ملک'' پڑھ دیں تو زیادہ موزوں اور حسبِ واقعہ ہوگا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک پرلطف صحبت حرمین شریفین میں اُس وقت ملی جب مکہ مکرمہ میں رابطۂ عالم اسلامی کی تاسیس کے ۲۵ سالہ جشن اور گولڈن جوبلی تقریبات میں دارالعلوم دیوبند کے حلقے سے مولاناؒ بحیثیت صدر جمعیۃ علماء ہند اور راقم الحروف بحیثیت اسلامی صحافی اور اہلِ قلم شریک ہوئے۔ یہ کانفرنس **اَلدَّعْوَۃُ الْاِسْلامیہ و سُبُلُ تَطْوِیْرِھَا نَظْرَۃً الی المُسْتقبل** کے عنوان سے ۱۸-۲۲ر صفر ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۱-۱۵ر اکتوبر ۱۹۸۷ء کے عرصے میں ہوٹل انٹرکونٹی نینٹل مکہ مکرمہ کے مؤتمر ہال میں ہوئی۔ مولاناؒ کو دو روز قبل اور مجھے دو روز بعد دعوت نامہ بہ ذریعہ تار ملا۔ اس لیے مولاناؒ افتتاحی نشست میں پہنچ گئے جو خادم حرمین شریفین مرحوم شاہ فہد کی سرپرستی اور صدارت میں منعقد ہوئی تھی۔ میں دوسرے روز پہنچ سکا۔ اتفاق سے جیسے ہی ہوٹل کی بیرونی گیلری میں راقم نے قدم رکھا، سب سے پہلے مولاناؒ ہی اچانک مل گئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ کل سے ڈاکٹر عبدالحلیم عویس مصری تمھیں کئی بار معلوم کر چکے ہیں کہ شیخ نور عالم آرہے ہیں کہ نہیں؟ بڑا اچھا ہوا کہ تم آ گئے۔ سامنے ہی **بطاقۃُ الضَّیف** (گیسٹ کارڈ) کی تیاری کا کارنر تھا مولاناؒ ساتھ لے گئے اور نہ صرف کارڈ کی تیاری بلکہ مہمان بحیثیت اسلامی صحافی واہلِ قلم کی ساری کارروائیوں کی تکمیل تک ساتھ رہے، پھر اُس وقت کی نشست میں شرکت کے لیے چلے گئے۔ بعد میں بار بار ملاقات ہوتی رہی اور خبر خیریت دریافت کرتے رہے۔ مدینۂ منوّرہ میں ہوائی اڈّے پر ہی فرمادیا کہ دیکھو تم بحیثیت صحافی اور قلم کار مدعو ہو، اسی لیے تمھیں مکہ مکرمہ میں بھی اکیلے کا کمرہ ملا تھا، یہاں بھی یہی ہوگا، ہم چونکہ محض ''ضیفِ مشارک'' (شرکت کنندہ مہمان) ہیں، اس لیے مکہ مکرمہ میں ہمارے ساتھ ایک چینی یا فلپائنی کو ٹھہرادیا گیا تھا۔ مفاہمت میں پریشانی ہوتی تھی، یہاں تم اپنے ساتھ ہی ہمارا نام کروالینا، اس سے ہم دونوں کو سہولت ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مولاناؒ بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دی۔ اللہ انھیں اپنی جنت میں نوازے اور تمام حسنات کو دو چند کرے اور سیئات کو جن سے کوئی فردِ بشر خالی نہیں حسنات میں تبدیل کر کے اعلیٰ مقام نصیب کرے، آمین!

رفتید ولے نہ از دلِ ما

○○

آگ اور خون میں کود کر ملی عظمت کو بچانے والے تھے مولانا اسعد مدنیؒ

مولانا اسرار الحق قاسمی

جس دُنیا میں ہم جیتے ہیں اس میں ایک انفرادی زندگی ہوتی ہے اور ایک اجتماعی زندگی بسا اوقات انسان انفرادی زندگی اس طرح گزار دیتا ہے کہ اس کے نشیب وفراز کے بہت سے پہلو دوسروں کے سامنے آتے ہی نہیں لیکن اجتماعی زندگی گزارنے والے کے بہت سے پہلو عوام کی نظروں میں رہتے ہیں تاہم بعض حالات ایسے ہوتے ہیں کہ جو منظر عام پر آتے ہی نہیں۔ مولانا اسعد مدنی نے ہر چند کہ انتہائی عوامی زندگی گزاری مگر ان کی جدوجہد بھری زندگی کے بعض پہلو مشکل سے ہی لوگوں کے سامنے آئے۔ میرا تعلق ان سے ہمہ جہت تھا۔ میں ان کا بھائی نہیں مگر وہ مجھ کو بھائی سے بڑھ کر مانتے تھے۔ میں ان کی اولاد بھی نہیں تھا مگر وہ مجھ کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، اس لیے کہ وہ افراد ساز بھی تھے اور افراد سے ان کی صلاحیت کے مطابق کام لینا بھی جانتے تھے۔

دو دہائیوں سے زیادہ عرصہ تک ان سے جمعیۃ علماء اور دارالعلوم دیوبند کے توسط سے جو وابستگی رہی اس کی بنیاد پر میرے پاس لکھنے اور کہنے کے لیے بہت بڑا ذخیرہ ہے، مگر وقت، حالات اور خود اخبار کے صفحات اس کی اجازت نہیں دیتے کہ پورا ذخیرہ انڈیل دیا جائے۔ میں نے اس پورے عرصہ میں ان کی شاہانہ زندگی کو جہد مسلسل میں مصروف پایا اور جب ان کے مشن کو ان کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت تھی ان کا بلاوا آ گیا۔

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ عہد حاضر کے ممتاز و نامور عالم دین اور قائدانہ صلاحیت کے مالک ایک سرگرم دینی و ملّی رہنما تھے۔ ان کی زندگی جہد مسلسل اور سعی پیہم کا عملی نمونہ تھی۔ وہ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے افکار وخیالات کے امین اور اپنے والد شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے سچے جانشین اور ان کے مجاہدانہ کارناموں کے عکس جمیل تھے۔ ایمانی فراست، سیاسی بصیرت اور زبردست قومی، ملّی اور سماجی شعور ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ بیدار مغزی، اولوالعزمی، فکری بالیدگی، عزم کی پختگی، ارادہ کی مضبوطی، حالات سے باخبری اور قوم و ملّت کی صحیح نباضی نے ان کی شخصیت کو پُراعتماد بنا دیا تھا۔ انھوں نے اپنی منزل اور اپنا راستہ خود متعین کیا اور پوری بصیرت اور غیر معمولی جرأت کے ساتھ آگے بڑھتے رہے، راہ میں رکاوٹیں آئیں، دشواریوں کا سامنا ہوا، راہ چلتے خار مغیلاں سے آبلہ پا بھی ہوئے لیکن ملت کی فلاح و بہبود کے لیے ان کا سفر جاری رہا۔ سنگین حالات اور سخت مرحلوں میں بھی ان کے قدم نہیں رُکے۔ وہ خیر خواہ ملت اور ایک وسیع النظر انسان تھے، وسعت ظرف اور کثرتِ عمل ان کی شناخت تھی۔ انھوں نے جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے ملت کی بھرپور نمائندگی کی۔

دستوری حقوق کی بازیابی، فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام، مظلوموں کی امداد، ریلیف اور دادرسی، یکساں سول کوڈ کی مخالفت، مسلمانوں کی شہریت کا مسئلہ، اوقاف کی نگہبانی، مدارس کی سرپرستی، اصلاحِ معاشرہ، اقتدار میں حصہ داری اور مختلف میدانوں میں مسلمانوں کی مناسب نمائندگی کے علاوہ فرقہ پرستی کی مخالفت، قومی اتحاد، جمہوریت اور سیکولرزم کے استحکام اور امن و قانون کی بالادستی کے لیے ہمیشہ سینہ سپر رہے اور حکومت کے ایوانوں میں اور پارلیمنٹ کے فلور سے بھی مسلمانوں کے حقوق کے لیے اپنی صدا بلند کرتے رہے اور لڑتے رہے۔ صلاح وفلاح کا کون سا میدان تھا جہاں انھوں نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ بلاشبہ ان کی رحلت سے ایک مخلص رہنما کی ملّی جدوجہد کے ایک طویل عہد کا خاتمہ ہوگیا جو تقریباً نصف صدی پر محیط تھا۔

مولانا محض ایک مسلم قائد یا سیاسی قائد نہیں تھے، وہ سب کے تھے، ان کے سینہ میں انسانیت کی بہبودی کے لیے جو دل دھڑکتا تھا اس پر شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کی توجہ تھی۔ ان کا دل دردمند مظلوموں اور مصیبت زدوں کے درد سے تڑپ اُٹھتا تھا۔ فسادات اور قدرتی آفات کے متاثرین کی بربادی کی خبر ملتے ہی وہ بے چین ہوجاتے تھے۔ ان کے چہرے پر کرب کے آثار صاف دِکھائی پڑتے تھے اور کئی بار ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے تھے لیکن ان کے آنسوؤں کے پیچھے عزم ہوتا تھا۔ وہ ان کی مدد کے لیے فوراً اُٹھ کھڑے ہوتے تھے اور ان کی امداد اور دادرسی کے لیے سب سے پہلے پہنچ جاتے تھے۔ ان کے آنسوؤں نے کبھی ان کے عمل میں لغزش نہیں آنے دی۔

۱۔ آسام کے نیلی اور دیگر مقامات پر جب مسلمانوں کا قتل عام ہوا، تو ایک لمحہ کی تاخیر کیے بغیر وہ گوہاٹی روانہ ہوگئے۔ آگ وخون کے اس خوفناک ماحول میں سیکورٹی کا انتظار کیے بغیر اپنی جان پر کھیل کر انھوں نے مظلوموں کی دادرسی کی۔ میں اس عرصہ میں ان کی ایک ایک نقل وحرکت کا عینی شاہد تھا۔ انھوں نے فوج کی طرح جمعیۃ علماء کے ارکان کو مظلوموں کی دادرسی کیلئے چاروں طرف پھیلا دیا تھا۔

۲۔ بیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں انھوں نے جمعیۃ علماء ہند کی نظامت عمومی کی ذمہ داری سنبھالی۔ آزادی کے بعد بڑا فساد جبل پور اور ساگر میں ہوا تھا، لیکن اس کے بعد چھٹی دہائی میں خوفناک فرقہ وارانہ فسادات ہوئے۔ رواڑ کیلا، بھلائی، کلکتہ، رانچی وغیرہ میں رونما ہونے والے فسادات کی تباہی کے واقعات کا تصور کر کے آج بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ فساد کی خبر ملتے ہی وہ فوراً روانہ ہوگئے اور جب راوڑ کیلا پہنچے تو وہاں کے چھوٹے سے ایئر پورٹ پر تنہا

کھڑے تھے مگر انھوں نے نہ ہمت ہاری نہ ان کے ارادوں میں کوئی لغزش آئی۔ وہ فساد سے متاثرہ علاقوں میں پہنچ گئے اور مظلوموں کی دادرسی کی۔ کلکتہ فساد میں متاثرہ علاقوں کے دورے پر ان پر جان لیوا حملے ہوئے لیکن ان کے عزم میں کوئی کمی نہیں آئی۔ وہ مظلوموں کی امداد رسانی اور انھیں انصاف دلانے کی جدوجہد میں پوری طرح ثابت قدم رہے۔ راوڑ کیلا کے فساد سے لے کر گجرات کے حالیہ فساد میں مسلمانوں کے قتل عام تک ہر جگہ انھوں نے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر اپنے اسی عمل کو دہرایا۔ بلاشبہ وہ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن کے بعد دوسرے ملّی رہنما تھے جنھوں نے آگ وخون میں کود کر مظلوموں کی ہمت بندھائی اور ہمت وجرأت اور شجاعت کی ناقابل فراموش تاریخ رقم کی۔ انھوں نے سیاسی میدان میں بھی بھرپور ایمانی تقاضہ پر عمل کیا۔ انھوں نے نہ صرف ملت کو بلکہ ملک کو درپیش مسائل پر بھی اپنے فہم وتدبر کو استعمال کیا۔ وہ ملکی وملّی معاملات میں بڑے حساس اور دوررس نگاہ کے مالک تھے۔ ایمرجنسی کے ساتھ جب کانگریس حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا تو اس کے بعد جنتا پارٹی کی حکومت شری مرارجی ڈیسائی کی سربراہی میں بنی۔ مرارجی جب سوراشٹر کے وزیراعلیٰ تھے تو انھوں نے وقف ایکٹ کی زبردست مخالفت کی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ ٹرسٹ ایکٹ کی موجودگی میں وقف ایکٹ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ مسلم اوقاف اگر ٹرسٹ ایکٹ کے تحت ڈیل ہوتے تو واقفین کی منشاء کے مطابق ان کا استعمال نہیں ہو پاتا۔ ان کی زبردست مخالفت کے باوجود وقف ایکٹ بن گیا۔ لیکن سوراشٹر کے کچھ علاقوں میں ٹرسٹ ایکٹ ہی قائم رہا اور وقف ایکٹ نافذ نہیں ہوسکا۔ مرارجی کے وزارتِ عظمیٰ کے دَور میں وقف منسٹر سکندر بخت نے ایک بیان میں کہہ دیا کہ اوقاف مسلمانوں کی جائداد ہے۔ وہی خود ان کی حفاظت کریں۔ اس بیان کو مولانا اسعد مدنی نے نہایت سنجیدگی سے لیا اور کہا کہ اس بیان میں اوقاف کی تباہی کی سازش کا صاف اشارہ ملتا ہے۔ انھوں نے فوراً ملک گیر پیمانے پر وقف کانفرنس کا اعلان کر دیا۔ ملک بھر کے اوقاف کا سروے کرایا اور وقف کانفرنس میں اعلان کیا گیا کہ اوقاف کے سلسلے میں حکومت اپنی ذمہ داری نبھائے اور مسلمان اوقاف کی تباہی کو قطعی برداشت نہیں کریں گے۔ آخر کار اس کا اثر ہوا۔

مولانا اسعد مدنی نے جنتا پارٹی کے دورِ حکومت میں کئی اہم مسلم تنظیموں کے تعاون واشتراک سے ملّی کنونشن کا نئی دہلی میں انعقاد کیا۔ ان کی خواہش تھی کہ جنتا حکومت کے سامنے مسلم مسائل کو کنونشن کے ذریعہ مختلف مسلم تنظیموں کے اشتراک سے پوری قوت اور وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائے۔ مسلم تنظیموں کے باہم تعاون واشتراک کی ضرورت کو وہ محسوس کرتے تھے اور کئی موقعوں پر انھوں نے اس کے لیے عملی کوشش بھی کی۔ لیکن کوتاہ اندیشوں نے اس کوشش میں کوئی سازش دیکھی اور یوں باہمی اشتراک کی جدوجہد کو نقصان پہنچایا۔

مولانا اسعد مدنی کی روش جذباتی نہیں تھی۔ وہ مسائل کے حل کی کوششوں میں مثبت طرزِ عمل اور فکری اعتدال سے کام لیتے تھے۔ بابری مسجد مسئلہ میں ان کا واضح موقف تھا کہ عدالت کے ذریعہ اس کا حل تلاش کیا جائے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ فرقہ وارانہ نہیں بلکہ انصاف کا معاملہ ہے۔ وہ جب جمعیۃ علماء اتر پردیش کے صدر تھے تو انھوں نے یوپی وقف بورڈ کے ساتھ جمعیۃ علماء کو بھی عدالت میں فریق بنایا تھا اور اب تک جمعیۃ علماء اس مسئلہ میں عدالتی فریق ہے۔ ملک میں اس مسئلہ کو لے کر حالات میں زبردست اتار چڑھاؤ آئے لیکن مولانا اپنے موقف پر پوری طرح جمے رہے۔ اور آج ان کا یہی موقف قریب قریب تمام مسلمانوں کا موقف بن چکا ہے۔ مولانا اسعد مدنیؒ بخوبی واقف تھے کہ کچھ مسائل ایسے بھی ہیں جن کے حل کے لیے حکومتوں پر عوامی دباؤ بنانا نہایت ضروری ہے۔ اس کے لیے انھوں نے نہ صرف احتجاج کا راستہ اپنایا بلکہ سول نافرمانی کی تحریک بھی چلائی۔ ان کے عہد نظامت وصدارت کی مدت میں درجنوں کنونشن، کانفرنس، احتجاجی جلسے اور یوم احتجاج منعقد ہوئے بالخصوص ملک وملّت بچاؤ تحریک بھی اسی کا حصّہ تھی۔ انھوں نے اپنے اس عمل میں نہ حکومتوں کا لحاظ کیا نہ وقت وحالات کی پروا کی جب انھوں نے ضرورت سمجھی فیصلہ کیا اور قدم آگے بڑھا دیا۔ طوفانی ہواؤں میں چراغ جلانے کی صفت بھی انھی میں تھی، نسبندی کا طوفان کھڑا ہوا تو وہ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور اعلان کیا کہ جمعیۃ علماء ہند جبری نسبندی کی مخالف ہے۔ صرف اسی اعلان پر بس نہیں کیا وہ تو زبردست عملی انسان تھے اور حق گوئی، بے باکی اور جہد مسلسل پر عمل پیرا تھے۔ انھوں نے ملک کی اہم ریاستوں میں جبری نسبندی کے خلاف زبردست احتجاجی جلسے کرائے۔ ایمرجنسی کے دور میں ان اجلاسوں کے انعقاد میں کیسی کیسی دشواریاں پیش آئیں میں زیادہ بہتر طور پر جانتا ہوں اس لیے کہ ان کے نظم وانتظام میں میرا بھی خاصا دخل تھا۔ لیکن انھوں نے اس کی کوئی پروا نہیں کی اور ملک بھر میں اس ظلم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر کے اپنا ملّی وانسانی فریضہ انجام دیا۔

وہ محض سماجی، سیاسی یا مذہبی قائد ہی نہیں تھے، وہ ایک مفکر، ماہر تعلیم اور دانشور بھی تھے، وہ بخوبی سمجھتے تھے کہ مسلمان قوم تعلیمی طور پر بھی پسماندہ ہے لہٰذا وہ مسلمانوں میں تعلیمی ومعاشی ترقی واستحکام کے لیے عصری وتکنیکی تعلیم کو فروغ دینا چاہتے تھے۔ ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ ہر مسلمان کو دین کی بقا اور ملّی شناخت کے تحفظ کے لیے دینی بنیادی تعلیم سے ضرور آراستہ ہونا چاہیے۔ ساتھ ہی عصری و تکنیکی تعلیم کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے دہلی میں مذہبی وتعلیمی کانفرنس کا انعقاد کیا جو اس لحاظ سے بھی کامیاب کانفرنس تھی کہ اس میں مختلف مکاتب فکر اور مسالک کے سربراہ اور کئی مسلم تنظیموں کے ذمہ داران شریک تھے۔ بہر حال انھوں نے اپنے بعد والوں کو ایک عظیم ڈگر دکھائی ہے، ان کا مشن جاری وساری رہنا چاہیے، ان جیسی شخصیت کا وجود بظاہر ممکن نظر نہیں آتا لیکن ان کے عقیدت مندوں، پیروکاروں، ساتھیوں اور حامیوں کا یہ فرض ہے کہ وہ ان کے مشن کو متحد ہو کر جاری وساری رکھیں کہ اس سے بڑھ کر ان کے لیے اور کوئی خراجِ عقیدت نہیں ہوسکتا۔ ■■

مغربی یوپی کا دینی علم وفن کا عظیم مرکز

دارالعلوم حسینیہ تاؤلی ضلع مظفرنگر-۲۵۱۰۰۱ (یوپی)

قائم شدہ
۲۵ر ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ
مطابق
۱۰ر مارچ ۱۹۵۰ء

Tauli-1.jpg not found.

● بانی و سرپرست اوّل ●

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ صدر جمعیۃ علماء ہند و صدر مدرس دارالعلوم دیوبند ـــــ تاحیات سرپرستی فرمائی

● سرپرست ثانی ●

حضرت شیخ الاسلامؒ کے وصال کے بعد فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ صدر جمعیۃ علماء ہند وممبر پارلیمنٹ تاحیات سرپرستی وآبیاری فرماتے رہے

● ہیئت حاکمہ ●

مجلس شوریٰ

مدرسہ کے جملہ امور مجلس شوریٰ کے زیر نگرانی انجام پذیر ہوتے ہیں

Tauli-2.jpg not found.

● تعلیمی نظام ●

پرائمری درجات، قرآن کریم ناظرہ، اُردو، دینیات، حساب، جغرافیہ کے ساتھ درجہ پنجم تک، فارسی از ابتدا تا گلستاں، عربی درس نظامی از میزان ونحو میر تا مشکوٰۃ شریف، حفظ قرآن مع مختصر قواعد تجوید پڑھایا جاتا ہے۔

● بیرونی طلباء ●

آسام، منی پور، مغربی بنگال، بہار، اڑیسہ، کرناٹک، مدھیہ پردیش، مہاراشٹر، راجستھان، پنجاب، دہلی اور یوپی کے مشرقی ومغربی اضلاع اور نیپال کی کثیر تعداد تقریباً ۵۵۰ طلباء ہیں جن کے قیام وطعام ودیگر ضروریات کا مدرسہ کفیل ہے۔ علاوہ ازیں آس پاس کے مقامی طلباء وطالبات تقریباً ۲۵۷ زیر تعلیم وتربیت ہیں

● مدرّسین ●

۴۰ مدرّسین کرام اور دیگر ۱۰ ملازمین مصروفِ خدمت ہیں

تعمیری ضروریات

○ تحفیظ القرآن، دارالاقامہ
○ حوض و مہمان خانہ
○ برآمدہ مسجد

فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ صدر جمعیۃ علماء ہند و امیر الہند اس ادارہ پر خصوصی توجہ رکھتے تھے اور اپنے بیش بہا ارشادات ومشوروں سے رہنمائی فرماتے رہتے تھے۔ ملت اسلامیہ کے شب وروز دینی وعلمی ضروریات میں مصروف اس ادارہ کے روحِ رواں تھے۔

اہل خیر حضرات ادارہ کی تعلیمی وتعمیری ترقی کے لیے ہر ممکن تعاون فرمائیں

(مولانا) **رشید الدین قاسمی** (صاحب) مہتمم مدرسہ ھذا

اپیل

سرپرست مدرسہ ھذا
فدائے ملت حضرت مولانا
سیّد اسعد مدنی
قدس اللہ سرہ العزیز صدر جمعیۃ علماء ہند

مدرسہ دارالعلوم حسینیہ تاؤلی ضلع مظفرنگر ایک نہایت ضروری اور ترقی پذیر درسگاہ ہے جس میں تعلیم و تربیت کے ساتھ طلباء کے قیام کا بھی انتظام ہے۔ دور دراز حتیٰ کہ دوسرے صوبوں کے بھی طلباء علم دین سے مستفید ہوتے ہیں۔ احقر کا حضرت قدس سرہ العزیز کے بعد سے خادمانہ تعلق رہا ہے۔ اہل خیر حضرات سے پرزور درخواست ہے کہ مدرسہ کی دامے، درمے، قدمے امداد سے دریغ نہ کریں۔

اسعد غفرلہ (دفتر جمعیۃ علماء ہند)

رابطہ کیلئے
دارالعلوم حسینیہ تاؤلی ضلع مظفرنگر-۲۵۱۰۰۱ (یوپی)
فون دفتر: (0131) 2460213
فون مہتمم: 09897230887

حضرت امیر الہندؒ - فتنوں کے تعاقب میں

حضرت مولانا قاری سیّد محمد عثمان صاحب منصور پوری
نائب مہتمم واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوعنبہ خولانی رضی اللہ عنہ کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا گیا ہے:

لَایَزَالُ اللّٰہُ یَغْرِسُ فِیْ ھٰذَا الدِّیْنِ غَرْساً یَسْتَعْمِلُھُمْ فِیْ طَاعَتِہٖ ۔(سنن ابن ماجہ ۸) اللہ تعالیٰ اس دین کے باغ میں ہمیشہ نئے نئے پودے لگاتا رہے گا، جن کو اپنی طاعت میں استعمال فرمائے گا۔

اس حدیث پاک میں حضرت محمدؐ نے زبردست پیشین گوئی فرمائی ہے کہ دین اسلام کا گلشن ہمیشہ سدا بہار رہے گا، یہ باغ کبھی ویرانہ نہیں بنے گا۔ جب کوئی پودا سوکھ جائے گا تو دوسرا پودا اس کی جگہ لگا دیا جائے گا۔

گلشنِ دین کے یہ پودے کون ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد رشید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے سب سے پہلے اور اعلیٰ درجہ کے مصداق ہیں، اور پھر ہر زمانہ میں ان کے متبعین اور "مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی" کی صراط مستقیم پر خود چلنے والے اور دوسروں کو چلانے والے علماء ربانیین اور مشائخ عظام ہیں، ایسے نفوسِ قدسیہ سے قیامت تک دُنیا کبھی خالی نہیں رہے گی، انھیں جیسی شخصیات کو باری تعالیٰ دین قیم اور امت مسلمہ کی بقاء وحفاظت کے ذریعہ کے طور پر ہر زمانہ میں پیدا کر کے مذکورہ پیشین گوئی کو پورا کرتا رہے گا۔ ویسے درحقیقت امت مسلمہ کی بقاء کی بنیاد تین عظیم شخصیات اور ذواتِ قدسیہ پر ہے، جس کو ایک حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے، ان میں اوّل نمبر پر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالیہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کَیْفَ تَھْلِکُ اُمَّۃٌ اَنَا فِیْ اَوَّلِھَا وَالْمَسِیْحُ فِیْ آخِرِھَا وَالْمَھْدِیُّ فِیْ وَسَطِھَا۔ (کنزالعمال ۳۸۶۷۹ بحوالہ ابن عساکر)

وہ امت کیسے ختم ہوسکتی ہے (یعنی قیامت تک ضرور باقی رہے گی) جس کے شروع میں میں ہوں، اور آخر میں مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ہیں، اور درمیان میں حضرت مہدی (محمد بن عبداللہ) ہیں۔

انھیں مبارک شخصیات کے سلسلہ کی ایک زرّیں کڑی فدائے ملّت، امیر الہند صدر جمعیۃ علماء ہند حضرت اقدس مولانا سیّد اسعد مدنی صاحب قدس سرہٗ کی ذاتِ بابرکات تھی، جنھیں چند روز پیشتر باری تعالیٰ نے اپنے جوارِ رحمت میں بلا لیا ہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت اقدسؒ کی زندگی مجاہدانہ کارناموں سے پر ہے، ان سب میں جو چیز قدر مشترک کے طور پر نمایاں رہی، وہ حضرت اقدس کی دین اسلام کی حفاظت کے لیے فکرمندی اور امت مسلمہ کی بقاء وتحفظ کی دھن ہے، جب بھی اسلام اور اسلام کے خلاف کوئی داخلی یا خارجی فتنہ نمودار ہوا اور یہ خطرہ ہوا کہ مسلمان امت محمدیہ سے خارج ہوجائیں یا صراط مستقیم سے ہٹ جائیں، تو حضرت اقدسؒ احقاق حق وابطال باطل کے لیے سینہ سپر ہوگئے، اور اس کے مقابلہ کے لیے علماء کرام کو توجہ دلا کر ایک فوج تیار فرمادی، چنانچہ ۱۹۸۴ء کے بعد جب مرزائی گروہ مرتدین نے ہندوستان کے مسلمانوں کے اسلام کو بگاڑنے اور ان کو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے نکال کر امت مرزائیہ میں شامل کرنے کے لیے ازسرنو ہندوستان کا رُخ کیا، اور یہاں کی قادیانی جماعت کو حیات نوبخشنے کا پروگرام بنا کر جگہ جگہ سیرت اور دیگر دینی عنوانات پر جلسے وکانفرنسیں کرنی شروع کیں، اور اپنے نام نہاد حقیقی اسلام کا ڈھنڈورہ پیٹ کر مسلمانوں کو ورغلانے کی دجالی روش اپنائی، تو حضرت اقدس امیر الہند بے چین ہوگئے، اور دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے معزز اراکین کو قادیانی فتنہ کی تشویش ناک صورتِ حال سے آگاہ فرما کر سہ روزہ عالمی تحفظ ختم نبوت کی تجویز منظور کروائی، چنانچہ اکتوبر ۱۹۸۶ء کی آخری تاریخوں میں یہ عظیم الشان اجلاس دارالعلوم دیوبند میں منعقد ہوا، جس میں ملک بھر کے علماء وذمہ داران کی بڑی تعداد شریک ہوئی۔ اجلاس کا افتتاح حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی نوراللہ مرقدہٗ نے فرمایا اور اختتامی تقریر رابطہ عالم اسلامی کے اس وقت کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف نے فرمائی۔ اس اجلاس سے ملک میں قادیانی فتنہ کے تعاقب کے لیے علماء وعوام میں زبردست بیداری آئی، اور اس کام کو دارالعلوم کی نگرانی میں مسلسل انجام دیئے جانے کے لیے "کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند" کا قیام عمل میں آیا۔ جس کے صدر حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مدظلہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند اور ناظم عمومی حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری زیدمجدہم استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند منتخب ہوئے۔ یہ مجلس بحمداللہ روز اوّل سے مجلس شوریٰ کی ہدایات کے مطابق اور حضرت اقدس امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہات سے ٹھوس انداز میں قادیانی تعاقب کا فرض ادا کررہی ہے، اور مختلف علاقوں اور صوبوں میں اس کی خدمات جاری ہیں، جن میں افراد سازی کے لیے تربیتی کیمپوں کا انعقاد، عام لوگوں کے لیے اجلاس عام

کرنا، چھوٹی بڑی کتابوں و پمفلٹوں کی مختلف زبانوں میں اشاعت، وقت ضرورت قادیانیوں سے مناظرہ کرنا، متاثرہ علاقوں میں مبلغین کے دوروں کا انتظام کرنا اور قادیانیوں کی طرف سے کسی جگہ مقدمہ دائرہ کئے جانے کے موقع پر قانونی مواد فراہم کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ بہت سے تربیتی کیمپ اور اجلاس عام میں حضرت امیر الہندؒ نے بڑی دلچسپی کے ساتھ شرکت فرمائی، ۱۹۹۷ء-۱۹۹۸ء میں دہلی کی دو عظیم تحفظ ختم نبوت کانفرنسوں میں تحریری خطبۂ صدارت پیش فرمائے۔ نیز کانپور میں تربیتی کیمپ و اجلاس عام کے موقع پر تحریری خطبۂ صدارت پیش فرمایا۔ بائیگوری (آسام) میں قادیانیوں سے تاریخی مناظرہ کی مجلس میں تقریر فرمائی اور مسلسل پانچ گھنٹوں تک مجلس مناظرہ میں تشریف فرما رہے۔ ملک کے مختلف علاقوں میں عیسائی مشنریوں کی ریشہ دوانیوں سے بھی حضرت فدائے ملتؒ بہت فکرمند تھے۔ حضرتؒ کی توجہات کے نتیجہ میں دارالعلوم میں ردعیسائیت کمیٹی کا قیام عمل میں آیا، اور حضرتؒ کی ہدایت کے مطابق حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہٗ کی کتاب ''اظہار الحق'' سے ماخوذ متعدد رسائل کمیٹی کی طرف سے شائع کئے گئے، نیز احمد دیدات مرحوم کے رسائل کا ترجمہ کرواکر اُردو میں طبع ہوئے، بعینہٖ ان کے رسائل انگلش میں بھی طبع کرائے گئے۔ اس کمیٹی کے تحت ملک میں حسب ضرورت تربیتی کیمپ و اجلاس عام منعقد ہوتے رہے ہیں۔

علاوہ ازیں داخلی فتنہ غیر مقلدیت نام نہاد سلفیت کو لگام دینے اور اس کی مغالطہ انگیزیوں والزام تراشیوں کا منہ توڑ جواب دینے کے لیے حضرت امیدالہندؒ نے ۲۰۰۱ء میں تحفظ سنت کانفرنس دہلی میں منعقد فرمائی، اس میں تحریری خطبۂ صدارت دیا، اور اس موقع پر اساتذۂ دارالعلوم دیوبند سے ردغیر مقلدیت پر تحقیقی رسائل مرتب کرواکر پچیس رسالوں کا سیٹ جمعیۃ علماء ہند کی جانب سے شائع کروایا، جس کا بڑا فائدہ ملک و بیرون ملک میں محسوس کیا گیا۔

نیز حضرت اقدسؒ نے باطل نظریات کی علمی انداز میں تردید کے لیے دارالعلوم دیوبند کے فضلاء کی تربیت کے پیش نظر ہر ہفتہ محاضرات پیش کرنے کے لیے اساتذۂ دارالعلوم کو مقرر کروایا۔ چنانچہ ردشیعیت، ردمودودیت، ردرضاخانیت، ردغیر مقلدیت، ردقادیانیت، ردعیسائیت اور ردہندوازم پر محاضرات پیش کئے جاتے ہیں، جن میں فضلاء دارالعلوم شرکت کرتے ہیں جو دورۂ حدیث شریف کے بعد تکمیلات کے درجات میں داخلہ لیتے ہیں جن کی تعداد دوسو سے زائد ہوتی ہے، ان طلبہ کو ہر موضوع کے محاضرات مطبوعہ شکل میں پہلے ہی تقسیم کردیئے جاتے ہیں۔ ان محاضرات کو سن کر فضلاء دارالعلوم تقابلی انداز میں اسلام کی حقانیت اور صراط مستقیم کے واضح نشانات کو کفر وضلالت سے ممتاز کرکے اچھی طرح ذہن نشین کرلیتے ہیں اور دین محمدی کی حفاظت کے لیے تیار ہوجاتے ہیں، اور اپنے اپنے علاقوں کو جاکر امت مسلمہ کو ان فتنوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پچھلے سالوں سے انکار حدیث کے فتنہ کی سرگرمیاں بھی بڑھتی جارہی ہیں، مدراس، کانپور میں بہت سے مسلمان اس سے متاثر ہورہے ہیں۔ حضرت امیر الہندؒ کو اس کے تعاقب کی بہت فکر تھی، اسی سلسلہ میں حضرت اقدس نے پہلا کام یہ کیا کہ ایک استفتاء مرتب کرواکر جس کا مفصل جواب مفتیان دارالافتاء دارالعلوم نے دیا، اور منکرین حدیث کو اسلام سے خارج قرار دیا، پھر اس پر تمام اساتذۂ دارالعلوم نے بھی دستخط فرمائے، خود حضرت اقدس نے بھی دستخط فرمائے۔

اس طرح موجودہ علمی ونظریاتی فتنوں کے تعاقب کے سلسلہ میں جو کام ہوا یا آئندہ ہوتا رہے گا اس میں حضرت اقدس کو بھی ثواب ملتا رہے گا۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَه‘ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا۔ جس نے کوئی اچھا کام جاری کردیا اس کو اس کام کو شروع کرنے کا ثواب ملے گا اور جس نے اس روش کو اپنایا اس کا بھی ثواب ملے گا۔

خداوند کریم حضرت اقدسؒ کو دین اور امت مسلمہ کے تئیں ان کی فکرمندیوں اور مخلصانہ خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات سے نوازے، آمین! ○○

قطعات

محمد واصف نفیس مظاہری مہتمم مدرسہ مدینۃ العلوم، غازی آباد

(۱)

اسلاف کی عظمت کا امیں کون تھا؟
اخلاص کی دولت کا نگیں کون تھا؟
سرمایۂ ملت کے نگہباں تھے امیرِ ہند
واصفؔ بتا قوم کا درِّ ثمن کون تھا؟

(۲)

پیکرِ اخلاص تھے حضرتِ اسعدؒ
مینارۂ اخلاق تھے حضرتِ اسعدؒ
ایثار و وفا پیکرِ ملت کے لیے سینہ سپر
نازشِ ہند تھے حضرتِ اسعدؒ

(۳)

جمعیۃ علماء کی جان تھے حضرتِ اسعدؒ
خلوص و مہر کی کان تھے حضرتِ اسعدؒ
دارالعلوم کی شان تھے حضرتِ اسعدؒ
حق یہ کہ واصفِؔ قرآن تھے حضرتِ اسعدؒ

یتیمی کا داغ، جو مٹ نہ سکے گا

حضرت مولانا سیّد اسجد صاحب مدنی
مدنی منزل، دیوبند

''بابوؒ'' (حضرت فدائے ملتؒ) کا جنازہ ''اباجی'' کے کمرہ میں انہی کے پلنگ پر رکھا ہوا تھا، اور آپا مدظلہا (والدہ صاحبہ) ان کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھیں، مجھ کو دیکھ کر روتی ہوئی آئیں اور لپٹ کر کہا: ''آج تم دوبارہ یتیم ہو گئے۔''
بے شک انھوں نے سچ کہا میں نے تو آنکھیں کھول کر ''اباجی'' کی جگہ ''بابوؒ'' ہی کو دیکھا، اور انھوں نے میرے ساتھ ہمیشہ اسی شفقت کا معاملہ کیا جو ایک مشفق باپ اپنی عزیز ترین اولاد کے ساتھ کرتا ہے۔ اس وقت بچپن کے چند واقعات یاد آرہے ہیں ان سے قارئین حضرتؒ کی شفقت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

● میں بہت چھوٹا تھا، چھوٹے بابو مدظلہٗ اس زمانہ میں گیا (بہار) میں پڑھاتے تھے، قرآنِ کریم میں نے وہاں جاکر شروع کیا تھا، ایک سفر بابو علیہ الرحمۃ کے ساتھ ہوا، ساتھ میں کھانا تھا، لیکن روٹیاں سادی تھیں پوچھا ارشد! یہ روٹیاں سادی کیوں ہیں؟ انھوں نے کہا کہ مجھ کو پراٹھے سے تکلیف ہو جاتی ہے، بہت غصّہ سے کہا تو خود سوکھی روٹیاں کھاتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلاتا ہے، اسجد کے لیے پراٹھے کا انتظام کیوں نہیں کیا؟ مجھ کو یاد ہے دیر تک اس کا ذکر کرتے رہے اور بار بار کرتے رہے۔

☆ گیا ہی کے قیام کے زمانہ کا واقعہ ہے، میں دیوبند آیا آ ہوا تھا۔ بابو کا یوپی اور بہار کا پروگرام تھا اس لیے ہم لوگ چار پانچ دن میں پہنچے، ہر جگہ رات کی طے شدہ ٹرینوں کو چھوڑ دیتے تھے اور منتظمین سے کہتے کہ اسجد کی نیند خراب ہوگی اس لیے دن کی ٹرین کا انتظام کرو۔

☆ ایک مرتبہ آپا مدظلہا کسی ضرورت سے ''بابوؒ'' کے ساتھ دلی جارہی تھیں، جب میں نے برقعہ اوڑھے دیکھا تو رونا شروع کر دیا کہ میں بھی ساتھ جاؤں گا، آپ مدظلہا نے زور سے ڈانٹا: ''کوئی ضرورت نہیں! میں تو کل آجاؤں گی'' چلتے وقت بابو نے گھر میں مجھ کو روتے دیکھ کر پوچھا: کیونکہ رو رہا ہے؟ کسی نے کہا کہ آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہے، فوراً کہا کہ: اسے بھی ساتھ لے کر چلو، جلدی جلدی تیاری کی، جب تک تیار نہیں ہوا بیٹھے رہے اور ساتھ لے کر گئے۔ اُس زمانہ میں لیڈیز ڈبہ الگ ہوتا تھا، میں آپا مدظلہا کے ساتھ اس ڈبہ میں تھا، جیسے ہی اسٹیشن پر گاڑی رکتی فوراً آتے اور پوچھتے کسی چیز کی ضرورت ہے؟ پانی لاؤں، کوئی پھل کھائے گا، کیلا لے کر آئے، ایک مرتبہ کوئی اور چیز لے کر آئے، اس طرح دلّی پہنچے۔ اُس زمانہ میں پرانی دلّی میں ٹرام چلتی تھی جب ہم لوگ ٹیکسی سے پل بنگش پہنچے تو میں نے اس ٹرام کو دیکھ کر شور مچا دیا، دیکھو کیسی بس؟ لوہے کی کیسی بس۔ مجھ کو یاد ہے کہ بابوؒ نے اس پر بہت زور سے قہقہہ لگایا اور تفصیل سے مجھ کو بتلایا کہ یہ بس نہیں اس کو ٹرام کہتے ہیں اور یہ بجلی سے چلتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

● جب میری شادی ہوئی، بڑے اہتمام سے سستی پور بہار کا سفر کیا، واپسی میں عورتیں اور سامان وغیرہ بھی تھا، اس وقت سستی پور صرف ایک ٹرین جینتی جنتا ایکسپریس چلتی تھی، جس میں سب سیکنڈ کلاس کے ڈبے ہوتے تھے، لوگوں کی آمد و رفت ہر وقت رہتی تھی آپ نے سب کو سلا دیا اور پوری رات تقریباً بیٹھ کر گذار دی۔

● جس زمانہ میں میں دفتر جمعیۃ علماء ہند آیا اس کے کچھ روز بعد فرید بھائی مرحوم مدراس کے بچّہ کی شادی تھی، فرید بھائی بابو سے بہت تعلّق رکھتے تھے، اور بابو ان کا بڑا الحاظ کرتے تھے، انھوں نے بابو سے کہا کہ اسجد کو اپنے ساتھ لے کر آئیں، ہم لوگ مدراس ہوائی جہاز سے پہنچے، پھر ان کے وطن ''پلے پٹی'' گئے، شادی سے فراغت کے بعد فرید بھائی مرحوم نے بابو سے عرض کیا کہ اسجد پہلی مرتبہ جنوبی ہند آیا ہے اس لیے یہاں جو تفریحی مقامات ہیں، میں نے آپ کا اور اسجد کا پروگرام چار روز کا بنا دیا ہے، کوڑے کنال، اوٹی، بانڈی پورہ، نیشنل پارک، میسور اور بنگلور۔ بار بار بابو یہ کہتے رہے کہ مجھ کو کس چیز کی سزا دی جارہی ہے؟ لیکن ہر ہر مقام پر میرے ساتھ گئے وہاں کی تفصیلات اور خصوصیات بتلاتے رہے، گھماتے رہے، چار روز کی تفریح کے بعد ہم لوگ بنگلور سے دلّی پہنچے۔

شفقت و محبت کے واقعات اور یادوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے، کہاں تک لکھوں، اس وقت اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

ملی خدمت کی تابناک مثالیں

مجھ کو جمعیۃ علماء ہند کے دورِ نظامت میں حضرت بابو علیہ الرحمۃ کے ساتھ بہت قریب رہنے کا موقع ملا، میں نے سرد و گرم حالات میں بھی آپ کو ثابت قدم پایا، اور ان جیسے حوصلہ اور جرأت کا انسان میں نے نہیں دیکھا، اس سلسلہ کے واقعات تو بہت ہیں لیکن اس وقت چند ایسے واقعات جن کا میں خود شاہد ہوں، پیش کرتا ہوں:

مراد آباد کا فساد:

اندرا گاندھی کے زمانے میں مراد آباد میں عید کے دن عیدگاہ میں پولیس نے ایک معمولی سے انتشار پر مسلمانوں پر گولی چلائی اور سیکڑوں مسلمان شہید

ہوگئے۔ مرادآباد میں بڑے سخت حالات تھے، پولیس اور پی اے سی کے مظالم مسلمانوں پر سارے شہر میں ہو رہے تھے، اور افسران حکام کو یہ اطلاع دے رہے تھے کہ مسلم نوجوان پولیس پر حملہ آور ہوئے تو پولیس نے اپنے دفاع میں گولی چلائی، اندرا جی کے پاس یہی اطلاع تھی اور ان کا ذہن بھی یہی تھا، ان ہی خطرناک حالات میں باپوؒ مرادآباد آئے، یہاں کے حالات کا جائزہ لیا اور دلّی پہنچ کر اندرا جی سے ملے اور پولیس کے مظالم کی تفصیلات بتلائیں، اندرا جی نے گیانی ذیل سنگھ کو جو اس زمانے میں حکومت ہند کے وزیر داخلہ تھے، مرادآباد حالات کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا، وہ ہوائی جہاز سے روانہ ہوئے، باپوؒ ان کے پیچھے کار سے، جب باپوؒ مرادآباد میں کوتوالی پہنچے ہیں تو حکام گیانی ذیلی سنگھ کو شہر کا دورہ کرا کے وہی پرانی رپورٹ دے رہے تھے، باپوؒ اس میٹنگ میں زبردستی گھس گئے اور صحیح صورتِ حال سے آگاہ کیا اور گیانی ذیلی سنگھ سے کہا آیئے! وہ نوجوان جو پولیس پر حملہ آور ہوئے تھے، ان کی لاشیں آپ کو دکھلاؤں اور گیانی جی کا ہاتھ پکڑ کر وہاں لائے جہاں بھیڑ بکری کی طرح مسلمانوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک ایک لاش کا چہرہ گیانی جی کو دکھلاتے تھے، کہتے تھے یہ بوڑھا جس کے چہرہ پر سفید داڑھی ہے یہ آپ کی پولیس پر حملہ آور تھا؟ یہ بچّہ جو ابھی چلنا سیکھ رہا ہے یہ آپ کی پولیس پر حملہ آور تھا؟ اس طرح وہاں بوڑھے اور بچوں کی جتنی لاشیں پڑی تھیں ایک ایک کے چہرے کو دکھایا۔ گیانی ذیل سنگھ کے سامنے جب یہ صورتِ حال آئی تو ان کا چہرہ غصّہ سے سرخ ہو گیا اور آئی جی پولیس جو ان کے بغل میں کھڑا ہوا تھا، غصّہ میں اپنے ہاتھوں سے اس کی وردی پر جو اسٹار لگے ہوئے تھے نوچ نوچ کر پھینک دیئے اور کہا کہ تم اس قابل نہیں ہو کہ تمھاری وردی پر یہ اسٹار لگیں، اور دلّی آ کر اس رپورٹ کی تصدیق کی جو باپوؒ نے اندرا جی کو دی تھی، اور اس کے نتیجہ میں مرادآباد کے حالات بدلے۔

بھاگل پور کو بچالیا:

بھاگل پور کے فساد کے موقع پر باپوؒ کا تیسرا دورہ تھا اور اس میں میں بھی ساتھ تھا۔ ہم لوگ شام کے جہاز سے دلّی سے پٹنہ پہنچے اور رات میں وہاں سے ٹرین کے ذریعہ بھاگل پور جانا تھا، ابھی ہم اسٹیشن جانے کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ بھاگل پور سے تواتر کے ساتھ اطلاعات آنی شروع ہوئیں کہ چمپانگر، بھاگل پور کو فسادیوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے، ہجوم بڑھتا جا رہا ہے، مسلمان اپنا دفاع کر رہے ہیں، پولیس تماشائی بنی ہوئی ہے، اگر فوری طور پر حفاظت کا بندوبست نہ کیا گیا تو رات گزرتے گزرتے فسادی غالب آجائیں گے اور ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام ہو جائے گا۔ باپوؒ نے فوراً وزیر اعلیٰ بہار سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی، معلوم ہوا کہ وہ پٹنہ سے باہر ہیں اور مظفر پور سرکٹ ہاؤس میں آرام کر رہے ہیں۔ بار بار فون کرنے پر جواب یہی ملتا کہ صاحب سو گئے ہیں، صبح بات ہوگی۔ جب مایوس ہو گئے تو راجیو گاندھی سے رابطہ کی کوشش کی وہ اس وقت وزیر اعظم تھے، رات اچھی خاصی گزر چکی تھی، لیکن لگے رہے۔ راجیو سے بات ہوئی انھوں نے حالات سن کر کہا چیف منسٹر سے بات کیجیے، باپوؒ نے بہت غصّہ میں جواب دیا۔ یہاں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے، اور آپ کو قانون سوجھ رہا ہے، آپ کا چیف منسٹر بات کرنے کے لیے تیار نہیں، وہ مظفر پور سرکٹ ہاؤس میں آرام کر رہا ہے، راجیو نے کہا کہ اچھا آدھے گھنٹے کے بعد پھر مجھ سے رابطہ قائم کریں، آدھے گھنٹہ کے بعد دوبارہ رابطہ قائم کیا، راجیو سے بات ہوئی، انھوں نے کہا کہ ڈسٹرکٹ اتھارٹی کو احکامات دے دیئے گئے ہیں وہ حفاظت کا بندوبست کرے گی، باپوؒ نے فوراً کہا کہ وہ شام سے فسادیوں کا ساتھ دے رہی ہے، مظلوموں کا نہیں۔ آپ فوج کو حکم دیں کہ وہ حرکت میں آئے اور اپنی ایک ٹکڑی بھیجیں، ورنہ صبح ہوتے ہوتے پورا علاقہ تباہ و برباد ہو جائے گا، راجیو نے کہا اچھا میں دیکھتا ہوں ایک گھنٹے کے بعد بھاگل پور سے اطلاع ملی کہ فوج آگئی ہے، اس نے پوزیشن سنبھال لی ہے، اور فسادی منتشر ہونا شروع ہو گئے ہیں، وہ پوری رات باپوؒ نے دفتر جمعیۃ علماء بہار کی ایک کرسی پر بیٹھ کر گزار دی، اور الحمدللہ چمپانگر کو تباہی سے بچالیا۔

بجنور کا فساد:

مجھ کو یاد ہے کہ بجنور کے فساد کے موقع پر پی اے سی نے بے پناہ مظالم کئے تھے، انھی حالات میں باپوؒ نے بجنور میں داخل ہونے کی کوشش کی، میں اس سفر میں باپوؒ کے ساتھ تھا، بجنور سے پہلے گنگا کے پل پر پولیس نے باپوؒ کو روک دیا، پولیس کے ساتھ باپوؒ کی تکرار ہو رہی تھی کہ ایک سرکاری بس وہاں رُکی، باپوؒ نے چپکے سے مجھ سے کہا کہ جلدی سے اس میں بیٹھ جاؤ، مختصر یہ کہ بجنور سے واپسی پر تفصیلی رپورٹ جب میں نے باپوؒ کو پیش کی، تو باپوؒ اس کو لے کر راجیو گاندھی کے پاس گئے، راجیو اس وقت اپوزیشن لیڈر تھے، وہاں کے بھیانک مظالم کی تفصیلات جب باپوؒ نے راجیو کے سامنے رکھیں اور بتلایا کہ بجنور وہ جگہ ہے کہ جس نے ۱۹۴۰ء سے آج تک فرقہ پرستی کا مقابلہ کیا اور کانگریس کے علاوہ کوئی نمائندہ وہاں سے نہیں جیتا، مجھ کو یاد ہے کہ راجیو یہ ساری تفصیلات سن کر اپنی کرسی چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور حکومت کے علی الرغم باپوؒ کے ساتھ انھوں نے بجنور کا دورہ کیا اور اس کے نتیجے میں وہاں کے حالات بدلے۔

بے مثال استغناء:

باپوؒ نے جمعیۃ علماء ہند سے کبھی کوئی تنخواہ یا الاؤنس نہیں لیا، حتیٰ کہ اپنے اور اپنے اہل خاندان کے دفتر میں طعام کا خرچ بھی خود ہی ادا فرماتے، اور اپنی ذاتی ضروریات کا بوجھ کبھی جماعت پر نہ ڈالتے تھے۔

مجھے آج بھی یاد ہے کہ ۱۹۷۴ء میں جب باپوؒ پہلی مرتبہ پارلیمنٹ سے ریٹائر ہوئے تو جمعیۃ علماء ہند کے دفتر میں ایک خصوصی میٹنگ سے خطاب

کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''خدا کو گواہ بنا کر آپ لوگوں کو یہ بات بتلا رہا ہوں کہ ان چھ سالوں میں مجھ کو پارلیمنٹ سے جو کچھ بھی ملا میں نے اس میں سے ایک پیسہ بھی اپنے اور اپنے خاندان پر خرچ نہیں کیا۔''

آخری رمضان کے چند مشاہدات:

اس سال رمضان المبارک میں پے در پے ایسے واقعات پیش آئے کہ اندازہ ہونے لگا کہ آپ زندگی سے نا اُمید ہو رہے ہیں۔ رمضان سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے اپنی مصروفیات کو درمیان میں چھوڑ کر عمرہ کے لیے تشریف لے گئے، ایک روز پہلے واپسی ہوئی، اس سفر میں گردے بہت متاثر ہوئے، ڈاکٹروں کی رائے پر اپولو میں داخل کردیئے گئے، جب میں اسپتال پہنچا تو دونوں ہاتھوں میں گلوکوس کی نڈل لگی ہوئی تھی، تھوڑی دیر کے بعد اُٹھ کر بیٹھ گئے، یہ معلوم ہو چکا تھا کہ روزہ توڑا نہیں ہے، میں نے خوش طبعی کے طور پر عرض کیا یہ آپ کا اچھا روزہ ہے، گلوکوز چڑھ رہا ہے، پیاس اور ضعف کا نام و نشان نہیں اور روزہ اپنی جگہ پر باقی ہے، تو فرمانے لگے اچھا کل سے روزہ نہیں رکھوں گا، میں نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر میں نے عرض کیا ابھی گیارہ ہی بجے ہیں، آپ کچھ کھا لیجیے، گردے کی تکلیف ہے اس میں پانی کی بہت ضرورت ہے، روزہ آپ کے لیے مہلک ہو سکتا ہے، فرمانے لگے آج تو روزہ توڑتا نہیں کل کے بارے میں سوچوں گا۔ میں نے ہمّت کر کے عرض کیا کہ اتنی جلدی اپنی بات سے آپ پلٹ گئے، تو بہت زور سے قہقہہ لگایا اور فرمایا ''جب تم اپنی بات سے پلٹ رہے ہو تو میں نہ پلٹوں، تم نے کہا کل روزہ نہ رکھنا، ابھی کہہ رہے ہو آج ہی توڑ دو۔'' بچے (محمود سلمہٗ وغیرہ) مجھ سے کہنے لگے چچا آپ یہیں رہیے، آج کئی روز کے بعد ''ابویا'' نے اتنی باتیں کی ہیں اور قہقہہ لگایا ہے، اس کے بعد دو تین دن میں طبیعت سنبھل گئی اور دیو بند تشریف لے آئے۔

پندرہ رمضان کو مغرب کے بعد اچانک قلب کا دورہ پڑا، رات ہی میں دیو بند سے دلی لاکر اپولو اسپتال میں داخل کر دیا گیا، اگلے روز ظہر کے بعد بمشکل تمام ملاقات کی اجازت ملی، جس وقت میں آئی سی یو میں پہنچا ہوں، مختلف مشینیں چاروں طرف لگی ہوئی تھیں، اور بیڈ پر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے، مجھ کو دیکھتے ہی رونے لگے اور بے قابو ہو گئے اور روتے ہوئے فرمایا: ''نہ روزہ ہے، نہ نماز، نہ قرآن نہ تراویح، آخر کیا ہوگا؟'' آج تک باباؒ کی وہ بے قراری میری نظروں کے سامنے ہے جو مجھ سے بن پڑا اسی وقت عرض کرتا رہا، میں بھی روتا رہا وہ بھی روتے رہے۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد واپس آ گیا، تین چار روز میں طبیعت سنبھل گئی، ۱۹؍ رمضان کو اسپتال سے چھٹی ملی، ہم سب لوگ عشاء سے پہلے دیو بند پہنچ گئے۔ اگلے دن حسبِ معمول اعتکاف میں بیٹھ گئے۔ ۲۱؍ رمضان کو ظہر کے بعد معتکف میں میں نے جا کر عرض کیا کہ ضعف بہت بڑھ گیا ہے، گردے متاثر ہیں، قلب کا دورہ پڑ چکا ہے، ان ہی حالات میں تو روزہ کی رخصت ہے، میری بات سن کر ایک عجیب انداز سے فرمایا! ''اب اگلے رمضان کی مجھ کو اُمید نہیں ہے، اس وجہ سے مجھے روزے سے مت روکو، جب تک چل رہا ہے چلنے دو۔'' میں خاموشی سے اُٹھ کر واپس آ گیا۔

۲۹؍ رمضان کو ظہر سے پہلے حاضر ہوا تو فرمانے لگے، ظہر کے بعد میرا ارادہ ہے کہ اوپر جا کر مہمانوں سے کچھ کہوں، میں نے کہا کہنے میں تو کچھ حرج نہیں ہے، لیکن اختصار کا خیال رکھیے گا، فرمایا: ہاں! مجھ کو اس کا احساس ہے، پھر ظہر کے بعد دس منٹ کی تقریر میں پورے مجمع کو خوب رلایا، اور خود بھی روئے، اور ایک عجیب جملہ فرمایا، جس کا میرے دل پر بڑا اثر ہوا کہ ''بھائیو! اب میں زندگی سے دور اور موت سے قریب ہوتا جا رہا ہوں۔''

عید کے اگلے دن عصر کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکل رہا تھا، اطلاع ملی کہ باباؒ وہیل چیئر سے گر پڑے، دوڑتا ہوا گھر پہنچا تو دیکھا منّو (محمد) سلمہ باباؒ کے کمرے کے سامنے کھڑے ہیں، میں نے پوچھا کیا ہوا؟ منّو نے کہا سر میں چوٹ لگی ہے، پیشاب سے فارغ ہو رہے ہیں، اتنے میں باباؒ نے آواز دی، ہم لوگ اندر پہنچے تو دیکھا سر کے پچھلے حصّہ سے تیزی سے ایک ایک قطرہ خون گر رہا ہے، منّو سے فرمانے لگے جلدی سے تیمّم کی مٹّی لاؤ، عصر کی نماز پڑھوں گا، میں نے عرض کیا، خون بہہ رہا ہے تیمّم نہیں ہوگا، تھوڑی دیر رُک جائیے، خون بند ہو جائے، اس کے بعد تیمّم کیجیے گا، تو رُک گئے۔ پھر فرمایا: مولانا طلحہ صاحب کو چائے پلائی، میں نے عرض کیا جی ہاں پلا دی، کرتے کا پچھلا حصّہ تر تھا، میں نے عرض کیا ہاتھ اوپر اُٹھائیں، آپ کا کرتا اُتار دوں، فرمایا کیوں؟ میں نے کہا کہ اتنا خون لگا ہوا ہے کہ آپ کی نماز نہیں ہوگی، اس درمیان میں ایک متلی ہوئی، ہم لوگ مستقل کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح خون بند ہو جائے، مختلف قسم کی دوائیں زخم پر لگاتے رہے، اسی درمیان فرمانے لگے، مٹّی لاؤ تیمّم کروں اور عصر کی نماز پڑھ لوں، منّو مٹّی لے آئے، تیمّم کیا، میں زخم پر دوا لگاتا رہا اور خون روکنے کی کوشش کرتا رہا، اسی درمیان میں دوبارہ تیمّم کیا۔ چھوٹے بابو مدظلہ وہیں کمرے میں غسل خانے میں وضو کر رہے تھے۔ تیسری مرتبہ پھر باباؒ نے تیمّم شروع کر دیا، مجھ کو حیرت ہوئی کہ سہ بار کیوں تیمّم کر رہے ہیں؟ میں نے جھک کر باباؒ کے چہرے کو غور سے دیکھا تو وہ مجھ کو ہر طرح کے جذبات سے عاری نظر آیا، میں نے چھوٹے بابو کو آواز دی کہ جلدی آیئے! دیکھیے انھوں نے مجھ سے زور سے کہا کہ سنبھالو کہیں گر نہ جائیں، میں نے جلدی سے پیچھے سے کولی بھر لی، میرا خیال ہے دو منٹ گزرتے گزرتے ان پر مکمل بے ہوشی طاری ہو گئی، اور رات ہی میں ان کو دیو بند سے لا کر دلّی اپولو اسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ اور تین ماہ پانچ دن بے ہوشی و نیم بے ہوشی میں گزرے، بالآخر ٦؍ فروری ۲۰۰٦ء کی شام تقریباً پونے چھ بجے اپولو اسپتال میں اللہ اللہ کرتے ہوئے اپنے ربّ سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ○○

میں ان کا ذِکر کروں تو زبان سے خوشبو آئے

پروفیسر بدر الدین الحافظ (جامعہ نگر، نئی دہلی)

کوئی پچاس باون سال ہوئے ۱۹۵۳ء میں جب میں بغرض تعلیم دیوبند وارد ہوا اور پہلی بار دارالعلوم کی عظیم درسگاہ دیکھی اس وقت مولانا اسعدؒ مدنی نہ امیر الہند تھے نہ صدر جمعیۃ علماء، غالباً انھیں کوئی حضرت کے لقب سے بھی مخاطب نہیں کرتا تھا کیونکہ یہ تقریباً ۲۷ سال کا سیاہ ریش نوجوان تھا، جسے حضرت شیخ الاسلامؒ کا فرزند اور دارالعلوم دیوبند کے مدرس عربی ہونے کی وجہ سے لوگ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

یہ وہ دور تھا جب جمعیۃ علماء کے اُفق پر تابندہ ستارے اور سرگرم عمل مجاہدین قوم و وطن حضرت شیخ الاسلامؒ کے علاوہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا قاضی سجاد حسین کرتپوریؒ، مولانا سیّد محمد میاں دیوبندیؒ، اور مولانا احمد سعیدؒ تھے، مولانا اسعد مدنیؒ اس زمانے میں یا تو تدریسی مشغلہ میں مصروف رہتے یا والد محترم کے ساتھ اسفار میں جایا کرتے، آپ کا اسم گرامی جمعیۃ کے پلیٹ فارم پر اس وقت سے نمایاں ہوا جب آپ صوبہ یوپی کے جمعیۃ کے نائب صدر اور پھر صدر بنائے گئے۔

میری آپ سے اس وقت تک کوئی خاص ذاتی ملاقات نہیں تھی مگر وہ خاکسار کو مولانا مظفر الدین مرادآبادی کے بھتیجے کی حیثیت سے جانتے تھے، اگست ۱۹۶۵ء میں جب سے میرا تعلق جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں اُستاد اسلامیات کی حیثیت سے ہوگیا تو دیوبند جانے کا سلسلہ ہی ماند پڑ گیا مگر جمعیۃ علماء سے قلبی تعلق کی بناء پر الجمعیۃ اخبار کے ذریعہ آپ کی سرگرمیوں کا علم ہوتا رہا۔

۷۳ء میں جب میں علی گڑھ ایم۔ اے کرنے کے سلسلے میں مقیم تھا تو گرمیوں کی تعطیلات میں دیوبند میں مولانا وحید الزماں کیرانویؒ کے ساتھ چند روز قیام رہا، اس دوران کئی بار دارالشفاء میں حضرت مولانا سے نیاز حاصل ہوا، ابتدائی ملاقات میں جب انھیں معلوم ہوا کہ آج کل میں علی گڑھ میں زیر تعلیم ہوں تو آپ نے مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کے مسئلہ پر تفصیلی گفتگو شروع کردی اور پورے معاملہ پر روشنی ڈالتے ہوئے اس سلسلہ میں جمعیۃ کی جدوجہد کا ذکر کیا مگر ساتھ ہی اس پر بھی کبیدہ خاطر نظر آئے کہ علی گڑھ والوں نے پوری طرح ہمارا ساتھ نہیں دیا، یہ شاید پہلا ہی موقع تھا کہ میں نے مولانا مرحوم کی زبان سے علی گڑھ کے بارے میں اتنی تفصیل سنی، مجھے حیرت تھی کہ یہ دارالعلوم کے خالص عالم ہیں اور انھیں اوّل تو مسلم یونیورسٹی سے اتنی دلچسپی کیوں اور پھر اقلیتی کردار سے متعلق اتنی گہری معلومات بھی رکھتے ہیں مگر بعد کے حالات اور ان کے قومی مشاغل نے روز روشن کی طرح واضح کردیا کہ اس شخص کو ہندوستان کیا بلکہ عالم اسلام کے مسائل سے کس قدر دلچسپی ہے اور صرف مسلمان نہیں عام انسانوں کے لیے ان کی بھلائی اور خیر خواہی کے لیے کتنا بے چین رہتے ہیں، ہندوستان کے طول و عرض میں کسی جگہ فساد ہوجائے، سیلاب یا قحط کی مصیبت پڑ جائے، مولانا فوراً وہاں پہنچتے، حکام سے ملتے اور فساد زدہ لوگوں کی ہر ممکن مدد کرنے کا نظم کرتے اس کے ساتھ ساتھ ایوانِ پارلیمنٹ میں اس مسئلہ کو بھرپور طریقے سے اٹھاتے پھر غیر مسلم سیکولر ذہن کے ممبران کا تعاون حاصل کرتے ہوئے حکومت سے ضروری مطالبے کرتے۔

یہاں بہت سی باتیں جو میں اپنی پچاس سالہ یادداشت کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں اور ان کا تعلّق صرف حضرت مولانا مرحوم کی ذات سے تھا وہ یہ ہیں۔

خاکسار ۱۹۴۴ء سے ۱۹۵۳ء تک جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد میں زیر تعلیم رہا، اس ہنگامی دور میں آزادی سے قبل عمائدین جمعیہ کا جیلوں سے باہر آنا پھر ۴۷ء میں تقسیم وطن اور آزادئ ہند کے مشہور تاریخی واقعات نظروں سے گزرے، اس زمانے میں بڑی اور چھوٹی کانفرنسیں ہوا کرتی تھیں مگر ان کے عنوانات یا سیاسی نوعیت کے ہوتے یا سیرت النبیؐ کے جلسے مگر اصلاح معاشرہ کا عنوان کبھی سننے میں نہیں آیا مولانا اشفاق حسین قاسمی ناظم جمعیۃ شہر مرادآباد جمعیۃ کے بڑے سرگرم کارکن تھے، وہ ہر دوسرے تیسرے مہینہ مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری مشہور مقرر سیرت کو بلا کر شاہی مسجد میں جلسے کراتے مگر عنوان سیرت پاکؐ ہی سے متعلق ہوتا تھا، اور جہاں تک مجھے یاد ہے اصلاح معاشرہ کے جلسوں کا عنوان مولانا اسعد مدنیؒ کے زمانے میں ہی شروع ہوا، اس سے پہلے نہیں تھا، جیسا کہ آج کل اس موضوع پر جابجا جلسے ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح قادیانیت کے خلاف مناظرے وغیرہ تو ہوا کرتے تھے مگر یہ صرف حضرت مولانا مرحوم کی کوشش کا نتیجہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں تحفظ ختم نبوت کا باقاعدہ ادارہ قائم ہوا، اس سلسلہ میں لیٹریچر شائع ہوتا رہتا ہے، اور اس موضوع پر طلباء کو تیاری کرائی جاتی ہے، جلسے ہوتے رہتے ہیں، ایک مرتبہ ۹۴ء میں اس موضوع کا بڑا جلسہ بنارس میں ہوا تھا، میں ان دنوں بنارس یونیورسٹی میں پروفیسر تھا، حضرت مولانا بنارس تشریف لے گئے۔ جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب کے قریب مولانا عبدالجبار مرحوم کے مکان مدنی منزل میں قیام فرمایا۔

جامعہ اسلامیہ کے بڑے اساتذہ یا ذمہ داران حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب، مولانا اسیرؔ ادروی صاحب، مولانا عبدالمتین صاحب

اور دیگر حضرات مولانا کے ہمراہ رہا کرتے تھے، ایک دن بعد نماز عصر خاکسار کو بھی نیاز حاصل کرنے کا موقع ملا دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا آپ تو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں تھے نا یہاں کیسے، میں نے کہا آج کل بنارس ہندو یونیورسٹی میں ہوں مسکراتے رہے، خیر وعافیت معلوم کی اور بات ختم ہوئی، غالبًا دوسرے دن سہ پہر میں ردِّ قادنیت پر آپ نے پُر زور تقریر فرمائی اور اس فتنہ کے دوبارہ دہلی کے قرب وجوار میں سرگرم ہونے پر توجہ دلائی۔

ادارہ مباحث فقہیہ کا قیام مولانا سیّد محمد میاںؒ کے زمانے میں ہوا تھا مگر ان کی وفات کے بعد اس میں کوئی سرگرمی نہیں رہی تھی، مولانا اسعد مدنیؒ نے مولانا مقبول احمد سیوہاروی مرحوم کو دہلی بلا کر اس کی ذمہ داری ان کے سپرد کی اور کچھ کارکردگی نظر آنے لگی، مولانا مقبول صاحب کی علالت اور وفات کے بعد دوسرے ذمہ دار آتے رہے اور اب بھی یہ ادارہ متحرک ہے، گلی قاسم جان دہلی میں جمعیۃ بلڈنگ آپ ہی کی توجہ اور عنایات کا نتیجہ ہے، اس کے بعد بہادر شاہ مارگ پر مسجد عبدالنبی سے ملحق آراضی حاصل کر کے جمعیۃ کے شاندار دفاتر، مہمان خانے، مدنی ہال اور دیگر ضروریات کی تیاری حضرت مرحوم کا ایسا کارنامہ ہے جس پر آنے والی نسلیں فخر کریں گی، اس کی اہمیت اس نقطۂ نظر سے دیکھی جا سکتی ہے کہ نئی دہلی کی سرکاری اور غیر سرکاری عمارتوں اور وسیع شاہراہوں کے درمیان واقع ہے جس سے نہ صرف مسجد عبدالنبی کی شان میں اضافہ ہوا بلکہ نمازیوں کی تعداد بڑھی، غیر ملکی مہمانوں اور ہندوستانی حکومت کے ذمہ داروں کی جمعیۃ سے رابطہ رکھنے میں سہولت حاصل ہوئی، ہندوستان کے طول وعرض میں جمعیۃ کی تقاریب اور اجلاسوں میں شرکت کرنے کے لیے آنے والے مہمانوں کی میزبانی آسان ہوگئی۔ اس کے علاوہ کچھ حصّہ کرایہ پر دینے سے جمعیۃ کی معقول آمدنی کا ذریعہ نکل آیا۔ اسی عمارت میں قائم محمودیہ لائبریری کا عظیم ذخیرۂ کتب تشنگان علوم اور محققین کے لیے ایک بیش بہا علمی نعمت ثابت ہورہا ہے۔

الجمعیۃ اخبار اگرچہ جمعیۃ علماء کا پرانا اخبار ہے مگر درمیان میں ناسازگاریٔ حالات کا شکار رہا، اب عرصہ سے ہفت روزہ الجمعیۃ مولانا سالم جامعی کی ادارت میں پابندی سے شائع ہورہا ہے، اس اخبار کے اداریوں میں وسعت نظر عالم اسلام کے مسائل اور تنقید وتبصرے ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں، ہر سال اس کے تقریباً نصف درجن خصوصی شمارے شائع ہوتے ہیں ان میں حضرت مفتی کفایت اللہ نمبر، دینی مدارس نمبر، تحفظ شریعت کانفرنس نمبر یادگار مجلّے ہیں جو حضرت مرحوم کی فرمائش پر شائع کیے گئے۔

مسلم فنڈ کا منصوبہ صرف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کارنامہ ہے ان سے پہلے میرے علم کے مطابق کبھی جمعیۃ کے پروگرام میں شامل نہیں رہا، آج دیوبند بجنور اور کانپور میں اس کی شاخیں غریب عوام کی شاندار خدمات انجام دے رہی ہیں۔ ان گوناگوں مصروفیات کے باوجود حضرتؒ اپنے مصاحبین اور عزیزوں کی تقریبات میں شرکت فرماتے اور حضرت شیخ الاسلامؒ کی روایت کے مطابق مہر فاطمی پر نکاح پڑھانے کا فرض بھی انجام دیتے، خود خاکسار کی بڑی بیٹی کا نکاح مولانا سیّد فرید الوحیدی کے صاحبزادے ڈاکٹر سیّد عمید الوحیدی سلمہ کے ساتھ مورخہ ۱۷؍اگست ۱۹۸۲ء کو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کی مسجد میں پڑھا کر دونوں خاندانوں کو عزت بخشی تھی۔

یہ مندرجہ بالا حالات میں نے اپنے قرب وجوار کی معلومات پر مشتمل پیش کئے ہیں ورنہ ان کی وسیع تر ملکی اور غیر ملکی خدمات کا احاطہ کرنا تو میرے لیے ممکن نہیں ہے، بہر حال ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، وہ دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے، اور سب کو جانا ہے۔ خدا کرے جمعیۃ علماء کو ایسے خوش نصیب افراد ملتے رہیں جو مرحوم کے چلائے ہوئے منصوبوں کو زندہ رکھ سکیں۔

اب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے منصب پر حضرت شیخ الاسلامؒ کے دوسرے صاحبزادے حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی سلمہ رونق افروز ہوئے ہیں، آپ ایک باصلاحیت عالم باعمل اور انتظامی صلاحیت کے مالک ہیں اگرچہ سیاسی تجربہ تو نہیں ہے مگر ان کی ہوش مندی علمی صلاحیت اور حوصلہ وہمت سے پوری توقع ہے کہ جمعیۃ علماء کی معقول قیادت کے فرائض انجام دے سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جملہ شرور وفتن سے محفوظ رکھے اور قدم قدم پر حامی وناصر ہو۔ آمین! ○○

خلد آشیانی

ایوب ظفر علی گڑھ

اللہ اللہ گوشۂ جنت اور وہ باغِ جناں
روحِ اسعد مدنی اور خلدِ بریں کا آشیاں
کشمکش وہ اِک حیات وموت کی بیحد طویل
روح کو حاصل ہوا آخر سرورِ جاوداں
اللہ اللہ لب پہ جاری وہ دمِ آخر اللہ
شان یہ مومن کی ہے اور مردِ مومن کا نشاں
ایک وہ جہدِ مسلسل اِک تگ و دو تا حیات
آزمائش الجھنیں وہ اور کتنے امتحاں
دینِ حق کی سرخروئی پاسداری کا خیال
ملک وملت قوم کا اِک درد سینے میں نہاں
ظلمت و باطل سے وہ اِک معرکہ پیکار ایک
اِک صدائے حق سے ان کی گونجا سارا آسماں
دے گئے پیغام وہ فکر وعمل کا اِک پیام
کاروانِ حق رسا کا وہ امیرِ کارواں

عظیم المرتبت شخصیت

مولانا مفتی شبیر احمد صاحب
مفتی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

۷؍محرم الحرام ۱۴۲۷ھ کومغرب کی نماز کی تیاری کے لیے اذان مغرب سے تقریباً ۱۲منٹ پہلے وضو کرنے جارہا تھا حضرت مولانا مفتی سلمان صاحب کا فون آیا کہ حضرت اقدس فدائے ملت امیرالہند مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی وفات کا دردناک سانحہ پیش آ گیا ہے۔خبر سنتے ہی زبان سے اِنّا للّٰہ واِنّا اِلیہ راجعون ۔ کے الفاظ نکلے اورحضرت کی زندگی کے مختلف مناظر ذہن میں گھوم گئے، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایسے لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جن کو دنیوی سرگرمیاں اللہ تعالیٰ کی یاد سے قطعاً غافل نہیں کرتیں اور وہ تمام تر مصروفیات کے باوجود ذکر خداوندی، نماز باجماعت اور صدقہ خیرات وغیرہ اعمال صالحہ میں لگے رہتے ہیں، ہمارے حضرت فدائے ملت بھی ایسے ہی قابل رشک لوگوں میں شامل تھے، اس خاکسار نے ۳۰، ۳۵ سال سے حضرت کی زندگی کوقریب سے دیکھا، دور سے دیکھا، خلوت میں دیکھا، جلوت میں دیکھا، عمومی اجتماعات، خصوصی مجلسوں اورکانفرنسوں میں دیکھا، واقعہ یہ کہ ان جیسے عظیم المرتبت انسان دُنیا کے گوشے گوشے میں ڈھونڈے جائیں پھر بھی مشکل سے مل پائیں گے۔ احقر نے حضرت والا کی جوانی کا زمانہ بھی دیکھا ہے جب حضرت کی داڑھی اورسر کے بال میں سفیدی بالکل نہیں آئی تھی اس وقت حضرت کے اکابر اور اساتذہ باحیات تھے،لیکن بڑے بڑے مجامع اوراجتماعات میں ان کے اکابراورانھیں کے اساتذہ ان کے واسطے کھڑے ہوکران کا استقبال کرتے تھے۔

بے مثال مجاهده

نیز وہ زمانہ بھی خوب دیکھنے میں آیا کہ ایک رات میں تین تین چارچار جلسوں میں شرکت فرماتے تھے،بعض دفعہ حسن اتفاق سے اس خاکسارکوبھی حضرت کے ساتھ ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ میرٹھ، مظفرنگر کے علاقہ میں جلسوں میں ہنگامی دورہ ہورہا تھا، دوتین مدرسوں کے جلسوں سے فارغ ہوکر آخر میں مدرسہ قاسمیہ تعلیم الاسلام سٹھلہ کے جلسہ میں شرکت فرمائی، تقریباً ساڑھے تین یا پونے چار بجے صبح صادق ہوجاتی تھی، تو اوّل وقت میں اپنی جماعت الگ سے کرکے فوراً دہلی کے لیے روانہ ہوگئے اور دہلی میں صبح آٹھ بجے سے عمومی کانفرنس تھی بغیرآرام کیے سفرکرتے وقت پر دہلی پہنچ گئے اور جاتے ہی اسٹیج پر پہنچ گئے، پوری رات آرام نہیں فرمایا۔ پھر کانفرنس سے فارغ ہونے کے بعد شاید دوایک گھنٹہ آرام فرمایا ظہر کے بعد پھر پروگراموں میں شرکت شروع فرمادی۔ مجاہدہ اور جفاکشی اس طریقے سے برداشت کرنا ہر انسان کے بس کی بات نہیں، وہی کرسکتا ہے جس کواللہ تعالیٰ نے ’’اَلَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا الخ ‘‘(یعنی جو ہمارے راستہ میں جدوجہد کرتا ہے ہم اس کو اپنے راستوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں) کا مصداق بنایا ہو۔

اعتدال اور میانه روی

اوربعض مرتبہ ملک کے اندرنہایت ہنگامہ اورافراتفری کا ماحول پیدا ہوگیا کوئی جہاد کا اعلان کرنے لگا، کوئی ہندومسلم کے درمیان ہنگامہ آرائی کا راستہ دکھانے لگا، کوئی سیاسی ہتھکنڈے کے ذریعہ انسانوں کا خون بہانے کا راستہ فراہم کرنے لگا ان حالات میں آپ نہایت تحمل اورتدبر سے ایسا میانہ روی کا راستہ اختیار فرمایا کرتے تھے کہ دونوں قوموں کی طرف سے کوئی ٹکراؤ پیدا نہ ہوسکے اس طرح کے واقعات ملک کے اندران کی زندگی میں ایک دونہیں سیکڑوں سے زائد پیش آئے، ہرموڑ میں مخالف ہواؤں کا نہایت حسن تدبیر سے رخ موڑ کر درمیانی راستہ اختیار فرماتے رہتے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه و منهم مقتصد و منهم سابق بالخیرات باذن اللّٰہ ذلک هو الفضل الکبیر** ۔(سورۃ فاطرہ آیت ۳۲) (پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے بندوں میں پسند فرمایا، پھر بعضے تو ان میں اپنی جانوں پرظلم کرنے والے ہیں اوربعض ان میں سے بیچ کی چال پر ہیں اوربعضے ان میں وہ ہیں جو خدائی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کئے چلے جاتے ہیں) اس آیت کے مطابق سیاسی معاملات میں آپ میانہ روی کا راستہ اپناتے تھے۔

بیک وقت سیاست اور بزرگی

دنیا میں ایسے انسان بہت ملتے ہیں کہ عبادت وریاضت کی لائن میں یکسو ہیں، ملی اورسیاسی سرگرمیوں سے ان کا کوئی تعلّق اورواسطہ نہیں پڑتا، اسی طرح

ایسے لوگ بھی بے شمار ملیں گے جن کا تعلّق صرف سیاسی سرگرمیوں سے ہوتا ہے لیکن ایسے انسان پورے عالم میں خال خال ملتے ہیں جو بیک وقت عبادت و ریاضت میں سابق بالخیرات کے مصداق بنے رہیں، اور ملی اور سیاسی سرگرمیوں میں **ومنھم مقتصد** ۔ کے مصداق بنے رہیں، احقر نے حضرت کو قریب سے دیکھا کہ سیاسی سرگرمیوں اور سیاسی اسفار کے دوران نماز باجماعت اور نمازوں میں مسنون قرأت کی پابندی اور چلتے سفر میں تہجد کی پابندی اور ذکر و معمولات کی پابندی میں کسی قسم کی کمی آنے نہیں دیتے تھے۔

ایک دفعہ ایک پروگرام سے فارغ ہونے کے بعد صبح صادق ہوتے ہی اپنی نماز الگ پڑھ کر دوسری جگہ کا سفر تھا، اس نااہل کو امام بنا دیا گیا احقر نے فجر کی نماز میں سورۂ فیل اور سورۂ اخلاص کے ساتھ نماز پڑھا دی اور ذہن میں یہ تھا کہ سفر کی عجلت ہے سلام پھیرتے ہی فرمایا ''قاری صاحب کیا عجلت تھی اتنی مختصر قرأت کیوں ہوئی؟'' ساتھ میں حضرت اقدس حضرت مولانا رشید الدین حمیدیؒ بھی موجود تھے انھوں نے فرمایا، مفتی صاحب آپ کو معلوم ہے کہ حضرت والا سفر میں بھی مسنون قرأت کی پابندی فرمایا کرتے ہیں۔

سیاسی حکمتِ عملی

حضرت والا کی سیاسی حکمتِ عملی ملک اور بیرون ملک میں شہرت یافتہ رہی ہے، جس سے مسلم غیر مسلم اکثر و بیشتر لوگ واقف ہیں، ایک واقعہ یہاں نقل کرتا ہوں جس سے ناظرین آپ کی سیاسی بصیرت اور دُور اندیشی کا بآسانی اندازہ لگالیں گے، ۲۰۰۱ء میں جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی طرف سے پشاور (پاکستان) میں ڈیڑھ سو سالہ دارالعلوم دیوبند کانفرنس منعقد ہوئی، اس وقت امریکہ کی نگاہ افغانستان کے اوپر بہت سخت تھی اور ادھر مسئلہ کشمیر کی وجہ سے ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تعلّقات نہایت خراب اور خطرناک تھے۔ دونوں حکومتوں کی انٹلیجنس کے لوگ پشاور میں حضرت کے بیان کے انتظار میں تھے کہ مسئلہ کشمیر سے متعلق کیا بیان دیتے ہیں؟ حضرت کا بیان ایک بجے رکھا گیا تھا لیکن دوسرے مقررین کے بیانات کا سلسلہ ایک بجے سے تجاوز کر چکا تھا، اس کے بعد حضرت کا نمبر آیا جب حضرت کے بیان کا اعلان ہوا تو ٹھاٹھیں مارتے ہزاروں انسانوں کے مجمع میں عجیب وغریب حرکت پیدا ہوگئی اور دیر تک آپ کے استقبال میں نعرۂ ہائے تکبیر بلند ہوتے رہے، نیز ہر طرف سے آپ کا بیان نوٹ کرنے والے سرکاری اور غیر سرکاری کارندے اور تمام دنیا کے ذرائع ابلاغ کے لوگ مستعد تھے۔ حضرت نے اطمینان کے ساتھ مائک پر پہنچ کر فرمایا: میرے بیان کا وقت ایک بجے کا تھا، اور ایک بجے کے بعد دُعا ہونی تھی اب ایک کے بجائے ڈیڑھ بج چکا ہے میرے بیان کا وقت ختم ہو چکا ہے، اور وقت کی پابندی ضروری ہے اس لیے وقت کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنا بیان موقوف کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس اجلاس کو کامیاب فرمائے اور امت کے لیے خیر کے راستے نکالے۔ **وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین** ۔ آپ کے یہ الفاظ سن کر اجلاس میں سناٹا چھا گیا، اور دونوں حکومتوں کے انٹلی جنس کے لوگ حیران رہ گئے اور اخبار والوں نے حضرت کے بیان کو اُچھالنے کے لیے جو ذہن بنا رکھا تھا وہ سب ہاتھ ملتے رہ گئے، مگر اس کے بعد اسی دن شب میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں بیان ہوا اور مسلک دیوبند اور مسلک امام ابوحنیفہ پر آپ نے نہایت پُرمغز تفصیلی خطاب فرمایا۔

ہندوستان اپنے قائد سے محروم

حضرت کی ذات ہندوستانی مسلمانوں کے لیے ایک عظیم الشان ڈھال تھی۔ ان کے بعد ہندوستان کے مسلمان اپنے عظیم قائد سے محروم ہو گئے ہیں، آپ کے سانحہ وفات کے بعد موافق مخالف ہر طرح کے لوگ ایسا خلا محسوس کر رہے ہیں کہ اُن کی جگہ پُر کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا جب بھی ہندوستان میں اسلام سے متعلق سامراجی ذہنیت کی طرف سے کوئی حملہ ہوتا تو اس کے مقابلہ کے لیے سب کی نگاہیں آپ ہی کی طرف اُٹھتی تھیں، اور آپ ہر موڑ پر پیش قدمی کر کے فتنوں کا راستہ روکنے کی کوشش فرماتے تھے۔ اُتر پردیش میں جب گپتا حکومت نے مساجد اور مدارس پر ایسی پابندیاں لگائی تھیں جس سے حکومت کی اجازت کے بغیر آئندہ نہ کوئی مسجد بن سکتی تھی اور نہ کوئی مدرسہ، تو حضرت والا کی قیادت میں رام لیلا گراؤنڈ دہلی میں سیاسی، غیر سیاسی دس گیارہ لاکھ کا مجمع جمع ہو گیا اور حکومت کو وہ قانون ٹھنڈے بستہ میں ڈالنا پڑا۔ اسی طرح بی جے پی کے دور حکومت میں قرآن کریم کی سورۃ توبہ کی آیتوں کی ترمیم کا شوشہ چھوڑا گیا تھا تو آپ کی قیادت میں ہر صوبہ اور ہر ضلع میں احتجاج ہوا اور قرآن کریم کے خلاف آواز اُٹھانے والوں کو خاموش ہونا پڑ گیا، اور ابوغریب جیل میں قرآن کریم کی بے حرمتی جو امریکی فوجیوں کے ذریعے کی گئی تھی اس کے خلاف ملک گیر انداز میں تحریک چلائی گئی، نیز مرارجی دیسائی کے زمانہ میں ملک وملت بچاؤ تحریک چلائی وغیرہ وغیرہ، حضرت کی خدمات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ یہ مختصر مضمون اس کا احاطہ نہیں کر سکتا اس کے لیے سیکڑوں صفحات بھی ناکافی ہوں گے، دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو بے حد قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

جامعہ عربیہ ناصر العلوم قصبہ کانٹھ ضلع مرادآباد (یوپی) انڈیا

قصبہ کانٹھ شہر مرادآباد سے دھامپور شاہراہ پر ۳۲ کلومیٹر کے فاصلے پر آباد ہے۔ علاقہ مسلم گھنی آبادی پر مشتمل ہے۔ پورا علاقہ جہالت کی بنا پر شرک و بدعات میں مبتلا تھا جس کی وجہ سے عقائد اسلام معدوم سے ہورہے تھے، لہٰذا قصبہ کے چند اہل فکر لوگوں کو اس کا احساس ہوا اور بدعات و رسومات کے قلع قمع کیلئے ایک تعلیمی ادارے کے قیام کا احساس بیدار ہوا۔ چنانچہ ۱۹۳۵ء میں بدست استاذ المحدثین حضرت علامہ مولانا **محمد حیات** صاحب، استاذ العلما حضرت مولانا **شیخ عبدالحق مدنی** مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد اور فخر المحدثین حضرت مولانا **سیّد فخر الدین** صاحب نوراللہ مرقدہم قیام عمل میں آیا۔ ان اکابر ملت اور اہل قصبہ کے اس وقت کے معاونین حضرات کا پرخلوص یہ عمل امت کے خوب کام آیا اور مدرسہ کا قیام خوب سے خوب تر سودمند ثابت ہوا۔ جامعہ ہٰذا سے علاقہ میں ترویج اشاعت وسنت کی نمایاں خدمات رونما ہوئیں۔ الحمدللہ علیٰ ذالک!

ایک اہم قابلِ توجہ ضرورت

جامعہ ہٰذا ۱۹۳۵ء میں قائم ہوا۔ مدرسہ کی مکمل تعمیر مٹی کی کی ہوئی ہے اور قدیم طرز پر ہے۔ اب بوسیدہ ہونے کی وجہ سے عمارت کہیں کہیں سے ٹوٹنے اور گرنے بھی لگی ہے۔ بار بار مرمت بھی کرائی گئی مگر کامیاب نہ ہوئی، لہٰذا پورے مدرسہ کی تعمیر جدید کی اشد ضرورت ہے۔
اہل خیر حضرات اس کی طرف توجہ فرمائیں نیز انفرادی یا اجتماعی طور پر تعاون فرمائیں یا اشیائے تعمیر کی شکل میں تعاون فرمائیں یا اپنے والدین اور دیگر اعزا کے ایصالِ ثواب کے لیے کمرہ بنائیں یا کمروں کی تعمیر میں حصہ لیں۔

جامعہ عربیہ ناصر العلوم ایک نظر میں

سن قیام	۱۹۳۵ء
تعداد مدرسین وملازمین	۲۲
تعداد مدرسہ میں مقیم طلباء جن کی واجبی کفالت بذمہ مدرسہ ہے	۱۰۵
تعداد درجہ حفظ (امسال اس شعبہ سے ۱۵ طلباء فارغ ہوئے)	۶۵
تعداد درجہ تجوید (امسال اس شعبہ سے ۱۳ طلباء فارغ ہوئے)	۳۲
قیام گاہیں برائے طلباء (کچھ طلباء درسگاہوں میں بھی رہتے ہیں)	۱۰
گودام: ۱، مطبخ: ۱، اہتمام: ۱، محاسبی: ۱، درسگاہیں: ۱۶	
کل طلباء وطالبات (جو مقامی وقرب وجوار کے بچوں پر مشتمل ہیں)	۸۰۰
عربی تعلیم (بہ نصاب دارالعلوم دیوبند)	تا سال پنجم وششم عربی
پرائمری درجات (حکومت اترپردیش سے منظور شدہ)	۵ تک

ملت اسلامیہ کی قدآور شخصیات جو مدرسہ تشریف لائے اور اپنے گراں قدر مشوروں سے نوازا

● شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ ● حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ● حضرت مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ ● حضرت مولانا سیّد فخرالدین صاحبؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند ● حضرت مولانا علامہ محمد حیات صاحب سنبھلیؒ ● حضرت مولانا عبدالحق مدنیؒ ● حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہٗ صاحبزادہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہ ● حضرت فدائے ملت امیر شریعت ہند مولانا سیّد اسعد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند جو تاحیات جامعہ ہٰذا کے سرپرست بھی رہے۔

ملت اسلامیہ سے مخلصانہ اپیل

جامعہ ہٰذا ملک کے اکابر علماء ومشائخ کا معتمد دینی، تعلیمی قدیم ادارہ ہے اور اپنے زمانے کے مشہور ومعروف بزرگوں کی تائید وتوثیق حاصل ہے۔ اوپر "ایک قابل توجہ ضرورت" عنوان کے تحت جو توجہ دلائی گئی ہے وہ اشد ضروری ہے اور مدرسہ فی الحال روزمرہ کی ضروریات کی وجہ سے مقروض ہے۔ چونکہ مدرسہ کی کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے۔ صرف اور صرف امداد پر انحصار ہے اور علاقے کے طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر اساتذۂ کرام کا اضافہ بھی ناگزیر ہے۔ لہٰذا اصحاب خیر امت سے گزارش ہے کہ مذکورہ بالا ضروریات کے پیش نظر اپنی استطاعت کے مطابق مدرسہ کا تعاون فرمائیں گے۔ دین حق کے متلاشی اور ملت سے ہمدردی رکھنے والے حضرات کے لیے یہ ایک سنہرا موقع ہے۔ امید ہے کہ توجہ فرمائیں گے۔ پوری ذمہ داری کے ساتھ وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کے تعاون کا ایک ایک پیسہ جائز اور صحیح مصرف میں خرچ ہوگا انشاءاللہ العزیز۔

جامعہ هذا کا سالانہ صرفہ ۱۲ لاکھ روپیہ ہے جو صرف فضلِ خداوندی اور اہل خیر حضرات کے پرخلوص تعاون سے ہی پورا ہوتا ہے۔ جزاهم اللّٰہ خیر الجزا۔

الداعی الی الخیر
(مولانا مفتی) **بلال احمد قاسمی شیرکوٹی** صدر المدرسین ومفتی
و دیگر اراکین کمیٹی جامعہ عربیہ **ناصر العلوم** قصبہ کانٹھ ضلع مرادآباد، یوپی انڈیا

(Maulana Mufti) **BILAL AHMAD** Qasmi Sherkoti, Sadar Mudarris/Mufti
And Members of Committee **JAMIA ARABIA NASIRUL ULOOM**
Qasba KANTH, Distt. MORADABAD (U.P.) INDA
Ph. **0591 - 2220071** Mob. **9412512417**

جانشین شیخ الاسلامؒ فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا السید اسعد مدنیؒ

ایک جامع شخصیت

مفتی السیّد محمد مظہر اسعدی، پاکستان

سنت اللہ یہی ہے کہ کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج واشاعت اور نفاذِ اسلام کا کام اللہ نے ہمیشہ اپنے مقبول بندوں سے لیا۔ روزِ اوّل سے لوگوں کی ہدایت اور ظالم وجابر قوتوں سے ٹکرانے کے لیے انبیاء ورسل کی آمد ورفت کا سلسلہ رہا۔ یہاں تک کہ آپ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اللہ نے آپؐ کو دین کامل واکمل عطا فرمایا اور غلبۂ اسلام ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ ربّ العزت نے نبوت والے کام کو آپؐ کی امت کے علماء ربانیّین کے مقدّر میں کردیا۔ کیونکہ آپؐ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

علماء ربانیّین اس آیت مبارکہ ''عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا'' کے مصداق ہوتے ہیں اوران حضرات کا سایۂ عاطفت خلقِ خدا کے لیے باعثِ رحمت ہوتا ہے۔ جیسے سرزمینِ ہند میں صدیوں پہلے سکھوں اور مشرکوں کے نظام ظلم کا دور دورہ تھا۔ انسانیت ضلالت وگمراہی کے سیلاب میں بہہ رہی تھی۔

ہند میں حضرت خواجہ اجمیریؒ کی آمد!

اللہ ربّ العزت نے اس وقت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اوران کے فیض یافتہ علماء سے دعوتِ دین کا کام لیا۔ ان کے اخلاقِ عالیہ اور مجاہدانہ کردار سے لاکھوں افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔

کچھ صدیوں کے بعد جب اس سرزمین پر تجارت کے نام سے انگریز عیار قابض ہوا تو وقت کے مسلم حکمرانوں کی غفلت و بے حسی کو دُور کرنے کے لیے اور عوام کو باشعور بنانے کے لیے اللہ نے مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کو اس کام کے لیے منتخب فرمایا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی محنت!

حضرت سرہندیؒ کی جماعت نے عوام سے لے کر شاہی ایوانوں کے ذمہ داروں تک کی نظریاتی، فکری اور عملی زندگی کی تربیت فرمائی۔ جس کے نتیجہ میں دربارِ شاہی سے عظیم مجاہد اورنگ زیب عالمگیر پیدا ہوا۔ اور عوام میں سے سینکڑوں علماء حق پیدا ہوئے۔ بالخصوص ان کے طریقۂ تربیت اور تعلیمات کے امین و وارث حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ نے دلّی کے علاقہ میں ''مدرسہ رحیمیہ'' کی شکل میں عظیم علمی وروحانی مرکز قائم کیا۔

امام الحکمتؒ اور ان کی جماعت!

آپ کے بعد آپ کے عظیم فرزند امام الحکمت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس ادارہ کو شریعتِ نبویؐ کے مطابق چلایا۔ آپ ہی کی شخصیت نے امتِ مسلمہ کی ہرمحاذ پر رہنمائی فرمائی۔ بالخصوص علمِ حدیث کی اشاعت اور دینِ اسلام کو بطور نظام کے متعارف کرایا۔

آپ نے ہی آنے والے انقلابات کے اسباب وعوامل سے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ امام الحکمت کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ کام آپ کے جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے لیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے لائق وفائق حقیقی بھائیوں کے تعاون سے انگریز کی ظالمانہ وجابرانہ کارروائیوں سے نپٹنے کے لیے ہندوستان کو ''دارالحرب'' قرار دیا۔

اپنے والدِ گرامی کی تحریری وتقریری محنت کو منظم ومدوّن کر کے تربیت یافتہ نظریاتی وفکری زندگیوں کو سامراجی وطاغوتی طاقتوں کے خلاف بصورتِ تحریکِ جہاد نبرد آزما کردیا۔

اس تحریک کی قیادت وسیادت دینِ اسلام کے عظیم روحانی پیشوا حضرت سیّد احمد شہیدؒ نے فرمائی۔ جبکہ امامت آپ کے تربیت یافتۂ خاص اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے حقیقی بھتیجے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے کی۔

ان علماء حق ومجاہدینِ اسلام نے اپنے وطن کی آزادی اور غلبۂ اسلام کے لیے اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

سرزمینِ دیوبند کی قبولیت!

اِن کے بعد بظاہر علماء ربانیین کا وجود بہت قلیل ہوگیا۔ عامۃ الناس کو ظالم کی قوت کا عروج نظر آیا ایسے قحط الرجال کے زمانہ میں اللہ ربّ العزت نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے دعوتِ الی اللہ اور غلبۂ اسلام کا کام بصورتِ تحریک، دارالعلوم دیوبند لیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں بزرگوں کی تربیت ومجاہدانہ کردار

کی سرپرستی سیّدالطائفہ حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے کروائی۔

مقامِ شیخ الہندؒ!

ان کی محنت اور ہمہ قسم کی قربانیوں کو اللہ نے وہ شرف قبولیت بخشا کہ مذکورہ تینوں بزرگوں کی آغوش تعلیم وتربیت سے اس وطن کو انگریز شاطر کے آہنی پنجے سے آزاد کرانے اور مظلوم لوگوں کی دینی، علمی، اخلاقی روحانی، معاشرتی اور سماجی تربیت کے لیے دُنیائے اسلام کے نامور فرزند، عالمِ ربانی اور مجاہدِ عظیم محمود حسن دیوبندی کو پیدا کیا۔ جن کو دنیا ''شیخ الہند'' کے نام سے جانتی پہچانتی ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کے مجاہدانہ کردار اور تعلیم وتربیت کے ماحول، آپ کی ذہانت وذکاوت اور آپ کے لائق وعظیم شاگردوں کو دیکھ کر معاصرین زمانہ آپ کو ''ابوحنیفہ ثانی'' کہنے پر مجبور ہوگئے۔

جہاں ایک طرف آپ کے حلقۂ تعلیم وتربیت سے محدّث، فقیہ، کامل صوفیا، مجاہدینِ اسلام اور عظیم دانشور پیدا ہوئے۔ جیسے حضرت مولانا سیّد انور شاہ کاشمیریؒ، حضرت مفتی کفایت اللہؒ، حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ، امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ، شیخ العرب والعجم حضرت سیّد حسین احمد مدنیؒ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور بانیٔ تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ، امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ۔

وہیں دوسری طرف آپ کے مجاہدانہ کردار سے ظالم وجابر انگریزی قوت اتنی کمزوری ہوگئی کہ انگریزی حکومت کے ڈکٹیٹر ہندوستان کو آزاد کرنے پر مجبور ہوگئے۔

ایسے نازک حالات اور حساس زمانہ میں حضرت شیخ الہندؒ کی زندگی نے وفا نہ کی۔ آپ اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو چل دیئے۔

الامام المجاهد فی سبیل الله جانشین شیخ الہندؒ!

ان کے بعد حق جل مجدہٗ نے آپ کی جانشینی جیسے عظیم منصب اور آپ کے مشن کی تکمیل کے لیے آپ کے شاگردوں میں سے جس جلیل القدر شاگرد کو چنا۔ اس کے بارے میں آپ اپنی زندگی میں ہی فرما چکے تھے کہ ''وہ میرے قلب وجگر کی دھڑکن کے مانند ہے'' اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قلب وجگر کو جسم میں مرکزی حیثیت حاصل ہے اور رئیس الاعضاء کا مقام حاصل ہے۔

اللہ کریم نے حضرت شیخ الہند کی فرمائی ہوئی تشبیہ کے مطابق حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی جانشینی کے لیے منتخب کیا۔

اس انتخاب کی توصیف کا اظہار اللہ تعالیٰ نے آپ کے معاصرین زمانہ امتِ مسلمہ کے علمائے کرام سے بھی کرالیا یہی وجہ ہے کہ آپ کو متفق علیہ ''جانشین شیخ الہند'' کہا جاتا ہے۔

جس عظیم مشن کے فکر کی بنیاد حضرت مجدد الف ثانی اور امام الحکمت شاہ ولی اللہ نے رکھی اور جس تحریک کا عملاً آغاز حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے کیا، جس مشن کے لیے ہزاروں نفوسِ قدسیہ شہید ہوئے۔ اس کی تکمیل اللہ نے حضرتِ اقدس شیخ الاسلامؒ کے زمانہ میں کروادی۔

انگریز ظالم وجابر آپ کے زمانہ میں ہی ہندوستان کو چھوڑ کر چلا گیا۔ تواضع وبے نفسی کے کوہِ گراں حضرت سیّد مدنیؒ نے تقسیمِ ہند کے بعد مجبور ومظلوم ومحروم وبے سہارا مسلمان (جو تقسیمِ ملک کی وجہ سے ہر طرح کی اپنی اجتماعی قوت کھو چکا تھا) کی کفالت وسرپرستی اس طرح فرمائی جس طرح کہ حقیقی والد اپنی حقیقی اولاد کے لیے فکرمند ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ آپ اس فکر وغم والم میں ۱۹۵۷ء میں اس دارِفانی سے رحلت فرماگئے۔

انتخاب جانشینِ شیخ الاسلام!

آپ کے بعد سرزمینِ ہند کے عظیم محدّث، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ نے آپ کے عظیم ولائق وفائق بڑے فرزند حضرت مولانا السیّد اسعد مدنی کو آپ کے بیسیوں خلفاء کے باہمی مشورہ واتفاق رائے سے آپ کا جانشین قرار دیا۔

خطاب ''فدائے ملت'' کا پس منظر!

اس جانشین کی شخصیت ایسے شجر سایہ دار کی سی تھی جو ساری امت کے لیے رحمت تھی بلاشبہ جہاں وہ امتِ مسلمہ کے لیے شیخ طریقت رہبر شریعت تھے تو وہاں ایسے عالمی مسلم رہنما تھے جو زندگی کے ہر شعبے میں پوری امت کی رہنمائی فرماتے رہے آپ مجاہدانہ عزم وحوصلہ رکھنے والے قومی قائد بھی تھے اپنی جان کو خطرات میں ڈال کر خدمتِ خلق ان کا شیوہ تھا۔

آپ کے اسی کردار کی عظمت کی وجہ سے ہندوستانی مسلمان آپ کو ''فدائے ملت'' کے لقب سے پہچانتا ہے۔

حضرت امیرالہندؒ میں بحمداللہ جہاں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کی حرّیت فکر تھی وہاں شیخ الاسلام حضرت سیّد حسین احمد مدنیؒ کا زہد وتقویٰ بھی تھا مفتیٔ اعظم مفتی کفایت اللہؒ کی دُور اندیشی بھی تھی مجاہدِ ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰنؒ کی مجاہدانہ شان بھی تھی تاہم ان خوبیوں کے ساتھ خالقِ کائنات نے موصوف کو نہایت منکسر المزاج اور متواضع رہنما کی صفات سے بھی متصف فرمایا تھا ان اوصافِ جمیلہ سے متصف ہونے کی وجہ سے وہ لوگوں سے بڑی انکساری اور کھلے دل ودماغ سے پیش آتے تھے۔

حضرت امیرالہند اکابر کے جامع کردار کے وارث اوران کے کارناموں کے امین تھے ہندوستان وبیرون ہندوستان ان کی خدماتِ جلیلہ کے نقوش

کچھ اس طرح سے ثبت ہیں کہ مخالفین وحاسدین اور دُشمنانِ اسلام کی ریشہ دوانیاں بھی اُن کو نہیں مٹا سکیں۔

امیرِ ہندؒ کا اجمالی تعارف!

آپ کی ان عظیم خدمات، مجاہدانہ کارناموں اور قومی وملّی وسماجی قربانیوں کی وجہ سے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ جانشینِ شیخ الہند کے عظیم فرزند کا تعارف اور ملی وسماجی خدماتِ جلیلہ کا اجمالی تذکرہ ارشادِ خداوندی ''پیروی کرو اس شخص کے راستے کی جس نے میری طرف رجوع کیا'' کے تحت ملک وملت کے ہر فرد کی فکر ونظر کو جلا بخشنے کے لیے کریں۔

تاریخ پیدائش!

۶/ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ بمطابق ۲۷/ اپریل ۱۹۲۸ء بروز جمعۃ المبارک۔

مقام ولادت!

بچھراؤں مضافات دیوبند ضلع سہارنپور

اسمِ گرامی!

آپ کا نام والد ماجدؒ نے ''اسعد'' رکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ کے معلم اوّل، صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا اسعد بن زُرارہؓ کے نام کی نسبت سے یہ نام رکھا گیا۔

تعلیم و تربیت!

بچپن میں ہی آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا تھا۔ حضرت شیخ مدنیؒ کو ظالم حکومت نے جیل بھیج دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ والدہ کا سایہ سر سے اُٹھ جانا معمولی بات نہیں تھی۔ پھر والد بزرگوار کا اسیر ہوجانا مزید برآں۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے اپنے مریدِ خاص وابتدائی مدرسہ کے اُستاذ قاری اصغر علیؒ کو لکھا کہ ''اسعد کی والدہ اور والد آپ ہی ہیں، اوپر خدا ہے اس کے سپرد کرتا ہوں نہ کوئی بڑی بہن ہے اور نہ ہی کوئی بھائی۔''

فدائے ملت کے استادِ اوّل اور حضرت شیخ الاسلامؒ کا تعلّق!

حضرت قاری اصغر علی مرحوم ومغفور کو حضرت مدنی سے بے پناہ تعلّق تھا۔ یہاں تک کہ بیماری میں عام طور پر لوگ خانقاہ سے گھر کو جایا کرتے اور حضرت قاری صاحبؒ بیماری میں گھر سے دیوبند آیا کرتے تھے۔

قاری صاحب کی طبیعت میں غصّہ بہت تھا۔ لیکن مدنی منزل خانقاہ مدنیہ میں رہتے رہتے اور حضرت مدنی کی خدمت کرنے سے بہت نرمی اختیار کرنے لگے تھے۔ حضرت سیّد مدنی سمجھایا کرتے تھے کہ قاری صاحب کمال یہ ہے کہ حسنِ اخلاق سے لوگوں کو اپنا بنائیں نہ کہ بری عادت کا ثبوت دے کر لوگوں کو بھگائیں قاری صاحب فرمایا کرتے تھے، خدا حضرت شیخ کے مراتب میں ترقی کرے مجھے آپ کی ذاتِ گرامی سے بہت فائدہ پہنچا۔

حضرت قاری اصغر علیؒ اور حضرت شیخ الاسلامؒ کے مابین جو تعلّق تھا وہ غیر منفک تھا۔ اڑتیس سال تک حضرت قاری صاحبؒ نے حضرتِ اقدس سیّد مدنی کے آستانہ پر خدمت انجام دی۔ اس دوران کبھی کسی کو آپ کی نیت پر عدمِ اطمینان تو درکنار شبہ بھی نہیں ہوا۔ اس بات سے دارالعلوم کے اربابِ حل وعقد سمیت تمام متعلقین اور حضرت اقدس مدنیؒ سے تعلّق رکھنے والے سبھی حضرات خوب واقف ہیں۔

حضرت قاری اصغر علیؒ کا اندازِ تربیت!

امیر الہند حضرت مولانا السیّد اسعد مدنی جب ایام طفولیت میں تھے تو تربیت کے لیے صرف ایک ذات قاری اصغر علیؒ کی تھی۔ قاری صاحبؒ حضرت امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس ماں کی طرح لے کر بیٹھتے تھے اور ماں کی طرح ہی ضروریاتِ طبعیہ کا خیال رکھتے تھے اور قاری صاحب کبھی بھی اس خدمت سے تنگ دل نہ ہوئے۔ ظاہر ہے کہ اس خدمت کے پیشِ نظر حضرت شیخ الاسلامؒ کا اعتماد وبھروسہ بڑھتا ہی گیا۔ بچپن سے لے کر طالب علمی کے زمانہ تک قاری صاحبؒ نے ہی تربیت فرمائی۔

حضرتِ اقدس امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ بھی ادب واحترام اور تعمیلِ ارشاد اسی طرح سے کیا کرتے تھے جیسے کرنا چاہیے تھا۔ حضرت قاری صاحبؒ فرمایا کرتے تھے۔ ''اسعد سے آج بھی مجھے ایسی محبت ہے جیسے اولاد سے ہوا کرتی ہے۔ بچپن میں مارتا بھی تھا اور پیار بھی کرتا تھا۔ جوان ہونے کے بعد بوقتِ ضرورت ڈانٹتا ہوں۔ تو اسعد اپنی حیاء کامل کی وجہ سے نظر نیچی کرلیتا ہے۔''

تعلیمِ قرآن اور ابتدائی کتب عربی آپ نے حضرت قاری اصغر علی مرحوم سے ہی پڑھیں۔ بقیہ تعلیم دورہ حدیث تک علم وحکمت کے مخزن دارالعلوم دیوبند میں ۱۹۴۹ء میں مکمل کی۔

آپ کے چند مشہور اساتذہ کرام

دورہ حدیث: والدِ گرامی حضرتِ اقدس سیّد حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ۔

تدریس: آپ اپنی مادرِ علمی میں ہی فراغت کے بعد تقریباً چھ سال متوسط درجات کے کامیاب مدرس رہے۔

امیرِ ہند کی سیاسی زندگی کا آغاز!

حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہٗ، مجاہدِ ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی وفات حسرت آیات سے جمعیۃ علمائے ہند اور مسلمانانِ عالم میں جو خلاء پیدا ہوا تھا اس کو حضرت مولانا السید اسعد مدنی نے اپنے تقویٰ و

مجاہدانہ کردار سے اس طرح پُر کیا۔ کہ جب ۱۹۶۳ء میں جمعیۃ علمائے ہند کے ناظم عمومی بنائے گئے تو پورے ملک میں جمعیۃ کی شاخوں کا جال بچھا دیا۔ اس کے تمام شعبوں کو اتنا جاندار اور فعال بنا دیا کہ جمعیۃ کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ حضرت شیخ الاسلامؒ اور حضرت مجاہدِ ملت کے بعد لگتا تھا کہ اکابر کا لگایا ہوا یہ پودا مرجھا جائے گا۔ لیکن حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے نا صرف یہ کہ اس پودے کو اپنے خونِ جگر سے سینچا بلکہ تناور درخت بنا دیا۔

مجاہدِ ملت مولانا حفظ الرحمٰن ہندوستانی پارلیمنٹ کا الیکشن اس لیے لڑتے تھے کہ ایوانِ حکومت میں مسلمانوں کی ترجمانی کرسکیں۔ ان کے انتقال پُر ملال کے بعد پارلیمنٹ میں مسلمانوں کی ترجمانی کرنے والا کوئی نہ رہا۔

۱۹۶۸ء میں فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستانی پارلیمنٹ (راجیا سبھا) کی رکنیت قبول فرمالی۔

تاریخ شاہد ہے کہ ایوانِ حکومت حضرت موصوف کی وجہ سے حق و صداقت کی آواز سے کس طرح گونجتا رہا۔ وہ فرقہ وارانہ فسادات کا مسئلہ ہو یا مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کی تحریک ہو یا بابری مسجد کا قضیہ نا مرضیہ ہو۔ ہر مسئلہ پر حضرت موصوف دوٹوک رائے کا اظہار کرنے سے نہیں گھبراتے تھے۔

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی مدّ ظلہٗ نے اسلاف کے سچے جانشین اور اکابر کے ورثے کے رہنما ہونے کے ناطے جمعیۃ علمائے ہند کے وقار اور اس کے اثرات میں ہی اضافہ نہیں کیا بلکہ اس کے وسائل و ذرائع میں بھی اتنا اضافہ کیا کہ کسی ناگہانی آفت کے آجانے پر چندہ وصول ہونے سے پہلے ہی جمعیۃ علمائے ہند بروقت متاثرین کی خدمت انجام دے دیتی ہے۔

امیرِ ہند کی وسعتِ ظرفی!

اتنے اوصاف سے متصف اور اکابر کے عظیم ورثہ کے رہنما ہونے کے باوجود اس حالت میں کہ جمعیۃ علمائے ہند اور مولانا سیّد اسعد مدنی لازم وملزوم یا یک جان دو قالب تھے حضرت موصوف کا مزاج غیر معمولی طور پر شورائی تھا جمعیۃ کے تمام فیصلے مجلس عاملہ کے اراکینِ محترم کے صلاح ومشورہ سے ہوتے تھے اور مجلسِ عاملہ کے اجلاسوں میں بعض اوقات حضرت والا کی آراء سے اختلاف بھی کیا جاتا تھا مگر اس اختلافِ رائے کے باوجود تمام فیصلے اتفاق رائے یا کثرت رائے سے کیے جاتے تھے۔

امیرِ ہندؒ میں قومی و ملی خدمت کا جذبہ!

آپ بحمد اللہ اپنے والدِ گرامی حضرت شیخ الاسلامؒ کے سچے جانشین تھے اس لیے ملی امور یا مسلمانوں کے مسائل میں کبھی مصلحت کوشی سے کام نہیں لیتے تھے اس خصوصیت کی وجہ سے وہ ملک بھر کی تمام سیاسی پارٹیوں میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے پورے ملک میں حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہی تھی جو فرقہ پرستی کے خلاف ملک کی تمام سیکولر پارٹیوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرسکتی تھی۔

حضرت مولانا السیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو قدرت نے تعمیری ذہن بخشا تھا اس لیے ان کو تعمیرات سے بھی خصوصی شغف تھا۔ مدنی ہال کی شاندار عمارت اور مسجد عبد النبی کے اطراف کی خوبصورت عمارتیں ان کے اس ذوق کا مظہر ہے۔ جمعیۃ علمائے ہند فرقہ وارانہ فسادات کے متاثرین کی امداد وآباد کاری کا کام اگرچہ پہلے بھی کرتی رہی ہے لیکن فدائے ملت حضرت السیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ امارت میں جتنے بڑے پیمانے پر یہ کام جاری ہوا اس کی مثال بھی جمعیۃ کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

امیرِ ہند کی خدماتِ جلیلہ کا اجمالی تذکرہ!

تقسیم ہند کے ہولناک نتائج سے امتِ مسلمہ پر جو قیامت ٹوٹی، وہ ہر کس وناکس پر عیاں ہے۔ تقسیم ہند کے تاریک ایام میں ہندوستانی مسلمانوں کو جن بڑے مسائل سے دوچار ہونا پڑا ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

(۱) فسادات کی روک تھام اور مظلومین کی امداد، (۲) مسئلہ آسام، (۳) مسئلہ کشمیر (۴) مسلم اوقاف کی حفاظت (۵) اُردو کا تحفظ اور اس کی بقاء (۶) عالم اسلام سے ملت کا واسطہ، (۷) بابری مسجد (۸) علمی پروگرام امداد و وظائف، (۹) مسلم یونیورسٹی کا تحفظ (۱۰) مسئلہ ارتداد (۱۱) مسلمانوں کی اقتصادی بحالی کے پروگرام (۱۲) مسلم پرسنل لاء، (۱۳) تحفظ حرمین شریفین وغیرہ وغیرہ۔

تقسیم وطن سے ہندوستان میں جو فرقہ پرستی کا زہر گھولا گیا تھا اس کا تدارک ممکن ہی نہ تھا اگر یہاں حضرتِ اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ، مفتی کفایت اللہؒ، حضرت مولانا احمد سعیدؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اور مولانا حفظ الرحمٰنؒ جیسی بلند قامت شخصیات نہ ہوتیں۔ ایک طرف تاریخ اس حقیقت پر گواہ ہے کہ لوگ جب بھی اس خالق کے بنائے ہوئے طریقہ پر چلتے ہیں تو کامیابیاں اور کامرانیاں قطاریں باندھے ایسے لوگوں کی قدم بوسی کے لیے ترستی ہیں۔

دوسری طرف تاریخ نے یہ بات بھی واضح کردی کہ اگر اس کے برعکس اس طریقِ کار سے ہٹ کر یا کسی اور طریقِ کار پر قوموں نے اپنی تعمیر کی ہے تو نا صرف یہ کہ کوتاہیوں اور ناکامیوں کا منہ انھیں دیکھنا پڑا بلکہ وہ خود دوسری قوموں کے لیے ایک بدترین مثال بن کر رہ گئیں اور لعنت ورُسوائی نے ان کے چہروں کو داغدار کردیا۔

ہندوستانی مسلمانوں کی حالتِ زار پر تعجب نہ ہوتا اگر ان کے پاس خدا کا پیغام اور نظامِ زندگی نہ ہوتا۔

امیر ھند کی حکمتِ عملی!

قرآنِ حکیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے یقیناً کامیابی کا ایسا نمونہ چھوڑا۔ جس کی مثال کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ چنانچہ انھیں احساسات کے پیشِ نظر جگر گوشہ شیخ الاسلامؒ حضرت السیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی اولوالعزم اور بلند نظر شخصیت نے عزمِ مصمم کیا۔ تقسیمِ ہند کے بعد مذکورہ تمام مسائل کا حل اور یہاں کے مسلمانوں میں احساس بیداری کے ساتھ کمزوروں اور غریبوں کی مدد کرنے اور ایک دوسرے کو نفع پہنچانے کی وہ تمام صورتیں مہیا کیں جن کو اسلام اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرما کر رہنمائی فرمائی تھی۔

مسلمانوں کی اقتصادی بحالی کے پروگرام کا پس منظر

حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی کی زندگی میں ہی ۱۹۴۰ء میں آپ ہی کے ایماء اور تحریک پر ٹانڈہ بادلی ضلع رام پور کے چند درد مند لوگوں نے سادہ اور پُرخلوص انداز میں ایک ایسا اقتصادی فنڈ قائم کیا۔ جو بلاسودی اسلامی بینکاری کا حامل تھا۔ یہ وہ نقشِ اوّل تھا جو حضرت مدنی نے اپنی زندگی میں مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی کو دُور کرنے کے لیے عملی طور پر پیش کر دیا تھا۔

حضرت فدائے ملت، امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ نے حضرتِ اقدس شیخ الاسلامؒ کے بتائے ہوئے طریقوں سے تمام پہلوؤں کا بھرپور جائزہ لیا۔ مذکورہ اہم مسائل میں سب سے پہلے مسلمانوں کی اقتصادی بحالی کے پروگرام کا آغاز کیا۔ تاکہ مسلم معاشرے کی اقتصادی بدحالی کو دُور کیا جائے اور سود جیسی دشمنِ دین شے سے نجات دلانے کے لیے شریعت اور اسلامی اصولوں کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ چنانچہ جانشینِ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے اس تخیل کو اپنے رفیق خاص محترم مولانا شمیم احمد صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند کے سامنے رکھا۔ دونوں حضرات کے مشورے سے طے ہوا کہ دیوبند کے ذمہ دار مسلمانوں کی ایک مجلس بلائی جائے۔ چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ سے دارالحدیث دارالعلوم میں انعقادِ جلسہ کی اجازت لے کر ۱۱ر ستمبر ۱۹۶۱ء کو بعد نمازِ عشاء دیوبند کے مخلص، باعمل اور ملی جذبہ رکھنے والے افراد کا ایک نمائندہ اجلاس حضرت قاری صاحبؒ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ فدائے ملت، امیر الہند حضرت مولانا السیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے سود در سود کے شکنجے میں پھنسے مسلمانوں کے واقعات کو بڑے دلدوز انداز میں پیش کیا۔ دعوتِ فکر و عمل دے کر مسلم فنڈ دیوبند کے ابتدائی اخراجات کے لیے ایک ہزار بیالیس روپے پچاس پیسے جمع کیے۔

مسلم فنڈ ٹرسٹ (بلاسود بیکاری) کا قیام!

حضرت اقدس سیّد مدنی کے اس نقشِ اوّل اور نقطۂ آغاز کو نقش ثانی کے طور پر تحریک کی شکل دینے کا عزم حضرت امیر الہندؒ نے فرمایا۔ چنانچہ حضرت مولانا السیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت نے دیوبند کی سرزمین پر ''مسلم فنڈ'' کے نام سے جو اقتصادی ادارہ قائم کیا۔ اس کو آپ کی ذات نے ترقی دینے اور آگے بڑھانے میں جس جذبے سے کام کیا وہ قابلِ تحسین ہے۔

آج دیوبند میں ہی نہیں پورے ہندوستان میں مسلمانوں کی اقتصادی اور معاشی پس ماندگی کو دُور کرنے کے لیے علاج کا ایک ایسا طریقہ تلاش کرلیا گیا ہے جس سے آنے والی نسلیں شفایاب ہوتی رہیں گی۔ چنانچہ ۳۰ سال کے اس طویل عرصہ میں ادارے کا ترقیاتی سفر مخلصانہ جدوجہد کے زیرِ سایہ کامیابی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔

اس ادارے کا بنیادی مقصد تمام تعمیری اور ترقیاتی پروگراموں کو عملی جامہ پہنانا، کمزور طبقوں کو مضبوط کرنا، ان میں آبرومندی کے ساتھ جذبے کو بیدار کرنا اور مسلم معاشرے کے معاشی استحکام کو تقویت دینا ہے۔

نوٹ: صدیوں بعد عالمِ اسلام میں یہ بلاسود بنکاری کا نظام پہلی مرتبہ ایک منظم تحریک کی شکل میں عملاً دنیا کے سامنے پیش کیا گیا جو آج تک بڑی بڑی مسلم حکومتیں نہ کرسکیں تاحال پوری دنیا میں یہ ادارہ منفرد ہے۔

مسلم فنڈ ٹرسٹ دیوبند کے چند اہم اقدامات!

(۱) **پبلک نرسری اسکول**: مسلم فنڈ دیوبند نے ۱۹۷۱ء میں سب سے پہلے دیوبند میں پبلک نرسری اسکول قائم کیا۔ جس میں مسلم بچوں اور بچیوں میں اسلامی اور دینی رجحانات بیدار کر کے ذہن سازی کی جاتی ہے۔ اس طرح دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی اقدار کی بقا بھی اس اسکول کا بنیادی مقصد ہے۔ اس اسکول میں سیکنڈری کلاس تک تعلیم دی جاتی ہے۔

(۲) **مسلم فنڈ کمرشل انسٹی ٹیوٹ**: مسلم فنڈ دیوبند نے اگر ایک طرف مسلم معاشرے میں اقتصادی توانائی کے لیے کام کیا۔ تو دوسری طرف مسلم نوجوانوں کو خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کا حوصلہ بھی بخشا۔ اس کے لیے ۱۹۸۰ء میں ''مسلم فنڈ کمرشل انسٹی ٹیوٹ'' کے نام سے ٹائپنگ کالج کا آغاز کیا۔ جس نے عربی، انگریزی، ہندی اور اُردو کے ٹائپسٹ تیار کرنے میں ایک نمایاں کردار ادا کیا اور سینکڑوں پڑھے لکھے بے روزگار نوجوانوں کے معاشی مسائل کا حل پیش کیا۔ عربی کے باقاعدہ ٹائپسٹ تیار کرنے کا یہ ہندوستان میں پہلا اور واحد ادارہ ہے۔ عربی ٹائپنگ سیکھنے والا نوجوان آج صرف ایشیائی مسلم ممالک میں ہی نہیں بلکہ ہندوستان میں بھی امپورٹ ایکسپورٹ کا کام کرنے والی فرموں میں کام کر رہا ہے اور باعزت طور پر زندگی گزار رہا ہے۔

(۳) مسلم فنڈ کیریئر گائیڈ سنٹر: یہ یونٹ بھی نوجوانوں میں خوداعتمادی کے ساتھ ان کے مستقبل کی صورت گری کرنے میں بڑا نمایاں رول ادا کررہا ہے۔ یہاں پر انگریزی اسکولز و کالجز میں پڑھنے والے طلباء کی ذہن سازی کی جاتی ہے تاکہ مستقبل میں موزوں کورس یا ٹریڈ اور ملازمت کا انتخاب کرسکیں حقیقت یہ ہے کہ اکثر طلباء بروقت معلومات اور صحیح رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے اہلیت رکھنے کے باوجود بھی اچھے اور بہتر مواقع گنوا دیتے ہیں مگر اس سینٹر نے مایوس اور کم حوصلہ طلباء میں جوش اور ایک نئے ولولے کو فروغ دیا۔ بحمداللہ اس سے بہتر اور اُمید افزاء نتائج پیدا ہورہے ہیں۔

(۴) مدنی آئی ہسپتال: آنکھوں کے امراض کے علاج کے لیے دیوبند اور اس کے قرب وجوار میں بسنے والے ہزاروں افراد کے لیے کوئی بھی آئی سرجن نہیں تھا۔ چنانچہ مسلم فنڈ دیوبند نے اپنے وسائل سے تقریباً دس لاکھ روپے سے ایک تین منزلہ عمارت تعمیر کرائی۔ اس کے گراؤنڈ فلور میں بیس بیڈ پر مشتمل آنکھوں کے ہسپتال کا آغاز ۱۹۸۵ء میں کردیا۔ باقاعدہ ہسپتال اور آپریشن تھیٹر کا افتتاح امام حرم شیخ عبداللہ ابن سبیل مدّ ظلہٗ نے فرمایا۔

ہسپتال میں نادار اور بے سہارا آنکھوں کے مریضوں کا علاج فری کیا جاتا ہے۔ دیوبند کے عوام کی فوری طبّی امداد کے پیشِ نظر ایک ایمبولینس کا انتظام بھی کیا گیا ہے۔ جو ضرورت مند مریضوں کو چوبیس گھنٹے دیوبند سے باہر لے جانے کے لیے تیار ملتی ہے۔

مسلم فنڈ جمعیۃ علمائے ہند کے اقتصادی پروگرام میں اگرچہ شامل ہے مگر اس طرز پر پورے ہندوستان میں جماعتی اور غیر جماعتی افراد اس تعمیری پروگرام کو بڑی خوش اسلوبی سے چلارہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ایسے اداروں کی ضرورت کو پورا ملک محسوس کررہا ہے۔

جمعیۃ علماء ہند کے اقتصادی پروگرام کے تحت ایسے کامیاب اداروں کی تعداد پورے ملک میں لاتعداد ہوچکی ہے۔

فسادات کی روک تھام!

حضرت مولانا السیّد اسعد مدنیؒ کے دورِ نظامت وصدارت میں ملک میں سینکڑوں فسادات ہوئے۔ ہر فساد کے موقع پر مندرجہ ذیل کام جمعیۃ علماء ہند پابندی سے کرتی رہی۔

حکومت کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرنا، اربابِ حکومت مثلاً وزیر اعظم، وزیرِ داخلہ، اعلیٰ افسران اور سیکولر قوتوں کو اقلیتوں پر ہونے والے مظالم اور نقصانات کی صحیح آگاہی کے ساتھ فساد روکنے کا مطالبہ، متاثرہ علاقے کا دورہ وسروے، ہلاک شدگان کی فہرست سازی، لاپتہ افراد کی تحقیق، فرقہ پرست سرکاری افسران کی نشاندہی اور فرقہ پرستانہ روّیہ پر بے باک تنقید و احتجاج، ایوانِ بالا میں فسادات کے خلاف آواز اُٹھانا، مسلم ممبران پارلیمنٹ سے مل کر مشترکہ طور پر فسادات کے خلاف کارروائی کرنے کا مطالبہ کرنا، گرفتار شدگان کی رہائی کی کوشش، ریلیف کمیٹی کا قیام، مالی تعاون جس کی مقدار بلا مبالغہ کروڑوں تک ہے، تباہ شدہ اور جلائے گئے مکانات کی تعمیر و تجدید (ان کی تعداد ہزاروں میں ہے) فساد سے متاثرہ افراد اور ہلاک شدگان کے ورثاء کو معاوضہ دلانے کی جدوجہد کرنا وغیرہ شامل ہے۔

مسئلہ آسام!

حضرت امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دورِ نظامت وصدارت کے دوران آسام کے مسلمانوں کی ہمیشہ رہنمائی فرمائی۔ اگرچہ آپ کے دور میں آسام کی مسلم اقلیت کے مسائل پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوگئے۔ تاہم فدائے ملت رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں خصوصی کوششیں جاری رکھیں۔

بلاشبہ یہ جمعیۃ علماء ہند کا عظیم کارنامہ ہے۔ جس سے مستقبل کا مؤرخ اس کی اہمیت کے پیشِ نظر مسلمانوں کی تاریخ کو بالعموم اور مسلمانوں کی اس تنظیم کو بالخصوص سنہری عبارت سے مرتب کرے گا۔

مسئلہ کشمیر!

اس مسئلہ کو بھی حضرت امیر الہند، فدائے ملت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اکابر کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ہمیشہ بہت اہمیت دی اور کشمیری عوام کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں اور زیادتیوں کے خلاف ہمیشہ آواز اُٹھائی۔ جس کا اندازہ ۱۶/اپریل ۱۹۹۰ء کی جمعیۃ علماء ہند کی ''قرار داد کشمیر'' کے ان الفاظ سے کیا جاسکتا ہے کہ ''مظالم کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ ہم اپنے کشمیری بھائیوں سے گہری ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ جگ موہن کو واپس بلائے اور کشمیریوں کے مطالبات پر فوراً غور کرے۔ چونکہ ظلم وجبر سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ حکومت کشمیر کے سیاسی رہنماؤں سے بات چیت کرے اور جمہوری اور آئینی طریقے سے مسئلے کو سلجھانے کی کوشش کرے۔'' چنانچہ فدائے ملت، امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ کی اپیل پر ۱۶/اپریل ۱۹۹۰ء کو یوم کشمیر منایا گیا۔

مسلم اوقاف کی حفاظت!

ہندوستان میں مسلم اوقاف کی حفاظت اور ان کے ذریعے ہونے والی آمدنیوں کا صحیح مصرف ایک اہم مسئلہ رہا ہے۔

جمعیۃ علماء ہند کے لیے ہمیشہ یہ مسئلہ قابلِ توجہ رہا۔ حضرت امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ نظامت وامارت میں بھی اوقاف کو حکومتی مداخلت اور مطلوبہ حیثیت واہمیت کو بچانے کی برابر جدوجہد ہوتی رہی اور حکومت سے قانون اوقاف میں ایسی ترمیم کا مطالبہ بھی کیا جس سے وقفی جائیدادوں کی حفاظت کا

انتظام ہوسکے۔ تاہم جمعیۃ کی مسلسل جدوجہد کے بعد مولانا اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۹۸۹ء میں مرکزی گورنمنٹ نے وعدہ کیا کہ اس سلسلہ میں کوئی ضرور مناسب کارروائی کی جائے گی اور آئندہ اجلاس پارلیمنٹ میں وقف ترمیمی بل ضرور پیش کیا جائے گا۔

مساجد و مقابر کا تحفظ!

اس مسئلہ کے پُرامن اور پائیدار حل کے لیے فدائے ملّت رحمۃ اللہ علیہ زبانی اور تحریری طور پر حکومت سے ہمیشہ مطالبہ کرتے رہے کہ تمام مساجد و مقابر کی ۱۵؍اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے کی پوزیشن بحال کی جائے۔ یہاں تک کہ حضرت امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ نے راجیو گاندھی کے دورِ حکومت میں وزیر اعظم مسٹر راجیو گاندھی سے ڈیڑھ گھنٹہ مسلسل بحث کے بعد اس کو اس مسئلے کے حل کے لیے تیار کرلیا اور اس مطالبے کو Manifesto میں شامل کرلیا۔ چنانچہ یہ بل پارلیمنٹ سے منظور ہو چکا ہے۔ یہ ایک زبردست کامیابی ہے۔

اُردو زبان کا تحفظ!

اس حوالے سے شیخ الاسلام حضرتِ اقدس سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہدِ ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ وغیرہ کی روایات کو فدائے ملّت، امیر الہند حضرت السید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے دورِ نظامت وصدارت میں برقرار رکھا۔

جماعتی میٹنگز، مجلس عاملہ ومجلس منتظمہ کے اجلاسوں اور کارروائیوں میں اُردو کے مسئلہ پر برابر غور وفکر ہوتا رہتا ہے۔

قرار دادیں اور تجاویز منظور کرکے اربابِ اختیار کو اُردو کے سلسلہ میں برتی جانے والی بےانصافیوں اور بےاعتنائیوں پر ہمیشہ توجہ دلائی گئی۔

تحفّظ حرمین!

جمعیۃ علماء ہند نے تحفظِ حرمین کے سلسلہ میں بھی وقیع خدمات انجام دی ہیں۔ یہ کسی ایک فرد کا مسئلہ نہیں بلکہ اس کا تعلّق پورے عالم اسلام سے ہے۔ حضرت امیر الہند، فدائے ملت رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ صدارت ہی میں نومبر ۱۹۸۷ء کو دلّی میں عظیم الشان اور تاریخ ساز تحفظِ حرمین کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس کا افتتاحی خطبہ امامِ حرم مکہ مکرمہ حضرت شیخ عبداللہ ابن سبیل نے پڑھا۔ جس میں انھوں نے کہا کہ اسی سرزمین کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہاں خانہ کعبہ ہے اور وہیں نبی آخری الزماں صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

امامِ محترم نے خصوصی طور پر امیر الہند، فدائے ملت حضرت السید اسعد مدنی مدظلہٗ کی کوششوں کو سراہا اور فرمایا کہ دشمنانِ اسلام نے ہمیشہ اسلام کے خلاف سازش کی ہے، مگر وہ کامیاب نہیں ہوئے کیونکہ اسلام کی حفاظت کا وعدہ خود باری تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اس کانفرنس کے موقع پر حضرت امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخی مفصل خطبہ استقبالیہ پڑھا۔ جس کے سننے کے بعد اجلاس میں شریک دانشوروں، علمائے کرام، مفتیانِ عظام کی طرف سے خصوصی مبارکباد پیش کی گئی اور کہا گیا کہ حضرتِ والا نے ایک ایسے موضوع کی اہمیت سے روشناس کرایا جس کے بارے میں غافل مسلمان بالکل کچھ نہیں جانتے تھے۔

بابری مسجد!

بابری مسجد کے مسئلہ کے حل کے لیے ویسے تو ۱۹۴۹ء سے مسلسل جمعیۃ علماء ہند کے اکابر کوشش کرتے رہے۔ انھیں کوششوں کے تسلسل کو حضرت امیر الہند، فدائے ملت رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود سنگین سے سنگین تر حالات ہوجانے کے جاری رکھا۔ ہر دور میں عدالتی طریق کار سے مسلمانوں کی اس مظلومیت سے حکومتوں کو آگاہ کیا جاتا رہا اور حضرت فدائے ملت رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش ہر ظالم وجابر جانبدار فرقہ پرست حکمران کی ذلت کا باعث بنتی رہی۔

امداد و وظائف!

حضرت امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ صدارت میں ایک اہم کام یہ بھی ہوا کہ جمعیۃ نے مسلمانوں کو ٹیکنیکل تعلیم دینے کے لیے ۱۹۷۴ء سے تعلیمی وظائف کا پُرتحسین سلسلہ شروع کررکھا ہے۔ اس میں مزید توسیع کے لیے ''مجاہدِ ملت سکالرشپ'' ۱۹۹۰ء میں قائم کی گئی۔ جس کے تحت اعلیٰ دینی وفنّی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو وظائف دینے کا منصوبہ بنایا گیا۔ اسے مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کے خاتمہ کی طرف ایک اہم قدم کہا جاسکتا ہے۔

نیز امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ صدارت میں اس سلسلے میں اہم کوششوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ضرورت مند طلباء کی مدد کرنا، رہنمائی کرنا، انھیں سرکاری سہولتوں کی معلومات بہم پہنچانا، دینی و دنیوی تعلیم کو جمعیۃ کے پروگرام میں اہمیت دینا۔

دینی مکاتب کا قیام!

دارالمطالعہ، لائبریری کا قیام، درسِ حدیث کا اجراء، مسلمان بچوں اور بچیوں کے لیے دنیاوی تعلیم پر توجہ دینا۔ KG اور EM اسکول کے ساتھ ٹیکنیکل پیشہ وارانہ تعلیم کے لیے کوشش کرنا۔ جمعیۃ علماء ہند ہمیشہ اس بات کے لیے کوشش کرتی رہی ہے کہ ملک کی مسلم اقلیت ہندوستان کو اپنا مالک سمجھ کر کھل کر ہاتھ بٹائے اور ساتھ دے۔

مسلم پرسنل لاء!

اسلامی معاشرتی قانون کی اہمیت حضرتِ اقدس فدائے ملت رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ صدارت میں جو رہی ہے اس کا اندازہ ہم جمعیۃ علماء ہند کے خصوصی اجلاسوں، اجلاس ہائے عام کی کارروائیوں اور تجاویز وقراردادوں کا

جائزہ لینے کے بعد ہی بخوبی کر سکتے ہیں۔ مسلم پرسنل لاء کے ضمن میں آنے والے تمام معاشرتی علوم کے تعلّق سے واضح نقطۂ نظر ملتا ہے اور اس حوالے سے چھوٹے سے چھوٹے واقعہ اور معاملہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔

مسلم پرسنل لاء کی اہمیت حضرت امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے کی جا سکتی ہے جو آپ نے ۱۹۶۶ء میں حکومت کی وضاحت طلب کرنے پر دیا آپ نے فرمایا: ''قرآنی قوانین نہ کسی قانون ساز مجلس کے بنائے ہوئے ہیں نہ کسی حکومت کے نافذ کردہ ہیں ان میں ترمیم اور تبدیلی کا حق کسی کو نہیں۔''

مسئلہ ارتداد!

اپنے اکابر کے اس ورثہ کو حضرت فدائے ملت رحمۃ اللہ علیہ نے برقرار رکھا ہے۔ جمعیۃ علماء ہند واحد مسلم تنظیم ہے جس نے شروع ہی سے مسئلہ ارتداد کو سنجیدگی سے لیا اور اس سلسلہ میں اپنی حد تک مناسب و معقول کارروائی کی۔

جمعیۃ علماء ہند کے صدر حضرت السید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فتنہ ارتداد سے متاثرہ علاقوں کا متعدد بار دورہ کیا اور اس مسئلہ میں خصوصی دلچسپی لیتے ہوئے جمعیۃ علماء ہند کے آرگنائزر سے صورتِ حال معلوم کر کے مناسب کارروائی بھی کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے دورِ صدارت میں نئی نسل کی دینی تعلیم و مذہبی شعور پیدا کرنے کے لیے جمعیۃ کے زیرِ سرپرستی سینکڑوں مدارس و مکاتب، مساجد اور ادارے قائم ہوئے اور اب تک ہیں۔ اگرچہ ضرورت کے لحاظ سے پھر بھی کم ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ارتداد کے فروغ کے لیے کسی بھی اقلیت کی بنیادی وجہ اقتصادی بدحالی بھی ہوا کرتی ہے۔ آپ نے اس وجہ سے ارتداد کے عمل کو روکنے کے لیے جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے بلاسودی نظام جاری کر کے اس تنظیم کی تاریخ میں ایک انوکھا اور کامیاب تجربہ پیش کیا ہے۔

(جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو اقتصادیات نہیں آتی یا وہ اس میدان میں پیچھے ہیں، ان کے لیے یہ درسِ عبرت ہے)

حضرت امیر الہند بحیثیت شیخ طریقت!

آپ کے بارے میں پوری دنیا بالخصوص پاکستان کے عوام بلکہ بعض علماء بھی یہ سمجھتے ہیں کہ آپ عالم اسلام کے صرف سیاسی رہنما تھے، حضرت شیخ الاسلام کی سیاسی، سماجی اور معاشرتی خدمات کا تسلسل تھے۔ یہ تاثر صرف انھیں لوگوں تک ہے جنھوں نے آپ کو قریب کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ یا آپ کی رفاقت میں کوئی ماہِ رمضان المبارک نہیں گزارا۔

اللہ کے فضل و کرم سے جیسے آپ حضرت شیخ الاسلامؒ کی زندگی میں دارلعلوم دیوبند کے کامیاب ترین اُستاد تھے۔ اسی طرح اپ نے اپنے والدِ گرامی شیخ الاسلامؒ کی رفاقت میں پچیس سال تک ماہِ رمضان گزارے۔ اور ان سے منازل سلوک طے کیں۔ اپنے تمام اسباق ذکر، اوراد و وظائف مکمل کیے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو اپنے والد گرامی شیخ العرب والعجم رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد ان کے خلفاء نے بااتفاق رائے عظیم منصبِ جانشینی شیخ الاسلام کے لیے چنا۔

اندازِ تربیت و اصلاحِ بطن!

جس طرح حضرتِ اقدسؒ کے زمانہ میں سینکڑوں لوگ ماہِ رمضان میں آپ سے اصلاحِ باطن اور اوراد و وظائف کی تکمیل کے لیے اور پورے ماہِ صیام کو اتباعِ سنت کے مطابق گزارنے کے لیے آتے تھے۔

اسی طرح بحمد اللہ آپ کے ماہِ صیام کے معمولات بھی جہاں مکمل اتباعِ سنت کا مظہر تھے وہاں حضرت شیخ الاسلام کے معمولات کا تسلسل بھی تھے۔

یہی وجہ تھی کہ سینکڑوں علماء و مشائخ بھی ہر سال آپ کی رفاقت میں رمضان گزارتے اور زندگی کے مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں عقیدت مند آپ کے پاس اصلاحِ باطن کی غرض سے ہر سال رمضان گزارتے تھے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی وفات کے بعد بیالیس سال سے خانقاہ مدنیہ پوری آب و تاب سے آباد ہے۔ بیالیس سالہ عرصہ میں اکتالیس ماہِ صیام آپ نے دیوبند کی سرزمین پر گزارے ہیں جبکہ ایک ماہِ صیام آپ نے ۱۹۹۷ء میں بنگلہ دیش کے عوام کے شدید اصرار پر ڈھاکہ میں گزارا۔

ڈھاکہ میں آپ کے معمولات ماہِ صیام اور شرکاء کی تعداد دیکھ کر حضرت شیخ الاسلامؒ کے بعض اجل خلفاء بار بار یہ کہتے تھے کہ اس سال تو حضرت شیخ الاسلامؒ کے سلہٹ کے ماہِ صیام کے معمولات کی یاد تازہ ہوگئی۔

آخیر عشرہ میں متوسلین کی تعداد ایک ہزار سے بھی متجاوز ہوگئی۔ ویسے تو بندہ نے حضرت امیر الہندؒ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دیوبند میں بھی کئی ماہِ رمضان آپ کی خدمت میں رہ کر گزارے۔ حسنِ اتفاق سے ڈھاکہ کا ماہ بھی آپ کی خدمت میں گزارا۔

حضرتِ اقدس شیخ الاسلامؒ کے معمولات کے بارے میں جو کچھ پڑھا اور سنا تھا۔ آپ کے معمولات کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوا کہ آج شیخ الاسلامؒ کو دیکھ لیا۔

حضرت فدائے ملتؒ کے معمولاتِ ماہ رمضان کی تفصیل!

ویسے تو ہمارے تمام اکابر ماہِ رمضان کا خوب اہتمام کرتے اور اتباعِ سنت میں پوری کوشش فرماتے کہ ماہ رمضان کی راتوں کو زندہ کیا جائے۔ حضرتِ اقدس شیخ الاسلامؒ کا ماہِ رمضان دنیوی مصروفیات سے بالکل الگ تھلگ مکمل انہماک واستغراق، ذکر، تلاوت، نوافل اور قدرے جسمانی آرام

پر مشتمل ہوتا تھا۔ جانشین شیخ الاسلام کے ماہِ رمضان کے معمولات درج ذیل حدیث مبارکہ کا عکس کامل تھے۔ جس شخص نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا اور رمضان کی راتوں کو زندہ کیا۔ اس کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

آغاز معمولات!

آپ کے معمولات کا آغاز ۲۹؍شعبان بعد نمازِ عصر شروع ہوجاتا تھا تراویح میں مقرر حافظ اور سامع کے پارہ کو دَور کی شکل میں سننا مغرب تک معمول رہتا اگر چاندنظر آجائے تو معمولات کا تسلسل رہتا تھا ورنہ ۳۰؍شعبان سے بعد نمازِ عصر ہی تلاوت دوبارہ سنی جاتی اور نمازِ عشاء تاخیر سے ادا کیے جانے کا اعلان کردیا جاتا تھا۔ نمازِ مغرب وعشاء میں وقفہ تقریباً دو گھنٹے کا ہوتا تھا اس وقفے کے دوران شام کا کھانا اور کچھ آرام بھی شامل ہے۔

نمازِ عشاء کی ادائیگی کے متصل بعد تراویح کا آغاز ہوجاتا تھا دورانِ تراویح ہر چار رکعات کے بعد جتنی دیر میں یہ چار رکعت ادا ہوتی اتنا ہی اس میں وقفہ ہوتا تھا وقفہ میں سہولت کے ساتھ ہر شخص تلاوت، اذکار و آرام کے لیے آزاد تھا۔ ۲۰ تراویح تین گھنٹہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچتی۔

نوٹ: تراویح کے بعد ہی نہایت الحاح وزاری سے اجتماعی دُعا ہوتی تھی وِتر کی ادائیگی کے بعد انفرادی دُعا ہوتی تھی۔ وِتر کی ادائیگی کے بعد حضرت اقدس امیرالہند رحمۃ اللہ علیہ اپنی مختصر دُعا کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے تمام ذاکرین وسالکین وشرکاء حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے۔

اس وقت آپ کی موجودگی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی معروف تصنیف ''اکابر کا رمضان'' کا کچھ حصّہ پڑھا جاتا تھا جس کو عام طور پر آپ کے نہایت بااعتماد رفیقِ خاص، حضرت شیخ الاسلام کے خلیفہ حضرت مولانا سیّد محمود صاحب پڑھتے تھے اس تعلیم میں تقریباً بیس منٹ صرف ہوتے تھے۔ اس کے بعد حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ ذاکرین سے فرماتے کہ سب اپنے اپنے اذکار میں مصروف ہوجائیں۔ تمام سالکین آپ کی نگرانی میں ذکر شروع کردیتے تھے اس دورانِ روشنی مکمل طور پر بند کردی جاتی تھی۔ یہ مجلس ذکر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہتی اس مجلسِ ذکر سے کچھ دیر بعد آپ حلقۂ ذکر سے اُٹھ جاتے باہر سے آنے والے وفود جنھوں نے حضرت امیرالہند رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے سے وقت لیا ہوتا تھا وہ حاضر ہوکر اپنے مسائل پر تبادلۂ خیال کرتے تھے یہ وقت ملاقات کم وبیش ایک گھنٹہ کا ہوتا تھا، ادھر مجلسِ ذکر کے اختتام کے بعد ایک گھنٹہ کے لیے وقفہ ہوتا جس میں ذاکرین تازہ طہارت سے فراغت کے بعد چائے وغیرہ نوش کرتے تھے۔

اس کے بعد نمازِ تہجد میں مقرر حافظ باری باری اپنے سامع کے ساتھ تہجد باجماعت شروع کردیتے، شرکاء اپنی مرضی واختیار کے ساتھ اس جماعت میں شامل ہوتے تھے۔

نوٹ: یہ بات ملحوظ رہے کہ نمازِ تہجد کی جماعت میں شمولیت کے لیے کسی کو بھی دعوت نہیں دی جاتی۔ حتیٰ کہ آرام میں مصروف حضرات کو بھی بیدار نہیں کیا جاتا تھا۔

یہ تہجد کا معمول بھی تقریباً تین گھنٹے جاری رہتا تھا جس میں عام طور پر چار سے پانچ پارے تلاوت ہوتے تھے نمازِ تہجد کے اختتام پر تقریباً آٹھ دس منٹ تک دُعا ہوتی تھی جس میں گریہ وزاری کا دلدوز منظر ہوتا تھا۔

اس کے فوراً بعد سحری کے لیے دسترخوان لگادیئے جاتے اور اعلان ہوجاتا تھا کہ تمام شرکاء سحری تناول کرلیں۔ سحری کے کھانے میں خوب فیاضی کا منظر ہوتا تھا۔ جس میں عام طور پر قورمہ، سبزی کا سالن اور چاول، دہی دسترخوان کی زینت ہوتے تھے اس موقع پر بھی حضرتِ اقدس امیرالہند رحمۃ اللہ علیہ بنفس نفیس تشریف فرما ہوتے تھے آپ سحر کے تناول کے لیے اس وقت تک تشریف فرما نہیں ہوتے جب تک کہ تمام شرکاء کے سامنے کھانا نہیں پہنچ جاتا۔

یہ کھانا پورا کا پورا خانقاہ مدنیہ یعنی حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ہی ہوتا تھا تمام شرکاء کو آپ ذاتی مہمان سمجھتے تھے۔

نوٹ: شرکاء کی تعداد اوّل عشرہ میں چار سو سے پانچ سو تک ہوتی تھی اس میں اضافہ ہوتا رہتا حتیٰ کہ دوسرے عشرہ کے نصف میں ایک ہزار سے متجاوز ہوجاتی اور یہ تعداد اختتام رمضان تک برقرار رہتی تھی۔

بالفاظ دیگر کہ جو یہاں آیا وہ اختتام رمضان تک واپس نہ گیا۔

سحری سے فراغت کے فوراً بعد فجر کی اذان کا وقت ہوجاتا نمازِ فجر اوّل وقت یعنی اذانِ فجر کے پندرہ منٹ بعد ادا کی جاتی۔ نمازِ فجر کے بعد تمام ذاکرین وسالکین آزاد ہوتے تھے یعنی تلاوت، ذکر اور مراقبہ میں اشراق تک مشغول رہتے اور ادائیگی اشراق کے بعد آرام کرتے تھے۔

نمازِ ظہر سے کچھ دیر قبل عام طور پر تمام ذاکرین وسالکین آرام سے فراغت حاصل کرلیتے تھے اور نماز ظہر کی تیاری کرتے۔ مسجد میں پہنچ کر تلاوتِ قرآن میں مشغول ہوجاتے۔ نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد دو حلقے ہوتے تھے۔ ایک حلقہ حضرتِ اقدس امیرالہند رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہوتا تھا جس کے شرکاء اپنے اذکار کے اسباق اور کیفیات تحریری طور پر پیش کرتے اور حضرتِ اقدس اسی ترغیب سے فرداً فرداً علیحدگی میں ان کے جوابات ارشاد فرماتے تھے۔

دوسرا حلقہ حضرت مولانا سیّد محمود صاحب کے ہاں ہوتا ہے۔ اس حلقہ

میں حضرت مولانا محترم ''امدادالسلوک'' مصنفہ فقیہ امت، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ کو تعلیماً سناتے تھے یہ سلسلہ تقریباً گھنٹہ بھر جاری رہتا تھا اس کے بعد شرکاء انفرادی طور پر تلاوتِ کلام پاک میں مشغول ہوجاتے جبکہ حفاظ کرام اپنی منزل کے دَور میں منہمک ہوجاتے۔

حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ عام طور پر اس وقت تلاوتِ کلام پاک میں مصروف رہتے تھے یہاں تک کہ نمازِ عصر کا وقت ہوجاتا، ادائیگی نماز کے بعد فوراً آپ نماز تراویح کے لیے متعین حفاظ کرام کا دَور سماعت فرماتے تھے اس تلاوت کی سماعت کے لیے اکثر شرکاء اپنی خواہش پر موجود ہوتے یہ دَور وقتِ افطار سے پانچ منٹ قبل ختم ہوجاتا تھا۔

مسجد میں خدّام افطار کے لیے دسترخوان بچھا چکے ہوتے تھے حاضرین کو بذریعہ اعلان دسترخوان پر افطار کے لیے پہنچنے کے لیے بلایا جاتا تھا اس موقع پر بھی فیاضی کا منظر ہوتا تھا، کھجور کے ساتھ ساتھ جہاں دسترخوان پر فروٹ چاٹ ہوتی وہاں بھنے ہوئے چنے یا مٹر اور سموسے بھی ہوتے تھے۔

اس افطار کی سب سے اہم خصوصیت یہ تھی کہ ہر روزہ دار کو مدینہ منورہ کی کھجور اور ایک بڑا ڈبہ آبِ زم زم کا ملتا۔

نوٹ: اس افطاری میں آٹھ دس منٹ صَرف ہوتے تھے اس کے بعد نمازِ مغرب کی ادائیگی کا عمل شروع ہوجاتا تھا۔

نمازِ مغرب کی سنن ونوافل کے فوراً بعد کھانے کے لیے دسترخوان لگادیا جاتا تھا اس موقع پر بھی فیاضی کا وہی منظر ہوتا جو کہ سحری کے وقت ہوتا تھا البتہ اس کھانے میں سادہ چاولوں کی بجائے بریانی یا گوشت پلاؤ کا بطور خاص اہتمام ہوتا تھا۔

نوٹ: یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ سحری اور افطاری کے وقت کمزوروں اور بیماروں کے لیے ہر ایک کی طبیعت کے مطابق کھانا فراہم کیا جاتا تھا یہ پرہیزی کھانے حضرتِ اقدس امیر الہند کی اہلیہ محترمہ بذاتِ خود یا اپنی بہوؤں سے اپنی نگرانی میں تیار کرواتی تھیں جس طرح کہ کمزوروں اور بیماروں کے لیے خوراک کا اہتمام ہوتا اسی طرح خانقاہ کے مہمانوں کے ایمرجنسی علاج کے لیے ایک ماہر طبیب اور ایک ماہر ڈاکٹر (میڈیکل وہومیوپیتھک) کا بھی انتظام ہوتا تھا (حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہؒ اس دارِ فانی سے ۲۳؍ستمبر ۲۰۰۰ء کو رحلت فرماگئی تھیں)

حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہؒ کا خاص ذوق یہ بھی تھا کہ تراویح کے بعد اس وقت تک آرام نہ کرتیں جب تک اپنے بیٹوں سے یہ نہ پوچھ لیتیں کہ خانقاہ میں جاؤ اور معلوم کرو کسی شخص کو کسی قسم کی ضرورت تو نہیں مثلاً بستر، خوراک وغیرہ، اگر ہوتی تو اس کو فراہم کیا جاتا۔ اس کے بعد اطمینان سے سوتیں۔

اس کے بعد شرکاء کچھ دیر تقریباً ایک گھنٹہ آرام کرتے اور عشاء کی نماز کی تیاری میں مشغول ہوکر حسبِ سابق معمولات میں مشغول ہوجاتے۔

نوٹ: زنان خانہ میں بھی مستورات کے لیے تراویح کا اہتمام ہوتا تھا جس کی امامت مرد حفاظِ قرآن کرتے تھے اور وہ پردے میں پڑھتے تھے، عام طور پر آپ کے خاندان کا ہی کوئی حافظ یہ فریضہ انجام دیتا۔

یہ معمولات، ماہِ صیام کی ہر شب میں جاری رہتے تھے تمام شرکاء ماہِ رمضان کی ہر شب کو خانقاہ مدنیہ میں لیلۃ القدر کی طرح گزارتے تھے اکثر ذاکرین وسالکین سے ہر دن گزارنے کے بعد یہ دعائیہ جملہ سننے میں آتا رہتا تھا کہ اے اللہ یہ پوراماہِ رمضان نصیب فرمادے۔ معلوم نہیں کہ آئندہ نصیب ہوگا یا نہیں اور ایک دوسرے کو تلقین کرتے ہوئے نظر آتے کہ جو وقت ملا ہے اس کی قدر کرو۔

حضرتِ اقدس امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ بھی ماہِ رمضان کے جمعوں میں بیان فرماتے ہوئے خصوصیت سے یہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دہراتے تھے کہ ''جس شخص نے تندرستی میں ماہِ رمضان کو پایا اور خوب عبادت کرکے راتوں کو زندہ نہ کیا اور اپنی بخشش نہ کرواسکا، وہ بڑا ہی بدنصیب ہے۔''

حالتِ اعتکاف!

یہاں خانقاہ میں ماہِ رمضان کی ہر رات لیلۃ القدر کا سماں پیش کرتی تھی اس لیے حالتِ اعتکاف میں معمولات کا خاص فرق نہیں ہوتا۔

البتہ معتکفین پر ماہِ رمضان کی جلد جدائی کا صدمہ نمایاں نظر آتا تھا۔

اختتام ماہِ رمضان!

چاند نظر آنے پر چاند رات کو بھی اسی فکر کے ساتھ گزارا جاتا تھا اس رات میں گریہ وزاری اپنے عروج پر ہوتی تھی نمازِ فجر کے بعد مہمان نمازِ عیدالفطر کی تیاری میں مصروف ہوتے۔ عیدگاہ جانے سے قبل تمام مہمانوں کو مختصر سا ناشتہ دیا جاتا تھا جس میں عام طور پر مدینہ منورہ کی کھجور، دودھ میں بنائی ہوئی سویّاں، پستہ وبادام سے مرصع ہوتی تھیں چائے بھی دی جاتی تھی۔

عیدالفطر کا دن دیوبند میں مسلمانوں کی اعلیٰ عظمت کا نقیب ہوتا تھا ہزاروں لوگوں کی آرزو اور تمنّا کا لحاظ رکھتے ہوئے مشائخ، علماء اور ائمہ کے اصرار پر حضرتِ اقدس امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ نمازِ عیدالفطر کی امامت عیدگاہ میں فرماتے تھے اس عظیم اجتماع کو دیکھ کر حرمین شریفین کے حج کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔

OO

مولانا اسعد مدنیؒ سے میرے تعلقات

پروفیسر ریاض الرحمان شیروانی (حبیب منزل، علی گڑھ)

بیسویں صدی کا پانچواں دہا ہندوستان کی تاریخ میں بالعموم اور ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ میں بالخصوص جیسا ہنگامہ خیز تھا اس سے ہم سب واقف ہیں، اس زمانے میں مسلمان دو واضح گروہوں میں تقسیم ہوگئے تھے، ایک وہ جو دو قومی نظریے کے حامی اور تقسیم ملک کے دعویدار تھے اور دوسرے وہ جو متحدہ قومیت میں یقین رکھتے تھے اور ملک کی آزادی کے ساتھ اس کی سالمیت کے بھی خواستگار تھے۔ بلکہ اب آزادی کی اتنی اہمیت نہیں رہ گئی تھی جتنی اہمیت ملک کی سالمیت کو حاصل ہوگئی تھی کیونکہ آزادی کا حصول اب مختلف فیہ مسئلہ نہیں رہا تھا اور اس معاملے میں منزل مقصود تک پہنچنا صرف وقت کا سوال رہ گیا تھا۔ البتہ ملک کی سالمیت کا مسئلہ اس لیے بہت زیادہ اہمیت حاصل کر گیا تھا کہ مسلم لیگ حصول پاکستان کے بغیر آزادی کے خواب کی تعبیر نکلنے کی راہ میں حائل ہوگئی تھی۔ تاہم یہ بھی واقعہ ہے کہ جتنی شدت سے مسلم لیگ پاکستان کی جنگ لڑ رہی تھی اتنی ہی شدت سے نیشنلسٹ مسلمان ملک کی سالمیت کو برقرار رکھنے کے لیے مولانا ابوالکلام آزادؒ اور بعض مسلم جماعتوں کی قیادت میں جن میں جمعیۃ علماء ہند سب سے زیادہ نمایاں تھی اور جس کے اس وقت سب سے اہم رہنما مولانا حسین احمد مدنیؒ تھے جدوجہد کر رہے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۹۴۶ء میں اپنے ایک بیان میں ڈاکٹر راجندر پرشاد نے کہا تھا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے مانو پاکستان کے لیے لڑائی ہندو، مسلمانوں کے بیچ نہیں، مسلمانوں اور مسلمانوں کے بیچ ہو رہی ہے۔ آج اس بات کو بھلا دیا گیا ہے اور قیام پاکستان کی ساری ذمہ داری جملہ ہندوستانی مسلمانوں کے سر ڈال دی گئی ہے اور ایسا وہ لوگ کہہ رہے اور کر رہے ہیں جن کا نہ صرف ملک کی آزادی میں کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ ملک کی تقسیم کی ذمہ داری سے خود انھیں کسی طرح بری قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔

یہ بات بھی عام طور سے معلوم ہے کہ اس زمانے میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی مسلم لیگ کا مضبوط گڑھ تھی اور دارالعلوم دیوبند قومیت متحدہ اور ملک کی سالمیت کا مستحکم قلعہ تھا، تاہم یہ بات بیشتر نظر انداز کر دی جاتی ہے کہ پہلے ایم۔اے۔او کالج اور پھر مسلم یونیورسٹی میں کبھی کوئی ایسا دور نہیں گزرا جب یہاں کے اساتذہ اور طلبہ میں ایسے لوگوں کی قابل لحاظ تعداد نہ رہی ہو جو حریت پسندی اور پھر ملک کی سالمیت کی جنگ میں کسی سے پیچھے نہیں تھے، یہاں جو روایت مولانا حسرت موہانی اور مولانا محمد علی جوہر نے قائم کی تھی وہ خان عبدالغفار خاں، ڈاکٹر سیّد محمود، تصدق احمد شیروانی، رفیع احمد قدوائی، شیخ محمد عبداللہ، ڈاکٹر سیّد حسین، حیات اللہ انصاری اور بہت سوں سے ہوتی ہوئی ان طالب علموں تک پہنچی تھی جو ۱۹۴۰ء کے دہے میں یہاں زیر تعلیم تھے۔

ایک موقع ایسا آیا کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے نیشنلسٹ طلبہ نے محسوس کیا کہ دوسری تعلیمی درس گاہوں کے ہم خیال طلبہ سے رابطہ قائم کرنا ضروری ہے اور اس مقصد سے ان کی نظر انتخاب فطری طور پر سب سے پہلے دارالعلوم دیوبند کی طرف اُٹھی۔ چنانچہ مارچ ۱۹۴۷ء میں مسلم یونیورسٹی کے نیشنلسٹ مسلم طلبہ کا ایک سہ رکنی وفد دیوبند گیا، اس وفد کے اراکین ضیاء الحسن فاروقی (بعدہ پروفیسر شعبۂ اسلامیات جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی) سعید اختر (بعدہ مالک و مدیر، سہ روزہ مدینہ، بجنور) اور خاکسار راقم تھے۔ چونکہ ضیاء صاحب کی حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے قرابت ہوتی تھی۔ اس لیے ہم تینوں دیوبند پہنچ کر سیدھے مولانا مدنیؒ کے دولت کدے پر چلے گئے، حضرت مولانا اس وقت دیوبند میں تشریف نہیں رکھتے تھے، اس لیے ہماری مہمان داری کے فرائض ان کے فرزند سعید سیّد اسعد مدنی صاحب نے، جو ابھی طالب علم ہی تھے، انجام دیئے، ہمارا قیام غالباً وہاں دو تین دن رہا اور اس مختصر مدت میں خاکسار راقم کی ان سے اچھی دوستی ہوگئی، مارچ کا خوشگوار موسم تھا، چاندنی راتیں تھیں، ہم نے دیوبند کی ریلوے لائن کے قریب ٹہل ٹہل کر اپنی دوستی کو مستحکم کیا۔

وقت گزرتا گیا، ملک آزاد بھی ہوگیا اور پاکستان بھی وجود میں آ گیا، اب ہم دونوں ہی رسمی تعلیم سے فارغ ہوگئے تھے، ۱۹۵۰ء میں میرے دادا صاحب (مولانا حبیب الرحمٰن شیروانیؒ) کا انتقال ہوگیا مقامی دو روزہ اخبار جمہور کے کارکنوں نے طے کیا کہ ان کی یاد میں اس اخبار کا خصوصی شمارہ نکالا جائے اور اس کی اعزازی ادارت محبّ محترم مولوی عبدالشاہد خاں شیروانی کے اور میرے سپرد کی۔ ہم نے ان حضرات کی خدمت میں مضامین کے لیے خطوط روانہ کئے جن کے مولانا شیروانیؒ سے مراسم رہے تھے، یا جو ان کے مرتبہ شناس تھے۔ قدرتی طور پر ایک نیاز نامہ مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کی خدمت میں بھی ارسال کیا، مولانا مدنیؒ کے مولانا شیروانیؒ سے خصوصی تعلقات تھے بلکہ مولانا مدنیؒ ان کا ایک گونہ احترام کرتے تھے کیونکہ ان کے والد ماجد سیّد حبیب اللہ صاحب اور مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی ایک ہی مرشد کے مسترشد تھے، اور وہ مرشد تھے اپنے وقت کے قطب حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی قدس سرہٗ العزیز، مولانا حسین احمدؒ مدنی اپنی مصروفیات کے سبب مضمون تو تحریر نہیں فرما سکے لیکن انھوں نے ایک بہت اچھا پیغام بھیجا جو

اس خصوصی شمارے کی زینت بنا۔ اس پیغام کے ساتھ حضرت مولانا کا جو گرامی نامہ خاکسار راقم کے نام صادر ہوا اس کے اخیر میں درج تھا:

''کاتب مکتوب اسعد، ریاض صاحب کو سلام عرض کرتا ہے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد مولانا اسعد مدنی کچھ مدت اپنے والد ماجد کے زیرِ تربیت رہے تھے بلکہ ان کے سکریٹری کی حیثیت سے کام کرتے رہے تھے۔

وقت اور آگے بڑھ گیا، ۱۹۶۲ء میں مولانا محمد حفظ الرحمٰن کی وفات کے بعد جمعیۃ علماء ہند کی قیادت کی کرسی خالی ہوگئی اس کے دو دعوے دار تھے، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی اور مولانا سیّد اسعد مدنی، اس دوران مولانا اسعد مدنی جمعیۃ علماء سے عملی طور پر وابستہ رہے تھے، اور ان کی سیاسی جدوجہد کا میدان اُتر پردیش رہا تھا، راقم الحروف کا کبھی کسی سیاسی یا نیم سیاسی جماعت سے عملی تعلّق نہیں رہا ہے، اس کی وابستگی ہمیشہ بس اصول ونظریات سے رہی ہے لیکن جب جمعیۃ علماء میں مولانا محمد حفظ الرحمٰنؒ کے بعد قیادت کی کشمکش شروع ہوئی تو اس کی ہمدردیاں اپنے قدیم دوست مولانا سیّد اسعد مدنی کے ساتھ تھیں، کچھ تو ذاتی تعلّقات کی بنا پر، کچھ اس واسطے کہ اس کی نظر میں ہندوستان کی جدوجہد آزادی میں دیو بند کے مدنی خاندان کا حصّہ دوسرے سب خاندانوں سے زیادہ رہا تھا، اور کچھ اس خاطر کہ اس کی خواہش تھی کہ اب ملک وملت کی قیادت پرانی نسل کی جگہ نئی (یعنی ہماری) نسل کے ہاتھ میں آنی چاہیے، اس معاملے میں راقم الحروف نے کسی قدر اپنے دوست مولانا اسعد مدنی کی خدمت بھی انجام دی، اُردو کے ایک معروف وممتاز اخبار کے مدیر شہیر، جو راقم الحروف کے عزیز دوست تھے، اس مسئلے میں گومگو کی کیفیت میں مبتلا تھے یعنی ابھی یہ طے نہیں کر سکے تھے کہ وہ اس کشمکش میں مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کا ساتھ دیں یا مولانا اسعد مدنی کا، اسعد مدنی صاحب نے راقم الحروف سے خواہش کی وہ کوشش کرے کہ اس اخبار کا وزن ان کے پلڑے میں آ جائے، کوشش کی گئی اور کامیاب ہوئی۔

جمعیۃ علماء کی قیادت سنبھالنے کے بعد مولانا سیّد اسعد مدنی نے قدیم تعلّقات کا لحاظ رکھا، کئی اہم موقعوں پر یاد فرمایا اور بعض اہم امور میں مشورے کئے دہلی اور علی گڑھ میں ہم دونوں کو ایک دوسرے کی مہمان نوازی اور ضیافت کی مسرت بھی حاصل ہوتی رہی۔

مولانا سیّد اسعد مدنی ایک بہت فعال شخص تھے، ہمہ وقت پا در رکاب رہتے تھے اور نہ صرف ہندوستان کے دور دراز علاقوں بلکہ بیرون ہند ایشیاء اور افریقہ کے کئی ممالک میں انھوں نے اپنا حلقۂ اثر قائم رکھا تھا۔ بلا شبہ اس میں ان کی فعالیت کے علاوہ مدنی خاندان کی اعلیٰ روایات کو بھی دخل تھا، انھوں نے سیاست کے علاوہ رشد وہدایت میں بھی اپنے خاندان کے مثالی کردار کی پیروی کرنے کی بڑی حد تک کامیاب کوشش کی، سیاسی اور ذاتی جھمیلوں کے باوجود احکام شریعت کی پابندی کرنے اور دوسروں سے کرانے میں وہ اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر حتی الامکان چلتے رہے۔

جہاں تک یاد آتا ہے مولانا اسعد مدنی سے میری آخری ملاقات برسوں کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ کے ایک جلسے میں پچھلی صدی کے آخر یا اس صدی کے آغاز میں ہوئی تھی، وہ جلسے میں تاخیر سے تشریف لائے تھے اور اگلی صف میں جا بیٹھے تھے، جلسہ ختم ہونے پر میں پچھلی صف سے اُٹھ کر ان کے پاس گیا اور جب اپنا نام لے کر تعارف کرایا تو انھوں نے نہایت اضطراب کے ساتھ بے ساختہ کہا کہ حضرت آپ یہ کیا فرما رہے ہیں اور اُٹھ کر مجھ سے بغل گیر ہوگئے، اب ہم برسوں پہلے کے مارچ کی چاندنی رات میں دیو بند کی ریلوے لائن کے قریب ٹہلنے والے گمشدہ دوست تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔ آمین۔ ○○

گوہرِ نایاب

از: انصار احمد معروفی قاسمی
استاذ مدرسہ چشمۂ فیض، فیض نگر، ادری، ضلع مئو، یوپی

ذمہ داری ان کو جو سونپی مرے اسلاف نے
سچ ہوئی تعبیر اس کی ہاں وہ ایسا خواب تھا
قوم کی خدمت سے لمحہ بھر نہ اُکتایا کبھی
وہ پیاسوں کے لیے قطرہ نہیں تالاب تھا
جب بھی ٹوٹی آفتیں انسانیت پہ جس جگہ
وہ مسیحا نفس نصرت کے لیے بے تاب تھا
فخر سے ہر موڑ پر سچ بات وہ کہتا رہا
گرچہ اس کے سامنے باطل کا اِک سیلاب تھا
ملک و ملت اور بلاتفریقِ مسلک ، ہر جگہ
چشمۂ خدمت سے ان کے ہر کوئی سیراب تھا
مومنوں کے واسطے تھا نرم و نازک پھول سا
اور ازل سے دشمنوں کے حق میں وہ تیزاب تھا
ماہئ بے آب کے مانند تھی اس کی تڑپ
بیٹھتا وہ چین سے کیوں کر کہ وہ سیماب تھا
طعنے اور تشنیع کے کانٹوں میں تھا گرچہ گھرا
پر گلابوں کی طرح خنداں تھا اور شاداب تھا
نامِ اسعدؔ کا اثر تھا زندگی میں ان کی خوب
آخرت کے واسطے احمدؔ وہ اِک اوّاب تھا

Photo\Faize Hidayat Rahimi Raipur-1.jpg not found.

مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور ضلع سہارنپور

تعارف

قرآن کریم کے واضح بیانات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات سے علم دین کی اہمیت، فضیلت وعظمت اور ضرورت روزِ روشن کی طرح ثابت ہے۔ علم ہی ایک ایسی دولت ہے جس کو حاصل کر کے انسان کردار کی بلندی، اخلاقِ حسنہ، دین ودنیا کی فلاح وصلاح سے بہرہ یاب ہوسکتا ہے۔ علم کی ضرورت واہمیت کے پیشِ نظر امتِ مسلمہ نے علم کے حصول اور اس کی ترویج واشاعت کے لیے وہ اہم کارنامے انجام دیئے جو تاریخِ عالم کا سنہرا باب ہیں، اور علمِ دین کی اشاعت وتبلیغ کا یہ سلسلہ ہر دَور میں برابر چلتا رہا، لیکن جب ہندوستان میں سلطنتِ مغلیہ کے اقتدار کا آفتاب غروب ہوگیا اور انگریزی حکومت کا تسلط واقتدار قائم ہوا تو ہندستان میں مسلمانوں کی دینی تعلیم اور اجتماعی حیاتِ ملّی کا شیرازہ منتشر ہوگیا تھا۔ اسلامی اور دینی ادارے ختم ہوچکے تھے۔ اس پر آشوب دَور میں بزرگانِ دین اور علمائے حقہ کے ذریعہ اعلاء کلمتہ اللہ اور خلقِ خدا کی ذہنی وروحانی استقامت کیلئے دینی اداروں اور مراکز کا قیام از سرِ نو عمل میں آیا۔ اسی مبارک سلسلے کی ایک مستحکم کڑی مدرسہ **فیضِ ھدایت رحیمی** بھی ہے جس کو قطب عالم حضرت اقدس الحاج شاہ مولانا عبدالرحیم صاحب قدس سرہٗ نے ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں قائم فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے فضل وکرم اور اکابرامت کی مبارک توجہات اور اہلِ اسلام کے مخلصانہ تعاون سے یہ دینی ادارہ برابر ترقی کی راہوں پر گامزن ہے اور قرآن وحدیث نیز فقہ اسلامی کی تعلیم، دینی شعائر اور اسلامی مآثر کی حفاظت واشاعت کے سلسلہ میں الحمدللہ تعالیٰ اس کی ٹھوس خدمات ہیں۔ ملک کے مختلف خطوں کے طالبانِ علوم یہاں آکر علومِ نبویؐ کے اس چشمہ صافی سے سیراب ہورہے ہیں۔

Rahimi Raipur-2.jpg not found.

مدرسہ فیض ہدایت رحیمی: ایک نظر میں

- معیارِ تعلیم ---------------- تا موقوف علیہ
- تعداد کل طلباء ---------------------- ۱۱۰۰
- تعداد مقیم طلباء -------------------- ۶۲۳
- اساتذہ و کارکنان ------------------- ۴۵
- تعداد فارغین ---------------------- ۶۷۹۸
- مصارفِ سالانہ ------------- ۴۵ لاکھ روپے
- مصارفِ اجناس --------------- ۸۲۵ کوئنٹل

شعبہ جات: ● شعبۂ عربی فارسی ● تمرین عربی ● قرآن پاک حفظ وناظرہ ● تجوید وقرأت ● پرائمری ● دعوت وتبلیغ ● افتاء ● انجمن اصلاح البیان ● کتب خانہ ● مالیات ● تعمیرات

مستقبل کے منصوبے

● امتحان ھال کی تعمیر ● دارالمرضیٰ کی تعمیر
●۱۰ درسگاھوں کی تعمیر ● ۱۰ قیام گاھوں کی تعمیر

مسجد عزیزیہ کی دوسری منزل کی تعمیر
اھل خیر سے
دردمندانہ اپیل

مسجد عزیزیہ جس کا سنگ بنیاد مورخہ ۳ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۵ نومبر ۱۹۹۶ء جمعہ کو اکابرامت کے مبارک ہاتھوں سے بہی خواہانِ مدرسہ کی موجودگی میں رکھا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اربابِ خیر کے مخلصانہ تعاون اور توجہ سے اپنی پہلی منزل کی تعمیر کے مراحل سے گزر چکی ہے۔ شوال المکرّم ۱۴۱۸ھ سے اس میں پنجگانہ نمازوں کے علاوہ جمعہ اور عیدین کی نمازوں کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا ہے۔ پلاستر، فرش، وضوخانہ اور حوض کی تعمیر کے کام بھی باقی ہیں۔ مدرسہ کے طلبہ و اساتذہ کے علاوہ محلّہ کے مسلمان بھی اس مسجد کے نمازیوں میں شامل ہوجاتے ہیں۔ نمازیوں کی تعداد کے پیش نظر مسجد اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوچکی ہے، اس لیے مدرسہ کی مجلسِ شوریٰ نے ضرورت کا لحاظ فرماتے ہوئے دوسری منزل کی تعمیر کا فیصلہ فرمادیا ہے۔ اب دوسری منزل کی تعمیر کے لیے ظاہر ہے کہ رقم خطیر کی ضرورت ہے، اس لیے ملت کے مخیّر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ خدا کے گھر کی تعمیر میں فراخدلی کے ساتھ حصہ لے کر ثواب دائمی حاصل کریں۔

ترسیل زر کا پتہ
مہتمم **مدرسہ فیض ھدایت رحیمی**
قصبہ رائے پور ضلع سہارنپور-۲۴۷۱۲۱ (یوپی) انڈیا

Mohtamim **MADARSA FAIZE-E-HIDAYAT RAHIMI**
Qasba Raipur, Distt. Saharanpur-247121 (U.P.) India
Ph. 0132-2774261

فدائے ملتؒ سے میری ملاقات

فقیر پروفیسر نذیر احمد بھٹی
ریٹائرڈ پرنسپل گورنمنٹ صادق عباس ڈگری کالج، ڈیرہ نواب صاحب، بہاولپور، پاکستان

بیشک یہ دنیا فانی ہے! رہے نام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا! حضرت امیرالہند، فدائے ملت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی بالآخر طویل علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

غور کیا جائے کہ قرآن کریم کے الفاظ میں یہ عمریں اور زندگیاں **یوماً او بعض یوم** کی مصداق ہیں اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

نزلنا ساعۃ وارتحلنا کذا الدنیا حل وارتحال

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی کئی سال پہلے میں نے پہلی مرتبہ لندن میں زیارت کی۔ علمائے کرام سے محبت کرنے والے ہمارے دوست بھائی ولی آدم پٹیل رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ پر یہ احسان کیا۔ ان کی مسجد میں حضرت منبر پر تشریف فرما ہو چکے تھے۔ جب ہم مسجد میں داخل ہوئے، سامنے سادہ سے لباس میں معمولی کپڑے کی ٹوپی پہنے بغیر طویل جبہ کے عالمی شہرت کے عظیم بزرگ کا وعظ جاری تھا۔ آپ لندن کے لوگوں کو دنیا کی چکا چوندھ سے متنبہ فرما رہے تھے اور حاضرین و سامعین کو موت کی تیاری اور آخرت کی فکر عطا کر رہے تھے۔ حضرت کا بیان پچیس تیس منٹ کا تھا۔ اس اجتماع نے مجھے بہت متاثر کیا کیونکہ حضرتؒ کی شخصیت نے مجھ پر گہرے نقوش ثبت کیے۔ جس انداز سے آپ نے اپنی تقریر میں یہ حدیث پڑھی **کن فی الدنیا کانک غریب او عابری سبیل**، او **کما قال النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام** ۔ آج سالوں بعد بھی میرے دل و دماغ میں اُن کی آواز گونج رہی ہے۔

میری حضرت سے دوسری ملاقات برمنگھم کے ایک اسلامی مرکز میں ہوئی۔ یہ مرکز ڈاکٹر عبدالرحیم جن کا تعلق بنگلہ دیش سے ہے، کی سربراہی میں دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بنگالی طلباء کے لیے ایک دینی ادارہ بھی قائم کر رکھا ہے۔ وہاں حضرت کے بیان میں مجھے عجیب سرور ملا۔ آپ کا وعظ شاید بنگلہ زبان میں تھا مگر عربی و اردو کے خوبصورت الفاظ و محاورات اس میں جھلمل جھلمل کر رہے تھے۔ مجھے بعد میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا حسن صاحب آف وابسال نے بتایا کہ اس عظیم خاندان کا بنگلہ دیش سے بھی گہرا تعلق ہے اور وہاں فضلائے دیوبند کی ایک کثیر تعداد ہے اور حضرت کا بھی وہاں قیام رہتا ہے۔ اس لیے بنگلہ زبان میں بھی آپ کا بیان ہوتا ہے۔ چونکہ میرا حضرت مولانا حسن صاحب سے ایک روحانی تعلق ہے اس لیے ان کی وساطت سے حضرتؒ سے عرض کیا کہ میں دیوبند کی زیارت کرنا چاہتا ہوں تو حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ بس مجھے ایک خط لکھ دینا۔ میں تمھارے سفری دستاویزات کا انتظام کر دوں گا۔ بھارت کی حکومت تمھیں بآسانی ویزا دیدے گی۔

میری آخری ملاقات آپ سے بہاولپور میں ہوئی۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے شہر بہاول پور (پاکستان) میں ایک مرتبہ جامعہ سیّدنا اسعد بن ضرارہؓ میں علم کی اہمیت پر خطاب فرمایا تھا۔ بہاول پور کی یہ خوش قسمتی تھی کہ آپؒ، حضرت مفتی سیّد مظہر اسعدی کی خصوصی دعوت پر تشریف لائے تھے۔ ہزاروں لوگ آپ کا بیان سننے تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ نے قرآن و حدیث سے علم کی اہمیت اور علماء کی فضیلت پر تقریباً ۳۵-۴۰ منٹ خطاب فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث شریف سے آپ نے اپنے موضوع پر استدلال فرمایا:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کُنْ عَالِماً اَو مُتَعَلِّماً اَو مُحِبّاً فإن لَّم تَکُنْ فَتَھْلِکُ.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عالم بنو یا متعلّم یا علماء سے محبت کرنے والے بنو، اگر ایسا نہ بن سکے تو پھر ہلاک ہو جاؤ گے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کا شرف علم اور تعلیم و تدریس میں ہے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو تعلیم دی اور ان سے آگے یہ سلسلہ آج تک بزرگوں نے جاری رکھا اور بہاول پور کا یہ مدرسہ اسی سنہری زنجیر کی ایک کڑی ہے۔ یہ مدارس حقیقت میں انسانیت کی فضیلت کو برقرار رکھنے کے لیے علمائے کرام کی جدوجہد کا ثمرہ ہیں۔ جہاں بھی مدارس دین کی تعلیم میں مصروف ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے علم کی روشنی پھیل رہی ہے۔ یہ بھی دیوبند کا اعجاز ہے کہ اس وقت پاکستان اور ہندستان کے علاوہ افغانستان، انڈونیشیا، ملیشیا، برطانیہ، امریکہ، افریقہ اور دنیا کے دور دراز علاقوں میں دین کی شمع روشن ہے۔

ایک مشہور بات ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے خواب دیکھا کہ بیت اللہ شریف کی چھت پر کھڑے ہیں اور ہاتھ پاؤں کی دس انگلیوں سے سارے عالم میں نہریں جاری ہیں اور پانی بہہ رہا ہے۔ تو یہ اُسی خواب کی تعبیر نظر آ رہی ہے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دین کی تعلیم کے حصول میں ہی دنیا و آخرت میں کامیابی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسے حاصل کرنا فرض کیا گیا ہے۔ ارشادِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلیٰ کُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَۃٍ

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چل کر دین اسلام کی خدمت کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

وصلی اللہ علیہ وآلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

کلر اشتہار

احیاء العلوم دنبی والا سهارنپور

کلر اشتہار

بحرالعلوم کشن پور کرھیڑہ، مظفرنگر

کلر اشتہار

مدرسہ دارالعلوم محمودیہ، سانجک، مظفرنگر

اور

مدرسہ تعلیم القرآن، جانسٹھ

کلر اشتہار

قاسم العلوم تیوڑہ، مظفرنگر

کلر اشتہار

انوارالعلوم نجیب آباد، بجنور

اور

جامعہ فیض العلوم مرزا پور پول سہارنپور

کلر اشتہار

جامعہ عربیہ مدینۃ العلوم، دکھنی سرائے نہٹور، بجنور

کلر اشتہار

مدرسہ کنز العلوم، ٹڈولی، سہارنپور

کلر اشتہار

جامعه عربيه اعزاز العلوم ويٹ

جرأت و حق گوئی کا اعلیٰ نمونہ تھے

فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ

مولانا مرغوب احمد لاجپوری، ڈیوزبری

مؤرخہ ۷/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۶/فروری ۲۰۰۶ء بروز پیر جمعیۃ علماء ہند کے صدر حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ اپنے ربّ حقیقی سے جا ملے (انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون) آپ کی نماز جنازہ دیوبند میں حضرت مولانا طلحہ صاحب کی امامت میں ادا کی گئی۔ بعض حضرات کی اطلاع کے مطابق چار لاکھ لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اپنے والد گرامی حضرت شیخ الاسلامؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ کے دادا حضرت مولانا حبیب اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ بڑے ذاکر، شاغل، پاک باز و باخدا انسان تھے۔ مستجاب الدعا ایسے کہ جس نے ستایا اور ان کے لیے بد دعا نکلی تو وہ پنپنے نہیں پایا۔ کشف ان کا بہت قوی تھا۔ ویسے حضرتؒ کے اسلاف سب کے سب اولیاء اللہ تھے۔ حضرت اقدس مدنیؒ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''ہمارا خاندان اولیا اللہ اور سچے فقراء باطن کا ہے، جہاں تک میں نے والد مرحوم سے سنا ہے دادا مرحوم یا ان سے پہلے لوگ اہل باطن اور اہل نسبت تھے، دنیادار اور مال ومتاع وزمین کے کتے نہ تھے۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ص ۲۹۸ ج ۴، مکتوب نمبر ۱۰۸)

آپ تقویٰ وطہارت، علم وعمل، سیاسی بصیرت، ملی وقومی خدمت میں اپنے والد گرامی کے صحیح جانشین اور خلف الصدق تھے۔

آپ کی ولادت ۶/ذی قعدہ ۱۳۴۶ مطابق ۲۷/اپریل بروز جمعہ دیوبند میں ہوئی۔ حضرت اقدس مدنیؒ نے اپنے اسفار اور کثرت مشاغل کی وجہ سے آپ کی تربیت حضرت مولانا قاری اصغر علی صاحب (معتمد خصوصی حضرت شیخ الاسلامؒ) کے سپرد کی تھی۔ قاری صاحبؒ نے اس طرح تربیت فرمائی کہ بلا ضرورت گھر سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی، ضروریات کی ہر چیز اور تفریحات کا ہر سامان گھر میں مہیا کیا جاتا تھا۔ باہر سے آئے ہوئے مہمانوں اور حضرتؒ کے مریدین ومعتقدین سے بلا ضرورت ملاقات وگفتگو تک کی اجازت نہ تھی کہ مبادا ان حضرات کی عقیدت وشیفتگی عجب ونخوت یا دوسرے ذمائم کا سبب بن جائے۔

تربیت کا ایک واقعہ

ان حالات میں ایک مرتبہ حضرتؒ کو ایک مغتنم فرصت میسر آگئی کہ قاری صاحب بیمار ہوکر اپنے وطن تشریف لے گئے اور حضرت والد صاحبؒ کے متعلق یہ علم تھا وہ آج ۱۰/بجے صبح کی ٹرین سے سفر پر تشریف لے جارہے ہیں، چنانچہ آپ چند دوستوں کے ساتھ پک نک کے طرز کی ایک تفریح کے لیے شہر سے باہر چلے گئے اور صبح سے گئے تو شام ۳/بجے واپس آئے۔ کئی میل کا پیدل سفر تھا، تھک کر چور ہوگئے، مگر طبیعت مطمئن تھی کہ اب کھانے اور کھیلنے کے علاوہ کوئی ذمہ داری نہیں اور کوئی نگران بھی باز پرس کرنے والا نہیں، مگر جوں جوں آبادی کے قریب ہوئے یہ طلسم ٹوٹتا گیا، جو شخص بھی ملتا حیرت سے دیکھتا اور کہتا حضرت (مدنیؒ) نے تمام شہر میں تم لوگوں کی تلاش میں آدمی دوڑائے ہیں، القصّہ آپ پہنچے، حضرتؒ باہر مجلس عام میں تشریف فرما تھے، اندر تشریف لائے اور ضَـرَبَ یَضْـرِبُ کی عملی گردان شروع فرمائی، چار طمانچے مارے، اور فرمایا تو نے یہ سمجھ لیا کہ میں سفر پر رہتا ہوں تو، تو آزاد ہوگیا ہے، جس دن میں قبر میں چلا جاؤں اس دن سمجھنا تو آزاد ہے۔ اکثر اولاد کو ڈانٹتے ہوئے یہ فرماتے:

''گدھے! دوزخ کا کندہ بننا چاہتا ہے، کیا اسی لیے پیدا ہوا تھا؟''

(شیخ الاسلام نمبر ص ۲۳۳، ردوبدل کے ساتھ)

ابتدا سے انتہا تک دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ فراغت کے بعد ۱۳۷۰ھ سے ۱۳۸۲ھ تک دارالعلوم میں تدریسی خدمات انجام دیں، اس طرح مسلسل بارہ سال متوسط کتابوں کا درس دیا۔

اللہ تعالیٰ کو آپ سے سرزمین ہند پر مختلف النوع خدمات لینی تھیں تو درس وتدریس کا سلسلہ موقوف ہوگیا اور ملی وقومی خدمات میں زندگی بھر مصروف رہے۔ آپ کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

تدریسی ذمہ داری سے فراغت پر ابتداء جمعیۃ علماء اتر پردیش کے صدر منتخب کیے گئے، پھر ۱۹۶۳ء میں جمعیۃ علماء ہند کے ناظم عمومی کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اس دور میں آپ نے جس مجاہدہ ومحنت سے قوم وملت کی خدمات کی ہیں اس کی تفصیل بڑی طویل اور قابل رشک ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے اپنی بے مثال جدوجہد سے جماعت میں ایک نئی جان ڈال دی۔ اور ۱۹۷۲ء میں جمعیۃ علماء ہند کے بالاتفاق صدر منتخب کئے گئے، اور تاوفات اس عہدۂ عظیم پر فائز رہے۔

جمعیۃ علماء کی ترقی آپ کی توجہات اور انتھک محنت کی رہین منت ہے۔

۱۹۸۶ء سے ۱۹۹۴ء تک مختلف مرحلوں میں مجموعی طور پر ۱۸؍سال تک پارلیمنٹ کے ایوان اعلیٰ (راجیہ سبھا) کے ممبر بھی بنے۔

۱۹۶۲ء میں مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ کے سانحہ ارتحال سے مظلوموں خصوصاً مسلمانوں کے حقوق کے لیے اور فرقہ پرستی، ناانصافی کے خلاف آواز حق بلند کرنے کے سلسلے میں جو خلا پیدا ہوا تھا، اسے حضرتؒ نے بخوبی پر کیا۔ جرأت و ہمّت، حق گوئی میں علماء دیوبند کے صحیح وارث تھے۔ کسی بھی مقام پر مداہنت کو گوارہ نہ فرما کر بغیر کسی خوف و ملامت کے احقاق حق کا جو فریضہ انجام دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ پارلیمنٹ میں کی گئی تقاریر کسی کی نظر سے گزری ہوں تو وہ محسوس کرے گا اللہ تعالیٰ نے آپ کو کس درجہ جرأت و ہمّت عطا فرمائی تھی۔ بطور نمونہ چند اقتباسات ناظرین کی خدمت میں نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

اُڑیسہ بہار کے سیلاب زدگان کی مدد کے لیے آپ نے مرکزی سرکار پر زور ڈالتے ہوئے فرمایا کہ: ''کسی پارٹی کی گورنمنٹ ہو، اس کا مطلب یہ نہیں کہ غریب لوگ مرتے جائیں اور راجہ بیٹھے رہیں، منسٹر بنے ہوئے اپنی کرسیاں سنبھالے رہیں اور انسان کی جان کی کوئی قدر نہ ہو۔'' ایسی کرپٹ گورنمنٹ ہے جو اپنی کرسی بچانے میں لگی ہوئی ہے اور اس سے آپ رپورٹ مانگتے ہیں، یہ پارٹی کا سوال نہیں انسانیت کا سوال ہے۔'' (صدائے حق، ص ۷۶و۷۷)

ایک موقع پر فرقہ پرست عناصر نے الزام لگایا کہ مسلمان کئی کئی شادیاں کرتے ہیں اور اس کے لیے پارلیمنٹ میں نکاح بل پیش کیا گیا تو حضرتؒ نے اس کی مخالفت میں سخت بیان دیا اور فرمایا:

''اگر گورنمنٹ مردم شماری کرے تو شاید مسلمانوں میں ہزار میں سے ایک دو فیملیاں بھی ایسی نہیں نکلیں گی جنھوں نے کئی کئی شادیاں کر رکھی ہوں۔ جس چیز کا عام وجود نہیں اس کے لیے یہ واویلا کیوں؟ اس سے کہیں زیادہ قتل، چوریاں، ریپ اور زنا اور طرح طرح کی برائیاں پائی جاتی ہیں۔ عورتیں ہماری بہنیں ہیں، مائیں ہیں، بیٹیاں ہیں، صرف بیویاں نہیں، ہم کو عورتوں کی عزت و آبرو عزیز ہے۔ آج سینما اور فحش تصویروں سے طرح طرح کی خرابیاں بڑھ رہی ہے، صرف چند روپے کمانے کے لیے کہ سینما کمپنیاں لکھ پتی ہوجائیں اور گورنمنٹ کو زیادہ ٹیکس ملے، تمام معاشرہ کو عیب دار بنایا جارہا ہے۔ اس واقعہ کے خلاف، میں احتجاج کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس طرح کیوں بدنام کیا جاتا ہے؟ اس ہاؤس میں اس طرح کی باتیں کرنے کی کیوں اجازت دی جاتی ہے؟'' (صدائے حق، ص ۱۰۰)

۳؍مارچ ۲۰۰۳ء کو بڑی صفائی کے ساتھ فرمایا:

''یاد رکھئے! ایک ظلم سے ہزار ظلم جنم لیتے ہیں اور معاملات خراب ہوتے ہیں۔ آج مسلمان انتہائی مصیبت اور پریشانی میں ہیں، ایسے وقت میں اس معاملہ کو نہ دیکھنا اور صحیح رُخ اختیار نہ کرنا غداروں کا کام ہے، جھوٹ اور بے ایمانی ہے اور یہ ملک کے ساتھ کوئی وفاداری ہرگز نہیں ہے۔ وفاداری کا تقاضہ یہ ہے کہ ملک کے تمام بسنے والوں کو چین، امن اور سکھ سے رہنے کا موقع دیا جائے اور ملک کے دشمنوں کے ساتھ سختی سے نمٹا جائے۔'' (صدائے حق، ص ۲۵۷)

الغرض مسئلہ آسام، شہریت کے مسائل، بابری مسجد، مقابر و مساجد کے تحفظ، فسادات کی روک تھام، ریلوے، امن و قانون کی بحالی، مسلم یونیورسٹی، اس کا اقلیتی کردار، اقلیتوں، خصوصاً مسلمانوں کے آئینی حقوق کا تحفظ، زندگی کے مختلف شعبوں میں ان کی مناسب نمائندگی، یکساں سول کوڈ، مسلم پرسنل لاء، اور وقف جیسے مسائل و مشکلات پر حضرتؒ نے جس جرأت و صفائی سے اپنے نقطۂ نظر و خیالات کو پیش کیا ہے، حتیٰ کہ اپنی پارٹی کے خلاف بھی جس بیباکی سے محض انصاف کے تقاضوں کی تکمیل اور امن و قانون کی بالاتری کے لیے آواز حق بلند کی ہے وہ صداقت شعاری، حق گوئی کی روشن مثالیں ہیں۔ (حضرتؒ کی ایوان اعلیٰ میں کی گئی وہ تقاریر ''صدائے حق'' کے نام سے شائع ہوچکی ہے) ان تقریروں کے مطالعے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ حضرتؒ نے مظلوموں کی حمایت اور حب وطنی کی ایک تاریخ رقم کی ہے، ایسی مثال بہت کم ہے کہ پارٹی کے مفاد سے اوپر اُٹھ کر محض انصاف اور سچائی کے حق میں آواز بلند کی گئی ہو، لیکن حضرتؒ نے اس شاندار روایت کی پوری پاسداری کی ہے۔ (صدائے حق، ص ۷)

برطانیہ کے سفر میں راقم نے متعدد مرتبہ آپ کا بیان سنا، پوری قوت اور اعتماد کے ساتھ بغیر کسی کی پرواہ کئے کہ کوئی میرے بیان میں آوے، نہ آوے، کوئی مسجد والا میرا بیان رکھے، نہ رکھے، اپنی بات کھل کر فرماتے۔

مغربی ممالک میں مقیم مسلمانوں کو اسلامی اسکول کی ترغیب دیتے اور لوگوں کو متوجہ فرماتے کہ اپنے اسلامی اسکول ہر ہر شہر میں کھولیں، بہت صاف الفاظ میں فرماتے: اگر ان ممالک میں رہتے ہوئے تمھارے دین کی حفاظت مشکل ہو یا تمھاری اولاد دین سے نکل رہی ہو تو تمھارے لیے ان ممالک میں قیام کرنا حرام ہے اور تم پر ہجرت فرض ہے۔

حضرتؒ کی زندگی کا ایک اہم کارنامہ کل ہند امارت شرعیہ کا قیام بھی ہے۔ جس کے پہلے صدر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ اور نائب صدر حضرتؒ منتخب کئے گئے۔ ۹۲ء میں حضرت محدثؒ کی وفات کے بعد ۹؍مئی ۹۲ء کے عظیم الشان نمائندہ اجتماع نے آپ کو امیر الہند منتخب کیا۔ اور وفات تک اس عہدہ قائم رہے۔ ایک سال قبل حکومت سعودی عرب نے حضرتؒ کو غسل کعبہ کی تقریب سعید میں شرکت کے لیے خصوصی طور پر مدعو کیا تھا، جس میں حضرتؒ نے شرکت فرمائی:

ایں سعادت بزور بازو نیست

دارالعلوم دیوبند کے قضیہ نامرضیہ میں بدقسمتی سے علماء دیوبند دو جماعت میں بٹ گئے اور یہ اختلاف اتنا شدت اختیار کر گیا کہ مقدمہ تک نوبت آگئی،

ایک دوسرے کے خلاف اشتہار بازی ہوئی۔ اکابر سے زیادہ اصاغر نے حصہ لیا۔ پون صدی تک اختلافات کی خلیج قائم رہی، مگر پچھلے سال حج کے موقع پر حضرتؒ کی شدت علالت کی وجہ سے جب آپ شاہ فہد ہسپتال جدہ میں داخل کئے گئے تو حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ کا فون مزاج پرسی کے بہانے سے گیا اور اللہ تعالیٰ نے عداوت کو محبت سے بدلنے کا فیصلہ فرمایا۔ حضرتؒ روبہ صحت ہوکر ہندستان تشریف لائے تو، فوراً حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہٗ کی خدمت میں درج ذیل مکتوب تحریر فرمایا، جس نے اس اختلاف کی آہنی دیوار کو ایک دم ڈھا دیا۔

حضرتؒ کا گرامی نامہ مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ کے نام

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اُمید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

میں آپ کا شکرگذار ہوں کہ آپ نے خاکسار کی صحت و عافیت اور خیریت پوچھی۔ حج سے فراغت کے بعد طبیعت حد سے زیادہ ناساز ہونے کی وجہ سے کنگ فہد ہسپتال کے آئی، سی، یو، میں داخل ہوگیا، جہاں ڈاکٹروں کی خصوصی توجہ رہی، اللہ ربّ العزت کے فضل وکرم اور آپ حضرات کی دُعاؤں سے طبیعت سنبھل گئی، تین دن ہسپتال میں رہ کر کل ۳۰؍جنوری ۲۰۰۵ء کو بخیر و عافیت مدینہ منورہ سے دہلی واپسی ہوئی۔ الحمد للہ رفتہ رفتہ روبہ صحت ہورہا ہوں۔ خصوصی دُعاؤں کی درخواست ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ العزیز جماعت کی بنیاد ہیں، ہم تو ان کی خاک کے برابر بھی نہیں، ماضی میں جو اختلافات ہوئے وہ بدنصیبی تھے اور ہیں، اس لیے جو کہا، کیا اور ہوا، اس کو معاف کرنا چاہیے اور آخرت کے لیے نہیں رکھنا چاہیے۔ دعوات صالحہ میں فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

اسعد مدنی

(صدر جمعیۃ علماء ہند)

اس گرامی نامہ کے جواب میں حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ نے بھی جوابا جو مکتوب تحریر فرمایا وہ بھی قابل مطالعہ ہے۔ (ترجمان دیوبند مارچ ۲۰۰۵ء میں وہ شائع ہوچکا ہے)

اس چیز کا تذکرہ یہاں کرنے کا مقصود صرف یہ ہے کہ یہ دونوں اکابر تو ایک دوسرے سے مل کر، معافی مانگ کر اپنی آخرت درست کرگئے اور جنھوں نے ان حضرات کے اختلافات پر کسی ایک کی حمایت میں دوسرے کی غیبت یا تحقیر وتذلیل کی انھیں اپنی آخرت کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ بہر حال اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق لینا ہے کہ اکابر کے اختلافات کے سلسلہ میں زبان درازی، ایک دوسرے کی حقارت وغیبت سے بالکلیہ پرہیز کرنا چاہیے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی ''الاعتدال فی مراتب الرجال'' ہر صاحب علم کو ضرور پڑھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کے قلم سے اس کتاب میں ایسی باتیں جمع کروادی ہیں جنھیں اگر خالی الذہن ہوکر اصلاح کی نیت سے پڑھا جائے تو زبان کی بُرائی، اہل علم کی توہین اور اکابر کی دل میں کدورت سے ضرور حفاظت ہوجائے گی۔

مولانا عزیز احمد اعظمی آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

''صاحبزادہ عزیزم اسعد سلمہ نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی اور آج کل دارالعلوم ہی میں مدرس ہیں۔ موصوف بہت اچھے مقرر، نیک صالح ہیں، مہمان نوازی، تواضع وانکسار اور اخلاق وایثار میں اپنے والدؒ کے صحیح جانشین ہیں۔ موصوف اپنے والدؒ سے بیعت ہیں اور اشغال باطنی میں حضرت شیخ الاسلامؒ کے زیر پرستی پوری جدوجہد کی۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کے انتقال کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مجاز حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوریؒ نے اور حضرت شیخؒ کے دیگر خلفاء نے صاحبزادہ اسعد سلمہ کو بیعت کی اجازت دی ہے۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۲۳۹)

راقم کا بیعت کا تعلّق حضرتؒ ہی سے تھا۔ غالباً ۱۹۶۸ء میں جب حضرتؒ برطانیہ تشریف لائے تو نٹی ٹن (برطانیہ کی ایک بستی کا نام ہے، اس زمانہ میں میرا قیام وہیں تھا) تو میں نے بعد نماز عشاء بیعت کی درخواست کی، اوّل تو اپنے مخصوص انداز میں پوچھا۔ کون ہے؟ حضرت جدامجد مولانا مفتی مرغوب احمد صاحبؒ کا پوتے ہونے کی نسبت معلوم کرکے فرمایا صبح بعد فجر ملنا، نماز فجر سے فراغت پر خود یاد فرما کر تنہائی میں بیعت فرمایا۔ صبح وشام کی تسبیحات کے ساتھ ذکر جہری کی اجازت بھی مرحمت فرمائی اور حضرت مولانا حسن صاحب مدظلہ (خلیفۂ مجاز حضرتؒ) سے فرمایا کہ اس کو ذکر جہری سکھا دیں۔ تین دن کے بعد دردسر کی وجہ سے ذکر جہری موقوف کروادیا۔ صرف تسبیحات صبح وشام پر پابندی کی ترغیب دی۔ افسوس اس طویل عرصہ میں حضرتؒ سے سوائے رسمی بیعت کے کچھ حاصل نہ کرسکا۔

حضرت شیخؒ کی سوانح میں ایک ملفوظ نظر سے گذرا، جس میں حضرتؒ کے متعلق دُعا کا تذکرہ ہے، تو خیال آیا کہ اسے بھی یہاں نقل کردوں:

''ہندوستان کی حالت بہت خراب ہورہی ہے، بڑے ہنگامے ہورہے ہیں، ہمارے مولوی اسعد نے سنا ایک الٹی میٹم بھی دیا ہے ان کو کہ فلاں نے وقت تک اگر بند نہ ہوئے تو میں سول نافرمانی شروع کروں گا، وہ وہی وقت ہوگا جو میرے وہاں جانے کا ہوگا، دیکھئے! کیا کروں۔ بھئی! بہت دُعا 1، اللہ تعالیٰ مولوی اسعد کی بہت ہی مدد کرے، بے چارہ تن تنہا ہے وہ، اور لڑپڑا۔ اس کا خط مدینہ آیا تھا، اس میں لکھا تھا میں نے یہ اعلان کیا ہے، دعا کیجیے بھی اور کرائیے بھی۔ وہاں بھی دوستوں سے کہتا رہا، تم حضرات سے بھی عرض کروں گا، بھئی! مولوی اسعد کے واسطے بہت ہی اہتمام سے دُعا کیجیے، اللہ تعالیٰ بہت ہی کامیابی عطا فرماوے۔ (حضرت شیخ الحدیث اور ان کے خلفائے کرام ص ۳۷۰، ج ۱)

تحریکِ مدارس کا وہ روحِ رواں جاتا رہا

مولانا شوکت علی قاسمی بستوی

مورخہ ۶/فروری ۲۰۰۶ء مطابق ۷/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ بروز دوشنبہ شام پانچ بج کر ۴۵/منٹ پر علم وعرفاں، تقدس وللّٰہیت، جرأت و بسالت اور دور اندیشی اور عزیمت کا آفتاب عالم تاب ۷۸ سال تک اپنی ضیاپاشیوں کے بعد نئی دہلی کے اُفق میں روپوش ہوگیا۔ اور امیر الہند، فدائے ملّت جانشین شیخ الاسلام اور قائد اسلامیانِ ہند وروحِ رواں تحریک مدارس اسلامیہ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی صدر جمعیۃ علمائے ہند اور رُکن مجلس شوری دارالعلوم دیوبند اس دار فانی سے کوچ فرما کر رفیق اعلیٰ کی جوارِ رحمت میں جا پہنچے انا للہ وانا الیہ راجعون لاکھوں سوگواروں نے انھیں دیوبند کے تاریخی قبرستان ''مزارِ قاسمی'' میں ۸/محرم کی صبح سپرد خاک کیا:

دفن ہوگا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز

حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے نصف صدی سے زائد عرصے تک ملک و ملّت کی مثالی خدمت کی ہے ان کی خدمت کا دائرہ بے حد وسیع تھا۔ مسلمانانِ ہند کی دینی وملّی قیادت ان کے جان ومال کے تحفظ دستوری اور شہری حقوق کی بازیابی، فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام۔ امارت شرعیہ کے قیام، اسلامی اوقاف کے تحفظ، ملکی وملّی اور اسلامی مسائل کے سلسلہ میں واضح موقف۔ بابری مسجد کی بازیابی کی جدوجہد، ملک کے سیکولر کردار کی بقاء وتحفظ، پارلیمنٹ میں حق وصداقت کا آواز ہ بلند کرنے، مظلوموں اور بے کسوں کی حمایت کے حوالے سے جہاں انھوں نے زرّیں خدمات انجام دی ہیں وہیں مکاتب دینیہ کے قیام، دینی تعلیم کی نشر واشاعت، اسلامی مدارس کے فروغ وترقی کے سلسلہ میں بھی ان کی خدمات بے حد تابناک ہیں۔

اسلامی مدارس ملک وملّت کا عظیم سرمایہ ہیں۔ مدارس دینیہ نے جہالت و ناخواندگی کی بیخ کنی، نونہالان اسلام کی دینی تربیت، ملّی وقومی مقاصد و اہداف کی تکمیل، ملک وملّت کی دینی ودنیاوی قیادت میں مثالی کردار ادا کیا ہے۔ ان مدارس نے اسلامی اخلاق وکردار کے حامل افراد، امن وآشتی کے پیکر اور انسانیت وشرافت کے معمار پیدا کیے ہیں۔ دینی، سماجی اور سیاسی خدمت کے ہر شعبے میں دینی مدارس کے فضلائے کرام نے اپنی زریں خدمات کے تابندہ نقوش چھوڑے ہیں، مدارس اسلامیہ نے اتحاد و یکجہتی، امن وآشتی، انسانیت ومروّت اور مساوات و ہمدردی کا درس دیا ہے اور ملک کو انگریزوں کی سیاسی وفکری غلامی سے نجات دلانے میں قائدانہ کردار ادا کیا ہے۔

حضرات اکابر علمائے دیوبند رحمہم اللہ مدارس اسلامیہ کو ملک میں اسلام کی بقا وتحفظ، علوم کتاب وسنت کی اشاعت وحفاظت، اسلامی تہذیب وتمدن کی پاسبانی اور سرمایۂ ملّت کی نگہبانی کا سب سے بہتر اور مؤثر ذریعہ سمجھتے تھے۔ جب ۳۰/مئی ۱۸۶۶ء کو سرزمین دیوبند میں اسلام، علوم اسلامیہ اور اسلامی عقائد کی حفاظت ودفاع اور خدمت دین وملّت کے جذبے سے معمور رجال کار کی تیاری کے لیے دارالعلوم دیوبند کے نام سے اسلامی چھاؤنی کا قیام عمل میں آیا تو اس کے اساسی مقاصد میں پانچواں مقصد علوم دینیہ کی اشاعت کے لیے مختلف مقامات پر مدارس عربیہ قائم کرنا اور ان کا دارالعلوم سے الحاق کرنا قرار دیا گیا۔ بعد ازاں جب اکابر دیوبند نے ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علمائے ہند کی داغ بیل ڈالی تو اس کے اعزاض ومقاصد کی دفعہ نمبر ۹ میں علوم عربیہ واسلامیہ کا احیاء اور زمانۂ حال کے تقاضوں کے مطابق نظام تعلیم کا اجراء شامل رکھا گیا۔ اکابر دیوبند وجمعیۃ نے اس اہم اساسی مقصد پر قیام کے روزِ اوّل سے اپنی توجہ مبذول رکھی۔ چنانچہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند نے، دارالعلوم دیوبند کی تاسیس کے بعد مدرسۃ الغرباء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد، مدرسہ منبع العلوم گلاوٹھی وغیرہ کی بنیاد رکھی۔ ان کے بعد حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ کو قیام مدارس سے بطور خاص شغف رہا، حضرت رحمہ اللہ نے دارالعلوم میں شیخ الحدیث اور صدارت تدریس کی مصروفیات جمعیۃ علماء ہند کی صدارت اور بے پناہ ملکی وملّی مسائل کے باوصف اس جانب بے حد توجہ مبذول رکھی۔ ملک کے کونے کونے میں تشریف لے گئے اور دینی مکاتب و مدارس کے قیام پر لوگوں کو متوجہ فرمایا۔ مدارس کی خدمت وآبیاری اور ترقی واستحکام کے لیے جاں فشانی کا جذبہ حضرت امیر ملّت اسلامیہ مولانا سیّد اسعد مدنی کو اپنے والد ماجد حضرت شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہٗ سے ورثے میں ملا۔ جمعیۃ علماء ہند میں دینی تعلیم کی نشر واشاعت کے لیے مستقل دینی تعلیمی بورڈ قائم تھا۔ حضرت فدائے ملّت رحمہ اللہ نے اس بورڈ کو فعالیت اور استحکام بخشا اور اس بورڈ کے لیے درج ذیل نظام طے پایا۔ (الف) دینی تعلیم کو ہر گھر، ہر مکتب اور ہر اسکول کالج تک عام کرنے کے لیے جدوجہد کرنا اور ہر مسجد کو دینی تعلیم کا مرکز بنانا۔ (ب) دینی مدارس ومکاتب کے لیے تربیت یافتہ اساتذہ فراہم کرنا اور اساتذہ کی تدریسی تربیت کے لیے دینی تعلیم کے سینٹر قائم کرنا۔ (ج) مشاہیر علمائے کرام اور ماہرین تعلیم کا ایک بورڈ قائم کرنا جو ملک کا دورہ کرے اور مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات کے مطابق ان کی رہنمائی کرے۔ (د) پسماندہ علاقوں میں دینی

مکاتب قائم کرنا۔(ہ) دینی تعلیمی اداروں میں باہمی تعاون و اشتراک کی فضا قائم کرنا۔(و) دینی تعلیم کی ترویج وترغیب کے لیے عام مسلمانوں میں دینی اجتماعات منعقد کرنا۔

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمہ اللہ کے طویل دورِ نظامت وصدارت میں مذکورہ امور کی انجام دہی جاری رہی اور ملک کے کونے کونے میں پھیلی جمعیۃ علماء ہند کی اکائیوں کو ہدایت دی گئی کہ مجوزہ نظام عمل اور رہنما اصولوں کی روشنی میں دینی تعلیم کا نظم قائم کیا جائے۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے ملک کے چپے چپے میں دینی مکاتب اور اسلامی مدارس کا جال بچھ گیا۔ جمعیۃ علماء ہند کی جڑیں ملک گیر سطح پر بڑی گہری ہیں، جتنی بڑی تعداد میں عوام وخواص اس جماعت سے وابستہ ہیں اتنا کسی جماعت سے وابستہ نہیں۔ حضرات علمائے کرام اور عام مسلمانوں کو حضرت فدائے ملّت رحمہ اللہ سے والہانہ تعلّق اور جذباتی لگاؤ تھا۔ ذمہ داران مدارس اپنے سالانہ اجلاسوں میں حضرت کا پروگرام لینے کی بھرپور سعی کرتے کیونکہ حضرت کی تشریف آوری اجلاس کی کامیابی کی ضمانت ہوتی اور حضرت فدائے ملّت کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے لوگ پروانہ وار ٹوٹ پڑتے تھے۔ ایک دن میں کئی کئی مقامات پر اجلاس ہوتے اور پروگرام دینے کے بعد حضرت اس میں ضرور شرکت فرماتے کبھی عذر نہ فرماتے۔ جلسوں میں شرکت کا اتنا اہتمام اور وعدے کی اتنی پاس داری کہیں دیکھنے کو نہ ملی۔

مدارس کے مسائل سے حضرت کو بڑی دلچسپی تھی، مدارس کے مفادات کا ہمیشہ خیال رکھتے اور نقصان دِہ چیزوں سے بچنے کی تاکید کرتے، سرکاری امداد کو مدرسوں کے لیے سم قاتل سمجھتے تھے، ذمہ داروں کو اس سے اجتناب کی تاکید فرماتے، مدارس کا حساب وکتاب صاف وشفاف رکھنے پُرزور دیتے تاکہ مدرسے کی بدنامی نہ ہو اور کبھی سرکاری عملے کی مداخلت کا اندیشہ نہ رہے۔ جب آپ نے یہ محسوس فرمایا کہ اہل مدارس کا عوام سے رابطہ دن بدن کمزور ہو رہا ہے تو آپ نے علمائے کرام کو عوام سے مربوط رہنے کا مشورہ دیا اور اس کی تاکید مختلف جلسوں میں فرمائی کہ محلّہ کی مسجدوں میں تفسیر قرآن کریم کا نظم قائم کیا جائے اصلاحی اجتماعات کیے جائیں، ان میں عوام کو شریک کیا جائے اور ان کی حسبِ ضرورت رہنمائی کی جائے۔ جمعیۃ کے زیر اہتمام اصلاح معاشرہ کے پروگرام شروع کیے گئے اور سال میں ایک عشرہ اس کے لیے خاص کیا گیا۔ پچھلے کئی سالوں سے ہر صوبے میں اصلاح معاشرہ عشرہ منایا جاتا ہے، اصلاحی پروگرام ہوتے ہیں اور دارالعلوم دیوبند اور دیگر بعض مدارس کے اساتذہ کرام اس پروگرام میں شریک ہوتے رہے ہیں یہ پروگرام بے حد مفید رہے ہیں۔

اسی طرح جب نام نہاد دانشوروں اور بعض ناعاقبت اندیشوں کی جانب سے یہ مطالبہ زور پکڑنے لگا کہ مدارس اسلامیہ میں جدید کاری کی جائے اور عصری علوم کی تعلیم نصاب میں شامل کی جائے تو اکابر دارالعلوم کے منہاج ومزاج کے مطابق حضرت امیر الہند نے بھی اس کی شدت سے مخالفت کی اور فرمایا کہ یہ مدارس کے خلاف منصوبہ بند سازش ہے جس کا مقصد مدارس اسلامیہ کو اس کے نصب العین سے ہٹانا ہے اور ان کی افادیت کو ختم کرنا ہے۔ الحمدللہ حضرت مولانا ودیگر اکابر کے سخت موقف کے باعث یہ آواز دب گئی ہے، مدارس اسلامیہ کے بارے میں اتنا متفکر رہنے والا اور ان کو تعمیر وترقی سے ہم کنار کرنے اور مسائل ومشکلات سے نکالنے کی تدبیر کرنے والا ان جیسا مرد آہن کوئی نظر نہیں آتا:

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

فرق باطلہ کی بیخ کنی اور باطل کی سرکوبی آپ کی زندگی کا اہم مشن تھا۔ حضرت مولاناؒ نے دارالعلوم میں فرق باطلہ کی تردید اور مسلک حق میں پختگی کے لیے محاضرات علمیہ کا نظام قائم کرایا اور دوسرے مدارس کے ذمہ داروں کو اس جانب متوجہ فرماتے رہے، اسی طرح قادیانیت کے قلع قمع کے لیے حضرت مولانا نے دارالعلوم دیوبند میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی داغ بیل ڈالی اور ان باطل فرقوں سے مقابلہ اور نبرد آزمائی کے لیے طلبہ کو تیار کرنے پر بیحد زور دیتے رہے۔ دارالعلوم دیوبند کے زیر اہتمام منعقد مدارس اسلامیہ کے ایک اجلاس میں اپنے خطاب میں فرمایا: ''ہر مدرسے میں جمعہ کو دو گھنٹہ اس کے لیے مخصوص کریں اور طلبہ کو معلومات دیں، دارالعلوم میں، کئی سال سے شعبہ قائم ہے، کتابیں حاصل کریں، مشورہ کریں اور پورے عزم کے ساتھ تعلیمی وتدریسی کاموں کے ساتھ فرق باطلہ کی تردید کا کام بھی شروع کردیا جائے'' حضرت امیر الہند کی پکڑ علماء اور عوام پر جتنی تھی اتنی کسی اور کی نہ تھی۔ سلگتے ہوئے ملکی وملّی مسائل پر جب آپ اجتماعات اور کانفرنسوں کا اعلان فرماتے تو ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں وابستگان جمعیۃ ملک کے کونے کونے سے جمع ہوجاتے جن میں بڑی تعداد علمائے کرام اور ذمہ داران مدارس کی بھی ہوتی، ان اجلاسوں میں حضرت امیر الہند مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں اپنے اندیشوں اور امیدوں کا اظہار فرماتے، خطرات کا مقابلہ کرنے کی تلقین فرماتے اور مؤثر تدابیر بیان فرماتے، پرآشوب اور نامساعد حالات نے کبھی حضرت مولانا کے حوصلے اور عزیمت کو متزلزل نہیں کیا:

ہوا تھی گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مرد درویش جسکو حق نے دیئے تھے اندازِ خسروانہ

حضرت مولانا نے مدارس میں تعلیمی وتربیتی امور پر توجہ مرکوز رکھنے کی ہمیشہ تاکید کی اور علمائے کرام اور اہل مدارس کا جو طرّۂ امتیاز اور ماضی کی خصوصیات تھیں ان کو باقی رکھنے پر زور دیا۔ سادگی اور قناعت، خلوص وللّٰہیت کی تلقین فرمائی مدارس اسلامیہ کے ایک کل ہند اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ''اگر للّٰہیت واخلاص کے بجائے دنیا پیشِ نظر ہو اور حصول دنیا کے نتیجے میں اللہ کی طرف توجہ اور تعلّق کم ہوجائے تو خیر وبرکت اُٹھ جائے گی اور دنیا کے فساد، جھگڑے، نفس پرستی کا غلبہ ہوتا چلا جائے گا، اس لیے مدارس کے حضرات کو محاسبہ کرنا اپنی نیتوں کو درست کرنا اور مستفیدین اور

کارکنان مدرسہ کواس طرف توجہ دلانا اور اصلاح کی کوشش کرنا ازبس ضروری ہے ورنہ مقصد مقصد نہیں رہے گا۔وسائل مقصد بن جائیں گے،دنیا مقصد بن جائے گی چند پیسوں میں مدرسہ چھوڑ کر دنیا میں لگ جائیں گے، بیشک دنیا دارلاسباب ہے اس لیے وسائل بھی ہونے چاہئیں لیکن انھیں مقصد بنانا نہیں چاہیے، وسیلہ کو وسیلہ بناؤ، وسیلہ کو مقصد نہ بناؤ بناؤ گے تو مقصد کھو جائے گا اور افادیت نہیں رہے گی، کوئی للّٰہیت پیدا نہیں ہوگی۔اللہ کے دین کے خادم پیدا نہیں ہوں گے، کمانے والی مشینیں پیدا ہوں گی۔''

اُتر پردیش کی فرقہ پرست حکومت نے جب اپنے آرڈیننس کے ذریعہ سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں مشرکانہ گیت ''وندے ماترم'' مسلمان بچّوں اور بچیوں کے لیے بھی پڑھنا لازم کردیا اور ہندوستان کی فرضی تصویر کے آگے جھکنے اور پھول مالا چڑھانے کا فیصلہ کیا گیا تو حضرت امیرالہند نوراللہ مرقدہٗ نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی، اس کی تردید اور آرڈیننس کے واپس لیے جانے کا پرزور مطالبہ کیا، صوبے کے مختلف علاقوں میں احتجاجی جلسے اور مظاہرے کیے گئے، حضرت والا کی تحریک پر دارالعلوم دیوبند میں مدارس اسلامیہ کا ایک اہم اجلاس ۲۱رجب ۱۴۱۹ھ کو جامع رشید میں منعقد کیا گیا جس میں اس آرڈیننس کے خلاف تجویز منظور کی گئی اور اس فیصلے کو سختی سے مسترد کردیا گیا، اسی طرح جنوری ۲۰۰۰ء میں اُتر پردیش کے وزیراعلیٰ رام پرکاش گپتا کی قیادت میں بی جے پی حکومت نے اپوزیشن کے سخت اعتراض کے باوجود ''اُتر پردیش پبلک مذہبی عمارات و مقامات ریگولیشن بل ۲۰۰۰ء پاس کردیا یہ بل دستور ہند کی دفعہ ۲۵-۲۶، اور ۳۰، کے یکسر منافی تھا۔اس کا مقصد اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کی مذہبی آزادی کو سلب کرنا تھا، اس بل کی رو سے اگر کہیں کوئی مذہبی پبلک عمارت کی تعمیر یا مرمت وغیرہ کرنی ہے تو اس کے لیے ضلع مجسٹریٹ کو درخواست دے کر اجازت لینی ضروری قرار دی گئی تھی، مجسٹریٹ کی اجازت نہ ملنے کی صورت میں کسی مسجد یا مدرسے کی نہ تو کوئی عمارت بن سکتی تھی نہ اس کی مرمت کی جاسکتی تھی، اس بل کی مخالفت میں حضرت امیرالہند نے ذمہ داران دارالعلوم کو مدارس اسلامیہ کا اجلاس بلانے پر متوجہ کیا، چنانچہ ۲۷/۱۱/۱۴۲۰ھ کو حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم کی صدارت میں دارالعلوم دیوبند میں ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا جس میں تقریر فرماتے ہوئے حضرت امیرالہند نے اس بل کی شدید مخالفت کی اور اسے واپس لینے کا مطالبہ فرمایا اور اسے مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کی مذہبی آزادی پر زبردست جملہ قرار دیا بل کے خلاف تجویز منظور کی گئی اور طے کیا گیا کہ اس بل کے خلاف مزید اجتماعات مختلف مقامات پر کیے جائیں اور مقامی ڈی ایم کو میمورنڈم پیش کیا جائے۔اور اس کی نقل صدر جمہوریہ اور وزیراعظم کو بھی ارسال کی جائے۔اس سلسلے میں حضرت امیرالہند کی ہدایت اور جناب مولانا محمود مدنی ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند کی کوششوں سے پہلے لکھنؤ اور پھر نئی دلی میں زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔جس میں لاکھوں افراد شریک ہوئے اور ان ریلیوں کا اثر یہ ہوا کہ حکومت ہند اس بل کو سردخانے میں ڈالنے پر مجبور ہوئی۔

حضرت امیرالہند کا ایک امتیازی وصف ان کی بیباکی اور حق گوئی ہے، مدارس اسلامیہ دینی اداروں اور مسلمانان ہند کے مسائل کے تعلّق سے انھوں نے سربراہان حکومت اور ارباب اقتدار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کیں اور اپنے برحق، واضح اور سخت موقف پر ہمیشہ قائم رہے۔ان میں کبھی اس حوالے سے کوئی لچک پیدا نہ ہوئی:

حدیث بےخبراں ہے کہ بازمانہ بساز
زمانہ با تو نہ سازد تو بازمانہ ستیز

پچھلے چند سال مسلمانوں کے لیے عموماً اور دینی اداروں اور مدارس اسلامیہ کے لیے خصوصاً بڑے صبر آزما اور پرآشوب رہے ہیں، فرقہ پرست عناصر اور ملک دشمن طاقتوں نے مدارس اسلامیہ کے خلاف، منصوبہ بند مہم چھیڑ دی تھی، مدارس کو بدنام کیا جارہا تھا، ان کی کردارکشی کی جارہی تھی اور ان دینی مدرسوں کو ملک دشمن سرگرمیوں کا مرکز اور آئی ایس آئی کی پناہ گاہ تک کہا جانے لگا تھا اس وقت اکابر دیوبند خصوصاً حضرت امیرالہند فرقہ پرست طاقتوں کی اس مہم کو ناکام بنانے اور مدارس اسلامیہ کی بقاء وتحفظ کے لیے بطور خاص سرگرم عمل رہے اور ببانگ دہل شرپسند عناصر کی مذمت کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ان ملک دشمن طاقتوں کو لگام دے، اسی طرح ذمہ داران مدارس کو پوری ہمّت وپامردی کے ساتھ ان سازشوں کا مقابلہ کرنے کی تلقین فرمائی ان کو خطاب کرتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا: ''آج ہم لوگ جس دور سے گزررہے ہیں وہ بڑا خطرناک دور ہے۔عیسائی، یہودی اور فرقہ پرست طاقتیں بھرپور وسائل کے ساتھ اسلام کو مٹانے پر تلی ہوئی ہیں ان کا نشانہ خاص طور سے دینی مدرسے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہی مدارس علوم دینیہ کے سرچشمے ہیں لیکن ہم کو پوری طاقت کے ساتھ دشمانان اسلام کی سازشوں کا مقابلہ کرنا ہے اور ان کو دنداں شکن جواب دینا ہے۔''

''مدارس اسلامیہ اور دہشت گردی کا الزام'' کے عنوان پر دارالعلوم دیوبند کے زیر اہتمام منعقد مدارس اسلامیہ کے کل ہند اجتماع سے اپنے بصیرت افروز وچشم کشا خطاب میں حضرت امیرالہندؒ نے فرمایا: ''اسلام اور مدارس اسلامیہ کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں ہے، ہم دہشت گردی کو کسی طرح کا تعاون دینے کو تیار نہیں، ساری دنیا جانتی ہے کہ ملک میں لاکھوں لوگ ہیں جو دہشت گرد تنظیموں سے جڑے ہوئے ہیں، ناجائز ہتھیار رکھے ہوئے ہیں ہر طرح کے جرائم کے مرتکب ہیں، اس کی انھیں ٹریننگ دی جاتی ہے۔ان کی وجہ سے ملک کا سیکولر کردار خطرے میں ہے، لیکن ان کو دہشت گرد کہنے والا کوئی نہیں ہے جبکہ مدارس کو خواہ مخواہ بدنام کیا جارہا ہے۔''

مدارس اسلامیہ کے داخلی وخارجی مسائل کے حل اور مشکلات کے ازالہ کے لیے حضرت امیر الہند نور اللہ مرقدہٗ نے مدارس اسلامیہ کو ایک پلیٹ فارم پر متحد ہونے اور ان کی تنظیم قائم کرنے پر زور دیا، چنانچہ حضرت نے مجلس شوریٰ دارالعلوم میں مدارس اسلامیہ کے کل ہند اجتماع کی تجویز رکھی، مجلس شوریٰ نے سہ روزہ اجتماع کا فیصلہ کیا جو اکتوبر ۱۹۹۴ء میں حضرت مولانا مرغوب الرحمان صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم کی زیر صدارت جامع رشید دارالعلوم میں منعقد ہوا جس میں ''رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ'' کے قیام کا فیصلہ ہوا مرکزی دفتر دارالعلوم دیوبند میں قائم کر دیا گیا اور رابطہ کے صدر حضرت مہتمم صاحب زید مجدہم قرار پائے، حضرت امیر الہندؒ کو رابطہ کے امور سے اتنی دلچسپی تھی کہ اپنے سفر پاکستان کے موقع پر وہاں قائم وفاق المدارس الاسلامیہ'' کے دستور اساسی اور دیگر ضروری کاغذاتِ وفاق کے ذمہ داران سے حاصل کر کے اپنے ہم راہ لائے اور ناچیز کو عنایت فرمایا تاکہ اس کی روشنی میں دستور العمل رابطہ کی ترتیب ہو اور کام کو آگے بڑھایا جائے، رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم کے زیرِ اہتمام مدارس اسلامیہ کے اب تک ۱۰ بڑے کل ہند اجلاس دارالعلوم دیوبند میں منعقد ہوئے ہیں جن میں مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم، نظام تعلیم وتربیت، مشکلات مدارس مدارس کے باہمی روابط واتحاد، حفاظت اسلام میں مدارس اسلامیہ کے کردار وغیرہ موضوعات پر غور وخوض ہوتا رہا ہے اور انقلاب انگیز فیصلے کئے جاتے رہے ہیں حضرت میرِ کاروانِ ملّت اسلامیہؒ ان تمام اجلاسوں میں بڑے اہتمام سے شرکت فرماتے، اپنے بصیرت افروز بیانات سے مستفید فرماتے اور اپنے صدائے دل نواز سے سامعین کے قلوب کو مہمیز کرتے:

نگہ بلند سخن دل نواز جاں پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کیلئے

جب فرقہ پرست عناصر کے زہریلے بیانات مدارس کے خلاف زیادہ آنے لگے اور حکومت ہند کی وزارتی گروپ کی رپورٹ میں بھی مدارس اسلامیہ کو ملک کی سلامتی کے لیے خطرہ قرار دے دیا گیا تو اس وقت حضرت امیر الہندؒ نے محسوس کیا کہ تمام مکاتب فکر کے مدارس کو متحد کر کے ایک ''متحدہ تحفظ مدارس کمیٹی'' کی تشکیل کی جائے چنانچہ پہلے دارالعلوم دیوبند میں اس کی کوشش کی گئی کہ دارالعلوم دیوبند کے زیرِ اہتمام تمام مکاتب فکر کے مدارس کا ایک مشترکہ اجلاس دہلی میں بلایا جائے اور ایک متحدہ مجلس تحفظ مدارس کا قیام عمل میں لایا جائے۔ دارالعلوم کی جانب سے دیگر مکاتب فکر کے بڑے مدارس اور ذمہ داروں سے رابطہ بھی قائم کیا گیا لیکن بعض مکاتب فکر کے قائدوں کی طرف سے اُمید افزا پیغام نہ ملا تو حضرت امیر الہند نے۔ جمعیۃ علماء کی جانب سے ۸/مارچ ۲۰۰۳ء کو شاہ جہانی جامع مسجد دہلی میں تحفظ مدارس کا اجلاس بلایا اور دیگر مکاتب فکر کے مدارس کے ذمہ داروں کو دعوت نامہ دینے اور ان سے گفت گو کے لیے مختلف علاقوں میں مختلف افراد کو بھیجا گیا، چنانچہ لکھنؤ، بستی، سدھارت نگر، گورکھپور، اعظم گڈھ مئو بنارس اور جون پور کے مدارس کا حضرت کے حکم پر احقر راقم السطور نے دورہ کیا اور ذمہ داران سے ملاقات کر کے ان کو ۸/مارچ کے اجلاس میں شرکت کی دعوت دی۔ چنانچہ اس اجلاس میں دیگر مکاتب فکر جماعت اسلامی اہل حدیث۔ بریلوی حضرات کے مدارس کے بہت سے ذمہ دار شریک ہوئے۔ یہ اجلاس بڑا نتیجہ خیز ثابت ہوا حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خداداد بصیرت، ایمانی فراست، جہدِ مسلسل اور روحانی عزیمت اور بے پناہ جرأت وحق گوئی سے مسلمانوں کی بقا، سرمایہ ملّت کی نگہ بانی، مدارس اسلامیہ کی پاسبانی اور ملّت میں اتحاد قائم کرنے کی جو عظیم خدمت انجام دی ہے وہ ہمیشہ یاد رکھی جائے گی:

وہ ہند میں سرمایہ ملّت کا نگہ بان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

مدارس اسلامیہ کے حوالہ سے حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کی خدمات جلیلہ کا تذکرہ دارالعلوم دیوبند کے ذکر کے بغیر نامکمل رہے گا، کون نہیں جانتا کہ نہایت پر آشوب حالات اور نازک ترین وقت میں بحرانی دور سے دارالعلوم کو نکالنے اور تعمیر وترقی کی وسیع شاہ راہ پر گامزن رکھنے میں حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ کا بے حد دخل ہے، تعلیمی اور تعمیری ہر لحاظ سے پچھلے چند سالوں میں دارالعلوم دیوبند نے حیرت انگیز ترقی کی ہے نظم و نسق بہتر ہوا ہے، تعلیمی امور پر بطور خاص توجہ دی جارہی ہے اور معیار تعلیم و تربیت بلند ہوا ہے۔ پرانی عمارتوں کی مرمّت اور جدید عمارتوں کی تعمیر بڑے پیمانے پر جاری ہے، دارالعلوم سے حضرت اقدس کو بڑا والہانہ تعلّق تھا حضرات اساتذہ، کارکنان اور طلبہ عزیز کی ضروریات اور سہولیات کا وہ بطور خاص خیال فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت کے انتقال پر ملال پر تمام خدّام دارالعلوم اور طلبہ عزیز ماتم کناں اور رنج وغم میں نڈھال ہیں اور دارالعلوم کے درودیوار بے حد اُداس اور سوگوار ہیں:

ویراں ہے مے کدہ خم وساغر اُداس ہیں
وہ کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

افسوس کہ نصف صدی سے زائد عرصہ تک اپنے یقین محکم، عمل پیہم، جہد مسلسل اور اپنی حیات بخش تدبیروں سے مسلمانان ہند کی ترقی واستحکام اور حفاظت کا سامان کرنے والی عظیم ہستی مدارس اسلامیہ کو فعالیت اور تنظیم وتعمیر سے ہم کنار رکھنے والی نابغہ روزگار وہمہ جہت شخصیت لاکھوں عقیدت مندوں کو غم زدہ و سوگوار چھوڑ کر مالک حقیقی سے جاملی فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ:

کل اُن کے در پہ سنا تھا حیات بٹتی تھی
اُمیدواروں میں خود موت بھی نظر آئی
آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

عصرِ حاضر کی مجاہد شخصیت

مولانا ابوالخیر سیّد حمداللہ بختیاری
بانی و مہتمم مدرسہ عربیہ نعمان بن ثاقب للبنات، بنگلور، جنوبی ہند

کیا لوگ تھے جو راہِ وفا سے گزر گئے
جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے افکار دینی و روحانی اور سیاسی نظریات کا جو تسلسل سے جاری رہا، بلکہ وقت اور حالات کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ قدیم صالح جدید نافع کا پہلو تا حیات اُجاگر رہا، وہ قائد و مجاہد امیر الہند فدائے ملّت حضرت مولانا سیّد شاہ اسعد حسینی مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند نئی دہلی کی ذات بابرکت تھی۔

امیر الہند کی باغ و بہار شخصیت میں بیک وقت مجموعۂ کمالات ظاہریہ و باطنیہ کا عطر، مجموعی شان سے نمایاں تھا، مسلمانانِ ہند اور عالمِ اسلامی کے حالات پر گہری نظر تھی، خارجی و داخلی، عائلی و فلاحی خدمات میں مزاجِ نبوت کارفرما تھی۔ ہند اور بیرونِ ہند کے ہزاروں مدارسِ دینیہ کے سرپرستِ اعلیٰ اور ان تمام مدارس سے گہری دلچسپی رکھنے والی شخصیت تھی، اور ایک طرف سلطان الہند سیّدنا خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیریؒ کی دعوت و ارشاد اور خانقاہی نظام و انتظام میں منہمک رہے۔

امیر الہند کی ہمہ گیر شخصیت کا مطالعہ کرنا اور صحیح تعارف کے خدوخال معلوم کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں، کیونکہ جس بلند معیار و مقام پر وہ فائز تھے، اس بلندی کو دیکھنے کے لیے ہمارے پاس نہ اس قدر علم ہے، نہ بصیرت نہ تقویٰ اور نہ صاحب دل، ان امور کے فقدان کے باعث اگر ہم امیر الہند کی شخصیت کا تعارف حاصل کرنا چاہیں تو یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے۔

مذکورہ تناظر کی روشنی میں اصحابِ قلوب، اصحابِ فکر و نظر، اور اصحابِ بصیرت نے امیر الہند کی ہمہ گیر شخصیت پر ظاہری و باطنی حیثیت سے اظہارِ خیال فراستِ ایمانی واحسانی سے فرمایا ہے۔

حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی فاروقی تھانویؒ کے خلیفہ مسیح الامت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خان شروانی (جلال آباد) کی مجلس میں کسی نے یہ کہا!

مولانا اسعد مدنی تو سیاست میں لگے ہوئے ہیں، ان کو تو چاہیے تھا کہ اپنے والد حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی کی طرح دارالعلوم میں تدریسی خدمات انجام دیتے۔

یہ سن کر مسیح الامت علیہ الرحمہ کا چہرہ سُرخ ہوگیا، جلال کی کیفیت طاری ہوگئی، فرمایا! ''مولانا اسعد مدنی بہت بلند شخص ہیں، انھوں نے اپنے آپ کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنے کے لیے سیاست کا لباس پہن لیا ہے، اگر وہ سیاست کا لباس اُتار دیں تو سارے لوگ ان کے پیچھے پیچھے ہولیں گے۔''

مذکورہ واقعہ راقم کے والد ماجد (حضرت مولانا سیّد شاہ صبغۃ اللہ بختیاری تلمیذ خاص حضرت شیخ الاسلام) سے سنا ہوا ہے۔

راقم کا قیام نئی دہلی بستی حضرت نظام الدین میں تھا، اس دوران والد ماجد کے حکم پر مرکز تبلیغ میں زیادہ وقت گزرتا تھا، مرکز میں کلیدی شخصیت حضرت مولانا شاہ منشی اللہ دتا صاحبؒ (مولانا موصوف حضرت شیخ الاسلام کے خلیفہ تھے، ان کے انتقال کے بعد اس کمرہ میں تقریباً ہفتہ عشرہ عطر و عنبر کی خوشبو آتی رہی جسے ہزاروں افراد نے محسوس کیا) سے ایک مرتبہ بنگلہ والی مسجد میں حوض کے قریب صبح گیارہ بجے (صرف خیال معلوم کرنے) راقم نے ڈرتے ڈرتے بڑی جرأت مندی سے کہا!

مولانا اسعد مدنی مدظلہٗ العالی سیاست میں لگے ہوئے ہیں موجودہ دور کی سیاست تو ٹھیک نہیں ہے؟ سن کر جلال کی کیفیت طاری ہوگئی، اپنے عصا کو فضاء میں لہراتے ہوئے فرمایا!

مولانا اسعد مدنی کو تم کیا جانتے ہو وہ شیر کا بچہ شیر ہے، شیر کا بچہ شیر ہے، اس طرح دو تین مرتبہ کہا۔ جب عصا کو لہرایا تو راقم کو یقین ہوگیا کہ اب شامت آ گئی ہے حضرت کے عصا سے پٹ جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اس کی نوبت نہیں آئی۔

شہر بنگلور میں ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، جو آج سے تیس سال قبل کا ہے۔ بنگلور کے ایئرپورٹ پر حضرت امیر الہند تشریف لے آئے، غالباً صبح کا وقت تھا، استقبال کے لیے ایئرپورٹ پر حضرت خواجہ بشیر احمد پرنامپٹی (حضرتِ ممدوح شیخ الاسلام کے خلیفہ تھے، شیخ الاسلام کے حکم پر والد ماجد نے انھیں کے پاس کئی چلّے گذار کر سلوک طے کیا تھا، اور حضرت خواجہ صاحب کو والد ماجد بشیر الاسلام کہہ کر یاد فرماتے تھے) محمد ہدایت اللہ (سابق امیر جماعتِ تبلیغ سٹی بنگلور) حاجی محمد علی (تاجر آہن بنگلور) حاجی موسیٰ خان (اونر مون اسٹار لاری سٹی بنگلور) میزبان خصوصی شیخ الاسلام، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب (سابق امام وخطیب لال مسجد بنگلور) اور چند احباب موجود تھے، امیر الہند ہوائی جہاز سے اُتر کر تشریف لے آئے، تو سب سے پہلے اوّل الذکر شخصیت آگے بڑھی سلام کیا، پھر فوراً ٹوپی سے پیر تک اپنے دونوں ہاتھ کو پھیرا، اسی طرح تین مرتبہ کیا، بعد میں جو گرد وغبار ہاتھوں کو لگی، اس کو اپنے چہرہ پر مل لیا، پھر معانقہ کیا، بعد میں دیگر احباب نے ملاقات کی۔

وہ عجیب سا منظر تھا، ایک شیخ طریقت خاموش کھڑا ہے، اور دوسرا شیخ طریقت ان کی گرد وغبار کو نعمت تصور فرما کر اپنے چہرہ پر مل رہے ہیں، دل کی کیفیت دل والے ہی خوب جانتے ہیں:

نجیب آج سیر چمن کو گئے تھے ۔۔۔ بہت ان کے نقشِ قدم یاد آئے

امیر الہند کی شخصیت ایک پل کے مانند تھی، پل کے یک طرف عقیدت مندوں کی جماعت تو پل کی دوسری جانب عقیدت مندی سے پہلوتہی کرنے والوں کی اقلیت، ان دونوں کے درمیان فراستِ ایمانی سے امت مسلمہ کی خیرخواہی میں کسر باقی نہیں رکھی۔ ایسی عظیم الشان شخصیت کا اپنے معاصرین میں دُور دُور تک نظر آنا مشکل ہے، کیونکہ وہ عصر حاضر کی قائدانہ و مجاہدانہ شخصیت تھی:

ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر
فنا کے بعد بھی باقی ہے شانِ رہبری تیری

فدائے ملّت اور طلباء پر شفقت

مفتی اشرف علی بنگلہ دیشی
فاضل دارالعلوم دیوبند

حضرت امیر الہند نور اللہ مرقدہٗ کی ذات والا صفات مکارم الاخلاق کی ایک زندہ تصویر تھی۔ زہد وورع، فہم وبصیرت، علم وتقویٰ، مہمان نوازی، کرم گستری، قومی ہمدردی وغمخواری، ملت کے مسائل ومصائب سے دلچسپی اور ہر میدان میں مسلمانانِ ہند کی دینی و سیاسی قیادت کے حوالے سے اگر کسی شخصیت کو تلاش کیا جائے تو حضرت فدائے ملت علیہ الرحمہ کی ذات ہی جلوہ گر ہوگی، آپ کی کثیر الجہات زندگی کے ہر پہلو پر مستقل قلم اُٹھایا جاسکتا ہے، چنانچہ لوگ لکھ رہے ہیں اور لکھتے رہیں گے، آپ کے کارناموں سے لبریز زندگی کا تاریخ کا عنوان جلی بن جائے گی، احقر کو دورانِ طالب علمی سے ہی قربت کی سعادت میسر رہی اور طلبہ پر حضرت علیہ الرحمہ کی خاص نظر عنایت و شفقت کا قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملا، حقیقت تو یہ ہے کہ مہمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح قدر شناس ان گنہگار آنکھوں نے نہیں دیکھا، چنانچہ ذیل میں کچھ واقعات پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں جو میرے اس دعوے کی واضح دلیل اور شاہد عدل ہیں۔

حضرت سے تعلّق کا آغاز

احقر نے چونکہ اپنی نو سالہ طالب علمانہ زندگی ''جامعہ حسینیہ اسلامیہ عرض آباد، ڈھاکہ'' میں گزاری جسے اکابر دارالعلوم اور خانوادۂ مدنی کی خاص توجہ حاصل رہی ہے، چنانچہ حضرت والا کی بار بار آمد ورفت اور علمائے بنگلہ دیش کی حضرت والا سے والہانہ محبت وعقیدت کو دیکھ کر ایک سادہ لوح بچہ جو ابھی سن شعور کو بھی نہیں پہنچا تھا عقیدت ومحبت کی ڈور سے منسلک ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور اسی وقت اس نے یہ عزم مصمم کرلیا کہ اپنے مخلص اساتذہ کی طرح حضرت سے بیعت واصلاح کا تعلق قائم کرکے، ان کے علمی وعملی فیوض وبرکات سے مستفید ہوکر اپنے ظاہر وباطن کی حتی المقدور اصلاح کی کوشش کرے گا، بالآخر ۱۴۲۶ھ کو بموقع ختم بخاری شریف اسی مرکز ''جامعہ حسینیہ عرض آباد'' میں دیرینہ تمنا رنگ لائی اور حضرت والا سے منسلک ہوگیا اور اسی سال رمضان المبارک میں باری تعالیٰ نے بغرض تحصیل علم مادر علمی آنے کی توفیق عنایت فرمائی اور اپنے فضل سے داخلے سے بھی نوازا۔ سابقہ عزم کے مطابق اصلاحِ باطن کی بات یاد آئی اور حضرت سے استفادہ کے لیے دل بے قرار ہوگیا، چنانچہ ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت سے بیعت وارادت کے تعلقات کی بات یاد دہانی کے لیے اس ناکارہ نے ایک عرض خدمت اقدس میں پیش کی حضرت نے مسکرا کر بنگلہ زبان میں فرمایا ''ماتھا میں بے تھا ہے؟'' یعنی سر میں درد تو نہیں؟ اس ناکارہ نے دبی زبان میں ادباً نفی میں جواب دیا کہ نہیں، تو حضرت نے صوفیائے کرام کے درمیان مشہور دوازدہ تسبیح کے لیے حکم فرمایا اور اس کی مشق کے لیے مولانا محمود صاحب پٹھیڑی، سہارن پوری (خلیفۂ شیخ الاسلام علیہ الرحمہ) کے پاس جانے کا حکم فرمایا، تعمیل حکم میں احقر نے دوازدہ تسبیح کا سبق مولانا موصوف سے حاصل کیا اور حضرت والا کی خانقاہ میں ذکر کی مجلس کے انعقاد کی عدم واقفیت کی وجہ سے اپنے معمولات کو پورا کرنے کے لیے دارالعلوم کی مشہور ومعروف مسجد چھتہ کو بعد نماز فجر منتخب کیا، بعد میں خانقاہ کی مجلس میں حاضری کو سعادت سمجھتے ہوئے مجلس میں آنا شروع کیا، اس کے بعد رفتہ رفتہ حضرت والا کی توجہات سے قربت میں شیئاً فشیئاً اضافہ ہونے لگا اور بالآخر وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضرت کی خدمت کا موقع میسر ہوتا رہا، پھر تو خدا کے بے پایاں کرم اور حضرت کی غایت درجہ شفقت کی برکت سے مکمل ڈیڑھ سال مادر علمی میں تعلیم کے ساتھ ساتھ حضرت کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔

خدمت لینے سے اجتناب

(۱) حضرت والا کے اندر خدمت عن الخلق سے اجتناب اور استغناء کا عالم یہ تھا کہ کبھی بھی مہمانِ رسول سے ذاتی یا گھریلو خدمت نہیں لیتے تھے اور کبھی اگر سن لیتے کہ گھر میں طالب علم سے کوئی خدمت لی گئی تو انتہائی ناراضگی کا اظہار فرماتے تھے جس کا اندازہ دیکھنے والوں کو بخوبی ہوجایا کرتا تھا، اب جبکہ طلبہ سے خدمت نہ لینے کی بات چل ہی پڑی تو ایک واقعہ جو احقر کی ذات ہی سے متعلق ہے وہ بھی گوش گزار کرتا چلوں، ہوا یوں کہ احقر معمول کے مطابق عشاء کی نماز کے بعد حضرت کے پیچھے ان کے گھر پہنچا اور جب دارالعلوم واپس ہورہا تھا تو راستہ میں حضرت کے خادم نے مجھ سے کہا تم تو اندر جا ہی رہے ہو تو کیوں نہ ایک ٹوکری آم حضرت مولانا، قاری عثمان صاحب مدظلہ العالی (نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند) کے لیے لیتے جاؤ، احقر بخوشی تیار ہوگیا اور آم لینے کے لیے ان کے ساتھ حضرت کے کمرے میں داخل ہوا، حضرت نے اچانک دیکھ کر تعجب سے پوچھا انھیں کیوں لے آئے؟ انھوں نے عرض کیا کہ یہ دارالعلوم کے اندر جارہے ہیں، اس لیے میں نے سوچا کہ ان کی معرفت قاری صاحب کو آم بھیج دوں، بس اس وقت حضرت کی ناراضگی قابلِ دید تھی،

غصّے میں فرمایا یہ دارالعلوم میں پڑھنے جا رہے ہیں، یا آم پہنچانے کے لیے؟ اس کے بعد احقر کے اصرار پر حضرت نے آم لے جانے کی اجازت دے دی۔

(۲) ''الـزاوية الـمدنية''میں فجر کی نماز کے بعد ذکر کی مجلس میں جو طلبہ عزیز ہوتے تھے حضرت ان کو بڑی ہی شفقت اور توجہ کی نظر سے دیکھتے تھے اور اس شفقت و توجہ میں مرید و غیر مرید سب یکساں اور برابر تھے اور جب کوئی طالب علم اپنی کوئی پریشانی بیان کرتا تو اس کو حل کرنے کی کوشش فرماتے اور اس کے لیے خوب دعائیں فرماتے۔ حضرت کی توجہ ہی کا اثر تھا کہ نہ معلوم کتنے طلبہ کی حیاتِ مستعار کا سفینہ گمراہی کی راہ سے ہٹ کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہوگیا ہے اور نہ معلوم کتنے طلبہ جو نماز سے اکثر غافل اور بدنظری کے شکار تھے وہ صفِ اوّل کے عادی بن گئے اور ایک بڑی تعداد وہ ہے جس کا علم اس ناکارہ کو بھی ہے اور بچشمِ خود ان کو دربارِ الٰہی میں کثرت سے رات کے اندھیرے میں اپنے گناہوں پر آہ و بکا کرتے ہوئے دیکھا، چنانچہ اسی ''الـزاوية الـمدنية'' کا واقعہ ہے کہ ذکر کی مجلس میں طلبہ کی کثرت سے شرکت کو دیکھ کر ایک مہمان نے حضرت سے عرض کیا کہ یہ طلبہ محض ناشتہ کی غرض سے یہاں آتے ہیں، ذکر ان کا مقصد نہیں، بس اتنا سننا تھا کہ حضرت کا چہرہ انور متغیر ہوگیا اور اپنے غصّے پر قابو پاتے ہوئے فرمایا کہ ''محسن کہاں؟'' (محسن مولانا سیّد ارشد مدنی صاحب (دامت برکاتہم العالیہ) کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ جنھوں نے حضرت اقدس کی آخری لمحے تک خدمت کی، اللہ تعالیٰ موصوف کو سعادت دارین نصیب فرمائے) جب موصوف حاضرِ خدمت ہوئے تو ارشاد فرمایا ''ان کو اندر لے جاؤ'' چنانچہ اسی روز مہمان مذکور سے عصر کی نماز کے بعد والی مجلس میں کوئی تاریخی غلطی صادر ہوئی تو حضرت نے بہت جلال میں ان کی خبر لی، نتیجتاً ان صاحب کو چھ مہینے تک حضرت کی مجلس میں آنے کی ہمّت نہ ہوئی، اس پورے واقعہ سے مقصود حضرت والا کی طلبہ پر شفقت کی ایک جھلک پیش کرنا ہے چنانچہ وہ طلبہ کے بارے میں شکایت کرتے اور نہ یہ صورتِ حال پیش آتی۔

(۳) ''الزاوية المدنية'' میں ایک مرتبہ ایک طالب علم بعد نماز فجر ذکر خدا میں مشغول تھا، گرمی کا موسم تھا اور بجلی غائب تھی تو اس نے شدت گرمی کی وجہ سے خانقاہ کا انورٹر چلایا، مہمان خانہ کے ایک ذمہ دار نے اس کو بند کر دیا اور اس کو بُرا بھلا کہا اور کہا کہ کیا یہ طلبہ کے لیے ہے؟ اور طالب علم نے خاموشی کے ساتھ اس کو برداشت کیا اور بات وہیں پر ختم ہوگئی لیکن بعض دوسرے حضرات نے اس طالب علم کے ساتھ اس خادم کی بدسلوکی کی بات حضرت والا تک پہنچا دی تو حضرت والا نے اس خادم کو بہت ڈانٹا اور فرمایا، تم لوگ خود محنت نہیں کرتے ہو اور اگر کوئی محنت کرنا چاہتا ہے تو اس کے پیچھے پڑ جاتے ہو اور فرمایا آئندہ اگر کبھی بھی کسی طالب علم کے ساتھ بدسلوکی اور بدزبانی سے پیش آیا تو خانقاہ سے نکال دوں گا، یہ واقعہ بھی طلبہ پر حضرت والا کی شفقت کا ایک نمونہ ہے۔

(۴) جیسا کہ لکھ چکا ہوں کہ طلبۂ عزیز حضرت والا کے پاس اگر کسی پریشانی کا ذکر کرتے تو حضرت دعا فرماتے تھے اور ان کی خبر گیری بھی کرتے تھے، جیسا کہ جب پہلے پہل اس ناکارہ نے حضرت والا کی مجلس میں حاضر ہونا شروع کیا تو کافی دن گزر جانے کے بعد دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ میں روزانہ حاضر خدمت ہوتا ہوں اور حضرت والا سے محبت بھی کرتا ہوں لیکن حضرت کبھی کچھ پوچھتے بھی نہیں، چنانچہ محبوب کی طرف سے یہ خاموشی اس ناکارہ کو بڑی گراں گزر رہی تھی تو ارادہ ہوا کہ اپنی طرف سے ہی کچھ کیا جائے لیکن قریب آتا تو ہمّت نہیں ہوتی۔ ایک مرتبہ کی بات ہے میرے سر میں درد تھا جو زیادہ تکلیف دِہ نہ تھا پھر بھی حضرت والا سے ڈرتے ڈرتے دبی زبان میں عرض کیا ''حضرت سر میں درد ہے دُعا فرما دیجیے'' تو حضرت نے سر میں دم کر دیا اور فرمایا کل آتے وقت تیل لے آنا پڑھ دوں گا، لیکن الحمدللہ اس سے ہی درد ختم ہوگیا اور میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ درد میں شدت نہ تھی مجھے تو صرف محبوب سے بات کرنے کا بہانہ چاہیے تھا، آخر جب دوسرے دن یہ ناکارہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو از خود فرمایا ''تیل نہیں لائے؟'' اب کیا حال ہے سر میں درد تو نہیں ہے؟ اس ناکارہ نے ادباً نفی میں جواب دیا۔ اور حضرت والا کی اس عنایت سے اتنی خوشی ہوئی کہ جسے نوکِ قلم نہیں لایا جا سکتا، آپ اندازہ لگائیے حضرت والا ایک طالب علم کی بیمار پرسی بھی کس قدر اہتمام سے کرتے تھے جو ان کی شفقت ہی پر دلالت کرتا ہے۔

(۵) حضرت اقدس جس وہیل چیئر پر بیٹھ کر نماز کے لیے مسجد تشریف لاتے تھے اس میں بیٹھنے کا ایک مخصوص طریقہ تھا، اس کی کیفیت یہ ہوتی تھی کہ کرسی پر بیٹھنے سے پہلے اس کے پائیدانوں کو کھولنا پڑتا تھا، پھر بیٹھنے کے بعد اُن کو دوبارہ بند کرنا پڑتا تھا عام طور سے جب گاڑی اندر سے آتی تھی تو اکثر اوقات اس کو کھولنے اور بند کرنے کا کام احقر سے متعلق تھا، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے وہیل چیئر کے پائیدان کو بند کرنے کے لیے حضرت کے ایک خادم خاص بڑھے تو حضرت نے غصّے میں انھیں ایک چپت رسید کیا جس کی وجہ سے انھیں دوبارہ بند کرنے کی ہمّت نہ ہوئی لیکن چونکہ بند نہ کرنے کی صورت میں قدم زمین سے گھسٹتا تھا حضرت کی یہ تکلیف اس نالائق سے برداشت نہ ہو پائی تو اس ناکارہ نے پائیدان بند کرنے کی ہمّت کی اور الحمدللہ کر بھی دیا تو حضرت نے کچھ نہیں فرمایا بلکہ مسکرا کر ٹال دیا۔

(۶) اس طرح کا ایک واقعہ اور بھی ہے کہ مظفر نگر خاں جہاں پور میں حضرت والا کا باغ تھا جس میں بکثرت تشریف لے جاتے تھے، ایک دن آٹھ بجے کے قریب حضرت والا اس باغ میں تشریف لے گئے، گیارہ بجے کے قریب

جب آنے کا وقت ہوا تو دوسرے ساتھیوں کی طرح یہ ناکارہ بھی مدنی منزل کے سامنے حضرت کے انتظار میں کھڑا تھا، جب گاڑی مدنی منزل کے سامنے پہنچی تو ہم لوگوں نے سامان اُٹھانا شروع کیا اور جب حضرت اترے تو ہاتھ میں صدری تھی جو زمین سے لگ رہی تھی چہرے پر انقباض کا اثر تھا، خادم نے لینا چاہا تو انکار کر دیا بعد میں ایک طالب علم نے ہمّت کے ساتھ اس کو پکڑا تو حضرت نے انھیں کچھ نہیں فرمایا یہاں بھی حضرت نے ایک طالب علم کی ہمّت وارادت کی کتنی رعایت کی ہے۔ جیسا کہ واقعہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔

(۷) طلبہ عزیز کی پڑھائی میں خلل حضرت والا کو بالکل گوارہ نہیں تھا، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے ایک مہمان دارالعلوم دیکھنے کے لیے آئے تھے بعد ظہر مسجد میں حضرت نوراللہ مرقدہٗ سے ملاقات کی حسبِ عادت ارشاد فرمایا کہ کہاں ٹھہرے ہیں؟ مہمان نے جواب دیا میرے بھائی دارالعلوم میں پڑھتے ہیں ان کے یہاں حضرت والا نے سختی سے ارشاد فرمایا کیا دیوبند میں ان کی شادی کرادی، کیا مکان بنوا دیا؟ کیا ان کی بیوی پکاتی ہے کہ آپ ان کے وہاں کھاتے ہیں؟ کیا آپ کو کھلانے میں ان کے اوقات کی تضیع نہیں ہوتی؟ پڑھائی میں خلل نہیں ہوتا؟ ہم لوگ کس لیے ہیں؟ اگر آپ کو ہمارا فقیرانہ دسترخوان پسند نہ آئے تو دارالعلوم کا مہمان خانہ موجود ہے وہاں قیام فرمائیے کیوں خواہ مخواہ ان طلبہ کا وقت ضائع کر رہے ہیں۔

(۸) جب حضرت نوراللہ مرقدہٗ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست بنے تو حضرت نے اپنی تمام قوتوں کو دارالعلوم کی ہر قسم کی ترقی میں صرف فرما دیا۔ جس کے نتیجے میں تعمیری میدانوں میں حکیم الامت منزل، شیخ الاسلام منزل اور شیخ الہند منزل جیسی خوشنما اور طلبہ عزیز کے لیے تمام سہولیات سے آراستہ عمارتیں وجود میں آئیں۔ مسجد رشید جیسی سجدہ گاہ وجود میں آئی جس کی خوبصورتی اور دلکشی صرف اور صرف دیکھنے سے تعلّق رکھتی ہے اس کی خوبصورتی کا بیان ان الفاظ وسطور میں نہیں آ سکتا ہے جس کی زیارت کے لیے آنے والے سیاحوں کے قافلوں کا تانتا لگا رہتا ہے۔ دارالعلوم کے متعلّق حضرتؒ کی فکر کا عالم یہ تھا کہ ملک اور بیرون ملک طلبہ کی سہولت کے لیے چندہ کرنے میں کبھی عار محسوس نہیں کی اور اس چندے کا مقصد صرف طلبہ کی راحت رسانی تھی اور علمی میدان کا عالم یہ تھا کہ حضرتؒ حضرت نانوتوی علیہ الرحمہ کے لگائے ہوئے اس شجرہ کی ہر شاخ کو باطل کے لیے تلوار بنا دینا چاہتے تھے۔ اور اس کے لیے ہر ممکن کوشش فرماتے تھے، چنانچہ جب ملک میں عیسائی تنظیموں نے اپنے جال بچھائے اور سادہ لوح مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی کوشش تیز کر دی تو حضرت نے اپنی بصیرت اور ملک گیر دوروں سے یہ اندازہ لگا لیا کہ امت کو ایسے داعیوں کی ضرورت ہے جو عیسائیت کے خلاف برسرپیکار ہوں اور باطل کا قلع قمع کر سکیں، چنانچہ حضرت نے دارالعلوم میں شعبۂ ردعیسائیت قائم فرمایا اور اس کے لیے جگہ جگہ تربیتی کیمپ لگوائے اور مقصد صرف یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پڑھنے والے لوگ سہم من سہام اللہ بن کر عالم میں خدا کے دین کی اشاعت کریں، اسی طرح فرق باطلہ کی دوسری کڑی قادیانیت کے خلاف ''ردّ قادیانیت'' کا شعبہ قائم فرمایا اور جب اس کی ابتدا ہوئی تو اس میدان کے شہسواروں کو بلایا، تاکہ طلبہ عزیز ان لوگوں سے اس میدان کے نشیب وفراز سے واقف ہوں، چنانچہ ان کے مشیر کاروں میں حضرت مولانا اسماعیل صاحب کٹکیؒ جیسے نامور مناظر اسلام کی شخصیت بھی تھی، پھر سلسلہ آگے بڑھا تو دور حاضر کے مشہور فتنہ غیر مقلدیت کے تعاقب کے لیے ایک جماعت تیار کی جس کو علماء کے طبقہ نے بہت سراہا، اسی طرح طلبہ کو دور حاضر میں عصری علوم سے واقف کرانے کے لیے ''شعبۂ انگریزی زبان وادب'' اور ''شعبۂ کمپیوٹر'' کا قیام حضرت والا ہی کے اشارہ پر عمل میں آیا، تاکہ طبقۂ علماء میں پائے جانے والے اس خلا کو پُر کیا جا سکے۔ یہ سارے کارنامے طلبہ عزیز پر شفقت کی دلیل نہیں تو اور کیا ہیں۔

خدام کے سلسلے میں حضرت والا کا نظریہ

حضرت والا اپنی ذاتی اور گھریلو خدمت طلبۂ عزیز سے لینا پسند نہیں فرماتے تھے اگر کوئی خدمت کرتا بھی تو عین خدمت کے وقت متعارف شخص سے بھی اجنبیت کا معاملہ فرماتے تھے اس کی وجہ کیا تھی یہ تو ناکارہ حضرت کی حسن حیات میں سمجھ نہ سکا، لیکن جب حضرت والا مرض الموت میں مبتلا تھے اس وقت حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کا ایک ملفوظ نظر سے گزرا جس میں حضرت نے فرمایا:

''میں اپنی خدمت کے لیے کسی کو مخصوص نہیں کرتا اور مقصود اس سے دوسرے کو نقصان سے بچانا ہے بائیں طور کہ وہ اپنے آپ کو خادم خاص نہ سمجھنے لگے اور عجب سے بچا رہے۔'' یہ معاملہ حضرت کا تمام خدام کے ساتھ تھا لیکن طلبہ کے ساتھ اس سے بھی زیادہ احتیاط تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت والا مکمل تعارف کے باوجود کسی طالب علم کا کبھی نام نہیں لیتے تھے بلکہ ''آپ'' یا ''تم'' سے خطاب فرماتے تھے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

حضرتؒ کی خانقاہ میں دوسری خانقاہوں کی طرح روک ٹوک اور تنبیہ کا معمول زیادہ نہ تھا، جو لوگ تنبیہ کو اصل سمجھتے تھے ان کو حضرت کے اس طریقہ پر گویا اشکال تھا، حالانکہ معاملہ کی حقیقت یہ تھی کہ حضرت ہر کس وناکس کو نہیں ٹوکتے تھے بلکہ جس کے اندر اپنے نور بصیرت سے محنت ومجاہدہ کی استعداد دیکھتے تھے اس کو ہر چھوٹی بڑی بات پر تنبیہ اور اس کی اصلاح فرماتے اور حضرت کو مردم شناسی کی جو صلاحیت من جانب اللہ ودیعت ہوئی تھی اس سے دنیا بخوبی واقف ہے۔ ○○

حضرت فدائے ملتؒ اور بنگلہ دیش

فرید الدین مسعود

ملک خداداد بنگلہ دیش برصغیر کے مشرقی جانب بے آف بنگال کے شمالی ریتیلی کنارے پر مسلم اکثریت کا ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ ایک زمانہ میں یہ ایک مثالی خوشحال علاقہ تھا لیکن انگریز کی مسلسل بربریت اور ظالمانہ اکانومیکل پالیسی کے نتیجے میں آج کل سیلاب، غربت، افلاس اور ناداری اس کے باشندوں کی تقدیر بن چکی ہے۔ اسی ناطے یہاں عالم کی مشنری قوتیں اپنے ناجائز عزائم اور پلان پورا کرنے میں کوشاں ہیں

ماضی بعید سے اس خطہ کے ساتھ اکابر اولیاء، علماء اور مشائخ کا ایک خاص تعلق رہا ہے۔ تواریخ میں ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے عہد میں ہی یہاں عرب تاجروں کے ذریعہ اسلام کا پھیلنا شروع ہوگیا تھا۔ ماضی قریب میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کا اس خطہ کے ضلع سلہٹ سے بہت خصوصی برتاؤ رہا ہے۔ آپ کی زندگی کا ایک اہم حصہ اسی علاقہ میں گزرا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے ساتھ تدریسی تعلق قائم ہونے سے پہلے تک آپ یہیں رہے۔ اس کے بعد بھی تقریباً ہر سال حضرتؒ رمضان کا مبارک مہینہ یہیں گزارتے تھے۔ سلہٹ کے قیام کے دوران نہر، ندیوں اور دلدل دوز راستوں سے گزر کر گاؤں گاؤں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو دین اور اعمالِ صالحہ کی تلقین فرماتے تھے۔ موجودہ دَور میں سلہٹ کے علاقہ میں عوام کے اندر جو دینداری اور علم دوستی دیکھی جاتی ہے، علماء اور کثرت سے دینی مدارس نظر آتے ہیں۔ یہ سب تقریباً شیخ الاسلام حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی انتھک کوشش اور دعاؤں کا نتیجہ ہیں۔

ہمارے حضرت جانشین شیخ الاسلام فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ کے بچپن اور عنفوانِ شباب کا ایک بڑا حصہ بھی اسی علاقہ اور اسی آب و ہوا و ماحول میں حضرتؒ کے زیر سایہ گزرا۔ آپ کے بچپن کے ساتھی یہاں ابھی بھی موجود ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی فیملی کے سلہٹ قیام کے دوران حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ کی ایک بہن کا انتقال بھی یہاں ہوا تھا۔ ان کا مدفن بھی یہاں ہے۔ حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ کو اپنی اس بہن سے بڑا تعلق تھا۔ اقرباء اور خاندان والوں سے حضرت کا تعلق اور پیار و محبت تو اس گئے ہوئے زمانہ میں بھی ضرب المثل ہے۔ آپ نے کس طرح جانفشانی اور نگہبانی سے اپنے والد صاحبؒ کے وصال کے بعد اپنے چھوٹے بھائی بہنوں کو پالا پوسا۔ انھیں تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا یہ دنیا کے سامنے ظاہر باہر ہے۔

ہمارے حضرتؒ نے ایک دن احقر سے مرحومہ بہن کے انتقال کا حال بتاتے ہوئے والدہ مرحومہ کی روحانی بلندی کا عجیب واقعہ سنایا تھا۔ فرمایا کہ بہت سے سے بہن بیمار تھی۔ ان کی تیمارداری ہی میں والدہؒ کا اکثر وقت گزر جاتا تھا۔ بچی سے غیر معمولی محبت تھی۔ اس لیے ان کا بہت قلق تھا۔ آس پاس کی عورتیں ان کا حال دیکھ کر کہتی تھیں بچی کو اگر کچھ ہوگیا تو ماں بھی دنیا سے چلی جائیں گی۔ جس دن بچی کا انتقال ہوا حضرت شیخ الاسلام اس وقت مسجد میں تھے۔ ماں نے اطمینان سے نعش کو سنبھالا۔ کھانا بھی پکایا اور حضرت شیخ الاسلامؒ کو اطلاع فرمائی۔ یہ حال دیکھ کر لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔ دریافت کرنے پر ماں نے فرمایا جب تک بچی زندہ تھی میری ذمہ داری تھی اس لیے پریشان تھی۔ اب وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ تو نعم الوکیل ہے۔ اب پریشانی کی کیا بات ہے۔

الغرض گوناگوں وجوہ سے اس خطہ کے ساتھ حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ کو ایک قسم کا طبعی اور جذباتی تعلق پیدا ہوگیا تھا۔ یہاں تک کہ یہاں کا کھانا بھی آپ کو بیحد مرغوب تھا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الاسلام مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے رمضان المبارک کا حال بیان فرماتے ہوئے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ سلہٹ میں کھانا کھانے کے وقت دو دسترخوان بچھائے جاتے تھے۔ ایک روٹی کھانے والوں کے لیے اور ایک بھات (چاول) کھانے والوں کے لیے۔ ہمارے حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ اور حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی مدظلہٗ العالی دونوں بھات کھانے والوں میں تھے۔ حضرت شیخ الاسلام مدنی نوراللہ مرقدہٗ مذاقاً فرمایا کرتے تھے میرے ساتھ دو بنگالی اور ہیں ان کے لیے چاول لاؤ۔

صاحبزادہ اور جانشین فدائے ملت حضرت مولانا سیّد محمود مدنی مدظلہٗ العالی نے راقم الحروف سے بار بار فرمایا کہ یوروپ، امریکہ اور دوسرے علاقوں میں سفر کی اجازت لینے میں بہت مشکل ہوتی تھی لیکن بنگلہ دیش کے متعلق حضرت خود ہمیں ترغیب دیتے تھے۔ اگر ہم تین دن کے لیے ارادہ ظاہر کرتے تو حضرت نوراللہ مرقدہٗ فرماتے اتنے کم دن میں کیسے ہوگا۔ کم از کم ہفتہ تو چاہیے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اکابر و اسلاف کے مانند ہمارے حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ نبیوں والی فکر اور درد سے سرشار تھے۔ امت کے غم میں دن رات پریشان رہتے تھے۔ امت مرحومہ کی بہبودی و فلاح کی فکر ان کی طبیعت کا جزو بن چکی تھی۔ حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے اندر یہ صفت ایک خاص امتیاز کے ساتھ تھی۔ آپ پورے عالم میں دربدر پھرے۔ انگلینڈ اور کینیڈا کی خطرناک سردی، عرب کے ریگستان، بنگال اور آسام کی کیچڑ اور سیلاب زدہ زمینیں اور کوہستان کے سنگلاخ صحرا کوئی چیز ان کے سامنے رُکاوٹ نہیں بن سکی۔ عمر کا اکثر حصہ نہیں بلکہ ساری عمر اسی فکر اور اسی چلت پھرت میں حضرت والا نے گزار دی۔ سفر ہی ان کی اقامت تھی اور جائے اقامت دیوبند کے لیے سفر کی حیثیت رکھتی تھی۔ ایک دفعہ راقم الحروف نے جانشین فدائے ملت حضرت مولانا

محمود مدنی مدظلہٗ سے عرض کیا تھا کہ ہمارے حضرتؒ نہایت ضعیف ہوچکے ہیں۔ زیابیطس اور گوناگوں بیماریاں ہیں۔ ان کے ہمہ گیر اسفار بند کرنے کا کوئی حیلہ سوچنا چاہیے۔ انھوں نے فرمایا کہ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ سفر ہی آپ کی جان ہے۔ جس دن یہ سفر بند ہوجائے گا آپ دنیا ہی سے رحلت فرماجائیں گے۔ چنانچہ حضرت والا کو اسی حال میں چھوڑ دینا چاہیے۔

امت کی فلاح و بہبود کی فکر حضرتؒ کے لیے سخت سے سخت سفر کو آسان بنادیتی تھی۔ امت کے لیے جب بھی اور جہاں بھی ضرورت پڑی حضرتؒ ہمیشہ ہی سب سے آگے رہے۔ ہندستان کے فسادات یا عرب و فلسطین کے یہودیت کے مارے مسلمان ہوں، بیت اللہ شریف کی عزت وحرمت کی حفاظت کا مسئلہ ہو یا بنگلہ دیش کے مشنری این جی اوز کے پھندے میں پھنسے ہوئے غریب اور نادار عوام کا مسئلہ سب جگہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو سرگرم دیکھا گیا ہے۔ سیاست کا میدان ہو یا روحانیت کا نورانی صحرا، سماجی و رفاہی کام ہو یا اقتصادی اور معاشرتی میدان سب جگہ آپؒ ملت کی فلاح و بہبودی کے لیے کوشاں رہے۔ یہ ہی ہمدردانہ اور ملّی و مذہبی فکر حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے بنگلہ دیش سے تعلق کی بنیاد تھی۔ بچپن کے لاشعوری دَور سے اس خطہ کے ساتھ جو ربط و تعلق تھا سو تھا اس پر اس خطہ کی اقتصادی اور دینی زبوں حالی ادھر عیسائی اکثریت کا ملک بنانے کا مشنریوں کا ساخشانہ اور خطرناک لائحۂ عمل اور گوناگوں دینی داعیہ اور جذبات نے بنگلہ دیش کی طرف حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو اور زیادہ متوجہ کردیا تھا۔

بچپن اور عنفوانِ شباب کے بعد اس برصغیر کی تقسیم ہوجانے کے سبب حضرتؒ کے اس خطہ کے ساتھ براہِ راست تعلق قائم رکھنے میں رکاوٹ پیدا ہوگئی تھی۔ لیگی غنڈوں نے حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ پر ہلاّ بول دیا تھا تاہم اس زمانہ کے مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ بابو ودھان رائے کے انتظام اور کوشش سے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اور ان کے اہل خانہ ایک ہوائی جہاز چارٹر کرکے امن وامان کے ساتھ بہار ہوتے ہوئے دیوبند پہنچ گئے تھے جس کے بعد اس خطہ سے براہِ راست حضرت کا کوئی تعلق نہ رہا۔ مگر دل ہمیشہ اس خطہ کی طرف لگا رہتا تھا۔ حج یا بیرونی سفر میں کبھی کوئی بنگلہ دیش سے تعلق رکھنے والا کوئی آدمی مل جاتا تو آپ بہت پیار ومحبت اور شوق سے اس خطہ اور اس کے حالات کی خبر لینے کی کوشش فرماتے تھے اور وہاں کے دینی و مذہبی حالات پر مشورہ بھی عطا فرماتے تھے لیکن آنا جانا ناممکن تھا۔

پاکستان کے اخیر دَور میں رنگون تشریف لے جاتے ہوئے ڈھاکہ کے پرانا ہوائی اڈّہ ہوکر گزرنا ہوا۔ وہاں ڈھاکہ کے چند تعلق والے حضرات نے ملاقات کی۔ ان لوگوں کے اصرار پر چند گھنٹے کے لیے ڈھاکہ نواب باڑی تشریف لائے، علماء سے ملے۔ وہاں سے پرانے ملنے والوں میں آسام کے مشہور زمیندار چودھری عبدالخالق صاحب مرحوم (جو اس وقت ڈھاکہ شہر امپرو یمنٹ ٹرسٹ کے سکریٹری تھے) کے گھر اور دارالعلوم مدنیہ جاترا باڑی تشریف لے گئے پھر واپس ہوگئے۔ میرے علم کے مطابق تقسیم ہند کے بعد اس خطہ میں شاید یہی آپ کا پہلا سفر ہے۔

پاکستانی اقتدار کے خلاف ۱۹۷۱ء میں جب سابق مشرقی پاکستان کے بنگالی عوام نے بغاوت کی اور آزادی کے لیے جانکاہ لڑائی میں مصروف ہوئے تو حضرت فدائے ملتؒ نے اس وقت بھی پاکستانی نظام کے خلاف مظلوم بنگالیوں کا ساتھ دیا۔ جمعیۃ علماء ہند کے ایماء پر دہلی اور کلکتہ میں سیمینار و مظاہرے وغیرہ کیے گئے۔ عالمی آراء خصوصاً مسلمانوں کی توجہ ادھر مبذول کرانے کی کوششیں کیں اور بنگلہ دیش کی آزادی میں بہت اہم کردار ادا فرمایا۔

ادھر بنگلہ دیش بننے کے بعد ایک ایسی صورتحال پیدا ہوگئی تھی کہ مدارس دینیہ کا وجود ہی خطرہ میں پڑ گیا تھا اور پاکستان نوازی کی وجہ سے سابق مشرقی پاکستان میں بسنے والے ہندستانی مسلم مہاجرین پر جو یہاں عام طور پر بہاری کے نام سے مشہور ہیں زیادتیاں ہونے لگیں تو حضرت فدائے ملتؒ کے انسانیت پرور ضمیر نے اس کو گوارہ نہیں فرمایا۔ ہندستان کی اس وقت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کو اس وقت کے بنگلہ دیشی حکمرانوں سے بات چیت کرکے صورتحال پر قابو پانے کے لیے فرمایا۔ حضرتؒ کی سیاسی اور ملّی شخصیت ہندستان میں ناقابل انکار ہے۔ اندرا جی نے فوراً اس وقت کے بنگلہ دیش کے سربراہ بنگو بندھو شیخ مجیب الرحمٰن مرحوم سے بات کی۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ خود بنگلہ دیش سفر کرنے کے لیے تیار ہوئے اور براہِ راست شیخ مجیب الرحمٰن مرحوم سے ملنے کا قصد فرمایا۔

اسی ناطے جسر لاوڑی مدرسہ کے پرنسپل حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کے شاگرد اور مجاز حضرت شیخ تجمل علیؒ سے کلکتہ عالیہ کے ہیڈ مدرّس جمعیۃ علماء مغربی بنگال کے صدر اور حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کے مجاز حضرت مولانا طاہر صاحبؒ نے رابطہ قائم فرمایا۔ حضرت مولانا شیخ تجمل علی صاحبؒ نے ڈھاکہ جاترا بازی کے مدرسہ دارالعلوم مدنیہ کے بانی و مہتمم شیخ المحدثین حضرت مولانا قاضی معتصم باللہ دامت برکاتہم سے مل کر دونوں نے حضرت مولانا نور اللہ مرقدہٗ کے بنگلہ دیش سفر کا پورا انتظام فرمایا۔ احقر راقم الحروف کے علم کے مطابق بنگلہ دیش بننے کے بعد حضرت نور اللہ مرقدہٗ کا اس خطہ کا یہ پہلا سفر تھا۔ اس وقت جاترا بازی مدرسہ دارالعلوم مدنیہ کے سامنے واپڈا کی ایک خالی زمین پر اجتماع ہوا۔ ہر طبقے کے لاکھوں لوگوں کا مجمع تھا۔ حضرتؒ نے خیر سگالی اور دینی شعور و تعلیم پر ایک مبصرانہ تقریر فرمائی۔ بنگلہ دیش بننے کے بعد اس قسم کا مجمع اور لوگوں کا اجتماع اور کہیں نہیں ہوا تھا۔ حضرتؒ کی اس تقریر سے مایوس لوگوں میں اُس کی جان پڑی اور اس کا بہت دوررس اثر مرتب ہوا تھا۔

بنگلہ دیش بننے کے بعد علماء اور عوام اپنے دین کے بارے میں خطرات اور شبہات کے شکار ہوگئے تھے کہ دین اور دینی روایات باقی رکھنے کی کیا صورت ہوگی؟ اس تقریر سے لوگوں کو روشنی ملی۔ اسی سفر میں حضرتؒ نے مولانا شیخ تجمل علی صاحبؒ اور مولانا قاضی معتصم باللہ صاحب مدظلہٗ سمیت اُس وقت کے سربراہ ملک شیخ مجیب الرحمٰن مرحوم سے بنگو بھون میں (پریذیڈنٹ ہاؤس) ملے اور ان سے فرمایا کہ علماء اور مدارس بنگلہ دیش کے خلاف نہیں ہیں۔ اپنی ذاتی

وجاہت کواستعمال کر کے سب دوبارہ کھولنے کا انتظام کیجئے۔علماء کے خلاف جو مقدمات چل رہے ہیں ان کو قید و بند کی جو پریشانیاں ہورہی ہیں سب بند کیجئے اور عام معافی کا اعلان کردیجئے۔ مہاجر مسلمانوں کی جان مال عزت آبرو کی حفاظت کے ذمہ دار آپ ہیں۔ان ہی باتوں پر آپ کے ملک کی بہبودی و خیر ہے۔ شیخ مجیب الرحمٰن صاحب مرحوم نے وعدہ فرمایا۔ یہ حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ ہی کی کوشش ہے کہ اس سے اس خطہ کے علماء و مدارس دینیہ اور تبلیغی کام کی نشأۃ ثانیہ ہوئی جو آجکل بہت وسیع پیمانہ پر جاری ہے۔ اسی دوران مدرسہ دارالعلوم مدنیہ ڈھاکہ میں علماء کا ایک خاص اجتماع ہوا۔ بنگلہ دیش کے کونے کونے سے ہزاروں علماء جمع ہوئے۔ جمعیۃ علماء بنگلہ دیش کی بنیاد رکھی گئی۔ حضرتؒ نے اس اجتماع میں علماء اور عوام کے لیے ایک مبصرانہ لائحۂ عمل پیش کیا۔ سب کو ہمت دلائی اور فرمایا کہ یہ ملک آپ کا ہے، آپ کو یہیں رہنا ہے، دین و مذہب کو لے کر رہنا ہے، یہ آپ کا حق ہے۔ بے تامل کام میں کود پڑیئے اور آگے بڑھتے جایئے۔ افسوس کہ بعد میں کچھ سازشیوں کی وجہ سے جمعیۃ علماء اپنا یہ مشن پورا نہیں کر پائی اور حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے بتائے ہوئے راستے سے قدرے بھٹک گئی تاہم کوشش ہمیشہ جاری رہی۔

بنگلہ دیش کے عوام اور علماء میں اس سفر کا بہت عجیب اور نمایاں اثر ہوا۔ علماء نے پھر ہمت سے کمر باندھی اور ملّی، دینی وتبلیغی کام میں آگے بڑھے۔ پرانے مدارس کھولے گئے، نئے نئے مدارس اور مراکز دینیہ قائم ہونے لگے۔ آجکل جو دینی چہل پہل اور کثرت سے علماء و مدارس نظر آتے ہیں یہ سب حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ کے رہین منّت ہیں۔ اس کے بعد سے بنگلہ دیش میں حضرت نوراللہ مرقدہٗ کا اصلاحی و دینی سفر ہر سال ہوتا رہا۔ بعض مواقع پر ایک سال میں کئی کئی دفعہ سفر ہوا۔ ایک جم غفیر حضرتؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔ متعلقین اور مریدین کی تعداد بیسیوں لاکھ ہوگی۔ بہت سے علماء و مسترشدین کو حضرت والاؒ نے بیعت کے سلسلے میں اجازت سے بھی نوازا۔ ڈھاکہ اور ڈھاکہ کے باہر ایک دو نہیں کئی سو دینی مدارس حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی سرپرستی اور ترغیب دلانے پر قائم ہوئے اور پروان چڑھے۔

ایک خاص دینی و مذہبی مقصد اور نصب العین لے کر حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ بنگلہ دیش تشریف لاتے تھے۔ گزشتہ صدی ہجری کے اخیر سے عیسائی مشنریاں اور عیسائیت نواز این جی اوز نے اس خطہ میں ارتداد کی ایک بھیانک صورتحال پیدا کردی تھی۔ عوام کے افلاس اور غربت و ناداری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اسلام سے بیزار کرنے اور عیسائی بنانے کی ناپاک کوششیں چلاتے رہے۔ اتنے خفیہ طور پر یہ مشنریاں کام کرتی رہیں کہ ۱۹۹۰ء کے لگ بھگ اس خطہ میں عیسائیوں کی تعداد پچاس لاکھ سے تجاوز کر چکی تھی حالانکہ بنگلہ دیش بننے کے وقت ان کی تعداد صرف چھ ہزار تھی۔ عوام تو درکنار علماء تک اس سے بے خبر تھے۔ اس صورتحال سے امت کی دردمند ذات حضرتؒ کو بہت تشویش تھی۔ آپ بہت پریشان تھے۔ عوام الناس اور علماء کو اس صورتِ حال کی طرف متوجہ کرنے کی غرض سے ۱۹۹۶ء کا رمضان المبارک ڈھاکہ میں گزارنے کا ارادہ فرمایا۔ بنگلہ دیش کے کچھ لوگوں نے دوسرا مشورہ بھی دیا لیکن حضرتؒ مصمم تھے۔ دیوبند کے پررونق ماحول اور عزیز و اقارب کو چھوڑ کر رمضان کی پہلی تاریخ کو عمرہ ادا کر کے سیدھا ڈھاکہ چودھری پاڑا مدرسہ میں آپہنچے۔ ملک اور بیرونِ ملک کے تقریباً دو ہزار طالبین اور متوسلین نے حضرتؒ کے ساتھ اس سال ڈھاکہ میں رمضان گزارا اور اعتکاف میں شریک ہوئے۔ یہ رمضان ڈھاکہ والوں کے لیے کیسا پررونق تھا یہ تو وہی بتاسکیں گے لیکن احقر کا تبصرہ یہ ہے کہ ایسا رمضان کبھی نہیں دیکھا گیا۔ اتنے آدمی اور ان کے ساتھ بڑی تعداد میں مقامی لوگ ہوتے ہوئے انتظام اور چہل پہل میں کسی قسم کی گڑبڑی نہیں تھی جو صرف حضرتؒ ہی کی کرامت کا نتیجہ تھا۔ سارا مہینہ ڈھاکہ میں عجیب نورانیت کا سما بندھا رہا۔ اسی رمضان میں حضرتؒ کی دعوت پر قریب کے جامعہ مالیباغ کی مسجد میں ایک ہزار کے قریب علماء و مشائخ حاضر ہوئے۔ حضرتؒ نے سب کے سامنے پردرد اور داعیانہ لہجہ میں بنگلہ دیش کی صورتحال کھول کھول کر بیان فرمائی۔ عیسائی مشنریاں اور این جی اوز کی سازشوں کے متعلق آگاہ فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر ضرورت ہو تو چند دن کے لیے مدارس وغیرہ بند کر کے گاؤں گاؤں میں گشت لگایئے۔ لوگوں کے ایمان کی حفاظت کیجئے۔ این جی اوز اور مشنریوں کے ناپاک عزائم کے متعلق لوگوں کو متنبہ کیجئے۔ گاؤں گاؤں نماز کا انتظام اور مکاتب قائم کیجئے۔ اسی اجتماع میں تقریباً سات سو علماء نے اس کام کے لیے تحریراً حلف اُٹھایا اصلاح المسلمین بنگلہ دیش کے نام سے ایک سماجی امدادی، دینی واصلاحی ادارہ کی بنیاد ڈالی گئی جو حضرتؒ کے اس مشن کو دن بدن آگے بڑھانے میں کوشاں ہے۔

حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ کی توجہ اور کوشش کا ثمرہ ہے کہ اس کے بعد سے علماء جاگ اُٹھے اور ہر مجلس و محفل اور اجتماع میں اسلام دشمن سازشوں کے متعلق خاص کر این جی اوز اور مشنریوں کے بارے میں لوگوں کو متنبہ کرتے رہے۔ حضرتؒ اس کام کا اتنا فکر اور درد رکھتے تھے کہ غریب اور نادار مسلمان غربت اور افلاس کی وجہ سے ان کے ہاتھ نہ پڑ جائیں اس لیے قسم قسم کے امدادی فنڈ، غیر سودی قرضہ وغیرہ کا انتظام اصلاح المسلمین کے ذریعہ انجام فرمایا، یہاں تک کہ انگلینڈ، امریکہ اور ساؤتھ افریقہ کے مالدار مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلائی۔ راقم الحروف خود یوکے، امریکہ کے سفر میں ساتھ تھا۔ آپؒ مسجدوں میں بنگلہ دیشیوں کے لیے چندہ کی عام اپیل فرماتے تھے۔ وہاں کے قدیم ساتھیوں نے بتایا کہ حضرتؒ کو کبھی کسی کی خاطر عام چندہ کے لیے مسجدوں میں برسرعام اپیل کرتے ہوئے نہیں دیکھا، صرف یہ بنگلہ دیشیوں کے ایمان کی حفاظت کرنے کی خاطر آجکل حضرتؒ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

الحمدللہ حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ کی توجہ وانتھک کوشش کے نتیجہ میں بنگلہ دیش کے نادار مسلمان ایک بہت بڑے سازشی حملہ سے بچ گئے۔ اگرچہ ابھی ان دشمنانِ اسلام کی سازشیں جاری ہیں۔ بنگلہ دیش بننے کے بعد سلہٹ

میں بھی حضرتؒ نے حضرت شیخ الاسلامؒ جہاں اعتکاف فرماتے تھے وہاں اعتکاف فرمایا۔شاید ہندستان کے باہر حرمین شریفین کے علاوہ صرف بنگلہ دیش ہی کو یہ شرف حاصل ہے۔ پاکستان میں قادیانیوں کو سرکاری طور پر غیر مسلم قرار دینے کے بعد بنگلہ دیش کو انھوں نے نشانہ بنایا اور بہت زور دار پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔اس فتنہ کی روک تھام کی طرف حضرتؒ کا غیور دل متفکر ہوا اور علماء کو اکٹھا کر کے ختم نبوت آندولن پریشد کے نام سے ایک ادارہ قائم فرمایا جو آج تک اس سلسلے میں کام کو آگے بڑھانے میں کوشاں ہے۔

۱۹۸۰ء میں منعقدہ دارالعلوم دیوبند کے جشن صد سالہ اجلاس میں پاکستان کے عظیم رہنما حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے پاکستان کے فضلاء دیوبند کے لیے ہندستان آنے اور ویزا وغیرہ کی مشکلات کے پیش نظر اسی قسم کا ایک جلسہ پاکستان میں کرنے کی تجویز رکھی تاکہ وہاں کے فضلاء اس سے فیضیاب ہوسکیں۔دوسرے اجلاس میں راقم الحروف کو جب تقریر کرنے کا موقع ملا تو اس تجویز کی بھرپور تائید کی کہ گوناگوں مشکلات کی وجہ سے بنگلہ دیش کے فضلاء کا بھی ایک عظیم حصہ اس مجلس میں شریک نہیں ہو پایا اس لیے وہاں بھی اس قسم کا ایک اجلاس ضرور ہونا چاہیے۔بعد میں حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ کی کوشش سے دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ نے بھی اس تجویز کو سراہا اور بنگلہ دیش اور پاکستان میں دستار بندی اجلاس ہونے کی تجویز پاس ہوئی۔

اس سلسلے میں حضرت شیخ تجمل علی صاحب نوراللہ مرقدہٗ خلیفہ و مجاز شیخ الاسلامؒ کو صدر اور حضرت شیخ الاسلامؒ کے شاگرد رشید اور بنگالی زبان میں حضرت شیخ الاسلامؒ پر سب سے ضخیم اور پرمواد سوانح عمری کے مصنف مولانا قاضی معتصم باللہ صاحب دامت برکاتہم کو ناظم بنا کر ایک کمیٹی بنائی گئی لیکن بعض مشکلات کی بنا پر وقت پر یہ کام نہ ہوسکا۔

راقم الحروف نے حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ کو ادھر توجہ دلائی تو آپ نے آگے بڑھنے کی اجازت دی اور خود تحریک کر کے دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مدظلہٗ اور ناظم تعلیمات حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی مدظلہٗ کو اس ناطے بنگلہ دیش تشریف لانے کے لیے آمادہ کیا۔اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی مرضی کچھ سازشین اور منافقین نے اس مقدس کام کو روکنے کی بے انتہا کوششیں کیں لیکن حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ کے عزم مصمم اور حکمت عملی کی وجہ سے اور حضرت شیخ عبدالکریم کوریہؒ خلیفہ و شاگرد خاص حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کی انتھک کوشش اور سربراہی میں اس دیرینہ خواب کی تعبیر رونما ہوئی اور ڈھاکہ میں بنگلہ دیشی فضلا دیوبند کا شاندار اور پرکیف و بہار اجتماع ہوا۔ بڑی کثرت سے جوق در جوق فضلاء اس میں شامل ہوئے اور حضرتؒ، مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب اور مولانا سیّد ارشد مدنی صاحب کے دست مبارک سے دستار فضیلت دارالعلوم دیوبند سے نوازے گئے۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے سلہٹ کے زمانہ قیام میں ایک دار الحدیث قائم فرمایا تھا۔ یہ جگہ خلافت بلڈنگ کے نام سے مشہور ہے۔ دارالعلوم دیوبند کی تدریسی خدمات قبول کرنے سے پہلے تک جتنے دن آپؒ سلہٹ رہے سالہا سال تک یہیں درس حدیث دیتے رہے۔ بہت سے طالبانِ نبوت یہاں سے پیاس بجھاتے رہے لیکن پاکستان بننے کے بعد کچھ لوگوں نے اس پر قبضہ کرلیا۔ بنگلہ دیش بننے کے بعد بھی یہ جگہ غلط قسم کے لوگوں کے ہاتھ میں رہی اور درسِ حدیث کی جگہ دوسرے کام میں استعمال ہوتی رہی۔سلہٹ کے اکابر علماء نے بارہا اس کو واپس لینے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو پائے۔

بالآخر حضرتؒ نے جس سال ڈھاکہ میں اعتکاف فرمایا اس سال سلہٹ کے مایہ ناز فرزند اور اس وقت کے بنگلہ دیش پارلیمنٹ کے اسپیکر جناب ہمایوں رشید چودھری مرحوم کو جو بچپن میں حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کی صحبت میں رہ چکے تھے، اس طرف توجہ دلائی اور راقم الحروف کو ذمہ داری بخشی کہ اس کام کے لیے ان سے رابطہ رکھے اور کوشش کرے۔اس وقت سلہٹ کے ڈپٹی کمشنر تھے حضرتؒ کے ایک معتقد ڈاکٹر شہادت صاحب کے ایک بھائی۔ان کی حمایت سے اس زمین کا ایک حصہ پھر دارالحدیث کے نام واپس مل گیا اور حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ ہی کی کوشش سے چھ منزلہ عمارت کی بنیاد آپؒ ہی کے ہاتھ سے رکھی گئی۔اس وقت گراؤنڈ فلور سمیت دومنزلہ کام مکمل ہو چکا ہے۔

حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی دیرینہ تمنا تھی کہ بنگلہ دیش کے علماء متحدہ ہوکر تعمیری کام میں لگے رہیں اور سیاسی وسماجی کاموں سے پرہیز کریں۔ بنگلہ دیش کا آخری سفر بھی اسی مقصد کے پیش نظر ہوا تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام کی قیادت اس وقت کچھ نامناسب دلال قسم کے لوگوں کے قبضہ میں تھی۔حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے اس کی قیادت کو صحیح لائن پر لانے کی کوشش کی۔ جمعیۃ کے اس اجلاس میں شریک ہوئے اور حاضرین کو تعلیمی محاذ پر خصوصاً اسکول کالج اور یونیورسٹیوں میں دینی تعلیم نافذ کرنے کی تحریک کے لیے ترغیب دلائی۔الحمدللہ حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ کے منشاء کے مطابق آج جمعیۃ علماء حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کے مایہ ناز شاگرد خلیفہ ومجاز بیعت حضرت مولانا شیخ عبدالحق غازی نگری دامت برکاتہم کی قیادت میں رواں دواں ہے۔گزشتہ ۲۰۰۵ء میں اسلام کے نام پر کچھ بے راہ لوگوں نے بنگلہ دیش میں دہشت گردی شروع کردی تھی۔ایک ہی دن میں ایک ساتھ ۶۳ ضلعوں کے پانچ سو مقامات پر بم بازی کی گئی۔ بہت افراتفری کا ماحول تھا۔کچھ سازشی دوستوں کی وجہ سے راقم الحروف گرفتار ہوکر جیل میں تھا۔بنگلہ دیش کے حالات پر حضرت نوراللہ مرقدہٗ بہت پریشان تھے۔ جیل خانہ میں ہی حضرت والاؒ نے کچھ دعاء وظیفہ دست مبارک سے تحریر فرما کر بھیجا اور ایک خط بھی احقر کے نام ارسال فرمایا۔اس میں خصوصی طور پر یہ تحریر فرمایا کہ:’’بنگلہ دیش اور آپ کی گرفتاری پر تشویش ہے اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔‘‘

اصل میں بات یہ ہے کہ ہمیشہ سے ریت یہی رہی کہ بڑوں کی نظر الطاف اور عنایت، ضعیف اور کمزوروں پر زیادہ ہوتی ہے۔حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ کی رحلت سے امت مسلمہ ایک عظیم رہنما سے محروم ہوگئی خصوصاً بنگلہ دیش کا تو اپنا سہارا ٹوٹ گیا۔اللہ کریم ورحیم آپ کی قبر کو نور سے منور فرمادے، آمین!○○

دیدار کے چند لمحات

حافظ حبیب الرحمان نقشبندی رکن القاسم اکیڈمی

ڈیڑھ سو سالہ دیوبند کانفرنس اور صرف ڈیڑھ منٹ کی تقریر وہ بھی اس شخصیت کی جس کا پچھلے ڈیڑھ ماہ سے انتظار ہو رہا تھا، جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے لاکھوں تشنگانِ دیدار کا دل بیقرار ہو رہا تھا، مگر یہ کیا کہ:

نظر تو آئی تھی ہلکی کرن تبسم کی
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

تشنگی برقرار تھی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت نے جس وقت میں تقریر کرنی تھی وہ گزر چکا تھا، چونکہ حضرت وقت کے سختی سے پابند تھے۔ اپنے ہر اصول کے پاس دار تھے، اس لیے تشنگانِ دیدار کے حصے میں یہی ڈیڑھ منٹ آیا لیکن آپ کی یہ اصول پسندی دل میں گھر کر گئی۔ یہ تھے مدنی ابن مدنی فرزند شیخ الاسلام سیّد اسعد مدنیؒ۔ آپ قائد حریت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے فرزندِ ارجمند حضرت مولانا فضل الرحمٰن قائد جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی دعوت پر ہندستان سے تشریف لائے تھے، گرچہ دونوں بڑے باپ کے بیٹے تھے، لیکن اپنی محنت سے، کوشش سے، اخلاص وعمل سے، جہدِ مسلسل سے مسلم امت کی اپنے دل میں تڑپ رکھنے کی بنا پر ہندستان کے مظلوموں کے دل جیتنے کی وجہ سے جو مقام سیّد اسعد مدنیؒ نے نصف صدی میں بنایا، وہ شیخ الاسلامؒ کی نظرِ کیمیا گر کا اثر بھی تھا اور اپنی شبانہ روز کی محنتوں کا ثمرہ بھی:

اپنی کوشش سے مقام اپنا بنانے والے
اپنی کشتی کو بچانے کے ہنر جانتے ہیں

ان کے اخلاص وعمل کا اندازہ ان کی مساعی کے بطن سے برآمد ہونے والے نتائج سے لگایا جاسکتا ہے، مگر شاید اندازہ لگانے میں اگلی صدی ناکافی ہو، جن کا ایک سجدہ معاصر کی چار رکعتوں سے بھی لمبا ہو، تو ان کے خشوع کا کیا عالم ہوگا۔ جو اپنا قد بڑھانے کے لیے لفظوں کا متلاشی نہ ہو بلکہ الفاظ ان کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ نابغۂ روزگار، بہترین مدرّس، محقق، راسخ فی العلم، متدین، متصلب مفتی، شیخ الحدیث کے الفاظ والقاب دارالعلوم دیوبند کی علمی فضا میں بارہ سال تک ان کا طواف کریں۔ مسند نشین، مجازِ طریقت، خلیفہ شیخ الحدیث، خلیفہ شیخ الاسلام، جانشینِ شیخ الاسلامؒ اور امیر الہند، فدائے ملت، جیسے حسین ودل نشین القاب نصف صدی تک ان کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہوں اور وہ کبھی راوڑ کیلا میں، کبھی جمشید پور میں، کبھی مرادآباد میں، کبھی میرٹھ میں، کبھی کولکتے میں، کبھی ملیانہ میں، غرباء کے، مظلوم مسلمانوں کے بے خانماں برباد لوگوں کے، مصیبت زدگان کے، بیواؤں اور یتیموں کے دُکھ درد سمیٹتا پھرتا ہو، کڑکتی دھوپ میں پسینے سے شرابور، تھکن سے چور، اپنے مستقر سے سینکڑوں میل دور مارا مارا پھر رہا ہو:

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

علامہ اقبالؒ کا یہ شعر جن پر حرف بہ حرف صادق آتا ہو، جس کا دل گداز تھا، جگر سوختہ تھا، سینہ غم سے لبریز تھا، جسم آہنی تھا، چہرہ دل آویز تھا، سراپا عطر بیز تھا، جس کی مسکراہٹ دلوں کو موہ لینے والی تھی، بولتے تو پھول جھڑتے، خاموشی میں سات سمندروں کا تلاطم پنہاں تھا، جس کا غصہ زندگانیوں کو سنوارنے والا، جس کی جھکی ہوئی نگاہیں لوگوں کو دیدار کی فرصت مہیا کرتیں، جس کی اُٹھی ہوئی نظریں لوگوں کو نظر جھکانے پر مجبور کردیتیں، جن کا احترام شاگردوں سے زیادہ اساتذہ کے دل میں تھا، جو اکیلا ایک انجمن تھا، جو انجمن میں بھی اکیلا تھا، جن کا پہلا گھر مدینہ میں تھا، جس کی ہجرت ہندستان کی تھی، جن کی نصرت پاکستان والوں کے لیے تھی، جن کی آخری آرام گاہ شیخ الاسلامؒ کے پہلو میں بنی، جن کی قبر کو ان کی آمد کا انتظار تھا، لیکن وہ تین مہینے سے بے ہوش تھے، تین مہینے پہلے حضرت نے نمازِ عصر کی اذان سنی تھی، کسی کو بلا کر کہا تھا ''میری وہیل چیئر وضو خانے تک لے جاؤ، وہیل چیئر برقی تھی، بٹن دبایا تھا اور خود دوڑ پڑے تھے، گر گئے تھے، سر میں چوٹ آئی تھی، جب اُٹھایا تھا تو فرمایا تھا، مجھے جلدی سے وضو کراؤ اور جب اہل خانہ نے کہا کہ آپ وضو نہیں کرسکتے تو فرمایا تھا جلدی سے تیمّم کراؤ، تیمّم کرتے وقت ذہن نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا اور اب تین مہینے سے بے ہوش تھے۔ شاہ ولی اللہؒ کی فکر کا امین، شیخ الاسلامؒ کے واسطے سے بھی اور براہِ راست بھی شیخ الہندؒ کا شاگردِ متین شیخ الاسلامؒ کا جانشین، لاکھوں چاہنے والوں کے قلوب کی تسکین، تین مہینوں سے بے ہوش تھا، مسلسل اسفار میں رہتا تھا، مساجد کے تحفظ میں، مقابر کی نگہداشت میں، اکابر کی تقلید میں، مسلم اُمہ کے مسائل حل کرانے کی تگ ودو میں، بیواؤں کے سر پر دوپٹہ اور یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھنے کے لیے فسادات کے زخمیوں کے زخم پر مرہم رکھنے کے لیے مسلمانوں کا مستقبل سنوارنے کے لیے، مریدوں کے قلوب کو نکھارنے کے لیے مسلسل سفر پر تھا۔

نہ دن میں چین تھا، نہ رات کو آرام، رات کو شب بیداری اور دن میں انسانوں کی غمگساری، کتنے لوگ ان کی اس روش سے مسلمان ہوئے، کتنے مسلمان ان کی کوششوں سے صاحبِ ایقان ہوئے، کتنی خانقاہیں ان کے دَم

قدم سے آباد ہوئیں، کتنی غیر آباد و ویران مساجد میں اذانیں اور نمازیں شروع ہوئیں، اس ساری تگ و دو کا مقصد:

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں ، میں اسی لیے نمازی

اس مقصد کے حصول میں وہ اللہ جل شانہٗ کے ذکر کو بلند کرتا رہا۔ دین کی سربلندی کے لیے مسلسل چلتا رہا۔ اللہ کریم کو یہ ادائے دلنوازی پسند آئی۔ دنیا میں تھکن سے چور جسم کو دنیا ہی میں آرام دینا مطلوب ہوا۔ دنیا کی تھکن کو دنیا ہی میں اُتارا جا رہا تھا۔ اگلے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے کچھ تو آرام کرنا چاہیے۔ اسعد مدنیؒ کا کیا تھا وہ (ترمیم پر معذرت کے ساتھ):

اگر اور جیتے رہتے تو ''وہی شعار'' ہوتا
تیری زندگی کا اسعد کوئی اعتبار ہوتا

اللہ جل شانہ نے اپنے بندے کو تین مہینے کا آرام دے کر الارم بجا دیا، سر اُٹھایا تو ''نمازِ عصر'' سے فارغ ہو چکے تھے اور اللہ کے ذکر میں مشغول تھے، یہ آخری نماز تھی، ذکر سے فارغ ہوئے تو قبر اپنی باہیں پھیلا چکی تھی۔ فرشتے لینے آ گئے تھے، تھوڑی دیر کے بعد سیّد اسعد مدنیؒ اپنے آخری سفر پر روانہ ہو چکے تھے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ OO

ایک طالب علم کا جذبۂ محبت

مَـاذا عـلـى مَـنْ شَـمَّ تُربةَ اَحْـمدِ
اَنْ لا يَشُـمَّ مَـدى الـزمـانِ غَوالـيا
صُبَّـتْ عَـلَـيَّ مصـائبٌ لَو انَّهـا
صُبَّـتْ عـلـى الايّـام صِرْنَ ليـاليـا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ مزارِ اقدس کی پاک مٹی سونگھنے کے بعد دنیا کی خوشبوؤں کی ضرورت نہیں رہتی، میرے اوپر اتنی زیادہ پریشانیاں آئیں، اگر یہ پریشانیاں دن کے اوپر آتیں تو دن کی روشنی ختم ہو کر رات میں تبدیل ہو جاتا۔

فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کا سانحۂ ارتحال پیش آیا۔ انتقال کے بعد ایک تعزیتی مجلس میں ایک طالب علم نے یہ شعر پڑھا:

مجھے اے موت تو اتنا بتادے
یہ بے جا ظلم تو کب تک کرے گی
نہ تو کچھ کر سکی قاسم کو لے کر
سیّد اسعد کو لے کر کیا کرے گی

مرسلہ: **سینیٹر قاری محمد عبداللہ بنوری**

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سیّد شیر علی شاہ

ضبط: مولانا عبدالغنی
ناظم جامعہ ابو ہریرہ

اصول کے پختہ تھے فدائے ملتؒ

حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کے ساتھ میں نے زیادہ وقت نہیں گزارا۔ حضرت جب وہاں مدینہ میں تشریف لاتے تو ہمارے سارے احباب انھیں چائے کی دعوت دیتے، چائے کی دعوت پر جب احباب مطالبہ کرتے کہ ہمیں کچھ نصائح بیان فرماویں تو حضرت فرماتے، نہیں چائے کے لیے بلایا ہے تو صرف چائے پئیں گے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب مکی بھی وہاں پر اپنی رباط میں اکثر موجود ہوا کرتے تھے۔ اسی رباط میں ہم لوگ چائے کی دعوت دیتے۔ یہ حضرت مولانا خیر محمد مکی احناف کے بہت بڑے عالم تھے۔ حضرت مولانا اسعد مدنیؒ سے بہت محبت تھی، بہت زیادہ خاموش پسند اور خاموش شخصیت تھے۔ جب ڈیڑھ صد سالہ کانفرنس پشاور میں منعقد ہوئی تو حضرت مولانا اسعد مدنیؒ خصوصی طور پر مدعو تھے۔ ان کی تقریر کا وقت دوسری شخصیات غالباً حضرت مولانا اجمل خان لاہوری اور حضرت مولانا عبدالمجید ندیم صاحب نے لے لیا۔ جب حضرت مولانا اسعد مدنیؒ صاحب کو تقریر کی دعوت دی گئی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ میری تقریر کا جو وقت مقرر تھا وہ دیگر حضرات نے لے لیا، میں صرف خطبہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ حضرت نے خطبہ پڑھا اور آخر میں و آخر دعوانا ان **الحمد لله ربّ العالمین** پڑھ کر اپنا بیان ختم کر دیا۔

اصولوں کی پابند شخصیت تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ بڑے مجاہد اور عظیم لیڈر بھی تھے، ہندستان کے علماء کے سرپرست تھے اور مسلمانانِ ہند کے بہت زیادہ ہمدرد تھے۔ جہاں بھی فسادات شروع ہو جاتے تو حضرت اسعد مدنیؒ خود موقع پر پہنچ جاتے اور فساد کو ختم کر دیتے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے صحیح جانشین تھے، عظیم قربانیاں دی تھیں، سارا وقت مسلمانانِ ہند کے لیے وقف کیا تھا۔ تمام ہند علماء کی کمران سے مضبوط تھی۔ حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ حیات تھے تو ان کی معیت و رفاقت میں حضرت (اسعد مدنیؒ) بھی بنگلہ دیش جایا کرتے تھے اور وہاں اپنے والد کی سرپرستی و ہدایت میں مسلمانوں اور مریدوں اور متعلقین کو وعظ و نصیحت کرتے تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی مولانا ارشد مدنی علمی لحاظ سے بہت بڑا مقام رکھتے ہیں۔ ان کی علمی استعداد بہت مضبوط ہے۔ وہ شیخ مدنیؒ کے علوم و معارف کے امین ہیں۔ آج کل دارالعلوم دیوبند میں احادیث کا درس دیتے ہیں۔ مولانا اسعد مدنیؒ ہمارے ہاں جب بھی تشریف لاتے تو حضرت مولانا عزیز گل صاحبؒ کے ہاں ضرور تشریف لے جاتے۔ حضرت مولانا عزیز گل صاحبؒ پر بہت زیادہ فریفتہ تھے۔ حضرتؒ اپنے اوقات کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ OO

حضرت امیر الہند اور مدنی نسبتیں

قاری تنویر احمد صاحب شریفی

حضرت امیر الہندؒ کا مقام:

فدائے ملت امیر الہند حضرتِ اقدس سیدی ومولائی مولانا السیّد اسعد المدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی فضیلت کے لیے بہت سے شواہد موجود ہیں، جن میں سے دو یہاں درج کیے جاتے ہیں، جس سے اندازہ ہوگا کہ آپ کا درجہ کیا تھا۔

حضرت میاں صاحب مولانا سیّد اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مولانا حسین احمد کی سوانح حیات کو حضرت شیخ الہندؒ کی سوانح حیات سے وہی تعلّق ہے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سوانح حیات کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات سے ہے۔''

امیر امان اللہ خان مرحوم کی رائے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) نقل فرماتے ہیں:

''شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ ایک نور تھے تو شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ اس نور کی ضیا اور چمک تھے۔''

حضرت امیر الہند نور اللہ مرقدہٗ، حضرت شیخ الہند اور حضرت شیخ الاسلام قدس اللہ سرہما کے فکر، مسلک ومشرب اور طریقِ کار کے امین تھے، بلکہ فکرِ قاسمی کے بھی داعی تھے۔ ان اکابر کے بعد ان کے مشن کو آگے بڑھانے میں سب سے بڑا حصّہ حضرت امیر الہندؒ کا ہے۔ ان اکابر کے کئی مشن تھے۔ مثلاً:

- اللہ کی مخلوق کو اللہ کے نظام سے آگاہ کرنا، حقوق اللہ کی فکر ان کے اندر پیدا کرنا۔
- اللہ کی مخلوق کے حقوق کا خیال کرنا، چاہے اس کے لیے حاکم وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنی پڑے۔
- اللہ کی مخلوق کی اصلاح کی فکر کرنا اور اپنے اکابر سے وابستہ افراد کے تعلّق کا خیال رکھنا۔ اوّل الذکر دونوں امور ایسے ہیں جن کے لیے کئی دفتر چاہئیں، اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ اس موضوع پر کوئی متوسّل تفصیلات جمع کر دے گا اور اس سے مجھ جیسا طالب العلم بھی فائدہ اٹھالے گا۔

مؤخر الذکر بھی موضوع کے اعتبار سے کافی وسیع ہے، لیکن راقم تو صرف اپنے گھرانے کے ساتھ حضرت امیر الہندؒ کو جو تعلّق تھا اس کا ذکر کرے گا۔ اسی سے اندازہ ہوجائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر الہندؒ کو تعلّق نبھانے کا کیسا ملکہ عطا فرمایا تھا۔

بیعت کے لیے شیخ کا انتخاب:

میرے جد امجد حضرت الاستاذ مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۹ء میں جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل، ضلع سورت سے دورۂ حدیث پڑھ کر فارغ ہوئے، اس کے بعد تحفیظ قرآن کریم کا مدرسہ اپنے استاذ ان مکرم حضرت مولانا مفتی اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ اور حضرت مولانا قاری عبدالمالک علی گڑھیؒ کے حکم سے دہلی میں قائم کیا۔ ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۷ء میں سلوک وتصوف کے مراحل طے کرنے کا ارادہ ہوا تو تین اکابر کے نام ذہن میں آئے۔

پہلا نام امیر التبلیغ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس دہلویؒ کا

دوسرا نام حضرت مولانا پیر خواجہ عبدالمالک صاحبؒ کا......اور

تیسرا نام شیخ الاسلام والمسلمین حضرت الامام مولانا السید حسین احمد مدنیؒ کا تھا

حضرت امیر التبلیغؒ مسجد حوض والی، نئی سڑک دہلی میں تشریف لاتے تھے اور نمازیں حضرت قاری صاحب مدظلہم کی اقتدا میں ادا فرماتے تھے۔ حضرت قاری صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے شاید مجھے فائدہ نہ پہنچے، اس لیے کہ حضرتؒ تو خود ہی تشریف لے آتے ہیں اور ایسی ملاقاتوں کی وجہ سے قدرے بے تکلفی بھی ہوجاتی ہے، اس لیے ان کا نام تو پہلی ہی سوچ بچار کے بعد ذہن سے نکال دیا۔

حضرت پیر خواجہ عبدالمالک صاحبؒ دہلی تشریف لائے ہوئے تھے، حضرت قاری صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ میں ان کی خدمت میں بیعت ہونے کی نیت سے حاضر ہوا۔ پیر صاحبؒ نے مغرب کی نماز کی امامت فرمائی، پہلی رکعت میں جو سورت پڑھی دوسری میں اس کے بعد ایک چھوٹی سورت چھوڑ کر اس سے آگے کی پڑھی۔ حضرت قاری صاحب مدظلہم بغیر ملاقات کیے واپس تشریف لے آئے۔ دعا کرنا تو دور کی بات تھی، یہ سوچا کہ نماز میں ایک چھوٹی سورت چھوڑ کر اس کے بعد والی پڑھنے سے تو نماز ہی مکروہ ہوگئی، اس لیے ان سے بھی بیعت کا فائدہ نہیں پہنچے گا۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی خدمتِ عالیہ میں:

اب تیسرا نام حضرت شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ العزیز کا تھا۔ جمعیۃ علماء ہند میں آپ کی سربراہی میں بحیثیت ایک کارکن حضرت قاری صاحب مدظلہم

بھی شریک تھے۔ بس یہی ایک جان پہچان تھی۔ایک دن حضرت قاری صاحب مدظلہم اپنے دوساتھیوں کے ساتھ دیوبند تشریف لے گئے۔ سامان اپنے استاذ حضرت مولانا فخرالحسن صاحبؒ کے یہاں رکھا اور حضرت شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور آنے کا مقصد بھی بتلادیا حضرت شیخ الاسلامؒ نے کچھ سوالات فرمائے اور حضرت قاری صاحب مدظلہم نے ان کے جوابات دیئے۔ وہ یہاں تبرکاً نقل کررہا ہوں:

سوال: دہلی میں بڑے بڑے بزرگ ہیں۔حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ہیں،ان سے کیوں بیعت نہیں ہوتے؟

جواب: ہم آپ ہی کے پاس حاضر ہوئے ہیں،آپ ہی سے بیعت ہوں گے۔

سوال: استخارہ کرلیجیے۔

جواب: استخارہ تو وہاں ہوتا ہے جہاں تردّد ہو،اور جہاں تردّد ہی نہ ہو وہاں استخارے کی کیا ضرورت؟

سوال: اچھا! سامان کہاں ہے؟

جواب: سامان حضرت مولانا فخرالحسن صاحب کے مکان پر ہے۔

سوال: مہمان میرے اور سامان وہاں؟

جواب: وہ میرے استاذ ہیں اور وہاں سامان رکھنے میں آسانی بھی ہے۔

ہدایت: اچھا! جب تک یہاں ہیں کھانے پر میرے ساتھ ہی ہوں گے،کہیں اور نہ کھائیں۔

حضرت شیخ الاسلامؒ نے بیعت فرمالیا۔حضرت قاری صاحب مدظلہم فرماتے ہیں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے خود ساتھ جاکر دارالعلوم دکھایا اور ارشاد فرماتے جاتے تھے:

''یہ یہاں علامہ بننے آئے ہیں،مہمانانِ رسول ہیں۔''

حضرت شیخ الاسلامؒ کی خواہش:

تقسیم ہند کے بعد حضرت قاری صاحب مدظلہم نے پاکستان منتقل ہونے کا فیصلہ کیا،اور وجہ اس کی یہ تھی کہ اکثر رشتے دار اور والدۂ محترمہ اور بھائی صاحبان کراچی آگئے تھے۔حضرت شیخ الاسلامؒ نے مجاہدِ ملّت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ سے فرمایا کہ قاری صاحب کو مدرسۂ عالیہ فتح پوری- دہلی میں بطور مدرسِ عربی مقرر کرلیا جائے، یہ قاری صاحب کی مادرِ علمی بھی ہے،لگن کے ساتھ کام کریں گے۔حضرت قاری صاحب مدظلہم نے اس کے لیے درخواست بھی انتظامیہ کو دی،لیکن حضرت قاری صاحب مدظلہم کے استاذِ محترم حضرت مولانا قاضی سجاد حسین کرت پوری (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت مولانا قاری محمد میاں دہلویؒ کا تقرر کراچکے تھے۔

پاکستان آنے کے بعد حضرت قاری صاحب مدظلہم ریلوے سٹی اسٹیشن کراچی کی مسجد میں پیش امام ہوگئے۔اس زمانے میں لاؤڈ اسپیکر نیا نیا چلا تھا، اکثر جگہ نماز میں اس کا استعمال نہیں ہوتا تھا اور جو کرتے بھی تھے تو اس میں اختلاف ہوتا تھا۔حضرت قاری صاحب مدظلہم کو بھی ایسی ہی صورت پیش آئی تو آپ نے اپنے مرشد حضرت شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ کو رہنمائی کے لیے خط لکھا،وہ درج ذیل ہے۔اس سے حضرت شیخ الاسلامؒ سے بیعت کی تاریخ بھی معلوم ہورہی ہے۔

قاری محمد شریف کا حضرت شیخ الاسلامؒ کے نام خط:

بہ گرامی خدمت شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی مدظلہٗ العالی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

میں حضرت والا کا ایک گمنام خادم ہوں، ۱۹۴۷ء میں حضرتِ والا سے بیعت ہوا تھا،اس کے بعد کا دور ایسا افراتفری کا گزرا کہ حضرت کے آستانۂ عالیہ پر دیوبند حاضری نہ دے سکا۔ مجھے اپنے متعلّق کچھ عرض کرنا ہے،اللہ کے لیے میری رہنمائی فرمائیں:

۱۔ جناب نے جو اوراد اور تسبیحات ستہ تلقین فرمائے تھے ان پر مداومت نہ کرسکا،لہٰذا اب کیسے کروں؟

۲۔ نماز میں خشوع وخضوع پیدا نہیں ہوتا،اس کا کیا علاج کیا جائے؟

۳۔ میں ایک مسجد میں یہاں امام ہوں۔مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے ایک مرتبہ عید کی نماز لاؤڈ اسپیکر پر پڑھادی تھی،مولانا کا وہ فعل لوگوں کے لیے حجت سا بن گیا ہے،جس کی وجہ سے امسال مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی کو بھی نماز عید لاؤڈ اسپیکر پر پڑھانی پڑی اور اس جماعت میں سیّد سلیمان ندوی اور مفتی محمد شفیع صاحب بھی شریک تھے اور مفتی محمد شفیع صاحب نے مشروط طور پر لاؤڈ اسپیکر پر جواز کا فتویٰ بھی دے دیا۔

ان حضرات کے عمل کے بعد ہماری مسجد کے منتظمین بھی یہ کہتے ہیں کہ جمعہ کی نماز لاؤڈ اسپیکر پر پڑھاؤ۔اب تک تو خدا کے فضل وکرم سے بچا ہوا ہوں،لیکن اب بچنا مشکل اور محال ہے۔اس لیے حضرت کا میرے لیے کیا مشورہ ہے؟ یعنی یہ کہ امامت چھوڑ دوں یا لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانی پڑے تو پڑھادوں؟

مولانا محمد صادق صاحب کھڈہ والے، جو اپنی جماعت کے بزرگ ہیں، ان کا مشورہ یہ ہے کہ امامت نہ چھوڑی جائے۔والسلام

(نوٹ) یہ خط ذاتی ہے،کوئی فتویٰ نہیں،اس لیے حضرت میرے لیے جو مناسب راہ عمل تجویز فرمائیں اس پر عمل کیا جائے۔دعائے خیر کا محتاج۔ دعاء خیر کا محتاج

(قاری) شریف احمد غفرلہٗ

کراچی،(۲۰رستمبر ۱۹۵۰ء/ ۷رذی الحجہ ۱۳۶۹ھ)

حضرت شیخ الاسلامؒ کا جواب:

مورخہ۱۳؍ذی الحجہ۱۳۶۹ھ(۲۶؍ستمبر۱۹۵۰ء)

محترم المقام زید مجدکم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

مزاج مبارک! والا نامہ مورخہ ۷؍ذی الحجہ باعثِ سرفرازی ہوا۔ یاد آوری کا شکر گزار ہوں، خیریت سے خوشی ہوئی۔ امورِ مسئولہ عنہا کا جواب حسبِ ذیل ہے:

۱۔ وظائف، تسبیحات اگر چھوٹ گئے تھے تو تدارک فرمایئے اور ان کو صبح بعد از فجر اور شام بعد از مغرب ادا فرماتے رہیے، اور اگر کبھی ایسے موانع پیش آجائیں کہ وقت مقررہ پر ادا نہ کرسکیں تو بوقتِ فراغ ادا کرلیا کریں۔ یعنی بعد از مغرب ادا نہ کرسکیں تو بعد از عشاء ادا کرلیں، اور اگر بعد از فجر نہ کرسکیں تو بوقت اشراق یا چاشت ادا کرلیا کریں۔

۲۔ نماز میں جو کچھ پڑھتے ہیں ان کے معانی کا استحضار کرتے ہوئے یہ تصور کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ سامنے موجود ہے اور میں اس سے عرض معروض کررہا ہوں۔ اس دھیان پُر زور دیں۔ جب بھی خطرہ دوسرا آئے اس کو چھوڑ کر اسی دھیان پر لوٹیں۔ اس کی عادت ڈالیں اور کوشش کریں، انشاء اللہ آہستہ آہستہ کامیابی ہوگی۔

اور اگر جلدی چاہیں تو صورت یہ ہے کہ جس نماز میں ایسی صورت پیش آئے کہ اغیار کے خیالات نے توجہ الی اللہ کو اس نماز میں روکا ہے، اس نماز کو تنہائی میں دوہرائیں۔ اگر اس میں بھی ایسے خیالات اور خطرات آئیں تو اس کو بھی دہرائیں۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ انشاء اللہ جلد کامیابی ہوگی۔

۳۔ لاؤڈ اسپیکر کی نماز کے لیے جب علماء نے فتویٰ دیا ہے اور عمل بھی کیا ہے تو کیوں تردّد فرماتے ہیں؟ اگر نماز فاسد ہوگی تو ان مفتیوں کی گردن پر وبال ہوگا، آپ کو اس میں تردّد نہ ہونا چاہیے۔(۲) مَنْ قَلَّدَ عَالِمًا لَقِیَ اللّٰہَ سَالِمًا۔

اب جبکہ حرمین میں بھی (یہی) عمل جاری کردیا گیا ہے اور باوجود صدہا احتجاجات حکام حجاز نے اسی کو جاری رکھا ہے، ہزاروں بلکہ لاکھوں کی عبادت کو اسی کے تابع کیا گیا، اب کیسے کہا جاسکتا ہے کہ سب کی نماز فاسد ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ کوئی قطعی مسئلہ نہیں ہے کہ جس کی بنا پر کوئی قطعی فیصلہ کیا جاسکے، بلکہ قابلِ غور یہ امر ہے کہ آیا لاؤڈ اسپیکر کی آواز وہی آواز ہے جو کہ امام کی ہے یا دوسری آواز اس آلہ اور بجلی سے پیدا ہوئی ہے؟ اگر وہی آواز ہے جو آلۂ مکبرۃ الصوت میں گزرنے سے قوی ہوگئی ہے تو نماز کی صحت میں شبہ نہیں، اور اگر یہ دوسری آواز ہے تو عدم صحت میں شبہ نہیں۔ ماہرینِ فن اس میں مختلف ہیں۔ اسی بنا پر جمعیۃ علمائے ہند اس مسئلے کی تحقیق کررہی ہے اور ماہرینِ فن سے دریافت کرنے کی جدوجہد میں مشغول ہے۔ بناء بریں آپ تامل نہ فرمائیں اور اپنی ملازمت سے علیحدگی کا خیال نہ کریں، بالخصوص جبکہ آپ کو مجبور کیا جارہا ہے اور آپ کے لیے بجز اس آمدنی کے اور کوئی صورت نہیں ہے، ایسی صورت میں آپ کا دامن ہر طرح پاک ہے۔

دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ واقفین پرسانِ حال سے سلام مسنون عرض کردیں۔ میں نے دو خط ضروری مولانا صادق صاحب کے پاس ہوائی ڈاک سے بھیجے، ایک کا بھی جواب نہیں دیا، تعجب ہے، واقفین پرسانِ حال سے سلام مسنون کہہ دیں۔

ننگِ اسلاف

حسین احمد غفرلہٗ

حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کی وفات ۱۳؍جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ/ ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء بروز جمعرات ہوئی۔ حضرتؒ کے متوسلین کو اس سے فطری طور پر دھچکا لگا۔ اور پھر جو پاکستان میں تھے ان کے لیے رنج وافسوس زیادہ تھا، اس لیے کہ تقسیم کی آہنی مصیبت کی وجہ سے ہندوستان جانا فوری طور پر ناممکن تھا۔ حضرت قاری صاحب مدظلہم نے جانشینِ حضرت شیخ الاسلامؒ، حضرت مولانا السیّد اسعد مدنی (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو تعزیتی خط لکھا، جواب میں حضرت امیر الہندؒ کا یہ خط آیا۔

حضرتؒ سے انتساب کا تقاضا

مکتوبِ اسعد (۱):

محترم المقام، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا تعزیت نامہ موصول ہوا، جس کا شکریہ یہ اندوہ گین کسی طرح ادا نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آپ کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔

بلا شبہ حضرت قدس سرہٗ کی رحلت کا سانحہ نہ صرف ہم لوگوں کے لیے بلکہ پوری ملت کے لیے ایک سانحہ ہے۔ حضرت قدس سرہٗ سے تعلق اور اس کے ثبات وقیام کے پیشِ نظر خدام کے لیے یہ ضروری ہے کہ حضرتؒ کے لیے دواماً ایصال ثواب خود کرتے رہیں اور دوسرے متعلقین کو اس طرف توجہ دلاتے رہیں۔ نیز جنابِ باری عز اسمہٗ سے حضرت اقدسؒ کے علوم رتبت اور اور رفعِ درجات اور مقبولیتِ تامہ کے لیے نہایت الحاح وزاری سے دُعائیں کرتے رہیں۔ کیونکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علو مراتب اور بلندئ درجات سے تمام ہی خدام کو فضل خداوندی سے زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہونے کی نہ صرف توقع بلکہ یقین ہونا چاہیے۔

حضرت قدس سرہٗ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم حضرتؒ کے اسوہ کو اپنی زندگی کا راہِ عمل اور آپ کی تعلیمات کو اپنا اسوہ بنالیں۔ ہمیں یہ کبھی نہ بھولنا

چاہیے کہ اتباعِ سنت پر پابندی اور اپنی، اپنے گھر والوں اور خاندان والوں کی صورتیں اور سیرتیں اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق بنائے رکھنے کی کوشش، نیز خوشی وغمی کی فضول خرچیوں اور خلافِ منشائے شریعت رسومات کے استیصال میں حضرتؒ کو زیادہ سے زیادہ شغف تھا، اس لیے ہمیں خود عامل بن کر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے رہنا چاہیے۔ حضرت قدس سرہٗ سے انتساب کا یہ تقاضا ہے کہ ذکر اللہ میں پوری پوری جدوجہد اور پابندیٔ اوقات کی جائے کہ یہی مقصدِ زندگی اور یہی اصلی زندگی ہے۔ قرآن شریف اور احادیثِ صحیحہ میں اس کی بے حد تاکید ہے۔

نہایت عاجزی سے یہ بھی درخواست ہے کہ دعواتِ صالحہ اور بالخصوص اوقاتِ مخصوصہ کی دُعاؤں میں مجھے فراموش نہ فرمائیں کہ میں اس باب میں بہت زیادہ محتاج ہوں۔ فقط والسلام

اسعد غفرلہٗ

۶/۸/۷۷ ۱۳ھ (۳۱ ر دسمبر ۱۹۵۷ء)

حضرت شیخ الاسلامؒ کی جانشینی:

شیخ مدنیؒ کی وفات کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی (مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کو خلافت دی اور حضرت شیخ الاسلام کے تمام خلفا نے مل کر حضرت شیخ الاسلامؒ کی طرف سے خلافت عطا فرمائی اور حضرت شیخؒ کا جانشین مقرر کیا۔

جناب اثر انصاری نے جانشینی کی تاریخ اس طرح رقم کی:

بہ ظاہر اجل کی بہ دولت جہاں میں
جہاں آفتابِ طریقت کی ضو ہے
بہ باطن حرم خانۂ شمعِ دیں میں
اسعد اب چراغ محمد کی لو ہے
۱۳۷۷ھ

غالبًا حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے بھی اجازت اور خلافت حاصل تھی۔ ''مکتوبات شیخ الحدیث'' میں حضرت شاہ صاحبؒ کا ایک خط ہے، اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔

نسبتِ مدنی کے احترام کے معلم، متوسلین کو ہدایت:

حضرت شیخ الاسلامؒ کی وفات کے بعد حضرت اقدس مولانا سیّد اسعد مدنیؒ (جانشینِ حضرت شیخؒ) نے متوسلین حضرت شیخ الاسلامؒ کو یہ ہدایت فرمائی:

''تربیت پانے والے صاحبان اور جو حضرت شیخ الاسلامؒ کے سلسلے میں بیعت ہونا چاہیں وہ مذکورۂ بالا (جو خلفا کی فہرست ہے) خلفائے کرام میں سے جن کی طرف قلب کا رجحان پائیں ان سے تعلّق قائم کریں۔ وَفَّقَنَا اللّٰہُ یُحِبُّہٗ وَیَرْضَاہُ۔'' فقط اسعد غفرلہٗ

اسی ہدایت کی بنا پر حضرت قاری صاحب مدظلہم نے حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ ابن مورّخِ ملت حضرت العلام مولانا السیّد محمد میاں دیوبندی رحمہ اللہ سے تعلّق قائم کیا۔ یہاں تک نسبتِ مدنی ہے۔ اس نسبت کا احترام حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کے اخص صفات میں سے ایک تھا۔ جس کے ساتھ ایسا تعلّق ہوا اس سے ساری عمر نبھایا۔ ذیل کی سطور میں اسی احترام کی ایک جھلک نظر آئے گی۔ حضرت مولانا سیّد حامد میاں قدس سرہٗ سے تعلّق کی اطلاع حضرت قاری صاحب مدظلہم نے حضرتؒ کو دی، اس پر یہ جواب آیا۔

مکتوب اسعد (۲):

مخدوم ومکرم زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بہت اچھا ہوا کہ جناب نے بسلسلہ سلوک مولانا حامد میاں صاحب سے تعلّق اصلاح قائم کرلیا۔ وَفَّقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ لِمَا یُحِبُّہٗ وَیَرْضَاہُ۔

انشاء اللہ کتبِ مطلوبہ کل تک روانہ کردی جائیں گی اور مکتبہ سے منگانے والوں کو آئندہ اس قسم کی شکایات نہ ہوں گی۔

دراصل میری کاہلی، ناکارگی، روسیاہی نے اس کا موقع نہ دیا۔ آپ کا جوابی لفافہ واپس ہے، بھلا اس رسم کی کیا ضرورت ہے؟ بس اس روسیاہ کو دعواتِ صالحہ سے سرفراز فرماتے رہیں۔ یہاں بحمدللہ سب چھوٹے بڑے بہ خیریت ہیں۔

فقط والسلام اسعد غفرلہٗ

۲۴ رصفر ۱۳۸۰ھ - ۱۸/اگست ۱۹۶۰ء

نسبتِ مدنی کا احترام: حج کے سفر کا ایک واقعہ:

۱۹۶۴ء میں حضرت قاری صاحب مدظلہم حج کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت قاری صاحب کے مرشد ثانی شیخ طریقت حضرت مولانا سیّد حامد میاں نوراللہ مرقدہٗ (خلیفہ حضرت شیخ الاسلامؒ- بانی جامعہ مدنیہ، لاہور) پہلے ہی حج کو تشریف لے گئے تھے۔ حضرت قاری صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ ہم منیٰ میں تھے کہ حضرت مولانا اسعد صاحب کا پیغام ملا کہ میں آیا ہوا ہوں اور ملاقات کرنی ہے۔ منیٰ سے مکہ مکرمہ آتے ہی حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب کے ساتھ ملنے کے لیے گئے تو مولانا مدینۂ منورہ روانہ ہورہے تھے، کھڑے کھڑے ملاقات ہوئی۔ ایک دن کے بعد ہم بھی مدینہ طیبہ چلے گئے اور وہاں تفصیلی ملاقات ہوئی۔

حضرت قاری صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ جب میں حج پر جانے لگا تو اہلیہ (راقم کی دادی صاحبہؒ) کی حالت اچھی نہیں تھی۔ میں نے جاتے وقت اپنے ایک دوست حاجی محمد یٰسین پراچہ مرحوم سے کہا کہ میرے پیچھے اگر ان کا انتقال ہوجائے تو تجہیز وتدفین کا انتظام کردینا۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد کیفیت یہ ہوگئی کہ ہر وقت جنازہ سامنے نظر آتا تھا۔ میں نے حضرت مولانا اسعد صاحب سے عرض کیا، حضرت نے کچھ پڑھنے کو بتایا، وہ میں نے پڑھا تو

تیسرے دن کراچی سے خبر آ گئی کہ بحمد للہ خیریت سے ہیں۔

پاکستان کے ذرائع ابلاغ:

حضرت امیر الہند قدس اللہ سرہٗ العزیز کئی مرتبہ پاکستان تشریف لائے۔ ان اسفار کے دوران پاکستانی اخبارات کے صحافی حضرتؒ کے گرد جمع ہوجاتے اور ایسے سوالات کرتے جن کے جوابات سے ان کے اخباروں میں شہ سرخیاں لگیں اور انھیں ایک محاذ ہاتھ لگ جانے کا اندیشہ ہوتا۔ لیکن حضرتؒ نے کبھی ایسا کوئی جواب نہیں دیا جس سے ان کی خواہشات پوری ہوسکیں۔ ہاں! از خود صحافی حضرات ان کے بیان پر مرچ مصالحے لگا کر پیش کرتے تھے۔

حضرت امیر الہندؒ ۷-۸-۹ر جولائی ۱۹۷۸ء کو رابطۂ عالم اسلامی کی پہلی ایشیائی کانفرنس میں شرکت کے لیے کراچی تشریف لائے۔ یہ کانفرنس حبیب بینک پلازہ، بالمقابل مسجد سٹی اسٹیشن میں ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ بھی انڈیا سے تشریف لائے تھے راقم الحروف کو وہ وقت اچھی طرح یاد ہے کہ اس کانفرنس کے دوران آئی آئی چندریگر روڈ پر انتہائی سخت پہرہ تھا۔ اسی دن اس کانفرنس میں اس وقت کے صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق مرحوم بھی شرکت کررہے تھے۔ اسی دوران حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ اور حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ عصر کی نماز کے لیے کانفرنس ہال سے مسجد سٹی اسٹیشن تشریف لائے۔ حضرت رحمہ اللہ نے نماز کے بعد حضرت قاری صاحب مدظلہم سے ملاقات کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحبؒ سے فرمایا:

''مفتی صاحب! آپ قاری صاحب کو جانتے ہیں؟''

حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ ''میں نے پہچانا نہیں۔'' حضرتؒ نے فرمایا کہ:

''بھائی! بڑی عجیب بات ہے، یہ پاکستان بننے سے پہلے دہلی ہی میں تھے، جمعیۃ میں کام کرچکے ہیں۔''

اس وقت جامعہ دارالعلوم، کراچی کے ایک ''عالم ربانی'' نے ایک صاحب سے فرمایا تھا: ''کیا عجیب بات ہے، لوگ مولانا اسعد صاحب سے ملنے کے لیے ان کی قیام گاہ پر جارہے ہیں اور مولانا اسعد صاحب قاری صاحب سے ملنے کے لیے مسجد سٹی اسٹیشن آرہے ہیں۔''

اس موقع پر شیخ طریقت حضرت مولانا السیّد حامد میاں نور اللہ مرقدہٗ نے حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اور پاکستان کے ذرائع ابلاغ کی نحوست کو محسوس کرتے ہوئے ایک خط حضرت قاری صاحب مدظلہم کو لکھا اور یہ تحریر فرمایا:

''اس وقت عریضہ صرف اس لیے لکھ رہا ہوں کہ مولانا (اسعد مدنی) کی خدمت میں آپ یہاں کے کچھ حالات کا خاکہ پیش فرمادیں، ممکن ہے کہ یہ مفید ہو۔ مجھے خیال آیا کہ انٹرویو لینے کے لیے پورے پاکستان کے اخبارات و رسائل کے نمائندے پہنچے ہوئے ہیں اور پنجاب کے نمائندے شاید کچھ شرارت بھی کریں۔ نوائے وقت اس وقت یہاں سب سے زیادہ مقبول روزنامہ ہے، اس کی اشاعت دولاکھ سے کم نہیں، لیکن ذہنی طور پر یہ تاریخی گندہ اور مفسد ہے۔ سب سے پہلے اس نے فروری میں حضرت اقدس (مولانا حسین احمد مدنی) رحمہ اللہ کے خلاف متحدہ قومیت کے موضوع پر نہایت گمراہ کن مضمون اپنی طرف سے تیز تیز سرخیاں لگا کر شائع کیا۔ یہ ص۳ کے نصف پر روزانہ بالاقساط پورے کا پورا شائع کیا اور ہمارا جواب نہیں شائع کیا۔

نہ انکاری کنم نہ ایں کاری کنم

کی پالیسی اختیار کرلیتا ہے۔ اس طرح اب متھائی کی کتاب کے اقتباسات مولانا آزاد رحمہ اللہ کے خلاف بڑی سرخیوں سے اور دوسرے ہفتے رفیع احمد قدوائی کے خلاف کہ وہ ایک سو فیصد لادین تھے، شائع کرنے شروع کیے۔

مولانا آزادؒ کے بارے میں جو مضمون تھا اس کے بارے میں ایک نوخیز ہفت روزہ نے تیز مضمون لکھا ہے، یہ میں دیکھنے کے لیے بھیج رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ نوائے وقت اس کا اثر لے گا۔ کیونکہ اس کی سمجھ میں معقول بات نہیں آتی، بلکہ جتنی زیادہ معقول و مدلل بات ہوتی ہے اتنا ہی ایسے لوگ اسے چھپاتے ہیں۔ میرا مضمون انھوں نے چھپا کرہی رکھ دیا۔ البتہ مولانا (اسعد مدنی) سے انٹرویو میں جو معقول ومفید جملے ہوں گے وہ شائع ضرور ہوجائیں گے۔ مولانا یہ بھی کرسکتے ہیں کہ اس مناسبت سے کہ وہ اسلامی نظام کی اور اس کے نفاذ در پاکستان کی سعی کے لیے تشریف لائے ہیں۔ صرف اسی موضوع پر زور دیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سوالات کے جوابات میں ایسے جملے ارشاد فرمائیں جیسے ہندوستان کے لیڈر کہتے رہتے ہیں کہ پاکستان کو ہم زیادہ مضبوط دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہندوستان کے لیڈر کہتے رہتے ہیں کہ ہمارے لیے کمزور پاکستان کی بہ نسبت مضبوط پاکستان زیادہ مفید ہے۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے نظریے کے بارے میں سوال ہو تو یہی کہا جائے جو شیخ الاسلامؒ نمبر وغیرہ میں ہے۔ جس سے معلوم ہو کہ ان کا اختلاف نفسانیت سے بالا تھا اور پاکستان بننے کے بعد انھوں نے اسے ایسی مقدس زمین قرار دیا ہے جس کی حفاظت و تقویت ضروری ہو۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آزادریاست کے لیے مسٹر جناح کے ایک بیان کی فوٹو کاپی اور اس کا حوالہ بھیج رہا ہوں، اس کتاب میں ان کی ایک اور تقریر کا حوالہ بھی ملا، جو مفید ہوسکتا ہے۔ اور پاکستان سے پوچھا جاسکتا ہے کہ اس نے اس سلسلے میں اپنے قائد کی بات کہاں تک پوری کی؟ اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی بھی منسلک

ہے۔''

حضرت شیخ طریقتؒ کا یہ گرامی نامہ اور اس میں اتنی ہدایات شاید اسی لیے تھیں کہ حضرت امیر الہندؒ ۱۹۷۰ء (آٹھ سال) کے بعد پاکستان تشریف لائے تھے۔ اس موقع پر عارف باللہ حضرت محمود احمد عارف خلیفہ ومجاز شیخ طریقت حضرت مولانا السیّد حامد میاںؒ نے یہ نظم لکھی تھی:

وہ آئے حضرتِ اسعد بہ فضل ربانی
وہ جانشینِ حسینِ زبانِ لاثانی
رئیس اہلِ وفا، جانِ بزمِ اہلِ تقا
مثالِ نیّرِ تاباں ہیں شمسِ عرفانی
عمل میں جہدِ مسلسل ہے آپ کا حصہ
سراپا عشق و محبت و نور ایقانی
متاعِ اہل جہاں ہیچ ہے نگاہوں میں
محیط دل پہ ہوا عشق ذاتِ ربانی
عروج پر ہے ستارہ تری سعادت کا
سعید ہی نہیں اسعد ہیں مرد حقانی
رضائے ذاتِ مقدس نصیب ہو دائم
یہی تو غایتِ اولیٰ ہے روحِ ایمانی
دعائے عارفِ مہجور ہے دل وجاں سے
کریں یہ امتِ مرحومہ کی نگہبانی

تقاریر اور بیانات میں احتیاط:

حضرت امیر الہند قدس اللہ سرہٗ العزیز پاکستان تشریف آوری میں بہت احتیاط فرماتے تھے۔ ۱۳۸۹ھ کے حج سے واپسی پر پاکستان تشریف لائے، اس سفر میں آپ اپنے استاذِ محترم حضرت مولانا عبدالحق (رحمۃ اللہ علیہ) سے ملاقات کے لیے دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک تشریف لے گئے۔ دارالعلوم میں استاذ محترمؒ نے اپنے لائق وفائق تلمیذ کے خطاب کا اعلان کردیا، وہاں انتہائی مختصر خطاب میں آپ نے اس طرف بھی روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''میں ایک غیر ملکی ہوں، اس لیے مجھ جیسے آدمی کو کسی بھی تقریر وغیرہ سے بہت احتیاط مناسب ہے، میں نے پچھلے سفر میں اس بات کی کوشش کی ہے کہ ایسا کوئی موقع نہ آئے۔ مثلاً ملتان میں جلسے کا اعلان ہوا، میری بے خبری میں پوسٹر میں میرا نام بھی چھاپ دیا گیا۔ بڑے پارک میں ہزاروں کا مجمع تھا، مگر میں جمعہ کی نماز پڑھ کر بہ ظاہر بہت نامناسب طریقے سے وہاں سے چلا آیا۔ اس لیے میرے لیے مناسب ہے کہ کسی بھی اجتماع سے خطاب کرنا تو مجھ جیسے طالب العلم کے لیے اور بھی نامناسب ہے۔''

مکتوب اسعد (۳):

محترم المقام زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! مزاج شریف!

والا نامہ اور چادر حافظ محمد احمد صاحب سہارن پوری کے ذریعے موصول ہوئی، تکلیف فرمائی کا بہت بہت شکریہ۔ جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔

واقفین پرسان احوال حضرات کی خدمت میں سلام مسنون فرمادیں۔ دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ فقط والسلام

(مولانا) اسعد (صاحب مدظلہٗ)

رجوع الی اللہ کی ایک علامت:

۹/ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ/ ۳۰/اکتوبر ۱۹۷۹ء بہ روز منگل کا حج جس میں بعض بلوائیوں نے حرم محترم مکہ معظّمہ پر قبضہ کیا تھا، اس حج میں راقم الحروف حضرت قاری صاحب مدظلہم کے ساتھ گیا تھا۔ جس وقت یہ حادثۂ عظیمہ پیش آیا۔ ہم مدینۂ منورہ میں تھے اور اسی دن مکہ معظّمہ واپسی ہونی تھی، لیکن اس حادثے کی وجہ سے ہم مکۂ معظّمہ نہیں جاسکے۔ مزید چند دن مدینہ شریف میں قیام کیا اور اس کے بعد جدہ شریف کئی دن رہے، لیکن ہماری وطن واپسی تک حرم محترم نہیں کھلا تھا۔ یہ میرا پہلا سفرِ حج تھا اور میری عمر گیارہ سال تھی۔ اس سفر میں ہم میں سے کسی کو حجرِ اسود کے بوسے کا موقع نہیں ملا تھا۔ حضرت قاری صاحب مدظلہم کو اس کا بڑا قلق تھا۔ اس کا اظہار کسی خط میں حضرت قاری صاحب مدظلہم نے اپنے مرشد حضرت مولانا سیّد حامد میاں (نوراللہ مرقدہٗ) سے کیا۔ حضرتؒ نے حضرت امیر الہندؒ سے کسی خط میں اس کا اظہار کیا۔ حضرت امیر الہندؒ نے جواباً حضرت میاں صاحبؒ کو لکھا کہ حجرِ اسود کا بوسہ کوئی فرض و واجب نہیں۔ لیکن اس پر بھی قاری صاحب کا افسوس رجوع الی اللہ کی ایک علامت ہے۔

دارالعلوم دیوبند کا اجلاس صد سالہ اور حضرت امیر الہندؒ:

۳، ۴، ۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۱، ۲۲، ۲۳/مارچ ۱۹۸۰ء بہ روز جمعہ، ہفتہ اور اتوار دیوبند میں دارالعلوم کا صد سالہ عظیم الشان اجلاس ہوا، حضرت امیر الہندؒ نے تن من دھن سے اس اجلاس کو کامیاب بنانے کے لیے محنت کی۔

حضرت حضرت قاری صاحب مدظلہم فرماتے ہیں:

''ہم جب دیوبند اسٹیشن پہنچے تو حضرت مولانا اسعد صاحب اپنے رفقا کے ساتھ استقبال کے لیے موجود تھے۔ گاڑیوں اور تانگوں میں مہمانوں کو دارالعلوم بھیج رہے تھے۔ مدنی منزل (رہائش گاہ حضرت شیخ الاسلامؒ) کھلی ہوئی تھی۔ جس کا جی چاہے مدرسے میں قیام کرے یا مدنی منزل میں۔

حضرت مولانا کھانے کے وقت ہر مہمان سے پوچھتے اور ہر شخص یہ سمجھتا کہ مجھ سے سب سے زیادہ تعلّق ہے۔‘‘

پریس کے بارے میں سوال:

حضرت قاری صاحب مدظلہم کا ایک قدیم اشاعتی ادارہ کراچی میں ’’مکتبۂ رشیدیہ‘‘ کے نام سے قائم ہے۔ اس ادارے کے لیے پریس کا قیام شوال المکرّم ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء اگست میں عمل میں آیا اور اس کا افتتاح حضرت امیر الہند قدس اللہ سرہٗ العزیز کے برادرِ نسبتی اور بہنوئی حضرت مولانا سیّد رشید الدین حمیدیؒ مہتمم مدرسہ شاہی مراد آباد وخلیفۂ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے دست مبارک سے ہوا۔ حضرت مولاناؒ نے ہندوستان جاکر حضرت امیر الہندؒ کو بتایا ہوگا کہ حضرت قاری صاحب مدظلہم نے پریس لگایا ہے۔ اس کے بعد جب حضرت امیر الہندؒ پاکستان تشریف لائے اور جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن میں قیام فرمایا تو حضرت قاری صاحب مدظلہم ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔ فرمانے لگے:

’’قاری صاحب! آپ کیوں آ گئے، میں تو مغرب کی نماز میں آپ کے پاس آ رہا ہوں۔‘‘ (یہی نسبت مدنی کا احترام ہے) حضرتؒ سفر کراچی میں اکثر مغرب کی نماز میں سٹی اسٹیشن کی مسجد میں تشریف لاتے تھے اور پھر مغرب کی نماز کی امامت آپ کے ذمے ہوتی تھی۔ اسی دوران جامعہ علوم اسلامیہ کے مہمان خانے سے حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ کی قبر پر فاتحہ کے لیے تشریف لاتے ہوئے راستے میں میرے والد محترم حافظ رشید احمد صاحب مدظلہٗ سے فرمایا:

’’آپ کے پریس کا کام کیسا ہے؟ کیا چھاپ رہے ہیں؟‘‘

یہ منظر آج تک میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ حضرت امیر الہندؒ نے کس شفقت کے ساتھ سوال فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ایک صفت خانوادۂ مدنی میں ایسی رکھی کہ ہمارے لیے شفقت کا سبب ہوتی ہے کہ یا اللہ! ہم سے اتنا تعلّق؟ اللہ تعالیٰ خوب خوب اس خانوادے کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

۱۹۸۲ء میں حضرت امیر الہندؒ کی پاکستان تشریف آوری اور دارالعلوم دیوبند کے لیے کمیٹی کا قیام:

۱۹۸۲ء میں حضرت امیر الہندؒ پاکستان تشریف لائے۔ اس وقت کے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے جناب افضل چیمہ کے ذریعے حضرت امیر الہندؒ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت امیر الہندؒ نے اسلام آباد میں صدر صاحب سے ملاقات فرمائی۔ اس موقع پر بھی دارالعلوم دیوبند کا مفاد پیشِ نظر تھا۔ حضرت امیر الہندؒ نے صدر صاحب سے فرمایا کہ دارالعلوم دیوبند کے بہی خواہوں کی تعداد پاکستان میں بہت ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ دارالعلوم کی مالی طور پر مدد کریں۔ اس کے لیے قانونی طور پر کوئی صورت نکلے جیسا کہ اس سے پہلے تھی۔ رقم یہاں سے ہندوستان منتقل ہوسکے اور حکومتِ پاکستان اس سلسلے میں تعاون کرے۔ صدر صاحب نے تعاون کا وعدہ کرلیا۔ حضرت امیر الہندؒ نے ایک پانچ رکنی کمیٹی بنائی اور ان کے نام صدر صاحب کو دیئے، جس کے ارکان مندرجۂ ذیل تھے:

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہم	صدر کمیٹی
حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدیؒ (مہتمم جامعہ رشیدیہ، ساہیوال)	رکن
حضرت مولانا محمد طاسینؒ (مہتمم مجلس علمی، کراچی)	رکن
حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہٗ (بانی ومہتمم جامعہ فاروقیہ، کراچی)	رکن
جناب سیّد محمد بنوری (مرحوم) (جامعہ علوم اسلامیہ، کراچی)	رکن

لیکن افسوس! جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے جیسے اور وعدے تھے یہ بھی ویسا ہی وعدہ ثابت ہوا اور کوئی تعاون حکومت سے نہ مل سکا۔

مکتوبات حضرت شیخ الاسلامؒ طباعت کی اجازت

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیبِ گرامی میں علم اور سلوک و تصوف کے ساتھ ساتھ تحریک آزادی کی تاریخ کا ایک بیش بہا اور گراں قدر خزانہ ہے۔ حضرت مولانا نجم الدین اصلاحیؒ نے حضرت شیخ الاسلامؒ کی زندگی میں اس کی جمع وترتیب شروع کی تھی اور دو جلدیں حضرتؒ کی زندگی میں مکتبہ دینیہ، دیوبند سے حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی (رحمۃ اللہ علیہ) نے شائع فرمائی تھیں۔ متوسلینِ حضرت شیخ الاسلامؒ کے لیے پاکستان میں اس کی اشاعت کا بیڑا حضرت قاری صاحب مدظلہم نے اُٹھایا۔ شیخ طریقت حضرت مولانا سیّد حامد میاں نور اللہ مرقدہٗ کی سرپرستی اور نگرانی میں حضرت الاستاذ سیّد انور حسین نفیس رقم مدظلہم کے تلامذہ نے کتاب کی اور جامعہ مدنیہ لاہور کے اساتذہ نے اس کی تصحیح کی۔ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ/ جون ۱۹۹۴ء میں مجلسِ یادگارِ شیخ الاسلامؒ، پاکستان، کراچی سے شائع ہوئی۔

حضرت امیر الہند نور اللہ مرقدہٗ نے اس کی اشاعت کی اجازت حضرت شیخ طریقتؒ کو ایک خط میں تحریر فرمائی۔ اس کے الفاظ اس طرح ہیں:

’’قاری شریف صاحب مکتوبات چھاپ سکتے ہیں، اگر اس کی کتابت اچھی ہوئی تو ہم اس کا فوٹو لے کر یہاں بھی چھاپ دیں گے۔‘‘

حضرت امیر الہندؒ کی غیر متوقع آمد:

۱۱؍شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ/ ۲۰؍مارچ ۱۹۸۹ء بروز پیر، اچانک حضرت امیر الہندؒ کراچی تشریف لائے۔ اس وقت چلنے پھرنے سے معذور تھے اور وجہ

اس کی یہ تھی کہ ایک ٹریفک حادثے کی وجہ سے ٹانگوں میں چوٹ لگی تھی اور وہیل چیئر پر تشریف لائے تھے۔ اس سفر میں حضرت امیر الہندؒ کے چھوٹے صاحب زادے حضرت مولانا سیّد اسجد مدنی مدظلہٗ بھی ہم راہ تھے، یہ آپ کا پہلا پاکستانی سفر تھا۔

حضرت قاری صاحب مدظلہم نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنے مدرسہ کے پانچ طلباء کا قرآن پاک حضرتؒ سے ختم کرایا اور حضرتؒ کا ایک اصلاحی بیان مسجد سٹی اسٹیشن میں اس موقع پر ہوا۔ اس سفر سے واپسی پر حضرت امیر الہندؒ نے یہ خط تحریر کرایا۔

مکتوب اسعد (۴):

محترم المقام جناب قاری صاحب دامت برکاتہم سلام مسنون!

امید ہے کہ مزاج گرامی بہ خیر ہوگا۔ آپ سے رخصت ہوکر ۲۱ر مارچ کی شام میں الحمدللہ بہ خیر دہلی پہنچا۔ آپ حضرات کی عزت افزائی، کرم اور مہمان نوازی کا شکر گذار ہوں۔ جزاکم اللہ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات سے نوازے اور حفاظت فرمائے۔ آمین۔

پرسانِ احوال سے سلام فرمادیں اور دُعا کی درخواست۔ دعواتِ صالحہ کا خواست گوار ہوں، فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

(حضرت مولانا) اسعد مدنی (مدظلہٗ)

۲۵-۳-۱۹۸۹ء

میں تو پاکستان جارہا ہوں:

راقم الحروف ۱۹۸۹ء میں حضرت قاری صاحب مدظلہم کے ساتھ ہندوستان گیا۔ اس سفر میں جناب محمد اقبال ہمدم والے بھی ساتھ تھے۔ یہ سفر ایک تاریخی سفر تھا۔ اس سفر میں ۲۳ر شوال المکرّم ۱۴۰۹ھ/ ۲۹ر مئی ۱۹۸۹ء کو جمعیۃ علماء ہند کے دفتر، مسجد عبدالنبی (نئی دہلی) سے مغرب کی نماز پڑھ کر حضرت مولانا سیّد اسجد مدنی مدظلہم حضرت قاری صاحب مدظلہم اور راقم الحروف کو لے کر حضرت امیر الہندؒ کی سرکاری رہائش گاہ پہنچے (حضرت امیر الہندؒ کو یہ رہائش گاہ پارلیمنٹ کے ممبر کی حیثیت سے ملی ہوئی تھی) حضرت امیر الہندؒ اسی وقت بمبئی کا دورہ کرکے واپس ہوئے اور سامان اگلے سفر کے لیے درست فرمارہے تھے۔ صرف ڈیڑھ دو گھنٹے کا وقت تھا۔ اسی میں نماز عشاء جماعت کے ساتھ ادا کی۔ حضرتؒ سے ملاقات ہوئی، دیکھ کر فرمانے لگے: قاری صاحب! آپ ہمارے دیس میں اور ہم آپ کے دیس کی تیاری کررہے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں ٹرین سے روانگی ہے۔ حضرت قاری صاحب مدظلہم نے کہا کہ آپ سے ملاقات ہوگئی یہی غنیمت ہے۔ ورنہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ محرومی رہتی۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ خیر! میں تو لاہور اور کوئٹہ کے سفر پر رہوں گا۔ کراچی کا تو کوئی پروگرام نہیں ہے۔

حضرت امیر الہندؒ سے تعلقِ اصلاح:

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۹۰ء میں جب پاکستان تشریف لائے تو جامعہ علوم اسلامیہ، کراچی کے مہمان خانے میں حضرت قاری صاحب مدظلہم نے حضرتؒ سے درخواست کی کہ ان چند حضرات کو بیعت کرلیجیے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ نماز ظہر کے بعد انشاءاللہ بیعت ہوگی۔ اس دوران بیعت کرنے والے کافی لوگ جمع ہوگئے۔ نماز کے بعد مہمان خانے میں حضرتؒ نے بلایا اور دروازہ بند کرادیا۔ ہم سب حلقہ بنا کر بٹھا دیئے گئے۔ تقریباً پچیس تیس کے قریب افراد تھے۔ حضرت امیر الہندؒ نے فرداً فرداً سب سے احوال پوچھے۔ کسی سے بیعت ہیں؟ کوئی طالب العلم تو نہیں؟

کسی نے کہا کہ فلاں بزرگ سے بیعت ہوں۔ اگر وہ بزرگ انتقال کرگئے تھے تو انھیں بیٹھنے کی اجازت مرحمت فرمادی گئی یا جو کسی سے بیعت نہیں تھے انھیں اجازت دی گئی۔ اس مجلسِ بیعت میں ایک صاحب نے کہا کہ میں حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ سے بیعت تھا، حضرت نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، بیٹھے رہیے۔ ایک صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا عبداللہ درخواستی سے بیعت ہوں۔ حضرت درخواستیؒ حیات تھے، حضرتؒ نے فرمایا کہ باہر چلے جائیے۔ شیخ حیات ہیں، دوسری بیعت کی ضرورت نہیں۔ ان صاحب نے بہتیرا کہا کہ حضرت! میں نے شیخ درخواستی سے اجازت لے لی ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں بیعت نہیں کرتا۔ آپ باہر چلے جائیے۔ وہ اصرار کرتے رہے، حضرتؒ نے غصّے میں فرمایا اور انھیں کمرے سے باہر جانے کا حکم سختی سے فرمایا۔ اس طرح صرف دس افراد باقی بچّے، جنھوں نے بیعت کی۔

حضرتؒ نے مجھ سے بھی پوچھا کہ کسی سے بیعت تو نہیں ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ میری خوش قسمتی کہ حضرتؒ نے یہ سوال نہیں فرمایا کہ طالب العلم تو نہیں ہو؟ ورنہ شاید میں بھی اٹھا دیا جاتا۔ اس لیے کہ حضرت شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہٗ کا طریقہ یہی تھا کہ طالب العلم کو بیعت نہیں فرماتے تھے۔ حضرت امیر الہندؒ نے یہی طریقہ اختیار فرمایا تھا اور یہی طریقہ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی علیہ الرحمہ کا بھی تھا۔ میں اس وقت جامعہ یوسفیہ بنوریہ میں زیرِ تعلیم تھا۔

حضرتؒ نے بیعت کی اہمیت پر روشنی ڈالی، بیس پچیس منٹ تقریر فرمائی۔ اس کے بعد ایک رومال کا سرا اپنے ہاتھ میں لیا اور رومال کے باقی حصّے بیعت کرنے والوں نے پکڑ لیے۔ حضرتؒ الفاظ کہلواتے رہے اور ہم ان الفاظ کو دوہراتے رہے۔ تسبیحات تلقین فرمائیں اور دُعا ہوگئی۔

بیعت کرنے والوں میں جناب عبدالوہاب (مکہ بیکری والے) اور جناب اکبر حسین بھی تھے۔ ہم تینوں کو بیعت کے بعد حضرت امیر الہندؒ نے حضرت قاری صاحب مدظلہم کے سپرد کیا اور ارشاد فرمایا کہ ہفتہ واری مجلسِ ذکر

میں شریک ہوا کریں۔ شجرہ مبارکہ دے دیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ میں نے اس سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھایا۔ شروع شروع میں تو تسبیحات بہت پابندی کے ساتھ ہوئیں۔ سفر کی حالت میں پابندی ہو جاتی ہے لیکن حضر میں جیسا اس کا حق ادا ہونا چاہیے وہ نہیں ہوتا۔ لیکن الحمدللہ! ہفتہ واری مجلس ذکر میں پابندی سے شرکت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے کہ اصلی زندگی ہی یہی ہے۔

مکتوب اسعد (۵):

محترم المقام جناب قاری صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

اُمید ہے کہ مزاج گرامی بہ خیر ہوگا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مکتوبات کی طباعت کے ساتھ ساتھ کتابت بہت خراب ہے۔ نیز تصحیح بھی نہیں ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ کمپیوٹر کے ذریعے کتابت ہو جائے۔ آج کل پاکستان میں بہت اچھی کتابت ہو رہی ہے۔ ہندوستان میں اُردو کمپیوٹر آ گیا ہے، لیکن وہ صفائی نہیں ہے۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ تصحیح شدہ جلدیں آپ کے پاس بھیج دی جائیں اور آپ اپنی نگرانی میں کمپیوٹر کے ذریعے دو بارہ کتابت کرا دیں؟ جیسی صورت ہو سکے مطلع فرمائیں، منتظر ہوں۔

الحمدللہ! یہاں سب بخیر ہیں۔ ارشد و اسجد سلمہما سلام عرض کرتے ہیں۔ پرسانِ احوال سے سلام فرما دیں اور دُعا کی درخواست، دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

(حضرت مولانا) اسعد (مدظلہٗ) بہ قلم اسجد غفرلہٗ

کراچی میں مجلس یادگار شیخ الاسلامؒ، پاکستان سے حضرت قاری صاحب مدظلہم نے جو مکتوبات چھاپی تھیں وہ بہت اعلیٰ کتابت کی ہیں۔ اس کا ایک سیٹ فوری طور پر ہندوستان بھیجا گیا، تاکہ اگر یہ بہتر ہو تو وہاں مکتبۂ دینیہ دیوبند سے چھپ جائیں۔ یا جیسا حضرتؒ کا حکم ہوگا یہاں کمپیوٹر کرا لیا جائے گا۔ لیکن اس دوران ہندوستان میں کمپیوٹر کا اچھا پروگرام آ گیا اور حضرت نے وہیں کمپیوٹر کرا لیا۔ اس کے بعد مکتبۂ دینیہ دیوبند نے کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن شائع کیا۔

قرآن منزل کا معائنہ اور قاری صاحب کے فیصلے کی تائید:

۲۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ/ ۷؍ اکتوبر ۱۹۹۶ء بہ روز پیر حضرت امیر الہندؒ لاہور سے کراچی تشریف لائے۔ محترم مولانا سیّد محمود میاں مدظلہٗ شریکِ سفر تھے۔ ترجمان علمائے دیوبند مولانا مفتی محمد جمیل خان (شہید) نے اقرأ روضۃ الاطفال نرسری برانچ میں دو بچوں کا قرآن مجید حضرتؒ سے ختم کرایا۔ حضرت امیر الہندؒ نے بڑا مصروف دن کراچی میں گزارا۔ مجلس علمی، عالمی مجلس، تحفظ ختم نبوت اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن میں علماء صلحا اور اتقیا کا اجتماع رہا۔ بہت سے حضرات نے حضرتؒ سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ رات عشاء کے بعد قاری شریف احمد صاحب کے یہاں مسجد سٹی اسٹیشن میں بیعت کروں گا۔ اس کا اعلان مسجدِ باب الرحمۃ، پرانی نمائش میں متوسلین میں کر دیا گیا۔

عشاء کے بعد مسجد سٹی اسٹیشن میں حضرت قاری صاحب مدظلہم نے اپنے مدرسے کے ایک طالب العلم کا قرآن پاک ختم کرایا۔ حضرتؒ نے اس پر ایک گھنٹہ بیان فرمایا اور ذکر اللہ کی فضیلت و عظمت اور اہمیت پر جامع بیان ہوا۔ بیان کے اختتام پر اعلان کرایا گیا کہ بیعت کے خواہش مند حضرات وضو کر لیں، تھوڑی دیر کے بعد قاری صاحب کے کمرے میں بیعت کے لیے جمع ہو جائیں۔

کمرہ بند کرا لیا گیا، تقریباً پینتیس افراد نے حضرتؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ ان حضرات میں تنظیم القراء والحفاظ ٹرسٹ کے سرپرست جناب حاجی محمد اسحٰق غوری مرحوم، حافظ اخلاق احمد پراچہ، حافظ عبیدالرحمٰن شریفی، حافظ محمد یونس ربڑی والے اور حافظ محمد شفیع ربڑی والے بھی تھے۔ یہ حضرت قاری صاحب مدظلہم کے تلامذہ میں ہیں۔ حضرتؒ نے انھیں اور دیگر بیعت ہونے والوں سے ارشاد فرمایا کہ قاری صاحب سے رابطہ رکھیں واصلاح احوال کراتے رہیں۔

بیعت کے بعد شجرہ شریف جب مریدین میں تقسیم کرنے کا وقت آیا تو وہ اس وقت دو چار تھے۔ حضرت امیر الہندؒ نے میرے متعلق ارشاد فرمایا کہ کل ظہر کے بعد اس سے وصول کر لیں، میں صبح اس کو دے دوں گا۔ حضرتؒ نے جب شجرہ دیا تو شاید پینتیس میں سے دس بارہ افراد نے ہی وہ شجرہ وصول کیا، جن میں محترم قاری ضیاء الحق زید مجدہٗ (ابن حضرت قاری عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ) بھی شامل تھے۔

بیعت کے بعد عشائیہ تھا۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد حضرت قاری صاحب مدظلہم نے جو جگہ مدرسے کے لیے خریدی تھی اور اس کا نام (اگر چہ جگہ تعمیر نہیں ہوئی تھی) ''قرآن منزل''، راقم نے تجویز کیا تھا، معائنہ فرمایا اور دعا فرمائی۔ حضرت قاری صاحب مدظلہم نے کہا دعا فرمایئے کہ حالات اچھے ہو جائیں تو تعمیر کی جائے۔ مفتی محمد جمیل خانؒ نے کہا کہ قاری صاحب! آپ بنایئے انشاء اللہ کچھ نہیں ہوگا۔ حضرت امیر الہندؒ نے فرمایا کہ نہیں، قاری صاحب صحیح کہتے ہیں۔

زمانہ بے نظیر کی حکومت کا تھا اور مدارس کے خلاف یہود و نصاریٰ کی بولیاں بولی جا رہی تھیں اس سے اندازہ ہوا کہ حضرت امیر الہندؒ کی نظر عالم

اسلام کے حالات پر بہت گہری ہے۔ بس اتنی سی بات پر کہ ''دُعا فرمائیے کہ حالات اچھے ہو جائیں تو تعمیر کی جائے۔'' حالات کا اندازہ کرلیا۔

قرآن منزل کا معائنہ فرمانے کے بعد حضرتؒ سے درخواست کی کہ میری اہلیہ اور ہمشیرہ کو بیعت فرما لیجیے، حضرتؒ نے فرمایا کہ کہاں ہیں؟ سامنے ہی مدرسہ تھا، حضرت تشریف لے گئے، پردے کے پیچھے سے بیعت فرمالیا، میں بھی اس دوران وہیں حضرتؒ کے سامنے بیٹھا رہا۔

یہ خود دیوبند پہنچائیں:

جامعہ مدنیہ جدید، رائے ونڈ روڈ لاہور کے سنگ بنیاد کے موقع پر حضرت امیر الہندؒ، لاہور تشریف لائے۔ ۹/ربیع الاوّل ۱۴۲۱ھ/ ۱۲/جون ۲۰۰۰ء کو جب واپس دہلی تشریف لے جانے لگے تو مکرمی حافظ فہیم الدین پراچہ نے کچھ کھجوریں مدینۂ منورہ سے منگائیں اور کچھ عربی حلوہ منگایا۔ ان کی خواہش تھی حضرت مولانا کو بھی پیش کریں اور حضرت اقدس مولانا السیّد ارشد مدنی مدظلہم کو بھی دیوبند بھیجیں۔ اس کے لیے میں ان کے ہم راہ صبح ۱۰ بجے کے قریب جامعہ مدنیہ کریم پارک (لاہور) گیا، حضرتؒ سے ملاقات ہوئی، یہ سوغات دی اور عرض کیا کہ یہ آپ کی اور یہ حضرت مولانا سیّد ارشد صاحب مدظلہٗ کی ہے، تو فرمایا کہ بھائی دیوبند پہنچاؤ۔ یہاں میں نہیں لیتا۔ اتنا شوق ہے، دیوبند آؤ۔ کون لے کر جائے گا؟ سامان میرے پاس پورا ہے۔ مولانا سیّد رشید میاں مدظلہٗ نے عرض کیا کہ حضرت! میں پیک کر کے پہنچاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ انھیں دے دو، یہ دیوبند پہنچانے کی ذمے داری لے رہے ہیں۔ مولانا نے عرض کیا کہ حضرت! ایئر پورٹ تک نہ کہ دیوبند تک۔ حضرت نے فرمایا کہ سامان زیادہ ہے، وزن کون دے گا؟ مولانا رشید میاں صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! میری ذمے داری ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ نہیں، جس کو شوق ہو ہدیہ دینے کا، وہ دیوبند آئے۔ مولانا فضل الرحمٰن زاد مجدہٗ بھی بیٹھے تھے، انھوں نے عرض کیا کہ حضرت! ہم بھی تو بھائی ارشد کے بھائی ہیں، ہمیں دے دیں، ہم کھالیں گے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ بھائی چیز میں نے ابھی لی نہیں، اس لیے مالک نہیں بنا تو دینے کا سوال ہی نہیں۔ ہاں یہ دیدیں تو اور بات ہے۔ جب بہت دیر ہوگئی تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا رکھ دو۔ جب ہم دعا کی درخواست کے ساتھ رخصت ہونے لگے تو ارشاد فرمایا:

''بھائی! بُرا تو نہیں مانے۔'' اللہ اکبر! ہم تو پانی پانی ہو گئے۔

حضرت امیر الہندؒ کی اہلیہ محترمہ کی وفات:

حضرت اقدس علیہ الرحمہ نے صحیح معنی میں ملک وملت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ اہلیہ محترمہ کا جب انتقال ہوا تو اس وقت بھی حضرت امیر الہندؒ غیر ملکی تبلیغی واصلاحی سفر پر تھے۔ حضرت قاری صاحب مدظلہم نے تعزیتی خط لکھا تو اس کے جواب میں صاحب زادۂ محترم مولانا سیّد محمود اسعد مدنی اطال اللہ عمرہٗ نے یہ جوابی خط تحریر فرمایا:

۲۱/رجب المرجب ۱۴۲۱ھ/ ۱۹/اکتوبر ۲۰۰۰ء السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

محترمہ والدہ صاحبہ رحمہا اللہ تئیس روز کی بیماری کے بعد ۲۳/اگست کی صبح خالق حقیقی سے جاملیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ایسے شدید صدمے پر آپ کی توجہ اور تعزیت سے جو قلبی تقویت حاصل ہوئی ہے اس کے لیے مشکور وممنون ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ والدہ مرحومہ کے لیے برابر دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام کریں گے۔ نیز حضرت والد صاحب مدظلہٗ العالی کی صحت کے لیے دعاؤں کی اشد ضرورت ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مدظلہٗ العالی کا سایہ ہم پر تادیر قائم رکھے۔ آمین دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں، کرم ہوگا۔

والسلام......محمود اسعد مدنی

الوداع

پاکستان کا آخری سفر:

خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس میں شرکت کے لیے حضرت امیر الہند قدس اللہ سرہٗ العزیز ۱۴/محرم الحرام ۱۴۲۲ھ/ ۹/اپریل ۲۰۰۱ء کو پاکستان کے سفر پر لاہور تشریف لائے اور وہاں سے پشاور تشریف لے گئے۔ ۱۱/اپریل کا آخری اجلاس حضرتؒ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ لیکن حضرتؒ کا بیان بہ مشکل ڈیڑھ منٹ کا تھا۔ اس سے متوسلین کو محرومی کا احساس ہوا، اصل میں اس میں ایک اہم سبق ہم سب کے لیے تھا۔ (بہت معذرت کے ساتھ) ہمارے علماء وقت کی پابندی کا بالکل خیال نہیں کرتے۔ حضرتؒ پابندیٔ وقت کے معلم تھے۔ حضرتؒ کے بیان کا جو وقت تھا وہ ایک ڈیڑھ گھنٹے پہلے ختم ہوگیا تھا اور اسی کا اظہار حضرتؒ نے فرمایا۔

۱۲/اپریل کی صبح حضرتؒ پشاور سے کراچی کے لیے روانہ ہو گئے۔ جانے سے پہلے فون کردیا کہ میں کراچی پہنچ رہا ہوں۔ دوپہر کا کھانا آپ (قاری صاحب) کے یہاں کھاؤں گا۔ مجھے یہ بات لاہور میں فون کے ذریعے معلوم ہوئی۔ مجھے افسردگی محسوس ہوئی کہ اس مرتبہ حضرتؒ کی زیارت سے بھی محرومی رہی۔ میں جامعہ مدنیہ کریم پارک (لاہور) پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت کل دوپہر تک لاہور واپس تشریف لے آئیں گے۔ اس سفر کی روئیداد محترم مولانا مفتی محمد مظہر اسعدی زید مجدہٗ (خلیفۂ مجاز حضرت امیر الہندؒ) کے قلم سے اس طرح ہے:

''۱۲/اپریل ۲۰۰۱ء بہ روز جمعرات صبح سات بجے کراچی کے لیے پشاور ایئر پورٹ پہنچے۔ اس موقع پر جے یو آئی کے امیر مرکزیہ مولانا فضل الرحمٰن بھی دارالعلوم سرحد آ گئے۔ پشاور ایئر پورٹ پر مولانا فضل الرحمٰن نے الوداع کہا۔

یہ بات یہاں ملحوظ رہے حضرت امیرالہند کے ہم راہ لاہور سے پشاور مولانا سیّد رشید میاں، مولانا سیّد محمود میاں، مولانا سیّد مسعود میاں سمیت حضرت سیّد حامد میاںؒ کے قریبی عزیز حضرت مولانا محمد انور مہتمم دارالعلوم کبیر والہ اور قاری محمد اسحاق مدرس خیرالمدارس ملتان اور راقم الحروف بھی تھا۔ جبکہ پشاور سے کراچی کے لیے حضرت امیرالہند کے ہمراہ صرف مولانا سیّد رشید میاں اور بندہ راقم الحروف تھا۔

پرواز کی تاخیر کے باعث ہم کراچی تقریباً گیارہ بجے پہنچے۔ ایئرپورٹ پر مولانا قاری شریف احمد (خطیب جامع مسجد، سٹی اسٹیشن، کراچی) دیگر معززین کے ہمراہ موجود تھے۔ اس موقع پر حضرت اقدس ایئرپورٹ سے جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوریؒ ٹاؤن پہنچے۔ قاری شریف احمد نے اپنے ہاں قیام کی دعوت دی۔ حضرت امیرالہند نے ارشاد فرمایا کہ میری روایت ہے کہ میں کراچی میں قیام کے دوران بنوی ٹاؤن کے علاوہ کہیں نہیں ٹھہرتا، کیونکہ میں مولانا بنوریؒ کی شفقتوں اور والہانہ محبت کی لذت کو آج تک محسوس کرتا ہوں۔ جامعہ بنوری ٹاؤن میں پہنچتے ہیں جب دارالافتاء میں اطلاع پہنچی تو رئیس دارالافتاء مفتی عبدالسلام صاحب نے اپنے دیگر رفقاء کے ہم راہ حضرت امیرالہند کا پُرجوش استقبال کیا اور آپ سے کراچی میں قیام کے معمول کی تفصیلات معلوم کیں۔ آپ نے فرمایا کہ دوپہر کا کھانا قاری شریف صاحب کے ہاں ہے۔ باقی وقت بنوریؒ ٹاؤن میں گزارا جائے گا۔

رئیس دارالافتاء نے حضرت امیرالہندؒ کا سفری سامان اپنی تحویل میں لے کر مہمان خانہ تک پہنچایا۔ حضرت امیرالہند قاری شریف کے ہم راہ ان کی مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں نماز ظہر ادا کی اور دوپہر کا کھانا ایک وسیع دسترخوان پر معتقدین کے ہم راہ تناول فرمایا۔

اس کے بعد واپس بنوری ٹاؤن تشریف لے آئے۔ عصر تک آرام فرمایا۔ عصر سے مغرب تک جامعہ کے اساتذہ سے عمومی ملاقات فرمائی۔ مغرب کی نماز کے بعد حیدرآباد کے لیے روانہ ہوئے۔

یاد رہے کہ روانگی سے قبل مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی رہائش گاہ پر ان کے بیٹے حافظ محمد یحییٰ سے تعزیت کی۔ مولانا لدھیانویؒ کے بیٹے نے تاثرات کی تحریر کے لیے رجسٹر پیش کیا۔ حضرت امیر الہند نے فرمایا: ''میں صرف تعزیت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔''

تعزیتی کلمات کے بعد حضرت امیر الہند نے اجازت چاہی۔ مولانا لدھیانویؒ کے بیٹے نے مولانا مرحوم کے لیے دُعا کی درخواست کی۔ حضرت نے جواباً فرمایا:

''شہید کے لیے کیا دُعا کروں؟''

اس پر مولانا لدھیانویؒ کے بیٹے نے عرض کیا کہ مدرسہ کی خیر و برکت کے لیے دعا کر دیجیے۔ اس پر حضرت نے دعا فرمائی اور حیدرآباد کے لیے روانہ ہو گئے۔

۱۵/اپریل کو صفہ ٹرسٹ کی سالانہ تقریب تھی۔ مولانا نعیم الدین مدظلہٗ نے حضرت امیرالہندؒ کو تقریب میں چند منٹ کی شرکت کی دعوت دی تھی۔ حضرت ایک گاڑی میں تشریف لائے، مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی مدظلہٗ کی تقریر ہو رہی تھی کہ مولانا نعیم الدین نے اعلان کیا کہ حضرت تشریف لائے ہیں، لیکن گاڑی میں بیٹھے رہیں گے، اس لیے آپ حضرات باہر چلیے تاکہ حضرت کی زیارت بھی ہو جائے اور دُعا بھی ہو جائے۔ اس سفر میں میرے لیے یہ پہلی زیارت تھی۔

حضرتؒ کی صحبت اور میری نمازوں کی کیفیت

دوپہر میں ظہر سے پہلے جامعہ مدنیہ جدید، رائے ونڈ روڈ میں حضرتؒ کی تقریر تھی۔ میں صفہ ٹرسٹ سے سیدھا رائے ونڈ چلا گیا۔ حضرت رحمہ اللہ تشریف لائے، جامعہ کے مہمان خانہ میں تشریف رکھتے تھے کہ مولانا مفتی محمد جمیل خان (شہیدؒ) بھی آ گئے۔

سلام و دعا کے بعد مفتی صاحب نے پہلا سوال کیا کہ حضرت! آپ لاہور سے بغیر گارڈ اور محافظ کے رائے ونڈ، اتنی دور آ گئے؟ حفاظتی نقطۂ نظر سے محافظ ضروری تھا۔

حضرت امیرالہندؒ نے ارشاد فرمایا کہ:

''جی ہاں! تاکہ مجھے سب دیکھتے کہ کون جا رہا ہے؟ مجھے کوئی نہیں جانتا، گارڈ لے کر چلوں تو سب پہچانیں اور مفتی صاحب! آپ نے کتنے مولویوں کو گارڈ رکھ کر بچا لیا؟ موت تو اپنے وقت پر آئے گی۔ اس کا ایک وقت مقرر ہے۔ گارڈ بھی نہیں بچا سکتا۔ ہم نے ہندوستان میں کبھی محافظ نہیں رکھے، یہاں کیسے اجازت دوں؟ اور اگر اسی طرح لکھی ہے تو آ کر رہے گی اور شہادت مل جائے گی۔ ہماری کسی سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔''

یہ مجلس صحبت تقریباً آدھا گھنٹہ رہی۔ اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھی اور حضرت کا بیان ہوا۔ حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن دامت برکاتہم سے حضرتؒ نے عرض کیا کہ دعا کرا دیجیے۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ ہی کرائیے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ:

''میاں! روٹی تو حلال کر لو۔ ابھی کھانا بھی تو کھانا ہے۔''

اس صحبت کا اثر میں نے ایک عشرے تک محسوس کیا۔ میں نماز میں ایسی کیفیت محسوس کرتا تھا کہ اس کا بیان تحریر میں نہیں آ سکتا۔ بس مختصر یہ کہ دل میں سکون و اطمینان اور عبادت میں عجیب لطف تھا۔ میں نے آج تک اپنی زندگی میں ایسی نمازیں نہیں پڑھیں، حتیٰ کہ حرمین شریفین میں بھی نہیں

پڑھیں۔ اللہ اس حلاوت کو قبول فرما کر ہماری تمام عبادات کو محض اپنے فضل و کرم سے قبولیت عطا فرمائے۔ آمین!

مجھے ویسے ہی کندھے پر اُٹھالو:

جامعہ جدید کی مسجد زیر تعمیر تھی، فرش ناہموار تھا، بیان کے بعد حضرت جب جامعہ کے ہاسٹل کی طرف جانے لگے اور مسجد سے باہر تشریف لائے تو ایک طالب العلم جوتا سیدھا کرنے لگا۔ حضرت نے فرمایا اور غصّے میں فرمایا کہ کیا گرانا ہے؟ مارنا ہے؟ میں لیٹ جاتا ہوں، ویسے ہی کندھے پر اُٹھالو۔

مصافحے کی بدعت تو نہ کرو:

مغرب کی نماز کے بعد مدینہ مسجد کریم پارک سے اُٹھے اور جامعہ مدنیہ کے مہمان خانے کی طرف جارہے تھے کہ مصافحوں والوں کا ہجوم جمع ہوگیا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ نماز کے بعد تو مصافحہ بدعت ہے۔ پھر تھوڑی دیر میں فرمایا کہ اچھا جنھوں نے اب تک نہیں کیا وہ کرلیں۔ میں نے پھر بھی مصافحہ نہیں کیا۔ میں نے اسی کو غنیمت سمجھا کہ زیارت ہوگئی، یہی بہت ہے۔ مصافحے سے اگر میرے حضرتؒ کو تکلیف پہنچ گئی تو مجھے کون سی راحت ہوگی؟

یہ حضرت کا پاکستان کا آخری سفر تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ حضرتؒ کے مزاج میں عمر اور ضعیفی کی وجہ سے سختی آ گئی۔ جیسے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی سختیاں کتابوں میں پڑھی ہیں۔لیکن حضرت امیر الہندؒ ایسی سرزنش کے بعد دل داری فرمادیا کرتے تھے۔

حضرت امیر الہندؒ کا آخری حج:

۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۵ء کے حج میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے حاضری نصیب فرمائی۔ ۲۱؍ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ/ ۲؍جنوری ۲۰۰۵ء کو مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کے نواسۂ محترم مولانا سیّد اخلد رشیدی زاد اللہ مجدہٗ سے عشا کی نماز میں ملاقات ہوئی۔ مولانا نے فرمایا کہ حضرت مولانا تشریف لائے ہوئے ہیں، ملاقات ہوئی؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا کہ باب عبدالعزیز قدیم (شاہ سعود کی تعمیر میں) کے قریب تشریف رکھتے ہیں، میں وہاں حاضر ہوا۔ حضرتؒ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضرتؒ کافی کمزور ہوچکے تھے۔ فرض نماز کھڑے ہوکر پڑھتے تھے، اٹھتے وقت کافی دقت ہوتی ہوئی محسوس ہورہی تھی، لیکن فرض کھڑے ہوکر ادا کرتے ہوئے دیکھا۔ البتہ سنن و نوافل بیٹھ کر پڑھتے دیکھا اور اس میں سجدہ کامل اعضا کے ساتھ کرتے دیکھا۔ مصافحہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت قاری صاحب مدظلہم اور ڈاکٹر ابوسلمان صاحب کا سلام پہنچایا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ جب واپس جاؤ یا فون پر بات ہوتو میرا سلام بھی ان حضرات کو پہنچادینا۔

صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے وقت کیفیت:

حضرت وہیل چیئر پر بیٹھ گئے، مولانا سیّد مودود مدنی (صاحبزادۂ محترم) اور مولانا سیّد محسن مدنی زید مجدہما (ابن حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی مدظلہٗ) وہیل چیئر چلاتے ہوئے باب السلام سے مواجہ شریف لے گئے۔ میں بھی پیچھے چلا گیا۔ مواجہ شریف میں دیوار کے ساتھ مقام ملائکہ پر اطمینان کے ساتھ حضور پُرنور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کیا۔ کیا اطمینان، تضرع وزاری کی کیا کیفیت تھی، آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

حضرت مدنیؒ کی شبیہ حضرت اسعد کی صورت میں:

میں نے حضرت قاری صاحب مدظلہم سے کئی بار سنا ہے کہ اگر کسی کو حضرت مدنیؒ کو دیکھنا ہے تو مولانا سیّد اسعد صاحب کو دیکھے۔ پوری شبیہ حضرت مدنیؒ کی ہے۔ اور حقیقتاً اب جو حضرت کی زیارت ہوئی تھی تو آپ کے چہرۂ مبارک اور حضرت شیخ الاسلامؒ کی جو تصویر دیکھی ہے اس میں کچھ فرق محسوس نہیں ہوا۔ فوراً میرے ذہن میں حضرت شیخ الاسلامؒ کا تصور آ گیا کہ حضرت مدنیؒ کی کیفیت بھی ایسی ہی ہوتی ہوگی اور جس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کے جواب کی آواز حاضرینِ روضۂ مطہرہ نے سنی تھی۔

حضرت مدنیؒ کے سلام کا جواب:

پیر کرم شاہ الازہری مرحوم، سابق چیف جسٹس شرعی عدالت (حکومت پاکستان) ایک رسالہ ندائے حرم نکالتے تھے، ۱۹۴۸ء کے کسی شمارے میں پیر جماعت علی شاہؒ لکھتے ہیں کہ:

''میں مدینہ منورہ روضۂ اقدس پر بیٹھا تھا، میرے ساتھ پانچ چھ ساتھی بھی بیٹھے تھے، اتنے میں ایک شخص آیا جس کا چہرہ ڈھکا ہوا تھا، اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا تو اندر (روضۂ مطہرہ) سے ''وعلیکم السلام'' کا جواب آیا۔ میں بہت حیران ہوا کہ یہ کون شخص ہے؟ میرے پاؤں میں زخم تھا اس لیے میں نے اپنے ایک ساتھی کو اس شخص کے پیچھے بھیجا کہ وہ کون شخص ہے؟ وہ نوجوان جنت البقیع کے ملحقہ باغ میں داخل ہوا اور اوپر والا کپڑا اُتار کر ذکر کرنے لگ گیا۔ تو اس نے چہرۂ مبارک دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ہیں۔ واپس آ کر اس نے سب کچھ بتادیا۔ پیر جماعت علی شاہ مرحوم نے یہ سن کر توبہ کی، کیونکہ وہ حضرت مدنیؒ کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔''

تجدید بیعت کی درخواست:

میں جب حج کے لیے جانے لگا تو حضرت قاری صاحب مدظلہم نے فرمایا کہ اگر حضرت مولانا اسعد صاحبؒ سے ملاقات ہوجائے تو بتانا کہ میں جناب سے طالب العلمی کے زمانے میں بیعت ہوا تھا، اور بعد میں معلوم ہوا کہ آپ طالب العلم کو بیعت نہیں فرماتے۔ اب میں تجدید بیعت چاہتا ہوں۔ میں نے محترم مولانا سیّد اخلد رشیدی مدظلہٗ کے گوش گزار کیا اور درخواست کی کہ اس کا واسطہ آپ بنیں۔ موصوف نے کرم فرمایا اور مسجد نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی عشاء کے بعد حضرتؒ سے یہ درخواست کی۔ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ بیعت کی تجدید کی ضرورت نہیں۔ بس جب تک یہاں ہیں فجر اور مغرب کے بعد میرے پاس آجایا کریں اور یہاں بیٹھ کر ذکر کریں۔ الحمدللہ! اس حکم پر میں نے اگلے دن فجر سے عمل شروع کر دیا۔ اگلے دن حضرتؒ کی طرف سے مولانا اخلد صاحب نے حکم دیا کہ آج رات کا کھانا حضرتؒ کے ساتھ کھانا ہے۔ حضرتؒ کے ساتھ روضۂ اقدس پر اسی کیفیت کے ساتھ سلام پیش کیا اور باب البقیع سے نکل کر تہہ خانہ میں کار پارکنگ کی طرف چلے گئے۔ گاڑی میں مدنی منزل پہنچے۔ حضرت جب اخبار کا مطالعہ فرما رہے تھے تو میں چہرے کی طرف دیکھتا ہی رہا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کے آخری زمانے کی تصاویر میں حضرت مدنیؒ کو جیسا دیکھا بالکل ویسی ہی شبیہ حضرت امیر الہندؒ میں معلوم ہو رہی تھی۔ اس کا اظہار میں نے اس وقت برادرم مولانا سیّد محسن مدنی زیدمجدہٗ (ابن حضرت اقدس مولانا السیّد ارشد مدنی دامت برکاتہم) سے بھی کیا۔

تھوڑی دیر کے بعد دسترخوان لگ گیا، مختلف الانواع نعمتیں مدینہ منورہ کی سرزمین پر چنی گئیں۔ حضرتؒ نے حکم دیا کہ کھاؤ۔ اور بھی کئی مہمان تھے۔ حضرتؒ نے صرف ایک ہی چیز تناول فرمائی اور ہمارے متعلق مولانا اخلد صاحب مدظلہٗ کو فرماتے رہے کہ انھیں بریانی نکالی دو۔ انھیں فلاں چیز دو۔ یہ کیسے جوان ہے؟ کھاتے نہیں؟ جیسے شفیقانہ الفاظ فرمائے اور مولانا موصوف حکم کی تعمیل کرتے رہے۔ اسی موقع پر حضرتؒ کے بڑے صاحب زادے مولانا السیّد احمد مدنی زاداللہ مجدہٗ سے پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی۔ موصوف مدینۂ منورہ کے پیدائشی ہیں، حضرت مولانا سیّد احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ (بانی مدرسۃ الیتامیٰ العلوم الشرعیہ، مدینہ منورہ) کے نواسۂ محترم ہیں، مدینۂ منورہ کے مقامی ہیں، شاید دو ایک مرتبہ ہی ہندوستان کا سفر کیا ہے، اُردو بالکل نہیں آتی، حضرتؒ کو ان سے عربی میں ہی بات کرتے دیکھا۔ مدرسۂ علوم شرعیہ کے فاضل اور آج کل اس کے مہتمم ہیں۔ یہ مدرسۂ علوم شرعیہ آج کل الحمدللہ خود کفیل ہے۔ ڈھائی کروڑ ریال سالانہ اس کا خرچ ہے اور پانچ کروڑ ریال سالانہ اس کی جائیدادوں کی آمدنی ہے، اس لیے اس کی انتظامیہ نے عام چندہ بالکل بند کر دیا۔

حضرتؒ سے جب اجازت چاہی تو ارشاد فرمایا کہ ذکر پر مداومت کرو، انشاء اللہ بہت جلد اس کے فوائد نظر آئیں گے۔ اس کے بعد دریافت فرمایا کہ کہاں قیام ہے؟ میں نے عرض کیا مسجد بلالؓ کے پاس۔ ارشاد فرمایا کہ گاڑی میں انھیں ان کی منزل پر پہنچاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! میں چلا جاؤں گا۔ فرمایا کہ مجھے بھی معلوم ہے کہ آپ چلے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! اس وقت تو میں حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جاؤں گا اور وہ تو قریب ہے، میں پیدل چلا جاؤں گا۔ ارشاد فرمایا کہ ان کو حرم شریف چھوڑ آؤ۔ حکم کی تعمیل ہوئی اور مولانا اخلد صاحب نے ڈرائیور سے حرم شریف تک پہنچوا دیا۔ میں نے جا کر دو رکعت نفل شکرانے کے ادا کیے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے شیخ کی صحبت نصیب فرمائی اور صلوٰۃ وسلام مواجہ شریف میں اپنی اور حضرت امیر الہندؒ کی طرف سے بھی پیش کیا اور پھر قیام گاہ چلا گیا۔

میں تو انتہائی بے کار آدمی ہوں، لیکن ساتھیوں میں تبلیغی جماعت کے ایک صاحب جناب فیض الرحمٰن (تلہ گنگ) نے چہرہ دیکھ کر کہا کہ شیخ کی مجلس وصحبت کے اثرات چہرے سے ظاہر ہیں۔ میرے لیے یہ دوسرا موقع تھا کہ عبادات میں عجیب لطف محسوس ہوا۔ میں آٹھ دن مدینۂ منورہ میں رہا، روزانہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت شیخؒ کی زیارت اور صحبت سے مستفید ہونے کا موقع ملتا رہا۔

حضرت امیر الہندؒ کی آخری زیارت

۱۱رذی الحجہ ۱۴۲۵ھ/ ۲۱رفروری ۲۰۰۵ء بہ روز جمعۃ المبارک منیٰ سے طواف زیارت کے لیے مکۂ مکرمہ آیا، صبح فجر کی نماز میں حرم محترم گیا تو باب سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کی سیڑھیوں پر حضرت محترم مولانا سیّد اخلد مدظلہم سے ملاقات ہوئی، تکبیر ہو رہی تھی اس لیے کسی بات کا موقع نہ ملا، سنتیں پڑھ کر جس صف میں جماعت کے لیے شامل ہوا یہ صف خانوادۂ مدنی کی تھی۔ نماز کے بعد حضرتؒ سے ملاقات ہوئی، اپنے چھوٹے بھائی توفیق احمد سلمہٗ کو بھی ملایا۔ حضرتؒ اور ہم سب احرام کی حالت میں تھے۔ حضرتؒ سے عرض کیا کہ حضرت شیخ الاسلامؒ کی سیاسی ڈائری کے سلسلے میں مقالات شیخ الاسلامؒ کی جلد آ گئی ہے، لیکن قیام گاہ پر ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ مفتی سلمان صاحب آئے ہوئے ہیں۔ ان کو دے دینا، میں تو کل مدینہ شریف چلا جاؤں گا اور وہاں سے پرسوں دہلی کے لیے روانگی ہے۔ حضرتؒ نے دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمایا۔ یہ آخری ملاقات تھی۔ اب تو آنکھیں ایسی شخصیت کے دیدار کو ترستی ہی رہیں گی۔

یہ عظیم شخصیت اپنی پوری اسّی سالہ زندگی میں مجموعی طور پر پچاس سال صرف اسفار میں مخلوق کی خدمات میں گزار گئی۔ آرام نام کی چیز ان کے یہاں تھی ہی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرتؒ درس وتدریس، سلوک وارشاد اور سیادت وقیادت میں اپنے عظیم والد کے عکسِ جمیل تھے۔

اللہ تعالیٰ مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور جسمانی اولاد کو حضرتؒ کے نقشِ قدم پر چلائے۔ آمین!

بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم!

○○

قائم شدہ: ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء بیادگار: حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ Regd. No. 14532

بسم الله الرحمن الرحيم، الحمد لله وسلام علىٰ عباده الذين اصطفى، اما بعد

برادرانِ اسلام! حضرت ابوعنبر خولانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس دین کے باغ میں ہمیشہ نئے نئے پودے لگاتا رہے گا جن کو اپنی اطاعت میں استعمال فرمائے گا۔'' (ابن ماجہ) اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق یہ کہنا بجا ہوگا کہ گزشتہ صدی میں ہمارے دینی مدارس ہی ویرانۂ ہند میں اللہ کے دین کے باغبان ہیں۔ انھوں نے دین کی آبیاری کی، اس کی ہریالی و شادابی کو باقی رکھا، اس میں نئے نئے گل بوٹے لگائے۔ بحمد اللہ ہمارے دینی مدارس سینکڑوں مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنا فریضہ انجام دے رہے ہیں، یہ دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں اور چھاؤنیاں ہیں۔ انہی چھاؤنیوں میں سے **جامعہ منبع العلوم صدیقیہ حنفیہ** موضع اسلام گڑھ پوسٹ بڑھاپور، ضلع سہارنپور یوپی ہے جو ایک پچھڑے ہوئے پہاڑی علاقہ میں اکابر کی یادگار ہے جس کا سنگ بنیاد عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ کے دست مبارک سے ۱۶؍محرم الحرام ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۶؍جون ۱۹۹۵ء کو عمل میں آیا۔

جائے وقوع: شہر نگینہ سے شمال کی جانب قصبہ بڑھاپور سے پچھم کی سمت ۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر بستی اسلام گڑھ میں واقع ہے۔ **تعلیمی شعبہ جات**: قاعدہ نورانی جو کہ حضرت قاری ارشاد علی صاحبؒ پانی پتی ثم گنگیروی تلمیذ رشید حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی صدر القراء مسجد نبوی مدینہ منورہ کے طریقہ پر پڑھایا جاتا ہے۔ حفظ و ناظرہ، عربی، فارسی تا جماعت چہارم، تعلیم نسواں، دعوت و تبلیغ، شعبۂ خوشخطی، انجمن سحر البیان **تعمیرات**: تین درسگاہیں، ایک مطبخ، تین بیت الخلاء، تین غسل خانے، تعداد طلبہ و طالبات: تقریباً ۱۶۰، تعداد مدرسین و ملازمین: ۴، طباخہ: ۱، سالانہ مصارف تقریباً ساڑھے تین لاکھ روپے **اہم تعمیری ضرورتیں**: دس درسگاہیں، مکمل چہار دیواری، دار الاقامہ، کتب خانہ، دار المطالعہ، دار المدرسین، مسجد، صدر دروازہ، جنریٹر روم، گودام، مزید اراضی کی خریداری، ذریعہ آمدنی توکل علی اللہ۔ **اہل خیر حضرات سے تعاون کی پر خلوص اپیل ہے۔**

جامعہ میں قدم رنجہ فرمانے والے اکابرین: حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ، حضرت مولانا قمر الدین صاحب استاذ حدیث دار العلوم دیوبند، حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہ، صدر مفتی دار العلوم دیوبند، حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی صاحب ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند و صدر جمعیۃ علماء ہند، حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری مفتی و استاذ حدیث مدرسہ شاہی مراد آباد و دیگر ذمہ داران جمعیۃ علماء ضلع بجنور، حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب صدر مفتی مدرسہ شاہی مراد آباد، حضرت مولانا محمد راشد صاحب مبلغ دار العلوم دیوبند، حضرت قاری محمد عبد اللہ صاحب گنگیر و ضلع مظفر نگر، حضرت حافظ محمد فرقان صاحب خلیفہ و مجاز حضرت فدائے ملت سیّد اسعد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر جمعیۃ علماء ہند

الداعی: (مولوی) شمیم احمد قاسمی خادم جامعہ منبع العلوم صدیقیہ حسینیہ موضع عمر پور برکھیڑا اسلام گڑھ، پوسٹ بڑھاپور، ضلع بجنور، یوپی

مدرسہ فخر العلوم گانوڑی، ضلع بجنور، یوپی

شیدائیانِ علم نبوت! نورانی قاعدہ سے تجوید کے ساتھ بچوں کی قرآنی تعلیم کا یہ مثالی ادارہ فخر العلوم (گانوڑی) ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء میں حضرت قاری ارشاد علی صاحب پانی پتی ثم گنگیروی، سیّد القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی صدر القراء مسجد نبوی مدینہ منوّرہ نیز فخر المحدثین حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ مراد آبادی شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کی ہدایت و اجازت پر بنام **فخر العلوم** موضع شاہ علی پور کوئرہ (گانوڑی) میں قائم ہوا جس کو حضرت علاّمہ قاری سیّد صدّیق احمد صاحب باندوی قدس سرہ، حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنیؒ صدر جمعیۃ علماء ہند، حضرت مولانا سیّد ارشد صاحب مدنی ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند، حضرت سیّد احمد شاہ صاحب مراد آبادی خلیفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ، حضرت مولانا عبد الرحیم صاحبؒ تھے پوری خلیفہ حضرت شیخ سہارنپوریؒ، حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی ناظم جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا مہاراشٹر، حضرت مولانا محمد سلمان صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب مدرسہ شاہی مراد آباد جیسے اساطین امت علماء کرام کی سرپرستی اور باطنی توجہات نے لامتناہی شرف و اعزاز بخشا ہے۔

تعلیمی شعبہ جات

● تجوید کے ساتھ کلام پاک ناظرہ و حفظ ● تدریب المعلّمین والاساتذہ ● عربی و فارسی مطابق نصاب دار العلوم دیوبند تا جماعت چہارم ● دینیات و عصری علوم ● اُردو، ہندی ● انگلش ● پرائمری منظور شدہ تا پنجم ● خوشخطی و تقریری مشق و تربیت کے ذریعے شبانہ روز اکیس باکمال محنتی اساتذہ و ملازمین نونہالانِ امت طلباء کرام کی مخفی صلاحیتوں کو چار چاند لگاتے ہیں۔

● تعداد طلبہ و طالبات: ۸۰۰ ● بیرونی طلباء: ۲۰۰ ● مقامی طلباء و طالبات: ۶۰۰ بیرونی طلباء کو صبح، دوپہر شام پورے سال مطبخ سے ناشتہ و طعام جاری ہے۔

آمدنی سالانہ از یکم رجب ۱۴۲۵ھ تا ۳۰؍جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ:

● مصارف: ۲۷۰۲۲۴۲ ● آمدنی: ۲۲۳۸۲۸۲ ● قرض: ۴۶۳۹۶۰

سالانہ آمد و خرچ کا بیرونی ماہرین حساب کے ذریعے ہر سال حساب وقت پر آڈٹ کرایا جاتا ہے۔ دار العلوم دیوبند، مدرسہ شاہی مراد آباد اور دیگر مدارس کے ممتاز مدرسین حضرات کو دعوت دے کر بروقت تعلیمی امتحانات کرائے جاتے ہیں۔

ذریعۂ آمدنی: توکل علیٰ اللہ اور اربابِ خیر کا عمومی تعاون ہے۔ ماشاء اللہ مدرسہ فخر العلوم گانوڑی کو اپنے عمدہ نظامِ تعلیم اور ہر شعبہ میں شاندار کارکردگی کے باعث خداوند کریم نے ایسی مرکزیت بخشی ہے کہ اس پر اکابر کا اعتماد ہے۔ یوپی اور دیگر صوبہ جات کے مدارس کے منتظمین حضرات اپنے مدرسین حضرات کو تدریس کی ٹریننگ حاصل کرنے کیلئے بھیج کر فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ خداوند کریم مستقبل میں تمام شرور و فتن سے محفوظ فرما کر دین کی ہر نوع کی خدمت کیلئے قبول فرمائے۔ آمین۔

ترسیل زر و خط و کتابت کا پتہ: محمد سفیر الدین قاسم مدرسہ فخر العلوم (گانوڑی) پرگنہ و پوسٹ بڑھاپور، ضلع بجنور-۲۴۶۷۲۴، یوپی (انڈیا)

موبائل مفتی سفیر الدین مہتمم مدرسہ ھذا: **9758562494** —— قاری ذوالفقار احمد ناظم مدرسہ ھذا: **9927471391**

جمعیۃ علماء ہند کا اقتصادی ومعاشی پروگرام اور فدائے ملتؒ

تحریر: **ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہانپوری** جنرل سکریٹری مجلس یادگار شیخ الاسلام، پاکستان

جمعیۃ علمائے ہند براعظم ہندو پاکستان کے علمائے دین کی تنظیم ہے۔ اس کے بانی وہ علمائے دین تھے جن کا ذوق خدمت مذہب وسیاست کے کسی ایک دائرے میں محدود نہ تھا۔ وہ جس طرح علوم ومعارفِ دین میں گہری نظر رکھتے تھے اسی طرح وقت کی سیاسیات اور اس کی رفتار کی گہری بصیرت اور حالات کے تقاضوں اور مسائل کا ادراک رکھتے تھے۔ جس طرح مذہب وسیاست میں ان کی نظر گہری تھی اسی طرح ان کی نظر میں وسعت اور عزائم میں بلندی بھی تھی۔ وہ ملک کی حدود میں مسلمانوں کی خدمت پر کمر بستہ نہیں ہوتے تھے بلکہ عالم اسلام کا کوئی خطہ ان کے دائرۂ خدمت سے باہر نہ تھا اور جب وہ براعظم پاک و ہند کے مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی کے لیے عازم سفر ہو رہے تھے تو گویا انھوں نے اس خطے کی تمام غلام قوموں کو غلامی کے پنجے سے نجات دلانے کا عزم کیا تھا۔

بیسویں صدی کے آغاز میں یہ براعظم جس استعماری قوت کے پنجۂ استبداد کی انانیت میں تھا اس کی ستم رانیاں جنوب مشرقی ایشیا کے دور کے ممالک تک اور شمالی مغربی ایشیا کے ممالک سے لے کر شمالی اور جنوبی افریقہ کے ممالک تک دراز تھیں۔ استعمار نے غلامی کی ایک ہی زنجیر سے سب کو جکڑ لیا تھا۔ اس عالم غلام آباد میں براعظم ہندو پاکستان کو وہ اہمیت حاصل تھی کہ جب تک کہ یہاں غلامی کی زنجیروں کو توڑا نہ جاتا ایشیا وافریقہ کے کسی ملک کی آزادی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا تھا۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ براعظم ہند پاکستان کی آزادی کے ساتھ ہی قریب و بعید کے ممالک کی زنجیریں ٹوٹنی شروع ہوگئیں اور ۱۹۴۷ء پر ابھی ربع صدی نہ گزری کہ بیسیوں ممالک آزاد ہوگئے۔

جمعیۃ علمائے ہند کے بزرگ جانتے تھے کہ ہندوستان کی آزادی ایشیا وافریقہ کے تمام غلام ملکوں کی آزادی کا پیش خیمہ ثابت ہوگی اور آزادی کے اس تصور اور جدوجہد ہی سے اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کی تحریک کی کامیابی وابستہ ہے۔ مذہب و سیاست کی یہ جامعیت رہنماؤں کے فکر اور عزائم ہی میں نہ تھی، جمعیۃ کے مقاصد کے حروف وسواد میں بھی نمایاں تھی۔

اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کے ہمہ قسم کے دینی، تعلیمی، تہذیبی، معاشرتی اور ان کے معاشی واقتصادی مسائل بھی جمعیۃ علماء ہند کے مقاصد اور اصلاح وترقی کے دائرے سے خارج نہ تھے۔ جمعیۃ علماء کے بزرگوں نے سیاسی تحریکات کے ہجوم اور اتحاد واتفاق کے پُر جوش نعروں میں بھی اتحاد بین المسلمین، تنظیم مسلمانان، قیام ملت کے مساعیٔ حسنہ، مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح، اسلام کی تبلیغ، ارتداد کے سدِباب، سنگھٹن کی تحریک کے رد، مسلمانوں کے تحفظ کی ضرورتوں سے کبھی نہ تو چشم پوشی کی نہ کوتاہیٔ عمل کا ثبوت دیا۔

جمعیۃ علماء ہند نے تحریک خلافت کے دور میں سیاسی خدمات کے میدان میں قدم رکھا تھا۔ اسی سلسلے میں ترک موالات کے پروگرام نے ملک کی رہنما قوموں کو اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ اس کے بعد تحریکات کا ایک سلسلہ شروع ہوا جو ۱۹۴۷ء تک دراز ہوتا رہا اور دنیا جانتی ہے جمعیۃ علماء ہند کے رہنماؤں اور اس کے کارکنوں نے کس طرح سردھڑ کی بازی لگا کر ہر تحریک میں حصّہ لیا اور کیا کارنامے انجام دیئے۔ لیکن میں یہاں مسلمانوں کی معاشی اور اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لیے جمعیۃ علماء ہند کی کوششوں پر روشنی ڈالوں گا۔

اس میدان میں جمعیت کی خدمات کے کئی دائرے ہیں:

۱۔ پہلا دائرہ تو یہی ہے کہ جمعیت نے حصولِ آزادی سے پہلے سے مسلمانوں کی معاشی امداد و رہنمائی کے لیے کئی اسکیمیں بنائی تھیں اور فنڈ قائم کیے تھے۔ ان کا سلسلہ آزادی کے بعد نہ صرف قائم رہا بلکہ اس سلسلے میں بہت ترقی ہوئی۔

۲۔ دوسرا دائرہ یہ تھا کہ آزادی کے بعد خصوصاً حکومت نے پس ماندہ اقوام کی معاشی بدحالی کو دُور کرنے کے لیے ان کی تعلیم میں سہولتوں، وظائف کے اجرا، ٹیکنیکل اداروں کے قیام اور گھریلو دست کاریوں کے فروغ کے ذریعے، معاشی و اقتصادی امداد کی مختلف اسکیموں کے ذریعے، صنعت وحرفت کے فروغ کی اسکیموں، کمرشل انسٹی ٹیوٹس اور ٹریننگ سینٹر قائم کر کے معاشی بدحالی دور کرنے کے جو انتظامات کیے ان سے فائدہ اُٹھانے کے لیے بے روزگاروں اور بدحالوں کی صحیح رہنمائی کرنا جمعیۃ کی خدمات کا بہت بڑا میدان رہا ہے اور اس کا بہت فائدہ ہوا ہے۔

۳۔ جمعیت کی خدمت کا تیسرا میدان یہ ہے کہ خود اس نے بہت سے ٹیکنیکل ادارے قائم کرکے اور مختلف دست کاریوں اور صنعتوں اور حرفتوں کے سیکھنے کے لیے سہولتیں پیدا کرکے اور بعض پیشوں کی ترتیب کے انتظامات سے بے روزگاروں میں ایسی صلاحیتیں پیدا کردیں جس سے مستفید ہوکر ہزاروں معاشی بدحال اور بے روزگار اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل بن گئے۔ اس انتظام کے علاوہ جمعیۃ نے ضرورت مندوں کو تعلیمی وظائف کے اجرا اور چھوٹے کاروباروں اور پیشوں کے آغاز کے لیے قرضے کے انتظامات کے سلسلے میں ایسے فنڈ اور اسکیمیں جاری کیں جن سے بے روزگاروں کی معاشی بدحالی دور کرنے میں مدد ملے۔

اسی طرح جمعیۃ نے اپنی کوششوں سے مسلمانوں کی معاشی اور اقتصادی بدحالی

دور کرنے کی ایک مستقل تحریک پیدا کردی، جس سے ہزاروں لوگ فائدہ اُٹھارہے ہیں۔

جمعیۃ علماء ہند کے دائرہ حرکت میں اس کے قیام کے ابتدائی دور ہی سے سیاسی، دینی اور اصلاحی خدمات کے ساتھ عملی تعمیر کے بنیادی اور اہم کاموں میں مسلمانوں کی معاشی واقتصادی حالات کو سدھارنے اور ان کی بدحالی کو دُور کرنے کی طرف توجہ دی گئی تھی اور بعض اسکیموں کا اجراعمل میں آیا تھا۔ لیکن ملک جن رستا خیز حالات سے گزر رہا تھا ان میں معاشی اور اقتصادی منصوبوں کی طرف پوری توجہ نہ دی جاسکی تھی۔ آزادی کے بعد اس مسئلہ کی اہمیت بہت بڑھ گئی تھی اور اس پر توجہ دینا ناگزیر ہوگیا تھا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ ابھی حیات تھے۔ قدرت نے انھیں اس باب میں خاص ذوق اور گہری بصیرت ودیعت فرمائی تھی۔ حضرتؒ کو احساس تھا کہ معاشی بدحالی صرف تن پیٹ کا مسئلہ ہی نہیں بلکہ انسان کے اخلاق و تہذیب کو تباہ کردینے والا مہلک مرض ہے اور ایک اچھی سوسائٹی کی تعمیر کی راہ کا سنگ گراں ہے۔ حضرتؒ نے اپنی زندگی میں معاشی واقتصادی حالات کی درستگی کے لیے تحریک کا غاز کردیا تھا اور جمعیۃ علماء ہند کے ارکان کو خاص طور پر متوجہ کردیا تھا۔

یہی معاشی تحریک اس مضمون میں خاک سار کا موضوع ہے۔ جانشینِ شیخ الاسلامؒ امیر الہند حضرت مولانا سیّد محمد اسعد مدنیؒ کے دور میں اس تحریک کو خاصا فروغ حاصل ہوا اور اس کے فیضان سے ملت کی کھیتی سیراب ہوئی۔ اس تحریک کے حوالے سے ۱۹۷۶ء کو جمعیۃ کی تاریخ میں خاص اہمیت حاصل ہے کہ اس کی مجلس منتظمہ نے تفصیل کے ساتھ حالات کا جائزہ لے کر ایک مفصل اور جامع پروگرام مرتب کیا اور ان تمام امور کو نہ صرف دستور کا حصہ بنادیا بلکہ جمعیۃ کے ہر رکن پر لازم کردیا کہ وہ اپنے ذوق وصلاحیت کے مطابق پروگرام کے کسی جز کی تکمیل میں لازماً حصہ لے گا۔ یہ پروگرام چھ حصّوں پر مشتمل ہے، ہم ان میں سے دنیاوی تعلیم، سماجی خدمات اور اقتصادی پروگرام کی دفعات کو نقل کرتے ہیں۔ معاشی واقتصادی پروگرام کی تکمیل میں دنیاوی تعلیم کی نوعیت اور بنیاد کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ پروگرام ملاحظہ کیجیے۔

دنیاوی تعلیم:

(الف) ابتدائی بنیادی تعلیم میں دینی اور دنیاوی دونوں مضامین کا انتظام کرنا۔ (ب) اسکول اور کالج قائم کرنا اور ان میں مذہبی اور ٹیکنیکل تعلیم کا بھی بندوبست کرنا۔ (ج) طلبہ کے لیے تعلیمی وظائف فراہم کرنا۔ (د) ٹریننگ سینٹر یا کیمپ کھول کر اساتذہ کو طریقہ تعلیم اور اصول تربیت سکھانا۔

طریقۂ کار:

۱۔ ہر ریاست میں مادری زبان کو ذریعۂ تعلیم مان کر ابتدائی تعلیم کا ایسا نصاب مرتب کیا جائے جو دینی اور دنیاوی دونوں مضامین کو درجہ وار شامل ہو۔

۲۔ ہر بڑی آبادی میں درجہ پنجم تک مکاتب اسلامیہ چلائے جائیں اور سرکاری معیار کے مطابق تعلیم دی جائے۔

۳۔ اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم پانے والے بچوں اور بچیوں کے لیے جز وقتی شبینہ یا صباحی مکتب قائم کیے جائیں اور ان کے لیے صرف دینی مضامین کا مختصر نصاب بنایا جائے۔

۴۔ تعلیم بالغان کا بندوبست کرکے لوگوں کو مادری زبان لکھنا پڑھنا اور اسلامی عقائد ومسائل سکھائے جائیں۔

۵۔ بڑی آبادیوں میں اعلیٰ تعلیم کے لیے اسکول اور کالج قائم کرکے علم وہنر کو عام کیا جائے اور ان میں مذہبی واخلاقی مضامین کو بھی لازمی بنایا جائے۔ نیز ان میں فنی تعلیم وتربیت کے سینٹر کھول کر نوجوانوں کو فنکار اور ہنرمند بنانے کی تدابیر اختیار کی جائیں اور ترغیب دی جائے۔

۶۔ تعلیمی فنڈ قائم کرکے ہونہار طلباء کو وظیفے دیئے جائیں یا اوقاف اور اہلِ خیر حضرات سے شخصی وظائف دلائے جائیں۔

سماجی خدمات:

(الف) مختلف مذہبی فرقے کے لوگوں کا مشترکہ اجتماع کرنا (ب) شرعی پنچایت قائم کرکے خاندانی تنازعات کو ختم کرانا (ج) شہری ضروریات کی تکمیل کے لیے جدوجہد کرنا (د) مزدوروں، کسانوں اور پس ماندہ لوگوں کی خدمت کرنا (ہ) یتیموں، بیواؤں، مجبور لوگوں اور غریب لڑکیوں کی شادی کرانے میں مدد کرنا (د) فضول رسم ورواج اور اسراف بے جا کی اصلاح کے لیے اجتماعی جدوجہد کرنا۔

طریقہ کار:

۱۔ مشترکہ اجتماعات وہی حضرات بلائیں جو مختلف فرقوں کے لوگوں میں رسوخ رکھتے ہوں اور اس اجتماع میں ایسے ہی مسائل لائے جائیں جو مختلف فرقوں کی دلچسپی کے ہوں اور ان کو باہم قریب کرسکیں۔ مثلاً اخلاق، تعلیم، چھوت چھات، اونچ نیچ، علاقائی ترقی، سماجی سدھار وغیرہ۔

۲۔ شرعی پنچایت (مطلوبہ ضابطہ) کے مطابق زن وشوہر کے باہمی تنازعات کو شریعت کی روشنی میں طے کراکے خاندانی کشیدگی کم کرانے کی کوشش کی جائے۔

۳۔ کسی آبادی کی عام ضرورتوں میں بلا اختلاف مذہب وملت اور بلالحاظ ذات پات سب کی ضرورتوں میں کام آئیں۔ بالخصوص سیلاب، آتش زدگی، وبائی امراض وغیرہ میں سب کی خدمت کی جائے۔

۴۔ تلک، شادی اور بارات کی فضول خرچیاں، بیواؤں کی شادی نہ کرنا، پیدائش یا موت کے غلط قسم کے رواج وغیرہ کے خلاف رائے عامہ اتنی بیدار کی جائے کہ اجتماعی شکلوں میں یا رضاکارانہ طور پر کسی رسم ورواج کو چھوڑ دینا آسان ہوجائے۔

۵۔ ایسے سینٹر کھولے جائیں جہاں مختلف فرقوں کے بچے اور نوجوان مل جل کر صحت وقوت کے لیے کھیل کود یا ورزش میں حصّہ لے سکیں۔

اقتصادی پروگرام:

الف: مسلم فنڈ یا امدادی فنڈ قائم کرنا اور اسے چلانا۔

ب: کارپوریشن یا کوآپریٹو سوسائٹی کے ذریعے کاروبار کو فروغ دینا۔

ج: گھریلو دست کاریوں اور چھوٹی صنعتوں کو رواج دینا۔

طریقۂ کار:

۱۔ مسلم فنڈ ان اصولوں اور ضابطوں سے چلایا جائے جن کا تجربہ مختلف مقامات پر کامیاب رہا ہے، تاکہ ضرورت مند سود کی لعنت سے نجات پائے اور عام لوگ مالی بچت کے عادی ہو جائیں، جس سے ان کا اور ان کے بچوں کا مستقبل سرسبز ہو سکے۔

۲۔ (الف) امدادی فنڈ قائم کیے جائیں۔ اس کے لیے باہمی اعتماد کے ساتھ یا نو اشخاص کو بنیادی ممبر بنا کر متفقہ طور سے فنڈ کا کوئی ناظم منتخب کیا جائے اور ہر سہ ماہی پر پورے حساب و کتاب کی جانچ کی جائے اور مشورے دیئے جائیں۔

(ب) ذرائع آمدنی حسبِ ذیل ہو سکتے ہیں۔ مثلاً: (۱) ماہانہ فیس ممبری (۲) عطیہ (۳) امانت (۴) فصل یا سیزن یا تہوار یا شادی کے موقع پر کیے ہوئے ہنگامی چندے (۵) زکوٰۃ، فطرہ، چرمِ قربانی اور صدقہ (۶) فنڈ کا دستور العمل فارم درخواست وغیرہ کاغذات کی قیمتیں۔

(ج) پورا سرمایہ مثلاً حسبِ ذیل مدوں میں اس طرح بھی صرف کیا جا سکتا ہے:

(۱) دس فیصدی سے یتیموں، بیواؤں اور معذور لوگوں کی امداد۔

(۲) بیس فیصدی سے مدارس، اسکول، دارالمطالعہ اور صنعتی اداروں کی امداد۔

(۳) پانچ فیصدی سے غریب لڑکیوں کی شادی میں امداد۔

(۴) پانچ فیصدی سے مسجد، مسافر خانہ یا ہسپتال کی مرمت، تعمیر یا ترقی۔

(۵) دس فیصدی سے نادار طلبا کی تعلیمی امداد یا وظیفے۔

(۶) چار فیصدی سے دینی، اخلاقی اور اصلاحی لٹریچر کی ترتیب و اشاعت۔

(۸) پندرہ فیصدی سے زیور یا قیمتی سامان کی ضمانت پر بلا سود قرض۔

(۹) پندرہ فیصدی سے دفتری نظم و ضبط قائم کرنا اور اس کو چلانا۔

۳۔ تاجر یا صنعت کار یا پیشہ ور لوگوں پر مشتمل ایسا مالی کارپوریشن بنایا جائے جو مقامی کاروبار اور تجارت وغیرہ کو اجتماعی کوششوں سے فروغ دے یا اسے کنٹرول کرے۔ نیز جہاں جہاں ضرورت ہو وہاں اپنی نگرانی میں مناسب انتظام کرائے۔

۴۔ جہاں گھریلو صنعتوں یا چھوٹی دست کاریوں کا رواج ہو یا آسانی سے چل سکتی ہوں وہاں امدادِ باہمی کی سوسائٹی قائم کر کے ان کاموں کو ترقی دی جائے۔ ان کی سرپرستی کی جائے اور ان میں غریب اور پس ماندہ لوگوں کو کام سکھانے کی کوشش کی جائے۔ مثلاً موم بتی، اگربتی، صابن، لفافے، موزے، بنیان اور سوئیٹر وغیرہ۔

۵۔ بے روزگار مردوں اور عورتوں اور لڑکوں کے لیے سینٹر کھول کر ان کو سلائی، رنگائی وغیرہ یا لوہے لکڑی کے مختلف کام یا سائیکل موٹر اور ریڈیو وغیرہ کی مرمت کے ہنر سکھائے جائیں۔ پھر سیکھنے والوں اور فن کاروں کو بھی سوسائٹی کے منافع سے ایک حصّہ دیا جائے۔

۶۔ ہنرمند لوگوں کو آسان قسطوں پر کچا مال فراہم کر کے انھیں بازار سے کسی مناسب کاروبار میں مشغول کر دیا جائے اور انھیں خود کفیل بنانے کی سعادت حاصل کی جائے۔

اب ۱۹۵۶ء سے ۱۹۷۶ء تک جمعیت کی بیس سالہ جدوجہد پر ایک نظر واپس ڈال لیجیے کہ جمعیۃ کے ہر صدر نے اپنے دور میں مسلمانوں کے سماجی اور معاشی واقتصادی مسائل کو کتنی اہمیت دی اور بہ طور ہدف کے ان مسائل کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھا۔

۱۔ ۱۹۵۶ء میں جمعیۃ علماء ہند کا انیسواں اور آخری اجلاس عام جو شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کی زیرِ صدارت سورت میں منعقد ہوا تھا، اس اجلاس میں مسلمانوں کے اقتصادی مسائل سے متعلق ایک تجویز منظور کی گئی، جس کے ذریعے ہندوستان میں ملّت کے تمام افراد اور طبقات کو اقتصادی ترقی اور سماجی بہبود کے لیے حکومت کی ترقیاتی اسکیموں سے فائدہ اُٹھانے پر متوجہ کیا گیا۔ یہ تجویز اجلاس کی آخری نشست ۲۹/اکتوبر ۱۹۵۶ء کو ساڑھے تین بجے شام مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ نے پیش کی تھی۔ اس آخری نشست کی صدارت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کر رہے تھے۔ بحث و مباحثے کے بعد حسبِ ذیل الفاظ میں بالاتفاق منظور کی گئی۔

''وطن عزیز کے وہ ترقیاتی منصوبے جن کا پہلا پنج سالہ دور ختم ہو کر دوسرا پنج سالہ دور شروع ہو گیا ہے، ان کے ذریعے ملک نے جو ترقی اب تک کی اور آئندہ کے لیے جو بہتر توقعات کی راہیں کھلیں وہ ملک کے ہر باشندے کے لیے باعث مسرت واطمینان ہے۔

جمعیۃ علماء ہند کو یقین ہے کہ ان تعمیری منصوبوں کی راہ میں مسلمان اپنی وسیع آبادی اپنے جذبۂ حب الوطنی اور صلاحیتوں کے لحاظ سے بہت اہم پارٹ ادا کر سکتے ہیں۔ بالخصوص مختلف فنون اور دست کاریوں اور گھریلو صنعتوں میں ان کی مہارت آج بھی مسلم ہے۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلمان اب تک اپنی ناواقفیت کے باعث ان تجویزوں اور منصوبوں سے بڑی حد تک بے گانہ ہیں۔ ان کی اس بیگانگی اور ناواقفیت سے قدرتی طور پر ایک طرف ملکی تعمیر و ترقی کی رفتار میں فرق آ رہا ہے اور دوسری طرف خود ان پر قلت سرمایہ اور احساسِ کمتری سے مایوسانہ کیفیت طاری ہے، جس کے نتیجے میں وہ ان منصوبوں کے ثمرات وفوائد سے محروم ہیں، جو ان کی اقتصادی پس ماندگی کے لیے بھی مداوا ثابت ہوتے۔

ان حالات میں جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاس پوری اہمیت اور بصیرت کے ساتھ اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ ہندوستان میں ملّت کے تمام افراد اور طبقات کو اقتصادی ترقی اور سماجی بہبود کے لیے تعمیری کام کرنے پر آمادہ کیا جائے اور جمعیۃ کے تمام ارکان پر زور دیتا ہے کہ ملک کے پہلے پنج سالہ پلان کے نتائج اور دوسرے پنج سالہ پلان کے فوائد کا غور سے مطالعہ کریں، تاکہ ان کی روشنی میں ہر جگہ ترقی و خوش حالی کے پروگرام بنائے جا سکیں۔''

۲۔ جمعیۃ علماء ہند کا اکیسواں اجلاس عام میرٹھ میں شیخ الحدیث مولانا سیّد فخر الدین احمدؒ کی صدارت میں ۱۹۶۳ء میں منعقد ہوا تھا۔ اجلاس کی ایک تجویز میں کہا گیا تھا:

''جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاس عام ترقیاتی منصوبوں کے متعلق اجلاسِ سورت اور اجلاسِ اجین کی قراردادوں کی یاد دہانی کراتے ہوئے ملّت کے تمام افراد اور طبقات کے لیے یہ ضروری سمجھتا ہے کہ وہ جزوی بحثوں اور اُلجھنوں سے بالاتر ہوکر تعمیری جدوجہد میں زیادہ سے زیادہ حصّہ لیں اور جمعیۃ علماء کے تمام ارکان اور معاونین پر زور دیتا ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر ایسی صورتیں اختیار کریں کہ مسلمان تعمیری جدوجہد میں بھرپور حصّہ لے سکیں، جس سے وطنی اور ملکی مقاصد بھی پورے ہوں اور خود مسلمان بھی ملک کی منصوبہ بندی میں معاشی اور اقتصادی ترقی سے بہرہ اندوز اور فیض یاب ہوسکیں۔''

جمعیۃ علماء ہند نے اپنے اسی اجلاس میں ملّت کی تعمیری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اپنی پوری جماعتی طاقت صرف کرنے کا فیصلہ کیا اور تعمیری پروگرام کا ابتدائی خاکہ پیش کیا، جو درج ذیل ہے:

(الف) صنعتی اسکول یا صنعتی ادارہ قائم کیا جائے، جہاں دینی تعلیم و تربیت بھی ہوتی رہے۔ (ب) ہوسٹل یا دارالاقامہ قائم کیا جائے، جہاں سرکاری اسکولوں میں تعلیم پانے والے نوجوان قیام کریں اور کسی تجربہ کار نگران و مربی کی نگرانی میں علمی ذوق کے ساتھ دینی اور مذہبی زندگی کے عادی بھی بنتے رہیں۔ (د) مسلم مسافر خانے قائم کیے جائیں۔ (ہ) گھریلو صنعتوں کو عام کیا جائے۔ (و) طبیہ کالج قائم کیے جائیں۔ (ز) دینی حلقے بنائے جائیں۔

۳۔ جمعیۃ علماء ہند کا تیئیسواں اجلاس عام ۱۹۷۳ء میں بہ مقام دہلی مولانا عبدالوہاب آروی صاحبؒ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس کی ایک قرارداد میں دینی، معاشی اور سماجی ترقی کے کاموں میں حصّہ لینے کی مسلمانوں سے اپیل کی۔ قرارداد میں کہا گیا کہ:

۱۔ ملکی اور غیر ملکی تجارت میں زیادہ حصّہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

۲۔ اپنی توجہ کو صرف ملازمتوں تک محدود نہ رکھیں بلکہ دست کاریوں، چھوٹی بڑی صنعتوں کے فروغ میں نمایاں حصّہ لیں اور کوآپریٹو اداروں کی تشکیل کرکے اپنے مسائل حل کریں۔

۳۔ سرکاری اداروں سے ملنے والی سہولتوں سے پوری طرح فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں اور اگر اس سلسلے میں امتیازی سلوک اور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے تو جمہوری اور سیکولر قوتوں کے ساتھ مل کر اس فضا کو بدلنے کی کوشش کریں۔

۴۔ ایک ایسا مرکز قائم کریں جو مندرجہ بالا مقاصد کی تکمیل کے لیے معاون ہو۔

جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاس عام یقین رکھتا ہے کہ اگر مسلمان اسلام کی اخلاقی قدروں کو اپنا کر اپنی مہارت، محنت، اور دیانت داری سے صنعت و تجارت کے میدان میں اپنے ہم وطنوں کا اعتماد حاصل کرلیں گے تو ملک و ملّت کی اہم خدمات انجام دے کر اپنے درخشاں مستقبل کی تعمیر کرسکیں گے۔

۵۔ ۱۹۷۶ء میں امیر الہند مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی صدارت میں جمعیۃ کی مجلس منتظمہ کا ایک جلسہ میرٹھ میں منعقد ہوا۔ اس جلسے میں مسلمانوں کی اقتصادی، تعلیمی، سماجی، دینی اور معاشرتی تعمیر و ترقی کے لیے ایک مربوط اور منظّم و منصوبہ بند تعمیری پروگرام پیش کیا اور اس کو دستورِ اساسی جمعیۃ علماء ہند کا باقاعدہ ایک حصّہ بھی قرار دیا۔ اس تعمیری پروگرام میں ''اقتصادی حلقہ'' ایک مستقل عنوان ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ:

(الف) مسلم فنڈ یا امدادی فنڈ قائم کرنا اور اسے چلانا۔ (ب) کارپوریشن یا کوآپریٹو سوسائٹی کے ذریعے کاروبار کو فروغ دینا۔ (ج) گھریلو دست کاریوں اور چھوٹی صنعتوں کو رواج دینا۔

بحمداللہ مسلم فنڈ کا نظام توقع سے زیادہ کامیاب اور مفید ثابت ہورہا ہے۔ اس وقت ملک بھر میں اس کی ڈھائی سو سے زیادہ شاخیں کام کررہی ہیں اور ضرورت مند حضرات اس نظام سے فیض یاب ہورہے ہیں۔

۶۔ حضرت امیر الہندؒ کے دور میں جمعیۃ علماء ہند کا ایک کل ہند اجتماع دہلی میں منعقد ہوا۔ اس ملک کی معاشی صورتِ حال کا تفصیلی جائزہ لیا گیا اور غور و فکر کے بعد ایک اہم قرارداد اس سلسلے میں منظور کی گئی، جس میں کہا گیا ہے کہ: جمعیۃ علماء ہند کے زیرِ اہتمام منعقدہ یہ کل ہند اجتماع اس تلخ حقیقت کو شدت سے محسوس کرتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ جس طرح زندگی کے دوسرے شعبوں میں امتیاز برتا جاتا ہے، اسی طرح اقتصادی امور میں ان کی حق تلفی کی جاتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ مسلمان خود بھی اپنے اقتصادی حالات سدھارنے اور ترقی کرنے سے دلچسپی نہیں رکھتے۔ مسلمان لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں۔ اقتصادیات کے فرسودہ طریقوں پر عمل پیرا ہیں۔ اس لیے نہ وہ بڑے صنعت کار ہوتے ہیں اور نہ بڑے تاجر ہوتے ہیں

حکومت عوام کا معیارِ زندگی بلند کرنے کے لیے بہت سی فلاحی اسکیمیں جاری کرتی رہتی ہے، لیکن مسلمان ان اسکیموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے اور نہ اس سلسلے میں ان کو اس بات کا علم ہے کہ وہ ان اسکیموں سے کس طرح فیض یاب ہوسکتے ہیں۔ قومی بینکوں نے بھی عوام کو خود روزگار بنانے کے لیے بہت سے منصوبے بنائے ہیں۔ ان منصوبوں پر عمل درآمد بھی ہورہا ہے، مگر مسلمان ان منصوبوں سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔

یہ کل ہند اجتماع مسلمانوں کو تلقین کرتا ہے کہ وہ اقتصادیات میں لکیر کے فقیر نہ بنیں اور حکومت کی فلاحی اسکیموں سے فائدہ اُٹھانے کے علاوہ جدید طریقے اختیار کریں تاکہ مسلمان اقتصادی طور پر مضبوط ہوں اور ان کی فلاکت دُور ہو، جسے اُمّ الجرائم کہا گیا ہے۔

مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ بہت سے خوش حال مسلمان اپنی تن آسانی کی وجہ سے اپنی پس انداز رقومات بینکوں میں جمع کرنے کے بجائے صنعتیں لگائیں تو خود ان کو بھی فائدہ ہوگا اور ترقی کی نت نئی راہیں کھلیں گی، بلکہ مسلمانوں کی بے روزگاری بھی دُور ہوگی۔

○○

عظیم باپ کے عظیم فرزند

خطاب: **حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم** ضبط وتحریر: **عبدالتواب**

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کے سانحۂ وفات کی خبر ملنے پر حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے جامعہ دارالعلوم کراچی کی مسجد میں ۱۰؍محرم ۱۴۲۷ھ جمعرات کے روز نمازِ ظہر کے بعد تعزیتی خطاب فرمایا تھا۔ افادۂ عام کی خاطر یہ خطاب ہدیۂ قارئین ہے......(ادارہ)

خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا:

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی وفات کی المناک خبر ہمیں تاخیر سے ملی۔ آج کل اخبار دیکھنے کا موقع بھی کم ملتا ہے، ورنہ یہ اجتماع کل ہونا چاہیے تھا مگر اطلاع تاخیر سے ملی۔ اس وجہ سے یہ خطاب آج ہورہا ہے۔ حضرت مولاناؒ کے سانحۂ وفات کی خبر تمام مسلمانانِ برصغیر کے لیے عموماً اور دینی مدارس کے لیے خصوصاً بڑی اندوہناک خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کامل مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے، پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے جانے سے جو خلاء پیدا ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو پُر فرمائے اور ان کی برکات سے محروم نہ فرمائے۔ (آمین)

مولانا اسعد مدنیؒ سے ہمارا تعلّق مختلف وجوہ سے تھا، وہ ہمارے سب سے بڑے بھائی جان مولانا محمد زکی کیفی صاحبؒ کے ہم سبق بھی تھے، ان دونوں حضرات نے کافی عرصہ دارالعلوم دیوبند میں ساتھ پڑھا ہے۔ ایک رشتہ ان سے یہ تھا کہ وہ ہمارے ہم وطن بھی تھے، تیسرا یہ کہ وہ عظیم باپ کے عظیم فرزند تھے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ جو استاذ الاساتذہ ہونے کے علاوہ اونچے درجہ کے ولی اللہ اور صاحبِ نسبت شیخِ طریقت تھے، اکابر علمائے دیوبند میں ان کا خاص امتیاز تھا۔ ان وجوہ سے ہمارا ان سے بہت قریبی تعلّق بنتا ہے۔

ہمارے والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ: ''میں نے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے کوئی کتاب تو نہیں پڑھی لیکن وہ میرے اساتذہ کے طبقہ کے بزرگ تھے۔'' چنانچہ میں نے ہمیشہ اپنے والد صاحبؒ کو یہی دیکھا کہ وہ حضرت مدنیؒ کی ایسی ہی تعظیم کرتے تھے جیسا کہ ایک شاگرد استاد کی تعظیم کرتا ہے۔

جب متحدہ ہندوستان میں قیامِ پاکستان کی تحریک چل رہی تھی تو بزرگانِ دیوبند میں اختلاف ہوا۔ بعض بزرگوں کی رائے یہ تھی کہ پاکستان بننا چاہیے، مسلمانوں کی حکومت الگ ہونی چاہیے اور مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ مل کر ایک صف میں اس طرح شامل نہیں ہونا چاہیے کہ وہ بالا دست ہوں اور ہم زیرِ دست ہوں، وہ اکثریت میں ہوں، ہم اقلیت میں ہوں، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی رائے یہ تھی کہ جو لوگ قیام پاکستان کی تحریک میں پیش پیش ہیں وہ قابلِ اعتماد نہیں ہیں اور یہ اُمید نہیں ہے کہ پاکستان بننے کے بعد اسلامی حکومت کے مقاصد پورے ہوسکیں گے۔ اس لیے ہمیں ہندوؤں کے ساتھ مل کر انگریزوں سے آزادی حاصل کرنی چاہیے۔ ایک طرف حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، ہمارے والد صاحب اور مولانا ظفر احمد عثمانی تھانویؒ تھے۔

دوسری طرف شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ وغیرہما تھے۔ اختلافات کا دور تھا، ہم نے وہ دور اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، کیونکہ جب ہم ہجرت کر کے پاکستان آئے ہیں تو میری عمر کا بارہواں سال چل رہا تھا۔ ساری تحریکِ پاکستان ہمارے سامنے کی ہے، اُن دنوں میں دارالعلوم دیوبند میں قرآن کریم حفظ کرتا تھا۔

غیر منقسم ہندوستان کے اختلافی دور میں حضرت والد ماجدؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے وہ رفقاء جو یہ تحریک چلا رہے تھے، انھوں نے دارالعلوم دیوبند سے استعفیٰ دے دیا تھا، تاکہ دارالعلوم سے دو متضاد قسم کے فتاویٰ جاری نہ ہوں اور دارالعلوم جو سب کی مشترک متاع ہے، اس کے فتاویٰ میں تعارض نہ ہو، اس کو نقصان نہ پہنچے، اُس واسطے یہ حضرات دارالعلوم سے مستعفی ہوئے تھے۔

حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ اور ان کے رفقاء حسبِ سابق دارالعلوم دیوبند میں خدمات انجام دے رہے تھے۔ اختلافات کا دور تھا، اسی زمانے میں حضرت مدنیؒ کو انگریزی حکومت نے گرفتار کرلیا، کافی عرصہ کے بعد جب وہ رِہا ہوکر آئے تو والد صاحبؒ ملاقات کے لیے گئے، میں بھی ساتھ تھا اور یہ میری حضرت مدنیؒ سے پہلی اور آخری ملاقات تھی، میں نے آپ سے مصافحہ کیا تھا، مجھے آج بھی آپ کے ہاتھوں کا گداز یاد ہے۔

مولانا اسعد مدنیؒ عظیم باپ کے عظیم فرزند تھے۔ اللہ ربّ العالمین نے ان کو اپنے والد ماجدؒ کی بہت سی صفات کا امین بنایا تھا۔ حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ صاحبِ کمالات اور صاحبِ تقویٰ بزرگ تھے۔ اُن کی اعلیٰ صفات کو بیان کرنا مجھ جیسے ناکارہ کے لیے آسان نہیں، لیکن اپنے بزرگوں سے جیسا کہ سنا، چند صفات ان کی زندگی میں بہت ممتاز تھیں، ایک انتہاء درجہ کی تواضع، دوسری جفاکشی، مجاہدات وریاضتیں اور زہد اور سادگی۔

حضرت مدنیؒ کی تواضع اور جفاکشی کے بارے میں، میں نے اپنے والد صاحبؒ سے خود سنا کہ حضرت شیخ الہندؒ کی صاحبزادی کی شادی تھی، والد صاحبؒ بچپن سے ان کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے، رمضان میں رات کو تراویح میں ان کے ساتھ شریک ہوتے تھے، تو حضرت والد صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضرت شیخ الہندؒ کی صاحبزادی کی شادی تھی، ہم بھی اس میں شریک تھے۔ فرماتے ہیں میں نے خود دیکھا کہ دور سے ایک شخص چلا آرہا ہے، اور اس کے سر پر پانی کا مٹکا ہے۔ قریب آیا تو پتہ چلا کہ وہ حضرت مدنیؒ ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب وہ خود شیخ تھے اور استاذ الاساتذہ تھے لیکن استاذ کی خدمت کے لیے یہ فدائیت یہ جاں نثاری۔ اللہ اکبر۔

میں نے اپنے والد صاحب سے ایک اور واقعہ سنا وہ یہ کہ حضرت شیخ الہندؒ جب مالٹا میں اسیر ہوئے تو حضرت مدنیؒ بھی حضرت کے ساتھ تھے۔ سردیوں میں پانی ٹھنڈا ہوتا تھا، گرم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا تھا، تو حضرت مدنیؒ پانی کا برتن اپنے لحاف میں لے کر لیٹے رہتے تھے تاکہ جسم کی حرارت سے پانی کی ٹھنڈک میں کمی آجائے اور وضو کرنے میں آسانی ہوجائے۔

یہ جاں نثاری، یہ فدائیت اور یہ للّٰہیت تھی۔ ایک اور واقعہ سنا ہے یا کہیں پڑھا ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ کی صاحبزادی کی شادی میں مہمان زیادہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ بیت الخلاء اُس زمانے میں کھڈی کے ہوتے تھے فلش سسٹم کا رواج نہیں تھا، بیت الخلاؤں میں بدبو پیدا ہوگئی، کسی نے حضرت شیخ الہندؒ سے کہا تو ان کو پریشانی ہوئی۔ حضرت مدنیؒ بھی مجلس میں موجود تھے۔ کچھ دیر بعد کسی نے بتایا کہ حضرت وہ تو صاف ہوگئے، پتہ چلا کہ حضرت مدنیؒ نے صاف کردیئے ہیں۔ ان اوصافِ حمیدہ سے اللہ نے ان کو نوازا تھا۔

عین اسی زمانے میں جب اختلافات اپنے عروج پر تھے اور حکیم الامۃ حضرت تھانویؒ کی طرف سے فتوے جاری ہورہے تھے کہ تحریکِ پاکستان میں مسلمانوں کو حصّہ لینا چاہیے۔ اُدھر شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی طرف سے اس کے برعکس بیانات اور تقریریں جاری تھیں۔ اختلافات پورے عروج پر تھے، عین اسی زمانے میں حضرت مدنیؒ، مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ ان سب حضرات نے طے کیا کہ ان مسائل کے بارے میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے مشورہ کے لیے جانا ہے۔

اختلافات اپنی جگہ لیکن ایک دوسرے کی تعظیم وتکریم اپنی جگہ۔ اب ہوا یوں کہ اچانک پروگرام بننے کی وجہ سے پہلے سے اطلاع نہ کرسکے اور حضرت تھانویؒ کی خانقاہ کا یہ اُصول تھا کہ آنے والا پہلے سے اطلاع کرے تاکہ اس کے کھانے پینے اور رہائش کا انتظام کیا جائے۔

پس یہ حضرات رات کو خانقاہ بند ہونے کے بعد پہنچے۔ حضرت تھانویؒ بھی گھر جاچکے تھے۔ ان حضرات کی تواضع، سادگی اور تعظیم دیکھئے کہ نہ حضرت کو اطلاع کی نہ دروازہ کھٹکھٹایا، بلکہ چادریں ہاتھ میں تھیں وہیں بچھائیں اور خانقاہ کے باہر دروازے پر لیٹ گئے۔ حضرت تھانویؒ نمازِ فجر کے لیے تشریف لائے تو دیکھا کہ یہ حضرات خانقاہ کے باہر ہی لیٹے ہوئے ہیں، فرمایا کہ بھئی کیا غضب کردیا آپ گئے یہاں کیوں لیٹ گئے؟

فرمایا کہ حضرت ہمیں آپ کی خانقاہ کے اُصول معلوم تھے، ہم نے ادب کے خلاف سمجھا کہ اس وقت خانقاہ کھلوائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میرا غریب خانہ تو موجود تھا، مجھے اطلاع فرمادیتے، ان حضرات نے فرمایا کہ حضرت! ہم نے آپ کو بھی تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا۔

پھر مشورہ ہوا مگر وہ اپنی رائے پر قائم رہے، یہ اپنی رائے پر قائم رہے، لیکن ایک دوسرے کی تعظیم وتکریم میں ادنیٰ بھی کمی نہیں تھی، ان حضرات کے درمیان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تعظیم وتکریم کیسی تھی؟ اس کا کچھ حال اس خط وکتابت سے ظاہر ہوتا ہے جو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے شائع کی ہے۔ اس کو پڑھ کر پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرات ایک دوسرے پر کیسے فدا تھے، ایک دوسرے کی کیسی تعظیم کرتے تھے۔

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کا اور ہمارا بغداد کے ایک سفر میں بھی ساتھ رہا۔ ایران عراق جنگ کے دوران وہاں عالمی کانفرنس میں جانا ہوا اور تقریباً آٹھ دن ہم ایک ہی ہوٹل میں رہے۔ ان کا بھی معمول تھا کہ وہ فجر کے بعد چہل قدمی فرماتے تھے اور میرا بھی یہ معمول ہے۔ بسا اوقات ساتھ گھومنے جایا کرتے تھے۔

الحمدللہ ان سے محبت کا تعلّق تھا، دارالعلوم بھی تشریف لائے اور بارہا ملاقات ہوئی، دیوبند ہم گئے تو وہاں بھی ان سے ملاقات ہوئی۔ ان کے چھوٹے بھائی مولانا ارشد مدنی صاحب تقریباً ہمارے ہم عمر ہیں، جس سال میری دارالعلوم سے فراغت ہوئی، تو میں اپنے والد صاحبؒ کے ساتھ دیوبند گیا، ہجرتِ پاکستان کے بعد والد صاحبؒ کا اور میرا یہ دیوبند کا پہلا سفر تھا۔ اس وقت مولانا ارشد مدنی صاحب دورۂ حدیث کررہے تھے، ان کے ساتھ ہمارا لڑکپن سے دوستانہ تعلّق ہے، بعض کھیل بھی ہم نے ساتھ کھیلے ہیں۔

حضرت والد صاحبؒ نے ایک اور واقعہ سنایا تھا کہ ایک سفر میں ہم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ساتھ تھے۔ جب اسٹیشن پر پہنچے تو فرمانے لگے کہ بھئی سنت کے مطابق کسی کو امیر مقرر کرلینا چاہیے، ہم نے کہا بس حضرت اس کے لیے آپ متعین ہیں۔ بغیر تکلّف کے فرمایا: ''ٹھیک ہے'' جب چلنے کا وقت ہوا تو اس کا سامان بھی اُٹھایا اُس کا بھی اور تیسرے کا بھی اور ریل میں رکھنے لگے۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ یہ خدمت ہم انجام دیں، اور

درخواست بھی کی، مگر فرمایا: ''اطاعتِ امیر واجب ہے۔'' کسی کو سامان نہ اُٹھانے دیا اور خود سب کا سامان اُٹھا اُٹھا کر گاڑی میں پہنچایا۔

یہ واقعات حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کی وفات سے تازہ ہوگئے۔ ان واقعات کو پھیلانے اور بیان کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ ہمارے دینی حلقوں میں دو لفظ بڑے گندے استعمال ہونے لگے ہیں اور ہمارے مدرسوں پر بھی وہ لفظ استعمال ہونے لگے ہیں ''تھانوی گروپ اور مدنی گروپ'' یہ اتنے گندے اور بدبودار الفاظ ہیں جن کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں اور یہ ایسے ہی گندے اور بدبودار الفاظ ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک انصاری اور ایک مہاجر کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔ انصاری نے انصاریوں کو بلایا یَا لَلْاَنْصَار مہاجر نے مہاجرین کو پکارا **یا للمُھاجرین**، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ **دعوھا فانھا منتنة**، ''یعنی ایسے الفاظ چھوڑ دو۔''

ان الفاظ سے زمانۂ جاہلیت کی بو آتی ہے۔ اسی طریقہ سے تھانوی گروپ اور مدنی گروپ کے الفاظ ہیں۔

میں یقین سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی حضرت تھانویؒ کے سامنے یہ الفاظ کہتا یا حضرت مدنیؒ کے سامنے کہتا تو ضرور یہ حضرات اس کو اپنی مجلس سے نکال دیتے۔ اس لیے کہ یہ بزرگ تو ایک دوسرے پر جانیں دینے والے تھے ایک دوسرے کی تعظیم و تکریم کرنے والے تھے۔ ان کی طرف گروپ بندی کی نسبت کرنا ان پر بہت بڑا بہتان ہے۔ اور ان کی شان میں بڑی گستاخی ہے۔

حضرت مولانا اسعد مدنی صاحبؒ نے مسلمانانِ ہند کی بڑی خدمات انجام دیں۔ بین الاقوامی سطح پر جو لوگ پیش پیش رہے ہیں، ان میں مولاناؒ خاص طور سے ممتاز تھا۔

میری آپ حضرات سے درخواست ہے کہ ان کے لیے دعائے مغفرت کا خاص طور سے اہتمام کیا جائے، ایصالِ ثواب کا بھی اہتمام کیا جائے۔ البتہ چونکہ اجتماعی طور پر تداعی کے ساتھ قرآن خوانی کے بارے میں ہمارے بزرگوں کا فتویٰ یہ ہے کہ وہ سنت سے ثابت نہیں ہے۔ اس لیے ہمارے ہاں اجتماعی قرآن خوانی نہیں ہوتی۔ جتنا ہوسکے ان کے لیے ایصالِ ثواب کیا جائے، صدقہ خیرات کے ذریعے، قرآن پڑھ کر، کم از کم **قل ھو اللّٰہ**، پڑھ کر ہی ثواب پہنچا دیا جایا کرے، یہ بھی کافی ہے، ضروری نہیں کہ صرف آج ہی پہنچایا جائے بلکہ جب بھی یاد آئے اُن کے لیے ایصالِ ثواب کرتے رہا کریں۔

اللہ تعالیٰ ان کی کامل مغفرت فرمائے اور ان کو درجاتِ عالیہ سے نوازے اور ان کے پس ماندگان کو صبرِ جمیل اور فلاحِ دارین عطاء فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ ربّ العٰلمین

فدائے ملت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ

قاری محمد اسحاق حافظ سہارنپور

حامیٔ دینِ مبیں ، باطل شکن
رحمتِ حق جس پہ تھی سایہ فگن
جس کا شہرہ تھا جہاں میں چار سو
جس پہ قرباں تھے ہزاروں جان وتن
جس کی بو تھی گلستاں در گلستاں
جس کا جلوہ تھا چمن اندر چمن
اہلِ حق کا تھا جو منظورِ نظر
رعب سے لرزاں تھا جس کے اہرمن
''نعرۂ ختمِ نبوت'' کا نقیب
''نغمۂ حقانیت'' کا نغمہ زن
نورِ ایمانی سے روشن تھی جبیں
جس کو کہئے اِک حسینِ گلبدن
لولوئے لالہ ، بکھیرے عمر بھر
انجمن میں جو تھا ''جانِ انجمن''
جس کی گل افشانیٔ گفتار سے
کھل گئے لفظ و معانی کے چمن
ہر گھڑی تھی جس کو فکرِ دینِ حق
دل میں تھی ہر وقت ملت کی لگن
حق بیانی جس کی تھی اِک ''گرزِ حق''
کانپتے تھے جس سے اہلِ ''مکر وفن''
تھی محبت جس کو اپنے ملک سے
جس پہ نازاں تھا بہت اُس کا وطن
صدرِ جمعیۃ تھا اِک مدّت سے جو
عمر بھر کی خدمتِ قوم و وطن
بہرِ حق جو زینتِ زنداں بنا
کھیل تھے جس کے لیے دار و رسن
ہاں وہ اسعدؒ نازشِ اسلامیاں
فخرِ ملت ، فخرِ دیں، فخرِ وطن
چل دیا عالم سے وہ سوئے جناں
تاکہ ہو محبوب سے اس کا ملن
کر رہے دل سے ہم حافؔظ دعا
اُس سے راضی ہو خدائے ذوالمنن

کلر اشتہار

مدرسہ عائشہ صدیقیہ للبنات، پھوساسر، جیسلمیر

اور

جامعہ الیاسیہ اشاعت العلوم کھرکھڑی، میوات

کلر اشتہار

مدرسہ ایضاح العلوم مجددی منی مرزعہ چنڈی گڑھ

کلر اشتہار

دارالعلوم امدادیہ محلہ گڑھی یمنا نگر

کلر اشتہار

جامعہ اسلامیہ عربیہ دارالعلوم عیدگاہ کالونی کمھیر گیٹ، بھرتپور

کلر اشتہار

مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوارالعلوم باکرا روڈ اسلام نگر جھنجنوں

کلر اشتہار

مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم پوکرن، جیسلمیر

ایک باکمال شخصیت

مولانا عبدالقیوم حقانی ، پاکستان

اکابر علمائے دیوبند کے مسلکِ اعتدال کے امین و ترجمان، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے جانشین، فدائے ملّت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی طویل علالت کے بعد بالآخر ۲۷؍محرم بمطابق ۶؍فروری ۲۰۰۶ء بروزِ پیر انتقال کرگئے۔ فانّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا اسعد مدنی کی ولادت ۱۹۲۹ء میں دیوبند میں ہوئی تھی۔ دارالعلوم دیوبند ہی میں آپ نے تعلیم حاصل کی۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے فرزندِ ارجمند ہونے کے ناطے انھیں اکابر دیوبند کی جملہ روایات ورثے میں ملیں۔ آنکھ کھولی تو اپنے عظیم باپ کو اپنی صداقت بیانی کے ذریعہ قوم کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک جھنجھوڑ کر طوقِ غلامی گردن سے نکالنے کے لیے آمادہ کرنے میں سرگرم اور سرگرداں پایا۔ ہر وقت ان کا ایک قدم جیل میں دیکھا، اس لیے حب الوطنی، حریت خواہی، حریت پروری، خدمتِ ملک وقوم انھیں ورثہ میں ملی۔ ۱۹۴۲ء سے جمعیۃ علماء ہند سے باقاعدہ وابستہ رہے۔ ایک سال مدینہ منورہ میں بھی قیام فرمایا۔ ۱۹۶۳ء میں جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سکریٹری و ناظم عمومی بنے اور ۱۹۶۸ء میں راجیہ سبھا کے لیے منتخب ہوئے اور پھر کئی سیشنوں میں ممبر چنے گئے۔ ۱۹۷۰ء میں یوپی پردیش کانگریس کمیٹی کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۸ء سے سینٹرل حج کمیٹی کے بھی رُکن رہے۔ ۷۱-۱۹۷۰ء میں اُس کے چیئرمین بھی رہ چکے، ۱۹۷۱ء میں کانگریس پارلیمانی پارٹی ایگزیکیٹو کمیٹی کے رُکن منتخب ہوئے تھے۔ ناردرن ریلوے کی زونل کمیٹی کے رُکن اور وزارتِ داخلہ اور وزارتِ خارجہ اور وزارتِ اطلاعات ونشریات کی پارلیمانی مشاورتی کمیٹیوں کے ممبر بنتے رہے۔

ایک عرصہ سے عالمِ اسلام کی ایک بین الاقوامی تنظیم جامعۃ الازہر (قاہرہ) کی مجمع البحوث الاسلامیہ کے رُکن رہے اور گزشتہ کچھ سالوں تک پابندی سے اس میں شرکت کرتے رہے۔ برما، ملیشیا، جنوبی افریقہ، مصر، عراق، لیبیا، لبنان، کویت، شام، کینیا، زامبیا، ماریشش، جزائرری یونین، برطانیہ، بحرین، پاکستان، بنگلہ دیش اور دیگر کئی ممالک کے اسفار کیے اور وہاں آپ کے ہی ذریعہ جمعیۃ علماء ہند کا تعارف ہوا۔

الغرض مولانا کی پوری زندگی قوم وملّت کی خدمت میں ہی گزری۔ وہ سیاست کے گلیارے میں بھی اِسی لیے گئے تاکہ ملّت کا فائدہ ہو، ملّت کی آواز مؤثر آواز میں پہنچائی جائے، ملی مسائل حل کرنے میں مدد ملے۔ چنانچہ اُن کے پارلیمانی بیانات اور کئی ایک حصولیابیاں اس کی گواہ ہیں۔ جمعیۃ علماء ہند کی تعمیر وترقی، اُس کو فعال ومتحرک بنانا، ملی مسائل کو جمعیۃ کے پلیٹ فارم سے حل کرنے کی کوشش کرنا، دوسری ملی جماعتوں کو ساتھ لے کر چلنا، مسلمانوں میں دینی، عصری تعلیم عام کرنا، مسلم اقتصادیات کا استحکام، مسلمانانِ ہند میں حوصلہ و اعتماد پیدا کرنا، ناگہانی حادثات اور فرقہ وارانہ فسادات میں اُن کی مدد کرنا اور ان جیسے کئی ملی و رفاہی کام اُن کی زندگی کا مشن تھے۔ اسی میں انھوں نے اپنی زندگی کا قیمتی سرمایہ صرف کیا۔

مولانا اسعد مدنی سے متعلق سیاسی مدبرین اور بالغ نظر دانشوران کے نظریۂ سیاست اور اندازِ خدمت کے بارے میں دفتر کے دفتر تیار کرلیں گے۔ مضامین کے انبار لگادیں گے اور اگر مجھے اس بارے میں کچھ کہنا پڑے (گو مجھے اپنی علمی بساط اور علمی حدودِ اربعہ معلوم ہے اور میں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوں تاہم ایک طالب علمانہ رائے ضرور رکھتا ہوں) تو بلا تکلّف اقبالؒ کے وہ اشعار پڑھ کر سناؤں گا جو انھوں نے ضربِ کلیم میں ''امامت'' کے عنوان سے کہے ہیں:

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخِ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دُشوار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی شان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
فتنۂ ملتِ بیضاء ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

مولانا اسعد مدنی کی سیاست کو ایک اور اعزاز اور امتیاز حاصل ہے کہ انھوں نے اپنی سیاسی قوت اور جماعتی وحدت کو اقتدار کی سودابازی اور بڑی طاقتوں کی سازشوں کی تکمیل کا ذریعہ نہیں بنایا، ورنہ وہ کونسا حکومتی عہدہ تھا جو انہیں نہیں مل سکتا تھا، مگر انھوں نے مسلمانوں کی وحدت اور اپنی سیاسی قوت کو اقتدار کے گرداب میں نہیں پھنسایا بلکہ مکمل آزادی، خدمت اور انقلاب کی جدوجہد کرتے رہے۔ انھوں نے سیاست کا سبق مغرب کی کتاب سے نہیں پڑھا بلکہ یہ درس بارگاہِ رسالت مآب سے لیا، کیونکہ سیاسی مہنت چودہ سو سال پہلے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھنے کی آفر کیا کرتے تھے اور آج بھی عالمی طاقتیں اسی طرح کی مرغوب پیشکش ہر وقت اپنی جیب میں رکھتی ہیں، مگر مولانا اسعد مدنی نے ہر چمک کو ٹھکرادیا وہ مستضعفینِ جہاں کے نزدیک جانِ آرزو کا درجہ حاصل کرچکے تھے۔

ہندو بنیا اور مغربی قوتیں انھیں للچائی نظروں سے دیکھتے رہے اور اپنا اپنا دام بچھا کر بیٹھے رہے کہ شاید یہ شہباز کسی دانے کی بدولت پھنس جائے لیکن تھوڑے ہی

عرصے میں سب کو معلوم ہو گیا:

کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

مولانا اسعد مدنی نے بھی اپنے عظیم والد اور اسلاف کی طرح اسلام کو ایک انقلابی قوت ثابت کیا ہے۔ ان ہی کے دارالعلوم دیو بند کے روحانی ابناء طالبان نے اَللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۔ (آل عمران:۲۶) اے اللہ! اے تمام جہان کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے) کی عملی تفسیر محض منبر پر بیٹھ کر بیان نہیں کی بلکہ طالبان کی صورت میں مسندِ حکومت پر فروکش ہو کر بیان اور ثابت کر دی ہے اور جو پروپیگنڈہ رواں صدی میں ایک قسم کا عقیدہ بن چکا تھا کہ مذہب اور سیاست کا آپس میں کوئی ربط نہیں۔ اربابِ مذہب کو سیاست کی کیا سمجھ؟ مکتب وخانقاہ کی مخلوق کا سیاست سے کیا واسطہ؟ اس کے بخیے اُدھیڑ کر رکھ دیے۔

مذہب اور سیاست کا تعلّق اور ربط تو خیر ہر دور میں ثابت اور متحقق رہا، البتہ دوسری پھبتیاں اپنی جگہ قابلِ غور ہیں۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ اربابِ مذہب کو اس سیاست کی قطعاً سمجھ نہیں جس کا قبلہ حاجات امریکہ ہو، جو سیاست انسانی بصیرت کے بجائے گھوڑوں اور خچروں کی تجارت ہو، جس سیاست میں مکر کو ہنر، زر کو بنیادی قدر، عیاری کو فنکاری اور لوٹے پن کو فن کا درجہ حاصل ہو، مکتب وخانقاہ کی مخلوق فی الواقع اس سیاست کے لیے نااہل ہے جو زرداریوں کی لونڈی، لغاریوں کی باندی، مزاریوں کی داشتہ، ٹوانوں کی جیبی گھڑی اور نوابوں کی دستی چھڑی بن چکی ہو، اگر سیاست نام ہے استقامت کا اور کردار کا، تو زمانے کی اُلٹ پھیر اس بات کی گواہ ہے کہ سلاطینِ وقت کے محل لرز گئے، مگر فقراء کی جھونپڑی کا ایک بانس بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔

امراء کے غالیچوں کے بخیے ادھڑ گئے مگر مصلّے کی چٹائی کا ایک تنکا بھی نہیں ٹوٹا، شہزادوں کے تاج نیلام ہو گئے، مگر اللہ والوں کے دامن کا ایک بھی پیوند نہیں بکا۔ بدمعاشوں کا کاسہ سر چیخ گیا مگر شریفوں کا فقر سالم وثابت رہا، خطاب یافتہ نواب انگریزوں کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہو گئے مگر اربابِ منبر ومحراب اپنے ربّ کے در پر پڑے رہے، مکتب وخانقاہ والوں نے کبھی اپنی قوم کا سودا نہیں کیا، انگریز بہادر کے سوٴروں کے ریوڑ نہیں چرائے، گوروں کے گھوڑوں کی لید صاف نہیں کی، میموں کے سامنے سر جھکا کر عزت کی بھیک نہیں مانگی، اور برطانیہ عظمی کو کبھی مائی باپ کا درجہ نہیں دیا:

داماں تو کل کی یہ خوبی ہے کہ اس میں — پیوند تو ہو سکتے ہیں دھبّے نہیں ہوتے

مولانا اسعد مدنی اور ان کے گلشنِ علم کے خوشہ چین طالبان نے انقلابی سیاست کے ذریعے اس مکروہ پروپیگنڈے کی قلعی کھول دی اور اس مذموم عقیدے کی ایک ایک دھجی بکھیر کر رکھ دی اور خالص اسلامی انقلاب کا پروگرام دے کر کسی سازش اور رات کے اندھیرے میں کسی خفیہ معاہدے کے بغیر محض عوامی تائید کی بنیاد پر افغانستان میں ایک انقلابی حکومت قائم کر کے دکھا دی اور یورپ کے خوشہ چینوں کے منہ میں خاک ڈال دی۔

مولانا مدنی کی سیاست کا ایک اہم جزو یہ بھی ہے کہ انھوں نے کسی قومی عصبیت، علاقائی منافرت لسانی تفریق، صوبائی تنازعے اور گروہی جھگڑے کو اپنی سیاسی جدوجہد میں داخل اور شامل نہیں ہونے دیا، بلکہ از اوّل تا آخر وہ اسلامی سیاست، امریکی تسلّط کے خاتمے اور ملوکیت کی جگہ شورائیت کی بات کرتے رہے کسی ایک طبقے کو مشتعل کر کے انھوں نے اپنی قیادت نہیں چمکائی بلکہ پوری قوم کو اپنے ساتھ ملا کر تحریک وسیاست کی بنا ڈالی اسی طرح ان کے مکتبِ فکر کے ترجمان طالبان، فوج کے ٹینکوں پر بیٹھ کر نہیں بلکہ عوام کے کندھوں پر سوار ہو کر ایوانِ اقتدار میں داخل ہوئے اور اہلِ دنیا کو یہ پیغام دیا کہ سارے فیصلے واشنگٹن اور ماسکو میں نہیں ہوتے بلکہ اصل فیصلے عوام کی مرضی سے ہوتے ہیں، جسے عالمی طاقتوں کی خوشہ چینی پر ناز ہو وہ مجسمۂ عبرت بن جاتا ہے اور جسے مجبور ومقہور لوگوں کی ہم نشینی ہو وہ مرجع عقیدت کہلاتا ہے:

ڈھونڈھ اُجڑے ہوئے لوگوں میں وفا کے موتی
یہ خزانے تجھے ممکن ہے خرابوں میں ملیں

اسی طرح حضرت مدنیؒ نے سیاست میں بھی ایک طرحِ نو ایجاد کی، چونکہ وہ کسی چور دروازے سے سیاست میں نہیں آئے تھے، اس لیے انھیں ''سودا بازی'' اور ''جوڑ توڑ'' کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ انھوں نے سیاسی عظمت کو شہیدوں کے خون کا ثمر سمجھا اور فدائیوں کی جدوجہد کا اثر قرار دیا۔ اس لیے انھوں نے اپنے خاندان کو نوازنے، اپنے بینک بیلنس بڑھانے، عزیز واقارب کو مختلف محکموں میں کھپانے اور سیاسی مہاوشوں کے محل سجانے کے بجائے ان لوگوں کے ہاتھ میں عنانِ قیادت وسیاست دی، جن کے جسم کا رُواں رُواں اسلامی جدوجہد کی شہادت دے رہا تھا، انھوں نے قیادت کو ہائی جیک نہیں ہونے دیا کہ قربانی کوئی اور دے اور لطفِ قیادت کوئی اور اُٹھائے، جان کسی کی جائے اور فرمان کسی کا چلے، زندانوں کو کارکن بھریں اور ایوانوں کی رونق چودھری بنیں، گھر بار غریب لٹائیں اور اقتدار کا پھل امیر کھائیں۔ انھوں نے آکسفورڈ کی ڈگری کو قیادتی عہدے کا معیار نہیں بنایا بلکہ قربانی کو اثاثۂ افتخار قرار دیا۔ حضرت مدنی نے مسلم امۃ کو ایک نیا آہنگ دیا کہ وہ مشرق ومغرب پر انحصار نہ کرے بلکہ اپنے زورِ بازو سے خود کفالت کی راہ اختیار کرے۔

المختصر یہ کہ حضرت مولانا اسعد مدنی نے سیاست بھی اسلامی کی اور قیادت بھی انقلابی بنائی، نہ انھوں نے سیاست کے لیے یورپ کی دریوزہ گری کی اور نہ قیادت کے لیے غیروں کی پیروی کی، دنیا والے یقیناً سوچتے ہوں گے کہ ایک ایسا شخص کیسے کامیاب سیاستدان بن گیا جسے یورپ کی کسی یونیورسٹی کی سند حاصل نہیں، جس کا خاندان لوئر مڈل کلاس سے تعلّق رکھتا ہو، جس نے کسی کلب کے بجائے مکتب میں آنکھ کھولی ہو، جس کی پیشانی صرف سجود آشنا ہو، جس کی پرورش شاہی محل کے بجائے حجرۂ مسجد میں ہوئی ہو، جو معروف معنوں میں سردار نہ ہو اور دینوی اعتبار سے ''خاندانِ غلاماں'' کا فرد ہو، اہلِ دنیا اصل میں ہر جگہ ٹھوکر کھا جاتے ہیں، وہ ہر ایک کو اپنی میزان میں اپنے باٹوں سے تولنے کے عادی ہیں، ورنہ انھیں سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہ آتی:

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی

آنکھوں دیکھا حال

مولانا سیّد اسعد مدنی کی رسمِ دستار بندی

جب صد سالہ اجلاس دارالعلوم دیوبند کے موقع پر مولانا اسعد مدنی نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے پاس جاکر اپنے استاذ کے ہاتھوں اپنی دستار بندی کرائی

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ

آج ۲۲؍مارچ اور ہفتہ کا دن ہے۔ برصغیر کی تاریخ کا یہ فقید المثال اجتماع حاضرین کے لحاظ سے پورے عروج پر ہے اوراس لحاظ سے مجمع انتہا کو پہنچ چکا ہے۔کل بعداز جمعہ افتتاحی نشست تھی اور بعداز عشاء دوسری نشست میں زیادہ تر حصّہ عالمِ عرب کے مشاہیر علماء اورزعماء کی تقاریر کا تھا۔وسیع وعریض پنڈال کی وسعتوں کو نگاہیں سمیٹ نہیں سکتیں اورآنکھوں کے کیمرے بھی حاضرین کا احاطہ کرنے سے عاجز و درماندہ ہیں۔آج کی نشست میں پہلی تقریر عالمِ اسلام کی متاعِ گرانمایہ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کی ہوئی جو اپنی تقریر میں ملّت مسلمہ ہندیہ کو نیا پیغام، نئی زندگی اور نیاولولہ دے گئے اوراس پیغام نے ''حاصلِ اجلاس'' یا پیغام دیوبند کی حیثیت حاصل کرلی۔کچھ حصہ ان کے خطاب کا عربی زبان میں بھی تھا کہ عالم عرب کے بے شمار سامعین وشرکاء جلسہ بھی اس انمول تحفۃ الہند سے دل ودماغ منوّر کرسکیں۔

ان کے خطاب کے بعد حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہٗ کی تقریر ہوئی، جنھیں اپنی علمی اور سیاسی بھاری بھرکم شخصیت اور خداداد وجاہت کی وجہ سے قدرتی طور پر پاکستان سے شریک ہونے والے کم وبیش ۵ ہزار زائرین وشرکائے جلسہ کی زعامت وقیادت کا شرف بھی حاصل ہے۔ان کی تقریر بھی مختصر مگر جامع اور مؤثر رہی، کچھ دوایک مزید عربی تقاریر بھی ہوئیں۔

اس کے بعد حضرت مولانا منت اللہ رحمانی امیر شریعت بہار نے مائک پر آکر اعلان کیا کہ اس نشست کا یہ حصہ دستار بندی کے لیے تھا، مگر چونکہ وقت کم ہے، اس لیے اب بعض نہایت اہم اکابر کی دستار بندی پر اکتفاء کیا جارہا ہے۔حضرت قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے فرمایا کہ چونکہ بعض اہم شخصیتوں کی تقاریر کی وجہ سے وقت کم رہ گیا ہے جس میں خاصی تعداد میں دستار بندی مشکل ہے، جبکہ اب تک کے کل فضلاء کی تعداد ساڑھے گیارہ ہزار کے لگ بھگ ہے، جن کی دستار بندی فرداً فرداً رسم کے مطابق اگر چہ ہونی چاہیے تھی، مگر یہ ناممکن ہے، تاہم اس نشست میں دو چار اہم شخصیتوں کی دستار بندی کرنا چاہتے ہیں، جن میں سے ایک شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب ہیں جنھوں نے پاکستان میں ایک اہم مرکزی دینی درسگاہ جامعہ حقانیہ کے نام سے قائم کی جو پاکستان میں سب بڑا مدرسہ ہے اور جنھوں نے فراغت کے بعد تقسیم سے پہلے قیامِ پاکستان تک یہاں دارالعلوم دیوبند میں پڑھایا۔

اسی طرح حضرت مولانا محمد اسعد مدنی صاحب مدظلہٗ اور دارالعلوم دیوبند کے موجودہ شیخ الحدیث (جو آج کل اگر چہ درس نہیں دے سکتے، معذور ہیں مگر شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہیں) کی دستار بندی بھی ہوگی۔باقی حضرات فضلاء کو کل یعنی ۲۳؍مارچ کو جلسہ کے اختتام کے بعد دارالحدیث کے ہال میں دستارِ فضیلت دی جائیں گی۔

اس کے بعد دستار بندی شروع ہوئی، سب سے پہلے خود حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ کی رسمِ دستار بندی ادا ہوئی، جن کی مسلسل طویل اور انتھک خدمات کے دور میں دارالعلوم دیوبند نے ایک مدرسہ سے عالمی یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کرلی۔اس کے بعد جانشین شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہٗ، حضرت مولانا محمد اسعد مدنی مدظلہٗ صدر جمعیۃ علماء ہند کی دستار بندی کا اعلان ہوا۔فضلائے دارالعلوم کی کل تعداد میں حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ کے تلامذہ اوران سے سندِ حدیث لینے والوں کی تعداد دوتہائی سے کم نہ ہوگی ویسے بھی لاکھوں کروڑوں مسلمان حضرت قدس سرہٗ کے گرویدہ اورنام لیوا ہیں۔

آج یہ لوگ اپنے شیخ، استاد اور مرشد کے جانشین اور یادگار کی اس پرمسرت اور بابرکت رسم دستار بندی کا منظر دیکھ کر بے تاب ہورہے تھے۔اجتماع میں ہلچل مچ گئی، لوگ فرطِ جذبات سے بے قابو ہورہے تھے کہ اتنے میں مولانا محمد اسعد مدنی مدظلہٗ نے مائک پر آکر فرمایا کہ یہاں سب اکابر علم وفضل ہیں، مگر اس وقت میرے دو اساتذہ موجود ہیں جن میں سے ایک حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم ہیں (ایک اور بزرگ کا نام لیا جو غالباً دارالعلوم کے موجودہ شیخ الحدیث ہیں، مگر نام سنا نہیں گیا) اور میری دلّی خواہش ہے کہ ان حضرات اساتذہ سے میری دستار بندی کرائی جائے۔

اس وقت حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ اسٹیج کے شمالی کونے میں پہلی صف میں صوفے پر تشریف فرما تھے۔حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب ان کے پاس تشریف لے گئے اور انھیں سہارا دیتے ہوئے مائک تک لے آئے۔یہ منظر عجیب فرحت انگیز اور رقت آمیز تھا۔مخدوم زادۂ عالم اور ہندوستانی مسلمانوں کے زعیم کی اپنے استاذ سے متواضعانہ اور مخلصانہ عقیدت قابلِ دید تھی۔اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ اور دیگر اکابر اور حضرت قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ نے حضرت مولانا محمد اسعد مدنی مدظلہٗ کی دستار بندی فرمائی۔

اس کے بعد حضرت قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ نے مائک پر آکر حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ کی دستار بندی کا اعلان فرمایا اور حضرت کے بارہ میں تحسین ومحبت کے زوردار کلمات سے ان کا تعارف کیا اور فرمایا، حضرت مولانا دامت برکاتہم دارالعلوم دیوبند کے ان جید علماء میں سے ہیں، جنھوں نے فراغت کے بعد عرصہ تک دارالعلوم دیوبند میں تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور تقسیم ہند کے

بعد بادلِ ناخواستہ حضرت مولانا کو یہ سلسلہ ترک کرنا پڑا اور تقسیم کے بعد ایک دینی ادارہ جامعہ حقانیہ کے نام سے قائم کر رکھا ہے اور حضرت مولانا وہاں خود کئی ہزار فضلاء کو دستارفضیلت عنایت کر چکے ہیں، مگر ان کی دستار بندی بھی نہیں ہوئی تھی اور اب بحیثیت فاضل دارالعلوم دیوبند ہونے کے ہم ان کی خدمت میں دستارِفضیلت پیش کررہے ہیں، حضرت مدظلہٗ اس وقت مائک کے قریب تشریف فرما تھے، مائک پر آنے کے بعد ان کی دستار بندی ہوئی، دستار بندی کے بعد حضرت مولانا عبدالحقؒ نے دو چار منٹ تک مختصر کلمات بھی ارشاد فرمائے، فرمایا کہ:

''یہ سب ان اکابر کی برکت اور دارالعلوم کا فیض ہے، ہم میں اس کی ہرگز اہلیت نہیں، پورے برصغیر میں دین کی اشاعت حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ، حضرت شیخ العرب والعجم، مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ اور حضرت قاری صاحب مدظلہٗ اور ان کے اکابر کی مساعیٔ جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ ان اکابر دارالعلوم دیوبند کی کوششوں سے ملک آزاد ہوا اور دارالعلوم برصغیر میں اسلام کی بقاء اور اشاعت کا ذریعہ بنا، دارالعلوم دیوبند کو ربّ العزت مزید ترقیوں سے نوازے۔'' ○○

یہ مدرسے صفہ کی نقل ہیں

جامعہ اسلامیہ مظفر پور میں جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ کی ایک یادگار تقریر

چند سال پہلے صدر محترم جمعیۃ علماء ہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی صاحبؒ جامعہ میں تشریف لائے تھے تو از راہِ کرم انھوں نے اساتذہ اور طلبہ سے مختصراً گفتگو بھی فرمائی تھی۔ اسے اب بطور خاص قارئین کے لیے پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به و نتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيآت اعمالنا من يهدى الله فلا مضل له و من يضلله فلاهادى له و نشهد ان لااله الله و نشهد ان محمد اعبده و رسوله! امابعد!

مہمانانِ گرامی، اساتذہ کرام اور عزیز طلبہ!

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی بھلائی نجات اور کامیابی کے لیے قیامت تک کے واسطہ اس دین کو خود عطا فرمایا ہے نازل کیا ہے اور اس کو بتانے سکھانے کرنے اور کروانے کے لیے آقائے نامدار سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی بنا کر بھیجا ہے اور اپنی کتاب قرآن کریم کو جو اللہ کا وصف ازلی ہے عطا فرمایا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اللہ کا راستہ بتایا اور تمام زندگی، بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھے راستے پر لانے کی جدوجہد اور قربانی دی۔ ان طریقوں میں سے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدرسہ بتایا ہے جس کو صفہ کہا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے معلّم تھے۔ مدرس تھے سکھانے سمجھانے والے پڑھانے والے تھے صحابہ کرامؓ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہوئی ہے وہ لوگ تجارت بھی کرتے تھے، کھیتی بھی کرتے تھے ملازمت بھی کرتے تھے مزدوری بھی کرتے تھے، جانور بھی پالتے تھے اور جب جس کو سہولت اور موقع ہوتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھتے معلوم کرتے اور آپ سے فیض یاب ہوتے لیکن ان ہزار ہاہزار صحابہ کرامؓ میں ایک چھوٹی تعداد ایسی تھی جو کوئی کام نہیں کرتی تھی وہ لوگ شب و روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے اور جب موقع ملتا دین سیکھتے اور اس کو محفوظ رکھتے، اس مدرسہ کو صفہ اور صحابہ کرامؓ کی اس چھوٹی سی جماعت کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے۔

یہ مدرسے جو بنائے جاتے ہیں اسی کی نقل ہیں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کے لوگ تیار ہوں، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو چلائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث بنیں جس کام کے لیے اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا وہ زندہ رہے ترقی کرے، آگے بڑھے اور اللہ کے دین کے بتانے سکھانے کرنے اور کروانے والے موجود رہیں، تاکہ اس دنیا کے بنانے کا اور انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر بھیجنے کا اور تمام عالم کا مخدوم بنانے کا مقصد پورا ہوتا رہے، لوگ سیدھا راستہ پائیں، اس پر چلیں، اور یہاں سے آخرت کے سفر میں کامیاب جائیں اور وہاں ناکام نہ ہوں۔ یہ راستہ جان لیں گے تو چل سکتے ہیں اگر کسی وجہ سے بدقسمتی سے بھٹک جائیں تو وہ علم ان کو ٹوکتا رہے گا کہ یہ کام تم حرام کررہے ہو، خراب کررہے ہو، کیونکہ وہ پڑھ چکے ہیں، جان چکے ہیں اگر کسی برائی میں مبتلا ہوں گے تو ان کا قلب ان کا دماغ ان کو بتاتا اور ٹوکتا رہے گا ان کو متنبہ کرتا رہے گا، کسی وقت ان کی آنکھ کھل سکتی ہے اور وہ توبہ کرکے سیدھے راستے پر آسکتے ہیں، اگر ایک شخص جاہل ہے جانتا ہی نہیں ہے تو وہ برائی کرے گا اور اس کو صحیح سمجھے گا اور اس کو تنبیہ نہیں ہوگا مشکل ہوجائے گا جب وہ اس کو برائی نہیں سمجھتا، جانتا ہی نہیں کہ یہ بُرا ہے یا اچھا ہے تو اس کے اوپر تنبیہ کیسے ہو کیسے اس سے بچے، اس لیے کم سے کم علم تو ہو اس کے بعد عمل کا دروازہ کھلتا ہے اللہ توفیق دے عمل کرے گا نہ توفیق دے نہیں کرے گا پھر کسی وقت ہوسکتا ہے ہوجائے اس لیے یہ مدرسے بنائے جاتے ہیں کہ لوگ علم کی دولت سے مالا مال ہوں اور اللہ توفیق دے تو وہ عمل کی دنیا میں بھی کامیاب ہوں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس مقصد میں کامیابی عطا فرمائے اور ان بچوں کو توفیق دے کہ وہ اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر محنت کریں سمجھیں یاد کریں اور اس علم سے صحیح طور پر جو حظ وافر زیادہ سے زیادہ حصّہ ہوسکتا ہے اس کو حاصل کریں اور اس تربیت کے زمانہ میں اپنے اخلاق کو عادات کو اعمال کو درست کرنے کی کوشش کریں تاکہ وہ صحیح کامیابی حاصل کرسکیں اور جس مقصد کے لیے آئے ہیں اس میں کامیاب ہوں اور کسی ملک کی فوج کی طرح محنت و مشقت اور اس کے لیے جدوجہد کے عادی بنیں تاکہ وہ اللہ کے دین کے کام آسکیں اور اس قابل بن سکیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله ربّ العالمين!

مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کا سانحۂ ارتحال

ملّت کے لیے ایک عظیم حادثہ

سعید سہروردی

مولانا سیّد اسعد مدنی کا سانحۂ ارتحال ملک وملت کا عظیم نقصان ہونے کے ساتھ میرے لیے بھی ذاتی سانحہ ہے۔ ۱۹۶۵ء کے وسط میں جمعیۃ علماء ہند سے جو ربط قائم ہوا وہ آج تک برقرار ہے۔ چالیس برسوں سے زیادہ کا یہی عرصہ مولانا اسعد مدنی کی نظامت اور صدارت کا دور بھی ہے۔ میں اپنی ذات کو صرف اس دور کا شاہد مانتا ہوں۔ مجھ سے کسی نے کبھی رکن بننے کے لیے کہا، نہ میں نے خود اس کی ضرورت سمجھی۔ میرے لیے یہ سعادت کم نہیں کہ مجھے مولانا اسعد مدنی کا اعتماد حاصل تھا، میں نے اسے کبھی مجروح ہونے نہیں دیا۔ ان کی ذات سے مجھے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ اگر جماعت میں کسی اور سے بدمزگی ہوئی اور بات ان کے علم میں آئی تو انھوں نے معاملہ رفع دفع کر دیا۔ دارالعلوم دیوبند سے فضیلت کے بعد وہ مدینہ منورہ میں اپنے والد کے پاس رہے۔ اپنے والد کے ساتھ ۱۹۵۰ء میں ہندوستان واپس آئے۔ ان کی عملی زندگی کا آغاز جمعیۃ علماء دیوبند کے نائب صدر کی حیثیت سے ہوا۔ ان کے لیے یہ نئی بات نہیں تھی۔ جمعیۃ علماء ہند کے مقاصد ان کو ورثہ میں ملے تھے۔ ان وقت ان کے والد زندہ تھے۔ وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے جمعیۃ علماء اُتر پردیش کے صدر ہوئے۔ اپنے دور صدارت میں انھوں نے مسلمانوں کے دینی تشخص کو قائم رکھنے کے لیے دینی تعلیم بورڈ قائم کیا۔ فیض آباد کی عدالت میں جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے بابری مسجد کا مقدمہ دائر کیا۔

جمعیۃ سے میرا ربط قائم ہونے سے دو برس پہلے ۹/اگست ۱۹۶۳ء کو وہ جمعیۃ علماء ہند کے ناظم عمومی مقرر ہو چکے تھے۔ اس سے پہلے اس منصب پر مولانا سیّد محمد میاں مرحوم اور ان سے پہلے مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اس منصب پر فائز رہ چکے تھے۔ اس سے پہلے جمعیۃ علماء ہند کے بارے میں زیادہ واقفیت نہیں تھی۔ جو تھی وہ ادھوری اور کتابی تھی۔ وابستگی کے اس دور میں جمعیۃ علماء ہند کی تاریخ سمجھنے کا موقع ملا۔ اس کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ ہوا۔ جمعیۃ علماء ہند کی حیثیت میرے لیے درسگاہ کی رہی ہے۔ مجھے یہاں مسلمانوں کے مسائل کا شعور ملا۔ ان کی جڑوں تک پہنچنے اور ان کا تجزیہ کرنے کا موقع ملا۔

جمعیۃ علماء ہند سے اپنے تعلق کی تاریخ بتانا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔ اپنے دور نظامت کے پہلے دور میں جن اکابرین سے مولانا اسعد مدنی ملی مسائل کے بارے میں مشورے کرتے تھے ان میں پروفیسر ہمایوں کبیر اور آزاد ہند فوج کے جنرل شاہنواز خاں کے نام خاص اہمیت رکھتے تھے۔ شاہنواز خاں مجلس عاملہ کے رکن بھی تھے بعد میں فخرالدین علی احمد کے نام کا اضافہ ہو گیا تھا۔ پروفیسر ہمایوں کبیر نے جنرل شاہنواز کے ذریعہ یہ شکایت کی کہ جمعیۃ علماء ہند کے دفتر سے جو خطوط آتے تھے وہ اچھا اثر نہیں قائم کرتے۔ یہ بات جب مولانا اسعد مدنی کے علم میں آئی تو انھوں نے شاہنواز صاحب کو مناسب بندوبست کرنے کو کہا۔ مجھے دہلی میں وارد ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ پولینڈ کے سفارت خانہ میں ملازمت تھی۔ قیام جنرل شاہنواز کے ساتھ ۳/صفدر جنگ روڈ پر تھا۔ ایک روز شاید اتوار کا دن تھا۔ جنرل صاحب نے طلب کیا۔ آپ دو بجے ایمبیسی سے فرصت پانے کے بعد کیا کرتے ہیں؟ عام طور پر یہ وقت کسی لائبریری میں یا پرانے دوستوں کے ساتھ گزرتا تھا۔ یہ سننے کے بعد جنرل صاحب نے اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ میں آپ کو قوم کی خدمت کا موقع دینا چاہتا ہوں۔ آپ تیسرے پہر جمعیۃ علماء ہند کے دفتر چلے جائیں۔ ان کی انگریزی خط وکتابت دیکھ لیں۔ آپ نے سات برس سرکاری ملازمت کی ہے۔ یہ کام آپ کے لیے مشکل نہ ہوگا۔

میں مولانا اسعد مدنی کی ذات کا موازنہ کسی اور شخصیت سے کرنا ناانصافی سمجھتا ہوں۔ ان کے علاوہ کسی اور شخصیت کے قریب رہنے اور اسے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ ان کے سوانحی حقائق سے بچ کر میں ان کے کام اور کام کرنے کے طریقے تک اپنی توجہ محدود رکھنے کی کوشش کروں گا۔ یہی ان کا ورثہ ہے، جو ان کے بعد بھی مشعل راہ رہے گا۔ انھوں نے اپنی نظر اور اپنے اثر کو مسلمانوں کے مسائل جو جمعیۃ علماء ہند کی وساطت سے قومی اسٹیج تک لے جانے کی کوشش کی۔ اپنی جماعت کی نمائندہ حیثیت منوانے کے لیے مسلمانوں کے مسائل کو مسلم محلوں کی گلیوں تک محدود نہیں رکھا۔ اسی احساس کے تحت جمعیۃ علماء ہند کے مرکزی دفتر کو گلی قاسم جان سے وہ آئی ٹی او کے قریب مسجد عبدالنبی میں لے گئے۔ یہ شہر کا مرکزی مقام ہے۔ وہ مسلمانوں کے مسائل کو مسلمانوں کی نظر سے دیکھنے اور دکھانے کے قائل نہیں تھے۔ یہی خصوصیت ان کی قیادت میں جمعیۃ علماء ہند کو مسلمانوں کی دیگر تنظیموں سے

ممتاز کرتی ہے۔ایک ممتاز جماعت کے صاحب نظر رہنما نے ایک بات کہی تھی جو اس وقت یاد آرہی ہے۔'مولانا اسعد مدنی کا یہ کارنامہ معمولی نہیں۔ انھوں نے اپنا دفتر ایسی جگہ پر بنایا ہے جس پر ساری دنیا کی نظر پڑتی ہے۔'

مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں جو جلسے اور اجلاس ہوئے وہ سپر وہاؤس میں ہوئے، فکّی آڈیٹوریم میں ہوئے، رام لیلا گراؤنڈ میں ہوئے۔ ان جلسوں میں ہر سیاسی پارٹی کے نمائندوں کو مدعو کیا گیا۔ اس طرح مسلمانوں کے بارے میں ایک قومی رائے پیدا کرنے کی کوشش کی۔ان کے بارے میں یہ تاثر صحیح نہیں ہے کہ ان کی نگاہ کانگریس تک محدود تھی۔تحریک آزادی کے دوران جمعیۃ علماء ہند اور انڈین نیشنل کانگریس کے درمیان جو برادرانہ رشتے رہے ہیں، ان کی وجہ سے جمعیۃ علماء ہند کی رسائی کانگریس کے لیڈروں تک زیادہ آسان رہی ہے۔ یہ بات اپنی جگہ پر ہے۔اس کے باوجود مسائل کے تصفیہ کے لیے انھوں نے حکومت کی سیاسی وابستگی کو اہمیت نہیں دی۔اگر حکومت کانگریس کی نہیں تھی تو اپنی بات کہنے اور منوانے کے لیے یہ نہیں دیکھا کہ حکومت کس کی ہے؟ جب مرارجی ڈیسائی وزیر اعظم تھے اور چودھری چرن سنگھ وزیر داخلہ تھے تو ان کے سامنے بھی میمورنڈ پیش کئے گئے۔ قومی جمہوری اتحاد کے اقتدار کے دوران وزیر اعظم اٹل بہاری واجپئی سے ملے۔وزیر داخلہ لال کرشن اڈوانی سے بھی مراسلت کی۔اس سلسلے میں ایک سرکاری نیم فوجی تنظیم کے مسلم ملازم کو داڑھی رکھنے کی اجازت اڈوانی جی کے حکم سے ملی۔اس کے علاوہ انھوں نے اپنے کام کو جلسے، جلوس تک محدود نہیں رکھا۔جب ضرورت سمجھی عوامی پُرامن احتجاجی تحریک شروع کرنے میں تکلف نہیں کیا۔اس سلسلے میں 'ملک وملت بچاؤ' کے دو دور قابلِ ذکر ہیں۔ان تحریکوں کو ملک کے ہر حصّے سے حمایت ملی۔ان تحریکوں کی بدولت ہر سیاسی پارٹی مسلمانوں کے مسائل پر غور کرنے اور ان کے حل کرنے کی ضرورت محسوس کرنے لگی ہے۔ترقی پسند اتحاد حکومت نے اپنے کم سے کم پروگرام میں اس کو جگہ دی ہے۔تازہ ترین وزارت سازی میں اقلیتی امور کی وزارت کا قیام، اس جہت میں ایک اہم پیش رفت ہے۔

اس کے علاوہ اس دستخطی مہم کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے جو مسلمانوں کو ان کی آبادی کے تناسب سے پارلیمنٹ، اسمبلیوں، سرکاری محکموں اور تعلیمی اداروں میں ریزویشن دلانے کے لیے چلائی گئی تھی۔آزادی کے بعد اُردو کے حق میں چلائی گئی وسیع دستخطی مہم کے بعد یہ دوسری بڑی مہم تھی۔ان مطالبات کے حق میں میمورنڈم اکیس لاکھ افراد کے دستخطوں سے صدر جمہوریہ کو پیش کیا گیا۔اس کی پذیرائی کی نوبت تو نہیں آئی لیکن آندھرا پردیش میں کانگریس کی واپسی کے بعد اس جہت میں جو قدم اٹھائے گئے ہیں وہ اسی مہم کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں۔تکلیف دہ بات یہ ہے کہ اب ایسے معاملوں میں مزاحمت عدلیہ کی طرف سے ہو رہی ہے۔

مولانا اسعد مدنی نے جن کانفرنسوں کا اہتمام کیا ان میں سے چند کے نام اور عنوان یہ ہیں۔ دینی تعلیمی کنونشن (۶۵ء) جمہوری کنونشن (۶۴ء) اوقاف کانفرنس (۷۹ء) تعلیمی وملّی کانفرنس (۸۴ء) فرقہ واریت مخالف کنونشن (۹۱ء) قومی اتحاد کانفرنس (۹۲ء) تحفظ شہریت کانفرنس (۹۳ء۹ تحفظ شہریت کنونشن (۹۴ء) قومی کانفرنس (۹۴ء) یکساں سول کوڈ مخالف کنونشن (۹۵ء) ان کے علاوہ جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس عام کا ہر خطبۂ صدارت ملک وملت کے مسائل پر جامع تبصرہ اور مفصل تجزیہ ہوا کرتا تھا۔ان کے دور صدارت میں اجلاس عام کو خاص اہمیت دی گئی۔اس کو ملی مسائل کو قومی منظر پر اُبھارنے کا وسیلہ بنایا گیا۔ یہ عنوانات ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے مسائل پر ان کی گرفت کتنی مضبوط تھی۔ اس کے علاوہ فرقہ وارانہ فسادات اور قدرتی آفات کے متاثرین کی دادرسی و بحالی کے لیے ان کی قیادت میں جو کام ہوا، وہ پوری کتاب کا مستحق ہے۔ان کی سوانح عمری پاکستان میں شائع ہوچکی ہے۔ ہندستان میں بھی زیر تکمیل ہے۔اپنے وطن دیوبند کو بھی انھوں نے ہمیشہ عزیز رکھا۔علاقے کی ترقی کی ہر تجویز کو ممکن بنانے کے لیے کوشاں رہے۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا متحرک، صاحب عمل اور پُرعزم انسان نہیں دیکھا۔مسجد عبدالنبی سے ملحقہ اراضی کے حصول کے لیے برسہا برس جدوجہد کے بعد ایک شاندار کمپلیکس کی شکل دی جو راجدھانی کے وسط میں ملک میں مسلمانوں کے وجود کا احساس دلاتا ہے۔

اسعد تھا جس کا نام روشن ضمیر تھا

اسلامیانِ ہند کی صف میں دبیر تھا
اسلاف کا نمونہ تھا روشن ضمیر تھا
سویا جگا کے قوم کو خود خوابِ دائمی
اسعد تھا جس کا نام روشن ضمیر تھا
منصب تھا اس کے پاس جمعیۃ کے صدر کا
ملت کے کارواں کا وہ تنہا امیر تھا
لیکے وہ دل میں درد مسلماں کا سوگیا
ایوانِ سلطنت میں جو برسوں سفیر تھا
قرطاس پر رقم ہوں کیا اس کی خوبیاں
حاکم کا بحر قوم ، وہ خود اِک فقیر تھا
شیخوں کا شیخ بھی اور ان کا جانشیں
قرآن کی زباں میں سراج منیر تھا
راحت بغل میں لیکے یہ کہہ دیں رسول خود
اسعد ہے میری گود میں، میرا خمیر تھا

ڈاکٹر راحت مظاہری

مدرسہ اختر العلوم محلّہ راعیان قصبہ جلال آباد ضلع بجنور، یوپی

رجسٹریشن نمبر 2081

آئینہ مدرسہ اختر العلوم

سن تاسیس: ۱۹۶۵ء

کل طلباء: ۵۰۰

مقیم طلباء: ۲۰۰

تعداد مدرسین وملازمین: ۱۸

سالانہ خرچہ: ۱۱,۰۰۰,۰۰

Photo\Akhtarul Uloom Raiyan-1.jpg not found.

آئندہ کے منصوبے اور اہم ضروریات

- مزید خریداری زمین ● مسجد کی تعمیر
- دارالاقامہ کی تعمیر ● درسگاہوں کی تعمیر
- دارالمطالعہ کی تعمیر ● دفتر تعلیمات کی تعمیر
- مہمان خانہ کی تعمیر ● دارالمدرسین کی تعمیر
- تعمیر کا تخمینی خرچ: ۵۰,۰۰۰,۰۰

ختم ہے ختم الرسل پر انبیاء کا سلسلہ — اس لیے ملت بنائے سجدہ گاہ ودرسگاہ
دین کی تبلیغ واشاعت فرض ملت پر ہوا — کہ رہے دنیا میں روشن شمع عرفان وہدیٰ

الحمدللہ آج امت مسلمہ مختلف شعبوں اور تنظیموں کے تحت بھٹکی ہوئی انسانیت کی رہبری اور دستگیری کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔کوئی اجتماعی اعتبار سے امت کو راہِ ہدایت پرلانے کی سعی جمیل کررہا ہے تو کوئی انفرادی اعتبار سے افرادِ امت کو حقیقت اسلام سے روشناس کرانے کی بھرپور کوشش میں تن من دھن کی بازی لگائے ہوئے ہے،جن میں سب سے اہم کردار مدارسِ اسلامیہ ادا کررہے ہیں جہاں قوم وملت کے نونہالوں میں اسلام کی وہ روح پھونکی جاتی ہے جس کے ذریعہ وہ خود اپنی زندگی کوسنوارتے ہوئے بے شمار انسانوں کی رہبری اور ہدایت کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔الحمدللہ مدارس کا یہ جال پورے عالم میں پھیلا ہوا ہے۔اسی خوبصورت جال کی ایک مضبوط کڑی **مدرسہ اختر العلوم** بھی ہے جو اپنے سن تاسیس ۱۹۶۵ء سے اشاعت دین کی نمایاں خدمات انجام دے رہا ہے بالخصوص ۱۹۸۱ء سے حضرت قاری الطاف حسین صاحب ناظم اعلیٰ مدرسہ ہٰذا کی ذات بابرکات سے مدرسہ کو جو ترقی ملی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ۲۰۰۰ء میں مدرسہ کے لیے وہ مبارک گھڑی بھی آ گئی کہ جس میں شعبۂ عربی کا قیام عمل میں آیا اور ادارہ کو الفاظِ قرآنی کے ساتھ ساتھ معانی قرآن کی خدمت کی سعادت بھی میسر آئی۔الحمدللہ اب مدرسہ میں رات دن قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں نغمہ زن رہتی ہیں اور تقریباً ۵۰۰ طلباء وطالبات زیورِ تعلیم سے آراستہ ہورہے ہیں۔طلباء کی اس تعداد کی تعلیمی اور تربیتی خدمت کے لیے اٹھارہ افراد پر مشتمل باصلاحیت اساتذہ کرام کا عملہ ہے جو کہ ہمہ وقت فیضانِ رسولؐ کا دریا بہا کر امت کے نونہالوں کو محظوظ فرمارہے ہیں۔مدرسہ کی موجودہ عمارت ناکافی ہونے کی وجہ سے مزید ۳۰۰۰ گز زمین اور خریدی گئی ہے۔اب اس میں تعمیری مرحلہ درپیش ہے۔

ترسیل زر کا پتہ
(جناب) قاری الطاف حسین (صاحب) ناظم مدرسہ اختر العلوم
محلّہ راعیان، ڈاکخانہ خاص، قصبہ جلال آباد ضلع بجنور (یوپی)

Qari Altaf Husain, Nazim **MADARSA AKHTARUL ULOOM**
Mohalla & Post Raiyan, Qasba Jalalabad, Distt. Bijnor (U.P.)
Ph. : **01341-231413**, **Mob. 09927282970**

مدرسہ انوار القرآن نعمت پور ضلع سہارنپور (یوپی)

Photo\Anwrul Quran Nemat Pur-1.jpg not found.

۶۳ سالہ قدیم درسگاہِ دین

مغربی یوپی کا یہ معروف سرچشمۂ علم وادب مدرسہ انوار القرآن نعمت پور، ولی زماں حضرت حافظ القاری عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مساعئ جمیلہ سے یکم شعبان ۱۳۶۵ھ بروز دوشنبہ کو صرف چھ بسوے قطعہ آراضی پر بشکل چھپر شروع ہوا تھا، اب بفضلہ تعالیٰ اس کا دائرہ ساڑھے دس ہزار مربع گز آراضی کو محیط ہے،جس میں دومنزلہ مسجد، خرد وکلاں ۵۲ کمرے اور ۱۱ شعبہ جات ہیں، باصلاحیت ۲۹ مدرسین وملازمین کا سرگرم عملہ ۶۰۰ سے زائد طلباء اور طالبات کی دینی تعلیم وتربیت میں مشغول ہے،قرآن کریم حفظ وناظرہ،مع ترتیل واجراء، فارسی عربی تاسال چہارم، اُردو دینیات، وتدریب الائمہ والاساتذہ،عصری تعلیم اُردو، ہندی، انگلش بمطابق سرکاری نصاب درجہ پنجم تک معیاری ہورہی ہے۔۶۴ طلبہ اور طالبات نے اس سال تکمیل نصاب کی ہے،۵۷۰۰ نونہالان اسلام اس کے تعلیمی ادبی اور اصلاحی فیض سے مستفیض ہوچکے ہیں، کتب خانہ میں درسی اور غیر درسی ۷۰۰۰ کتابوں کا ذخیرہ ہے،۴۵۰ نادار طلبہ کے جملہ مصارف کا مدرسہ کفیل ہے، سالانہ مصارف کا تخمینہ (Budget) بشمول قیمت اجناس ۳۵ لاکھ روپے ہے،مزید برآں مدرسہ ایک کثیر رقم کا مقروض بھی ہے۔

یہ اتنا عظیم الشان ادارہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان اہل اللہ کی خصوصی توجہات اور دعاؤں کے طفیل آئے دن براہِ ترقی ہے، ملت کے ممتاز اہل علم وفضل علماء وصلحاء نے اس کی اعانت کی بالخصوص شفارش کی ہے اس لیے میری تمام دردمندان اسلام سے مخلصانہ گزارش ہے کہ جملہ مدات سے انوار القرآن کی بھرپور امداد فرمائیں اور اس کی مسجد کی تعمیر وتکمیل کے لیے بھی جو کئی سال سے ادھوری حالت میں رُکی ہوئی ہے، خالص عطیات دستی یا ڈاک سے ارسال فرما کر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔

مدرسہ انوار القرآن نعمت پور ایک نظر میں

سن قیام ۱۳۶۵ھ
بانی: .... حضرت قاری عبدالرحیمؒ
شعبہ جات ۱۱
اساتذہ وملازمین ۲۹
تعداد طلباء ۶۰۰
مقیم طلباء ۴۵۰
معیار تعلیم .... تاسال چہارم عربی
فیض یافتگان ۵۷۰۰
سالانہ مصارف .... ۳۵ لاکھ روپے

المشتہر
عبدالغفور ناظم
مدرسہ انوار القرآن
نعمت پور ضلع سہارنپور-۲۴۷۱۲۹ (یوپی) الہند

Abdul Ghafur, Nazim
MADARSA ANWARUL QURAN
Niamatpur, Saharanpur - 247129 (U.P.) India
Ph. : **0132-2775516** Mob. : **9411293474**

ایک عظیم ملّی سرمایہ تھے مولانا مدنیؒ

مولانا مشتاق احمد ضیاء القاسمی
خادم دارالافتاء مدرسہ ندائے اسلام، سیکر (راجستھان)

یہ دنیا ایک سرائے فانی ہے، موت وحیات یہاں کی پرانی ریت ہے، آئے دن لوگ اس دنیا میں آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، یہاں پر مرنا اور جینا کوئی حیرت انگیز اور تعجب خیز نہیں، نہ معلوم کتنے انسانوں کو یہ خاک ارض ہضم کر چکی ہے اور یہ سلسلہ یونہی جاری ہے، مگر یہ جانتے ہوئے کہ موت ایک اٹل فیصلہ ہے، کسی عزیز یا بزرگ کی وفات سے جو صدمہ اور رنج ہوتا ہے اور دل ودماغ پر جو اثر پڑتا ہے وہ ایک طبعی بات اور فطری امر ہے، جس سے کسی کو انکار نہیں، اور پھر جو شخصیت جس درجہ کی ہوتی ہے، اس کے اثرات بھی اسی درجے کے ہوتے ہیں، بلکہ جانے والوں میں بعض تو ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے جانے پر کوئی غمخوار، پرسانِ حال اور اشکبار نہیں ہوتا، لیکن رب کریم کی یہ شان فیاضی ہے کہ انھیں جانے والوں میں بعض ایسی ہستیاں بھی ہوتی ہیں کہ جن کے جانے پر اپنوں کو ہی نہیں، غیروں کو بھی افسوس ہوتا ہے۔ ملک اور علاقے اشکبار ہو جاتے ہیں، در و دیوار پر اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور ہر کوئی ان کے فیض سے محرومی پر سوگوار ہوتا ہے۔ انھیں مقدس ہستیوں میں ایک ہستی ''فدائے ملت امیر الہند حضرت اقدس مولانا سیّد محمد اسعد مدنیؒ کی بھی تھی، جو مکمل طور پر ''موت العالِم موت العالَم'' کے مصداق تھے اور شاید ایسی ہی ہستی کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے:

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس

مقام و مرتبہ:

آپ ہندستان کی ان عظیم شخصیات میں سے ایک ممتاز شخصیت ہیں، جن کی حیثیت نابغۂ روزگار (زمانہ کا قابل ترین آدمی) کی رہی ہے۔ آپ گوناگوں خوبیوں، حق وصداقت کے علمبردار، قابلِ رشک افعال و کردار اور لائق صد افتخار نسبت کے مالک، کمالاتِ عالیہ، اخلاقِ فاضلہ اور خصائل حمیدہ کے پیکر تھے۔ آپ ایک نامور عالمِ دین، کامل بزرگ اور بہترین استاد تھے۔ اسلاف کے سنہری اقدار کے محافظ، روشن عہد کے نقیب، سرمایۂ تعلیم و تربیت کے نگہبان اور ہمدردِ قوم وملت تھے۔ آپ مومنانہ فراست کا مظہرِ جلیل اور اخلاص وجد وجہد کا جوہر تھے۔ سیاسی مفکر و مدبر، قائدانہ صلاحیت کے مالک اور ایک سرگرم دینی وملّی رہنما تھے۔ ان تمام حیثیتوں کے ساتھ ایک حیثیت قومی لیڈر اور قائدانہ صلاحیت کے مالک اور ایک سرگرم دینی وملّی رہنما کی تھی۔ ان تمام حیثیتوں کے ساتھ ایک حیثیت قومی لیڈر اور امیرِ کارواں کی بھی تھی۔ اپنی اس حیثیت کے اعتبار سے بھی وہ اپنے ہم عصروں میں ممتاز ومنفرد نظر آتے تھے۔ ان کی جملہ حیثیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے:

بھلا سکیں گے نہ اہلِ زمانہ صدیوں تک
میری وفا کے میرے فکر وفن کے افسانے

آپ کی ذات اِک انجمن تھی

اللہ ربّ العزّت نے آپ کے اندر بیک وقت جو ظاہری و باطنی خوبیاں ودیعت کر رکھی تھی۔ ایسا زمانہ کو بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے۔ ایک طرف علم وعمل اور فضل وکمال اور حسن وجمال کے پیکر تھے، تو دوسری طرف میدانِ سیاست کے شہسوار، فکر وتدبر کے مالک، بارعب لیڈر اور رکن راجیہ سبھا تھے۔ ایک طرف دینی مدارس کے نگہبان اور بحرِ بیکراں رہنما تھے تو دوسری طرف مرجع الخلائق، مرشد ومربیّ اور خانقاہوں کے محافظ تھے، ایک طرف دینِ اسلام کی تعلیمات کو پھیلانے کا جذبہ تھا تو دوسری طرف سیاسی، ثقافتی، اقتصادی اور معاشرتی سرگرمیوں کو نیا رُخ دینے کا ولولہ تھا، ایک طرف مسلک دارالعلوم کو عالمی سطح پر عام کرنے کا عزم تھا تو دوسری طرف مسلمانانِ ہند کے جائز مطالبات کو حکومت کے سامنے رکھنے کا حوصلہ تھا، ایک طرف جمعیۃ علماء کی ترقی مدنظر تھی، تو دوسری طرف نت نئے اُبھرنے والے فتنوں سے نبرد آزما ہونا مطمحِ نظر تھا۔

ایک طرف آپ علمائے کرام کی سرپرستی، متوسلین ومسترشدین کی رہبری، طلبائے علومِ نبویہ کی نگرانی اور مظلوم ومقہور کی فریاد رسی کرتے تھے تو دوسری طرف سیاسی بحران میں اُٹھنے والی آواز پر کان دھرتے، ان کا منہ توڑ جواب دیتے اور ہر ممکن اس کا صحیح حل تلاش کرتے تھے۔ ایک طرف جمعیۃ علماء کی صدارت کا سہرا اور امیر الہند کا تاج سر پر رکھتے ہوئے ان کا حق ادا کرتے تھے تو دوسری طرف اصلاحِ معاشرہ اور مسلمانوں میں پھیلی ہوئی غیر اسلامی رسومات کو دور کرنے کے لیے بھی کوشاں رہتے تھے۔ غرضیکہ فردِ واحد میں جو خوبیاں پائی جاتی تھیں وہ کم اور بہت کم نظر آتی ہیں۔ دنیوی امور ہو یا دینی محاسن ہر معاملہ میں گویا آپ کی ذات بحیثیت انجمن تھی:

بہت لگتا تھا جی صحبت میں ان کی
وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے

آپ کی بالادستی

آپ ایک فعال اور باہمت انسان تھے۔ جرأت ودلیری، بے باکی وبے

خوفی کی عجیب صفت آپ کے اندر موجود تھی۔ جذبۂ خدمتِ خلق، ملتِ اسلامیہ کی رہبری اور مظلوم و بے کس کی فریاد رسی گویا آپ کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی، ملک وملت کا درد آپ کے رگ و پے میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ کے سر پر ملت کی دُھن سوار رہتی تھی اور ہمہ وقت ان کی فلاح و بہبود کے لیے آپ کا سفر جاری رہتا تھا۔ کسی کے خلاف ظلم وزیادتی آپ سے دیکھی نہ جاتی تھی، فسادات وقدرتی آفات کے متاثرین کی بربادی کی خبر ملتے ہی بے چین ہوجایا کرتے تھے، اوران کی تعاون وتسلی کے لیے بروقت پہنچتے تھے۔ ہندستان کے کسی بھی خطے میں فسادات کا بازار گرم ہوتا، اور مسلمانوں پر قتلِ عام کا بدنما منظر سننے کو ملتا، ایک لمحہ تاخیر کیے بغیر اس کی خبر گیری کے لیے بذاتِ خود یا نمائندے کو روانہ کردیتے، بلکہ ایسے موقع پر اکثر بنفسِ نفیس پہنچنے کا اہتمام فرماتے۔ بھاگلپور کا وہ قیامت خیز منظر جسے سن کر ہی کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے، بڑی سنگین گھڑی ہے، انتہائی خوفناک ماحول ہے، ہر جگہ کرفیو اور دفعہ ۱۴۴ لگی ہوئی ہے، راستوں، آفسوں اور گھروں میں کسی کی جان محفوظ نہیں، ہر جگہ خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے، مگر حضرت ایسے موقع پر اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر پہنچ جاتے ہیں، تسلی آمیز کلمات، مالی امداد اوراس کے خلاف کارروائی میں لگ جاتے ہیں، اور ہر موقع پر لٹنے پٹنے والوں کے لیے ریلیف، بازآبادکاری اوران کے لیے قانونی چارہ جوئی جیسے مسائل میں ساتھ ساتھ رہتے ہیں، اور کبھی بھی ان کاموں میں غفلت ولاپرواہی سے کام نہ لیتے تھے، اوران کے علاوہ جب بھی کبھی اہلِ باطل کی طرف سے کوئی شوشہ اُٹھتا کوئی نیا فتنہ جنم لیتا، چاہے وہ قادیانیت ہو یا کوئی اور، حضرت ان سے سمجھوتہ نہیں کرتے بلکہ ان کے خلاف سدِّ سکندری بن جاتے اور ڈٹ کر مقابلہ کرتے، نیز آپ کے دور میں جب بھی کبھی ہندستان پر کوئی بھونچال آیا، یا مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش رچی گئی، یا اسلامی قانون کے خلاف کوئی جبری قانون مسلمانوں کے سر پر تھوپنے کی کوشش کی گئی اور مسلمانوں کو پریشان کرنے کا پروپیگنڈہ کیا گیا، خواہ وہ مدارس کے خلاف آواز ہو یا اوقاف کی نگہبانی کا مسئلہ، یکساں سول کوڈ کی بات ہو یا ٹاڈا جیسے مسلم مخالف قانون، مسلم کش فسادات ہوں یا مسلمانوں کی نسل کشی کی کوشش، بابری مسجد کی شہادت ہو یا مسلمانوں کے آئینی حقوق پر حملہ کی سازش، ہر معاملہ میں آپ پیش پیش رہتے تھے، اوران کے خلاف مقابلہ کے لیے میدان میں کود پڑتے تھے اور ایسے موقع پر جمعیۃ کے پلیٹ فارم سے باشندگانِ ہند کو جمع کر کے اس سے نبرد آزما ہوتے اور دفاعی کارروائی کرتے تھے، چنانچہ ان گندی پالیسیوں کے خلاف ''جیل بھرو''، ''ملک وملت بچاؤ'' اور کئی ایسی تحریکیں چلائیں، درجنوں کانفرنسیں، کنونشن اور احتجاجی جلسے ومظاہرے کرائے، بلکہ مسلمانوں کے حقوق کی حصولیابی کے لیے عدالت تک پہنچے، سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا، پارلیمنٹ میں آوازیں اٹھائیں، حتیٰ کہ بوقت ضرورت میڈیا کے ذریعہ بھی انھوں نے حق وانصاف کی آواز کو بلند کیا اور کبھی بھی ایسے موقع پر نہ ہچکچائے اور نہ پست ہمتی سے کام لیا بلکہ ایسے موقعے پر ان مظالم سے نمٹنے کے لیے پیچھے پڑ جاتے تھے اور ہر ممکن اس کا صحیح حل تلاش کرتے تھے، اور مسلمانوں کے ہر جائز مطالبات کو حکومت کے سامنے بلاخوف وخطر پیش کردیتے تھے۔ غرضیکہ اس مردِ مجاہد نے نہ صرف عوامی سطح پر سماجی اور معاشرتی سدھار پر زور دیا بلکہ سیاسی حلقوں اور ایوانِ حکومت میں بھی قوم و ملت کی دلیرانہ اور جرأت مندانہ نمائندگی کی اور اپنی ہمہ جہتی قیادت سے ملت کو ہر میدان میں فائدہ پہنچایا۔

اداروں سے وابستگی

آپ کی دینی، ملّی، تعلیمی ثقافتی اور سیاسی صلاحیت ایک مسلم حقیقت ہے، جس کی بنا پر ہند و بیرونِ ہند بلکہ پورے عالم اسلام میں متعارف اور شہرت یافتہ تھے، آپ جہاں امّ المدارس دارالعلوم کی نگرانی ہزاروں دینی مدارس و مکاتب کی سرپرستی، خانقاہوں کی نگہبانی اور ملک گیر جماعت جمعیۃ علماء ہند کی کمان سنبھالے ہوئے تھے وہیں پر ہند و بیرونِ ہند کے مختلف اداروں سے وابستہ تھے (اور ہر ایک فریضہ بڑی آن بان اور شان سے ادا فرمایا کرتے تھے) ان اداروں میں سرفہرست ہیں کانگریس ورکنگ کمیٹی، پارلیمانی ضوابط کمیٹی، پارلیمانی یقین دہانی کمیٹی، مسلم یونیورسٹی کورٹ، رابطہ عالم اسلامی مکہ، مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ، مؤتمر اسلامی تونسیہ، مؤتمر فقہی ریاض، مرکزی وقف کمیٹی، ہمدرد ٹرسٹ دہلی، مرکزی حج کمیٹی، آل انڈیا مسلم پرسنل لا، آل انڈیا مجلس مشاورت وغیرہ۔

سوگواری کی لہر

خدا جانے ۶ر فروری ۲۰۰۶ء کی خبر کوئی صاعقہ برق خاطف تھی یا کوئی دھماکہ کہ آج تک ہر سو کہرام مچا ہوا ہے۔ اسلامی دنیا پر غموں کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ رنج والم اور سوگواری کی لہر پھیلی ہوئی ہے، ہر طبقہ کے لوگوں میں اضطراب و بے چینی کی کیفیت طاری ہے، زمین پر ہلچل ہے، سب کہہ رہے ہیں کہ دین وملت کا ایک ستارہ چھپ گیا، اربابِ مدارس ماتم کناں ہیں کہ ایک بے مثال رہبر اور سرپرست مدارس چل بسا۔ منتظمین دارالعلوم پژمردہ ہیں کہ مادرِ علمی کا معمارِ اعظم چلا گیا، علمی حلقوں میں ہنگامہ ہے کہ دارالعلوم کا سپوت اُٹھ گیا، ذمہ دارانِ جمعیۃ علماء غمزدہ ہیں کہ ہمارا رہنما اور امیرِ کارواں رخصت ہوگیا، خانقاہوں میں شور ہے کہ ایک جلتا ہوا چراغ گل ہوگیا، مریدین کے حلقوں میں بیتابی ہے کہ ہم یتیم ہوگئے، ہم سب کے روحانی مربی ہمیں چھوڑ گئے، اربابِ پارلیمنٹ سوگوار ہیں کہ سیاسی عمارت کا ایک بڑا ستون گر گیا، سیاسی میدانوں میں بے چینی ہے کہ ہمارا قائد اور بیباک زعیم چلا گیا، خانوادۂ مدنیت اشکبار ہے کہ ہم سب کے بڑے جس کو دنیا فدائے ملّت اور امیرالہند کے نام سے جانتی تھی ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔ غرضیکہ علمی، سماجی، ملّی اور سیاسی فضا سوگوار اور اہلِ تعلق کے دل فگار اور اشکبار ہیں اور ہر

طرف صفِ ماتم بچھی ہوئی محسوس ہوتی ہے:

ویراں ہے میکدہ خم وساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

ناقابل تلافی نقصان

حضرتؒ کی وفات ایک عظیم سانحہ اور زبردست جانکاہ حادثہ ہے جس سے نہ صرف ہندستان بلکہ امت مسلمہ کی صف قیادت میں خلا پیدا ہوگیا اور ایسا خلا کہ جس کا پاٹا جانا اور پُر ہونا بظاہر دشوار و ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ حضرت کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا نہایت ہی تشویشناک اور ایک نا قابلِ تلافی خسارہ اور نقصان ہے۔ بالخصوص ایسے نازک وقت میں جبکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نت نئے فتنے ابھر رہے ہیں، پروپیگنڈے اور سازشوں کا تانتا لگا ہوا ہے، کہیں قرآنِ مقدس کی توہین کی جارہی ہے تو کہیں قرآن کے مقابلہ میں من گھڑت اور شیطانی کتاب ''فرقان الحق'' کی اشاعت جاری ہے، کہیں قرآن پر ناروا اعتراضات کیے جارہے ہیں تو کہیں کچھ آیاتِ قرآنیہ کو قرآن سے ہٹانے کا مطالبہ جاری ہے تو کہیں اسلام پر حملے کیے جارہے ہیں، کہیں امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین آمیز تصویریں شائع کر کے امت مسلمہ کی دل آزاری اور دل شکنی کی جارہی ہے، ایسے نازک حالات میں حضرت کا وجود ناگزیر تھا، کیونکہ حضرت قوم کی آواز، ملک وملت کے ترجمان قوم وملت کے دھڑکتے دل کی روحِ رواں تھے۔ اور صحیح معنوں میں حضرت:

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر

کے مصداق تھے:

جان کر منجملہ میخانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

شانِ عبقری

حضرت مدنیؒ اس قحط الرجال دور میں ایک منفرد صف اوّل کے بزرگ رہنما تھے اور ملت اسلامیہ کا ایک عظیم سرمایہ تھے، آپ کی پوری زندگی حرکت و عمل سے عبارت تھی، جہدِ مسلسل اور سعی پیہم کا نمونہ تھی۔ آپ کی زندگی میں بزرگانِ سلف کی سی ہمہ گیری تھی، آپ نے ۷۸ سالہ زندگی میں جس طرح مختلف محاذوں پر مختلف النوع خدمات انجام دی ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں، خصوصاً ۵۵ سال میں (جو تعلیمی دور کے بعد کا ہے) جو دینی، مذہبی، ملکی، قومی اور سیاسی خدمات اپنے نرالے انداز پر کی ہیں، اور جس مخلصانہ جدوجہد اور دوراندیشی سے ملت کی رہنمائی فرمائی ہے، وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے، آپ ہمیشہ مسلمانوں کے حقوق کی خاطر سینہ سپر رہے، ان کی جان و مال اور مذہبی تشخص کی لڑائی لڑتے رہے، اور بلا لحاظ تفریق مذہب و ملت مظلوموں اور فسادزدگان کی بھرپور دیکھ ریکھ اور تعاون فرماتے رہے اور ملّی معاملات میں قومی مفادات کے خلاف قانون سازی پر برابر روک لگاتے رہے بلکہ ایسے وقت میں جن الفاظ سے حکمراں وقت کو چیلنج کیا ہے، وہ آج بھی پارلیمنٹ میں بطور ریکارڈ محفوظ ہیں، بسا اوقات حق کی خاطر پارٹی لائن سے ہٹ کر بولنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کی۔ اس طرح آپ نے پارلیمنٹ سے لے کر گاؤں گاؤں تک جس مضبوطی اور بے باکی کے ساتھ ہندستانی مسلمانوں کے حق کے لیے آواز اٹھائی، ہر میدان میں کھل کر کام کیا اور ایمانی تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے فیض پہنچایا یقیناً وہ آپ ہی کا حصہ تھا، آپ کے ہمہ جہت کارناموں کو سامنے رکھتے ہوئے کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ آپ کے احسان تلے ہندستان کا ہر فرد دبا رہے گا۔

اعلیٰ نسبی

آپ کی اعلیٰ نسبی بھی قابلِ رشک اور لائقِ صد افتخار ہے، آپ نسبت پدری میں شیخ العرب والعجم، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے فرزند ارجمند ہیں، تعلیم وتربیت بھی آپ نے کامل ولی قاری اصغر صاحب، والد بزرگوار اور وقت کی دیگر مایہ ناز ہستیوں اور اکابرین امت سے حاصل کی، اور نسبت صہری میں نامور عالم باکمال شیخ الحدیث والتفسیر مولانا حمیدالدین صاحب کے داماد ہونے کا شرف حاصل ہے، طریقۂ قیادت بھی مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی سے سیکھی، اور طریقت وسلوک میں آپ نے والد بزرگوار کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر تصوف کے تمام مراحل طے کیے، گو باضابطہ اجازت حضرت کے وصال کے بعد ان کے معتمد خلفاء نے باتفاق رائے دی، مزید قطب وقت مولانا زکریا صاحبؒ نے خصوصی اجازت مرحمت فرمائی، اور رب کریم کی کرم فرمائی یہ رہی کہ آپ کی جو آخری آرام گاہ ہے وہاں بھی اعلیٰ نسب سے نوازا ''مزارِ قاسمی'' جو دیوبند کا مشہور قبرستان اور علمائے کرام کا مخصوص مدفن ہے، جہاں بڑے علمائے امت، بزرگانِ دین اور اولیائے عظام مدفون ہیں، وہاں آپ کو جگہ ملی اور پرلطف بات یہ کہ آپ اپنے والد بزرگوار کے بالکل بغل میں سپردِ خاک ہوئے:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اعترافِ حقیقت

حقیقت یہ کہ حضرت مرحوم ومغفور خدارسیدہ بزرگ، بلند مرتبہ عالم، دور اندیش مفکر، دینی وملّی رہنما، ایک تابناک ترین ستارہ اور گوہر شب تاب تھے، خدا ان کی قبر پر شبنم افشانی کرے اور کروٹ کروٹ سکون عطا فرمائے، ان کی خدمات جلیلہ ومساعی جمیلہ کو صدقۂ جاریہ بنائے، پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے اور ملت کے لیے ان کا بہترین نعم البدل مہیا فرمائے، آمین!

یارب تو فضلِ خاص عطا کر اسعدؔ کو
نعم البدل دے نازشِ دوراں چلا گیا

○○

مرشد کامل تھے فدائے ملتؒ

مولانا عبدالرحیم بڈیڈوی
ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہریانہ، پنجاب وہماچل پردیش

حضرت امیر الہند مولانا ومرشدنا سیّد اسعد المدنی نوراللہ مرقدہ کی حیاتِ طیبہ کا ہر گوشہ ایسا ہے جس پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے اور اہلِ قلم علماء و دانشور حضرات انشاءاللہ بہت کچھ لکھیں گے۔ یہ ناکارہ عبدالرحیم بڈیڈوی عفااللہ عنہ جنوری ۱۹۶۵ء میں اپنے گاؤں بڈیڈ کے ایک قدیم قبرستان کے سلسلے میں جسے مقامی پنچایت نے پنچایت ہاؤس بنانے کے لیے مسمار کردیا تھا اور پختہ قبریں اکھاڑ دی تھیں۔ حضرت اقدس مولانا سیّد اسعد مدنیؒ سے مشورہ کرنے کے لیے دہلی جمعیۃ علماء ہند کے پرانے دفتر گلی قاسم جان میں حاضر ہوا تھا۔ حضرت اقدس سے احقر کی یہ پہلی زیارت وملاقات تھی۔ حضرت دفتر سے نکل کر کہیں تشریف لے جارہے تھے۔ سلام مصافحہ کے بعد حضرت نے احقر کی حاضری کا مقصد معلوم فرمایا تو احقر نے تمام صورتِ حال عرض کردی۔ حضرت نے فوراً مشورہ دیا کہ مقدمہ دائر کردو اور اسٹے لے لو۔

احقر نے اس قیمتی مشورہ پر عمل کیا۔ دیوانی مقدمہ دائر کر کے اسٹے حاصل کرلیا۔ پنچایت کا کام رک گیا۔ مقدمہ سب جج، سینئر سب جج اور سیشن جج تین عدالتوں میں چلا۔ آخر میں اللہ نے کامیابی عطا فرمادی۔

احقر حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ کے دست حق پرست پر بیعت ہو چکا تھا۔ حضرت کی تلقینات کے مطابق ذکر وشغل کا سلسلہ جاری تھا کہ ایک خواب میں حضرت شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہ کو پہلے غیر شرعی شکل میں دیکھا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد حضرت اپنی اصلی صورت میں تھے۔ احقر نے حضرت کو وضو کرایا اور جس عبا کو حضرت استعمال فرماتے تھے وہ پیش کی۔ حضرت شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہ نماز سے فارغ ہوکر ایک جگہ تشریف فرما ہوئے جہاں بہت تیز روشنی تھی۔ کچھ اور لوگ بھی حضرت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے ناکارہ عبدالرحیم کو تین موٹی موٹی کھجوریں عنایت فرمائیں۔

یہ خواب اپنے مرشدِ کامل کے سامنے جب بیان کیا تو تعبیر ارشاد فرمائی کہ تجھے اس وقت کوئی کوتاہی (بدعملی) ہورہی ہے اسے دور کر۔ انشاءاللہ جلد اصلاح کی صورت پیدا ہوجائے گی۔ حضرت کا فرمانا صادق آیا۔ اللہ نے وہ کوتاہی دور فرمادی اور کچھ دنوں بعد حضرت اقدس مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی مدظلہٗ کے ساتھ بیعت کی اجازت مرحمت فرمادی۔ مذکورہ دونوں واقعات سے حضرت اقدس کا صاحبِ کرامت ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اتباعِ شریعت کی توفیق سے نوازے، آمین!

حضرت عزم وارادے کے کوہِ گراں تھے، جس بڑی سے بڑی مہم کو شروع فرمادیتے تھے پھر اس سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔ احقر نے اپنے ذاتی وسیاسی معاملات میں بارہا حضرت سے مشورے لیے۔ کبھی بھی پست ہمتی کی بات نہیں فرماتے تھے۔ ہمیشہ حوصلہ افزائی اور صحیح پر قائم رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ مسجد عبدالنبی کا آثارِ قدیمہ سے حصول اور بہت ساری قانونی پیچیدگیوں سے نبرد آزما ہوکر مسجد کی کھنڈر دیواروں کی مرمت اور دونوں جانب کمروں کی تعمیر اور مدنی ہال کی عظیم الشان عمارت کی تیاری، گلی قاسم جان میں دومنزلہ وسیع وعریض جمعیۃ بلڈنگ جیسے عظیم الشان کام حضرت کے عزم وارادہ کی بدولت ہی بعون اللہ تعالیٰ تکمیل کو پہنچے۔

اور پھر ملک وملت کو درپیش ہزاروں مسائل کے لیے جو جہاد حضرت نے لڑا وہ خداداد ہمت وصلاحیت کا نتیجہ تھا۔ دینی واصلاحی لائن میں حضرت کا مجاہدہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ پورے سال ملّی وملکی مسائل کے لیے بھرپور جدوجہد کے ساتھ رمضان شریف دیوبند میں اکثر اور دوسرے مقامات پر بھی سکون سے گزارتے ہوئے اپنے ہزاروں متوسلین کی اصلاحِ حال کا کام بھی پوری توجہ اور لگن کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ سینکڑوں حضرات رمضان شریف میں حضرت کے ساتھ رہ کر ذکر وشغل میں وقت گزارتے تھے اور اُن سے کہیں زیادہ تعداد اُن لوگوں کی ہوتی تھی جو اپنے احوال بذریعہ خطوط حضرت کو بھیجتے تھے اور حضرت سب کے احوال سن وپڑھ کر حسبِ حال تلقینات سے نوازتے تھے۔ تقریباً ساڑھے تین سو حضرات کو آپ نے اجازت بیعت سے نوازا ہے۔

خود حضرت کی ریاضت ومشقت کا حال احقر نے بہت قریب سے دیکھا ہے۔ رمضان شریف کی تمام راتیں اللہ کے حضور میں کھڑے کھڑے گزارنا، نہایت الحاح وزاری کے ساتھ دعائیں مانگنا، خوفِ خداوندی سے تھرتھر کانپنا خود احقر نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ فجر کی نماز سے فارغ ہوکر صبح کو جب آرام فرماتے تو کئی بار فرماتے ہوئے سنا ''ہماری رات تو اب شروع ہوگی'' رمضان شریف میں سحر وافطار کے وقت ہمیشہ اس کا خیال فرماتے تھے کہ کوئی

ایسی چیز اپنے سامنے نہ ہو جو دوسرے مہمانوں کو نہ دی گئی ہو۔ سب کے سامنے ہو تو میرے سامنے بھی رکھو ورنہ لے جاؤ۔

کھانا کھاتے وقت اگر کسی کو دیکھتے کہ وہ دسترخوان سے کچھ علیحدہ ہے، سالن نہیں کھا رہا ہے تو فرماتے جو چیز تم کو مرغوب ہو وہ بتاؤ منگا دیتے ہیں۔ چنانچہ اس کی اشتہا کے مطابق کوئی بھی چیز منگا دی جاتی تھی۔ مہمانوں کی ذرا سی تکلیف برداشت نہیں ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ رمضان شریف میں مہمانوں کی روٹیاں دارالعلوم کے مطبخ میں پکوالی تھی۔ نماز مغرب کے بعد روٹیاں آنے میں کچھ دیر ہوگئی تو حضرت کو سخت تکلیف ہوئی اور اسی وقت فیصلہ فرمالیا کہ کل اپنا باورچی منگا کر روٹیاں گھر پر پکوائیں گے۔ چنانچہ وہی ہوا۔ ڈابھیل میں رمضان گزرا تو کچھ مہمان (تقریباً ۳۵) ایسے تھے جو گجراتی کھانا کڑھی اور تل کے تیل کے پراٹھے پسند نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے حضرت کے خادم کی حیثیت سے احقر سے کہا کہ یہ پریشانی حضرت کو پیش کی جائے۔ احقر نے حضرت سے عرض کر دیا۔ فرمایا کہ ایسے کتنے لوگ ہیں؟ احقر نے عرض کیا ۳۵ کے قریب ہیں۔ احقر نے اُسی وقت حضرت مولانا محمد سعید صاحب بزرگ (میزبان) سے فرمادیا کہ ان لوگوں کو علاحدہ سے کھانے کا انتظام کیا جائے چنانچہ حضرت کے حکم کی تعمیل کی گئی۔

ٹانڈہ میں رمضان گزرا۔ یہ ناکارہ عبدالرحیم بھی ساتھ تھا۔ رمضان گزار کر دہلی روانگی ہوئی تو حضرت نے احقر کا ٹکٹ اکبر پور سے دہلی کا خود خریدا۔ حضرت دوسرے ڈبے میں تھے تو راستے میں اپنے ڈبے سے اُتر کر مجھ ناکارہ کا حال معلوم فرماتے تھے۔

احتیاط اور تقویٰ تو آپ کا بہت بلندی پر تھا۔ جب کبھی سفر سے دفتر پہنچتے اور کچھ رقوم لوگوں سے جماعت کے لیے دی جاتی ان کو پہلی فرصت میں دفتر کے محاسب کے حوالہ فرماتے اور تاکید ہوتی کہ فوراً رسید کاٹ کر روانہ کرو۔ ۲۷/جون ۱۹۶۸ء کو پریس فنڈ کے سلسلے میں ایک حضرت میرے گاؤں بڈیڈ تشریف لائے تھے جہاں ایک بڑے اجتماع میں علماء کی موجودگی میں جمعیۃ علماء ضلع گوڑگانوہ (جس کے صدر حضرت مولانا نیاز محمد رحمۃ اللہ علیہ تھے) کی طرف سے گیارہ سو تہتر روپے حضرت کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ حضرت نے بڑی مسرت کے ساتھ قبول فرمائے اور دفتر پہنچ کر فوراً رسید وصولیابی بھجوائی۔ اور اس سے بڑی احتیاط اور تقویٰ کیا ہوگا۔ ایک مرتبہ احقر سے فرمایا کہ میری ذاتی ڈاک دیوبند کے پتے پر جانی چاہیے۔ میں اپنے خطوط دفتر کے ملازمین سے لکھوانا پسند نہیں کرتا ہوں۔ حضرت کی پوری زندگی خوبیوں اور کمالات سے بھرپور تھی۔ وہ حضرت شیخ الاسلامؒ کے سچے جانشین اور شریعت مطہرہ وسنت نبویہ کے صحیح طریقہ پر دل وجان سے پابند تھے۔ اللہ پاک ان کو غریق رحمت فرمائے، آمین!

ایک عجیب خواب

ناکارہ عبدالرحیم بڈیڈوی حضرت سیّدی ومرشدی مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے ساتھ رمضان ۱۳۷۸ھ میں دیوبند کی جامع مسجد میں معتکف تھا۔ ۲۴/رمضان ۱۳۷۸ھ کی صبح کو حضرت حسبِ معمول آرام فرمانے لگے تھے اور تقریباً سب ہی مہمان سو گئے تھے۔ میں کسی ضرورت سے اُٹھا تو دو آدمی حضرت سے ملنے کے لیے بے چین تھے۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت کب جاگیں گے؟ میں نے کہا کہ ابھی تو سوئے ہیں، دیر میں اٹھیں گے۔ میں نے مزید کہا کہ کام کیا ہے؟ تو انھوں نے ایک تحریر صوفی عبدالشکور صاحب کی مجھے دِکھائی کہ یہ حضرت کو پیش کرنی ہے۔ میں نے وہ تحریر لفظ بلفظ نقل کرلی اور وعدہ کیا کہ میں اسے حضرت کی خدمت میں پیش کردوں گا۔ چنانچہ میں نے پیش کردی۔ حضرت نے تحریر پڑھی اور مسکرا کر مجھے واپس فرمادی۔ لیکن اس سے حضرت کے بلند مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔

صوفی عبدالشکور صاحب معتکف مظفرنگر بیان کرتے ہیں کہ میں ۲۳/رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ کی شب میں قبلہ رُخ کیے ہوئے مسجد کی دیوار کے سہارے بیٹھ کر درود شریف پڑھ رہا تھا۔ اچانک میرے اوپر غنودگی طاری ہوئی اور میں نے دیکھا کہ مسجد کافی وسیع ہوگئی ہے اور اس کے بیچ میں ایک چبوترہ ہے جس پر ایک منبر بنا ہوا ہے۔ مسجد کے داہنی طرف حضرت گنگوہیؒ، بائیں طرف حضرت شیخ الاسلامؒ، سامنے مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اور اِردگرد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت تھانویؒ وغیرہم حضرات تشریف فرما ہیں۔ حضرت حاجی صاحب نے حضرت گنگوہیؒ سے فرمایا کہ رشید احمد حسین احمد سے کہہ دو کہ وہ اسعد کو مجھ پر بٹھائیں۔

اس کے بعد سامنے ایک دروازہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے۔ آپؐ کے ہاتھ میں ایک ہار تھا جو آپ نے حضرت حاجی صاحب کو مرحمت فرمایا اور حکم دیا کہ یہ ہار اسعد کے گلے میں ڈال دو۔ اس کے بعد حضرت تھانویؒ نے حضرت شیخ الاسلامؒ کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام زندہ ہوگیا۔

آگے معتکف صاحب فرماتے ہیں کہ جس دیوار سے میں سہارا لگائے ہوئے بیٹھا تھا اس میں ایک قمقمہ روشن ہوا۔ میں نے کہا کہ یہاں تو قمقمہ نہیں تھا۔ یہ روشنی کیسی ہے؟ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خدا کا نور ہے۔ ○○

تیرے اعمالِ ابد تک نہ مریں گے ہرگز

مولانا عبدالمتین بنارسی
جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء بنارس

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

ملت اسلامیہ کا سالارِ کارواں، ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں، قافلۂ امت کا بیباک حدی خواں، ہزاروں اسلامی اداروں کا سرپرست ومعمار، میدانِ سیاست کا عظیم سالار، سلوک وطریقت کا امام دوراں، اسلامیہ ہند کا وہ گوہر نایاب جو نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک ملّی قیادت کے اُفق پر چمکتا رہا، جس کی قوتِ عمل، استقامت، جرأت وحق گوئی، سیاسی بصیرت، اصابت وصلابت رائے ضرب المثل بنی رہی، دینی حمیت وغیرت کا وہ کوہِ گراں جو ہمیشہ باطل طاقتوں اور گمراہ کن فتنوں کے سامنے سدِسکندری بن کر سینہ سپر رہا، جو بلاشبہ اس دَور میں علمائے حق اور جماعت حقہ کا سرخیل رہا، قومی یکجہتی، رواداری اور بھائی چارہ کی روشن علامت اور ہزاروں قومی ودینی اداروں اور جماعتوں کا روحِ رواں، اسلاف کا نمونہ، ماضی اور حال ومستقبل کی روشن امید گاہ تھا، جس کی زندگی جہدِ مسلسل سے تعبیر تھی۔ افسوس یہی ماہتابِ ہدایت و آفتابِ عزیمت، ہردلعزیز اور نابغۂ روزگار شخصیت، شیخ العرب والعجم شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہٗ صدر جمعیۃ علماء ہند کا سچا جانشین فدائے ملت امیرالہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ صدر جمعیۃ علماء ہند گذشتہ ۷؍محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۶؍فروری ۲۰۰۶ء بروز دوشنبہ شام پونے چھ بجے دہلی کے اپولو اسپتال میں تین مہینہ پانچ یوم بیہوشی ونیم بیہوشی کی حالت میں زیرعلاج رہے، دمِ آخر آنکھ کھولی، زبان پر اللہ اللہ کا ذکر کرتے رہے۔ یہ سلسلہ تقریباً دس منٹ تک جاری رہا۔ پھر اپنی زبان اور آنکھ کو ہمیشہ کے لیے بند کرلیا۔ ایسا محسوس ہورہا تھا کہ سورہے ہیں، ابھی بیدار ہوجائیں گے اور جیسے زبان حال سے یہ گویا ہوں:

سنے جاتے نہ تھے تم سے مرے دن رات کے شکوے
کفن سرکاؤ میری بے زبانی دیکھتے جاؤ

اس حال میں اپنے رفیق اعلیٰ سے جاملے اور وہ متاعِ کارواں جاتا رہا۔

اپنی بوڑھی والدۂ محترمہ، برادران، اولاد واحفاد اور ہزاروں متعلقین و منتسبین کو روتا، بلکتا، غمزدہ چھوڑ کر غریقِ رحمت ہوگئے:

ہوگیا مخمور اس آغاز کا انجام بھی
میں نے غم کھاتو لیا لیکن مجھے غم کھا گیا

آپ کی وفاتِ حسرت آیات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا محال ہے۔ آپ کی وفات نہ صرف ملت اسلامیہ بلکہ پوری انسانی برادری کا نقصان ہے۔ مسلمانوں کے بنیادی دستوری حقوق کی بحالی، فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام، مظلومین کی امداد وبازآبادکاری اور قانونی چارہ جوئی، یکساں سول کوڈ کی مخالفت، ملک وملت بچاؤ تحریک، عرب حمایت کنونشن، تحفظ حرم کی جدوجہد، فرقہ واریت مخالف مہم، قومی اتحاد وشہری حقوق کے تحفظ کی مہم، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اقلیتی کردار کی بحالی کی مہم، اصلاحِ معاشرہ کی مہم، قادیانیت کے خلاف ملک گیر تحریک، آسام کے مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لیے مہم، اترپردیش عبادت گاہ بل کے خلاف ملک بھر میں تحریک، مسلم فنڈ کا قیام، محکمہ شرعیہ کا قیام، مسلم اوقاف کے تحفظ کی مہم، رابطہ مدارس عربیہ کی تحریک وغیرہ عنوانات کے تحت آپ کی خدمات ہمیشہ یاد کی جاتی رہیں گی:

تیرے اعمال ابد تک نہ مریں گے ہرگز
رہنما ہے ترا نقش کفِ پا تیرے بعد

اللہ تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائے، انبیاء، شہدا، صلحاء اور صدیقین کے ساتھ جنت الفردوس کے اعلیٰ ترین مقام میں جگہ مرحمت فرمائے، دارالعلوم دیوبند، جمعیۃ علماء ہند اور پوری امت اسلامیہ کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین!

ہم تمام ممبران وبہی خواہانِ جمعیۃ علماء ومسلم فنڈ بنارس تمام پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک اور صبر وسکون کے طالب وداعی ہیں:

جاوداں وہ سایۂ دامانِ رحمت میں رہیں
تیرے جلوؤں سے مشرف باغِ جنت میں رہیں

بعجلت تمام حضرت امیرالہند کے جسد خاکی کو اپولو اسپتال سے لاکر دفتر جمعیۃ علماء ہند کے مدنی ہال میں رکھا گیا، جہاں وزیراعظم ہند منموہن سنگھ، صدر آل انڈیا کانگریس کمیٹی سونیا گاندھی، لالو پرساد یادو اور دیگر وزراء، منسٹر، سماجی وملّی اور دینی تنظیموں سے وابستہ لوگوں کا تانتا لگ گیا۔ جیسے ہی یہ خبر نشر ہوکر بجلی کی طرح ملک اور بیرونِ ملک پھیلی تو لوگوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ ملت اسلامیہ ہند کا آسرا جاتا رہا، جمعیۃ علماء ہند یتیم ہوگئی، دارالعلوم دیوبند بے سہارا ہوگیا، ہزاروں متوسلین اور منتسبین کے دلوں کی شمعیں بجھ گئیں، اچھے اچھے لوگوں کے اوسان خطا ہوگئے:

فخرِ ملت نازشِ ہندوستاں جاتا رہا

جس نے جہاں سنا وہیں سے دیو بند کی راہ لی، جس کو جہاں سے جو سواری ملی راتوں رات حضرت فدائے ملت نور اللہ مرقدہٗ کا آخری دیدار کرنے کے لیے وہ چل پڑا۔ وہ ازدہام ہوا کہ کنٹرول کرنا مشکل ہوگیا۔ کیا عورتیں کیا مرد، کیا بچے کیا بوڑھے، سب حیران و پریشان غم واندوہ سے نڈھال کہ:

نہ سوتے کٹتے ہے نہ روتے کٹتے ہے

رات تقریباً گیارہ بجے بذریعہ ایمبولینس حضرتؒ کا جسد خاکی دیو بند کے لیے روانہ ہوا جو کہ تقریباً تین بجے شب میں دیو بند پہنچا۔ راتوں رات غسل وکفن سے فراغت کے بعد لوگوں کے اصرار پر زیارت کے لیے دارالعلوم کی دارالحدیث تحتانی میں رکھا گیا مگر ازدہام کی وجہ سے ایسا کرنا ممکن نہ ہوسکا کہ نماز فجر کا وقت ہوگیا۔

بعد نماز فجر سورج بلند ہوتے ہی سات بجکر بیس منٹ پر باب الظاہر کے بالکل قریب جنازہ رکھا گیا۔ شمال میں مدنی گیٹ سے گزر کر مسجد رشید کے آخری گوشہ تک جنوب میں معراج گیٹ سے ہوکر رواق خالد کے صحن تک۔ مشرق میں دارالعلوم کے مہمان خانہ کے پیچھے تک۔ اس درمیان کے تمام صحن، دالان، درسگاہیں، طلبہ کی قیام گاہیں، نودرہ، احاطہ مولسری، صدر گیٹ وغیرہ میں اوپر تلے کوئی ایسی جگہ خالی نہ تھی جہاں نماز جنازہ کے لیے صفیں نہ لگی ہوں۔ جن لوگوں کو دارالعلوم دیکھنے کی سعادت حاصل ہے وہ بخوبی اس کی وسعت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے کہ چڑھا آرہا ہے اور لوگ حیرت میں ہیں کہ اتنی صبح اتنی کثرت سے لوگ کہاں سے آگئے اور کیسے انھیں خبر ہوئی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ میں لمبی لمبی بلّیاں باندھ دی گئی تھیں کہ لے جانے میں سہولت ہو اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو کاندھا دینے کی سعادت حاصل ہو۔ پھر بھی مدنی گیٹ سے ہوتا ہوا تقریباً دو گھنٹے میں جنازہ مزارِ قاسمی پہنچا جہاں حضرت فدائے ملت کو ان کی آخری آرام گاہ پہنچایا گیا اور ان کے والد محترم حضرت شیخ الاسلامؒ کے پہلو میں جانبِ غرب دفن کردیا گیا۔

دید کی پیاسی نگاہیں تجھ کو پائیں گی کہاں

حضرت فدائے ملتؒ کے عام ذوق کے مطابق جلدی کرنے کے باوجود پورا قصبہ دیو بند عقیدت مندوں سے بھر گیا۔ ارادتمندوں کا ہجوم ہے کہ بڑھتا ہی جارہا ہے۔ جدھر نگاہ اٹھا کر دیکھا انسانوں کا سر ہی سر نظر آرہا تھا۔ ظہر کے قریب تک مٹی دی جاتی رہی۔ ۸/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۷/فروری ۲۰۰۶ء بروز سہ شنبہ صبح تقریباً ۹ بجے دیو بند کے تاریخی قبرستان مزار قاسمی میں علم وعمل، روح وتقویٰ، خلوص وللّٰہیت، جرأت وشجاعت اور روحانیت وعزیمت کے اس عظیم پیکر کو سپردِ خاک کرکے باچشم نم اپنے اپنے گھروں کو لوٹتے ہوئے لوگ اپنی زبان حال سے یہ کہتے جارہے تھے:

اسے کنجِ لحد میں گو کہ چھوڑا بھی نہیں جاتا
مگر حکمِ رسول اللہ توڑا بھی نہیں جاتا
سنا ہے دفن کرنا افضل و مسنون ہوتا ہے
سر آنکھوں پر یہ سنت، گو ہمارا خون ہوتا ہے
سرِ تسلیم خم ہے سیدِ لولاکؐ کے آگے
جنابِ احمدِ مرسلؐ کے حکمِ پاک کے آگے
تجھے اے مرشدِ عالم سپردِ خاک کرتے ہیں
ہم اسی طرح سے تعمیلِ شہِ لولاک کرتے ہیں
خدا کی رحمتیں تیری لحد پر سایہ فرمائیں
ہمیشہ تیری تربت پر فرشتے پھول برسائیں

اکابر علمائے، ہندوستانی ایوانِ بالا کے ذمہ داروں کے علاوہ پاکستان، بنگلہ دیش، افریقہ، انگلینڈ، کیرالا، مدراس، بنگلور، گوہاٹی، تری پورہ، آسام اور بہار کے مختلف اضلاع سے لوگوں کی آمد کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ اس طرح نہ جانے کہاں کہاں سے لوگ نذرانۂ عقیدت، تعزیت، ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کے لیے کشاں کشاں اس حال میں دیو بند پہنچتے رہے کہ:

دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

اہالیانِ بنارس خصوصاً ساکنانِ مدنی منزل بنارس (جہاں حضرت ہمیشہ قیام فرماتے رہے) سے حضرت فدائے ملتؒ کو ہمیشہ سے ایک خصوصی تعلق رہا ہے۔ پدرانہ شفقت فرماتے اور سرپرستی کرتے رہتے۔ ہمارے گھریلو اور تجارتی حالات عموماً حضرت کے علم میں ہوتے۔ اس طرح مشورے دیتے جیسے کوئی جہاں دیدہ، مشاق اور ماہر تاجر جو تجارت کے ہر نشیب وفراز سے پوری واقفیت اور مہارت تامہ رکھتا ہو، جس سے طمانیت قلب حاصل ہوتی اور فائدہ پہنچتا۔ حضرت امیر الہند انجمن محمود المدارس جامعہ اسلامیہ مدن پورہ اور مسلم فنڈ بنارس کے تادم آخر سرپرست رہے اور مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔

آج سے تقریباً بیس سال پہلے ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا: میرا جی چاہتا ہے کہ وسط شہر بنیا باغ کے میدان میں جمعیۃ علماء بنارس کی جانب سے سیرتِ پاک کا سالانہ جلسہ کیا جائے لیکن قرب وجوار میں اپنے ہم مسلک لوگوں کے نہ ہونے کی بنا پر ہم لوگوں کی ہمت نہ ہوتی تھی لیکن حضرت کے بار بار اصرار اور ترغیب دلانے پر بنامِ خدا ہم لوگوں نے سولہ سترہ سال سے اسی میدان میں سیرت کانفرنس کے عنوان سے دوروزہ جلسہ کرنا شروع کردیا جو کہ اپنی افادیت اور شرکاء کی تعداد کے اعتبار سے روزافزوں کامیابی کی طرف گامزن ہے جس میں ضلع مئو، جونپور، غازیپور، اعظم گڑھ اور اطراف کے لوگ کافی تعداد میں شرکت کرتے ہیں جو محض حضرت کی توجہات کی برکت ہے۔ کانفرنس کے موسم میں دوتین ماہ قبل ہی مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی سے تقاضہ فرماتے کہ کانفرنس کب ہورہی ہے۔ مفتی ابوالقاسم صاحب کہتے ہیں کہ حضرت یہ تو

آپ کی کانفرنس ہے، تو حضرت فرماتے کہ تاریخ طے کر کے مجھے خبر کر دینا۔ مجھے یاد آتا ہے کہ بجز ایک سال کے ہمیشہ آپ تقاضہ کر کے تاریخ متعین کراتے اور کانفرنس میں شرکت فرماتے۔ پورا دن بنارس رہتے، ظہر بعد مدنی منزل میں خصوصی اجلاس کے اندر حسبِ حال تقریر فرماتے۔ بعد نماز مغرب شائقین کو بیعت فرماتے۔ پھر رات میں کانفرنس کے اندر وعظ فرما کر واپس تشریف لے جاتے اور دعاؤں سے نوازتے۔ شدت علالت کے باوجود پچھلے سال مئی کے مہینہ میں سیرت کانفرنس میں شرکت کی غرض سے بنارس تشریف لے آئے۔ اجلاس خصوصی، پھر رات کے اجلاس عمومی میں نہایت انشراحِ صدر کے ساتھ ڈیڑھ دو گھنٹے تک ایسا وعظ فرمایا جیسے لوگوں کے دلوں میں بات اُترتی چلی جارہی ہو۔ اختتام اجلاس کے بعد ہر خاص وعام کی زبان پر تھا کہ ایسی تقریر سننے میں نہیں آتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنارس والوں کے لیے حضرت کی یہ آخری تقریر ہے۔ مشیت ایزدی کچھ ایسی ہی ہوئی کہ ابھی کانفرنس کو تین ماہ باقی تھے کہ حضرت فدائے ملت اللہ کو پیارے ہوگئے۔ یہ بھی حضرت کی ایک خاص صفت تھی جو منجانب اللہ آپ کو عطا ہوئی تھی کہ جو جتنا حضرت سے قریب ہوتا اس کی عقیدت حضرت کے ساتھ بڑھتی ہی جاتی اور یہ محسوس کرنے لگتا کہ حضرت سب سے زیادہ مجھ ہی کو مانتے ہیں اور میرے اوپر شفقت فرماتے ہیں:

کانوں میں آ رہی ہیں بھولی ہوئی صدائیں

بنارس کا ایک وفد بھی پسماندگان سے تعزیت کے لیے دیوبند پہنچا جس میں مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی، مولانا عبداللہ ناصر صاحب قاسمی، الحاج عبدالمغنی صاحب، الحاج حافظ عبدالمعید صاحب، الحاج عبدالمعز صاحب، الحاج عبدالعزیز صاحب، الحاج محمد عارف صاحب، الحاج محمد جنید صاحب، الحاج منظور احمد صاحب، مولانا محمد آزاد صاحب، مولانا عبدالمعید صاحب قاسمی، مولانا انوار احمد صاحب، الحاج حافظ خالد محمود صاحب اور عبدالمتین و مولانا قاری ازہر جمال صاحب جلال پوری شامل تھے:

شدتِ غم نے ہمیں مجبور کردیا
دل پہ جو گزری ہے اس کو بھی بتا سکتے نہیں

ماہ وسال کی گردش جاری ہے اور انقلابات ہر روز ہندستان کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں۔ ملک کا مستقبل فرقہ پرست تنظیموں کے ہاتھوں تاریک ہوتا چلا جارہا ہے، مسلمانوں کے مسائل روز بروز اُلجھتے رہے ہیں، مسلم جماعتیں اپنے اپنے طریقہ کے مطابق مسلمانوں کی مشکلات اور مسائل کے حل کے لیے کوششیں کر رہی ہیں، مگر حالات ہیں کہ سدھرنے کا نام ہی نہیں لیتے، پیچیدہ امراض کے علاج میں معالجین کو جو زحمتیں پیش آتی ہیں اور امید وبیم کی جو کیفیات سامنے آتی ہیں بعینہٖ وہی حالات مسلم رہنماؤں کے سامنے ہیں۔ سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ملت کے بہترین افراد یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، مسلم زعما ایک ایک کر کے اُٹھتے جارہے تھے۔ جمعیۃ علماء ہند کے بڑے بڑے قائدین ہمارا ساتھ چھوڑ چکے تھے، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، شیخ العرب والعجم شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند اپنے رب سے جاملے۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد ہم سے روٹھے، سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب نے ہمیں تنہا چھوڑا، مجاہدِ ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے ہمیں ہمیشہ کے لیے داغِ مفارقت دیا۔ غرض آسمانِ قیادت کے سارے ہی درخشاں ستارے ڈوب چکے تھے۔

ایک غم ہو تو کوئی شکوہ کرے، ایک مصیبت ہو تو بیان کی جائے، جب پورا جسم زخموں سے بھرا ہو تو پھایہ کہاں کہاں اور کیسے رکھا جائے۔ الغرض ۱۹۴۷ء کے پرآشوب زمانہ میں جن بزرگوں نے مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدم جمائے تھے اور پامردی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنے اور مستقبل کو سنوارنے کی راہ بتائی تھی۔ وہ سب یکے بعد دیگرے اللہ کو پیارے ہو چکے۔ انگریز کے خلاف اس ملک میں جو جنگ لڑی گئی اور تقسیم ملک پر جس کا اختتام ہوا اس کی بچی کھچی فوج کا ایک بوڑھا سپاہی (حفظ الرحمٰن) باقی رہ گیا ہے، جس کے مجاہدانہ کردار سے ہندستان کا ہر پڑھا لکھا آدمی اچھی طرح واقف ہے اور صمیم قلب سے معترف ہے، وہی حفظ الرحمٰن اپنی زندگی کی آخری منزل ہے۔ ان کی گرتی ہوئی صحت کو دیکھ کر ہر شخص متفکر ہے۔ یہ سوال بار بار ذہنوں پر دستک دے رہا ہے کہ مجاہد ملت کے بعد کون کشتیٔ ملت کا ناخدا بن سکتا ہے؟ آزادی کے بعد مسلمانوں کا ایک مسئلہ بھی تو حل نہیں ہوا۔ گتھیاں سلجھتیں کہاں تک کہ ان کی گرہیں اور مضبوط ہوتی جارہی ہیں۔ جمعیۃ علماء ہند آج بھی ایک متحرک تنظیم ہے اور اس میں ہزاروں فداکار موجود ہیں مگر حفظ الرحمٰن کی جانشینی کا حق کون ادا کرے گا؟ ہندستانی مسلمانوں کی چارہ گری کے لیے جس انسان کی تلاش ہے وہ کہاں ہے؟ خدا کی کارسازی پر ایمان لانا ہی پڑتا ہے۔ اگر اس نے زخم دیا تو مرہم بھی اسی نے بخشا۔ اس نے مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کو یہ توفیق بخشی کہ مسلمانوں کی جان ومال کے تحفظ کے لیے سر کی بازی لگائی اور اپنے سارے کاموں کو چھوڑ کر صرف اسی کام کے ہورہے تو اسی خدا نے ہندستانی مسلمانوں کی نصرت وحمایت کے لیے شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے چہیتے بیٹے فدائے ملت کو کھڑا کر دیا۔

فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی قدس سرہٗ صدر جمعیۃ علماء ہند ۶؍ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۷؍اپریل ۱۹۲۸ء بروز جمعہ یوپی کے مشہور ضلع سہارنپور کے قصبہ دیوبند میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تربیت میں آپ کی والدہ ماجدہ کا بڑا حصہ ہے۔ مگر افسوس کہ ابھی آپ کی عمر تقریباً نو سال کی تھی کہ ۱۳۵۵ھ میں آپ کی والدہ ماجدہ کا وصال ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام کے خصوصی خادم اور آپ کے خانوادے کے مربی

حضرت مولانا قاری اصغرعلی صاحب سہسپوریؒ کی زیرنگرانی آپ نے تعلیم کے مراحل طے کیے اور ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد آپ کچھ عرصہ مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ اس کے بعد ۲۸؍شوال ۱۳۷۰ھ کو آپ کا دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے لیے تقرر کیا گیا۔ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء تک آپ دارالعلوم دیوبند کے مدرس رہے۔ اس بارہ سالہ تدریسی دور میں زیادہ تر درجات متوسطہ کی کتابیں آپ کے زیر درس رہیں۔ آپ دارالعلوم سے تدریسی تعلق بھی مسلسل برقرار رکھنا چاہتے تھے لیکن اس طرح کے حالات پیدا کردیئے گئے کہ آپ کو بادلِ ناخواستہ یہ تعلق ختم کردینا پڑا۔ پھر ملّی خدمات بھی اس بات کی متقاضی تھیں کہ آپ پورا وقت اسی میدان میں صرف کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قسمت میں سارے عالم کو فیضیاب کرنا لکھا تھا اس لیے آپ دارالعلوم کی تدریسی خدمات (جو تمام تر اعزازی تھیں) سے علاحدگی اختیار کرکے قومی خدمت اور رشد وہدایت کے میدان میں آگئے۔ ملت کی بہی خواہی میں ایسے موڑ آہی جاتے ہیں جب مدرسہ وخانقاہ کو چھوڑنا پڑتا ہے اور قلم وکتاب کی جگہ شمشیر وسنان کو ہاتھ میں لینا پڑتا ہے۔

جمعیۃ علماء ہند سے فکری ہم آہنگی آپ کو گھریلو ماحول سے عطا ہوئی تھی۔ آپ نے آنکھیں کھول کر تحریکات ہی تحریکات دیکھی تھیں۔ اپنے عظیم باپ کی قربانیوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا اور حضرت شیخ الاسلامؒ کے جیلوں میں جاتے وقت فراق کے غم انگیز لمحات بھی دل پر پتھر رکھ کر برداشت کیے تھے۔ ان حالات نے آپ کو تپا کر کندن بنادیا تھا۔ قومی خدمت آپ کے رگ وپے میں رچ بس گئی تھی۔ جمعیۃ علماء سے آپ کو جذباتی لگاؤ تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ الاسلامؒ کی زندگی ہی میں آپ جمعیۃ علماء دیوبند کے نائب صدر بنادیئے گئے۔

۱۹۵۷ء کے اواخر میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ صدر جمعیۃ علماء ہند کی وفات کے بعد جمعیۃ سے وابستہ لوگوں کی نظریں بے اختیار آپ کی طرف اُٹھنے لگیں۔ اس وقت پوری جماعت کے دلی جذبات آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت شیخ الاسلام کے متوسلین کے لیے آپ کی شخصیت مرجع وسرچشمہ بن گئی تھی۔ آپ جہاں بھی جاتے عوام کا عظیم مجمع آپ کی زیارت اور آپ سے استفادہ کے لیے اُمڈآتا۔ نہ صرف عوام بلکہ خواص کی نظر میں بھی آپ کا مقام نہایت بلند تھا۔ حضرت شیخ الاسلام سے انتساب اور آپ کے نقشِ قدم کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کی ادا نے آپ کو بڑے بڑے اکابر وقت کا مخدوم بنادیا تھا۔

آپ نے اپنے والد محترم حضرت شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہٗ کے دست حق پرست پر بیعت کرکے تصوف وسلوک کے تمام مراحل طے کرلیے تھے اور حضرت اپنی اخیر زندگی میں متوسلین کو آپ کے حوالے کرنے لگے تھے، جو آپ کی تکمیل کی طرف اشارہ تھا۔ اسی بنا پر حضرت شیخ الاسلام کے وصال کے بعد حضرت کے تمام خلفاء نے متفق ہوکر آپ کو اجازت سے نوازا نیز قطب عالم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے آپ کو خصوصی اجازت مرحمت فرمائی اور بیعت وارادت کا سلسلہ جاری رکھنے کا حکم فرمایا۔ ان اہل اللہ نے آپ کو جس مقام ومنصب پر فائز کیا تھا آپ نے اس منصب کی ذمہ داری کامل طریقہ پر نبھائی۔ آپ کے ذریعہ نہ صرف ہندستان بلکہ پورے برِصغیر، افریقہ، امریکہ، انگلینڈ اور یورپ تک کے ہزاروں فرزندانِ توحید راہ یاب ہوئے اور مدنی سلسلہ سے منسلک ہوئے۔ یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔

آپ کو ملّی خدمت کا عظیم جذبہ وراثت میں عطا ہوا تھا۔ اس نے آپ کو عیش وآرام کی زندگی سے نکال کر قومی قیادت کی وادئ خار دار میں لا کھڑا کیا۔ ۱۹۶۰ء میں مرادآباد میں یوپی جمعیۃ علماء کے اجلاس منتظمہ میں آپ کو ملک کے سب سے بڑے صوبہ اترپردیش کی جمعیۃ علماء کی صدارت کے منصب پر فائز کیا گیا۔ ریاست بھر میں اس انتخاب پر مسرت محسوس کی گئی۔ جہاں پہنچتے نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا جاتا۔ جلسے منعقد کیے جاتے، سپاسنامے پیش کیے جاتے، اسی دن سے آپ نے جمعیۃ علماء کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا اور پوری زندگی اور خدمات اس کے لیے وقف کردیں۔ آپ کے صدر بنتے ہی صوبائی جمعیۃ کا ہنگامی دورہ ہوا اور آپ نے پوری سرگرمی کے ساتھ یوپی کے تمام علاقوں میں جمعیۃ علماء کی نئی شاخیں قائم کیں اور پرانی شاخوں کو بھی زندگی عطا کردی۔ ہر جگہ آپ نے ایسے افراد مقرر کیے جنھوں نے اپنی تگ ودو سے جماعت میں نئی جان ڈال دی۔ جگہ جگہ آپ کی خدمات کو سراہا گیا اور آپ کی قیادت پر لبیک کہا گیا۔ اس دورِ صدارت میں حضرت فدائے ملتؒ نے خاص طور پر پورے صوبہ یوپی میں دینی تعلیمی بورڈ کا نظام مستحکم کرنے پر توجہ مبذول کی اور اسلامی شعائر کی حفاظت، مسلمانوں کے تشخص کے تحفظ اور جمعیۃ علماء کی تنظیم پر زور دیا۔

فخر المحدثین استاذِ محترم حضرت مولانا سیّد فخرالدین صاحبؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند کے عہدِ صدارت کی دوسالہ مدت اختتام کے قریب تھی کہ جمعیۃ علماء ہند ایک زبردست صدمہ سے دوچار ہوگئی۔ حضرت مجاہد ملت کا انتقال ہوگیا اور اس حادثہ نے فتنہ کے دروازے بھی کھول دیئے۔ اگلی مدت میں جمعیۃ علماء ہند کی صدارت کے نام پر کئی ایک طالع آزما میدانِ انتخاب میں کود پڑے۔ جمعیۃ علماء کی صفوں میں انتشار محسوس ہونے لگا۔ مخلصین کے سامنے مایوسی کے بادل چھانے لگے اور اپنے اپنے امیدواروں کے لیے فضا بنانے اور کنونسنگ کرنے کے لیے ایسے ایسے ہتھکنڈے استعمال کیے گئے کہ جمعیۃ علماء کی روشن تاریخ داغدار ہوتی نظر آنے لگی۔

جمعیۃ علماء ہند کا اپنا خاص کردار رہا ہے۔ وہاں عہدوں پر پہنچنے کے لیے پروپیگنڈہ اور کنونسنگ کو کوئی دخل نہیں تھا، بلکہ یہ باتیں معیوب سمجھی جاتی رہی ہیں لیکن وہ کردار مجروح ہوتا دیکھا گیا۔ پوسٹر لگائے گئے، لٹریچر چھاپے گئے، فرضی

ممبر سازی کی گئی، منتظمہ کے اجلاس میں شرکت کے لیے جعلی پاس تقسیم کیے گئے، کیا کچھ نہیں ہوا، وہ سب کچھ ہوگیا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ میرٹھ کے ایک اجلاس کی تاریخ اس قسم کی داستانوں سے بھری پڑی ہے۔ چند ماہ کے قلیل عرصہ میں جو مناظر دیکھے گئے وہ جمعیۃ علماء کی تاریخ میں پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے۔

یہی وہ وقت اور ماحول تھا جب جمعیۃ علماء کی ساکھ اور وجود کو قائم رکھنے کی ضرورت تھی کہ جمعیۃ علماء کی ازسرنو شیرازہ بندی کی جائے اور اسلاف کی اس امانت کو تقسیم کی زد سے بچایا جائے اور جمعیۃ علماء کے جاں نثاروں کو یکجا کرکے سرجوڑ کر کوئی فیصلہ کیا جائے۔ اس وقت وہ ناقابل بیان مصیبتیں سامنے آئیں جن کا تذکرہ غم و اندوہ سے بھرا ہوا ہے۔ حالات دگرگوں تھے، فضا ناسازگار تھی، مگر اس عظیم معرکہ کو سر کرنے کے لیے مجاہد باپ کے مجاہد فرزند یعنی جمعیۃ علماء یوپی کے صدر اور جمعیۃ علماء ہند کی مرکزی مجلس عاملہ کے رکن حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنیؒ سامنے آئے اور آپ نے مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۸؍ستمبر ۱۹۶۳ء کو صوبائی جمعیۃ علماء کی طرف سے جمعیۃ علماء ہند کے اکیسویں اجلاسِ عام کی میزبانی کی دعوت پیش کی، جسے مجلس عاملہ نے قبول کرلیا اور اجلاسِ عام کے لیے ۷؍تا ۱۰؍جون ۱۹۶۳ء کی تاریخ اور جائے انعقاد فیضِ عام انٹر کالج میرٹھ مقرر کردی۔

اس نازک موقع پر اجلاسِ عام کی دعوت دینا مولانا سیّد اسعد صاحب مدنیؒ کے لیے ایک عظیم چیلنج ثابت ہوا۔ آپ نے مخالفانہ سازشوں اور اوچھے پروپیگنڈوں کے باوجود رات دن محنتیں اور طوفانی دورے کرکے اجلاس کو تاریخی کامیابیوں سے ہمکنار کیا اور یہ اجلاس جمعیۃ علماء ہند کی تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھ کر نقش ہوگیا۔ اس اجلاس میں جمعیۃ علماء کی نئی شیرازہ بندی ہوئی، مصالحت کی کارروائی انجام پائی اور وہ انتشار جو جماعتی حلقوں کے لیے سوہانِ روح بنا ہوا تھا کافی حد تک دور ہوگیا اور جماعت نئے عزم و حوصلہ کے ساتھ ملّی خدمات کے میدان میں آگئی۔ اس حقیقت کو فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاس عام جس میں دوسرے ٹرم کے لیے بھی فخر المحدثین حضرت مولانا سیّد فخر الدین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کو صدر جمعیۃ علماء ہند منتخب کیا گیا، تنہا حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنیؒ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اگر موصوف کی اس قدر دوڑ دھوپ اور کوشش نہ ہوتی تو شاید یہ اجلاس نہ ہوسکتا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے اس اجلاس کی وجہ سے موصوف کی شخصیت آل انڈیا شخصیت بن گئی:

لوگ خضرِ کاروانِ حال کہتے ہیں تجھے
ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیرِ کارواں تجھ پر

میرٹھ کا یہ اجلاس اگرچہ توقع سے زیادہ کامیاب ہوا تھا جس نے انتشار پسند حلقوں کے حوصلے پست کرڈالے تھے مگر ساتھ ہی ساتھ مستقبل میں خطرہ کی تلوار بدستور لٹک رہی تھی اور ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ کوئی ایسی مضبوط شخصیت مرکزی قیادت میں آئے جو آئندہ فتنوں کا مؤثر دفاع کرسکے۔ ادھر جمعیۃ علماء ہند کے ناظم عمومی سیّد ملت حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ میرٹھ کے اجلاس میں نظامت عمومی کی امانت جمعیۃ علماء کے حوالہ کرچکے تھے۔ جمعیۃ علماء ہند کے جہاں دیدہ صدر فخر المحدثین حضرت مولانا سیّد فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے نازک وقت میں اپنی فراصت ایمانی سے بھانپ لیا کہ اس وقت جمعیۃ علماء کو ایک نوجوان کی ضرورت ہے جس نے اپنی بے مثال جرأت و عزیمت سے اچھے اچھے اصحابِ عزیمت کو حیرت زدہ کردیا ہے اور جو اپنے مجاہدانہ جذبات اور اصابت رائے میں مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ کا مثیل اور سچا جانشین ہے۔

چنانچہ ۹؍اگست ۱۹۶۳ء کی وہ یادگار تاریخ تھی جب فخر المحدثین حضرت مولانا سیّد فخر الدین صاحبؒ نے ناظم عمومی کی نامزدگی کا اپنا دستوری حق استعمال کرتے ہوئے مجلس عاملہ کے مشورہ سے نظامت عمومی کا بارِ گراں فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی قدس سرہٗ العزیز کے دوش پر رکھ دیا۔ دور سے نظامت کا منصب بڑا جاذب نظر اور قابلِ رشک ہوتا تھا، مگر حوادث اور مخالفتوں کے نہ رُکنے والے سیلاب نے اُسے حاملِ منصب کے لیے کانٹوں کے تاج میں تبدیل کردیا تھا۔ ہر طرف تبصروں کی بھرمار تھی، سازشوں کے جال بچھائے جارہے تھے، اپنوں نے نگاہیں پھیر لی تھیں اور غیروں کو ہنسنے ہنسانے اور مذاق اُڑانے کا موقع ہاتھ آگیا تھا لیکن مجاہدِ ملت کا یہ سچا جانشین ان حوادث سے گھبرانے والا کب تھا۔ اس نے تو اللہ کے بھروسہ پر اسلاف کی اس عظیم امانت کو بچانے کے لیے اپنے آپ کو گردابِ بلا کے حوالہ کردیا تھا۔ بہرحال اللہ کا احسان ہے کہ وہ سخت امتحان اس نے جھیلا۔ جمعیۃ علماء ہند انتشار، تذبذب اور موت وزیست کی کشمکش سے نکل کر اپنے وجود کو باقی رکھنے میں کامیاب ہوگئی۔

ان دِنوں میں دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھا اور ہونے والے اجلاس پر لوگوں کے تبصرے سنتا رہا۔ ایک کان سے سنتا دوسرے کان سے نکال دیتا تھا۔ دل اس بات کو قبول کرنے پر آمادہ ہی نہیں ہوتا ہے کہ اگلے ٹرم کے لیے بلاوجہ کسی دوسری شخصیت کو جمعیۃ علماء ہند کی مسندِ صدارت پر بٹھایا جائے۔ پھر مجھے اس قسم کے جھمیلوں میں پڑنے کی فرصت ہی کب تھی۔ جیسے جیسے اجلاس کی تاریخ قریب آتی جاتی ماحول میں گرمی اور تیزی بڑھتی ہی جاتی۔ یکایک ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کوئی دل پر دستک دے رہا ہو کہ تو نہ چمار چودس کے میلے میں جاتا ہے، نہ مشاعروں میں، نہ قصبہ میں ہونے والے کسی جلسہ اور نہ ہی میرٹھ، مظفرنگر، سہارنپور اور دہلی جاتا ہے۔ بس لے دے کر دارالعلوم ہی کی چہار دیواری میں اِدھر اُدھر پھرتا رہتا ہے۔ تجھے اس اجلاسِ عام میں شرکت کے لیے میرٹھ چلنا چاہیے۔ چنانچہ دو ایک روز قبل میں نے مولانا سیّد ارشد صاحب مدنی مدظلہٗ سے عرض کیا کہ میں بھی آپ کے ہمراہ میرٹھ کے اجلاسِ عام میں چلوں گا۔

انھوں نے منظور کرلیا۔ انہی کے ہمراہ میرٹھ فیضِ عام انٹر کالج پہنچا۔ مولانا اپنی قیام گاہ تشریف لے گئے اور میں کالج کے وسیع میدان میں اِدھر اُدھر ایک تماشائی کی طرح ٹہلتا اور جگہ جگہ ٹولیوں میں بیٹھے لوگوں کے متضاد تبصرے دور سے سنتا اور حالات کا جائزہ لیتا رہا۔

حضرت فدائے ملت رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ یکے بعد دیگرے تمام اراکینِ منتظمہ و عاملہ کی قیام گاہوں کا چکر لگا رہے ہیں۔ ہر ایک سے مل کر باتیں کر رہے ہیں، ان کی باتیں سن رہے ہیں اور انھیں راضی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کوئی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہو رہا ہے لیکن وزرائے ملت ہیں کہ مایوس نہیں ہو رہے ہیں اور لا تقطنوا من رحمة الله کا مجسمہ بنے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ گرمی شباب پر ہے۔ سر کا پسینہ پاؤں کی طرف بہہ رہا ہے۔ پورا بدن پسینہ میں شرابور ہے۔ کپڑے بدن سے چمٹ گئے ہیں، مگر اس کی کوئی فکر نہیں۔ اسی حالت میں شام ہوگئی۔ لوگ کھانے اور عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر جلسہ گاہ میں آ گئے اور اکابرین اسٹیج پر پہنچ گئے۔ جلسہ کی کارروائی باقاعدہ شروع ہوگئی لیکن اکابرین اور سامعین جلسہ کے چہروں پر اُداسی چھائی رہی۔ اس موقع پر علامہ انور صابری نے ایک نظم پڑھی جس کا ایک شعر اسی وقت سے یاد ہوگیا:

جو سنگِ گراں بن جاتا ہے تنظیم چمن کی راہوں میں
اپنا ہو کوئی یا بیگانہ ٹھوکر سے کچلنا پڑتا ہے

دوسرے دن فجر بعد ہی سے حضرت فدائے ملتؒ نے پھر ممبران سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ بالآخر اللہ نے نصرت فرمائی، ممبران راضی ہوگئے۔ چنانچہ کالج کے وسیع بند ہال میں فخر المحدثین استاذِ محترم حضرت مولانا سیّد فخر الدین صاحبؒ کی صدارت میں مجلسِ منتظمہ کا خصوصی اجلاس ہوا۔ فدائے ملتؒ کو زندگی میں پہلی مرتبہ زار و قطار روتے ہوئے دیکھا۔ فخر المحدثین خطبۂ صدارت پیش فرما رہے ہیں۔ آواز گھبرائی ہوئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اپنے کاندھے پر رکھے ہوئے حیدرآبادی رومال سے بار بار آنکھوں سے آنسو پوچھ رہے ہیں۔ رات کو پھر اجلاس عام ہوا۔ اس میں بھی علامہ انور صابری نے ایک پرسوز نظم اپنے خاص انداز میں پڑھی جس پر سارا مجمع جھوم اٹھا اور کیفیت طاری ہوگئی۔ اس کا بھی ایک شعر لوحِ قلب پر کندہ ہوگیا:

دعائیں شیخ کی کام آ گئی ہیں
اکابر مل گئے ہیں پھر بچھڑ کے

آج کے اس اجلاس میں عام طور پر لوگوں کے چہروں پر مسرّت و انبساط اور خوشی و سرور کے آثار نمایاں طور پر دیکھے گئے۔ اختتامِ اجلاس کے بعد ہر شخص فرحاں و شاداں اپنے اپنے شہروں کو لوٹ گیا۔ اس طرح میرٹھ کا یہ اجلاس کامیابی سے ہمکنار ہوا اور جمعیۃ علماء ہند انتشار سے محفوظ اور دشمنوں کی نگاہِ بد سے بچی رہ گئی۔ میرٹھ کے اجلاس کی تاریخ اس قسم کی داستانوں سے بھری پڑی ہے۔ یہیں سے جمعیۃ علماء کے ساتھ میری عملی وابستگی کا آغاز ہوتا ہے۔

حضرت فدائے ملتؒ کے ناظم عمومی بننے پر جمعیۃ علماء ہند اور دہلی کے معزّز شہریوں کی طرف سے ۸؍ستمبر ۱۹۶۳ء کو دہلی کے مشہور کانسٹی ٹیوشن کلب میں پرتپاک استقبالیہ دیا گیا جس میں پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہند نے بھی شرکت کی۔ استقبالیہ ایڈریس کے جواب میں حضرت فدائے ملتؒ نے اپنی زندگی کا نصب العین ان الفاظ میں بیان کیا کہ میرے والد ماجد حضرت شیخ الاسلامؒ نے ہمیں ایمان و یقین اور تحصیل و اشاعت دین کے ساتھ وطن عزیز سے تعلق، آزادی سے محبت اور انسانوں کی خدمت کی جو راہ دکھائی تھی میری کوشش یہی ہے کہ جب تک زندہ رہوں ان عنوانات پر زندگی کی داستان ترتیب دیتا رہوں۔

جب آپ نظامت عمومی کے منصب پر فائز ہوئے تو جماعت کے مخلص حلقوں اور شیدائیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ چنانچہ ناظم عمومی بننے کے بعد جب آپ نے پہلی مرتبہ ملک کا دورہ کیا تو پورے ملک میں نہایت گرم جوشی کے ساتھ آپ کا استقبال کیا گیا۔ بڑے بڑے عظیم الشان استقبالیہ جلسے ہوئے، سپاسنامے پیش کیے گئے۔ اخبارات نے اداریے لکھے اور مجاہدِ ملت کی وفات سے جماعتی صفوں میں مایوسی کے جو بادل چھا گئے تھے وہ چھٹنے شروع ہوگئے۔ آپ کی فعال اور اولوالعزم شخصیت سے بجا طور پر یہ توقعات قائم کی گئیں کہ آپ مجاہدِ ملت کی مسند پر بیٹھ کر ان کی خالی شدہ جگہ کو پر کریں گے اور ملّی خدمات کا فریضہ جواں ہمتی کے ساتھ انجام دیں گے۔ بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ آپ سے وابستہ ساری توقعات باحسن وجوہ پوری ہوئیں۔ آپ کی شبانہ روز کی محنت اور جہدِ مسلسل و کثرتِ اسفار کو دیکھ کر بڑے بڑے اخبار نویس یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ ہندستان میں سب سے زیادہ سفر کرنے والے مولانا اسعد مدنیؒ ہیں۔ گویا ہندستان کے چپّے چپّے میں ریلوے لائن انھیں کے لیے بچھائی گئی ہے۔ مولانا مرحومؒ نے دعوتی، ثقافتی اور تربیتی اتنے دورے اندرون و بیرونِ ملک کیے کہ کئی مرتبہ ذرائع ابلاغ میں یہ آیا کہ ان سے زیادہ اسفار کسی دینی یا دنیوی و سیاسی قائد نے نہیں کیے۔ نظامت عمومی کے منصب پر فائز ہونے کے بعد آپ نے جمعیۃ علماء ہند کے شایانِ شان مرکزی دفتر کی تعمیر اور حضرت مجاہدِ ملّتؒ کے دیرینہ خواب کی تکمیل پر بھرپور توجہ دی۔ نئی دہلی کے انتہائی برمحل اور جائے وقوع کے اعتبار سے نہایت مصروف علاقہ میں واقع قدیم مسجد عبد النبی اگرچہ ۲؍فروری ۱۹۶۳ء کو جمعیۃ علماء ہند کے حوالہ کی جا چکی تھی، لیکن ابھی تک اپنی بوسیدگی اور جھاڑ جھنکاڑ کی کثرت کی بنا پر استعمال کے قابل نہ تھی۔ حضرت فدائے ملتؒ نے تعمیری منصوبوں میں مرکزی دفتر کی تعمیر اور مسجد کی آبادی کو اوّلین حیثیت دی۔ آپ کی شبانہ روز جد و جہد سے ۱۹۶۵ء کے اوائل میں جمعیۃ علماء ہند کا مرکزی دفتر گلی قاسم جان کی مصروف گلیوں سے نکل کر مسجد عبد النبی (آئی ٹی او) میں منتقل ہوگیا۔ ۱۹؍اپریل ۱۹۶۵ء

کوشیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب و دیگرا کابر تبلیغ کی معیت میں مسجد عبدالنبی میں تشریف لائے اور دعاؤں سے نوازا۔ ۲۲/اپریل ۱۹۶۵ء کو فخر المحدثین حضرت مولانا فخر الدین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی صدارت میں جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کا اجلاس مسجد عبدالنبی میں پہلی مرتبہ منعقد ہوا۔ آج الحمدللہ یہ دفتر پوری شان وشوکت کے ساتھ ہندستان میں مسلمانوں کی زندگی کی علامت بن چکا ہے۔ اب یہ صرف مسجد تک محدود نہیں رہا بلکہ شاندار مدنی ہال، محمود یہ لائبریری، مہمان خانہ، مفتی کفایت اللہ ہال، دفتر محکمہ شرعیہ، دفتر ہفت روزہ الجمعیۃ، کمپیوٹر سینٹر اور جدید سہولیات سے آراستہ خوبصورت کمپلیکس میں تبدیل ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شاداب رکھے، آمین ثم آمین!

حضرت مجاہدِ ملّتؒ کے انتقال کے بعد سے پارلیمنٹ میں مسلمانوں کی حمایت میں کھل کر آواز اٹھانے والے کی کمی شدت سے محسوس ہوتی تھی۔ ضرورت تھی کہ اس خلا کو پر کیا جائے۔

مجاہدِ ملّتؒ کا کوئی ایسا جانشین انڈین پارلیمنٹ میں پہنچ کر اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دے، جس کے ارادوں کو جبینِ اقتدار کی شکنیں متزلزل کرسکیں، نہ مصلحتِ وقت کے کانٹے اس کے دامن کو الجھا سکیں۔ ملت کی نگاہیں آپ کی طرف اُٹھ رہی تھیں، مگر آپ کا خیال تھا کہ پارلیمنٹ میں نہ جائیں۔ باہر رہ کر ہی کام کریں۔ چنانچہ ۱۹۶۷ء کے عام انتخابات کے موقع پر کانگریس ہائی کمان کی اس پیش کش کو ٹھکرا دیا کہ مظفر نگر پارلیمانی حلقہ سے الیکشن میں حصہ لیں اور فرمایا کہ انتخابات وغیرہ کے چکر میں پڑنا ہمارے بزرگوں کی روایات کے خلاف رہا ہے۔

لیکن دانشوروں اور بہی خواہوں کا اصرار بڑھتا ہی رہا کہ پارلیمنٹ عوامی خدمت کا ایک ضروری اور قومی میدان ہے اور وہاں ایک حفظ الرحمٰن کی کمی گذشتہ پانچ برسوں سے شدت کے ساتھ محسوس کی جارہی ہے تاکہ بیباکی سے مسلمانوں کے مسائل کو اُٹھایا جائے اور حکومت پر اثر انداز ہونے کے لیے اپنے ہمنوا اور موافق فضا پیدا کرنا بہت ضروری ہے۔ اس لیے آپ کا وہاں جانا بھی بہت ضروری ہے مگر حضرت فدائے ملتؒ اپنی رائے پر قائم رہے۔ بالآخر ۱۹۶۸ء میں متعدد حلقوں اور شخصیتوں کے اصرار نیز حالات کے تقاضوں کے تحت راجیہ سبھا کا الیکشن لڑنے کے لیے تیار ہوئے اور منتخب ہو کر پارلیمنٹ میں پہنچے اور ملت کی وہ آرزوئیں پوری کر دِکھائیں جو مجاہدِ ملّت کے انتقال کے بعد آپ کی ذات سے وابستہ کی گئی تھیں۔ ۱۹۶۸ء تا ۱۹۸۴ء تین ٹرم (۱۸ سال) پارلیمنٹ کے ممبر رہ کر ملک وملت کے تمام مسائل کی پوری جرأت و بے باکی کے ساتھ ترجمانی کی اور اعلائے کلمۃ الحق عندالسلطان الجائر کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کی تقریریں پارلیمنٹری ریکارڈ کا ایک حصہ ہیں، جو کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہیں، جن کے مطالعہ کے بعد کوئی شخص یہ کہے بغیر نہ رہ سکے گا کہ اگر فدائے ملتؒ وہاں نہ ہوتے تو ملک کے منتخب نمائندوں اور ذمہ داروں کے سامنے مسلمانوں کے مسائل بھی اس طرح سے نہ آسکتے۔

آپ ۹/اگست ۱۹۶۳ء سے ۱۰/اگست ۱۹۷۳ء تک (۱۰سال) جمعیۃ علماء ہند کے ناظم عمومی رہے۔ ۱۱/اگست ۱۹۷۳ء کو مجلس عاملہ کے اجلاس میں ریاستی جمعیتوں کی سفارشات بسلسلۂ صدارت جمعیۃ علماء ہند پیش ہوئیں۔ چونکہ دوسرے حضرات نے اپنے نام واپس لے لیے اس لیے تنہا حضرت فدائے ملت کا نام باقی رہ گیا اور اتفاقِ رائے سے فدائے ملت صدر منتخب ہوئے۔

جس وقت آپ نے صدارت کا بارِ گراں سنبھالا اس وقت ملک فسادات کی آگ میں جھلس رہا تھا۔ ملک میں نراج اور لاقانونیت پھیل گئی تھی۔ لا اینڈ آرڈر نام کی کوئی چیز باقی نہ تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ ملک میں جنگل کا قانون نافذ ہے۔ آپ ایک جگہ سے دوسری جگہ ان فسادات کی آگ بجھانے کے لیے پہنچ رہے ہیں۔ ذمہ دارانِ حکومت سے ملاقاتیں کر کے ان کے روک تھام کی کوشش کررہے تھے۔ غرض منصبِ صدارت نے آپ کی ذمہ داریوں کو بڑھا دیا اور آپ نے قیادت کی ذمہ داریوں کو پورے حوصلہ کے ساتھ انجام دیا۔

الحمدللہ تادم آخر جمعیۃ کا قافلہ آپ کی قیادت میں رواں دواں اور قومی و ملّی مسائل کو سلجھانے میں سرگرمِ عمل رہا۔ یہاں تک کہ آپ اللہ کو پیارے ہوگئے:

اب انھیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر

یہ آپ کی قومی، ملّی اور وطنی خدمت کی جانب محض ایک اجمالی اشارہ ہے ورنہ آپ کی خدمات جلیلہ اتنی بسیط اور دائرۂ عمل اتنا وسیع ہے کہ ہر عنوان پر ایک ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ کاش کوئی بندۂ خدا اس کی طرف توجہ کر کے مرتب کردے جو آئندہ نسلوں کے لیے مشعلِ راہ اور سنگِ میل ثابت ہو:

لایا ہوں اس طرح دلِ صد پارہ ڈھونڈ کر
ٹکڑا جہاں پڑا ہوا پایا اُٹھا لیا

ان ہمہ جہت خدمات اور کثرتِ اسفار کے ساتھ آپ کا ذوقِ عبادت، اتباعِ سنت، نماز باجماعت اور شب بیداری قابلِ رشک ہے۔ حضرت امیر الہند کی ایک اہم صفت نماز باجماعت کی پابندی تھی۔ نماز کو انتہائی خشوع وخضوع و اطمینان سے ادا کرنے میں وہ ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ ارکان کی ادائیگی اور تمام اجزائے صلوٰۃ کو پورا کرنے میں درازی، سکون اور انہماک میں اس طرح بہت کم لوگوں میں دیکھا ہے۔ خواہ کتنی عجلت ہو نماز میں رواداری کے قائل نہ تھے۔ لوگوں کو کتنی ہی عجلت ہو، کوئی بڑا لیڈر آرہا ہو یا انھیں کسی سے ملنے جانا ہو، گاڑی تیار ہو، دسترخوان بچھا ہو، جلسے کے منتظمین عجلت مچا رہے ہوں، مولانا نماز شروع کرنے کے بعد اس کو انتہائی اطمینان ہی سے ادا کرتے تھے۔ حضرت امیر الہند میں مرد ہوشیار کی ذہانت، قائد کی دوررسی، سپہ سالار کی

جرأت، عالم کا وقار، داعی کی حکمت عملی، سیاست داں کی سمجھ داری، سپاہی کی تیز روی، مصلح کی فکرمندی، بر سرِ جنگ سالارِ لشکر کی احساسِ ذمہ داری، مثالی عبادت گزار کا انہماک، پیدائشی فیاضی وسخی کی کشادہ دلی اور ہمہ جہت مقابلے کی صلاحیت رکھنے والے محارب کی چوکسی اور بیداری تھی۔ بالخصوص رمضان المبارک میں تو تمام مصروفیتوں کو چھوڑ کر صرف عبادتِ الٰہی، ذکر وتسبیح و تلاوتِ قرآن پاک میں روز وشب گزارتے۔ رمضان کا چاند ہوتے ہی آپ کا دولت کدہ، پورا خانوادۂ مدنی اور مریدین ومتوسلین قرآن کریم کی تلاوت اور دور میں مشغول ہوجاتے۔ اخیر عشرہ میں دارالعلوم دیوبند کی مسجد رشید میں اعتکاف فرماتے۔ آپ کے یہاں تراویح میں انتہائی اطمینان سے روزانہ ایک پارہ پڑھا جاتا۔ اکثر بڑے صاحبزادے مولانا محمود مدنی مدظلہٗ تراویح پڑھاتے۔ تراویح کے بعد کچھ دیر فضائل رمضان المبارک کتاب پڑھی جاتی۔ اس کے بعد ذاکرین ذکر جہری میں مشغول ہوجاتے۔ اسی درمیان تہجد کی جماعت کا وقت شروع ہوجاتا، کئی حفاظ یکے بعد دیگرے ایک ایک پارہ سناتے، ختم سحری کے پندرہ بیس منٹ کے بعد مسنون طویل قرأت کے ساتھ نمازِ فجر ادا کی جاتی۔ دن کا اکثر حصہ تلاوت قرآن کریم میں گزرتا۔ ظہر کے بعد سالکین سے خصوصی ملاقات ہوتی اور انھیں ان کے احوال کے مطابق ہدایات سے نوازتے۔ عصر کے بعد قرآن کریم کا دور ہوتا جس میں سب حاضرین سماعت فرماتے۔ اخیر عشرہ اور طاق راتوں میں مہمان ہزاروں تک پہنچ جاتے۔ جمعہ کی نماز کے بعد وعظ فرماتے جس کے سننے کے لیے علاقہ کے ہزاروں شائقین جمع ہوجاتے اور گھر کا ہر چھوٹا بڑا مرد وزن ان مہمانوں کی خدمت اپنے لیے سعادت سمجھتا۔ آج وہ ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن ان کا کام اور نام فیوض وبرکات بہت دنوں تک زندہ رہیں گے اور ان شاء اللہ امت مستفیض ہوتی رہے گی:

روح پاکیزہ تیری سایۂ رحمت میں رہے
تو خداوند کے دامانِ عنایت میں رہے
اس کے محبوب جہاں ہیں اسی جنت میں رہے
تیری خاطر ہے یہی میری دعا تیرے بعد

دنیا جو حکم الٰہی واسرارِ ربانی کی ایک باعظمت اور عظیم الشان جلوہ گاہ ہے اس کے دامن پر زندگی کے نقوش اسی لیے ظہور میں آتے ہیں کہ خود مٹ کر کسی قادر مطلق ہستی کا پتہ دیں اور اگر سچ پوچھئے تو سازِ ہستی کی ہر صدا اسی وجود کل کا ایک نغمۂ حیرت ہے۔ آنکھیں اگر دیکھنے والی ہوں تو دیکھ سکتی ہیں کہ کائنات کے ہر ذرّہ کی پیشانی پر **کل من علیها فان** کا نوشتۂ ازل موجود ہے جو نہ کبھی مٹا ہے اور مٹے گا۔ جو دنیا میں آیا سب نے یہی شہادت دی کہ **کل نفس ذائقة الموت**۔ یہ ایک آنے والی خبر ہے اس کے لیے کوئی روک نہیں، جس میں تخلف کی گنجائش نہیں۔ سنت الٰہی ہے جس میں تبدیلی کا امکان نہیں۔ **ولن تجد لسنة الله تبديلا**۔

موت وحیات کا یہ ایسا رشتہ ہے کہ ادنیٰ اور اعلیٰ کوئی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ ہر جاندار کو اس منزل سے گزرنا ہے۔ فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ صدر جمعیۃ علماء ہند بھی اسی دنیا کے رہنے والے انسان تھے۔ لہٰذا آپ کے لیے بھی وقت موعود آیا کہ تمام فرائض دینی و دنیوی کے بعد اس آخری فریضۂ فطری کو بھی پورا کریں جیسے اب تک سب پورا کرتے آئے ہیں چنانچہ آپ رہگزارِ عالم جاودانی ہوئے۔ آسمانی فرشتہ رفیق اعلیٰ کا بلاوا اور جنت نعیم کی خوشخبری لے کر آیا۔ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر کے اسی عالمِ روحانیت میں جا پہنچی جہاں اس کا حقیقی نشیمن تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ وابستگانِ حق اور محبوب القلوب ہستیاں زندگی اور موت دونوں ہی میں محبوب القلوب رہتی ہیں۔ صدیاں گزر جانے پر بھی ان کی محبوبیت بدستور قائم رہتی ہے اور وہ مرکر بھی زندہ رہتے ہیں۔

آج حضرت فدائے ملتؒ ہم میں موجود نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب ان کا مشن موجود، ان کا نمونۂ عمل موجود، ان کے مجاہدانہ کارنامے موجود اور دلوں میں ان کی محبوبیت موجود ہے اس لیے وابستگان کے لیے جہاں حسی جدائی ایک مصیبت عظیمہ ہے وہیں ان کی معنوی معیت وجہِ سکون وقرار بھی ہے اس لیے ان کے لیے باوجود صد ہزار غم کسی مایوسی کا موقع نہیں ہے اس سے استفادہ اور اس کا افادہ رفیقِ راہ بن سکتا ہے۔

دل کی تسلی کے لیے سب سے بڑی چیز قرآن حکیم ہے جو زبانوں پر جاری ہوکر دلوں کے لیے وجہِ قرار وتسلی ہوگا اور ایصالِ ثواب کے ذریعہ حضرت مرحوم کے لیے وجہِ سرور وانبساط ہوگا۔ اس لیے صدمہ رسیدہ قلوب اپنے اور ان کے حق میں سکون وراحت کا ذریعہ بنیں۔ پراگندگی کو دل سے نکال دیں اور ان کے بتلائے ہوئے راستہ کو اختیار کرکے اُسی پر چل پڑیں۔

اس دنیا سے گزر جانے والا کتنی ہی بڑی شخصیت ہو پھر بھی اُسے اپنے عزیزوں اور تعلق والوں سے آس بندھی رہتی ہے کہ کون اُسے دعاء وایصالِ ثواب میں یاد رکھتا ہے اور کون اس کے نقشِ قدم پر چل کر اس کے حق میں صدقہ جاریہ بنتا ہے اس لیے غم غلط کرنے اور حضرت کی آس کو پورا کرنے کا طریقہ محض غم کو لے کر بیٹھ جانا نہیں ہوسکتا۔ بلکہ غم کو غلط کرکے ان مقام کے لیے کمر بستہ رہنا اور کام میں لگ جانا ہی ہوگا جن میں وہ عمر بھر خود لگے رہے۔

یہ چند سطریں محض غمزدہ دل کو ہلکا کرنے اور ساتھ ہی ایک مقدس ہستی کے ذکر اور یاد سے **اذکرو محاسن موتاکم** کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے عرض کی گئی ہیں۔ امید ہے کہ حضرت مرحوم کے نقشِ پا کو محو نہ ہونے دیا جائے گا بلکہ ہمہ جہتی قوتوں سے اسے برقرار رکھنے کی سعی کی جائے گی:

اے خدا صبر کی توفیق تو ارزاں کردے
شمع اذعان ویقیں دل میں فروزاں کردے

ایک نادرۂ روزگار شخصیت

مولانا حبیب اللہ مردانی
متعلّم جامعہ ابوہریرہ

فدائے ملت امیر الہند مولانا سیّد محمد اسعد مدنیؒ کے اسمِ گرامی ذاتِ ستودہ صفات سے کون ہے جو واقف نہیں۔ آپ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغت لینے کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ آپ کی شادی حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کے منجھلے بھائی مولانا سیّد احمدؒ (جنھوں نے مدینہ طیبہ کے حرمِ اطہر میں ''مدرسۃ العلوم الشرعیہ للیتامیٰ'' قائم کیا تھا۔ اسی مدرسہ میں آپ مدینۃ الرسول کے یتیم و مفلس اور غریب الوطن بچوں کی تعلیم و تربیت فرمایا کرتے تھے) کی اکلوتی بیٹی سے ہوئی۔ ساری زندگی خدمتِ دین اور مسلمانانِ ہند کی رہنمائی میں گزاری۔

امیر الہند کی قسمت قابلِ رشک ہے کہ نسبت بھی اچھی ملی، خانوادہ بھی خوب نصیب ہوا، ماحول بھی پاکیزہ میسر ہوا، اساتذہ بھی کمال کے تھے، مربی و مرشد بھی قابلِ فخر، غرض کہ کم عمری میں وہ بڑوں کے درمیان بیٹھنے کے قابل ہوگئے، لکھنے پڑھنے کا شوق روزِ اوّل سے تھا۔

مولانا کو قدرت نے اخاذ ذہن، بلند فکر، محنتی طبیعت، دوررس نگاہ اور مصفّٰی روح سے نوازا تھا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ذہنی فکر، دماغی و قلبی قوت اور علمی و روحانی نعمت کا شکر اس طرح ادا کیا کہ اپنے ذہن کو ژولیدہ نہیں ہونے دیا، دماغ کو زنگ نہیں لگنے دیا، فکر کو پست نہیں ہونے دیا، طبیعت کو کاہل نہیں ہونے دیا، دل کو مردہ نہیں ہونے دیا، روح کو تاریک نہیں ہونے دیا، تاکہ قیامت کے دن کوئی تشنۂ جواب سوال ان کے فردِ عمل میں باقی نہ رہے کیونکہ ان سب نعمتوں کے بارے میں خدا روزِ محشر میں سوال کرے گا کہ یہ صلاحیتیں کہاں کہاں کھپائیں اور یہ نعمتیں کیسے کیسے خرچ کیں؟

آپ ایک ایک انقلابی، سیاسی اور جہادی پس منظر کے حامل خانوادے کے فردِ فرید تھے۔ آپ ایک زندہ و توانا جذبہ رکھتے تھے، جسے شرق و غرب میں بانٹتے پھرتے تھے۔ آپ عمل پرور، انقلاب انگیز اور تحریکی شخصیت کے حامل تھے۔ فرقِ باطلہ کا خوب تعاقب کیا۔ ''مجموعۂ مقالات'' ان کا زندہ جاوید ثبوت ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آپ صورتاً و سیرتاً اپنے عظیم والد شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے جانشین تھے۔ موت برحق ہے مگر موت اکثر گلشن سے ایسے پھول توڑتی ہے جس سے پورے چمن کی رونق ہو، بزم دنیا کے ایسے چراغ کو بجھاتی ہے جس کی روشنی سے وہ قائم ہو، مجلسِ علم کی ایسی شخصیت پر جھپٹا مارتی ہے جو صدر نشین ہو اور خاندان کے ایسے فرد پر طاری ہوتی ہے جو پورے قبیلے کی آبرو ہوتا ہے اور دھرتی کو اس سے محروم کردیتی ہے۔

غرض موت کے مضبوط ہاتھوں نے ایک ایسی ہستی کو ہم سے جدا کردیا جس سے ملک کے تمام مذہبی رہنما ہدایت حاصل کرتے تھے۔ قوم ایک باعمل اور مذہبی پیشوا سے محروم ہوگئی۔ جب سے آپ چلے گئے، محفلِ سخن سونی کر گئے۔ چراغِ علم مدھم کر گئے، یقین و وجدان کے بازار بند کر گئے، اخلاص و شرافت کی دُکان بڑھا گئے ہیں اور دارالعلوم دیوبند کے تشنگانِ علومِ نبوت کو یتیم کر گئے:

کچھ ایسے بھی اس بزم سے اُٹھ جائیں گے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلوگے مگر پا نہ سکو گے

دردِ دل والے اپنی دوائے درد کے لیے اس مسیحا کا پتہ پوچھ رہے ہیں لیکن دارالعلوم دیوبند زبانِ حال سے کہہ رہا ہے:

ہم نفسو! اُجڑ گئیں مہر و وفا کی بستیاں
پوچھ رہے ہیں اہلِ دل! مہر و وفا کو کیا ہوا

امیر الہند مولانا اسعد مدنیؒ آسمانِ شریعتِ اسلامیہ کے درخشندہ آفتاب تھے۔ وہ اپنے دور کے پاکباز مجاہد اور عالمِ بے بدل تھے۔ دعوت و اشاعت کے میدان کے شہسوار اور شریعت و سیاست کے مردِ میدان تھے۔ ان کی ذاتِ گرامی علم و عمل کا سرچشمہ تھی، ان کی زبان و قلم نے اللہ کے دین کی بے لوث، قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں اور اپنے فیضِ علمی سے ہزاروں، لاکھوں طالبان کو فیضیاب فرمایا ہے۔

اب دنیا ایک سیّد زادے اور مسلمانانِ ہند کے مربی و ہمدرد اور رہنما و صدر جمعیۃ علماء ہند کی جدائی پر برسوں تک آنسو بہاتی اور ایک نادرۂ روزگار شخص کی مدتوں تک راہ دیکھتی رہے گی۔

○○

ہفت روزہ ''الجمعیۃ'' دہلی کی طرف سے فدائے ملت نمبر کی اشاعت کے موقع پر

ھم

امیرالہند حضرت اقدس مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہٗ

کی خدمت میں

متاعِ عقیدت اور خراجِ محبت

نذر کرتے ھیں

حافظ عبدالمعید برادران (مدنی منزل بنارس)

فرم: ایم عبدالجبار اینڈ کو

مدنپورہ، وارانسی

ہماری دلی تمنا ہے کہ

فدائے ملت نمبر

امیرالہند حضرت اقدس مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہٗ

کی تابناک زندگی، اُن کے مجاہدانہ کارناموں اور تابندہ نقوش کا عکس جمیل ہو اور ملت ان سے رہنمائی حاصل کر کے سعادت سے ہم کنار ہو۔

پسران حاجی عبدالعظیم صاحب مرحوم

(کاشانۂ مدنی)

فرم: جے کو ٹیکسٹائلس

مدنپورہ، وارانسی

حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ کی یتیم پروری اور خورد نوازی

مولانا حمیداللہ قاسمی
خادم جامعہ اسلامیہ عالم نگر برن پور، ضلع بردوان

یوں تو اس دنیائے رنگ و بو اور عالمِ آب وگل میں ہزاروں لوگ روز پیدا ہوتے ہیں لیکن ان میں کم ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں جنھیں دنیا یاد رکھتی ہے، جو اپنے کارناموں، اپنی نیکیوں اور اچھائیوں کی وجہ سے نہ صرف خاص و عام میں سانس لیتی آبادیوں کی دعاؤں میں رہتے ہیں بلکہ ہمیشہ ہر پل ان کے دلوں کی دھڑکنوں میں رہتے ہیں اور ایسی شخصیتیں جب دائمی الوداع کہتی ہیں تو کائنات آنسوؤں سے بھیگ جاتی ہے اور سارا عالم غم واندوہ کے گہرے و تاریک سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ ایسی ہی شخصیتوں کے لیے میرؔ نے کہا ہے:

مت سہل جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان اُبھرتا ہے

اس احساس سے کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ قطب العالم، امیر الہند، فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی اب ہمارے درمیان نہیں رہے۔ ابھی کل تک جن کی موجودگی باعث رحمتِ خداوندی تھی، جن کی آواز راہنما تھی اور جن کی شخصیت ہم جیسے ہزاروں یتیموں، غریبوں اور ناچاروں کے لیے خدا کی رحمت خاص تھی ہم انھیں زندگی کے کسی گوشے، کسی لمحے اور کسی پل فراموش نہیں کرسکتے۔ ہمارے لیے ان کی موجودگی ایک وقار، سربلندی، اعتبار اور یقین کا درجہ رکھتی تھی۔ آپ اپنے دل میں ملت اسلامیہ کے ساتھ ساتھ پوری انسانیت کا درد رکھتے تھے۔ آپ نے پوری زندگی ملتِ اسلامیہ کی فلاح و بہبود اور تعمیر وترقی میں لگادی اسی لیے آج ساری قوم آپ کو ''فدائے ملت'' کے نام سے یاد کرتی ہے۔ اب حقیقتاً فدائے ملت اور فدائے سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تھے۔ آپ نے اس ہمہ ہمی اور مصروف کار زندگی میں بھی یتیم ونادار کی پرورش و پرداخت والی سنت کو زندہ رکھا جس کا آج ملت اسلامیہ میں فقدان ہے۔

آپ نے نہ جانے کتنے یتیموں کی پرورش کی ہوگی لیکن ہمارے خاندان کی پرورش و پرداخت جو کی ہے اس واقعہ کو ذکر کرتا ہوں۔ جب والد محترم حضرت مولانا احمد اللہ صاحب بانی و مہتمم اوّل مدرسہ اسلامیہ برن پور و خلیفہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد نوراللہ مرقدہٗ کا انتقال ہوا تو اس وقت میں دس سال کا تھا اور مجھ سے دو بڑے اور ایک چھوٹے بھائی تھے اور دو بہنیں تھیں۔ والد مرحوم کے انتقال کے بعد آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ تعزیت کے لیے گھر پر تشریف لائے۔ ہم بھائی بہنوں کو مغموم وافسردہ دیکھ کر حضرت بھی افسردہ خاطر ہوئے۔ والدہ محترمہ نے بڑے دُکھی دل سے انھیں عرض کیا کہ ان یتیم بچوں کا اللہ کے علاوہ اور کوئی سہارا نہیں۔ حضرت فدائے ملتؒ نے والدہ محترمہ کی بات کو سنی اَن سنی نہیں کیا بلکہ دہلی جاکر میرے بڑے بھائی خالد سیف اللہ کی ملازمت کے لیے کوشش شروع کردی اور کچھ ہی ماہ میں بھائی صاحب کی ملازمت انڈین آئرن اسٹیل کمپنی برن پور میں ہوگئی جبکہ ایک طویل مدت سے ''اِن کوٹا'' بند تھا پھر بھی حضرتؒ نے اپنے سیاسی اثر ورسوخ سے والد مرحوم کی جگہ بھائی صاحب کی پکی ملازمت کرادی۔ حضرتؒ نے اتنا ہی کچھ نہیں کیا بلکہ آپ کی یتیم پروری ہمارے خاندان کے لیے وقف تھی۔ آپ نے مجھے اور میرے بھائی عبیداللہ کو تعلیم وتربیت کے لیے شہر امروہہ حضرت مولانا سیّد قاری محمد عثمان صاحب کے حوالہ کرکے ان کی سرپرستی میں دیدیا۔ اکثر وبیشتر ہماری خبر گیری کرتے رہے اور ہماری طرف سے کبھی غافل نہیں ہوئے۔ ہم تینوں پر ان کی نگہِ التفات اور ان کا کرم خاص ایسے احسانات ہیں کہ ہم عمر بھر اظہار کرتے رہیں تو کم ہے۔ اسی طرح اپنی روحانیت کے ذریعہ ہم یتیموں کے اہلِ خانہ اور مکان کی بھی نگرانی کی ہے۔ چنانچہ بابری مسجد کی شہادت کے دوران سارے ملک کی فضا کشیدہ تھی۔ ہمارے آبائی وطن میں والدہ محترمہ بہنوں کے ساتھ اکیلی تھیں، خوف وگھبراہٹ کا عالم تھا لیکن اسی درمیان والدہ محترمہ نے مسلسل کئی شب خواب میں دیکھا کہ حضرت فدائے ملتؒ اور والد مرحوم مکان کے چہار جانب گھوم گھوم کر رکھوالی کررہے ہیں اور کہہ رہے ہیں گھبراؤ نہیں کچھ نہیں ہوگا۔ ہم لوگ دیکھ ریکھ کے لیے ہیں۔ اس خواب کے بعد والدہ کی گھبراہٹ ختم ہوئی۔

حضرت فدائے ملتؒ کی روحانی سرپرستی کی دوسری مثال یہ ہے کہ احقر کی جب سلوک وطریقت کی منزل طے کرنے کی گھڑی آئی تو بجائے فدائے ملتؒ کے حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب سے رجوع کیا اور حضرت مفتی صاحب سے بیعت کی درخواست کی۔ انھوں نے دریافت کیا کہ تمھارے والد کس سے بیعت تھے۔ میں نے جب بتایا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے خلیفہ ومجاز تھے تو برجستہ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی سے بیعت ہوجاؤ۔ تم کو ان سے زیادہ فیض پہنچے گا اور خود بیعت کرنے سے انکار کردیا۔ بہرحال کئی سالوں بعد مدرسہ قاسمیہ گیا میں حضرت قاری فخرالدین صاحب فخر گیاوی نے میرے منفی رجحان وروبہ کے باوجود حضرت فدائے ملتؒ کے دست اقدس پر بیعت کرادیا اور خود مجھے ذکر واذکار کی عادت دلاتے رہے اور میں بھی پابندی سے اس کارِ پرہیزگار اں میں مشغول ومصروف ہوگیا۔ تقریباً دوسال بعد حضرت قاری فخرالدین صاحب کا

انتقال ہوگیا۔ اب میں محسن خاص اور محترم ومحتشم نگراں سے محروم ہوگیا اور نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے دل اس حلقۂ زہد وتقویٰ اور وادیٔ ذکر واذکار سے اُچاٹ ہونے لگا۔ غفلت کی مسلسل ضرب لگنے لگی اور میں بے توجہی کے حصار میں آنے لگا تو حضرت فدائے ملت مستقل خواب میں تشریف فرما ہونے لگے اور کبھی تنبیہ کرتے اور کبھی ذکر واذکار پر غفلت ہونے سے غصہ اور خفگی کی حالت میں نظر آئے۔ اب یہ کیفیت ہوگئی کہ جب بھی ذکر واذکار میں سستی ہوتو حضرت فدائے ملت خواب میں ضرور نظر آتے جس کے بعد ذکر واذکار میں چستی پیدا ہوجاتی گویا کہ حضرت قاری فخر الدین صاحب کے انتقال کے بعد مکمل طور پر حضرت فدائے ملتؒ کی روحانیت سے احقر سلوک وروحانیت کی منزل کو طے کرنے میں کامیاب ہوا۔ یہ حضرت فدائے ملت کی کھلی اور زندہ کرامت ہے۔

حضرت فدائے ملتؒ چھوٹوں پر شفقت ومحبت اور خوردنوازی میں یکتا و بے مثال تھے۔ حضرت نے جو خوردنوازی اور ذرّہ نوازی میرے ساتھ کی احقر اس کو تاحیات فراموش نہیں کرسکتا ہے وہ یہ کہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ بر نپور والد محترم حضرت مولانا احمد اللہ صاحب کا قائم کردہ ہے اس کے مہتمم ثانی حضرت حاجی عبداللہ صاحب کے انتقال پر مدرسہ کے سرپرست ہونے کی حیثیت سے حضرت فدائے ملت جب تشریف فرما ہوئے تو میں نے یہ سوچ کر کہا کہ مدرسہ کے قیام سے تعمیر تک والد بزرگوار کی بے لوث خدمات ہیں۔ میں بھی اس مدرسہ کی خدمت سے جڑ جاؤں۔ میں نے ایک درخواست تقرری کے سلسلے میں حضرت کو پیش کی تو حضرت نے بڑی توجہ اور شفقت سے رکھ لی اور جب بعد نماز ظہر مجلس شوریٰ کی میٹنگ ہوئی تو حضرت نے میری درخواست کو یہ کہتے ہوئے پیش کی کہ حاجی عبداللہ صاحب مرحوم نے اپنی حیات میں کئی مرتبہ مجھ سے عرض کیا تھا کہ مولوی حمید اللہ کو مدرسہ عربیہ میں بلا دیجئے لیکن میں نے کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ اب میری رائے ہے کہ انھیں رکھ لیا جائے۔ حاجی ضمیر الدین جو مجلس شوریٰ کے ممبر تھے وہ نقل کرتے ہیں کہ حاضرین میں متولی مدرسہ اور صدر مدرّس نے مل کر حضرت کی باتوں کو سننے کے بعد فوراً منع وانکار کردیا۔ حضرت خاموش ہوگئے اور ان کے چہرے سے روحی تکلیف کا اظہار ہورہا تھا۔ اس منفی حرکت سے حضرت کے قلب پر ایسا اثر ہوا کہ عصر کے بعد کی اپنی تقریر کے پروگرام کو ختم کردیا۔ اب حضرت کے عقیدت مندوں کا اصرار ہوا کہ کسی طرح مغرب کی نماز کی امامت کردیں لیکن کچھ اس قدر دل برداشتہ اور برگشتہ ہوئے تھے کہ مغرب کی نماز کی امامت سے بھی انکار کردیا اور فوراً مدرسے سے رخت سفر باندھا اور اس طرح رخصت ہوئے کہ پھر کبھی مدرسے میں قدم نہیں رکھا۔ ان کا یہ عمل صرف میری تقرری نہیں ہونے کی وجہ سے ہوا۔ یہ بھی آپ کی خوردنوازی اور یتیم پروری کی دلیل ہے۔

اب ایسی مخلص اور بے لوث ہوکر یتیم ونادار بچوں کی پرورش وپرداخت اور تعلیم وتربیت کا خیال رکھنے والی شخصیت کہاں ملتی ہے۔ سیرتِ رسولِ اکرمؐ میں ڈھلی ہوئی شخصیت کے قحط الرجال میں کسی سے نیکیوں اور اچھائیوں کی توقع کرنا اور بھلائیوں کی امید باندھنا خوش فہمی کا شکار ہونا ہے۔ اب ایسے لوگ کہاں؟ بقول علامہ اقبالؔ:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

قافلہ سالار چل بسا...!

شاعرِ ملت
قاری محمد اسحاق حافظؔ سہارنپوری

اسلامیانِ ہند کا سردار چل دیا
حاصل تھے جس کو دین کے اطوار چل دیا
روحانیت سے جس کی منوّر ہوا جہاں
وہ معرفت کا ''مطلعِ انوار'' چل دیا
ہر سانس جس کا وقف تھا ملت کے واسطے
ملت کا آج ایسا فدا کار چل دیا
تھا عزم جس کا آہنی ، مضبوط تھا یقیں
جس کے بلند تھے بہت افکار چل دیا
مذہب کو جس کی ذات پر سو فخر و ناز تھے
جو قوم کا تھا ''طالعِ بیدار'' چل دیا
مانی نہ جس نے ہار ''مصائب کی دھوپ سے''
وہ بے نیازِ ''سایۂ دیوار'' چل دیا
کشتی پھنسی ہوئی ہے جو امواجِ بحر میں
تھامے ہوئے تھا اُس کی جو پتوار چل دیا
جس قافلے کی تاک میں رہزن ہیں سینکڑوں
اُس قافلے کا قافلہ سالار چل دیا
جو ملک دشمنوں سے لڑا خوب تا حیات
بھارت کا وہ ''شجاعِ طرح دار'' چل دیا
''حبِ وطن کی مے'' جسے بیحد پسند تھی
دل میں تھا جس کے ''جذبۂ احرار'' چل دیا
تھا دل میں جس کے ''جذبۂ تعمیر'' موجزن
وہ ''قصرِ ملک قوم کا معمار'' چل دیا
فرقت میں اُس کی قوم و وطن بے قرار ہیں
قوم و وطن کا مونس و غم خوار چل دیا
اسعدؒ کی مغفرت کا ہے حافظؔ تجھے یقیں
واللہ مغفرت کا وہ حقدار چل دیا

انّا بفراقك يا شيخ المدني لمحزونون!

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ، پاکستان

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے جانشین، عرب وعجم کے علماء کے سرتاج، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے رکن، ازہر الہند دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکنِ رکین، عالمِ اسلام کی ممتاز دینی شخصیت، اسلامیانِ ہند کے بے تاج بادشاہ، بھارت کی قومی اسمبلی کے رکن، بین الاقوامی سیاسی، عوامی رہنما، جمعیۃ علماء ہند کے صدر مرکزی، پیر طریقت امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ ۶ر فروری ۲۰۰۶ء بروز پیر ۶ بجے شام نئی دہلی کے اپولو ہسپتال میں انتقال فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون، کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام، انا بفراقک یا شیخ المدنی لمحزونون!

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے ہاں حاصل کی۔ دورۂ حدیث شریف دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ آپ کے والد گرامی جمعیۃ علماء ہند کے امیر، تحریک آزادیٔ وطن کے ممتاز رہنما، دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور ہندوپاک کے بہت بڑے شیخ طریقت تھے۔ آپ کے ہندوپاک، بنگلہ دیش میں بیسیوں خلفاء تھے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء، شاگردوں اور سیاسی رفقاء نے متفقہ طور پر حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کو آپ کا جانشین مقرر کیا۔ تقسیم ملک کے بعد بھارت میں رہ جانے والے کروڑوں مسلمان، لاکھوں علماء، ہزاروں مساجد و مدارس کا سہارا حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ تھے۔ ان کے وصال کے بعد ان سب کی نظریں حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی طرف اُٹھیں۔ یہ بہت بڑا امتحان اور چیلنج تھا جسے حضرت مولانا اسعد مدنیؒ نے قبول کیا۔ نبھایا اور خوب نبھایا۔ جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے وہ عظیم اور گراں قدر خدمات سرانجام دیں کہ بھارت کے تمام علماء نے آپ کو امیر الہند قرار دیا۔ آپ کے وصال کے وقت پچاس ہزار دینی مدارس، ادارے وانجمنیں، پرائیویٹ اسکول وکالج ومساجد آپ کی سرپرستی میں دینی ودنیاوی علوم کی ترویج، اشاعت اسلام کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

بھارت کے اسکولوں وکالجوں میں جب سرکاری طور پر ہندی زبان میں تعلیم جاری ہوئی تو اسلامیانِ ہند کی تمام علاقائی زبانوں اور اُردو کی تعلیم کو پرائیویٹ طور پر اسلامیانِ ہند کے مذہبی وعلاقائی تشخص کو برقرار رکھنے کا آپ نے نظم قائم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامیانِ ہند کا ہر نوجوان اپنی علاقائی زبان اور اُردو کا اسی طرح کا ماہر ہے جس طرح ہندی زبان کا۔ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کا یہ کارنامہ اسلام اور اسلامیانِ ہند کی بقاء کا بہت بڑا ذریعہ قرار پایا۔ اس کے باعث آج بھارت کے مسلمانوں کی اکثریت دینی جذبہ، عقیدہ ومذہبی پختگی میں کسی بھی ملک کے مسلمان سے کم نہیں۔

’’ساہوکار‘‘ سودی کاروبار سے مسلمانوں کو ایک بار قرضہ دے کر ہمیشہ کے لیے سودی چکر میں ایسا پھنسا دیتے کہ نسلوں کا نکلنا دشوار بلکہ بسا اوقات ناممکن ہوجاتا۔ قرقی جائیداد تک معاملہ پہنچ جاتا۔ غریب مسلمان دربدر کی ٹھوکریں کھاتا۔ یہ صورتِ حال جمعیۃ علماء ہند کے لیے بہت پریشان کن تھی۔ آپ نے ملک بھر کے علماء، مسلمان تاجر، سیاسی و مذہبی مسلم شخصیات کو جمع کرکے مشاورت کی۔ طے پایا کہ جن متمول مسلمانوں کے پاس فالتو جتنی رقم ہے وہ بجائے بینکوں کے جمعیۃ علماء ہند کے قائم کردہ اسلامی بینک میں جمع کرائیں، متمول مسلمان سود لینے سے بچ جائے گا۔ امانت کھاتہ سے غریب مسلمانوں کو کاروبار کے لیے جائیداد یا زیورات رہن رکھوا کر بغیر سود کے قرضہ ملے گا، جو قسطوں میں ادا کرنا ہوگا۔ بھارت کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ تک، شہروں، قصبوں، دیہاتوں، قریہ قریہ، طوفانی دورے کرکے حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے جگہ جگہ اس نظام کو چلانے کے لیے کمیٹیاں قائم کیں۔ جو علماء، ائمہ، تاجر اور مذہبی لوگوں پر مشتمل ہوتیں۔ اس اسلامی بینک کاری کے ذریعہ بلاسودی قرضہ کی اسکیم ایسی کامیاب ہوئی کہ اربوں روپیہ اس میں جمع ہوکر کروڑوں مسلمانوں کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کا ذریعہ بنا۔ نظام اتنا صاف ستھرا اور حساب اتنا عمدہ کہ اس کی امانت رقم سے ایک پائی ضائع نہ ہوئی، نہ کسی مقروض نے ایک قسط شاٹ کی۔ جس آدمی کو جس وقت اپنی امانت کی واپسی کا تقاضا ہوا بغیر کسی رکاوٹ کے وہ مل گئی۔ لوگوں کا ایسا اعتماد قائم ہوا کہ پورا ملک عش عش کر اٹھا۔ اس پورے نظام کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں شب و روز محنت، جانفشانی کے لیے اپنے آرام کو تج کرنا پڑا وہ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے کیا لیکن اسلامیانِ وطن کو سود کی لعنت اور ساہوکاروں کے چنگل سے نکال کر کامیابی کے ساحل پر اُتارا۔

آپ تین بار بھارت کی قومی اسمبلی کے رکن بنے۔ بھارت کے مسلمانوں کے لیے مسلم پرسنل لاء منظور کرایا۔ جگہ جگہ ’’مسلم پرسنل لاء بورڈ‘‘ قائم کیے۔

یوں اسلامیانِ ہند کے مذہبی پرسنل حقوق کے تحفظ کا اہتمام کیا کہ اس پر آپ کو جتنا خراجِ تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ آپ کی بالغ نظری کا اندازہ کیجیے کہ تمام بورڈوں میں مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر کو نمائندگی دینے کی پالیسی اپنائی تاکہ کہیں باہمی مسلمانوں کے فقہی اختلاف سے کوئی رخنہ نہ پڑ سکے۔ اس طرح عیدین، رمضان شریف کے لیے ہلال کمیٹیاں قائم کیں۔ غرض ایک سیکولر ملک میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے جہاں جس اقدام کی ضرورت تھی، اسے حسین انداز میں پورا کر کے اسلامیانِ وطن کو احساسِ محرومی سے نجات دلا کر ایک آبرومند سوسائٹی کی طرح قومی دھارے میں لا کھڑا کیا۔ آپ کا ایک ایک کارنامہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے اور یہ موضوع اتنا وسیع ہے کہ اس پر مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔

بلاشبہ ہندستان کی دیگر اقوام کی طرح مسلم قوم بھی آزادیٔ وطن کی تحریک میں پیش پیش تھی۔ ہمارے ہاں آزادیٔ وطن کے رہنماؤں کو سیاسی یا انتظامی اختلافِ رائے کے باعث ملک بننے کے بعد مطعون کیا گیا۔ ان پر طعن و تشنیع کے تیر برسائے گئے۔ قدر کیا کرنی تھی انھیں نشانہ بنایا گیا، لیکن بھارت میں رہ جانے والے آزادیٔ وطن کے ہیرو مسلم رہنماؤں نے ہند کی مسلمان قوم کو باعزت و باوقار مقام دلانے کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔ آزادیٔ وطن کی قربانی و ایثار کے ثمرات کو بار آور بنانے کے لیے جہاں اور مسلمان رہنماؤں نے بھرپور محنت کی، وہاں حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی خدمات بھی اپنی مثال آپ ہیں۔

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کو اللہ ربّ العزت نے دردمند دل نصیب کیا تھا جہاں مسلمانوں کی جس پریشانی کو دیکھتے اسے حل کرنے کے لیے سینہ سپر ہو جاتے۔ ہمارے ملک میں شیعہ سنی یا دیگر لسانی و عمرانی پیچیدگیاں نت نئے فسادات کو جنم دیتی ہیں مسلم اقلیت والے ملکوں میں رہنے والے مسلمانوں کے مسائل اور زیادہ پیچیدہ ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ ہند میں بھی ہندو مسلم فسادات ہوتے ہیں، ہوشربا ہو جاتے ہیں، وہاں کی اکثریت کے بعض جنونی رہنما مسلمانوں کو نشانہ بناتے ہیں لیکن مسلمانوں کو ان فسادات سے بچانا یا فسادات کا شکار ہو جانے والے مسلمانوں کو سہارا دینا، ان علاقوں کا دورہ کر کے مسلمان قوم کو حوصلہ دینا آپ پر ختم تھا۔ ان فسادات کی بھٹی میں کود کر مسلمان قوم کو گرداب سے نکالنا اس کی سینکڑوں مثالیں ہیں۔ انھیں عظیم خدمات کے باعث قوم کی آنکھوں کا آپ تارا تھے۔

مسلمان اکثریت تقسیم کے بعد پاکستان منتقل ہوئی۔ ہزاروں مساجد و مدارس مسلمانوں کے اس علاقہ میں نہ ہونے سے ویران ہوئے۔ بلاشبہ آج بھی بہت سی مساجد زبوں حال اور نوحہ کناں ہیں۔ مسلمانوں کو شدھی بنانے کے لیے تحریکیں پر تحریکیں اُٹھائی گئیں لیکن قریہ قریہ پھر کر مسلمانوں کو ارتداد سے بچانا، بہت ساری مساجد کی حیثیت کو بحال کرنا، انھیں آباد کرنا اور اس کام کو تحریکی انداز میں آگے بڑھانا جمعیۃ علماء ہند کا کارنامہ ہے اور اس ساری جدوجہد میں نمایاں مقام حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کو حاصل تھا۔

قادیانی تحریک کو انگریز نے ہندستان میں جنم دیا۔ بلاشبہ مسلمان قوم کے لیے قادیانی فتنہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ قادیانیوں کا قیادیان بھارتی پنجاب ضلع گورداسپور میں واقع ہے۔ قادیانی قیادت نے پاکستان میں اپنا مرکز بنایا۔ چناب نگر (سابقہ ربوہ) کی پاکستان میں وہی حیثیت ہے جو عرب مسلمانوں کے لیے اسرائیل کی۔ آج بھی اسرائیل و مرزائیل تعلقات مسلم دشمنی کے یک نکاتی ایجنڈے پر قائم و دائم ہیں۔ تقسیم سے قبل ہندستان کے علماء و مشائخ اور مکاتبِ فکر کی دینی قیادت نے انگریز کے عہدِ اقتدار میں انگریز اور اس کی معنویت اولاد قادیانیوں کے خلاف بند باندھا۔ قادیانی ارتدادی ٹولہ کے پاکستان میں مرکز قائم ہونے کے باعث ہندستان میں قادیانی فتنہ کا وہ زور نہ رہا۔

بین الاقوامی حالات اور استعماری طاقتوں کے بل بوتے، ماضی قریب کی پچھلی دو دہائیوں میں استعماری و فرنگی ٹولہ قادیانیوں نے بھارت میں پر پرزے نکالے تو حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ اس محاذ پر بھی اکابر کی روایات کے امین بن کر میدانِ عمل میں آئے۔ بھارت میں دارالعلوم دیوبند کے زیر اہتمام کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت قائم کی۔ دارالعلوم دیوبند میں مرکزی دفتر قائم کر دیا۔ اس کی باضابطہ تشکیل ہوئی۔ حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن مہتمم دارالعلوم دیوبند، کل ہند مجلسِ تحفظ ختم نبوت کے امیر مقرر ہوئے۔ دارالعلوم کے استاذ الحدیث و ناظم حضرت مولانا قاری سیّد محمد عثمان منصور پوری کل ہند مجلسِ تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ قرار پائے۔ ہندستان بھر میں جہاں جہاں قادیانی فتنہ نے سر اُٹھایا، وہاں کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کی شاخیں قائم کیں۔ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء کے لیے تخصص فی الختم نبوت کا شعبہ قائم کیا۔ ردّ قادیانیت کے جگہ جگہ پندرہ روزہ، دس روزہ کیمپ لگا کر کورس رکھے۔ دیوبند اور دہلی میں مختلف سالوں میں عالمی سطح پر ختم نبوت کانفرنس کرائیں۔ ردّ قادیانیت پر مشتمل نئی و پرانی کتب کو چھاپ کر پورے ہندستان میں قادیانی فتنہ کو ایسی نکیل ڈالی کہ قادیانیت کے مست ہاتھی کا دماغ ٹھکانے آ گیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان سے شائع ہونے والی کئی کتابیں بھارت میں شائع ہوئیں۔ آج گو حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ موجود نہیں لیکن ان کا قائم کردہ نظم ہندستان کے مسلمانوں کے ایمان کو بچانے کے لیے مضبوط فصیل کا کام دے رہا ہے۔

ہندستان کا مسلمان بالخصوص گجرات کے مسلمان باہر کے ملکوں افریقہ، امریکہ، مغربی ممالک میں جا کر آباد ہوئے۔ ڈر تھا کہ یہ مسلمان وہاں جا کر

اپنے مسلم تشخص سے محروم نہ ہوجائیں۔حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ تبلیغی جماعت والے اور حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے ان ممالک پر نظر رکھی۔ سالانہ دورے کیے، ایک ایک دن میں بیسیوں شہروں کے ہزاروں مسلمانوں کے ایمان و اسلام کے تشخص کو بچایا۔ ان کی رہنمائی کی۔صرف برطانیہ کی مثال لے لیجیے کہ آج برطانیہ میں گجرات کے مسلمانوں کی ہر مسجد میں مکتب ہے۔ اپنے اسکول و کالج ہیں۔ اپنے مدارس ہیں، اپنا نصاب ہے۔ گورنمنٹ کے نصاب کے ساتھ ساتھ حفظ و ناظرہ، انگریزی، اُردو، گجراتی زبانوں میں دینی تعلیم کا نظام ہے۔ ہزاروں حافظ و حافظات، سینکڑوں علماء و عالمات ہیں۔ برطانیہ میں پاکستانی کمیونٹی سے کہیں زیادہ ہندستانی کمیونٹی کے اس دینی نظام تعلیم کو دیکھ کر حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی ایسی دینی قیادت کی بیدار مغزی کو سلام کیے بغیر چارہ نہیں۔ برطانیہ میں جمعیۃ علماء برطانیہ ایک متحرک دینی طاقت ہے۔ ہر چند کہ اس میں پاکستانی علماء کی اکثریت ہے۔ ان کا کام بھی خاصہ مسحور کن ہے۔ وہاں بھارت و پاکستان سے تعلق رکھنے والی کمیونٹی دینی مسائل میں یک دل و جان ہے۔ لیکن اس امر کا اعتراف حقیقت کا اعتراف ہوگا کہ دینی مدارس و مساجد اور مکاتب کی اکثریت گجرات کے مسلمانوں کی ہے۔ اس میں حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی خدمات کا بہت بڑا حصہ ہے۔ امریکہ، افریقہ ہر جگہ کو اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ سال میں ایک بار دو سے چار ماہ تک حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ ان براعظموں کا دورہ رکھتے اور ایک طوفان کی طرح دن رات ایک کر کے پورے ملک کے کونہ کونہ میں پہنچتے۔ ایک دن میں کئی باضابطہ مرتب شدہ نقشے اور نظام کے تحت دورہ کرتے۔ آپ کے ان تبلیغی دوروں سے وہاں دین کی بہار کی کیفیت پیدا ہوجاتی۔ بیعت، ذکر، مراقبہ، بیان، مجلس، دعوت، ملاقات ان مصروفیتوں کو دیکھ کر اندازہ کیا جانا مشکل نہ ہوگا کہ حضرت مولانا مرحوم ایک مردِ آہن تھے، اگر کسی کے ہاں آدھ گھنٹہ وقت عنایت کیا تو اکتیس منٹ ہونے سے پہلے کھڑے ہوجاتے۔ چاہے میزبان جتنا چلائے، مگر آپ پرواہ نہ کرتے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ تھوڑے وقت میں بہت سارے لوگوں کو فیضیاب کردینے میں آسانی ہوجاتی۔

قادیانی لاٹ پادری مرزا طاہر آنجہانی نے ۱۹۸۴ء میں مجرمانہ فرار اختیار کر کے برطانیہ کو آماجگاہ بنایا۔ قادیانی گروہ کی مرکزیت چناب نگر سے برطانیہ تبدیل ہوگئی۔ تب ۱۹۸۵ء میں برطانیہ میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کی داغ بیل ڈالی گئی۔ پہلی کانفرنس سے لے کر گزشتہ سے پیوستہ سال کی کانفرنس تک برابر ہر کانفرنس میں آپ نہ صرف شریک رہے بلکہ کانفرنس کے منتظمین کو اپنی دعاؤں اور سرپرستی سے سرفراز فرمایا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم، نائب امیر مرکزیہ حضرت قبلہ سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کا باہمی احترام کا رشتہ قابل رشک تھا۔ خانقاہِ سراجیہ کندیاں، خانقاہِ احمد شہید لاہور میں پاکستان تشریف آوری کے موقع پر ضرور تشریف لاتے۔ ناممکن تھا کہ پاکستان تشریف لائیں اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان تشریف نہ لائیں۔ چناب نگر کی سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس پر تشریف لاتے۔ ایک بار جمعہ کی امامت بھی فرمائی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر کے لیے ایک بار عصر سے رات گئے تک ٹائم عنایت فرمایا۔ مغرب کے بعد جلسہ سے خطاب کیا۔ ملتان، بہاولپور، ڈیرہ غازی خان سے علماء، مندوبین اس کانفرنس میں آپ کا بیان سننے کے لیے تشریف لائے۔ سیرت النبیؐ پر خطاب فرمایا۔ آپؐ کے بچپن سے وصال تک کے اہم اہم منتخب واقعات کو اس ترتیب و تسلسل سے بیان فرمایا کہ سماں بندھ گیا۔ اس موقع پر عجیب بات دیکھنے میں آئی کہ دورانِ بیان بجلی چلی گئی۔ جس طرح بیان ہورہا تھا ہوتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد بجلی آگئی۔ تب بھی آنے کا تذکرہ نہیں کیا۔ کروٹ نہیں بدلی، اشارہ نہیں کیا۔ غرض بجلی کے آنے جانے کا ان پر مچھر کے برابر اثر نہیں ہوا۔ پاکستانی خطیب ہوتا تو آسمان سر پر اُٹھا لیتا، کہرام مچادیتا، منتظمین کو کوستا، مگر آپ اتنے پاورفل تھے کہ بجلی کا آنا جانا ذرہ برابر ان کی طبیعت پر اثر انداز نہ ہوسکا۔ ہزاروں کا اجتماع، لوگ مصافحہ کے لیے مصر ہوئے۔ معذرت کر کے وقت بچالیا۔ بیسیوں شیوخ حدیث و علماء آپ سے بیعت ہونا چاہتے تھے۔ جلسہ کے بعد کھانا بھی تھا۔ بیعت کے لیے درخواست کی۔ فرمایا کہ پاکستان کے مشائخ سے بیعت ہوں۔ وقت نہیں، عرض کیا گیا کہ حضرت نسبت قائم ہوجائے گی۔ چونکہ اس دن کا آخری پروگرام تھا اور کہیں نہ جانا تھا۔ صرف آرام کرنا تھا۔ مان گئے، جس مہمان خانہ میں آپ قیام پذیر تھے، وہاں کھانے کے لیے مہمان علماء جمع تھے۔ بیعت کرنے والوں کے لیے قطعاً گنجائش نہ تھی۔ ہم ابھی سوچ رہے تھے کہ کہاں بٹھائیں، دفتر کے کمرہ میں بلاتکلف فرش پر بیٹھ گئے۔ بیعت کے خواہش مند علماء و مشائخ سے کمرہ بھر گیا۔ دروازہ بند کرادیا اور بیعت کے فوائد ضرورت اور اہمیت پر گفتگو شروع ہوگئی۔ ہم نے اس فرصت سے فائدہ اُٹھایا۔ دسترخوان لگایا، مہمانوں کی ترتیب قائم کی۔ برتن رکھے، کھانا رکھنا چاہتے تھے کہ آپ کے مسترشد حضرت مولانا مظہر شاہ اسعدی نے فرمایا کہ ابھی کھانا نہ رکھیں، بیعت پر پون گھنٹہ لگے گا۔ ہم پاکستان کی خانقاہوں کی بیعت کے طریقہ سے آشنا تھے کہ دس پندرہ منٹ میں یہ عمل مکمل ہوتا ہے۔ پون گھنٹہ کیسے؟ تب منکشف ہوا کہ ایک آدمی ہو یا ہزار حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کم از کم

یون گھنٹہ بیعت پر لگاتے ہیں۔ پہلے بیعت کے آداب، معمولات، وظائف و تلقین پر گفتگو کرکے پھر بیعت کرتے ہیں اور اس پر اتنا ٹائم لگ ہی جاتا ہے۔

آج معلوم ہوا کہ آپ ہر ایک کی درخواست پر فوری بیعت کے لیے کیوں آمادہ نہیں ہوتے، بلکہ اکثر انکار فرما دیتے تھے۔ بیعت سے قبل اعلان فرماتے کہ اگر کوئی پہلے سے کسی شیخ سے بیعت ہے اور وہ شیخ زندہ ہیں تو وہ اپنے شیخ سے رابطہ رکھیں۔ غرض مریدوں کی بھیڑ کی بجائے جن کی بیعت کرتے، گویا ان کی اصلاح کی ذمہ داری قبول کرتے۔ اس احتیاط کے باوجود بلا مبالغہ لاکھوں افراد ہوں گے جو اقصائے عالم میں آپ سے بیعت ہوں گے۔ آپ سے خانقاہی آبرو وابستہ تھی۔ ورنہ نمائشی لوگ تو ہر بیان کے بعد اعلان کرتے اور کراتے ہیں کہ بیعت کرنے والے آگے آجائیں۔ نہ کوئی آئے تو پہلے سے بیعت شدہ مرید کو بٹھا کر عمل شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھا دیکھی کوئی اور شاید عمل میں شامل ہو جائے۔ دیکھئے اصل و نقل میں کس طرح زمین و آسمان کا فرق موجود ہے۔

اسی سفر میں عصر کے بعد علماء کے ساتھ چائے پر آپ کی ملاقات کے لیے لائبریری میں اہتمام کیا گیا۔ بیٹھتے ہی فرمایا کہ مولانا! عیسائیت و ردِ عیسائیت کی لائبریری میں موجود کتب کی فہرست لائیں۔ دونوں رجسٹر سامنے رکھے۔ ان پر نظر ڈالی اور فرمایا کہ ان کی فوٹو کاپی چاہیے۔ عرض کیا بھجوا دیں گے۔ خیال کیا کہ کئی صفحات کا بنڈل آپ کے لیے زحمت کا باعث نہ ہو، فوراً فرمایا کہ ابھی دینے میں کیا اشکال ہے؟ عرض کیا کہ ابھی پیش کرتے ہیں۔ فوٹو کرانے کے لیے ساتھی کو بھیجا تو مسکرائے اور فرمایا کہ دارالعلوم دیوبند میں جہاں ردِ قادیانیت پر اسپیشلائزیشن کرائی جاتی ہے، اب این جی اوز کی آڑ میں مسیحی مشنریاں بھارت میں سرگرمِ عمل ہوگئی ہیں۔ ردِ عیسائیت پر بھی علماء کی تیاری کے لیے شعبہ قائم کیے جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ دارالعلوم کے حضرات کو پاکستان میں ردِ عیسائیت پر چھپنے والی کتب کی فہرست درکار تھی تو دفترِ ختم نبوت ملتان سے لانے کا ان حضرات نے فرمایا تھا تاکہ اس فہرست کا دارالعلوم کی فہرست سے موازنہ کرکے جو کتب موجود نہ ہوں ان کو منگوانے کا اہتمام کیا جاسکے۔ اس لیے اس فہرست کو لے آنا ضروری ہے۔ فرمایا کہ ہر بات کو سمجھانے کے لیے اتنی وضاحت کرنی پڑے تو پھر کام کر پایا؟ عرض کیا کہ آپ کی اتنی وضاحت سے تو ہمارے لیے خوش کن انکشاف اور نئی خبر مل گئی، مسکرائے کہ بس اپنا دل خوش کرتے رہو کام نہ کرنا۔ کیا پاکستان کے کسی جامعہ میں ردِ عیسائیت پر اسپیشلائزیشن ہوتی ہے؟ ہماری خاموشی پر فرمایا کہ سمجھ گیا۔ باتیں کرنے اور کام کرنے میں بہت فرق ہے۔ اسی اثناء میں فرمایا کہ مجلس کی ردِ قادیانیت پر نئی چھپنے والی تمام کتب کے دو دو سیٹ لائیں۔ اب ہم پر قیل و قال کی فضولیت منکشف ہوگئی تھی۔ فوراً کتابیں لاکر پیش کر دیں جن کا وزن کم از کم بیس کلو کے برابر تھا۔ فرمایا انھیں پیک کر دو، پیک کر دیں۔ اب ہم قیل و قال سے اپنی روایتی لیپا پوتی پر اُتر آئے کہ حضرت لاہور یا جہاں فرمائیں کل تک پہنچ جائیں گی۔ وہاں سے صاحبزادہ مولانا سیّد محمود میاں یا سیّد رشید میاں آپ کے ہاں بھجوا دیں گے۔ اتنا وزن آپ کے لیے ساتھ لے جانا مشکل ہوگا۔ فرمایا کہ ہمدردی کا شکریہ! واقعی مسافر بوڑھے کے لیے یہ بہت مشکل ہے، لیکن دوسرا سامان یہاں چھوڑا جاسکتا ہے لیکن کتابوں کو تو ساتھ لے جانے کا اپنا ہی لطف ہے۔ اس لیے ان کو ابھی میری گاڑی میں رکھوا دیں، اس سے آپ کے قلم و کتاب سے عشق کو سمجھا جاسکتا ہے۔

کل پاکستان جمعیۃ علمائے اسلام نے پشاور میں دارالعلوم دیوبند کانفرنس کا اہتمام کیا۔ دیوبند سے بھاری بھرکم وفد نے اس میں شرکت کی۔ دارالعلوم کی اتنی بڑی قیادت کی اسلامیانِ پاکستان نے زیارت کی۔ موقع زیارت مہیا کرنے کا سامان حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے کرکے ہم وطنوں پر احسان کیا۔ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ بھی تشریف لائے۔ آخری روز آخری سے پہلا بیان آپ کا تھا۔ جو وقت اختتامی دعا کے لیے طے تھا، وہ قریب ہوگیا، آپ کا اعلان کیا گیا، آپ نے ایمان پرور انداز میں خطبہ مسنونہ پڑھا، لاکھوں سامعین پر وجد آفریں کیفیت طاری ہوگئی۔ خطاب چند لمحوں میں مکمل کیا۔ وقت کی تنگی کا عذر کرکے بیٹھ گئے۔ حاضرین زیارت و مختصر بیان سے تو ضرور مستفید ہوئے لیکن تشنگی دور نہ ہوئی۔ بایں ہمہ لاکھوں کے سامنے بیان کرنے کی بجائے وقت کی پابندی کا نمونہ قائم فرمایا۔ سبحان اللہ!

اپنے محبوب رہنما کی حکایت لذیذ کی طوالت کی معانی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان، برما، آسام، مالدیپ، نیپال، عرب امارات، سعودیہ، امریکہ، افریقہ، کینیڈا، یورپ، فجی، آئی لینڈ، انڈونیشیا، غرض پوری دنیا کے مسلمانوں کے آپ قابلِ احترام رہنما تھے۔ ہر جگہ ابنائے دارالعلوم دیگر رہنماؤں کی طرح آپ کا دلی احترام کرتے تھے۔ آپ بھارت کے رہائشی تھے۔ ہر ملک کے ساتھ دوسرے ملک کی پالیسی یکساں نہیں ہوتی اس لیے جہاں کہیں تشریف لے گئے اس ملک کے سیاسی مسائل پر ایک لفظ تک نہیں کہتے تھے۔ پاکستان اور بھارت کو لے لیں، دونوں ممالک کی کسی زمانہ اور کسی حد تک اب بھی پالیسی مختلف ہے۔ جو امر پاکستانیوں کے لیے اہم ہے انڈیا کے لیے وہ غیر اہم ہے۔ دونوں ملکوں کی اپنی اپنی ترجیحات ہیں۔ کشمیر کے مسئلہ کو لے لیں۔ دونوں ممالک کی اپنی اپنی پالیسی ہے۔ اگر کوئی بات پاکستان میں یہاں کے مسلمانوں کی ترجیحات کو سامنے رکھ کر فرماتے تو آپ کے پہنچنے سے قبل بھارت میں ہندو مسلم فسادات شروع

ہوجاتا۔ وہاں کی ترجیحات کے مطابق یہاں بات فرماتے تو جانے سے قبل پاکستان میں طوفان قائم ہوجاتا۔اس ایک مثال سے پوری دنیا کے مسلمانوں کی ترجیحات کو سامنے رکھیں تو آپ کو بالغ نظری کی داد دینی پڑتی ہے کہ بیرونِ بھارت کہیں بھی کسی سیاسی مسئلہ کو چھیڑ نہ کرتے۔صرف ہر ملک کے مسلمانوں کی دینی رہنمائی فرماتے اور بس۔ یہی وجہ ہے کہ بیرونِ بھارت قطعاً اخبارات کے نمائندوں سے ملاقات نہ کرتے تاکہ اخباری صنعت کو بات کا بتنگڑ بنانے کا موقع ہی نہ مل سکے۔کوئی نمائندہ آ ہی گیا تو علیک سلیک کے بعد نپے تلے چند جملوں کے تبادلہ کے بعد اسے فارغ فرمادیتے۔

لیکن ہمارے خطہ کا اپنا مزاج ہے۔ یہاں ایک جہادی رہنما کو دارالعلوم دیوبند کانفرنس پشاور میں اس کی خواہش کے مطابق پروٹوکول نہ ملنا تھا نہ مل سکا۔خیر سے اس قبیلہ کی اکثریت ایجنسیوں کی مرہونِ منّت ہے۔اس بونے رہنما نے اخباری صنعت کے ایک ایسے موقع کے متلاشی قلمکار کو گانٹھا۔آپ کے خلاف مضمون چھپ گیا جو حقائق کا قتلِ عام اور خلافِ واقعہ الزامات کا طورما تھا۔آپ نے اس کے جواب میں ایک لفظ نہیں فرمایا۔صبر حضرت ایوب علیہ السلام کی سنت پر عمل کیا۔لیکن آپ کے صبر کا اس خودساختہ جہادی رہنما پر بعد میں یہ اثر ہوا کہ خود اپنی سرزمین پر سر اٹھا کر چلنے کا حالات نے رہنے نہ دیا۔اب تک ''کس نے پرسد ازمن کہ بھیا کون ہو'' کا مصداق ہے۔ **من عادلی ولیاً فقد اذنته بالحرب** کی زندہ عملی تصویر اسلامیانِ وطن کی آنکھوں کے سامنے ہے۔

ہاں! پوری دنیا کے مسلمانوں کے عقائد و دینی تشخص کو برقرار رکھنے، ان کا احترام بڑھانے میں آپ ہر جگہ نہ صرف کوشاں رہے، بلکہ خونِ جگر سے ایسا کرنے میں تامل نہیں فرمایا، اور اس میں کسی بھی مصلحت کو آڑے نہیں آنے دیا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے اختلاف سے آپ کا دل ٹوٹا، طرفین کو سمجھایا لیکن معاملہ کی تہہ تک پہنچنے میں دیر نہیں لگائی۔اپنی بھرپور محبت سے قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن کو سرفراز کیا لیکن احترام و تعلق دوسرے حضرات سے بھی قائم رہا۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ، سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعیدؒ، حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمٰنؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے بعد ہندستان کے مسلمانوں کو حوصلہ دینے میں آپ نے جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کا درخشندہ باب ہے۔مثلاً جہاں کہیں فسادات ہوئے دیگر جماعتیں مشورہ کرکے پروگرام بنارہی ہوتیں، لیکن آپ اتنی جلدی صحیح فیصلہ کرتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے کہ اس پر سب ششدر رہ جاتے۔پریشانی وزبوں حالی میں مسلمانوں کی مدد کے لیے سب سے پہلے پہنچنے والے قومی رہنما آپ ہوتے۔آپ نے جمعیۃ علماء ہند کو سماجی، تعلیمی، رفاہی اور قومی جماعت بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔آپ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے تاسیسی اراکین میں شامل تھے، گزشتہ سے پیوستہ سال غسلِ کعبہ کی سرکاری تقریب میں آپ کو مدعو کیا گیا اور اس سعادت سے آپ بہرہ ور ہوئے۔

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کا قد متوسط، متبسم نورانی چہرہ، عقابی نظریں، کھلی پیشانی، سڈول جسم، سادہ کھدر کا کرتا، متناسب اُونچی شلوار، سر پر اکثر سبز کبھی سرخ عربی رومال باندھتے، چال میں وقار کے ساتھ ساتھ پھرتی اور تیزی، بات اتنی صاف اور آسان کہ ہر ایک کو سمجھ آجائے، بات کرتے تو لبوں سے موتیوں کی برکھا شروع ہوجاتی، تہجد، اشراق، اوّابین، تلاوت، سفر ہو یا حضر ناغہ ناممکن ہوتا۔زہد وغنا کے کوہِ ہمالیہ، اوصافِ حمیدہ سے قدرت نے فیاضی سے آپ کو حصہ نصیب فرمایا، اپنے تقویٰ، پرہیزگاری، عمل وفضل کے باعث لاکھوں مسلمان آپ سے ٹوٹ کر محبت کرتے بلکہ عشق کرتے۔ واقعی محبوبیت ہو تو ایسی کہ جس کا سوکنوں کو بھی اعتراف ہو۔حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کیا گئے لاکھوں دلوں کی دنیا سونی ہوگئی۔دل بجھ گئے:

دل گلستاں تھا تو آنکھوں سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں ہوگیا عالم بیاباں ہوگیا

دل کی تکلیف و شوگر نے عرصہ سے آپ سے محبت شروع کررکھی تھی۔مگر معمولات جاری رہے۔اس سال رمضان المبارک خیر خیریت سے گزرا۔ معمولات جاری رہے۔عید کے قریب الیکٹرانک وہیل چیئر اُلٹنے سے چوٹ لگ گئی۔تین ماہ دہلی کے معروف اپولو ہسپتال میں زیر علاج رہے۔وقت موعود آپہنچا اور دیکھتے ہی دیکھتے آخرت کو سدھار گئے۔ان کے دل بے قرار کو قرار آگیا۔**نم کنومة العروس** کا مصداق ہوگئے۔

۶ رفروری کو انتقال ہوا۔۷ رفروری کو دارالعلوم میں لاکھوں عوام نے جنازہ میں شرکت کی۔شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی خانقاہ رائے پور، مظاہر علوم سہارنپور اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ سے جو محبانہ تعلقات تھے آپ کے وصال کے بعد آپ کے جانشین حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے ان کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ آگے بڑھایا۔آخری وقت بھی اس کا عملی مظاہرہ دیکھنے میں آیا کہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے جانشین کی نمازِ جنازہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے جانشین نے پڑھائی۔اللہ ربّ العزت بہت ہی جزائے خیر دیں حضرت مولانا فضل الرحمٰن کو کہ علماء کی ایک جماعت کو لے کر جنازہ میں شریک ہوئے اور یوں اسلامیانِ پاکستان کا خانوادۂ حضرت مدنیؒ سے تعلق کا فرض کفایہ ادا ہوگیا۔دارالعلوم دیوبند کے ہزاروں علماء، مشائخ اور اولیاء کا مسکن قبرستان قاسمی میں داخل خلد بریں ہوئے۔

رفتید و لے نہ از دل ما

فدائے ملت نور اللہ مرقدہٗ کا سفرِ پاکستان

مولانا مجاہد الحسینی (پاکستان)

اللہ تعالیٰ کے بعض بندوں کا دائرۂ کار صرف اپنی ذات سے وابستہ امور کی نگہداشت اور اصلاحِ احوال تک محدود ہوتا ہے اور بعض ایسے کہ اپنی ذات کے ساتھ ساتھ دوسروں کی اصلاح، خیر خواہی اور ترقی و خوشحالی کی وسعتوں کو محیط ہوتا ہے۔ چنانچہ برصغیر پاک و ہند کی چند عظیم شخصیات کی ذاتی خوبیوں، محاسن و کمالات کے ساتھ ساتھ ان کی اجتماعی مساعیٔ حسنہ اور ان کے دینی، معاشرتی اور تمدنی کارناموں کا جائزہ لینے سے اس حقیقت کا ادراک ہوتا ہے کہ وہ شخصیات جو اللہ کے فضل و کرم سے اسلام اور ملت اسلامیہ کی نشأۃ ثانیہ اور ان میں خاص انقلاب و تغیر کی روح پھونکنے کو اس کارگاہِ عالم میں جلوہ گر ہوئی تھیں۔ ان میں حضرت مجدد الف ثانیؒ احمد سرہندی شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے بعد شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا عزیز گلؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ اور امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے اسمائے گرامی خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ انہی عبقری شخصیات کے خانوادۂ علم و عرفان کی نامور اور ممتاز دینی، علمی، ملّی اور دیگر جلیل القدر خدمات کی وارث حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی ذاتِ گرامی تھی جنھوں نے ۶ رفروری ۲۰۰۶ء کو دہلی کے اپولو ہسپتال میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۹۲۶ء یا ۲۸ء کو مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی دیوبند میں شیخ الاسلام حضرت مرشدی مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے پاکباز اور زہد کدہ میں ولادت ہوئی۔ گھر اور مدرسے کے در و دیوار قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس صداؤں اور فرنگی سامراج کے خلاف اعلائے کلمۃ الحق سے گونج رہے تھے۔ ایک علم افروز، روح افزا اور انقلاب آفریں ماحول میں مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی پرورش ہوئی تھی۔ ان دنوں فرنگی سامراج کے جبر و استبداد کا دور دورہ تھا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کبھی دارالحدیث میں درس و تدریس میں، کبھی ریل اور جیل میں ہوتے، بایں ہمہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت سے کبھی غافل نہ ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ پھر دارالعلوم دیوبند کے لائق فائق اساتذۂ کرام سے علوم القرآن، حدیث شریف اور فقہ میں درجۂ کمال سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد کچھ عرصے تک دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے منصب پر بھی فائز رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ مدنیؒ کی زیرنگرانی ہندستانی مسلمانوں کے دینی و سیاسی معاملات خوش اسلوبی سے حل کراتے رہے۔ علاوہ ازیں جمعیۃ علماء ہند کے تنظیمی امور میں بھی گہری دلچسپی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ خصوصاً اپنے والد ماجد حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ کے علاوہ مفتی کفایت اللہؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا محمد میاںؒ اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کے نظامِ کار اور ان کے جلیل القدر کارناموں کا چونکہ بہت قریب سے مشاہدہ کیا تھا، اس لیے ان میں امت مسلمہ کے مسائل کی بابت خاصا تجربہ حاصل ہو گیا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ ۵ ردسمبر ۱۹۵۷ء کو حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے وصال کے بعد مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے ایک جانب تو جمعیۃ علماء ہند کے رہنماؤں اور کارکنوں کو فعال کردار ادا کرنے میں سرگرم عمل کیا اور دوسری جانب انتخابی مراحل میں حصہ لے کر کئی مرتبہ پارلیمنٹ کے رکن منتخب ہوئے تھے۔ نیز بھارتی مسلمانوں کے پرسنل حقوق کے تحفظ کی خاطر مسلم پرسنل لاء منظور کرایا۔ دینی مدارس اور مساجد کی تنظیم نو کے سلسلے میں اہم کارنامے انجام دیئے۔ ہندو مسلم فسادات اور مساجد کی ویرانی پر آپ اکثر مغموم اور دل گرفتہ رہنے کے باوجود فساد زدہ علاقے کا فوراً دورہ کر کے ناگفتنی حالات پر قابو پانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اکابر کے داغِ مفارقت کے بعد ہندستان میں مولانا سیّد اسعد مدنی رحمہ اللہ کی ذاتِ گرامی ایک اطمینان بخش سہارا تھی۔ آپ نے اسلامی تعلیم و اشاعت، تصوف و سلوک اور قومی و سیاسی امور میں حضرت شیخ مدنیؒ کے صحیح جانشین ہونے کا حق ادا کیا۔

چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت علامہ قاری محمد طیب قاسمیؒ کے پاکستان میں تشریف آوری پر ایک صاحب نے قاری صاحب سے دریافت کیا کہ: ''شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے بعد ان کے بڑے فرزند ارجمند مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کا کیا حال ہے؟ وہ اپنے والد ماجد کی شمع علم و عرفان کی روشنی تیز تر کرنے میں کوئی کردار ادا کر رہے ہیں یا بعض سجادہ نشینوں کی طرح صورتِ حال مایوس کن ہے؟''

اس سوال کے جواب میں حضرت علامہ قاری محمد طیبؒ نے فرمایا تھا: الحمد للہ! دارالعلوم کا سرچشمۂ علوم و معارف جاری و ساری ہے اور دنیائے اسلام کا مرکز و محور ہونے کی حیثیت سے علی حالہٖ قائم و دائم اور ترقی پذیر ہے۔

جہاں تک مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی ذاتِ گرامی کا تعلق ہے، بمبئی میں ان کے والہانہ اور پرجوش استقبال کی ایک جھلک دیکھی ہے۔ وہی حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کا سا انداز، وہی عقیدت و محبت کے مظاہرے، شائقین و

جاں نثاروں کا وہی بے پناہ ہجوم، صرف نام کا فرق دِکھائی دیتا ہے، باقی تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ نے وہی برکات و فیوض عطا فرمائے ہیں جو حضرت مدنی رحمہ اللہ کی ذاتِ اقدس کے لیے مختص تھے، وہی مجاہدہ و ریاضت، وہی جفاکشی اور وہی معاملہ فہمی، وہی خلوص و دیانت اور وہی للّٰہیت کے مناظر دیکھنے میں آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی ہے، وہ اپنے جس بندے کو عزت و عظمت عطا کرنے کا ارادہ کرلے اور جس کا نام روشن کرنے کا فیصلہ کرلے اس میں دنیا کی کوئی طاقت رخنہ انداز نہیں ہوسکتی۔ (ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء)

مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی پاکستان میں تشریف آوری

تقسیم ہند سے قبل اگرچہ مجھے سیّدی و مرشدی حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری اور شرفِ ملاقات کی کئی مرتبہ سعادت نصیب ہوچکی تھی، لیکن مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کے ساتھ ملاقات کا موقع میسر نہ آسکا تھا۔ مفکر اسلام حضرت علامہ قاری محمد طیب صاحبؒ اور دیگر شخصیات کی زبانی جب ان کے ایمان افروز واقعات سماعت نواز ہوتے یا اخبارات کے جھروکے سے ان کی خدماتِ عالیہ کی معلومات فراہم ہوتیں تو شوقِ زیارت و ملاقات دو چند ہوجاتا، چنانچہ ایک روز حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ٹیلیفون کے ذریعے حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی تشریف آوری کی اطلاع ملی کہ حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کرنے کے بعد ۱۶/مارچ ۱۹۷۰ء کو کراچی پہنچیں گے۔

دیوبند اور حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ کا اسم گرامی سن کر مشتاقانِ زیارت کی حالت دیدنی ہوتی ہے۔ دیوبند اور بھارت کے دیگر شہروں سے ہمارے اکابر میں سے کوئی بھی شخصیت پاکستان میں رونق افروز ہوتی ہے تو یہاں کی علمی و روحانی کشتِ ویراں میں تازگی آجاتی اور دلوں کے گلشنِ خزاں رسیدہ میں ایک مہک آفریں بہار کا سماں چھا جاتا ہے۔ علامہ قاری محمد طیبؒ تشریف لائے تو علم و فضل کے فانوس روشن ہوگئے۔ خانقاہ حضرت رائے پوریؒ کے سجادہ نشین حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے شرف سے نوازا تو قلب و نظر کے ظلمت کدے منور ہوگئے۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف دہلوی تشریف لائے تو ہمہ جہت دعوت و ارشاد کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سہارنپوری رونق افروز ہوئے تو مشتاقانِ زیارت کے لیے سکون و طمانینت کا سامان فراہم ہوگیا۔ اسی طرح جب حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی پاکستان میں تشریف آوری کی مسرّت افزا خبر سنی تو روحانی بالیدگی اور قلبی تطہیر کی لہر دوڑ گئی تھی۔ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ حسبِ پروگرام ۱۶/مارچ ۱۹۷۰ء کو کراچی پہنچ گئے اور پاکستان کی عظیم دینی و علمی شخصیت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ حضرت اسعد مدنیؒ کے استقبال کے لیے جامعہ فرقانیہ راولپنڈی کے مدرّس اور حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کے تلمیذ مولانا محمد عثمان اور صادق آباد کے معروف زمیندار اور اہلِ حق علمائے کرام کے قدردان جناب امیر عالم خان لغاری بھی کراچی پہنچ گئے تھے۔

مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے کراچی میں قیام کے دوران حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے رفیق اور تحریکِ خلافت کے ممتاز رہنما مولانا محمد صادق کے مدرسہ مظہر العلوم واقع مقام کھڈہ اور مولانا محمد زکریا کے مدرسہ انوارالعلوم فیڈرل بی ایریا کا بھی معائنہ کیا۔ مولانا محمد زکریا چونکہ حضرت شیخ مدنیؒ کے عزّت کدے پر گھریلو خادم خاص کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دے چکے تھے، اس لیے حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے ان کی دعوتِ معائنہ کو خاص اہمیت دی۔ علاوہ ازیں دیگر بہت سے احباب کی دعوت میں بھی شرکت کا اعزاز بخشا تھا۔

۱۸/مارچ کو بذریعہ خیبر میل سردار امیر عالم خان لغاری کی دعوت پر صادق آباد تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ مولانا سیّد حامد میاں آپ کے رفیقِ سفر تھے، وہاں سے بذریعہ کار تحریکِ ریشمی رومال کے تاریخی مرکز دین پور شریف کے لیے روانگی ہوئی۔ یہاں سے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے فرزند اور جانشین مولانا عبیداللہ انور بھی شریکِ کارواں ہوگئے تھے۔

مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی دین پور تشریف آوری کا سن کر جمعیۃ علمائے اسلام کے قائدین شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ اور ملتان بہاولپور کے گردونواح میں قیام پذیر علمائے کرام، جمعیۃ علمائے اسلام اور مجلسِ احرار کے ہزاروں کارکن خانپور پہنچ گئے تھے۔ ان حضرات کے استقبال کا منظر دیدنی تھا۔ مولانا سیّد اسعد مدنیؒ خانپور سے دین پور پہنچے تو حضرت مولانا عبدالہادی دین پوریؒ نے جس عقیدت اور محبت بھرے انداز میں آپ کو اہلاً وسہلاً کہا، رقت آمیز اور کیف آور منظر ناقابلِ بیان ہے۔ دین پور میں حضرت شیخ المشائخ مولانا غلام محمد اور تحریکِ آزادی کے ممتاز رہنما مولانا عبیداللہ سندھی اور دیگر حضرات کی قبروں پر مسنون دعا کی۔

حضرت مولانا غلام محمد دین پوری محض شیخ تصوف و طریقت ہی نہ تھے بلکہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کے معتمد خاص رفقا میں شمار ہوتے تھے اسی لیے حضرت شیخ الہندؒ نے تحریکِ آزادی کے منصوبے تحریک ریشمی رومال کے لیے جو آٹھ مراکز قائم کیے تھے، ان میں دین پور کی خاص اہمیت تھی۔ ان تحریکی مراکز کا انتظام و انصرام حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا شوکت علیؒ، ڈاکٹر مختار احمد انصاریؒ اور دیگر عظیم شخصیات کے سپرد تھا۔ دین پور کے امیر حضرت مولانا خلیفہ غلام محمدؒ تھے۔ آپ نے اس تحریک میں حصہ لینے کی پاداش میں تین سال قیدِ فرنگ کی سختیاں برداشت کی تھیں۔

دین پور کی مرکزیت اور اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ بھی یہاں تشریف لائے تھے۔ ان کے استقبال کے لیے مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے خانپور اسٹیشن پر سواری کا انتظام کرتے ہوئے گھوڑا بھیجا۔ حضرت تھانویؒ سوار ہوکر جب دین پور کی حدود میں داخل ہوئے تو اچھل کر سواری سے اُترتے ہی فرمایا:

’’عبیداللہ! یہ تو ولی اللہ کا علاقہ ہے، یہاں سے ننگے پاؤں حاضر ہوں گے۔‘‘

حضرت تھانویؒ کے علاوہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ بھی یہاں کئی مرتبہ تشریف فرما ہوئے تھے۔

دین پور سے ملتان، لائلپور اور ڈھڈیاں کا سفر

بہرنوع ان جلیل القدر شخصیات کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے بھی اپنے اسلاف کی روایات کو تازہ کرتے ہوئے دین پور کا سفر کیا اور بزرگوں حضرت مولانا خلیفہ غلام محمدؒ اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور دیگر شخصیات کی قبور پر دعاؤں کے بعد خانپور میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ سے ملاقات کی اور ان کے مدرسہ مخزن العلوم میں علاقے کے علمائے کرام اور عقیدتمندوں کے عظیم اجتماع سے تبرکاً چند الفاظ میں فرمایا کہ میں پاکستان میں کسی خطاب کے لیے نہیں بلکہ اپنے اسلاف کی تاریخی روایات کو زندہ رکھنے اور بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہونے آیا ہوں۔ چنانچہ اس اجتماع سے حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور دیگر حضرات نے خطاب کیا تھا۔

خانپور سے مولانا سیّد اسعد مدنیؒ اپنے دیگر رفقائے سفر کے ہمراہ بذریعہ ریل گاڑی ملتان کے لیے روانہ ہوئے تو بہاولپور اور شجاع آباد وغیرہ اسٹیشنوں پر عقیدتمندوں کے بڑے اجتماع نے آپ کا نہایت گرمجوشی اور عقیدت و احترام کے جذبات کے ساتھ استقبال کیا۔ شجاع آباد میں خطیبِ پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے لیے ریل گاڑی میں ہی ایصالِ ثواب کے لیے دعا کی گئی اور ان کی بے مثال دینی، علمی اور ملّی خدمات کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا گیا تھا۔

ملتان اسٹیشن پر اضلاع، ڈیرہ غازی خان، مظفرگڑھ اور بہاولپور ڈویژن کے علاوہ شہر کے تمام دینی مدارس کے طلباء و مشائخ اور عقیدت مندوں کا عظیم اجتماع شوقِ زیارت کے لیے سراپا استقبال تھا۔ وہاں سے حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے ہمراہ قاسم العلوم تشریف لے گئے اور ناشتے کے بعد قلعہ قاسم پر ملتان کے تاریخی اجتماع جمعہ میں تشریف لے گئے تو ایمان افروز لہجے میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس مثالی اور تاریخی اجتماع میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے خلفاء حضرت مولانا سیّد خورشید احمد شاہ صاحب عبدالحکیم سے، حضرت مولانا خدابخش ملتانی، استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا خیرمحمد جالندھریؒ اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی مدنیؒ نے خطاب سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

یہ تاریخی شہر اولیاء اللہ زہاد و اتقیاء کا شہر ہے۔ اس میں برصغیر کے خطیبِ اعظم حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی ابدی آرام گاہ ہے۔ میں نے تو صرف بزرگوں کی زیارت اور احباب سے ملاقات کی خاطر یہ سفر کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے بعد مولانا ضیاء القاسمیؒ نے اپنے ولولہ انگیز خطاب میں حضرت مدنیؒ کی شان میں کلماتِ تحسین کہے۔ بعدازاں مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی قبر پر محویت کے عالم میں دعا کی۔ دوسرے روز خیرالمدارس کا معائنہ کیا پھر بذریعہ ہوائی جہاز لائل پور کے لیے روانگی ہوئی۔ ہوائی اڈّے سے شہر تک سڑک کے دورویہ مشتاقانِ زیارت کا بہت بڑا اجتماع تھا۔ جامع مسجد کچہری بازار میں حضرت مدنیؒ کے اعزاز میں استقبالیہ کا اہتمام تھا۔ فراغت کے بعد سرگودھا اور ڈھڈیاں روانہ ہوگئے۔ سرگودھا میں میں حضرت رائے پوریؒ کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالعزیزؒ اور مولانا عبدالسمیع نے استقبالیہ کا شاندار انتظام کیا تھا۔ اس میں شرکت کے بعد حضرت شیخ المشائخ مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے مدفن ڈھڈیاں روانہ ہوگئے۔ وہاں حضرت رائے پوریؒ کے عزیز مولانا عبدالجلیل، مولانا عبدالوحید کے علاوہ مولانا سیّد نفیس الحسینی اور مولانا عبدالقادر جھاوریاں سمیت دیگر کئی علمائے کرام اور عقیدتمندوں نے استقبال کیا۔ نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ اپنے رفقاء کے ہمراہ حضرت شیخ المشائخ مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کی قبر پر گئے۔ دیر تک سرگودھا پہنچ گئے اور علمائے دیوبند کے مخلص خادم حاجی فرزند علی کے ہاں عشائیہ میں شرکت کے بعد بذریعہ چناب ایکسپریس جہلم روانہ ہوگئے۔ راقم الحروف کے علاوہ مولانا محمد عثمان، مولانا ضیاء القاسمیؒ، حکیم عبدالرزّاق کابلی شریکِ سفر تھے۔ گاڑی جب بھلوال اور ملک وال اسٹیشنوں پر پہنچی تو مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کے استقبال کے لیے معتقدین ومریدین کا جمِ غفیر رات گزرنے پر بھی موجود تھا۔

جہلم اسٹیشن پر حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ چکوال سے اپنے ہزاروں مریدوں اور علاقے کے علمائے کرام کے جلو میں سراپا استقبال تھے۔ اسٹیشن سے مولانا عبداللطیف کے مدرسہ میں پہنچے تو استقبالیہ گاڑیوں کا ہجوم دیکھ کر وہاں گزرتے ہوئے آزاد کشمیر کے صدر اور ممتاز رہنما سردار عبدالقیوم خان مدرسہ کے اندر تشریف لے آئے۔ میں نے حضرت اسعد مدنیؒ سے سردار صاحب کا تعارف کرایا تو حضرت بڑی گرمجوشی سے ملے۔ بعد ازاں ایک بڑے جلوس کی شکل میں راولپنڈی کو روانگی ہوئی تو گوجرخان کے مقام پر مولانا غلام اللہ خانؒ، مولانا عبدالحکیمؒ، مولانا محمد رمضان علویؒ، مولانا عبدالستار توحیدیؒ اور علاقے کے دیگر علمائے کرام کی بڑی تعداد نے حضرت مدنی زندہ باد کے نعروں سے والہانہ استقبال کیا۔ راولپنڈی میں مولانا غلام اللہ خانؒ کے مدرسہ تعلیم القرآن اور مولانا عبدالحکیمؒ کے جامعہ فرقانیہ کے معائنے اور ان مدارس میں آپ کے اعزاز میں دیئے گئے استقبالیہ میں شرکت کے بعد کارواں کی شکل میں اسیرِ

مالٹا حضرت شیخ الہندؒ وحضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے رفیق حضرت مولانا عزیر گل کی زیارت وشرفِ ملاقات کے لیے روانگی ہوئی۔ پشاور روڈ پر جب قافلہ دریائے اٹک کا پل عبور کرنے لگا تو حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کو صوبہ سرحد کی حدود شروع ہونے کی نشاندہی کی گئی۔ مولانا مدنیؒ نے سنتے ہی فرمایا غالباً یہی وہ مقام ہے جہاں سے مجاہدینِ بالاکوٹ نے دریا عبور کیا تھا۔ یہ کارواں جب پاکستان کے سب سے بڑے دینی مدرسہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پہنچا تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور مولانا سمیع الحق کی زیر قیادت علمائے کرام، جامعہ حقانیہ کے مدرّسین اور طلباء کے فقید المثال اجتماع نے مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کا جس گرمجوشی، محبت وعقیدت اور احترام واکرام کے ساتھ استقبال کیا اس کی صحیح نقشہ کشی الفاظ و بیان کے حدود سے باہر ہے۔ پاکستان میں دارالعلوم دیوبند ثانی کے طلباء کی آنکھوں کی چمک اور چہروں کی دمک سے اندازہ ہورہا تھا کہ مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی زیارت وملاقات سے ان کی مسرت وشادمانی شگوفوں کی مانند چٹک رہی ہے۔ مولانا سمیع الحق کے خیر مقدمی خطاب کے بعد مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے مختصر الفاظ میں عظیم الشان استقبال پر حاضرین خصوصاً حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سابق استاد دارالعلوم دیوبند اور بانی جامعہ حقانیہ کو نہایت بلیغ اور فکر انگیز کلماتِ تشکر پیش کیے تھے۔ یاد رہے کہ مولانا سیّد اسعد مدنی رحمہ اللہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے دیوبند میں شاگرد رہ چکے تھے۔

اسیر مالٹا مولانا عزیر گل کی زیارت و شرف ملاقات

برصغیر پاک و ہند کی تحریکِ آزادی کے ممتاز اور منفرد رہنما جنھوں نے شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے علمی وسیاسی براہِ راست اکتسابِ فیض کرکے آپ کے ساتھ جزیرۂ مالٹا میں فرنگی سامراج کی ظالمانہ قید کی ہولناک سختیاں اور جاں گسل تکلیفیں برداشت کی تھیں۔ وہ شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، مولانا عزیر گلؒ، حکیم نصرت حسینؒ اور مولانا وحید احمدؒ تھے۔ ۲۱ رفروری ۱۹۱۷ء کو یہ حضرات مالٹا میں جلاوطنی کی اسارت کا ہدف بنادیئے گئے تھے۔ اس دوران حضرت شیخ الہند کی خصوصی ہدایت پر ان حضراتؒ نے انگریز مخالف دیگر ممالک کے قیدیوں سے مختلف زبانوں (انگریزی، فرانسیسی، جرمن وغیرہ) میں دسترس حاصل کی تھی۔ ان میں سے حکیم نصرت حسینؒ تو اسارتِ مالٹا کے دوران ہی فرنگی ظالموں کے جبر واستبداد کی تاب نہ لاکر جامِ شہادت نوش کرگئے تھے۔ ۱۹۲۰ء میں حضرت شیخ الہندؒ کی اپنے رفقاء سمیت رہائی کے بعد پہلے حضرت شیخ الہندؒ اور پھر حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے تھے۔ صرف مولانا عزیر گل بقیدِ حیات تھے جو صوبہ سرحد کے دورافتادہ علاقہ مالاکنڈ ایجنسی کی حدود میں سخاکوٹ کے نزدیک میاں گاؤں میں رہائش پذیر تھے۔

مولانا سیّد اسعد مدنیؒ اس تاریخی شخصیت اور تحریکِ آزادی کے ممتاز و منفرد رہنما حضرت مولانا عزیر گلؒ کی زیارت کے لیے اپنے رفقائے سفر کے ہمراہ جب بعد نمازِ مغرب حاضر ہوئے تو مولانا عزیر گلؒ اور ان کے بھائی مولانا نافع گلؒ نے بہت ہی گرمجوشی اور نہایت مشفقانہ انداز میں خیر مقدم کیا۔ خصوصاً مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کے ساتھ جس محبت اور شفقت بھرے انداز میں دونوں حضرات نے معانقہ ومصافحہ کیا وہ منظر دیدنی تھا۔ ان حضرات نے مولانا مدنیؒ سے گھربار کے علاوہ دارالعلوم دیوبند اور ہندستانی مسلمانوں کے احوال مختصراً دریافت کرنے کے بعد شرکائے قافلہ سے فرداً فرداً مصافحہ کیا اور خیر خیریت دریافت کی۔ مولانا سمیع الحق نے جب راقم الحروف اور مولانا ضیاء القاسمیؒ کا تعارف کرایا تو حضرت مولانا عزیر گلؒ نے مشفقانہ پیار کے ساتھ ماشاءاللہ کے الفاظ سے دعادی۔ پھر مجھے اشارے کے ساتھ بلاکر حوصلہ افزائی کے انداز میں فرمایا: تمھاری تحریر سے تو کسی معمر اور بوڑھے شخص کا تاثر قائم ہوتا ہے، ماشاءاللہ جوان ہو، اللہ برکت دے۔

غائبانہ قلبی تأثرات کا معاملہ بھی عجیب ہوتا ہے۔ خود میرا بھی حضرت مولانا عزیر گلؒ کی شخصی عظمت اور حضرت شیخ ومرشدی شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کی تحریروں اور حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی مجلس میں برصغیر کی تحریکِ آزادی کے رہنماؤں کے تذکرے میں مولانا عزیر گلؒ کا اسمِ گرامی سن کر تاثر یہ تھا کہ بہت ہی نحیف وضعیف ترین بزرگوں کے انداز میں بستر پر دراز ہوں گے اور اسی حالت میں زیارت کی سعادت حاصل ہوگی۔ مگر جب بلند قامت، صحت مند، سرخ وسفید چہرے کی باوقار عظیم نورانی شخصیت نے آگے بڑھ کر سب کو اہلاً وسہلاً فرمایا تو حیرت واستعجاب کا عالم طاری ہوگیا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد اور باوفا خادم اور حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے رفیقِ اسارتِ مالٹا اور تحریک آزادیٔ ہند کے سلسلے کی ایک سنہری کڑی اور تاریخ کے ایک زرّیں باب کا مشاہدہ ہماری قسمت میں تھا۔ یہ ایک ناقابل فراموش ساعت تھی۔ چونکہ نمازِ عشا کا وقت ہوچکا تھا اس لیے باجماعت نماز کی ادائیگی کے بعد دسترخوان بچھ گیا اور بعد از طعام تمام مہمان محواستراحت ہوگئے۔

مارچ کی بھیگی خنک رات، ہر طرف چاندنی، پہاڑ کا دامن، شاداب علاقہ، چشمے کا ٹھنڈا پانی، شہروں کے شوروغل سے مبرا پرسکون ماحول اور اللہ کے نیک بندوں اور اسلاف کے روحانی اور علمی جانشینوں کا سادہ اور روح افروز ڈیرہ دل ودماغ کے لیے عجیب کیف آور تھا۔ بعد از نمازِ فجر سرحدی باشندوں کے روایتی طور طریقے کے مطابق کشادہ دلی کے ساتھ دسترخوان وسیع تھا، ناشتے کے بعد پھر مجلس سج گئی تھی۔

حضرت مولانا عزیر گلؒ کی توجہات کا مرکز مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی ذاتِ گرامی تھی۔ مولانا کی گفتگو پر اعتماد اور معلومات افزا تحریکِ آزادی کے رہنماؤں کی فکری پرواز، دوراندیشی اور معاملہ فہمی کے نادر واقعات سن کر یوں محسوس ہورہا تھا کہ تاریخ کے اوراق خودبخود پلٹتے جارہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ برصغیر کی آزادی کے لیے ہمارے اسلاف نے ۱۸۵۷ء سے ہی جدوجہد اور

جہاد کا آغاز کر دیا تھا۔ بعدازاں کی تحریکِ مجاہدین بھی اسی سلسلے کی کڑی تھی۔ اگر بالاکوٹ کے مقام پر کچھ روسیاہ مادّی منفعت کی خاطر مخبری اور غداری نہ کرتے تو برصغیر کی آزادی کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ مولانا عزیرگلؒ نے دورانِ گفتگو تحریک ریشمی رومال کے آٹھ مراکز کی تفاصیل بیان کرتے ہوئے صوبہ سرحد کے دومراکز (ترنگزئی اور اتمان زئی) کا بطورِ خاص ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ترنگزئی آزاد قبائل کا مرکز تھا اور اس علاقے کے مشہور پیر طریقت مولانا فضل واحد اس تحریک کے امیر تھے۔ (یاد رہے کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران حضرت مولانا پیر محمد امین خلیفہ حضرت ترنگزئی نے حضرت امیر شریعتؒ کی دعوت پر چند ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت کی تھی اور راقم الحروف نے ان کی زیارت کے ساتھ ساتھ ان کی ایمان افروز اور وجد آفریں تقاریر بھی قلم بند کر کے روزنامہ آزاد میں شائع کی تھیں) مولانا عزیرگلؒ نے فرمایا کہ دوسرے مرکز اتمانزئی کے امیر عبدالغفار خان مقرر ہوئے تھے۔ نیز حضرت شیخ الہندؒ نے صوبہ سرحد اور آزاد علاقہ (یاغستان) میں سفارت کا نظام اور پہاڑی دشوارگزار علاقوں میں رہائش پذیر ہم خیال اور ہمنواؤں کے پاس جا کر حالات سے آگاہ رکھنے کی خدمت میرے سپرد کر رکھی تھی۔ خطوط اور دیگر معلومات پہنچانے کے لیے مولانا عبیداللہ سندھیؒ بھی رفیق کار تھے۔

مولانا عزیرگلؒ نے فرمایا کہ حضرت شیخ الہندؒ کی شروع کردہ تحریک آزادی کے اثرات صوبہ سرحد میں ہمہ گیر ہونے کے علاوہ افغانستان میں بھی اسے خوب پذیرائی ملی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت شیخ الہندؒ کی وفات کے بعد غازی امان اللہ خان برسراقتدار آیا تو اس نے اپنے عمائدینِ سلطنت کے پہلے اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ: ''شیخ الہندؒ یک کار شروع کرد! من او را تمام می کنم۔'' (ان شاء اللہ)

حضرت شیخ الہندؒ نے جو ایک کام شروع کیا تھا میں اس کی تکمیل کروں گا۔ (ان شاء اللہ) بہر نوع مولانا عزیرگلؒ نے دورانِ گفتگو جزیرۂ مالٹا میں قید کے دوران انگریزوں کے تشدد آمیز سلوک کے واقعات بھی بیان کیے تھے۔

اس اثناء میں مولانا سمیع الحق کی تجویز پر مولانا سیّد اسعد مدنیؒ معہ رفقاء مولانا عزیرگلؒ کی مرحومہ رفیقۂ حیات اور دیگر مرحومین کی قبروں کی زیارت اور ایصالِ ثواب کے لیے میاں گاؤں کے قبرستان بھی گئے۔ واپسی پر کھانا تناول کر کے نمازِ ظہر ادا کی گئی۔ نمازِ عصر کے بعد پھر مجلس کا انعقاد ہوا۔ مختلف علمی موضوعات پر گفتگو کے بعد رات کو وہیں قیام ہوا۔ صبح کو مولانا سیّد اسعد مدنیؒ اپنے رفقاء کے ہمراہ کاروں کے ذریعہ پشاور روانہ ہو گئے۔ وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز لاہور پہنچے تو ہوائی اڈے پر بہت بڑے جلوس کی شکل میں مولانا عبدالعزیز سرگودھا والے اور مولانا سیّد انور حسین نفیس (خلفاء حضرت رائے پوریؒ) اپنے مریدوں، علمائے کرام اور دینی جماعتوں کے ممتاز کارکنوں کی رفاقت میں سراپا انتظار تھے۔ ہوائی اڈے سے جامعہ مدنیہ پہنچے، دوسرے روز مولانا عبیداللہ انورؒ کے ہاں خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور میں رونق افروز ہوئے اور مختلف تقریبات میں شرکت کے بعد گنڈا سنگھ والا بارڈر کی جانب سے براستہ بھٹنڈہ دہلی روانہ ہو گئے۔ (اس سفر کے مفصل واقعات راقم الحروف نے ''مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کے ساتھ چند روز'' کے زیرعنوان ۱۹۷۰ء کو ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور میں کئی قسطوں میں شائع کر دیے تھے)

بعدازاں مولانا سیّد اسعد مدنیؒ جب بھی پاکستان میں تشریف لائے، کبھی مروّجہ سیاسی موضوع پر گفتگو نہیں کی بلکہ ہمیشہ امت مسلمہ میں اتحاد و اتفاق اور علمائے کرام کے مابین اختلافی امور کے خاتمے اور عصری تقاضے کے مطابق راہِ عمل استوار کرنے پر ہی زور دیتے رہے ہیں۔

حال ہی میں جب بہاولپور میں تشریف لائے (غالباً یہ ان کا پاکستان میں آخری سفر ہے) تو مجھے لاہور جامعہ مدنیہ میں شرفِ ملاقات نصیب ہوا۔ جب مہتمم مولانا رشید میاں نے میری حاضری کی اطلاع دی تو کمرے میں داخلے سے قبل ہی انتظار میں کھڑے تھے، بہت تپاک اور بہت سے معانقہ سے مشرف فرمایا، چونکہ کمرہ مشتاقانِ زیارت سے بھرا ہوا تھا اس لیے خیر خیریت معلوم کرنے کے بعد صرف یہی عرض کر سکا کہ:

حضرت! آپ حضرات نے تو کئی برس کے بعد اختلافات ختم کرنے کا اعلان کر کے وحدتِ علماء کے فضا قائم کر دی ہے۔ آپ اس سفر میں پاکستانی جمعیتوں کے سربراہوں اور ختمِ نبوّت کے مقدس نام کی دھڑے بندیوں میں بھی اتحاد اور وحدت کی فضا پیدا کرنے کی کوشش فرمائیں تو احسانِ عظیم ہوگا۔ حضرت مدنیؒ یہ سن کر مسکرا دیے اور فرمایا: اچھا بھائی اللہ اچھے اسباب پیدا فرما دے، دل تو اس کے اختیار میں ہے۔

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ سے اس شرفِ زیارت و ملاقات کے بعد اخبارات میں ان کی شدید بیماری کی خبر پڑھی اور تین ماہ بعد یہ المناک خبر سننے میں آ گئی کہ ۶ رفروری ۲۰۰۶ء کو علم و فضل، زہد و تقویٰ اور ملت اسلامیہ کا غمخوار اور عالم اسلام کو غمگین چھوڑ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے اسلاف کی رفاقت میں جنت الفردوس میں مقامِ علیین عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر و استقامت کے ساتھ ان کے نقوش تابندہ رکھنے کی سعادت سے نوازے، آمین!

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی وفات سے ہندستانی مسلمان ایک مستعد غمخوار، دینی و ملّی قائد، رابطہ عالمِ اسلامی مکہ معظّمہ کی تنظیم، ایک مجتہد، فقیہ اور صائب الرائے مشیر اور مسلمانانِ عالم کی بہت سی تنظیمیں ایک مخلص ہمدرد کی گراں قدر رہنمائی اور تعاون سے محروم ہو گئی ہیں، لیکن بفضلہٖ تعالیٰ مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کے اعمالِ صالحہ صدقاتِ جاریہ کے طور پر ہمیشہ زندہ و تابندہ رہیں گے:

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی!

جامعیت وکمال کا پیکر تھے فدائے ملتؒ

مولانا اللہ بخش ایاز ملکانوی مدظلہ خصوصی وقائع نگار ماہنامہ ''القاسم''

● امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کو دار البقاء سدھارے پورے چار ماہ ہونے کو ہیں مگر لگتا ہے کہ ان کا یہ سانحہ اور حادثۂ وفات کل ہی پیش آیا۔ ان کی وفات حسرتِ آیات کا صدمہ کہاں بھولا اور اتنا جلدی بھلایا بھی کہاں جاسکتا ہے کہ جس ذات میں سب کی تڑپ تھی اور سب کا درد تھا وہ سب کو تڑپا کر اور درد دے کر خود تو خلد آشیاں مقبرہ میں اپنے عظیم والد شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے پہلو میں محو استراحت ہیں مگر:

دستِ بے دادِ اجل سے بے سرو پا ہوگئے
فقر و دیں، فضل و ہنر، لطف و کرم، علم وعدل

● مولانا سیّد اسعد مدنیؒ شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے فرزندِ ارجمند تھے۔ حضرت شیخ الاسلام کے بارے میں کہہ سکتا ہے کہ:

ابونا اب لوکان للناس کلھم
اب مثلہ اغناھم بالمناقب

● مولانا سیّد اسعد مدنیؒ اپنے والد کا کامل نمونہ، جیتی جاگتی تصویر اور عکسِ جمیل تھے، تصوف وسلوک ہی نہیں، سیاسی حوالے سے ہندوستان ایسے ملک کی ملک گیر جمعیۃ علماء ہند کی مسندِ صدارت ہو، جرأت واستقامت کے ساتھ اعلیٰ کلمۃ اللہ کا معاملہ ہو، ایسا ملک جہاں بھانت بھانت کے مذہب ہوں اور مختلف زبانیں بولی جاتی ہوں، میں کسی کی ایذا رسانی کے بغیر شعائرِ اسلام کی نگہبانی اور محافظت کا معاملہ ہو، اسلام کے صدق آگیں احکام کا اس قدر بلند آہنگی کے ساتھ اظہار کہ لائم کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر ایمان واسلام کی مطلوبہ حکمت و دانشمندی اور پوری دانائی کے ساتھ اعلانِ حق ہو اور تواضع، عاجزی اور سادگی ہو، سخاوت وایثار و ہمدردی ہو اور اُصولوں کی پاسداری ہو، اپنے گرامی والد کے دوش بدوش نظر آتے ہیں۔ صرف اسی پر بس نہیں بلکہ اپنے عظیم باپ کی طرح عملِ پیہم تھے اور مجسم جہد تھے اور ایثار، اخوت و بھائی چارگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور رچی بسی تھی، بہت بڑے فیاض اور مہمان نواز تھے، اپنے والد نور اللہ مرقدہٗ کے بچھائے ہوئے دسترخوان کو لپیٹنا تو دُور کی بات ہے، اسے مختصر بھی نہیں کیا تھا۔ امیر الہند سیّد مدنیؒ ان تمام صفات ومزایا میں اپنے والد کا کامل پرَتو تھے۔

عظیم باپ کے بیٹے بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں ملیں گے اور جیسے کسی نے کہا کہ ''ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں۔'' مگر:

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

اور جانشین بننا اور الولد سر لابیہ۔ کا مجسم مصداق کارے دارد۔ جہاں ''یا جاں رسد بجاناں یا جاں زتن برآید'' والا معاملہ بھی ہوجاتا ہے لیکن فدائے ملت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے یہ معرکہ ایسی خوش اسلوبی سے اور ایسے خاموش اخلاص آگیں حسنِ عمل سے سر کیا کہ ملک ہی نہیں بلکہ پوری ملتِ اسلامیہ ہند وپاک نے جانشین کہا:

ایں کار از تو آید مرداں چنیں کنند
شاخِ گل از نسیم جلوہ گراست
وقت گلبانگ بلبل سحر است

● ''دار العلوم'' دیوبند کے مدیر شہیر حضرت حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب اپنے غم سے لبریز ادارتی مضمون میں تحریر کرتے ہیں:

''ان کی ایک زندگی نہ جانے کتنی زندگیوں کا مجموعہ تھی۔ اس لیے ان کی وفات صرف خانوادۂ مدنی کا ماتم ہے، جہد وعزیمت کا ماتم ہے۔ استقلال و استقامت کا ماتم ہے، فراست وحکمت کا ماتم ہے، ایثار وغم خوارئ خلق کا ماتم ہے ملتِ اسلامیہ ہند کے طالع و بخت کا ماتم ہے۔'':

مرثیہ ایک کا اور نوحہ ساری قوم کا

● امیر الہند حضرت سیّد اسعد مدنی رحمہ اللہ متعدد بار پاکستان تشریف لائے اور بار ہا حضرت کی زیارت وملاقات سے باریاب ہوا۔ جامعہ رشیدیہ ساہیوال، دار العلوم کبیر والا اور دار العلوم مدنیہ بہاولپور ان مدارس میں زیارت کے علاوہ تقاریر و بیانات سے بھی متمتع ہوا۔ چند خصوصیات جو مجھ جیسے بے بصر و بے بصیرت کو بھی محسوس ہوئیں ان میں ایک آپؒ کی حد درجہ کی سادگی تھی۔ گفتگو سادہ جس میں کوئی تصنع، بناوٹ نہ تھی، عالمانہ وقار کے ساتھ بغیر کسی اینچ پیچ کے نپے تلے الفاظ میں مطلب کی بات کہہ دی جاتی، سجع بندی، الفاظ بندی اور تک بندی سے بات مبراء وپاک صاف ہوتی۔ اس لیے کہ یہ ضرورت سے حد درجہ زائد کی ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے فرد اور شخصیت کے بناؤ اور تعمیر کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ تقریر اس طرح کی ہوتی کہ عام وخاص اور عالم وغیر عالم بھی مستفید ہوتے اور عقیدہ وعمل کے موتی اپنے اپنے بقدرِ ظرف ضرور لے کر جاتے۔

آپؒ کی تقریروں کے چند اقتباسات درج ہیں۔ مقصود صرف آپ کی کمال سادگی دکھانا نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ حضرتؒ نے جس ہمدردی، سوز اور درد کے ساتھ پاکستانی علماء سے جو دوٹوک الفاظ میں بات کی ہے اس

کااہلِ علم تک پہنچانا بھی ہے۔فرماتے ہیں:

’’ہماری بدقسمتی ہے کہ یہاں علماء عیش کے عادی ہیں،علماء کو چاہیے کہ وہ باسی وسوکھی روٹی کھا کر اور پیدل چل کر دین کے لیے مصیبت اٹھائیں، پاکستان کے علماء اس کے لیے تیار نہیں ہیں،کوئی فکر نہیں،نماز نہیں، جماعت نہیں،مسجد نہیں، دینداری نہیں،علم نہیں اور لوگ مرتد ہورہے ہیں،علماء اپنی نزاکت،مخملی فرش سے نیچے اُتر کر جائیں اور مسجد میں نماز، جماعت اور دین سکھائیں،اس کے لیے تیار نہیں۔‘‘(پندرہ روزہ خدمات نمبر ص۲۳۱)

مزید دردمندی، دلی پرسوزی اور خیر خواہی کے انتہائی جذبہ سے سرشار ہوکرایک خطاب میں یوں ارشادفرمایا:

’’آج تم دیوبند کے نقلی نعرے لگاتے ہواور کہیں دیوبند نہیں،اکابر کا کوئی نمونہ نہیں،کوئی خون پسینہ ایک نہیں کرتا،کوئی دیہات میں دھکے نہیں کھاتا،کوئی فاقہ نہیں جھیلتا،کوئی اسلام کی فکر نہیں کرتا،نسل مرتد ہورہی ہے، آپ کے پنجاب کے کئی ضلعوں پر مشتمل عیسائی ریاست بنانے کی تیاریاں ہورہی ہیں اور سازشیں ہورہی ہیں اور آپ کو ایئر کنڈیشنڈ سے نکلنے کی فرصت نہیں، آپ گرمی میں کہاں نکلیں گے اور آپ کو کوئی فکر نہیں کہ مسجد ہے نہیں ہے، بھلے چھپر کی ہو، وہاں کوئی امام ہو،کوئی مؤذن ہو، جماعت کے بارے میں سمجھائیں، ایمان کی فکر کریں،کوئی توجہ نہیں،کوئی کام نہیں،اللہ کے ہاں گرفتار ہوں گے، پکڑیں جائیں گے، چھوٹ نہیں سکتے،صرف تنخواہ لے کر مدرسوں میں پڑھاؤ، یہ کام بہت ضروری ہے لیکن اتنا ہی کافی نہیں ہے،اسلام رہے گا تو مدرسے رہیں گے، خدانخواستہ اسلام ہی مٹ جائے گا تو مدرسے کہاں سے آئیں گے،کون طالب علم ہوگا،کس کو پڑھاؤ گے،اس لیے پہلے دین کی خدمت کرو،اس کے لیے محنت کرو،قربانیاں دو۔‘‘(ایضاً ص۲۳۱)

اہلِ علم اور دیندار طبقہ سے جو کہنے کی بات تھی سو کہہ دی گئی اور اسلام کے بہی خواہوں کو جو سنانا تھا سنا دیا گیا،اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت سے نوازے،مزید کچھ کہنے اور نقل کرنے کی ضرورت نہ تھی،مگر ایک اور اقتباس پر نظر پڑی جی میں آیا کہ اسے بھی نقل کردوں اور اپنی سستی، کاہلی اور بے عملی پر افسوس اور ندامت کے چند اور آنسو بہالوں۔

حضرت مجذوبؒ فرماتے ہیں:

ہوگئی خشک چشم تر بہہ گیا ہو کے خوں جگر
رونے سے دل مرا مگر ہائے ابھی بھرا نہیں

حضرت امیر الہندؒ نے طلباء کرام کے ایک بھرپور اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

’’اللہ کے بندو! دیندار علماء ہفتہ میں صرف ایک دن نکال لیں، دو چار کسی ایک گاؤں میں اسی طرح ہر ضلع کے مدرسہ کے لوگ جائیں اور جاکر پہلی بات نماز اور جماعت کی ہو، ہر گاؤں میں یہ کام ہو، اور بچوں کی دینی تعلیم ہو، اور نگرانی ہو کہ کوئی اسلام دشمن عورت یا مرد اس گاؤں میں نہ آنے پائے۔اس کی فکر کرنی چاہیے، کم از کم اتنا تو کرنا چاہیے، لیکن وہ مدرسے والے بدقسمتی سے اے سی کولر اور جناب کیا کہوں؟ کسے ان کی مصیبت اُٹھانے کی قربانی کی توفیق ہو، وہ عیش وآرام میں زندگی گزار رہے ہیں اور اسلام کا بوریا بستر بندھ رہا ہے۔آپ کو یہ تکبر ہے کہ ہمارا ملک پاکستان ہے حالانکہ اندر سے کھوکھلا ہوگیا ہے ضلعوں کے ضلع ارتداد کے شکار ہیں اور قسم قسم کی تحریکات چل رہی ہیں،کوئی گمراہی ایسی نہیں جو آپ کے ملک میں درآمد نہ ہوئی ہو۔آپ کچھ توجہ کیجیے، مسلمانوں کو سیدھے راستے پر لائیے، بچائیے، اللہ نے آپ کو کاریں بھی دی ہیں، پیسہ بھی دیا ہے، زکوٰۃ بھی نکالتے ہو، مدرسوں میں بھی خرچ کیجیے لیکن غریبوں کی طرف بھی توجہ کیجیے۔‘‘(ایضاً ص۲۳۳)

حضرت امیر الہند کی ایک اور خصوصیت یہ تھی کہ وہ اپنے والدِ نامدار حضرت مدنیؒ کی طرح اُصولوں کے پابند تھے۔حضرت اقدس مدنی قدس اللہ اسرارہم انگریزی کپڑا استعمال نہیں فرماتے تھے بلکہ اپنے متعلقین کو انگریزی کپڑے کے استعمال سے تاکیداً منع فرماتے۔چنانچہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہم نے حضرت مدنیؒ کے احترام کی بنا پر دیسی کپڑے کا ایک جوڑا بنا رکھا تھا۔حضرتؒ کی آمد اور تشریف آوری پر اسے زیبِ تن کرتے خاتم المحدثین حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کے انتقالِ پُرملال پر حضرت مدنیؒ دیوبند تشریف فرما تھے، جب جنازے کی امامت کے لیے کہا گیا اور معلوم ہوا کہ کفن انگریزی کپڑے کا دیا گیا ہے،فرمایا جنازہ ضرور پڑھوں گا،مگر پڑھا نہیں سکتا۔اس لیے کہ کفن انگریزی کپڑے کا ہے۔حضرت امیر الہند مولانا سیّد محمد اسعد مدنی رحمہ اللہ میں اُصولوں کی پاسداری کی اس طرز کی ایک جھلک ضرور تھی۔آپ کا ایک اُصول تھا کہ خطاب کے لیے آپ کو جو وقت دیا جاتا اس کی ضرور پابندی کرتے، اپنی بات اس میں سمیٹ لیتے۔بظاہر تو یہ ایک معمولی سی بات لگتی ہے۔مگر اس کی پابندی اور عدم پابندی میں بہت ساری راحتیں اور تکالیف وابستہ ہیں اور اگر کبھی ایسا ہوتا کہ آپ کو خطاب کے مقررہ وقت میں تقریر کرنے کا موقع نہیں دیا گیا اور وقت گزر جانے پر بعد میں آپ کو دعوتِ خطاب دی گئی تو عذر کردیا کہ اب معذور ہوں، میرا وقت گزر گیا، اس میں کسی اسٹیج کی ہیبت اور شوکت آپ پر اثر انداز نہ ہوسکتی۔پشار میں خدماتِ دارالعلوم دیوبند کانفرنس،کا حوالہ کافی ہے:

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

- حدیث شریف میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثة...... الّا من صدقة جاريه اوعلم ينتفع به او ولد صالح يدعوله**۔(مشکوٰۃ ص۳۲)

ترجمہ: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے سارے اعمال کا سلسلہ بھی منقطع ہوجاتا ہے، سوائے تین اعمال کے (۱) صدقہ جاریہ (۲) علم چھوڑا جس سے فائدہ اُٹھایا جاتا رہا (۳) نیک اولاد چھوڑی جو اس کے لیے دُعا کرتی رہی۔

حضرت امیرالہندؒ بفضل اللہ اس حدیث کا مصداق تھے، کتنے ہی مدارس ہیں جن کا آپ نے اجراء فرمایا اور پاک و ہند میں بہت سارے مدارس ہیں جن کی سرپرستی فرماتے رہے، یہ سب آپ کا صدقہ جاریہ ہیں۔

اپنے پسماندگان میں صالح اولاد چھوڑی ہے اور بہت کم ایسے بڑے ہیں جنھیں ایسی اولاد کی نعمت میسر ہے جو "ولد صالح یدعو له" کا مصداق ہو۔

اور الحمدللہ آپ نے اپنے پیچھے قابلِ انتفاع علم بھی چھوڑا ہے اور آپ کے توسط سے علمِ دین کی ایسی اشاعت ہوئی جس سے انشاء اللہ اُمت تادیر نفع اُٹھاتی رہے گی۔ زیغ و ضلال اور گمراہی سے محفوظ رہے گی، آپ نے کچھ عرصہ تدریس کی، پھر زندگی بھر تقاریر اور مواعظ کی مجالس اور محافل بپا کیں اور سرگرم عمل رہے اور علمی نقوش چھوڑے اس کے کم و کیف اللہ جل وعلیٰ کی ذات خوب جانتی ہے۔ البتہ آپ نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں فتنۂ غیر مقلدیت کے خلاف آوازۂ حق بلند کیا اور ہندوستان بھر کے علماء کو یکجا کیا اور عرب ممالک کے سفراء کو جمع کیا اور تحفظِ سنت کانفرنس کے عنوان سے دو دن کے دورانیہ پر مشتمل ایسی کامیاب کانفرنس کا انعقاد کیا جو یقیناً آپ کا سنہری کارنامہ ہے جس میں پُرمغز علمی، ٹھوس، مضبوط دلائل سے مبرہن اور شائستہ و سلجھے ہوئے کلام اور کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان میں ایسے شاندار مقالہ جات پڑھے گئے ہیں جو اُمت کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوں گے اور دیر تک ان سے استفادہ کیا جاتا رہے گا۔ اس کانفرنس کے حوالے سے مقالات، مضامین اور رسائل سے جو مجموعہ تیار ہوا، صرف اس کی اہمیت اُجاگر کرنے کے لیے چار جلدوں پر مشتمل مجموعہ کے عنوانات اور ان کی ضخامت کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ خطبۂ صدارت۔ امیرالہند مولانا سیّد محمد اسعد مدنیؒ — ص-۱۸
۲۔ اجماع و قیاس کی حجیت۔ مولانا جمیل احمد سکروڈی دیوبند — ص-۵۴
۳۔ علمِ حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کا مقام و مرتبہ
مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، — ص-۲۳
۴۔ مسئلہ تقلید۔ مفتی محمد راشد اعظمی — ص-۱۸
۵۔ فقہ حنفی اقرب الی النصوص ہے۔ مفتی سعید احمد پالن پوری — ص-۱۳
۶۔ امام ابوحنیفہؒ پر ارجاء کی تہمت۔ مولانا نعمت اللہ اعظمی — ص-۳۰
۷۔ امام ابوحنیفہؒ اور معترضین۔ مفتی سیّد مہدی حسن صاحبؒ — ص-۲۱۶
۸۔ صحابۂ کرامؓ کا مقام۔ مولانا عبدالخالق سنبھلی — ص-۵۹
۹۔ صحابہ کرامؓ کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطۂ نظر۔
مولانا محمد ابوبکر غازی پوری — ص-۶۱
۱۰۔ تحریک لامذہبیت۔ مفتی محمد سلمان منصور پوری — ص-۱۵
۱۱۔ مسائل و عقائد میں غیر مقلدین اور شیعہ کا توافق۔
مولانا محمد جمال بلند شہری — ص-۳۴
۱۲۔ قرآن و حدیث کے خلاف غیر مقلدین کے پچاس مسائل۔
مفتی سیّد مہدی حسنؒ — ص-۱۴
۱۳۔ توسل و استغاثہ لغیر اللہ اور غیر مقلدین کا مذہب۔
مفتی محمود حسن بلند شہری، — ص-۲۳
۱۴۔ مسائل و عقائد میں غیر مقلدین کے متضاد اقوال۔
مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی — ص-۱۶
۱۵۔ ایک غیر مقلد کی توبہ۔ ایک اُمتی — ص-۴۸
۱۶۔ غیر مقلدین کے ۵۶ اعتراضات کے جوابات،
مفتی سعید احمد پالنپوری، — ص-۱۵۱
۱۷۔ مسائلِ نماز۔ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی — ص-۷۷
۱۸۔ عورتوں کا طریقۂ نماز۔ مفتی ابوالقاسم صاحب بنارسی — ص-۳۳
۱۹۔ خواتین اسلام کی بہترین مسجد، مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی — ص-۳۷
۲۰۔ تحقیق مسئلہ رفع یدین۔ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی — ص-۲۷
۲۱۔ رفع یدین۔ مولانا سیّد فخرالدین احمدؒ — ص-۷۹
۲۲۔ آمین بالجہر۔ مولانا سیّد فخرالدین احمدؒ — ص-۳۱
۲۳۔ فرض نماز کے بعد دُعا۔ مولانا عبدالحمید نعمانی — ص-۴۰
۲۴۔ قرأت خلف الامام۔ مولانا سیّد فخرالدین احمدؒ — ص-۱۰۲
۲۵۔ امام کے پیچھے مقتدی کی قرأت کا حکم۔
مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، — ص-۸۸
۲۶۔ طلاق ثلاث۔ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی — ص-۹۴
۲۷۔ تین طلاق کا مسئلہ۔ مفتی سیّد محمد سلمان منصور پوری — ص-۲۲

یہ تین جلدوں کے مقالہ جات کی اجمالی فہرست ہے، چوتھی جلد ان پر مستزاد ہے جس میں متنوع اور گوناگوں مسائل پر مفید اور ازحد مفید اور سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ان سے متمتع فرمائے اور ان علوم سے بہرہ ور فرمائے۔ (آمین)

حضرت امیرالہند فدائے ملت سیّد محمد اسعد مدنی رحمہ اللہ سے محبت اور عقیدت کے ناطے چند سطور تحریر کردی ہیں جو حضرت موصوف سے محبت کا اظہار ہیں اور بس:

احب الصالحین ولست منهم
لعل اللّٰه یرزقنی صلاحاً

○○

خدمتِ خلق اور حفاظتِ دین تھا آپ کا وظیفۂ حیات

مولانا سیّد اشھد رشیدی
مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

یہ بالکل فطری امر ہے کہ انسان کے دل و دماغ اور ذہن کے نہاں خانوں میں اسی شخصیت کا گہرا اور مضبوط نقش اُبھرتا ہے جس سے وہ زندگی کے کسی بھی مرحلہ میں متاثر ہوا ہو، ماں باپ ہوں یا استاذ، شیخ ہو یا قوم کا رہنما ہر ایک اپنی خداداد خوبیوں سے ماتحتوں کو متاثر کرتا ہے اور اگر رہبری و امامت کے فریضہ کو ادا کرنے والا شخص مخلص نیک نیت اور صاحب بصیرت بھی ہے تو اس کی تئیں دلوں میں عقیدت کے جذبات بھی جنم لینے لگتے ہیں، میں ہوش سنبھالنے کے بعد سے جس ذات گرامی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا وہ حضرت اقدس امیر الہند فدائے ملت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی ذات بابرکت تھی۔ ناسمجھی کے دور میں متاثر ہونے کی وجہ یہ تھی کہ گھر اور خاندان کے ہر فرد کو حضرت علیہ الرحمہ کا رطب اللسان پایا، والدہ مرحومہ ہوں یا خالائیں، ماموں ہوں یا نانی صاحبہ دام ظلہا ہر ایک کو حضرت علیہ الرحمہ کی خوبیاں اور حسن سلوک کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا، دوران گفتگو ضرور کسی نہ کسی بہانے گھر کے یہ افراد حضرت علیہ الرحمہ سے محبت اور عقیدت کا اظہار کر دیا کرتے تھے جب بھی حضرت علیہ الرحمہ ملنے کی غرض سے گھر میں تشریف لاتے تو تمام اہل خانہ ہر طرح کا کام کاج چھوڑ کر حضرت کے پاس اکٹھا ہو جاتے اور احترام کے ساتھ خاموش کھڑے ہو کر حضرت کی زیارت کرتے اور ارشادات کو بغور سنا کرتے۔ اسی طرح کسی بچّہ کی بسم اللہ کرانی ہو یا کسی حافظ کے ختم قرآن کا موقع ہو یا کسی کے نکاح کا مسئلہ درپیش ہو، ہر موقع پر حضرت مرحوم و مغفور ہی سے درخواست کی جاتی تھی، جس کو آپ خوش دلی سے منظور فرما کر مصروفیات میں سے کوئی وقت یا تاریخ فارغ کر کے متعین فرما دیتے، اس طرح زمانۂ طفولیت ہی میں آپ کی عقیدت اور احترام کے تابندہ نقوش قلب و جگر میں پیوست ہو گئے، کچھ سمجھ بوجھ آنے کے بعد سب سے زیادہ جس احساس نے متاثر کیا وہ یہ تھا کہ حضرت علیہ الرحمہ اپنے چھوٹوں پر حد سے زیادہ شفیق ہیں سفر و حضر میں ہوں یا پروگراموں اور جلسوں میں، اگر کوئی خورد نظر پڑ گیا ہے تو کھانے پینے اور آرام کے وقت ضرور اس کو یاد آ گئے بطور نمونہ کے درج کئے دیتا ہوں۔

واقعہ (۱): میں دیوبند میں حفظ کر رہا تھا، حضرت علیہ الرحمہ دیوبند تشریف لائے اور ایک دو روز قیام کر کے دہلی جانے لگے، میں نے عرض کیا کہ میں بھی آپ کے ساتھ دہلی چلوں گا فرمانے لگے بہت اچھا چلو، ہم لوگ رات میں عشاء کے بعد بذریعہ کار دیوبند سے مظفرنگر اسٹیشن پر پہنچ گئے، ٹرین کے آنے میں کچھ دیر تھی رات کے ڈیڑھ دو بج رہے تھے، حضرت ایک کونہ میں اپنا رومال بچھا کر تہجد میں مشغول ہو گئے، کچھ دیر کے بعد حضرت فارغ ہو گئے اور ٹرین بھی آ پہنچی اور ہم اس میں سوار ہو گئے، قبل اس کے کہ میں کچھ سوچتا حضرت علیہ الرحمہ نے بڑھ کر بستر بچھا دیا اور فرمایا کہ ابھی صبح ہونے میں ڈھائی تین گھنٹہ باقی ہیں سو جاؤ اور پھر بڑی پھرتی سے اپنا بستر بھی بچھایا، اور آرام فرمانے لگے، دہلی اسٹیشن پر اُترنے کے بعد اس سے پہلے کہ میں حضرت کی اٹیچی اُٹھاتا، آپ نے قلی کو اشارہ کیا اور اپنا سامان اس کو تھمانے کے بعد میرا سامان بھی اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا اور چل دیئے، یقیناً یہ برتاؤ چھوٹوں کے دلوں میں احترام کے ساتھ ساتھ محبت کو بھی پروان چڑھا دیتا ہے اپنے چھوٹوں کے دِلوں کو موہ لینا حضرت کو خوب آتا تھا۔

واقعہ (۲): کافی دنوں پہلے کی بات ہے حضرت کا دیوبند سے دہلی جاتے ہوئے میرٹھ کے قریب کہیں ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے کولہا اُتر گیا اور ایک ہاتھ میں فریکچر بھی ہو گیا تھا اس وقت میں دارالعلوم دیوبند میں درجہ ششم کا طالب علم تھا، جب یہ خبر دیوبند پہنچی تو تمام اہل خانہ تشویش میں مبتلا ہو گئے اور اور جو جس حال میں تھا میرٹھ کی طرف دوڑ پڑا، حضرت علیہ الرحمہ کچھ دن میرٹھ میڈیکل کالج میں زیر علاج رہنے کے بعد مزید بہتر علاج کے لیے دہلی روانہ ہو گئے، میں پہلے میرٹھ اور پھر دہلی عیادت کے لیے گیا، میرٹھ میں حضرت کو تکلیف زیادہ تھی اس لیے کوئی گفتگو نہ ہو سکی لیکن جب میں مزاج پرسی کے لیے دہلی ہاسپٹل میں داخل ہوا، تو حضرت اپنے بیڈ پر تکیہ کے سہارے بیٹھے ہوئے تھے اور خاندان کے اکثر افراد آس پاس موجود تھے، میں ایک طالب علم جس کی کوئی خاص حیثیت اور اہمیت نہ اس وقت تھی اور نہ آج ہے، لیکن جب کمرہ میں داخل ہو کر میں نے سلام کیا اور ہمت کر کے مزاج دریافت کیا تو خاموشی اختیار کرنے یا ایک دو جملوں میں جواب دینے کے بجائے اپنی تمام تکلیفوں کا تفصیل سے تذکرہ کیا اور صرف اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ علاج سے کس حد تک فائدہ ہو رہا ہے اس کو بھی بیان کیا۔ خورد نوازی میں شاید ہی کوئی شخص آپ کے مقام کو پہنچ سکے۔ یہ دو واقعات تحریر کر دیے گئے

ہیں، اگر حضرت علیہ الرحمہ کے حسن کردار سے متعلق تمام واقعات کو ضبطِ تحریر میں لایا جانے لگے تو اَن گنت صفحات سیاہ ہوجائیں گے لیکن واقعات کا تسلسل ختم نہ ہوگا۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد صحیح طور پر حضرت کی خدمات کو سمجھنے کا موقع ملا جن میں سے خاص طور پر دو خوبیوں نے آپ کو اپنے ہم عصروں میں ممتاز کردیا اوران میں کوئی آپ کی ہمسری نہ کرسکا۔

(۱) خدمت خلق:

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پر خلق خدا کی خدمت کی فضیلت اوراہمیت کو بیان کرتے ہوئے ارشادفرمایا ہے:

مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤمِنٍ کُرْبَۃً مِنْ کُرَبِ الدُّنْیَا نَفَّسَ اللّٰہُ عَنْہُ کُرْبَۃً مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ۔ جوشخص کسی مؤمن کی دنیاوی تکالیف کودُور کرے گا اللہ ربّ العزت اس کے بدلہ میں اس کی قیامت کے دن کی تکالیف کودُور فرمادے گا۔

حضرت علیہ الرحمہ کی پوری زندگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد عالی کی عکس جمیل اور پرتو تھی، فسادات ہوں یا قدرتی آفات، انفرادی مسائل ہوں یا قومی، جانے پہچانے افراد ہوں یا اجنبی، اپنے ہوں یا دشمن، پریشانی میں گھرے ہرایک کی مدد کرنا، اس کے کام آنا اورحتی الامکان اس کے مسائل کوحل کرنے کی کوشش کرنا آپ کا روزمرّہ کا معمول تھا، خصوصاً فسادات میں لٹے پٹے بدحال مسلمانوں کو دلاسہ دینا ان کے آنسوؤں کو پوچھنا اوران کو پھر سے اپنے پاؤں پر کھڑا کردینا حضرت علیہ الرحمہ کا ہی حق تھا اوراس پر مستزادیہ کہ پھر بطور احسان کے اس کو زبان پر لانا اورجگہ جگہ ذکر کرنا ہرگز گوارا نہ تھا۔ جمشید پور کا فساد ہو یا کلکتہ کا، راوڑ کیلہ کا فساد ہو یا میرٹھ کا، مرادآباد کا ہو یا گجرات کا ہرجگہ اگر مسلمانوں کے رِستے ہوئے زخموں پر کسی نے مرہم رکھا تھا تو وہ آپ ہی کی ذات عالی تھی۔ آپ اورآپ کی جماعت کے علاوہ کسی بھی موقع پر کوئی بھی نام نہاد لیڈر میدان کارزار میں دکھائی نہیں دیا، اسی طرح جب بھی قدرتی آفات خرمنِ انسانیت پر بجلی بن کر گری تو روتی اور سسکتی انسانیت کی تیمارداری اور بے لوث خدمت کے لیے حضرت علیہ الرحمہ بلا خوف وخطر میدان میں کود پڑے طوفان ہوں یا سیلاب وزلزلہ کی تباہ کاریاں ہرموقع پر آپ کی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں ہماری دُعا ہے کہ اللہ ربّ العزت امت کی طرف سے حضرت علیہ الرحمہ کو اپنی شایان شان اجر عظیم سے نوازے آمین۔

(۲) حفاظت دین:

اللہ ربّ العزت نے قرآن کریم میں خدائی مدد کے پہنچنے کے لیے بطور شرط کے اپنے دین کی نصرت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشادفرمایا ہے:

اِنْ تَنْصُرُوْا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ۔ اگرتم اللہ کے دین کی مدد کرتے رہوگے تو اللہ تمھاری مدد کرے گا اورتمھارے پاؤں جمادے گا۔

حضرت علیہ الرحمہ کی پوری زندگی دین متین کی حفاظت واشاعت میں صرف ہوئی جب بھی دین کے قلعہ پر کسی نے شب خوں مارنے کی کوشش کی تو سب سے پہلے میدان میں خم ٹھوکر آپ ہی اس کے مقابلہ میں ڈٹے اور کسی بھی قیمت پر مفاہمت بلکہ مداہنت کے لیے تیار نہ ہوئے، اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ کو وقت سے پہلے خطرے کا احساس ہوجاتا تھا اورظاہر بیں جس کو نہ دیکھ پاتے تھے آپ اس کو بھانپ لیا کرتے تھے اور پھراس کی پیش بندیوں میں مشغول ہوجاتے تھے، بارہا ایسا ہوا کہ کسی باطل فرقہ کے تعاقب کا آپ نے فیصلہ فرمایا دیگر اہل علم اس کی ضرورت کومحسوس نہ کرسکے اور بادل ناخواستہ آپ کے ساتھ شریک ہوگئے اور پھر کچھ ہی عرصہ کے بعد حالات نے یہ ثابت کردیا کہ حضرت علیہ الرحمہ کا فیصلہ بروقت تھا اور بالکل درست تھا، ردقادیانیت ہو یا ردغیرمقلدیت، شاہ بانو کیس ہو یا طلاق ثلٰثہ، یکساں سول کوڈ کی مخالفت ہو یا عبادت گاہ مخالف بل کو رد کرنے کی جدوجہد ہو، ہرمحاذ پر آپ نہایت مستعد اورمتحرک دکھائی دیتے ہیں آپ نے کبھی شریعت اورمسلک کی حفاظت کے حوالہ سے مصلحتوں کو آڑے نہیں آنے دیا اور ہرگز کسی جادۂ حق سے ہٹے ہوئے فرد یا جماعت سے مصالحت نہیں کی اور برابر دین حق کی حفاظت ونصرت میں لگے رہے۔ نتیجتاً اللہ ربّ العزّت نے بھی اپنے وعدہ کو پورا فرمایا اوردیکھنے والوں نے دیکھا کہ ہرطرح کی مخالفتوں نیز اپنے اورغیروں کی تمام تر ریشہ دوانیوں اور ہواخیزی کی کوششوں کے باوجود نصرت خداوندی نے آپ کا بھرپور ساتھ دیا، کامیابیاں آپ کے قدم چومتی رہیں اورعزت وعظمت کی منازل آپ طے کرتے رہے، جتنی مخالفتیں آپ کی ہوئیں اگر کسی اور کی ہوتیں تو شاید وہ بہت پہلے اپنے وجود کو کھو بیٹھتا، مگر اللہ ربّ العزت اپنے مخلص بندوں کا ساتھ دیتا ہے اورناکامیوں سے بچاتے ہوئے ان کو دنیاوآخرت کی سرخ روئیوں سے مالا مال فرماتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اب ہمارے درمیان میں نہیں ہیں لیکن ان کی زندگی کے روشن پہلو ضرور ہمارے سامنے ہیں۔ جن کومشعل راہ بنا کر حضرت علیہ الرحمہ جیسی کامیاب زندگی گذاری جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو آخرت کی بیش بہا نعمتوں سے مالا مال فرمائے ان کے خلا کو پر فرمائے اور اُمت کو ان کا بہترین بدل نصیب فرمائے۔ آمین۔

○○

کلر اشتہار

مدرسہ انوارالعلوم حبیبیہ تاملیار ضلع باڑمیر

کلر اشتہار

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم سندھی نگر

کلر اشتہار

مدرسہ خادم الاسلام بھاکری، جودھپور

اور

مدرسہ مدینۃ العلوم، گاگریا، ضلع باڑمیر

کلر اشتہار

جامعہ محمودیہ، دیتانی، باڑمیر

کلر اشتہار

جامعہ ابوبکر صدیق، بھوریاکر، جودھپور

کلر اشتہار

مدرسہ اسلامیہ احیاء العلوم، بھاپ، جودھپور

کلر اشتہار

مدرسہ اسلامیہ لطیفیہ تعلیم القرآن، سردار شہر، چورو

کلر اشتہار

مولانا برکت اللہ بھوپالی ایجوکیشن اینڈ سوشل سروس سوسائٹی (رجسٹرڈ)

زمیں کے ہوئے لوگ پیوند کیا کیا

ایم۔اے۔متین قاسمی
ناظم تعلیمات جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب، بنارس

یہ حالت ہوگئی ہے ایک ساقی کے نہ ہونے سے
کہ خم کے خم بھرے ہیں مئے سے اور میخانہ خالی ہے

تم کو نظریں ڈھونڈتی ہیں اور دل بے تاب ہے
اشک جاری ہیں مسلسل اور سکوں نایاب ہے

خداوندکریم کی منجملہ مادّی وروحانی رحمتوں کی سی سے بڑی رحمت جو عالم کے اوپر ہوئی وہ عظیم الشان رحمت یہ ہے کہ اس نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر تمام عالم کی اصلاح و ہدایت کے لیے خاتم الرسل فرمایا اور وہ کتاب عطا کی جو خاتم الکتب ہے اور وہ کتاب مرحمت ہوئی جو تمام علوم پر حاوی اور تمام فنون کی جامع ہے:

جب ہوئی رحمتِ باری ہوئے منزلِ مرسل
اہلِ عالم کے لیے احمد و قرآں دونوں

ان دونوں یعنی کتاب اور حاملِ کتاب نے تمام عالمِ انسانی کے لیے ہی نہیں بلکہ تمام عالم کے لیے ایسی روحانی روشنی پیدا کردی جس سے تمام عالم جگمگا اُٹھے اور رشد وہدایت کی ایک ایسی درخشاں قندیل بنائی جس سے تمام عالم کے گوشے منوّر ہوگئے اور دنیا کا کوئی چپہ بھی ایسا باقی نہ رہا جہاں اس آفتابِ ہدایت کی کرنیں ضوفگن نہ ہوئی ہوں۔حق تعالیٰ نے اسی روحانی روشنی کی بقاواستحکام کے لیے سامان مہیا فرمائے تا کہ یہ روشنی دنیا کے قیام تک باقی رہے۔چنانچہ ارشاد فرمایا:اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْن ۔خدا نے اس دین کی بقاواستحکام کا وعدہ فرمایا ہے کہ یہ دین قیامت تک باقی رہے گا۔قرآن کریم میں ایک جگہ نہیں متعدد جگہ اس کا وعدہ فرمایا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔لہٰذا اس کامل ومکمل دین کے بعد نہ کسی رسول کی ضرورت رہتی ہے نہ کسی مستقل شریعت وکتاب کی لہٰذا دنیا کا کوئی بیتِ مدر اور کوئی دیرایسا نہیں ہے جہاں اسلام کی روشنی نہ پہنچ چکی ہو۔

خدائے قدیر اگر چہ قادر مطلق ہے، اسباب کی اس کو احتیاج نہیں، لیکن نظام عالم کو قائم رکھنے کے واسطے تمام سلاسل کو اسباب وذرائع سے وابستہ کر دیا ہے۔لہٰذا اسی طرح مذہب اسلام کی بقا اور اس کے استحکام کے لیے حق تعالیٰ نے ایک جماعت کو قائم فرمادیا جو ہمیشہ اس کی حفاظت اور ترقی کا ذریعہ بنی رہے۔ چنانچہ فرمایا: **لایزال طائفة من امّتی علی الحق منصورین لایضرھم من خالفھم حتی یاتی امر الله عزل و جل** ۔غرض یہ ہے کہ اس مذہب کی صیانت وحفاظت کے لیے قیامت تک ایک ایسی جماعت قائم رہے گی جو اس مذہب حقہ کی نشر واشاعت کرتی رہے گی اور دنیا کی کوئی قوت وطاقت ان کو اس کام سے نہ روک سکے گی۔اس سے معلوم ہوا کہ اس جماعت حقہ کی مخالفت بھی ہوگی۔اس کے کاموں میں بعض مجبوریاں اور دقتیں حائل ہوں گی۔لیکن ان کی صداقت وصیانت، عزم واستقلال ان تمام پر غالب وفتح مندرہے گی۔چنانچہ خدائے قدوس نے اس مذہب میں ایسی ایسی ہستیاں پیدا کرنے کا وعدہ فرمایا اور پیدا فرمائیں۔آیاتِ قرانیہ واحادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا التحیہ جن کی تائید کرتی ہیں جیسا کہ ارشاد ہے: **ان اللّٰہ یبعث لهٰذه الامة علی رأس کل مأة سنةٍ من یجدد لها دینا** یعنی اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر سو سال کے بعد ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو اس دین کی تجدید کرتے رہیں گے۔اس لیے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اس صدی کا مجدد یا مصلح کہا جاتا ہے۔دوسری صدی میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہی کہا جاتا ہے۔اسی طرح ہر زمانہ میں دین کی تجدید واصلاح ہوتی رہی۔ اس میں نہ کسی جماعت کی خصوصیت ہے، نہ ایک ہونے کی خصوصیت ہے۔حسبِ تقاضائے زمانہ بعض جگہ ایک ملک میں ایک بھی مجدد اور بعض دفعہ ایک ہی ملک میں متعدد بھی مجدد ہوئے۔ چنانچہ ہمارے ملک ہندستان میں فرداً فرداً بھی دین کو پھیلانے والے اور اسلام کی اشاعت کرنے والے ہوئے اور بڑی بڑی جماعتیں بھی ہوئیں۔ اگر چہ ہندستان میں اسلام ۱۰۰ ہجری میں داخل ہو چکا تھا لیکن ۴۰۰ ہجری میں یہاں اس نے قوت پکڑلی اور ۶۰۰ ہجری کے آخر میں یہاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے خلفاء کے ذریعہ اسلام کا عروج ہوا، اس کے بعد سلطان الاولیا شاہ نظام الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ اشاعت دین ہوئی اور ۸۰۰ ہجری کے آخر میں حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگوں کے ذریعہ اعانت و حفاظت دین ہوئی۔ ۱۰۰۰ ہجری کے آخر میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اور ۱۱۰۰ ہجری کے آخر میں حضرت سیّد احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مریدوں کے واسطے سے اشاعت دین ہوئی۔ ۱۲۰۰ ہجری کا زمانہ نہ صرف ہندستان بلکہ دنیائے اسلام کے لیے ایک مصیبت کا زمانہ تھا جس میں ہندستان سے مسلمانوں کی عزت وحکومت چھن جانے کے ساتھ ساتھ ان کا مذہب بھی خطرہ میں پڑ گیا تھا۔جبکہ مسلمانوں کو اپنے دین و مذہب کی خیر منانا تھی۔اس وقت خدائے قدیر کے دستِ توانا نے ہندستان میں ایسی متعدد ہستیاں پیدا کیں جو نہ صرف ہندستان کے لیے بلکہ تمام عالم اسلام کے لیے آفتاب

وماہتاب ثابت ہوئیں۔ وہ لایزال طائفۃ من امّتی الخ ......کی مصداق ہستیاں تھیں جن کی نظیر اسلاف واخلاف میں ملنی مشکل ہے۔ یہ شخصیات فہم وفراست، تقویٰ وطہارت، علم وفضل، للّٰہیت وحقانیت ہر اعتبار سے صرف نہ اہلِ زماں پر بلکہ اپنوں سے پہلوں پر بھی فوقیت رکھتی تھیں۔ یہ وہ ہستیاں تھیں جن کے اسمائے مبارک دنیا کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک طرف حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نظر آتے ہیں تو دوسری طرف حضرت امام ربانی ومحدث کبیر مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کا وجود فیض بخش عالم ہے۔ اسی زمانہ میں ان سب کے مرجع ومرشد حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نوراللہ مرقدہ ہم تشریف فرما تھے جو اس دور آخر میں عالم اسلامی اور خصوصاً عالم تصوف میں وہی حیثیت رکھتے تھے جو کہ آفتاب نجوم میں رکھتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ علوم ظاہری میں کچھ زیادہ مشہور ومعروف نہ تھے اور نہ ہی علوم ظاہری کی بظاہر کوئی تکمیل فرمائی تھی جہاں تک معلوم ہوا ہے مشکوٰۃ شریف تک تعلیم تھی لیکن حق تعالیٰ نے علوم لدنی وہ عطا فرمائے تھے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے علماء اپنے خدشات وخلجات میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کی طرف رجوع فرمایا کرتے تھے اور حضرت حاجی صاحب ان کو ایسا حل فرماتے تھے کہ بڑے بڑے نکتہ رس لوگوں کو تشفی وتسلی ہوجاتی تھی۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی مجالس فیوض سے ہزاروں علماء وفضلاء فیضیاب ہوئے۔ انہی میں سے حضرت نانوتویؒ اور حضرت محدث گنگوہیؒ ہیں چنانچہ حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے ذریعہ سے روئے زمین کے مسلمانوں کو جو غیر معمولی علمی ومذہبی نفع پہنچا ہے وہ آج ان کی علمی یادگاروں سے ظاہر ہے۔ اسی گنگوہی ونانوتوی دریائے فیض سے سیراب ہونے والوں میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب، حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین تھے۔ پھر حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری، حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ العزیز شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند تھے جن کے ذریعہ تجدید دین وحفاظت اسلام کی خدمت انجام پائی۔ جن کی علمی وروحانی فیض رسانی کا سلسلہ نہ صرف ہندستان تک ہی محدود رہا بلکہ ان کی علمی درخشانی سے دنیائے اسلام کا گوشہ گوشہ جگمگا اُٹھا۔

ابتدائے آفرینش سے دنیا کی تمام اقوام اپنے مذہبی رہنماؤں اور مقتداؤں کی سوانح اور خدمات جلیلہ کے تحفظ کو ایک اہم فریضہ سمجھتی چلی آرہی ہیں۔ اسی طرح مسلمان بھی اپنے مقتداؤں کے تذکرۂ حیات کو سفینۂ قرطاس پر منتقل کرتے رہے تاکہ آنے والی نسلوں کے لیے یہی تذکرہ اور داستانِ حقیقت ان کی بھولی ہوئی راہوں کے لیے مینارۂ نور ثابت ہو۔ مسلمانوں نے خصوصیت کے ساتھ ایسی مقدس وممتاز ترین شخصیات کی سوانح وسیرت کا تحفظ زیادہ ضروری سمجھا جن کی شخصیتیں اپنے ذاتی اوصاف وکمالات کی بنیاد پر اپنے وقت کی عہد آفرین اور تاریخ ساز سمجھی گئی ہوں اور جن کی زندگیوں کے ساتھ کوئی ایسا مقدس نصب العین لگا رہا ہو جو امت وملت کی رہنمائی ودعوت کے لیے ایک اہم ترین اور مرکزیت کا حامل نقطہ قرار دیا گیا ہو۔ ایسی ہی شخصیتیں اس لائق ہوتی ہیں کہ ان کے احوال واعمال، اقوال واخلاق، سیرت وکردار کو قلمبند کیا جائے تاکہ آنے والی نسلیں ان کی بے داغ زندگی، پاکیزہ اوصاف اور بلند اخلاق کی چاندنی میں اپنا دینی ودعوتی سفر جاری رکھ سکیں۔ ایسے نفوسِ قدسیہ کی پاکیزہ سوانح اور حالاتِ زندگی ملت اسلامیہ کا قیمتی سرمایہ ہوا کرتی ہیں لیکن ان مقدس ترین شخصیات کی داستانِ حیات محض اس لیے نہیں پیش کی جاتیں کہ اس کی وجہ سے وہ معروف ہوں یا ان کی شہرت سے مزید کوئی اضافہ ہو بلکہ ان کی حیات کے بلند کردار کو صفحۂ قرطاس پر اس لیے نقش کیا جاتا ہے کہ اقوام وملل اپنے اس مقدس رہنما کی زندگی کو اپنے لیے مشعلِ راہ جان کر دینی ودنیاوی کامیابی وکامرانی کی منزل سے ہمکنار ہوں۔

اس وقت جس مقدس ہستی کا ذکر خیر کرنے کے لیے قلم ہاتھ میں لیا ہے یہ ہستی بھی اس گروہ حقہ کا ایک فرد فرید ہے جس کی پوری زندگی حیاتِ انسانی کے ہر گوشہ کو جگمگا دینے والی ہے، جس کے ذریعہ دارالعلوم دیوبند اور جمعیۃ علماء ہند نے ایسے سرعت سے ترقی کے مدارج طے کیے ہیں جس کو آج حیرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

حضرت فدائے ملت امیر الہند مولانا سیّد اسعد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند قدس سرہٗ العزیز ایک ایسے ہی مقدس ومقتدر رہنما تھے جو نہ صرف اپنے ذاتی اوصافِ جمیلہ بلکہ علم وفضل، زہد وتقویٰ، اخلاق ودیانت جیسی وقیع ترین صفات کی بنا پر پورے عالم اسلامی میں مثل آفتاب وماہتاب نمایاں تھے۔ لہٰذا اذکروا محاسن موتاکم ''رہے گا تو ذکر نہ کوئی رہے گا'' کے تحت اگر آج ہم اس مقدس ہستی کا تذکرہ کریں تو کوئی تعجب خیز بات نہیں۔ دارالعلوم دیوبند ایک قدیم مرکزی تعلیمی ادارہ ہے۔ اس ادارے نے بہت سارے علمائے کرام، مشائخ عظام بلکہ جبالِ علم وعمل کو پیدا کیا جن کی خدمات علوم وفنون اور تزکیۂ قلب وباطن سے پوری دنیا مستفیض ومنور ہوئی۔ انہی علمائے کرام میں فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہٗ صدر جمعیۃ علماء ہند بھی تھے جو جماعت علماء میں ہمیشہ ممتاز رہے اور بہت نمایاں خدمات انجام دیں۔ سب کو معلوم ہے اور سب ہی معترف ہیں کہ جب جب دارالعلوم دیوبند اقتصادی بحران سے دوچار ہوا تب تب حضرت موصوف نے شب وروز طویل سفر کیے اور اپنی کوششوں وکاوشوں سے اس کو اس بحران سے نکال لانے میں کامیابی حاصل کی۔ اس سلسلہ میں بھی ان کی گراں قدر خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ کس قدر خوش نصیب ہے وہ انسان جسے حسب ونسب کی شرافتیں، گھر کا پاکیزہ ماحول، شریف الطبع والدین، ظاہر وباطن کی تربیت، تعلیم وتعلّم کے لیے یگانۂ روزگار شخصیتیں ملی ہوں۔ واقعی اس سے بڑھ کر کوئی سعید اور اس سے بڑھ کر کوئی بخت آور نہیں جس کے حصہ میں یہ سب امتیازات ہوں۔ حضرت فدائے ملتؒ کو یہ سب سعادتیں لگے بندھے انداز میں نہیں بلکہ وافر میسر تھیں۔ گھر کا ماحول علمی، تعلیم وتعلّم کا سلسلہ فخر روزگار شخصیتوں تک پہنچتا ہے، روحانی تربیت کے لیے مجددِ

وقت سے وابستگی تھی، خود طبعاً شرافت کے پیکر اور بزرگانہ اداؤں کا مرقع تھے۔

آپ کا سوانحی خاکہ کچھ یوں ہے: فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند ابن شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث ازہر ہند دارالعلوم دیوبند نوراللہ مرقدہما نے ۶/ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۷/اپریل ۱۹۲۸ء بروز جمعہ قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور میں عالم وجود کو رونق بخشی۔ اوّلاً آپ اپنی والدہ محترمہ کی آغوشِ تربیت میں رہے۔ آپ کی عمر تقریباً نو سال کی تھی کہ والدہ ماجدہ کا وصال ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ کے خصوصی خادم خانوادۂ مدنی کے مربیّ حضرت مولانا قاری اصغر علی صاحب سہسپوریؒ کے زیرِ نگرانی تعلیم وتربیت کے لیے مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کی آغوش میں دے دیا گیا۔ اس وقت کے اکابر وشیوخ سے استفادہ کرتے ہوئے تعلیم کے مراحل طے کیے اور ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ اس کے علاوہ خصوصی سند حدیث آپ کو اس وقت کے مشاہیر علماء ومحدثین اور اساتذہ سے بھی حاصل ہوئی۔ فراغت کے بعد تقریباً ایک سال آپ مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ ۲۸/شوال المکرّم ۱۳۷۰ھ میں آپ کو دارالعلوم دیوبند کی مسند تدریس پر فائز کر دیا گیا۔ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء تک آپ دارالعلوم دیوبند کے مدرس رہے۔ اس بارہ سالہ تدریسی دور میں زیادہ تر درجات متوسطہ کی کتابیں آپ کے زیر درس رہیں، لیکن اس طرح کے حالات پیدا کر دیئے گئے کہ آپ کو بادلِ ناخواستہ یہ تعلق ختم کر دینا پڑا۔ اس طرح آپ کو تدریس کا موقع بہت کم مل سکا، جس کی بنا پر آپ دارالعلوم کی تدریسی خدمات سے جو تمام تر اعزازی تھیں علیٰحدگی اختیار کر کے قومی وملّی خدمت اور رشد وہدایت کے میدان میں آ گئے۔ جمعیۃ علماء ہند سے فکری ہم آہنگی آپ کو گھریلو ماحول سے عطا ہوئی تھی۔ جمعیۃ علماء ہند سے آپ کو جذباتی لگاؤ تھا، قومی خدمت آپ کے رگ وپے میں رچ بس گئی تھی۔ چنانچہ والد محترم کی حیات ہی میں آپ جمعیۃ علماء دیوبند کے نائب صدر بنا دیئے گئے تھے۔ ۱۹۶۰ء میں مرادآباد میں یوپی جمعیۃ علماء کے اجلاس منتظمہ میں آپ کو ملک کے سب سے بڑے صوبہ اتر پردیش کی جمعیۃ علماء کی صدارت کے منصب پر فائز کیا گیا۔ آپ نے مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس ۸/ستمبر ۱۹۶۲ء کو صوبائی جمعیۃ علماء کی جانب سے جمعیۃ علماء ہند کے اکیسویں اجلاس عام کی میزبانی پیش کی جسے مجلس عاملہ نے منظور کر لیا اور اجلاس عام کے لیے ۷/تا ۱۰/جون ۱۹۶۳ء کی تاریخ بمقام فیض عام انٹر کالج میرٹھ مقرر کر دی۔ اس اجلاس میں جمعیۃ علماء ہند کی نئی شیرازہ بندی ہوئی۔ یہ اجلاس تاریخی کامیابیوں سے ہمکنار ہوا اور جمعیۃ علماء ہند کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھ کر نقش ہوگیا۔ ۹/اگست ۱۹۶۳ء کو فخر المحدثین استاذ محترم حضرت مولانا سیّد فخر الدین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند نے ناظم عمومی کی نامزدگی کا اپنا دستوری حق استعمال کرتے ہوئے مجلس عاملہ کے مشورہ سے نظامتِ عمومی جمعیۃ علماء ہند کا بارِ گراں فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے کاندھوں پر رکھ دیا۔ ناظم عمومی بننے کے بعد جب آپ نے پہلی مرتبہ ملک کا دورہ کیا تو پورے ملک میں نہایت گرم جوشی کے ساتھ آپ کا شاندار استقبال کیا گیا۔ بڑے بڑے عظیم الشان جلسے ہوئے، سپاسنامے پیش کیے گئے، اخبارات نے اداریے لکھے اور مجاہد ملتؒ کی وفات سے جماعتی حلقوں میں ازمحلال کے جو بادل چھا رہے تھے وہ چھٹنے شروع ہوگئے۔ آپ نے پوری سرگرمی کے ساتھ تمام علاقوں میں جمعیۃ علماء کی نئی شاخیں قائم کیں اور پرانی شاخوں کو بھی زندگی عطا کر دی۔ ہر جگہ آپ نے ایسے افراد مقرر کیے جنھوں نے اپنی تگ ودو اور جدوجہد سے جماعت میں نئی جان ڈال دی۔ مسجد عبدالنبی اگرچہ ۲۱/فروری ۱۹۶۳ء کو جمعیۃ علماء ہند کے حوالہ کی جا چکی تھی لیکن ابھی تک اپنی بوسیدگی اور جھاڑ جھنکاڑ کی کثرت کی وجہ سے قابل استعمال نہ تھی۔ حضرت فدائے ملت نے تعمیری منصوبوں میں مرکزی دفتر کی تعمیر اور مسجد عبدالنبی کی آبادکاری کو اوّلین حیثیت دی۔ آپ کی شب وروز جدوجہد سے ۱۹۶۵ء کے ابتداء میں جمعیۃ علماء ہند کا مرکزی دفتر گلی قاسم جان سے مسجد عبدالنبی میں منتقل ہوگیا۔ آج الحمدللہ یہ دفتر پوری شان وشوکت کے ساتھ ہندستان میں مسلمانوں کی زندگی کی علامت بن چکا ہے۔ اب یہ صرف مسجد تک محدود نہیں رہا بلکہ شاندار مدنی ہال، محمودیہ لائبریری، مہمان خانہ، مفتی کفایت اللہ ہال، دفتر محکمہ شرعیہ، دفتر ہفت روزہ الجمعیۃ، کمپیوٹر سینٹر اور جدید سہولیات سے آراستہ خوبصورت کمپلیکس میں تبدیل ہو چکا ہے۔

حضرت فدائے ملتؒ دانشوروں، بہی خواہوں، متعدد حلقوں اور شخصیتوں کے اصرار نیز حالات کے تقاضوں کے تحت راجیہ سبھا کا الیکشن لڑنے کے لیے تیار ہوئے اور منتخب ہو کر پارلیمنٹ میں پہنچے۔ ۱۹۶۸ء تا ۱۹۹۴ء تین ٹرمس (۱۸ سال) پارلیمنٹ کے ممبر رہ کر ملک وملت کے تمام مسائل کی پوری جرأت کے ساتھ ترجمانی کی۔ آپ کی تقریریں پارلیمنٹری ریکارڈ کا ایک حصہ ہیں جو کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہیں، جن کے مطالعہ کے بعد کوئی شخص یہ کہے بغیر نہ رہ سکے گا کہ اگر فدائے ملت وہاں نہ ہوتے تو ملک کے منتخب نمائندوں اور ذمہ داروں کے سامنے مسلمانوں کے مسائل کبھی اس طرح نہیں آ سکتے تھے۔

آپ ۹/اگست ۱۹۶۳ء تا ۱۰/اگست ۱۹۷۳ء دس سال جمعیۃ علماء ہند کے ناظم عمومی رہے۔ ۱۱/اگست ۱۹۷۳ء کو مجلس عاملہ کے اجلاس میں ریاستی جمعیتوں کی سفارشات پر اتفاق رائے سے صدر منتخب ہوئے۔ منصب صدارت نے آپ کی ذمہ داریوں کو مزید بڑھا دیا جسے آپ نے پورے حوصلہ کے ساتھ انجام دیا۔ الحمدللہ تادم آخر جمعیۃ علماء ہند کا قافلہ آپ کی قیادت میں قومی وملّی مسائل کو سلجھانے میں سرگرم عمل رہا یہاں تک کہ آپ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون:

اجل نے نہ کسریٰ ہی چھوڑا نہ دارا — اسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا
یہاں پر خوشی ہے مبدل بصد غم — جہاں شادیاں تھیں وہیں اب ہے ماتم

حضرت فدائے ملتؒ کی شخصیت ایک شجر سایہ دار کی سی تھی۔ وہ بلاشبہ ایک ایسے عالمی مسلم رہنما تھے جو زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کی رہنمائی فرماتے تھے۔ موصوف پاکبازانِ امت اور اسلاف کی ایک ایسی مقدس یادگار تھے جن کی ذاتِ

بابرکات پر اسلاف کی روحیں بھی یقیناً خوش ہوتی ہوں گی۔ حضرت فدائے ملتؒ بیک وقت مرشدِ پاک باطن بھی تھے اور مجاہدانہ عزم وحوصلہ رکھنے والے عوامی قائد بھی۔ ایک طرف تسبیح روز وشب ان کا محبوب مشغلہ تھا تو دوسری طرف خود کو خطرہ میں ڈال کر خدمتِ خلق ان کا شیوہ تھا۔ حضرت موصوف اپنی پاک باطنی اور خدماتِ جلیلہ سے جمعیۃ علماء ہند کا ایک ایسا لازمی جزو بن چکے تھے کہ جمعیۃ علماء ہند ان کی شناخت اور وہ جمعیۃ علماء ہند کی شناخت بن گئے تھے۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا اور جمعیۃ علماء ہند دونوں لازم وملزوم ہیں اور ایک جان دو قالب کا معاملہ تھا۔ اتنے اوصاف سے متصف ہونے کے باوجود حضرت موصوف کا مزاج غیر معمولی طور پر جمہوری اور شورائی تھا۔ ملکی وملّی امور اور مسلمانوں کے مسائل میں کبھی مصلحت کوشی سے کام نہیں لیتے تھے۔ اپنی اسی خصوصیت کی وجہ سے ملک کی تمام سیاسی پارٹیوں میں عزت واحترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ جمعیۃ علماء ہند فرقہ وارانہ فسادات کے متاثرین کی امداد اور بازآبادکاری کا کام حضرت فدائے ملتؒ کے دورِ صدارت میں جتنے بڑے پیمانے پر کرتی رہی اس کی مثال جمعیۃ کی تاریخ میں نہیں ملے گی۔

حضرت فدائے ملتؒ میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کی حریتِ فکر، شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی کا زہد وتقویٰ، مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ کی دوراندیشی اور مجاہدِ ملت مولانا حفظ الرحمٰن کی مجاہدانہ شان بھی تھی، تاہم وہ بہت ہی منکسر المزاج اور متواضع رہنما تھے۔ وہ لوگوں سے بڑی انکساری اور کھلے ذہن کے ساتھ ملتے تھے۔ آپ کا مزاج عوام کی خدمت اور رفقائے کار کی اعانت ورہبری تھی۔ اسی مزاج کی بدولت خدا نے آپ کو کام کرنے کا وہ حوصلہ مرحمت فرمایا تھا کہ نہ صرف آپ کے ساتھی بلکہ مخالف بھی آپ کی ہمت وجرأت پر آفریں کہے بغیر نہ رہ سکے۔ آپ کی خدماتِ جلیلہ اتنی بسیط اور دائرۂ عمل اتنا وسیع ہے کہ ہر عنوان پر ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ ان ہمہ جہت خدمات اور کثرتِ اسفار کے ساتھ آپ کا ذوقِ عبادت، اتباعِ سنت، نماز باجماعت اور شب بیداری قابل رشک ہے۔ حضرت امیر الہندؒ کی ایک اہم صفت نماز باجماعت کی پابندی تھی۔ نماز کو انتہائی خشوع وخضوع اور اطمینان سے ادا کرنے میں وہ ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ ارکان کی ادائیگی اور تمام اجزاء صلوٰۃ کو پورا کرنے میں درازی، سکون اور انہماک میں نے اس طرح بہت کم لوگوں میں دیکھا ہے۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار کے دست حق پرست پر بیعت کرکے سلوک کے تمام مراحل طے کرلیے تھے۔ اس بناء پر حضرت شیخ الاسلام کے وصال کے بعد حضرت کے تمام خلفاء نے آپ کو اجازت سے نوازا، نیز قطب عالم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے آپ کو خصوصی اجازت مرحمت فرمائی اور بیعت وارادت کا سلسلہ جاری رکھنے کا حکم فرمایا۔ آپ نے اس منصب کی ذمہ داری کو کامل طریقہ پر نبھایا۔ آپ کے ذریعہ نہ صرف ہندستان، پاکستان، بنگلہ دیش بلکہ پورے برصغیر افریقہ، امریکہ اور یورپ تک کے لاکھوں فرزندانِ توحید راہ یاب ہوئے۔ آپ کے مریدین کی تعداد تقریباً ۱۸؍لاکھ اور مجاز طریقت خلفاء کی تعداد تقریباً ۲۶۴ ہے۔

فدائے ملتؒ امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہٗ کا حادثۂ وصال ایک کاری زخم ہے جو ملت اسلامیہ کو عموماً اور ہندستانی مسلمانوں کو خصوصاً لگا ہے جس کی کسک نہ معلوم کب تک محسوس کی جاتی رہے گی اور ماضی کی طرح مستقبل میں جب بھی ملک کی رہبری کی ضرورت پیش آئے گی تو حضرت موصوف مرحوم کا نقشہ سراپا بے اختیار نظروں کے سامنے آجائے گا۔ اور ان کے مجاہدانہ عزائم کی تصویر ہندستانی مسلمانوں کے سامنے بھرپور انداز میں آجائے گی۔ میرے لیے اور انجمن محمود المدارس جامعہ اسلامیہ بنارس کے لیے اس سانحہ کی سنگینی اس وجہ سے بھی بڑھی ہوئی ہے کہ انجمن محمود المدارس جامعہ اسلامیہ مدنپورہ بنارس اپنے ایک عظیم مشفق سرپرست اعلیٰ سے محروم ہوگئی ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ دھوپ کی شدت اور لو کی تمازت سے سوکھتی، مرجھاتی اور دم توڑتی ہوئی کھیتیوں کے لیے ابرِ رحمت کا ایک ٹکڑا اور بارانِ رحمت کے چند چھینٹے شادابی، تازگی اور نئی زندگی کا پیغام لے کر آتے ہیں تو یہ بھی غلط نہیں ہے کہ حضرت فدائے ملتؒ ہزار ہا مدرسوں کے بانی اور لاتعداد مدرسوں کے سرپرست اعلیٰ وذمہ دار، تحمل وتدبر کے جیتے جاگتے پیکر ونمونہ اور فکر وشعور کے اہم ترین حامل، حضرت امیر الہند قدس سرہٗ العزیز کے افکار و خیالات، اعمال وکردار، عظیم الشان تاریخ ساز عہد آفریں خدماتِ جلیلہ، بین الاقوامی خدمات ملّی زندگی کے پیغام کی حیثیت رکھتی ہے، جو مایوسیوں اور گھٹاٹوپ تاریکیوں میں ایک نئی روشنی اور زندگی کی حرارتوں کے پیدا کرنے کا کام کریں گی۔

اسی بنا پر تاریخ کا اٹل فیصلہ ہے کہ زندہ قومیں اپنے مرحوم بزرگوں کو بھی زندہ رکھتی ہیں۔ ان کے نقوشِ فکر وعمل کو تابندہ وروشن رکھتی ہیں، ان کے خیالات وافکار کو تابندہ رکھتی ہیں۔ اس طرح وہ خود اپنے لیے زندگی کا سامان فراہم کرتی ہیں۔ اگر آج ہم حضرت فدائے ملت کے حالاتِ زندگی کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو گویا ہم خود اپنے وجود کو تاریخ میں زندہ وپائندہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت موصوف کی ہر ادا کو زندہ کرکے ہم اپنے آپ کو تاریخ میں زندہ قوم کی حیثیت سے منوانے کی کوشش کررہے ہیں ورنہ جو لوگ اپنے بزرگوں کو بھلا دیتے ہیں وہ خود اپنا وجود، اپنی عزت وعظمت کو خاک میں ملادینے کے جرم عظیم کے مرتکب ہوتے ہیں۔

حضرت فدائے ملتؒ اب ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن ان کی زندگی کے روشن پہلو ضرور ہمارے سامنے ہیں جن کو مشعلِ راہ بنا کر ایک کامیاب زندگی گزاری جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھردے۔ آخرت کی بیش بہا نعمتوں سے مالا مال فرمائے، جنت الفردوس کے اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے، ان کی خدماتِ جلیلہ کو قبولیت سے نوازے اور اسے ان کے حق میں صدقۂ جاریہ بنائے، والدۂ محترمہ اور اولاد واحفاد کو صبر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد!

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی — جان ٹھہری جانے والی جائے گی
نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا — رہے گا تو ذکر نہ کوئی رہے گا

OO

''بڑے بابو''

وہ عظیم مشفق بھائی جس نے یتیم بھائی بہنوں پر دستِ شفقت رکھا

امّ سلمان سیّدہ عمرانہ مدنی مدظلہا
(صاحبزادی حضرت شیخ الاسلامؒ)

۷؍محرم الحرام ۱۴۲۷ھ ہمارے خانوادہ کے لیے وہ سیاہ دن تھا جب ہمیں دوبارہ یتیمی سے دوچار ہونا پڑا، ایک وہ وقت تھا جب ہم نے ۴۹؍سال پہلے اپنے ''اباجی'' (حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ) کی جدائی کا غم سہا تھا۔ اور اب وہ وقت آیا کہ ہمارے مشفق عظیم بھائی، امیر الہند فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ (جنھیں ہم سب ادب سے ''بڑے بابو'' کے لقب سے پکارتے تھے) بھی ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ میرے لیے سعادت کی بات تھی کہ میں وفات سے چند لمحے پہلے اسپتال میں ''بڑے بابو'' کے پاس حاضر تھی، اور میں نے انھیں تیزی سے اللہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے دیکھا، اور آخری مرتبہ کھولی جانے والی آنکھوں پر ہاتھ رکھا، یہ منظر زندگی بھر کبھی میرے ذہن سے اوجھل نہ ہوگا۔ ان کی وفات سے ایسا لگا گویا ایک سایہ سر سے ہٹ گیا، اور ایک آغوش شفقت سے ہم محروم ہوگئے، بے شک ''بڑے بابو'' اس جگہ چلے گئے ہیں جہاں جاکر کوئی واپس نہیں آتا مگر ان کی جدائی کی خلش دل میں ایسی پیوست ہوگئی ہے کہ ابھی تک ذہنی سکون میسر نہیں ہے، اور کسی وقت بھی ان کا خیال دل سے نہیں ہٹتا، اللہ تعالیٰ انھیں آخرت کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے، اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔

''بڑے بابو'' کی شفقتیں اور احسانات اس قدر ہیں کہ میں بیان نہیں کرسکتی، میری عمر ساڑھے نو سال کی تھی جب ''اباجی'' کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تھا، اس وقت نہ تو اتنی ناسمجھ تھی کہ حادثہ کو نہ جانتی، اور نہ اتنی سمجھ دار تھی کہ صبر و ضبط سے کام لیتی۔ ہوتا یہ تھا کہ جب ''اباجی'' کی یاد آتی تو چلاّ چلاّ کر روتی تھی آپا صاحبہ (والدہ صاحبہ مدظلہا) بہت سمجھاتی تھیں، خود بھی رونے لگتی تھیں، مگر میں سوچتی تھی کہ اب مجھے پیسے کون دے گا؟ اور ''اباجی'' کے بعد اچانک محسوس ہوا کہ ''بابو'' بالکل بدل گئے ہیں، اب جو فرمائشیں آپا سے کی جاتیں تو آپا اگرچہ منع کرتیں مگر ''بابو'' انھیں پوری کرتے اور ہر طرح کی ضرورت کا خیال رکھتے۔

چھوٹے بابو (حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی مدظلہٗ) مجھ سے تقریباً سات سال بڑے ہیں مگر شروع سے ہی ساتھ کھیلنے کی وجہ سے ان سے بہت بے تکلفی رہی بچپن میں عید بقرعید کے موقع پر جب کچھ پیسے جمع ہوجاتے تو ان کا اصرار ہوتا کہ مجھ کو بہت ضرورت ہے لہٰذا قرض کے طور پر دے دو اور جیسے ہی میرے پاس پیسے ہوں گے فوراً دے دوں گا، چنانچہ قرض دے دیا جاتا وقت گزرتا جاتا، مگر نہ چھوٹے بابو کے پاس پیسے ہوتے نہ قرض ادا ہوتا۔ مجبوراً مقدمہ ''بڑے بابو'' کی خدمت میں پیش ہوتا، تو آپ ''چھوٹے بابو'' کو تنبیہ فرماتے کہ چھوٹی بہن سے قرض لیتا ہے، اور پھر خود ہی قرض ادا فرماتے۔

میں قرآن شریف ناظرہ ختم کرچکی تھی مگر روانی نہیں تھی، بہت اٹک اٹک کر پڑھتی تھی۔ ایک روز بہت خوب صورت قرآنِ کریم لے کر آئے اور کہا کہ اگر تو ایک مہینہ میں قرآن شریف ختم کرلے تو یہ قرآن تجھے دے دوں گا، چنانچہ میں نے اس قرآن کو حاصل کرنے کے شوق میں خوب محنت کی، جس کی بدولت بفضل خداوندی نہ صرف پڑھنے میں روانی آگئی بلکہ تلاوت کی پابندی بھی نصیب ہوگئی۔ اسی طرح شروع میں نماز کی پابندی نہیں تھی مگر ''بابو'' کا یہ معمول تھا کہ نماز کے بعد جب گھر میں آتے تو پوچھتے کہ ''عمرانہ نماز پڑھی یا نہیں؟'' ان کی اس پوچھ گچھ کا اثر یہ ہوا کہ نماز کی پابندی بچپن ہی سے ہوگئی۔ **فالحمد کلہ للّٰہ۔**

میری پندرہ سولہ سال کی عمر ہوگی، طبیعت خراب ہوگئی، اور نزلہ بگڑ گیا، بڑی خالہ کلکتہ میں رہتی تھیں، خالو مرحوم (حضرت مولانا حمید الدین صاحبؒ) کا اصرار تھا کہ عمرانہ کو کلکتہ بھیج دو یہاں سینہ کے بہت ماہر ڈاکٹر ہیں ان کو دکھا دیں گے، لیکن بابو نے صفائی سے منع کردیا کہ علاج کے لیے کسی کے گھر نہیں بھیجوں گا۔ پھر آپا صاحبہ کے ساتھ خود دہلی لے کر گئے، وہاں ڈاکٹر کو دکھلایا اور حکیم عبدالجلیل مرحوم کے علاج سے فائدہ ہوا۔ مجھ کو سردی بہت لگتی ہے اس لیے میرے لیے گرم رومال اور کپڑے کا بہت خیال رکھتے تھے اکثر باہر کے سفر سے جب واپس ہوتے تو اہتمام کے ساتھ ایسے کپڑے لے کر آتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے کہ ''جس شخص کی دو یا تین بیٹیاں یا بہنیں ہوں اور وہ اُن کی بہترین تربیت کرکے ان کا نکاح کرادے تو اس کے لیے جنت طے شدہ ہے۔'' (ابوداؤد شریف ۵۱۴۷) ''بابو'' نے اپنی تین چھوٹی بہنوں اور دو چھوٹے بھائیوں کی ایسی پرورش کی کہ بڑی حد تک یتیمی کا احساس نہ ہونے دیا جس پر انشاء اللہ انھیں آخرت میں رحمت و عافیت اور جنت سے نوازا جائے گا۔ ہم بہنوں کی ہر خوشی میں وہ شریک رہتے تھے، اور ہر پریشانی سے پریشان ہوجاتے، میرے بڑے لڑکے ''سلمان'' نے ''دورۂ حدیث شریف'' میں پورے دارالعلوم میں ٹاپ کیا، تو سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ دعوت کھلاؤ، یہ شاید دعوت کی پہلی فرمائش تھی ورنہ ہمیشہ دعوت خود کھلاتے تھے۔ جب دیوبند آتے اور میرے جانے سے پہلے بچوں میں سے کوئی پہنچتا تو فوراً پوچھتے کہ ''تیری ماں نہیں آئی'' اکثر فون آتا کہ فوراً آجاؤ، کھانا یہیں کھالو، میرے کپڑے ٹھیک کردو اور پہنچتے ہی صالحہ کو آواز دیتے کہ اپنے باپ کی پھوپھی کے لیے ناشتہ لاؤ، (صالحہ محمود سلمہ کی منجھلی بچی ہے جس نے دادا کی بہت خدمت کی، اللہ تعالیٰ اس کو دین اور دنیا کی نعمتوں سے نوازے۔ آمین)

محمود سلمہ نے اپنی بڑی لڑکی کی شادی بہت سادگی سے کی، کسی کو نہیں بلایا شادی سے ایک روز پہلے میں بابو سے ملنے گئی، تو پوچھنے لگے کہ کل کس وقت آؤ گی؟ میں نے کہا کہ ظہر کے بعد رخصتی میں آجاؤں گی، تو فرمایا کہ تم میری بہن ہو میں بلا رہا ہوں تم مع اہل وعیال کل یہیں رہوگی۔

ایک روز میں ملنے گئی تو بہت پریشان تھے میں نے پوچھا بابو کیا ہوا؟ کہنے لگے خانہ کعبہ کے غلاف کا استر رکھا ہوا تھا اسے تلاش کررہا ہوں، میں نے اس کو کفن کے لیے رکھا تھا، میں نے کہا غلاف تو کالا ہوتا ہے، فرمایا کہ اس کا استر سفید ہوتا ہے (اسی غلاف میں آپ کو کفن دیا گیا) پھر بہت نا اُمیدی کی باتیں کرنے لگے، اس سال شروع رمضان میں عمرہ کرکے آئے، میں ملنے گئی طبیعت پوچھی، فرمایا کہ ''اب آخرت کا راستہ اسپتال ہوکر جاتا ہے'' میرا اوسط رمضان میں عمرہ کے لیے جانا ہوا کچھ کاغذات کی تکمیل کی وجہ سے دہلی میں رکنا پڑا تو فون پر فرماتے رہے کہ دہلی میں کیوں ٹھہری ہے دیوبند کیوں نہیں آئی؟ عید کے اگلے روز میں نے مدینہ منورہ سے فون پر بات کی اس وقت آپ دہلی سے دیوبند جارہے تھے، بہت اچھی طرح بات ہوئی اور جلدی واپس آنے کی تاکید کی، اس کے کچھ ہی گھنٹوں کے بعد سر میں چوٹ لگنے کا دل دوز واقعہ پیش آیا جس کے بعد آپ کو مکمل ہوش نہ آسکا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔'''' بڑے بابو'' کی پوری زندگی ایک جہاد سے کم نہ تھی، الغرض کن کن باتوں کو یاد کروں اور کیسے اپنی بے قراری کو سکون دوں، بس اللہ تعالیٰ فضل فرمائے اور صبر جمیل سے نوازے۔ آمین۔

ابویاکی یاد

امّ خبیب
مدنی منزل، دیوبند، ضلع سہارنپور

آج ایک ایسے موضوع پر قلم اٹھانے کی ہمت کررہی ہوں جس کے لیے دل و دماغ کسی طرح بھی آمادہ نہیں ہے کیونکہ اس واقعہ سے اتنی ٹھیس پہنچی ہے کہ دل نہیں چاہتا کہ باتوں کو کرید کر زخم کو تازہ کروں۔ لیکن بعض اوقات محبت وتعلق کے تقاضہ کے پیش نظر اور بارِ غم ہلکا کرنے کے لیے کچھ کہنے سننے سے دل کو ڈھارس وتسکین حاصل ہوتی ہے۔ بعض شخصیتیں اپنے متعلقین اور عزیز و اقارب کے سروں پر ایک شجر سایہ دار کی طرح فیض رسانی اور سکون وراحت کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ اعزہ و اقربا اور نیازمندوں کی بدقسمتی اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ ان کے سروں سے یہ سایۂ عاطفت ہمیشہ کے لیے اُٹھ جائے۔ ابھی پچھلے دنوں ہمارے خاندان کو جس جانگداز سانحہ سے نبرد آزما ہونا پڑا اس کے غمناک تصور سے آج بھی دل و دماغ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور وہ تمام افراد جو ان سے رشتہ داری کا ایک عظیم تعلق رکھتے ہیں، غم کے عمیق سمندر میں ڈوب جاتے ہیں اور اس حادثۂ فاجعہ کو اب تک فراموش نہیں کرپارہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنی محرومی اور ملت کے اس نقصان عظیم پر کن آنسوؤں سے روؤں اور کن لفظوں سے اس بے عدیل المیہ پر اظہارِ غم کروں۔ یہ قابل احترام شخصیت ہمارے پیارے ابویا کی تھی جنھیں ہم سے جدا ہوئے پورے چھ مہینے گزر چکے ہیں۔ اس عرصہ میں ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا کہ ان کی یاد سے دل میں بے چینی و بے کلی اور زبان سے دعائے مغفرت کے کلمات ادا نہ ہوئے ہوں۔ انسانوں کی اس گھنی آبادی میں ان جیسا اب کوئی دور تک بھی نظر نہیں آتا۔ ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد جو خلا محسوس ہورہا ہے وہ کسی صورت میں بھی پر ہوتا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔

ابویا کی وفات یوں تو پوری ملت کے لیے ایک عظیم سانحہ سے کم نہیں ہے لیکن قریبی رشتہ داروں کے لیے نا قابل تلافی نقصان ہے۔ وہ ہم لوگوں پر اس درجہ شفیق اور مہربان تھے کہ الفاظ ان کے بیان سے قاصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ میں نے اپنی باہوش زندگی کے تقریباً تیس سال ابویا کو ہنستے، بولتے، کھاتے، پیتے، سوتے، جاگتے اور عبادت میں مشغول ہوتے، غرضیکہ ہر حال اور ہر رنگ میں دیکھا ہے۔ بچپن میں ان کی شخصیت ہمارے لیے صرف ایک بارعب شخصیت تھی لیکن پھر رفتہ رفتہ اس رعب پر محبت غالب آتی چلی گئی۔ وہ صرف ہمارے خاندان کے لیے ہی بڑے نہیں تھے بلکہ ان لاکھوں نفوس کے بھی سرپرست اور مربی تھے جن سے ان کا روحانی رشتہ قائم تھا اور وہ لوگ ان کے ایک اشارہ پر اپنی جانیں قربان کرنے میں بھی نہیں ہچکچاتے تھے۔

میں کوئی مضمون نگار نہیں ہوں اور نہ ہی لفظوں کی الف با سے واقف ہوں۔ ایک قریبی مشاہد کی حیثیت سے بلا مبالغہ سینکڑوں واقعات اس وقت ذہن میں گردش کر رہے ہیں جو ابویا کی شش پہلو شخصیت کو اُجاگر کرتے ہیں۔ اس مضمون کے ذریعہ اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں صرف ان پہلوؤں پر روشنی ڈالنا چاہتی ہوں جو میری ذات سے متعلق ہیں اور جنھیں میں نے خود دیکھا اور سنا ہے۔ ان باتوں کو بیان کرنے کے لیے کوشش کے باوجود بھی موزوں الفاظ میسر نہیں آرہے ہیں۔ بہر حال جن واقعات کا میرے قلب و دماغ پر گہرا اثر پڑا ہے، ان کو مختصر طور پر ذکر کرنا چاہتی ہوں جو ان کے طرزِ عمل کو سمجھنے کے لیے کافی ہوگا۔

کتابِ زندگی کے اوراق کو پلٹنے کے بعد وہ منظر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے جو میری ازدواجی زندگی سے متعلق ہے اور جس میں ابویا کے کردار و عمل کو یاد کر کے آج بھی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا جاتی ہیں۔ یہ بات اس زمانہ کی ہے جب میرے والد ماجد حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم شدید طور پر علیل تھے اور اپنے علاج کے ساتھ میں لندن تشریف لے گئے تھے۔ مرض کی تشخیص کے بعد ڈاکٹروں نے وہاں کچھ دن قیام کا مشورہ دیا تھا۔ ان کی عدم موجودگی میں میری شادی کی تاریخ متعین ہو چکی تھی۔ ہر باپ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی خوشی میں پوری طمانیت اور جوش و خروش کے ساتھ شریک ہو۔ خاندان کے سبھی لوگوں پر اس کا اثر ہونا فطری بات تھی لیکن والد محترم کا اصرار تھا کہ شادی مقررہ تاریخوں میں ہی انجام پا جائے۔ جب اس بارے میں ان سے بات کی گئی تو انھوں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ ''میرا رہنا ضروری نہیں ہے، بابو مدظلہٗ ہم سب کے بڑے ہیں، ان کے ہوتے ہوئے میری موجودگی ضروری نہیں۔ سب کام انھی کے ہاتھوں انجام پائیں گے۔ ان کے اس جملہ سے گھر والوں کو مزید کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ اس وقت ابویا کی ذات ہم لوگوں کے لیے باعثِ رحمت ثابت ہوئی۔ ابویا نے والد محترم کی عدم موجودگی کو ذرّہ برابر بھی محسوس نہیں ہونے دیا اور مہمانوں کی ضیافت اور خاطر و تواضع میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اپنے مصروف ترین ایام کو بالائے طاق رکھ کر تین چار دن انھوں نے اس کام کے لیے مختص کر دیئے تھے۔ باراتیوں کے استقبال کے لیے وہ بہ نفس نفیس موجود تھے، اپنی نگرانی میں قیام و طعام اور دیگر تمام ضرورتوں کو پورا کروایا، نکاح بھی خود پڑھایا اور مجھے اس انداز سے رخصت کیا کہ اس بات کا بالکل احساس ہی نہیں ہوا کہ والد ماجد گھر پر موجود نہیں ہیں۔ اس وقت لکھنؤ سے جو مہمانان ذی وقار دیوبند تشریف لائے تھے ان میں مفکر اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ کی ذات گرامی بھی شامل تھی۔ حضرت مولاناؒ نے متعدد بار اس بات کا تذکرہ کیا کہ حضرت مولانا ارشد مدنی کی غیر موجودگی میں ان کے بڑے بھائی نے جس محبت و شفقت کا معاملہ کیا وہ قابل رشک ہے اور یہ بھی فرمایا کہ ایسی رواداریاں اب بہت کم دیکھنے کو ملتی ہیں۔ شادی کے بعد میرے لکھنؤ کے زمانۂ قیام میں ابویا کو جب میرے بارے میں معلوم ہوتا تو مجھ سے ملاقات کے لیے یا تو خود تشریف لاتے یا جہاں ٹھہرتے وہیں بلوا لیتے تھے اور میری گھریلو ضرورتوں کو محسوس کرتے ہوئے اسے پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ ان کی وضع داری اور قرب و تعلق کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔

اس بات سے سبھی واقف ہیں کہ جد بزرگوار حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت ابویا، والد ماجد اور پھوپھی جان مرحومہ (والدہ مولانا اشہد رشیدی) کے علاوہ باقی اولادیں ناسمجھ تھیں اور سن شعور کو نہیں پہنچی تھیں۔ بادی النظر میں سبھی کو اس بات کی تشویش لاحق تھی کہ ان چھوٹے بچوں کی پرورش اور کفالت کا ذریعہ کیسے پیدا ہوگا اور بے سروسامانی کے یہ حالات کیسے دور ہوں گے۔ ایسے نازک دَور میں ابویا کی ذاتِ گرامی ایک گھنے درخت کی طرح نمودار ہوئی جس کے سایہ میں سبھی نے اپنے آپ کو محفوظ و مامون محسوس کیا۔ انھوں نے اپنے بھائی بہنوں اور والدہ (آپا مدظلہا) کی کفالت کی ساری ذمہ داری اپنے اوپر اوڑھ لی۔ بھائی بہنوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا، انھی کے زیر تربیت وہ پروان چڑھے یہاں تک کہ شادی بیاہ کے فرائض بھی انجام دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ والد محترم اور چچا جان مدظلہٗ (مولانا اسجد صاحب) انھیں اخیر تک اپنے والد کا قائم مقام سمجھتے رہے۔ اسی لیے کوئی کام بھی 'بابو' کے مشورہ کے بغیر نہیں کرتے تھے۔ افسوس کہ اب یہ طرز ناپید ہوتا جا رہا ہے اور اس انداز سے صفیں خالی ہوتی جا رہی ہیں۔

راقمہ نے جس وقت ہوش سنبھالا وہ وقت ابویا کی دینی و اصلاحی اور

سیاسی تابنا کی کا دَور تھا۔ وہ ملّی اور مذہبی کاموں میں انہاک کی وجہ سے ہر وقت رواں دواں رہتے تھے۔ میں نے اس عرصہ میں ان کے اندر جو غیر معمولی صفات دیکھیں ان میں اخلاص وللّٰہیت، اخفائے حال، انکساری و تواضع، رقت قلب، ذوقِ عبادت، علم وعمل کی جامعیت، دینی حمیت، صبر وتحمل اور حقوق العباد میں احتیاط وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ابویا کی خوش اخلاقی، رواداری اور انسان دوستی اور رشتوں ناطوں کی قدر ومنزلت ضرب المثل ہے۔ سادگی وخلوص ان کی شخصیت کا جزولاینفک تھی۔ جرأت اور صبر وتحمل سے بھی اللہ تعالیٰ نے انھیں پوری طرح سے آراستہ کیا تھا۔ کیسے بھی کٹھن حالات ہوں انھیں کبھی خوفزدہ یا پریشان نہیں دیکھا۔ان کے سامنے بعض قریبی رشتہ داروں نے اس دارِفانی کو خیر باد کہا مگر ان مواقع پر انھوں نے جس طرح سے صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا اس سے احکامِ خداوندی اور فرمانِ رسولؐ کی اطاعت گزاری ظاہر ہوتی تھی۔

مہمانوں کی تواضع ان کی گھٹی میں شامل تھی۔حتیٰ الامکان اس میں کوئی کمی نہیں آنے دیتے تھے، جو چیز آسانی سے میسر ہوتی بلا تکلف پیش فرمادیتے تھے۔اپنے اعزہ کے لیے ان کے دل میں نفرت کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ ذاتی معاملات میں کسی کا رویہ اگر اپنے لیے تکلیف دہ محسوس کرتے تو عفو ودرگزر کا معاملہ فرما کر اس کا جواب دینا بھی مناسب نہیں سمجھتے تھے۔انھیں رسومات اور دیگر خرافات سے بھی سخت نفرت تھی۔شادیوں میں بیجا اسرافات اور نمود ونمائش کے سخت مخالف تھے۔ شریعت کی خلاف ورزی انھیں کسی قیمت پر بھی برداشت نہیں تھی۔کوئی بات بھی خلافِ شرع دیکھتے تو اسے برملا ٹوک دیتے اور اپنی خفگی کا اظہار کردیتے تھے۔ بارات میں کثرتِ افراد کی شمولیت بھی بہت زیادہ ناراض ہوجاتے تھے اور ایسی بارات میں خود شریک ہونے سے انکار کردیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ طریقہ حضرت مدنیؒ کو پسند نہیں تھا۔اس سے ان کی روح کو تکلیف پہنچے گی۔

سخت سے سخت حالات میں اور طبیعت کی ناسازی میں بھی مسکراہٹ اور شیریں کلامی ان کا طرۂ امتیاز بنی رہی۔کبھی کسی کا دل نہیں دُکھایا۔ ہمیشہ رشتوں کو خوش اسلوبی کے ساتھ آخری دَم تک برتتے اور نبھاتے رہے اور ساری زندگی اسوۂ رسول اکرمؐ کا عملی نمونہ بنے رہے۔

اس گنہگار کو ابویا محترم سے شرف بیعت بھی حاصل تھا۔بیعت کے روحانی تعلق سے میں اس وقت ان سے منسلک ہوئی جب وہ ماہ رمضان المبارک میں دیوبند میں قیام پذیر تھے۔مسلسل تین سال کے پیہم اصرار اور جدوجہد کے بعد آخر وہ دن آ ہی گیا جب میں ان کے حلقۂ بیعت میں شامل ہوئی۔ جب بھی میں ابویا سے اس خواہش کا اظہار کرتی تو زیرلب تبسم آجاتا اور بڑے محبت آمیز الفاظ سے بر بنائے انکساری فرماتے کہ مولانا علی میاں سے کیوں نہیں بیعت ہوتیں، لیکن طبیعت کے رجحان کو دیکھ کر ایک دن آمادہ ہوگئے۔اس طرح میں بھی ان خوش نصیبوں میں شامل ہوگئی جوان کے وسیلہ اور ذریعہ سے تاقیامت ہدایت وتربیت پاتے رہیں گے۔اللہ تعالیٰ ان کے مراتب کو بلند فرمائے۔

آپا صاحبہ (دادی مدظلہا) کی خدمت انھوں نے جس انداز سے کی امید ہے کہ روزِمحشر اعمال کے ترازو میں صرف یہی ایک عمل بھاری ہوگا اور ان کے لیے سرخروئی کا باعث ہوگا۔دادی محترمہ کی خدمت کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ان کے لیے ماہانہ وظیفہ مقرر کرنے کے علاوہ ان کی ہرضرورت کا خوب خیال رکھنا، تحفہ وتحائف پیش کرنا اور کپڑے لتوں کی ساری ذمہ داری کو اپنے اوپر لازم کرلینا ایسی خوبیاں تھیں جواب ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملیں گی۔

دیوبند کے زمانۂ قیام میں روزانہ آپا صاحبہ کی خدمت میں حاضری دینا اپنا فرض سمجھتے تھے اور اس ملاقات میں ہم سب لوگوں کی نام بنام خیریت معلوم کرنا کبھی نہیں بھولتے تھے۔عید بقرعید میں خود ملنے آنا ان کا دائمی وطیرہ رہا۔نمازِعیدین سے فارغ ہونے کے بعد گھر ضرور تشریف لاتے تھے۔اس وقت چہرہ پر مسرت وشادمانی کا ایک عجیب دلکش منظر جھلکتا تھا۔ ہاتھ میں نوٹوں کی گڈی ہوتی تھی اور اس موقع پر سبھی افرادِخانہ کو بلا کر عیدی تقسیم کرتے اور خوشی کا اظہار فرماتے تھے۔ وفات سے تقریباً تین مہینے قبل مادّی دنیا سے قطع تعلق کرلینے کی وجہ سے ہم تمام متعلقین کو ایک حسرت سی رہ گئی کہ آخری وقت وہ ہم سے کچھ کہہ نہیں سکے اور نہ ہی ہم لوگ ان کی خدمت کرسکے۔

یہ وہ چند تاثرات اور کچھ منتشر یادیں تھیں جو قلمبند کردی گئیں ورنہ ان کے اوصافِ حمیدہ کا احاطہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔آج وہ ہمارے درمیان میں موجود نہیں ہیں لیکن ان کے فیوض وبرکات سے ہمارا گھر انشاء اللہ ہمیشہ سیراب ہوتا رہے گا۔ خداوند قدوس کی ذات سے امید ہے کہ یہ چشمہ کبھی خشک نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی بال بال مغفرت فرمائے اور ان کی قبر کو نور سے منور فرمائے اور جس مشن کو وہ چھوڑ کر گئے ہیں، پسماندگان ان کو جاری وساری رکھیں۔اے دوجہاں کے پالن ہار! لغزش وخطائیں ہماری سرشت میں داخل ہیں، ان سب کو درگزر فرما کر ابویا جیسے جلیل القدر بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔آمین!

ڈھونڈوگے ہمیں ملکوں ملکوں
ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

○○

میرے ابّویا — جو لاکھوں میں یکتا تھے

محترمہ سعدیہ مدنی صاحبہ
(صاحبزادی حضرت فدائے ملتؒ)

امیر الہند، فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہ کی سب سے بڑی صاحبزادی محترمہ سیّدہ سعدیہ مدنی مدظلہا (جو موجودہ امیر الہند حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادے جناب مولانا انوارالرحمٰن صاحب بجنوری سے منسوب ہیں) کا یہ مضمون اپنے اندر اظہارِ غم کے ساتھ ساتھ بڑی نصیحتوں اور عبرتوں کو شامل ہے۔ بچیوں کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت ومحبت، ان کی تربیت کا خیال قدم قدم پر ان کی دل جوئی اور زندگی کے ہر موڑ پر ان کی رہنمائی یہ ایسی صفات ہیں جو آج کے دور میں ڈھونڈے سے بھی نہیں مل پائیں گی، اور پھر ایسا شخص جس کی زندگی کا بیشتر حصہ ملکی، بلکہ عالمی مسائل میں گھرے ہونے کی حالت میں گزرا ہو اس کا بچیوں کے ساتھ ایسا برتاؤ یقیناً لائق صد رشک ہے، بالخصوص اس مضمون کے اخیر میں حضرت فدائے ملتؒ کا اپنی صاحبزادی کے نام جو گرامی نامہ شائع ہو رہا ہے وہ تو اس قابل ہے کہ اسے ہر رخصت ہونے والی لڑکی فریم کرا کے اپنے گھر میں رکھے اور بار بار اسے پڑھ کر اپنی زندگی کا میاب بنانے کی کوشش کرتی رہے۔ یہ گرامی نامہ صرف حضرت کی صاحبزادی ہی کے لیے نہیں، بلکہ امت کی ہر لڑکی کے لیے نمونۂ عمل اور مشعل راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی قبر کو نور سے منور فرمائیں اور ہم سب کو حضرت کے نقش قدم پر چلنے والا بنائے، آمین۔ (مرتب)

وہ حادثۂ عظیم ہمارے سروں پر آ ہی پڑا، جس کے بارے میں اکثر ''ابویا'' ذکر کیا کرتے تھے۔ اس وقت میں سوچا کرتی تھی کہ اگر خدانخواستہ ایسا ہو گیا تو میں کیسے برداشت کر پاؤں گی اور کیسے زندہ رہوں گی؟ مگر اللہ کی مشیت کہ میں زندہ ہوں، مگر میرا دل بےقرار ہے، اے کاش! ایسا ممکن ہوتا تو میں بھی سفر آخرت میں ان کے ہمراہ روانہ ہو جاتی۔

میرے ابویاؒ بہنوں بھائیوں کے لیے، عزیزوں، رشتہ داروں اور تمام امتِ مسلمہ کے لیے جب ہمہ وقت ہمدرد، مہربان اور خیر خواہ انسان تھے، تو اپنی بیٹی کے لیے کیا چیز ہوں گے؟ اس کا اندازہ لوگ ضرور لگا سکتے ہیں۔ جب دوسروں کے لیے ان کی محبت، ہمدردی، ایثار وقربانی کا یہ عالم تھا، تو میرے لیے کیا ہو سکتا ہے؟ میں کیا لکھوں اور کیا بیان کروں، میری عقل حیران ہے؟ نہ قلم میں تاب ہے نہ دل میں طاقت ہے، میرے ساتھ انھوں نے کیا کیا احسانات کیے ہیں اور کس طرح مجھ کو چاہا ہے اس کا شمار کرنا اور قلم بند کرنا بالکل ناممکن ہے۔

معلوم نہیں کیا بات تھی مجھ کو ہمیشہ سے امّی کے مقابلہ میں ابویا سے زیادہ محبت تھی۔ پانچ سال پانچ ماہ پہلے جب امّی کا انتقال ہوا تو ایسا لگا جیسے امّی کا گھر خالی ہو گیا، اب اس گھر میں دل بستگی کا سامان نہیں ہے، مگر جب ابویا سفر سے واپس آئے تو لگا جیسے دل پر مرہم آ گیا اور رفتہ رفتہ وہ غم مندمل ہوتا ہوا محسوس ہوا، اس وقت اللہ سے بس یہی دعا تھی یا اللہ ایک نعمت سے تو ہم محروم ہو گئے، مگر اس دوسری نعمت کو قائم دائم رکھنا، دوسری نعمت سے محروم نہ کرنا، مگر حکم خداوندی میں کسی کا کوئی دخل نہیں، اتنی جلدی اللہ نے دوسری نعمت سے محروم کر دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

میری شادی ابویا کے بچوں میں پہلی شادی تھی، کیونکہ میں اپنے بھائی بہنوں میں سب سے بڑی ہوں، اور پھر غیروں میں ہوئی تھی، اس کا ابویا پر بڑا اثر تھا۔ مجھ کو اس موقع پر ابویا نے خط لکھا، اس میں بہت ساری نصیحتیں لکھیں۔ اس میں ایک جملہ یہ تھا جو آج تک میرے دل پر نقش ہے کہ ''تمھارا خاندانی ورثہ دولت وبادشاہت نہیں ہے تعلق مع اللہ ہے، اس لیے اگر تم کوئی کام اپنے باپ دادا کی طرزِ زندگی کے خلاف کرو گی تو خود بھی ذلیل ہو گی اور ان کو بھی رسوا کرو گی۔'' یہ ابویا کے الفاظ اور وہ تحریر ہمارے دل کے آر پار ہو گئی اور دل بہت پریشان ہوا۔ اللہ سے دست بہ دعا ہوں یا اللہ اس دن کے لیے دنیا میں نہ رکھنا کہ میری وجہ سے میرے عظیم باپ اور دادا کے نام پر کوئی آنچ آئے، چنانچہ ابویا کی دعاء اور ان کی توجہ میرے قدم بقدم ساتھ رہی ورنہ میں کس قابل ہوں۔ الحمدللہ اتنی زندگی گزر گئی، خدا مزید بحسن وخوبی پوری فرما دے (آمین) (ابویا کا یہ خط مضمون کے اخیر میں ملاحظہ کریں)

میری تربیت میں میرے ابویا کا خاص کردار ہے، جس طرح ایک ماں اپنی لڑکی کی تربیت کرتی ہے اسی طرح میرے ابویا نے میری تربیت کی۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، امورِ خانہ داری، مہمان نوازی، پردہ، غرض کہ زندگی کا کون سا پہلو ہے جو انھوں نے مجھ کو نہ سکھایا ہو، نماز کی اہمیت بچپن سے دل میں ڈالی، سفر میں جب جب میں ان کے ساتھ ہوتی گاڑی روک کے نماز کا انتظام کیا کرتے، وضو کی ضرورت ہوتی تو خود کھڑے ہو کر پردہ کے ساتھ وضو کراتے۔ اگر پردہ کی کوئی جگہ نہ ہوتی تو اپنے عبا وغیرہ سے پردے کی آڑ کر

کے کھڑے ہوجاتے اور وضو کراتے، مگر نماز ہمیشہ وقت پر ادا کروائی۔ ابویا کے ساتھ نماز قضا ہوجائے اس کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ الحمدللہ نماز کی ایسی عادت ہوگئی کہ قضا کرنا ناممکن ہوگیا، ایسے ہی روزے کی عادت ڈلوائی۔ بچپن میں ہر سال عید کے دن یہ پوچھا کرتے کتنے روزے رکھے؟ ہر روزے کا ایک روپیہ انعام متعین تھا۔ اس شوق میں پورے پورے مہینے ہم روزہ رکھا کرتے تھے کہ تیس روزے ہوں گے تو تیس روپے ملیں گے، حالانکہ ہمارے بچپن میں رمضان شدید گرمیوں کے دنوں میں آیا کرتا تھا مگر سب روزے رکھا کرتے تھے اور عادت بھی ہوگئی، اسی طرح شادی کے بعد ۱۹۸۷ء میں اپنے ساتھ حج کو لے کر گئے۔ الحمدللہ میں نے دو حج کیے، دونوں ابویا کے ساتھ۔ اللہ قبول فرمائے، آمین! دوسرا حج ابویا کے آخری حج میں میں ساتھ تھی، یہ سعادت بھی اللہ نے مجھ کو نصیب فرمائی۔ سفر میں ایسا خیال رکھتے تھے کہ ایسا خیال رکھتے ہوئے میں نے کسی فرد کو نہیں دیکھا۔ گھر میں ہر کام مجھ سے کرواتے، مگر سفر میں میرا ہر کام خود کرتے تھے، اگر بچے چھوٹے ساتھ ہوتے تو اس کو اپنی ہی گود میں رکھتے، غرض کہ کن کن خوبیوں کو بیان کروں؟ ایسے اوصافِ حمیدہ ہونا کسی کے اندر بہت مشکل ہے۔ مہمانوں کی کیا خاطر ہوتی ہے، کیا ہونی ہے، کیا پکنا ہے، کیسے بات کرنی ہے؟ انتہا یہ کہ طرح طرح کے کھانے پکانے سکھائے، مجھ کو خود میرے ساتھ باورچی خانہ میں بیٹھ کر مجھ کو پکانا سکھایا، یہی وجہ ہے کہ جتنی دلچسپی مجھ کو کھانا پکانے سے ہے اتنی دلچسپی مجھ کو کسی اور کام سے نہیں ہے۔ یہ سب میرے ابویا کی دین ہے۔ اللہ رب العالمین ان کو ایسا عظیم الشان اجر دے جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ (اللھم آمین!)

میری شادی کو ۲۳واں سال ہے۔ اس اثناء میں میں نے اپنے آپ کو کسی کا محتاج اور بے سہارا نہ محسوس کیا۔ ابویا کی اس قدر تقویت اور ڈھارس تھی کہ میں نے اپنے کو شوہر کا بھی محتاج نہ سمجھا، مگر اب ایسا لگتا ہے کہ میں بالکل بے سہارا ہوگئی، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بھی کوئی بیماری کا یا بچوں کی پیدائش کا سلسلہ ہوا، ابویا نے مجھ کو فوراً بلوالیا، دہلی لے گئے، دِکھلانے کا اور علاج کا ہر طرح کا انتظام کروایا، پوری توجہ کے ساتھ اور بہت سے احسانات میرے ساتھ کیے ہیں، ان کو قلم بند کرنا مشکل محال کام ہے۔ ایک ایک بات، ایک ایک واقعہ یاد آتا ہے اور دل روتا ہے۔ نگاہیں ڈھونڈتی ہیں ساری زندگی یاد کروں گی مگر ایسا محسن نہ پاؤں گی۔ بعض اوقات دل ایسا تڑپتا ہے یا خدا میں اپنے ابویا کو کہاں سے ڈھونڈ لاؤں، بس اللہ سے دعاء ہے اللہ ربّ العالمین نے جیسے دنیا میں مجھ کو ان کے اتنا قریب کیا ان کی اولاد میں مجھے شامل کیا، یہ میرے لیے بڑی سعادت کی بات ہے، ایسے ہی میرے اوپر کرم فرما کر آخرت میں بھی ان کے ساتھ رہنا نصیب فرمائے، (آمین!)

اس دفعہ رمضان میں اعتکاف میں جانے سے پہلے ابویا سے ملنے گئی تو ظہر کے بعد مجھ کو اور چھوٹی بہن ذکیہ ہم دونوں کو روپے دیئے۔ میں نے کہا ابویا دعاء میں یاد رکھئے، اس کی کیا ضرورت ہے۔ کہنے لگے ''بیٹا! اب ہماری کتنے دن کی زندگی ہے، جب تک ہم ہیں، دے دیتے ہیں، پھر کون دے گا؟'' میں نے کہا ابویا ایسی باتیں آپ کیوں کرتے ہیں؟ امّی تو ہیں نہیں، ہم لوگوں کا آنا جانا تو آپ ہی کے دَم سے ہے، تو کہنے لگے ''کس کے ماں باپ بیٹھے رہتے ہیں، ہماری والدہ ہم کو اتنے ذرا سے کو چھوڑ کر چلی گئیں، حضرت والدؒ چھوڑ کر چلے گئے۔'' یہ کہہ کر اس قدر روئے کہ ہم لوگ بھی رونے لگے۔ ہم نے اپنی زندگی میں کبھی ابویا کو اس طرح روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، بس رمضان سے یہ دیکھ کر میرا دل و دماغ بے حد متاثر تھا، نہ رمضان کا مزہ تھا نہ عید کا مزہ تھا، عید کے دن صبح سویرے میرا معمول تھا ابویا کو فون کرنا، عید کی مبارک باد دینا، معمول کے مطابق میں نے فون کیا اور عید کی مبارکباد دی۔ طبیعت پوچھی، کہنے لگے ٹھیک ہے مگر یہ لوگ آج ہی دہلی جانے کی بات کر رہے ہیں اور میں جانا نہیں چاہتا ہوں۔ غرض کہ عید سے اگلے دن شام کو منوّ (محمد مدنی) کا فون آیا کہ ابویا گر گئے، سر میں چوٹ آئی ہے، بیہوش ہوگئے ہیں، دہلی لے جارہے ہیں۔ یہ اندوہناک حادثہ ہونا تھا اس لیے رمضان سے ہی ساری خوشی اور رونق غائب تھی۔ زندگی بے کیف ہوچکی تھی، خود کا تعلق تھا سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا مگر دنیا اُداس اُداس ہوچکی تھی، بعد میں سمجھ میں آیا کہ ماجرا یہ تھا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

نصیحتوں سے بھرپور ایک یادگار خط

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

عزیزہ بیٹی! اللہ تم کو دارین میں بامراد وخوش وخرم رکھے (آمین!) بیٹی! یہ دنیا چند روزہ ہے اس لیے اس کی کسی خواہش وخوشی کی خاطر آخرت کی اصلی اور ہمیشہ کی زندگی کو برباد کرنا سخت دھوکہ اور اپنے ساتھ دشمنی ہے۔

تم اب اپنی زندگی کی خود ذمہ دار ہو، ہم بوڑھے ہوگئے اور کسی کے ماں باپ ہمیشہ ساتھ نہیں دیا کرتے، اس لیے اب ہر بات اور کام کے بھلے برے کو سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے، دراصل چاہنے والا نفع نقصان کا جاننے والا اور سب سے بڑا خیر خواہ اللہ ہے، تمھارا خاندانی ورثہ دولت وبادشاہت نہیں، بلکہ دین داری اور تعلق باللہ ہے اس لیے کسی وجہ سے اگر دولت جاتی رہی تو ہرگز دنیا کی کوئی عظیم سے عظیم چیز نہ تمھارے لیے قابل فخر ہوسکتی ہے اور نہ کام آسکتی ہے، تم ایسی جگہ اور خاندان میں جارہی ہو کہ وہاں ہر قریب وبعید تمھارے ہر کام اور ہر حرکت اور ہر چیز کو غور سے دیکھے گا اور اگر تم نے کوئی کام یا بات اپنے دادا کے طریقہ کے خلاف کی تو ان کو رسوا کروگی اور خود بھی ذلیل ہوگی۔

لباس میں فیشن اور نقل کے بجائے دین داری کا لحاظ اور شرم وحیا کا پاس ضروری ہے، بہت بات، بہت لوگوں سے تعلقات مناسب نہیں ہیں، کم سے کم تعلق اور باتیں بہت سی مصیبتوں سے بچاتی ہیں، تعلقات میں اپنے بڑوں

کی مرضی کو سامنے رکھو (جس سے اور جتنا وہ پسند کریں وہی مناسب ہے)

ملنے اور آنے والیوں سے خوش اخلاقی، خندہ پیشانی اور انکساری سے پیش آنا چاہیے، ہمیشہ اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھنا چاہیے اور دوسرے کتنے ہی خراب ہوں اپنے سے بہتر سمجھنا چاہیے، اگر سسرال کے بڑوں کو اپنا بڑا اور اپنا خیر خواہ سمجھوگی تو انشاء اللہ کبھی ذلیل نہ ہوگی۔ شادی سے پہلے ماں باپ کا درجہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے بعد سب سے بڑا ہوتا ہے، مگر شادی کے بعد شوہر کا درجہ ماں باپ سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ مرضی کے خلاف بات پر چلنا بہت بری عادت ہے، اس کو قریب مت آنے دو، خود کام کرو، خدمت کرو، سب تمھارے محتاج ہوں گے اور دلوں میں عزت ہوگی، آرام طلبی، کاہلی اور خدمت لینے کی خوگر بنوگی تو لوگوں کی نظروں سے گر جاؤ گی۔

گھر کی ہر چیز پر نگرانی رکھو، کوئی چیز ضائع نہ ہو، کسی چیز سے بے پرواہی نہ برتو، گھر اور گھر کی چیز کو برابر صاف ستھرا اور اپنی جگہ پر ان کو رکھو، جب جس جگہ سے لو، کام ہوتے ہی اپنی جگہ پر رکھنے کا اہتمام رکھو، مصالحے، چائے، اچار وغیرہ ڈبوں، بوتلوں وغیرہ سے لو تو کام ہوتے ہی بند کر کے اس کی جگہ پر رکھو، کسی چیز کو کھلا اور بے جگہ مت چھوڑو، کپڑوں اور دوسری چیزوں کی اپنی جگہ ہونی چاہیے تاکہ جس چیز کی ضرورت ہو مل جائے۔ نماز کو ٹھیک وقت پر صحیح اور اطمینان سے دل لگا کر پڑھنے کی عادت ڈالو، ناشکری اور غیبت عورتوں کی بدترین عادت ہے اس سے بچنے کی کوشش کرو۔

فقط والسلام

اسعد غفرلہ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ابو یا کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ہم سب بہن بھائیوں کو صبر جمیل سے نوازے، آمین! ○○

سولہ کروڑ مسلمانوں کا پشتیبان

امیر الہند مولانا سیّد اسعد مدنیؒ سیمینار (اسلام آباد) سے خطاب

جناب قاضی حسین احمد

صدر مجلس قائد جمعیۃ، قائد حزبِ اختلاف محترم جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب، محترم علمائے کرام و برادرانِ عزیز!

مولانا سیّد اسعد مدنیؒ اس وقت ہندستان کے سولہ کروڑ مسلمانوں کے سہارا اور پشتیبان تھے اور ان کے لیے بڑی تسلی کا باعث تھے، ان کی وفات سے سولہ کروڑ مسلمانانِ ہند اپنے ایک بڑے عظیم سہارے سے محروم ہوئے ہیں اور ہم اس صدمے میں جہاں سیّد محمود احمد مدنی حفظ اللہ اور ان کے خاندان کے ساتھ شریک ہیں، وہاں ہم مسلمانانِ ہند کے ساتھ بھی شریک ہیں کہ مسلمانانِ ہند اپنے ایک سرپرست سے محروم ہو گئے۔

برادرانِ عزیز!

یہاں میرے خاندان کا ذکر کیا گیا ہے۔ میرے والد محترم مولانا قاضی عبدالرب صاحبؒ جمعیۃ علماء ہند صوبہ سرحد کے صدر تھے۔ حضرت مدنیؒ سے بیعت تھے اور دہلی کے پڑھے ہوئے تھے اور میرے نانا مرحوم بھی جب دیوبند کی بنیاد رکھی جا رہی تھی، اس زمانے میں فتح پوری مسجد دہلی میں حدیث پڑھاتے تھے۔ مولانا لطف اللہؒ جو انور شاہ کشمیریؒ کے خصوصی شاگرد تھے، میں ان کا بھانجا بھی ہوں اور ان کا داماد بھی ہوں۔ وہ اور مولانا محمد یوسف بنوریؒ بچپن کے دوست تھے اور جامعہ بنوری ٹاؤن میں بھی وہ پڑھاتے تھے۔ مولانا بنوریؒ کے ساتھ مل کر انھوں نے جامعہ بنوری ٹاؤن کی بنیاد رکھی۔ میں بچپن سے اور تقریباً اپنے طالب علمی کے زمانے سے اسلامی جمعیۃ طلبہ کے ساتھ منسلک ہو گیا تھا۔ میں اپنے والد مرحوم کے دس بچوں میں سے چھوٹا تھا۔ پانچ بہنوں اور پانچ بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ ظاہر ہے کہ چھوٹی اولاد کے ساتھ لوگ شفقت کرتے ہیں، محبت کرتے ہیں اور میرے والد صاحب بھی مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ اپنے بالکل ابتدائی زمانے میں جب جمعیۃ علماء ہند اور جمعیۃ علماء اسلام پر الزام تھا کہ یہ ہندوؤں کے ساتھ مل گئے ہیں اور ہندو کانگریس کے ساتھ مل کر انھوں نے پاکستان کی مخالفت کی۔ ظاہر ہے، ہم طالب علم تھے، پروپیگنڈے سے متاثر تھے تو میں نے اپنے والد محترم سے پوچھا کہ ابا جان! یہ آپ ہندوؤں کے ساتھ کیسے مل گئے؟ اور ہندوؤں کے ساتھ اتحاد کرنے کا کیا تک تھا اور کیا جواز تھا؟

والد محترم نے بتایا: بیٹے، ہم ہندوؤں کے ساتھ نہیں ملے جو تصور تھا اس زمانے میں وہ یہ تھا کہ مقابلہ برطانوی استعمار اور امت مسلمہ کا تھا۔ اس مقابلے میں جو شکست کھائے گا وہ شکست خوردہ ہو جائے گا اور جو اس میں فتحیاب ہوگا وہ فتحیاب ہوگا۔ برطانیہ نے امت مسلمہ سے اقتدار چھینا تھا، خلافتِ عثمانیہ کا اس زمانے میں تصور تھا، امت کا تصور زندہ تھا اور مسلمان اپنے آپ کو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے محسوس کرتے تھے۔

مدرسہ احمدیہ رحیمیہ قاسم العلوم

سرائے عالم ضلع بجنور

اپنے علاقہ کا ایک مشہور ومعروف ادارہ ہے جس میں مقامی وبیرونی طلبہ کی کثیر تعداد زیر تعلیم رہتی ہے۔ بیرونی طلبہ کی تمام تر ضروریات کا مدرسہ ہی کفیل ہوتا ہے۔ حفظ قرآن کی خدمات سے متعلق یہ ادارہ اپنا مقام الگ رکھتا ہے۔

اہل خیر حضرات سے خصوصی تعاون کی اپیل ہے

قاری محمد اقبال
مهتمم مدرسه هذا

For donate please contact & sender

Madarsa Ahmadiya Raheemiya QASIM-UL-ULOOM
Vill. Sarai Aalam, Distt. Bijnor-246732 (U.P.)
Ph: 01341-250433

معہد القرآن والسنہ

حمید پورہ، مئوناتھ بھنجن (یوپی)

یہ حقیقت ہے کہ مئو اور اس کے قرب وجوار میں بکثرت مدارس ومکاتب کے ذریعہ دینی، علمی وملی خدمات انجام دی جارہی ہیں۔ مگران بے مثال خدمات کے وجود مئو کے قریبی مواضعات کی مسلم آبادیوں کا ایک بڑا حصہ آج بھی قرآن وسنت کی تعلیمات سے بے بہرہ ہے۔

اس صورت حال کے پیش نظر کچھ فکرمند حضرات نے علماء کرام اور بزرگوں کی ایما پر فروری ۱۹۹۹ء میں محلّہ حمید پورہ میں معہد القرآن والسنہ کی بنیاد ڈالی۔ جس میں اس وقت نورانی قاعدہ، ناظرہ قرآن وحفظ وقرآت کے ساتھ ساتھ پرائمری درجات کی تعلیم لائق اساتذہ کے زیر نگرانی بحسن وخوبی انجام دی جارہی ہے۔ اس وقت دوسو سے زائد طلباء زیر تعلیم ہیں۔

الحمدللہ یہ ادارہ سرکاری امداد اور پابندیوں سے آزاد ہوکر اللہ کے توکل پر صرف اہل خیر حضرات کے تعاون سے چل رہا ہے۔

بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور جگہ کی تنگی کے پیش نظر معہد کی توسیع وتعمیر ناگزیر ہے

(مولانا) **جمیل احمد** (ناظم) موبائل: **09336336757**

C/o Jameel Interprices I Flor, Rahman Markeet
Dhobia Imli Road Mau Nath Bhanjan-275101(U.P.)

الجامعۃ الاسلامیہ احمد العلوم

خانپور گنگوہ ضلع سہارنپور (یوپی)

جامعۃ الاسلامیہ احمد العلوم خانپور ہندوستان کے معروف اداروں میں سے ایک معتمد ادارہ ہے جس کو ہر عصر میں اکابرین علماء واولیاء کرام کی سرپرستی کا شرف حاصل رہا ہے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کے حکم اور حضرت مولانا محمد الیاسؒ مرکز نظام الدین دہلی کے ایما پر حضرت مولانا احمد الدینؒ خلیفہ حضرت رائپوریؒ نے ۱۳۵۹ھ میں مدرسہ ہذا کا سنگ بنیاد رکھا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ مہاجر مدنی اور حضرت مولانا مسیح اللہؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ وغیرہ وغیرہ اکابرین مدرسہ ہذا کی سرپرستی فرماتے رہے۔ اس وقت بھی حضرات اکابر کی سرپرستی مدرسہ کو حاصل ہے نیز نصف صدی تک حضرت مولانا بہاؤ الدینؒ اس کی آبیاری فرماتے رہے۔ جامعہ ہذا سے ملک وبیرون ملک کے اب تک دس ہزار سے زائد طلبہ فیض حاصل کرچکے ہیں۔ جامعہ ہذا میں کلام پاک حفظ وناظرہ کے ساتھ بخاری شریف وتمرین افتاء نیز پرائمری ہندی وانگریزی کی ٹھوس تعلیم ہورہی ہے۔ طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر جامعہ ہذا کے لیے جامع مسجد، مدنی کتب خانہ اور بیس درسگاہ کی تعمیر کی شدید ضرورت ہے۔

امید ہے کہ ارباب جودسخا توجہ فرمائیں گے۔

مفتی محمد اکبر الحسنی

ناظم **الجامعۃ الاسلامیہ احمد العلوم**، خانپور، گنگوہ، ضلع سہارنپور

پالیسٹر، نائلان اور کاٹن میں فینسی دھاگوں کا قابل اعتماد سینٹر

مائکروفلامنٹس

نعیم کٹرہ باباگلی، چوک مئوناتھ بھنجن (یوپی)

فون نمبر: 2221062 موبائل نمبر: 9839246026

میرے پیارے دادے ابّا

حسین احمد ابن مولانا محمود اسعد مدنی

میری ولادت کے وقت دادے ابّا نے میرے کان میں اذان دی تھی۔ امّی بتاتی ہیں کہ دادے نے بتایا جب میں نے اس کے کان میں اذان دی تو اس نے مجھے پورا گھوم کر دیکھا، اس بات کا ذکر انھوں نے گھر میں سب سے کیا تھا۔ پھر میں ان کی بے مثال تربیت میں بڑا ہوا، میری عمر اس وقت بارہ سال ہے لیکن مجھے یاد نہیں کہ کبھی انھوں نے مجھے ڈانٹا ہو۔ میں کھانا اور ناشتہ اپنے دادے ابّا کے ساتھ کرتا تھا۔ ناشتہ تو بلا ناغہ ساتھ کرتا تھا البتہ کبھی مدرسہ کی چھٹی دیر سے ہوئی تو دادے ابّا کھانا کھا لیتے تھے کیونکہ وہ وقت کے بہت پابند تھے۔ دادے ابّا فجر کی نماز کے بعد گھر کے مہمان خانہ میں ذکر کرتے تھے، ذکر کے بعد ناشتہ کرتے تھے اور میں فجر کی نماز کے بعد فوراً پڑھنے چلا جاتا تھا، دادے ابّا جب ذکر سے فارغ ہوتے تو باہر ہی سے کسی آدمی کو مجھے لینے بھیج دیتے اور خود گھر میں تشریف لے جاتے۔ جب تک وہ ہاتھ وغیرہ دھوکر فارغ ہوتے میں پہنچ جاتا اور دادے ابّا کے ساتھ ناشتہ کرتا، ناشتہ میں مجھے روز دودھ پلانا وہ ہرگز نہ بھولتے تھے اور اگر کبھی میں نہ پیتا تو سمجھا بجھا کر پلاتے۔ اب مجھے اتنی محبت سے کون دودھ پلائے گا۔ میں رات میں اپنے دادے ابّا کے پاس سوتا تھا اور فجر میں ان کی ایک آواز پر کہ ''حسین بیٹا اُٹھ جاؤ'' میں فوراً بستر چھوڑ دیتا تھا۔ دادے ابّا امّی سے کہتے تھے کہ حسین میری ایک آواز پر اُٹھ جاتا ہے اور تم سے نہیں اُٹھتا، اس پر امّی کہتیں ہاں آپ سے اٹھتا ہے لیکن ہم سے نہیں اُٹھتا۔ اس بات کا گھر میں وہ اکثر سب سے ذکر کرتے تھے۔ نماز کی بھی مستقل تاکید کرتے رہتے، میری وجہ سے اکثر میری بہنوں کو بھی ڈانٹ پڑ جاتی تھی اور میں دل ہی دل میں بہت خوش ہوتا تھا، انھوں نے ہی میرا نام حسین احمد رکھا تھا اور اسی نام سے پکارتے تھے۔ آہ میں اپنے دادے ابّا کی کیا کیا باتیں یاد کروں وہ اتنی جلدی مجھے چھوڑ کر چلے گئے، صد افسوس۔ وہ والدین کے بارے میں اکثر مجھے سمجھاتے کہ بیٹا ان کا کہنا مانا کرو۔

اس کے علاوہ اس کی بھی تلقین کرتے تھے کہ محنت سے پڑھا کرو، کبھی ان کو پتہ چلتا کہ امّی بیمار ہیں تو مجھ سے کہتے جاؤ تمھاری ماں بیمار ہیں ان کا پیر دباؤ۔ ایک دفعہ میں امّی کو لے کر ڈاکٹر کے پاس گیا دادے ابّا کو پتہ چلا تو انھوں نے آتے ہی کہا بیٹا آج تم نے بہت اچھا کام کیا۔ وہ ہمیشہ مجھے بیٹا کہہ کر بات کرتے تھے، ان کا یہ اندازِ تخاطب مجھے بہت اچھا لگتا تھا۔ اب مجھ سے اس طرح کون بات کرے گا۔ مجھے دادے ابّا سے قریب کرنے میں ہماری امّی کا بہت بڑا ہاتھ رہا ہے وہ سب بھائی بہنوں کو ہمیشہ سمجھاتیں کہ تم لوگ دادے ابّا کی خدمت کیا کرو۔ میں جب مدرسے سے آتا اور امّی کے پاس جاتا تو امّی فوراً کہتیں کہ جاؤ دادے ابّا کے پاس اور جب تک میں چلا نہ جاتا اصرار کرتی ہی رہتیں۔ اکثر و بیشتر مجھے سمجھاتیں کہ دادے ابّا کی خوب خدمت کیا کرو، پڑھنے کے بعد جو وقت ملے وہ دادے ابّا کے ساتھ گزارا کرو، تمھارے دادے ابّا بہت بڑے بزرگ ہیں جب نہیں رہیں گے تب پتہ چلے گا۔ واقعی آج ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارے دادے ابّا کی شخصیت کتنی عظیم تھی۔

جب میں پانچ چھ سال کا رہا ہوں گا میری دادی امّی مجھے چھوڑ کر چلی گئیں تھیں، مجھے ذرا ذرا سا یاد ہے کہ وہ بھی مجھے بہت چاہتی تھیں، ایک دفعہ میں نے کسی بات پر ضد کی تو میرے ابّی (مولانا محمود مدنی) نے مجھے بہت مارا تو دادی نے ان کو خوب ڈانٹا اور کہا کہ کبھی تیرے باپ نے تجھے مارا ہے جو تو نے اسے مارا اور پورے دن ان سے بات نہیں کی۔ جب ان کا انتقال ہوا تو مجھے یاد ہے کہ میں مستقل ان کے جنازے کے پاس کھڑا روتا رہا تب میری چھوٹی پھوپھی جان نے امی سے کہا کہ اسے یہاں سے ہٹا دو، اس پر امی نے جواب دیا نہیں اسے دیکھنے دو پھر کہاں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ دادی مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین)

مجھے دادی اور دادے ابّا دونوں کی بہت محبت ملی، میں نے اپنے حافظ بھی دادے ابّا کے سامنے پورا کرلیا تھا کیونکہ میرے ابی کی خواہش تھی کہ میں ان کی حیات میں پورا کرلوں اور انھوں نے حفظ کرانے میں اپنی مصروفیت کے باوجود بہت دیکھ بھال کی، شاید یہی وجہ تھی کہ میں اپنے دادے ابّا کے سامنے حافظ ہوگیا۔ اور انھوں نے میرے سر پر اپنے مشفق ہاتھوں سے پگڑی باندھی اور جشن کا اہتمام کیا اس دن میری بہن (صالحہ) کو بلا کر ہدایت دی آج کوئی سوالی خالی ہاتھ نہ جائے۔ شاید ان کے کہنے کی برکت تھی کہ مانگنے والے آتے رہے اور بھرے ہاتھوں واپس جاتے رہے۔ مجھے دادے ابّا کی ساری باتیں اچھی طرح یاد ہیں۔ وہ جب مجھے مہمانوں کا کام کرتے دیکھتے تو بہت خوش ہوتے تھے۔ گذشتہ سال اور اس سال بھی میں نے دادے ابّا کے ساتھ رمضان المبارک میں اعتکاف کیا، ایک دن میرے پیر میں بہت درد ہوگیا اور اس وقت ان کے پاس چھوٹے دادے ابّا (مولانا ارشد مدنی) بھی موجود تھے دادے ابّا میرے پیر دبانے لگے تو چھوٹے دادے ابّا نے ہنس کر کہا کہ اسے تو بڑا اچھا پیر دبانے والا ملا ہے۔

میں کئی سال سے اپنے دادے ابّا کے پاس ہی سوتا تھا ان کے ہی ساتھ

فجر کی نماز پڑھنے جاتا تھا۔ گھر میں امّی یا بہنیں کوئی بھی ڈانٹ نہیں سکتی تھیں، اگر پتہ چل جاتا تو فوراً بلاکر ڈانٹتے تھے۔ میں دادے ابّا سے کسی بھی وقت حسبِ مرضی روپے مانگ لیتا تھا وہ فوراً دیتے تھے لیکن ان کا طریقہ تھا کہ پوچھتے ضرور کہ کیا کروگے، اس پر میں بالکل صحیح بتاتا کیونکہ میری امّی نے مجھے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ دادے ابّا یا کسی سے جھوٹ مت بولنا میں اس لیے کبھی دادے ابّا سے جھوٹ نہیں بولتا تھا اس بات سے وہ بہت خوش ہوتے تھے، اکثر و بیشتر مجھے نصیحت کرتے رہتے۔ کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے میں اپنے دادے ابّا کو کہیں سے لے آؤں۔ دادے ابّا کا گرمی میں معمول تھا کہ کھانا کھاکر گھر میں آتے تو میری بہن (صالحہ) آم کاٹ کر انھیں پیش کرتی دادے ابّا مجھے اور میرے چچازاد بھائی بلال کو بلاکر آم کھلاتے خود ایک آدھ قاش اٹھاتے باقی ہم دونوں کھا جاتے۔ جب میں امّی کا کہنا نہ مانتا تو امّی دادے ابّا سے شکایتیں کرتیں لیکن دادے ابّا مجھے کچھ بھی نہ کہتے اس پر امّی کہتیں کہ اس کو ابوجی نے سر پر چڑھا رکھا ہے:

ایسا کہاں سے لاؤں کہ دادے کہوں جسے

اللہ تعالیٰ ہمیں دادے ابّا کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور مشفق دادے ابّا مرحوم کی مغفرت کرے اور جنت الفردوس میں انھیں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

میں روزانہ صبح کو فجر کی نماز پڑھ کر دادے ابّا کے مزار پر جاتا ہوں اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین:

بچھڑے کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اِک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

مولانا حسین احمد مدنیؒ کے جانشین

دارالعلوم حقانیہ میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے ملاقات کا ایک منظر
فدائے ملت کی نمازِ جنازہ کی ایک جھلک

سینیٹر قاری محمد عبداللہ صاحب سینئر نائب امیر جمعیۃ علماء اسلام سرحد

واہ دریغا! حیاتِ فانی کا وہ لمحہ زندگی کے آخری کنارے تک نہیں بھولے گا، جس میں یہ خبر ملی کہ جانشینِ شیخ الاسلام مرشد الہند والحجاز امام راشد حضرت مدنیؒ کے علمی، روحانی، سیاسی، محمودی، فیضان کے آخری وارث فدائے ملّت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ ہم سے بچھڑ گئے، یہ کوئی نئی بات نہیں، دنیا میں آنا جانے کے لیے تمہید ہے لیکن ہماری محدود زندگی کا محبوب ہمیں داغِ فراق دے گیا۔ اللہ تعالیٰ اُن پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ مولانا سیّد اسعد مدنیؒ، اسعد مدنی تھے، ان کی اداؤں میں، کردار میں حضرت شیخ الاسلام نظر آتے تھے۔ دیکھنے والا جب بھی اُن کے چہرے پر نظر جما کر رکھتا، تو دل میں خیال آتا کہ وہ مصور کیسا ہوگا جس کی یہ تصویر ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ سے لے کر حضرت مدنیؒ تک خصوصاً مجاہدِ ملّت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی وفات کے بعد جس انداز سے مولانا اسعد مدنیؒ نے ہندوستان کے مسلمانوں کی خدمت کی، وہ رہتی دنیا تک یاد رہے گی۔ بعض دفعہ ان کے کردار سے، اور جذبات سے ملت کے درد سے مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کا شبہ ہوتا، جس کا اعتراف انڈیا کے مسلمان خود کریں گے۔

مولانا اسعد مدنیؒ کی دینی، علمی، روحانی، خدمات پر بہت کچھ آچکا ہے اور آتا رہے گا۔ خصوصاً مولانا سلمان منصور پوری صاحب نے جو کچھ لکھا ہے جس پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں اور ان کو حق بھی تھا کہ وہ اپنے مخصوص ماموں جان پر اپنے محققانہ، ادیبانہ قلم کے جواہر دکھائیں، مولانا اسعد مدنیؒ کوئی دفعہ پشاور سے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، پشاور سے لانے کے لیے مجھے اور حضرت مولانا قاری محمد عمر علی صاحب بانی و مہتمم جامعہ تحسین القرآن نوشہرہ کو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے بھیجا، جب ہم دارالعلوم سرحد پہنچے اور سیّدی و سندی و استاذی محدثین کے سرخیل و جرنیل حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہٗ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کا پیغام پہنچایا، تو حضرت مولانا اسعد مدنیؒ نے فرمایا، ضرور اکوڑہ چلیں گے، اُستاذِ محترم مولانا عبدالحق صاحب کی زیارت کریں گے، جانے کا وقت طے ہوگیا۔ دارالعلوم میں ناظم صاحب کو اطلاع دی کہ مولانا اسعد مدنیؒ آج دارالعلوم تشریف لائیں گے، وہ منظر بڑا عجیب تھا۔ حضرت مولانا عبدالحلیمؒ زروبی صدر المدرسین دارالعلوم اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ دارالعلوم کے بڑے گیٹ کے سامنے طلبائے کرام کے ساتھ دو بڑی لائنوں میں ایک جگہ کھڑے ہوگئے، جب فدائے ملت مجاہد اعظم مولانا اسعد مدنیؒ گاڑی سے اُترے۔ سب سے پہلے انھوں نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کو دیکھا تو وہ کھڑے ہوگئے اور اپنے مخصوص انداز میں کہنے لگے کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب تو میرے استاد

ہیں، وہ کیوں کھڑے ہیں، جب تک وہ واپس نہیں جائیں گے، میں قدم نہیں رکھوں گا، بہر حال اس پُر کیف منظر کا تعلق الفاظ سے نہیں کیفیات سے ہے۔

مجاہدِ ملّت نے جب قدم اُٹھائے، مولانا عبدالحلیمؒ صاحب زروبی نے جس انداز میں مصافحہ کیا۔ کیونکہ وہ حضرت مدنیؒ کے شاگرد تھے، عاشق تھے، دل والے تھے، متکلم تھے، مفسر تھے، عظیم شان کے مالک تھے، اپنے مخدوم زادے واستاذ زادے کے ہاتھوں کو چوما اور رو کر کہنے لگے کہ آج علماً وعملاً حضرت شیخ الاسلام کی زیارت ہوئی، اپنے کمرے میں کافی دیر تک شیخ الاسلام کا تذکرہ ہوتا رہا اور مولانا اسعد مدنیؒ واقعات وکردار کا تذکرہ اپنے مخصوص انداز میں کرتے رہے، زندگی میں پہلی دفعہ جو پڑھا تھا کتابوں میں، اس کا عملی مشاہدہ مولانا اسعد مدنیؒ اور مولانا عبدالحلیمؒ کی ملاقات میں ہوا، رہی حضرت شیخ الحدیثؒ کی بات وہ دفتر اہتمام میں طویل نشست میں مولانا اسعد مدنیؒ کے ساتھ کچھ نہیں بولے، اور ان کے چہرے کو دیکھتے رہے۔

مولانا اسعد مدنیؒ کا سبز رومال اور نورانی چہرہ جو ''الولد سر لابیہ'' کا منظر پیش کر رہا تھا، سب سے عجیب تر یہ کہ جب حضرت مولانا اسعد مدنی رخصت ہونے لگے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نے فرمایا حضرت! میں بیمار ہوں، کمزور ہوں، کافی امراض آچکے ہیں، دُعاؤں کی درخواست ہے، بڑے باپ کے بڑے بیٹے نے کہا کہ میں دُعا کرنے نہیں آیا ہوں دُعا لینے آیا ہوں۔ مولانا صاحبؒ نے فرمایا، آج میں اپنے محبوب استاذ حضرت شیخ الاسلامؒ کو دیکھ رہا ہوں۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی عادت مبارک تھی وہ جب بھی شیخ الاسلام کا ذکر کرتے تو ان کے منہ مبارک میں وہ مٹھاس اور لذت آجاتی تھی اور حضرت کے اندازِ بیاں سے سامعین بھی اس لذت سے لطف اندوز ہوتے تھے، بہر حال یہ بات تو وہ دل والوں کو معلوم ہے، دو آدمیوں کے سہارے جب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کو اُٹھایا گیا تو وہ مولانا اسعد مدنی کے ہاتھ کو پکڑ کر کہنے لگے، یہ ہاتھ میرے سینے پر پھیر دے تاکہ اللہ میرے حال پر رحم فرمائے۔ وہ منظر دیکھنے کے لائق تھا کہ خادم کون ہے اور مخدوم کون؟ مخدوم خادم بنا ہوا تھا اور جس محبت بھری اور عظمت کی نگاہوں سے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نے دیکھا، اس وقت تک کھڑے رہے، جب تک ان کی گاڑی روانہ ہوگئی اور اپنے مخصوص انداز میں فرمایا، الحمدللہ آج پھر سے دل ٹھنڈا ہوگیا ہے۔

واقعی مولانا اسعد مدنیؒ ''الولد سر لابیہ'' کا مصداق ہیں۔ یہ بات ضمناً آگئی، خود اپنی گنہگار آنکھوں سے دیکھا، بات درحقیقت ان کی زندگی کی ہے، پاکیزہ زندگی، پاکیزہ موت، رہنے والوں کے لیے ایک عملی نمونہ ہیں۔

اب مجھے جو عرض کرنا ہے وہ ہے مولانا اسعد مدنیؒ کا نمازِ جنازہ وہ کس نے پڑھائی؟ اور کس انداز سے پڑھایا؟ یہ ایک عجیب تاریخی داستان ہے، جس پر آنے والا مؤرخ تاریخ لکھے گا، اور یہ انوکھی بات ہے، حضرت شیخ الاسلام کا جنازہ ریحانۃ العصر فخر المحدثین حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ جو گنگوہی علوم ومعارف کے سچے ترجمان تھے اور حضرت مدنیؒ کے مرید بھی تھے، گنگوہی نسبت کے سب سے بڑے شارح مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے بھتیجے اور حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے فرزند ارجمند شارح بخاری تاج المحدثین علم وعرفان کے بے تاج بادشاہ حضرت مولانا محمد زکریاؒ صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھایا، نمازِ جنازہ کے بعد مولانا زکریاؒ نے چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور جس انداز سے ان کی چیخ نکلی۔ وہ مولانا رشید الوحیدی کی مشہور کتاب حضرت مدنیؒ کا سیاسی مطالعہ میں دیکھئے جو اپنی موضوع پر لاجواب کتاب ہے، تبلیغی جماعت کے اکابرین اور جمعیۃ علماء ہند کے اکابرین جس انداز میں رہے جس کی تفصیل حضرت شیخ کی کتاب آپ بیتی میں دیکھی جاسکتی ہے، طویل زمانہ کے بعد جمعیۃ علماء ہند کے صدر امیر الہند فدائے ملت مجاہد اعظم مولانا اسعد مدنیؒ کا جنازہ حضرت شیخ الحدیث کے صاحبزادے مولانا محمد طلحہ نے پڑھائی، یہ اتفاقی بات نہیں۔ یہ واقعاتی ثبوت ہے کہ قافلۂ گنگوہیؒ کا وارث جماعت جمعیۃ علماء ہند جس طرح حضرت مدنیؒ کے زمانے میں موجود تھا، وہ آج بھی مولانا اسعد مدنیؒ کے شکل میں موجود ہے۔ نمازِ جنازہ سے یہ ثابت ہوگیا، فکر ونظر کا یہ قافلہ قاسم العلوم کی حکمت، گنگوہی فقاہت، اسیر مالٹا حضرت شیخ الہندؒ کی سیاست کے وارث لوگ یہی ہیں اور ان میں وحدت پائی جاتی ہے۔ دارالعلوم دیوبند ہو، بستی نظام الدین تبلیغی جماعت ہو، سہارنپور ہو اور رائے پور ہو، سارا کچھ ایک ہی ہے۔ زندگی کے آخری لمحات دہلی کے ہسپتال میں جس انداز سے جانشین مفتی محمود مفکرِ اسلام حضرت مولانا فضل الرحمٰن امیر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھا، ایک مہینہ کی بے ہوشی کے بعد جب آنکھ کھولی اور مولانا فضل الرحمٰن کو سلام کا جواب دیا۔ وہ منظر بڑا عجیب تھا، جس کا راوی مولانا شجاع الملک ایم این ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے استاذ الحدیث اور حضرت کے چھوٹے بھائی مولانا ارشد مدنیؒ نے مولانا فضل الرحمٰن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہ کرنٹ اتنا مضبوط ہے۔ حقیقت میں مولانا اسعد مدنیؒ مولانا فضل الرحمٰن کو علمائے دیوبند کا حقیقی وارث سمجھتے تھے۔ خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس کے موقع پر مولانا مرغوب الرحمٰن مہتمم دارالعلوم دیوبند اور نائب مہتمم قاری محمد عثمان نے اپنے کلماتِ طیبات میں جو کچھ فرمایا، وہ لاکھوں کا مجمع اس بات کا گواہ ہے کہ اس وقت مجمع پر کیا کیفیت تھی۔

یہ چند بے ربط وبے ضبط کلمات مولانا عبدالقیوم حقانی کے کہنے پر لکھ دیئے ہیں۔ مولانا حقانی صاحب اکابرین پر جو کام کرتے ہیں، نمبرات کی شکل میں ان کو بلاشک وشبہ علمائے دیوبند کے مشن کا مخلص علمبردار کہا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکابرین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

○○

مغلیہ دور کے بزرگ حضرت شاہ جو کھا رحمۃ اللہ علیہ کے دامن میں

جامعہ مدینۃ العلوم بھوریا کی پوناہانہ، ضلع گڑگاؤں ہریانہ

Bhuryaki-1.jpg not found.

جامعہ مدینۃ العلوم ایک نظر میں

سن قیام: ۲۰۰۰ء مطابق ۱۴۲۱ھ

بانی:

الحاج حضرت قاری محمد اسرائیل صاحب ہاشمی

تعداد کل طلباء: ۱۵۰ مقیم طلباء ۲۵

اساتذہ وملازمین ۸

معیارِ تعلیم: حفظ وتجوید، ناظرہ، اردو، ہندی، دینیات (پرائمری درجات تک)

سالانہ مصارف:

۶/لاکھ روپے (علاوہ تعمیرات)

وجہ قیام جامعہ

جامعہ ہذا کا قیام جناب حافظ محمد اسرائیل صاحب ہاشمی بانی جامعہ کے اس خواب کی تعبیر ہے جو انھوں نے جامعہ کے قیام کے تعلق سے دیکھا تھا حافظ صاحب مدظلہٗ کو ان کے برادر خورد جناب قاری محمد اسحاق صاحب ہاشمیؒ کی اس وصیت سے مزید ترغیب ہوئی کہ آپ مدرسہ ضرور قائم کریں اور اشاعت دین کا فریضہ انجام دیں۔ مقامی وبیرونی علماء کرام کے اصرار کو بھی اس جامعہ کے قیام میں بڑا دخل ہے۔ چنانچہ حافظ صاحب نے ۲۰۰۰ء میں جامعہ کے لیے یہ جگہ خریدی جس کے دوسال بعد یہاں تعمیری وتعلیمی کام شروع ہوا۔ اس طرح حافظ صاحب کے خواب قاری محمد اسحاق صاحب کی آخری وصیت اور علماء کرام کا اصرار اس جامعہ کے قیام کا سبب بنا۔

اہم ضروریات

- دارالاقامہ کی تعمیر
- درسگاہوں کی تعمیر
- پانی کی ٹنکی کی تعمیر
- مہمان خانہ کی تعمیر
- کتب خانہ کی تعمیر
- خریداری کتب
- شعبۂ تعلیمات کے لیے دفتر کی تعمیر
- لڑکیوں کی تعلیم کا نظم

Photo\Madinatul Uloom Bhuryaki-2.jpg not found.

اغراض و مقاصد

(۱) مسلمان بچوں کو علوم عربیہ و دینیہ یعنی قرآن مجید، تفسیر، حدیث، فقہ، حنفی اسلامی عقائد ودیگر فنون کی تعلیم دینا، یتیم ونادار بچوں کی دینی تعلیم، پرورش تربیت اور جملہ ضروریات کا معقول بندوبست کرنا۔

(۲) ثانوی مرتبہ میں دیگر علوم وفنون کی جو عربی زبان کی تحصیل یا مذہبی اغراض کی تکمیل کے لیے ضروری ہوں، اسی طرح فارسی، اردو، ہندی ودیگر زبانوں کی بقدرِ ضرورت تعلیم دینا۔

(۳) بشرطِ امکان طلباء کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ کسی صنعت و حرفت سے روشناس کرنا تاکہ وہ معاشی اعتبار سے بھی خود کفیل ہوسکیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ اصل تعلیم میں حرج واقع نہ ہو۔

(۴) حفاظت واشاعت اسلام کی خدمت بذریعہ تحریر وتقریر بجالانا اور مسلمانوں کو دینی تعلیم وتبلیغ کے ذریعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے نیز صحابۂ کرام وسلف صالحین جیسے اسلامی اخلاق واعمال پیدا کرنے کی ترغیب دینا۔

اپیل

برادران ملت جامعہ مدینۃ العلوم جو اپنی علمی اور دعوتی اور تعمیری وتنظیمی خدمات کے اعتبار سے شاندار ماضی اور روشن مستقبل کا حامل ہے۔ جامعہ اپنے مقام پر ملت اسلامیہ کی بقاء وتحفظ کا ضامن مسلم تہذیب وتمدن کا امین علوم نبوت کا پاسبان عظمت اسلام کا نشان ہے۔ اس کا اصل سرمایہ توکل علی اللہ اور ظاہری اسباب میں ذریعہ آمدنی صرف اہل خیر حضرات کی پرخلوص امداد ہے اس کی مزید کامیابی وترقی اس میں ہے کہ اس ادارے کی ہر خیر کے موقع پر مدد فرمائیں کم ازکم ایک مرتبہ تشریف لاکر اپنے قیمتی مشوروں اور دعاؤں سے نوازیں نیک خواہشات کے ساتھ۔

الداعیان:
- حافظ **محمد ابراھیم** ہاشمی ناظم الامور
- **محمد نسیم** ہاشمی ناظم مطبخ ونگراں تعمیرات

جامعہ مدینۃ العلوم بھوریا کی پوناھانہ ضلع گڑگاؤں ہریانہ

قافلۂ عزیمت کا عظیم سالار

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انورؔ، پاکستان

جس مہمان عزیز (مولانا سیّد اسعد مدنی) کی خاطر آج ہم یہاں جمع ہوئے ہیں انھیں شیخ الاسلام کے فرزند و جانشین ہونے کا شرف حاصل ہے اور یہ بات قطعاً بلا مبالغہ ہے اور مقام شکر بھی کہ وہ شجاعت و ہمّت، سخاوت و بسالت میں ''الولدُ سِرٌّ لابیہٖ'' کا حقیقی مصداق ہیں۔ انھوں نے آج کے ہندوستان میں ہمیشہ ہی اور بالخصوص مجاہدِ ملّت مولانا حفظ الرحمٰنؒ اور امام المؤرخین مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ کے بعد جس جرأت، بے خوفی اور دلیری سے مسلم کاز کے لیے کام کیا وہ ان ہی کا حصہ ہے، اور ہونا بھی یوں ہی چاہیے کہ آخر ان کی نسبت برصغیر کے اس قافلے سے ہے جو ہزار مخالفتوں کے باوجود اپنے خلوص سے آج بھی زندہ و تابندہ ہے اور اپنے مخالفین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ سکتا ہے کہ:

مرا نقشِ ہستی نہیں مٹنے والا
بتوں کے مٹائے یہ مٹتا نہیں ہے
مٹانے میں اس کے وہ مٹ جائیں گے خود
کہ یہ نقش سجدہ ہے قشقہ نہیں ہے

اسعد کا سر:

اسلافِ کرام کے بعد مہمانِ گرامی مرتبت نے مختلف علاقوں میں رونما ہونے والے فسادات میں بارہا عین حالتِ جنگ میں جس بے خوفی کا مظاہرہ کیا وہ مولانا ہی کا حصّہ ہے۔ ایک موقع پر جہاں مسلمانوں کی لاشوں سے کنویں پاٹ دیئے گئے تھے۔ عین اسی حالت میں تشریف لے گئے اور منع کرنے والوں سے یہ جملہ فرمایا کہ: ''اسعد کا سر ان مسلمانوں کے سر سے زیادہ قیمتی نہیں ہے۔''

اس پورے واقع کو برصغیر کے عظیم عربی شاعر مولانا عبدالمنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل قصیدے میں نظم فرمایا ہے۔

بلند حوصلہ مسلمان:

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مسلمانوں کے حوصلے وہاں بلند ہو چکے ہیں اور وہ کسی کو یہ اجازت نہیں دیتے کہ کوئی انھیں تر نوالہ سمجھے۔ عیسائیت کی یلغار کا فتنہ آج بھی اس دھرتی پر موجود ہے، لیکن ان حضرات کی پیہم کوششیں، ہزاروں شبینہ مکاتب، جن میں حضرت مولانا سیّد محمد میاںؒ کا مرتبہ نصاب پڑھایا جا رہا ہے، اس فتنے کے دفاع کا مؤثر ذریعہ ہیں۔ مسلمانوں کے سیاسی و اقتصادی مسائل کا حل اسلام کی روشنی میں کیپٹل ازم، کمیونزم اور سوشل ازم سے زیادہ نفع مند ثابت کیا اس موضوع پر نشر و اشاعت اور عملاً بلاسودی کوآپریٹو بینک کھولے مسلمانانِ ہند کی فلاح و سلامتی مذہب کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، جس کا یہ نتیجہ ہے کہ وہاں کے بارہ کروڑ مسلمان، ان کے مدارس اور ان کی مساجد آباد ہیں۔ اور وہاں کے مسلمان ہندو تہذیب و تمدن سے دور اپنی سابقہ روایات پر بدستور قائم ہیں۔ والحمدللہ۔

ہمارا فرض: قائدِ اعظم کے ارشاد کی روشنی میں:

یہ فرض ہمارا تھا کہ ہم مملکت پاکستان کی قدر کرتے، اسے مضبوط و مستحکم بناتے اور وہاں کے مسلمانوں کی خبر گیری کرتے، مبلّغ بھیجتے، غریب مسلمانوں کی مدد کرتے، تعلیمی اداروں کے مصارف برداشت کرتے اور قائدِ اعظم کی بات پوری کر دکھاتے، انھوں نے ۱۸؍اگست ۱۹۴۷ء کو پیغامِ عید میں فرمایا تھا:

''ہمارے وہ بھائی جو ہندوستان میں اقلیت میں ہیں، ہم نہ ان کو فراموش کر سکتے ہیں نہ ان کی طرف سے لاپرواہ ہو سکتے ہیں۔ ہماری دلی ہمدردیاں ان کے ساتھ ہیں۔ ان کی اعانت و بہتری کے لیے ہم بڑی سے بڑی کوشش کو بھی زیادہ نہیں سمجھیں گے۔ کیونکہ مجھے اس کا احساس ہے کہ اس برصغیر میں مسلم اقلیتی صوبے ہی تھے جنھوں نے ہمارے محبوب نصب العین پاکستان کے لیے سب سے پہلے پیش قدمی کی اور اس کے جھنڈے کو سر بلند کیا۔''

(خطباتِ قائدِ اعظم، رئیس احمد جعفری، مقبول اکیڈمی لاہور: طبع دوم، ص ۵۸۲)

لیکن ہم نے اس نعتِ عظمیٰ کی قدر نہیں کی، حتیٰ کہ نظام مصطفیٰ جیسے پاکیزہ نظام سے کنارہ کشی اور تعلیماتِ اسلام جیسی بلند تعلیمات سے روگردانی اور غفلتوں کی سزا کے مستحق ہو کر مبتلائے رُسوائی ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی بیرونی دنیا میں اسلام کے پیغامِ رحمت کے لیے ان کے طویل اسفار اگلے دور کے ان مجاہدین و خادمانِ علم و اسلام کی یاد دلاتے ہیں جن کی زندگیاں گھوڑوں اور اونٹوں کی پیٹھ پر گزر گئیں۔ ہماری خوشیوں کی کوئی انتہا نہیں کہ برصغیر کے مجاہد علماء کا سچّا جانشین اور اربابِ عزیمت کے قافلے کا سالار آج ہمارے اندر موجود ہے۔ ہم ممنون ہیں رابطۂ عالم اسلامی کے جس کی کوشش سے کراچی میں ایشیائی اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی اور اس کے صدقے (میں) ہمارے عزیز مہمان سمیت دنیا بھر کے اہل علم و صلاح یہاں تشریف لائے، اور ہم ممنون ہیں اپنی حکومت کے جس نے کراچی کے علاوہ دوسرے مقامات کی اجازت دے کر ہمیں مہمان گرامی سے مستفید ہونے کا موقع دیا۔ مہمانِ ذی وقار کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتے ہوئے آخر میں عرض کروں گا کہ:

بیا ساقی نوائے مرغزار از شاخسار آمد
بہار آمد، نگار آمد، نگار آمد، قرار آمد

ہمارے ماموں جان

مولانا مفتی محمد عفان منصورپوری
جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

ہم نے ہوش سنبھالنے کے بعد اپنے خاندان میں جس شخصیت کو سب سے زیادہ باوزن، قابلِ احترام اور لائق تعظیم جانا، وہ ہمارے ماموں جان علیہ الرحمہ کی ذاتِ اقدس تھی، خاندان میں کوئی بھی نکاح ہو، کسی کی بھی ''بسم اللہ'' ہو یا خوشی اور غم کا کوئی بھی موقع ہو ان کی موجودگی کو لازمی تصور کیا جاتا تھا۔

نانا جان مرحوم جس وقت اس دنیا سے تشریف لے گئے تو ماموں جان اور بڑی خالہ کے علاوہ کسی کی شادی نہیں ہوئی تھی اور بقیہ سب لوگ عمر کے اس مرحلہ میں تھے جس میں مشفق باپ کے سایہ کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ والدہ محترمہ بیان کرتی ہیں کہ اس نازک موقع پر ماموں جان علیہ الرحمہ نے خاندان کی کفالت اور جملہ ضروریات کی تکمیل کا جو عظیم الشان فریضہ انجام دیا اس نے بڑی حد تک والد مرحوم کی عدم موجودگی کے احساس کو کم کر دیا، وہ سب سے بڑے تھے اور سب کے بڑے تھے جیسا چاہتے ویسا کر سکتے تھے، لیکن دیانت و امانت کی انتہا تھی کہ نانا جان مرحوم کے وصال کے فوراً بعد قاری اصغر علی صاحب مرحوم کو ایک خطیر رقم دی اور فرمایا کہ ''قاری صاحب! اب اس میں سے گھر کی ضروریات کے لیے خرچ کیا جائے گا اور ابا جان کی جو رقم آپ کے پاس ہے اس کو محفوظ کر لیا جائے، کیونکہ اس سے دیگر اہل خانہ کا حق متعلق ہو چکا ہے۔'' اس کے بعد گھر کی تمام ضروریات کی فراہمی، بچوں کی پڑھائی لکھائی، شادی بیاہ اور مہمانوں کی فراخ دلی کے ساتھ میز بانی ماموں جان علیہ الرحمہ نے اس انداز میں کی کہ دُنیا ان کی عظمت کی قائل ہو گئی اور اہل خانہ میں وہ ''شجرۂ سایہ دار'' کی حیثیت اختیار کر گئے۔

آج ہمارا خاندان اس عظیم درخت کے ظاہری سایۂ عاطفت سے ہمیشہ ہمیش کے لیے محروم ہو گیا ہے، اگر چہ مرحوم کا باطنی سایہ یعنی روحانی توجہات برابر اہل خانہ کے لیے مشعلِ راہ ہوں گی، خاندان پر ایک یتیمی اس وقت آئی تھی جب نانا جان مرحوم نے اس دنیا سے رحلت فرمائی، اگر چہ اس یتیمی کے احساس کو ماموں جان نے اپنی خدمات کے نتیجہ میں کافی مدہم کر دیا تھا، اور ایک دور یتیمی اب آیا ہے جب نوشتۂ تقدیر کے مطابق ماموں جان ہم سے جدا ہو گئے، جانے کو تو خاندان کا ایک ہی فرد گیا ہے اور گیا بھی وہاں ہے جہاں ایک نہ ایک دن سب کو جانا ہے، لیکن محسوس ایسا ہوتا ہے کہ در و دیوار کی رونق ختم ہو گئی، محفلوں، مجلسوں اور اجتماعات کی زینت کا خاتمہ ہو گیا، کھانے پینے کی لذت چلی گئی، شجر و حجر پر اُداسی چھا گئی، سفر و حضر کا مزہ کافور ہو گیا اور سب کچھ ہوتے ہوئے بھی چپہ چپہ ویرانی کی داستان سنانے لگا، غرض یہ کہ دنیا اور دُنیا کے کام اپنے نظام کے مطابق چل تو رہے ہیں، لیکن دل و دماغ اتنا متاثر ہے کہ صدمہ سے باہر نکلنے کا راستہ دکھائی نہیں دیتا۔

ایک مسلمان کے لیے ایسے مواقع میں تقدیر الٰہی پر رضامندی کے سوا چارۂ کار نہیں ہے، سب کو اس دنیا کو چھوڑ کر جانا ہے آج وہ گئے ہیں کل ہماری باری ہے، خوش قسمت و خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو ایمان پر خاتمہ نصیب ہوا اور ذکر خدا میں مستغرق ہو کر جان جانِ آفریں کے سپرد کریں۔

ہمارے ماموں جان علیہ الرحمہ ہمیشہ اپنے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے ایمان پر خاتمہ کی دُعا کرتے رہے، حتی کہ ایک مرتبہ (۸؍اکتوبر ۱۹۶۷ء کو) شبستاں اُردو ڈائجسٹ کے نمائندے نے آپ سے انٹرویو لیا، دورانِ انٹرویو نمائندے نے مسلم پرسنل لاء، قیامِ امن، مسلمانوں کے معاشی مسائل اور اسی طرح کے بہت سارے عنوانات پر بات چیت کی اور اخیر میں سوال کیا کہ مولانا! آپ کی سب سے بڑی تمنا کیا ہے؟ جواب ملا: ایمان پر خاتمہ۔

باری تعالیٰ نے اس آخری آرزو اور تمنا کو بھی بحسن و خوبی اپنے فضل و کرم سے پورا کر دیا۔ گذشتہ کئی سالوں سے جب بھی کوئی خیریت معلوم کرتا، طبیعت دریافت کرتا، تو بڑی برجستگی سے جواب دیتے کہ: بھئی! اب کیا خیریت پوچھتے ہو؟ عمر طبعی کو پہنچ چکے ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ کی اوسط عمر جس کو بتایا ہے اسے بھی پار کر چکے ہیں، اب تو خاتمہ بالخیر کی دُعا کرو، ہمہ وقت موت کا استحضار رہتا اور اسی کا تذکرہ کرتے، اور گذشتہ رمضان المبارک تو اس طرح گذارا ہے کہ گویا کہ آپ کو محسوس ہو گیا تھا کہ اب آئندہ رمضان میسر نہیں آئے گا۔

چنانچہ رمضان المبارک سے چار پانچ روز قبل سفر حجاز پر تشریف لے گئے ابتداً مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور پھر جب رمضان المبارک کا چاند نظر آ گیا تو عمرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے، اس لیے کہ رمضان المبارک میں عمرہ کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ: ''رمضان المبارک میں عمرہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے میرے ساتھ حج کرنا۔'' (ابوداؤد شریف حدیث: ۱۹۹۰ء)

واپس ہندوستان تشریف لائے دیوبند آنے سے پہلے دہلی میں ڈاکٹروں کو دکھایا، رپورٹیں صحیح نہ آئیں تو ڈاکٹروں کے اصرار پر تین چار روز بغرض علاج دہلی کے اپولو اسپتال میں داخل رہے، لیکن اس دوران بھی ان کا دل مسلسل دیوبند میں لگا رہا۔ ڈاکٹروں سے چھٹی لینی چاہی لیکن وہ کسی صورت آمادہ نہ تھے، تو ان سے فرمایا: ''کیا آپ لوگ اس بات کی گارنٹی اور ضمانت دیتے ہیں کہ مجھے اگلا رمضان مل جائے گا۔'' ظاہر ہے اس کی تو کوئی ضمانت نہیں دے سکتا تھا، غرض یہ کہ اصرار کر کے چھٹی لی، اور دیوبند تشریف لے آئے اور رمضان المبارک کی بیش قیمت

ساعات اور گراں قدر لمحات کو وصول کرنا شروع کر دیا، اس ضعف اور پیرانہ سالی کی حالت میں نہ صرف پنج وقتہ نماز مسجد میں ادا فرماتے، بلکہ تراویح اور تہجد کے لیے بھی مسجد تشریف لاتے اور رمضان المبارک کے معمولات کو حسبِ سابق انجام دیتے، گردے کے مریض تھے جسم میں پانی کی کمی ہوگئی تھی، اطباء روزہ رکھنے سے منع کرتے تھے مگر اس مردِ مجاہد اور صاحبِ عزیمت انسان کو ایک دن کا روزہ چھوڑنا بھی گوارانہ تھا۔

رمضان المبارک کا دوسرا جمعہ تھا، مسجد رشید اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود نماز پڑھنے والوں کے لیے تنگ ہو رہی تھی، دور دراز شہروں اور دیہات سے آنے والے مسترشدین و مریدین کا ایک جمِ غفیر تھا جو اپنے مرشد و مصلح کی عیادت و مزاج پرسی کے لیے اور ان کی بابرکت مجلس سے مستفید ہونے کے لیے حاضر ہوا تھا۔

نماز کے بعد اعلان ہوا کہ حضرت والا بیان فرمائیں گے، مجمع سکون واطمینان کے ساتھ حلقہ بنا کر بیٹھ گیا، سنن ونوافل سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مجمع کے درمیان تشریف لائے، اور حمد وصلاۃ کے بعد بڑے درد بھرے لہجے میں ارشاد فرمایا کہ: ''آپ لوگوں کو میری صحت کا خیال نہیں، ڈاکٹروں نے تو مجھے روزہ رکھنے سے بھی منع کیا ہے، لیکن آپ لوگ مجھے تقریر کرنے پر مجبور کر رہے ہیں، جب جسم میں طاقت تھی، قویٰ مضبوط تھے، تو کبھی بھی تقریر کرنے سے یا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو لوگوں تک پہنچانے سے میں نے گریز نہیں کیا، لیکن آج صورتِ حال بدلی ہوئی ہے۔'' مجمع پر بڑا اثر ہوا اعلان کرنے والے بھی نادم و پشیماں ہوئے کہ خواہ مخواہ ہم نے حضرت کو تکلیف میں مبتلا کر دیا۔

حضرت نے فضائل رمضان پر بیان کرنا شروع کیا اور فرمایا کہ: ''معلوم نہیں یہ مبارک ساعتیں زندگی میں پھر کبھی میسر آئیں گی یا نہیں ان کو غنیمت جانو اور ایک ایک لمحہ کی قدر کرو۔'' دورانِ تقریر ایسی رقت طاری ہوئی کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی، بولتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے، مجمع میں کوئی فرد ایسا نہیں تھا جس کی آنکھوں میں آنسو نہ ہوں، ہم نے اس سے پہلے بارہا ماموں جان کی تقریریں سنی تھیں لیکن کبھی اُن کو روتے ہوئے اور اس طرح بے قابو ہوتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشہور فرمان مبارک ہے کہ: ''ہلاک و برباد ہو وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا اور اپنی مغفرت نہ کروائی، ہلاک و برباد ہو وہ شخص جس کے سامنے میرا نام لیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا، ہلاک و برباد ہو وہ شخص جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت کا مستحق نہ ہو گیا۔'' (مستدرک حاکم ۴/۱۵۳)

اس حدیث کے مشمولات پر انتہائی رقت آمیز لہجہ میں بڑی مبسوط اور مؤثر تقریر فرمائی۔ خرابی صحت کے باوجود تقریباً پون گھنٹہ تک بیان فرماتے رہے اور اخیر میں پھر اپنی بیماری اور ضعف کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ''اسی مبارک مہینہ کی قیمتی ساعات کو یہاں گزارنے کے لیے میں ڈاکٹروں سے لڑ جھگڑ کر آ گیا ہوں، اگر چہ وہ لوگ کسی صورت میرے یہاں آنے پر رضامند نہیں تھے، لیکن میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ اب جو کچھ ٹیسٹ یا علاج وغیرہ ہوگا ماہِ مبارک رمضان کے بعد ہوگا'' پھر فرمایا کہ: ''بھائیو! رمضان کے بعد پھر انہی ڈاکٹروں کے پاس جانا ہے نہ جانے وہ لوگ کیا کیا کریں گے؟'' یہ کہتے ہوئے اتنی رقت طاری ہوئی کہ آگے تقریر جاری نہ رکھ سکے بات ختم کر دی، چشمہ اُتار کر آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے مسجد کے دروازہ کا رُخ کیا، کرسی کا بٹن دبایا، حاضرین دونوں جانب صف بستہ کھڑے ہو گئے اور ماموں جان ان کے درمیان سے نکلتے ہوئے گھر تشریف لے آئے۔

آج کی تقریر سن کر لوگوں پر سکتہ طاری تھا، اس لیے کہ انھوں نے اپنے شیخ کو کبھی اس طرح مجمع عام میں گریہ وزاری کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، وہ تو ایسے مضبوط اعصاب والے تھے کہ بڑے بڑے حادثہ کو چاہے خانگی ہو یا ملّی، آسانی جھیل جاتے اور چہرہ سے لوگوں کو محسوس تک نہ ہونے دیتے، نانا جان علیہ الرحمہ کی وفات ماموں جان مرحوم کی زندگی کا بہت بڑا سانحہ تھا، لیکن اس موقع پر آپ نے جس صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا وہ ناقابل بیان ہے۔ پھر ۱۵؍ نومبر ۱۹۶۸ء کو ان کی زندگی میں ایک اور المناک حادثہ پیش آتا ہے، ایک سڑک حادثے کے نتیجہ میں ساڑھے آٹھ سالہ صاحب زادے محمد میاں اور خسر محترم مولانا سیّد حمید الدین صاحب علیہ الرحمہ اور گاڑی کا ڈرائیور جاں بحق ہو جاتے ہیں اور بقیہ لوگ شدید زخمی ہوتے ہیں جن میں آپ کی خوش دامن صاحبہ، اہلیہ محترمہ اور دیگر اہل خانہ ہیں، پورے علاقہ میں کہرام مچ جاتا ہے فضا رنج وغم میں ڈوب جاتی ہے مگر دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ اس دردناک موقع پر بھی اگر کوئی شخص شکر وسپاس کا مظہر اور صبر واستقامت کا پیکر بنا ہوا ہے تو وہ ماموں جان ہی کی ذات گرامی ہے، تعزیت کرنے والوں کے جواب میں کہتے ہیں کہ: ''مسرت اور غم تو قلبی کیفیات ہیں۔''

اس حادثہ کے پیش نظر جمعیۃ علماء ہند کے مرکزی دفتر نے ماموں جان کی کئی میٹنگوں کے متعلق منسوخی کی اطلاع دے دی تھی مگر جب آپ کو معلوم ہوا تو سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: ''کیا اس طرح کے حادثات کی وجہ سے ہم جماعت کا کام ترک کر دیں گے۔'' چنانچہ دوبارہ لوگوں کو اطلاع کرائی گئی کہ میٹنگ وقت پر ہوگی۔

ان کی زندگی میں اس طرح کے واقعات بھرے پڑے ہیں، تو جن لوگوں کے سامنے ماموں جان کی یہ تصویر رہی ہو ان کا اس موقع پر محوِ حیرت ہونا بجا ہے۔

غرضے کہ مسلسل ضعف و کمزوری کے باوجود دن کے روزے راتوں کی عبادت اور رمضان المبارک کے بقیہ معمولات حسبِ سابق چلتے رہے، اسی دوران ۱۵؍ رمضان المبارک کو دل کا دورہ پڑا، مقامی ڈاکٹروں کی رائے ہوئی کہ جلد از جلد دہلی لے جایا جائے، چنانچہ رات ہی میں دلّی لے جایا گیا اور وہاں اپولو اسپتال کے انتہائی نگہداشت والے شعبے میں داخل کر دیا گیا۔ حیرت کی بات ہے کہ اس وقت بھی ماموں جان کو اپنی بیماری سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ رمضان المبارک کے بابرکت لمحات ضائع نہ ہو جائیں، حضرت مولانا سیّد اسجد مدنی صاحب اگلے روز مزاج پرسی کے لیے تشریف لے گئے تو آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ: ''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ لوگ مجھے یہاں لا کر ڈال دیں گے تو ہرگز نہ آتا''

ایک دوروز (ICU) میں رہنے کے بعد پرائیویٹ کمرہ میں تشریف لے آئے اور اس حالت میں بھی روزہ چھوڑنے پر راضی نہ ہوئے، اسپتال میں بھی تراویح باجماعت ادا کرتے رہے۔

ہر سال رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کا معمول تھا، چنانچہ آخری عشرہ شروع ہونے سے پہلے ڈاکٹروں سے بات چیت کرکے واپس دیوبند تشریف لے آئے اور مسنون اعتکاف کی نیت کرکے مسجد میں داخل ہوگئے، قویٰ کمزور ہوگئے تھے، صحت روز بروز گرتی جارہی تھی لیکن عزم وحوصلہ ایسا جواں تھا کہ کیا جوانوں کا ہوگا؟ بڑی قدردانی کے ساتھ رمضان المبارک کے آخری ایام گزارے، ملک و بیرونِ ملک سے آئے ہوئے ہزاروں مسترشدین و مریدین کو راہِ سلوک کے منازل طے کراتے رہے، رمضان المبارک کے آخری دن مجمع میں تشریف لائے اور اپنی زندگی کی آخری تقریر فرمائی، دور دراز سے آنے والے مہمانانِ کرام کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ ہم میزبانی کا حق ادا نہیں کرسکے۔ خطاب اتنا مؤثر تھا کہ سننے والوں کی ہچکیاں بندھ گئیں، دورانِ تقریر ارشاد فرمایا کہ: ''اب میں زندگی سے دور اور موت سے قریب ہوتا جارہا ہوں۔'' ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ماموں جان کو یہ معلوم ہے کہ یہ ان کی زندگی کی آخری نصیحت اور الوداعی پیغام ہے۔

رمضان المبارک کی بابرکت ساعتیں گزر گئیں، اگلے دن عیدالفطر ہے، عید کی نماز دارالعلوم دیوبند کی مسجد قدیم میں اوّل وقت ادا فرماتے ہیں اس لیے کہ آج ہی دہلی میں ڈاکٹر کو دکھانا ہے، نماز سے فارغ ہوکر دہلی تشریف لے جاتے ہیں اور ڈاکٹروں کو دکھاتے ہیں، ڈاکٹر اطمینان کا اظہار کرتے ہیں اور کوئی تشویش کی بات نہیں بتاتے، اگلے دن دہلی سے دیوبند کے لیے واپسی ہوتی ہے۔

والدہ محترمہ رمضان المبارک کے دوسرے عشرہ میں عمرہ کی غرض سے حجاز مقدس تشریف لے گئی تھیں وہ عید کے دوسرے روز فون پر ماموں جان سے بات کرتی ہیں، آپ اس وقت دہلی اور دیوبند کے بیچ میں تھے، طبیعت پوچھتی ہیں اور حال احوال دریافت کرتی ہیں، تو اپنی خیریت بتانے سے پہلے بڑے ہی مشفقانہ انداز میں فرماتے ہیں: ''اب تو رمضان ختم ہوگئے، اب وہاں کیا کررہی ہے؟ جلدی آجا'' پھر اپنی طبیعت کے سلسلے میں بڑے اطمینان کا اظہار فرماتے ہوئے کہتے ہیں، مجھے تو ڈر تھا کہ کہیں ڈاکٹر روک نہ لیں لیکن انھوں نے مجھے واپس دیوبند آنے کی اجازت دے دی۔

کیا معلوم تھا کہ یہ ماموں جان کی والدۂ محترمہ سے آخری بات چیت ہے، اب اس کے بعد شفقت ومحبت بھری یہ آواز سننے کو بھی نہ ملے گی اس لیے کہ اس کے چند ہی گھنٹہ کے بعد یہ اطلاع ملتی ہے کہ ماموں جان کرسی سے گر کر بے ہوش ہوگئے ہیں۔

دہلی سے چل کر دوپہر کا کھانا چھوٹی خالہ کے یہاں ''خانجہاں پور'' میں کھایا اور کھانے کے بعد دیر تک آرام فرمایا، پھر بعد نماز ظہر وہاں سے روانہ ہوئے پروگرام یہ تھا کہ ''پورقاضی'' کے قریب باغ میں ہوتے ہوئے دیوبند پہنچیں گے، لیکن درمیان میں اطلاع ملی کہ حضرت مولانا طلحہ صاحب مدظلہٗ بغرض ملاقات و زیارت دیوبند تشریف لائے ہوئے ہیں، اس لیے سیدھے دیوبند آنے کا پروگرام بنالیا، مغرب سے کچھ پہلے گھر پہنچے، اور اندر سے وہ کرسی منگائی جو بیٹری سے چلتی تھی کرسی لائی گئی حسبِ معمول اس پر بیٹھے اور گھر میں داخل ہونے لگے، جس کے لیے ذرا سی اونچائی کو عبور کرنا تھا اور عام طور سے دن میں کئی کئی بار اس راستہ سے آتے جاتے تھے، لیکن نہ جانے کیا ہوا اوپر کو چڑھتے ہوئے کرسی پلٹ گئی اور ماموں جان کے سر کے پچھلے حصّہ میں شدید ضرب آئی، خون جاری ہوگیا، لوگوں نے اُٹھایا اور اندر کمرہ میں لے گئے، پورا خاندان جمع ہوگیا کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اچانک یہ کیا ہوگیا، ماموں جان کے ہوش وحواس ابھی باقی تھے اور اس حالت میں بھی اگر انھیں کسی چیز کی فکر تھی تو وہ نماز اور مہمانوں کی تھی، گھر والوں سے پوچھا کہ مولانا طلحہ صاحب کو چائے ناشتہ وغیرہ کرایا یا نہیں؟ جب یہ معلوم ہوگیا کہ وہ ناشتہ سے فارغ ہوگئے ہیں تو اطمینان ہوا، پھر مسلسل اصرار کرتے رہے کہ مجھے تیمّم کراؤ، عصر کی نماز پڑھنی ہے، اس لیے کہ وقت تنگ ہوتا جارہا تھا، لیکن اس حالت میں جبکہ مسلسل سر سے خون نکل رہا ہے کس طرح تیمّم کرایا جاسکتا تھا، بہر حال ان کے اصرار پر مٹّی منگائی گئی، تیمّم کی کوشش کرنے لگے چہرے پر ہاتھ پھیرا دونوں ہاتھوں کا مسح کرنے لگے اسی دوران بے ہوشی کا غلبہ ہوا اور دنیا و مافیہا سے اس حال میں بے خبر ہوئے کہ دل و دماغ میں نماز پڑھنے کے سوا کوئی دوسری چیز نہ تھی، رات ہی میں دہلی لے جایا گیا اور پھر اسی اپولو اسپتال کے انتہائی نگہداشت والے کمرہ میں داخل کردیا گیا، اہل خانہ اور متعلقین کی بے چینی و بے قراری ماموں جان کی صحت کے تئیں بڑھتی چلی گئی، اعلیٰ سے اعلیٰ علاج ومعالجہ اختیار کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی، لیکن اللہ نے اب اپنے اس مقبول بندے کو اپنے پاس بلانے کا ارادہ فرمالیا تھا، چنانچہ ۳ مہینے پانچ دن بے ہوشی کی حالت میں رہنے کے بعد اس شان سے واصل بحق ہوئے کہ زبانِ مبارک اسی کے ذکر سے سرشار تھی، ان تین مہینوں میں کبھی کبھی ہوش کے آثار محسوس بھی ہوتے، آنکھیں بھی کھولتے آواز دینے پر متوجہ بھی ہوتے اور تسبیح ہاتھوں میں دے دی جاتی تو اس کے دانوں کو بھی پلٹتے، زبان کی حرکت سے بھی محسوس ہوتا کہ اللہ کا ذکر کررہے ہیں لیکن وفات سے دس منٹ قبل جس انداز میں زبان سے ذکر اللہ جاری ہوا اور وہاں موجود لوگوں نے سنا وہ اس سے پہلے محسوس نہیں ہوا تھا، اور اسی ذکر میں روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ماموں جان اگرچہ تین مہینہ سے بے ہوش تھے، لیکن پھر بھی ایک ڈھارس تھی اور اللہ کی جانب سے صحت کی اُمید لگائی جاتی تھی، لیکن وفات کے بعد عیاں طور پر یہ محسوس ہونے لگا کہ سایہ ہمارے سروں سے اُٹھ چکا ہے، ہمارا مربی و مصلح اور مشکل موقع پر ہمیں راہ دکھانے والا ہم سے جدا ہوگیا۔

ماموں جان کی وفات کی خبریں تو سب پر بجلی بن کر گری لیکن نانی جان مدظلہا کے دل سے پوچھا جائے کہ انھوں نے اس عمر میں کس طرح بیٹے کی جدائی کے غم کو

سہا اور برداشت کیا۔

ماموں جان کا وصال ۷؍محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۶؍فروری ۲۰۰۶ء بروز پیر شام تقریباً پونے چھ بجے ہوا، ۸؍بجے کے قریب آپ کا جنازہ بذریعہ ایمبولینس جمعیۃ علماء ہند کے آئی ٹی او میں واقع مرکزی دفتر لایا گیا، یہ وہی دفتر ہے جس کی شان کو دوبالا کرنے والی آپ ہی کی ذات تھی، اسی دفتر میں بیٹھ کر آپ نے ملک و ملت کے لیے وہ عظیم فیصلے لیے ہیں کہ جن کو ملت کبھی فراموش نہیں کرسکتی، آج یہ دفتر آپ کی وفات پر ماتم کناں ہے۔

آپ کا جنازہ اس مدنی ہال کے اسٹیج پر رکھ دیا جاتا ہے جہاں بیٹھ کر آپ نے نہ جانے کتنے اجتماعات کی صدارت کی ہوگی، کچھ ہی دیر بعد ملک کے وزیر اعظم جناب منموہن سنگھ کانگریس پارٹی کی صدر محترمہ سونیا گاندھی دسیوں وزراء اور معزز سیاسی وسماجی شخصیات اپنے محبوب کا آخری دیدار اور خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے جمعیۃ علماء ہند کے مرکزی دفتر پہنچ جاتے ہیں، سلسلہ تھمنے کا نام نہیں لیتا، دیوبند جانے میں تاخیر ہو رہی تھی اس لیے جنازہ کو دوبارہ ایمبولینس میں رکھ دیا گیا اور چلنے کی تیاری ہوگئی۔

تقریباً ساڑھے دس بجے شب میں ایمبولینس کے ساتھ گاڑیوں کا ایک قافلہ دیوبند کے لیے روانہ ہوجاتا ہے اور پونے تین بجے کے قریب جب جنازہ دیوبند پہنچتا ہے تو ہزاروں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اپنے شیخ کے آخری استقبال کے لیے جی ٹی روڈ پر موجود ہوتا ہے، لوگوں کی نظر جب ایمبولینس پر پڑتی ہے تو وارفتگی اور عقیدت کے جذبات اپنی تمام حدود کو پار کر جاتے ہیں اور لوگ دیوانہ وار ایمبولینس کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں، فرطِ عقیدت میں مغلوب ایسے لوگ بھی دکھائی دیئے جو ایمبولینس کے پیچھے دوڑتے جاتے تھے اور اپنا ہاتھ ایمبولینس سے مس کرکے اسے چوم رہے تھے۔

جنازہ حضرت مولانا سیّد ارشد صاحب مدنی کے مکان پر لایا گیا جہاں نانی جان مدظلہا اور گھر کی تمام مستورات جمع تھیں، فوراً غسل دیا گیا اور پھر کچھ دیر تک اہل خانے کی زیارت کے لیے رکھ دیا گیا، صبح پانچ بجے سے کچھ پہلے جنازہ کو اُٹھایا گیا پروگرام یہ تھا کہ دارالحدیث تحتانی میں جنازہ کو آخری دیدار کے لیے رکھ دیا جائے گا، لیکن گھر سے نکلنے کے بعد اندازہ ہوا کہ مجمع کنٹرول سے باہر ہوتا جارہا ہے، بہ مشکل تمام ۴۰؍منٹ میں جنازہ گھر سے دارالحدیث پہنچا، زیارت کے لیے چہرہ سے چادر ہٹائی گئی تو لوگ دیدار کے لیے اس طرح ٹوٹے کہ اس سلسلہ کو برقرار رکھنا مشکل ہوگیا۔

نماز فجر کے کچھ دیر بعد جنازہ دارالحدیث سے باہر لایا گیا اور باب الظاہر کے سامنے رکھ دیا گیا، مجمع اتنا زیادہ تھا کہ نہ صرف دارالعلوم کا چپہ چپہ لوگوں سے بھرا ہوا تھا، بلکہ مسجد رشید کے اطراف وجوانب کا حصّہ اور اس کے باہری حصّہ میں بھی صفیں لگی ہوئی تھیں، ٹھیک اشراق کے وقت یعنی تقریباً ساڑھے سات بجے جگر گوشۂ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم نے بھرائی ہوئی آواز میں نماز جنازہ پڑھائی، نمازِ جنازہ کے وقت بے تحاشہ مجمع کے باوجود سکون واطمینان غیر معمولی تھا، اب جنازہ کو قبرستان تک لے جانا بڑا اہم مرحلہ تھا، فضاء میں شدید کہرا چھایا ہوا تھا، لیکن آنے والوں کا سلسلہ جو رات سے شروع ہوا تھا تسلسل کے ساتھ جاری تھا اور مجمع اندازے سے باہر ہوگیا تھا، اور ہر فرد کی یہ خواہش تھی کہ جنازہ کو کندھا دینے کی سعادت حاصل کرے، لیکن یہ ناممکن تھا، احاطۂ دارالعلوم سے لے کر قبرستان قاسمی تک کوئی دیوار، مکان یا اونچی عمارت حتی کہ درخت ایسا نہیں تھا جس پر لوگوں کا جم غفیر موجود نہ ہو جس کو جہاں جگہ ملی کھڑا ہوگیا، اور حسرت بھری نگاہوں سے جنازہ کی آمد کا منظر دیکھنے لگا۔ اِدھر جنازہ کو دیکھیے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ پانی میں تیر رہا ہے، جو جنازہ کے قریب تک نہیں پہنچ پاتا تھا وہ دُور ہی سے اس پر اپنی چادر یا رومال پھینک کر کچھ تسکین حاصل کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی ماموں جان کو حیرت انگیز عظمت ومقبولیت سے نوازا تھا، وہ لوگ جو آپ کی ایک آواز اور اپیل پر نامناسب حالات اور سخت موسم کی پرواہ کئے بغیر دسیوں لاکھ کی تعداد میں جمع ہوجاتے تھے، آج وہ بغیر کسی اپیل کے اپنے مشفق شیخ ومربی اور محبوب قائد کو آخری سلام اور الوداع کہنے کے لیے نمناک آنکھوں کے ساتھ اطراف وجوانب اور ملک کے کونے کونے سے آئے تھے۔ وہ تو اچھا ہوا کہ بروقت نماز جنازہ ہوگئی ورنہ اگر تھوڑی بھی تاخیر کردی جاتی — جیسا کہ آنے والے لوگوں کا برابر اصرار تھا، تو مجمع بے قابو اور کنٹرول سے باہر ہوجاتا، دارالعلوم سے قبرستان قاسمی تک کی مسافت جو مشکل سے پانچ منٹ میں طے ہوجاتی تھی، آج وہ قبرستان آنے کا نام نہیں لے رہا تھا، اور جب جنازہ قبر کے قریب رکھا گیا ہے تو تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ گزر چکا تھا، اب آپ کو آخری آرام گاہ میں اُتارنے کی تیاری کی جانے لگی، حضرت مولانا سیّد ارشد صاحب مدنی نے فرمایا کہ: ''حفاظ قرآن ہی آپ کو قبر میں اُتاریں۔'' چنانچہ حضرت مولانا سیّد ارشد صاحب مدنی، حضرت مولانا سیّد اسجد صاحب مدنی، حضرت مولانا محمود صاحب مدنی، مولانا محمد مدنی صاحب، مولانا ازہد مدنی صاحب، مفتی محمد سلمان صاحب اور احقر نے مل کر آپ کو چارپائی سے اُٹھایا، پھر مفتی سلمان صاحب قبر میں سرہانے کی جانب اُتر گئے اور احقر کو پائتی اُترنے کی سعادت حاصل ہوئی، دیگر حضرات نے قبر کے بالائی حصّہ سے نیچے اُتارنے میں تعاون کیا، ہم لوگوں نے کفن کے سرہانے اور پائتی کی گرہوں کو ڈھیلا کیا، دائیں جانب ذرا سی کروٹ دلائی، اور اپنے ماموں جان کو اللہ کے حوالے کرکے قبر کے بالائی حصّہ میں چلے آئے، تختے برابر کردیئے گئے اور مٹّی ڈالنے کا سلسلہ شروع ہوگیا، جو شام تک تسلسل کے ساتھ جاری رہا، بلکہ اگلے دن بھی لوگ قبر پر مٹّی ڈالتے ہوئے دیکھے گئے۔

اب ہمارے ماموں جان، حضرت شیخ الہند نوراللہ مرقدہٗ اور نانا جان حضرت شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہٗ کے بالکل جوار میں آسودۂ خواب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو قبر کو نور سے منور فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے، ان کی خدمات جلیلہ کو قبولیت سے نوازے اور پوری ملت کی جانب سے ان کو بہترین بدلہ عطا فرمائے اور ہم لوگوں کو ان کے چھوڑے ہوئے کاموں کو پورا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔ ○○

جامع کمالات واوصاف شخصیت حضرت امیر الہند وفدائے ملت رح

چند یادیں ○ چند نقوش

حافظ محمد ابراھیم فانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

آغشتہ ایم برسر خارے بخونِ دل

قانونِ باغبانیٔ صحرا نوشتہ ایم

اسلافِ کرام، اکابرین دیوبند اور بالخصوص حضرت شیخ الاسلام و المسلمین، العارف باللہ، المجاہد الکبیر مولانا سیّد حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی نسبتوں، ان کے اوصافِ کمال اوران کی عظمتوں کے امین امیر الہند فدائے ملّت حضرت مولانا سیّد محمد اسعد مدنیؒ کی وفات حسرتِ آیات سے تمام اہلِ اسلام کو بالعموم اور مسلمانانِ برصغیر کو بالخصوص جو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے، اس خلا کا پُر ہونا بظاہر محال معلوم ہورہا ہے:

رفتم واز رفتنم یک عالمے تاریک شد

من مگر شمعم چوں رفتم بزم برہم ساختم

لیکن کل من علیھا فان، کل شئی ھالک الا وجھه اور کل نفس ذائقة الموت کے اُصول کے تحت ہرانسان کوایک نہ ایک دن اس جہانِ رنگ وبو اور دنیائے آب وگل سے رخصت ہونا ہے اور مرگ وزیست اور زندگی وموت کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری وساری رہے گا:

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں بلبلیں

اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اُڑ جائیں گی

یہاں پر کسی کے لیے ثبات نہیں، کسی کے لیے دوام وخلود نہیں:

لو کانتِ الدنیا تدوم الواحد

لکان رسول اللّٰہ فیھا مخلدا

حضرت مولانا سیّد محمد اسعد مدنیؒ مختلف النوع اور گونا گوں صفات سے متصف تھے۔ ان کی شخصیت جامع الکمالات تھی، وہ بیک وقت بحرِ ذخّارِ علم، رہبرِ دیدہ ورقد آور سیاسی رہنما، شیخ طریقت اور مسلمانوں کے رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے عظیم انسان ہونے کے ساتھ ساتھ فرقِ باطلہ کے خلاف ایک تیغِ بے نیام اور سیف برّاں تھے:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

رزمِ حق وباطل ہو تو فولاد ہے مؤمن

انہی جامع الکمالات ہستی کی زندگی کا ہر پہلو انتہائی تابناک، جاندار اور توانا ہے اور یہ کمال آپ ہی کا حصّہ اور آپ ہی کا نصیبہ ہے:

در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق

ہر ہوسناکے نداند جام وسنداں باختن

اپنے انہی اوصافِ حمیدہ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آپ کو محبوبیت کے ارفع واعلیٰ مقام پر فائز کیا تھا، جس میں آپ کے والدِ محترم شیخ الاسلام، امام المسلمین مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کی تربیت اور دُعاہائے سحری کا بڑا دخل ہے۔ ایسی آغوش میں تربیت اور نشوونما پانا اور ایک ایسے خاندان میں آنکھ کھولنا جو کہ رشکِ آفتاب وماہتاب اور نازشِ خورشید وقمر ہو اس کی تجلیات اور اثرات ضرور آپ کی شخصیت میں نمایاں ہوں گے۔ چنانچہ حضرت شیخ الاسلامؒ کی وفات کے بعد آپ کو اپنے عظیم والد کا جانشین مقرر کیا گیا اور الحمدللہ آپ نے اپنی سیرت وکردار اور اپنے قول وعمل سے ان کی جانشینی کا صحیح حق ادا کردیا:

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو

پھر پسر لائقِ میراثِ پدر کیونکر ہو

آپ کی ذات والا صفات میں وہ تمام خصوصیات وامتیازات بدرجۂ اتم موجود تھیں جو کہ میرِ کارواں کے لیے زادِ راہ کا کام دیتی ہیں۔ بقولِ حکیم الامۃ علامہ اقبالؒ:

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پُرسوز

یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

اپنی حیاتِ مستعار کا لحہ لحہ ملتِ اسلامیہ کی خدمت میں صرف کرنا اور برصغیر کے چپّہ چپّہ پر اپنے کارہائے نمایاں کے انمٹ نقوش چھوڑنا اور پھر ہندوستان میں متعصب ہندوؤں کے درمیان مسلمانانِ ہند کی کامیاب اور مدلل وکالت کرنا یہ ایسی خصوصیات ہیں، جو کہ آپ کے رفعِ درجات کے لیے کافی ہیں۔

ان اوصاف اور کمالات کی طرف راقم نے ڈیڑھ صد سالہ خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس منعقدہ ۹، ۱۰، ۱۱ر اپریل ۲۰۰۱ء کے موقع پر جب آپ پشاور تشریف لائے تھے، درج ذیل نظم میں اشارہ کیا ہے:

مسند رشد و ہدیٰ پر جلوہ آرا آپ ہیں
بہرجسمِ قوم و ملت چشمِ بینا آپ ہیں
جانشینِ حضرتِ مدنی امام المسلمیں
بالیقین و بے گماں جانِ تمنّا آپ ہیں
باعثِ صد خیر و برکت آپ کی آمد یہاں
اے امیر الہند زعیم چارہ فرما آپ ہیں
تیرے دم سے ضوفشاں ہے شمعِ بزم دین وقوم
پیکرِ صدق و صفا علمِ سراپا آپ ہیں
حاملِ شرع وطریق وعلم وفن میں بے مثل
پھر سیاست اور تدبر میں بھی یکتا آپ ہیں
تیری ہیبت سے ہے لرزاں کفر واستعمار سب
رہبروں کے رہنما قائدِ توانا آپ ہیں
قوتِ بازوئے ملّت مرکزِ محبوبیت
بے سہارا بے کسوں کے بس سہارا آپ ہیں
کررہے ہیں اہلِ ایماں تیری عظمت کو سلام
ملّتِ بیضا کی حرمت پر جو شیدا آپ ہیں
چار سو شہرہ ہے جس کی جرأت و ایثار کا
ہے فراست جس کی ظاہر وہ دانا آپ ہیں
شیخِ تفسیر و حدیث و ماہرِ فقہ و کلام
قلزمِ عرفان و تقویٰ اللہ اللہ آپ ہیں
سرزمینِ ہند کے تھے باعثِ صد افتخار
نازش و وجہِ شرف بہرِ زمانہ آپ ہیں
واقفِ روحِ تصوف آشنائے رمزِ دیں
اور معارفہائے قرآنی کا دریا آپ ہیں
یادگارِ شیخ اسلام و رئیسِ اولیاء
عظمتِ اسلاف کا زندہ حوالہ آپ ہیں
کیسی کیسی نسبتیں وابستہ تیری ذات سے
اس لیے فانؔی مری آنکھوں کا تارہ آپ ہیں

اسی کانفرنس میں زعمائے دیوبند اور اکابرینِ ملت کے ساتھ حضرت مولانا سیّد محمد اسعد مدنی صاحبؒ بھی وسیع وعریض اسٹیج پر تشریف فرما تھے۔ وہ ایک عجیب روح پرور سماں اور پُر کیف منظر تھا۔ چنانچہ میں نے اس دلکش منظر کا نظارہ ان اشعار میں پیش کیا ہے:

یہ انسانوں کا اِک طوفاں سمندر دیکھتے جاؤ
عجیب پُرکیف منظر ہے یہ منظر دیکھتے جاؤ
رسول اللہؐ کے وارث یہاں تشریف فرما ہیں
شہِ لولاکؐ کے عاشق یہ منبر دیکھتے جاؤ
سریرآرائے مسند ہیں یہاں مرغوبِ ملّت بھی
امیرالہندؒ کا چہرہ منوّر دیکھتے جاؤ
اُمڈ آتے ہیں یوں آفاق سے توحید کے فرزند
بہر سو نعرۂ اللہ اکبر دیکھتے جاؤ
جدھر دیکھو نظر آتے ہیں گویا نور کے پتلے
یہ بزمِ قدس ہے نورِ سراسر دیکھتے جاؤ
سجی ہے محفلِ رنداں چلا ہے دورِ میخانہ
مئے عرفان و وحدت کے یہ ساغر دیکھتے جاؤ
ارے تشنہ لبو! پیرِ مغاں کا فیض ہے جاری
یہ تسنیم روانِ آبِ کوثر دیکھتے جاؤ
یہی زندہ کرامت ہے ہمارے ان اکابر کی
مسلمانو! یہاں جلوے برابر دیکھتے جاؤ
یہ موقع مل گیا ہم کو بفیضِ فضلِ رحمانی
نگاہِ لطف کے جلوؤں کے مظہر دیکھتے جاؤ
سنانے کی نہ باتیں ہیں یہ وجد وکیف کا عالم
ذرا فانؔی فضا یہ روح پرور دیکھتے جاؤ

کانفرنس کے اختتام پر آپ اپنے رفقاء سمیت (یعنی مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند واساتذۂ دارالعلوم دیوبند اور دیگر مہمانانِ گرامی قدر) دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ یہاں پر ان کا والہانہ فقید المثال استقبال کیا گیا۔ پھر ایوانِ شریعت میں ایک علمی اور تاریخی خطاب فرمایا۔ بعد ازاں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ العالی کی طرف سے دیئے گئے عشائیہ میں شرکت کی۔ راقم کی خوش بختی ہے کہ ان قدسی صفات ہستیوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی:

یہ فخر کیا کم ہے کہ بُرے ہیں کہ بھلے ہیں
دو چار قدم ہم بھی ترے ساتھ چلے ہیں

۱۹۸۰ء میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں آپ کی تشریف آوری کی خبر آئی بندہ کے والد محترم متکلم عصر، صدرالمدرسین حضرت مولانا عبدالحلیم قدس سرہٗ کو جب معلوم ہوا کہ آپ کے استاذ زادے تشریف لارہے ہیں تو آپ کے چہرے پر خوشی اور سرور وانبساط کے آثار نمایاں ہوئے اور فرمایا کہ

آج ہم اپنے شیخ کے عکسِ جمیل کے دیدار سے شرفیاب ہوں گے اور ان سے ملاقات کا زریں موقعہ ملے گا۔ چنانچہ آپ دارالعلومِ حقانیہ کے دفترِ اہتمام میں تشریف لے گئے، وہاں حضرت الشیخ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہٗ پہلے سے تشریف فرما تھے حضرت الشیخؒ نے حضرت صدر صاحبؒ کو فرمایا کہ آج ہمارے مخدوم زادے ہمیں اپنے قدوم میمنت لزوم سے نواز رہے ہیں اور پھر دیر تک وقت کے یہ دونوں مسلّم شیوخ ان کے متعلق اور حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے بارے میں اپنی یادوں کے جھروکوں سے جھانکتے رہے، تاآنکہ اطلاع آئی کہ حضرت مولانا محمد اسعد مدنیؒ پندرہ منٹ بعد پہنچنے والے ہیں۔

چنانچہ دونوں شیخ بمع دارالعلوم کے دیگر اساتذہ وطلبہ آپ کے استقبال کے لیے دارالعلوم کے صحن میں کھڑے رہے۔ جب آپ تشریف لائے تو حضرت الشیخ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہٗ اور متکلم عصر مولانا عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین قدس سرہٗ نے آپ کے ساتھ معانقہ اور مصافحہ کیا اور دارالعلوم کے دیگر اساتذۂ کرام وطلبہ آپ کے گرد پروانوں کی طرح جمع ہوگئے، پھر آپ دونوں شیخین اور اساتذہ وطلبہ کی جلو میں دفترِ اہتمام تشریف لے گئے۔ قیران السعداء کا یہ عجیب پُرکیف منظر اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے:

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است

میں نے دیکھا کہ جب حضرت والد صاحب قدس سرہٗ آپ کے ساتھ معانقہ کررہے تھے، تو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، بعد میں فرمایا کہ اپنے اُستاذ زادے کو دیکھ کر مجھے اپنے محبوب شیخ یاد آ گئے۔ اب وہ کہاں اور ہم کہاں:

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

وہ کیا زمانہ تھا، جب ہم حضرت شیخ الاسلامؒ کی آغوشِ تربیت میں پڑھا کرتے تھے اور ان کا سایہ عاطفت ہم جیسے مسافر طلبہ کے لیے وجہ تسکین و نشاط رہا۔ اس کے بعد آپ دفترِ اہتمام تشریف لے گئے، وہاں پر حضرت الشیخ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہٗ باوجود یہ کہ وہ حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کے شیخ ہیں اور دارالعلوم دیوبند میں طالب علمی کے دوران آپ کے شاگرد رہ چکے ہیں، لیکن حضرت الشیخ اپنے استاذ حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کی عقیدت ومحبت میں اتنے فنا ہوچکے تھے کہ اپنے شاگرد کے سامنے اس طرح باادب بیٹھے ہیں جیسا کہ کوئی شاگرد اپنے اُستاذ کے سامنے بیٹھا ہو:

قسم خدا کی محبت نہیں عقیدت ہے
دیارِ دل میں بہت احترام ہے تیرا

پھر جب ۱۹۸۴ میں آپ دارالعلوم تشریف لائے، مہمان خانہ میں جب آپ چلے گئے، تو برادر محترم مولانا قاری عبداللہ صاحب سابق سینئر و نائب امیر جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد نے راقم کو کہا کہ آؤ! حضرت مدنیؒ سے ملاقات کے لیے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے ان سے مصافحہ اور ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ ایک پُروقار شخصیت انسان کے رُوپ میں ایک فرشتہ، پُررعب وباجلال، مگر اِذَا رؤُوا ذُکِرَ اللّٰہ کے مصداقِ اتم۔ ان کی ہر ادا سے سادگی ٹپکتی تھی۔ وہ عالمِ اسلام کے لاکھوں فرزندانِ توحید کے دلوں کی دھڑکن اور ان کی روح کی آواز، ان کے ساتھ مختصر ترین ملاقات میں ہم نے جو سکون اور طمانینت محسوس کی، اس کی تصویر کشی الفاظ کی تعبیر سے ممکن نہیں۔ واقعی مولانا رومؒ نے کیا خوب فرمایا ہے:

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
رات کی رانی کا جھونکا تھا کسی کی یاد میں
دیر تک آنگن مرے احساس کا مہکا رہا

اسی طرح آپ جب کبھی پاکستان تشریف لاتے، تو حضرت شیخ الہندؒ کے رفیقِ خاص، یادگارِ اسلاف، اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیر گل صاحب قدس سرہٗ کے ساتھ ملاقات کے لیے ضرور سخا کوٹ مالاکنڈ ایجنسی تشریف لے جاتے۔ اسی دوران اپنے قدوم میمنت لزوم سے دارالعلوم حقانیہ کو نوازتے۔

۱۹۸۵ء میں جب آپ کی زیر سرپرستی دہلی میں حضرت شیخ الہند سیمینار کا انعقاد کیا گیا اور پاکستان برادر محترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب زید مجدہٗ کے ذریعہ اس کے لیے دعوت نامے تقسیم کئے گئے اور اس عظیم الشان تاریخی سیمینار میں شرکت کے لیے برصغیر کے چیدہ چیدہ حضرات کو دعوت دی گئی تھی، مولانا سیّد محمد اسعد مدنیؒ نے اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیر گل صاحب قدس سرہٗ اور سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان مرحوم کو اس سیمینار میں مہمانانِ خصوصی کے طور پر مدعو کیا تھا، اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیر گل صاحب قدس سرہٗ نے تو اپنی خلوت پسند طبیعت کی وجہ سے اس میں شرکت سے معذوری ظاہر کی تھی۔ جبکہ باچا خان (خانِ عبدالغفار خان صاحب) نے شرکت پر اپنی آمادگی کا اظہار کیا۔ وزیر اعظم ہند کی حیثیت سے راجیو گاندھی کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی انہی دنوں مدراس میں کانگریس کی صد سالہ تقریبات کی تیاریاں بھی عروج پر تھیں، خان صاحب مرحوم اس میں بھی مدعو تھے۔ چنانچہ انھوں نے کہا کہ شیخ الہند سیمینار کی تاریخیں کانگریس کی صد سالہ تقریبات کے ساتھ متصل ہونی چاہئیں، کیونکہ اپنی کمزوری اور بیماری کی وجہ سے زیادہ وقت وہاں نہیں گزار سکتا اور ساتھ ساتھ یہ وضاحت بھی کردی کہ میں مہمان جمعیۃ

علماء ہند کا رہوں گا۔

چنانچہ آپ کی تجویز کے مطابق تاریخیں مقرر کی گئیں۔ راقم ان دنوں مدرسہ کے کوارٹر کی بیٹھک میں بیٹھا تھا کہ سامنے بڑی شاہراہ پر ایک کار رُکی اور اس کے ڈرائیور نے میری طرف اشارہ کیا، میں نے اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کیا، شاید کسی اور کو بلا رہے ہوں، مگر انھوں نے مجھے ہاتھ سے اشارہ کیا، میں جب گیا تو کار میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب تشریف فرما تھے، انھوں نے کہا کہ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ، میں نے انھیں کہا کہاں جانا ہے، انھوں نے کہا کہ زیادہ باتیں کرنا چھوڑ دو، بس بیٹھ جاؤ (ہم دونوں زمانۂ طالب علمی کے بےتکلف ساتھی اور ایک ساتھ دورۂ حدیث میں شریک رہے ہیں) چنانچہ میں چاروناچار ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ میں نے ان سے پوچھا، آخر کہاں جانا ہے، انھوں نے کہا، کہ آپ کو پتہ چل جائے گا۔ چنانچہ میں نے ازراہِ مزاح کہا، یہ تو سیدھا سادہ اِغوا کا کیس ہے۔

بہرحال جب ہم نوشہرہ کے قریب پہنچے، تو ڈرائیور نے گاڑی بدرشی گاؤں کی طرف موڑ دی۔ وہاں خان شیر افضل خان مرحوم کے ڈیرے پر پہنچ گئے، تو آپ کے برخورداران جناب عثمان خان وغیرہ مولانا کے استقبال کے لیے کھڑے تھے۔ مولانا نے انھیں کہا کہ یہ (بندہ) میرا ساتھی ہے اور ان کے لیے ایک کمرہ خالی کردیں تاکہ یہ اطمینان سے وہاں پر کام میں مصروف ہوجائے۔ چنانچہ مولانا نے چند کاغذات میرے حوالے کئے اور کہا کہ یہ ایک غیر مرتب مقالہ ہے جو کہ شیخ الہند سیمینار میں خان عبدالغفار خان کی طرف سے پیش کیا جائے گا۔ یہ غیر مرتب بھی ہے اور اس میں کمی وبیشی اور حذف واضافہ کی بھی گنجائش ہے، تو آپ اس کو مرتب بھی کریں اور اس میں آپ کو موقع اور محل کی مناسبت سے ترمیم وغیرہ کا بھی مکمل اختیار ہے۔ چنانچہ بندہ کمرے میں اس کام کی تکمیل اور حکم کی تعمیل کے لیے بیٹھ گیا۔ چائے وغیرہ بھی سامنے رکھی اور خادم دروازہ بند کر کے چلے گئے۔

چنانچہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد بندہ نے وہ مقالہ مرتب کیا اور اس میں جابجا مقالہ کی روح کے مطابق ترمیم وترخیم بھی کرلی۔ بندہ نے وہ مقالہ مولانا کے حوالے کردیا۔ انھوں نے کہا کہ اب میں پشاور جاؤں گا، اور وہاں پر اے این پی کے مرکزی رہنما حاجی غلام احمد بلور کو ساتھ لے کر چارسدہ ولی باغ جاؤں گا اور باچاخان صاحب کو یہ مقالہ دکھاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے پہلے مجھے اپنے گھر پہنچایا اور پھر عازمِ پشاور ہوئے۔ مقررہ تاریخوں پر پاکستان سے مختلف وفود اس سیمینار میں شرکت کے لیے دہلی پہنچے۔ خان عبدالغفار خان کے لیے راجیو گاندھی نے ہندوستان سے خصوصی طیارہ پشاور بھیجا تھا۔ چنانچہ وہ اور ان کے ساتھ وفد کے ارکان جن میں مرحوم خان عبدالولی خان بھی شامل تھے، اس خصوصی طیارہ کے ذریعہ دہلی پہنچے۔

سیمینار کا پروگرام دہلی کے مشہور لال کٹورا ہوٹل میں منعقد کیا گیا تھا۔ سیمینار کے منتظمین نے بہت زبردست انتظام کیا تھا۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے سینکڑوں کارکن وہاں پر اس سیمینار کی رپورٹنگ کے لیے آئے تھے۔ ہندوستان کے وزیراعظم راجیو گاندھی اور دیگر سرگردہ سیاستداں بھی وہاں پر موجود تھے۔ خان عبدالغفار خان مرحوم کی طرف سے مقالہ جو کہ ہم نے یہاں مرتب کیا تھا، ان کے صاحبزادے خان عبدالولی خان نے پڑھ کر سنایا، دوسرے دن اخبارات میں اس سیمینار کی کارروائی جلی سرخیوں کے ساتھ آئی اور تمام اخبارات نے خان صاحب کا مقالہ اور اس کے چیدہ چیدہ نکات نمایاں طور پر شائع کئے۔ تمام قومی وبین الاقوامی اخبارات نے یہ سرخی لگائی کہ ہندوستان کی آزادی کی تحریک ایک قومی تحریک تھی اور اس میں تمام ہندوستانی قوم نے بلاامتیاز مذہب وملّت حصہ لیا تھا۔

آمدم برسرِ مطلب! اس عظیم الشان شیخ الہند سیمینار کے انعقاد کا پس منظر یوں تھا کہ اس وقت ہندوستانی حکومت کی طرف سے ایک تجویز آئی کہ تحریکِ آزادیٔ برصغیر کی تاریخ لکھی جائے۔ جو کہ سرکاری طور پر ایک مستند ستاویز ہو۔ چنانچہ یہ بات طے پائی گئی کہ ایسی تاریخ مرتب کی جائے گی اور اس میں بنیادی نکتہ یہ طے پایا گیا کہ تحریکِ آزادیٔ برصغیر میں غیرمسلموں مثلاً ہندوؤں اور سکھوں وغیرہ نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا تھا اور انہیں لوگوں کی قربانیوں اور جدوجہد کے نتیجہ میں ہندوستان آزاد ہوا تھا، باقی رہے مسلمان تو وہ انگریز کے ایجنٹ تھے۔

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے بروقت اقدام کرتے ہوئے شیخ الہند سیمینار کے انعقاد کا اہتمام کیا۔ کیونکہ حضرت شیخ الہندؒ نے جو تحریک ریشمی رومال چلائی تھی اور مالٹا میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کی تھیں، کیا وہ ہندوستان کو فرنگی سامراج سے آزادی کے لیے نہیں تھیں اور آج بھی اس کے اہم کردار مولانا عزیر گلؒ اسیر مالٹا اور سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان زندہ ہیں۔ اسی وجہ سے اس سیمینار میں راجیو گاندھی وغیرہ کو شرکت کی دعوت گئی تھی اور خان صاحب کے مقالے میں اس نکتہ پر توجہ مرکوز کی گئی تھی کہ آزادیٔ برصغیر کی تحریک ایک قومی تحریک تھی۔ اس میں کسی خاص مذہب وملّت کے پیروکاروں کا دخل نہیں۔ چنانچہ یہی ہوا کہ آج تک ہندوستان میں سرکاری سطح پر ایسی تاریخ مرتب نہیں کی گئی۔

تو بات اس پر چل رہی تھی کہ آپ نے ہندوستان میں رہ کر مسلمانانِ برصغیر کی بھرپور وکالت کی اور جب کبھی ایسا موقعہ آیا جس میں مسلمانوں کا ملی خسارہ ہوتا تھا تو آپ نے مسلمانانِ برصغیر کی بھرپور رہنمائی فرمائی۔ تاریخی

بابری مسجد کا معاملہ ہو یا گجرات میں فرقہ وارانہ فسادات، مسلمانوں کے تاریخی ورثے مساجد واوقاف پر ہندوؤں کے دعوے کی بات ہو یا مسلم پرسنل لاء کا مسئلہ آپ نے ان تمام میدانوں میں قائدانہ کردار ادا کیا۔

ہندوستان میں جب عاقبت نااندیش غیر مقلدوں نے اپنی افتادِ طبع کے بموجب وہاں ریشہ دوانیاں شروع کیں اور ملّت اسلامیہ کے پیٹھ میں خنجر پیوست کرنے کی شیطانی کوشش کیں، تو سب سے پہلے اس فتنہ وفساد کے خلاف اُٹھنے والی توانا آواز وہ حضرت مولانا سیّد محمد اسعد مدنیؒ کی تھی۔ اسی طرح جب بھارت میں شیعہ سنّی فسادات برپا کرنے کی سازش کی گئی، تو اس کے روکنے کے لیے بھی آپ سینہ سپر ہوئے اور مسلمانانِ ہند پر واضح کیا کہ ایک ایسے ملک میں جس میں ہم اقلیت میں ہیں اور ہندوؤں کی کئی منظّم تحریکیں مسلمانوں کے خلاف چل رہی ہیں، ہم مسلمان اس قسم کے اختلافات اور دنگا وفساد کے متحمل نہیں ہوسکتے۔

آپ کے دل میں تمام نوعِ انسانی کے لیے خیر وصلاح کا جذبہ تھا اور:

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر

کے مصداق تھے جہاں بھی انسانیت تڑپ اُٹھتی، آپ کا دل دردمند بھی اس کے ساتھ دھڑک اُٹھتا تھا، گذشتہ سال جب رمضان شریف میں ۸/اکتوبر ۲۰۰۵ء کو پاکستان میں قیامت خیز زلزلہ آیا تھا جو کہ پاکستان کی تاریخ کا بدترین زلزلہ تھا جس میں ایک لاکھ کے قریب لوگ شہید ہوئے اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ بے گھر ہوئے جبکہ مالی نقصان کا تو تخمینہ ہی نہیں لگایا جاسکتا۔ آپ نے جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے اپنی سرپرستی میں کروڑوں روپے کے ٹینٹ خیمے ادویات اور دیگر ضروری اشیاء لے کر ٹرکوں کا ایک بڑا قافلہ پاکستان کے لیے روانہ کیا اور مسلمانانِ پاکستان کے ساتھ آپ نے اس مشکل گھڑی میں تعاون کا ہاتھ بڑھایا۔

آپ کی دور اندیشی اور فراست کے بارے میں عرض یہ ہے کہ جب ریحانۃ الہند، برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ آخری بار ہندوستان تشریف لائے، تو یہاں پر آپ کی طبیعت انتہائی خراب ہوگئی۔ معتقدین ومتوسلین اور خدام نے مشورہ کے بعد طے کیا کہ آپ کو یہاں ہندوستان میں کسی اعلیٰ ہسپتال میں داخل کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس کے لیے انتظامات بھی مکمل کر لیے گئے تھے، جب آپ کو اس کا علم ہوا، تو فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خدام ومتوسلین کی اس پر سرزنش کی اور ان کے لیے واپس حجازِ مقدس لے جانے کا پروگرام بنایا، اور فرمایا کہ جس ہستی نے زندگی کا اکثر حصہ حجاز میں مہاجرت کے طور پر گزارا، اس لیے کہ دیارِ حبیب اور مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں اس کو آرام گاہ نصیب ہوجائے۔ اب جب وقت آیا، تو آپ لوگوں نے اس کو ہندوستان میں علاج کے لیے ٹھہرایا، چنانچہ جب آپ حجازِ مقدس مدینہ منورہ لے جائے گئے، تو چند دنوں بعد ہی آپ کا انتقال ہوگیا، اور جنت البقیع میں امیر المؤمنین خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله**۔ آپ کی فراستِ مؤمنانہ کی بہتر مثال اس سے بہتر اور کیا ہوسکتی ہے، راقم اپنی ان پراگندہ سطور کو اپنے ان اشعار پر سمیٹ رہا ہے۔ جس میں امیر الہندؒ کی امتیازی شان کا تذکرہ ہے۔ آج اگرچہ وہ اس دنیا میں نہیں لیکن صفحاتِ عالم پر آپ کا نام زندۂ جاوید ہے:

تاریخ میرے نام کی تعظیم کرے گی
تاریخ کے اوراق میں آئندہ رہوں گا

ظلمت الحاد میں نورِ سحر پائندہ باد
نازشِ خورشید و ہمدوشِ قمر پائندہ باد
جن کی شوکت ساری دنیا میں مسلّم مرحبا
وہ امیر الہند میرِ معتبر پائندہ باد
جانشینِ شیخ اسلام و امام ذی وقار
سیدِ مدنی کے عکس پُراثر پائندہ باد
ملت اسلامیانِ ہند کے ہیں تکیہ گاہ
افتخارِ اُمت خیر البشر پائندہ باد
جرأت و ایثار و تقویٰ و تدبر علم وفن
صورتِ ایمان و ایقاں سربسر پائندہ باد
عظمتِ اسلاف کی زندہ نشانی آخر میں
رہنمائے دور بین و دیدہ ور پائندہ باد
تیری عزّ و شان کو تیری شہامت کو سلام
بیشۂ اسلام کے اے شیرِ نر پائندہ باد
ملتِ بیضاء کے غم میں روز وشب مغموم آپ
قائدِ پُرسوز و پُردردِ جگر پائندہ باد
تو سیاست میں بھی یکتا حاملِ شرع وطریق
جامع الاوصاف قصّہ مختصر پائندہ باد
چارہ سازِ قوم فانّی دینِ قیم پر فدا
صاحبِ فکر رسا اہلِ نظر پائندہ باد

○○

دین وسیاست کا خوبصورت امتزاج تھے مولانا اسعد مدنیؒ

مولانا عبدالحمید نعمانی ناظم نشر واشاعت جمعیۃ علماء ہند

۶؍فروری ۲۰۰۶ء کا دن ملّی، قومی و دینی حوالے سے ایک یومِ سیاہ کے طور پر یاد رکھا جائے گا، جس کی شام ۵:۴۵ بجے دہلی کے اپولو ہسپتال میں جمعیۃ علماء کے صدر حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کا انتقال ہوا، اور ۷؍فروری ۲۰۰۶ء کو دیوبند کے مزارِ قاسمی میں ملک وملت کے لیے سراپا جدوجہد ایک مسلسل متحرک وجود کو لاکھوں افراد نے سپردِ خاک کر دیا، لیکن اسعدؒ قوم کے کردار و عمل، شخصیت، ملک وملت کی عظیم خدمات، بے شمار افراد کی روحانی تعلیم وتربیت اور سب کو خصوصاً علماء اہلِ دانش کو ساتھ لے کر چلنے چلانے کی منفرد صلاحیت کو تہہ خاک نہیں کیا جا سکتا ہے، وہ سب تاریخ کے اوراق کا حصہ بن چکے ہیں، جریدہ عالم پر ثبت اور قلوبِ زندہ پر نقش ہیں۔ دارالعلوم دیوبند میں طالب علمی اور بارہ سالہ دورِ تدریس، اس کے در و دیوار گواہ ہیں۔ جمعیۃ علماء ہند کی دس سالہ نظامت عمومی اور ۳۳ سالہ صدارت کا عہد ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، ہم خود ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۶ء تک دیوبند میں اسعدؒ ملک وملت کے سراپا متحرک وجود کو دیکھتے ہوئے اور جولائی ۱۹۸۶ء سے اب تک تقریباً بیس سال سے بہت قریب سے مختلف مسائل پر تبادلۂ خیال، رائے مشورہ لیتے، دیتے، فیصلے کرتے، دینی، ملّی، ملکی، قومی، سیاسی، سماجی امور ومسائل پر سنجیدہ غور وفکر کرتے، ان کے حل کے لیے غلطاں و پیچاں اور پھر مضبوطی سے جرأت و ہمت کے ساتھ اقدامات کرتے دیکھا۔ سب کچھ آئینہ کی طرح ہمارے سامنے ہیں، وہ دین وسیاست کا خوبصورت امتزاج اور خدمتِ خلق، بندگیِ ربّ کا اعلیٰ نمونہ تھے، تصوریت اور خیال سے زیادہ ہر مسئلے کے عملی پہلو پر توجہ دیتے تھے، علم کی روشنی میں، عمل و تربیت اور تعلیم وتعلّم کے فروغ کے لیے زیادہ کوشاں رہتے تھے، الفاظ کے استعمال میں بہت محتاط تھے، جو لفظ برسوں جس مسئلے کے تعلق سے استعمال کرتے تھے، جب ضرورت ہوتی اسی کا استعمال کرتے، متبادل مترادف لفظ نہیں، یہ ہمارا پچاسوں بار کا تجربہ ومشاہدہ ہے، ان کی موجودگی میں کام کرنے کی بڑی ہمت اور اطمینان رہتا تھا کہ ہماری کمی خامی ان کی باوزن شخصیت سے چھپ جائے گی، چھتنار درخت کے سایہ کی طرح ان کے عظیم وجود کی چھاؤں میں وقت کی سخت دھوپ سے تحفظ ملتا تھا، اب جب کہ ہم سے جدا ہو گئے تو ایک بڑا خلا اور محرومی کا احساس ہوتا ہے، ہمارا یہ احساس کسی مرید کی طرح عقیدت کے تحت پیدا شدہ احساس نہیں ہے، بلکہ ایک ایسے ایماندار طالب علم کا احساس ہے، جو ہر چیز کو تجسّس اور اس کو سمجھنے والا ذہن رکھتا ہے اور وہ اس کی بہت قدر کرتے تھے، وہ کسی کام میں قدرے تاخیر سے کبھی کبھار خفا بھی ہوتے، ڈانٹ بھی دیتے، لیکن اس میں بڑا پیار ہوتا تھا، مسئلے کے تمام پہلوؤں پر نظر رکھنے کی تاکید کرتے اور جب تحریر تیار ہو کر جاتی تو خوش ہوتے تھے، کچھ دیر پہلے کی ڈانٹ کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا، کیوں کہ بات کرنے اور کام کرنے والوں کو اچھی طرح جانتے تھے، بات تو بات ہے، اگر کبھی کبھار کام میں تاخیر ہو تو یہ مسئلہ نہیں ہے، کیوں کہ کام کرنے والے سے ہی تاخیر ہوتی ہے، جو کام ہی نہ کرے، اس سے تاخیر کا کیا مطلب؟ اسعد قوم کی کچھ باتوں سے بہت سے لوگ اختلاف کر سکتے ہیں، لیکن یہ سب مانتے ہیں کہ وہ لگن کے آدمی، دھن کے پکے اور تعلیم وتربیت، جرأت و ہمت، وضع داری، رکھ رکھاؤ، مقاصد کے تئیں بیداری کا نمونہ اور اربابِ اقتدار کے سامنے ملک وملت کے مسائل کو لاگ لپیٹ کے بغیر جھکے، بے باکی سے کہنے کے عادی تھے، وہ ملک وملت کے مسئلے کو ہندو مسلم مسئلہ نہیں بناتے تھے، بلکہ انصاف، بے انصافی، برابری، غیر برابری، حق وناحق کے تناظر میں دیکھتے تھے، حتیٰ کہ بابری مسجد کے مسئلے کو بھی ہندو مسلم مسئلہ کے بجائے فرقہ پرستوں کی سازش کا نتیجہ اور انصاف اور سچائی کا مسئلہ بتاتے تھے، وہ ہر طرح کی فرقہ پرستی کے خلاف اور ہندو مسلم اتحاد کے قائل تھے، قومی اتحاد اور جمہوریت اور سیکولرزم کے تحفظ اور امن وقانون کی بالاتری کے لیے سدا کوشاں رہے، یہ انھیں اپنے عظیم والد حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ سے ورثہ میں ملا تھا، تاہم ان کی عملی اور ملّی وقومی زندگی کا آغاز جمعیۃ علماء دیوبند کے نائب صدر کی حیثیت سے ہوا، اور ۱۹۶۰ء میں جمعیۃ علماء اترپردیش کے صدر ہو گئے اور تین سال بعد ۹؍اگست ۱۹۶۳ء میں جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سکریٹری اور ۱۱؍اگست ۱۹۷۳ء میں اس کے صدر منتخب ہوئے۔ مسلسل ۳۳ سال تک بلا مقابلہ صدر منتخب ہوتے رہے، یعنی ۴۳ سال جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے ملک وقوم کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا، جب کہ ملک کے ایوانِ بالا (راجیہ سبھا) میں ۱۸ سال، تین ٹرم ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۶ء اور ۱۹۸۸ء سے ۱۹۹۴ء تک اقلیتوں اور ملک وقوم کے مسائل کو پیش کر کے حکومتِ وقت کو ان کے حل پر مسلسل توجّہ دلائی اور کہنا چاہیے کہ ان کی کامیاب نمائندگی کی، ۱۹۶۲ء میں مجاہدِ ملت مولانا حفظ الرحمٰن

سیوہارویؒ کے سانحہ ارتحال سے مظلوموں خصوصاً مسلمانوں کے حقوق کے لیے اور فرقہ پرستی، ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرنے کے سلسلے میں جو خلا پیدا ہوگیا تھا، اسے مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے بہ خوبی پر کیا، پورے ملک میں یہ تاثر عام تھا کہ اب مظلوموں، اقلیتوں کا کیا ہوگا، اس کا مکمل جواب مولانا مدنیؒ کی شکل میں ملک وملت کو ملا اور کچھ ہی عرصہ میں ملت کی مایوسی امید میں بدل گئی، راقم کی ترتیب اور مولانا محمود مدنی کی توجہ سے ان کی ۱۸ سالہ پارلیمانی تقاریر ''صدائے حق'' کے نام سے الجمعیۃ بکڈپو سے شائع ہوگئی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے ہر انصاف پسند کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مولانا مدنیؒ نے ملت کی نمائندگی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، اس کے جذبات کو صحیح عنوانات دینے کا لائق تحسین کام کیا ہے، مسئلہ آسام، شہریت کے مسائل، بابری مسجد، مقابر و مساجد کا تحفظ، فسادات کی روک تھام، ریلوے، امن وقانون کی بحالی، مسلم یونیورسٹی، اس کا اقلیتی کردار، اقلیتوں خصوصیً مسلمانوں کے آئینی حقوق کا تحفظ، تحفظ شریعت، زندگی کے مختلف شعبوں میں ان کی متناسب نمائندگی، یکساں سول کوڈ، اوقاف، ہندومسلم اتحاد، فرقہ پرست عناصر کی تخریبی سرگرمیاں جیسے امور پر مولانا مدنیؒ نے جس جرأت وصفائی سے اپنے نقطۂ نظر و خیالات کو پیش کیا، حتیٰ کہ اپنی پارٹی کے خلاف بھی جس بے باکی سے محض انصاف کے تقاضوں کی تکمیل اور امن وقانون کی بالاتری کے لیے آوازِ حق بلند کی ہے وہ صداقت شعاری، حق گوئی کی روشن مثالیں ہیں۔ انھوں نے مظلوموں کی حمایت اور حب وطن کی ایک تاریخ رقم کی ہے، ایسی مثال کم ملتی ہے کہ پارٹی مفاد سے اوپر اُٹھ کر محض انصاف اور سچائی کے حق میں آواز بلند کی گئی ہو، لیکن مولانا مدنیؒ نے اس شاندار روایت کی پوری پاسداری کی۔

اسی طرح جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس ہائے عام کے خطبہ ہائے صدارت اور مختلف مواقع پر مختلف اجلاسوں، کانفرنسوں کی صدارتی وافتتاحی کلمات و بیانات بھی ان کی بیدار مغزی، ژرف نگاہی اور بصیرت افروزی کے عمدہ نمونے ہیں، ان کی قیادت میں جمعیۃ علماء ہند مسلمانوں کی حیثیت سے اُبھری، فسادات اور قدرتی آفات کے متاثرین کی بازآبادکاری میں تاریخی و مثالی رول ادا کیا ہے، انسانی حقوق کی پاسداری اور کمزور طبقوں کی تعلیمی و اقتصادی ترقی کے لیے ان کے کام سے جمعیۃ کو بڑا وقار واحترام ملا۔ ان کے عہد نظامت وصدارت میں ملک وملت کا شاید کوئی مسئلہ ہو، جو جمعیۃ علماء ہند کا مرکز توجہ نہ بنا ہو۔ وقت کے تمام مسائل اس کے احاطہ جدوجہد میں رہے ہیں، سینکڑوں دینی، سماجی، فلاحی اداروں کی سرپرستی ورکنیت کا شرف انھیں حاصل رہا ہے، کانگریس ورکنگ کمیٹی، راجیہ سبھا کی ضوابط کمیٹی، سرکاری یقین دہانی کمیٹی، علی گڑھ کورٹ، رابطہ عالم اسلامی مکہ، مجموع البحوث الاسلامیہ قاہرہ، مؤتمر اسلامی تونسیہ، مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند، مدرسہ جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد، مرکزی وقف کونسل، اُردو کونسل، ہمدرد ٹرسٹ، مرکزی حج کمیٹی کے رکن ہونے کے علاوہ مسلم پرسنل لاء بورڈ اور آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت کے بانی ارکان میں سے تھے۔ مولانا مدنی کی شخصیت مختلف شعبہ ہائے زندگی کو محیط اور ملک وبیرون ملک میں رہنے والے مسلمانوں کی دینی، ملّی رہنمائی، دعوت و تبلیغ، روحانی تربیت، سب ان کا محور عمل اور میدانِ کار تھیں، ان کی شخصیت ایسی تھی کہ ملک وبیرون ملک میں چھائی ہوئی تھی، جب نگاہ اُٹھی وہ مرکز میں رہی، ان کو نظرانداز کرنا مشکل تھا، انھیں محبوبیت وفدائیت کا مقام حاصل تھا۔ تاحیات منصف رشد وہدایت پر فائز رہے، گرچہ انھیں اصلاً خصوصی خلافت و اجازت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھی، تاہم حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے تمام خلفاء وخدام نے متفق ہوکر اجازت سے نوازا تھا۔ اس حوالے سے ان کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ اس سلسلے میں ان کے اتنے تبلیغی ودعوتی اسفار، ملک وبیرون ممالک ہوئے ہیں کہ بڑے بڑے سیّاح بھی ان سے پیچھے رہ جائیں گے۔ عبادت اور ذکر وفکر کا انہماک ومعمول مثالی تھا، مدھیہ پردیش کے مفتی مولانا عبدالرزاق صاحب اور دوسرے بہت سے حضرات سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہمیں مولانا اسعد مدنیؒ کی نماز نے گرویدہ بنایا ہے، سیاسی حلقوں میں بھی انھیں احترام حاصل تھا۔ تمام سیاسی پارٹیوں کے ذمے دار لحاظ کرتے تھے اور ان کی شخصیت کا وزن محسوس کرتے تھے، ان کی باتوں پر توجہ دیتے تھے، لکھے خطوط کو قابل اعتنا سمجھتے تھے، جنھیں ہر ضرورت مند کی خاطر متعلقہ پارٹیوں اور افراد کو بلا جھجک لکھتے رہتے تھے، چاہے دینی حلقہ ہو یا سماجی، سیاسی سب میں مولانا مدنیؒ کو بڑا اعتبار حاصل تھا۔ ان کے ہم سے جدا ہوجانے سے مختلف سطحوں پر ایک بڑا خلاف پیدا ہوگیا ہے۔ اس کا ملک وملت کو شدت سے احساس ہے، جیسا کہ مختلف حلقوں کی طرف سے سامنے آنے والے تعزیتی بیانات وتاثرات سے مترشح ہوتا ہے کہ ان کی خدمات کا دائرہ کہاں تک وسیع تھا، ملت کا یہ احساس ہی ان کے کردار وعمل کی پائیداری اور زندگی کا ثبوت دیتا رہے گا اور واقعہ یہ ہے کہ زندگی تو عمل سے ہی بنتی ہے، جسمانی وجود سے نہیں اور اسعدؒ قوم نے اپنے سراپا جدوجہد اور متحرک وجود سے عمل کی تحریک وترغیب پیدا کی ہے، ملک وملت کو حیات بخش رہنمائی دی ہے جو ناقابل فراموش بھی ہے اور ہمیں روشن مستقبل اور مسلسل جدوجہد کی طرف لے جانے والا بھی۔

○○

وہ منصب نبوت کے امین تھے

مولانا محمد انعام اللہ قاسمی استاذ معہد اسلامی مانک مئو

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ صاحب منصب نبوت کے امین اور پیغمبری جذبہ، پیغمبری تڑپ اور نبوی سوز واضطراب کی آئینہ دار تھے۔ اسی لیے وہ ان تمام حالات سے دوچار ہوئے جن سے اس راہ کے راہی دوچار ہوتے ہیں اور تمام حالات کا انھوں نے پامردی اور ہمّت سے مقابلہ کیا۔ نہ وہ کبھی گھبرائے نہ خوف وہراس کو انھوں نے خود پر حاوی ہونے دیا کبھی نہ بکے اور نہ ہی جھکے یقیناً ان کی موت سے ہر قلب مضطرب ہے۔ آنکھ نمناک ہے اور اس حادثہ پر جو آنکھ نمناک نہ ہو اس کا کوئی عذر قابل قبول نہیں یہ حادثہ مدنی خاندانی یا دارالعلوم و جمعیۃ علماء سے وابستہ شخصیات کا نہیں ہے۔ بلکہ ملک و ملت کا حادثہ ہے وہ دانشوران ہوں، سیاسی رہنما ہوں، دینی قیادت کے حاملین ہوں، مدارس ومکاتب سے وابستہ دردمند ہوں، تبلیغی جماعت کے داعی ہوں، عصری دانش گاہوں کے ناخدا ہوں یا دیہات اور گاؤں کے رہنے والے ہوں وہ خود کو بے یار ومددگار یتیم محسوس کررہے ہیں۔

انھوں نے پیغمبر کے ایک مخلص بے لوث اور سچے جانشین کی طرح پیغمبری مقاصد کی ترویج واشاعت میں اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ صرف کیا اور وقت، حالات اور ماحول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب پر جس طرح کا انشراح فرمایا وہ بڑی تندہی، ہمّت، اعتماد اور مکمل بصیرت سے اس پر گامزن رہے اور بیک وقت انھوں نے دعوت وارشاد تزکیہ وتربیت سیاست وحکومت اصلاح معاشرہ، فرقہ باطلہ تک صحیح پیغام رسانی، برادران وطن کو اسلام وقرآن کی دعوت ارباب انتظام کی رہنمائی ملک وبیرونی ممالک کے اسفار، مدارس و مکاتب کا رابطہ، صرف دینی تعلیمی ادارے، صرف عصری دانش گاہیں اور دینی ماحول میں عصری تعلیم اقتصادیات کو مضبوط کرنے مسلمانوں کو سود سے بچانے کی عملی کاوشیں، ہسپتال، ٹیکنکل ادارے اور مصیبت زدہ علاقوں کی ہر ممکن دادرسی وخیر خواہی اور ان سب سے بڑھ کر افراد سازی رجال کار کی فراہمی وغیرہ کی جوخدمات انجام دی ہیں وہ صرف اور صرف انھیں کا حصّہ تھا ان کی تفصیلات کو کتاب کی ضرورت ہے۔ آج کونسا علاقہ ہے جہاں ان کے نقوش نہ ہوں، کون سا میدان ہے جو ان کی خدمات کا منہ بولتا شاہکار نہ ہو اور کس جگہ ان کے مریدین اور پروردہ افراد نہیں ہیں:

شورش عندلیب نے روح چمن میں پھونک دی
ورنہ یہاں کلی کلی مست تھی خواب ناز میں

انھوں نے دارالعلوم کی مدرسی کو معراج سمجھا نہ جمعیۃ علماء کی صدارت کو آخری منزل مقصود کیا اور نہ ہی کسی بڑے سے بڑے عہدہ منصب سرپرستی اور رکنیت کو مقصد زندگی تصور کیا بلکہ کام کی فکر، انسانیت کی فلاح، احقاق حق، ابطال باطل اور امت کی فلاح و بہبودگی، مخلوق خدا کی ہمدردی وخیر خواہی اور امت میں امتی ہونے کا احساس دینی اداروں کی فکر اور قرآن وسنت کی حاکمیت گھر میں بھی کاروبار میں بھی خوشی وغمی میں بھی عسر وتنگی میں بھی اور فقر و غنا میں بھی ان کی زندگی کا جزو لاینفک تھا:

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

وہ اپنے ان مقاصد کے کے لیے آگے بڑھتے رہے، بے پناہ معاہدات کرتے رہے۔ راہیں ان پر کھلتی رہیں کام کا سجھاؤ پالنہار دیتا رہا اور نہ جانے کتنی صدارتیں کتنے اعزازات اور کتنی سرپرستیاں جن کے لیے لوگ دوڑ دھوپ کرتے ہیں، توڑ جوڑ ہوتی ہے، منصوبہ بند پروگرام بناتے ہیں وہ بغیر مطالبہ وسوال کے سامنے سرنگوں ہوتی رہیں اور جس انسان کی نیت آخرت ہوتی ہے، دین ہوتا ہے، دنیا اس کے پاس ناک رگڑتی ہوئی آتی ہے۔ مجھے کہنے دیجیے۔ اس ذات گرامی کو عہدوں سے عزت نہیں ملتی تھی جبکہ عہدے مناصب اور صدارتیں اس کی وجہ سے عزت وخدمت اور زندگیاں پاتی تھیں۔

وہ بہت بڑے مصنف نہیں تھے ان کی کتابوں کی بہت طویل فہرست نہیں ہے اور اتنے محاذوں پر رہنے والا انسان یہ کر بھی نہیں سکتا۔ مگر یہ بھی ایک زندہ حقیقت ہے کہ انھوں نے جن فتنوں کا ادراک کیا جن مسائل کا تقاضہ سامنے آیا اور وقت کو جن چیزوں کی ضرورت ہوئی انھوں نے اس کے لیے نہ صرف مصنف، شارحین اور مرتبین تیار کیے۔ بلکہ ادارے اور تحریکوں کو وجود بخشا، جنھوں نے ان مسائل پر بڑی مفصل ومضبوط کتابیں ترتیب دی، جن کی مکمل حوصلہ افزائی، رہنمائی، اسی عظیم سپوت نے فرماکر ملت پر احسان عظیم کیا ان کی تفصیل کی یہ مختصر تحریر متحمل بھی نہیں۔

یہاں حضرت مولانا کی زندگی کا یہ کارنامہ تحریر کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ انھوں نے اپنی قوم وملت کو بڑا اعتماد وحوصلہ بخشا ہے اور ملک میں جب بھی

اسلام دشمن عناصر نے سر ابھارا اور فکر مند افراد کو پس دیوار زنداں کیا اور ان میں شکست خوردگی پیدا کرنے کی مختلف انداز پر کوشش کی اور ایسی فضا بنائی کہ کچھ کہنا، بولنا، لکھنا دوبھر ہوگیا تو اس وقت میں یہی مرد میدان میں آیا اور بڑی بڑی کانفرنسیں کیں اور ہمت کو اعتماد بخشا۔ انھیں حوصلہ دیا اور کھل کر کام کرنے کے مواقع فراہم کیے۔ اگرچہ کچھ حضرات نے ان کے اس طریقہ پر نکتہ چینی بھی کی، اس کو بے فائدہ بھی بتایا، اسے قوم کے ساتھ مذاق سے تعبیر کیا ان کی خبروں تک کو جو جگہ اخبارات میں ملنی چاہیے تھی نہ ملی۔ مگر انھوں نے اس کی مطلقاً پرواہ نہ کی۔

انھوں نے وقت کے وزیر اعظم کو خط میں تحریر فرمایا تھا کہ جس بات کی ہمیں سب سے زیادہ تکلیف ہے وہ خود آپ کا رویہ ہے۔ اقلیتوں سے متعلق اہم مسائل پر آپ کے متضاد بیانات ظاہر کرتے ہیں کہ اقدار کے تئیں آپ کی ذمہ داری کے احساس کی گہرائی گھٹنے سے بھی نیچے ہے نہ صرف یہ کہ آپ نے سیکولرزم اور جمہوریت کے دشمن سنگھ پریوار کی تنظیموں کو لگام دینے سے احتراز کیا ہے بلکہ بسا اوقات آگے بڑھ کر ان کی مدد اور حوصلہ افزائی کی ہے۔ عوام کے بڑے طبقے میں یہ احساس تیزی سے پھیل رہا ہے کہ جن خطوط پر آپ ملک کو لے جارہے ہیں اس سے ہماری قومی وحدت کو سخت نقصان پہنچے گا۔'' یہ بھی ایک سچی حقیقت ہے کہ اتنے عظیم الشان کام کرنے والا کوئی بھی فرد سب افراد کو خوش نہیں رکھ سکتا ہے اور تمام طبقات کے نظریات کو متحد نہیں کرسکتا ہے۔ اس لیے اس کے مخالفین بھی ہوتے ہیں اور اس کے خلاف محاذ بھی کھولے جاتے ہیں اور اس عشق و محبت کی نگری کا دستور بھی یہی ہے کہ کلمۂ خیر کہیے اور گالیوں سے دامن بھریئے، پھول نچھاور کیجیے اور کانٹوں سے دامن بھریئے، راستی کے مسلک پر چلیے اور تفریق بھگتیے۔ دیانت کی روش پر چلیے اور خائن کہلوایئے۔ زخموں پر مرہم رکھیے اور زخمی ہوجایئے، حضرت امیر الہند کے ساتھ بھی یہی ہوا انھیں ان کی بے لوث خدمات کے سلسلہ میں ہر طرح مطعون کیا گیا ہے ان کی نیت پر شک وشبہ کیا گیا، جلسے ان کی مخالفت میں ہوئے، مجلسوں میں ان کے ساتھ بدسلوکی کی گئی، ان کے کارٹون شائع کیے گئے، دارالعلوم دیوبند میں سب سے پہلے انھوں نے قادیانیت کے بڑھتے سیلاب سے ارباب علم وفکر کو آگاہ کرکے اس کے مقابلہ کی دعوت دی۔ ایک پمفلٹ منظر عام پر آیا جس کے ایک دوشعر ذہن ودماغ کے اُفق سے قرطاس پر آنے کے لیے بے تاب ہیں جس سے مخالفت کی ذہنیت کی عکاسی ہوتی ہے۔

دیوبند شہر میں خاموش تھے سب فتنہ گرے
کوئی تحریک، نہ اجلاس، نہ شوری نہ نعرے
اِک روز چھپی اخبار میں یہ خبرے
جلسہ ختم نبوت پہ ہے باصد کروفرے
جن کے القاب بڑے نام بہت مختصرے
اندر کچھ تھا کہ نہ تھا کون یہ تحقیق کرے

یہ ان حضرات کا مقدر تھا، مگر وہ بندۂ خدا وہ حسینی کردار وعزم کا حامل اپنے اسلاف واکابر کی روایات کا امین و پاسبان، نیکی کا سپاہی، تقدس کا امام، ان سے بے نیاز ہوکر انھیں تکالیف پہنچانے والوں کے لیے راحتوں کی راہ ہموار کرتا رہا۔ انھیں زخمی کرنے والوں کی ہمدردی کی جنگ لڑتا رہا اور عشق زخم کھا کر دارو رسن کی طرف مسکراتا ہوا بڑھتا رہا، راستہ روکنے والے راستہ روکتے روکتے تھک گئے۔

حضرت مولانا کے چلے جانے سے یقیناً خلا پیدا ہوا۔ جسے کوئی ایک فرد شاید ہی پُر کرسکے اور اس دور میں جبکہ شخصیات اٹھتی جارہی ہیں۔ ان کی یادیں مدتوں رلائیں گی ایسے افراد مدت کے بعد پیدا ہوتے ہیں لیکن وہ مولی اس وقت کی چارہ سازی کرنے والا ہے۔ وہ افراد تیار کرتا رہے گا جو اپنے زمانہ کے مزاج و مذاق کے مطابق کام کرتے رہیں گے اور ابھی بھی کام باقی ہیں اور کام کرنے والے بھی۔

اسلام دشمن طاقتیں میدان میں ہیں اور ہر طبقہ کو متاثر کرنے میں سرگرم ہیں اور ہمیں ابھی آپسی اختلافات سے فرصت نہیں مقصدی چیزوں سے ہٹ کر غیر مقصدی چیزوں میں زندگی بسر ہوجاتی ہے۔ بس صرف اور صرف اپنی اپنے پریوار کی اور اپنی عزت وعظمت کی فکر ہے اور تمام تر کاوشیں اسی پر صرف ہوتی ہیں اسلام وقرآن کے ٹائٹل بھی اب اسی کے لیے لگائے جاتے ہیں۔ جن کے لیے احادیث میں بہت سخت انتباہ ہے صرف معدہ، صرف مال، صرف عہدہ اور صرف اپنی عظمت ہی تو سب کچھ نہیں ہم تو نبی امی کے امتی ہیں ہمارے پاس جو پیغام ہے اس میں پوری دنیا کی فوز وفلاح ہے وہ عالمی دعوت ہے عالمی بحران کا اس میں علاج ہے۔ وہ بوسیدہ ہوتا ہے، نہ پرانا، نیا بالکل نیا جدید تقاضوں کا رہنما ہے اور دنیا آج بھی اس کی پیاسی ہے۔ یہی چشمہ صافی، اس سسکتی دنیا کو وہ سب کچھ عطا کرسکتا ہے۔ جو جاچکے وہ تو اپنے اعمال کے مطابق جزا وسزا پارہے ہیں۔ پر ہمیں بھی تو اپنی زندگی کارگر، نفع بخش اور فائدہ مند بنانی چاہیے یا کم از کم ہماری ذات سے کسی کے کام کا نقصان ہو اور وقت اجل پر احساس ہو کہ کوئی چل بسا، کسی نے دنیا چھوڑ دی، دنیا محروم ہوگئی۔

○○

عالم اسلام کی ایک عبقری شخصیت

مفتی ریاست علی قاسمی استاذ جامعہ خادم الاسلام ہاپوڑ

برصغیر میں دینی، ملی، قومی، ملکی اور سیاسی خدمات کے حوالہ سے جن ممتاز اور نامور شخصیات کو تاریخ میں ہمیشہ یادرکھا جائے گا ان میں عالم اسلام کے عظیم رہنما، عبقری شخصیت، فدائے ملّت امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ سابق صدر جمعیۃ علماء ہند کی ذات گرامی بھی شامل ہے جن کامختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

خاندان اور ولادت

آپ حسینی سادات خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو تقریباً انیس پشت قبل ہندستان آیا تھا آپ کے والد ماجد شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ ہندستان کے نامور بزرگ، شہرہ آفاق محدث، تحریک آزادی ہند کے عظیم قائد و رہنما دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین و شیخ الحدیث اور مشہور شیخ طریقت تھے۔ اس بابرکت خاندان میں ۱۶/ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۷/اپریل ۱۹۲۸ء بروز جمعہ بمقام دیوبند آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد سے دیوبند آ کر مقیم ہوگئے تھے بعد میں آپ نے دیوبند میں مستقل سکونت اختیار فرمائی۔

تعلیم اور فراغت

آپ کا تعلیمی سلسلہ از ابتداء تا انتہا دارالعلوم دیوبند میں جاری رہا، قرآن کریم حفظ و ناظرہ، دینیات، تجوید اور درس نظامی کی جملہ کتب دارالعلوم ہی میں پڑھیں اور ۱۹۴۷ء میں فراغت پائی۔

اساتذہ کرام

آپ کے اساتذہ کرام میں آپ کے والد ماجد شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے علاوہ شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہویؒ، امام المعقولات علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ، مولانا سیّد اصغر حسین دیوبندی، مولانا مفتی سیّد مہدی حسن صاحب شاہجہان پوری، مولانا قاری اصغر علی صاحب سہسپوری، مولانا جلیل احمد صاحب کیرانوی، مولانا سیّد فخر الحسن مرادآبادیؒ جیسے جلیل القدر اکابرین اور علوم نبوت کے آفتاب و ماہتاب شامل ہیں۔

خاص اور ممتاز رفقاء درس

آپ کے خاص رفقاء درس میں مولانا قاری محمد میاں صاحب گلاؤٹھیؒ سابق صدر جمعیۃ علماء صوبہ دہلی و استاذ حدیث مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی، مولانا قاری مشتاق احمد بلندشہریؒ، سابق شیخ الحدیث جامعہ عربیہ خادم الاسلام ہاپوڑ، مولانا عبداللہ صاحب بستوی مہاجر مدنی، مولانا قاری شریف احمد صاحب گنگوہی، مولانا ناظر حسین صاحب مہتمم جامعہ عربیہ خادم الاسلام ہاپوڑ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

درس و تدریس

فراغت کے بعد مختصر مدت کے لیے اپنے والد کے ہمراہ وقت صرف کیا اوران کی خدمت کی سعادت حاصل کی پھر شوال ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۰ء سے ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء مسلسل بارہ سال تک درس نظامی کی کتب کا درس دارالعلوم دیوبند میں دیا آپ کے زیر تدریس عام طور سے متوسط درجہ کی کتب رہتی تھیں پھر ملی ضروریات اور قومی خدمات کے پیش نظر تدریسی سلسلہ موقوف ہوگیا اور آپ دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہوگئے۔

جمعیۃ علماء ہند سے وابستگی اور مختلف عہدوں پر خدمات:

جمعیۃ علماء ہند اوراس کے مقاصد سے تعلق آپ کو ورثہ میں ملا تھا تاہم اس کے ساتھ عملی طور سے وابستگی کا آغاز جمعیۃ علماء دیوبند کے نائب صدر کی حیثیت سے ہوا۔ اس وقت ان کے والد بقید حیات تھے پھر جمعیۃ علماء اُترپردیش کا صدر منتخب کرلیا گیا اس دوران آپ کی قومی، ملکی اور اجتماعی خدمات جمعیۃ علماء کی تاریخ کا سنگ میل ہیں۔

جمعیۃ علماء ہند کی نظامت عمومی اور صدارت:

۹/اگست ۱۹۶۳ء کو آپ کو جمعیۃ علماء ہند کی نظامت عمومی کے منصب پر فائز کیا گیا اور اپنی بے مثال جدوجہد سے پوری جماعت میں تازگی پیدا کی جمعیۃ علماء ہند کے ورکروں میں نئی روح پھونک دی اور مکمل دس سال تک آپ نے اس عظیم منصب کو زینت بخشی پھر ۱۱/اگست ۱۹۷۳ء میں جمعیۃ کی مرکزی صدارت نے آپ کی قدم بوسی کی اور اتفاق رائے سے جمعیۃ علماء ہند کی صدارت کے عظیم منصب پر فائز ہوئے اور اپنی حیات مستعار کی آخری سانس ۶/فروری ۲۰۰۶ء تقریباً ۳۳ سال تک اس عظیم منصب پر فائز رہے۔ جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے آپ نے ہمیشہ مسلمانوں کے حقوق کی لڑائی ارباب اقتدار سے لڑی۔ ملّی امور اور مسلمانوں کے مسائل میں کبھی مصلحت کوشی سے آپ نے کبھی کام نہیں لیا۔ آپ نے اسلاف کے سچے جانشین اور اکابر کے ورثہ کے امین اور رہنما ہونے کے ناطے جمعیۃ علماء ہند کے وقار اور

اس کے اثرات ہی میں اضافہ نہیں کیا بلکہ اس کے وسائل اور ذرائع میں بھی اضافہ کیا ہے۔

آپ نے اپنے دورِ صدارت ونظامت میں پورے ملک میں جمعیۃ علماء ہند کی شاخوں کا جال پھیلا دیا اور اس کے تمام شعبوں کو اتنا شاندار متحرک اور فعال بنا دیا کہ جمعیۃ کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ جمعیۃ علماء ہند کے تعلق سے آپ کی خدمات جلیلہ کے عنوانات (جو اپنی جگہ مستقل تاریخ ہیں) کی مختصر فہرست اس طرح ہے۔فسادات کی روک تھام اور مظلومین کی امداد اور فریادرسی، مسئلہ کشمیر، مسئلہ آسام مسلم اوقاف کی حفاظت اور جہد وجہد اُردو کا تحفظ اور اس کی بقا، عالم اسلام سے ملت کا واسطہ اور تعلّق، بابری مسجد، مسلم یونیورسٹی کا تحفظ اور اس کے اقلیتی کردار کی بحالی کے لیے جدوجہد، مسئلہ ارتداد اور اس کا ڈٹ کر مقابلہ، مسلمانوں کی اقتصادی بحالی کے پروگرام، مسلم پرسنل لاء، تحفظ حرمین شریفین، مسئلہ فلسطین، مسئلہ افغانستان، چیچینیا، بوسنیا ہرزے گووینا، مسئلہ عراق وکویت، تحفظ شریعت، تحفظ حقوق شہریت، یکساں سول کوڈ، اصلاح معاشرہ، رویت ہلال، امارت شرعیہ، مسئلہ کسٹوڈین، جبری نسبندی، تعمیری وتعلیمی پروگرام ارتدادی علاقوں میں مکاتب کا قیام عصری تعلیمی اداروں کا قیام اور اس کے لیے جدوجہد ملّت اسلامیہ ہندیہ کے حقوق کی بازیابی کے لیے جدوجہد اور کوشش فرق باطلہ اور فرق ضالہ کا دفاع، فتنہ قادیانیت کی بیخ کنی کے لیے جدوجہد، مسلک دیوبند اور اکابرین دیوبند کی خدمات جلیلہ کا عالم اسلام میں تعارف، دارالعلوم دیوبند اور دیگر عظیم مدارس کی سرپرستی اور شوریٰ کی رکنیت، محاکم شرعیہ کا قیام، ادارۃ المباحث الفقہیۃ کا قیام اور مشکل مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے پورے ملک کے مفتیان کرام اور بابصیرت علماء کرام کے فقہی اجتماعات ہیں جو مستقل تصانیف کی متقاضی ہیں اور انشاء اللہ کوئی مورخ اس عظیم خدمت کو انجام دے گا۔

امیر الہند کا منصب جلیل:

ملّت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کے لیے امارت شرعیہ کا قیام ہندستانی مسلمانوں کی دیرینہ آرزو اور علماء کرام کی جدوجہد کی تاریخ کا روشن باب ہے۔اس کا آغاز انگریزی دورِ حکومت میں ۲۰؍فروری ۱۹۱۹ء سے ہوگیا تھا۔ جمعیۃ علماء ہند نے اپنے قیام کے روزِ اوّل سے کل ہند طریقہ پر امارت شرعیہ کے قیام کی جانب بھرپور توجہ مبذول رکھی اور مختلف مواقع پر اس کے لیے کسی نہ کسی حد تک جدوجہد جاری رہی چنانچہ صوبہ بہار میں جمعیۃ علماء ہند کی جدوجہد سے امارت شرعیہ کا نظام ۱۹۲۱ء سے برابر جاری ہے۔اور اس وقت مولانا نظام الدین صاحب دامت برکاتہم بہار کے چھٹے امیر شریعت ہیں اس سعی مسلسل کے نتیجہ میں جمعیۃ علماء ہند کی دعوت پر ۲؍نومبر ۱۹۸۶ء مدنی ہال بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی میں علماء کرام، مفتیان عظام اور دانشوران ملک و ملت کا ایک عظیم اجتماع منعقد ہوا جس میں پورے ملک کے چودہ صوبوں سے تین ہزار سے زائد افراد شریک تھے۔اور باتفاق رائے امارت شرعیہ ہند کے قیام کا فیصلہ کیا گیا اس کا اولین امیر الہند محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نوراللہ مرقدہٗ اور نائب امیر الہند فدائے ملّت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کو منتخب کیا گیا پھر فوراً بعد امیر الہند کے دست مبارک پر حاضرین نے بیعت فرمائی اور شرعی امور میں سمع وطاعت پر عہد کیا۔ پھر امیر الہند اول حضرت محدث کبیرؒ کے وصال کے بعد ۹؍مئی ۱۹۹۲ء کے عظیم الشان نمائندہ اجتماع میں حضرت والا کو امیر الہند منتخب کیا گیا۔مجاہد ملت کے وصال کے بعد پارلیمنٹ کے ایوان بالا میں کوئی مسلمانوں کا ترجمان باقی نہ رہا تھا اس لیے حضرت والا نے ۱۹۶۸ء میں راجیہ سبھا کی رکنیت قبول فرمائی اور مسلسل اٹھارہ سال (تین ٹرم) تک حضرت مولانا راجیہ سبھا کے رکن رہے اور برابر حضرت والا کی حق وصداقت کی آوازوں سے ایوان حکومت گونجتا رہا۔آپ کی پالیمانی تقاریر (صدائے حق) کے نام سے شائع ہوچکی ہیں۔آپ اگرچہ پشتینی کانگریسی تھے اور کانگریس کی حمایت بالواسطہ نہیں بلکہ براہِ راست کرتے تھے لیکن انھوں نے جمعیۃ علماء ہند کو کانگریس یا کسی اور سیاسی پارٹی کی ذیلی تنظیم نہیں بننے دیا اور کانگریس میں رہتے ہوئے کانگریس کے غلط اقدامات پر برابر نکیر فرماتے رہے اور ان کی غلط کاریوں سے ایوان حکومت کو مطلع کرتے رہے اور مسلمانوں کے حقوق کی بازیابی کے لیے برابر کوشاں رہے۔

دارالعلوم دیوبند اور دیگر مدارس کی سرپرستی

آپ دارالعلوم دیوبند کے فرزند جلیل اور نامور فیض یافتگان میں سے ہیں۔دارالعلوم دیوبند ہی سے آپ کو سب کچھ حاصل ہوا۔ بلاشبہ آپ اپنے مادرِ علمی کے مخلص سپوت ہیں اس لیے مادرِ علمی کی خدمت اور اس کی ترقی و استحکام کے لیے جدوجہد آپ کا نصب العین رہا ہے۔فراغت کے بعد مسلسل بارہ سال تک تدریسی ذمہ داریاں پوری کرتے رہے پھر بعض ملّی، قومی تقاضوں کے پیش نظر اگرچہ آپ نے تدریسی ذمہ داریوں سے خود علاحدگی اختیار کرلی تھی مگر باہر رہ کر دارالعلوم دیوبند کی خدمت انجام دیتے رہے۔ چنانچہ صدر جمہوریہ عالی جناب فخر الدین علی احمد مرحوم کی دارالعلوم دیوبند تشریف آوری کے موقع پر اس طرح اجلاس صد سالہ کے موقع پر دارالعلوم کے لیے آپ کی خدمات دارالعلوم کی تاریخ میں سنہرا باب ہیں لیکن شعبان ۱۴۰۵ھ میں دارالعلوم دیوبند کی ہیئت حاکمہ میں شامل ہوگئے اور دارالعلوم کے وسائل کی توسیع اور دیگر امور میں آپ کی مخلصانہ کاوشیں آخری دم تک قائم رہیں۔اور آپ کی ساعی جمیلہ سے دارالعلوم کا حلقہ اثر داخلی اور خارجی ہر اعتبار سے شاہراہ ترقی پر رواں دواں رہا۔دارالعلوم دیوبند میں کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام، شعبہ تخصص فی الحدیث، شعبہ انگریزی ادب، شیخ الہند

اکیڈمی وغیرہ کا اضافہ آپ کی خصوصی دلچسپی کا ثمرہ ہے۔ نیز ۸؍ربیع الاوّل ۱۳۷۸ھ سے مسلسل آپ مجلس شوریٰ مدرسہ شاہی مراد آباد کے رُکن رکین ہیں۔ مدرسہ شاہی کی تعمیری، تعلیمی اور انتظامی اور آپ کی دلچسپی تادم حیات قائم رہی ہے، مدرسہ شاہی میں آپ کی حیثیت سرپرست اعلیٰ کی تھی۔ مدرسہ شاہی آپ کی اصابت رائے، عاقبت اندیشانہ فیصلوں سے برابر مستفید ہوتا رہا۔ اس کے علاوہ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل، جامعہ عربیہ خادم الاسلام ہاپوڑ، دارالعلوم حسینیہ مظفرنگر، مدرسہ محمودیہ سروٹ، مدرسہ اعزاز العلوم ویٹ، نورالعلوم بہرائچ، ادارہ محمودیہ محمدی لکھیم پورکھیری، مدرسہ فرقانیہ گونڈہ، مدرسہ حسینیہ جونپور نیز بہار، بنگال، آسام، گجرات، راجستھان، میوات، ہریانہ، پنجاب، مہاراشٹر، آندھرا پردیش، مدھیہ پردیش، اُڑیسہ، کرناٹک وغیرہ کے مدارس شامل ہیں۔

دیگر ذمہ داریاں

مدارس کی سرپرستی، جمعیۃ علماء ہند کی صدارت، امارت شرعیہ ہند کی قیادت کے علاوہ آپ جن اداروں سے بحیثیت رکن وابستہ رہے ان کے نام اس طرح ہیں۔ کانگریس ورکنگ کمیٹی، راجیہ سبھا کی ضوابط کمیٹی، سرکاری یقین دہانی کمیٹی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ، مرکزی وقف کونسل، ہمدرد ٹرسٹ دہلی، مرکزی حج کمیٹی، مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ، موتمر اسلامی تیونسیا، موتمر فقہی ریاض، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ وغیرہ ان تمام اداروں سے وابستہ رہ کر آپ نے قوم وملت کی بے لوث خدمات انجام دی ہیں۔

بیعت و ارشاد:

آپ کا بیعت وارشاد کا تعلق اپنے والد محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ سے تھا انھی کی زیر سرپرستی رہ کر آپ نے سلوک کے منازل طے فرمائے اور شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد تمام ہی خلفاء شیخ الاسلام نے آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ پھر خواص اور عوام الناس کی عظیم تعداد نے آپ سے بیعت ہوکر اپنی اصلاح فرمائی۔ ملک و بیرون ملک میں لاکھوں کی تعداد میں آپ کے مریدین ہیں جن میں سینکڑوں کی تعداد میں خلافت سے بھی سرفراز ہوچکے ہوں گے۔ ماہ رمضان میں مسجد رشید دارالعلوم دیوبند آپ کے شیدائیوں سے کھچا کھچ بھری رہتی اور معرفت کے جام پی کر عشق الٰہی میں مست رہتے۔ آج آپ کی رحلت سے ایک دنیا سونی ہوگئی ہے اور ایک عظیم خانقاہ اُجڑ گئی ہے ایک عظیم تربیت گاہ پر ماتم کے بادل چھاگئے ہیں:

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مجمع حسنات وخصائل:

غرض آپ کمالات وفضائل کا مجمع البحار تھے اور آنے والی نسل بلاشبہ آپ کے لائق تقلید کارناموں سے فائدہ اٹھائے گی اور آنے والے مورخین آپ کی حیات طیبہ کے مخفی گوشوں پر لکھتے رہیں گے۔

علالت اور وفات:

آپ متعدد مواقع پر طویل بیماریوں کے عوارض سے دوچار رہے اور طبیعت سنبھل جانے کے بعد اپنی ملی، قومی واصلاحی خدمات میں مصروف ہوجاتے تھے اور آپ کے ملک و بیرون ملک طویل اسفار سے ہم جیسے کم ہمتوں کو رشک آتا۔ آخری مرتبہ ماہ رمضان ۱۴۲۶ھ میں آپ کو عارضہ قلب کا دورہ پڑا پھر عیدالفطر کے بعد آپ گرپڑے اور آپ کے سر میں چوٹ آئی۔ پھر برابر آپ کو غشی طاری رہی۔ اپولو ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ اور مکمل علاج آپ کو فراہم کیا گیا۔ عالم اسلام میں آپ کی صحت کے لیے دعا ہوئی مگر وقت موعود آچکا تھا بالآخر ۶؍فروری ۲۰۰۶ء مطابق ۷محرم الحرام ۱۴۲۷ھ بروپیر شام قبل مغرب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی اور آپ اپنے مولائے حقیقی سے جاملے۔ اناللہ واناالیہ راجعون۔ جنازہ دیوبند لے جایا گیا بعد نماز فجر مورخہ ۸؍محرم الحرام ۱۴۲۷ھ کو آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا محمد طلحہ مدظلہ کی امامت میں لاکھوں افراد نے ادا کی اور مقبرہ قاسمی میں تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائے۔ آمین۔ ○○

Uloom Karnal-1.jpg not found.

مدرسہ شرف العلوم
خانقاہ بوعلی شاہ قلندر شہر کرنال (ہریانہ)

نشاۃ اوّل: ۱۹۹۰ء ——— نشاۃ ثانیہ: یکم جنوری ۲۰۰۳ء
(دو سال مدرسہ بند رہا مالی بحران کی وجہ سے)

مدرسہ شرف العلوم جہاں اس وقت ۱۹۰ طلبہ زیر تعلیم ہیں اور جن کی تعلیم وتربیت کیلئے چار افراد کا ایک مخلص عملہ مصروف کار ہے۔ یہ مدرسہ شہر کرنال کی تقسیم کے بعد پہلا مدرسہ ہے جس نے آج سے دس سال پہلے دین وعلم کی شمع فروزاں کرنے کی کوشش کی تھی اور دیکھتے دیکھتے ہی تاریکیوں وظلمات کے تسلسل نے اسے لب دم کر دیا تھا۔ الحمد اللہ اب دو سال سے اس کی پھر نشاۃ ثانیہ ہوئی اور اس نے شہر کے تقریباً پندرہ ہزار مسلمانوں اور قرب و جوار کے دیہات کے مسلمانوں کو ان کے حقیقی منصب سے آگاہ کرنے کی کوشش کی ہے یہاں کے مسلمان مالی و دینی اعتبار سے بڑی خستہ حالت میں ہیں قادیانیت، ہندوئیت اور دیومالائی تہذیب انھیں اپنے دام فریب کا شکار بنانے کے لیے پوری طرح کوشاں ہیں، یہاں مزدور طبقہ یا معمولی کاروبار کرنے والے مسلمان آباد ہیں۔ اگر کوئی دردمند کبھی یہاں کی بوعلی شاہ قلندر کی ایک ہزار سالہ قدیم مسجد یادگر مذہبی عمارات کے پاس سے گزر جائے تو سچ جانئے اس کا آرام ختم ہو جائے گا دل تڑپ اٹھے گا طبیعت بے چین ہو جائے گی اور آنکھیں اشک بار ہو جائیں گی۔ ایسے ماحول میں کام کرنے کی بہت ضرورت ہے ہندوؤں میں بھی کام کرنا یہاں کا تقاضا ہے اور بکھرے ہوئے مسلمانوں کو ہندو تہذیب سے بچانا قادیانیت کے چنگل سے چھڑانا اور الہ واحد کا پرستار بنانا گھر گھر جا کر ان کی پریشانیوں کو سمجھ کر ان کی اصلاح کی تدابیر کرنا اور عصری تعلیم کے لیے ہائی اسکول تک مدرسہ کا تعلیمی معیار بلند کر کے انھیں قرآن، عقائد اور اسلامی تعلیمات کا مکمل داعی بنانا یہاں کی ضرورت ہے۔ ہم کام کر رہے ہیں اس کو اور وسیع کرنا چاہتے ہیں لیکن ہمارے پاس اتنے اسباب وسائل نہیں ہمارا ادارہ خود بھی مالی بحران سے دوچار ہے ہم ہمت بھر لگے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ کی ذات سے امید رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ حالات بدلیں گے اور اسلام کا آفتاب پھر اس سرزمین میں روشن ہوگا اور اس سرزمین کا اسلامی مستقبل اس کے ماضی سے بھی زیادہ روشن ہوگا۔

آئینہ مدرسہ شرف العلوم

- تعداد طلبہ بیرونی: ۱۱۰ ● مقامی: ۸۰
- کل طلبہ: ۱۹۰ ● تعداد مدرسین وملازمین: ٦
- سالانہ آمدنی: تین لاکھ بیالس ہزار دو سو پچھتّر روپے
- سالانہ اخراجات:

تین لاکھ چھیالس ہزار تیرہ روپے (علاوہ تعمیرات)
قلندر شاہ کے مزار سے متصل عالی شان مسجد ہے لیکن وہ اس وقت گرد راہ بنی ہوئی ہے۔

پیش کردہ: حافظ وقاری مجاہد حسن (ناظم) شرف العلوم خانقاہ بوعلی شاہ قلندر شہر کرنال (ہریانہ) پن 132001

جامعہ عربیہ حسینیہ فیضِ عام بنجر کالونی دھیر نکا روڈ قصبہ ہتھین، ضلع میوات ہریانہ

○ بانی ومہتمم: قاری حافظ آس محمد ○ ناظم: مولانا نعمان صاحب مفتاحی ○ ناظم تعلیم: قاری عرفان حسینی ○ ناظم مطبخ: حافظ مبارک ○ اُستاد: مولانا محمد سلمان صاحب

مختصر تعارف

مدرسہ ہذا، ۲۰۰۱ء میں قائم ہوا۔ مدرسہ کے بانی حضرت قاری حافظ آس محمد ہیں۔ اہل علاقہ میں دینی تعلیم کا معیار دیکھ کر حافظ صاحب کے دل میں ایک خلش سی ہوتی تھی۔ انھوں نے امامت چھوڑ کر اور اکابرین ملت کے مشوروں سے مدرسہ کی بنیاد ڈال دی۔ مدرسہ میں اس وقت کافی تعداد میں عربی سوم تک کے طلبہ وطالبات زیر تعلیم ہیں۔ **مدرسة عائشة للبنات** بھی موضع دھیر نکا میں ان کی زیر نگرانی سرگرم تعلیم ہے جو کہ حافظ صاحب کا آبائی گاؤں ہے۔

جن حالات میں حافظ صاحب نے مدرسہ قائم کیا اس وقت مدرسہ میں کوئی بھی مالی سہارا نہیں تھا۔ حافظ صاحب نے اپنی زمین وقف کر کے کام شروع کیا۔ ان کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان تھا: خیر کم من تعلّم القرآن و علمه‘۔

دھیر نکا ایک تاریخی جگہ ہے۔ دادا راج شاہ جو موضع سوندھ میں مدفون ہیں دھیر نکا کے بھانجے تھے جو گائے چَرایا کرتے تھے۔ یہاں پر ایک تالاب تھا جس میں ان کی گائیں پانی پیتی تھیں۔ یہ اپنے وقت کے ولیٔ کامل اور صوفی تھے۔ دادا گلاب شاہ جو کہ ان کے پیر تھے یہیں رہتے تھے اور ذکر واذکار میں مشغول رہتے تھے۔ یہاں کوئی خاص آبادی نہیں تھی اس لیے اس کو بنجر کہتے ہیں۔

ضروریاتِ جامعہ

جامعہ ہذا ابھی تعمیری مرحلے میں ہے اور چند ضروری تعمیرات فوری طور پر ناگزیر ہیں جو درج ذیل ہیں:

- دار الاقامہ کی توسیع
- مسجد کی تکمیل
- پانی کی ٹنکی
- درسگاہوں کی تعمیر
- مہمان خانہ
- حوض مسجد
- دار القرآن
- مطبخ
- دار الطعام
- کتب خانہ کی عمارت
- کمپیوٹر ٹیکنیکل سینٹر
- اور ان تمام عمارتوں کیلئے زمین

امید ہے کہ ارباب جود سخا توجہ فرمائیں گے

ترسیل زر کا پتہ: **قاری حافظ آس محمد، مہتمم جامعہ عربیہ حسینیہ فیض عام**
بنجر کالونی، دھیر نکا روڈ، قصبہ ہتھین، ضلع میوات، ہریانہ. فون مہتمم: 9416236237، فون ناظم: 9813365627

فدائے ملت واقعات کے آئینے میں

مولانا قاری شوکت علی مہتمم جامعہ عربیہ اعزاز العلوم ویٹ

فدائے ملت امیرالہند صدر جمعیۃ علماء ہند حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی قدس سرہٗ جوشیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے لختِ جگراور سچّے جانشین تھے، ملک وقوم کے عظیم قائداور رشد وہدایت کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ سرمایۂ ملت کا وہ نگہبان اکابرین کی وراثت کا امین و پاسبان ہزاروں لاکھوں انسانوں کا مربی ومحسن اس دارِفانی کوخیر باد کہتا ہواہمیں داغِ فرقت دے کر ہم سے رخصت ہوگیااوراپنے مالکِ حقیقی سے جاملا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ یہ بزم آپ کے وجود باصفا سے بارونق تھی۔ آج اس کی رونق و شادابی ماند پڑ گئی۔ اب یہ بزم سونی سونی سی نظر آتی ہے۔ اب گلشن میں وہ بادِبہاری نہیں رہی۔ آپ کے اٹھ جانے سے بزم کیا خالی ہوئی ہمارے سروں سے ایک روحانی محسن و مربی کا سایۂ عاطفت اُٹھ گیا۔ آج ہم یتیم ہیں۔ ہمارےاوپر رنج وغم کے پہاڑ ٹوٹے ہوئے ہیں۔ آنکھیں نم دیدہ ہیں، چمن کا ہر پھول مرجھایا ہواہے۔ آج ہم عالم اسلام میں عظیم خلامحسوس کررہے ہیں۔ آج ہمیں معلوم ہوا کہ آپ کیا تھے، آپ کی حیثیت کیاتھی۔ عوام و خواص میں آپ کس قدر باعظمت ومقبول تھے۔ ملت کا ہرفرد آپ کےخلوص و تقویٰ، طہارت و پاکیزگی، قابل رشک عبادت، معاملات کی صفائی، عقائدکی پختگی، حسنِ معاشرت، اخلاق کی رفعت اور کردار کی بلندی پر خراجِ تحسین و عقیدت پیش کرنے پرمجبور ہے۔

حق تعالیٰ نے آپ کوگوناگوں اورکچھ ایسی امتیازی خصوصیات عطافرمائی تھیں جوآپ ہی جیسے چیدہ وچنیدہ لوگوں کوعنایت کی جاتی ہیں۔ ایک طرف آپ ولی کامل اور روحانی مربی تھے، تو ساتھ ہی کردار کے غازی اورمیدانی مجاہدبھی تھے۔ صحیح فراست اورعمدہ بصیرت کے مالک تھے۔ تادم حیات بے داغ سیاست اورقومی وملّی سیادت کے اُفق پر چمکتے رہے۔ جمعیۃ علماءہند کے دورِقیادت وامارت میں آپ کی جماعتی واداراتی خدمات اظہرمن الشّمس ہیں۔ جماعت وامارت میں جہاں آپ نے اکابرین سےملّی وراثت کی حفاظت کی اوراس کا حق ادا کیا، اس اہم مشن میں ایک نئی جان اورتازہ روح بھی پھونکی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ خداداد صلاحیت، بصیرت اورحسن تدبیر سے اس چمن جمعیۃ کو ہرا بھرا اورلہلاتا ہوا چھوڑ کر گئے ہیں۔ آج دنیا کے کونے کونے میں ملک اور بیرونِ ملک جمعیۃ کی ایک آواز ہے۔ چمن کا ہر پھول اس سے کسبِ فیض کر کے دوسروں کی فرحت کا سامان بن رہاہے۔ الغرض آپ کی شخصیت بین الاقوامی اور جامع کمالات تھی اور وہ خصوصیات آپ کی ذات میں جمع تھیں جوایک کامل انسان بننے کے لیے ناگزیر ہیں۔ اس حقیقت کا اپنوں اور بیگانوں سب نے اعتراف کیا ہے۔

ایسی باکمال شخصیت کی صحبت بابرکت سے فیضیاب ہونا خوش نصیب لوگوں کا حصہ ہے۔ بندے کوبھی یہ سعادت خوب خوب نصیب ہوئی۔ یہ بات بغیر میرے کہےاحباب بھی جانتے ہیں کہ حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ میری صحبت ورفاقت دیرینہ ہے۔ خال خال ہی افراد ہوں گے جنھیں اس طرح کی ہم نشینی کا شرف حاصل ہواہو۔ سفروحضر، خلوت وجلوت میں حضرت کے ساتھ رہنے کا موقع ملا اورآپ کی قابلِ رشک عبادت، معاملات، اخلاقِ کریمی، مہمان نوازی، اپنوں اوربےگانوں کے ساتھ شفقت ان سب چیزوں کو بہت قریب سے دیکھا اورحضرت کوان سب چیزوں میں کھرا پایا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بندہ کے ساتھ بیحد پیار وشفقت کا معاملہ فرماتے تھے۔ کسی بھی جگہ حضرت کومعلوم ہوجاتا کہ شوکت آیا ہے، فوراً بلا لیتے اور حالات معلوم کرتے۔ جامعہ عربیہ اعزاز العلوم ویٹ سے آپ کووالہانہ اورمخلصانہ تعلق تھا۔ تادمِ حیات آپ ہی جامعہ کی سرپرستی فرماتے رہےاورمفید مشوروں سےنوازتے رہے۔

اس موقع پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کےعبرت آموز واقعات کا ذکر فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ اس لیے چندواقعات جو بندے نے دیکھے یا بندے سے ہی ان کا سابقہ پڑاہے، فائدے کے لیے ہدیۂ ناظرین کرتاہوں۔

مولوی اسعد کہنا پڑے گا کہ عبدالاحد میرا ہے

جامعہ عربیہ اعزاز العلوم ویٹ کی سرپرستی حضرت ہی فرماتے تھے۔ سالانہ اجلاس کی تاریخ کا تعین بھی آپ ہی فرماتے اوراجلاس کی صدارت بھی۔ ایک مرتبہ اجلاس میں حکیم الاسلام کا وقت مل جانے کے بعد اطلاع کے لیے حضرت مولانا عبدالاحد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے ہمراہ حضرت فدائے ملت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوپہر کا وقت ہوگیا تھا۔ حضرت کے قدیم مہمان خانے میں کھانا کھایا۔ کھانے سےفراغت کے بعدحضرت مولانا عبدالاحد صاحب نے حضرت کومخاطب کر کے فرمایا: ''اسعد وعدہ کرکل قیامت میں کہنا پڑے گا کہ عبدالاحد میرا ہے۔'' حضرت پر ایک عجیب حالت طاری ہوگئی اور حضرت کا ہاتھ پکڑ کر یہی الفاظ بار بار فرماتے رہے کہ کہہ دیناعبدالاحد میرا تھا۔ اس واقعہ سےمعلوم ہوتاہے کہ اکابر کی نظر میں آپ کی حیثیت کیاتھی۔ حضرت مولانا عبدالاحد صاحب کوئی معمولی انسان نہ تھے بلکہ استاذالاساتذہ شیخ التفسیر ولی کامل اوراپنے وقت کے مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ آپ کی جوہر شناس نگاہوں نے تاڑلیا کہ حضرت فدائے ملت کیا ہیں۔ سچ ہے:

قدرِ جوہر شاہ داند یا بداند جوہری

چھوٹوں پر شفقت

حضرت رحمۃ اللہ علیہ چھوٹوں پر انتہائی شفیق تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ سفر ہو یا حضر اپنے چھوٹوں کے ساتھ برابر شفقت کا معاملہ فرماتے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ بمبئی تشریف لے جا رہے تھے۔ اتفاق سے میں بھی اسی ٹرین میں تھا۔ آپ کو میرے بارے میں دفتر کے لوگوں سے معلوم ہو گیا تھا۔ جب بڑودہ اسٹیشن پر صبح کے وقت گاڑی رُکی اور میں نیچے اترا تو دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت ہاتھ میں ناشتہ دان لیے تیزی سے میری جانب بڑھ رہے ہیں۔ جیسے ہی میری نظر آپ پر پڑی تو میں بھی ملاقات کے لیے تیزی سے آپ کی طرف بڑھا۔ جب میں کچھ قریب آ گیا تو حضرت نے فرمایا ''کہاں ہو؟ مستورات کی طرح اندر چھپے بیٹھے ہو۔ میں تمھاری تلاش میں دو دفعہ چکر لگا چکا ہوں۔ ناشتہ کیا؟''

میں نے کہا ''حضرت ابھی نہیں۔''

''آؤ'' پھر مجھے اپنے ہمراہ لے گئے اور ناشتہ کرایا۔ اس کے بعد میں اپنے ڈبے میں آیا۔ یہ تھی آپ کی مثالِ شفقت۔

میں بھی تو شریکِ سفر ہوں

ملک وملت بچاؤ تحریک کا پہلا دَور تھا۔ اس کی تیاری کے لیے آپ دورہ فرما رہے تھے۔ ضلع غازی آباد کے مختلف مقامات پر بھی اس پروگرام کے تحت آپ کی تشریف آوری ہوئی۔ اثناء سفر میں آپ کی گاڑی خراب ہو گئی۔ جامعہ کی جیپ سے حضرت کو سفر کرایا گیا۔ اسی روز رات میں ایک بجے کی فلائٹ سے آپ کو باہر جانا تھا۔ اس لیے پروگرام سے فراغت کے بعد آپ واپس دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔ ہم لوگ بھی ہمراہ تھے۔ ڈاسنہ سے گزر کر جب گاڑی دتّی پٹپڑ گنج پہنچی تو بند ہو گئی۔ بہت کوشش کی، اسٹارٹ نہیں ہوئی۔ ہم سب نے مل کر بہت دھکے بھی لگائے۔ حضرت نے اکیلے ہی دھکیلنا شروع کر دیا۔ ہم نے عرض کیا کہ حضرت آپ زحمت نہ فرمائیں۔ پھر بھی اسٹارٹ نہیں ہوئی تو فرمایا۔ میں بھی تو شریکِ سفر ہوں۔ میرا بھی تو حق بنتا ہے۔ اس کے بعد چونکہ تاخیر ہوتی جا رہی تھی۔ موسم بھی صاف نہیں تھا اس لیے آٹو رکشہ سے آپ کو دفتر روانہ کر دیا پھر اسی رات میں آپ باہر تشریف لے گئے۔

قصرِ دیں کا پاسباں رخصت ہوا

''عزم کا کوہِ گراں'' رخصت ہوا — ''رفعتوں کا آسماں'' رخصت ہوا
''قصرِ دیں کا پاسباں'' رخصت ہوا — عظمتوں کا اِک جہاں رخصت ہوا
''میکشانِ حق'' کو جس پر ناز تھا — آج وہ ''پیرِ مغاں'' رخصت ہوا
زُہد و تقویٰ ، اتباعِ دینِ حق — جس کے دل میں تھے نہاں رخصت ہوا
''محرمِ اسرارِ ہستی'' اُٹھ گیا — ''راہِ حق کا رازداں'' رخصت ہوا
جس نے لاکھوں دل منوّر کر دیئے — وہ ''چراغِ ضوفشاں'' رخصت ہوا
چھپ گیا وہ ''آفتابِ دینِ حق'' — روشنی کا اِک جہاں رخصت ہوا
نکتہ سنج و نکتہ فہم و نکتہ رس — نکتہ بین و نکتہ داں رخصت ہوا
فخرِ ملت ، فخرِ امت اُٹھ گیا — ''نازشِ اسلامیاں'' رخصت ہوا
کارواں والوں کو جس پر ناز تھا — وہ امیرِ کارواں رخصت ہوا
وہ حسین احمدؒ کا سچا جانشیں — دہر سے سوئے جناں رخصت ہوا
گلستاں کا گلستاں ہے سوگوار — گلستاں کا باغباں رخصت ہوا
''کربِ ملت'' لے کے جو زندہ رہا — لے کے وہ ''دردِ نہاں'' رخصت ہوا
رہبری کو اس اندھیری رات میں — چھوڑ کر وہ ''کہکشاں'' رخصت ہوا
جان و دل سے ہم رہے جس پر نثار — وہ ہمارا ''جانِ جاں'' رخصت ہوا
دل سے حافظؔ ہے ہماری یہ دعا — جنت الفردوس ہو اس کو عطا

اُس پہ نازل رحمتِ باری رہے
تا ابد اُس کا ''مشن'' جاری رہے

شاعرِ ملت
قاری محمد اسحاق حافظؔ سہارنپوری

اقتصادی تحریک اور مولانا مدنیؒ

حسیب صدیقی (صدر کل ہند مسلم اقتصادی کونسل)

ہندستان کی آزادی کے بعد مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی اور معاشی پسماندگی کے موضوع پر مولانا سیّد اسعد مدنی نے سب سے پہلے غور وفکر شروع کر دیا تھا چنانچہ اس اقتصادی تخیل کو عملی جامہ پہنانے کا نقطۂ آغاز ۱۹۶۱ء میں مسلم فنڈ کے عنوان سے دیوبند کی تاریخ ساز سرزمین پر ہوا اور میری خوش بختی کہ اس بلاسودی اقتصادی تخیل کو عملی شکل سے ہمکنار کرنے کے لیے مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی پہلی نظر انتخاب اس ناچیز پر پڑی اور انھوں نے اس تخیل کو عملی جامہ پہنانے کے لیے طریقۂ کار مرتب کرنے کی اہم ذمہ داری میرے ناتواں کاندھوں پر رکھ دی۔ بظاہر یہ کام بہت مشکل اور نیا تھا مگر شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے سامنے زانوے ادب طے کرنے اور حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی خصوصی توجہ کا یہ روحانی فیضان کہ ناچیز نے مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحبؒ کی شرعی رہنمائی میں ایک ایسا طریقۂ کار مرتب کر لیا جسے عملی کام کا نمونہ بنایا جا سکا۔

دیوبند میں مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی قیادت میں بلاسودی نظام کے تحت جو مسلم فنڈ چل رہا ہے اپنے اس ۴۴ سال کے طویل سفر میں رفاہی اور فلاحی پروگراموں کے تحت تعلیمی اور حفظانِ صحت سے متعلق ضرورتوں کو پورا کرتا آ رہا ہے۔ مسلم فنڈ کا تصور مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کا تھا جس کو مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے آگے بڑھایا۔ بینکنگ نظام میں اور موجودہ تجارتی اصولوں کے مطابق سود کا لین دین معاشرے کے لیے ناگزیر ہے، تاہم مسلم فنڈ ایک چھوٹی اکائی کے طور پر مسلم معاشرے کو سود کی لعنت سے محفوظ رکھنے کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔ مسلم فنڈ نظام پسماندہ اور متوسط طبقے کی امداد اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا ایک پیکیج ہے۔ مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی زیر سرپرستی چلنے والا مسلم فنڈ نظام ایک وسیع بلاسودی نظام کا تصور پیش کرتا ہے۔ عملی دشواریوں اور قانونی پیچیدگیوں کے باوجود اگر مخلصانہ انداز پر کوشش کی جائے تو پورے ہندستان میں اس نظام کو ایک آئیڈیل کے طور پر نافذ کر کے ملت کے لیے بڑے کام کیے جا سکتے ہیں۔ اس کی مثال دیوبند کے مسلم فنڈ نے عملی طور پر پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ مولانا اسعد مدنیؒ کی زیر سرپرستی اس ادارے نے دیوبند میں دخترانِ ملت کے لیے علمی دانش گاہ (گرلز اسکول) اور مسلم نوجوانوں کے لیے روزگار سے جوڑنے والا مدنی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (آئی ٹی آئی)، موٹر ڈرائیونگ اسکول جیسے صنعتی تربیتی ٹریننگ کورس شروع کر کے ان کو کامیابی کی منزلوں سے ہمکنار کیا اور نسل نو کو روزگار کے مواقع فراہم کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اس جدوجہد میں کامیابی حاصل کر کے مولانا مدنی نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آج مسلمان نوجوانوں کو اگر کوئی چیز روزگار سے جوڑ سکتی ہے تو وہ صرف ٹیکنیکل ایجوکیشن ہے۔ آج اس ادارے سے نکلے ۹۰ فیصد نوجوان روزگار پر ہیں جو ہندستان ہی میں نہیں بیرونِ ہند میں روزگار سے جڑے ہوئے ہیں۔ اسی طرح اس مجاہد کے زیر سرپرستی چلنے والے اس ادارے نے دیوبند میں حفظانِ صحت اور غریبوں کے علاج معالجہ کے لیے کئی مؤثر اقدامات کیے، اسی کے تحت اس نے آنکھوں کے علاج اور آپریشن کی سہولتیں مدنی آئی ہسپتال کے ذریعہ عوام تک پہنچائی ہیں۔ درحقیقت مولانا سیّد اسعد مدنی ایک فعال اور متحرک شخصیت تھے۔ وہ جو کہتے تھے وہ کر کے دِکھلاتے تھے۔ سچ بولنا ان کا طرۂ امتیاز تھا۔

مولانا نے ہندستان کے مسلمانوں کی ہر ہر سطح پر سیاسی، معاشی اور اصلاحی پروگراموں کی خوب خوب آبیاری کی ہے۔ آج مولانا سیّد اسعد مدنیؒ ہمارے درمیان نہیں ہیں، ضرورت ہے کہ ان کی اس تحریک کو آگے بڑھایا جائے۔ حضرت مدنیؒ سے ۴۴ سال کی دیرینہ رفاقت اور قربت کا جو مجھے اعزاز حاصل ہے اس میں میری تربیت کے ساتھ ساتھ میں نے پایا کہ حضرت کے یہاں ملّی دردمندی کا جذبہ ہمیشہ زندہ رہا۔ وہ مظلوموں کے ہم نوا، غریبوں کے غمگسار اور مذہبی معاملات میں نہایت پختہ عزم اور بیباک طبیعت کے مالک تھے۔ جس بات کو حق سمجھتے تھے اس میں مصلحت کوشی ان کے یہاں حرام تھی۔ سفر اور حضر میں حضرت کے ساتھ جو مواقع مجھے میسر آئے میں نے ان میں حضرت کو نہایت منکسر المزاج، متواضع اور خلیق پایا۔ آج بھی ذہن و دل میں ایسے بہت سے واقعات سرگوشیاں کر رہے ہیں جس سے میری زندگی میں اجالا ہے اور وہ عام آدمی کے لیے سبق آموز ہیں۔

○○

مولانا اسعد مدنیؒ اور دارالعلوم دیوبند

عادل صدیقی (ناظم محاسبی دارالعلوم دیوبند)

امیر الہند، فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی ذاتِ گرامی زندگی کے گونا گوں پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے تھی، ایسی ہمہ جہت شخصیتیں اس دُنیائے فانی میں تقریباً نایاب ہیں۔ ابھی تک دنیا میں بحمداللہ ایسے لوگ موجود ہیں جنھوں نے حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کو دیکھا ہے اور آپ سے استفادہ کیا ہے۔ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے آپ کی جوتیاں سیدھی کی ہیں اور آپ کی دعاؤں سے استفادہ کیا ہے۔ یہ اپنی جگہ خود اتنی بڑی خوبی ہے کہ اس کا جواب نہیں۔ آپ نے اپنی زندگی میں اس شعر کا مفہوم عملی طور پر واضح کیا ہے:

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ہر کہ خود را دید او محروم شد

آپ کی زندگی کی خوبیوں کو کتنا ہی مختصر کر کے کیوں نہ بیان کیا جائے مگر وہ ایک مضمون میں تو کیا، ایک کتاب میں بھی نہیں سما سکتیں۔ قومی وملّی سرگرمیوں کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ تصور میں بھی اس کا احاطہ دشوار ہے۔ آستانۂ حضرت مدنیؒ کی روایات کو زندہ و پائندہ رکھنا، مدارس اسلامیہ کے حوالے سے ہندستان، پاکستان، بنگلہ دیش وغیرہ میں اسلامی تعلیمات کو عام کرنا، تحفظ ختم نبوت اور دیگر متعلقہ تحریکات کے ذریعہ اسلامی عقائد کا تحفظ کرنا، جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ ملک کے مجموعی عوام کی خدمات انجام دینا، ہندو مسلم اتحاد کے ذریعہ ملک کے سیکولرزم کو مستحکم کرنا، پارلیمانی زندگی کے دوران ایوانِ بالا میں ملک وملت کی اس انداز پر ترجمانی کرنا کہ وہ تاریخ ہندستان کا نمایاں باب بن گئیں، ہزارہا مریدین کے توسط سے دین اسلام کی خدمت اور اسلام کے ابدی پیغام کی اشاعت وترویج، غرضیکہ زندگی کے اس قدر پہلو ہیں جو اس بات کے متقاضی ہیں کہ آپ کے نام پر متعدد اکیڈمیاں قائم کی جائیں اور پھر ان خدمات کو تفصیلی طور پر احاطہ تحریر میں لایا جائے، سردست دارالعلوم دیوبند سے آپ کے تعلق اور مدارسِ اسلامیہ کی دینی خدمات پر ایک سرسری نظر ڈالی جارہی ہے۔

دارالعلوم دیوبند کی تاریخ دراصل ہندستان کی آزادی کی تاریخ ہے۔ یوں تو یہ ادارہ ۳۰رمئی ۱۸۶۶ء سے ہندستان میں مسلمانوں کے تحفظ وبقا اور ان کی ثقافت کے تحفظ کے لیے کوشاں ہے مگر ۱۹۸۰ء کے بعد سے اس اس ادارے کو آزاد ہندستان میں جس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے، ان کو وہی بزرگانِ دین سمجھ سکتے ہیں جو اس وادیٔ پرخار سے گزرے ہیں۔ اس عرصہ میں دارالعلوم کو آگے بڑھانے، اس کی روایات کو زندہ و پائندہ رکھنے، اس میں حالاتِ حاضرہ کی روشنی میں ضروری اضافے کرنے، اس کو عالمی سطح پر روشناس کرانے، جدید تعلیمی تقاضوں سے اسے ہم آہنگ کرنے اور مفت تعلیم نیز تعلیم بالغان کے قومی مقاصد کو اصل رنگ وروپ دینے، اس کی تعلیمی، تعمیری اور روزمرہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا عظیم ترین کام صرف اور صرف حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی قیادت وسیادت نیز آپ کے مشوروں اور عملی جدوجہد سے ہی انجام پاسکا۔ اکابرین ملت سے گستاخی کی معافی طلب کرتے ہوئے اگر میں یہ کہنے کی جسارت کروں کہ یوں تو دارالعلوم کی مجلس شوریٰ بھی ہے اور دیگر بہت سی ہستیاں دارالعلوم کے نظم ونسق کے لیے خود کو ذمہ دار مانتی ہیں مگر یہ ساری سرگرمیاں صرف ایک فرد واحد کے گرد گھومتی تھیں، جن کا نام ہے امیر الہند مولانا سیّد اسعد مدنیؒ، جن کو اب ہم نہ دیکھ سکیں گے۔ دارالعلوم دیوبند میں اس وقت ساڑھے تین ہزار طلبا ہیں۔ ان کے کھانے پینے، رہنے سہنے، کتابیں فراہم کرانے، بجلی، پانی کی سہولتیں مہیا کرانے، سفری اخراجات کے لیے ریلوے کنسیشن دلوانے، داخلہ کی سہولتیں بڑھانے، علاج معالجے کے لیے رقومات فراہم کرانے، ان کو یومیہ اخراجات وغیرہ کے لیے معقول وظائف دلانے اور نہ معلوم کتنے عنوانات سے ذمہ داریاں سنبھالنے میں جس ہستی نے قائدانہ اور عملی رول ادا کیا، وہ تھے مولانا سیّد اسعد مدنیؒ۔ اس قدر ذمہ دار ہونے کے باوجود سادگی کا پیکر، متعدد ثقہ حضرات نے بتایا کہ ریل کے سفر کے آغاز سے قبل سب ساتھیوں کے ٹکٹ خود لائن میں کھڑے ہوکر لیا کرتے۔ ۱۹۸۰ء کے بعد دارالعلوم کو اس قدر مالی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا کہ اکثر اساتذہ کی تنخواہوں کی ادائیگی کے لیے رقم نہ ہوتی مگر آپ نے کسی کو اس دشواری کا احساس نہ ہونے دیا اور اپنے طور پر اس دشواری کو دُور کردیا۔ آپ طلبائے عزیز کی ضرورتوں کے لیے بے حد پریشان رہتے تھے۔ آپ کے دَور میں طلبائے عزیز کے کھانے کا معیار پہلے سے کہیں زیادہ اچھا ہوگیا۔ طلبا کے وظائف کی رقم درجہ بدرجہ بڑھتی رہی۔ آپ نے دارالعلوم کے بوسیدہ کمروں کو ناقابل رہائش سمجھا اور اس بات پر زور دیا کہ ان کی تجدید نو کی جائے، بحمداللہ یہ کام پورے زور وشور سے اب بھی جاری ہے۔ ایک بار حکومت نے بنگلہ دیشی طالب علموں کے آنے پر پابندی لگانے کا فیصلہ کیا۔ جب حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کو یہ معلوم ہوا تو آپ کو تشویش ہوئی اور آپ احقر کے ساتھ وزیر داخلہ جناب وائی بی چوہان سے ملے اور فرمایا کہ اگر آپ ان طلباء کو یہاں آنے سے روکیں گے تو یہ اپنی تعلیم حاصل کرنے کے لیے پڑوسی ملکوں میں جائیں گے، جب یہ وہاں تعلیم حاصل

کریں گے تو ان کا ذہن دوسری طرح کا ہوگا اور یہ ہندستان کی ان خدمات سے ناواقف ہوں گے جو یہاں دینی تعلیم کے رواج کے حوالے سے کی جارہی ہیں۔ وزیر داخلہ آپ کی گفتگو سے بے حد متاثر ہوئے اور اس حکم کو واپس لے لیا گیا۔ آپ نے تعلیم کے حوالے سے دارالعلوم دیوبند میں وہ تمام اصول لاگو کیے، جو موجودہ تعلیمی پالیسی کا جزو لازم ہیں۔ مثلاً مفت تعلیم، تعلیم بالغان، طلباء میں نظم ونسق، حب الوطنی، پڑوسیوں کے حقوق کا خیال۔ ان سب اصولوں کو دارالعلوم میں پہلے ہی سے اوّلیت دی جاتی ہے۔ آپ نے عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے دارالعلوم دیوبند میں انگریزی کی تعلیم، کمپیوٹر کی تعلیم، صحافت کی تعلیم شروع کرائی، یہی نہیں استادوں اور عملے کی ضروریات کا پورا پورا خیال رکھا۔ ہنگامی ضرورتوں کو پورا کرنے اور بیماری آزاری میں مستحق طلباء اور استادوں نیز عملے کی مدد میں وہ ہمیشہ ہمیشہ پیش پیش رہے۔ طلبائے عزیز کے حوالے سے آپ کی خاص کوشش یہ تھی کہ ان کو ان کے ذوق کے مطابق کھانا ملے جو معیاری ہو۔ اس وقت دارالعلوم کا سالانہ بجٹ آٹھ کروڑ روپے کے قریب ہے۔ اس رقم کو آپ نے کبھی زیادہ نہ سمجھا بلکہ آپ کے دَور میں سب اخراجات بحسن وخوبی چلتے رہے۔ آپ کی فکر معیاری تھی۔ آپ طلبائے عزیز کی رہائش گاہ کو بھی معیاری دیکھنا چاہتے تھے، چنانچہ ایک طرح سے وہ اپنے وقت کے شاہجہاں تھے۔ آپ طلباء میں بیداری لانا چاہتے تھے تاکہ وہ اپنی زندگی میں عملاً اسلام کی خدمت صحیح ڈھنگ سے کرسکیں، یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی مخالفت، شرعی امارت کی ضرورت، فوج اور پولیس میں مسلمانوں کی واجب نمائندگی، سرکاری ملازمتوں میں واجب حصہ، قانون ساز اداروں، اسمبلیوں، راجیہ سبھا اور لوک سبھا میں ان کی تعداد کے اعتبار سے ان کی نمائندگی، اس طرح کی دور اندیشانہ سوچ آپ کو ہندستان کے دانشوروں، عالموں، سیاست دانوں میں ایک ممتاز مقام عطا کرتی ہے۔ گذشتہ ایک سال سے آپ نے دارالعلوم دیوبند کے ۱۹۸۰ء کے بعد شروع ہوئے قضیہ کو جس طرح سے نپٹانے کی کوشش کی اور حضرت مولانا سالم صاحب سے صلح وصفائی کے لیے جو عملی اقدامات کیے ان سے آپ کی بصیرت کا بھرپور ثبوت ملتا ہے۔ ان کوششوں کا ہی نتیجہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا جو جزو اعظم، اس سے جدا دِکھائی دے رہا تھا، اب روز بروز قریب آ رہا ہے۔ خیال ہے کہ دارالعلوم دیوبند (وقف) کے جن ارکان کے سابقہ مطالبات ادا نہیں کیے جاسکے ہیں ان کی ادائیگی اب آسان ہوجائے گی۔

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ ایک دَور تھا جبکہ حضرت قاری محمد طیبؒ پاکستان چلے گئے تھے، حضرت مدنیؒ کی کوششوں سے وہ دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں بلا لیے گئے تھے اور مسجد قدیم میں ایک جلسہ میں حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ اور حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ ایک ہی مسند پر جلوہ افروز تھے اور حضرت مدنیؒ نے حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کی خدمات جلیلہ پر روشنی ڈالی تھی۔ بہت ممکن ہے کہ اس وقت بھی اتحاد واتفاق کی کچھ ایسی ہی فضا دیکھنے کو ملے۔ اگر ایسا ہوا تو یقیناً یہ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی بعد از وفات کرامات ہوگی۔ مختصر یہ کہ قرآن وحدیث کی جو تعلیم دارالعلوم دیوبند کے توسط سے اس وقت نہ صرف دیوبند میں بلکہ پاکستان، بنگلہ دیش اور دیگر مقامات پر دی جارہی ہے، اس کا سرچشمہ دارالعلوم دیوبند ہے اور دارالعلوم کو اس منزل تک پہنچانے میں حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی پرخلوص خدمات کو بڑا دخل ہے۔ حضرت مولانا رابع حسن ندوی نے بجا طور پر ارشاد فرمایا کہ موجودہ دَور میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ بلاشبہ وہ منصبِ نبوت کے امین تھے۔ مولانا عبدالخالق مدراسی نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے فرمایا کہ دارالعلوم دیوبند اپنے رفیق کو ہر دم یاد رکھے گا۔ ان کی ملّی، سیاسی، سماجی اور دینی خدمات ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں اور آنے والی نسلیں بھی ان تعلیمات سے فیض یاب ہوتی رہیں گی۔ ■■

اسلامیانِ ہند کا سردار چل دیا

اسلامیانِ ہند کا سردار چل دیا
حاصل تھے جس کو دین کے انوار چل دیا
ہر سانس جس کا وقف تھا ملّت کے واسطے
ملّت کا آج ایسا فدا کار چل دیا
جس کا بلند عزم تھا، مضبوط تھا یقیں
جو قوم کا تھا ''طالعِ بیدار'' چل دیا
مانی نہ جس نے ہار ''مصائب کی دھوپ'' سے
وہ ''بے نیاز سایۂ دیوار'' چل دیا
کشتی پھنسی ہوئی ہے جو امواجِ بحر میں
تھامے ہوئے تھا اُس کی جو پتوار چل دیا
جس قافلے کی تاک میں رہزن ہیں سینکڑوں
اُس قافلے کا قافلہ سالار چل دیا
جو ملک دشمنوں سے لڑا خوب تا حیات
بھارت کا وہ شجاعِ طرح دار چل دیا
''حبِّ وطن کی مے'' جسے بیحد پسند تھی
دل میں تھا جس کے ''جذبۂ احرار'' چل دیا
تھا جس کے دل میں جذبۂ تعمیر موجزن
وہ قصرِ ملک و قوم کا معمار چل دیا
فرقت میں اُس کی قوم و وطن بیقرار ہیں
قوم و وطن کا مونس وغم خوار چل دیا
اسعدؒ کی مغفرت کا ہے حافظؔ مجھے یقیں
واللہ مغفرت کا سزاوار چل دیا

قاری محمد اسحاق حافظؔ سہارنپوری

مدرسہ فیض الاسلام سونکھ پوسٹ نوح، ضلع گوڑگانوہ (میوات) ہریانہ، الہند

اداہ ہذا کا قیام ۱۹۹۰ء میں ہو۔ الحمد اللہ شروع سے ہی یہ ادارہ ترقی کی طرف گامزن ہے اور ادارہ میں اس وقت بیرونی طلباء کی تعداد دوسو کے قریب ہے جن کا قیام وطعام منجانب مدرسہ ہے۔ درجہ حفظ وتجوید اور دینیات کے ساتھ عربی درس نظامی کی تعلیم عربی سوم کافیہ، قدوری تک ہے اور عصری علوم کا بھی مدرسہ میں انتظام ہے جس میں انگریزی، ہندی وحساب، جغرافیہ شامل ہیں اور کمپیوٹر کا انتظام بھی جلد ہی انشاء اللہ العزیز ہونے والا ہے۔ ادارہ میں طلباء پر تربیتی توجہ خاص طور پر دی جاتی ہے۔ اوصاف حمیدہ اخلاق عالیہ کی طرف خصوصی توجہ مرکوز ہے۔ مستقبل کے منصوبہ میں ہم بہت کچھ کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ جن کے پایۂ تکمیل کے لیے اہل خیر حضرات سے تعاون کی درخواست ہے۔

ادارہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ادارہ میں بحمد اللہ اکثر وبیشتر اکابر میوات ودہلی وہریانہ، یوپی راجستھان کی تشریف آوری ہوتی رہتی ہے۔ جس میں قابل ذکر خاص طور پر فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا سفر ہے جو کہ میوات میں آپ کا آخری سفر تھا اور بہت ہی دلچسپ سفر تھا جس میں حضرت نے فرمایا تھا کہ بھائی ہم بھی میوات چلیں گے۔ یہ سفر آپ کا اجلاس عام کے موقع پر ہوا جبکہ طے اس سفر میں حضرت مولانا محمود صاحب دامت برکاتہم ناظم عمومی جمعیۃ العلماء ہند تھے مگر حضرت کے فرمانے پر اس اجلاس میں حضرت کا جانا ہوا جس کی تفصیل میوات کے آخری سفر میں دی گئی ہے مگر مختصراً یہاں بھی درج کیا جارہا ہے۔ حضرت کی تشریف آوری پر اہل مدرسہ اور اہل علاقہ نے شاندار طریقہ سے استقبال کیا اور بہت بڑے مجمع نے شرکت فرمائی اور اکابر علماء میوات بہت بڑی تعداد میں تشریف لائے اور حضرت نے بہت ہی سکون اور انبساط کے ساتھ چھ گھنٹہ کا وقت گزارا اور علماء بھی بہت بڑی تعداد میں حضرت کے ساتھ پورے وقت وہیں پر موجود رہے اور یہ اجلاس ایک مثالی وتاریخی اجلاس بن گیا اور حضرت نے بہت زیادہ دعائیں ارباب مدرسہ کو بار بار دیں۔ حضرت اجلاس کے انتظام سے بہت خوش ہوئے، عمومی اور خصوصی ضیافت تمام حضرات کو بہت ہی پسند آئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ہم کو بار بار اپنے اکابر کو بلانے کی اور فیض یاب ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ (مولانا) **محمد ایوب** خادم مدرسہ ہٰذا

آئینہ مدرسہ هذا

- مدرسین وملازمین: ۱۰ ● کل طلباء: ۱۹۵
- مقیم طلباء: ۱۹۰ ● درس نظامی (تا عربی سوم)
- حفظ وناظرہ ● دینیات (ہندی، حساب، انگریزی)

مستقبل میں اهم ضروریات جن میں آپ کا تعاون درکار هے

- درسگاہوں کی تعمیر کم از کم ۱۲ر کمرے ● مسجد کی تکمیل
- مہمان خانہ ● کتب خانہ ● دارالاقامہ
- دارالمدرسین ● دارالقرآن ● پانی کی ٹنکی
- صدر گیٹ ● بیت الخلاء

تِلْكَ عَشَرَةٌ كامِلَة

رابطہ کے لئے:

فیض الاسلامی
سونکھ، نوح، ضلع میوات-۱۲۲۱۰۷ (ہریانہ)

MADRASA FAIZUL ISLAM
Sonkh, Nuh, Distt Gurgaon, Mewat-122107(Haryana)
Mob: 0-9416214676

کلر اشتہار

مدرسہ قادریہ مسروالا، ہماچل پردیش

کلر اشتہار

مدرسہ اسلامیہ بیت العلوم پپلی مزرعہ، ضلع یمنا نگر

کلر اشتہار

جامعہ عربیہ شمس العلوم شاہدرہ، دہلی

کلر اشتہار

جامعہ عربیہ بیت العلوم، جعفرآباد، دھلی

اور

Wonder Shoes

کلر اشتہار

الجامعة العربيه باب العلوم، جعفرآباد دهلی

کلر اشتہار

مدرسہ افضل العلوم، موضع مھوں، گڑگانوہ

سرمایۂ ملّت کا عظیم پاسبان

مفتی محمد اصغر پور بالیانوی (مجاز حضرتؒ)
ناظم تعلیمات جامعہ عربیہ اعزاز العلوم، ویٹ، غازی آباد

سیّدی و مرشدی فدائے ملت قطب ارشاد امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ اس بدرِ منیر کا نام ہے جو نصف صدی سے زیادہ مدت تک آفتابِ نبوت سے کسبِ فیض کر کے عالم اسلام کی تنویر کا کام کرتا رہا۔ رشدو ہدایت، درس و تدریس، اعلائے کلمۃ اللہ، خدمتِ خلق اور زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو اس عبقری ذاتِ اقدس کے احسانات سے گرانبار نہیں ہے۔

یہ بدرِ منیر جب ۷؍محرم ۱۴۲۷ھ کو دہلی کے افق میں غروب ہوا تو یکسر عالمِ اسلام پر سناٹا طاری ہو گیا۔ ظلمتوں نے اپنے پیر پھیلائے، رشدو ہدایت، علم و ہنر اور سیاست کی شمعوں نے دَم توڑنا شروع کر دیا لیکن دستور یہ ہے کہ چراغ سے چراغ جلایا جاتا ہے اس لیے جاں نثاروں نے مردِ حق آگاہ کی زندگی کے نقوش تاریخ کے صفحات میں محفوظ کرنے کا اہتمام کیا۔ سیاہ کار بھی حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی حیاتِ طیبہ کے کچھ نقوش پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، جو حق و صداقت کے متلاشی کے لیے یقیناً مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔

● ولادت:

یوں تو آپ کا آبائی وطن قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد ہے، لیکن والد صاحب شیخ الاسلامؒ وہاں سے دیوبند آکر مقیم ہو گئے تھے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ ۶؍ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ/ ۲۷؍اپریل ۱۹۲۸ء جمعہ کے روز ہدایت وعزیمت کا یہ آفتاب اسی قصبہ دیوبند کے افق پر طلوع ہوا، جو ایک عظیم باپ کا عظیم بیٹا ثابت ہوا۔ اسی سال والد محترم شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ برصغیر کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کی منصبِ صدارت پر فائز کیے گئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ قصبہ بچھراؤں ضلع امروہہ صوبہ یوپی کے حکیم سیّد غلام علی کی چھوٹی صاحبزادی تھیں جو خاندانِ سادات کی ایک حسین، خوبصورت، نیک سیرت، خداترس، عابدہ اور صالح خاتون تھیں۔ جس گھرانے میں آپ نے آنکھیں کھولیں وہ علمی و دینی گہوارہ تھا۔ اس کا ماحول ایمان افزا تھا اور وہ نورانی خاندان کا عظیم المرتبت گھرانہ تھا، جس میں کئی پشتوں سے علم و فضل کے کوہِ ہمالیہ قطب وقت اور بلند پایہ اولیاء پیدا ہوتے رہے تھے:

ایں سلسلہ طلاء ناب است
ایں خانہ ہمہ آفتاب است

شیخ الاسلامؒ کی جوہر شناس دوربین بصیرت نے آپ کی پیشانی سے تاڑ لیا کہ یہ نومولود مستقبل قریب میں بہت کچھ بننے والا ہے اس لیے تعلیم و تربیت کا وہی طریقہ اختیار کیا گیا جو ایک کامل انسان بننے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

● تعلیم و تربیت

آپ کی ابتدائی تربیت میں والدہ ماجدہ کا بڑا حصہ ہے۔ شیخ الاسلامؒ انتہائی مصروف رہتے تھے اس لیے والدہ کے وصال کے بعد شیخ الاسلامؒ کے خصوصی خادم اور آپ کے خانوادے کے مربّی مولانا قاری اصغر علی سہسپوری کی زیرنگرانی آپ نے تعلیمی مراحل طے کیے۔ از ابتدا تا انتہا تمام علوم کی تکمیل آپ نے دارالعلوم دیوبند ہی میں رہ کر کی۔ جن جلیل القدر اساتذۂ کرام سے آپ نے کسبِ فیض کیا ان میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی، شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب امروہوی، علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی، مفتی سیّد مہدی حسن صاحب شاہجہاں پوری، مولانا سیّد اصغر حسین صاحب دیوبندی، مولانا سیّد فخر الحسن صاحب مرادآبادی، مولانا جلیل احمد صاحب کیرانوی وغیرہم قابلِ ذکر ہیں۔ رحمہم اللہ۔

● درس و تدریس

۱۳۶۵ھ میں دارالعلوم سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ آپ مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور والد صاحب کی خدمت کی سعادت حاصل کی۔ ۱۳۷۰ھ میں دارالعلوم دیوبند میں آپ کا اعزازی تقرر ہوا اور ۱۳۷۲ھ میں استقلال ہوا۔ اس طرح بارہ سال آپ نے دارالعلوم کی مسند تدریس کو زینت بخشی اور زیادہ تر درجات متوسطہ کی کتابیں آپ کے درس سے متعلق رہیں۔ اس مدت میں یقیناً آپ کے تلامذہ کی تعداد کافی رہی ہوگی۔

● قیادت کے افق پر

جمعیۃ علماء ہند سے ہم آہنگی آپ کو گھریلو ماحول سے عطا ہوئی تھی۔ آپ نے آنکھیں کھول کر تحریکات ہی تحریکات دیکھی تھیں اور اپنے عظیم باپ اور

دیگر عبقری مجاہدینِ ملت کی مجاہدانہ قربانیوں اوران کی قید و بند کی صعوبتوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔ان حالات نے تپا کرآپ کو کندن بنادیا تھا۔ قومی خدمت آپ کے رگ وپے میں رچ بس گئی۔ جمعیۃ علماء ہند سے آپ کو جذباتی لگاؤ ہوگیا۔اب وقت آ گیا آپ کی ان صلاحیتوں کے امتحان وظہور کا جوحق تعالیٰ نے بزرگوں اور نکتہ رس مفکرین کے سایہ میں آپ کو عطا کی تھیں اورجن کو بزرگوں خاص طور سے شیخ الاسلامؒ کی جوہر شناس نگاہوں نے بھانپ لیا تھا۔ چنانچہ شیخ الاسلام ہی کی زندگی میں آپ کو جمعیۃ علماء شہر دیوبند کا نائب صدر نامزد کردیا گیا۔

ملک وملت کا درد قومی خدمت کا سچا جذبہ اور جرأت وحوصلہ جو آپ کو والد صاحب سے وراثت میں ملا تھا اس نے آپ کو چین سے نہ رہنے دیا۔ اس نے آپ کو آرام کی زندگی سے نکال کر قومی وملّی قیادت کی خارزار وادی میں لاکھڑا کیا۔ایک طرف تو آپ کے کندھوں پر درسی ذمہ داری کا بارِگراں تھا، دوسری جانب ملّی وقومی مسائل کا ختم نہ ہونے والا سلسلہ جس کے لیے آپ جیسے اولوالعزم، بے باک، نڈر، صاحبِ عزم وہمت کی ضرورت تھی اس لیے آپ نے اپنی زندگی کا بیش قیمت حصہ خدمتِ خلق کے لیے وقف کردیا اور درسی خدمت کے نقصان کو دل پر پتھر رکھ کر برداشت کیا۔

۱۹۶۰ء کا سال حضرت علیہ الرحمہ کی زندگی کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔اس سال آپ کو جمعیۃ علماء یوپی کا صدر منتخب کیا گیا۔آپ نے اس بارِامانت کو بڑی جرأت اور حوصلہ بندی سے اٹھایا اور جماعت وملّت کے کاموں کو مستحکم بنانے پر اپنی پوری توجہ مرکوز کردی۔اس دور میں آپ کا ایک اہم کارنامہ بابری مسجد کا مقدمہ ہے۔اجودھیا کی بابری مسجد کے ضروری کاغذات کے حصول اور وکلاء سے مشورہ کے بعد ۱۸ر دسمبر ۱۹۶۱ء کو یہ مقدمہ سول جج فیض آباد کی عدالت میں دائر کیا گیا جس میں گوپال سنگھ وشارہ، رام چندر پرم ہنس وغیرہ کو مدعی علیہم بنایا گیا۔ چنانچہ جمعیۃ علماء یوپی آج تک اس مقدمے کی اہم فریق ہے۔ ۹راگست ۱۹۶۳ء میں آپ کی عظیم الشان خدمات اور مخلصانہ کارناموں اور جماعتی ترقی کو دیکھ کر آپ کو جمعیۃ علماء ہند کا ناظم عمومی متعین کیا گیا۔جس وقت آپ نے جمعیۃ علماء کی اس قیادت کو سنبھالا یہ وہ وقت تھا کہ صف اوّل کے قائدین ایک ایک کرکے دنیا سے رخصت ہوچکے تھے۔ یہ وقت نہ صرف اس تنظیم کے لیے ایک انتہائی نازک دور تھا بلکہ ہندستانی مسلمانوں کے لیے بھی سخت آزمائشوں کا زمانہ تھا۔مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کا سانحۂ ارتحال ابھی تازہ ہی تھا،ادھر ناظم عمومی مولانا سیّد محمد میاںؒ میرٹھ کے اجلاس میں نظامت کی امانت جمعیۃ علماء کے سپرد کرچکے تھے۔ ایسے نازک وقت میں جمعیۃ کے جہاں دیدہ صدر مولانا سیّد فخرالدینؒ نے محسوس کیا کہ جمعیۃ کو اس جوان کی ضرورت ہے جس نے اپنی مثالی جرأت وعزیمت سے اچھے اچھوں کو حیرت زدہ کردیا ہے اور جو مجاہدانہ خدمات اور اصابت رائے میں ملت کا سچا جانشین ہے۔ چنانچہ ۹راگست کو انھوں نے مجلس عاملہ کے مشورہ سے ناظم عمومی کی ذمہ داریوں کا بار آپ کے کندھوں پر رکھ دیا۔

اس میں شک نہیں کہ اس منصب پر فائز ہونے کے بعد آپ کے شیدائیوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی لیکن یہ عہدہ کوئی تخت حکمرانی یا پھولوں کی سیج نہیں کانٹوں کا تاج تھا، جس کو بڑی ہمت اور حوصلہ سے آپ نے سنبھالا اور ہندستانی مسلمانوں کا ایک مضبوط سہارا بننے کی کوششیں کیں، جماعت کے کاز کو توقع سے کہیں زیادہ استحکام پیدا کیا اور امیدوں سے کہیں زیادہ اس کو بڑھایا۔

۱۹۶۸ء میں مولانا سیّد اسعد مدنی راجیہ سبھا کے رکن منتخب ہوکر پارلیمنٹ میں پہنچے تو لوگوں کو محسوس ہوا کہ مجاہد ملت کے وصال سے جو خلا پیدا ہوا تھا وہ کافی حد تک پر ہونے لگا ہے۔وہی آرزوئیں جو مجاہد ملت کی ذات سے وابستہ تھیں، اب امیرالہند اور اس سیاسی مفکر کی ذات سے وابستہ ہوگئیں۔۱۸ سال تک آپ کی صدائے حق سے ہندستان کا ایوانِ بالا گونجتا رہا۔وہ جب بولتے تھے تو ایوان لرز جاتا تھا۔ ملک کے ایوانِ اقتدار میں آپ مسلمانوں کی ایک معتبر ترین آواز بنے رہے۔اس مدت میں آپ نے ملک وملت کے مسائل کو حکومت وقت کے سامنے پوری جرأت وبے باکی کے ساتھ پیش کیا۔آپ ہی کی ذاتی دلچسپی اور جدوجہد کے نتیجہ میں دہلی کی تاریخی مسجد عبدالنبی آباد ہوئی اوراس کے احاطہ میں جمعیۃ کا مرکزی دفتر منتقل ہوا۔وہ یادگار لمحہ دہلی کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکے گی جب ۱۹راپریل ۱۹۶۵ء کو شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا اور امیر تبلیغ حضرت مولانا انعام الحسن وغیرہ نے مسجد عبدالنبی میں تشریف لاکر حضرت اقدس قدس سرہٗ کو اپنی دعاؤں سے نوازا تھا۔ یہ جگہ جہاں آپ نے جماعت کا یہ دفتر بنایا ہے دہلی کا جگر ہے جس پر سب کی نظر پڑتی ہے۔

مولانا مدنیؒ کی منفرد خصوصیات وامتیازات میں جمعیۃ علماء کا مالی واثاثی استحکام، اس کے اپنے دفتر کی عالیشان عمارت اوراس کے علاوہ کئی صوبہ جاتی اور ضلعی دفاتر کی اپنی اپنی عمارتیں ہیں اوران سے بڑھ کر آپ کی زندگی کا اہم پہلو دینی مدارس اور تحریک مدارس کی سرپرستی تھا۔آپ پختہ کانگریسی تھے لیکن اس بے باک قائدِ ملک وملت نے قوم وملت کے معاملے میں کبھی اربابِ حکومت سے جھک کر بات نہیں کی بلکہ اکابر کی روایات کا مکمل پاس رکھا اور حق گوئی سے گریز نہیں کیا۔آپ ایک نامور عالمِ دین، دانشور اور ایسے محبِّ وطن تھے جنھوں نے آخری دم تک ملک کی فلاح وبہبود کے لیے کام کیا۔نسبندی کا

دور ہو یا ایمرجنسی کا، بابری مسجد کا مقدمہ ہو یا اس کی شہادت کا واقعہ یا بھاگلپور و گجرات جیسے بھیانک اور مسلم کش فسادات ہوں، جمعیۃ علماء اور اربابِ جمعیۃ نے کبھی اپنے سیکولر جمہوری کردار اور متحدہ قومیت کا دامن نہیں چھوڑا۔ آپ امن وامان کے داعی تھے، جذبات سے کوسوں دور رہ کر مثبت انداز میں ہر مسئلہ کا حل تلاش کرتے تھے۔ ایک مسلمان کا خون آپ کو ہر چیز سے زیادہ عزیز تھا۔

حضرت فدائے ملت اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ کچھ مسائل کو حل کرنے کے لیے حکومت پر عوامی دباؤ بنانا بھی ضروری ہے۔ اس کے لیے انھوں نے نہ صرف احتجاج کا راستہ اپنایا بلکہ سول نافرمانی کی تحریک بھی چلائی۔ درجنوں کنونشن، کانفرنس، مثالی احتجاجی اجلاس اور یومِ احتجاج منعقد کیے۔ جیل بھرو، ملک وملت بچاؤ تحریک بھی اسی کا حصہ ہے۔ انھوں نے اپنے اس عمل میں نہ حکومتوں کے تیوروں کا لحاظ کیا نہ وقت وحالات کی پرواہ کی۔ جب انھوں نے ضرورت سمجھی فیصلہ کیا اور قدم آگے بڑھا دیا۔ طوفانی ہواؤں میں چراغ جلانے کی صفت بھی انھیں میں تھی۔

• دیگر ذمہ داریاں

ایک وقت میں آپ کے کندھوں پر بہت سی ذمہ داریوں کا بار تھا۔ مثلاً محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ کے وصال کے بعد ۹؍مئی ۱۹۹۲ء کو آپ کو امیر الہند منتخب کیا گیا۔ اس سے پہلے آپ نائب امیر الہند تھے۔ اس ذمہ داری کو آپ نے بڑی خوبی کے ساتھ نبھایا۔ کانگریس ورکنگ کمیٹی، راجیہ سبھا کی ضابطہ کمیٹی، سرکاری یقین دہانی کمیٹی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ، مرکزی وقف کونسل، ہمدرد ٹرسٹ دہلی، مرکزی حج کمیٹی، مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ، مؤتمر اسلامی تیونسیا، مؤتمر فقہی ریاض، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، مدارس اسلامیہ کی سرپرستی، جامعہ عربیہ اعزاز العلوم ویٹ غازی آباد یوپی کی سرپرستی آپ نے تادم حیات فرمائی۔ مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی، اکابر دیوبند کی اس مقدس یادگار اور اس کے ترقیاتی منصوبوں سے آپ کو گہرا اور قلبی لگاؤ تھا۔ اس وقت دارالعلوم کی فلک بوس عالیشان عمارتیں، مسجد عبدالرشید کی تعمیر، دارالعلوم کے حلقہ اثر کو بیرونِ ملک عام کرنا، تحفظ ختم نبوت، تخصص فی الحدیث، شیخ الہند اکیڈمی، شعبہ رابطہ مدارس اسلامیہ ہند آپ کی مخلصانہ توجہات کا نتیجہ ہیں۔

• بیعت و ارشاد

آپ نے حضرت شیخ الاسلام کے دست حق پرست پر بیعت کر کے تصوّف وسلوک کے تمام مراحل طے کیے۔ حضرت نے اخیر زندگی میں متوسلین کو آپ کے حوالے کرنا شروع کر دیا تھا جو آپ کی تکمیل کی طرف اشارہ تھا۔

اسی بنا پر حضرت شیخ الاسلام کے وصال کے بعد حضرت کے تمام خلفاء نے متفق ہو کر آپ کو اجازت سے نوازا نیز قطب عالم شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے آپ کو خصوصی اجازت مرحمت فرمائی اور بیعت وارادت کا سلسلہ جاری رکھنے کا حکم فرمایا۔ آپ کی بیعت وارادت کا سلسلہ ہندو بیرون ہند اس قدر مقبولِ عام وخواص ہوا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ پوری اسلامی دنیا میں آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں کو پہنچی ہوئی ہے۔ آپ کے خلفاء کی ایک لمبی فہرست ہے۔ ناچیز کو بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت کے طفیل اس زمرہ میں شامل فرمالیا ہے:

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

• زھد و تقویٰ

آپ زہد وتقویٰ اور جہد وریاضت میں اپنے اسلاف کا نمونہ تھے۔ اتباعِ سنت آپ کی زندگی میں ایسی رچ بس گئی تھی کہ وہ آپ کی طبیعتِ ثانیہ بن گئی تھی۔ سفر وحضر، بیماری وصحت میں نماز باجماعت کا اہتمام رہتا تھا۔ انتہائی خشوع وخضوع اور بڑے اطمینان وسکون کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے حتیٰ کہ بہت سے لوگ جو نہ آپ کے مرید ومعتقد تھے، نہ ان کا آپ سے جماعتی تعلق تھا، آپ کی نماز کی پرسکون حالت کو دیکھ کر آپ کے گرویدہ اور معتقد ہو گئے تھے۔ اس مردِ خدا کی ہمت بے مثال تھی۔ رات دن کے طویل اسفار کے باوجود اس مجاہد کو تھکن محسوس نہیں ہوتی تھی۔ مجال ہے کہ تہجد کی نماز قضا ہو جائے۔ دن اور رات کے بیشتر حصہ میں سفر فرماتے اور باقی حصّے میں مصلّے کی پشت پر سوار رہ کر رات آہ وزاری میں گزارتے۔ حقیقت ہے:

مردانِ خدا خدا نہ باشد لیکن ز خدا جدا نہ باشد

• مھمان نوازی

مہمان نوازی تو اس گھر کی خاندانی روایت رہی ہے۔ گویا خوانِ ابراہیم ہے جو مہمانوں کی آمد کا شدت سے منتظر ہے کہ اس وقت تک کھانا نہ کھایا جائے گا جب تک مہمان موجود نہ ہوگا اور مہمان بھی ایک دو نہیں سینکڑوں کی تعداد میں اور رمضان المبارک میں اعتکاف میں یہ تعداد ہزاروں کو پہنچ جاتی تھی۔ اس وقت شیخ الاسلام کا یہ سچا جانشیں میزبانی کا حق ادا کرتے ہوئے فرحت محسوس کرتا اور سیّد القوم خادمہم کا مظہر ثابت ہوتا۔ اپنی نگرانی میں جب تک معتکفین کا کھانا شروع نہ ہو جاتا تا خود تناول نہ فرماتے۔

ملّی اسفار: آپ کے قومی وملّی اسفار طوفانی ہوتے تھے۔ نہ دن میں آرام نہ رات میں چین۔ ایک ایک دن میں کئی کئی پروگرام اور معتبر حضرات نے یہاں تک بتایا کہ جس طرح آپ کے یہ طوفانی اسفار ہندستان میں رہتے تھے کہ:

ایک جا رہتے نہیں عاشقِ بدنام کہیں
دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں

ٹھیک اسی طرح یہ طوفانی پروگرام بیرونِ ہند، لندن، افریقہ وغیرہ میں بھی رہتے تھے اور جس طرح شیدائیوں کا پروانہ وار ہجوم آگے پیچھے یہاں نظر آتا وہاں بھی یہی صورتِ حال رہتی تھی۔

غرض حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عجیب وغریب و نابغۂ روزگار شخصیت تھی جو گونا گوں کمالات کی مالک تھی۔ آپ کی ذات میں فکرولی اللٰہی کارفرما تھی۔ آپ کی زندگی میں قرونِ اولیٰ اور بزرگانِ سلف کی سی ہمہ گیری تھی۔ اس گوہر آب دار کے ترشے ہوئے پہلوؤں میں شاہ ولی اللہؒ کا تدبر و تفکر فراست و بصیرت، شاہ عبدالعزیزؒ کا زہد وتقویٰ و استغنائیت، شاہ رفیع الدینؒ کی سلامت روی، شاہ اسماعیل شہیدؒ کا جذبۂ جہاد، سیّد احمد شہیدؒ کی استقامت، شیخ الہندؒ کی ایثار و ہمدردی، شیخ الاسلامؒ کی جہد وریاضت، مجاہد ملتؒ کی جرأتِ ایمانی و حق گوئی جھلکتی تھی۔ آپ حق وصداقت، اشاعت دین اور قومی اتحاد و یکجہتی کا پیکر جمیل تھے۔ آپ بے لوث و بے داغ زندگی اور ایک سلجھا ہوا طریقِ فکر رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق وصداقت کی تبلیغ اور ملت اسلامیہ کی قیادتِ عظمٰی کے لیے منتخب فرمالیا تھا۔ مالک حقیقی نے آپ کو سیاسی بصیرت اور دوررس نگاہیں عطا فرمائی تھیں۔ آپ اپنے والد صاحب کی طرح دینی ودنیوی دونوں طرح کی ذمہ داریاں محسوس کرتے تھے اور افراط وتفریط سے دامن کو بچاتے ہوئے انسانیت کی اس معراج کو چھوتے تھے جہاں فرشتے بھی سر جھکاتے ہیں۔ آپ علم وفضل کا کوہِ گراں، بلند پایہ عالم دین، رشد وہدایت کا چراغ، منصبِ نبوت کے امین، ملتِ اسلامیہ کے نگہبان، سچے وفادار محبِّ وطن، ہزاروں دینی اداروں کے سرپرست اعلی، علمائے حق کے سرخیل، کروڑوں ہندستانی مسلمانوں کے پشت پناہ، لاکھوں انسانوں کے مصلح و مرشد اور امتِ مسلمہ کا دھڑکتا دل تھے۔ ملک وملت کا درد آپ کے رگ وپے میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ کی زندگی جہدِ مسلسل اور سعیٔ پیہم کا نمونہ تھی۔ آپ نے اپنے طویل گراں بار سفر میں کبھی تھکن محسوس نہیں کی۔ حوادث سے الجھ کر مسکرانا ان کی فطرت میں داخل تھا۔

وہ صاحبِ عزم مردِ مجاہد اور کشادہ دل مردِ مومن تھے، جو اپنی منزل آپ متعین کرتے تھے۔ آپ کی بے داغ سیاسی زندگی کے نقوش یقیناً امتِ مسلمہ کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔ آپ نصف صدی سے زیادہ مدت تک جمعیۃ علماء ہند کی ملّی قیادت کے افق پر چمکتے رہے۔ دورانِ قیادت معاشرتی و سماجی اصلاح، مسلم فنڈ کا قیام، شریعت کا تحفظ، فسادات کی روک تھام، تڑپتی لاشوں کو اٹھانا، مظلومین کی دادرسی میں پہل کرنا، حقوق کی بازیابی اور اسلامی اوقاف کی نگہبانی کے لیے حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا اور ایوانوں کو للکارنا آپ کی زندگی کا محبوب مشغلہ بن گیا تھا۔ بلامبالغہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ سرمایۂ ملت کے اس عظیم پاسبان نے آگ وخون کی ہولی میں بے خوف وخطر کود کر ملّی عظمت کو بچالیا۔

نـوٹ: آپ کی گراں نقدر خدمات ملّی تاریخ کا روشن باب ہے۔ کردار کی جامعیت نے آپ کو ہر طبقہ کے خیال میں ہر دل عزیز، ممدوح ومقبول بنادیا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کی بزم میں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی اور ہر مکتبِ فکر کے لوگ جمع ہوتے تھے۔ گویا ایک بوریا نشین کی محفل تھی جہاں سبھی کو یکساں سکونِ قلب ونظر حاصل ہوتا تھا۔

- **وفات**

افسوس ہدایت وعزیمت کا یہ آفتاب، کاروانِ شیخ الہندؒ کا عظیم سالار ۷رمحرم ۱۴۲۷ھ/ ۶ر فروری ۲۰۰۶ء کی شام بعد نماز مغرب دہلی کے اپولو اسپتال میں جہاں وہ تین ماہ سے زیر علاج تھے طویل علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہتا ہوا اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ۷ر فروری بروز منگل بعد نماز فجر دارالعلوم دیوبند میں عارف باللہ مولانا محمد طلحہ صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی، جس میں لاکھوں فرزندانِ توحید نے شرکت کی۔ اب آپ مزارِ قاسمی میں اپنے والد شیخ الاسلامؒ کے برابر میں آسودۂ خواب ہیں۔

اس عظیم سانحہ سے عالم اسلام میں جو بھاری خلا پیدا ہوا اس کو ملت کے ہر فرد نے محسوس کیا، بلکہ ہر مکتبِ فکر کے افراد نے اس حادثہ کو پوری انسانیت کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا ہے۔ ملتِ اسلامیہ خصوصاً مسلمانانِ ہند کو قدم بہ قدم ایسی بالغ نظر شخصیات کی ضرورت پڑتی رہتی ہے، جو علم وعمل کا حسین آئینہ دار ہوں۔ اس حادثہ کا صدمہ کسی ایک فرد نے نہیں بلکہ پوری دنیا نے اٹھایا ہے اور سبھی مکتبِ فکر کے دینی وسیاسی رہنماؤں نے اس سانحہ پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے اور اس عظیم رہنما کی گرانقدر عظیم الشان خدمات اور مخلصانہ کارناموں پر خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

آپ کی وفات سے جمعیۃ علماء کے ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا۔ آپ کی یہ خدمات یقیناً تاریخی صفحات پر آبِ زر سے لکھی جائیں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دور میں آپ کا ثانی نظر نہیں آتا۔ کیسی خوش نصیب شخصیت تھی کہ اپنی پاکیزہ زندگی تمام کر کے اللہ اللہ کرتے ہوئے ربِ حقیقی سے جاملی۔ صحیح ہے:

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس

○○

مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی شخصیت کے چند امتیازی پہلو

مولانا محمد مزمل الحق الحسینی (کارگزار ناظم اعلیٰ تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند)

مولانا سیّد اسعد مدنی کچھ منفرد خصوصیات و امتیازات کے حامل تھے، ان کی شخصیت جفاکشی، ارادے کی پختگی اور ہر عمل میں عالمانہ وقار کے عناصر ترکیبی سے تشکیل پائی تھی، ان کی مجاہدانہ زندگی کا محور زیادہ تر جمعیۃ علماء ہند رہی، نوجوانی اور جوانی کا بڑا حصہ اس کی توسیع و استحکام میں گزرا۔ آزادی کے بعد جمعیۃ کی بیشتر معاصر تنظیمیں اپنی حرکت و عمل یا تو ختم کر چکی تھیں یا انھوں نے اپنے آپ کو بہت محدود دائرے میں سمیٹ لیا تھا، یہ مولانا ہی کی جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ جمعیۃ آزادی کے بعد بھی پہلے کی طرح مضبوط، متحد اور مسلمانوں کی ہر قسم کی رہنمائی کے قابل ہے، آزادی سے قبل اس کا ممتاز نصب العین مکمل آزادی تھا اور پھر آزاد ہند میں مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ اس کا نصب العین قرار پایا۔ مولانا کی فعال قیادت نے اسے اس مقصد کے حصول کے لیے ہمیشہ سرگرم، زندہ اور تابندہ رکھا۔ آج وہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ تنظیم نہیں تو کم از کم حاوی نمائندہ تنظیم ضرور ہے۔

جمعیۃ علماء ہند کو مولانا کے عطایا میں سے ایک عظیم عطیہ اس کا مالی و اثاثی استحکام ہے مولانا کی تگ و دو کا کافی بڑا حصہ جمعیۃ کو مالی اور اثاثی حیثیت سے خود کفیل بنانے اور اس کی جڑوں کو مضبوط کرنے میں صرف ہوا، یہاں تک کہ وہ آج اپنے اثاثوں کے اعتبار سے بھی ہندوستان کی گنی چنی تنظیموں میں شامل ہے، اس کے اپنے صدر دفتر کی عالیشان عمارتوں کے علاوہ اس کے کئی صوبہ جاتی اور ضلعی دفاتر کی اپنی عمارتیں مولانا ہی کی تحریک و تحریص کا ثمرہ ہیں۔

مولانا کی جدوجہد کا ایک اہم پہلو دینی مدارس اور تحریک مدارس کی سرپرستی تھا، اس کے لیے انھوں نے شدید موسموں میں تھکا دینے اور اُکتا دینے والے دور دراز کے اسفار کیے۔ اس سلسلے میں پورا ملک بلکہ پورا برصغیر ان کا دائرہ عمل تھا، زندگی میں شاید چند ہی ایسے واقعات ہوں جہاں وہ تاریخ دے کر نہ پہنچ سکے ہوں۔ خصوصاً مدارس کے سالانہ جلسوں میں شرکت کے لیے وہ طوفانی دورے فرماتے اور وقت مقررہ پر اپنے پہنچنے کو یقینی بنایا کرتے تھے۔ کسی بھی مدرسے میں مولانا کی آمد اس کے جلسے کی کامیابی کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ مولانا کی یہ قربانی مدارس اور اہل مدارس کے لیے بڑی حوصلہ بخش ثابت ہوا کرتی تھی۔

مولانا کی شخصیت کا ایک اور امتیازی پہلو بالخصوص علماء اور بالعموم مسلمانوں کی سیاسی قیادت اور نمائندگی تھی وہ اٹھارہ سال کے طویل عرصے تک پارلیمنٹ کے ایک باکردار اور باوقار ممبر رہے، نظریاتی اعتبار سے وہ جنگ آزادی میں جمعیۃ علماء ہند کے نظریے سے ہم آہنگ جماعت کانگریس سے پورے ثبات کے ساتھ وابستہ رہے۔ مگر اس کے لیے انھوں نے کبھی مسلمانوں کے مسائل سے سمجھوتہ نہیں کیا۔ انھوں نے مسلمانوں کے مسائل کو لے کر کانگریس کے خلاف تحریک چلائی جو اور کسی سیاسی رہنما کا دل گردہ نہ تھا۔ پارلیمنٹ کی لائبریری میں ان کی درجنوں ایسی تقریریں موجود ہیں جو انھوں نے کانگریسی حکومتوں کے خلاف کی تھیں اگر یہ تقریریں شائع ہوں تو علماء اور مسلم رہنماؤں کی نسلوں کے لیے جرأت و بے باکی اور ملّت کے لیے جگر سوزی کا ایک بے مثال اور قابل تقلید نمونہ ثابت ہو سکتی ہیں۔ ۱۹۶۵ء کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار پر بحث کے دوران جب ایک کانگریسی ممبر نے کہا کہ مسلمانوں کو یونیورسٹی کے نام سے ''مسلم'' کا لفظ ہٹا دینا چاہیے تو مولانا نے پارلیمنٹ میں گرج کر کہا تھا کہ اگر ہندو برادران بنارس ہندو یونیورسٹی سے ''ہندو'' کا لفظ ہٹا دیں تو میں علی گڑھ یونیورسٹی کے ماتھے سے مسلم کا لفظ کھرچ دوں گا لیکن پھر آپ کو کانگریس کے آئین سے ''سیکولر'' کا لفظ بھی نکال دینا ہوگا۔'' اس پر پارلیمنٹ ہاؤس میں سناٹا چھا گیا تھا۔ مولانا نے کبھی جذباتی سیاست نہیں کی، انھوں نے زندگی میں سینکڑوں مظاہرے جلسے جلوس اور ریلیاں نکالیں اور تحریکیں چلائیں لیکن کبھی کسی مسلمان کے ناخن کو بھی خراش نہیں آئی جبکہ بسا اوقات چھوٹے چھوٹے احتجاجوں میں بیش قیمت جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔

مولانا کی شخصیت کا ایک اور امتیازی وصف ان کی وہ خودداری اور عزت نفس تھی جو ان کو اپنے عالی مرتبت والد اور خانوادے سے وراثت میں ملی تھی۔ اپنی نوعمری اور جوانی کے عالم میں بھی وہ بڑی سے بڑی عالمی شخصیت سے ہر معاملے میں دراز قد اور بلند قامت ہو کر ملے جو ان کے عالمانہ وقار اور منصب کے عین مطابق معلوم ہوتا تھا، ان کی موجودگی میں کسی کو کسی نازیبا حرکت یا ناشائستہ قول و عمل تو کیا بلا ضرورت لب کشائی کی بھی جرأت نہ ہوتی تھی۔ بڑے بڑے علماء اور وزراء ان کی خدمت میں حاضر ہونا اپنی سعادت اور شان تصور کیا کرتے تھے۔ مولانا قد آور قومی اور عالمی شخصیات سے مساویانہ اور برادرانہ لب و لہجے میں مخاطب ہوتے اور بڑے سے بڑے معاملے میں بھی بے نیازی اور استغناء کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے دیتے۔

وزیر اعظم ہند محترمہ اندرا گاندھی کئی بار جمعیۃ علماء ہند کے دفتر تشریف

لائیں، اسی طرح متحدہ عرب امارات کے سابق صدر شیخ زائد بن سلطان آل نہیان، امام حرم مکی شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ السبیل، سکریٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف جیسے عالمی رہنماؤں نے مولانا سے ان کی قیام گاہ دفتر جمعیۃ میں تشریف لاکر ملاقاتیں کیں۔ یہ جہاں ان بزرگوں کی بڑائی کا ثبوت ہے وہیں مولانا کی عظمت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ مولانا اپنے والد محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کی حیات میں اپنی عمر اور سلوک کے اس مرتبہ پر نہیں پہنچے تھے جب طبیعتیں بارِ خلافت کی متحمل ہوجایا کرتی ہیں اس لیے آپ کو حضرت مدنی سے براہِ راست خلافت حاصل نہ ہوسکی البتہ حضرت مدنیؒ کی رحلت کے بعد ان کے معتمد خلفاء نے مل کر آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔ ملک کے طول وعرض بلکہ بیرون ملک بھی آپ کے خلفاء اور مریدوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ اپنے مریدوں اور خلفاء کی وفاداری اور جاں نثاری میں آپ اپنے والد حضرت مدنیؒ کے شریک وسہیم ہیں نمازوں میں آپ کا اطمینان و دل جمعی اور دیگر عبادات میں آپ کی رغبت وانشراح قابلِ دید اور قابلِ تقلید ہوا کرتے تھے۔

جیسا کہ ہم نے اوپر عرض کیا جمعیۃ علماء ہند اپنے نظام اور اثر ورسوخ کے اعتبار سے ہندوستان کی وسیع ترین جماعت ہے اس کا دائرۂ کار پورا ملک اور موضوع کار دین، ملت اور سیاست سبھی میدان ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں نظریات وترجیحات کے تعین میں اختلاف ہونا بھی کوئی امر محال نہیں۔ مولانا کو بھی متعدد مرتبہ اپنے بعض بزرگوں اور خاص الخاص مخلص ترین رفقاء اور معاصرین کا اختلاف رائے برداشت کرنا پڑا بالخصوص ''قضیۂ دیوبند'' کے موقع پر ان اختلافات نے شدت اختیار کی مگر یہ تمام اختلافات، آراء کے اختلافات تھے، جو اگرچہ بعض مرتبہ جسمانی بعد اور راہِ عمل کے افتراق تک بھی منتج ہوئے مگر دل و دماغ میں ایک دوسرے کے لیے الفت ویگانگت کی چنگاری بھی فروزاں رہی۔ تقریباً ایک سال پیشتر اس کا بڑا مسرت آگیں نمونہ اس وقت دیکھنے میں آیا جب مولانا سیّد اسعد مدنی اور مولانا محمد سالم قاسمی کی ملاقاتوں کی تجدید ہوئی۔

مولانا کی ایک اور انفرادیت یہ تھی کہ ان کی شخصیت میدانِ عمل میں قدم رکھنے کے بعد سے وفات تک اپنے دینی، ملی، سیاسی معاصرین اور مؤیدین و ناقدین کے اعصاب پر طاری رہی مشکل ہی سے کوئی مجلس ہوتی ہوگی جب ان موضوعات پر آزادانہ تبصرہ ہوتا ہو اور مولانا کا ذکر نہ آتا ہو خواہ وہ ذکر مؤیدانہ ہو یا نکتہ چینانہ۔

مولانا کی اپنی ترجیحات اور اپنا طریقۂ کار تھا وہ اپنی ذمہ داریوں سے بزرگانہ شان کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے اور ملّت کے لیے اپنے کارناموں قربانیوں اور خدمات کا ایک ایسا اثاثہ چھوڑ کر گئے ہیں جن سے وہ تابقائے بقا مستفید ہوتی رہے گی انشاء اللہ۔ ○○

بیادِ فدائے ملّت مولانا اسعد مدنیؒ

وہ آسمانِ علم کا بدرِ منیر تھا
اِس دورِ پُرفتن میں وہ روشن ضمیر تھا
بےخوف وحق شناس، جواں مرد شیرِ دِل
لرزیدہ جس سے ملک کا ہر اِک شریر تھا
بےچینیوں میں جس نے گزاری تمام عمر
نامہربان جس پہ بہت چرخِ پیر تھا
ملّت کے درد میں جو تڑپتا رہا مدام
دردِ وطن بھی جس کے لیے ناگزیر تھا
اسلامیانِ ہند کا بے خوف ترجماں
ہندستانیوں کا جو سچّا مشیر تھا
جس کی کوئی مثال نہیں آج دوستو
اس دور میں جو آپ ہی اپنی نظیر تھا
ہر اِک سمجھ رہا تھا جسے ''ترجمانِ دل''
مخلوقِ کائنات کا جو ہم صفیر تھا
یکساں رہا جو مفلس و زردار کے لیے
جس کی نظر میں ایک، صغیر و کبیر تھا
ہاتھوں میں جس کے دین کا پرچم رہا بلند
جو مؤمنوں پہ فضلِ خدائے قدیر تھا
''ہنگامہ ہائے سخت'' سے فرصت نہ تھی جسے
جو آشنائے لذّتِ ہر داروگیر تھا
آتے تھے در پہ جس کے ہزاروں ستم زدہ
ناکام و نامراد کا جو دستگیر تھا
جہد وعمل میں جس نے گزاری تمام عمر
جو بے نیازِ زعمِ ''قلیل و کثیر'' تھا
حافظؔ تھی جس کو قوم کی ہی فکر ہر گھڑی
''فکرِ مآلِ قوم'' کا ہی جو ''اسیر'' تھا
آخر وہ اپنے باپ کے پہلو میں سو گیا
''پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا''

شاعر ملت: **قاری محمد اسحاق حافظؔ سہارنپوری**، انبالہ شہر

فدائے ملتؒ: حیات وخدمات کے آئینے میں

مولانا شیر محمد امینی
مہتمم مدرسہ ابی بن کعبؓ، قصبہ گھاسیڑہ، میوات، ہریانہ

۶ رفروری ۲۰۰۶ء مطابق ۷ رمحرم ۱۴۲۷ھ کو شام پونے چھ بجے دہلی کے اپولو ہسپتال میں جمعیۃ علماء ہند کے صدر امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کی زندگی کا آفتاب غروب ہوگیا۔ یہ دن ملّی، قومی و دینی حوالے سے ایک عظیم سانحہ کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ یہ حادثہ ایک فرد کا نہیں، ایک امت کا ہے، رونا ایک خاندان کا نہیں، پوری ملّت کا ہے، لیکن موت ایسی اٹل حقیقت ہے جس سے کسی کو مفر نہیں، ہر موجود کو فنا کے گھاٹ اترنا ہے، کل نفس ذائقة الموت سے ہر ایک کا سابقہ اتنا ہی یقینی ہے جتنا ہر موجود کو ہر آنے والی سانس پر زندگی کا احساس:

موت سے کس کو رستگاری ہے آج وہ کل ہماری باری ہے

امیر الہند، فدائے ملت مولانا سیّد اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ کی شخصیت اس دور میں جہدِ مسلسل اور حق کی حمایت کے لیے شبانہ روز محنت اور جدوجہد کا عنوان تھی، آپ کی اسّی سالہ زندگی کے بیشتر لمحے قوم وملت کے لیے وقف رہے، آپ کی مخلصانہ اور دور اندیشانہ رہنمائی سے ملت اسلامیہ برابر مستفیض ہوتی رہی۔

مولانا مرحوم اپنے عظیم والد کے نقشِ قدم پر چلتے رہے، جب کبھی دین و ملّت کے خلاف کوئی ناز یبا بات سامنے آئی، وہ سینہ سپر ہوجاتے اور آواز اٹھاتے، تاریخ میں ایسی شخصیات کم گزری ہیں جنھوں نے سیاست کے ساتھ اصلاحِ باطن کو بھی جمع کیا، اور عوامی وسماجی زندگی میں رہتے ہوئے بھی علمی اشغال اور تزکیۂ نفس کی طرف توجہ کی، حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ نے مسلمانوں کے مسائل کو حل کرنے کے لیے پوری ایمانی جرأت و جمعیت کے ساتھ انگریزوں سے مقابلہ کیا تھا، اور متعدد بار جیل بھی گئے۔ وہ ایک ربانی بزرگ اور دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور ہندستان کی جنگِ آزادی کے عظیم رہنما تھے۔ دوسری طرف تربیت وتزکیۂ نفس اور دعوت واصلاح کا کام بھی کرتے تھے۔ ان سب خصوصیات کو ان کے فرزند اکبر مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے اپنے اندر جمع کرلیا تھا، چنانچہ وہ تعلیم وتدریس سے بھی وابستہ رہے، انھوں نے دعوت واصلاح کے کام کے ساتھ سیاست کے میدان کو بھی اختیار کیا، جس کی انھوں نے ملت کی فلاح و بہبود کے لیے ضرورت سمجھی۔

ملّی خدمت کا کوئی میدان ایسا نہیں ہے، جہاں آپ کی جدوجہد کے روشن نقوش موجود نہ ہوں، آپ نے جمعیۃ علماء ہند کی قیادت ایسے وقت سنبھالی جبکہ جماعت کے صفِ اوّل کے قائدین دنیا سے رخصت ہوچکے تھے، اور ملک کے طول وعرض میں ہولناک فسادات نے ملک کو دہشت زدہ کردیا تھا۔ آپ ملک میں امن وامان کے قیام اور قومی یکجہتی قائم رکھنے اور سیکولر اقدار و روایات کی حفاظت کے لیے آخری دَم تک محنت کرتے رہے۔ اسی دوران آپ نے جمعیۃ علماء ہند کو ایک ہمہ گیر، بلکہ عالمگیر تنظیم کی شکل میں تبدیل کردیا۔

جمعیۃ علماء ہند کے مختلف اجلاس عام کے خطباتِ صدارت اور دیگر کانفرنسوں کی صدارتی وافتتاحی کلمات مولانا مرحوم کی بیدار مغزی، ژرف نگاہی اور بصیرت افروزی کے عمدہ نمونے ہیں، ان کی قیادت میں جمعیۃ علماء مسلمانوں کی مؤثر ترجمان اور تعمیر ملت کی داعی تنظیم کی حیثیت سے اُبھری۔ فسادات اور قدرتی آفات کے متاثرین کی بازآبادکاری میں تاریخی ومثالی رول ادا کیا ہے، انسانی حقوق کی پاسداری اور کمزور طبقوں کی تعلیمی واقتصادی ترقی کے لیے ان کے کام سے جمعیۃ کو بڑا وقار اور احترام ملا، ان کے عہد نظامت وصدارت میں ملک وملت کا شاید کوئی مسئلہ ہو، جو جمعیۃ علماء ہند کا مرکزِ توجہ نہ بنا ہو، وقت کے تمام مسائل اس کے احاطۂ جدوجہد میں رہے ہیں، سینکڑوں دینی، سماجی، فلاحی اداروں کی سرپرستی ورکنیت کا انھیں شرف حاصل رہا ہے۔ کانگریس ورکنگ کمیٹی، راجیہ سبھا کی ضوابط کمیٹی، سرکاری یقین دہانی کمیٹی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ، رابطہ عالم اسلامی مکۃ المکرّمہ، مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ، مؤتمر اسلامی تیونس، مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند، جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد، مرکزی وقف کونسل، اردو کونسل، ہمدرد ٹرسٹ، مرکزی حج کمیٹی کے رکن ہونے کے علاوہ مختلف شعبہ ہائے زندگی کو محیط اور ملک وبیرونِ ملک میں رہنے والے مسلمانوں کی دینی، ملّی رہنمائی، دعوت وتبلیغ، روحانی تربیت سب ان کا محور تھیں۔

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نظر اور اپنے اثر کو مسلمانوں کے مسائل کو جمعیۃ علماء ہند کی وساطت سے قومی اسٹیج تک لے جانے کی کوشش کی۔ جمعیۃ علماء ہند کی نمائندہ حیثیت منوانے کے لیے مسلمانوں کے مسائل کو مسلم محلوں کی گلیوں تک محدود نہیں رکھا۔ اسی احساس کے تحت جمعیۃ علماء ہند کے مرکزی دفتر کو گلی قاسم جان سے وہ آئی ٹی او کے قریب مسجد عبدالنبی میں لے گئے۔ یہ شہر کا مرکزی مقام ہے۔ وہ مسلمانوں کے مسائل کو مسلمانوں کی نظر سے دیکھنے اور دکھانے کے قائل نہیں تھے۔ یہی خصوصیت ان کی قیادت میں جمعیۃ علماء ہند کو مسلمانوں کی دیگر تنظیموں سے ممتاز کرتی ہے۔ مولانا کا یہ کارنامہ کوئی معمولی نہیں بلکہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ انھوں نے جمعیۃ کا دفتر ایسی جگہ پر بنادیا، جس پر ساری دنیا کی نظر پڑتی ہے۔

مولانا کے دور قیادت میں مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں جو جلسے

اور اجلاس ہوئے، وہ سپرو ہاؤس، فکّی آڈیٹوریم اور رام لیلا گراؤنڈ میں ہوئے۔ ان جلسوں میں ہر سیاسی پارٹی کے نمائندوں کو مدعو کیا گیا۔ اس طرح مسلمانوں کے بارے میں ایک قومی رائے پیدا کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے اپنے کام کو جلسے جلوس تک محدود نہیں رکھا، بلکہ جب ضرورت سمجھی، عوامی پرامن احتجاجی تحریک شروع کرنے میں تکلف نہیں کیا۔ اس سلسلے میں ''ملک و ملت بچاؤ'' تحریک کے دو دور قابل ذکر ہیں۔ ان تحریوں کو ملک کے ہر حصے سے حمایت ملی، ان تحریکوں کی بدولت ہی ہر سیاسی پارٹی مسلمانوں کے مسائل پر غور کرنے اور ان کے حل کرنے کی ضرورت محسوس کرنے لگی ہے۔ ترقی پسند اتحاد حکومت نے اپنے کم سے کم پروگرام میں اس کو جگہ دی ہے۔ تازہ ترین وزارت سازی میں اقلیتی امور کی وزارت کا قیام اس جہت میں ایک اہم پیش رفت ہے۔ اس کے علاوہ اس دستخطی مہم کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے جو مسلمانوں کو ان کی آبادی کے تناسب سے پارلیمنٹ، اسمبلیوں، سرکاری محکموں اور تعلیمی اداروں میں ریزرویشن دلانے کے لیے چلائی گئی تھی۔ آزادی کے بعد اُردو کے حق میں چلائی گئی وسیع دستخطی مہم کے بعد یہ دوسری بڑی مہم تھی۔ ان مطالبات کے حق میں میمورنڈم اکیس لاکھ افراد کے دستخطوں سے صدرِ جمہوریہ کو پیش کیا گیا۔ حضرت مولانا کے دَور میں جن اہم کانفرنسوں کا انعقاد کیا گیا، ان میں سے چند کے نام اور عنوان ملاحظہ فرمائیں، جیسے دینی تعلیمی کنونشن، جمہوری کنونشن ۱۹۵۴ء، اوقاف کانفرنس ۱۹۷۹ء، تعلیمی وملّی کانفرنس ۱۹۸۴ء، فرقہ واریت مخالف کنونشن ۱۹۹۱ء، قومی اتحاد کانفرنس ۱۹۹۲ء، تحفظ شہریت کانفرنس ۱۹۹۳ء، تحفظ شہریت کنونشن ۱۹۹۴ء، قومی کانفرنس ۱۹۹۴ء، یکساں سول کوڈ مخالف کنونشن ۱۹۹۵ء۔ ان کے علاوہ جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس عام کا ہر خطبہ صدارت ملک وملت کے مسائل پر جامع تبصرہ اور مفصل تجزیہ ہوا کرتا تھا۔ ان کے دورِ صدارت میں اجلاس عام کو خاص اہمیت دی گئی۔ اس کو ملّی مسائل کو قومی منظر پر ابھارنے کا وسیلہ بنایا گیا۔ یہ عنوانات ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے مسائل پر ان کی گرفت کتنی مضبوط تھی، اس کے علاوہ فرقہ وارانہ فسادات اور قدرتی آفات کے متاثرین کی دادرسی و بحالی کے لیے ان کی قیادت میں جو کام ہوا، وہ پوری کتاب کا مستحق ہے۔

گجرات کے مسئلے پر جمعیۃ نے مسلمانوں کے ساتھ ہوئے ظلم کو سختی سے ملک کے لیڈروں کے سامنے اُٹھایا اور بڑے پیمانے پر گجرات میں متاثرین کی بازآبادکاری کا کام کیا۔ پچھلے چند سالوں میں جب سے امریکہ نے مسلمانوں کے خلاف ایک طرح سے نفرت آمیز دشمنی کا مورچہ کھولا ہے، اور پوری دنیا میں مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے میں لگا ہوا ہے، مولانا علیہ الرحمہ نے علالت اور پیرانہ سالی کے باوجود جگہ جگہ جلسے اور کنونشن کر کے غیر مسلم عوام اور حکومت کو یہ بتانے کی کوشش کی کہ مسلمان دہشت گرد نہیں ہیں، اور یہ مسئلہ مولانا نے مختلف ممالک میں اٹھا کر مسلمانوں کی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش فرمائی۔

مدارسِ اسلامیہ کی اہمیت و مرکزیت اور افادیت کے پیشِ نظر تحریک مدارس کے سرخیل، مفکرِ ملت مولانا سیّد اسعد مدنی نے دارالعلوم دیوبند اور جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے مدارس کی ترقی و استحکام میں قابلِ قدر اور لائقِ رشک خدمات انجام دی ہیں۔ مدارس کے ذریعہ ملک کی خدمت کا یہ جذبہ ان کا موروثی تھا جو حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ سے انھیں ملا تھا۔ دارالعلوم اور جمعیۃ علماء کے بنیادی اغراض ومقاصد میں علوم عربیہ واسلامیہ کی اشاعت وترویج اور مختلف مقامات پر مدارسِ عربیہ کا قیام شامل تھا۔ اس غرض کو روبہ عمل لانے کے لیے اکابر کے نقشِ قدم پر مولانا سیّد اسعد مدنی علیہ الرحمہ نے بھی مکاتب و مدارسِ اسلامیہ کے قیام کے سلسلے میں بے مثال قربانیاں دی ہیں۔ جمعیۃ علماء ہند نے دینی تعلیم کے فروغ کے لیے ایک مستقل بورڈ قائم کر رکھا تھا۔ مولانا مرحوم نے اس کو ترقی اور فعالیت کی راہ پر گامزن رکھا، اور اس کے لیے درج ذیل نظام تجویز فرمایا:

۱۔ دینی تعلیم کو ہر گھر، ہر مکتب اور ہر اسکول، کالج تک عام کرنے کے لیے جدوجہد اور ہر مسجد کو دینی تعلیم کا سینٹر بنانا۔

۲۔ دینی مکاتب ومدارس کے لیے تربیت یافتہ اساتذہ فراہم کرنا اور اساتذہ کی تدریسی تربیت کے لیے سینٹر قائم کرنا۔

۳۔ پسماندہ علاقوں میں دینی مکاتب قائم کرنا، دینی تعلیمی اداروں میں باہمی تعاون واشتراک کی فضا قائم کرنا۔

۴۔ دینی تعلیم کی ترویج واشاعت کے لیے عام مسلمانوں میں دینی اجتماعات منعقد کرنا، اور مشاہیر علمائے کرام اور ماہرینِ تعلیم کا ایک بورڈ قائم کرنا، جو ملک کا دورہ کرے اور مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات کے مطابق ان کی رہنمائی کرے۔

حضرت مولانا مدنی علیہ الرحمہ کے طویل دورِ نظامت وصدارت میں مذکورہ امور کی انجام دہی جاری رہی، اور ملک کے کونے کونے میں پھیلی ہوئی جمعیۃ علماء ہند کی اکائیوں کو ہدایت دی گئی کہ مجوزہ نظامِ عمل اور رہنما اصولوں کی روشنی میں دینی تعلیم کا نظم قائم کیا جائے، چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے ملک کے چپّے چپّے میں دینی مکاتب اور اسلامی مدارس کا جال بچھ گیا۔ مولانا مرحوم مدارس کے مسائل بڑی توجّہ سے سنتے اور ان کو حل کرنے کے لیے ہر ممکن تعاون فرماتے، اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود دور دراز پسماندہ علاقوں کے مدارس کے تعلیمی واصلاحی پروگراموں میں شرکت فرماتے۔ جمعیۃ کے اجتماعات میں ذمہ دارانِ مدارس کو مدعو کرتے، ملک وملت کے حوالے سے اپنی امیدوں اور اندیشوں سے فرزندانِ توحید کو آگاہ فرماتے، درپیش خطرات سے بچنے کی مؤثر تدابیر پیش کرتے، حالات کی نامساعدت کے باوجود مدارس کی تعمیر وترقی کا جامع پروگرام آپ نے جاری رکھا:

ہوا تھی گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے تھے اندازِ خسروانہ

فرقہ پرست عناصر نے جب امن وامان اور شرافت کے گہواروں یعنی مدارس کو بدنام کرنا شروع کیا، مدارس کو ملک دشمن سرگرمیوں کا مرکز اور دہشت

گردی کی آماجگاہ تک کہا جانے لگا تو حضرت مولانا نے پوری پامردی کے ساتھ ان کو للکارا اور ان کی بھرپور مذمت کی۔ مدارسِ اسلامیہ کو داخلی اور خارجی خطرات سے محفوظ رکھنے کے لیے مولانا مرحوم نے مدارس کے باہمی ربط واتحاد کے فروغ پر زور دیا۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا کی تحریک پر مجلسِ شوریٰ دارالعلوم دیوبند کے فیصلے کے مطابق دارالعلوم دیوبند میں اکتوبر ۱۹۹۴ء میں پورے ملک کے مدارسِ عربیہ اسلامیہ کے نمائندوں کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں اتفاقِ رائے سے مدارس کی تنظیم ''رابطہ مدارسِ اسلامیہ'' کا قیام عمل میں آیا۔ اس رابطہ کے بڑے نتائج مرتب ہوئے۔ مدارسِ اسلامیہ کے حوالے سے مولانا مرحوم کی خدمات کا تذکرہ ادھورا رہے گا، اگر دارالعلوم دیوبند کا ذکر نہ کیا جائے۔ کون نہیں جانتا کہ بحرانی دَور سے دارالعلوم کو نکالنے اور تعمیر وترقی کی وسیع شاہراہ پر گامزن رکھنے میں ان کی مساعی جمیلہ کا بڑا دخل ہے، تعلیمی اور تعمیری ہر لحاظ سے پچھلے چند سالوں میں دارالعلوم نے حیرت انگیز ترقی کی ہے نظم وضبط بہتر ہوا ہے، معیارِ تعلیم وتربیت بلند ہو رہا ہے، پرانی عمارتوں کی مرمت اور جدید عمارتوں کی تعمیر بڑے پیمانے پر جاری ہے، یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے در و دیوار اپنے اس عظیم معمار کے انتقال پر ماتم کناں اور سوگوار ہیں:

ویران ہے میکدہ، خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ رُوٹھ گئے دن بہار کے

حضرت مولانا مدنی علیہ الرحمہ کو محبوبیت و فدائیت کا مقام حاصل تھا، تاحیات منصبِ رشد وہدایت پر فائز رہے، اگرچہ انھیں اصلاً خصوصی خلافت و اجازت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھی، تاہم حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے تمام خلفاء و خدام نے متفق ہوکر اجازت سے نوازا تھا۔ اس اعتبار سے آپ کا حلقہ بہت وسیع ہے، اس سلسلے میں آپ کے اتنے دعوتی وتبلیغی اسفار، ملک وبیرون ملک ہوئے ہیں کہ بڑے بڑے سیّاح بھی ان سے پیچھے رہ جائیں گے، عبادت اور ذکر وفکر کا انہماک معمول مثالی تھا، مدھیہ پردیش کے مفتی مولانا عبدالرزّاق اور دوسرے بہت سے حضرات یہ کہتے تھے کہ ہمیں مولانا اسعد مدنیؒ کی نماز نے گرویدہ بنایا ہے، سیاسی حلقوں میں بھی انھیں احترام حاصل تھا، تمام سیاسی پارٹیوں کے ذمہ دار لحاظ کرتے تھے، اور ان کی شخصیت کا وزن محسوس کرتے تھے، حضرت مولانا علیہ الرحمہ کے ہم سے جدا ہوجانے سے ایک بڑا خلاء پیدا ہوگیا ہے، جس کا پورے ملک وملت کو شدت سے احساس ہے، مولانا کی زندگی ہمارے لیے سراپا جدوجہد اور قوم وملت کے لیے بے مثال قربانی پیش کرنے کی ترغیب اور تحریک وعمل کا پیغام ہے۔ مولانا نے دین وسیاست، اصلاح وتربیت اور ملّی جدوجہد کے پنبہ و آتش کو جس طرح نباہ کر دکھایا، وہ غیر معمولی اور ناقابلِ فراموش ہے۔ بقولِ شاعر:

برکفے جام شریعت، برکفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

مولانا ملک وملت کی گراں بار ذمہ داریوں کو اپنے کاندھوں پر اُٹھاتے اُٹھاتے تھک جاتے تھے، اس لیے ان کے پروردگار نے انھیں ابدی آرام کے لیے اپنے پاس بلا لیا۔ خدا اس مردِ جلیل کی مغفرت فرمائے، آمین!

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اُس گھر کی نگہبانی کرے

○○

گلہائے عقیدت

اسعد فردوسِ بریں رفتہ

۱۴۲۷ھ

محمد اصغر (خادم تدریس جامعہ عربیہ خادم الاسلام ہاپوڑ)

امروز فدائے دیں از ما بہ قریں رفتہ
از بندہ جہاں رستہ او خندہ جبیں رفتہ
اعراض زما کردہ پوشیدہ پس پردہ
فردوسِ بریں رفتہ یک قصر حسیں جستہ
کردار و خصائلش بر منوال نبی بودہ
رفتار متیں بودہ گفتار حسیں شستہ
تقریر و کلامِ او دُرہائے ثمیں سفتہ
صوتش بشنود آں کو در قعر زمیں خفتہ
از مرگ نہ ترسیدہ چوں فتنہ بپا دیدہ
بس کوہ گراں بودہ در عزم چنیں پختہ
اخبار حوادث چوں درگوش فرا آمد
بےخوف وخطر بودہ زودے زکمیں جستہ
از رحلت حضرت آں میخانہ ہمہ ویراں
ہر قلب وجگر زخمی ہر بیت ومکیں خستہ
مضبوط وقوی کردہ اہداف جماعت را
ہر تخم اخوت را دراہل زمیں کشتہ
در عہد حسینیت در جمعیۃِ ما ہرجا
صد گلشنِ اخوت را در اہلِ زمیں کشتہ
گلہائے عقیدت را در سلک حسیں سفتہ
ابیات رثا اصغر از قلب حزیں گفتہ
تاریخ وصالِ او ہاتف بمن ایں گفتہ
شاداں بشوی اسعد فردوس بریں رفتہ
۱ ۴ ۲ ۷ ھ

مدرسہ دارالعلوم عبدیہ قصبہ ہتھین علاقہ میوات

مختصر تعارف مع روئیداد

نام: مدرسہ دارالعلوم عبدیہ ہتھین، علاقہ کا مشہور ادارہ ہے۔

بانی: محی السنہ عارف باللہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب مرحوم، فاضل دارالعلوم دیوبند نے ۱۹۶۰ء میں اس مدرسہ کی عام غریب مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم کے لیے بنیاد رکھی۔

محل وقوع: مدرسہ ہذا قصبہ ہتھین کی آبادی کے جانب مغرب دہلی، الور سڑک سے متصل واقع ہے مدرسہ ہذا تقریباً ۲۰ر ہزار مربع گز وسیع وعریض رقبہ پر مشتمل ہے۔

قصبہ ہتھین: جہاں یہ مدرسہ قائم ہے دہلی سے جنوب میں براستہ فرید آباد، پلول تقریباً ستر کلومیٹر دور ہے۔ یہ قصبہ میوات کی مسلم آبادی اور جٹیات کی غیر مسلم آبادی کے درمیان میں واقع ہے۔ یہ قصبہ ہریانہ کے ترقی پذیر قصبات میں سے ہے جہاں میوات ترقی بورڈ کے تحت کارخانے قائم ہورہے ہیں پورے علاقہ کی غلہ کی منڈی، بازار، تحصیل، تھانہ، ہسپتال اور محکمہ تعلیم، بجلی، نہر اور پنچایت وغیرہ کے تمام دفاتر اسی قصبے میں ہیں۔

تقریباً سو مسلم مواضعات کا مرکز ہے اسی لیے ہر وقت ہزاروں مسلمانوں کی یہاں آمد ورفت رہتی ہے۔ اس مسجد اور مدرسہ کے علاوہ اور جگہ مسلمانوں کے لیے ایسی نہیں ہے جہاں وہ نماز پڑھ سکیں اور جمعہ وعیدین کی نمازیں ادا کی جاسکیں۔

دینی مرکز: دنیوی ضروریات کے ساتھ ساتھ یہی مدرسہ علاقے کے تمام مسلمانوں کا دینی مرکز بھی ہے جہاں وہ دینی مسائل کے معلوم کرنے کے لیے رجوع کرتے ہیں اور خصوصاً نکاح وطلاق، حج وزکوٰۃ، رویت ہلال وغیرہ کے تمام مسائل میں یہاں کا فیصلہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ تبلیغی جماعتوں کی بھی بحمدہٖ تعالیٰ بکثرت آمد ورفت رہتی ہے۔

تعداد طلباء: مدرسہ ہذا میں بحمدہٖ تعالیٰ دوسو پچاس طلباء داخل ہیں جن کے قیام وطعام وغیرہ کا مدرسہ کفیل ہے۔

تعلیم: درجات عربی، فارسی، اردو دینیات، قرآن پاک حفظ وناظرہ، انگلش، ہندی وحساب کی تعلیم جاری ہے۔

ضروریات مدرسہ: طلباء کے لیے درسگاہوں اور دارالاقامہ کی تعمیر کا سلسلہ جاری ہے فی الحال مسجد کا فرش، مسجد کی سہ دریاں، درسگاہیں اور دارالاقامہ کے کمرے 'مطبخ' دارالافتاء اور گودام کی تعمیر ضروری ہے ان کی تعمیر میں حصہ لینا صدقہ جاریہ ہے۔

آنجناب ہمیشہ ایسے دینی اداروں کا پرخلوص تعاون فرماتے رہتے ہیں۔ امید ہے اس دینی ادارے کا خصوصیت کے ساتھ خود بھی تعاوت فرمائیں گے اور دوسرے احباب کو بھی متوجہ فرماکر اجر دارین حاصل فرمائیں گے۔

حضرات اکابر امت کی تائیدات اور دعاؤں کا شرف اس ادارہ کو ہمیشہ حاصل رہا ہے۔ حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادی نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

''حامداً مصلیا امابعد: مختلف اور معتمد حضرات کے معائنہ جات سے بطریق وثوق حالات امید افزا ہی ہیں۔ کارکنان ماشاء اللہ تعالیٰ مخلص دیانتدار ہیں، اللہ تعالیٰ مدرسہ کو تعلیمی اور تعمیری نیز اخلاقی ترقی سے نوازیں۔ امید کہ اہل خیر حضرات تعاون سے سرفراز فرمائیں گے۔'' احقر **محمد مسیح اللہ** ۲۴ر جمادی الاول ۱۴۲۴ھ

شیخ المشائخ قطب العالم شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب قدس سرہٗ: ''بعد سلام مسنون یہ ناکارہ تمہارے مدرسہ کے لیے دل سے دعاء گو ہے اللہ تعالیٰ ہر نوع کی ترقیات سے نوازے اور مکارہ سے محفوظ فرمائے اور احیاء دین کا ذریعہ بنائے۔ والسلام۔ **محمد زکریا**

فضیلت الشیخ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی الندوی نور اللہ مرقدہ' (عربی سے ترجمہ)

الحمد اللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

امابعد: مدرسہ دارالعلوم عبدیہ کا تعارف مجھے بعض کبار علماء ہند مثل حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے ذریعہ حاصل ہوا ان حضرات کی شہادت اعتماد کے لیے کافی ہے۔ پس میں مدرسہ دارالعلوم عبدیہ کے مستحق تعاون ہونے کی تصدیق کرتا ہوں اور اس مدرسہ اور اس کے اراکین کے لیے توفیقات اور تائیدات الٰہیہ کی دائما شامل ہونے کی دعاء کرتا ہوں۔ **الداعی ابو الحسن علی الحسنی الندوی** ۱۴۰۲/۱۰/۲۶

منجانب: **حافظ محمد ہاشم صاحبزادہ حضرت مولانا نورالدین صاحب (مرحوم)**
سابق مہتمم **مدرسہ دارالعلوم عبدیہ** قصبہ ہتھین علاقہ میوات
Mob: **09416138988**
Mob: **09812675922**

دُور تک قافلۂ صبح کے آثار نہیں

مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی
استاذ حدیث جامعہ عربیہ امدادیہ، مرادآباد

محرم الحرام کی ساتویں تاریخ ہے، افق آسمان پر چمکتے سورج کی تابانی ماند پڑتی جارہی ہے، سورج غروب ہوا چاہتا ہے، مگراس سے پہلے ہی ملت اسلامیہ کا آفتاب فضل وکمال نصف صدی سے زائد عرصے تک اپنی جرأت، عزیمت، اخلاص، دردمندی اور جاں سوزی کے ذریعہ اپنی تابانی بکھیرنے کے بعد دنیائے دوں سے رخصت اور غروب ہوکر آخرت کے ابدی سفر پر روانہ ہوجاتا ہے، اس طرح اسّی سال کی قربانیوں، جاں فشانیوں، ملت کے مسائل ومشاکل کو حل کرنے اور الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانے کے عظیم کاموں سے مالامال مجاہدانہ زندگی گزار کر ملت اسلامیہ کا قائد جلیل، مردِ کوہ کن، ذکرِ الٰہی سے سرشاری کی والہانہ کیفیت میں اپنے مالک حقیقی سے جاملتا ہے:

زندگانی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تاروں سے بھی تیرا سفر

امیر الہند فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کا سانحۂ وفات پورے عالم اسلام کا ناقابل تلافی نقصان ہے۔ یہ صرف ایک فرد کی وفات نہیں بلکہ پورے ایک عہد کا اور اس کی دل آویز خصوصیات کا خاتمہ ہے۔ ان کی شخصیت بلاشبہ اسلامی تاریخ کی ان جلیل القدر اور عظیم المرتبت شخصیات میں نمایاں ہے جن کے پائے ثبات واستقامت میں نہ حکمرانوں کا رعب وجلال لغزش پیدا کرپاتا ہے اور نہ سیم وزر کی زنجیریں قصر سلطانی کے گنبد پر اپنا نشیمن بنانے پر اُنھیں آمادہ کرسکتی ہیں بلکہ ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ:

باسلاطیں درفتد مرد فقیر   از شکوہِ بوریا لرزد سریر

مردِ فقیر بادشاہوں سے پنجہ آزما ہوجاتا ہے، اس کے بوریئے کے جلال وشکوہ سے تخت وتاج لرزاں وترساں رہتے ہیں، وہ ان خوش نصیب بندگانِ خدا میں تھے جنھیں قسّام ازل نے بے شمار کمالات، امتیازات اور خوبیوں سے بہرہ مند فرمایا تھا، ان کی ذات میں جو مکارم ومحاسن اور حسنات وفضائل کا اجتماع اللہ کی توفیق سے تھا ان کا احاطہ بے حد دشوار ہے۔ بقول شاعر:

مـن كثـرة الأخبـار مـن مَـكرُماتِه
يـمـرّ بـه صـنف و يأتي به صنف

یعنی اُن کے مکارم اتنے گوناگوں ہیں کہ ایک کا ذکر چھڑتا ہے تو دوسرا سامنے آجاتا ہے، مرحوم کی چند نمایاں امتیازی خصوصیات کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

(۱) عظمت و عبقریت

حضرت امیر الہند علیہ الرحمہ کی سب سے نمایاں خصوصیت ان کی عظمت ہے۔ اللہ نے ان کو جو ہمہ جہتی عظمت عطا فرمائی تھی وہ محض خاندانی ورثہ نہیں تھی، بلکہ عظمتوں اور رفعتوں کے مینارۂ بلند تک پہنچنے کے لیے انھوں نے اپنا خونِ جگر جلایا تھا، ملت کے مسائل کے لیے ایوانِ پارلیمنٹ میں، اربابِ اقتدار کے سامنے، پبلک اسٹیجوں پر، شہر شہر، قریہ قریہ، ملک وبیرونِ ملک، سفر وحضر، راحت وکلفت، ہر وقت اور ہر حال میں اپنے ذاتی اور خاندانی غموم وہموم سے بے پرواہوکر ان کی شب وروز کی پیہم مجاہدانہ مساعی، جہدِ مسلسل، لگن، ملت کا درد بے پناہ، سوزِ دروں اور:

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

کے مطابق فکرمندی اور کڑھن— یہ سب ان کی عظمت کے بنیادی روشن عناوین ومظاہر ہیں۔ ان کو خاندانی عظمت بھی حاصل تھی اور وہ چاہتے تو اسی پر بس کر بیٹھتے، مگر ان کا طائر بلند پرواز محض خاندانی عظمت کو آشیانہ بنانے پر آمادہ نہ ہوا بلکہ انھوں نے اپنے جہادِ مسلسل سے ذاتی عظمت کی رفعتیں حاصل کیں، اور ان کی فکر عربی شاعر کی اس فکر سے ہم آہنگ رہی:

إن الـفـتـىٰ مـن يـقـول هـا أنـا ذا
ليـس الـفتىٰ حتى يقول: كان أبي

صاحبِ عزم جوان وہ ہے جو خود مردِ میدان ہو اور کسی دوسرے کے بھروسے پر نہ رہے، وہ کسی کا دست نگر نہ ہو، بلکہ اسے اپنے زورِ بازو پر یقینِ محکم ہو اور وہ للکار کر کہے کہ ''لو! میں سامنے موجود ہوں''۔ صاحبِ عزم وہ نہیں جو صرف اپنے آباء واجداد اور خاندان کی عظمت پر ناز کرتا پھرے اور خود میدانِ عمل میں کوئی جوہر نہ دکھا سکے، حضرت امیر الہند اپنی دنیا آپ بنانے والے اصحابِ عزیمت میں سے تھے اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ: راہ میں حائل ہوں اگر کوہ تو ٹھکرا کے نکل چنانچہ ان کے مشن کی راہ میں بڑے بڑے طوفان آئے، اپنوں اور غیروں کی ریشہ دوانیاں آئیں، رکاوٹوں اور مخالفتوں کی ہوائے تند وتیز آئی، مگر کوئی چیز ان کی رفتارِ کار اور عزم وہمت کے آڑے نہ آسکی اور وہ زبانِ حال سے یہ کہتے ہوئے آگے بڑھتے رہے کہ:

میں کہاں رُکتا ہوں عرش وفرش کی آواز سے
مجھ کو جانا ہے بہت اُونچا حدِ پرواز سے

(۲) قائدانہ جوہر:

اللہ نے ان میں کوٹ کوٹ کر قائدانہ صلاحیت بھردی تھی، دوراندیشی،

عقابی روح، اصابتِ فکر، جرأت وعزیمت، حق گوئی، بے باکی، بصیرت و فراستِ ایمانی، بلند نگاہی اور عالی حوصلگی کی جوخوبیاں ان کے خمیر میں پیوست تھیں، قیادتِ ملت کے پرخار اور نازک سفر میں یہی ان کا رختِ سفر اور زادِراہ تھیں۔ بقول اقبال:

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

کہا جاتا ہے کہ ''قیادت اطاعت کی کوکھ سے جنم لیتی ہے''۔ ملت کے غم میں اُونچے بول بولنے اور جھوٹے آنسو بہانے والے قائدینِ ملت کے انتشار اور جذبۂ اطاعت سے محرومی کا واویلا کرتے ہیں مگر امیر الہند مرحوم کی قیادتِ ملت کی پچاس سالہ تاریخ اطاعت واجتماعیت کی آئیڈیل تاریخ ہے، اور مفاد پرست و مصلحت کوش، کرگس صفت، قائدین کی قیادت اور امیر الہند کی جرأت مندانہ اور شاہین صفت قیادت میں جو واضح فرق ہے وہ یہی ہے کہ:

مرے، ہم صفیر بلبل ترا مرا ساتھ ہی کیا
ترا درد دردِ تنہا، مرا غمِ زمانہ

ہندستان میں سرمایۂ ملت کی پاسبانی و نگہبانی تنظیم جمعیۃ علماء ہند کے وسیع اور عوامی بے نظیر پلیٹ فارم سے نصف صدی سے زائد عرصہ تک انھوں نے اسلامیانِ ہند کی قیادت کی اور احساسِ محرومی و کمتری سے دوچار ملت کو حوصلہ بخشا، ان کے سینوں میں دبی آگ کو شعلۂ جوالہ بنایا، انھوں نے مصلحت اندیشیوں کے بجائے جرأت مندانہ اقدامات کی تحریک یہ کہتے ہوئے پیدا کی کہ:

مصلحت اندیشیوں ہی کا تو یہ انجام ہے
اتحادِ دین و ملّت پارہ پارہ ہوگیا

انھوں نے امت کو یہ ہمت دی کہ امت اپنے مسائل پوری قوّت سے اٹھائے، اسے اپنے وجود اور تحفظ کی فکر کے بجائے اپنے حقوق کا مطالبہ کرنا ہے، اس کے وجود پر کوئی آنچ نہیں آنی ہے، اصل چیز اپنے حقوق کا جرأت مندانہ مطالبہ ہے، انھوں نے ملت میں یہ روح بھری کہ وہ اپنے مسائل اُٹھائے اور اس میں ذرا بھی لچک، نرم روی اور سہل انگاری سے کام نہ لے، اس لیے کہ:

مسئلے زندہ قوموں کی پہچان ہیں
مردہ قوموں کے کوئی مسائل نہیں

ناعاقبت اندیش اور کوتاہ بیں افراد کو کبھی کبھی ان کی قیادت میں ضرورت سے زیادہ عاجلانہ اقدامات اور تدریج کے بجائے، منزل بہ منزل سفر کے بجائے یک بیک آخری منزل اور مقصد پالینے کا مزاج نظر آتا تھا، مگر امیر الہند کی فراست اور دوراندیشی کا عالم ہی کچھ اور ہوتا تھا، اور ان کی رفتارِ کار گویا یہ پیغام دیتی تھی کہ:

بڑھ جنوں کچھ اور آگے، منزلیں ہیں اور بھی
اس سے کیا حاصل کہ ٹکرائیں در و دیوار سے ہم

دنیا نے یہ منظر بار بار دیکھا کہ جمعیۃ علماء (جس کی تاریخ عزیمت کی روشن ترین تاریخ ہے) کے پلیٹ فارم سے امیر الہند کی ایک صدا پر خلقِ خدا کا وہ ہجوم اکٹھا ہوتا ہے جس سے ایوانِ باطل میں لرزش پیدا ہوجاتی ہے، جمعیۃ کی تاریخ میں امیر الہند کی قیادت کا دور اس کا عہدِ زرّیں ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ:

تاریخ جنوں یہ ہے کہ ہر دورِ خرد میں
اِک سلسلۂ دار و رسن ہم نے بنایا

(۳) مسلکِ دیوبند کا تحفظ

امیر الہند کی ایک نمایاں خصوصیت مسلکِ دیوبند کا تحفظ اور اکابرِ دارالعلوم کے مزاج و مذاق اور اقدار کی ترویج و اشاعت کی فکر و اہتمام ہے، اور اس کے لیے انھوں نے جو قابلِ قدر خدمات انجام دیں ان سے ان کی بیدار مغزی اور ہوش مندی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ گذشتہ مارچ ۲۰۰۵ء میں میں نے دہلی میں حضرت سے ملاقات کے دوران اپنی ایک تصنیفی کاوش ''مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ: جامع کمالات شخصیت کے چند اہم گوشے'' پیش کی۔ آپ نے اس کا سرسری مطالعہ فرمایا اور پوچھا کہ اس کتاب میں دارالعلوم دیوبند کا ذکر نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ دیوبند کا ذکر ہے، پھر وہ باب کھول کر پیش کیا جس میں مفکرِ اسلام، دارالعلوم دیوبند اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کا مفصل ذکر ہے۔ حضرت نے وہ پورا مضمون پڑھا، اپنی مسرّت کا اظہار کیا اور دعائیں دیں، اس معمولی واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دارالعلوم، مسلکِ دارالعلوم اور اکابرِ دارالعلوم سے ان کا تعلق کس درجہ والہانہ اور عاشقانہ تھا، اور اکابر کا مزاج و مذاق ان کے رگ و پے میں کس درجہ پیوست تھا۔

ملت کی بدقسمتی ہے کہ چند سالوں سے ایک جماعت مسلسل مسلکِ احناف و دیوبند اور اکابرِ دیوبند کے خلاف طوفانِ بدتمیزی میں مشغول ہے اور کچھ بے توفیق تکفیر و تضلیل یا کم سے کم تفسیق و تشنیع کی حدوں تک جا پہنچے ہیں۔ امیر الہندؒ نے اس نازک موقع پر تحفظِ سنت کانفرنس بلائی اور ملتِ اسلامیہ کے تمام روشن دماغ، سلیم الفکر افراد، عقیدت مندان اور خوشہ چینانِ دارالعلوم کو اکٹھا کیا اور یہ ثابت کردیا کہ مسلکِ دیوبند اور عظمتِ اکابر کے تحفظ کے لیے ذہنی، دماغی، قلبی، لسانی، علمی و عملی ہر طرح کی کوشش جاری رہے گی اور مسلکِ دیوبند پر کوئی آنچ آئے اسے گوارا نہ کیا جائے گا۔

(۴) اتحادِ ملّت کی سعیٔ محمود

حضرت کی زندگی کا یہ پہلو عام طور پر نگاہوں سے اوجھل ہے، یا غلط فہمیاں حائل ہیں۔ اصحابِ بصیرت واقف ہیں کہ جمعیۃ علماء اور دارالعلوم دیوبند کے پلیٹ فارم سے حضرت نے اتحادِ ملت کی کوشش مستقل جاری رکھی، اتحادِ ملت کا سرا براہِ راست اصلاحِ معاشرہ سے جڑا ہوا ہے، تحریک اصلاحِ معاشرہ جو آج ہندستان کے ہر گوشے میں جاری ہے اور اس کے اثرات نمایاں ہیں، وہ جمعیۃ

علماء کی دَین اورامیر الہند کا فیض ہے۔سابق فرقہ پرست حکومت نے مدارسِ اسلامیہ کے خلاف دہشت گردی پھیلانے کا جوڈھونگ رچا تھا اور مدارس کی تفتیش اوراہلِ مدارس کوٹارچر کرنے کی جو منظّم مہم اورکوشش جاری کررکھی تھی اوراس کے لیے جو سیاہ بل نافذ کرنے کا پروگرام تھا،حضرت نے اس کے مقابلے کے لیے کانفرنس بلائی اور پھر سب نے دیکھا کہ ان کی آواز پر لاکھوں مسلمانانِ ہند نے لبیک کہا۔تاریخ نے یہ منظر بھی ریکارڈ کیا کہ مختلف الخیال افراد اورمختلف مکاتبِ فکر کے نمائندے حضرت کے قدم بہ قدم اس مہم میں شریک ہیں۔اتحاد واجتماعیت کا یہ حسین و دل نواز مظاہرہ حضرت کے جذبۂ اتحاد کا ایک نمونہ ہے۔

(۵) تدیّن و تقویٰ اور خشوع:

حضرت کی زندگی کا مشاہدہ کرنے والا ان کے تدین،تقویٰ اورخشوع کا شاہد ہے۔حقوق کی ادائیگی کا اہتمام،توازن، معاملات کی صفائی، معاشرتی زندگی کی پاکیزگی،نماز باجماعت کا بےنظیر اہتمام، خاشعانہ کیفیت، شب بیداری، آہِ سحر گاہی،تلاوت ومناجات، دعا وانابت اورحسنِ اخلاق حضرت کی عملی زندگی کے روشن عناوین ہیں اوران کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ یہاں اس کا احاطہ نہیں ہوسکتا۔جمعیۃ علماء کی عملی قیادت میں قدم رکھنے کے دن سے لے کر یومِ وفات تک ــــ شاید کوئی دن طلوع ہوا ہو جب ایک خاص حلقے میں ان کی تحقیر اور ملامت نہ کی گئی ہو، ان کے لیے کلماتِ اہانت استعمال نہ کیے گئے ہوں اوران کوملت کا دشمن ثابت نہ کیا گیا ہو اوران کے خلوص پر حملے نہ کیے گئے ہوں،مگر یہ حرکت ان لوگوں نے کی جن کے جسم نازک میں ملت کی خدمت کی راہ میں ایک پھانس بھی نہیں چبھی،جن کے پیروں میں اسلام کے لیے کوئی کانٹا نہیں گڑا،اورخون تو بڑی چیز ہے اسلام کی صحیح خدمت میں انھیں پسینہ کا ایک قطرہ بہانے کی سعادت بھی حاصل نہیں ہوئی۔

جس وقت ملت محرومی اور مایوسی کے دور سے گزر رہی تھی،علاقے کے علاقے خونِ مسلم سے لالہ زار ہورہے تھے، لاشے بےگور وکفن تھے،مساجد و مدارس کی حرمت اور وقار داؤ پر لگے ہوئے تھے،اس وقت ملت کے اس مرحوم ومجاہد قائد عظیم کے بارے میں زبانِ ملامت دراز کرنے والے کہاں تھے؟ ۸/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ کی صبح احاطۂ دارالعلوم دیوبند میں پورے ملک سے اپنے قائد عظیم کی تدفین میں کشاں کشاں آیا ہوا انسانی سمندر زبانِ حال سے کہہ رہا تھا:هذا تكون جنائز ائمة السنة. ائمۂ دین اور رہبرانِ امت کا جنازہ اسی شان سے اٹھتا ہے۔جنازے میں شریک انسانی ہجومِ بےپناہ رخصت ہونے والے کی مقبولیت اورمحبوبیت کا نشان تھا،اور ہر صاحبِ بصیرت یہ تاثر ظاہر کرنے پر مجبور تھا کہ قیادتِ ملت کی صف میں ایسا خلا اور سنّاٹا در آیا ہے کہ:

دُور تک قافلۂ صبح کے آثار نہیں

قدرِ گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

مفتی سعید الحق قاسمی
مدرسہ مدنی دارالقرآن، مئوناتھ بھنجن

امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی ایک دیدہ زیب، خوبصورت، مؤثر، باوقار اور باعزّت اور بین الاقوامی لفظ ہے جو محتاجِ تعارف نہیں۔ لغت میں تلاش کرنے کی حاجت نہیں، وہ ذاتِ گرامی بھی عالم اسلام کی ایک عبقری شخصیت تھی جو تین ماہ بستر علالت پر رہ کر اپنی جان جانِ آفریں کے حوالہ کردی جو نصف صدی تک ملت اسلامیہ کے اُفق پر روشن ستارہ و نیر تاباں کی طرح پوری دنیا کو منور اور روشن کر رہا تھا۔ راہگیروں کو راہ یاب کر رہا تھا ۶ رفروری ۲۰۰۶ کی شام کو غروب ہوگیا۔ وہ پیکرِ زہد و ورع، وہ مجسمۂ عبادت و ریاضت، عابد شب بیدار، تہجد گزار اپنے محبوبِ حقیقی سے جاملا۔

مولانا بے مثال عالم باعمل، مفکر، مدبر، مبلغ، واعظ، ولیٔ کامل، درویش صفت انسان، قائد ملت عظیم سیاسی رہنما، قائد اعظم ہند، سرپرست دارالعلوم دیوبند، صدر جمعیۃ علماء ہند اور فدائے ملک وملت تھے جنھوں نے متعدد بار ملک وملت بچاؤ تحریک چلا کر اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر ملت اسلامیہ ہند اور مسلمانوں کو الحاد و بد دینی اور حقوق تلفی سے بچایا، اُن کا ایک ایک عمل، کردار، رفتار و گفتار سنتِ نبوی کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا جن کے لیے خلافِ سنت چیز ناقابل برداشت تھی۔ مولانا جملہ صفات کے حامل اور بے پناہ خوبیوں کے مالک تھے، جن کے ایک ایک گوشہ کو اگر اجاگر کیا جائے تو مستقل ایک ایک کتاب تیار ہوجائے گی جس کو آنے والی نسل پڑھے گی اور ان کے بلند و بالا مقام اور عزت وعظمت سے واقف ہوگی۔

آپ کی ولادت ۶ رذیقعدہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۷ راپریل ۱۹۲۸ء بروز جمعہ دیوبند میں ہوئی۔ مکمل تعلیم وتربیت ان کے والد حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے زیر سایہ دارالعلوم دیوبند میں ہوئی اور انھیں سے بخاری شریف پڑھ کر فراغت حاصل کی اور بارہ برس تک اسی مدرسہ میں درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے رہے اور تزکیۂ نفس اور تطہیرِ قلب کے لیے ان کے والد محترمؒ نے ان کو مدینہ منورہ ان کے چچا کے زیر سرپرستی بھیجا جہاں سالوں رہ کر ذکر وفکر اور اصلاحِ نفس کا کام انجام دیا اور وہیں ان کی چچیری بہن سے شادی بھی ہوئی جس سے ایک صاحبزادہ احمد مدنی ہیں جو مدینہ میں مقیم ہیں۔ ان کے چچا نے انتھک کوشش کی کہ مولانا مدنی مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہیں مگر مولانا کو ہندستان میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے ان کے تحفظ اور بقاء کے لیے کام کرنا تھا اس لیے انھوں نے ہندستان میں رہنے کو ترجیح دی۔

مولانا مدنیؒ نے قومی اور ملّی ضرورتوں کے پیش نظر دارالعلوم دیوبند میں درس وتدریس کو موقوف کیا اور جمعیۃ علماء اترپردیش کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۳ء میں جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سکریٹری اور ۱۹۷۲ء میں صدر جمعیۃ علماء ہند کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ آپ تین بار (اٹھارہ سال تک) ممبر پارلیمنٹ رہے اور خوب جم کر ملک وملت اور دین وشریعت کی بے لوث خدمت کی اور پوری جرأت مندی اور بے باکی کے ساتھ مسلم مسائل اور ملک وملت کے مسائل کو پارلیمنٹ ہاؤس میں اٹھاتے رہے۔ امارت شرعیہ کے مسئلہ کو بار بار اُٹھایا۔ بالآخر ملک میں امارتِ شرعیہ کا قیام آپ کے زرّیں کارناموں میں سے ایک ہے جس کو قائم کر کے آپ نے لاکھوں مسلمانوں کو حرام کاری سے بچایا۔ عدالتوں سے جو طلاق کا فیصلہ ہوتا ہے وہ شرعاً طلاق نہیں ہوتی، اس طلاق پر جو دوسری شادی ہوجاتی ہے وہ شرعاً نکاح ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ سراسر حرام کاری ہوتی ہے۔ شرعی پنچایت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ نکاح کو فسخ کرے تاکہ دوسرے سے نکاح درست ہو۔ مولانا کا دوسرا اہم اور زرّیں کارنامہ مسلم فنڈ کا قیام ہے جس کو قائم کر کے لاکھوں مسلمانوں کو حرام خوری سے بچایا اور سودی لین دین اور سود کی لعنت سے بچایا، ورنہ ایک درہم سود کا کھانا چھتیس مرتبہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے کے برابر ہے۔ مولانا مدنیؒ واحد مسلم رہنما تھے جو ملک میں فساد پھوٹ پڑنے پر فساد کی آگ میں سب سے پہلے کود پڑتے تھے:

بے دھڑک کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

اور آسمانی آفات ومصائب میں گرفتار لوگوں کی دادرسی اور فسادات میں متاثرین کی خبر گیری اور راحت رسانی کا سامان مہیا کرنے میں سب سے پیش پیش رہتے تھے۔ ملک میں بازآبادکاری کا جو کام جمعیۃ علماء ہند نے کیا اس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔

۱۹۸۶ء کے نمائندہ اجلاس میں امارتِ شرعیہ قائم کر کے سب سے پہلا امیر الہند سرزمین مئو سے جنم لینے والے محدث جلیل ابوالمآثر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کو بنایا اور محدث اعظمی نے مولانا سیّد اسعد مدنی کو اپنا نائب قرار دیا۔ محدث اعظمی کی ۱۹۹۲ء میں وفات کے بعد آپ امیر الہند کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ مرحوم پاکبازانِ امت اور اسلاف کی ایک ایسی مقدس یادگار تھے جن پر روحیں یقیناً خوش ہوتی ہوں گی، مولانا بڑے جری، نڈر، بے باک

تھے، کسی انسپکٹر یا منسٹر سے ذرّہ برابر خوف نہیں کرتے تھے، ان کی آواز ایوانِ حکومت میں ہمیشہ گونجتی رہتی:

آئینِ جوانمردی، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

مولانا مدنیؒ ملک کے ہر مسئلہ میں دوٹوک رائے رکھتے تھے اور جو عزم و ارادہ کر لیتے تھے اس پر پتھر کی چٹان کی طرح جم جاتے تھے۔ مولانا مدنی میں شیخ الہندؒ کی حریتِ فکر، شیخ الاسلامؒ کا زہد وتقویٰ، مجاہد ملت کی مجاہدانہ شان، مولانا آزاد کی روشن خیالی اور مفتی اعظم مفتی کفایت اللہؒ کی دوراندیشی بھی تھی۔ دنیا کے مسلم مسائل اور اسلامی فکر کو لے کر پوری دنیا کا دورہ کرتے تھے۔ پیچیدہ اور اہم مسائل کو حل کرتے تھے۔ ۲۶/جنوری ۲۰۰۰ء کو حکومت اتر پردیش نے یوپی میں عبادت گاہ بل پاس کیا، کسی کے اندر ہمت و جرأت نہیں کہ اس کی مخالفت کرے، آواز بلند کرے کیونکہ صوبہ اور مرکز میں اسلام دشمن بھاجپا کی حکومت تھی۔ اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے مولانا اسعد مدنیؒ کو، جو اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور سر پہ کفن باندھ کر ہتھیلی پہ جان لے کر بلا امتیاز مذہب وملت میدانِ جہاد میں کود پڑے اور دہلی میں رام لیلا گراؤنڈ (کفایت نگر) میں امنڈے ہوئے سیلاب اور اُبلتے ہوئے جوش وخروش کو دیکھ کر حکومت نے اس بل کو سرد بستہ میں ڈال دیا۔

مولانا جید عالم دین، متبعِ شریعت اور عظیم سیاسی رہنما تھے۔ پورے ملک کا دورہ کرتے تھے مگر ان کے پیچھے نہ لیڈر، نہ نیتا نہ شیڈو اور نہ سیاسی لوگ چلتے تھے بلکہ ان کے پیچھے چلنے والوں میں علماء، فقہا، خطبا، صلحا، ائمۂ مساجد، مدارس کے شیخ الحدیث، مفتی، مدرّس، معلم، مصنف اور طلبائے مدارس ہوتے تھے۔ مئو میں منعقدہ اصلاحِ معاشرہ کانفرنس، محکمہ شرعیہ کانفرنس اور دیگر دینی جلسوں میں حضرت مولانا مدنیؒ کے ساتھ رہ کر اس کا بارہا مشاہدہ کیا۔ حضرت مولانا کا قیام وطعام راقم السطور کے غریب خانہ پر ہی رہتا تھا۔ چونکہ والد محترم خلیفہ شیخ الاسلام مولانا محمد صفات اللہ صاحب بانی ومہتمم مدرسہ مدنی دارالقرآن مئو، حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے اجل تلامذہ واجل خلفاء میں تھے اور بہت گہرے روابط تھے۔ اسی نسبت سے حضرت مدنیؒ غریب خانہ پر قیام وطعام فرماتے تھے حالانکہ کچھ حاسدین حضرتؒ کے قیام وطعام کو دوسری جگہ منتقل کرنا چاہتے تھے مگر حضرتؒ فرماتے تھے کہ وہ میرا گھر ہے اور میں اپنے گھر ہی میں رہوں گا۔ کسی پروگرام میں آنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ نے مجھے خرید لیا ہے۔ اسی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی بھی یہیں قیام پذیر ہوتے تھے اور انھیں بھی روکنے کی متعدد بار کوششیں کی گئیں مگر وہ بھی اپنے والد بزرگوار کی طرح اپنے عزم و ارادہ پر جمے رہے۔ حضرت امیر الہند ثانی کے ہمراہ حضرت امیر الہند اوّل کی خدمت میں بھی بار بار جانا ہوا۔ حضرت امیر الہند اوّل محدث جلیل ابوالمآثر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کی عبقری شخصیت کے سامنے آنے والے بڑے سے بڑے محدث، فقیہ، عالم دین اور شیخ الحدیث تلمیذ رشید کی طرح دوزانو بیٹھ جاتے اور محدث اعظمیؒ اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھے مخصوص نشست کے ساتھ ان سے محوِ گفتگو ہوتے، مگر جب ان کو علم ہو جاتا کہ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی صاحب تشریف لا رہے ہیں تو بے چین و بے قرار ہو جاتے۔ ضعیفی اور بڑھاپے میں کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے۔ ان کو اپنی جگہ پر بٹھاتے، گفت وشنید ہوتی اور جب جانے لگتے تو اُٹھ کر دروازہ تک مشایعت کرتے۔ آخر ان میں وہ کونسا جوہر تھا جس کو محدثِ اعظمیؒ جانتے تھے اور ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے:

قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

مدرسہ مدنی دارالقرآن میں تمام طلباء واساتذہ نے مرحوم کے لیے قرآن خوانی کی اور ان کی پاکیزہ روح کو ایصالِ ثواب کیا گیا اور دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے اور حضرت کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین:

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

رئیسِ اہلِ وفا، جانِ بزمِ اہلِ تقا

نتیجۂ فکر: عارف باللہ حضرت محمود احمد عارف ہوشیار پوری رحمۃ اللہ علیہ

وہ آئے حضرتِ اسعؔد بہ فضلِ ربانی
وہ جانشینِ حسینِ زمانِ لاثانی
رئیسِ اہلِ وفا، جانِ بزمِ اہلِ تقا
مثالِ نیرِ تاباں ہیں شمس عرفانی
عمل میں جہدِ مسلسل ہے آپ کا حصہ
سراپا عشق و محبت و نورِ ایقانی
متاعِ اہلِ جہاں ہیچ ہے نگاہوں میں
محیط دل پہ ہوا عشقِ ذاتِ ربانی
عروج پر ہے ستارہ تری سعادت کا
سعید ہی نہیں اسعؔد ہیں مردِ حقانی
رضائے ذاتِ مقدس نصیب ہو دائم
یہی ہے غایتِ اولیٰ ، روحِ ایمانی
دعائے عارفؔ مہجور ہے دل و جاں سے
کریں یہ امتِ مرحوم کی نگہبانی

ایک شیخِ وقت جو ولی کامل تھا

مولانا منیر احمد قاسمی صدر مدرّس مدرسہ عربیہ عین العلوم، ٹانڈہ

امیر الہند، فدائے ملت، جانشین شیخ الاسلامؒ، معبودِ حقیقی کی بارگاہ قدس میں پہنچ گئے۔ جس خبر کو سننے کے لیے ہمارے دل ودماغ آمادہ نہ تھے قضائے الٰہی سے وہ خبر سارے عالم میں پھیل گئی۔ ملت اسلامیہ ایک عظیم قائد ومجاہد، محسن ومربی اور شیخ طریقت سے محروم ہوگئی۔ ۶؍فروری ۲۰۰۶ء مطابق ۷؍محرم ۱۴۲۷ھ دوشنبہ کی شام عزم واستقامت، رشد وہدایت کا روشن آفتاب غروب ہوگیا:

ڈوب سا جاتا ہے دل رہ رہ کے ان کی یاد میں
کوئی کیا سمجھے کہ وجہِ بے خودی ہوتی ہے کیا

گذشتہ کئی سالوں سے حضرت اقدس اپنی مجلس میں اس کی جانب مسلسل اشارہ فرماتے رہے۔ ''تاب وتواں جاچکے ہم بھی ہیں انتظار میں۔'' ایک مرتبہ ایک صاحب نے مزاج پرسی کی تو جواب میں فرمایا:

ہوگئی غالبؔ بلائیں سب تمام
ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

مزاج پرسی کرنے والے نے کہا: حضرت آپ اور مرزا غالبؔ؟ تو حضرت مسکرا کر خاموش ہوگئے۔ ہر سال رمضان میں میرا معمول حضرت کے ساتھ اعتکاف کرنے کا رہا ہے۔ اللہ کے فضل سے اس سال بھی یہ شرف حاصل ہوا۔ ۲۲؍رمضان المبارک کو ظہر بعد تخلیہ ہوا۔ حضرت اپنے معتکف میں تخت پر تشریف فرما تھے۔ مسکرا کر ملے۔ میری خیریت دریافت کی۔ میں نیچے فرش پر بیٹھ رہا تھا مگر حضرت نے اپنے برابر تخت پر بیٹھایا۔ پوری توجہ اور بشاشت سے گفتگو فرماتے رہے۔ میرے حالات معلوم کرتے رہے۔ تلقین و ارشاد فرماتے رہے اور دعائیں دیتے رہے:

اذا ضلت قلوب عن هداها
فلم ترد العقاب من الثواب
فارشدنا جزاک اللّٰه خیراً
بارشاد القلوب الی الصواب

ایسے وقت اور ماحول میں جبکہ لوگوں کے قلوب سیدھے راستے سے ہٹ کر ضلالت اور گمراہی میں پڑ گئے ہوں تو خداوند تعالیٰ کے عقاب وثواب کا احساس ختم ہوجاتا ہے۔ میرے مرشد نے میرا تعلق اللہ سے جوڑ دیا۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اپنے ارشاداتِ عالی کے ذریعہ لوگوں کے قلوب کو سیدھے راستے پر لگادیا۔

تھوڑی دیر حضرت کی توجہ، شفقت اور کرم فرمائی سے میرا دل انتہائی مسرور ومطمئن اور بشاشت سے بھرا تھا اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ حضرت کا سایہ ہمارے سر پر ابھی تادیر قائم رہے گا۔

۲۵؍رمضان المبارک کو جلال پور کے احباب تشریف لائے۔ مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ حضرت مولانا سے ملاقات کرادیجئے۔ عصر کے وقت ملاقات ہوئی۔ میں نے حضرت سے ان احباب کا تعارف کرایا۔ حضرت بہت خوش ہوئے۔ سلام ومصافحہ ہوا۔ مسکرا کر ان احباب کی خیریت معلوم کی اور قیام کا حکم فرمایا۔ عصر سے مغرب تک قرآن پاک کا دَور ہوا پھر افطاری ہوئی۔ نماز کے بعد خدام نے کھانے کے لیے دسترخوان بچھایا۔ لوگ بیٹھ گئے۔ حضرت وہیل چیئر پر بیٹھ کر تشریف لائے۔ گھوم پھر کر مہمانوں کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ اگر دسترخوان پر کہیں جگہ خالی ہوتی تو پیار سے آواز دیتے آؤ بھائی بیٹھ جاؤ دسترخوان پر یہاں جگہ خالی ہے۔ سب سے آخر میں حضرت خود دسترخوان پر بیٹھتے۔ اس دوران سب کی نگاہیں حضرت پر ہوتیں۔ عجیب سماں ہوتا خوشی ومسرت کا جام چھلکتا:

وہ آئے کیا کہ جان سی کلیوں میں پڑ گئی
یوں لب کشا ہوئے کہ گلستاں بنا دیا

باغ وبہار کا یہ روحانی منظر دیکھ کر ہمارے احباب بہت متاثر ہوئے۔ حیرت اور تحسین کے کلمات بار باران کی زبانوں سے جاری ہوئے۔ انتہائی خوشی اور مسرت محسوس ہو رہی تھی لیکن یہ پتہ نہیں تھا کہ خوشی کا یہ سایہ ڈھل رہا ہے۔

ضعف اور علالت کے باوجود رمضان المبارک کے سارے معمولات حضرت کے پورے ہو رہے تھے۔ خلافِ معمول ۲۹؍رمضان المبارک کو بعد نماز ظہر حضرت بیان کرنے کے لیے تشریف فرما ہوئے۔ پہلے چند خوش نصیب حضرات کو خلافت عطا فرمائی پھر بیان شروع کیا۔ اندازِ بیان بالکل الوداعی تھا۔ اب تک جو اشارہ میں کہتے تھے اس رازِ سربستہ کو کھول دیا۔ خطبۂ مسنونہ کے بعد اللہ کی حمد وثنا کی، اس کا شکریہ ادا کیا پھر حاضرین کو خطاب کرکے فرمایا:

بزرگو اور دوستو! اللہ نے اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو رمضان المبارک کا برکتوں اور رحمتوں والا مہینہ نصیب فرمایا اور اعتکاف کی توفیق عطا فرمائی۔ مجھے امید نہیں تھی کہ رمضان المبارک مجھے ملے گا مگر اللہ نے محض اپنے فضل وکرم سے یہ عطا فرمایا۔ آپ حضرات دور دراز علاقوں سے رمضان کی برکات

اور اعتکاف کا ثواب حاصل کرنے یہاں آئے ہیں۔ آپ سب ہمارے مہمان ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ.** جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان لایا ہے اس کو چاہیے کہ مہمان کی خاطر تواضع کرے۔ افسوس کہ میں آپ حضرات کی کوئی خاطر نہ کرسکا۔ آپ حضرات معاف کردیجئے۔ یہ سن کر سارا مجمع رونے لگا۔

فرمایا کہ یہ دارالعلوم کا احسان ہے کہ مسجد و استنجا خانہ وغیرہ کی سہولت دی ہے۔ تھوڑی دیر نصیحت اور شریعت پر چلنے کی تاکید کرنے کے بعد فرمایا میری عمر اسی سال کی ہوچکی ہے۔ کب وقت آجائے پھر یہ موقع نہ ملے اس لیے آپ حضرات کو جو بھی تکلیف پہنچی ہو معاف کردیجئے۔ حاضرین مجلس پھر رونے لگے، آخر میں فرمایا خدا کے واسطے کوئی بدگمانی لے کر یہاں سے نہ جایئے گا۔ اللہ کے واسطے معاف کردیجئے گا۔ لوگ چیخیں مار کر رونے لگے۔ نصف گھنٹہ بیان فرمایا پھر دعاء فرمائی۔ حضرت اقدس کی یہ آخری تقریر تھی۔ چند گھنٹے بعد عید کا چاند نظر آیا۔ رمضان کی رونق و برکت ختم ہوگئی۔ فضا بے کیف نظر آنے لگی۔

عید کی نماز پڑھ کر حضرت چیک کرانے کے لیے دہلی تشریف لے گئے۔ ڈاکٹروں نے رپورٹ دی، سب نارمل ہے۔ دوسرے دن عصر کے وقت دیوبند تشریف لائے۔ مسجد رشید سے عصر کی نماز پڑھ کر میں مکان پر آیا تو معلوم ہوا کہ حضرت گاڑی سے کر اُتر کر وہیل چیئر پر بیٹھ کر مکان کے اندر جارہے تھے کہ وہیل چیئر پیچھے الٹ گئی۔ حضرت کے سر میں شدید چوٹ آگئی۔ خون بہنے لگا۔ حضرت کو نماز ادا کرنے کی فکر تھی۔ وضو کے لیے پانی مانگا، مٹی کا ڈھیلا دیا گیا، تیمّم کرتے ہوئے بے ہوشی طاری ہوگئی۔ رات میں دہلی لے جائے گئے۔ اپولو ہاسپٹل کے ڈاکٹروں نے بتایا کہ دماغ کی رگوں میں خون جم گیا ہے۔ آپریشن کرنا پڑے گا۔ آپریشن ہوا مگر ہفتوں ہوش نہیں آیا تو دوبارہ پھر آپریشن ہوا، مگر ساری کوششیں بے کار رہیں۔ کبھی اعضا میں کچھ حرکت آتی رہی، وفات سے چند منٹ قبل حیرت انگیز طور پر زبان سے اللہ اللہ کا ذکر جاری ہوگیا۔ ذکر کرتے ہوئے اللہ کے حضور پہنچ گئے اور سکون سے ابدی نیند سوگئے:

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
زندگی بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

بیماری کے دوران اعلیٰ درجے کا علاج اور خوب دعائیں ہوئیں مگر مرض میں افاقہ نہیں ہوا۔ اللہ کی یہی مرضی تھی۔ وہ تو فعال لما یرید ہیں جو چاہیں سو کریں۔ کسی کی کیا مجال کہ ان کے کسی فعل میں دَم مار سکے۔ **لایُسئل عما یفعل** ان کی جلالت شان ہے:

ما پروریم دشمن ما کشتیم دوست
در کار ما کسے را گفتن مجال نیست

وہ تو دنیا میں اپنے دشمنوں کی خوب پرورش کرتے ہیں اور دوستوں کو وفات دے کر اپنے پاس بلا لیتے ہیں۔ اللہ کے معاملے میں کسی کی مجال نہیں کہ زبان کھول سکے۔ حضرت اقدس تین ماہ پانچ دن عالم بیہوش میں بستر مرگ پر رہے۔ آخر قضائے الٰہی غالب آئی، اس کو کون ٹال سکتا تھا:

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی
جان ٹھہری جانے والی جائے گی

اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کی خوب آزمائش کرتے ہیں۔ **اشد البلا الانبیاء ثم الامثل فالامثل** ۔ارشاد نبوی کے مطابق حضرت اقدس کو پیرانہ سالی میں سخت امتحانات سے گزرنا پڑا۔ کبھی پیر ٹوٹا، کبھی کولہا ٹوٹا، آخر میں سر پھوٹا۔ ان سارے امتحانات میں حضرت ثابت قدم رہے اور مرضی مولیٰ پر راضی رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **ان العبد اذا سبقت لہ من اللہ منزلۃ فلم یبلغھا بعملہٖ ابتلاہ اللہ فی جسدہٖ او فی مالہٖ او فی ولدہٖ ثم صبرہ علیٰ ذالک حتیٰ یبلغہ المنزلۃ التی سبقت لہ من اللہ عزّوجل.** جب کسی بندے کو اللہ تعالیٰ کوئی خاص مقام دینا چاہتے ہیں اور بندہ اپنے عمل کے ذریعہ اس مقام کو حاصل نہیں کرسکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو تکلیف اور مصیبت میں مبتلا کردیتے ہیں۔ کبھی جسمانی تکلیف، مالی نقصان یا اولاد کو بیماری، آزاری میں مبتلا کردیتے ہیں۔ پھر بندہ کو صبر کی توفیق دے کر اس بلند مقام پر پہنچا دیتے ہیں۔ حضرت اقدس کے لیے یہ امتحانات انشاء اللہ رافع درجات بنیں گے۔

حضرت اقدس کی وفات سے تین دن قبل سنیچر کو مکان سے مدرسہ آیا۔ رات میں خواب دیکھا کہ حضرت کی عیادت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت سفید کرتا پائجامہ سر پر ٹوپی لگائے بیڈ پر آرام سے لیٹے ہیں۔ چہرے کا رُخ داہنی طرف ہے، میں بائیں طرف سے کمرہ میں داخل ہوا تھا۔ میں نے سلام کیا۔ پوچھا کون؟ میں نے جواب دیا منیر احمد ٹانڈہ فوراً رخ میری طرف کیا اور وعلیکم السلام کہہ کر مصافحہ کے لیے دونوں ہاتھ بڑھائے۔ میں نے مصافحہ کیا پھر مجھ سے حضرت نے ایک سوال کیا۔ کیا آپ کی مکان چل رہی ہے؟ میں نے عرض کیا، ہاں حضرت میری مکان چل رہی ہے۔ فرمایا مکان میں سامان اچھا رکھئے گا۔ پھر میں نے دیکھا کہ دو آدمی حضرت کو بیڈ سے نیچے فرش پر زبردستی اتار رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کیوں نیچے اُتار رہے ہو؟ انھوں نے جواب دیا طہارت کرانے کے لیے۔ یہ سن کر میں کمرہ سے باہر آنے لگا۔ اس وقت میری نیند کھل گئی۔ **سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم** کی تسبیح پڑھتا ہوا سوگیا۔ بیدار ہوا تو اس کی تعبیر میرے ذہن میں یہ آئی کہ حضرت مرشد نے جو اسباق مجھے دیئے ہیں اُن کے متعلق دریافت فرما رہے ہیں کہ ان پر عمل کررہے ہو، کیونکہ میرے لیے وہ دنیا و آخرت کے نفع کا سودا ہیں۔ ''سامان اچھا رکھئے'' سے تاکید فرما رہے ہیں کہ قاعدے

سے اس کو کیا کرو۔ خواب کے دوسرے جز سے اشارہ وفات کی طرف تھا۔ طبیعت مضمحل رہنے لگی، تیسرے دن اچانک وفات کی خبر ملی۔

حضرت کی وفات کے بعد تیسرے دن پنجشنبہ کی رات میں پھر خواب میں دیکھا کہ حضرت بڑی بلڈنگ کے ایک کمرہ میں تشریف فرما ہیں۔ دوسرے کمرہ میں مفتی منظور احمد کانپوری، تیسرے کمرہ میں میں بیٹھا ہوں۔ ہمارے گاؤں کے ایک مولوی صاحب مفتی صاحب کے کمرہ میں داخل ہوئے اور مفتی صاحب سے میری شکایت گاؤں کی عیدگاہ کے سلسلے میں بلند آواز سے کرنے لگے۔ حضرت نے سن لیا۔ مفتی صاحب سے پوچھا مفتی صاحب کیا بات ہے؟ مفتی صاحب نے کہا یہ مولوی صاحب مولانا منیر احمد صاحب کے گاؤں کے ہیں، ان کی شکایت کر رہے ہیں۔ حضرت نے اُن مولوی صاحب کو ڈانٹ کر کہا ''تم کیا شکایت کر رہے ہو؟ میں نہیں جانتا مولانا منیر احمد صاحب کیسے ہیں۔ خیر اسی میں ہے، جاؤ تم ان سے مصالحت کرلو۔ اتنا زور سے حضرت نے فرمایا کہ میری نیند کھل گئی۔ پھر تسبیح پڑھتا ہوا میں سوگیا۔ بیدار ہوا تو حضرت کی اس ناچیز سے محبت اور گہرے تعلق سے انتہائی مسرت ہوئی۔ اللہ اکبر! وفات کے بعد بھی اپنوں کا اتنا خیال کہ شکایت سننا بھی گوارا نہیں:

فنا کے بعد بھی باقی ہے شانِ رہبری تیری
ہزاروں رحمتیں ہوں اے میر کارواں تجھ پر

۱۹۶۳ء میں بورڈ کا امتحان دینے الٰہ آباد گیا۔ فرصت ملی تو ایک دن صبح کو حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ مجلس ختم ہوئی تو سلام کرنے کے لیے مولانا کے پاس پہنچا۔ مولانا نے بٹھالیا۔ جب سب لوگ چلے گئے تو میری طرف مخاطب ہوئے اور سوالات شروع کردیے۔ کہاں سے آئے ہو؟ کس لیے آئے ہو؟ کیا پڑھتے ہو؟ کب تک یہاں قیام رہے گا؟ میں جواب دیتا رہا۔ دیر تک مولانا گفتگو فرماتے رہے۔ میرے سر اور کندھے پر ہاتھ پھیرتے رہے اور دعائیں دیتے رہے۔ حسب الحکم اسی دن شام کو دوبارہ پھر حاضری ہوئی۔ پھر وہی انداز شفقت و محبت سے گفتگو کا۔ واپسی میں خلافِ توقع کھڑے ہوگئے۔ سینے سے لگالیا۔ سر اور کندھے پر ہاتھ پھیرتے اور دعائیں دیتے ہوئے واپسی کی اجازت دی۔ میں ایک اجنبی طالب علم تھا۔ مولانا کی پیاری ادائیں دل و دماغ پر نقش ہوگئیں۔ کشش اور عقیدت دل میں پیدا ہوگئی۔ پختہ ارادہ کرلیا کہ تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ سے بیعت ہوں گا۔ ۱۹۶۴ء میں دارالعلوم دیوبند میں موقوف علیہ میں داخلہ لیا۔ دارالعلوم میں جدید طلباء کے لیے داخلہ کے بعد سب سے اہم مسئلہ کمرہ کا ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ بھی حضرت اقدس کے معتمد خاص حضرت قاری اصغر علی صاحبؒ کی کرم فرمائی سے میرے لیے آسان ہوگیا۔ زمانۂ طالب علمی میں حضرت اقدس کو ایک عالم اور سیاسی لیڈر سمجھتا تھا۔ اسی دوران ۱۹۶۵ء میں ہندستان اور پاکستان کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ صورتِ حال معلوم کرنے کا مجھے بھی شوق تھا۔ ایک دن اخبار میں دیکھا کہ ہندستان کے بڑے علماء نے ترکی، ایران اور عالم اسلام کے سربراہانِ مملکت کو خط لکھا ہے کہ ہندستان و پاکستان کے درمیان جنگ سیاسی ہے مذہبی نہیں ہے۔ یہ جہاد بالکل نہیں ہے۔ ہندستان میں مسلمان امن و سکون سے رہتے ہیں، ہماری آپ سے اپیل ہے کہ آپ پاکستان کی کوئی مدد نہ کریں۔ خط پر حضرت اقدس کے بھی دستخط تھے۔ خط پڑھ کر حیرت ہوئی، چونکہ دلی ہمدردی رشتۂ اخوت کی بنیاد پر مملکت خداداد کے ساتھ تھی۔ یہ طے کیا گیا کہ مولانا دیوبند آئیں تو ان سے پوچھا جائے کہ ایسا خط کیوں لکھا؟ اس کے بعد مولانا دیوبند آئے، صبح کو ہم پچیس تیس طلباء مہمان خانہ میں مولانا کو گھیر کر بیٹھ گئے۔ سوال کیا گیا اخبار سامنے پیش کرکے کیا آپ نے یہ خط لکھا ہے؟ فرمایا نہیں۔ آپ کا یہ نام ہے؟ فرمایا: ہاں۔ آپ نے دستخط کیے؟ فرمایا: نہیں۔ آپ نے اس کی تردید کی؟ فرمایا: نہیں۔ پھر فرمایا کہ جنگ کا زمانہ ہے، حکومت جس سے جو کام چاہے لے، کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ یہ خط وزارت خارجہ نے بھیجا ہے، بعد میں ہم کو بتایا۔ ہم اس کی تردید بھی اخبار میں نہیں کرسکتے۔ غرض مسلمانوں اور کانگریس سے متعلق بہت سے سوالات کیے گئے۔ مولانا انتہائی سکون واطمینان سے ہمارے سوالات کے جواب دیتے رہے۔ آخر میں فرمایا مجھے خوشی ہے کہ آپ حضرات بیدار ہیں، حالات پر نظر رکھتے ہیں، میری خواہش ہے کہ آپ حضرات اسباق کی پابندی کریں۔ کتابوں کے مطالعہ اور تکرار میں وقت صرف کریں، فضول وقت ضائع نہ کریں، پڑھنے کے بعد آپ شوق سے میدان میں آئیے، کام کیجیے۔ ملک بہت وسیع ہے، یہاں کام کرنے والوں کی بڑی ضرورت ہے۔ اس سے دارالعلوم کا بھی نام روشن ہوگا۔ غرض کہ حضرت کی نصیحت کے بعد طلباء مطمئن واپس ہوئے۔ دارالعلوم سے فراغت اور تکمیل ادب کے بعد ۱۹۶۷ء میں اپنے آباء واجداد کی یادگار مدرسہ عین العلوم ٹانڈہ ضلع فیض آباد کی خدمت میں لگ گیا۔ اسی سال حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کا انتقال ہوگیا تو میں پریشان ہوا۔ مجھے اپنی اصلاح کی فکر تھی کیونکہ اس فتنہ کے دور میں کسی اللہ والے سے تعلق کے بغیر اصلاح مشکل ہے۔ عرصہ تک تلاش مرشد میں سرگرداں رہا۔ حضرت کو شیخ الاسلامؒ نے خلافت عطا نہیں فرمائی تھی بلکہ حضرت کے خلفاء نے دی تھی۔ اس لیے دل مائل نہیں ہوتا تھا۔ حضرت کی زیارت خواب میں بارہا ہوتی رہی۔ بڑی دعاؤں کے بعد قلبی رجحان حضرت اقدس کی طرف مائل ہوا۔ ایک شب خواب دیکھا۔ ایک لق ودق میدان، نیچے مسطح زمین، اوپر نیلا آسمان، درمیان میں حضرت شیخ الاسلامؒ شاہانہ انداز میں اُونچی کرسی پر عبا پہنے سر پر عمامہ باندھے رُخ شمال کی جانب کیے تشریف فرما ہیں۔ حضرت کے سامنے میں کھڑا ہوں، بائیں طرف حضرت اقدس انتہائی دُبلے پتلے کھڑے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کے سینۂ مبارک سے ایک سفید روشن کرن حضرت پر پڑی۔ حضرت موٹے ہوتے ہوتے

بالکل شیخ الاسلامؒ کے ہم شکل ہو گئے۔

اس وقت میری نیند کھل گئی۔ سارے شبہات دور ہو گئے اور یقین ہو گیا کہ حضرت شیخ الاسلامؒ کی نسبت ولایت حضرت اقدس کو حاصل ہوئی ہے۔ حضرت کی عقیدت ومحبت دل میں نقش ہوگئی۔ رمضان شریف میں دیوبند حاضر ہوکر حضرت اقدس کے دست حق پرست پر بیعت ہوگیا اور ''یک در گیر محکم بگیر'' کے مصداق دربارِ مدنی میں جم گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرمائے۔ وقت کے ساتھ ساتھ عقیدت ومحبت میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔

ٹانڈہ حضرت کا آبائی وطن تھا اس لیے یہاں سے بڑی انسیت تھی۔ سال میں ۳-۴ دفعہ تشریف لاتے۔ ایک رمضان بھی یہاں گزارا۔ مشرقی یوپی کا دورہ ہوتا تو موقع نکال کر ٹانڈہ ضرور تشریف لاتے۔ قیام عموماً الہداد پور مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ ماموں کے گھر ہوتا۔ اطلاع ہوتی تو سارے مشاغل چھوڑ کر میں حاضر ہوجاتا۔ حضرت اقدس اپنے مورثِ اعلیٰ حضرت شاہ نورالحق اور دیگر خاندانی بزرگوں کے مزارات پر قبرستان جاکر فاتحہ پڑھتے۔ یہ وہ بزرگ تھے جو چارسو سال قبل ٹانڈہ آکر آباد ہوئے۔ حضرت سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تھے۔ ٹانڈہ کے ظالم وجابر راجہ سے جہاد کرکے کفر کی طاقت کو توڑا اور توحید کی دعوت دیتے رہے۔ چند مجاوروں نے شاہ نورالحق کے روضہ پر قبضہ جمالیا، پھول چادر چڑھانے اور عرس کرنے لگے۔ حضرت یہ منظر دیکھ کر تکلیف محسوس کرتے۔ قدیم کاغذات کی بنیاد پر قبرستان کو رجسٹرڈ کرالیا گیا۔ چاروں طرف سے حدبندی کرادی گئی۔ مجاوروں کا قبضہ اب قانوناً ختم ہوگیا ہے۔ اس سال عرس رکواکر سیرت کا جلسہ کرایا گیا۔ اپنے مکانات کو دیکھتے اور فرماتے ہمارے گھر کا کوئی فرد دیوبند چھوڑ کر ٹانڈہ رہنے کے لیے تیار نہیں اس لیے یہاں ایک دینی مدرسہ کھول دو۔ کافی زمین ہے۔ اخراجات کا انتظام انشاء اللہ ہوجائے گا۔ یہ ذمہ داری میرے لیے باعث پریشانی تھی اس لیے معذرت کردیتا۔ سالوں یہ بات چلتی رہی۔ پھر فرمایا اگر مدرسہ نہیں کھول سکتے ہو تو اس کو فروخت کردو۔ چنانچہ زمین فروخت کردی گئی۔ حضرت نے رقم بھائی بہنوں اور ماں میں تقسیم کردی۔

دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس میں فضلا کو دستار تقسیم کردی گئی، باندھی نہیں گئی جس سے بڑی کمی محسوس ہوئی۔ چند ماہ بعد حضرت ٹانڈہ تشریف لائے۔ میں نے اور مولانا مفتی وکیل الدین صاحبؒ نے خواہش کی کہ حضرت آپ اپنے دستِ مبارک سے دستار ہمارے سر پر باندھ دیں۔ فرمایا جلسہ کے بعد دستار لے کر آؤ۔ چنانچہ جلسہ کے بعد نصف شب میں حضرت اقدس نے ہم دونوں کے سر پر دستارِ فضیلت باندھی، علم وعمل اور اخلاص کے ساتھ کام کرنے کی دیر تک دعائیں مانگتے رہے۔

بسکھاری سے قریب بھگاہی گاؤں میں گاؤکشی کے سلسلے میں فساد ہوا۔ مسلمان پست ہمت ہوکر گھروں میں بیٹھ گئے۔ حضرت تشریف لائے۔ مولانا سیّد محمد نصیر صاحبؒ صدر جمعیۃ علماء ضلع فیض آباد کو ساتھ لے کر گھر گھر گئے۔ کنڈی کھٹکھٹائی اور آواز دے کر گھروں سے باہر نکالا۔ ایک جگہ سب کو جمع کیا، حوصلہ دلایا، سماج میں رہنے اور زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا۔

ایک مرتبہ حضرت ٹانڈہ سے بسکھاری جارہے تھے، سڑک کچی تھی۔ جگہ جگہ گڈھا اور دھول تھی۔ بسکھاری سے قریب گاڑی پھنس گئی۔ میں نے ڈرائیور سے پوچھا کیا دھکیلنا پڑے گا۔ اس نے کہا ہاں۔ حضرت سب سے پہلے گاڑی سے اُترنے لگے۔ میں نے عرض کیا، حضرت آپ تشریف رکھیں، ہم لوگ کافی ہیں۔ مگر حضرت سب سے پہلے اتر کر گاڑی دھکیلنے لگے، فرمایا کیا حرج ہے؟ آپ لوگوں کے ساتھ میں بھی گاڑی دھکیلنے میں شریک ہوجاؤں۔ اس وقت محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کو روحانی قوت کے ساتھ جسمانی طاقت بھی خوب عطا فرمائی ہے اور قائد کی تمام صفات حضرت میں موجود ہیں:

نگہ بلند، سخن دل نواز و جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

ٹانڈہ میں ۱۹۸۳ء میں محرم کے سلسلے میں فرقہ وارانہ فساد ہوا۔ کافی جانی و مالی نقصان ہوا۔ حضرت کو اطلاع ہوئی، دلّی سے کرفیو پاس لے کر ٹانڈہ آئے۔ ہمارے چچا بھی فساد میں زخمی ہوگئے تھے۔ ان کو لے کر میں لکھنؤ اسپتال میں تھا۔ حضرت نے مولانا سیّد محمد نصیر صاحبؒ کو لے کر کرفیو کے درمیان شہر کا دورہ کیا۔ لٹے پھنکے مکانات اور دوکانوں کو دیکھا۔ مظلومین کے گھر جاکر ان سے حالات معلوم کیے۔ ان کی امداد کے لیے کافی رقم دی۔ ریلیف کمیٹی قائم کرائی، حیات محمد صاحبؒ چیئرمین ٹانڈہ کو اس کا ذمہ دار بنایا۔ مقدمات کے لیے قانونی کمیٹی بنائی۔ احباب کو جمع کرکے کام کرنے کا طریقہ بتایا۔ مقامی حکام سے ملے پھر لکھنؤ گئے، وہاں صوبہ کے ذمہ داروں سے بات کی۔ چچا کی عیادت کے لیے میڈیکل کالج آئے۔ حضرت انتہائی فکرمند تھے اور مظلومین کی ہر ممکن مدد کے لیے کوشاں تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت اس شعر کے مصداق ہیں:

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیؔر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

یورپ کے سفر میں حضرت کو معلوم ہوا کہ یہاں یہودی اور عیسائی رہنماؤں کی میٹنگ ہوئی جس میں مدارسِ اسلامیہ کو اپنے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا اور مدارس کو ان کے راستے سے ہٹانے کی تجویزیں پاس کی گئیں۔ یہ معلوم کرکے حضرت پریشان ہوگئے۔ اربابِ مدارس کو ان کی سازشوں سے آگاہ کیا اور مدارس کو بچانے کے لیے گورنمنٹ کی ایڈ کو ختم کرنا ضروری قرار دیا۔ بہت سے مدارس نے ایڈ ختم کردیا، جو لیتے رہے حضرت ان سے ناراض تھے۔ ایک مرتبہ ٹانڈہ تشریف لائے، مدرسہ کنز العلوم کے پاس

گاڑی پہنچی تو وہاں کے منیجر اور اساتذہ نے درخواست کی کہ حضرت مدرسہ میں تشریف لے چلیں۔ حضرت نے انکار کردیا۔ وہ لوگ اصرار کرنے لگے تو ڈرائیور کو سختی سے کہا چلو جی گاڑی آگے بڑھاؤ۔ مدرسہ عین العلوم میں تشریف لائے۔ حسب معمول میرے کمرہ میں تشریف فرما ہوئے۔ مدرسہ کے اساتذہ، طلباء اور بہت سے احباب آگئے۔ سب سے سلام ومصافحہ کیا اور دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ واپسی میں پھر گاڑی مدرسہ کنزالعلوم کی طرف چلی تو میں نے عرض کیا کہ مدرسہ کنزالعلوم والے میری شکایت کریں گے کہ میں نے حضرت کو جانے سے روکا۔ پانچ منٹ کے لیے آپ تشریف لے چلیں۔ حضرت خاموش رہے۔ ڈرائیور سے کہہ کر مدرسہ کے دروازہ پر گاڑی رکوائی۔ بہرحال حضرت مدرسہ کنزالعلوم میں تشریف لے گئے۔ گھڑی دیکھ کر پانچ منٹ بیٹھے پھر اُٹھ کھڑے ہوئے اور آگے سفر کے لیے روانہ ہوگئے۔

بھولے پور میں جلسہ تھا۔ فجر کی نماز پڑھ کر حضرت سیدھی سڑک پچھّم جانب تفریح کے لیے چلے۔ اکثر حضرت صبح کو پیدل تسبیح پڑھتے، ذکر کرتے ہوئے تفریح کرتے تھے۔ تھوڑی دور جانے کے بعد ہمارا گاؤں برہی عادل پور نظر آنے لگا۔ میں نے اشارہ کرکے عرض کیا: حضرت! وہ ہمارا گاؤں ہے۔ مسکرا کر فرمایا اچھا آپ کا گاؤں یہی ہے۔ عرصہ قبل حضرت ہمارے گاؤں تشریف لاچکے تھے۔ میں نے خواہش ظاہر کی کہ چائے ہمارے گھر پر پی لیجئے۔ فرمایا بہت اچھا چلئے۔ پیچھے مڑ کر میں نے دیکھا کہ جم غفیر ساتھ چل رہا ہے۔ اب میں سوچ میں پڑ گیا کہ گھر میں اتنے لوگوں کے لیے چینی اور چائے ہے بھی یا نہیں؟ کیونکہ میرا جمعرات کو مکان آنا مہمان کی طرح ہوتا ہے۔ پیچھے دیکھا عدیل احمد سلّمہٗ سائیکل لیے آرہے ہیں۔ ان سے کہا فوراً گھر جاؤ، کہہ دو جلدی ناشتہ تیار کریں۔ میں حضرت کو لے کر آرہا ہوں۔ گاؤں میں جانے کے لیے دور کا راستہ اختیار کیا تاکہ وقت مل جائے۔ سڑک سے گاؤں کی طرف چلے تو چبوترے پر مٹی کا ہاتھی نظر آیا، دریافت کیا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یہ ہندوؤں کا ڈیہوارہ ہے، اس کے بعد قبرستان ہے۔ دونوں کے درمیان سرحد نہیں تھی۔ فرمایا سرحد قائم کرادیجئے تاکہ قبرستان الگ ہوجائے۔

چنانچہ بعد میں میں نے دونوں کے درمیان خندق لگوادی۔ ہماری والدہ کا کچھ دِنوں قبل انتقال ہوا تھا۔ اس کا ذکر کیا تو فرمایا میں نے قبرستان کے سارے مُردوں کو ایصالِ ثواب کردیا ہے۔ مکان کے قریب پہنچے، ہمارے مکان سے متصل بھائی زبیر احمد کا مکان تھا۔ ٹانڈہ میں انھوں نے کاروبار کیا تو مکان بھی بنوالیا۔ یہ مکان خالی پڑا تھا، منہدم ہوگیا۔ میں نے اس کو بھائی سے خرید لیا۔ پٹّی دار نے فرضی وصیت نامہ داخل کرکے دیوانی میں مقدمہ دائر کردیا۔ نو سال سے یہ مقدمہ چل رہا تھا۔ میں پریشان تھا۔ مولانا نوشاد احمد اعظمی ہمارے گاؤں آتے رہتے ہیں۔ ان کو سارا حال معلوم تھا۔ جب اس کھنڈر کے قریب حضرت پہنچے تو مولانا نوشاد احمد اعظمی نے کہا: حضرت دعا کردیجئے۔ مولوی منیر کا یہ کھنڈر مکان بن جائے۔ حضرت تھوڑی دیر ٹھہرے اور ایک نظر کھنڈر پر ڈالی، پھر آگے جاکر قدیم مکان کے سامنے پلنگ پر بیٹھ گئے۔ گاؤں کے لوگ آتے گئے، سب سے سلام ومصافحہ اور بات کرتے رہے۔ مسجد کی جدید تعمیر ہورہی تھی۔ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اتنی دیر میں ناشتہ تیار ہوکر آگیا۔ ناشتہ کے بعد کچھ لوگ بیعت ہوئے۔ پھر یہاں سے بھولے پور واپس ہوئے۔ اللہ کی مرضی کہ دو ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ مخالف فریق صلح کے لیے دوڑنے لگا۔ صلح ہوگئی اور مقدمہ ختم ہوگیا۔ وہ کھنڈر حضرت کی توجہ اور دعاؤں کی برکت سے عالیشان مکان بن گیا جس کا میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔

حضرت حج کے لیے برابر تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ واپس آئے تو فون پر بات ہوئی۔ فرمایا: شاہ گنج مدرسہ بدرالاسلام میں پروگرام ہے۔ گنگا جمنا ایکسپریس سے میں پہنچوں گا۔ میں نے عرض کیا اکبر پور میں ملاقات کروں گا۔ فرمایا بہت اچھا، تشریف لائیے۔ میں اور مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ ٹرین کے وقت اکبر پور اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ ٹرین آئی۔ حضرت اے سی کلاس ڈبہ کے دروازہ پر کھڑے تھے۔ اشارہ سے سلام کیا۔ ہم دونوں جلدی سے جنرل ڈبہ میں بیٹھ گئے۔ شاہ گنج پہنچے۔ کافی لوگ حضرت کے استقبال کے لیے آئے تھے۔ جب میں نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو پوچھا کہاں رہ گئے تھے؟ میں نے عرض کیا چالو ٹکٹ تھا، جنرل ڈبہ میں بیٹھ گیا۔ فرمایا ہمارے پاس چلے آنا چاہیے تھا۔ اس وقت اپنی نادانی پر افسوس ہوا۔ ظہر بعد کھانے کے لیے دسترخوان پر بیٹھے تو بات چیت شروع ہوئی۔ مدرسہ بدرالاسلام کے صدر مولانا شبیر احمد صاحبؒ نے دریافت کیا: حضرت! شاہ فہد کی زیارت ہوئی؟ حضرت نے فرمایا مجھے نہیں معلوم ان بزرگ کا مزار کہاں ہے؟ ہم سب لوگ ہنسنے لگے۔ مولانا شبیر احمد صاحبؒ نے جملہ درست کرکے پوچھا: حضرت! شاہ فہد سے ملاقات ہوئی؟ فرمایا ہاں ملاقات ہوتی رہی۔ مولانا نے پھر پوچھا سعودیہ کا کیا حال ہے؟ فرمایا جس ملک کا شیخ الاسلام اندھا ہو اس ملک کا حال آپ کیا پوچھتے ہیں؟ برا حال ہے۔ شیخ الاسلام شیخ عبدالعزیز ابن باز تھے جو نابینا تھے۔ وہی امیرالحج بھی ہوتے تھے۔ فرمایا ان سے کئی مسئلوں میں ہماری گفتگو ہوئی۔ وہ ضدی آدمی ہیں۔ اپنی بات پر اٹل رہتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا احناف کے نزدیک دسویں ذی الحجہ کو رمی، قربانی اور حلق کے بعد طوافِ زیارت کے لیے جانا افضل ہے۔ دوسرے مسلک کے لوگ رمی کی بھیڑ سے بچنے کے لیے بغیر رمی کیے طوافِ زیارت کے لیے چلے جاتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر بہت سے حنفی بھی لاعلمی کی وجہ سے چلے جاتے ہیں۔ آپ اعلان کرادیجئے جو لوگ حنفی مسلک کے ماننے والے ہیں وہ رمی، قربانی اور حلق کے بعد طوافِ زیارت کے لیے جائیں، مگر وہ کسی طرح اعلان کرانے کے لیے راضی نہیں ہوئے۔ ایران سے آئے ہوئے شیعہ مجتہدین سے بعض مسائل میں بحث ہوئی۔

شیخ الاسلام اپنی ضد پر اَڑے رہے تو شیعہ مجتہدین قرآن پاک کی آیت ومن **کان فی ھذہٖ اعمی فھو فی الآخرۃ اعمی و اضل سبیلا** پڑھتے ہوئے مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے۔حضرت سے میں یہ دریافت نہ کرسکا کہ شیخ الاسلام نے اس کا شیعہ مجتہدین کو کیا جواب دیا؟

سعودی حکومت نے قرآن پاک کی اشاعت اور دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ اور تفسیر شائع کرانے کا پروگرام بنایا۔اردو زبان میں سب سے زیادہ مستند اور بہتر ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ کا قرار دیا گیا۔چنانچہ اس کی خوب اشاعت ہوئی۔ جب کافی مقبولیت بڑھی تو غیر مقلدین بوکھلا اُٹھے اور انھوں نے سعودی حکومت کو شیخ الاسلام کے توسط سے درخواست دی کہ شیخ الہندؒ کے ترجمہ والے قرآن کی اشاعت بند کردی جائے کیونکہ اس میں شرک کی تعلیم دی گئی ہے۔مثلاً **ایّاکَ نَعبُدُ و اِیّاکَ نَستَعِین** کے فوائد میں شیخ التفسیر مولانا شبیر احمد عثانی نے لکھا ہے:''ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطۂ رحمتِ الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے۔'' غیر مقلدین نے استعانتِ ظاہری کو استعانت لغیر اللہ قرار دیا جو شرک ہے۔ اسی طرح اور چند مقامات پر اعتراض درج کرایا۔ چنانچہ سعودی حکومت نے ترجمہ شیخ الہندؒ کی اشاعت پر پابندی لگادی۔حضرت کو اس سے بے حد تکلیف ہوئی۔اس کی جگہ غیر مقلد عالم مولانا محمد جونا گڑھی کا ترجمہ والا قرآن شائع کرایا جس میں تفسیر سے زیادہ تاویل، غیر مقلدیت کا پرچار اور غیر متعلق باتوں کا انبار ہے۔ جب ان سب غلطیوں کی نشاندہی کرائی گئی تو سعودی حکومت نے اس پر بھی پابندی لگادی۔انہی دِنوں کی بات ہے حضرت رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سکریٹری عبداللہ بن عمر نصیف کے مکان پر ان سے گفتگو فرمارہے تھے۔ دوران گفتگو انھوں نے اپنے لڑکے سے پانی مانگا۔حضرت نے فرمایا نصیف صاحب! آپ شرک کررہے ہیں، بچّے سے پانی مانگ رہے ہیں۔یہ بھی تو استعانت لغیر اللہ ہے۔انھوں نے کہا نہیں۔یہ شرک نہیں ہے۔حضرت نے فرمایا ترجمہ شیخ الہندؒ میں مولانا شبیر احمد عثانی نے استعانت ظاہری کو جائز قرار دیا تو وہاں آپ کو شرک نظر آنے لگا اور یہاں استعانت لغیر اللہ کو آپ جائز قرار دیتے ہیں؟ نصیف صاحب خاموش ہوگئے۔حضرت نے اس واقعہ کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا جونا گڑھی کے ترجمہ والے قرآن پر بھی پابندی لگ گئی ہے۔اب اردو ترجمہ کے بغیر سعودی حکومت قرآن شائع کرائے گی۔ چنانچہ حضرت کی کوششوں سے سعودی عرب میں غیر مقلدین کی کوششیں ناکام ہوگئیں۔حضرت اقدس تمام داخلی اور خارجی فتنوں کا سدِ باب کرتے۔ ہمیشہ حق اور اہلِ حق کی حمایت اور باطل قوتوں کی مداخلت، مسلکِ دیوبند کی ترجمانی اور سرمایۂ ملت کی نگہبانی کرتے رہے:

ہند میں وہ سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

چند سال ہوئے حضرت کے بڑے صاحبزادے شیخ احمد مقیم مدینہ منورہ دیوبند تشریف لائے۔ایک مجلس میں حضرت سے درخواست کی کہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے چلیں۔ وہاں سکون وعافیت سے مکان پر قیام فرمائیں۔انڈیا میں آپ پریشان رہتے ہیں۔ بہت لوگ آپ کو برا بھلا کہتے ہیں۔حضرت نے ان کی بات کو ٹال دیا۔صاحبزادے نے اصرار کیا تو فرمایا تو یہاں کیوں نہیں آجاتا؟ صاحبزادے نے عرض کیا، میں انڈیا میں قیام نہیں کرسکتا۔حضرت نے فرمایا وہاں قیام کرکے میں کیا کروں گا؟ ضرورت تو کام کرنے کی یہاں ہے۔حضرت اقدس کا ہندستان کے مسلمانوں پر یہ عظیم احسان ہے کہ مدینہ منورہ کی عیش وعشرت، سکون وعافیت کے ساتھ زندگی گزارنے کا خیال ترک کرکے ہندستان کے مسلمانوں اور مظلوموں کی خدمت، مصیبت اور پریشانی میں رہنا پسند فرمایا کیونکہ زندگی کا ہرلمحہ اتباعِ سنت میں گزر رہا تھا، یہ بھی تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **خیر الناس من یخالط الناس ویصبر علی اذاھم** قوم کی خدمت کرتے رہے اور گالیاں سنتے رہے اور مسکرا کر اپنا سارا معاملہ اللہ کے حوالہ کرتے رہے:

نکہتِ گل کی طرح عمر بسر کی اقبالؔ
راحت اغیار کو دی آپ پریشاں ہوکر

اللہ نے جن کو بصیرت عطا فرمائی تھی وہ حضرت سے قریب ہوئے تو حضرت کی شخصیت کو پہچانا۔حضرت کے جاں نثار وشیدائی ہوگئے۔

حضرت عبداللہ بن المبارک جلیل القدر تابعی اور مشہور محدث ہیں۔حدیث کا درس دیتے۔وقت آتا تو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے۔ایک دفعہ آپ کی مجلس میں حضرت فضیل بن عیاضؒ کا تذکرہ ہوا، جو مشہور صوفیا میں ہیں۔ان کی گوشہ نشینی، بیت اللہ شریف کی عبادت وریاضت کا چرچا لوگ کرنے لگے تو حضرت عبداللہ بن المبارک نے اسی وقت ایک خط حضرت فضیل بن عیاضؒ کو لکھا جس میں نثر کے ساتھ ذیل کے اشعار بھی تھے:

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا
لعلمت انک فی العبادۃ تلعب
من کان یخضب خدہٗ بدموعہٖ
فَنُحورنا بدماء نا تتخضب
اوکان یتعّب خیلہ فی باطل
فخیولنا یوم الصَّبیُحَۃ تتعب
ریح العبیر لکم و نحن عبیرنا
وھج السنابک والغبار الاطیب
ولقد اتانا من مقال نبینا
قول صحیح صادق لایکذب
لایستوی و خیار خیل اللہ فی

الف امرءٍ و دخان نار تلحب
هٰذا كتاب الله ينطق بيننا
ليس الشهيد بمَيّت لا يكذب

اے حرمین کے عبادت گزار فضیل بن عیاض! اگر آپ ہماری حالت کو دیکھتے تو یقیناً اپنی عبادت، اعمال واشغال کو ایک کھیل سمجھتے، جس کے آنسو صرف اس کے رخسار پر بہہ رہے ہوں، کیا اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں، جس کے سینہ پر اس کی گردن کا خون بہہ رہا ہو۔ ایک وہ شخص ہے جس کا گھوڑا دوڑ کے میدان میں بھاگ رہا ہو، ایک وہ لوگ ہیں جو میدانِ جہاد میں دشمنوں سے نبرد آزما ہیں۔ آپ مشک وعنبر کی خوشبوؤں سے لطف لے رہے ہیں اور یہاں میدانِ جہاد کا غبار یا نیزوں اور تلواروں کی نوکیں ہیں۔ ہم تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پہنچی ہے کہ میدانِ جہاد کا غبار اور دوزخ کا دھواں ایک دماغ میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اللہ کی کتاب میں بالکل صاف اور کھلا ہوا حکم موجود ہے کہ شہید کو موت نہیں آتی۔ نہ اس کو مردہ کہو۔ اس کے مردہ ہونے کی نفی قرآن کر رہا ہے۔

جب یہ خط حضرت فضیل ابن عیاضؒ کو ملا تو اس خط کو بار بار پڑھتے اور چیخیں مار کر روتے اور فرماتے عبداللہ بن المبارک نے سچ لکھا ہے۔

حضرت اقدس ہندستان میں مجاہدانہ شان سے رہے۔ ملت اسلامیہ نے آواز دی تو دارالعلوم میں درس وتدریس کو چھوڑ کر مسلمانوں، مظلوموں، یتیموں اور بیواؤں کو سہارا دینے کے لیے فسادات کی آگ وخون میں کود پڑتے۔ پارلیمنٹ کے ایوانِ بالا میں اٹھارہ سال تک صدائے حق بلند کرتے رہے۔ سیاسی اعتبار سے حضرت جمہوریت، سیکولرزم اور قومی اتحاد کے علمبردار تھے۔ اسی میں مسلمانوں کی بقا اور فلاح، مسلمانوں کے حقوق کی بازیابی اور مسلم مسائل کا حل سمجھتے تھے۔ حضرت نے فرمایا آزادی کے بعد پچاس سال تک جمعیۃ علماء ہند نے مسلمانوں کی بقا کے لیے لڑائی لڑی ہے اور اب جمعیۃ علماء مسلمانوں کے حقوق کے لیے لڑ رہی ہے۔ ہمارے قدم کامیابی کی جانب گامزن ہیں۔ انشاء اللہ کامیابی ملے گا۔ سیاست کی خاردار جھاڑی سے وہ مرد باصفا اپنا دامن بچا کے لے گئے۔ ہندستان کے مسلمانوں، علمائے کرام اور نوجوانانِ ملت کے لیے نقشِ راہ چھوڑ کر گئے:

ہاتھ میں جامِ شریعت اور سیاست کی زمام
امتزاجِ شیشہ و آہن اسی کا نام ہے

سفر ہو یا حضر، آندھی ہو یا طوفان ہر حال میں نماز کا اہتمام، اللہ اکبر! نماز بھی کیسی؟ سنت کے مطابق۔ انتہائی اطمینان، خشوع وخضوع کے ساتھ۔ اتنی پیاری نماز تو کبھی آنکھوں نے دیکھی نہیں۔

یہ تھا مردِ مجاہد کا آنکھوں دیکھا حال۔

حضرت اقدس پر بصارت سے آگے بڑھ کر بصیرت کے ساتھ جب نظر ڈالی تو حضرت کی شخصیت یوں مشاہدہ میں آئی:

بہ دینِ مصطفیٰ دیوانہ بودی — فدائے ملتِ جانانہ بودی
سیاست کا نقاب چہرہ کردی — وگرنہ عاشقِ مستانہ بودی

اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کو اعلیٰ نسب واعلیٰ صفات وکمالات کا حامل بنایا تھا۔ نائب نبیؐ وآلِ نبیؐ تھے، جن کی محبت ہر مومن کے ایمان کی جان ہے۔ اللہ نے محبوبیت کا مقام عطا فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندہ سے محبت فرماتے ہیں فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ بھی محبت کریں۔ فرشتے محبت کرنے لگتے ہیں تو عام انسانوں کے دلوں میں اپنے محبوب بندہ کی محبت ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ بندہ ساری مخلوق کا محبوب بن جاتا ہے۔ حضرت کی محبوبیت کا یہ عالم تھا کہ کسی بھی تحریک یا اجلاس کے لیے آواز دیتے تو لاکھوں انسانوں کا ہجوم جمع ہو جاتا۔ لکھنؤ، دہلی، حیدرآباد، ممبئی کا اجلاس دیکھ کر محسوس ہوتا کہ اللہ نے حضرت کو محبوبیت کا کتنا بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ ہندستان میں مسلمانوں کے اتنے بڑے اجتماع کا تصوّر نہیں ہوتا تھا۔ ہندستان کا مسلمان کتنا حساس اور حضرت کا شیدائی ہے۔ یہ حضرت کی کشش تھی کہ پروانہ وار انسانوں کا ہجوم یدخلون فی دین الله افواجاً کی نظیر قائم کر دیتا۔ دوسری طرف آیت کریمہ کا تفسیری نکتہ بھی ذہن میں گردش کرنے لگتا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے میدان میں سوا لاکھ صحابہؓ کا مجمع اور سورۂ نصر کا نزول صحابہؓ خوشی و مسرت سے سرشار تھے مگر حضرت عباسؓ اشکبار تھے۔ ان کی نگاہِ بصیرت دیکھ رہی تھی کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم محبوبیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ چکے ہیں۔ اب وہ وقت قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو اپنے پاس بلالیں گے۔ جدائی کا تصوّر کر کے رونے لگے۔

حضرت اقدس صاحبِ نسبت بزرگ، عالم ربانی، عارف باللہ اور شیخ طریقت تھے۔ ان کے فیضانِ نظر سے ہم جیسے نہ معلوم کتنوں کی زندگی بن گئی۔ مرشد کامل کا فیضان عام تھا، ہم اپنی تنگ دامنی پر حسرت وافسوس کرتے رہے:

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

حضرت نانوتویؒ کی بصیرت، شیخ الہندؒ کی سیاست، شیخ الاسلامؒ کی جہد واستقامت کے امین ووارث اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ حضرت مرشد کی سرپرستی ورہنمائی، قلب ونظر کے سکون وراحت سے ہم محروم ہو گئے:

حالِ دل کس کو سنائیں، کون دے گا مشورہ
جس سے ملتی تھی ہدایت آہ رخصت ہو گیا

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے درجات کو بلند فرمائے اور ہمیں اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللھم ثبتنی علی طریقة مشائخنا و ارزقنی من فیوضھم و برکاتھم و ادخلنی فی زمرتھم برحمتک یا ارحم الراحمین. بحرمة سیّد المرسلین علیه السلام والتسلیم. ○○

کردارِ صحابہؓ کی جھلک تھی مولانا مدنی میں

مولانا امام علی دانش استاذ ادارہ محمودیہ محمدی لکھیم پور

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں محققین نے فرمایا ہے کہ (**وھم فرسان بالنھار و رھبان باللیل**) وہ دن کے شہ سوار اور رات کے عابد دنیا بیزار تھے، دن میں دین کی سربلندی کے لیے سرگرم عمل رہتے راتوں کو ضرورت بھر آرام فرما کر نماز ومناجات میں مشغول ہوجاتے ان کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں گزرتا تھا اس کیفیت وحالت کا عکس جمیل اکابر ملت کی زندگیوں میں بھی پایا جاتا رہا ہے۔ امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے روز شب بھی اصحابؓ نبوی کے منہج وطریق پر گزرتے تھے میں نے ان کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور پرکھا ہے دین پر ثابت قدمی عزم و یقین کی پختگی، اصابت رائے اور ہوشمندی کے ساتھ مسلسل جدوجہد کرتے رہنے میں اپنی مثال آپ تھے، حالات موافق ہوں یا ناسازگار وہ کبھی ناامید نہ ہوتے تھے، اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے ملک و بیرون ملک کے مسلسل دورے فرماتے، دنیا کے کسی گوشہ میں مسلمانوں پر کوئی آفت آتی اس کی خلش اپنے دل میں محسوس کرتے، ہر ممکن تعاون کرتے ہندوستانی مسلمانوں کی عزت وآبرو جان و مال اور دین وایمان کے تحفظ کا پختہ عزم رکھتے تھے، بروقت فیصلہ کرتے اور مناسب اقدام کرتے، حق گوئی اور حق پرستی ان کا شیوہ تھا خواص ہو یا عوام رعایا کے لوگ ہوں یا حکام سب کو راہ راست دکھاتے کسی سے مرعوب نہ ہوتے مسلسل فسادات برپا کرکے فرقہ پرست لوگ اہل اسلام کے حوصلوں کو پست کردینا چاہتے تھے، تاکہ وہ اس ملک میں دوسرے درجہ کے شہری بن کر رہیں ان کو حوصلہ دلانے اور عزت کی زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھانے کے لیے ملک و ملت بچاؤ تحریک چلائی ایک موقع پر فرمایا کہ اس ملک کے بنانے اور سنوارنے میں ہم کسی سے پیچھے نہیں ہیں ہم نے تحریکِ آزادی کی قیادت کی ہے ہم کسی سے رعایت نہیں چاہتے ہیں ہم اس ملک پر دوسرے کے برابر حقوق رکھتے ہیں، جن کو لے کر رہیں گے، اس ملک کی ایک بڑی آبادی کو ہزاروں سال سے پس ماندہ اور کمزور رکھا گیا ہے ان کو بھی ساتھ لے کر ہم حقوق کے حصول کی جنگ لڑیں گے، عائلی قانون میں تغیر وتبدیلی کوشش کو روکنے، دینی مدارس کے تحفظ و بقاء کی جدوجہد، مساجد و مقابر واوقاف کی حفاظت میں تسلسل کے ساتھ مخلصانہ جدوجہد کرتے رہنا، حضرت کا طرۂ امتیاز رہا ہے ایک مرتبہ فرمایا کہ فسادات میں مسلمان لوٹے اور مارے جاتے ہیں ان کی باز آبادکاری کا فریضہ انجام دینے کے ساتھ ان کے اندر رپورٹ درج کرانے کی جرأت پیدا کرنے اور ان کے خلاف قائم ہونے والے مقدمات کی پیروی میں جمعیۃ علماء ہند پیش پیش رہی ہے، حقیقت یہ ہے کہ ریلیف کا ابتدائی کام تو دوسری مسلم تنظیمیں بھی کرتی ہیں مگر آخر تک جمعیۃ علماء ہند ہی ثابت قدم رہی ہے اس کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آتی حضرتؒ کی شخصیت نے ہمہ جہتی خدمت کی ہے اور ملت اسلامیہ کے لیے ہر محاذ پر کام کیا ہے، اصلاح معاشرہ کی تحریک انھوں نے چلائی قریہ قریہ تک اصلاح کی آواز پہنچائی قیام مکاتب اسلامیہ کی جدوجہد میں جماعت کو لگایا، دعوتی وتبلیغی دورے خود بھی کرتے تھے اور دوسرے علماء کرام کو توجہ دلاتے، فتنہ ارتداد کا مقابلہ کیا عیسائی مشنریوں اور قادیانیوں کی مسلمانوں کو مرتد کرنے کی فتنہ انگیز تحریک کو ناکام بنایا، ائمہ فقہ پر طعن کرکے امت کا شیزازہ منتشر کرنے والوں کے فتنہ سے امت کو بچانے کا اہتمام فرمایا، عظمت صحابہ کرام کو مجروح ہونے سے بچایا اور اسی کے ساتھ بیعت وارشاد کے سلسلہ کو بھی برقرار رکھا، حضرت کی نسبت بہت قوی تھی اور تربیت کا طریقہ نہایت آسان تھا اسی لیے ان کے وابستگان جلد ہی روحانی ترقی کرتے تھے تواضع وانکساری اور تحمل و بردباری میں بھی حضرت کی مثال جلد نہیں ملے گی:

زغرقِ تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا این جا است

قصبہ محمدی میں ہر سال تشریف لاکر شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمدؒ مدنی کے نقوش قدم پر گامزن رہتے ہوئے پورے علاقہ کو دینی فیض پہنچاتے علماء کرام کو ہدایت کرتے کہ وہ اپنے فرض منصبی کو ادا کرتے رہیں عوام کو اتباع سنت کا پیغام پہنچائیں ایک ایک دن میں کئی کئی اصلاحی جلسوں کو خطاب کرتے دشوار گزار راستوں کا سفر بھی خوش دلی سے گوارہ کرلیتے، بعض دفعہ پیدل بھی چلنا پڑا ہے میزبانوں کی فروگزاشتوں پر بھی شفقت سے پیش آتے اور اس مسلسل جدوجہد کے دوران پنج وقتہ نماز باجماعت پورے خشوع وخضوع سے ادا کرتے رہتے، نصف شب کے بعد تہجد کی ادائیگی ذوق وشوق سے کرتے، ذکر ودعا میں مشغول رہتے نماز اوّابین اور نماز تہجد میں طویل قرأت اور اسی انداز پر دیر تک رکوع وسجدے کرتے نماز کی ادائیگی کا وہ روحانی ایمان افروز منظر آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے ''لی مع اللہ وقت'' کی جھلک محسوس ہوتی تھی دورانِ سفر جن مقامات سے گزرتے وہاں کی دینی حالت دریافت فرماتے اور ساتھ ہی نہایت مفید کارآمد نصائح وہدایات سے نوازتے جاتے، اخلاق کریمانہ کی یہ حالت تھی کہ ہر متعلق سمجھتا کہ ہم کو ہی زیادہ چاہتے ہیں فراست مومنانہ کا نور قلب میں موجزن تھا، نور بصیرت وتقویٰ سے جبیں روشن تھی وہ اس دور کے بہت بڑے مصلح وقائد اور ولیٔ کامل تھے۔

ترقی یافتہ اور سہولت کی جگہوں پر جانے میں تو دیگر حضرات کو بھی تکلف نہیں ہوتا مگر ہمارے پس ماندہ علاقہ کی سرپرستی وصدارت کے لیے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ بھیج دیتا تھا، دعا ہے کہ آئندہ بھی اللہ نعم البدل عطا فرمائے، وہی حقیقی کارساز ہے۔ ○○

میوات میں علم و عرفان کا مرکز

Pingwa.tif not found.

بمقام راجو قتال
قصبہ پنگواں
ضلع میوات نوح (ہریانہ)

جامعہ ریاض العلوم ایک نظر میں

سن قیام: ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۷ء

بانی و مہتمم: جناب مولانا دین محمد صاحب

کل طلبہ	۴۲۵
کل امدادی طلبہ	۳۲۰
غیر امدادی طلبہ	۷۵
غیر امدادی طالبات	۳۰
مدرّس وملازمین	۱۳
موجودہ دارالاقامہ	۲۶
زیرنگرانی مکاتب	۵
سالانہ خرچ تقریباً	۱۲۵۰۰۰۰

آمد علمائے کرام

- حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دارالعلوم محمدیہ میل کھیڑلا، راجستھان
- حضرت مولانا صدیق صاحب مہتمم جامعہ صدیقیہ نوح، ہریانہ
- حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بڈیڈوی صدر جمعیۃ علماء گوڑگانوہ، ہریانہ
- حضرت مولانا عبدالرزّاق صاحب کمال پوری بھاگل پالن پور، گجرات
- حضرت مولانا محمود اسعد مدنی صاحب جانشین فدائے ملت وممبر پارلیمنٹ، جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند
- جناب عزت مآب الحاج علاء الدین صاحب شیلیا بمبئی، مہاراشٹر
- جناب الحاج الحافظ محمد علی صاحب باڑہ ہندوراؤ، دہلی
- حضرت مولانا محمد سالم صاحب جامعی ایڈیٹر ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی
- حضرت مولانا محمد ہارون صاحب پالن پوری صدر مدرس مدرسہ رشیدیہ مومن نگر بمبئی مہاراشٹر

عزائم وضروریات

درسگاہ ودارالاقامہ کی توسیع

زیرتعمیر مسجد کی تکمیل

پانی کی بڑی ٹنکی کی تعمیر

مدرسہ کی چہاردیواری کی ضرورت

زیرنگرانی مکاتب میں اضافہ

found.

معیارِ تعلیم وتربیتی کردار

الحمد للہ جامعہ ریاض العلوم پنگواں حفظ قرآن کریم، تجوید، فارسی، دینیات، عربی درجہ سوم تک وعصری تعلیم درجہ آٹھ تک ذی استعداد لائق وفائق مشفق و مربی اساتذہ کے ذریعہ تعلیم و تربیت کا پورا خیال رکھتا ہے۔

ہر قسم کے رابطہ کے لیے

ALJAMIATUL ISLAMIA RIYAZUL ULOOM

At - Raju Qattal, Pinagwa, Distt. Nuh (Mewat) Haryana) Ph. : 01268205234, Mob. : 9416150216

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان

مولانا محمد آصف اعظمی قاسمی
استاذ مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڑھ

یہ بات پوری صداقت اور مبالغہ آرائی سے خالی رکھ کر کہی جاسکتی ہے کہ حضرت مولانا موجودہ وقت میں پوری ملتِ اسلامیہ ہندیہ کے لیے دھڑکتا تڑپتا دل، اہلِ باطل کے لیے شمشیرِ برہنہ، حق وصداقت کے ترجمان، اخلاص وللّٰہیت کے پیکر جمیل، عزم واستقلال کے کوہِ گراں مایہ، امانت و دیانت کے خوگر، زہد و تقویٰ کی عظیم مثال، اخوت و مروّت کے پاسدار، امن وسلامتی کے علمبردار، مساواتِ انسانی کے مبلغ، پوری ملّتِ اسلامیہ کے سلگتے مسائل کا مداویٰ تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۲۸ء میں دیو بند میں ہوئی آپ نے نگاہیں وہاں کھولی جہاں مجاہد سازی کا کارخانہ تھا جس مرکز کے جیالوں کی مساعی جلیلہ نے اس ملک کو آزادی کے شب و روز عنایت کیے جن کے مقدس لہو کی لالی نے ہندوستانی پرچم بلند کیا۔

جس وقت آپ نے شعور کی نگاہیں کھولی اس وقت اس مرکز کا سرخیل، اس کارخانے کا راہبر، اس کاروانِ عزم واستقلال کا مقتدیٰ، کوئی اور نہیں بلکہ وہی جسے آپ والد محترم...... ابّا حضور...... حضرت والد صاحب...... کہا کرتے رہے ہوں گے یعنی مجاہد جلیل شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ کی ذات تھی جنھوں نے انگریزوں کے خلاف ہرطرح کی جانی مالی قربانیوں سے کبھی گریز نہیں کیا بلکہ اس ملک کی عروس آزادی میں اپنی بامشقت وبار بار کی اسیری سے حنا بندی کی ہے۔

حسنِ اتفاق کہ آپ نے اپنی تعلیم وتعلم سے اس وقت فراغت حاصل کی جس سال یہ ملک آزادی کا جشن منا رہا تھا، یعنی ۱۹۴۷ء میں آپ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے اس کے بعد کم وبیش بارہ سال تک از ہر ہند مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں شعبہ عربی میں تدریسی خدمات انجام دیں اس زمانے میں آپ کے زیرِ درس رہنے والی کتابوں میں شرح جامی وغیرہ ہیں۔

۱۹۵۷ء میں حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ العزیز کا انتقال ہوگیا آپ حضرت کی اولاد میں سب سے بڑے تھے اس لیے خانگی و بیرونی تمام ذمہ داریاں آپ پر عائد ہوگئیں حضرت شیخ الاسلام کے وہ ملی کام جو جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے ہوا کرتے تھے اس میں میں شدید ضرورت محسوس ہوئی اور ان کے علاوہ کچھ اور بھی اعذار ایسے آئے کہ حضرت مولانا کو تدریسی سلسلہ منقطع کرنا پڑا ۱۹۶۲ء میں جمعیۃ علماء اُتر پردیش کے صدر منتخب ہوئے اور ۱۹۶۳ء میں کل ہند ناظم عمومی بنائے گئے اور ۱۹۷۳ء سے لے کر اخیر دم تک جمعیۃ علماء کے عہدۂ صدارت کو زینت بخشتے رہے حقیقت یہ ہے کہ آپ کے ذریعہ جمعیۃ علماء ایک ہمہ گیر تنظیم کی حیثیت سے اُبھر کر سامنے آگئی اور آپ نے اس کے پلیٹ فارم سے وہ نمایاں نقوش چھوڑے ہیں جو سنہرے حروف سے لکھنے کی قابل ہیں۔

ملک بھر میں جب بھی کسی اعتبار سے مسلمانوں پر مظالم آئے اور مسلمان مایوسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہونے لگے ایسے حالات میں مولانا سربکف ہوکر حالات سے مقابلہ کے لیے نکل پڑتے اور حوادث کے تیز وتند طوفان میں اس وقت تک کوہ گراہ بن کر جمے رہتے جب تک طوفان اپنا رُخ موڑ نہ لیتا ہندوستان کے اندر بے شمار فسادات ہوئے اور فسادات میں مسلمانوں ہی کو زک پہنچانے کی ہر طرح کی کوشش کی جاتی حتیٰ کہ حکومت کی صرف تساہلی ہی نہیں بلکہ بعض دفعہ در پردہ سرپرستی بھی رہتی کہ مسلمانوں پر ظلم وستم کی وہ تاریخ دوہرادی جائے کہ تاتاریوں کے ظلم کی داستانیں بھی ماند پڑ جائیں۔

مولانا کے عزم واستقلال کی داد دینی پڑے گی کہ عین اسی وقت جبکہ آگ وخون کے دریا میں مسلمانوں و دیگر اقلیتوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے جاتے وہاں کے حالات کو پُرسکون بنانے کی فکر میں منہمک ہوجاتے حتی المقدور مسلمانوں کی ہرطرح کی اعانت کرتے بھاگل پور بہار میں فساد ہوا ہزاروں مسلمانوں کو جام شہادت نوش کرنا پڑا حد تو یہ تھی کہ مسلمانوں کی لاشوں کو کھیت وکھلیان میں ڈال کر اوپر سے سبزیاں بودی گئیں تھیں تاکہ مسلمان اپنی لاشوں کو بھی اپنی مرضی کے مطابق دفن نہ کرپائیں کتنی بستیاں اپنا وجود کھو بیٹھی تھیں ان حالات میں بھاگل پور کے تڑپتے بلکتے سلگتے دل مسلمانوں کی خبرگیری کے لیے اور ان کو اسباب راحت کی فراہمی کے لیے اگر کوئی شخصیت سب سے پہلے سینہ سپر ہوکر سامنے آئی تو وہ حضرت مولانا ہی کی ذات گرامی تھی مولانا نے پورے فساد زدہ علاقے کا دورہ کیا اور ان تمام لاشوں کو کھیتوں سے نکلوایا جہاں سبزیاں بودی گئیں تھیں اور ان کو شرعی طور پر دفن کرایا اور جتنا ممکن ہوسکتا تھا جلے مکانات کی از سرِنو تعمیر کراکر مسلمانوں کو سپرد فرمایا۔

میرٹھ مراد آباد کے فساد میں بھی مولانا کی خدمات جلیلہ کو بھلایا نہیں جاسکتا ابھی چند سال قبل کی بات ہے کہ گجرات میں خون کی ندیاں بہائی جارہی تھیں تعمیر شدہ مکانات کی تخریب کاری میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا گیا ہماری عزت وعظمت کی پامالی کا کوئی ذرہ باقی نہ چھوڑا گیا وہ مسلمان جو کسی وقت میں کروڑوں میں کھیلتا رہا ہو اس ہولناک صورتِ حال نے اسے بے گھر ودر کرکے سڑک پر کھڑا کردیا تھا ان حالات میں حضرت مولانا کو فکر سوار ہوگئی اور اپنے صاحبزادے مولانا محمود مدنی صاحب کو وہاں بھیج کر صورتِ حال کی حقیقت کو معلوم کیا اور جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے ایسی ریلیف کا انتظام کیا کہ بڑی سے بڑی طاقتیں انگشت بدنداں رہ

گئیں، سیکڑوں مکانات از سرِنو تعمیر کر کے وہاں کے مظلوم ومکروب مسلمانوں و دیگر اقلیتوں کو تقسیم کیے۔

۲۰۰۰ء میں یوپی حکومت نے عبادت گاہوں سے متعلق ایک سیاہ بل پاس کیا جس کے نفاذ کے بعد مدارس و مکاتب اور مساجد پر قدغن لگنے کی بات تھی مولانا پہلے انسان تھے جنھوں نے کھلم کھلا حکومت یوپی کی تردید کی اور ملک بھر میں مختلف مقامات پر بڑے بڑے اجتماعات کر کے اس سیاہ بل کو واپس لینے پر مجبور کر دیا اس وقت مولانا کے بیان میں بلا کا جوش تھا۔

آخری اجلاس دارالسلطنت دہلی کے رام لیلا میدان میں ہوا رام لیلا میدان اپنی بے پناہ کشادگی کے باوجود تنگ دامانی کا شکار ہوگیا بتانے والے بتاتے ہیں کہ جتنے آدمی میدان کے اندر تھے اتنے ہی باہر تھے کئی کیلومیٹر سے راستے بند کر دیئے گئے تھے بسیں اتنی زیادہ آ گئیں تھیں کہ ٹرافک کے لوگ انتظام نہیں کر پا رہے تھے مجبوراً بسوں کو دوسری جگہوں پر روک دیا گیا تھا خوش قسمتی سے راقم السطور بھی اجلاس کے حاضرین میں سے تھا اس اجلاس میں حضرت مولانا نے کرسی پر بیٹھے بغیر تقریباً پون گھنٹے کھڑے کھڑے تقریر کی اور تقریر میں اس قدر جوش اور ہمّت مردانہ کا اثر تھا کہ جو کچھ سینہ میں لے کر آئے تھے سب بیان کر دیا اسی موقع پر فرمایا تھا، کہ اگر مرکزی حکومت اس سیاہ بل کو پاس کرتی ہے تو ہم مسلمان کسی بھی حالت میں خاموش نہیں رہیں گے سب سے پہلا قدم یہ ہوگا کہ ہم اس سیاہ بل کے خلاف قانون شکنی کی تحریک چلائیں گے اور ایک دن میں پورے ملک کے اندر مسجد و مدرسہ کی بنیاد رکھیں گے، مولانا نے مزید فرمایا کہ اگر اقلیتوں کے ساتھ انصاف کا خون کیا گیا تو ایسا بھی ہوسکتا ہے اس ملک کی دوبارہ تقسیم کرائی جائے۔

اس طرح کے ایک دو واقعات نہیں بلکہ نہ معلوم کتنے واقعات ہیں جن میں حضرت مولانا کی ہمّت مردانہ عدیم المثال بن جاتی ہے۔

مولانا علیہ الرحمہ فرقِ باطلہ کے خلاف بھی ہم وقت کمربستہ رہتے، جب کوئی فتنہ دینِ اسلام، شریعت محمدی کے صاف شفاف چہرے کو مسخ کرنے کی سعی نامسعود کرتا تو مولانا اس کے خلاف بھی کھڑے ہوجاتے۔

فتنۂ مودودیت جس زمانے میں زیادہ کھلم کھلا تبلیغ کرنے لگا اور اپنے زہریلے لیٹریچر سے سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں زیغ وضلال پیدا کرنا چاہا تو مولانا اس کے مقابلہ کے لیے بھی میدان میں نکل پڑے ملک کے اندر مختلف مقامات پر ردّ مودودیت کے عنوان پر اثر انگیز تقریریں کیں۔

خود ہمارے ضلع اعظم گڈھ میں اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے جن علماء کرام نے نمایاں خدمات انجام دیں ہیں ان میں جہاں ذکر آتا ہے شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ وغیرہم کا تو وہیں فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کا نام نامی واسم گرامی مدتوں یاد کیا جاتا رہے گا آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی مدرسہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڑھ کے پر رونق اور باوقار اسٹیج سے کی۔

حضرت شیخ الاسلام کے وصال کے بعد حضرت پھولپوری علیہ الرحمہ نے آپ کو بلایا اور آپ نے ہمیشہ حضرت والا پھولپوری کے اشارہ کی تعمیل کی۔

اس لیے بلا شبہ کہا جاسکتا ہے کہ ضلع اعظم گڑھ میں اگر آپ کی تقریر وخطابت سے کوئی اسٹیج سب سے زیادہ منور ہوا اور آپ کی حق گوئی کی صدا کسی جگہ سے سب سے زیادہ سنی گئی تو وہ مدرسہ بیت العلوم کا اسٹیج ہی ہے جہاں آپ نے عرصۂ دراز تک عقائد صحیحہ کی ترجمانی کی اور عقائد ضالہ کے بیخ کنی کی۔

مولانا کے اندر عجیب وغریب کمال تھا کہ کبھی بھی آپ نے پوری تقریر ردِّ مودودیت پر نہیں کی بلکہ آپ خالص اصلاحی تقریر کرتے رہتے درمیان میں چند جملوں میں مودودیت کی پُر زور تردید کر دیتے اور وہی جملہ ان کے لیے زہر قاتل ثابت ہوتا۔

ادھر ماضی قریب میں فتنۂ غیر مقلدیت زیادہ سر اُبھارنے لگا تھا مولانا نے جب اس کی خطرناکیوں پر نظر ڈالی تو فیصلہ کرلیا کہ اس فتنہ کو انجام تک پہنچانا ہے اس کے لیے آپ نے دہلی تال کٹورہ اسٹیڈیم میں تحفظ سنت کے نام سے ایک عظیم الشان کانفرنس کی ملک کے نامور محقق علماء کرام کو دعوت دی تمام علماء ربانیین نے فتنہ کی خطرناکیوں سے ملت اسلامیہ کو واقف کرایا اور اس کے بعد پورے ملک میں علماء کرام نے جگہ جگہ اس فتنہ کی سرکوبی میں اپنے آپ کو لگا دیا اسی کانفرنس کے موقع پر آپ ہی کے حکم سے ردغیر مقلدیت کے موضوع پر محقق علماء سے کتابچے لکھوائے گئے وہ تمام کتابچے بڑی ہی اہمیت کے حامل ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مولانا نے وہ ہمہ جہت خدمات انجام دی ہیں جن کو ایک انجمن بھی انجام دینے سے بظاہر قاصر نظر آتی ہے۔

ابھی سال گذشتہ کی بات ہے کہ حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب فاروقی مدظلہٗ نے سیتاپور ضلع میں قادیانیت کے بڑھتے اثرات کو ختم کرنے کے لیے پورے ضلع کا دورہ کیا اور جگہ جگہ اس موضوع پر علماء کو بھیج کر تقریریں کروائیں اور اخیر میں ایک بڑے اجلاس عام اور ردِّ قادیانیت پر تربیتی کیمپ کے انعقاد کا فیصلہ کیا تربیتی کیمپ میں منجانب مدرسہ بیت العلوم راقم الحروف نے بھی شرکت کی۔

اجلاس عام میں حضرت مولانا علیہ الرحمہ بھی تشریف لائے تھے اور اس بڑھاپے اور تمام طرح کی بیماریوں کے باوجود آپ نے ردقادیانیت پر پُرزور اور مواد کی حامل تقریر کی یہ حقیقت ہے کہ مولانا کے سامنے جب ملت اسلامیہ کی کوئی ضرورت درپیش ہوجاتی تو راحتِ جسمانی اور بیماریوں کی پرواہ کئے بغیر میدان میں اُتر آتے بلکہ بزبان حال کہتے:

میں زندہ ہوں یہ مشتہر کیجیے
میرے قاتلوں کو خبر کیجیے

بہر حال عزم وہمّت کا یہ آفتاب و ماہتاب ۷ محرم الحرام کو ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا:

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

مولانا مفتی محمود زبیر قاسمی
استاذ دارالعلوم رحمانیہ، رکن افتاء کمیٹی مجلس علمیہ آندھرا پردیش

اللہ رب العزت نے کائنات میں نظامِ ہدایت کے دو سلسلے چلائے، ''کتاب اللہ'' کا، ''رجال اللہ'' کا، ''رجال اللہ'' کا سلسلہ جاری ہے تا قیامت جاری رہے گا، خدائی کارندوں کا یہ مبارک سلسلہ مختلف علاقوں میں متفرق تقاضوں اور حالات پر چلتا رہا، برصغیر ہندوپاک میں بھی چلا، بلکہ اللہ نے الف ثانی سے اس کو عالم اسلام کے مرجع اور مرکز کی حیثیت عطا کی، جس کی دلیل مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کا ہندوستان میں ظہور ہے۔

اللہ نے اپنے دین کی حفاظت، اس کی اشاعت اور تجدید کا گراں بار کام کبھی شخصیات سے لیا ہے تو کبھی خانوادوں سے، ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ، حضرت سیّد احمد شہیدؒ اور کاندھلہ کا صدیقی خانوادہ اس کے لیے مثالی رہے، ایسا ہی ایک خاندان جو اس قت ہندوستان کے مسلمانوں کی دینی، ملی، اسلامی رہنمائی اور ان کے تشخص کی حفاظت کی گراں قدر اور عظیم خدمات انجام دے رہا ہے وہ ''مدنی'' خاندان ہے، اس خاندان کے چشم و چراغ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے جانشین، غمخوارِ قوم، بے باک قائد، ملت اسلامیہ ہندیہ کے معتمد، فدائے ملّت، امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی ذاتِ گرامی ہے۔

پیدائش برصغیر کی مردم خیز زمین، عہد آفرین علاقہ ''دیوبند'' میں ۶ رذی قعدہ ۱۳۴۶ھ م ۲۷ راپریل ۱۹۲۷ء کو ہوئی، گھرانہ علمی پایا، ابتدائی تعلیم و تربیت والدہ محترمہ کی نگرانی میں ہوئی، جو ایک شریف سادات گھرانہ کی سلیقہ مند خاتون تھیں، والدہ کے انتقال فرما جانے کے بعد خانوادۂ مدنی کے مربی، ولی کامل حضرت مولانا اصغر علی صاحب کی نگرانی اور تربیت میں آپ نے تعلیمی مراحل طے کئے، اور ۱۹۴۷ء میں اُمّ المدارس دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔

اللہ رب العزت جب کسی سے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی، دستگیری، اور اپنے دین کے تحفظ کا عظیم کام لینا چاہتا ہے، جو اس وقت کے حالات اور مسائل کے لیے ناگزیر ہوتا ہے تو اس کی نشوونما اور ذہنی وفکری ساخت و پرداخت مخصوص ماحول میں کرواتا ہے اور اس کے اندر وہ صلاحیتیں ودیعت کرتا ہے جو مطلوبہ کاز اور اسلام کی اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ضروری اور اہم ہوا کرتی ہیں مولانا مرحوم سے چونکہ بیسویں صدی کے اواخر اور اکیسویں صدی کے طلوع پر جو تاریخ کا نازک اور ملت اسلامیہ کی وقار کی حفاظت کا انتہائی اہم مرحلہ تھا وہ امت محمدیہؐ ہندیہ کی قیادت وسیادت کا عظیم کام لینا تھا، اور آپ کے ذریعہ ملت اسلامیہ کی دستگیری اور رہنمائی مقصود تھی، اس لیے آپ میں من جانب اللہ تمام قائدانہ صفات ودیعت کی گئیں۔

ایمان ویقین، علم و عمل، خشیت و انابت، خلوص وللّٰہیت، عزیمت و روحانیت، تواضع وفروتنی، قربانی و جانفشانی، وقار وسنجیدگی، جرأت و عالی حوصلگی، ہمدردی وغمخواری، حکمت و دانائی، سیاسی بصیرت اور اسلامی حمیت، ملک کی حفاظت، ملت کی پاسداری، مخلوق خدا سے استغناء، خالق کے آگے آہ وزاری، اسلام کے معاملہ میں مداہنت سے گریز، مصالح کی رعایت، حق پر تصلب، سنت نبوی کا اتباع، احکامات ربانیہ کا پاس، ہر صفت میں ممتاز! اور اپنے معاصروں میں نمایاں۔

مولانا مرحوم نے حالات کو بنظرِ غائر دیکھا اور مسائل کو سمجھا، اپنے والد کی انگریز سامراج کی مخالفت اور اس پر قید و بند کی صعوبتوں کے یہ مشاہد تھے، حالات کو سمجھنے اور وقت کی مناسبت سے ملت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی کے سلسلہ میں یہ اعلیٰ خاندانی پسِ منظر رکھتے تھے۔

امیر الہند نے بحیثیت عالم، داعی اور قائد تاریخ اسلام کے مدو جزر کا مطالعہ کیا تھا، انھوں نے سادہ دل مسلمان اور شاطر وعیار برہمن اور یہود کی کشاکش کو دیکھا اور سمجھا، غیر ملکی اقتدار کے ختم کرنے کی کوشش اور اس کے لیے دی جانے والی عظیم قربانیوں کا مشاہدہ کیا اور ان میں دلچسپی لی، پھر آزادی کا دور شروع ہونے پر انقلاب کے بعد والے مراحل کو بھی دیکھا، اس کی پیچیدگیوں اور زندگی کی قدروں پر اس کے اثرات دیکھے، نیز فرقہ وارانہ اور طبقاتی کشمکش کے دلسوز مناظر دیکھ کر ملک وملت کو بربادی سے بچانے کے جذبات اور ارادوں کے حامل بنے پھر ایک عالم دین اور حساس دل رکھنے والے مدبر، داعیٔ حق اور ملت اسلامیہ کے دردمند فرزند کی حیثیت سے وقت کے تقاضوں کو سمجھنے اور اعلیٰ قدروں کی حامل زندگی استوار کرنے کی ضرورت

محسوس کرتے ہوئے عملی میدان میں داخل ہوئے، اور (۱۹۶۰ء تا ۲۰۰۶ء) پچپن سال سے زائد مدت تک ایک عظیم قائد، رہنما، اور مصلح کی ذمہ داری انجام دی، مولانا قدس سرہٗ نے اپنے پچپن سالہ دورِ قیادت میں جو اولاً ریاستی پھر ملکی سطح پر جو خدمات انجام دیں اور ملت اسلامیہ ہند یہ کی جن موقعوں پر دستگیری اور رہنمائی کی اور جن جن قربانیوں سے گزرتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کا نازک حالات میں دفاع اور تحفظ کیا اگر ان کو تفصیلی طور پر سپردِ قرطاس کیا جائے تو مستقل جلدیں تیار ہو جائیں، اور بندہ اس لائق نہیں!

ابھی چند سال قبل کا مسئلہ ہے، جنوبی ہند کے شنکرا چاریہ نے بابری مسجد مسئلہ کے مذاکراتی حل کا بیان لے کر مسلم رہنماؤں سے ملاقات کا پروگرام بنایا، چنانچہ ہندوستان کی ایک اہم تنظیم کو اس کی دعوت دی گئی وہ حضرات گئے اور شنکرا چاریہ سے اس تنظیم کے نمائندوں کی بات بھی ہوئی، بعد ازاں واجپئی کے پی اے نے مولانا اسعد مدنی قدس سرہٗ کو فون کیا کہنے لگا:

''شنکرا چاریہ جی بابری مسجد کے مسئلہ پر آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں، آپ یہاں تشریف لائیں۔''

مولانا مرحوم نے فرمایا:

''ہمارے یہاں آج ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ ہے میں آنے سے معذور ہوں۔''

اور سلسلہ منقطع کر دیا، کچھ دیر بعد دوبارہ فون آیا، پی اے نے کہا:

''مولانا! شنکرا چاریہ جی خود آپ کے پاس آنے کو تیار ہیں، آپ کچھ وقت دے دیں۔''

مولانا نے فرمایا:

''میں میٹنگ میں جا رہا ہوں، ان حضرات سے مشورہ کے بعد آپ کو مطلع کرتا ہوں۔''

مولانا آئے اور تلاوت کلام پاک کے بعد واقعہ سے حاضرین کو واقف کرایا، اور شرکاء سے رائے طلب کی، لوگ رائے دینے لگے، اکثر کی رائے تھی ''بات کر لی جائے'' وہ خود جب یہاں آنے کے لیے تیار ہے، اور ملاقات و گفتگو کا مشتاق ہے، تو اس سے بات کرنے میں کوئی قباحت نہیں، لوگ رائے دیتے رہے، مولانا مرحوم خاموش سنتے رہے، حاضرین میں سے ایک نے مولانا کی خاموشی سے بے چین ہو کر مولانا کی رائے جاننی چاہی مولانا نے فرمایا:

''میری رائے یہ ہے کہ اس سے بات نہ کی جائے۔''

جواب سن کر پورا ہال مبہوت سا ہو گیا، ایک ذمہ دار نے کہا:

''حضرت دوبارہ غور فرمالیں، اس وقت عالمی میڈیا اس مسئلہ پر نگاہیں جمائے ہوئے ہے، جماعت کا بھی بہت فائدہ ہے کہ میڈیا اس کو ہائی لائٹ کرے گا، آپ اس مسئلہ پر ایک دفعہ اور غور فرمالیں۔''

مولانا نے بڑا ہی بصیرت افروز، مدبرانہ اور مومنانہ جواب دیا، فرمانے لگے:

''بیشک اس میں جماعت کا فائدہ ہے لیکن ملت کا اس میں کوئی فائدہ نہیں یقیناً وہ مسجد کی تقسیم اور لیو، دیو کی پالیسی کی بات لے کر آ رہا ہوگا، اور میں مسجد کی تقسیم پر اس سے کوئی بات کر نہیں سکتا کیونکہ اسلام اس کی اس طرح کی تقسیم کی اجازت نہیں دیتا۔''

یہ اسلامی حمیت، اپنے مفادات پر ملت کو ترجیح دینا، اسلام کے مسئلہ پر سودے بازی تو درکنار سودے بازی کے شائبہ تک سے خود کو محفوظ رکھنا، خود پر زد پڑتی ہے تو پڑ جائے پر تعلیماتِ اسلامی پر حرف نہ آئے، ایسا مخلص، خدا ترس، فرض شناس ہمدردِ قوم کہاں ملے گا! اس وقت گجرات کے مسلم کش خونی فسادات کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی تھی، اور کسی قائد کو وہاں جانے کی اجازت بھی نہ تھی۔

حکومت ہند کی جانب سے پھر فون آیا اس نے بے چینی سے پوچھا:

''مولانا آپ نے کیا طے کیا؟''

مولانا فرمانے لگے:

''یہ وقت بابری مسجد کے مسئلہ کے لیے گفتگو کا نہیں ہے گجرات جل رہا ہے، مسلمان مارے جا رہے ہیں اور حکومت خاموش تماشائی ہے یہ موقعہ ان فسادات کی طرف توجہ کرنے کا ہے، میں گجرات جانے والا ہوں۔''

اس نے فوراً جواب دیا:

''ٹھیک ہے آپ ضرور جائیے ہم آپ کے لیے سیکورٹی کا نظم کریں گے۔''

اللہ رے! سیاسی بصیرت کی داد دیجیے! بات کو رد کرنے کا انداز دیکھیے! مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لیے ذہنی تیقن کا اندازہ لگائیے؟ ہے آج کوئی جو اس قدر نبض شناس ہو! حساس ہو! غمخوار ہو!

مجموعی طور پر اٹھارہ سال تک ایوان بالا کے ممبر رہے، کانگریسی ممبر! پر کیا کانگریس کیا دیگر جماعتیں جب کبھی اقلیتوں اور مسلمانوں کے مسائل کی بات آئی، اسلام کے کسی مسئلہ پر آنچ آئی، بام و در گونج اٹھا، یہ مردِ خدا چیخ اُٹھا، ''مسلمانوں کے معاملہ میں کسی صورت مفاہمت نہیں، کوئی مداہنت نہیں۔''

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کو لے کر جب ہنگامہ آرائی ہوئی اور ایک کانگریسی لیڈر نے کہا:

''علی گڑھ مسلم یونیورسٹی'' سے لفظ ''مسلم'' نکال دیا جائے۔

مولانا مرحوم فوراً گرج اُٹھے، کہنے لگے:

''تم ''بنارس ہندو یونیورسٹی'' سے لفظ ''ہندو'' نکال دو میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے لفظ مسلم کھرچ دوں گا اور کانگریس کو سیکولر کا لیبل بھی اپنی پارٹی سے ہٹانا ہوگا۔''

حاضر جوابی ایسی کہ لوگ عش عش کرنے لگے، نباضی ایسی کہ پارلیمنٹ ہاؤس خاموش، دینی جرأت اور اسلامی حمیت ایسی کہ خود اپنی ہی معاون پارٹی پر برس پڑے۔

ہمدردی، غمخواری اور فریاد رسی مولانا مرحوم کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، گجرات اور راوڑ کیلا کی مسلم کش خونیں ہولنا کیاں ہوں کہ بہرائچ کے فرقہ وارانہ فسادات سب سے پہلے جس مردِ مجاہد اور قائد قوم نے ان علاقوں کا دورہ کیا، اور وہاں کے مصیبت زدہ، فسادات میں گھرے، بے یار و مددگار لوگوں کی داد رسی اور مسیحائی کی، وہ یہی بلند ہمّت، عالی حوصلہ اور ہمدرد قائد تھا، گجرات کا حال تو آپ نے پڑھ ہی لیا، سب سے پہلے پہنچے اور وہ عظیم خدمات انجام دیں کہ تاریخ انھیں کبھی فراموش نہیں کر سکتی، مورخ جب کبھی گجرات فسادات پر قلم اُٹھائے گا، جمعیۃ کی بروقت امداد مستقل تعمیرات اور ریلیف کو بھی سراہے گا، بہرائچ اور راوڑ کیلا فسادات کے عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ مولانا مرحوم جس وقت پہنچے، آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے، مسلم مکانات جل رہے تھے، مکینوں کی چربی آگ کی حرارت سے پگھل کر بہہ رہی تھی، ایسے ہیبت ناک اور خونیں ماحول میں جہاں اپنی جان کے لالے پڑے ہوں، بے خوف و خطر گھس جانا، مظلوموں اور کمزوروں کی یاری کرنا، بے بسوں کی مدد کرنا، بس اسی جری قائد اور ہمدردِ قوم کا حصہ تھا۔ **فجزاهم الله احسن الجزاء۔**

تاریخ میں یہ واقعات آبِ زر سے لکھے جائیں گے، اور نسلیں اس کو سامانِ عزیمت اور سرمۂ چشم عبرت بنائیں گی۔ ''فدائے ملت'' جس کسی نے اس کو کہا، اس نے کوئی شاعری نہیں کی، ادبی صنعت گری، لفظی شعبدہ بازی سے کام نہیں لیا بلکہ ایک حقیقت اور سچائی بیان کر دی!

اپنے پچپن سالہ دورِ قیادت میں ملت اسلامیہ ہندیہ کے لیے جو عظیم خدمتیں اور قربانیاں اس رحلت کرنے والے نے پیش کیں ہیں، اس کی مثال اس دور میں کون دے سکتا ہے؟

آپ نے اس عظیم قائد کی جرأت بھی دیکھی، بے لوثی بھی دیکھی، اسلامیت حمیت بھی دیکھی، سیاسی بصیرت بھی دیکھی، دادرسوں کی مثالی داد رسی بھی دیکھی، اب ذرا درویشی، خداترسی اور استحضار بھی دیکھتے جائیے۔

۱۹۶۸ء میں ''شبستان'' اُردو ڈائجسٹ نے امیر الہند کا انٹرویو لیا، ریاستی، ملکی اور بین الاقوامی سیاسیات پر، موجودہ حالات اور مسلم دنیا کے لائحۂ عمل پر، آخر میں اس نے دریافت کیا کہ ان تمام سے آپ کا منتہائے مقصد اور سب سے بڑی آرزو کیا ہے؟ مسکراتے ہوئے جواب دیا:

''ایمان پر خاتمہ!''

درویشی، چلہ کشی، مجاہدات، ریاضات، بیعت وارشاد تمام کا مقصد یہی استحضار ہی تو ہے؟ اللہ نے اپنے اس مقبول بندہ کی اس آرزو کی لاج کیسے رکھی یہ خود انھیں کے صاحبزادہ اور جانشین مولانا محمود مدنی سے سنتے جائیے:

''والد محترم پچھلے تین ماہ سے اپولو اسپتال کے انتہائی نگہداشت والے شعبہ میں زیرِ علاج تھے جب انھیں ہوش نہیں آیا تو ڈاکٹروں کے پینل نے دماغ کے آپریشن کو ضروری سمجھا اس آپریشن کے بعد کیفیت میں معمولی بہتری آئی، ۶ رفروری کو اچانک ان کے ہونٹوں نے حرکت کی انھوں نے آنکھ بھی کھولی، پہلے انھوں نے آہستہ آہستہ اللہ اللہ کی تسبیح شروع کی اور آہستہ آہستہ آواز وہاں پر موجود دادی (آپا جی) کی سماعت تک پہنچی تو ہم نے خدا کا شکر ادا کیا، دادی محترمہ نے فرمایا کہ جو کیفیت پیدا ہوئی ہے اس سے لگتا ہے کہ وہ ہم سے جدا ہو رہے ہیں اور اللہ اللہ کرتے ہوئے اس کے دربار میں حاضری دے رہے ہیں، انھوں نے فوراً دیگر خاندان والوں کو بلانے کی ہدایت دی اور دیکھتے ہی دیکھتے چند سیکنڈ بعد ان کی روح پرواز کر گئی، اللہ سے دُعا ہے کہ وہ ایسی موت ہمیں بھی عطا کرے۔ (آمین)

مخلوق کے لیے جس خدا کے بندہ نے اپنی ساری زندگی لٹائی ہو، جذبات کو تج دیا ہو، خواہشات کو قربان کیا ہو، خالق اپنے اس محبوب کی آرزو کیوں پوری نہ کرتا؟

خوش نصیب قبر! خوش ہو کہ تجھ میں آرام پانے کے لیے اللہ کے دین کا دلیر اور باہمّت سپاہی آ رہا ہے، وہ حسنِ مردانہ کا نمونہ، غریبوں کا سہارا تھا، بے کسوں کا والی تھا ملت کا پشت پناہ اور ایک دیندار گھرانے کا چشم و چراغ تھا۔

اس عظیم قائد نے سرگرمِ جوش عمل سے مردوں کو جِلا دی، خوابیدہ دلوں میں اسلامی اور ملی روح پھونک دی، کتنوں کو گمنامی کے قعر سے گھسیٹ کر بامِ شہرت پر لے آئے، کتنوں کے نام چمکا دیئے، کتنے بے کسوں اور بے بسوں کی فریاد رسی کی، فلک کج رفتار کو اس کی یہ ہمتائی نہ بھائی، بعض اپنوں اور پرایوں نے مخالفت کی ٹھان لی، وہ ایک ہمّت کا دھنی، عزم و حوصلہ کا پیکر، کسی سے ہار نہ مانا، تن تنہا سب سے مقابلہ کرتا رہا، حالات سے ٹکر لیتا رہا، عمر کی (۷۷) منزلیں طے کر کے آخرت کو سدھارا، دُنیا اس کی جرأت کی داد دیتی رہے گی اور نسلیں اس کے عزم و فرض شناسی کی بلائیں لیتی رہیں گی!

○○

حضرت امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ کی دینی غیرت وحمیت

مولانا محمد منصور احمد قاسمی
نائب صدر جمعیۃ علماء ضلع گڈا

غالباً ۶۴ء کی بات ہے میرا دارالعلوم میں طالب علمی کا دور تھا، جمعہ کا دن تھا ہم طلباء دارالعلوم اکثر جامع مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنے جاتے تھے۔اس روز معلوم ہوا کہ حضرتؒ سفر سے واپس تشریف لائے ہیں۔اور جامع مسجد میں حضرتؒ کی تقریر ہوگی۔اس لیے زیادہ ہی اشتیاق سے جمعہ میں شریک ہوا۔نماز جمعہ کے بعد اعلان کیا گیا تمام حضرات ٹھہر جائیں حضرت مولانا مدنیؒ کا بیان ہوگا۔تمام سامعین نماز کے بعد صحن میں بیٹھ گئے۔حضرت مدنیؒ تشریف لائے بہت جامع بیان ہوا۔اپنے بیان میں فرمایا۔

دیوبند اولیاء اللہ کی سرزمین ہے۔ اکابر بزرگوں کی سرزمین ہے۔ اس سرزمین سے علوم نبوت کے چشمے جاری ہوئے جن سے آج ساری دنیا فیضیاب ہورہی ہے، یہاں سے کفر وضلالت کی تاریکی دور کرنے، شرک و بدعت کے مٹانے، اور سنت نبوی کی روشنی پھیلانے والی تحریک چلائی گئی۔عیسائیت وقادیانیت اور تمام باطل طاقتوں کا مقابلہ کرکے اُس کا قلعہ قمع کیا گیا۔منکرات و نواہی، بُرے رسم ورواج اور فحاشی کے سیلاب پر باندھ باندھا گیا۔دارالعلوم دیوبند کے درخشاں آفتاب و ماہتاب حضرت قاسم العلوم مولانا قاسم نانوتویؒ، فقیہ الامت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ وشیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسی عبقری شخصیتوں کا گہوارہ رہا ہے۔

اس سرزمین میں آج میں کیا سن رہا ہوں (اس جگہ حضرت کا جوش وجذبہ اور دینی غیرت وحمیت قابلِ دید تھا) بڑے جوش اور غصہ کے انداز میں فرمایا۔آج میں کیا سن رہا ہوں کہ اس سرزمین پر رنڈیوں کا ناچ ہوگا۔ غالباً کچھ بے غیرت لوگوں کی طرف سے رنڈیوں کے ناچ کا پروگرام ہونے والا تھا۔اور رنڈیاں دیوبند آچکیں تھیں۔ زمین پھوٹ کیوں نہیں جاتی۔ آسمان ٹوٹ کیوں نہیں پڑتا۔ اہل دیوبند کی غیرت کہاں کھوگئی شرم سے ڈوب مرنے کی جاہے کہ اس پاک سرزمین پر ناپاک طوائفوں کا ناچ ہوگا۔کل قیامت میں اپنے اکابرین کو کیا منہ دکھائیں گے۔ پورے غصہ اور جلال میں فرمایا حضرتؒ کا چہرہ جوش وغصہ سے سرخ ہورہا تھا۔میں حضرت کے بالکل قریب بیٹھا تھا۔فرمایا۔

ابھی ابھی لوگ تیار ہوں میرے سامنے جائیں اور ان رنڈیوں کو دیوبند سے نکال باہر کریں بولو ہاتھ اٹھاؤ کون کون اور کتنے لوگ جائیں گے آپ کے بیان میں عجیب جادو کا اثر تھا چنانچہ ہرطرف سے بہت سے ہاتھ اُٹھ گئے۔اور بہت سے لوگ اس کار خیر کے لیے کھڑے ہوگئے۔اور اسی وقت ایک وفد اس کے لیے روانہ ہوگیا۔حضرتؒ نے فرمایا کہ ان رنڈیوں کی دیوبند سے باہر نکال کر واپس آکر میرے سامنے رپورٹ دیں کہ وہ دیوبند سے چلی گئیں۔وفد انھیں شہر بدر کرنے روانے ہوگیا تو حضرت مدنیؒ نے شیخ التفسیر استاذ نا ومولانا فخر الحسن صاحب کو فرمایا کہ مولانا آپ بیان فرمادیں کہ کلیر میں عرس ہے عرس میں جانا ناجائز ہے وہاں کوئی نہ جائے۔ یہ فرماکر حضرتؒ بیٹھ گئے۔حضرت مولانا فخر الحسن صاحب کھڑے ہوئے۔خطبۂ مسنونہ کے بعد بیان فرمانے لگے۔بیان کے دوران مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا عرس کے حالات مزاحیہ انداز میں فرمانے لگے۔فرمایا تمھیں معلوم ہے کہ عرس میں کیا ہوتا ہے رنڈیوں کا ناچ ہوتا ہے پایل کی جھنکار پر ٹھمک ٹھمک کچھ اسی طرح کے جملے پر کچھ لوگوں کی ہنسی چھوٹ گئی اور حضرت مولانا مدنیؒ کے بیان سے ماحول پر جو اثر طاری تھا اور ایک سناٹا سا چھایا ہوا تھا وہ ٹوٹ گیا۔اس پر حضرت مولانا مدنی برافروختہ ہوگئے اور بڑے غصّے اور ڈانٹ بھرے انداز میں فرمایا یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں آپ سیدھا اور صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ عرس میں جانا حرام ہے حرام، وہاں کوئی نہ جائے اور جب وفد نے آکر رپورٹ دی کہ رنڈیاں دیوبند سے باہر نکال دی گئیں تب آپ کو اطمینان ہوا۔یہ تھی حضرت کی دینی غیرت وحمیت جو آپ کے رگ وپے میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی:

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ　　　افسوس تم کو میرؔ سے صحبت نہیں رہی

۲۔ **دوسرا واقعہ** غالباً ۱۹۷۲ء کا ہے۔یہ اپنے علاقہ کا واقعہ ہے، گدال باغ بسنترائے میں بہت بڑا جلسہ تھا حضرت امیر الہندؒ تشریف لائے ہوئے تھے۔جب حضرت کی تقریر شروع ہوئی دوران تقریر مسلمانوں میں برے رسم رواج پر بولنے لگے تو شادی بیاہ میں تلک کے رواج پر برس پڑے بڑے غصہ میں فرمایا تلک کا روپیہ لینا حرام ہے۔تلک کا روپیہ کھانا اور سور کھانا برابر ہے۔اور جو لوگ اپنے لڑکوں کا تلک لیتے ہیں اور دام لگاتے ہیں۔اور دام لگاتے ہیں۔انھوں نے بیٹا نہیں سور پال رکھا ہے وہ اپنے سوروں کا دام لگاتے ہیں۔میرا سور بڑا موٹا تازہ ہے اس کا اتنا اتنا ہزار دام ہے۔مسلمانو! شرم وغیرت سے ڈوب مرنے کی جگہ ہے کہ تمھاری جوان بہن بیٹیاں اس کی وجہ سے غیر مسلموں کے گھروں میں جارہی ہیں اور تم دوسروں کی دولت پہ دانت گاڑے ہوئے روپیہ بٹورنے کی فکر میں ہو۔یہ تھی حضرت امیر الہند کی دینی غیرت اور اسلامی حمیت کہ بلا خوف لومۃ لائم حق بات بہت شدت سے پیش فرماتے تھے۔

۳۔ **تیسرا واقعہ** :۷رفروری ۱۹۸۲ء ہے۔ایس کے میموریل ہال پٹنہ میں جمہوری کنونشن تھا۔جس میں راقم الحروف بھی شریک تھا۔اس موقعہ پر جہاں دیگر

مسائل پر آپ کا بیان ہوا وہاں تلک اور جہیز کی مانگ ومطالبے پر پوری شدت اور جوش میں فرمایا کہ تلک لینا حرام ہے مسلمانو! اس لعنت سے خود بھی بچو اور دوسروں کو بھی بچاؤ۔ تم ایسی شادیوں میں شرکت مت کرو اور ایسی شادیوں کا بائیکاٹ کرو۔

میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم میں سے کتنے لوگ اس بات کا عزم کرتے ہیں کہ وہ ایسی شادیوں میں شریک نہیں ہوں گے اور اس کا بائیکاٹ کریں گے۔ خاص کر علماء کو متوجہ فرمایا اور فرمایا ہاتھ اٹھاؤ کہ تم ایسی شادیوں کا بائیکاٹ کروگے۔ تو ہر طرف سے بڑی اکثریت نے ہاتھ اٹھائے اور عزم اور اقرار کیا۔

مگر آج مسلمانوں کا مزاج اتنا بگڑا ہوا ہے کہ شاید ہی کچھ لوگ ثابت قدم نکلے ہوں گے۔ ورنہ اکثریت کا حال تو یہ ہے کہ:

بہت آساں ہے یاروں میں معاذ اللہ کہہ دینا
مگر مشکل ہے بچنا بادۂ گلگوں سے محفل میں

۴۔ **مدرسہ مدنیہ** چلمل ضلع بانکا بہار کا ہے۔ مدرسہ میں حفاظ کرام کی دستار بندی کا اجلاس تھا۔ اس موقعہ پر محرم کے شرکیہ و بدعیہ اعمال قبیحہ وشنیعہ پر بڑے پُر جوش انداز میں حضرت نے فرمایا کہ محرم میں جو شرک و بدعت اور اعمال مسلمان انجام دیتے ہیں اس میں بہار کے مسلمان سب سے زیادہ ملوث ہیں۔ درگاہ، تعزیہ، علم اور اس پر نذر و نیاز اور چڑھاوے وغیرہ سب کے سب سراسر حرام ہیں۔ ایمان و عاقبت کو خراب و تباہ کرنے والے ہیں۔ اس لعنت سے توبہ کرنا واجب ہے۔ مسلمانو! اس سے توبہ کرو۔ اپنے اوپر جہنم کی آگ مت بھڑکاؤ، اللہ کے غضب کو دعوت مت دو۔

اس قسم کے منکرات شرعیہ کے بارے میں حضرتؒ کا جوش وغصّہ قابل دید ہوتا تھا۔ اور یہ صرف اور صرف حضرت کی دینی غیرت وحمیت اور امت مسلمہ سے والہانہ وغایت درجہ محبت تھی۔ جس نے حضرت کو شب وروز مسلسل زندگی بھر متحرک و فعال بنائے رکھا۔ پوری حیات ملت اسلامیہ کے مسائل کو حل کرنے کے لیے خالصاً لوجہ اللہ ہر قسم کی تکالیف اور مشقتیں برداشت کرتے رہے پریشانیاں جھیلتے رہے۔ شیخ الاسلام سے ملت اسلامیہ کا جو درد و کسک، فکر و غم آپ کو ورثہ میں ملا تھا وہی درد و غم آپ کی دائمی غذا و خوراک بن چکا تھا۔ آپ کی حیات دن کو مجاہد فی سبیل اللہ اور رات کو عابد شب زندہ دار تہجد میں اُمت کے لیے آنسو بہانے والے تھے۔

صدیوں میں ایسا اللہ والا پیدا ہوا کرتا ہے:

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

کل نفس ذائقة الموت

قاری محمد یاسین

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس　　　یوں تو دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لیے

امیر الہند، مفکر ملت، عظیم رہنما، حضرت مولانا اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ مولانا مدنیؒ کی وفات ایک عظیم حادثہ ہے، ملت اسلامیہ خصوصاً مسلمانانِ برصغیر کو قدم بہ قدم ابھی ایسی بالغ نظر شخصیات کی ضرورت تھی، مگر قدرتِ خداوندی میں کوئی چارہ نہیں بلکہ برصغیر کے دوسرے ممالک پاکستان، بنگلہ دیش اور اس کے علاوہ آپ سے تعلق ونسبت اور عقیدت ومحبت رکھنے والے لوگوں پر مشتمل بڑے حلقے موجود ہیں۔ آپ کی پیدائش ۲۷/اپریل ۱۹۲۸ء میں ہوئی۔ تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی، آپ کی فراغت ایشیا کی عظیم دینی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۴۷ء میں ہوئی۔ بعد ازاں اسی درسگاہ میں تقریباً بارہ سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۶۰ء میں آپ جمعیۃ علماء اتر پردیش کے صدر منتخب ہوئے، ۱۹۶۳ء میں آپ کو جمعیۃ علماء ہند کا ناظم عمومی مقرر کیا گیا، ۱۹۷۳ء میں آپ کو جمعیۃ علماء ہند کا صدر مقرر کیا گیا اور ۶/فروری ۲۰۰۶ء مطابق ۷/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ کو شام پونے چھ بجے ہر دلعزیز ونابغہ روزگار شخصیت فدائے ملت امیر الہند مولانا سیّد اسعد مدنیؒ صدر جمعیۃ علماء ہند کی زندگی کا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ آپ نے جمعیۃ علماء ہند کی باگ ڈور ایسے وقت میں سنبھالی جب جماعت میں صف اوّل کے قائدین دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور ملک کے طول وعرض میں ہولناک فسادات ملک کو دہشت زدہ کر رہے تھے۔ ایسے وقت میں آپ اس خاک وخون کی ہولی اور فرقہ واریت کے دہکتے شعلوں میں بے خوف وخطر کود پڑے۔ اس مخلص کارواں کو اپنی ملّی زندگی کے سفر کے دوران قدم قدم پر ناگوار حالات اور تبصروں سے بھی گزرنا پڑا مگر یہ خادمِ قوم وملّت گرد وپیش سے بے پرواہ ہو کر اپنے کارواں کے ساتھ جانب منزل رواں دواں رہا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قوم اس کی رائے، فیصلے اور عزم کو تہہ دل سے قبول کرتی رہی، اس ناصح ملّت نے زندگی کا بیشتر حصہ ملّی اسفار میں گزار کر اپنے ہم عصروں میں امتیاز قائم کیا، طوفان ہو یا آندھی، لو کے تھپیڑے ہوں یا موسلا دھار بارش، دن کے اجالے ہوں یا رات کی اندھیریاں یہ مجاہد ملت قوم کی فلاح و بہبود اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے لیے پابہ رکاب رہا۔ بلاشبہ دنیا کی لاکھوں مسجدیں اور مسجد گاہیں قیامت کے دن اس کی نمازوں کے سجدے کی گواہی دیں گی۔ اس بے باک قائد ملت نے قوم وملت کے معاملہ میں کبھی اربابِ حکومت سے جھک کر بات نہیں کی۔ پارلیمنٹ ۱۸ سال تک ملّی مسائل پر اس جلیل القدر رہنما کے جرأت مندانہ بیانات سے گونجتا رہا، کانگریس پارٹی سے تعلق ضرور رہا مگر اپنے پیش رو اکابر کی روایات پر عمل کرتے ہوئے کبھی بھی حق گوئی سے گریز نہیں کیا۔ آج ان کی محنت اور محبت کا اثر ہے کہ نہ صرف ہندستان بلکہ پورا عالم جہاں ان کی فرقت پر اشکبار ہیں وہیں دعا گو بھی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین!

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے　　　سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

قائم شدہ: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء **بیاد گار شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز** رجسٹریشن نمبر: 18

مدرسہ دارالعلوم حسینیہ بھنیانہ، ضلع جیسلمیر

Husainia Bhanyana-1.jpg not found.

تعارف

یہ حقیقت ہے کہ کسی علاقہ میں مدارس دینیہ کا قیام مسلمانوں کے مذہب اور دین کے تحفظ کے لیے سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ ہے۔ مدارس دینیہ کا قیام مسلمانوں کے درمیان روشن کی گئی شمع ہوتی ہے جس سے چاروں طرف روشنی پھیل جاتی ہے۔ دارالعلوم حسینیہ بھی ایک ایسا ہی دینی دارہ ہے جسے اس علاقہ کے مسلمانوں کی سیرابی کے لیے چشمۂ فیض کی صورت میں جاری کیا ہے۔ یہ مدرسہ شیخ الاسلام حضرت مدنی کی یاد میں قائم کیا گیا ہے اورایک ایسے علاقہ میں واقع ہے جہاں چاروں طرف جہالت و بے دینی کی تاریکی پھیلی ہوئی تھیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی سرزمین کو رحمتوں سے نوازتا ہے تو وہاں کے لیے غیب سے انتظام فرما دیتا ہے۔ پروردگار عالم نے اپنے مخلص بندوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی، انھوں نے ضرورت محسوس کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امیدیں وابستہ کر کے اور اس کی ذات پر بھروسہ کر کے اس علاقہ کے عالم باعمل حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب دامت برکاتہم کے دست مبارک سے ۱۴۰۸ھ میں مدرسہ حسینیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ چشمۂ فیض کا جاری ہونا تھا کہ چاروں طرف سے اللہ کی مدد اور تشنگانِ علم کا اجتماع شروع ہوگیا۔ الحمدللہ! قلیل عرصہ میں مدرسہ نے قابلِ قدر ترقی کی۔ اس وقت مدرسہ میں ۲۵۲ بیرونی طلبہ زیرِ تعلیم ہیں۔ ناظرہ قرآن کریم اور حفظ وقرأت، دینیات، فارسی وعربی دوم تک کی تعلیم کا انتہائی معقول انتظام ہے۔ درسگاہوں کی کمی کی وجہ سے ایک درجہ ابھی تک مسجد ہی میں لگتا ہے۔ اہل خیر اور دین کی فکر رکھنے والے ارباب سے درخواست ہے کہ وہ تاریکیوں میں روشن کی گئی اس شمع اور سنگلاخ علاقہ میں جاری کئے گئے اس چشمۂ فیض کی طرف خصوصی توجہ اور نظر کرم فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

دارالعلوم حسینیہ ایک نظر میں

سن قیام: .... ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء

بانی سنگ بنیاد: .... مولانا قاری محمد امین صاحب

اہتمام: .... مولانا علیم الدین صاحب

● تعداد کل طلباء وطالبات	۳۲۴
● مقیم طلباء	۲۵۲
● مدرسین وملازمین	۱۲
● مدرسین مکاتب	۱۲
● مکاتب کے طلباء وطالبات	۶۰۷

سالانہ مصارف: ۱۲/لاکھ روپے

عزائم و تعمیری منصوبے:

❑ عصری تعلیم کے لیے اقامتی اسکول کا قیام ❑ لائبریری کے لیے وسیع و عریض ہال کی تعمیر ❑ کتب خانہ رشیدیہ (بیادگار حضرت مولانا رشید احمد صاحب قاسمیؒ، صدر المدرسین، دارالعلوم پوکرن) ❑ دارالقرآن کی تعمیر ❑ قیام مکاتب قرآنیہ اور تعمیر مساجد ❑ ہسپتال جو طلبہ کے علاج کے ساتھ ساتھ غریب عوام کو معالجاتی سہولیات فراہم کر سکے ❑ توسیع مسجد مصطفیٰؐ ❑ درس گاہوں کی تعمیر ❑ ڈائننگ ہال و گودام کی تعمیر ❑ اسٹاف کواٹرس کی تعمیر ❑ مطبخ کی تعمیر ❑ شعبۂ کمپیوٹر کا قیام۔

Husainia Bhanyana-2.jpg not found.

اپیل

دینِ اسلام کی ترویج وترقی اور اشاعتِ علومِ دینیہ میں مدرسوں کی کیا اہمیت ہے۔ اس حقیقت سے کون واقف نہیں۔ ایسا ہی ایک مدرسہ، مدرسہ **دارالعلوم حسینیہ** بھنیانہ پچھلے اٹھارہ سالوں سے تعلیماتِ قرآن وعلومِ نبویؐ کی تبلیغ واشاعت میں مصروف ومشغول ہے۔ ہم اور آپ اس حقیقت سے بھی بخوبی واقف ہیں کہ دینی مدرسوں کے تمام اخراجات اہلِ خیر حضرات کے تعاون اور ربّ العالمین کے کرم ہی سے طے پاتے ہیں۔ انھیں درسگاہوں میں ایک درسگاہ **دارالعلوم حسینیہ** بھی ہے۔ جس کی مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ یہ دارالعلوم محض دردمندانِ ملت کی توجہات اور ان کے گراں قدر تعاون ہی سے چل رہا ہے۔ یہ ادارہ آپ کے عطیات، صدقات، خیرات، زکوٰۃ اور دیگر امداد کا پورا مستحق ہے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء

ترسیل زر کا پتہ

مولانا علیم الدین صاحب (مہتمم)

مدرسہ دارالعلوم حسینیہ بھنیانہ ضلع جیسلمیر ۳۴۵۰۲۴۔ فون: 03019-230027

ایک ہمہ گیر پُرعظمت شخصیت

مولانا مشتاق احمد حامد الحسینی بھوجپوری

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

حضرت مولانا مدنیؒ کی ایک ایسی جامع عظیم المرتبت پرعظمت شخصیت تھی جو بیک وقت اپنی حیات وخدمات کے حسین دائرۂ عمل میں ایک مایۂ ناز عالم دین، تدین و تقویٰ میں خلوص وللّٰہیت جرأت وشجاعت، روحانیت وعزیمت میں قابلِ قدر لائقِ صدستائش ملک وبیرونِ ملک میں مسلمہ ذات گرامی تھی، تدبر وتفکر میں فضلِ خداوندی کے پیکرِ جمیل، بلاتفریق مذہب وملت قائد وتحریک انسانیت کے علمبردار، عالمی سطح پر سعودی عرب ہو یا خلیج عرب کے ممالک ہوں سب ہی میں عزت و احترام کی نظروں سے آپ دیکھے جاتے رہے ہیں جو محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو اپنی نظروں میں رکھنے والا اور سنت نبویہ کے مکمل پیروکار، مجاہد ملت وفی الدین متنوع صفاتِ عالیہ کے حامل، غیرمعمولی ذہانت وفطانت اور خداداد صلاحیت سے مزین، علم وحلم اور عمل ہو یا میدانِ سیاست ہو ہر ایک میں آپ کو شہرۂ آفاق حاصل تھا آپ کی ہمہ گیر جامع شخصیت فقید المثال رہی، مذہبی، سماجی، معاشرتی، تہذیب و ثقافت میں آپ کے روشن کارناموں کے بے شمار نقوش بہر سمت بکھرے پڑے ہیں۔ جن کی مثالیں مفقود ہیں ایسے لوگ جو اسلامی محاسن ومکارم کے مرقع ہوں صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت مولانا مدنی اپنے حسنِ کردار وگفتار میں اگر باعثِ عبرت انگیز تھے تو اپنی پاکیزہ حساس طبیعت، دوررس ذہانت، اور نکتہ سنجی کے تحت ملکی ملی فلاح و بہبود کے لیے موصوف ہمہ وقت سرگرم عمل رہے اور غفلت وسستی سے بالکلیہ مبرّا ذاتِ عالی تھی ارادہ کی پختگی، بلند ہمتی میں اپنے والد ذی وقار صد قابلِ احترام سیّدنا شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے پرتو تھے۔ حضرت مولانا مدنی کی زیرصدارت جمعیۃ علماء ہند نے سرزمین ہندوستان کے مسلمانوں کی مؤثر ترجمان بن کر تعمیر ملت کی عظیم داعیِ حق کی تنظیم کی حیثیت سے کار ہائے لائقہ انجام دیئے ہیں جمعیۃ علماء ہند کے تاریخ ساز کارنامے برصغیر ہند کے لیے ناقابلِ فراموش زرّین یادگار رہیں گے۔ جمعیۃ علماء ہند نے ملک گیر سطح پر جو خدمات انجام دی ہیں وہ بلاشبہ آزادئ وطن کے بعد ۷۵ برسوں تک کسی بھی دوسری مسلم تنظیم نے نہیں انجام دیں۔ فرقہ وارانہ فسادات کے متاثرین کے لیے ہرممکن راحت رسانی، بازآبادکاری کا مثالی کام کیا ہے، انسانی حقوق کے پاسدار اور کمزور طبقوں کی تعلیمی و اقتصادی ترقی وفلاح کے لیے ہرممکن مفید کام کیا، بلاشبہ حضرت مولانا مدنیؒ کے ۸۷ سالہ دورِ حیات کا محاسبہ کیا جائے تو بلامبالغہ آپ کی زندگی کا قیمتی ۵۵ سالہ دور حیات ملک وقوم کی خدمت میں ہی گزرا ہے یہ جذبۂ ایثار وقربانی حضرت والا کو ورثہ میں ملا تھا، سیّدنا حضرت شیخ الاسلامؒ کی قومی وملی سرگرمیِ عمل انگریز سامراجیوں کی مخالفت کی پاداش میں سخت ترین قید وبند کی اذیت ناکیوں کو بھی بچشم خود ملاحظہ کیا تھا جس نے سالہا سال ان صبر وتحمل اور راہِ عزیمت میں استحکام واستقلال کی جو قابلِ قدر صفت آپ میں پیدا کردی تھی۔ وہ مولانا مدنی کی قائدانہ زندگی میں ایک بڑی لازمی عنصر کی حیثیت رکھتی تھی حضرت والا نے یہ پُرعزم مساعی جمیل کے ذریعہ یہ سب کچھ خدمت نافع ملک وملت کے لیے کر دیکھایا ہے:

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اہل علم اور دانشورانِ ملک وملت پر واضح ہے کہ حضرت مولانا مدنی کی سیاست کی بنیاد عدل ومساوات، تعمیر پسندانہ رجحانات، انسانیت نوازی، اور شرافت پر مبنی تھی آپؒ ملک کی جمہوریت پسند قوتوں کے عظیم سپہ سالار تھے:

بر کفے جامِ شریعت درکف سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نہ داند جام و سنداں باختن

حضرت مولانا مدنیؒ کے بعد عہد حاضر میں موجودہ علماء کرام کی صفوں میں اب ایسا کوئی مخلص قائد ورہنما ہندوپاک وغیرہ میں اُن کی جیسی قابلِ احترام وعقیدت کا حامل نظر نہیں آتا ہے۔ حضرت مولانا مدنی جمعیۃ علماء ہند کے صدر امیرالہند فی اللہ علیہ کے بعد آج پوری جماعت یتیم ہوگئی ایک روشن آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔

حضرت مولانا مدنی میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ملک کے حضرات علماء کرام اور دانشورانِ ملّت کو بطور خاص ایک متحدہ پلیٹ فارم پر نہایت خوش اسلوبی و آسانی سے جمع لیا کرتے تھے۔ ضرت مولانا مدنی ان کی مساعی جمیلہ میں فضل خداوندی ہمیشہ رفیق کار رہا ہے۔

فدائے ملت امیرالہند اپنی عظمت وقوت کار کے باعث حق وباطل کے مابین کسی طرح بھی خلط ملط کرنا ایک پل کے لیے بھی پسند نہیں فرماتے تھے، استقامت کی راہ میں بڑے سے بڑے جیالوں سے کبھی بھی آپ مرعوب یا خائف نہیں ہوئے، آپؒ کو حق سبحانہٗ وعزّاسمہٗ نے بے شمار خوبیوں سے متصف فرمایا تھا۔ مسلمانوں کی فکری، اعتقادی، اصلاح کے لیے پراثر تقاریر میں باشعور وباعزت قوم بننے کے لیے تعلیماتِ کتاب وسنت کی روشنی میں اعمال واخلاق کی درستگی کے لیے بنیادی طور پر ''تعلیماتِ نبویہ کے حصول کا موجود آئندہ نسلوں میں زیادہ سے زیادہ

جذبہ وشوق ہو' کی تاکید وترغیب پرزور صرف فرماتے رہے۔

حضرت مولانا مدنی نے زندگی کے ہر موڑ پر مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لیے اپنی پُرحوصلہ جدوجہد کے وہ تابندہ نقوش ثبت کیے ہیں جو تاریخِ عزیمت کا ایک زرین باب کہے جاسکتے ہیں۔

آپ اپنی ذہنی وعملی رسائی کی وہ اپنی مثال آپ تھے کتنے ہی اہم اور پیچیدہ مسائل ومشکلات کیوں نہ ہوں اُن کے حل تک انتہائی سرعت سے جا پہنچنے کا ہنر ان سے بہتر کسی اور کے پاس نہ تھا۔ مسلم عوام وخواص سے ہمیشہ ہر سطح پر مربوط رہنے کے بھی ہنر میں یکتا تھے۔ اس رابطہ سے سیاسی، ملّی ومعاشرتی اور دینی مقاصد کی تکمیل میں بے پناہ مہارت نامہ رکھتے تھے بیں طور بڑے سے بڑے معرکے بھی سر کر لیے یہی وہ حقیقتیں ہیں جو بہت سی کامرانیوں اور شادکامیوں کی ضامن تھیں۔

حضرت مولانا مدنیؒ کی زندگی پیدا ہونے والے تمام ہی فتنوں کے لیے مستحکم ڈھال کی سی تھی آپ کی ذات ستودہ صفات ایک خدا رسیدہ اہل اللہ کی سحر گاہی مخلصانہ دعائیں تقویٰ وتدین کا رعب ودبدبہ بلاتفریق مذہب وملت سب ہی پر تھا اور سارے فتنے یا تو دب جاتے یا ختم ہی ہوجاتے تھے:

کس کس کمال کا کوئی اب تذکرہ کرے
ان کے تو ہر کمال میں لاکھوں کمال ہیں

حضرت مولانا مدنیؒ سے خواہ کسی کو اتفاق یا اختلاف رہا ہو اس بات سے کسی کو اختلاف کرنے کا چارہ نہیں تھا کہ وہ معاصرین زعماء وعلماء میں اپنی جامع صفات پاکیزہ بلند کردار وعمل میں وہ بے مثل تھے۔ بہترے دانشورانِ ملک وقوم کی زبان سے سنا کہ حضرت مولانا مدنی کی رحلت سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ملت کی سیادت و قیادت کی کوئی ایسی عظیم شخصیت اب نظروں میں نہیں آتی اس ملک کے کسی بھی خطے میں۔ مسلمانوں میں جو ہمہ گیر مقبولیت وعقیدت مولانا مدنی کو حاصل ہوئی خواہ دہلی ہو یا کوئی شہر ہو جب کوئی تحریک، احتجاج یا اجلاس ہوتا حضرت مولانا کی اپیل پر لاکھوں لاکھ شرق سے غرب تک، شمال سے جنوب تک عوام وخواص کے اُمنڈتے ہوئے سمندر کی طرح انسانوں کی بھیڑ جمع ہوجاتی تھی یہ کسی اور شخص کے بس کی بات نہیں تھی۔

علم وحکمت، فہم ودانش کی اُداسی دیکھ کر
چیخ اُٹھے اہلِ بصیرت الاماں والحذر

حضرت مولانا مدنیؒ کی ذات گرامی ایک عہد ساز شخصیت تھی عہد حاضر میں پورے عالم اسلام میں اپنے ہمہ جہت محاسن کردار وعمل کے اعتبار سے اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ پر ایک صدی کا خاتمہ ہوگیا:

ہوسکے گی کیا تلافی اب غمِ مافات کی
حشر تک شاید رہے گی چشم ہستی اشکبار

اس دور ابتلا وآزمائش میں آپ کی ذاتِ گرامی قدرت کی طرف سے ملت اسلامیہ کے لیے عظیم نعمت تھی بلاشبہ متعلقین کے لیے اور ملک وقوم کے لیے پوری توجہ کا مرکز اور قوتوں کا ایک گراں مایہ مستحکم عبقری ذات ستودہ صفات تھی۔

آپ کی رائے بہت ہی وقیع ہوتی تھی وہ رائے جو ایک آزمودہ کار اور صائب دماغ کی پیداوار ہوتی تھی جس میں ماضی وحال کے علم وعمل اور غیر معمولی دانش وفراست اور اُن کی زندگی میں ایک بیدار مغز صفت، مومنانہ بصیرت پر مبنی ہمہ گیر کیفیت ہوتی تھی:

وہ جس کے مشورے تھے کلید کشود کار
وہ چارہ گر، وہ درد کا درماں گزر گیا
طوفاں ہٹاتا کیا اسے راہِ ثبات سے
قدموں کو جس کے چوم کے طوفاں گزر گیا

یوں تو اس خاکدان عالم میں صاحب علم وکمال پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں اور تا قیامت پیدا ہوتے رہیں گے لیکن حضرت مولانا مدنیؒ بفضلِ ایزدی جس خاص نوعیت کی ہمہ گیر صفات پر مشتمل انسانی عظمت وسربلندی کا تاجدار، اپنے محاسن کردار وعمل میں اپنے اسلاف صالحین، علمائے ربانین کے آئینہ دار تھے وہ عظمتیں وہ خصلتیں وہ رواداریاں وہ شفقتیں وہ مروّتیں اور تحمل مزاجی محامد فکر ونظر غیر معمولی ذکی الطبع آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ پیچیدہ مسائل کی تہہ تک پہنچنے کی حیران کن تدبیر و صلاحیت سے مبداءِ فیاض نے خوب خوب نوازا تھا۔

سیّدنا حضرت شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ کے خلفِ اکبر کی حیثیت سے نعمتوں میں رہ کر بھی روحانی کرب اور اُمت کے غم میں ہمہ وقت مبتلائے اندیشہ وفکر رہتے تھے۔ اپنی پوری زندگی کا ایک ایک دن ملت کی خیر وفلاح وکامرانی، اتباعِ دین و شریعت اور پیرویٔ سنت کے لیے شہر شہر قصبہ قصبہ گاؤں گاؤں کے لیے سفر کرنا اور ہمیشہ پابہ رکاب رہنا ملک سے بیرون ملک تک بے پناہ صعوبتوں، نامساعد احوال میں بھی سفر کرتے رہنا علوِّ ہمت بلند حوصلہ اور راہِ عزیمت پر چلنا مولانا مدنی کا ایک معمول بن چکا تھا۔

بیرونِ ملک کے عوام وخواص اور حکومتوں نے انھیں عزت اور قدر ومنزلت کی نظروں سے دیکھا ملک و بیرون ملک کے بے شمار اداروں کے آپ صدر اور سرپرست ورہنما تھے حضرت مولانا مدنیؒ نے دعوتی وثقافتی وتہذیبی اور تربیتی مقاصد کے تحت جتنے دورے بیرون ملک اور اندرونِ ملک کیے۔ قارئین کو معلوم ہے کہ کئی مرتبہ ذرائع ابلاغ میں یہ آیا کہ حضرت مدنی کی طرح زیادہ اسفاد کسی بھی دینی یا دنیوی یا کسی سیاسی رہنما یا لیڈر نے نہیں کیے موصوف سمندر کے آبِ رواں کی طرح بہنا تو جانتے تھے۔ لیکن مقصد عظیم اور خدمت وقف والی زندگی کی راہ روی میں تھکاوٹ، گراوٹ، آرام وراحت، ٹھہراؤ، یا پڑاؤ، جیسے جانتے ہی نہ تھے۔ یہی ان کی قدر ومنزلت اور عزت ووقار کا بنیادی نکتہ ہے:

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر اِک کا یہ نصیب یہ بخت رسا کہاں

حضرت مولانا مدنی سفر ہو یا حضر، نماز باجماعت پڑھنے کی عادت شریفہ تھی

قیام لیل کی بے حد پابندی تھی خواہ کتنے ہی مشاغل ہوں تھکاوٹ کے باوجود معمولات میں کوئی فرق نہیں آتا انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ باطمینان ادا کرنے میں نمایاں عبرت انگیز کیفیات کے آپ حامل تھے ان اوصاف کا حامل اوروں کو نہیں دیکھا عالمانہ وقار، داعیانہ حکمتِ عملی، سیاست دانی کی سمجھ داری مصلح کی فکرمندی برسرِ جنگ سپہ سالارِ لشکر کا احساس و ذمہ داری مثالی عابدانہ وزاہدانہ عبادت گزاری بہرسمت مقابلے کی کمال صلاحیت چوکسی و بیداری حد درجہ قدرت نے عطا کی تھی۔ وہ کونسا دائرہ کونسا شعبۂ زندگی ہے جس میں حضرت مولانا کی یگانگت ابتداء ہی سے سب کے نزدیک مسلمہ نہ تھی ان کی فطری اہلیت وصلاحیت جذبۂ والہانہ خدمت قدرت کی جانب سے ملت کے لیے ایک عظیم دولت تھی حضرت والا کے سینہ میں ایک چنگاری رفتہ رفتہ اس کی حدت وتیزی دور کے نامساعد احوال وکوائف سے بڑھتی ہی گئی اور آخر کار شعلہ جوالہ بن کر ملک وبیرون ملک کے مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنہ کے محاذ پر جرأت کے ساتھ استادہ نظر آئے آپ کی خدمات کی ہر صورت میں ہمارے سامنے آئی، بالآخر ۷۸ سال کی عمر تک ناقابلِ فراموش فقیدالمثال کارنامے انجام دیتے ہوئے اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ فرماگئے۔ لیکن ان کے تمام زرّین نقوش تابندہ افکار وانظار تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ زندہ رہیں گے انشاءاللہ۔ ساتھ ہی تحریک ولی اللّٰہی نے اسلامیانِ ہند کو جمعیۃ علماء ہند جیسی اولوالعزم باحوصلہ مدبر و باشعور جماعت دی ہے جس نے قوم وملت کی تعمیر وترقی اور فلاح سے متعلق ایسی ٹھوس نتیجہ خیز بے مثال خدمات انجام دیں جسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی:

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

رضی اللہ عنہ و ارضاہ ورفع درجاتہ

○○

حضرت فدائے ملتؒ کے متعلق ایک تاثر

نبی حسین
سابق ریلوے ملازم مرادآباد

امیر الہند فدائے ملت حضرت اقدس مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ صدر جمعیۃ علماء ہند کی وفات پر ملت اسلامیہ ہند سوگوار ہوئی ہے۔ حضرت اقدسؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ حضرت اقدسؒ لاکھوں انسان کے شیخ اور مرشد تھے، بلاشبہ حضرتؒ کی خدمات آبِ زر سے لکھی جانے کے قابل ہے۔ میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ امیر جماعت تبلیغ سے بیعت تھا، حضرتؒ کی وفات کے بعد ایک عرصہ تک شیخ کی تلاش میں رہا، چند سال قبل حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب زید مجدہم استاذ مدرسہ شاہی مرادآباد سے بیعت کا خیال ہوا، تو بندہ نے حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی درخواست کی، تو حضرت مفتی صاحب نے بیعت کرنے سے صاف انکار فرمادیا۔ اور فرمایا کہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب، حضرت مولانا قاری سیّد محمد صدیق صاحب یا مولانا محمد طلحہ صاحب وغیرہ سے بیعت ہوجائیں، تو بندہ حضرت مفتی صاحب کے حکم اور مشورہ سے حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، ملاقات ہوئی، اور دیگر اکابرین سے ملاقات وزیارت ہوئی، مگر بیعت کا شرف کسی بزرگ سے حاصل نہ کرسکا۔ بندہ ایک دن قیام کرکے مرادآباد واپس آگیا۔ نہ جانے خدا کو کیا منظور تھا؟ میں بہت پریشان رہا کہ یااللہ مجھے کوئی ولی کامل شیخ عطا فرما، ہر نماز کے بعد یہ دُعا کرتا تھا۔ ایک رات کو میں نے خواب میں حضرت امیر الہند فدائے ملت حضرت اقدس مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی زیارت کی، اور ایک آواز آئی کہ تم ان سے بیعت ہوجاؤ، میں حضرتؒ کی شکل و صورت سے واقف نہیں تھا، صبح کو خاموشی سے دہلی دفتر جمعیۃ علماء ہند حاضر ہوا، تو حضرتؒ دفتر میں تشریف فرماتھے، میں حضرتؒ سے ملاقات وزیارت کرکے مرادآباد آیا، اور پھر دوبارہ حضرت اقدسؒ کو خواب میں دیکھا اور ایک آواز آئی کہ: ”نبی حسن اب تم دیر مت کرو“ حضرت اقدسؒ سے بیعت ہوجاؤ، تو چند سال قبل جناب قاری نجیب الرحمٰن صاحب کے ساتھ رمضان میں اخیر عشرہ کا اعتکاف حضرتؒ کے سایۂ عاطفت میں گذارنے کے لیے حاضر ہوا، اور اخیر عشرہ کا اعتکاف حضرتؒ کی معیت میں گزارنے کی توفیق ہوئی، اور ۲۷رویں شب رمضان میں مسجد رشید دارالعلوم دیوبند میں حضرت نے داخل سلسلہ فرمایا، اللہ کا شکر ہے۔ حضرتؒ تو ایک سورج تھے، میں نے حضرت کو دن میں دیکھا، رات میں دیکھا، نماز میں دیکھا، تہجد میں دیکھا، حضرت کی تلاوت کو دیکھا، حضرت کو نماز کا بہت اہتمام تھا، حضرت نماز بہت خشوع وخضوع سے ادا فرماتے، حضرت اصول اور معمولات کے بہت پابند تھے۔ آزادی کے بعد سب سے زیادہ ہندوستان میں حضرت اقدسؒ کو بہت بڑے مصلح وقائد اور ولی کامل بزرگ مانتا ہوں اور وہ حقیقت میں تھے۔ حضرتؒ مہمانوں کا بہت اکرام فرماتے تھے، ہر وقت امت مسلمہ کے لیے مہربان اور خیرخواہ انسان تھے۔ آپ پوری زندگی اپنے اکابر اور اسلاف کی روایات پر قائم رہے، آپ کی سب سے بڑی کرامت استقامت اور آپ کے روحانی فیض کا عالم میں پھیلنا ہے، طویل عمر اور ضعف کے باوجود اخیر تک نماز کھڑے ہوکر پڑھنے کا معمول رہا، آپ کے مریدین لاکھوں میں تھے۔ جن کو آپ نے خلافت واجازت سے نوازا ہے وہ تقریباً تین سو کے قریب ہیں۔ آپ کے اوپر تصوف کا رنگ غالب تھا۔ بس یہ دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے روحانی فیض کو پورے عالم میں جاری اور ساری فرمائے، اور خانقاہ مدنی کو قیامت تک کے لیے قبول فرمائے، اور حضرتؒ کی مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور ہم سب خدام کو حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

○○

دلوں پر حکمرانی کرنے والا قائد

مصلح الدین قاسمی
استاذ ادبِ عربی مدرسہ شاہی مراد آباد

وہ شخصیت جس کو خداوند قدوس نے حق گوئی کے لیے پیدا کیا تھا، جس کو بے باکی، بلند حوصلگی، جواں مردی اور جرأت ایمانی جیسے خاص اوصاف سے نوازا تھا، جو باطل کے لیے شمشیرِ بے نیام تھی، جس نے اپنے عزم و حوصلے، دینی غیرت اور ایمانی بصیرت سے دشمنانِ اسلام کو بارہا للکارا، پھر بھی وصف استقامت میں کبھی تزلزل نہ آیا، جس نے بزدلی اور احساسِ کمتری کو اپنے پاس کبھی پھٹکنے نہ دیا، جو:

''آئینِ جواں مردی حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی''

کا حقیقی مصداق تھی، جس نے راہِ حق میں کبھی باطل سے نہ تو سمجھوتہ کیا اور نہ ہی اُس کے سامنے کبھی سرنگوں ہوئے، جس نے حقیقی طور پر شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی جاں نشینی کا حق ادا کیا، جس نے اسلامی زندگی کے ہر میدان میں اپنی قربانیاں پیش کر کے پوری امّت کو احسان مند بنا دیا اور جو شخصیت ہندوستان ہی میں نہیں، بلکہ پوری دنیا میں (جہاں بھی مسلمان آباد ہیں) صاحبِ نسبت بزرگ، جانشینِ شیخ الاسلام، امیر الہند، فدائے ملّت، فکر مند مصلح، ماہر سیاست داں، رمز شناس اور ہمہ جہت قائد کی حیثیت سے جانی جاتی تھی، افسوس! ۶ رفروری ۲۰۰۶ء مطابق ۷/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ بروز دوشنبہ شام پونے چھے بجے پوری امت کو یتیم کر گئی۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

عام طور پر کہنے والے کہتے اور لکھنے والے لکھتے ہیں کہ فلاں کی موت کا سانحہ امت کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان ہے، اور یہ کہ ''مسیحائے امت'' چلا گیا، لیکن آج یہ محسوس ہو رہا ہے جیسے مدتوں بعد ان جملوں کو حقیقی مصداق مل گیا، آپ کا سانحہ یقیناً نہ پُر ہونے والا خلا ہے اور بلا شبہ آپ مسیحائے امّت تھے، آپ کی شخصیت پوری ملّت اسلامیہ بالخصوص مسلمانانِ ہند کے لیے ڈھال تھی، آپ کے دل میں ملک ملّت کا جو درد تھا اُس کی مثال نہیں پیش کی جاسکتی، آپ ہی کی شخصیت تھی جس نے گجرات کے یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرا، اُن کے لیے مکانات کی تعمیر کی، بستیاں آباد کی، سامانِ رسد کا بندوبست کیا، بھاگل پور، جمشید پور، میرٹھ، ملیانہ اور مراد آباد کے فسادات میں مظلوموں کے کام آئے، مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کی روک تھام کے لیے بارہا حکومت کو اپنے خطوط اور اپنی تحریروں سے کوشش کی، اربابِ اقتدار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی، خاک و خون میں تڑپتی لاشوں کو اٹھایا، زخم سے سسکتے انسانوں کو دلاسہ دیا، جیلوں میں بند بے قصور انسانوں کی رہائی کے لیے مسلسل کوشاں رہے، حکومت سے مطالبہ کیا، ایوانِ بالا کے رُکن کی حیثیت سے پارلیمنٹ میں بھی مسلمانوں کے مسائل اٹھانے میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کی، مسلمانوں کو اُن کے حقوق دلانے کے لیے بھرپور کوشش کی اور اپنی اِس کوشش میں آپ بہت حد تک کامیاب بھی رہے، سیاسی نشیب و فراز کے ماحول میں بھی آپ مستقل مزاجی کا نمونہ بنے رہے، معاشرے کی اصلاح کے لیے آپؒ نے انتہائی ٹھوس قدم اٹھائے، ملک کے متعدد صوبوں میں اصلاحِ معاشرہ کے پروگراموں میں بھی خود بھی شریک ہوتے اور جمعیۃ کی جانب سے علماء کے وفود روانہ کرتے فرقِ باطلہ کی بیخ کنی کے لیے آپ نے جو زرّیں خدمات انجام دی ہیں ان کو تو تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ انسان جب تزکیۂ نفس کے ضروری امر پر توجہ دیتا ہے تو وہ کسی گوشے میں جا بیٹھتا ہے، نتیجتاً اس کے دعوت وارشاد کا عمل ایک خاص حلقے تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے، حضرت مولانا اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کو اللہ ربّ العزت نے تصوف و طریقت کا بھی امام بنایا تھا، اس حوالے سے بھی آپ کے خلفاء کی ایک بڑی تعداد ہے، یہ بھی ہوسکتا تھا کہ آپ اپنے علم طریقت کو لے کر کسی گوشے میں بیٹھ جاتے اور عالم اسلام کے سلگتے ہوئے مسائل سے چشم پوشی فرما لیتے، لیکن حضرت مولانا نے یہ انداز اختیار نہیں فرمایا، اس لیے کہ آپ حضرت شیخ الہند اور حضرت شیخ الاسلام علیہما الرحمہ کے سچے وارث اور امین تھے، آپ کے دل میں امت کا درد موجزن تھا، آپ کے دل میں ایک ایسی آگ سلگی ہوئی تھی جو یہ سوچنے پر مجبور کرتی کہ

امت کے دُکھ درد میں کام آنا ہی اصل دین ہے:

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

فدائے ملّت علیہ الرحمہ کی زندگی ایک مثالی اور قابلِ رشک زندگی تھی، آپ کو اللہ ربّ العزّت نے بہت ہی خوبیوں سے نوازا تھا، آپ عزم وارادے کے پکّے، استقلال وجواں مردی کے پہاڑ، زمانے کی سیاسی قلابازیوں سے واقف رہنے والے انسان تھے، آپ اپنی سمتِ سفر خود متعین کرتے تھے، آپ نے کبھی ''طرزِ مستعارہ کو نہیں اپنایا جیسا کہ عام قائدین کا حال ہے کہ وہ دوسروں کو دیکھ کر وہی طرز اپنا لیتے ہیں تا کہ ہم بھی وہی مقبولیت ملے۔ اگر چہ نہ تو انھیں وہ مقبولیت ملتی ہے اور نہ ہی بغیر اخلاص کے مل سکتی ہے۔ آپ جو بھی سمت متعین کرتے اُس راہ کی تمام صعوبتوں کو برداشت کرنے کا حوصلہ اور جذبہ رکھ کر سفر شروع فرما دیتے، پھر نہ تو پس روی اختیار کرتے اور نہ تھک ہار کر بیٹھتے، بلکہ تیز گامی سے منزل کی طرف رواں رہتے اور منزل پر پہنچ کر ہی دم لیتے۔

بسا اوقات ایسا ہوتا کہ جس سمت کو آپ اپناتے اُس راہ کی خار دار وادیوں اور صعوبتوں کو دیکھ بڑے بڑے ہمّت ور، جاں باز اور مردِ میداں یہ خیال کرنے لگتے کہ منزل تک رسائی بہت مشکل ہے، یا یہ کہ سمتِ سفر ہی غلط ہے مگر حضرت علیہ الرحمہ نہ تو ان کی باتوں پر کان دھرتے اور نہ فیصلے پر نظرِ ثانی فرماتے، بلکہ آپ کا حوصلہ اور بڑھ جاتا، رفتار تیز ہو جاتی اور منزل پر پہنچ کر پورے کارواں کو یہ احساس ہو جاتا کہ جو سمت حضرت نے متعین کی تھی وہی صحیح اور حق بہ جانب تھی۔

جامعہ قاسمیہ شاہی/ مرادآباد کی طرف سے ۱۴ر فروری، مطابق ۱۵ر محرم الحرام ۱۴۲۷ھ کو ہونے والے تعزیتی اجلاس میں استاذِ محترم حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی مدظلہٗ استاذِ حدیث و ناظمِ تعلیمات دارالعلوم دیوبند نے حضرت اقدس علیہ الرحمہ کے عزم وحوصلہ اور ژرف نگاہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: ۱۹۷۸ء میں جب حضرت نے پہلی مرتبہ ''ملک وملت بچاؤ تحریک'' شروع کی تو بڑے بڑے مسلم سیاسی لیڈروں نے اِس اقدام پر انتہائی حیرت کا اظہار کیا اور قاضی عدیل عبّاسی جیسے سیّاس شخص حضرت کی اِس جرأت پر حیران وششدر رہ گئے اور حضرت سے فرمایا کہ: ''مولانا! یہ وقت تو بہت ہی نازک ہے، مسلمانوں کے تو وجود اور بقا کا مسئلہ ہے، یہ صحیح سالم رہ جائیں یہی بہت بڑی بات ہے، چہ جائے کہ آپ مسلمانوں کو لے کر حکومت کے خلاف تحریک چلائیں، یہ تو انھیں اور موت کے منہ میں ڈالنا ہے، مگر قربان جایئے اُس مردِ آہن اور دور بین قائد پر جس نے جواباً فرمایا: ''تحریک چلے گی، مسلمان اگر اِس ملک میں رہیں گے تو عزت سے جئیں گے ورنہ ذلّت کی زندگی کے مقابلے میں موت بہتر ہے:

عنانیں چوُر ہو جائیں جو ہو عزمِ سفر پیدا

بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ حضرت علیہ الرحمہ ہی کا موقف صحیح تھا۔

یاد آ رہا ہے کہ استاذِ محترم حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند نے جعفر آباد، دہلی کی عیدگاہ میں ردّ قادیانیت کے اجلاس میں فرمایا تھا کہ: حضرت مولانا اسعد صاحب مدنیؒ نے آج سے تقریباً دس سال پہلے مجھ سے فرمایا کہ ہمارے ملک میں بھی فتنہ قادیانیت بہت تیزی سے پھیلنے والا ہے، اُس کے مقابلے کی فکر ہمیں ابھی سے کرنا چاہیے، میں نے کہا: حضرت! کوئی قادیانی تو نظر نہیں آتا۔ لیکن آج میں نے سمجھ لیا کہ اُس وقت میری نگاہ ہی کوتاہ تھی، اب وہ فتنہ ہمارے سامنے ہے، حضرت نے اپنی ژرف نگاہی سے اُسے بہت پہلے ہی تاڑ لیا تھا۔ سچ ہے ''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید'' اِس فتنے کی سرکوبی کے لیے بھی آپ نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور ملک کے چپّے چپّے میں اِس فتنے سے لوگوں کو آگاہ کیا۔

امام بیہقی نے دلائل النبوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بعض حضرات بزمِ جہاں میں دیر سے آتے ہیں مگر ان کو نشست ''صدیقین اولین'' کے پہلو میں دی جاتی ہے، فرمایا ''اِنَّہٗ سَیَکُونُ فِی ھٰذِہِ الاُمَّۃِ قَوْمٌ لَھُمْ مِثْلُ اَجْرِ اَوَّلِھِمْ، یَامُرُونَ بِالمَعْرُوفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ المُنْکَرِ وَیُقَاتِلُوْنَ أھلَ الفِتَن۔''

(مشکوٰۃ، ص۵۸۴)

اِس امت کے آخر میں کچھ لوگ ہوں گے جن کو اجر امت کے پہلوں سا دیا جائے گا، یہ لوگ معروف کا حکم دیں گے، برائیوں سے روکیں گے اور فتنہ پردازوں سے لڑیں گے۔

یعنی بھلائی کا حکم دینا، برائی سے روکنا اور فتنہ پردازوں سے مقابلہ کرنا، اُن سے برسرِ پیکار رہنا یہی تین وصف ایسے ہیں جو پچھلوں کو پہلوں سے ملا دیتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ علم وفضل، طہارت وتقویٰ، زہد وتقدس اور دیگر اوصافِ حمیدہ بھی نہایت گراں قدر ہیں، مگر ان سارے اوصاف سے آدمی مقبولیت عنداللہ میں اپنے ہم عصروں سے آگے نکل سکتا ہے اور اپنے

زمانے کا مقتدا بن سکتا ہے، تاہم شمار اُس کا اُسی زمانے میں ہوگا جس میں وہ پیدا ہوا، اور اس کے اجر وثواب اور درجات کا پیمانہ بھی اُسی دور کے لحاظ سے متعین ہوگا، لیکن جو چیز قرونِ متأخرہ کے افراد کو قرونِ اولیٰ سے قریب کرتی ہے، بلکہ قرونِ اولیٰ ہی کی شخصیت بنا دیتی ہے وہ صرف ''امر بالمعروف'' نہی عن المنکر'' اور ''اہلِ فتن سے جہاد'' ہے۔

حدیث مذکورہ کی روشنی میں اگر حضرت فدائے ملّت قدس سرہٗ کی زندگی کا موازنہ کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ یہ اوصاف ثلاثہ بھی آپ کی زندگی کے جزو لاینفک تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے تو نہ صرف یہ کہ آپ نے اپنے آپ کو تج دیا، بلکہ پوری جمعیۃ کو اس کام کے لیے لگا دیا اور تا دمِ وفات اِس کام کو مسلسل جاری رکھا، اِس اہم دینی فریضے کی انجام دہی کے لیے آپ نے ''اصلاحِ معاشرہ'' کے نام سے جمعیۃ میں ایک شعبہ قائم کیا جس کے تحت اصلاحِ معاشرہ کے مربوط پروگرام پورے ملک میں ہوتے ہیں، جمعیۃ علمائے ہند کی ضلعی اور شہری شاخیں بھی اِس فریضے کی انجام دہی میں مصروف عمل ہیں، ربِّ کریم آپ کو اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

رہا اہلِ فتن سے برسرِ پیکار رہنا جو ایمان کا بلند ترین مرتبہ ہے اس میں تو شاید ہی آپ کے ہم عصروں میں آپ کا کوئی ثانی رہا ہو، آپ نے اسلام کے خلاف اُٹھنے والے ہر فتنے کا مقابلہ کیا، خواہ وہ فتنۂ غیر مقلدیت ہو، یا فتنۂ قادیانیت ہو، یا فتنۂ عیسائیت ہو، یا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بنائی جانے والی سازشوں کا فتنہ ہو، ہر ایک کا پروانہ وار مقابلہ کیا، کھل کر میدان میں آئے اور ببانگِ دہل اعلان کیا:

ادھر آ ستمگر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

علماء نے لکھا ہے کہ اہلِ فتن سے جہاد وقتال کے لیے چند اوصاف اور صلاحیتیں درکار ہیں، جن میں:

پہلی چیز: ایمانی حس ہے، مومن کے دل میں ایسا ایمانی حاسّہ ہونا چاہیے جو فتنے کی بو سونگھنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اور ہر فتنے کے رنگ وروغن میں چھپی ہوئی اصل حقیقت کو پہچان سکتا ہو، اگر یہ ایمانی حس موجود نہیں اور اس کے گرد وپیش فتنے منڈلاتے ہیں مگر اسے کوئی احساس نہیں تو سمجھنا چاہیے کہ اس کا ایمان تندرست نہیں بیمار ہے۔

دوسری چیز: ایمانی غیرت ہے جس کے لیے فتنے کی ناپاک بدبو ناقابلِ برداشت ہو، وہ دین کو بگڑتا ہوا، دین پر آنچ آتے ہوئے دیکھ کر بے تاب ہو جائے اور فتنے کی سرکوبی کے لیے جو کچھ اس سے بن پڑے اسے کر گزرنے کے لیے آمادہ ہو جائے۔

تیسری چیز: شجاعت وبسالت ہے جو ایمانی غیرت کا مرکب بن کر آتشِ نمرود میں کود پڑے، اور وہ وقت کے بڑے بڑے فرعون وشداد کو خاطر میں نہ لائے۔

چوتھی چیز: حق تعالیٰ شانہ سے قلبی تعلّق، اپنے ضعف وناتوانی پر نظر اور بارگاہ خداوندی سے پیہم التجا ہے، بہت سے لوگ صرف قلمی گھوڑے دوڑانے اور بازاروں میں نعرے لگانے کو فتح وکامیابی کا نشان سمجھتے ہیں جبکہ ان کا رشتۂ قلب بارگاہِ خداوندی سے مضبوط نہیں رہتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بزعم خود فتنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے خود فتنوں کا شکار ہو جاتے ہیں، ان کی تمام تر کوششیں شہرت ونمود کے گرد چکّر لگاتی ہیں۔

فدائے ملّت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی قدس سرّہٗ کو حق تعالیٰ نے اُن تمام اوصاف سے مزّین فرمایا تھا جو فتنوں کے سامنے سینہ سپر ہونے کے لیے درکار ہیں، حضرت علیہ الرحمہ کی ایمانی حس اتنی تیز تھی کہ نہ صرف دور سے فتنوں کو محسوس کر لیتی، بلکہ اس کی باریک سے باریک رگوں کو بھی ٹٹول لیتی، ایمانی غیرت ایسی پر جوش تھی کہ انھیں ہمہ دم فتنوں کے خلاف بے قرار اور آتشِ زیرِ پا رکھتی تھی، شجاعت وبسالت ایسی تھی کہ بڑے سے بڑے عہدیدار اور اصحاب منصب کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور حق تعالیٰ شانہٗ سے رشتۂ قلب ایسا قوی، مضبوط اور استوار تھا کہ آسمان سے رحمتِ الٰہی کو کھینچ لاتا تھا، آپ جب بھی کسی میدان میں اُترتے تو خدا تعالیٰ ہی کی رضا کے لیے، کہنے والے جو بھی کہتے آپ کسی کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر اپنا عمل جاری رکھتے، آپ نے جو کچھ کیا خدا کی رضامندی اور امت کی بھلائی کے لیے کیا۔فجزاہ اللّٰہ خیر الجزاء عن جمیع الأمّۃ :

اب اہلِ چمن تجھ کو بہت یاد کریں گے
ہر شاخ پہ اپنا ہی نشاں چھوڑ گیا ہے

حضرت مرحوم کی وفات سے نہ صرف اہل اللہ کی جمعیۃ کی مسند خالی ہوگئی بلکہ امت اسلامیہ ایک خدا ترس بزرگ، ولی کامل کے انفاس طیبہ، ان کی دعائے سرگاہی اور ان کے سایۂ برکت سے محروم ہوگئی۔حق تعالیٰ شانہ اپنے اِس مخلص بندے کے ساتھ لطف وکرم اور رحمت ومغفرت کا خاص معاملہ فرمائیں اور اپنی شانِ کریمی کے مطابق درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔آمین۔

○○

ایک مربی سے جدائی ہوگئی دے گیا ہر فرد کو رنجِ رواں

قاری عبدالستار فہیم قاسمی میرٹھی
خلیفہ ومجاز امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ وخلیفہ ومجاز حضرت مولانا مسعود الٰہی میرٹھی نور اللہ مرقدہ

شیخ المشائخ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ پورے عالم کے لیے مہتاب وآفتاب تھے جب آپ چلتے تھے ہمہ وقت رحمت کی بدلی سایہ فگن رہتی تھی اور پورے عالم میں آپ کی نمایاں شان الگ ہی ممتاز حیثیت رکھتی تھی، ایسا بھی لگتا تھا کوئی جم غفیر مجمع جو ہماری آنکھوں سے اوجھل آپ کے استقبال میں شریک رہتا تھا۔

حضرت مولانا انعام الحق نور اللہ مرقدہٗ کی تدفین میں شریک ہونے کے لیے نظام الدین مرکز جانے کے لیے آپ نے ڈرائیور کو فرمایا جلد گاڑی نکالو نظام الدین چلنا ہے اور مجھ سیاہ کار سے بھی کہا قاری صاحب جاؤ تیاری کرو، چنانچہ حضرت کے ہمراہ مولانا محمود مدنی مدظلہٗ، مولانا اسجد مدنی مدظلہٗ ناکارہ خادم، اور دیگر دو ساتھی نظام الدین کے لیے روانہ ہوگئے جگہ جگہ راستے جام ملے آخرکار بہت پہلے ہی تمام گاڑیوں کو روک دیا گیا اور دوڑ شروع ہوگئی وہ منظر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے دوڑتے دوڑتے میرا سانس پھول گیا، آپ نے میری طرف دیکھا فرمایا قاری صاحب سانس پھول گیا، حضرت نے تو فوراً قدم ہلکے کر دیئے اور میرا پنجہ پکڑ لیا میری ہمّت بندھائی اس وقت بھی میں نے محسوس کیا کہ حضرت کے ساتھ غیبی مدد بھی ہمیشہ ساتھ رہتی تھی، جہاں آپ مفکر عالم، مدبر عالم، فدائے ملت تھے وہیں آپ کا اصلاحی وتربیتی تعلّق غیبی نظام سے بھی جڑا ہوا تھا حضرت دن ورات امت محمدیہ کی خدمت میں رہتے تھے، حضرت نے ہمیشہ قوم کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا، فسادات کے موقع پر آپ بے چین ہوجاتے تھے اور پوری جانفشانی کے ساتھ کود پڑتے تھے وہاں کی انتظامیہ کو مستعدی و استقامت کے ساتھ جھنجھوڑتے تھے اور مظلوموں کی مدد فرماتے تھے، خبر گیری کے لیے محلّہ درمحلّہ جاکر حالات کا جائزہ لیتے، پانی، کپڑے، دوائیں وغیرہ مہیّا کراتے، ہسپتالوں میں جاکر زخمیوں کی مزاج پرسی پر ضرورت کی چیزیں عملے سے دلواتے، اپنوں کی ڈیوٹی ہسپتالوں میں لگاتے، اسی پر بس نہیں بلکہ یہ دیکھا گیا ہے آگ لگی ہوئی ہے دھویں کے بادل ہیں پولیس روک رہی ہے لیکن آپ کے قدم آگے بڑھ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ چلاؤ میرے سینے پر گولی، چلاؤ بزدلو! غریبوں کو مار رہے ہو ان کے گھر جلا رہے ہو، جلوار ہے ہو۔

ہندوستان میں جتنے فسادات ہوئے ہیں ہر فساد میں آپ کی قربانیاں ہیں جس کو کبھی بھی قوم وملّت فراموش نہیں کر سکتی خانوادۂ مدنی کی ملک وملت کے لیے جو قربانیاں ہیں وہ تاریخ میں سنہرے لفظوں سے لکھی جائیں گی آخرت میں اللہ اجر عظیم فرماکر اعلیٰ مقام عطا فرمائیں گے پورا عالم اور پوری ملت آپ کے نقش قدم پر گامزن ہے انشاء اللہ مرتے دم تک آپ کے مشن کو آگے بڑھائیں گے اور احقر طالب علمی کے زمانہ سے استاذی المکرّم حضرت مولانا عبداللہ تاؤلی ثم المدنی نور اللہ مرقدہٗ کے ہمراہ دارالعلوم حسینیہ تاؤلی سے بڑے حضرت کی خدمت میں آیا کرتا تھا دسترخوان پر شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ اپنے برابر شفقت سے یہ کہہ کر بیٹھاتے ''پھلت والو! یہاں آجاؤ تمہارا ہاتھ سالن تک نہیں پہنچے گا۔'' دسترخوان پر سب سے چھوٹا میں ہوتا تھا بڑی محبت فرمایا کرتے تھے، یہی محبت، خلوص، اخلاق اور شفقت مربی حضرت امیر الہند مولانا سیّد اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ فرماتے رہے اخلاق حسنہ اتنے وسیع تھے ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت لکھنؤ سے نوچندی سے تشریف لا رہے تھے میں جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد سے نوچندی میں سوار ہوا ہاپوڑ اسٹیشن پر میں نیچے اُترآیا حضرت نے آواز دی اور اپنے ڈبہ میں بلا لیا، ہاپوڑ اسٹیشن کی کافی بہت مشہور ہے لانے کے لیے میں دوڑا، حضرت نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا آپ کو پتہ نہیں اچھی کہاں ملتی ہے، حضرت اترتے ہی اتنی ہی دیر میں دو کافی بسکٹ کا پاکٹ لے کر آگئے، میں بہت شرمندہ ہوا یہ حضرت والا کی شان علو ویت تھی اخلاق حسنہ تھے، اسی طرح ایک مرتبہ حضرت والا کی معیت میں نینی تال کا سفر ہوا جس میں حضرت مولانا سیّد رشید الدین نور اللہ مرقدہٗ حضرت حافظ صدیق صاحب، حضرت مولانا اشہد صاحب اور حضرت کے چھوٹے بچے وغیرہ تھے تاریخی سفر ہوا ہلدوانی ہوتے ہوئے نینی تال پہنچے دوپہر کا وقت تھا راستہ میں شدت کی گرمی لیکن مقام پر پہنچ کر گیسٹ ہاؤس میں قیام ہوا، بچوں کے چلانے کی آواز آئی امّی امّی سردی لگ رہی ہے ان کی آواز سنتے ہی حافظ صدیق صاحب اور مجھے بھی سردی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا قبلہ حافظ صاحب ایک الماری سے یا بیڈ سے کمبل اُٹھا کر لائے اور اس کو اپنے اوپر ڈالا جس سے کچھ راحت ملی وہاں کی جامع مسجد میں حضرت کا بیان ہوا سامعین بہت محظوظ ہوئے پھر مغرب کے بعد امت الباتے کالج میں حضرت کا بیان ہوا جو بے حد پسند کیا گیا وہیں پر کھانے کا اہتمام تھا کھانے سے فارغ ہوکر پھر گیسٹ ہاؤس واپس آگئے صبح کو واپس رامپور ہوتے ہوئے مرادآباد پہنچے، پورے سفر میں حضرت والا کے اخلاق حمیدہ شفقت مربیہ برتاؤ فرماتے رہے جو اس وقت آنکھوں کے سامنے ہے آپ کی یاد بے حد ستاتی ہے ہماری بدنصیبی اور بدقسمتی ہے کہ ہم کچھ بھی حضرت سے حاصل نہ کر سکے حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ بے انتہا شفقت اور محبت فرمایا کرتے حضرت کے احسانات اتنے ہیں زندگی بھر میں بھول نہیں سکتا ایک مرتبہ

حضرت نے دارالعلوم کی شوریٰ میں صدر القراء کے لیے خادم کا نام پیش کیا بالا تفاق شوریٰ نے منظور فرمالیا مگر میں اپنی بدقسمتی اور بدنصیبی سمجھتا ہوں کہ میں اس وقت کاروبار میں مشغولیت کی وجہ سے نہیں جاسکا، حضرت بہت ناراض ہوئے پھر آہستہ آہستہ حضرت کو راضی کرلیا وہی شفقت اور محبت فرمانے لگے تقریباً دس بارہ سال تک حضرت کی معیت میں اخیر عشرہ کا اعتکاف کرنے کا شرف حاصل رہا، حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے بڑے مخصوص انداز سے اصلاح وتربیت سے سرفراز فرمایا اور ۲۰۰۵ء میں سیّدی مرشدی نے خلافت واجازت سے نوازا، تصوف اور اصلاحی تربیتی حلقہ میں جو خلاء پیدا ہوا ہے اللہ اس کو جلد از جلد پورا فرمائے آپ کے بتلائے ہوئے معمولات کو عملی جامہ پہنانے کی ہم سب کو فکر کی توفیق عطا فرمائے حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی پوری پوری توفیق عطا فرمائے مربی کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آپ کی روح کو تسکین، قبر کو منور فرما کر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ ○○

مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ تجھے

آصف عزیز مالیگانوی

٦ رفروری مطابق ٧رمحرم الحرام کو غروب آفتاب کا وقت تھا آسمان کے اُفق پر اندھیر چھارہا تھا ہر چرند وپرند اپنے آشیانہ کا رُخ کررہا تھا، اچانک وہ آفتاب و ماہتاب بھی غروب ہوگیا جس کو حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کے لہو سے روشن کیا گیا تھا۔ میری مراد اس سے سیدی ومرشدی حضرت اقدس امیر الہند فدائے ملت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ وبرد مضجعہ کی ذات بابرکت ہے جو عالم اسلام کی وہ ہمہ گیر اور ہمہ جہت شخصیت ہے جس کا ہر باب زندگی روشن تھا اور جس کی عزت وعظمت کا گفتار ہر شخص تھا جو ملک وملت کا عظیم سرمایہ اور مدارس اسلامیہ کا باوقار خادم تھا جس کے وجود سے اسلام اور اہل اسلام کو ناز تھا آج وہ عظیم ہستی ہم کو داغ مفارقت دے گئی اور ہمیشہ ہمیش کے لیے جدا ہوگئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس دور قحط الرجال میں حضرتؒ جیسی شخصیت کا ہمارے درمیان سے اُٹھ جانا بڑے ہی افسوس اور رنج وغم کی بات ہے مگر بہرحال قانون خداوندی کے سامنے ہر ایک کو جھکنا لازمی ہے اور اسی میں انسان کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ زبان وقلم ساکت ہے آخر حضرت کی زندگی کے کس پہلو کو اُجاگر کروں پوری زندگی جہدِ مسلسل رہی ہے حضرت کا وجود بابرکت اس پرفتن اور پُرآشوب دور میں امت مسلمہ کے لیے فتنوں کا سدباب رہا ہے جب بھی کوئی باطل فرعونیت کے رُوپ میں ظاہر ہوتا تو حضرتؒ کی ذات اس کے لیے موسیٰ کی صورت میں آکر مقابلہ کرتی چاہے وہ مودودیت کا فتنہ ہو۔ یا قادیانیت کے کفریہ عقائد ہوں۔ غیر مقلدین کی بے ہودہ بکواس ہو یا عیسائیت کی اسلام پر یلغار ہو۔ ہر ایک کے لیے سینہ سپر ہوکر اس کا منہ توڑ جواب دیتے۔ اس مرد مجاہد نے کبھی بھی باطل کے سامنے جھک کر بات نہیں کی ہمیشہ آنکھ ملا کر باطل کو تہہ تیغ کیا۔ حضرتؒ جہاں تصوف کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور لاکھوں انسانوں کے شیخ، مرشد ومربیٔ کامل تھے وہیں سیاست وقیادت کے اس اعلیٰ مقام پر تھے کہ آپ کے ہمعصر علماء حیرت سے انگشت بدنداں تھے۔

خدا تعالیٰ نے وہ مقبولیت عطاء فرمائی تھی کہ ایک آواز پر لوگ اپنی جانوں کی بازی لگانے کے لیے تیار ہوجاتے تھے۔ لاکھوں کا مجمع آپ کی انگلی کے اشارہ پر جمع ہوجاتا تھا۔ غرضیکہ کونسی وہ صفت تھی جو آپ میں موجود نہ ہو، شجاعت، دلیری، سخاوت وبے باکی، ہمدردی وغمگساری اور بے نفسی، جفاکشی اور اسلام کے لیے مرمٹنا یہ وہ اوصاف ہیں جو آپ کو وراثت میں ملے تھے، آپ اپنے والد حضرت شیخ الاسلامؒ کی جیتی جاگتی تصویر، حضرت شیخ الہندکی فکروں کے پاسباں، حضرت نانوتویؒ کی کوششوں کے علمبردار حضرت گنگوہیؒ کی سوچ کے پیکر اور مسلک دیوبند کے ترجمان اور اہل سنت کے محافظ تھے، آپ جامع الکمالات تھے دُور اندیشی اور دُور بینی سے اسلام پر آنے والے خطرات کو پہلے ہی سے بھانپ لیتے اور اس کی جواب دہی کے لیے خود بھی اور اپنے ماتحتوں کو بھی تیار کرتے۔

جہاں کہیں بھی حق کے خلاف آواز اُٹھتی تو سد سکندری کی طرح اُڑ جاتے اور حق کی حمایت میں بے دریغ ہوکر اپنی جان ومال کی بازی لگادیتے، امریکہ ہو یا یورپ اگر اسلام کے خلاف آواز کستے تو بے محابہ میدان میں کود کر اسلامی تعلیمات اور قرآنی علوم کی حفاظت کرتے، بے نفسی اور فروتنی کا یہ عالم تھا کہ اپنے چین وسکون کو قربان کرکے دوسروں کے لیے راحت رسانی کا سامان مہیا کرتے، جہاں کی ترجمانی کرتے تو در ودیوار جھوم اُٹھتے۔ بلاتفریق ملت ہندو مسلم یکتا کے لیے اور امن وامان قائم کرنے کے لیے اپنے رات دن کے چین وآرام کو قربان کردیتے۔ اعلاء کلمۃ اللہ اور حق کے خلاف ایک قدم بھی چلنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، غرضیکہ زندگی کے ہر میدان کے شہسوار تھے، حضرت والا کے اس دنیا سے چلے جانے سے ہر دل مغموم ہے، ہر شخص اپنے عظیم رہنما کے چلے جانے سے نالاں ہے اور حال من این است: بقول:

حالِ من کمتر از حال یعقوب نیست
او پسر گم کردہ بود من پدر گم کردہ ام

حضرت والا کی زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالنے کے لیے بڑا دفتر درکار ہے، دُعا ہے کہ اللہ حضرت والا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ ○○

کلر اشتہار

RANI & CO.

کلر اشتہار

Dynamix

کلر اشتہار

گلزار احمد اعظمی

کلر اشتہار

ERAM GENSET

کلر اشتہار

Universal Laser Systems Inc. USA

کلر اشتہار

بشیر حاجی موسیٰ پٹیل

کلر اشتہار

محمود بیگ اشرفی

اور

حاجی عبدالشکور امیر حمزہ بیجاپوری

امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ

جنھوں نے ملت کو صحیح سمت سفر دِکھائی

محمد جسیم الدین قاسمی

مولانا سیّد اسعد مدنیؒ صدر جمعیۃ علماء ہند اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ اب ہندستان کی سرزمین پر مولانا جیسی شخصیت شاید ہی پیدا ہوگی، صدیاں بھی مولانا کی تلافی نہ کرسکیں گی۔ مولانا کی حیات وخدمات پر روشنی ڈالنے کے لیے ہزاروں صفحات بھی ناکافی ہیں۔

مولانا مدنیؒ کی وفات نے ذہن میں بہت سارے سوال، وسوسے، اور اندیشے پیدا کردیئے ہیں، سب سے بڑا سوال ملت کی فکری قیادت کا ہے، اس ملت کی جو اس وقت بہت سارے بحران سے دوچار ہے، جب تک ان کا وجود تھا، ان کی بے مثال شخصیت نے ملت کو صحیح سمت دِکھائی۔ ایسی سمت جس میں ملت کی فلاح وخیر بھی مضمر تھی، امن وامان اور تحفظ بھی۔ حضرت مدنیؒ کے وجود سے ملت کی موجوں میں طغیانی تھی۔ وہ ایک بلند نگاہ شخصیت تھے جنھوں نے ملت کو درپیش مسائل اور بحران پر ہمیشہ اسی انداز میں سوچا جس انداز میں کسی زمانے کا کوئی مجتہد سوچتا ہے۔ وہ بیسویں صدی کے ایک ایسے زعیم و قائد تھے جن کی نیک نظروں نے وہ سارے مسائل محسوس کرلیے تھے جو ملت کو پیش آنے والے تھے۔

مولانا مدنی نے ملت کی قیادت اس وقت سنبھالی جب ملت کے بہترین قدآور افراد یکے بعد دیگرے رخصت ہوچکے تھے اور ملت بے راہ روی کی طرف گامزن تھی۔ بھٹکے ہوئے آہوؤں کو انھوں نے سوئے حرم لانے کے لیے پیہم کوشش کی اور وہ اپنی کوششوں میں کامیاب بھی ہوئے۔ ان کے اندر قیادت وسیادت کی تمام صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ ایک قائد کے لیے جس نگہ بلند، سخن دلنواز اور جاں پرسوز کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب ان کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

مولانا مدنیؒ ہمیشہ فرقہ پرستی اور فاشزم کے خلاف لڑتے رہے۔ فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام اور متاثرین کی راحت رسانی کا جو بے مثال کارنامہ اخیر دم تک انجام دیتے رہے وہ ان کی حیات کا ایک روشن گوشہ ہے جسے مستقبل کا مؤرخ بھلا نہیں سکتا۔ حضرت مدنی کی صلاحیتیں صرف فرقہ وارانہ فسادات کے خلاف ہی کام میں نہ آئیں بلکہ انھوں نے افرادِ ملت کو رشتۂ اتحاد میں منسلک کرنے کا بھی فریضہ انجام دیا اوران کو تعمیری لائنوں پر لگانے کی کامیاب کوشش کی۔ مدارس اسلامیہ کو منظّم کیا اور علماء کو ایک پلیٹ فارم پر لائے اور نہایت خوش اسلوبی سے مسلمانانِ ہند کی قیادت ورہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ بالخصوص اصلاحی، معاشی اور سیاسی میدانوں میں انھوں نے جو گراں قدر خدمات انجام دیں وہ انہی کا حصہ تھا۔ شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں جاجا کر لوگوں تک خدا کے دین کا پیغام پہنچایا۔ قوم کی معاشی بہبودی کے لیے جابجا رفاہی اداروں کی اسکیموں کو روبہ عمل لانا اور ملک میں رونما ہونے والے کتنے ہی خوفناک اور تباہ کن فسادات کے موقع پر جرأت وہمت اور صبر و استقلال کا مظاہرہ ایسے اصاف تھے جن سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا کس پایہ کے انسان تھے۔

مولانا سیّد اسعد مدنیؒ اپنے طوفانی دوروں سے سینکڑوں بندگانِ خدا کو راہِ راست پر لائے۔ ابتدا میں ان کے دورے اندرونِ ملک تک محدود رہے مگر ایک وقت آیا کہ یورپ وافریقہ سمیت کئی مسلم ممالک میں بھی ان کے فیض کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ آج یوپی میں ہیں تو کل بنگلہ دیش میں، پرسوں آسام میں ہیں تو آنے والے دن میں بہار میں۔ الغرض ملک کے ہر خطہ میں انھوں نے اپنے فیض کو پہنچایا۔ انھوں نے جہاں پوری زندگی مذہبی پیشوائی کا فریضہ انجام دیا وہیں سیاسی معرکوں کو بھی سر کیا۔ مئی ۱۹۷۶ء میں میرٹھ کے اجلاس میں مولانا نے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ”میں مسلمانوں سے کہتا ہوں نوکریوں کے بل پر زندگی گزارنے کی فکر چھوڑ دو اور اپنے بل پر جینا سیکھو۔ زندہ قوموں کے چلن یہ نہیں ہیں، پتھر کو ٹھوکر مار کر پانی نکالو، میں یہ جانتا ہوں کہ ہمارے نوجوانوں میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ حالات سے ٹکر لے کر وطن عزیز میں اپنا مقام حاصل کرسکتے ہیں۔ کانگریسیوں کو خطاب کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا: ”آپ کو یاد ہوگا کہ ہم نے نگاہیں دیکھ کر کبھی بات نہیں کی۔ ہم اپنے فیصلوں اور اعمال کے لیے آپ کی آنکھوں کا رنگ نہیں دیکھیں گے۔ آپ کی آنکھوں میں غیظ وغضب کی چنگاریاں ہوں یا محبت کی کرنیں، ہم نے اپنے دل کی بات نہیں سنی جب زمین تپ رہی تھی تو ہم نے اپنے قافلہ کو سرگرم رکھا۔ خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے ہم تحفظ وطن کی خاطر آپ کے حلیف ہیں مگر آپ کی کرسی اقتدار کے حریف ہرگز نہیں، ہم اس ملک کے محافظ ہیں، امن وآزادی کے علمبردار ہیں اور انسانیت کے خدمت گار۔“ انہی جذبوں کے تناظر میں حضرت مدنیؒ نے عالمی سطح پر بعض اسلامی ممالک میں

سیاسی تربیت کے لیے سیاسی کیمپ منعقد کرنے کی مفصل تجاویز اور منصوبے بھی پیش کیے۔ انھیں قیادت کے لیے بہتر افراد کی فراہمی کے لیے تربیت کی بہت فکر رہا کرتی، ان کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ دشمن کی چالوں سے بخوبی واقف ہوتے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا روشن دماغ عطا کیا تھا کہ وہ بیک وقت مختلف زاویوں اور پہلوؤں پر ایک ساتھ سوچا کرتے تھے۔ ذہن بہت بیدار تھا۔ ہندستان میں سیاسی میدان میں ان کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ وہ مسلم سیاستدانوں کو ایشوز پر سوچنے اور واضح رائے دینے کی دعوت دیتے رہتے اور ان سے تبادلۂ خیال بھی کرتے۔ رام لیلا میدان کے متعدد اجلاس اس پر شاہد عدل ہیں۔

سماجی خدمت سے کبھی بھی غافل نہ ہوئے آفاتِ سماوی کے شکار افراد کی راحت رسانی اور تعمیر خرابات میں جو بے مثال کارنامہ انجام دیا وہ ان کی زندگی کا درخشاں پہلو ہے۔ سماجی ضروریات اور تقاضوں کا انھیں خوب علم تھا۔ وہ انسانیت کی بنیاد پر مخلوق کی خدمت کے لیے خطوط بھیجتے اور جلسے منعقد کراتے، پروگرام بناتے، سماجی کارکنوں سے رابطے قائم کرتے اور الخلق عیال اللہ کے وسیع تناظر میں ہندو بیرون ہند عظیم سماجی خدمت انجام دیتے۔ حضرت مدنیؒ کی ہندستانی مسلمانوں کے لیے سیاسی حکمت عملی بالکل واضح تھی۔ وہ کسی بھی قسم کے ٹکراؤ اور جذباتی نعروں، بے مقصد مظاہروں اور تصادم کے انداز اور سوچ کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے۔

حضرت مدنیؒ نے اپنی سرگرمی میں کبھی بھی اپنے بزرگوں کو فراموش نہیں کیا، اس لیے انشاء اللہ نئی نسل بھی ان کو فراموش نہیں کرے گی، کیونکہ ان کی خدمات جلیلہ ناقابل فراموش ہیں اور ان کے کارنامے انتہائی عظیم ہیں۔

حضرت مدنیؒ کی وفات نے یقیناً پورے عالم اسلام کو رنجیدہ کر دیا ہے۔ ان کی وفات سے ملت ایک عظیم قائد اور سیاسی مدبر سے محروم ہوگئی۔ اس خلاء کا پر ہونا بہت مشکل ہے۔ ○○

ملّتِ اسلامیہ کا امیرِ کارواں

مولانا سلمان بجنوری (استاذ دارالعلوم دیوبند)

ملت اسلامیہ اداروں کے امیر کارواں، ہند میں سرمایۂ ملت کے نگہباں، قافلۂ امت کے بیباک حدی خواں، ہزاروں اسلامی اداروں کے سرپرست و معمار، میدانِ سیاست کے عظیم سالار، فدائے ملت، امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ جو رحمت حق میں پیوست ہوگئے اور پوری امت کو یتیم کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تقدیر پر راضی رہنے کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا ہے، لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ حادثہ ایک فرد کا نہیں ایک امت کا ہے، رونا ایک خاندان کا نہیں پوری ملت کا ہے، اپنے عظیم باپ سے محروم صرف چار صاحبزادگان کا نہیں امت کے ہر جوان کا ہے، قائد صرف جمعیۃ علماء کا رخصت نہیں ہوا بلکہ ہر اسلامی تنظیم اور اس کے قائدین اپنے سرپرست و رہنما سے محروم ہوگئے، نیز سوگواری صرف دارالعلوم دیوبند کا نہیں، تمام مدارسِ اسلامیہ کا مقدر بنی ہے۔ طاقت صرف وابستگانِ دیوبند کی نہیں، تمام مسلمانوں کی کمزور ہوئی ہے، ماتم صرف اہل مذہب کا نہیں اہل سیاست کا بھی ہے اور حادثہ صرف مسلمانوں کا نہیں پورے وطن عزیز کا ہے۔ عجیب شخصیت تھی اس عظیم قائد کی، ان کے جانے سے چاروں طرف ایک بھیانک خلا نظر آ رہا ہے، جس کا پر ہونا بظاہر ناممکن نظر آتا ہے۔ ان کی وفات سے ہر فرد اور پوری قوم اپنے اعتماد سے محروم ہوئی ہے۔ عربی کا مشہور شعر شاید ایسے ہی موقع کے لیے کہا گیا تھا:

وما کان قیس ھلکہ ھلک واحد ولکنہ بنیان قوم تھدما

(ترجمہ) قیس کی وفات ایک فرد کی وفات نہیں بلکہ وہ ایک پوری قوم کی عمارت کا انہدام ہے۔

ہندستان جیسے ملک میں جو مختلف اقوام کی آماجگاہ ہونے کے باعث اپنا ایک مخصوص ماحول رکھتا ہے، ملت کی کامیاب قیادت ایک نازک ذمہ داری ہے جس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے عظیم اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت مرحومؒ کو باری تعالیٰ نے وہ قائدانہ صفات بھرپور طریقہ پر عطا فرمائی تھیں جو ہر ملت کی قیادت کے لیے درکار ہیں اور ان صفات کی بدولت حضرتؒ نے ملت کی قیادت کا وہ معیار قائم فرمایا جس کا نبھانا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ملت اسلامیہ ہند یہ ہر نازک موقع پر رہنمائی کے لیے انہی کی طرف دیکھتی تھی اور وہ اپنے خداداد اوصاف، بے مثال عزم و حوصلہ اور مخلصانہ جدوجہد سے دستگیری فرماتے تھے اور اپنی روحانی قوت اور پہاڑوں جیسی عزیمت سے طوفانوں کے رُخ موڑ دیتے تھے۔ ان کی شخصیت فتنوں کے مقابلے میں امن کے لیے ایک ڈھال کی حیثیت رکھتی تھی۔ افسوس آج اس ڈھال سے ہم محروم ہوگئے۔ حضرت مرحوم کی نمایاں صفات میں سے ایک ان کی جرأت و بیباکی اور حق گوئی بھی تھی۔ انھوں نے بارہا ایوانِ حکومت میں نعرۂ حق بلند کیا۔ پارلیمنٹ میں مسلمانوں کے مسائل اُٹھائے اور تمام سیاسی حلقوں میں وزن پیدا کیا۔ فتنہ پرور کوئی فتنہ اُٹھانے سے پہلے ان کی طرف سے خائف اور لرزہ براندام رہتے تھے اور حکومتی حلقے بھی کوئی فیصلہ کرتے ہوئے ہزار بار سوچتے تھے۔ ان کی ذات سے ملت کا وقار قائم تھا اور پوری قوم کو ایک تقویت اور ڈھارس محسوس ہوتی تھی۔ ہم جیسے لوگ جوان کے اپنے تھے یا ان کے والد گرامی شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے حلقۂ تلامذہ کے پروردہ اور تربیت یافتہ ہیں وہ اگر ان کے ان اوصاف عالیہ کا اظہار و اقرار کریں تو کوئی تعجب نہیں۔ لیکن آج دیکھنے میں یہ آ رہا ہے کہ ان کے جانے کے بعد تمام حلقوں کے لوگ ایک عجیب خلا کا احساس کر رہے ہیں اور سب کو ایک عظیم سایہ سے محرومی اور اس عظیم سرپرست کی جدائی بے چین کر رہی ہے۔ ■■

مولانا مدنیؒ کو اوصاف حمیدہ وراثت میں ملے تھے

مولانا کبیر الدین فاران مظاہری

خالق کائنات نے کچھ ایسی ہستیاں پیدا فرمائیں ہیں جن کی وفات پر کنبہ روتا ہے اور کچھ ایسے لوگ ہیں جن پر محلّہ اور شہر روتا ہے اور کچھ ایسی ہستیاں ہیں جس پر زمانہ اور زمین وآسمان روتے ہیں اور انسانی برادری کا کوئی بھی فرد متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا، ایسی ہی دلکش صفات اور مجموعۂ محاسن کے مالک تھے جانشین شیخ الاسلام، فدائے ملّت امیر الہند حضرت اقدس مولانا سیّد اسعد مدنیؒ۔ جن کو بہت سے لوگ ایک عالم، شیخ طریقت، سالک، سیاسی رہنما اور مجاہد کی حیثیت سے جانتے تھے۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کو ان سب کمالات وفضائل سے آراستہ کیا تھا۔ ان کی صفات کا ہر حصّہ مستقل باب ہے جس پر آئندہ بھی لکھا جاتا رہے گا اور اس سے انسانیت استفادہ کرتی رہے گی۔

واقعہ ہے کہ آج کی دنیا ممتاز شخصیتوں، وسیع النظر اور متبحر عالموں سے خالی نہیں لیکن حضرت مدنیؒ کو معاصرین میں جن صفات نے منفرد اور ممتاز بنایا وہ ان کی عزیمت اور حمیت تھی اور یہ وصف خاص جو انھیں ان کے والد محترم مربی ومرشد حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے وراثت میں ملا تھا۔ جس کی وجہ سے حضرت مدنیؒ مذہبی، اصلاحی، قومی، ملّی، تعلیمی، اجتماعی اور جدوجہد کے ہر محاذ پر سرگرم، متحرک اور چاق وچوبند دکھائی دیتے تھے۔

حضرت مدنیؒ کی شخصیت کا ایک اہم وصف ان کی بیباک گوئی، بلند حوصلگی اور جرأت اظہار ہے۔ اکیسویں صدی کے اس پرآشوب دور میں جہاں ایمان وایقان کی روشنی دھندلا رہی ہے اور مادیت پر مذہبی وروحانی عقائد کی سالمیت کو بھینٹ چڑھایا جارہا ہے۔ ایسے حالات میں مولانا مرحوم کی شخصیت نے کبھی سمجھوتا نہیں کیا:

نور کے نام پر بکتی ہے یہاں تاریکی
لوگ کہتے ہیں خزاں کو یہاں فصل بہار

حضرتؒ نے کبھی بھی اور کہیں بھی حق وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور اسلام کی حقانیت وصداقت کو اُجاگر کرنے کے لیے زندگی بھر چوطرفہ لڑائیاں لڑتے رہے۔ حضرت عشق رسول سے ایسے سرشار تھے کہ ان سے ٹکرانے والی کوئی شے ایسی نہ تھی جسے دیکھ کر وہ خاموش تماشائی بنے رہتے۔ اسلام، ذات نبوی اور قومی مسائل کے تعلق سے کوئی توہین آمیز مضمون، رسائل وکتب یا فلم کسی دنیا میں سامنے آتی، گستاخی یا بے ادبی کی کوئی تصویر شائع ہوتی تو سب سے پہلے یہ مردآہن ہی تھا جو اس کا نوٹس لیتا تھا۔ اس وقت ان کی حمیت کی تلوار بے نیام ہوجاتی۔ وہ اس کا تعاقب اس وقت تک کرتے تا آنکہ گستاخ کی زبان وقلم تائب نہ ہوجاتے:

آئین جوانمردی حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

فدائے ملّتؒ ایک سچے محبّ وطن تھے اس سلسلے میں وہ جو کچھ کرتے اس کا فائدہ صرف مسلمانوں کو نہیں پورے ملک کو پہنچتا تھا۔ ہندستان میں اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے ساتھ دانستہ اور نادانستہ جو ناانصافیاں اور زیادتیاں ہوتیں اور یہاں کے اہل اقتدار اور سیاسی رہنما جس کوتاہ نظری، جذباتیت کے شکار ہوکر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے حضرت مدنیؒ اس صورتِ حال کے اصلاحی حقائق کو سمجھ کر صحیح جمہوریت، سماجی انصاف اور سیاسی شعور پیدا کرنے کی شکلیں بہم پہنچاتے۔

اس کے لیے انھیں کئی بار عوامی اجتماعات اور ملک وملت بچاؤ تحریک چلانی پڑیں۔ جس کے سبب جیل میں رہ کر سنت یوسفی ادا کرنی پڑی۔ ہر طرح کی صعوبتیں برداشت فرمائیں اور کبھی بھی ان کے ارادوں میں اضمحلال نہ آیا۔ اللہ نے ان کے خلوص وقربانی کا ہر محاذ پر کامیابی سے استقبال کیا۔

حضرت مدنیؒ خود فرماتے ”میرے والد ماجد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے ہمیں ایمان ویقین اور اشاعت دین کے ساتھ وطن عزیز سے عشق، آزادی سے محبت اور انسانوں کی خدمت کی جو راہ دکھائی تھی میری کوشش یہی ہے کہ جب تک زندہ رہوں ان عنوانات پر زندگی کی داستان ترتیب دیتا رہوں۔“ یہی وجہ تھی کہ ان کے رگ وریشے میں دینی وملی خدمات سے متعلق جذبات موجزن رہتے اور نہ تھکنے والی خدمات کے ساتھ تاحیات یہ کارنامے انجام دیتے ہوئے اس مرد باوفا اور مجاہد نے جوانی کی بہترین طاقتیں، قلب ودماغ کی پوری توجہات اور ہمّت سے ملک وبیرون ملک کے سیاسی مسائل کو سلجھانے اور امت کی ذہنی تربیت میں زندگی صرف فرمائی۔ ۱۸؍سال تک ممبر پارلیمنٹ کی حیثیت سے ایوان بالا میں جرأت وبے باکی کے ساتھ حق وصداقت کا پرچم بلند فرماتے رہے اور تقریباً ۳۳ سال تک جمعیۃ علماء ہند کے صدر نشین رہے جس کے ذریعہ آپ نے احیاءِ دین، ملت کے مسائل اور اس کی شیرازہ بندی، ٹوٹے دلوں کا سہارا اور اجڑوں کو بسانے کا کام کیا اور

اپنے والد محترم کی سچی جانشینی کا تادم صحت وحیات حق ادا فرماتے رہے۔

سفر ہو یا حضر فرائض، نوافل و مستحبات کی ادائیگی، مخالف ماحول میں معمولات کی پابندی، وقت اور وعدے کا ایفاء دُور دراز کے جلسوں اور اجتماعات میں شرکت، ناموس مدارس کی حفاظت آپ کی ذات کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔

درحقیقت اس قحط الرجال کے دور میں حضرت مولانا مرحوم جیسے حکمت دین سے واقف صاحب فہم وبصیرت، مدبر عالم، دردمند مصلح اور غمگسار ملت کا اٹھ جانا ایک المناک سانحہ ہے۔ آدمیت کے اس قحط، انسانیت وانحطاط کے اس دور میں قومی قیادت وسیاست اور تصوف کی بزم جو خالی ہوگئی ہے وہ ایک بڑا علمی اور انسانی حادثہ ہے۔ جس کے ساتھ تاریخ ملک وملت کا ایک باب سپرد خاک ہوگیا اور دیکھتے ہی دیکھتے موسم بہار کا ایک حسین سلسلہ تقریباً ۷۸ سال کی عمر میں ۶ رفروری ۲۰۰۶ء کو ختم ہوگیا۔ ○○

مولانا سیّد اسعد مدنیؒ: ملّی درد کا عکاس، ایک واقعہ

محمد عتیق صدّیقی (نائب صدر جمعیۃ علماء ہند، صوبہ دہلی)

مولانا سیّد اسعد مدنیؒ ایسے مسلم لیڈر تھے جن میں ملک وملت کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ مصیبت اور تکلیف کے وقت دادرسی کرنے والوں میں سب سے پہلے ہوتے تھے۔ انھوں نے کبھی جذباتی نعروں کی حوصلہ افزائی نہیں کی اور نہ ہی ان کا سہارا لیا۔ انھوں نے کبھی کوئی کام دِکھاوے یا ذاتی فائدے کے لیے نہیں کیا ہے۔ ان کا ہر کام، ہر قدم سنجیدگی، خلوص نیت اور دیانت داری پر محمول ہوتا تھا۔ انھوں نے ہر موقع پر ہوش مندانہ قیادت کا ثبوت دیا ہے۔ دہلی کا چھوٹا موٹا جھگڑا ہو یا میرٹھ، علی گڑھ، مرادآباد اور گجرات جیسے انسانیت سوز فساد مولانا مدنی ہمیشہ نہ صرف پہلے پہنچنے والوں میں ہوتے تھے بلکہ قانونی ودیگر امداد کے لیے بھی وہی پہل کرتے تھے۔

یوں تو ایسے واقعات سے ان کی زندگی عبارت ہے، لیکن راقم الحروف کو بھی چند ایک کا چشم دید گواہ ہونے کی سعادت حاصل ہے۔ ان میں اگست ۱۹۸۰ء کا عیدگاہ مرادآباد کا سانحہ بھی شامل ہے۔ ۱۴ راگست ۱۹۸۰ء کو عیدالفطر تھی، میں نماز کے بعد دہلی گیٹ قبرستان ہوتے ہوئے حسب معمول مرکزی دفتر عبدالنبی گیا ہوا تھا کہ مرادآباد سے فون آیا جو اتفاق سے میں نے اُٹھایا فون مدرسہ شاہی سے تھا۔ انھوں نے عیدگاہ میں پولیس فائرنگ اور اس کے بعد شہر میں ہورہی افراتفری کی اطلاع دی۔ خبر تشویشناک تھی۔ دفتر میں موجود ذمہ داران نے اس کی فوری اطلاع اس وقت کے ناظم عمومی مولانا سیّد احمد ہاشمیؒ کو دہلی میں اور صدر مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کو دیوبند میں دی۔ اس زمانے میں چونکہ آج کی طرح الیکٹرانک میڈیا نہیں تھا اس لیے افواہوں کا بازار گرم ہوگیا۔ بہرحال خبر کی شدت کے پیش نظر مولانا مدنیؒ عید کی تقریبات موقوف کر کے فوراً دہلی آگئے۔ دفتر میں مولانا کی موجودگی ہر ایک کو مستعد رکھتی تھی۔ لہٰذا دفتر میں تمام کام جنگی پیمانے پر شروع ہوگیا۔ متاثرین کی خبرگیری کے لیے وزراء کو ارباب اقتدار کو، سرکاری افسران کو اطلاع دینے اور ایکشن کرانے کے لیے فون کھڑکنے لگے۔ اسی درمیان معلوم ہوا وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ حالات کا جائزہ لینے کے لیے خود مرادآباد جارہے ہیں۔ اس اطلاع نے مولانا کو مزید بے چین کردیا۔ ان کی بے چینی، ان کی پریشانی، ان کا اضطراب بھرا چہرہ آج بھی میری یاد میں تازہ ہے۔ ان کی پریشانی اس وجہ سے تھی کہ وزیر داخلہ کو سرکاری افسران یا پولیس صحیح صورتحال سے آگاہ نہیں کرائیں گے۔ وہ ان کے دورے میں ان کے ساتھ رہنا چاہتے تھے۔ تاکہ ان کو مسلمانوں کے ساتھ کی گئی زیادتی سے باخبر کراکے متاثرہ افراد سے ملایا جاسکے اور متاثرہ مقامات دِکھائے جاسکیں۔ اس کے لیے انھوں نے اس وقت کے ہوم سکریٹری سیّد مظفر حسین برنی سے وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ کے ساتھ ان کے ہیلی کاپٹر سے جانے کا انتظام کرانے کے لیے کہا۔ یہ تو ممکن نہیں ہوسکا البتہ اتنا ضرور ہوگیا کہ مولانا بذریعہ کار مرادآباد جائیں گے اور وہ وہاں وزیر داخلہ کے دورے میں ان کے ساتھ رہیں گے۔ مرادآباد کے ایم ایل اے حافظ محمد صدیق وغیرہم کو پیشگی اطلاع دی گئی۔ مولانا مدنیؒ حسب پروگرام مرادآباد اپنی کار سے پہنچے اور وزیر داخلہ کے قافلے میں شریک ہوئے۔ مولانا نے مقامی مسلم لیڈروں کی نشاندہی پر تمام ان افراد سے ملاقات کرائی۔ تمام ان مقامات کا دورہ کرایا جن کو بصورت دیگر سرکاری افسران اور پولیس نہیں کراتی۔ اس طرح مولانا سیّد اسعد مدنیؒ پہلے مسلم لیڈر اور غیر سرکاری شخص تھے جو فساد کے ۲۴ گھنٹے کے اندر ہی جلتے ہوئے مرادآباد میں داخل ہوئے تھے۔ مولانا کا مرادآباد کا مشن یہیں ختم نہیں ہوا تھا بلکہ یہ تو نقطۂ آغاز تھا۔ اس کے بعد مرادآباد کا آنا جانا اس وقت تک جاری رہا جب تک وہاں امن وامان قائم نہیں ہوگیا۔ ■■

شیخ الاسلامؒ کے مجاہدانہ کارناموں کا عکس جمیل

مولانا عبدالصمد قاسمی پورنوی

فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ عہدِ حاضر کے ممتاز و نامور عالم دین اور قائدانہ صلاحیت کے مالک ایک سرگرم دینی، ملّی، قومی، سیاسی اور ایک ایسے انقلابی سماجی مصلح تھے جو سماجی تبدیلیوں پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ان کی زندگی جہدِ مسلسل اور سعیٔ پیہم کا عملی نمونہ تھی۔ وہ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے افکار و خیالات کے امین اور اپنے والد شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے سچے جانشین اور ان کے مجاہدانہ کارناموں کے عکس جمیل تھے۔ ایمانی فراست، سیاسی بصیرت اور زبردست قومی، ملی اور سماجی شعور اُن کا طرۂ امتیاز تھا۔ بیدار مغزی، اولوالعزمی، فکری بالیدگی، عزم کی پختگی، ارادہ کی مضبوطی، حالات سے باخبری اور قوم وملّت کی صحیح نباضی نے ان کی شخصیت کو پُراعتماد بنا دیا تھا۔ انھوں نے اپنی منزل اور اپنا راستہ خود متعین کیا اور پوری بصیرت اور غیرمعمولی جرأت کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ راہ میں رکاوٹیں آئیں، دشواریوں کا سامنا ہوا، راہ چلتے خارِ مغیلاں سے آبلہ پا بھی ہوئے لیکن ملّت کی فلاح و بہبود کے لیے ان کا سفر جاری رہا۔ سنگین حالات اور سخت مرحلوں میں بھی ان کے قدم نہیں رُکے۔ وہ خیر خواہِ ملّت اور ایک وسیع النظر انسان تھے، وسعتِ ظرف اور کثرتِ عمل ان کی شناخت تھی۔ انھوں نے جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے ملت کی بھرپور نمائندگی کی۔ دستوری حقوق کی بازیابی، فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام، مظلوموں کی امداد، ریلیف اور دادرسی، یکساں سول کوڈ کی مخالفت، مسلمانوں کی شہریت کا مسئلہ، اوقاف کی نگہبانی، مدارس کی سرپرستی، اصلاحِ معاشرہ، اقتدار میں حصہ داری اور مختلف میدانوں میں مسلمانوں کی مناسب نمائندگی کے علاوہ فرقہ پرستی کی مخالفت، قومی اتحاد، جمہوریت اور سیکولرزم کے استحکام اور امن وقانون کی بالادستی کے لیے ہمیشہ سینہ سپر رہے اور حکومت کے ایوانوں میں اور پارلیمنٹ کے فلور سے بھی مسلمانوں کے حقوق کے لیے اپنی صدا بلند کرتے رہے اور لڑتے رہے۔ صلاح وفلاح کا کون سا میدان تھا جہاں انھوں نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔

مولانا مدنیؒ ملک کے سیکولر کردار کی بقا وتحفظ، پارلیمنٹ میں حق وصداقت کی آواز بلند کرنے، مظلوموں اور بے کسوں کی حمایت کے حوالے سے جہاں انھوں نے زرّیں خدمات انجام دی ہیں وہیں مکاتب دینیہ کے قیام، دینی تعلیم کی نشر واشاعت، اسلامی مدارس کے فروغ وترقی کے سلسلہ میں بھی ان کی خدمات بے حد تابناک ہیں۔ مولانا مرحومؒ فرماتے تھے اسلامی مدارس ملک وملت کا عظیم سرمایہ ہیں۔ مدارسِ دینیہ نے جہالت وناخواندگی کی بیخ کنی، نونہالانِ اسلام کی دینی تربیت، ملّی وقومی مقاصد واہداف کی تکمیل، ملک و ملت کی دینی و دنیاوی قیادت میں مثالی کردار ادا کیا ہے۔ ان مدارس نے اسلامی اخلاق وکردار کے حامل افراد، امن وآشتی کے پیکر اور انسانیت و شرافت کے معمار پیدا کیے ہیں۔ دینی، سماجی اور سیاسی خدمت کے ہر شعبے میں دینی مدارس کے فضلائے کرام نے اپنی زرّیں خدمات کے تابندہ نقوش چھوڑے ہیں۔ مدارسِ اسلامیہ نے اتحاد ویکجہتی، امن وآشتی، انسانیت و مروّت اور مساوات وہمدردی کا درس دیا اور ملک وانگریزوں کی سیاسی وفکری غلامی سے نجات دلانے میں قائدانہ کردار ادا کیا ہے۔

''مدارسِ اسلامیہ اور دہشت گردی کا الزام'' کے عنوان پر دارالعلوم دیوبند کے زیر اہتمام منعقد مدارسِ اسلامیہ کے کل ہند اجتماع سے اپنے بصیرت افروز وچشم کشا خطاب میں حضرت امیر الہندؒ نے فرمایا: ''اسلام اور مدارسِ اسلامیہ کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم دہشت گردی کو کسی طرح کا تعاون دینے کو تیار نہیں، ساری دنیا جانتی ہے کہ ملک میں لاکھوں لوگ ہیں جو دہشت گرد تنظیموں سے جڑے ہوئے ہیں، ناجائز ہتھیار رکھے ہوئے ہیں، ہر طرح کے جرائم کے مرتکب ہیں، اس کی انھیں ٹریننگ دی جاتی ہے، ان کی وجہ سے ملک کا سیکولر کردار خطرے میں ہے لیکن ان کو دہشت گرد کہنے والا کوئی نہیں ہے جبکہ مدارس کو خواہ مخواہ بدنام کیا جارہا ہے۔ مدارسِ اسلامیہ کے داخلی وخارجی مسائل کے حل اور مشکلات کے ازالہ کے لیے حضرت مرحومؒ نے مدارسِ اسلامیہ کو ایک پلیٹ فارم پر متحد ہونے اور ان کی تنظیم قائم کرنے پر زور دیا۔

آپ نے جمعیۃ علماء ہند کی قیادت ایسے وقت سنبھالی جبکہ جماعت کے صفِ اوّل کے قائدین دنیا سے رخصت ہوچکے تھے اور ملک کے طول وعرض میں ہولناک فسادات نے ملک کو دہشت زدہ کردیا تھا۔ آپ اس خاک وخون کی ہولی اور فرقہ واریت کے دہکتے شعلوں میں بے خوف وخطرہ کود پڑے۔ تڑپتی لاشوں کو اٹھایا، زخمیوں کو دلاسہ دیا، سوگواروں کی پشت پناہی کی اور اسی کے ساتھ پوری جرأت وہمت سے حکومت کو للکارا اور ملک میں امن وامان کے قیام اور قومی یکجہتی قائم رکھنے اور سیکولر روایات واقدار کی حفاظت کے لیے آخری دَم تک محنت کرتے رہے۔ اسی دوران آپ نے جمعیۃ علماء ہند کو ایک ہمہ گیر بلکہ عالمگیر تنظیم کی شکل میں تبدیل کردیا۔ صرف دس سال کی مختصر مدت

میں انھیں جمعیۃ علماء ہند کا صدر منتخب کیا گیا اور بحیثیت صدر انھوں نے جمعیۃ علماء ہند کو آزاد ہندستان میں ایک مؤثر رول ادا کرنے کا موقع دیا۔ اتفاق سے یہ وہ دَور تھا جب ملک میں سوائے کانگریس پارٹی کے کوئی اور پارٹی نظر نہیں آتی تھی اور یہ بڑا مشکل کام تھا کہ کانگریس کی ہر وقت مخالفت کی جائے، اس لیے مولانا مرحومؒ کی قیادت میں جمعیۃ علماء ہند نے دو محاذوں پر کام کیا۔ پہلا محاذ تعلیمی محاذ تھا، دوسرا کام جو مولاناؒ نے کیا وہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا کرنے کی کوشش کی اور ملّی مسائل پر قوم کا موقف رکھنے کی کوشش کی۔

مولانا مدنیؒ میدانِ سیاست کے شہسوار تھے اور اپنی فراست ایمانی سے ملک وملّت کی رگوں میں سیاست کا نیا لہو دوڑا دیا۔ ان کی سیاست کے نہ جانے کتنے پہلو اپنے اندر اپنائے ہوئے تھے۔ بڑے سلیقے سے ہندستان میں اسلام کی سربلندی کے لیے ملک کے جمہوری اور سیکولر نظام کو برتا مگر جمہوریت کے نقائص سے کبھی مصالحت نہیں کی۔ ناانصافی اور ظلم کے خلاف ان کی آواز علماء کی مصلحت آمیز سیاست سے مختلف تھی۔ جو کہا دوٹوک کہا، ظلم کسی بھی فرقہ پر ہوا ان کا دل تڑپا۔ یہ ان کی سیاسی بصیرت کا کمال تھا کہ بلا امتیاز مسلک ومکتبِ فکر وملت کے اہم رہنماؤں کو ایک پلاٹ فارم پر لانے میں بہت حد تک کامیاب ہوئے۔

آپ نے ایک سماجی مصلح کی حیثیت سے جب ہندستانی مسلم سماج کا جائزہ لیا تو انھیں اندازہ ہوا کہ سماج قرآنی ونبوی تعلیمات کو نظر انداز کرکے غیر اسلامی اساس پر استوار ہو رہا ہے اور وہ بھانت بھانت کے تضادات و نقائص اور امراض میں گھرتا جا رہا ہے۔ تعلیم سے دوری، جہالت، سماجی ناانصافی، سماجی حقوق کی پامالی، سماجی ظلم، حقوقِ نسواں کی پامالی، عائلی زندگی میں خواتین پر زیادتیاں، شرعی قوانین کا عدم نفاذ جیسے مسائل وحالات کو دیکھ کر وہ انقلابی تبدیلیوں اور اصلاحات کے لیے فکرمند ہوئے اور ان کی فکرمندی بڑھتی ہی چلی گئی۔

وہ محض سماجی، سیاسی یا مذہبی قائد ہی نہیں تھے، وہ ایک مفکر، ماہرِ تعلیم اور دانشور بھی تھے۔ وہ بخوبی سمجھتے تھے کہ مسلمان قوم تعلیمی طور پر بھی پسماندہ ہے لٰہذا وہ مسلمانوں میں تعلیمی ومعاشی ترقی واستحکام کے لیے عصری وتکنیکی تعلیم کو فروغ دینا چاہتے تھے۔ ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ ہر مسلمان کو دین کی بقا اور ملّی شناخت کے تحفظ کے لیے دینی بنیادی تعلیم سے ضرور آراستہ ہونا چاہیے۔ ساتھ ہی عصری وتکنیکی تعلیم کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے دہلی میں مذہبی وتعلیمی کانفرنس کا انعقاد کیا جو اس لحاظ سے بھی کامیاب کانفرنس تھی کہ اس میں مختلف مکاتبِ فکر اور مسالک کے سربراہ اور کئی مسلم تنظیموں کے ذمہ داران شریک تھے۔

اس مردِ مجاہد اور باوفا نے جوانی کی بہترین طاقتیں، قلب ودماغ کی پوری توجہات اور ہمّت سے ملک وبیرونِ ملک کے سیاسی مسائل کو سلجھانے اور امت کی ذہنی تربیت میں زندگی صرف فرمائی۔ ۱۹۶۳ء میں جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سکریٹری وناظم عمومی بنے اور ۱۹۶۸ء میں راجیہ سبھا کے لیے منتخب ہوئے اور پھر کئی سیشنوں میں ممبر چنے گئے۔ ۱۹۷۰ء میں یوپی پردیش کانگریس کمیٹی کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۸ء سے سینٹرل حج کمیٹی کے بھی رکن تھے۔ ۷۱-۱۹۷۰ء میں اس کے چیئرمین بھی رہ چکے تھے۔ ۱۹۷۱ء میں کانگریس پارلیمانی پارٹی کی ایگزیکیٹو کمیٹی کے رکن منتخب ہوئے تھے۔ ناردرن ریلوے کی زونل کمیٹی کے رکن اور وزارتِ داخلہ اور وزارتِ خارجہ اور وزارتِ اطلاعات ونشریات کی پارلیمانی مشاورتی کمیٹیوں کے ممبر بنتے رہے تھے۔ ایک عرصہ سے عالمِ اسلام کی ایک بین الاقوامی تنظیم جامعۃ الازہر قاہرہ کی مجمع البحوث الاسلامیہ کے رکن تھے اور گزشتہ کچھ سالوں تک پابندی سے اس میں شرکت کرتے رہے۔ آپ نے برما، ملیشیا، جنوبی افریقہ، مصر، لبنان، کویت، شام، کینیا، زامبیا، ماریشش، جزائر دی یونین، برطانیہ، بحرین، پاکستان، بنگلہ دیش اور دیگر ممالک کا سفر کیا اور وہاں آپ کے ہی ذریعہ جمعیۃ علماء ہند کا تعارف ہوا ہے۔

حضرت مرحومؒ ایک صحافی سرشت، آئینہ دل، مخیّر طبیعت اور سخی ہاتھوں کے مالک خوش رو، خوش وضع، خوش طبع، خوش فکر، خوش اخلاق، خوش پوشاک، خوش گفتار، ایسے شخص تھے کہ ساری خوشیاں ان کے وجود میں سمائی ہوئی تھیں۔ بردباری، عالم باعمل، عالی ظرفی، مہمان نوازی اور عارفانہ ذوق ان کو موروثی طور پر نصیب ہوا تھا۔ سادگی ان کی طبیعت تھی اور نیکوکاری وصلح جوئی ان کی زندگی کا جزوِ لاینفک، ان کی ساری زندگی ضبط وتحمل اور جہدِ مسلسل سے عبارت ہے۔ وہ سنگ وآہن سا حوصلہ رکھنے والے بڑے دل گردے کے آدمی تھے، ہمت وجواں مردی ان کی فطرت تھی اور شدید مصائب کی تلاطم خیز موجوں میں غوطہ زنی ان کی جسمانی تفریح تھی۔

مولانا سیّد اسعد مدنیؒ ۱۹۲۸ء میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی، اس کے بعد کم وبیش بارہ سال دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد ۱۹۷۳ء سے لے کر آخری دَم تک مسلسل ۳۳ سال جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر رہے۔

ملتِ اسلامیہ کے اس عظیم معمار نے مسلمانوں کی دینی ودنیوی ترقی، جان ومال کے تحفظ اور دستوری حقوق کی حفاظت کی۔ اصلاحِ معاشرہ اور خانقاہی سلسلہ کے ذریعہ ہزاروں ہزار عوام وخواص کی اصلاح کے لیے جو زرّیں خدمات انجام دی ہیں وہ تاریخ کے صفحات پر آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اپنی رحمتِ بے پایاں سے ڈھک لے، ان کی وفات ایک دَور کا خاتمہ ہے۔ ○○

ایک عہد زرّیں کا خاتمہ

مختار احمد قاسمی ندوی
مدرسہ فیض العلوم، چاند پور، بجنور، یوپی

میں اپنے شیخ ومرشد حضرت فدائے ملتؒ کا ایک گمنام مرید ہوں، ۱۹۸۶ء میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد دہلی میں آپ سے بیعت ہوا تھا، اس کے بعد مختلف مقامات پر میں نے حضرت کو بہت قریب سے دیکھا، بنگلور میں جناب حاجی زمرد صاحب کے مکان پر ہم طعامی کا شرف بھی حاصل ہوا اور آپ کی رہائش گاہ پر آپ کی خدمت کرنے کا بھی موقع ملا، میں نے جب حضرت کی وفات کی خبر سنی تو بے جان ہو کر رہ گیا اور بے چین ہو کر دعا کرنے لگا کہ خدا کرے یہ خبر غلط ہو، لیکن جب خبر صحیح ثابت ہوئی تو آنکھوں سے اشکوں کا ایک سیلاب جاری ہو گیا اور یہ سیلاب اتنا بڑھا کہ لوگوں سے بات کرتے ہوئے حلق میں پھندا سا لگنے لگا، زندگی میں اتنا غم باپ اور بیٹے کے رخصت ہونے کا بھی نہیں ہوا جتنا غم مجھے حضرت کی وفات کا ہوا۔ حضرت کی جدائی کے غم میں اہل قلم بہت کچھ لکھ رہے ہیں اور لکھتے رہیں گے، میں بھی کچھ حضرت کی محبت میں اس کیفیت کے ساتھ لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اشک رواں، دل پریشاں اور قلم لرزاں ہے کہ جس ذات کو آج تک مدظلہٗ العالی لکھا ہے اس ذات عالی کو اب کیسے رحمۃ اللہ علیہ لکھا جائے کیونکہ کسی وقت ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آپ زندہ ہیں، دنیا ویران سی لگ رہی ہے، ایک اداسی اور مایوسی کا عالم ہے، ملت اسلامیہ یتیم ہوگئی اور واقعہ یہ ہے کہ یتیمی تو اب محسوس ہو رہی ہے، ملت اس فکر میں ہے کہ صبر وسکون اور چین وقرار کیسے حاصل ہو، کون تعزیت کرے کیونکہ ہر ایک کو تعزیت کی ضرورت ہے، آج حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرح کسی ایسے مردِ مومن کی ضرورت ہے جو امت کو تسکین وتسلی و مدد دے اور حضرت عمر فاروقؓ کی طرح ملت کے ہر فرد کو اطمینان حاصل ہو، اپنا حال تو یہ ہے کہ:

غمِ پدر ہے نہ غمِ پسر ہے   غم اسعد میں شام وسحر ہے

اب ملت کو صدیوں تک ایسے قائد کا انتظار کرنا پڑے گا کیونکہ:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ ہندستان میں امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی اصلاحی تحریک کے زرّیں سلسلہ کی ایک آخری کڑی تھے۔ آپ کی رحلت سے تاریخ دعوت وعزیمت کا ایک روشن باب بند ہو گیا اور تعلیم وتربیت رشد وہدایت کا ایک عہد زرّیں ختم ہو چکا ہے۔ آپ کی زندگی حیاتِ نبوی کا آئینہ تھی، آپ صحابہ کرامؓ کی طرح دن میں شہسوار اور شب میں عبادت گزار تھے۔ آپ تہجد میں ملت کی کامیابی کے لیے رو رو کر دعائیں کرتے تھے۔ میں نے بنگلور میں کئی بار آپ کے ساتھ نمازِ تہجد پڑھی ہے اور آپ کی گریہ وزاری کو سنا ہے۔ آپ امت کے لیے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے تھے، ملت کی خاطر فسادات کی آگ اور دہکتے ہوئے شعلوں میں بے خوف وخطر کود جاتے تھے اور تڑپتی ہوئی لاشوں کو سینے سے لگا لیتے تھے۔ فساد زدہ افراد کی امداد فرماتے اور زخمیوں کی خبر گیری فرماتے تھے۔ اب فکر یہ ہے کہ کون آپ کی تاریخ کو دہرائے گا۔ اب کون ایسا شیرِ خدا ہے جس کی صدائے حق سے ایوانِ حکومت گونج اُٹھے گا، جس کی صدائے حق سے یورپ کانپ جائے اور جس کی صدائے احتجاج سے قیصر وکسریٰ کا محل لرز جائے، اور جس کے اعلانِ حق سے باطل تھرا جائے اور جس کی ضربِ کلیمی سے شیطان گھبرا جائے۔ افسوس ہے کہ ایسی مستحکم سیادت و قیادت کا ستون ہمارے درمیان سے ہٹ گیا۔ آپ کی وفات سے ملّی خدمات کے میدان میں ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پر ہونا اب ناممکن ہے، آپ کی پوری زندگی جہدِ مسلسل سے عبارت تھی، آپ عالمِ اسلام کی سیادت و قیادت کی ایسی صلاحیت کے حامل تھے کہ اگر آپ کو عالمِ اسلام کا امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین بنا دیا جاتا تو خلافتِ راشدہ کے نصف اوّل کی ایک بار پھر دنیا میں یاد تازہ ہو جاتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے آپ کو ملک وملت اور عالم اسلام کی خدمت ہی کے لیے پیدا فرمایا تھا، کیونکہ آپ نے خاندانی عظمت پر اکتفانہ کرتے ہوئے اپنی پوری زندگی خدمت ہی کے لیے وقف کر دی تھی۔ آپ نے جس سرگرمی اور ہمدردی سے ملک وملت کی خدمت کی ہے ہندستان کی تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ آپ نے زندگی بھر اکابر کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اکابر کے مقاصد اور ان کے باقیماندہ کاموں کو پورا کر دیا، آپ نے مدارسِ اسلامیہ کی تاریخی افادیت اور اہمیت پر جس حق گوئی وبے باکی سے اربابِ حکومت کے سامنے روشنی ڈالی ہے۔ اس پر مدارس کی تاریخ ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔ اس لیے مدارس میں اب تک آپ کی رحلت سے رنج وغم پایا جا رہا ہے، طلبہ، اساتذہ اور ائمہ وعلماء کو بطور خاص آپ کی ذات پر فخر وناز تھا۔ ایسی شخصیت کوئی کوئی پیدا ہوتی ہے جو اتنی جامع کمالات اور جامع صفات ہو جس کے کارناموں کے پیش نظر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے کہ کونسا کارنامہ وجہ کمال ہے اور زندگی کا کونسا پہلو زیادہ روشن ہے، بلاشبہ آپ کی ذات عالی میں بیک وقت اتنی خوبیاں جمع تھیں کہ آپ کو نمونۂ اسلاف اور نمونۂ اکابر کہا جائے تو زیادہ بہتر ہے، آپ کی ہر خوبی دوسری خوبی سے ایسی منسلک ہے جس کو ایک دوسرے سے الگ کرنا مشکل ہے، کوئی مؤرّخ آپ کے کارناموں، آپ کی ملّی خدمات کا احاطہ تو بمشکل تمام کر سکتا ہے لیکن آپ کے افکارِ عالیہ آپ کے پاکیزہ خیالات، آپ کے دینی جذبات اور آپ کی ذہنی بلند پروازی اور آپ کے یقین محکم، عزم مصمم کی کامل ترجمانی سے ہر مؤرّخ قاصر رہے گا، آپ کی شخصیت تاریخ اسلام میں ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔

آپ ملک وملت کے ایسے مخلص پاسبان اور باغباں تھے کہ اپنے چمن کو ہمہ وقت سرسبز وشاداب دیکھنا چاہتے تھے۔ اس کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ آزادی کی جدوجہد میں آپ نے اپنے والدمحترم کی مثالی قربانیوں کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ جنگ آزادی کے وہ عظیم مجاہد ہیں جنھوں نے ملک وملت کی محبت میں دردناک اذیتیں برداشت کیں اور زبانِ حال سے گویا یہ فرمایا کہ:

رُلاتا ہے ترا نظارہ اے ہندوستاں مجھ کو
کہ عبرت خیز ہے تیرا فسانہ سب فسانوں میں

اسی طرح حضرت فدائے ملت نے بھی یہی پیغام دیا کہ:

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

آپ ملت اسلامیہ کے میرکارواں اور روحانی حکمراں تھے، آپ دنیا کے بڑے سے بڑے نامور اور فاتح حکمراں سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ اللہ نے آپ کو رعب نبویؐ کا بھی کافی حصہ عطا فرمایا تھا اسی لیے آپ سے دنیا کا ہر لیڈر مرعوب ہوتا تھا اور آپ کی خدمت میں حاضری کو سعادت سمجھتا تھا، لیکن آپ قوم کے عظیم رہنما، عظیم قائد ومفکر اور بھاری بھرکم سیاسی لیڈر ہونے کے باوجود نہایت متواضع، صاحبِ جود وسخا تھے اور بے مثال نرم مزاج اور مہمان نواز تھے، آپ کا خوان سخاوت سب کے لیے عام تھا اور آج بھی ہے، خانوادۂ مدنی میزبانی میں مشہور ہے۔ آپ بیک وقت ہزاروں مدارس کے سرپرست تھے۔ آپ نے ہزارہا اجلاس کی صدارت فرمائی اور آپ کی شرکت ہر جلسہ کی کامیابی کی ضمانت تھی، آپ جمعیۃ علماء ہند کے صدر اور روحِ رواں ہونے کے ساتھ ساتھ رابطہ عالم اسلامی مکہ، مؤتمر اسلامی تونسیہ، موتمر فقہی ریاض، مجمع البحوث الاسلامیہ مصر، انڈین نیشنل کانگریس، مسلم یونیورسٹی کورٹ، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، مسلم مجلس مشاورت، ہمدرد ٹرسٹ دہلی، مرکزی حج کمیٹی، پارلیمانی ضوابط کمیٹی، پارلیمانی یقین دہانی کمیٹی، مرکزی وقف کونسل، مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کے خاص رکن تھے۔ آپ ہندستان کے عظیم رہنما اور بلند پایہ سیاسی وسماجی لیڈر تھے لیکن آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ دینی وملیّ کاموں کے لیے وقف تھا۔ چنانچہ دعوت وارشاد و احسان وسلوک، اصلاحِ معاشرہ، تبلیغ وتزکیۂ نفس کا دائرہ ہندستان سے لے کر پاکستان، بنگلہ دیش اور برطانیہ، جنوبی افریقہ اور عرب ممالک اور ایران وافغانستان تک وسیع تھا، آپ کے بیرونی اسفار تبلیغ دین ہی کے لیے ہوتے تھے۔ یہ عہدے و مرتبے ہندستان میں آج تک کسی بڑے سے بڑے عالم دین کو حاصل نہ ہو سکے، اس پر بھی آپ کو کوئی فخر نہیں تھا، لیکن آپ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے حضرت مجاہد ملتؒ کے بعد اکابر کے ورثہ جمعیۃ کو پوری طرح محفوظ وقائم رکھا، کیونکہ حضرت مجاہدِ ملتؒ کی وفات کے بعد یہ تصور عام ہو چکا تھا کہ اب جمعیۃ ختم ہو چکی اور اب کوئی اس کا وارث نہیں رہا، ایسی نازک صورتحال میں ہندوپاک میں ایک تحریک تھی جو خفیہ طریقہ پر جمعیۃ کی بیخ کنی میں مصروف تھی، مگر آپ نے جس عزم ویقین اور جدوجہد کے ساتھ جمعیۃ کو میرکارواں کی حیثیت سے آگے بڑھایا اس کو جمعیۃ کی تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی۔ آپ نے جمعیۃ کی صدارت کے ساتھ کانگریس پارٹی کی رکنیت بھی قبول فرمائی کیونکہ "جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی"، مگر آپ نے کانگریس اور ہر حکمراں پارٹی کی کوتاہی پر ہمیشہ حکومت کے ایوان بالا میں صدائے احتجاج بلند فرمائی۔ پارلیمنٹ آپ کی صدائے حق سے گونج اُٹھتا تھا:

آئینِ جوانمردی، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آپ نے ملت کے جملہ مسائل حل کرانے کے لیے ملک کے مختلف مقامات دہلی، ممبئی، لکھنؤ وغیرہ میں کنونشن، کانفرنس اور سیمینار منعقد کیے اور بڑے بڑے وسیع و عریض میدان لاکھوں احتجاجیوں سے بھر دیئے۔ آپ کی آواز پر لوگ پروانوں کی طرح ٹوٹ پڑتے تھے۔ فرقہ واریت کا سدباب، فسادزدگان اور سیلاب زدگان کی امداد، مسئلۂ آسام، مسئلۂ کشمیر اور مسئلہ فلسطین، اردو کی ترقی، مسلم اوقاف کا تحفظ، مسئلۂ ارتداد اور مسلم پرسنل لاء، قضیۂ بابری مسجد، مسلم یونیورسٹی کا اقلیتی کردار، تحفظ حرمین، آثارِ قدیمہ کی حفاظت، مساجد و مدارس کا تحفظ، ہر سرکاری محکمہ میں بلحاظ تعداد مسلمانوں کی تقرری، فسادات و حادثات میں مارے گئے لوگوں کے وارثین کو معاوضہ، پارلیمنٹ میں مسلمانوں کی نمائندگی یہ وہ عنوانات ہیں جن پر حضرت نے ہمیشہ آواز اٹھائی اور اسی کے ساتھ یکساں سول کوڈ اور سیاہ بل جیسے قوانین کو واپس کرایا۔ ان کے علاوہ ملت کے بہت سے ایسے مسائل تھے جن کی حضرت کو بہت فکر تھی۔ بڑے بڑے دانشوروں کی آپ کے افکار وآراء تک رسائی نہیں ہوتی تھی۔ مصائب وشدائد میں اشکالات واعتراضات کے ماحول میں آپ کا حوصلہ وفیصلہ کوہِ ہمالیہ کی طرح پختہ اور کامیاب ہوتا تھا۔ آپ کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ ملک وملت کے ہر مسئلہ کی گہرائی کا بخوبی اندازہ لگا لیا کرتے تھے۔ آپ نے یہودی لابی اور عیسائی مشنری کے خطرناک منصوبوں سے مسلمانانِ عالم کو ہمیشہ خبردار کیا اور ہر فرقۂ باطلہ کا بڑی جرأت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ آپ کے دورِ صدارت میں دارالعلوم دیوبند کو بھی جو شاندار ترقی حاصل ہوئی اس کو دارالعلوم کی تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی۔ آپ کی شخصیت ایک اسلامی اکیڈمی تھی۔

آپ نے دنیا میں ملت اسلامیہ کو کامیاب زندگی گزارنے کا طریقہ بتا دیا۔ حضرت کی قائدانہ اور مجاہدانہ زندگی ملت کی بقاء وتحفظ کے لیے تھی۔ ہندستان جیسے ملک میں مسلم اقلیت کو اپنی افادیت و اہمیت ثابت کرتے ہوئے کس طرح رہنا چاہیے، اس کے لیے حضرت کے تمام خطبات ومکتوبات میں جو کلمات طیبہ ہیں ان کو آبِ زر سے جلی حروف میں لکھا جانا چاہیے تا کہ وہ ملت کے لیے مثالی رہنما ثابت ہوں۔ میں یہ مضمون اس شعر پر ختم کرتا ہوں کہ:

ہزاروں سال ملت اپنی محرومی پہ روئے گی
بڑی مشکل سے ہوگا اب کوئی اسعدؔ یہاں پیدا

○○

وہ اِک چراغ — ہوا جس سے بچ کے چلتی تھی

محمد توحید پرتاپ گڑھی
استاذ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

اس کرۂ ارض پر کچھ ایسے لوگ بھی بستے ہیں کہ ان کے باقی رہنے کی خوشی، نہ کسی کو ان کے جانے کا غم، وہ اس دارفانی میں موجود ہیں تو کیا، اور چلے جائیں تو کچھ فرق نہیں پڑتا ہے، نہ ہی ان سے کسی فائدے کی اُمید کی جاسکتی ہے، اور نہ ہی ان سے کوئی توقع وابستہ ہوتی ہے، لیکن کچھ ایسی نیک طینت شخصیتیں بھی ہوا کرتی ہیں، کہ ہزاروں، لاکھوں انسان ان سے فیض پاتے ہیں، ایک جم غفیر کو ان سے راحت ملتی ہے، وہ اس دنیا میں لوگوں کو بہت کچھ دے رہے ہوتے ہیں، وہ اس باغِ ہستی کی خوبی وعمدگی میں چار چاند لگانے والے ہوتے ہیں، ان سے آئندہ بہت سی اُمیدیں اور توقعات وابستہ ہوتی ہیں، ان کے جانے سے بے شمار آرزؤں اور اُمیدوں کا خون ہوتا ہے، سینکڑوں منصوبے ناتمام رہ جاتے ہیں، ایسی شخصیتیں جب دُنیا کو اس طرح داغ مفارقت دیتی ہیں، تو ان کی جدائی کے صدمے سے آنکھیں ہی اشکبار نہیں ہوتی ہیں، بلکہ دل روتے ہیں، زمین وآسمان اشکبار ہوجاتے ہیں۔ (سورۂ دخان ۲۹ تفسیر شیخ الہند) بقول کسے:

کچھ ایسے بھی اس بزم سے اُٹھ جائیں گے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

ایسی ہی ستودہ صفات کی حامل، عزم وہمّت کے کوہ گراں، حضرت فدائے ملت امیر الہند مولانا سیّد اسعد مدنی (نوراللہ مرقدہٗ) کی بے مثال شخصیت تھی، آپ کا نیر تاباں ۶ رفروری ۲۰۰۶ء بمطابق ۷رمحرم الحرام ۱۴۲۷ھ شنبہ کے دن کے سورج غروب ہونے کے ساتھ ساتھ فانی دُنیا سے ہمیشہ ہمیش کے لیے روپوش ہوگیا، (انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون) حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا دنیا سے پردہ فرمانا تھا کہ ہزاروں فدائین، منتسبین ومتعلقین کی دُنیا تاریک ہوگئی، اندھیرا چھا گیا، صفِ ماتم بچھ گئی، مجلسیں ویران، محفلیں سنسان ہوگئیں، لیکن خدائی فیصلے سے لڑ کون سکتا ہے، یہاں کا آنا جانے کی تمہید ہوتی ہے، یہاں کی ملاقات الوداع کا پیغام دیتی ہے، یہاں جو بھی آیا جانے کے لیے آیا، بقول کسے:

جب احمد مرسل (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ رہے کون رہے گا

یوں تو حضرت مدنی علیہ الرحمہ کی موت بظاہر دیکھنے والوں کے لیے ایک فرد کی موت ہے، لیکن حقیقت میں ایک قوم، ایک گروہ، ایک جماعت اور بہت سے منصوبوں کی موت ہے، عرب نے مشہور شاعر عبدہ ابن الطیب نے قیس بن عاصم المنقری التمیمی صحابیؓ کا مرثیہ کہتے ہوئے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وما کان قیس هلكه هلك واحد
ولكنــه بنيــان قوم تهدما

(قیس کی موت ایک فرد کی موت نہیں ہے، بلکہ یہ ایک قوم کی بنیاد ہی ڈھے جانے کا معاملہ ہے)

ایک همه گیر اور جامع شخصیت

حضرت مدنی علیہ الرحمہ کا جب نام آتا ہے، (خواہ کسی میدان میں ہو) تو ذہن فوراً اس قدآور شخصیت کی طرف سبقت کرتا ہے، جس کے سامنے بڑی بڑی شخصیتیں بونی نظر آتی ہیں، آپ قدرت کی عطا کردہ حیرتناک صلاحیتوں کا ایک دلنواز پیکر تھے، نیت کے سچے، دھن کے پکے، جدوجہد آپ کا مزاج، اخلاص آپ کا جوہر ذاتی، دماغ الوالعزمانہ، منصوبوں اور اسکیموں کا خزانہ، اپنی ہر اسکیم اور ہر منصوبے میں انتہا پسند، فتنوں کے خلاف سینہ سپر رہنے والے، ملّت کو پہنچنے والی ذراسی چوٹ سے تڑپ جانے والے، آغاز وانجام میں آپ کے نزدیک زیادہ فاصلہ نہیں رہتا تھا، عملی جدوجہد کا کوئی خاکہ بناتے تو اس میں رنگ بھرنے میں پے درپے ناکامیاں بھی آپ کا حوصلہ پست نہیں کرسکتی تھیں، ہر گھڑی اور ہر وقت ملت کے لیے ہر ممکنہ خدمت وتعاون کے لیے تیار رہنا آپ کا شیوہ تھا، آپ کو سوائے عبادت کے اطمینان سے بیٹھنا آتا ہی نہیں تھا، آپ ایک سیماب صفت انسان تھے، آپ کی فکر وعمل کی دنیا میں اپنے اور پرائے کی کوئی حد بندی نہیں تھی، آپ کی ہمہ وقت مصروف زندگی دیکھ کر یہ محسوس ہوتا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے خدمتِ خلق کے لیے ہی متعین فرمایا ہے، آپ کے انھیں اوصاف حمیدہ کی بنا پر خیر اندیش ہی نہیں بداندیش، اپنے نہیں پرائے، دوست نہیں دشمن بھی آپ کے فضل وکمالات، الوالعزمی، بلند حوصلگی، دُور بینی اور اصابت رائے کے اعتراف پر مجبور ہوگئے:

والفضل ماشهدت به الأعداء

انھیں خوبیوں اور کمالات کی وجہ سے خداوندقدوس نے آپ کو انسانیت کے اس بلند وبالا مقام پر پہنچا دیا، جہاں پہنچ کر آپ انسانیت کی فلاح وبہبود اور خدمتِ خلقِ خدا کو رضائے الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ تصور کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی زندگی جہد مسلسل کا نمونہ تھی، آپ کی قوت ارادی اور بلند حوصلگی کی ترجمانی کے لیے اگر اسلامی شاعر سعد بن ناشب کا یہ شعر پیش کیا جائے تو برمحل ہوگا:

اِذاهم القى بين عينه عزمه
ونكّب عن ذكر العواقب جانبا

شاعر اپنے بارے میں یہ کہتا ہے کہ جب وہ کسی کام کا ارادہ کرلیتا ہے تو اپنے مقصد کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھ لیتا ہے، اور نتائج سے بالکل آنکھیں بند کرلیتا ہے، یقیناً یہ شعر حضرت مدنی علیہ الرحمۃ کے عزمِ محکم پر حرف بحرف صادق آتا ہے، آپ کی انھیں صفات کی بنیاد پر جہاں جہاں آپ کے قدم پڑے، اور جس جس

عہدے اور منصب پر آپ فائز ہوئے، اس سے جتنا کچھ آپ کا نام روشن ہوا، اس سے کہیں زیادہ اس عہدے اور منصب کو چار چاند لگ گئے۔

حضرت مدنیؒ اور جمعیۃ علماء ہند

مصر کے نامور ادیب احمد امین مصری نے اپنی خودنوشت سوانح ''حیاتی'' میں لکھا ہے کہ انسان اپنے گردوپیش کی پیداوار ہوتا ہے، یعنی ماحول کی جو مشینری اس کے اِردگرد مصروفِ کار ہوتی ہے، وہ اس کے سانچے میں ڈھلتا ہے، انسانی زندگی کے تجربات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ بات بلاخوف تردید درست ہے۔

حضرت مدنی علیہ الرحمہ نے جب دنیا میں آنکھیں کھولیں، اور کچھ شدبد پیدا ہوئی، تو آپ کی نگاہوں نے جنگِ آزادی کا وہ ہولناک منظر دیکھا، جس میں پورا ہندوستان جل رہا تھا، اور سامراجیت کی توپوں کی گرج ہندوستان کی فضاؤں میں گونج رہی تھی، آپ جس ماحول میں پلے بڑھے، اور جس ڈگر پر اپنے عظیم باپ کو چلتے ہوئے، اور ناموس وطن کی خاطر جان کو نچھاور کرتے دیکھا تو متاثر ہونا لازم تھا، کیونکہ آپؒ اتنے عظیم باپ اور ہمہ گیر شخصیت کی اولاد تھے، کہ جنھوں نے زندگی کا بیشتر حصہ قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ملک وملت کی فلاح و بہبودی اور خدمت میں گزارا تھا، ہوا بھی وہی کہ حضرت مدنیؒ نے اپنے عظیم والد حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے اپنی پوری زندگی دینی، ملی، تعلیمی وتہذیبی خدمت اور قومی جدوجہد کے مختلف میدانوں میں ایسے روشن اور اُبھرے ہوئے نقوش چھوڑے ہیں، جس کی مثال نہیں ملتی، آپ کی ذات ہندوستان میں (خصوصاً) ہر آڑے وقت اور مصیبت کی ہر گھڑی میں قوم وملت کا سہارا بن کر سامنے آئی، کلکتہ کا فساد (۱۹۶۳ء) ہو، یا (۱۹۶۴ء) راؤ کیلہ اور جمشید پور میں فرقہ واریت کی دہکتی ہوئی آگ ہو، یا (۱۹۸۰ء کا) مرادآباد میں (P.A.C.) پی اے سی کے ذریعہ مسلمانوں کا قتلِ عام ہو میرٹھ، ملیانہ، سورت اور حالیہ حکومت کی سرپرستی میں گجرات میں کھیلی جانے والی خون کی ہولی ہو، ان سنگین حالات میں زخم سے سسکتے انسانوں کو دلاسہ دینے کے لیے، اور حتی الامکان انھیں راحت پہنچانے کے لیے بےخوف وخطر میدان میں کود جانے والی شخصیت یقیناً حضرت مدنیؒ کی تھی، آپؒ کے اندر درد ملت کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

اور جمعیۃ علماء جو ایک صوبائی اور ملکی حد تک کی تنظیم تھی، آپ نے اس سے بین الاقوامی اور انٹرنیشنل بنانے میں بہت اہم کردار ادا کیا، اور اسی پلیٹ فارم سے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جسے دُنیا فراموش نہیں کرسکتی ہے، اور یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ آزاد ہندوستان میں ہونے والے منفی اور مثبت ہنگاموں میں اپنی اور جمعیۃ علماء کی شان باقی رہنے، رکھنے والی بےمثال شخصیت تھی۔

حضرت مدنی علیہ الرحمہ اور جمعیۃ علماء کا جب نام آتا ہے، تو ایسا محسوس ہوتا ہے، کہ دونوں کسی ایک شخص یا تنظیم کے نام ہیں، یقیناً حضرت نے خود کو اس طرح جمعیۃ میں سمو دیا تھا، کہ جب ایک کا نام زبان سے نکلتا، تو دوسرے کا تصور فوراً نگاہوں کے سامنے گھوم جاتا۔

حضرت مدنی علیہ الرحمہ کم وبیش گیارہ بارہ سال از ہر ہند دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۹۶۲ء میں جمعیۃ علماء اُترپردیش کے صدر منتخب ہوئے، اور ۱۹۶۳ء میں جمعیۃ علماء ہند کے ناظم عمومی کا عہدہ آپ کے حوالے کیا گیا، آپ دس سال تک جمعیۃ علماء ہند کے ناظم عمومی رہے، پھر ۱۹۷۳ء میں آپ کو جمعیۃ علماء ہند کا صدر منتخب کیا گیا، اور آخری دم تک مسلسل ۳۳ سال قومی صدر رہے۔

حضرت مدنیؒ اور دارالعلوم دیوبند

حضرت مدنی علیہ الرحمہ کو دارالعلوم دیوبند سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی، آپ اکابر دیوبند کے حقیقی اور سچے جانشین تھے، نشاۃ ثانیہ کے بعد دارالعلوم نے گذشتہ سالوں میں تعلیمی اور تعمیری اعتبار سے جو حیرت انگیز ترقی کی ہے، اور مختلف میدانوں میں دارالعلوم کی خدمات میں جو وسعت آئی ہے، اس میں حضرت مدنی علیہ الرحمہ کی مساعیٔ جمیلہ کا بڑا دخل ہے، آپ نے ہر مشکل اور پریشان کن گھڑی میں دارالعلوم اور کارکنانِ دارالعلوم کی رہنمائی فرمائی، اور ہر موقع پر دارالعلوم کے لیے سینہ سپر رہے، اور آپ نے دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح سے دارالعلوم کو جیسی ضرورت پڑی، ہر دم اور ہر وقت ساتھ دیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مبارک دارالعلوم کے لیے بڑی تقویت کا سبب تھی، آپ کی ذات تمام مدارس اسلامیہ پر آنے والی تمام مشکلات کے لیے ڈھال تھی، افسوس کہ اب مدارس اسلامیہ کا میر کارواں نہ رہا، اور دارالعلوم کا یہ عظیم معمار نہ رہا:

وہ مجاہد وہ مفکر وہ سپہ سالارِ قوم
اس کے دل میں قاسمیت تھی یقیناً بےحساب

حضرت مدنیؒ اور ایوانِ بالا

حضرت مدنی علیہ الرحمہ نے ملک کے ایوانِ بالا (راجیہ سبھا) سے جس بےباکی اور انصاف کی زبان سے ہندوستان اور ہندوستانیوں خصوصاً مسلمانوں کے مسائل وحالات پر اپنی رائے ظاہر کی ہے، وہ آپ کی حق گوئی راست بازی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۶۸ء سے ۱۹۹۴ء تک مختلف مرحلوں میں تقریباً ۱۸/سال تک پارلیمنٹ کے ممبر رہے، ممبری کے ایام میں خاص طور پر حضرتؒ مظلوم مسلمانوں کے حقوق کے لیے، فرقہ پرستی، ناانصافی کے خلاف آوازِ حق بلند کرنے کی جنگ لڑتے رہے، اور اس حقوق کی جنگ میں ناجائز رعایت یا مداہنت کو ہمیشہ بالائے طاق رکھا، اور اپنے اٹل اصول پر پوری زندگی ڈٹے رہے، خواہ وہ اقلیتوں کے آئینی حقوق کے تحفظ کے مسائل ہوں، مساجد ومقابر اور مدارس کے تحفظ کی بات ہو، بابری مسجد کے انہدام کا مسئلہ ہو، آسام کی شہریت کا مسئلہ ہو، فسادات کی روک تھام ہو، امن وقانون کی بحالی، مسلم یونیورسٹی اور اس کے اقلیتی کردار کا مسئلہ ہو، گجرات میں پوٹا کے تحت بند قیدیوں کی رہائی کی بات ہو، اور چاہے یکساں سول کوڈ، مسلم پرسنل لا، اور اوقاف کا مسئلہ ہو، اور اس جیسے دیگر بہت سے مسائل و مشکلات پر حضرت مدنی علیہ الرحمہ نے اپنے خیالات میں جس بےباکی اور حق گوئی کا لوہا منوایا ہے، یقیناً وہ انصاف کے تقاضوں کی تکمیل، صداقت وراست بازی کی روشن مثال، اور امن وقانون کے تحفظ کی بین دلیل ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ نے مظلوموں کی حمایت اور حبِ وطن کی ایک ایسی تاریخ رقم کی ہے، جسے دُنیا بھلانا چاہے تو بھی نہیں بھلا سکتی ہے:

آپ کے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لیے

مقبولیت کا راز

حضرت مدنی علیہ الرحمہ کے فضل و کمالات، جفا کشی، جاں فشانی، جرأت و ہمّت، راست بازی صداقت، ذہانت، دُور رسی اور چوکسی نے آپ کی شخصیت کو غیر معمولی حد تک پُر تاثیر بلکہ سحر انگیز بنا دیا تھا، وہ اپنی انھیں اور دیگر بہت سی خوبیوں (جن کا اجمالی خاکہ کچھ تو ماقبل میں ہو چکا اور معدود سے چند کا تذکرہ آگے آرہا ہے) کے سبب کم و بیش پانچ دہائیوں تک ہندوستان بلکہ عالم کے اُفق پر چھائے رہے، آپ کی کن خوبیوں کو قلم بند کیا جائے اور کس سے نظر انداز کیا جائے۔

مدرسہ اسلامیہ عربیہ نور العلوم ہر ہر پور پرتاپ گڑھ یوپی کے تعزیتی اجلاس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تو خوبیوں پر بالتفصیل روشنی ڈالی گئی، جن کا یقیناً آپ کی عنداللہ اور عندالناس مقبولیت میں بڑا دخل ہے۔

(۱) **عبادات:** آپ عبادات میں صحابہ کرامؓ کی جیتی جاگتی تصویر تھے، حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی اُستاذ ادب دار العلوم دیوبند حضرت کی نماز کی کیفیت تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مدنی خواہ کتنی عجلت میں ہوں، نماز میں رواروی اور کنسیشن کے قائل اور عامل نہ تھے، نماز شروع کرنے کے بعد اس کو اطمینان ہی سے ادا کرتے تھے۔

(۲) **صبر و تحمل:** اور برداشت میں حضرت ایوب علیہ السلام کی خوبیوں کے مالک تھے۔

(۳) **عزم و ہمّت و ثبات قدمی:** عزم و ہمّت میں تو مانندِ ٹیپو سلطان تھے، جب کسی موقف اور نظریے کو ہر پہلو سے غور و فکر اور اطمینان کر لینے کے بعد اختیار کر لیتے، تو دوسروں کے تمام دلائل دھرے کے دھرے رہ جاتے تھے۔

(۴) باطل سے عدم مفاہمت میں حضرت شیخ الاسلام کی طرح قوی عزائم رکھتے تھے۔

(۵) حقوق العباد کی ادائیگی میں کامل فرض شناس تھے۔

(۶) سیاسی بصیرت اور دور رسی میں مجاہد ملتؒ اور صلاح الدین ایوبیؒ تھے۔

(۷) جمعیۃ علماء ہند کے استحکام کے سب سے بڑے علمبردار تھے۔

(۸) ضیافت و مہمان نوازی میں اپنے وقت کے حاتم تھے۔

(۹) خشیت الٰہی میں اپنے وقت کے چشتی تھے۔

آپؒ کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کسی عملی تسخیر قلوب کا نتیجہ نہ تھی، اور نہ آپ اس کی بقا، یا اس میں اضافے کے لیے اپنے اصولوں میں کسی لچک یا مداہنت کو روا رکھتے تھے، بلکہ اس کا خاص سبب عموماً پوری ملت اسلامیہ اور خصوصاً ملتِ اسلامیۂ ہند کے لیے بے پناہ جذبۂ خیر اور ہمدردی تھا، اور یہ انسانی فطرت ہے کہ اگر کسی انسان کو اس بات کا یقین ہو کہ کوئی اس کا بہی خواہ اور ہمدرد ہے، تو اس کی کوئی بات اس پر گراں نہیں گزرتی، یہ آپ کی وہ عظیم خصوصیات ہیں، جن کو آنے والا مؤرخ آب زر سے لکھے گا، اور لوگوں کے لیے رہتی دنیا تک مشعلِ راہ ثابت ہوں گی، آج حضرت ہمارے درمیان نہیں ہیں مگر آپ کی روح ہم سے مخاطب ہو کر کہہ رہی ہے:

نہیں نگاہ میں منزل تو جستجو ہی سہی
نہیں وصال میسّر تو آرزو ہی سہی

مرحوم کے بعد کا پیغام

مرثیہ و ماتم، فریاد و فغاں کے شور، اور غایت تاثر میں آپ یہ نہ بھولیں کہ دُنیا جب سے آباد ہوئی ہے، اسی وقت سے اس کے دامن میں ویرانیاں بھی رکھی ہوئی ہیں، لیکن دنیا کے کاروبار کبھی بند نہیں ہوتے، ایک پھول مرجھاتا ہے، تو ہر صبح دس پھول اپنی رنگینیوں اور رعنائیوں کے ساتھ نمودار ہو جاتے ہیں، ہزاروں تارے اگر فنا ہوتے ہیں، تو زندگی کا پیغام لے کر صبح درخشاں سامنے آجاتی ہے۔

حضرت مدنی علیہ الرحمہ کی شخصیت تو ان رجال کار میں سے تھی جو اپنی تاریخ اپنے ہاتھوں، اپنے افکار و عزائم سے اپنی جدوجہد سے خود ہی مرتب کرتے ہیں، اس لیے ان کے جانے کے بعد لوگ محسوس کرتے ہیں کہ کون کون سے کام ادھورے رہ گئے ہیں، اور ان کون کون سی باتیں تشنہ لب ہیں، پھر ان کاموں کی تکمیل، ان کے برادران ان کی اولادیں اور معاصرین واحباب کرتے ہیں۔

الحمدللہ: حضرت مدنی علیہ الرحمہ نے اپنے خاندانی افراد اپنے ہونہار برادران و صاحبزادگان اپنے باصلاحیت و باوسیلہ و حوصلہ مند قدر دانوں اور عقیدت مندوں کی ایک فوج اپنے پیچھے چھوڑی ہے، ضرورت ہے کہ حضرت کی یاد کے ان جذباتی لمحات اور گرم ماحول میں کوئی ٹھوس عملی منصوبہ بنا کر مشن کو جاری و ساری رکھیں، اور ہمارے ملک کی ضرورت کے لحاظ سے پوری ملت اسلامیہ اور خصوصاً ملتِ اسلامیۂ ہند کے جو بہت سے گوشے اور منصوبے باقی رہ گئے ہیں، تلاش کر کے ان پر توجہ دیں، مجھے یقین کامل ہے کہ وہ رنج و غم سے مغلوب ہو کر مایوسی و کم ہمتی کا شکار نہ ہوں گے، اور عزم و حوصلے سے جاری مشن کو پایۂ تکمیل اور نئے کاموں کا کوئی جامع اور منظّم پروگرام بنائیں گے، اور اس خلا کو حتی المقدور پاٹنے کی کوشش کریں گے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دُنیا سے رحلت فرمانے کی وجہ سے ہو گیا ہے، ایک شاعر نے کہا ہے کہ:

إذا مات منا سيد قام سيّد
قول لما قال الكرام فعول

ہمارے درمیان سے جب کوئی سردار اور قائد اُٹھ جاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا سردار کھڑا ہو جاتا ہے، جو شرفاء کی ہی بولی بولتا ہے، اور انہی کے کردار کا حامل ہوتا ہے:

قلم کچھ اور لکھنا چاہتا تھا
مگر کاغذ، کہ بھیگا جارہا ہے

ربِّ غفور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے، آپؒ کی تربت پر رحمت کے پھول برسائے۔ (آمین)

○○

خودی ہو زندہ، تو ہے موت اِک مقامِ حیات

رفاقت حسین قاسمی
دارالعلوم حسینیہ تاؤلی، مظفرنگر

خراجِ عقیدت کے نام پر مرثیہ گو مرثیہ گوئی میں مصروف ہیں اور مقالہ نویس، مقالہ نویسی میں، خاکہ نگار خاکوں میں رنگ بھر رہے ہیں اور تاریخ گوئی کے ماہرین قطعاتِ تاریخ میں، اس انفرادی خراجِ عقیدت کے علاوہ اجتماعی خراج پیش کرنے والے بھی پیچھے نہیں ہیں۔ اخبارات و رسائل کے ادارے ہمہ تن متوجہ ہیں کہ ان کے رسالے کا ''فدائے ملت نمبر'' نمبروں کی فہرست میں امتیازی مقام حاصل کرے، عمدہ مضامین، درد انگیز مرثیوں اور بلیغ منظوم قطعاتِ تاریخ پر مشتمل ان کا ''نمبر'' قیمتی کاغذ، نستعلیق کتابت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آئے اور لائبریریوں کی زینت بننے کے علاوہ قارئین سے دادِ تحسین بھی حاصل کرے۔

مذکورہ بالا سطور سے حقیر راقم کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ یہ سب کچھ از روئے شرع ناجائز ہے، یا یہ کہ نوجوان نسل کو اپنے پیش رو اکابر و اسلاف کی سبق آموز حیات، اور دین وملت کے تئیں ان کی خدمات سے واقف کرانا کوئی گناہ ہے، تاہم اس حقیقت میں تامل نہ ہونا چاہیے کہ یہ بہرحال ایک ثانوی چیز ہے۔

درجہ اوّل کی چیز یہ ہے کہ ہم پیچھے رہ جانے والے اپنے مرحوم قائد کو عقیدتوں کا خراج یوں پیش کریں، کہ عملاً اپنی زندگی کو ان کے مشن کے لیے وقف کردیں، ملتِ اسلامیہ ہندیہ کے لیے ان کی فکرمندی کی مشعل سے روشنی حاصل کریں، ماہِ رمضان میں متوسلین کے لیے، ان کی ایمانی مجالس کو صفائے قلب اور جمعیت کے اسٹیج سے منعقدہ اجلاس اور تحریکوں کو سیاسی بصیرت کے لیے رہبر بنائیں، قدرتی آفات اور فسادات سے متاثرہ علاقوں میں، ان کی نگرانی میں ہونے والی ''ریلیف'' سے دردمندی اور ''مسیحیت و قادیانیت'' جیسی اسلام دشمن تحریکوں کے مقابل مردِ میدان بن کر سامنے آنے اور ان کی سرکوبی کے لیے مستقل افراد سازی کے عمل سے دینی حمیت کا سبق سیکھیں اور ایک ایم، پی ہونے کی حیثیت سے پارلیمان میں کی گئی ان کی بے لاگ تقریروں سے جرأت و ہمّت کا درس لیں، غرض یہ کہ بیسویں صدی کے آغاز ہی سے، فرقہ وارانہ فسادات کی آگ میں جل رہے، اس غیر مسلم اکثریت والے ملک میں نصف صدی پر محیط ان کی ملی وقومی سرگرمیوں کی تاریخ سے، بدلتے حالات میں خود کو پوزیشن کرنے کا بیش قیمتی ہنر سیکھیں۔

اگر ہم پس ماندگان میں سے چند ایک بھی، قحط الرجال کے اس دور میں، خود کو اس قربانی کے لیے تیار کرنے میں کامیاب ہوگئے تو ملت کے لیے یہ ایک خوش آئند بات ہوگی اور اسلامیانِ ہند کی ہچکولے کھاتی کشتی ایک تازہ دم ناخدا کے سہارے اپنا سفر جاری رکھ سکے گی۔

''فدائے ملت مرحوم'' کے حادثۂ وفات کو اگر کوئی صرف مدنی خانوادے یا صرف جمعیت کا حادثہ تصور کرتا ہے تو یہ ایک بڑی بھول ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس کا اثر پورے ملک میں محسوس کیا جائے گا اس لیے کہ یہ آگ اور خون میں کود کر، قومی یک جہتی کے پرچم کو بلند کرنے والی اور عالمی سطح پر ملک کی جمہوری ساکھ کا تحفظ کرنے والی اہم ترین شخصیت کا حادثہ ہے اور ملک کی مسلم اقلیت کا تو اس سے متاثر ہونا منطقی نتیجہ ہے اس لیے کہ یہ اس کی اپنے ایک نہایت باحوصلہ، باتدبیر اور اس سے بڑھ کر باتوفیق قائد سے محرومی ہے۔ ''لَعَلَّ اللّٰہ یُحدِثُ بَعدَ ذَالِکَ اَمراً.''

افسوس یہ نہیں کہ جانے والا چلا گیا اس لیے کہ ہر آنے والا آیا ہی جانے کے لیے ہے، لیکن ماتم یہ ہے کہ آج ہم اسلامیانِ ہند ہر جانے والے کے بعد اپنی زندگی کا ثبوت فراہم کرنے میں ناکام سے نظر آرہے ہیں، قوموں کی تاریخ کا تجزیہ بتلاتا ہے کہ کسی بھی قوم کی زندگی کا زمانۂ عروج وترقی وہی رہا ہے جس میں اس کے افراد کی قوت ارادی، اتنی مستحکم رہی کہ کسی بھی شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والی بڑی سے بڑی شخصیت کے وصال سے، نہ تو اُن کی تحریکی سوچ تذبذب کا شکار ہوئی اور نہ ہی دشمنوں نے ان کے پائے استقامت میں کوئی لرزش محسوس کی، بلکہ اسی شخصیت کے پس روؤں میں ایسے باحوصلہ کردار بھی آئے جو اُسی کے نقوشِ ہدایت کو اپنا کر، میدانِ عمل میں اترے اور اس خوش اسلوبی سے مرحوم کا کام پایۂ تکمیل تک پہنچایا کہ تاریخ نے ان کے کارناموں کو ہمیشہ کے لیے اپنے سینے میں سمویا اور قوم نے بجا طور پر ان کو اپنا محسن تسلیم کیا۔

یہ صرف زبان کی زور آوری یا قلم کی فسوں کاری نہیں، ایک زندہ حقیقت ہے جس پر کائنات میں نفسیات کے سب سے بڑے ماہر اور اقوام وملل کے

بے مثال مربی محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشاد "فرب مبلّغ أوعیٰ لہ من سامع" سے بھی واضح روشنی پڑتی ہے کہ کئی بار بعد میں آنے والا، بلاواسطہ سننے والے سے کہیں زیادہ ذہین وسمجھدار ہوتا ہے اور اسی کا اثر ہے، کہ امت مسلمہ کے زمانۂ اقبال مندی میں، اس طرح کی مثالیں تسلسل کے ساتھ وقوع پذیر ہوتی رہیں کہ اگر استاذ صرف عالم تھا، تو شاگرد نے علامہ کا لقب پایا، استاذ اگر ملّی امراض کا ماہر نباض تھا تو شاگرد نے اس سلسلے میں شانِ تجدید پائی، غرض یہ کہ کوئی بھی میدانِ عمل ہو، خواب اگر زنگی نے دیکھا تو تعبیر فراہم کرنے کے لیے کوئی ایوبی میدان میں آ گیا، عربی ادب کے مشہور حماسی شاعر ابوعبداللہ محمد بن الحسن الحضرمی البغدادی نے ایسی ہی زندہ قوموں کے لیے کہا ہے۔

اِذا سیّد منهم خلا، قام سید
قوولٌ لما قال الكرام فعول

کہ ان کے قومی شباب کا عالم یہ ہے کہ اگر ایک مسند نشین رختِ سفر باندھتا ہے، تو دوسرا اس کی جگہ لیتا ہے جو شریف سرداروں کی طرح قول وفعل میں یکسانیت رکھتا ہے اور قوم اس کے تازہ عزم واستقلال کے ساتھ مزید صبا رفتار ہوکر شاہراہِ ترقی پر گامزن ہوجاتی ہے۔

افرادی قوت کے اس پس منظر میں اگر دیکھیں، تو آزادی کے بعد سے، ہم ہندی مسلمانوں کی رفتار خطرے کی حد تک سست ہے اور جمود کا عالم یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء سے پہلے جوش وجذبے کی آگ میں تپ کر کندن ہونے والے، ہمارے سرپرست زعماء وقائدین، قطار لگائے رخصت ہوئے جارہے ہیں اور نئے دور میں، قوم کی قیادت کے لیے، نئے صاحب عزیمت افراد کی قلّت ہی نہیں، قحط ہے۔

ایسے میں ضرورت ہے کہ اصحاب استعداد آگے آئیں، "موت" جیسے سخت آزمائش مرحلے میں ثابت قدمی کا ثبوت دیں اور آنے والی نسل کو ایک وسیع تر متحدہ پلیٹ فارم مہیا کریں، کہ بیسویں صدی میں خستہ زندگی گذارنے والے، ہندی مسلمان کی "خودی وخود شناسی" اتنی زندہ و پائندہ بنے کہ اکیسویں صدی کا مؤرخ:

کہیں سے آبِ بقائے دوام لے ساقی

جیسے مصرعوں کا سہارا نہ لے، بلکہ اُن کی "رشک اقوام" حیاتِ جاں نواز کا ورق پلٹتے ہوئے دفعتاً اس کا چہرہ دمک اُٹھے، قلم جوش میں آجائے اور وہ یہ لکھنے پر مجبور ہو کہ:

خودی ہو زندہ، تو ہے موت اِک مقامِ حیات
کہ عشق موت سے کرتا ہے، امتحانِ ثبات

○○

صوفی باصفا

از : گمنام بستوی

زخمِ قلب و روح کا دارالشفا جاتا رہا
ہم کو گریاں چھوڑ کے وہ دلربا جاتا رہا
ملک ملت کے لیے مولانا اسعد وقف تھے
قاسمِ خیرات صوفی باصفا جاتا رہا
کون جان مال دے کر کے کرے گا رہبری
قوم مذہب کا نرالا پیشوا جاتا رہا
ہائے اب ظلمت کدہ میں کون دے گا روشنی
رہبرِ انسانیت شمس الہدیٰ جاتا رہا
دیکھ کر آتنک وادی لرزہ براندام تھے
مونس و محسن مجاہد مقتدا جاتا رہا
دین کے رنگ میں رنگا جس نے سیاست کا قلعہ
وہ غلامِ مصطفیٰ وہ حق نما جاتا رہا
نیک صورت نیک سیرت نیک دل روشن ضمیر
ماحیِٔ بدعت سراجِ مصطفیٰ جاتا رہا
ملک کے مظلوموں بیواؤں کا فریاد رس
ہوگئے مبہوت جب ماہِ لقا جاتا رہا
دم بخود ہیں دل پریشاں آہ نالہ ہے فغاں
سب ہوئے محروم میرِ فغاں جاتا رہا
شمعِ سنت کی ضیا پہنچا دیا گیا شہر و دیہات
دین کی تبلیغ پر جو تھا فدا جاتا رہا
راہِ سنت کا وہ راہی لشکرِ دیں کا سپاہی
خلد کا گمنامؔ سیدھا راستہ جاتا رہا

جس کے پاکیزہ عمل پر دین کو خود ناز تھا

(مولانا) مشتاق احمد الحسینی بھوجپوری

پیکرِ انسانیت میں نورِ باطن چل بسا
مرکزِ صدہا کمالات و محاسن چل بسا
جس کے گفتارِ سیاست کا عجب اعجاز تھا
جس کے پاکیزہ عمل پر دین کو خود ناز تھا

(فرحت قاسمی ڈمراؤنوی)

حضرت مولانا مدنیؒ کی جامع کمالات اور مجموعہ صفات شخصیت میں غور کرنے کے بعد یہ طے کرنا دشوار ہوجاتا ہے کہ حضرت مولانا کی ذاتِ گرامی کا کونسا پہلو ایک دوسرے پر زیادہ اہمیت و افضلیت کا حامل ہے جبکہ حضرت مولانا بجائے خود علم و عمل کے پیکرِ جمیل، عالم دین مبین ہیں، تو تدین وتقویٰ، خوف وخشیتِ خداوندی سے سینہ لبریز ہے۔ اللہ ربّ العزت کی عظمت، شانِ قدرت ومشیت کا ایقان جس رگ و پے میں موجزن ہو۔ اب اس میں کسی بھی دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کے خوف واندیشہ کی قطعاً گنجائش کہاں؟

جو بندہ اللہ الواحد القہار کا تابعِ فرمان ہو، عشقِ رسولؐ کا فدائی اور سنتِ نبویہ کا پیروکار ہو وہ کسی بھی اربابِ اقتدار کے زیرِ دام کب آ سکتا ہے؟ زندگی کے دو پہلو ہیں — علمی و عملی۔ کمالِ علم سے ایمان عبارت ہے اور کمالِ عمل سے تقویٰ کی تعبیر کی جائے گی۔ ہر سانس، اس کی تحمید وتقدیس میں، ہر ہر قدم اسی خالق رب السمٰوات والارض کے احکام کی تعمیل میں اٹھتا، تادمِ حیات اُٹھتا ہی رہا، خواہ موقعۂ غمی ہو یا شادمانی ہو، صبح وشام کی زندگی میں مرضیاتِ خداوندی کے تحت گزر رہی ہو، کے لیے دنیوی زندگی میں بہر لحہ خوشی ہی خوشی ہے بلکہ عین راحت وسکون سمجھی جاتی رہی چونکہ:

ہر چیز از دوست می رسد نکواست

بلاتردّد یہ عرض کیا جاسکتا ہے کہ حق سبحانہ وعزّ اسمہٗ نے حضرت مولانا مدنی کو حقِ بندگی کی ادائیگی کے لیے توفیق رحمت فرمادی اور اپنی اطاعت وفرماں برداری کے لیے منتخب فرمالیا اور کمالِ ایمان وایقان واطاعت اور صبر واستقامت کی عبرت انگیز زندگی سے مزین فرمادیا۔ اعلیٰ درجہ کے مفکر و مدبر اور صف اوّل کے اونچے درجہ کے صاحبِ بصیرت، سیاست داں اور سچے اور مخلص مجاہد عظیم تھے۔ یہ وہ صفاتِ عالیہ ہیں جو روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ حضرت مولانا مدنیؒ کے زرّیں اقوال اور پاکیزہ اعمال ملک وملت کے باشعور اربابِ حل و عقد کے لیے تعمیری واصلاحی اور فلاح و بہبود کے کام کے لیے ۵۵ سالہ زندگی کے ایک ایک دن مسلسل جدوجہد کے وہ تابندہ نقوش ہیں جو موجودہ وآئندہ نسلوں کے لیے زندگی کے ہر موڑ پر مشعلِ راہ ثابت ہوتے رہیں گے۔

حضرت مولانا مدنیؒ کی جدوجہد بھری زندگی میں ایک صفت افراد سازی کی بھی تھی۔ جو افراد جن صلاحیتوں کے حامل ہوتے تھے اسی کے مطابق اس سے کام لینا جانتے تھے، ساتھ ہی جس کسی کام کا آغاز فرمانا چاہتے لازمی طور پر خود بھی غور وفکر فرمالیتے۔ بعدہٗ اپنے رفقائے کار سے مشورہ ضرور کرلیتے تھے۔ ملک میں ہر روز نت نئے انداز میں فتنے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اُٹھنے والے سیاسی، سماجی، سیاسی بارِ گراں کی طرف سے شور وغوغا میں حضرت مولانا مدنیؒ نہایت ہی جرأت مندانہ انداز میں برمحل مسکت جواب واضح فرمادیا کرتے کہ ہم ان شور وغوغا سے کسی طرح خائف اور دبنے والے نہیں ہیں۔ ہم اپنے مذہب اسلام میں کسی فرد، کسی جماعت یا حکومت کی مداخلت کسی قیمت پر برداشت نہیں کرسکتے۔ اس قسم کی ہر بے جا تحریک وکوششوں کی دل و جان کی بازی لگا کر مزاحمت کرکے مخالفین کو ناکام بنانا مولانا کے لیے ادنیٰ سا کام تھا۔ دہلی کی سرزمین شاہد عدل ہے۔ حضرت مولانا مدنی ایسی باکمال شخصیت کے مالک تھے جو صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

عہد حاضر کے ممتاز نامور عالم دین اور قائدانہ صلاحیت کے مالک مزید دینی وملّی سرگرم رہنما اور قومی وملّی معاشرتی پاکیزہ شعور آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ بیدار مغزی، اولوالعزمی، فکری بالیدگی، ارادہ کی پختگی، حالات کے نشیب وفراز سے واقف رہتے اور ملتِ اسلامیہ کے حالات سے باخبر رہنے کی بھی فکر کرتے اور ملک کے کسی بھی خطے سے ملت کے تقاضے کی تکمیل کی مساعی جمیلہ فرماتے رہتے۔ ان احوال نے آپؒ کی ذاتِ گرامی کو پُراعتماد بنادیا تھا۔ حضرت مولانا مدنی اپنے ایمان واعتقاد اور استقلال وہمت ایسی کہ حوصلہ شکن کیفیات میں بھی صبر وتحمل کا دامن نہیں چھوڑا۔ ملک وقوم کی خیر اندیشی، تہذیب وثقافت کی حفاظت اور تعمیر وترقی کی راہ میں جذبۂ صادق اور ہر قسم کے ایثار وقربانی پیش کی، تاریخی اور مثالی کارنامے انجام دیئے۔ آپ کی حیات وخدمات ملت

اسلامیہ کے لیے ایک بہت بڑی قوت تھی۔ حضرت مولانا مدنی کی ہمہ گیری ہی کا اثر تھا کہ ان کا ظاہری و باطنی فیضان ملک گیر بنا اور ملک سے باہر بھی پہنچا۔ حضرات علمائے کرام کی کمی نہیں۔ لیکن ایسے عالم جو بہر پہلو وارثِ انبیاؑ اور نائبِ رسولؐ ہوں جن میں اخلاص وللّٰہیت ہو، اخلاق اور پاکیزہ و افعال دیانت و امانت، عدل و مساوات، عفت و پارسائی یہ ساری صفتیں یکجا وجود میں جمع ہوں، کمیاں ہی نہیں فی الحقیقت اس دور میں نایاب ہوتے جارہے ہیں۔ مہمانوں کی خاطر تواضع، آرام و راحت، دل جوئی کا اہتمام و خیال سوائے اس شخص کے کسی اور کا کام نہیں ہوسکتا جس نے خالقِ کائنات کو اپنا سچ مچ مالکِ حقیقی کے انعام اور کارساز واقعی سمجھا ہو جس نے زندگی کا ہر لمحہ رضائے خداوندی میں اور اس کے بندوں کے ساتھ حسنِ سلوک میں وقف کر رکھا ہو۔

یہ دنیائے اہلِ علم روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ جمعیۃ علماء ہند آزادیٔ وطن کے بعد ملک وملت کی تعمیر وترقی میں ایسی ٹھوس اور ثمر آور بے مثال روشن خدمات انجام دی ہیں جسے یقیناً تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ جس مسلمانوں کا کسی بھی علاقہ میں خواہ آسام ہو، کلکتہ وغیرہ ہو خونریز فسادات میں خوفناک کیفیات میں جہاں پر تشدد ہجوم ہو حضرت مولانا مدنی نے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر مظلومین کی دادرسی کو اپنا فرض سمجھا اور قتل عام کو روکنے میں جان و دل سے لگ گئے اور ارکانِ جمعیۃ کو چاروں طرف پھیلا دیا۔ ان کی حیات میں جہاں کہیں بھی فسادات ہوئے گونا گوں مسائل کھڑے ہوئے۔ ملکی سطح پر ختم کرنے کے سلسلہ میں بھرپور کوشش و محنتیں کیں۔ حضرت مولانا مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند کی حیثیت سے ہر میدانِ تعلیم و تعمیر، تہذیب و ثقافت ہو یا میدانِ سیاست ہو ایک ہمہ جہت قائد کی حیثیت سے پورے طور پر اپنی ایمانی حرارت، خلوص و صداقت کے ساتھ ملت کے تمام ہی تقاضوں پر عمل کیا ہے۔ حضرت مولانا کا عمل جذباتی نہیں تھا بلکہ مسائل کے حل کی کوششوں میں مثبت طرزِ عمل، مساوات و عدل، فکری پاکیزگی آپ کا موقف رہا ہے۔ بنابریں حضرت والا نے مسائل کے حل کے لیے حکومتِ وقت کو متوجہ کرنے کے لیے کتنے ہی کنونشن، کانفرنسیں، احتجاجی جلسے، یومِ احتجاج کا انعقاد کیا کرتے تھے۔ ہمہ وقت سرگرمِ عمل رہنا آپ کا خاصّہ تھا۔ ایک ہی وقت میں آپ کا ذہن وعمل کئی مشکل محاذوں پر غور وفکر کرنے، مسائل کا حل نکال لینے کی غیر معمولی صلاحیتوں اور قوتوں سے قدرت نے امتیازی وصف سے بیحد نوازا تھا۔

حضرت مولانا مدنی بے شمار مدارس و مکاتب اور تنظیم و مساجد کے سرپرست و رہنما اور ہمدردی و معاونت کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ فی الحقیقت اب موصوف ہمارے درمیان موجود نہیں رہے۔ اپنی ۷۸ سالہ زندگی ملک وملت کے فلاح و بہبود میں فرائض منصبی ادا کرتے ہوئے اور مخلصانہ بندگی میں گزارتے ہوئے اپنی جانِ عزیز جانِ آفریں کے سپرد کردی۔

اللّٰہ رحمة واسعة و مغفرة

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے

حضرت مولانا مدنیؒ کی ایک ایسی جامع عظیم المرتبت پُرعظمت شخصیت تھی جو بیک وقت اپنی حیات و خدمات کے حسین دائرۂ عمل میں ایک مایۂ ناز عالمِ دین، تدین وتقویٰ میں خلوص وللّٰہیت، جرأت وشجاعت، روحانیت وعزیمت میں قابلِ قدر، لائقِ صد ستائش، ملک و بیرونِ ملک میں مسلمہ ذاتِ گرامی تھی، تدبر وتفکر میں فضلِ خداوندی کے پیکر جمیل، بلاتفریق مذہب وملت، قائد تحریکِ انسانیت کے علمبردار، عالمی سطح پر سعودی عرب ہو یا خلیج عرب کے ممالک ہوں، سب ہی میں عزت واحترام کی نظروں سے آپ دیکھے جاتے رہے ہیں، جو محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو اپنی نظروں میں رکھنے والا اور سنتِ نبویہ کے مکمل پیروکار، مجاہدِ ملت وفی الدین، متنوع صفاتِ عالیہ کے حامل، غیر معمولی ذہانت وفطانت اور خداداد صلاحیت سے مزین، علم وحلم اور عمل ہو یا میدانِ سیاست ہو ہر ایک میں آپ کو شہرۂ آفاق حاصل تھا۔ آپ کی ہمہ گیر جامع شخصیت فقید المثال رہی، مذہبی، سماجی، معاشرتی، تہذیب وثقافت میں آپ کے روشن کارنامے کے بے شمار نقوش ہر سمت بکھرے پڑے ہیں جن کی مثالیں مفقود ہیں۔ ایسے لوگ جو اسلامی محاسن و مکارم کے مرقع ہوں صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت مولانا مدنی اپنے حسنِ کردار وگفتار میں اگر باعثِ عبرت انگیز تھے تو اپنی پاکیزہ حساس طبیعت، دوررس ذہانت اور نکتہ سنجی کے تحت ملکی ملّی فلاح و بہبود کے لیے موصوف ہمہ وقت سرگرمِ عمل رہتے اور غفلت وسستی سے بالکلیہ مبرا ذاتِ عالی تھی۔ ارادہ کی پختگی، بلند ہمتی میں اپنے والد ذی وقار صدر قابلِ احترام سیّدنا شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے پرتو تھے۔ حضرت مولانا مدنی کی زیر صدارت جمعیۃ علماء ہند نے سرزمینِ ہندستان کے مسلمانوں کی مؤثر ترجمان بن کر تعمیرِ ملت کی عظیم داعیٔ حق کی حیثیت سے کارہائے لائقہ انجام دی ہیں۔ جمعیۃ علماء ہند کے تاریخ ساز کارنامے برصغیر ہند کے لیے ناقابلِ فراموش زرّیں یادگار رہیں گے۔ جمعیۃ علماء ہند نے ملک گیر سطح پر جو خدمات انجام دی ہیں وہ بلاشبہ آزادیٔ وطن کے بعد ۵۷ برسوں تک کسی بھی دوسری مسلم تنظیم نے نہیں کیا ہے۔ فرقہ وارانہ

فسادات کے متاثرین کے لیے ہرممکن راحت رسانی، بازآبادکاری کا مثالی کام کیاہے۔انسانی حقوق کے پاسداراورکمزورطبقوں کی تعلیمی واقتصادی ترقی وفلاح کے لیے ہرممکن مفید کام کیا۔ بلاشبہ حضرت مولانا مدنیؒ کی ۸۷ سالہ دورِ حیات کا محاسبہ کیاجائے توبلامبالغہ آپ کی زندگی کےقیمتی ۵۵ سالہ دورِحیات ملک وقوم کی خدمت میں ہی گزرے ہیں۔ یہ جذبۂ ایثاروقربانی،حضرت والا کو ورثہ میں ملا تھا۔سیّدنا حضرت شیخ الاسلامؒ کی قومی وملّی سرگرمیٔ عمل انگریز سامراجیوں کی مخالفت کی پاداش میں سخت ترین قیدوبند کی اذیت ناکیوں کو بھی خودبچشم دیدملاحظہ کیا تھاجس نے سالہا سال ان صبروتحمل اورراہِ عزیمت میں استحکام واستقلال کی وہ قابلِ قدرصفت آپ میں پیدا کردی تھی۔ یہ مولانا مدنیؒ کی قائدانہ زندگی میں ایک بڑی لازمی عنصر کی حیثیت رکھتی تھی۔حضرت والا نے پرعزم مساعیٔ جمیلہ کے ذریعہ یہ سب کچھ خدمتِ نافع ملک وملت کے لیےکردکھایاہے۔

خدارحمت کندایں عاشقانِ پاک طینت را

اہلِ علم اور دانشورانِ ملک وملت پر واضح ہے کہ حضرت مولانا مدنی کی سیاست کی بنیادعدل ومساوات،تعمیر پسندانہ رجحانات،انسانیت نوازی اور شرافت پرمبنی تھی۔آپؒ ملک کے جمہوریت پسندقوتوں کےعظیم سپہ سالار تھے:

برکفے جامِ شریعت درکفِ سندانِ عشق
ہرہوسناکے نہ داند جام وسنداں باختن

حضرت مولانا مدنیؒ کے بعدعہدحاضرمیں موجودہ علمائے کرام کی صفوں میں اب ایسا کوئی مخلص قائد ورہنما ہندوپاک وغیرہ میں اُن کی جیسی قابلِ احترام وعقیدت کا حامل کوئی نظرنہیں آ تا۔حضرت مولانا مدنی جمعیۃ علماء ہند کےصدرامیرالہندفی الشرعیہ کے بعدآج پوری جماعت یتیم ہوگئی،ایک روشن آفتاب ہمیشہ کےلیےغروب ہوگیا۔

حضرت مولانا مدنی میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ملک کے حضرات علمائےکرام اوردانشورانِ ملت کوبطورخاص ایک متحدہ پلیٹ فارم پرجمع کرنے کی حضرت مولانا مدنی کی مساعی جمیلہ میں فضلِ خداوندی ہمیشہ رفیق کاررہاہے۔

فدائے ملت امیرالہنداپنی عظمت وقوتِ کار کے باعث حق وباطل کے مابین کسی طرح بھی خلط ملط کرنا ایک پل کے لیے بھی آپ کو پسندنہیں تھا۔ استقامت کی راہ میں بڑے سے بڑے جیالوں سےکبھی بھی آپ مرعوب یا خائف نہیں ہوئے۔حق سبحانہ وعزمہ اسمہٗ نے بےشمارخوبیوں سے متصف فرمایا تھا۔مسلمانوں کی فکری، اعتقادی اصلاح کے لیے پراثر تقاریر میں باشعورو باعزت قوم بننے کے لیےتعلیماتِ کتاب وسنت کی روشنی میں اعمال و اخلاق کی درستگی کے لیے بنیادی طور پرتعلیماتِ نبویہؐ کاحصول موجودہ وآئندہ نسلوں میں زیادہ سے زیادہ جذبہ وشوق ہو پرتاکید وترغیب پر زورصرف فرماتے رہے۔

حضرت مولانا مدنی نے زندگی کے ہرموڑ پرمسلمانوں کے مسائل کےحل کے لیےاپنی پرحوصلہ جدوجہد کے وہ تابندہ نقوش ثبت کیے ہیں جو تاریخِ عزیمت کاایک زرّیں باب کہے جاسکتے ہیں۔

آپ اپنی ذہنی وعملی رسائی کی اپنی مثال آپ تھے۔کتناہی اہم اورپیچیدہ مسائل ومشکلات کیوں نہ ہوں اُن کےحل تک انتہائی سرعت سے جاپہنچنے کا ہنران سے بہترکسی اور کے پاس نہ تھا۔مسلم عوام وخواص سے ہمیشہ ہرسطح پر مربوط رہنے کے ہنرمیں بھی یکتا تھے۔اس رابطہ سے سیاسی،ملّی،معاشرتی اور دینی مقاصدکی تکمیل میں بے پناہ مہارت تامہ رکھتے تھے بایں طور بڑے سے بڑا معرکہ بھی سرکرلیے۔ یہی وہ حقیقتیں ہیں جو بہت سی کامرانیوں اور شادکامیوں کی ضامن تھی۔

حضرت مولانا مدنیؒ کی زندگی میں پیدا ہونے والے تمام ہی فتنوں کے لیےمستحکم ڈھال کی سی تھی۔آپ کی ذات ستودہ صفات ایک خدارسیدہ اہل اللہ کی سحرگاہی،مخلصانہ دعائیں،تقویٰ اورسارے فتنےکبھی دب جاتے یاکبھی ختم ہوجاتے تھے:

کس کس کمال کا کوئی اب تذکرہ کرے
ان کےتو ہرکمال میں لاکھوں کمال ہیں

حضرت مولانا مدنیؒ سےخواہ کسی کواتفاق یااختلاف رہاہواس بات سے کسی کواختلاف کرنے کا چارہ نہیں تھا کہ وہ معاصرین زعماءوعلماء میں اپنے جامع صفات، پاکیزہ بلندکردار وعمل میں بےمثل تھے۔ بہترے دانشورانِ ملک وقوم کی زبان سے سنا کہ حضرت مولانا مدنی کی رحلت سے ایسامحسوس ہوتاہے کہ ملت کی سیادت وقیادت کی کوئی ایسی عظیم شخصیت اب کوئی دوسری نظروں میں نہیں آتی اس ملک کےکسی بھی خطے میں۔مسلمانوں میں جو ہمہ گیر مقبولیت وعقیدت مولانا مدنی کوحاصل ہوئی خواہ دہلی ہویا کوئی شہرہو جب کسی تحریک، احتجاج یا اجلاس ہوحضرت مولانا کی اپیل پر لاکھوں لاکھ شرق سے غرب، شمال سے جنوب تک کےعوام وخواص کا امنڈتا ہوا سمندر کی طرح انسانوں کی بھیڑجمع ہوجاتی تھی۔یہ کسی اورشخص کےبس کی بات نہیں تھی:

علم وحکمت،فہم ودانش کی اداسی دیکھ کر
چیخ اُٹھے اہلِ بصیرت الاماں والحذر

حضرت مولانا مدنیؒ کی ذاتِ گرامی ایک عہدسازشخصیت،عہدحاضر میں پورے عالم اسلام میں اپنے ہمہ جہت محاسن کرداروعمل کےاعتبار سےاگر یہ کہا جائےتومبالغہ نہ ہوگا کہ آپ پرایک صدی کا خاتمہ ہوگیا:

ہوسکے گی کیا تلافی اب غمِ مافات کی
حشر تک شاید رہے گی چشمِ ہستی اشکبار

اس دورِ ابتلا وآزمائش میں آپ کی ذاتِ گرامی قدرت کی طرف سے ملت اسلامیہ کے لیے عظیم نعمت تھی۔ بلاشبہ متعلقین کے لیے اور ملک وقوم کے لیے پوری توجہ کا مرکز اور قوتوں کا ایک گراں مایہ مستحکم عبقری ذاتِ ستودہ صفات تھی۔

آپ کی رائے بہت ہی وقیع ہوتی تھی۔ وہ رائے جو ایک آزمودہ کار اور صائب دماغ کی پیداوار ہوتی تھی جس میں ماضی و حال کے علم وعمل اور غیر معمولی دانش وفراست اور اُن کی زندگی میں ایک بیدار مغز صفت، مومنانہ بصیرت پرمبنی ہمہ گیر کیفیت ہوتی تھی:

وہ جس کے مشورے تھے کلید کشود کار
وہ چارہ گر وہ درد کا درماں گزر گیا
طوفاں ہٹاتا کیا اسے راہِ ثبات سے
قدموں کو جس کے چوم کے طوفاں گزر گیا

یوں تو اس خاکدانِ عالم میں صاحبِ علم وکمال پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں اور تا قیامت پیدا ہوتے رہیں گے لیکن حضرت مولانا مدنیؒ بفضلِ ایزدی جس خاص نوعیت کی ہمہ گیر صفات پرمشتمل انسانی عظمت وسربلندی کا تاجدار، اپنے محاسن کردار وعمل میں اپنے اسلافِ صالحین، علمائے ربانیین کے آئینہ دار تھے۔ وہ عظمتیں، وہ خصلتیں، وہ رواداریاں، وہ شفقتیں، وہ مروّتیں اور تحمل مزاجی، محامد فکر ونظر، غیر معمولی ذکی الطبع آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ پیچیدہ مسائل کی تہہ تک پہنچنے کی حیران کن تدبیر وصلاحیت سے مبداء فیاض نے خوب خوب نوازا تھا۔

سیّدنا حضرت شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ کے خلفِ اکبر کی حیثیت سے نعمتوں میں رہ کر بھی روحانی کرب اور امت کے غم میں ہمہ وقت مبتلائے اندیشہ وفکر میں رہتے تھے۔ اپنی پوری زندگی کا ایک ایک دن ملک کے خیر وفلاح وکامرانی، اتباعِ دین وشریعت اور پیرویٔ سنت کے لیے شہر شہر قصبہ قصبہ گاؤں گاؤں کے لیے سفر کرنا اور ہمیشہ پابہ رکاب رہنا ملک سے بیرون ملک تک بے پناہ صعوبتوں، نامساعد احوال میں بھی سفر کرتے رہنا علوئے ہمت، بلند حوصلہ اور راہِ عزیمت پر چلنا مولانا کا ایک معمول بن چکا تھا۔

بیرونِ ملک کے عوام وخواص اور حکومتوں نے انھیں عزت اور قدر ومنزلت کی نظروں سے دیکھا۔ ملک وبیرونِ ملک کے بے شمار اداروں کے آپ صدر اور سرپرست ورہنما تھے۔ حضرت مولانا مدنیؒ نے دعوتی وثقافتی تہذیبی اور تربیتی مقاصد کے تحت جتنے دورے بیرونِ ملک اور اندرونِ ملک کیے، قارئین کو معلوم ہے کہ کئی مرتبہ ذرائع ابلاغ میں یہ آیا کہ حضرت مدنی کی طرح زیادہ اسفار کسی بھی دینی یا دنیوی یا کسی سیاسی رہنما یا لیڈر نہیں کیے۔ موصوف سمندر کے آبِ رواں کی طرح بہنا تو جانتے تھے لیکن مقصد عظیم اور خدمت وقف والی زندگی کی راہ روی میں تھکاوٹ، گراوٹ، آرام وراحت، ٹھہراؤ، یا پڑاؤ جیسے جانتے ہی نہ تھے۔ یہی ان کی قدر ومنزلت اور عزت ووقار کا بنیادی نکتہ ہے:

یہ رتبہ ملا جس کو مل گیا
ہر اک کا یہ نصیب یہ بخت رسا کہاں

حضرت مولانا مدنیؒ کو سفر ہو یا حضر ہو نماز باجماعت پڑھنے کی عادتِ شریفہ تھی۔ قیام اللیل کی بیحد پابندی تھی۔ خواہ کتنے ہی مشاغل ہوں تھکاوٹ کے باوجود معمولات میں کوئی فرق نہیں آتا۔ انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ باطمینان ادا کرنے میں نمایاں عبرت انگیز کیفیات کے آپ حامل تھے۔ ان اوصاف کا عامل اوروں میں نہیں دیکھا۔ عالمانہ وقار، داعیانہ حکمت عملی، سیاست دانی کی سمجھ داری، مصلح کی فکرمندی، برسرِ جنگ سپہ سالارِ لشکر کا احساس وذمہ داری، مثالی عابدانہ وزاہدانہ عبادت گزار بہر سمت مقابلے کی کمال صلاحیت، چوکسی وبیداری حد درجہ قدرت نے عطا کی تھی۔ وہ کونسا دائرہ، وکونسا شعبۂ زندگی ہے جس میں حضرت مولانا کی یگانگت ابتداء ہی سے سب کے نزدیک مسمہ نہ تھی۔ ان کی فطری اہمیت وصلاحیت، جذبۂ والہانہ، خدمت قدرت کی جانب سے ملت کے لیے ایک عظیم دولت تھی۔ حضرت والا کے سینہ میں ایک چنگاری رفتہ رفتہ اس کی حدت وتیزی دور کے نامساعد احوال وکوائف سے بڑھتی ہی گئی اور آخرکار شعلۂ جوالہ بن کر ملک وبیرونِ ملک کے مسلمانوں کے خلاف اُٹھنے والے ہر فتنہ کے محاذ پر جرأت کے ساتھ ایستادہ نظر آئے آپ کی خدمات کی صورت میں ہمارے سامنے آئی۔ بالآخر ۷۸ سال کی عمر تک ناقابلِ فراموش فقید المثال کارنامے انجام دیتے ہوئے اس دنیائے فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف کوچ فرما گئے۔ لیکن ان کے تمام زرّیں نقوش تابندہ افکار وانظار تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ انشاء اللہ ساتھ ہی تحریک ولی اللہ نے اسلامیانِ ہند کو جمعیۃ علماء ہند جیسی اولوالعزم، باحوصلہ، مدبر وباشعور جماعت نے قوم وملت کی تعمیر وترقی اور فلاح سے متعلق ایسی ٹھوس نتیجہ خیز، بے مثال خدمات انجام دیں جسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی:

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

○○

عصر جدید کا چیلنج
صالح فکر و عمل بلند
نصب العلین کا داعی

جامع العلوم

سوتلا، چنگی چوکی چوپاسنی روڈ
جودھپور (راجستھان)

Photo\Jamiul Uloom Sotla-1.jpg not found.

تعارف: مغربی راجستھان تعلیمی ومعاشی اعتبار سے بہت پچھڑا ہوا ہے۔ یہاں کی مسلم آبادی کی تعلیم میدان میں حصہ داری برائے نام ہی ہے۔ مسلم قوم کی علوم دینیہ سے بے اعتنائی لاشعوری اور بے عملی کے سبب مسلم معاشرے میں غیر اسلامی رسم ورواج، مشرکانہ عقائد اور بدعت وخرافات نے جڑیں اتنی مضبوطی کے ساتھ جمادی ہیں کہ عوام کے لیے حق و باطل کی تمیز کرنا مشکل کردیا ہے۔ ایسے تشویشناک حالات سے نپٹنے کے لیے ملت کے دردمند اشخاص نے ۱۹۹۲ء میں مدرسہ **جامع العلوم** قائم کیا جو الحمد اللہ قیام سے آج تک ملت کے نونہالوں کو دینی علوم اور بقدرِ ضرورت عصری علوم کی تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے میں مصروف ہے۔

تعلیمی شعبہ جات: طلبہ، طالبات کو معیاری تعلیم دار العلوم دیوبند میں رائج درس نظامی کے مطابق ضرورتِ زمانہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے قدرِ تغیر کے ساتھ دی جاتی ہے: ● شعبۂ قرآن حفظ وتجوید ● شعبۂ اردو زبان (درجہ پنجم تک) ● شعبہ، دینیات ● شعبہ، فارسی ● شعبۂ عربی (اوّل تا سوم) ● شعبۂ عصری علوم ہندی، انگریزی، ریاضی، سائنس، سماجی علوم اور جغرافیہ (مڈل تک) ● شعبۂ انجمن اصلاح اللسان ● شعبہ لائبریری ● شعبۂ مکاتب ☆ شعبۂ دعوت وتبلیغ ● شعبۂ عربی ادب (ڈپلومہ اِن فنکشنل عربک) منظور شدہ قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان نئی دہلی۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ماں کی گود بچہ کے لیے پہلا مدرسہ ہے اس لیے ماں کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے جس کے نتیجہ میں بچہ کا مستقبل بہتر از بہتر بن سکتا ہے۔ ماں کی تعلیم کے اثرات اولاد کی زندگی میں نمایاں نظر آتے ہیں اسی ضرورت کے پیش نظر ذمہ دارانِ ادارہ نے صوبہ راجستھان میں ہندو پاک سرحد پر واقع قصبہ بڑی کھڑیں وایا گڈرا روڈ تحصیل شیو ضلع باڑمیر میں ۴۲ ربیگھا قطعہ آراضی خریدی گئی ہے جس پر جامع العلوم کی شاخ قائم کی گئی ہے۔ جس میں بچوں کے ساتھ بچیوں کی مذہبی، عصری وصنعتی تعلیم کا خاص طور سے انتظام کیا گیا ہے۔ جس کے لیے ایک محفوظ اقامتی عمارت کی اشد ضرورت ہے۔ اس لیے اہل خیر حضرات سے پرزور اپیل ہے کہ اس تعمیری فنڈ میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر ملت کی اہم ضرورت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والوں میں اپنے آپ کو شامل کر کے ثوابِ دارین حاصل کریں۔

رجسٹرڈ نمبر: 260/97-98

Ph: 0291-2751338
Mob:0-9414720367

مہتمم: مولانا اکبر علی الامینی همیرانی —— **ترجمان:** مولوی روشن علی لطیفی

ترسیل زر کا پتہ: **جامع العلوم** سُوتلا چنگی چوکی چوپاسنی روڈ جودھپور 〈راجستھان〉

مدرسہ تعلیم القرآن پراگ پورہ ضلع جے پور (راجستھان)

مدرسہ ہذا ایک نظر میں

سن قیام: ۲۰۰۲ء

بانی و مہتمم: مولانا محمد ظفر الدین امینی

● تعداد کل طلباء: ۱۲۰

● مقیم طلباء: ۵۰

معیار تعلیم:

● حفظ وناظرہ ● تجوید

● فارسی اور ابتدائی عربی

سالانہ صرف: ۵/لاکھ روپے

صرفہ تعمیرات: ۵۰/لاکھ روپے

مدرسہ تعلیم القرآن پراگ پورہ ایک ایسے علاقہ میں قائم ہے جہاں بدعات وخرافات اور ارتداد کا زور ہے۔ مدرسہ ہذا اس علاقہ میں ہدایت کی ایک کرن ہے جس کے ذریعہ جہالت و بدعت کی تاریکی سے نجات ملنے میں مدد ملے گی۔ الحمد اللہ مدرسہ ہذا کی برکت سے نہ صرف پراگ پورہ بلکہ پورے علاقہ میں علم وہدایت کی روشنی پھیل رہی ہے۔

۲۰۰۲ء میں جب یہ ادارہ قائم ہوا اس وقت تعلیم کے لیے بچوں کا ملنا ایک امر دشوار تھا جواب آہستہ آہستہ سہل ہوتا جارہا ہے۔ اس وقت اس ادارہ میں طلباء کی تعداد ایک سو سے متجاوز ہے۔ مدرسہ ہذا میں اس وقت تعمیر کی اشد ضرورت ہے جس پر تقریباً پچاس لاکھ روپے صرفہ کا تخمینہ ہے۔

ارباب جود و سخا سے درخواست ہے کہ وہ اس ادارہ کی جس طرح بھی ممکن ہو تعاون فرماکر عند اللہ ماجور ہوں۔

ضروریاتِ مدرسہ

● دار الاقامہ کی تعمیر

● درسگاہوں کی تعمیر

● مسجد کی تعمیر

● کتب خانہ کی تعمیر

● مہمان خانہ کی تعمیر

● کتب کی فراہمی

الداعیان (مہتمم) مولانا محمد ظفر الدین امینی ☆ (ناظم تعلیمات) مولانا عبد الحنان امینی

مدرسہ تعلیم القرآن پراگ پورہ، ضلع جے پور-۳۰۳۱۰۷ (راجستھان)

Mob: 0-9252240576
Mob:0-9214504848

مظلوم ہندوستانی مسلمانوں کا ترجمان

خورشید عالم داؤد قاسمی
مرکز اسلامی ایجوکیشن اینڈ ریسرچ سینٹر، انکلیشور، بھروچ، گجرات

بروز سوموار ۳؍جنوری ۲۰۰۶ء کو، بندہ ایک طویل اور لمبے سفر کے لیے روانہ ہوا، بنصرت خداوندی خیریت وعافیت کے ساتھ منزلِ مقصود پر پہنچ کر، اپنی مشغولیات میں مصروف ہوگیا۔ بروز دوشنبہ ۶؍فروری ۲۰۰۶ء کو بہ وقت عشاء، کچھ احباب و متعلقین سے ملاقات کرکے اپنی عارضی آرام گاہ پر قدم رنجہ ہوا، تو اچانک ایک دوست نے یہ اطلاع دی کہ ابھی باطل قوت کے خلاف شمشیر بے نیام، سرگرم دینی وملّی رہنما، فہم وفراست اور قوت عمل کا حامل، حسین احمد مدنیؒ کا جانشین اور ان کے مجاہدانہ کارناموں کا عکس جمیل، ہندی مسلمانوں کی سب سے بڑی نمائندہ تنظیم جمعیۃ علماء ہند کا صدر، دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کا معزز رکن، سینکڑوں مدارس و جامعات کا سرپرست ونگراں اور مشہور ومعروف عالم دین، شیخ طریقت، فدائے ملت، امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کچھ دیر پہلے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ جوں یہ خبر پردہ سماعت سے ٹکرائی، احقر حواس باختہ وجگر سوختہ ہوگیا اور بمشکل خشک زبان سے ادا ہوسکا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، لیکن موت ایسی حقیقت ہے جس کے پنجہ خونی سے جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلاصی نہیں تو پھر کون بچ سکتا ہے، ارشاد ربانی ہے: **وما محمّد الا رسول، قد خلت من قبله الرسل، افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم** (آل عمران: ۱۴۴) چنانچہ امیر الہند جیسے بیدار مغز، اولوالعزم، نباض امت، صالح طبیعت اور خطیب ونقیب کو بھی اس دارفانی سے دار جاودانی کا سفر کرنا پڑا، ہم، ہمارے اور آپ کے درمیان جو بھی ہے اسے بھی ایک دن جانا ہوگا۔ کیا ہی خوب شاعر نے کہا ہے:

یا صاحبی لا تغتر بتنعم
فالعمر ینفدُ وَ النعیم یزول
اذا حملت علی القبور جنازۃ
فاعلم بانک بعدھا محمول

یوں تو آپ کا خاندانی وطن اُتر پردیش کے ضلع فیض آباد میں واقع قصبہ ٹانڈہ ہے جو ''مقام ایودھیا'' اور بابری مسجد کی وجہ سے مشہور ومعروف ہے لیکن آپ کے والد ماجد شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، دارالعلوم کے سابق شیخ الحدیث اور بے مثال مجاہد آزادی نے دیوبند جو اپنے بہت سارے دینی، ملّی، اصلاحی، تہذیبی، جہادی، علمی وفنی انقلابوں کی علم برداری کے باعث عالمی شہرت کا حامل شہر ہے کو اپنا وطن ثانی بنالیا، لہٰذا آپ کی ولادت دیوبند میں ہی بہ روز جمعہ ۲۷؍اپریل ۱۹۲۸ء– موافق ۷؍دسمبر ۱۳۴۶ھ کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے گھر میں اپنے والد صاحبؒ سے پانے کے بعد، آپ نے ایشیا کی عظیم الشان یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اپنے والد محترم سے ہی ''بخاری شریف'' وغیرہ پڑھی اور ۱۹۴۷ء میں فضیلت حاصل کی۔

آپ دارالعلوم سے فراغت کے بعد، مدینہ طیبہ تشریف لے گئے، وہاں تقریباً پانچ سال مقیم رہ کر پھر ہندوستان ہی کی طرف رُخ کیا اور لوٹ آئے، دارالعلوم میں مدرسی قبول کرلی اور ۱۹۵۰ء تا ۱۹۶۲ء ایک معلم واستاذ کی حیثیت سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں۔ جو شخص قوم وملت کے لیے دل دردمند رکھتا ہو، وہ کسی ایک جگہ میں قید و بند ہوکر کیسے رہ سکتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مدرسی کے ساتھ دوسری مشغولیات و خدمات بہت حد تک مشکل ہوجاتی ہیں، لہٰذا آپ دارالعلوم کے تدریسی سلسلہ سے مستعفی ہوکر امت کی خدمت کے لیے ''جمعیۃ علماء ہند'' کے پلیٹ فارم سے میدانِ عمل میں اُتر گئے۔

آپ نے ۱۹۶۳ء میں جمعیۃ علماء یوپی کی صدارت کی باگ وڈور سنبھالی، اس عہدے پر رہتے ہوئے نیک نیتی سے بحسن وخوبی قوم وملت کی خدمت کی۔ پھر اراکین ''جمعیۃ'' نے آپ کی اولوالعزمی اور فکری بالیدگی کو دیکھ کر اگست ۱۹۶۳ء میں تنظیم کے کل ہند جنرل سکریٹری کی ذمہ داری سپرد کردی۔ آپ نے اس عہدہ پر ۱۹۷۳ء (دس سال) تک پوری تندہی اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اپنی مفوضہ ذمہ داری نبھائی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحبؒ (شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند) کی وفات کے بعد باتفاق رائے ''جمعیۃ علماء ہند'' کے عہدہ جلیلہ (صدارت) پر فائز ہوئے اور اپنی حیات کے آخری لمحہ تک اس منصب پر رہ کر جمعیۃ کی عزت ووقار کو برقرار رکھا۔ جمعیۃ کے پلیٹ فارم سے آپ نے جو عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ان میں سے بعض کی جھلک ذیل کی سطور میں پیش کی جارہی ہے۔

جب پاکستان حکومت نے فرقہ قادیانیت کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا، تو مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین اور چیلوں نے ہندوستان کا رُخ کیا، فتنۂ قادیانیت کی دعوت وتبلیغ زور وشور سے شروع کردی، سیدھے سادے، بھولے بھالے اور سادہ لوح مسلمانوں کو مال وزر کا لالچ دے کر اور عقیدۂ ختم نبوت کی غلط تشریح وتوضیح کرکے کفر وارتداد کی ہوا چلادی۔ ایسے نازک وقت میں حضرت امیر الہندؒ کیسے سکوت وخاموشی اختیار کرسکتے تھے، چنانچہ ۲۰؍جون ۱۹۹۸ء کو جعفر آباد، دہلی کی وسیع وعریض عیدگاہ میں، ایک عظیم الشان اجلاس بہ عنوان ''دوسری تحفظ ختم نبوت کانفرنس'' منعقد کی اور کھلے لفظوں میں قادیانیت کی تکفیر کا اعلان کرکے اپنی غیرت کا ثبوت دیا۔ اس اجلاس کی تیاری کے لیے ''جمعیۃ علماء ہند'' کے کارندوں،

نمائندوں اور ذمہ داروں کو مسلسل ایک مہینہ تک متعدد اسفار کرواکے، کئی مسجدوں میں خطبات و بیانات کے ذریعے لوگوں کو اس فتنہ سے پیشگی آگاہ کیا گیا اور اجلاس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ پھر وقت معینہ پر اجلاس منعقد کیا گیا۔ اس محنت اور کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ اجلاس کے دن تمام عاشقان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور شیدائیان شریعت محمد یہ دیوانہ وار آ کر ''فتنہ قادیانیت'' کے مکروفریب، ریشہ دوانی اور عقیدہ ختم نبوت پر ڈاکہ زنی کی حقیقت سے واقف ہوئے اور ضال و مغضوب فرقہ سے اپنی شدید نفرت و بغض کا اظہار کیا۔ اس اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے حضرت امیرالہندؒ نے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا تھا:

''سامعین گرامی قدر! اس وضاحت (قرآن کریم کی آیت اور عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے مضبوط و مستحکم دلائل مراد ہیں جو اوپر کے پیراگراف میں مذکور ہیں) سے صاف معلوم ہوگیا کہ مسلمان ہونے کے لیے محض کلمہ طیبہ زبان سے پڑھنا کافی نہیں ہے۔ بلکہ تمام ایمانیات پر یقین رکھنا لازم ہے۔ آج قادیانی جماعت کے لوگ تمام مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے زبانی طور پر کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں، اپنی دکانوں، اپنی نشست گاہوں وغیرہ پر کلمہ کا اسٹیکر لگا کر اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔ اور علماء کا شکوہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''دیکھئے کلمہ پڑھنے کے باوجود ہمیں دائرہ اسلام سے خارج کیا جارہا ہے'' اس لیے یہ بات ہر مسلمان کو معلوم ہوجانی چاہیے کہ آدمی کا کلمہ طیبہ: ''لاالہ الا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ'' پڑھ لینا اس وقت تک مفید نہیں ہوسکتا، جب تک کے کلمہ کے تقاضوں کو قبول نہ کرے اور ان تقاضوں میں سے ایک اہم ترین تقاضہ یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت بلاکسی تاویل وتوجیہ کے قبول کی جائے۔ عقیدہ ختم نبوت کو تسلیم کیے بغیر کلمہ پڑھنا بے سود ہے۔''

اس کے بعد آپ نے خطبہ میں عقیدہ ختم نبوت کے جزو ایمان ہونے پر قوی اور ٹھوس دلائل پیش کیے ہیں، پھر علامہ اقبال کی تحریر کا ایک اقتباس پیش کیا اور قادیانیوں کی تکفیر کا اعلان کرتے ہوئے علماء اسلام مثلاً: مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، شیخ الہندؒ، حضرت تھانویؒ، علامہ کشمیریؒ، مفتی عزیز الرحمٰنؒ، مفتی کفایت اللہؒ، شیخ الاسلام حسین احمد مدنی، محدث اعظمؒ، اور حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ وغیرہم کے اقوال وفتاوے نقل کیے ہیں اور مزید ''المجمع الفقہی'' سعودی کا فتویٰ بھی نقل کیا ہے پورا خطبۂ صدارت عقیدہ ختم نبوت کے موضوع پر اچھے خاصے علمی مواد پر مشتمل ہے۔

جب آیت اللہ روح اللہ خمینی (متوفی ۱۹۸۹ء) ۱۹۷۹ء میں ایران کی ''پہلوی'' سلطنت کا تختہ پلٹ کر اقتدار پر قابض ہوا اور ۱۹۷۹ء میں اسلامی انقلاب اور حکومت اسلامیہ کے نام پر ایک ہنگامی کیفیت برپا کردی۔ رسائل و پمفلیٹس، مضامین و مقالات اور تقاریر وخطبات اس کی حمایت میں پیش کئے جانے لگے، صحیح العقیدہ سنی مسلم نوجوان حلقے میں غیر معمولی عقیدت و شیفتگی کے جذبات اُبھرنے لگے اور اس نام نہاد اسلامی، بلکہ ایرانی انقلاب ہی کو سب کچھ سمجھا جانے لگا، جو حقیقت میں ضال ومضل، فاسق و فاجر، زائغ ومزیغ اور نہایت ہی بداخلاق و بدکردار شخصیت آیت اللہ روح اللہ خمینی کی، اسلام اور شریعت محمدیہ کو مسخ کرنے، قرآن وحدیث سے لوگوں کا اعتماد اُٹھانے اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ بدعقیدگی بدگمانی پیدا کرنے کی زبردست سوچی سمجھی سازش تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک ایسا وقت آیا کہ خمینی کے ڈیڑھ لاکھ رضا کاروں نے مطابق: ۳۱؍جولائی ۱۹۸۷ء- موافق ۶؍ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ کو عین حج کے موقع پر حرم شریف کے تقدس کو پامال کیا اور مکہ مکرمہ میں سنگین خون ریز جرائم کا ارتکاب کیا۔ اس وقت مولانا مدنیؒ نے اپنی دینی حمیت کا ثبوت دیتے ہوئے مسلمانان ہند کی آبرو دارالعلوم دیوبند سے امام خمینی کی تکفیر کا فتویٰ صادر کروایا اور بہ مطابق: ۸؍نومبر ۱۹۸۷ء کو ہندوستان کی سلطنت دہلی کے سپرو ہاؤس میں ایک کامیاب اجلاس تحفظ حرم کانفرنس کا انعقاد کیا، تاکہ لوگوں کو اور خاص کر نوجوان طبقہ کو امام خمینی کی غلط نیت اور حرم شریف میں کی جانے والی بدتمیزی سے واقف کیا جاسکے۔ اجلاس کی ابتداء وافتتاح امام حرم نے کیا تھا۔ امیرالہند نے حرم شریف میں ہونے والی قتل وغارت گری کو ایرانی حکومت کی سازش قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''اس سال حج کے موقع پر حرم مکہ میں جو حادثہ پیش آیا وہ کوئی ''تہران'' میں تیار کی گئی سازش کا نتیجہ ہے۔ اب یہ بات قطعی طور پر پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ایران نے مکمل تیاری کے ساتھ، ہزاروں تعداد میں تربیت یافتہ سپاہی اور فوجی حرمین میں قتل وغارت گری مچانے کے لیے بھیجے تھے۔ دنیا کے بہت سے اخبارات میں یہ خبریں شائع ہوئی تھیں کہ خمینی کے بیٹے احمد نے سوئزرلینڈ میں، اسرائیل کے بعض ذمہ داروں سے ملاقات کی تھی اور اسی ملاقات میں یہ منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ ایران کی موجودہ روش اور سیاست کے پیش نظر اس کو بعید از قیاس اور خارج از امکان قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ مصدقہ اطلاعات اور ذمہ دارانہ شہادتوں کے بموجب، جب ایرانی فوج کے پاس بڑی تعداد میں اسرائیلی اسلحہ ہے تو یہ ممکن نہیں کہ اسرائیل یہ ہتھیار بلا قیمت اور بلاشرط ایران کو مہیا کردے۔''

آج جو کچھ ایران، امریکہ اور اسرائیل کے حوالے سے سننے کو مل رہا ہے، اس سے یہ ہرگز قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ مندرجہ بالا عبارت میں کسی طرح کا کوئی شک و شبہ ہے۔ ان دنوں ایرانی صدر محمود احمدی نژاد، امریکی صدر بش، امریکی وزیر خارجہ کونڈالیزرائس اور اسرائیلی حکمراں کی جو بیان بازی سنائی دے رہی ہے، یہ سب سیاسی عروج و زوال کی علامت ہے اور دوسری طرف ایران کو ایٹمی توانائی کے حصول کے بہت قریب دیکھ کر انسانیت کے دشمن جارج ڈبلیو بش کے عمل پر ایرانی صدر احمدی نژاد کا ردِ عمل ہے، نہیں تو ماضی میں ایسا وقت بھی گزرا ہے کہ اندرونی طور پر ایران واسرائیل بہت قریب تھے۔

دارالعلوم دیوبند کا ہدف ومقصد، اس کے یوم تاسیس سے ہی مسلمان بچوں کو زیور علم سے آراستہ کرنا، جہالت گمراہی کی تاریکی کو علم ومعرفت کی روشنی سے ختم کرنا، محبانِ وطن کو پیدا کرنا، علماء وعوام کو باہم مربوط کرنا، بدعت کا خاتمہ اور سنت کی ترویج کرنا، اسلام مخالف فرقوں کی سرکوبی کرنا، حق کی بلندی کے لیے پوری قوت و توانائی صرف کرنا اور باطل قوتوں کے خاتمہ کے لیے سر پر کفن باندھ کر میدان کارزار میں کھڑا ہوجانا ہے۔ چنانچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی، فتنۂ عیسائیت جو اسلام

کی بیخ کنی اور مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے برگشتہ کرنے کے لیے سرگرم عمل ہے، اس کی ارتدادی مہم کے خاتمے کے لیے دارالعلوم نے مسجد رشید کی بالائی منزل کے شمالی ہال میں، ایک دوروزہ تربیتی کیمپ بہ تاریخ ۴-۵/۷/۲۰۰۱ء کو منعقد کیا۔ اس کیمپ میں امیر الہندؒ کو بھی مدعو کیا گیا تھا، مگر قلت وقت اور کثرت مشاغل اور شدید امراض کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے لیکن آپ نے جو بصیرت افروز تحریری خطاب بھیجا تھا، اس میں بنگلہ دیش میں عیسائیت کی صورتِ حال، عیسائی تنظیموں کی کارکردگی اور فریب دہی وغیرہ کے تعلّق سے ایک تحقیقی تحریر تھی جس کا ایک حصّہ ملاحظہ ہو:

''ہم آپ کے علم میں لانا چاہتے ہیں کہ موجودہ دور میں عیسائی مشنریاں، انگلش میڈیم اسکول، کالج، ہسپتال، عورتوں کی سماجی تنظیمیں بنا کر، نیز غلہ پیسہ دے کر اور چھوٹی صنعتیں قائم کر کے عیسائیت کے فرغ کے لیے کام کر رہی ہیں، تعلیم کے نام پر غریب اور معاشی طور پر کمزور لوگوں کو اپنے دین کے رنگ میں رنگ دیتے ہیں۔ عام طور پر یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ عیسائی مشنریاں اسکول قائم کر کے ناخواندگی کو دُور کرنے میں بڑی معاون ثابت ہو رہی ہیں، لیکن درحقیقت تعلیم کا فروغ قطعاً مقصود نہیں ہے، بلکہ عیسائیت کی ترویج واشاعت مقصود ہے۔ اگر تعلیم ہی مقصود ہے تو مسلمانوں کی طرف سے قائم کیے جانے والے مسلم انگلش میڈیم اسکولوں کی مخالفت عیسائی مشنریاں کیوں کر رہی ہیں۔''

حضرت فدائے ملتؒ ہمیشہ باطل قوتوں کی سرکوبی کے لیے شمشیر بے نیام رہے، خواہ وہ اسلام اور شریعت محمدیہ کے خلاف ہو یا قوم وملت کے اور سماج و معاشرہ سے متعلق ہو، جیسے تحفظ ختم نبوت، تحفظ سنت، تحفظ حرم، تحفظ شریعت، تحفظ آئین حقوق، سیاہ بل، یکساں سول کوڈ، مسلمانوں کی شہریت، قضیہ بابری مسجد، مسئلہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، اوقاف کی نگہبانی وحفاظت یا پھر فرقہ پرستوں کی طرف سے، مسلمانوں کے خلاف فساد اور اس موقع سے مسلمانوں کا جانی و مالی نقصان جیسے، میرٹھ، مرادآباد، راوڑکیلا، گودھرا، احمدآباد، بڑودہ اور اندور یہ ایسے مواقع تھے کہ ہر کوئی اپنے جان و مال اور تجارت کی فکر میں سرگرداں تھا، لیکن حضرت نے آگ و خون کی ہولی میں قدم ڈال کر اور اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر فساد زدہ علاقوں کا دورہ کیا، مظلومین و متاثرین کی دادرسی کی، ہر ممکن تعاون کی یقین دہانی کرائی، ریلیف کیمپ قائم کر کے مدد ونصرت کا انتظام وانصرام کیا، بازآبادکاری کی پوری کوشش کی، برسراقتدار حکومت، اس کے کارندوں اور نمائندوں کی نااہلی کو بروقت ثابت کر دیا۔

صوبہ گجرات جو اپنی شاندار روایات اور مال وزر کی وجہ سے پورے ہندوستان میں مشہور ہے۔ مگر کچھ دنوں سے کسی بدنظر کی نظر لگ گئی ہے کہ کبھی سماوی آفات اور کبھی فرقہ وارانہ فسادات کی نذر ہو رہا ہے۔ گودھرا میں ۲۶/فروری ۲۰۰۲ء کو، حادثہ ''سابرمتی اکسپریس'' کے بعد فرقہ پرستوں نے جو آگ و خون کی ہولی شروع کر دی، بوڑھے، بچے، جوان، مرد و عورت سب کو ایک صف میں کھڑا کر دیا، قتل و غارت گری کی گئی، لوگوں کو زندہ جلایا گیا، عصمت دری اور آبروریزی کی ذلیل حرکت کا بھی ارتکاب کیا گیا، ظلم وجور اور حیوانیت و بربریت کی انتہا کرتے ہوئے بلوائیوں نے حاملہ عورت کے پیٹ سے بچہ نکال کر نیزہ پر لٹکا دیا۔ مکاتب ومدارس اور مساجد وخانقاہ میں آگ لگائی گئی، قرآن کریم کو نذر آتش کیا گیا مکانوں اور گھروں کو برباد کیا گیا اور دُکانوں اور اسٹوروں کو لوٹا گیا۔ جو لوگ دوسرے کے پیٹ بھرتے تھے انھیں در در ٹھوکر کھانے پر مجبور کیا گیا۔ یہ پورا کھیل وڈرامہ ہوتا رہا اور صوبائی ومرکزی حکومت ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہی، بلکہ اس وقت کی مرکزی حکومت نے تو اپنی گندی ذہنیت کا ثبوت دیتے ہوئے اسے ایک عمل کا ردِعمل قرار دیا جس نے ہندوستان کی سیاسی تاریخ کو گندہ اور پراگندہ بنا دیا۔ مولانا مدنی نے اس موقع سے مظلومین ومتاثرین کی حالت سے واقف ہونے کے لیے جمعیۃ کے وفد کو بھیجا، مدد ونصرت کے لیے ریلیف کیمپ لگوائے، جمعیۃ کے ہی پلیٹ فارم سے باز آبادکاری کی غرض سے درجنوں کالونیاں بنوائی گئیں، سیکڑوں مکانات تعمیر کروائے گئے اور اجڑے دیار والوں کو ان میں بسایا گیا۔ بہت سی مساجد اور مدارس (جنھیں بلوائیوں نے تباہ و برباد کر دیا تھا) باز آبادکرایا گیا اس طرح اہل گجرات کی حتی الوسع مدد کی گئی دلاسہ دلایا گیا اور انھیں احساس دلایا گیا کہ اگر حکومت مردہ ضمیر ہو چکی ہے تو کوئی بات نہیں، دنیا میں ابھی بہت سے انسانیت نواز وزندہ دل موجود ہیں۔ اس مثالی باز آبادکاری سے حکومت شرمسار ہو گئی کہ جسے حکومت نہیں کر سکی اسے ایک غیر سرکاری تنظیم اور اس کا قائد نے کر دکھایا۔

جب بھی قوم وملت اور ملک ووطن نے جیسی ضرورت محسوس کی، امیر الہند اس کے لیے حاضر ہو گئے اور اس میں ایک ایسا مثالی رول ادا کیا کہ سب کے لیے نمونہ بن گئے: چاہے وہ ضرورت علمی واصلاحی ہو یا سماجی وسیاسی، جلسے جلوس کی شکل میں ہو یا سفر وحضر کی صورت میں۔ انھوں نے اپنی عمر عزیز کے باضابطہ ۱۸/سال سیاسی طور پر قوم کی حاجت میں صرف کیے وہ تین ٹرمس (۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۰ء تا ۱۹۸۶ء اور ۱۹۸۸ء تا ۱۹۹۴ء) ملک کی برسراقتدار اور جنگ آزادی میں حصّہ لینے والی کانگریس پارٹی کی طرف سے ''ایوان بالا'' کے رُکن نامزد کیے گئے۔ آپ نے اس عہدہ پر رہتے ہوئے اس کے منافع فوائد اور مراعات کو صرف اپنی ذاتی ضرورت کے لیے استعمال نہیں کیا، بلکہ ''راجیہ سبھا'' کی کرسی سے ہمیشہ اقلیتوں اور بالخصوص مظلوم ہندوستانی مسلمانوں کے حقوق کی بازیابی کی جنگ لڑتے رہے، ضرورت پڑنے پر حکومت وقت کو سلیقہ مندی اور خردمندی کے ساتھ للکارا اور کبھی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں بھی کیں۔ جب بھی مسلم اقلیت کو کسی نے بدنام کرنے کی کوشش کی اسے بھرپور اور تشفی بخش جواب دیا اور سامنے والے کو سرتسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا، جبکہ بہت سے لوگ ایسے مناصب پر فائز ہونے کے بعد، یکسر قوم وملت کو فراموش کر دیتے ہیں اور ان کی زبان میں تالا لگ جاتا ہے، لیکن آپ نے بے باکی کے ساتھ اپنے حق کا استعمال کیا اور کسی کا دباؤ قبول نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک وہ پارلیمنٹ میں رہے، مولانا حفظ الرحمٰنؒ کی یاد تازہ کرادی۔ آپ بروقت جبری نس بندی، متبنی بل، تعدد ازدواج بل، نکاح رجسٹریشن بل اور پولیس وفوج میں مسلمانوں کی داڑھی کا مسئلہ وغیرہ جیسے مسائل کے خلاف ہمیشہ

صدائے احتجاج بلند کی۔ ستمبر ۱۹۶۹ء میں بڑودہ اور احمد آباد میں ہونے والے ہولناک فسادات کے بعد ۱۹؍نومبر ۱۹۶۹ء کو، آپ نے ولولہ انگیز اور جوشیلی تقریر سے اراکین پارلیمنٹ کوسکتہ میں ڈال دیا اور ہندوستانی مسلمانوں کو بُرا بھلا کہنے والوں کے منہ میں تالا لگاتے ہوئے فرمایا:

’’میں ملک کی اس جماعت اور سے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں جس نے ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں عظیم الشان قربانیاں دی ہیں اور ہندوستان کی تقسیم کے خلاف تحریک میں حصّہ لیا ہے اور مجھے یہ ناپسند ہے کہ پاکستان ہمارے معاملات میں شرارت کرے، ہمارے اندر اتنی صلاحیت ہے کہ ہم اپنے معاملات سلجھا سکیں، یہیں پر پوری صفائی کے ساتھ میں یہ بات بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ بات بالکل ناپسندیدہ اور شرانگیز ہے کہ جب ظلم و ناانصافی کی بات آئے، مسلمانوں کی تباہی و غارت گری کی بات آئے اس کا رشتہ پاکستان یا کسی بیرونی طاقت سے جوڑنے کی کوشش کی جائے، یہ ہندوستانی مسلمانوں کی توہین ہے، عزت و وقار کی تذلیل ہے اور مظلومیت کے خلاف ایک منصوبہ بند سازش ہے، پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے اور ابھی اندور میں ایسا ہوا اور احمد آباد میں بار ہا اس کا اعادہ ہوا ہے اور کیا گیا۔ میں مسلمانوں کی اس توہین کے خلاف سخت احتجاج کرتا ہوں۔‘‘

مولانا مدنیؒ کی زندگی کا ایک اہم پہلو ’’خانقاہی سلسلہ‘‘ بھی تھا۔ شیخ الاسلامؒ کی وفات کے بعد ان کے مریدین ومعتقدین او منتسبین ومسترشدین نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ اُٹھا لیا، دیدہ ودل فرش راہ کیے اور آپ پورے طور پر اس کے مستحق بھی تھے۔ آپ نے ان کے استقبال کا خوب احترام کیا، بلکہ قلت وقت وکثرت مشاغل اور یکے بعد دیگرے اسفاری سلسلے ہونے کے باوجود، مسلمانانِ ہند و بیرون ہند کو، دامن اصلاح وتزکیہ سے وابستہ کیے رہے۔ ان کے درمیان ایک شیخ طریقت اور مرشد کامل کی حیثیت سے اپنے قیمتی اوقات صرف کیے۔ آپ سال کے ۱۱؍مہینے بغیر کسی پابندی کے کہیں بھی گزارتے، لیکن رمضان کا پورا مہینہ پابندی کے ساتھ دیوبند میں ہی گزارتے اور رمضان کا حق ادا کر دیتے۔ رمضان کے مہینے میں ایک زمانہ تک مدنی مسجد میں اپنی خانقاہ لگاتے رہے، پھر مریدین کی کثرت کی وجہ سے، دارالعلوم کی حسین وجمیل وسیع وعریض اور فلک بوس مسجد رشید کے تہہ خانہ میں یہ سلسلہ اپنی حیات مبارکہ کے آخری سال تک جاری رکھا۔ رمضان کا مہینہ جوں ہی آتا، آپ کے قرب وجوار اور دور دراز کے تمام مریدین حاضر ہو جاتے، مسجد رشید میں اعتکاف کرتے اور آپ کی ذات سے خوب استفادہ کرتے۔ ذکر واذکار، نوافل وتلاوت اور لوگوں کی آمدورفت کی وجہ سے مسجد گونجتی رہتی، اس کا حسن دوبالا ہو جاتا اور ایسا محسوس ہوتا کہ کوئی بہت بڑا اجلاس وکانفرنس منعقد ہونے جا رہی ہو۔ آپ نے اپنی تمام مشغولیات کے باوجود اعتکاف کبھی ناغہ نہیں ہونے دیا، حتی کہ سال رواں اتنی نقاہت وضعف کی صورت میں بھی اعتکاف کیا۔ مولانا کے یہاں ذکر واذکار اور بیعت وارشاد کا سلسلہ ماہ رمضان کے علاوہ میں بھی جاری رہتا۔ آپ کے نوتعمیر شدہ مہمان خانہ: الزاویۃ المدنیہ (مدنی خانقاہ) میں مریدین صبح و شام تسبیح وتلاوت میں مشغول رہتے۔ امیر الہند نے اس شکوک وشبہات اور دہریت والحاد کے دور میں، خانقاہ کے ذریعے جتنے لوگوں کی اصلاح کا کام کیا وہ بہت کم لوگوں کے حصہ میں آتا ہے۔

فدائے ملّتؒ اپنی عمر کی ۷۸؍بہاریں دیکھ چکے تھے، حقیقت یہ ہے کہ اتنی عمر میں انسان زندگی کے مقابلے میں موت سے زیادہ قریب ہوتا ہے، چنانچہ اس بڑی عمر میں وفات کوئی اچانک حادثہ نہیں سمجھا جاتا ہے، بلکہ بڑی عمر کا طبعی نتیجہ سمجھا جاتا ہے، لیکن حضرت کی وفات ان کے عظیم کارناموں کی وجہ سے لوگوں کے لیے خسرانِ عظیم ہے۔ آپ عید کی نماز کے بعد طبّی معائنہ کے لیے اپولو اسپتال، دہلی تشریف لے گئے، ڈاکٹر کے اطمینان دلانے پر ۵؍نومبر کو دیوبند آئے اور نماز کے لیے مسجد جا رہے تھے کہ دروازے پر وہیل چیر سے گر گئے، سر میں چوٹ آئی فالج کا اثر ہوا اور بے ہوش ہوگئے۔ آپ کے برادران اور صاحب زادہ محمود مدنی، آپ کو لے کر ’’اپولو، دہلی‘‘ پہنچے، اسپتال کے خصوصی نگہداشت والے یونٹ میں رکھا گیا، وزیر اعظم کی تشکیل کردہ اپولو اور آل انڈیا میڈیکل کے ڈاکٹروں کی ٹیم نے علاج شروع کر دیا، سر کا دومرتبہ آپریشن ہوا جو کامیاب رہا، روبصحت ہونے لگے اور دل ودماغ نے کام کرنا شروع کر دیا، لیکن پھر ’’کوما‘‘ میں چلے گئے اور دوبارہ ہوش نہیں آیا۔ اس طرح تین ماہ پانچ دن، موت کی کشمکش سے دو چار ہونے کے بعد بہ روز سوموار ۶؍فروری ۲۰۰۶ء/۷محرم ۱۴۲۷ھ کی شام کو، یہ متحرک وفعال قائد، روحانیت وعزیمت کا کوہ ہمالیہ، خلوص وللّٰہیت کا پیکر، شیخ طریقت اور جرأت و بسالت کا آفتاب عالم جو دیوبند میں طلوع ہوا نئی دہلی کے اُفق میں غروب ہو کر، مزار قاسمی میں اپنے والدؒ کے جوار میں دفن کر دیا گیا۔

مندرجہ بالاسطور میں، حضرت امیر الہندؒ کے تعلّق سے جو کچھ جذبات و احساسات اور ان کے کارناموں کو تحریری جامہ پہنایا گیا ہے، وہ برائے نام ہے، نہیں تو ان کی علمی، اصلاحی وسیاسی خدمات اور ان کی زندگی کے تمام گوشوں کے بحرِ بےکراں کو سمونے کے لیے دفاتر اور سفینے چاہئیں جو انشاء اللہ ’’سوانح حیات‘‘ کی صورت میں آئیں گے۔ انھوں نے دنیا میں رہتے ہوئے جو کچھ بھی کمالات و کارنامے، اپنی خصوصیات وامتیازات کی وجہ سے پیش کیے، لوگوں کو فائدہ پہنچایا اور افراد امت نے جوان سے فائدہ اٹھایا، اب ان کی وفات کے بعد وہ سلسلہ ختم ہوگیا، جس کا احساس ایک عرصہ دراز تک رہے گا، بایں وجہ ان کی وفات کو ایک حادثہ فاجعہ اور سانحہ عظمیہ سے یاد کیا جائے گا۔ ان کی خدمات وکارناموں کا اصل بدلہ تو روز مکافات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے گا، جن کی خوشنودی ورضا کے لیے انھوں نے یہ سب کچھ کیا، احقر نے یہ چند سطور ان کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے رقم کی ہیں جسے عباسی شاعر ابن معتز کے شعر میں قدرے ترمیم کرکے ان کی روح سے معذرت کے ساتھ ختم کر رہا ہوں:

قد ذهب الناس ومات الكمال
وصاح صرف الدهر أين الرجال
هذا أسعد المديني في نعشه
قوموا انظروا كيف تسير الجبال

تو جہاں میں اوجِ رفعت کی نشانی بن گیا

مفتی اشفاق احمد قاسمی
استاذ مدرسہ عربیہ امدادیہ مراد آباد

اس خاکدانِ ارضی میں خالقِ کائنات نے روزِ اوّل سے بعض ایسی عظیم شخصیتوں کو وجود بخشا جو عالم اسلام کے لیے گراں قدر، قابلِ فخر و بے مثال ثابت ہوئی، جن کی اصلاحی تحریکات نے بیک وقت مسلمانوں کی دینی، ملّی سماجی، وسیاسی تمام شعبوں میں مسلمانوں کی مکمل رہنمائی کی ہے۔ ان ہی عظیم الشان شخصیتوں میں ایک عبقری و انمول شخصیت عالم ربانی، پیرومرشد صاحبِ ورع وتقوے سے متصف بزرگ حضرت امیر الہند فدائے ملتؒ کی ذات گرامی ہے کہ خلاقِ عالم نے آپ کے فانوسِ دماغ کو عقل ودانش کے چراغ سے روشن کیا اور آپ کے قلب کو حقیقت سے آشنا اور ذہن کو فلک پیما بنایا اس لیے آپ کی فکری سیر کا آغاز عالمی ہوا اور صالح افکار وخیالات، متانت وسنجیدگی باوقار زندگی اور دیانت وذکاوت کا ممتاز و نیک نام ہے۔ بچپن سے جب جوانی کے میدان میں قدم رکھا تو ہندستان سے لے کر افریقہ ویورپ کی سرزمین تک کو ناپ ڈالا اس لیے آپ کی ذاتِ گرامی ملک و بیرونِ ملک میں محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ شکل وصورت کے لحاظ سے نہایت حسین و خوبصورت، باوقار، ہنس مکھ، ملنسار، ذکی وذہین اور فراست المومنین میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ نیک طبیعت، صابر اور خوددار تھے۔ سنجیدگی اور متانت کے گویا پتلے تھے۔ آپ عالم باعمل اور صاحبِ نسبت ولی کامل تھے۔ آپ کو عوام وخواص میں جو عظمت اور مقبولیت حاصل تھی وہ اللہ تعالیٰ کا ایک خصوصی انعام تھا۔ آپ نہایت پروقار، بردبار اور خوش اخلاق تھے۔ سچائی، امانت داری، ادب، تعظیم گویا آپ کی گھٹی میں پڑی تھیں۔ قدرت کے ہاتھوں نے تمام اچھی باتوں کی گویا ایک تصویر بنائی تھی۔ خالق حکمت نے آپ کو ایسی حکمت وبصیرت عطا فرمائی تھی کہ عوام و خواص کے دینی، ملّی، سماجی، سیاسی، مشکل مسائل، منٹوں میں حل فرمادیتے تھے۔ یادداشت بڑی قوی اور پختہ تھی کہ کسی شخص کو ایک مرتبہ دیکھنے کے بعد بھولتے نہیں تھے۔ آپ مجلس میں خاموش اور اوراد ووظائف میں مشغول نظر آتے تھے اور حسب موقع بہت مفید وقیمتی گفتگو فرماتے تھے۔ آپ کی زندگی بہترین اخلاق کا خزانہ تھی۔ اخلاق ہی کا اثر تھا کہ وفات کے بعد ملک وبیرونِ ملک ہرطرف سے بے شمار تعزیتی پیغامات موصول ہوئے جو رسائل میں دیکھنے میں آئے۔ آپ نہایت دانشمند، صاحبِ عزم، اصابتِ رائے، بے باکی اور حسنِ انتظام کے اعتبار سے پورے ہند میں آپ کا واحد مقام تھا اور دینی، ملّی، ملکی، آئینی، انفرادی، اجتماعی، معاشی اور اقتصادی حالات سنوارنے کے لیے شب وروز سرگرم عمل رہتے تھے۔ آپ جمعیۃ علماء ہند کے حساس اور باشعور منتظم و دوربیں صدر اور اہلِ ہند کے لیے امیر الہند تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دورِ صدارت میں جمعیۃ نے ہمہ نوع ترقی کی منازل طے کرلی ہے۔ یہ فدائے ملتؒ کے ہمہ وقت، مسلسل ومکمل جدوجہد وحسنِ عمل کے ثمرات جن کی بناء پر جو جمعیۃ علماء ہند کا وہ قافلہ آج بھی ترقی کی اسی راہ پر رواں دواں ہے۔ حضرت فدائے ملتؒ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ ہندستان کے کسی فردِ بشر پر مخفی نہیں۔ جمعیۃ کو مضبوط کیا، انتظامات کو بہتر بنایا اور خاص طور پر جمعیۃ کی اقتصادی اور مالی مشکلات پر اتنا قابو پایا کہ اس سے قبل کبھی بھی جمعیۃ مالی اعتبار سے اتنی ترقی پر نہیں رہی۔ اس کے معیار کو بلند کیا اور تعمیری ضرورتوں کو بھی بحسن وخوبی پورا کیا جو سرزمین دلّی آئی ٹی او کے پاس روشن اور درخشاں اپنی عظمت ورفعت کی جگمگاہٹ سے نگاہِ انسانی کو خیرہ بنا دینے والی تاریخ انسانی کی یاد کے لیے ایک شاندار، دلکش، قصرِ عالیشان ہے جس کے ذریعہ ہر دیکھنے والے کے سامنے باکمال انسان کے عہد ماضی کے واقعات کی جھلکیاں آنکھوں کے سامنے آجاتی ہیں جس سے تاریخ کے باب میں اکابرینِ جمعیۃ علماء ہند کے صحیح مقام کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ حضرت فدائے ملتؒ نے انسانوں کی اخلاقی وروحانی رہنمائی اور مخلوق کی سچی خدمت گزاری کو اپنی زندگی کا عنوان بنایا اور اس راہ میں مشقتیں اٹھائیں۔ اپنی جانِ عزیز کو جوکھم میں ڈالا اور دوسروں کے دُکھ تکلیف کو اپنا دُکھ تکلیف قرار دیا۔ ان کے ساتھ خوش عقیدگی اور محبت وشیفتگی کے نقوش نہ صرف دلوں پر مرتسم ہیں بلکہ جریدۂ عالم پر ثبت ہیں۔ ایسے پاکیزہ اشخاص جو عشقِ حق اور خدمتِ خلق کی راہ میں سالارِ قافلہ بنے وہ ہمیشہ کے لیے لوگوں کے دلوں میں زندہ اور ان کے تذکرے و یادیں ہمیشہ کے لیے تابندہ و پائندہ ہیں:

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد زعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام

صاحبِ تحریر کا فرضِ اوّلیں یہی ہے کہ وہ ان قابلِ تقلید شخصیتوں کے متعلق غلط در غلط جو حجابات ڈال دیئے گئے ہیں ان کو تحقیق اور درایت کے ہاتھ سے ہٹادے اور ان مقدس بزرگوں کے خلاف ان کے مخالفین نے نفرت وحقارت کی جو دیواریں کھڑی کردی ہیں، جن کی وجہ سے ان کے قابلِ تقلید کردار تک رسائی دشوار ہورہی ہے ان دیواروں کو توڑ دیا جائے اور ان کی اصلی پاکیزہ زندگیوں کے عظیم کردار سے ولولۂ حیات حاصل کیا جائے۔ حضرت فدائے ملتؒ سے اس ناچیز کو جو قلبی لگاؤ وتعلق کی بات ہے اس کی وجوہات میں ایک وجہ یہ ہے کہ میرے والد محترم منشی امام الدین مرحوم آپ کے ہاتھ پر بیعت تھے پھر ۱۹۹۳ء میں میری شریکِ حیات حضرت سے بیعت ہوکر اوراد ووظائف کی پابند ہیں:

تو جہاں میں اوجِ رفعت کی نشانی بن گیا
رشک کے قابل ہوا ہے تیرے مستقبل کا حال

○○

روشن دماغ اور ملت کا درد رکھنے والے حضرت مولانا اسعد مدنیؒ

حاجی محمد ہارون ایڈوکیٹ (بھوپال)

دینی حلقوں میں عام طور سے یہ تصور پایا جاتا ہے کہ علماء کا کام درس و تدریس، وعظ نصیحت یا گوشہ نشینی کی زندگی گزارنا ہے لیکن ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ تک علماء کی ایک روشن زنجیر نظر آتی ہے جس نے علمی و دینی اُفق پر ہی نہیں سیاسی، سماجی، اصلاحی اور دعوتی محاذ پر بھی گہرے نقوش ثبت کئے ہیں۔ موجودہ زمانے میں حضرت مولانا اسعد مدنی صاحبؒ اِس کی ایک روشن مثال تھے۔ حضرت سے میرا عقیدت مندانہ رشتہ ۳۵ سال تک قائم رہا۔ آپ ایک ہمہ صفت شخصیت کے مالک تھے، جتنے بڑے عالم دین، اتنے ہی زیادہ ملی خدمت میں مصروف کار، ہندوستانی مسلمانوں کی صلاح و فلاح کی فکر کا تو آپ پر ہمیشہ غلبہ رہا۔ اس کے ساتھ ہی عصرِ حاضر کے تقاضوں کو بھی آپ نے کبھی نظر انداز نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی میں ان کے نقوش ہر جگہ نظر آتے ہیں۔

حضرت مولانا اسعد مدنیؒ دینی ماحول میں عصری تعلیم کے لیے ہمیشہ فکر مند اور کوشاں رہے، ہندوستانی کے علاوہ بیرونِ ملک میں بھی آپ کی کوشش وفکر سے بے شمار تعلیمی ادارے وجود میں آئے، حضرت کے دورے یوروپ و برطانیہ امریکہ میں مسلسل ہوتے تھے، خاص طور پر برطانیہ میں تمام شہریوں کے لیے تعلیم لازمی ہے، والدین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ سولہ سال کی عمر تک اپنے بچوں کو اسکول میں داخل کرا کر تعلیم دلائیں، برطانیہ کے اسکولوں کا عام ماحول مغربی تہذیب میں رنگا ہوا ہے، ایسی فضا میں مسلم بچّے دین وایمان پر کیسے قائم رہیں، حضرت کو اس کی فکر دامن گیر رہتی تھی، اسی لیے آپ نے ایک مشن کے طور پر مغربی ملکوں میں مسلمانوں کی عصری تعلیم کے ادارے قائم کرنے کی تحریک چلائی، آپ اکثر وہاں تقاریر میں فرماتے:

”مسلمانو! اگر تم نے اپنے بچوں کی تعلیم کا خود انتظام نہیں کیا تو تمھارا اس ملک میں رہنا بسنا حرام ہے۔“

چنانچہ حضرت کی کوشش سے مغربی ملکوں میں عصری تعلیم کے سینکڑوں ایسے ادارے قائم ہوئے، جن کا انتظام مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اور اس طرح نئی نسل کے عقائد کی حفاظت کا کام یہ اسکول انجام دے رہے ہیں۔ ہندوستان میں بھی اس سے ملتی جلتی صورتحال مسلم قوم کو درپیش ہے کیونکہ یہاں کے تعلیمی ادارے بھی ہندوتو کی فکر ونظر کی اشاعت کا مرکز بنتے جا رہے ہیں۔ اسی لیے حضرت نے ہندوستان میں بھی مسلمانوں کے اپنے تعلیمی ادارے قائم کرنے کی ضرورت محسوس کرکے اس کے لیے اپنی مہم شروع کردی، جس کے نتیجے میں آج سینکڑوں مسلم تعلیمی ادارے وجود میں آ گئے ہیں۔

بھوپال میں مولانا برکت اللہ بھوپال ایجوکیشن سوسائٹی کا قیام اِسی مشن کا ایک حصّہ ہے، ۱۹۸۴ء میں شدید گیس سانحہ کے بعد متاثرین کے احوال سے واقف ہونے کے لیے حضرت بھوپال تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ شہر کی ذیلی بستی گاندھی نگر میں ایک مسلم اسکول کی ضرورت ہے، جواب میں آپ نے دریافت فرمایا کہ پھر کیا دیر ہے؟ میں نے عرض کیا جگہ موجود ہے لیکن اس پر چھت نہیں پڑی، آپ نے فرمایا چھپّر ڈال کر اسکول شروع کردو، چنانچہ آپ کی واپسی کے دوسرے دن میں نے اسکول میں پھٹّیاں بچھا کر تعلیم شروع کرادی، الحمدللہ آج یہی اسکول وسیع وعریض پختہ عمارت میں ہائر سیکنڈری تک تعلیم کا نظام چلا رہا ہے اور اِس میں پانچ سو کے قریب بچّے زیرِ تعلیم ہیں۔

ایک دوسرے موقع پر حضرت بھوپال تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ یونانی طبّی کالج قائم کرنے کا ارادہ ہے، برجستہ فرمایا کہ اگر کچھ کرنا چاہتے ہو تو میڈیکل کالج کھولو، ہندوستان کی جس ریاست کا آپ دورہ فرماتے تو وہاں تعلیم وتعلم کی ضرورت پر زور دیتے، اسی لیے جمعیۃ علماء کے کارکنان کی کوشش وتوجہ سے آج جگہ جگہ مسلم اسکول، کالج اور دوسرے تعلیمی ادارے سرگرمِ عمل نظر آتے ہیں۔

حضرت مولانا مدنی نے اپنی پوری زندگی اکابرِ دیوبند کے عام رجحان اور طریقہ پر بسر کی، انھوں نے خود کو فروعی اور مسلکی اختلافات سے ہمیشہ دور رکھا، اسی طرح جماعتی عصبیت کے بھی وہ خلاف تھے، ایک مرتبہ گفتگو میں جماعت اسلامی کا ذکر آیا تو میڈیا کے عام پروپیگنڈہ سے متاثر کسی نے کہہ دیا کہ جماعتِ اسلامی آر ایس ایس کی طرح مسلمانوں کی جماعت ہے، حضرت نے سخت الفاظ میں اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اخبارات کا پروپیگنڈہ ہے، جماعت اسلامی ہرگز آر ایس ایس کی طرح نہیں، ہمارے اور اس کے درمیان کام کرنے کے طریقہ اور فکر ونظر کے بعض اختلافات

ہوسکتے ہیں لیکن ملّت کی بہی خواہی میں دونوں یکساں ہیں، اسی طرح جمعیۃ علماء چھوڑ کر جانے والی بعض شخصیتوں کو کسی نے نازیبا طریقہ سے یاد کیا تو حضرت ناراض ہوگئے اور دیر تک ان کی خوبیوں کا اظہار کرتے رہے۔

سحر خیزی حضرت کا زندگی بھر معمول رہا، میں نے سفر و حضر میں انھیں رات تین بجے بیدار ہوتے اور نماز تہجد ادا فرماتے دیکھا، فجر کے بعد چہل قدمی بھی ہر موسم میں کرتے تھے، انتہائی مصروفیت کے باوجود نماز نہایت سکون اور بشاشت کے ساتھ ادا کرتے، سفر میں حضرت کی ایک دوسری شخصیت سے ہمارا واسطہ پڑتا تھا، نہایت شگفتہ، شفیق اور خدمت گار نظر آتے، چھوٹے اور بڑے سے بے تکلفی سے پیش آتے لیکن دلّی پہنچتے ہی، حضرت کی شخصیت اور مزاج میں تبدیلی آجاتی، تدبّر سنجیدگی، متانت ان کے چہرے مہرے سے ٹپکنے لگتی تھی۔

بڑے انسانوں کی ایک خوبی ان کی زندگی میں علم و عمل اور فکر و کردار کا امتزاج ہوتی ہے، اس لحاظ سے میرا تجربہ ہے کہ حضرت مولانا اسعد مدنی علیہ الرحمہ کی زندگی بڑی منضبط تھی، وہ دوسروں سے نظم و ضبط برتنے کے خواہاں تھے تو خود بھی اس کی پابندی فرماتے رہتے، اسی طرح گہری انتظامی صلاحیت کے مالک تھے، بڑے سے بڑا مسئلہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے تو منٹوں میں اس کا حل نکال لیتے تھے، جن لوگوں نے مسجد عبدالنبی نئ دہلی میں جمعیۃ علماء ہند کا دفتر دیکھا ہے، وہ اس کی تصدیق کریں گے کہ اس کا انتظام نہایت سلیقہ سے چلایا جاتا ہے، کسی اجنبی کو اس کے ماحول سے وحشت نہیں ہوتی، یہ حضرت کے حسنِ انتظام کا ایک نمونہ ہے۔ حضرت میں انسان شناسی کا بھی بڑا جوہر تھا، وہ نو واردوں کی صلاحیت کا ابتدائی ملاقات میں اندازہ لگا لیتے تھے کہ کون کس خوبی یا کمزوری کا مالک ہے؟ جمعیۃ علماء کی قیادت انجام دیتے ہوئے حضرت نے ملک و ملت کے لیے جو کارنامے انجام دیئے اُن میں بڑا تعاون مردم شناسی سے ملا، جس کو بروئے کار لاکر حضرت نے ایک سے بڑھ کر ایک کام کئے اور دوسروں سے کام لیے۔ حضرت مولانا ایک باعمل بلکہ میدانِ عمل کے شہ سوار تھے، سفر ہو یا حضر، بیماری ہو یا صحت مندی ہر حال میں ملت کی فکر اُن کے دل و دماغ پر غالب رہتی تھی۔ اکثر بستر علالت سے بھی اِس بارے میں ہدایات فرماتے تھے، لیبیا میں ایکسیڈنٹ کے بعد وہاں زیرِ علاج رہے، ہندوستان آکر اپولو اسپتال میں علاج جاری رہا، میں نے دیکھا خون چڑھایا جارہا ہے، ڈاکٹر دوڑ دھوپ میں مصروف ہیں لیکن حضرت ملّت کے مسائل کے تئیں فکر مند ہیں اور ہدایات فرما رہے ہیں، اسی لیے مرحوم نے ملّت کے لیے جو کام کئے اس کا کچھ حصّہ بھی دوسرے انجام نہ دے سکے، قومی حلقوں کی سیاست میں ان کا ایک وزن تھا، کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوتے، غیر معمولی قوتِ ارادی کے حامل تھے۔ حضرت مولانا مدنی تین مرتبہ یعنی ۱۸ سال تک راجیہ سبھا کے ممبر رہے، اِس عہدہ کو انھوں نے کبھی ذاتی جاہ و منفعت کا وسیلہ نہیں بنایا بلکہ مسلمانوں کے مسائل و مشکلات کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرنے کے لیے استعمال کرتے رہے۔

حضرت کا بھوپال سے بھی گہرا تعلّق تھا، یہاں جب کوئی مصیبت آئی، وہ خود دوڑے دوڑے چلے آئے، حالات کا جائزہ لیا اور ممکن تعاون سے کبھی پہلو تہی نہیں کی۔

گیس اخراج کے المیہ کے بعد جمعیۃ علماء مدھیہ پردیش نے اپنے وسائل سے امدادی کام شروع کردیا تھا۔ تیرہ میڈیکل کیمپ لگائے گئے، کھانے کی تقسیم، متاثرین کی خبر گیری اور ایسے ہی سبھی امدادی کام جامعہ اسلامیہ عربیہ مسجد ترجمہ والی بھوپال کو مرکز بنا کر جمعیۃ علماء کررہی تھی، اسی دوران بھوپال کے اہل الرائے حضرات کے مشورے سے یہاں مسلم نمائندہ کمیٹی کا قیام ہوا تو حضرت نے بلا تکلّف اجازت دے دی کہ شہر اور ملت کے وسیع تر مفادات میں اِس کمیٹی کے ساتھ ضم ہوکر ہم لوگ کام کریں۔ اس کی پیش رفت کا دلّی سے حال معلوم کرتے رہے۔ ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کی شہادت کے بعد بھوپال میں پھوٹنے والا فرقہ وارانہ فساد، اِس شہر اور یہاں کے مسلمانوں کے لیے بڑا صبر آزما مرحلہ تھا، حضرت نے فساد کی سنگینی کا احساس کر کے بارہ رکنی پارلیمانی وفد کے ساتھ بھوپال کا دورہ فرمایا، ریلیف کے کام کو دیکھا، گورنر سے ملاقات کر کے انھیں صدر جمہوریہ کو رپورٹ پیش کرنے کا مشورہ دیا اور خود دلّی لوٹ کر صدر جمہوریہ سے ملاقات کر کے بھارتیہ جنتا پارٹی کی پٹوا حکومت کو برخاست کرنے کی اپیل کی، بھوپال اور اوجین کے فرقہ وارانہ فسادات کی تحقیقات کے لیے ''دنگا جانچ کمیشن'' قائم ہوا تو اس کے بارے میں فکر مند رہے کہ اُس کی تحقیقات صحیح نہج پر ہو، جو بھی قانونی مدد ممکن ہوسکتی تھی، وہ فراہم کرائی، اس سے پہلے اندور اور سیہور میں فرقہ وارانہ فسادات ہوئے تو اوّل مرحلہ میں یہاں پہنچ کر سب سے پہلے صورتحال کا جائزہ لینے والے حضرت ہی تھے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قحط الرجال کے موجودہ زمانے میں حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کی ذات قوم و ملّت کے لیے ایک سرمایہ تھی۔ جس کے جدا ہونے سے سیادت، قیادت اور تصوف کے ایوان میں جو جگہ خالی ہوئی ہے، اس کا پر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ ○○

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ڈاکٹر عبدالناصر فاروقی
شعبۂ جراحیات، اے اینڈ یو طبیہ کالج، قرولباغ، نئی دہلی

اللہ کا جب کوئی برگزیدہ بندہ اس دارِ فانی سے کوچ کر کے عالمِ جاودانی میں پہنچتا ہے تو اس کے غم میں خلق خدا پر کیا کچھ گزرتی ہے اس کا مشاہدہ اس وقت ہوا جب ہم ۷؍فروری ۲۰۰۶ء کو علی الصباح یعنی ۴ بجے دیوبند پہنچے۔ دیوبند کی سرحد سے ہی انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر نظر آیا جو جوق در جوق مدنی منزل کی طرف پہنچ رہا تھا۔ ہر شخص ملت اسلامیہ کے اس عظیم فرزند کا آخری دیدار کرنے اور اسے خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے مضطربانہ انداز میں اپنے جذبات کا اظہار کر رہا تھا، جس نے اپنی زندگی کی صحیح قدر و قیمت پہچان کر اسلامی تعلیمات کو عام لوگوں تک پہنچانے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے آفاقی پیغام کی دعوت وتبلیغ میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ اس عظیم المرتبت اور نابغۂ روزگار شخصیت کو دنیا فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی کے نام سے جانتی ہے۔ عالم اسلام کی اس نامور ہستی کی وفات حسرت آیات کو ملک وملت کے ایک غیر معمولی نقصان کے طور پر محسوس کیا گیا اور ہر طبقۂ فکر نے اسے ایک قومی وملّی المیہ قرار دیا۔ آئندہ کا مؤرّخ جب احیاءِ ملت اور اس میں مسلمانوں کے عظیم رہنماؤں کی قربانیوں کی داستان رقم کرے گا تو اس میں مولانا مرحوم کا تذکرہ جلی حروف میں لکھا جائے گا۔

امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی قوم کے تئیں قربانی کا دور، ان کے والد بزرگوار شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کی حیات سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ موروثی عوامل آنے والی نسلوں میں اپنے طاقتور اثرات ضرور نقش کر جاتے ہیں۔ اس کی بہترین مثال حضرت امیر الہند کی زندگی میں دیکھی جا سکتی ہے۔ حضرت امیر الہندؒ کی زندگی کے مختلف گوشوں پر نظر ڈالنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ انھوں نے ہمیشہ اپنے والد ماجد کو اپنا آئیڈیل مانا اور تادم آخر ان کے نقشِ قدم پر چل کر ان کا نعم البدل ثابت ہوئے۔ حق گوئی و بیباکی، زہد وتقوی، سادگی، عجز وانکساری، صلہ رحمی، دنیا کی بے ثباتی کا دل سے یقین اور آخرت کی ہر لمحہ فکر۔ یہ وہ چند خصوصیات تھیں جن کی وجہ سے انھیں ایک درویش کامل کا خطاب دیا جا سکتا ہے۔

راقم الحروف کو اگرچہ حضرت مولاناؒ کی معیت میں وقت گزارنے کا شرف حاصل نہیں ہوا لیکن جب بھی دیوبند جانا ہوتا اور مولانا وہاں موجود ہوتے تو ان سے مصافحہ کرنے اور خیر وعافیت دریافت کرنے کی سعادت ضرور حاصل ہو جاتی تھی۔ مولانا کے عظیم الشان کارناموں کی وجہ سے ناچیز کے دل میں ان سے بے پناہ محبت وعقیدت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ اس دورِ قحط الرجال میں امید کی ایک ایسی کرن تھے جس سے دل کو بہت تقویت حاصل ہوتی تھی۔ ان کے دَم سے رشد وہدایت اور تزکیۂ نفس کی محفلیں منور رہتی تھیں اور اب ان کی جدائی سے یہ روحانی مجالس بھی سونی ہو چکی ہیں۔ مسلمانوں پر جب کوئی یلغار پہنچی اور ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے یا مسلمانوں کے جذبات سے کھلواڑ کرنے کی مذموم حرکت کی جاتی تو مولانا مرحوم کی غیرت ایمانی جوش میں آجاتی اور وہ سینہ سپر ہو کر ان حالات سے مقابلہ کرنے کے لیے کمربستہ ہو جاتے تھے۔ مولانا نے اپنی حیات مستعار میں جو بھی عمل کیا اس میں اللہ کی رضا کو ہمیشہ مقدم رکھا، پارلیمنٹ کے ایوان بالا میں پہنچے تو اس میں بھی نیک نیتی شامل رہی، بڑے بڑے اجتماعات کو مخاطب کیا، سیاسی لیڈروں سے روابط قائم کیے، غیرملکی سرزمین کی خاک چھانی اور وہاں کے اربابِ اقتدار سے ملاقاتیں کیں، ان سب کے پیچھے ایک ہی مقصد کارفرما رہا۔ وہ یہ کہ کس طرح امت مسلمہ کی گرتی ہوئی ساکھ کو سہارا دیا جائے، ان کے مسائل سے لوگوں کو واقف کرایا جائے تاکہ ان کی پسماندگی دور ہو کر ان میں خوف و دہشت کا ماحول ختم ہو جائے اور وہ بھی وطن عزیز میں ایک باعزت اور باوقار زندگی گزارنے کے اہل ہو سکیں۔

راقم الحروف کو وہ وقت اچھی طرح یاد ہے جب حضرت مولانا کی قیادت اور سرپرستی میں ۱۹۷۹ء میں ''ملک وملت بچاؤ تحریک'' کا آغاز ہوا تھا۔ اس وقت قوم نے اپنے اس ہردلعزیز رہنما کی آواز پر جس طرح سے لبیک کہا تھا اور جیل کی کوٹھریوں کو اپنے وجود سے بھر دیا تھا، تاریخ کے صفحات ہمیشہ اس کے گواہ رہیں گے اور اس کے بعد جس طرح سے اس کے مفید اور دوررس نتائج برآمد ہوئے تھے اسے بھی تاریخ نے اپنے دامن میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا ہے۔ دراصل یہی وہ تحریک تھی جس سے مسلمانوں کے مسائل قومی منظرنامہ پر اُبھر کر سامنے آئے اور دنیا نے یہ جان لیا کہ مسلمان اپنے ملک اور مذہب کے تحفظ کے لیے ہر طرح کی قربانی پیش کرنے میں کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔ مسلمانوں کے مسائل سے متعلق مختلف قسم کے کنونشن اور کانفرنسوں کا انعقاد اس بات کے گواہ رہے ہیں کہ مولانا کو دینی اور ملّی مسائل سے کس درجہ فکرمندی لاحق رہتی تھی اور وہ ان معاملات میں کتنے حساس واقع ہوئے

تھے۔کل ہند امارت شرعیہ کا قیام، یکساں سول کوڈ اور ان کا تحفظ، فرقہ واریت کے خلاف چھیڑی گئی جنگ، فرقِ باطلہ سے مقابلہ آرائی، اردو کے حق میں چلائی گئی دستخطی مہم اور مسلمانوں کو سود کی لعنت سے نجات دلانے کے لیے مسلم فنڈ کا قیام وغیرہ چند ایسے کارنامے ہیں جو آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

مسلمانوں میں رائج بدعقیدگی، رسوم اور بدعات سے بھی مولانا کو بہت زیادہ کڑھن رہتی تھی۔ان کے تدارک کے لیے وہ ہمہ وقت فکرمند نظر آتے تھے چنانچہ اس خیال کے پیش نظر انھوں نے اصلاحِ معاشرہ کی داغ بیل ڈالی اور علمائے کرام کی ایک ٹیم تیار کر کے انھیں دور دراز کے مقامات پر بھیجا اور خود بھی دن رات دوڑ دھوپ کر کے معاشرہ کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا۔ یہ صدقۂ جاریہ تا قیامت مولانا کے مراتب کو بلند کرتا رہے گا۔

مولانا کی ملّی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے جس کی تفصیل کے لیے بلا مبالغہ کئی جلدوں میں کتابیں تیار ہو سکتی ہیں۔حضرت مولانا کی زندگی میں جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا اس میں ان کی خلوص وللّٰہیت، جذبہ خدمتِ خلق، سنت رسولؐ سے حد درجہ شغف، نماز باجماعت مع تکبیر اولی کی پابندی، دنیا کے ہر کام میں شریعت کا پاس ولحاظ، اعزاء واقربا پروری اور مہمان نوازی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔مولانا کا ایک خاص وصف نماز سے ان کا والہانہ لگاؤ بھی ہے۔اس کا اچھی طرح سے حق ادا کرنا وہی جانتے تھے۔ دیوبند کی مسجد رشید میں حضرت والا جب نماز کے لیے تشریف لے جاتے تو ان کے دیدار وجھلک کے لیے جم غفیر کی موجودگی ان کی بے پناہ مقبولیت کا احساس دلاتی تھی۔ ناچیز اس بات کا چشم دید گواہ رہا ہے کہ نماز باجماعت سے فارغ ہو کر بعض نمازی حضرت مولانا کے نماز پڑھنے کے انداز کو ہی ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہتے تھے کیونکہ اتنی ''خوبصورت نماز'' دیکھنے کا موقع انھیں کہیں میسر نہیں آتا تھا۔۲۰؍رمضان المبارک کو دہلی کے اپولو اسپتال سے رخصت ہو کر رات تقریباً ۳ بجے مولانا دیوبند پہنچے۔ مرض کی وجہ سے طبیعت بہت زیادہ نڈھال تھی اور سفر کی تکان سے بہت زیادہ ضعیف اور اضمحلال بھی نمایاں تھا۔اس کے باوجود گھر پہنچتے ہی سب سے پہلے وضو سے فارغ ہونے کے بعد مسجد تشریف لے گئے اور جماعت کے ساتھ کھڑے ہو کر نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ نمازِ فجر ادا کی اور نماز کے بعد ارادت مندوں سے ملاقات کی اور پھر اخیر عشرہ میں حسبِ معمول اعتکاف بھی فرمایا۔ مولانا نماز باجماعت اور تکبیر اولیٰ کی پابندی کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ صرف یہی عمل ان کی نجات کا باعث ہو سکتا ہے۔ایک نہایت صالح اور متقی عالم دین نے راقم الحروف کو بتایا کہ انھوں نے مولانا کے انتقال کے بعد خواب دیکھا کہ وہ ایک کرسی پر تشریف فرما ہیں اور زور سے ہنس رہے ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا تو فرمایا کہ تکبیر اولیٰ کی پابندی ہی میری مغفرت کا سبب بنی ہے۔مولانا ہر وقت باوضو رہنے کا بھی اہتمام فرماتے تھے۔ان کی یہ عادت اس قدر پختہ تھی کہ سفر وحضر اور انتہائی مصروفیت کے عالم میں بھی اس میں غفلت نہیں برتتے تھے۔۶؍نومبر ۲۰۰۵ء کو وہیل چیئر سے گر جانے کی وجہ سے سر میں شدید چھوٹ آ گئی تھی جو بعد میں ان کی وفات کا سبب بھی بنی، اس وقت بھی مولانا نے سب سے پہلے تیمّم کیا اور اسی حالت میں بے ہوشی کے عالم میں پہنچ گئے۔

ہر سال رمضان المبارک میں مولانا جس مسجد میں اعتکاف فرماتے تھے اس کا منظر بھی قابل دید ہوتا تھا۔شب بیداری، تہجد گزاری اور اوراد ووظائف میں جس طرح سے ان کا وقت گزرتا تھا وہ بہت ہی رشک کے قابل تھا۔ عبادت وریاضت میں انہماک کی وجہ سے دنیاوی مشاغل کی ادنی بھی پرواہ نہیں رہتی تھی۔اس طرح ہر وقت دوڑ دھوپ کرنے والا اور امت کے غم میں سرگرداں رہنے والا شخص مسجد کی چہار دیواری میں قید ہو کر ربّ جلیل کی بارگاہ میں ادنی غلام کی حیثیت سے گریہ وزاری میں مشغول نظر آتا تھا۔مہمانوں کی ایک کثیر تعداد ان سے روحانی فیض حاصل کرنے کے لیے ہر وقت ان کی خدمت میں موجود رہتی تھی اور ان کے قیام وطعام کا جس قدر اہتمام کیا جاتا تھا اس کی مثال شاذونادر ہی دیکھنے کو ملے گی۔ مہمانوں کی خبرگیری اور ان کے آرام وراحت کا خیال خود بھی فرماتے تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کی تاکید کی جاتی تھی۔مولانا نے اپنی زندگی کے آخری وعظ میں اس پر تأسف ظاہر کیا کہ وہ مہمانوں کی کچھ خدمت نہیں کر سکے۔

دین مبین میں کسی طرح کی کوئی آنچ آتی تو اسے بجھانے کے لیے مولانا بے چین ہو جاتے تھے اور نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے اثر ورسوخ کا استعمال کر کے اس کے سدباب کے طریقے تلاش کرنے میں جٹ جاتے تھے۔اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود بھی چند بدبخت عناصر نے ہمیشہ انھیں اپنے طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا اور ان کی اس مخلصانہ جدوجہد کو مفاد پرستی، ریاکاری اور خوشامدانہ روش سے تعبیر کیا، مگر جس شخص کے کاموں میں خلوص پایا جاتا ہے اور وہ صرف اللہ ربّ العزّت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کوئی کام کرتا ہے، اللہ کے ایسے نیک بندہ کو ان سب باتوں کی مطلق بھی پرواہ نہیں رہتی۔ مولانا نے بھی بہت خاموشی اور بردباری سے ان سب باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے مقاصد کے حصول میں کبھی کوئی کوتاہی وغفلت نہیں برتی۔

مولانا نے اسفار کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا۔شاید یہی وجہ تھی کہ ان کی صحت پر اس کے منفی اثرات مرتب ہونا شروع ہو گئے تھے۔ بلڈ شوگر زیادہ ہونے کی وجہ سے گردے اور دیگر اعضائے رئیسہ متاثر ہو گئے تھے۔گذشتہ دو تین سالوں سے مختلف قسم کے امراض نے بہت زیادہ شدت اختیار کر لی تھی لیکن اس کے باوجود بھی معمولات میں ذرّہ برابر بھی فرق دیکھنے کو نہیں ملا۔ ضعف وپیرانہ سالی کے باوجود ہر وقت متحرک اور فعال نظر آتے تھے، مگر یہ

چیز زیادہ دِنوں تک قائم نہیں رہ سکی اور بالآخر ایک تھکے ہوئے انسان کو نیند نے ہمیشہ کے لیے اپنی آغوش میں لے لیا۔

مولانا علیہ الرحمہ نے گذشتہ رمضان المبارک کی ۲۹ ویں تاریخ کو بعد نماز ظہر مسلمانوں کے ایک کثیر مجمع کو اپنی رقت آمیز آواز سے خطاب فرمایا جس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ اب وہ چراغِ سحری ہیں اور عنقریب ہی ان کی ہستی جدا ہوجائے گی، چنانچہ اس کے بعد حالات اس طرح پیدا ہوتے گئے جس سے دن بدن شمع کی لو مدھم ہوتی گئی اور بالآخر ٹھیک تین مہینے پانچ دن بعد بجھ گئی۔

راقم الحروف کو متعدد مرتبہ دہلی کے اپولو اسپتال میں جانے کا موقع ملا جہاں حضرت مولانا زیر علاج تھے۔ شروع سے ہی غنودگی پوری طرح سے طاری ہوچکی تھی جس سے اعزاء و متعلقین کی تشویش بھی بڑھتی جارہی تھی۔ ہر وقت یہی دعا رہتی تھی کہ باری تعالی اپنے اس معصوم اور نیک بندہ کو مزید کچھ دن کے لیے ہمارے درمیان میں رہنے دے تاکہ اس کے وجود مسعود سے فیض کی کرنیں برابر پھوٹتی رہیں اور مسلمانانِ عالم ان سے فیضیاب ہوتے رہیں، لیکن مرضیٔ الٰہی میں کس کا چارہ، وقت موعود آچکا تھا۔ جس دن آنکھوں اور زبان میں حرکت ہوتی ہوئی محسوس ہوتی تھی اس دن ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ جاتی تھی لیکن یہ کیفیت دیرپا ثابت نہیں ہوئی۔ دھیرے دھیرے مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ زندگی کے آخری ایام میں پوری طرح سے غفلت و بیہوشی کا غلبہ رہا یہاں تک کہ ہاتھ پیروں کی جنبش بھی بند ہوگئی۔ بلڈ پریشر بہت کم رہنے لگا جس سے زندگی کے آثار تقریباً معدوم ہوگئے اور دنیاوی زندگی سے تعلق منقطع ہوگیا۔ مگر آخری وقت جس عمدہ عنوان سے آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اس نے یقیناً متعلقین کے لیے صبر کا پھایہ ضرور رکھ دیا۔ جو مریض تین مہینے سے مکمل بیہوشی کی حالت میں بے حس و حرکت پڑا ہو، منہ سے بولنا تو دُور کی بات ہاتھ پیروں کی حرکت بھی نہ ہو پاتی ہو، اپنی زندگی کے آخری لمحات میں منجاب اللہ صاف صاف الفاظ میں زبان سے اللہ کا ذکر جاری ہوجانا ایک ایسا معجزہ ہے جو ہمارے لیے باعثِ عبرت ہوسکتا ہے۔

مولانا کی رحلت کی اطلاع منٹوں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مند اپولو اسپتال پہنچ گئے۔ سیاسی لیڈران بھی مسلمانوں کے اس عظیم رہبر کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے جمعیۃ علماء ہند کے صدر دفتر میں پہنچ گئے۔ رات تقریباً ساڑھے دس بجے جنازہ دیوبند کے لیے روانہ ہوا جہاں بعد نماز فجر تقریباً ساڑھے سات بجے اس گنج گراں مایہ کو اس کے جلیل القدر والد ماجد کے پہلو میں ہمیشہ کے لیے آسودہ خواب کردیا گیا۔ جنازہ میں اس قدر اژدہام تھا کہ شاید دیوبند کی سرزمین نے اس سے پہلے یہ منظر دیکھا ہو۔ دارالعلوم کے باب الظاہر سے قبرستان قاسمی کا راستہ مشکل سے پانچ منٹ کا ہے لیکن لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے یہ مسافت تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں طے ہوئی۔ گھروں کی چھتوں، چہار دیواریوں، دوکانوں اور بجلی کے کھمبوں پر لوگوں کا مجمع اپنے محبوب رہنما کے آخری دیدار کے لیے دیوانہ وار آہ وزاری کرتا ہوا نظر آرہا تھا، جس کی وجہ سے منتظمین کو حد درجہ دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ اس طرح مسلمانوں نے چشم نم کے ساتھ اپنے اس عظیم محسن کو کاندھوں کے ذریعہ اس کی آخری آرام گاہ تک پہنچا دیا۔ اس موقع پر علامہ اقبال کا یہ شعر ایک بار پھر دہرانے کو جی چاہتا ہے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

○○

مرثیہ

مولانا محمد بدرالحق راہی القاسمی، امام وخطیب مسجد صوفیہ سری نواسی پور، ضلع کولار کرناٹک

چشمۂ وادیٔ انوار تھے اسعد مدنی — نغمۂ محفلِ اخیار تھے اسعد مدنی
جن کی آواز نے چونکا دیا ایوانوں کو — بزمِ توحید کے سالار تھے اسعد مدنی
غسلِ کعبہ کے لیے شاہ نے جسے طلب کیا — ایسے شاہین و ثنا خواں تھے اسعد مدنی
پرچمِ ہند کو لہرایا حسین احمد نے — ایسے جانباز کے معمار تھے اسعد مدنی
ہر گھڑی ذکرِ عقبیٰ میں گزاری راتیں — قوم و ملت کے وہ غمخوار تھے اسعد مدنی
قومِ مسلم کے لیے فکر تھی جن کو راہیؔ
اب جدا ہم سے ہوئے پیارے وہ اسعد مدنی

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ

ایک سچے محبِّ وطن اور ملت اسلامیہ کے حقیقی رہنما

حافظ پیر شبیر احمد
صدر جمعیۃ علماء آندھراپردیش

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ سابق صدر جمعیۃ علماء ہند و رکنِ مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کے علاوہ دُنیا کے کئی سرکاری ونیم سرکاری فلاحی اداروں کے ممبر بھی تھے۔ دراصل آپ عالَم کی ممتاز ترین اسلامی شخصیت اور بھارتی مسلمانوں کے مقبول و مشفق رہنما تھے جن پر ملک وملّت کو مکمل اعتماد تھا اور آپ نے ایک ایسی جماعت کے زیرِ سایہ انسانیت کی بقاء اور مذہبی رواداری کو عام کرنے میں اپنی عمر کا بیشتر حصّہ صرف کردیا جس کی بنیاد ملکی سیاست میں حضرت شیخ الہندؒ نے ڈالی اور حضرت شیخ الاسلامؒ نے جس کو اپنے خونِ جگر سے سینچا اور حضرت مجاہدِ ملّت نے اس کو پروان چڑھایا۔ حضرت امیر الہند نے مسلمانوں کے جانی تحفظ کو لے کر ایک موقع پر فرمایا کہ اگر ایک مسلمان کی جان کو بچانے کے لیے ہمیں دو کروڑ بھی صرف کرنا پڑے تو کریں گے مگر اس کی جان بچائیں گے۔

حضرت امیر الہندؒ نے ہمیشہ مسلمانوں کو امن پسندی کی راہ دکھلائی۔ بد سے بدتر حالات میں بھی آپ نے مظلوم مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ پُرخطر ماحول میں بھی فسادزدہ علاقوں کا دورہ کر کے راحت رسانی کا کام کیا اور وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔ مثلاً گجرات، جمشید پور، میرٹھ، بمبئی، مرآباد کے دل سوز فسادات میں آپؒ نے مجاہدانہ رول ادا کیا۔ آپ نے اپنے غیر معمولی مجاہدانہ کردار سے یہ واضح کردیا کہ مذہب و سیاست کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے سیاسی میدان میں بھی سنجیدگی اور بے باکی کا ثبوت دیا۔ آپ ۱۸ سال تک راجیہ سبھا کے ممبر رہے اور بڑی جرأت مندی اور بہادری کے ساتھ کامیاب نمائندگی کرتے ہوئے آپ نے مسلم مسائل کو پارلیمنٹ میں اور پارلیمنٹ سے باہر حکومتِ وقت کے سامنے پیش کیا۔ مثلاً بابری مسجد، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا مسئلہ، یوپی کی مساجد و مدارس بل ہو، یا مسلم فوجیوں کے لیے داڑھی سے متعلق بل ہو، یا قاضی بل ہو وغیرہ وغیرہ۔ آسام کے مسلمانوں کی شہریت کے تحفظ کے لیے بھی آپ کی ناقابلِ فراموش قربانیاں ہیں۔ ”ملک وملّت بچاؤ تحریک“ ۹/جولائی ۱۹۷۹ء تا ۲۵/جولائی ۱۹۷۹ء کے پہلے دور میں دو ہزار ایک سو چھبیس اور دوسرے دور میں ۲/اکتوبر ۱۹۷۹ء تا ۱۵/اکتوبر ۱۹۷۹ء میں ۴ ہزار چھ سو گیارہ جمعیتی کارکنوں کے ساتھ گرفتاری دی۔ ۲/اکتوبر ۲۰۰۲ء سے ملک میں فرقہ وارانہ حالات کے خلاف جمعیۃ علماء ہند نے جیل بھرو تحریک کا آغاز کیا اور اس طرح کا اقدام جمعیۃ علماء ہند ہی کرسکتی ہے اس وقت جمعیۃ علماء آندھراپردیش نے ۳۸۴، افراد کو ریاست کی جانب سے حضرت امیر الہندؒ کے ایک اشارہ پر اس تحریک میں شامل ہونے کے لیے دلّی روانہ کیا اور ان حضرات نے دلّی پہنچ کر گرفتاریاں دیں علاوہ ازیں حضرتؒ جب بھی اس طرح کی ہدایت دیتے تو اس کی عمل آوری ریاستی جمعیۃ اپنے لیے باعث سعادت سمجھتی۔ حضرت امیر الہندؒ کی زندگی کا ایک عظیم پہلو آسمانِ سیاست میں آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن و تابناک ہے۔ آپ بیس کروڑ بھارتی مسلمانوں کے دِلوں کی دھڑکن بن گئے تھے۔ آپؒ سیاسی طور پر اپنے اکابر کی طرح کانگریس سے منسلک تھے۔ لیکن بدنامِ زمانہ۔ سیاہ کار۔ کانگریسی وزیراعظم نرسمہاراؤ کی منحوس حکومت میں بابری مسجد کی شہادت کے بعد کانگریس سے بددل ہوگئے تھے اور ہمہ تن گوش ہوکر اپنے مریدین اور خانقاہ کی طرف اپنی توجہ مبذول کردی۔ لیکن جمعیۃ علماء ہند کے عہدہ صدارت کی ذمہ داریوں کو مکمل طور پر نبھاتے رہے اور آخر عمر تک ملک وملّت کی فکر دامن گیر رہی۔ درازی عمر اور نقاہت کے باوجود ہمّت و حوصلہ کے ساتھ ملّت کے مسائل کے سلسلہ میں جوانوں سے زیادہ مستعد نظر آتے تھے۔ آپؒ کی سوچ و فکر بہت بلند تھی اس کی ایک زندہ مثال آندھراپردیش میں ۲۰۰۴ء کے الیکشن کے موقع پر اس وقت دیکھنے کو ملی جب حضرت امیر الہندؒ نے ہمیں ہدایت دی کہ ریاستی جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے تمام سیاسی پارٹیوں کو ایک میمورنڈم دیا جائے (جس میں مسلمانانِ آندھراپردیش کی ترقی کے لیے مطالبات ہوں) جو ہمارے مطالبات تسلیم کریں گے ہم اُن کی تائید کریں گے چنانچہ حضرت کی ہدایت پر ہم نے آندھراپردیش میں دو طرح کے موقف اختیار کئے۔

(۱) ایک یہ کہ ہمارے مطالبات جو پارٹی تسلیم کرے بلکہ اپنے منشور میں داخل کرے تو ہم اس کی تائید کریں گے۔

(۲) دوسرے یہ کہ ہم ایسی پارٹی کی تائید کریں گے جس نے اپنی حکومت کی خاطر کبھی بھی فرقہ پرستوں سے ہاتھ نہ ملایا ہو۔

الیکشن سے پیشتر ۸/ماہ تک پوری ریاست میں ہم نے فرقہ پرستوں کے خلاف مہم چلائی۔ یہاں تک کہ فرقہ پرستوں کی کمر ٹوٹ گئی اور ریاست سے اُن کا صفایا ہوگیا۔ اور اس موقع پر الیکشن کے قریب تمام سیاسی پارٹیوں کو میمورنڈم پیش کیا گیا۔ اور جب مارچ ۲۰۰۴ء میں محترمہ سونیا گاندھی اور غلام نبی آزاد صاحب کی حیدرآباد میں آمد ہوئی تو مسلمانوں کے لیے تحفظات کی شرط پر تائیدی کرنے کا وعدہ کیا گیا محترمہ سونیا گاندھی اور غلام نبی آزاد اور ڈاکٹر وائی ایس راج شیکھر

ریڈی و دیگر ریاست کے بڑے قائدین نے وعدہ کیا کہ اگر ہماری حکومت آتی ہے تو ہم ضرور مسلمانوں کو تحفظات فراہم کریں گے۔ یہ وعدہ حضرت مدنیؒ کو یاد تھا۔ ۲۰۰۴ء میں حج کے دوران حضرت مدنیؒ کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی اور کنگ فہد ہاسپٹل میں برائے علاج ایڈمٹ کروایا گیا اس موقع پر اللہ کے فضل سے میں بھی سرکاری حج گروپ میں شامل تھا، کانگریس ہائی کمان کے اشارہ پر غلام نبی آزاد حضرتؒ کی عیادت کے لیے پہنچے اور مزاج پرسی کی تو فدائے ملّت حضرت مدنیؒ نے اِدھر اُدھر کی بات کی بجائے غلام نبی آزاد صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے مسلمانوں کے لیے ریزرویشن کا وعدہ کیا تھا اس کا کیا ہوا؟ سبحان اللہ! قربان جائیے اس شخص پر کہ ملّت کا درد اتنا ہے کہ اپنا غم بھول گئے مگر ملت کی کم نہیں ہوتی۔ ملت کی اس طرح فکر کرنا ملت کے ساتھ غیر معمولی دلچسپی اور محبت پر غماز ہے۔

اسی طرح ریاستی جمعیۃ کے مطالبات میں سے تحفظات بھی ایک اہم موضوع تھا جس کے لیے ریاستی حکومت کے قائم ہوتے ہی موجودہ چیف منسٹر ڈاکٹر وائی ایس راج شیکھر ریڈی نے جمعیۃ علماء کے اہم ذمہ داروں کو بلا کر ایک تہنیتی جلسہ میں مسلمانوں کے لیے ۵ فیصد تحفظات کا اعلان کیا اور ہم لوگوں کے سامنے وعدہ کیا کہ ہم مسلمانوں کو ۵ فیصد تحفظات دیں گے اس سال عملی طور پر ۵ فیصد تحفظات کی بنیاد پر ۶۰۰۰ طلباء کو پروفیشنل تعلیم کے حصول کے لیے داخلے کے وقت بڑا فائدہ ہوا۔ پھر بعد میں فرقہ پرستوں سے نہ رہا گیا اور یہ G.O. فرقہ پرستوں کے گلے کی ہڈی بن گیا اور انھوں نے ہائی کورٹ میں اس کے خلاف ری۔ پٹیشن داخل کرکے اس کو مسترد کرادیا تو ریاستی جمعیۃ علماء نے سپریم کورٹ میں اس کو چیلنج کیا اس کے لیے مسٹر زمان ایڈوکیٹ کو متعین کیا جس کی ایک پیشی کی فیس ڈھائی لاکھ روپے ہے اور تاحال یہ کیس سپریم کورٹ میں زیرِ بحث ہے۔ جو ریاستی جمعیۃ علماء کے زیرِ نگرانی چل رہا ہے۔

حضرت کے حکم سے آندھرا کے ساحلی علاقہ میں زبردست سونامی طوفان سے متاثرین کے لیے زبردست راحت رسانی کا کام کیا گیا۔ خاص طور پر نواب پیٹ ضلع نیلور میں جہاں مسلم آبادی کے ۲۷ مکانات سمندر کے ساحل پر آباد ہیں جو دیندار نمازی پرہیزگار لوگ ہیں جن کا سونامی طوفان سے تمام ذرائع معاش، بوٹ کشتی، جال وغیرہ سب تباہ و برباد ہوگئے تھے۔ اُن کے لیے ایک ایک فائبر بوٹ کی تیاری میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کی لاگت آئی اور اس طرح ریاستی جمعیۃ علماء نے ۱۶ بوٹس تیار کرکے اُن کو خود کفیل بنانے کا کام کیا۔ جس میں ہر بوٹ پر نیا انجن دیا گیا جو سمندری طوفان میں بہہ گئے تھے۔

۱۹۹۲ء میں جب مجھے ریاستی جمعیۃ علماء کی خادم کی حیثیت سے منتخب کیا گیا تو اس کے بعد سے پورے ساؤتھ میں خصوصاً کرناٹک وچنئی میں اپنی زندگی کے پچھلے دس بارہ سال سے حضرتؒ نے جو محنت کی اس سے اس علاقہ میں جمعیۃ بہت مستحکم ہوئی۔ ۱۹۵۱ء کے بعد ۲۰۰۱ء میں ایک عظیم الشان اجلاس عام حیدرآباد میں منعقد ہوا۔ حضرتؒ کی وجہ سے یہ اجلاس کامیابی کی منزل کو پہنچا۔ اسی طرح گجرات میں جب انسانیت سوز بھیانک فساد برپا ہوا اور فرقہ پرست عناصر ملک کے کونے کونے میں گجرات جیسا ماحول بنانے کے لیے چکر لگارہے تھے اور پورے ملک میں دہشت، خوف و ہراس کا ماحول پیدا ہوگیا تھا تو اس موقع سے ملک میں پہلی دفعہ حیدرآباد میں حضرتؒ مرحوم کی صدارت میں ریاستی جمعیۃ علماء کے زیر اہتمام ۱۴/اپریل ۲۰۰۲ء کو قومی یکجہتی کے عنوان سے جلسہ عام منعقد ہوا جس میں جگت گروشنکر آچاریہ اور ملک کے بڑے دلت قائدین اور غیر مسلم سیکولر قائدین نے شرکت کی۔ اور انھوں نے گجرات فساد کی سخت ترین لہجہ میں مذمت کی۔ یہ آغاز تھا، دوسرا بڑا جلسہ نظام کالج گراؤنڈ میں منعقد ہوا اس اجلاس عام سے پہلے ۴ کلومیٹر لمبی ریلی نکالی گئی جس میں دلت مرد وعورتیں بھی کثیر تعداد میں شریک ہوئے یہ دلت مسلم کا مشترکہ اجلاس تھا جس میں حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی شرکت نے مکدر فضا کا رُخ موڑ دیا اور پھر ضلعی سطح پر سب سے بڑا عظیم الشان اجلاس حضرت امیر الہند کی صدارت میں نظام آباد میں ہوا جس میں آندھرا کے تمام دلت قائدین شرکت کئے۔

پھر ہم نے پوری ریاست میں دلتوں کو ساتھ لے کر حضرتؒ کے حکم سے ۱۵ عظیم الشان جلسے کئے۔ جس سے آندھرا کے فرقہ وارانہ ماحول میں کافی سدھار آیا اور فرقہ پرستوں کو منہ کی کھانی پڑی اور اُن کے تمام ناپاک منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ اُن بے پناہ کامیابیوں سے پورے ساؤتھ میں ''آندھرا'' حضرتؒ کی خصوصی نگاہوں کا مرکز بن گیا۔ واضح رہے کہ ریاستی جمعیۃ علماء اپنی تازہ ترین سرگرمیوں سے اس پوزیشن میں آگئی کہ جس پارٹی کی تائید کرے وہ جیت کر حکومت کرنے کے قابل ہوجائے۔ اُسی وقت کچھ مرکزی جمعیتی قائدین نے آندھرا پردیش میں جمعیۃ علماء کے تحت سیاسی جماعت بنانے کی کوشش کی۔ لیکن حضرت امیر الہندؒ سے راست مشورہ کرکے یہاں پر سیکولر پارٹی کی تائید کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور حضرت مدنیؒ کی دُعاؤں کا نتیجہ ہے کہ آج جو بھی بینارٹیز کے مسائل ہوں ریاستی حکومت اس سلسلہ میں ہمیشہ ریاستی جمعیۃ سے مشورہ لیتی ہے پھر اس پر عمل کرتی ہے۔ یہ بھی جاننا چاہیے کہ اسی ریاستی حکومت کی سیٹوں کے تال میل سے مرکز میں بھی حکومت قائم ہوئی۔ آج اس محبِّ قوم وملّت کی بڑی کمی محسوس ہورہی ہے۔

آج حضرت مدنیؒ ہمارے درمیان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگئے۔ آپ حضرت شیخ الاسلام کے حقیقی وسچے جانشین تھے۔ آپ مذہب وسیاست کے امتزاج کا پیکر تھے۔ آپ کو غیر معمولی سیاسی بصیرت ہونے کے باوجود ہزاروں مسترشدین آپ کے چشمۂ رشد و ہدایت سے سیرابی حاصل کرتے رہے اور ہزاروں نے توبہ کرکے اپنی زندگیوں میں اسلامی انقلاب پیدا کیا۔ اب آپؒ کا نعم البدل کہاں تلاش کریں جبکہ آپؒ کا بدل ملنا بھی مشکل نظر آتا ہے۔ ○○

تڑپ اے دل تڑپنے سے ذرا تسکین ہوتی ہے

فدائے ملت سے پینتالیس سالہ تعلقات کے مختصر تاثرات

محمد شمس الضحیٰ
گوڈا، جھارکھنڈ

جانشینِ شیخ الاسلام، فدائے ملت، امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ سے پینتالیس سالہ تعلقات کے مختصر تاثرات پیش کررہا ہوں:

مولانا محمد رمضانیؒ کے دورِ صدارت میں ۱۹۴۴ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کا ورودِ مسعود موضع قصبہ (مہگاما) میں ہوا۔ ۱۹۴۶ء میں پروفیسر عبدالباری صاحب کی کوشش سے مولوی محمد محی الدین صاحب کے زمانہ میں حضرت شیخ مدنی کا پروگرام گوڈا پھرکھٹنئی میں ہوا۔ ۱۹۵۳ء میں میری کوشش سے کھٹنئی کا دورہ ہوا۔ مولانا محمد قاسم شاہ جہاں پوری ہمراہ تھے۔ ۱۹۵۴ء میں کھٹنئی مولانا سیّد اسعد مدنی کے ساتھ تشریف لائے اور بلتھر (دیوگھر) بھی تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ سے ملاقات اور خط وکتابت کا سلسلہ رہا۔ ۱۹۶۱ء میں قیامِ رمضان گیا (بہار) کے موقع پر حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۹۶۲ء میں نواڈیہہ لگنی علاقہ سریاہاٹ میں پروگرام ہوا۔ ۵/جنوری ۱۹۶۳ء کو صدر مولوی محمد محی الدین کے انتقال کے بعد تنظیمی سلسلہ تقریباً ختم ہوگیا۔ ۱۸/دسمبر ۱۹۶۳ء میں کھٹنئی میں پروگرام ہوا۔ ریاستی صدر حضرت مولانا سیّد شاہ نوراللہ رحمانی، قاری فخرالدین صاحب گیا، حاجی محمد ایوب صاحب چلملی، مولانا عبدالرحمٰن صدر ضلع بھاگلپور، مولانا محمد قاسم میواتی ہمراہ تھے۔ ایڈھاک کمیٹی کی تشکیل، مدرسہ اسلامیہ کھٹنئی کا سنگ بنیاد اور بیعت وغیرہ کے بعد دوپہر کا پروگرام بڑی بسہر (بارہ ہاٹ) اور شام کا پروگرام جامعہ محمدیہ شاہ جنگی بھاگلپور میں ہوا۔ حلقہ جمعیۃ علماء کھٹنئی اور مدرسہ اسلامیہ کھٹنئی کی طرف سے سپاسنامے پیش کیے گئے جس کی اشاعت فدائے ملت نمبر مرتبہ مولانا عبدالرشید مبارکپوری میں ہوئی۔

دورانِ سفر حضرت مولانا نے فرمایا کہ چونکہ حضرت شیخؒ نے مجھے اجازت تنہائی میں دی تھی اس لیے میں نے کسی سے تذکرہ نہیں کیا۔ اب جبکہ حضرت شیخؒ کے خلفاء کی طرف سے اجازت ملنے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کا حکم ہونے کے بعد اصلاح کا کام کررہا ہوں تو یہ تذکرہ کررہا ہوں۔ حضرت شیخ کے کچھ اقوال پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا کا کوئی پھل ایسا نہیں ہے جو کچا رہنے پر کھٹا ہو لیکن پکنے پر میٹھا نہ ہوجائے مگر انسان ایک ایسا پھل ہے جو پہلے کتنا ہی میٹھا ہو لیکن پکنے کے بعد یعنی بڑھاپے میں اکثر کھٹا ہوجاتا ہے۔

پھر فرمایا حضرت مولانا نوراللہ صاحب تو مشغولیت کے باوجود رمضان میں بھی سفر کرلیتے ہیں مگر میں رمضان میں سفر سے گھبراتا ہوں۔ یہ مہینہ تو یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے تعلق استوار کرنے کا ہے۔ اتفاق کی بات اسی سال رمضان میں کلکتہ میں فساد ہوگیا اور حضرت مولانا چند دنوں کے لیے کلکتہ تشریف لے گئے۔

جمعیۃ علماء ہند کے بائیسویں اجلاس کی تیاری بہار میں چل رہی تھی کہ اچانک مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی کے گروپ کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ اگر چند دنوں کے اندر مجلس منتظمہ کا اجلاس طلب نہیں کیا گیا تو ہم لوگ بھوپال میں اجلاس طلب کر کے قائم مقام جمعیۃ علماء قائم کریں گے۔ اس طرح بہت جلدی میں دلّی میں ۱۸-۱۹/دسمبر ۱۹۶۵ء کو منتظمہ کا اجلاس طلب کیا گیا۔ سنتھال پرگنہ سے میرے علاوہ مولانا محمد شمس الحق (توچنی) ناظم اعلیٰ ماسٹر محمد شفیع الہدیٰ (جل کوڑہ مونگیر) نائب صدر رکن مرکزیہ کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ راتوں رات جگہ جگہ قد آدم پوسٹر چسپاں کیے گئے تھے جس کا عنوان تھا: ''لاکھوں روپے کے حسابات مولانا اسعد مدنی دیں۔'' اس کے بعد کچھ نمبرات درج تھے۔

وزیر اعظم لال بہادر شاستری کے زمانہ میں راشن کارڈ کا نظم رہنے اور ہفتہ میں ایک وقت پھل، گوشت، مچھلی وغیرہ استعمال کر کے غلہ کی بچت کرنے کی ہدایت تھی۔ قانونی پریشانی کے مدنظر مہمانوں کے کھانے پینے کا نظم دفتر جمعیۃ بلڈنگ کی بجائے بچوں کا گھر دریا گنج میں کیا گیا تھا۔ صوبائی صدر مفتی ضیاء الحق صاحب دلّی اور ایڈوکیٹ احمد بخش کوٹہ وغیرہ اسٹیج پر اصولی تقریر فرمارہے تھے اور اندرونی طور پر سازش میں شامل تھے۔ مولانا محمد عثمان صاحب میونسپل وارڈ کمشنر دیوبند نے اپنی تقریر میں راز فاش کرتے ہوئے چیلنج کیا تو جھینپ مٹاتے ہوئے یہ کہہ کر باہر نکل گئے کہ یہاں ہم لوگوں کا کام نہیں چلے گا۔ ہم لوگوں کا رہنا بیکار ہے۔ اسعد میاں جو چاہیں گے وہی ہوگا۔ ایک میواتی ہمدرد کی مختصر باتوں سے پورا مجمع متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ انھوں نے بتایا کہ میں جمعیۃ علماء کا ممبر اور معاون رہا ہوں۔ غربت و مفلسی کی وجہ سے کبھی اجلاس عام یا مجلس منتظمہ میں شرکت نہیں کرسکا۔ اس بار ایجنڈا میں دیکھا کہ جمعیۃ علماء ہند کو کمزور کرنے کے لیے دوسری جمعیۃ قائم کرنے کا منصوبہ ہورہا ہے۔ ظاہری طور پر میری معاش کا ذریعہ صرف ایک بھینس ہے۔ میں نے اس کو فروخت کر کے اجلاس میں شرکت کا ارادہ کرلیا۔ معلوم ہونے پر بیوی نے یہ کہہ کر روکنا چاہا کہ اجلاس کی واپسی کے بعد بچوں کے گزر بسر کا کیا ہوگا؟ میں نے جواب دیا کہ اگر بھینس مرجائے تو کیا ہوگا؟ بیوی نے کہا کہ اللہ مالک ہے۔ میں نے پھر کہا کہ میری بھینس نہ رہی تو بظاہر میرا نقصان ہوگا۔ اگر جمعیۃ مرگئی یا کمزور ہوگئی تو قوم کا نقصان ہوگا۔ یہی جذبہ لے کر یہاں شریک ہوا ہوں۔ حضرت مولانا مدنی کی بارہا اپیل کے باوجود مجمع کا رُخ بدلا ہوا تھا۔ مجمع کا اصرار تھا کہ افراد تنظیم

سے بالاتر نہیں ہیں۔ تنظیم کے شروع میں اچھے افراد سے تنظیم میں استحکام آتا ہے لیکن بعد میں اچھی تنظیم کے ذریعہ افراد سنورتے اور چمکتے ہیں۔ افراد کی حیثیت درخت کی شاخ کی طرح ہے۔ شاخ درخت سے کٹ کر پھل، پھول نہیں دے سکتی بلکہ اکثر اپنا وجود بھی کھو دیتی ہے۔ حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب کی تفصیلی وضاحت کے بعد تجاویز منظور کی گئیں۔ قیام رمضان کا سلسلہ مہرنا علاقہ چلمل ضلع بھاگلپور میں تھا۔ مجھے ہدایت ملی کہ سنتھال پرگنہ کے دورہ کے لیے فیلڈ ہموار کی جائے۔ اس طرح حضرت کا طوفانی دورہ مختصر وقت میں کھٹیئی، مال پکڑیا، گوڈا، رانی ڈیہہ، جمنی کولہ، جہاز قطعہ، بسنترائے، دگھی، سین پور، کدمہ، کیتھیا، تالجھاری (پوڑیا ہاٹ) کاٹھی کنڈ لکھن پور، کالاجھر، دودھانی، دمکا، صاحب گنج، تالجھاری، پاکوڑ، امڑاپاڑہ، جام تاڑا، لیس جوڑیا، جسی ڈیہہ، مدھوبن، نانی ڈیہہ مرکٹہ، موانئے، روپنی بلتھر، ہنسڈیہا، بنیارا میں ہوسکا۔ کھٹیئی، دگھی، جہاز قطعہ، بسنترائے، صاحب گنج، پاکوڑ، روپنی بلتھر، دودھانی، دمکا وغیرہ میں بار بار پروگرام ہوسکا۔ پورے سنتھال پرگنہ میں کھٹیئی ہی ایک گاؤں ہے جہاں تنظیم جمعیۃ علماء سے گہرا تعلق رہا۔ کافی ورکر، والنٹیئر اور ہمدرد ہیں۔ ہزاروں گاؤں میں تنظیمی کام کیا گیا۔

۱۲؍مئی ۱۹۷۸ء کو دمکا میں عظیم الشان اجلاسِ عام کیا گیا جس میں حضرت کے علاوہ قاری فخر الدین صاحب، مولانا سیّد نور اللہ رحمانی، مولانا محمد ازہر رانچی، حاجی محمد ایوب صاحب چلمل، منسٹر محمد سعید احمد وغیرہ شامل رہے۔

۱۳-۱۴؍اپریل ۱۹۸۶ء کو روپنی بلتھر (دیوگھر) میں دوروزہ اجلاسِ عام کیا گیا۔ مختصر مگر جامع مطبوعہ خطبہ استقبالیہ پیش کیا گیا۔

۱۵؍اپریل ۱۹۹۲ء کو پاکوڑ علاقہ پاکوڑ میں اجلاسِ عام کیا گیا۔ کافی تیاریوں کے باوجود خاطر خواہ کامیابی نہیں مل سکی۔ چونکہ پورے سنتھال پرگنہ میں ایک ہفتہ قبل سے آدی واسیوں کی بند تحریک کی وجہ سے تمام سواریاں بالکل بند تھیں۔ حضرت مولانا صاحب کی طبیعت ناساز چل رہی تھی۔ فاقہ کررہے تھے۔ ڈاکٹر سفر کرنے سے منع کررہے تھے لیکن وعدہ کی پابندی کی غرض سے شاید زندگی میں پہلی بار کسی سے تذکرہ کیے بغیر تنہا سفر پر روانہ ہوگئے۔ کلکتہ ہوائی اڈّہ پر اترنے کے بعد بیہوشی آگئی۔ جمعیۃ علماء شہر کلکتہ کے چند ذمہ دار ہوائی اڈّہ پر پہنچے تو اسی حال میں مدرسہ مدنیہ بارہ سات دمدم لے گئے اور اس کی اطلاع دفتر دلّی بھیجی گئی۔ دلّی سے دفتر پٹنہ اور بھاگلپور اطلاع بھیجی گئی۔ دوسرے ہوائی جہاز سے مولانا سیّد اسجد مدنی کے آنے پر دونوں حضرات رام پور ہاٹ اتر کر بذریعہ کار پاکوڑ بوقت عصر تشریف لائے۔ طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے اصرار پر صرف تھوڑی سی چائے پی لی۔ نمازِ مغرب کے بعد ہی پروگرام شروع ہونے والا تھا کہ اچانک کچھ قبل اتنے زوروں کا طوفان آیا کہ اسٹیج ہی نہیں بلکہ پورے میدان کا شامیانہ الٹ گیا۔ پھر بارش ہوگئی۔ دوبارہ اس کو درست کرنا آسان نہیں تھا۔ اسی حال میں پروگرام شروع کرانے کے خیال سے میں پریشان تھا اور نظم کررہا تھا۔ بلاک پاکوڑیا میں صرف ۲۸-۲۹ گاؤں میں مختصر آبادی مسلمانوں کی ہے، جہاں چند اردو جانکار اور کچھ ہندی جانکار ہیں۔ غربت و جہالت کی وجہ سے شرک، بدعت، غلط رسم و رواج کا بول بالا ہے۔ استقبالیہ کمیٹی نے حضرت کا پروگرام ۱۱؍بجے رات میں رکھا تھا جبکہ حضرت کو ۱۱؍بجے کے بعد رام پور ہاٹ میں ایکسپریس ٹرین پکڑ کر کلکتہ میں بعد نماز فجر نکاح کی تقریب میں شامل ہونا تھا اور شام میں دلّی میٹنگ میں اور پھر دوسرے دن دیوبند کا پروگرام تھا۔ میرے غائبانہ کمیٹی کے ایک ممبر نے حضرت سے کہہ دیا کہ ہم لوگوں نے آپ کا پروگرام ۱۱؍بجے طے کیا ہے۔ اگر آپ کو اتنی فرصت نہیں تو چلے جایئے۔ آپ کو کس نے بلایا ہے وغیرہ۔ حضرت نے مجھے طلب فرمایا اور نمازِ عشاء ادا کرنے لگے۔ حاضر ہونے پر حضرت مولانا اسجد مدنی نے تفصیل بتائی۔ مجھے ندامت کے ساتھ بڑا افسوس ہوا۔ نماز سے فارغ ہوکر حضرت نے فرمایا کہ لگاتار پروگرام کی وجہ سے میری مجبوری ہے۔ میں تین دنوں سے بالکل فاقہ کررہا ہوں تاکہ طبیعت زیادہ ناساز گار نہ ہوجائے۔ یہاں کے لوگ ۱۱؍بجے رات میں مجھ سے جلسہ کرانا چاہتے ہیں۔ میں نے تمھارا کچھ نہیں لیا ہے۔ جہاز کا کرایہ میرا دوطرفہ چودہ ہزار روپے اور اسجد کا چودہ ہزار روپے یعنی میں اٹھائیس ہزار روپے کرایہ برداشت کرسکتا ہوں تو اور بھی سہی۔ اس لیے کار کا کرایہ لے لو۔ میں نے عرض کیا کہ یہاں تو سواریاں بالکل بند ہیں۔ یہاں کے ذمہ دار نے بنگال کی گاڑی لی ہے۔ مجھے کرایہ کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ حضرت نے مولانا اسجد مدنی سے فرمایا کہ پانچ سو روپے کار کا کرایہ دے دو۔ میں نے لینے سے انکار کیا بلکہ عرض کیا کہ آپ شروع ہی میں چند منٹ دعائیہ طور پر کچھ فرمادیں۔ آئندہ کے لیے ہدایت فرمائی کہ فیلڈ کا اندازہ کرکے پروگرام رکھنا مناسب ہے۔ یہاں تم کیسے فیل کرگئے۔ میں نے معذرت کرتے ہوئے تفصیلات پیش کیں۔ حضرت نے بالکل مختصر مگر جامع بیان فرمایا۔ غیر مسلم حضرات خصوصاً بی جے پی کے ذمہ دار بھی کافی متاثر ہوئے۔ بعد میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ ایسے لوگ انسان نہیں دیوتا ہیں۔ ایسے دیہات میں آجانا فخر کی بات ہے۔ یہاں کے مسلمان غریب اور بے پڑھے لکھے ہیں اس لیے قدر نہیں کرسکے۔ آئندہ ضرور پروگرام لیا جائے۔ اس طرح آپسی بھائی چارہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہی پیدل سائیکل سوار اور موٹر سائیکل کے ذریعہ بھیڑ اُمڈ پڑی۔

دورانِ سفر حضرت نے فرمایا کہ سنتھال پرگنہ میں واقعی سخت محنت کی ضرورت ہے۔ سنتھال پرگنہ کے لیے میں ہر سال دس روز کا وقت دیا کروں گا۔ اس شرط پر کہ کوردہ اور نئے علاقہ میں پروگرام رکھو۔ جہاں لوگ جانے سے بھی گھبراتے ہیں۔ میں نے ادباً عرض کیا کہ حضرت اس شرط میں ترمیم یا رعایت چاہتا ہوں کہ نئی جگہوں کے ساتھ کچھ پرانی جگہوں کا بھی پروگرام ہو۔ حضرت نے فرمایا کیوں؟ میں نے عرض کیا کہ پرانی جگہوں سے معمولی سفر خرچ لیا جائے اور نئی جگہ والوں سے کچھ نہیں لیا جائے تاکہ ان کو دشواری معلوم نہ ہو۔ حضرت نے فرمایا یہ مناسب ہے۔ اس لیے بہار کے دورہ کے سلسلہ میں سنتھال پرگنہ کی کافی رعایت ہوتی رہی۔ اس میں حوصلہ افزائی کے طور پر قاری فخر الدین صاحب گیاوی اور حاجی محمد ایوب

صاحب چلمل کی بڑی معاونت وشفقت رہی۔ چونکہ ان حضرات سے بھی قبل ہی سے گہرے تعلقات تھے، لیکن اتفاق کی بات کہ حضرت کے راجیہ سبھا کے ممبر ہوجانے اور بیرونِ ممالک کے دورہ کی وجہ سے سنتھال پرگنہ میں پروگرام بہت کم ہونے لگے۔ چونکہ یہاں روڈ کی سہولت نہیں تھی۔ سفر کافی تکلیف دہ ہوتا تھا۔

۶۲-۱۹۶۱ء میں گیا، ۱۹۶۵ء میں مہرنا، ۱۹۶۷ء میں ٹانڈہ، ۱۹۷۱ء میں بھاگلپور، ۱۹۸۰، ۱۹۹۶ء، ۱۹۹۷ء، ۲۰۰۲ء، ۲۰۰۴ء میں دیوبند کچھ ہمدردوں کے ساتھ قیامِ رمضان میں شامل رہا۔ ۱۵؍تا۱۷؍اپریل ۱۹۶۲ء کو اجلاسِ عام گیا کو ناکام بنانے کے لیے بہار میں جگہ جگہ تحریک وکوشش چل رہی تھی۔ عین اجلاس کے موقع پر کسی نے بڑا پٹاخہ مجمع میں پھوڑ ڈالا جس سے افراتفری پیدا ہوگئی۔ پولیس نے سازش کرنے والوں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ چیف منسٹر بہار شری کرشن بلبھ سہائے اسٹیج پر موجود تھے۔ علامہ انور صابری نظم پیش کر رہے تھے۔ حضرت نے علامہ کو روکتے ہوئے فرمایا کہ دانستہ یا نادانستہ جن لڑکوں نے ایسی حرکت کی ہے وہ اسی سماج کے لڑکے ہیں۔ چیف منسٹر صاحب سے گزارش ہے کہ مجھے کوئی شکایت یا تکلیف نہیں ہے اس لیے ابھی فوراً پولیس کو ہدایت دے دی جائے کہ ان کو چھوڑ دیا جائے ورنہ بعد میں دشواری ہوسکتی ہے۔ وزیراعلیٰ کے آرڈر سے ان کو چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد علامہ صابری نے برجستہ کہا:

شعلہ باری وہ کریں تم پھول برساتے رہو
شانِ رحمۃ للعالمین تم دکھاتے رہو

ایک اعتراض کے جواب میں حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب نے فرمایا کہ ایک بیان آرہا ہے اور جگہ جگہ تذکرہ ہورہا ہے کہ مولانا اسعد میاں نے جمعیۃ علماء پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہے۔ اس کی حقیقت جاننے کی کوشش کی جائے۔ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میں تعلیمی میدان کا آدمی ہوں۔ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میرا مشغلہ رہا ہے۔ زور ڈال کر ناظم عمومی کا عہدہ میرے سر ڈال دیا گیا۔ میری طبیعت سفر سے بہت گھبراتی ہے۔ فسادِ کلکتہ کے موقع پر سفر کرنا پڑا۔ ڈھائی تین سالوں کی مدت میں قریب ۲۲-۲۳ روز باہر گزارنے پڑے لیکن مولانا اسعد مدنی ڈھائی تین سالوں کے دوران ۲۲-۲۳ روز دیوبند رہے۔ متعلقین نے ملاقات نہیں ہوپانے کی شکایت مولانا زکریا صاحب کے پاس بھیجی اس لیے انھوں نے مجبور کیا کہ اگر جمعیۃ علماء کو مضبوطی کے ساتھ چلانا ہے تو ناظم عمومی کی ذمہ داری آپ سنبھالئے۔ غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لیے مخالفین جمعیۃ علماء پر غاصبانہ قبضہ بتارہے ہیں۔ وقت بتائے گا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح کام لینا چاہتا ہے۔

ریاستی انتخابی اجلاس میں پٹنہ تشریف لائے۔ مولانا عبدالوہاب صاحب آروی بغرض صدارت تشریف لائے تھے۔ مولانا آروی نے فرمایا کہ فارم انتخاب پر دونوں کے دستخط ہوجائیں۔ صدرِ جلسہ کی حیثیت سے میرا اور نگراں انتخاب کی حیثیت سے مولانا اسعد صاحب کا۔ اس کے بعد فرمایا کہ جمعیۃ علماء سے میرا تعلق بہت پرانا اور گہرا رہا ہے۔ ہمارے اکابرین واسلاف کا تعلق بھی جنگ آزادی کے ساتھ جمعیۃ علماء سے بھی رہا ہے۔ علمائے صادق پور کی تاریخ گواہ ہے لیکن غلطی سے کچھ اہل حدیث بھائی نکتہ چینی کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ مولانا عبدالوہاب عہدہ کے لالچ میں جمعیۃ علماء میں شامل ہوئے ہیں اور اندرونی طور سے اہل حدیث مسلک چھوڑ کر حنفی ہوگئے ہیں وغیرہ۔ میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تنظیمی طور سے میرے اور مولانا اسعد صاحب کے درمیان رائے کا اختلاف جب کبھی ہوتا ہے تو میں ان کی رائے کو ترجیح دیتا ہوں۔ میں ان کی رائے میں اخلاص زیادہ پاتا ہوں۔ اخلاص کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نحوستوں کو دور کردیتا اور خیروبرکت عطا فرماتا ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن صاحب صدر جمعیۃ علماء بھاگلپور نے ایک سوال پیش کیا کہ ۱۹۴۷ء کے پہلے جمعیۃ علماء میں جو جرأت وحوصلہ تھا، وہ آج کی جمعیۃ علماء میں نہیں؟ اس پر حضرت نے جواباً فرمایا کہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب! یہ سوال آپ کا مجھ سے ہے یا عوام کا سوال آپ سے ہے؟ اگر عوام کا سوال آپ سے ہے تو آپ جیسے کو شک وشبہ ہورہا ہے تو خدا خیر کرے۔ میں مفصل جواب کا مختصر تذکرہ کررہا ہوں۔ ہمارے اسلاف نے ''پاکستان کا مستقبل'' میں جن باتوں کا تذکرہ کیا تھا، ان میں خاص بات یہ بھی تھی کہ پاکستان کا وجود دو ٹکڑوں میں مشتمل ہونے جارہا ہے۔ مغربی اور مشرقی پاکستان کا الحاق ۲۵ سالوں سے زیادہ نہیں رہ سکتا وغیرہ۔ تاریخ کے تجربہ نے ثابت کردیا کہ ۱۵؍اگست ۱۹۴۷ء کی تقسیم کے بعد ۲۵ سال پورے نہیں گزرے ہیں کہ مشرقی پاکستان کی جگہ بنگلہ دیش وجود میں آگیا اور جنرل نیازی ۷۰-۷۲ ہزار فوجوں کے ساتھ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوگئے۔ اس کو سمجھنے کے لیے پچھلی تاریخ کا ورق الٹنا ہوگا۔ جب تاتاری جیسی وحشی قوم نے بغداد پر حملہ کردیا تو بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور شہر چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ ایک جوان پہلوان گھوڑے پر سوار بھاگ رہا تھا کہ خیمہ سے ایک عورت نے للکارتے ہوئے کہا کہ کہاں بھاگے جارہے ہو؟ رُکو! وہ نوجوان رُک گیا۔ اس عورت نے آکر کہا: میں تجھے قتل کرنا چاہتی ہوں۔ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ ٹھہرو۔ میں خیمہ سے ہتھیار لے کر آتی ہوں۔ وہ ہتھیار لے کر آئی۔ اس عورت نے کہا کہ تم گھوڑے پر سوار ہو میں نیچے ہوں قتل کیسے کرسکتی ہوں۔ اس لیے نیچے اُترو۔ نیچے اُترنے کے بعد کہا کہ تم مرد ہو تمہارا سر اوپر ہے۔ میں عورت ہوں کیسے قتل کرسکتی ہوں۔ اس لیے سر جھکاؤ۔ اس نے سر جھکایا اور عورت نے اس کو قتل کردیا۔ یہ کیوں ہوا؟ ذلت کے ساتھ قتل ہونا کیوں گوارا کیا؟ حدیث شریف میں ہے کہ جب مؤمن ہُن میں مبتلا ہوجائے گا تو طرح طرح کی تباہی آئے گی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ کیا اس وقت مسلمانوں کی تعداد کم ہوجائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تعداد بہت زیادہ ہوگی۔ ہُن کا مطلب ہے موت سے نفرت اور دنیا سے محبت۔ ایمان اور بزدلی ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔ موجودہ پاکستان کا نقشہ نوشتۂ دیوار کی طرح میرے سامنے ہے۔ یہ اصغر علی، ولی خاں، ضیاء الحق وغیرہ کو تو لوگ جانتے ہیں مگر ذوالفقار علی بھٹو جیسے لوگوں کو نہیں جانتے ہیں۔ اقتدار میں آئیں گے اور پھانسی پر

لٹکا دیئے جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کرے کہ میرا کہنا غلط ہو۔ یہ جملہ تین بار فرمایا۔ پھر بولے۔ میں ہندستان میں رہتا ہوں۔ یہاں کی بات کرنی ہے۔ پاکستان کی بات میں الجھ گیا۔تاریخی طور سے باتیں کرنے میں کافی وقت گزر گیا۔

ایک مرتبہ چمپانگر بھاگلپور میں حافظ سعید صاحب کے یہاں پروگرام تھا۔ بیعت وتخلیہ کے بعد حافظ صاحب نے کھانے کی پیشکش کی۔آپ نے فرمایا کہ مہمانوں کو کھلایئے اور میرے لیے کھانا، ناشتہ دان میں دے دیجئے۔کہیں راستہ میں انشاء اللہ کھالوں گا۔حافظ صاحب کے اصرار پر فرمایا کہ اب صرف دس منٹ وقت رہ گئے ہیں۔ڈرائیور صاحب کو گاڑی لانے کو کہہ دیجئے اور ایک دو آدمی وقت کا استعمال کرنا چاہیں تو کرلیں ورنہ میں رخصت ہوتا ہوں۔ بھاگلپور جنکشن پر مجھ سے فرمایا کہ نوٹس بورڈ پر دیکھ کر گاڑی کا وقت معلوم کرلو۔ میں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو خود تیزی سے چل کر معلوم کیا۔گاڑی آنے میں ۱۵-۲۰ منٹ کی دیر تھی۔دوسری طرف پلیٹ فارم پر آتے ہیں فرمایا کہ جن حضرات کا وضو ہو نماز پڑھ سکتے ہیں۔ عشاء کی نماز شروع ہوگئی۔

ٹیس جوڑیا (جام تاڑا) میں ناشتہ میں کافی اہتمام کیا گیا تھا۔لوگ کھانے میں بالکل مشغول تھے۔حضرت نے کھڑے ہوتے ہوئے مسکرا کر فرمایا۔لوگوں میں کھانے کا تبرک اور اخیر تک کھاتے رہنے کی سنت کا خیال خوب رہتا ہے مگر وقت کی پابندی کا اہتمام نہیں۔

محمد عصمت اللہ گوبند پور (بانکا) نے ملاقات کے بعد عرض کیا کہ میرے یہاں کئی اولاد ہوئی اور مرگئی۔ابھی تک اولاد نہیں ہے۔دعا فرمادیجئے۔آپ نے کچھ دیر کے لیے خاموشی اختیار کرلی پھر فرمایا۔دعا کرتا ہوں۔انشاءاللہ اولاد ہوگی۔ بفضلِ خدا اولاد کی اولاد بھی ہیں۔

مدرسہ اسلامیہ کیتھا ٹیکر (بانکا) کی مسجد میں جلسہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔مغرب کے قبل ہی کئی پیٹرومکس جلا کر رکھ دیئے گئے۔اذان کے بعد قدم رکھتے ہی پیٹرومکس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہاں اتنے بڑے بڑے عالم ہیں اور مسجد میں کراسن تیل جلایا جارہا ہے۔بہار میں یہ عام رواج ہے۔تب لوگوں نے مسجد سے باہر رکھ دیا۔

بسنتزائے ہوکر ندی کے کنارے کنارے جمنی کولہ چلنا تھا۔مقامی رہبر ساتھ تھے۔رات کی وجہ سے راستہ کی چوک ہوگئی۔حضرت نے فرمایا کہ ایک بار اس راستہ میں گزر رہا تھا۔شاید بھول ہوگئی ہے۔راستہ پیچھے ہی رہ گیا۔مگر مقامی رہبر بضد تھے کہ میرا علاقہ ہے۔راستہ ٹھیک ہے۔حضرت کی تاکید پر قریبی گاؤں سے ایک آدمی بلاکر معلوم کیا گیا تو واقعی راستہ بہت پیچھے چھوٹ گیا تھا۔پھر اسی آدمی کی رہنمائی سے گاؤں جانا ہوا۔بسنتزائے سے لال مٹیا ہوکر دگھی جانا تھا۔بسنتزائے والوں نے زیادہ وقت کے استعمال کی غرض سے بتادیا کہ لال مٹیا والا راستہ بہت دور کا ہے۔ یہاں سے دگھی کا راستہ مختصر ہے۔میرے اصرار کے باوجود کہ ایک ہفتہ قبل مجھے سائیکل پار کرنے میں دشواری ہوئی ہے، جیپ نہیں جاسکتی۔اس لیے لال مٹیا والا راستہ طے کیا گیا ہے۔یہ راستہ بالکل کچا ہے جبکہ درمیان میں بارش بھی ہوگئی ہے۔

دگھی کے قریب نالے میں زیادہ پانی رہنے کی وجہ سے جیپ واپس کرنی پڑی۔ واپس ہوکر چلنے میں عشاء سے زیادہ وقت ہوجاتا۔بعد نماز مغرب جلسہ کا پروگرام تھا۔حضرت کود کر نالا پار ہوگئے۔ماسٹر عبدالرشید (سین پور) درمیانِ نالا گر کر بھیگ گئے۔حضرت کے کہنے پر میں بھی خدا کے فضل سے کود کر پار ہوگیا۔کئی میل پیدل چلنا پڑا۔ پیدل چلنے میں نوجوان بھی پیچھے رہ جاتے اور لپک کر چلنا پڑتا۔نماز کے بعد سیدھے جلسہ گاہ تشریف لے گئے۔پروگرام شروع ہوگیا جبکہ گاؤں کے ذمہ دار باہر والے راستہ میں انتظار کررہے تھے۔حضرت فرماتے کہ دیہات میں مغرب کے بعد پروگرام شروع نہیں ہوا تو سمجھو پروگرام ناکام ہوگیا۔شریعت وسنت کے خلاف بڑی سختی سے تنبیہ وہدایت فرماتے تھے۔کھانے پینے میں کوئی تکلف نہیں بلکہ سادہ کھانا زیادہ پسند کرتے۔البتہ ٹھنڈے پانی کی خواہش ہوتی تھی اور اس کا اہتمام بھی اکثر فرماتے تھے۔

وعدہ وفائی، وقت کی پابندی، مردم شناسی، حق گوئی، روڈ اور روٹ کی یادداشت، نماز کا اہتمام اور خشوع وخضوع اور مہمان نوازی، چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کا اکرام وغیرہ خاص خوبیاں تھیں۔اکثر جلسوں میں مجھ سے فرماتے کہ کچھ باتیں لوگوں کے سامنے رکھو۔اس طرح حوصلہ افزائی فرماتے جس طرح لوگوں کو محسوس ہوتا ہے کہ سورج میرے سامنے ہے اور مجھے فیض مل رہا ہے۔حضرت کے مشفقانہ برتاؤ سے لوگوں کو ایسا ہی محسوس ہوتا تھا۔حضرت کی حیثیت سایہ دار، پھل دار درخت کی تھی۔زیادہ سے زیادہ لوگوں کو استفادہ کا موقع مل رہا تھا۔اللہ تعالیٰ خدمات کو قبول کرتے ہوئے اعلیٰ درجات نصیب فرمائے اور پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کے ساتھ اس راہ ومشن پر چلتے ہوئے کامیاب فرمائے، آمین!

فسادِ مرادآباد کے بعد جناب شاہد صدیقی صاحب نے انٹرویو لیا تھا جو ہفتہ وار ''شانتی شکتی'' (ہندی) دلّی سے شائع ہوا تھا۔

پہلا سوال: آپ خدمت تو ضرور کرتے ہیں مگر لوگوں کا اعتراض ہے کہ آپ کے اندر خلوص نہیں ہے؟

جواب: جو حضرات مرادآباد کبھی نہیں گئے بلکہ دلّی میں رہ کر بیان بازی اور اخبار بازی کرتے رہے اور ریلیف کے نام پر رقم اکٹھا کرکے اپنی مرضی سے استعمال کرتے رہے، یا جو حضرات کچھ نہیں کرتے ہیں وہ مخلص کہلاتے ہیں۔ جو میدان میں کام کرتے اور آڑے وقت مصیبت میں خدمت و مدد کرتے ہیں وہ ریاکار کہلاتے ہیں۔ میں عید کے بعد سے ابھی تک چار مرتبہ مرادآباد جاچکا ہوں۔اللہ کی توفیق سے جو کچھ ہوسکا کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔خلوص ایسی چیز ہے جس کا صحیح پیمانہ صرف خدا کے پاس ہے۔

آخری سوال: آپ کی آخری خواہش کیا ہے؟

جواب: اللہ کی رضا کے ساتھ خاتمہ بالخیر۔

صدیقی صاحب نے اپنا تاثر پیش کیا تھا کہ مسجد عبدالنبی سے نکلنے کے بعد راستہ بھر یہ لفظ کانوں میں گونجتا رہا۔''خاتمہ بالخیر''۔

جنوری ۱۹۸۳ء میں اجلاسِ عام بمبئی کے موقع پر جنرل شاہ نواز صاحب نے ملک وملت بچاؤ تحریک کی تفصیلات پیش کیں۔ آزاد میدان میں ۷۰-۷۵ ہزار کے مجمع عام میں تفصیل بتاتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ ہمارے اور پنڈت نہرو کے گھرانے سے پرانے تعلقات رہے ہیں۔ اندرا جی دورِ اقتدار میں بھی لحاظ کرتی تھیں۔ ایمرجنسی کے زمانہ میں ڈکٹیٹر شپ کی وجہ سے شکست کے بعد ایسی حالت ہوگئی کہ سایہ نے بھی ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ طرح طرح کے مقدمات میں پھانس کر سزا دینے کی بات ہورہی تھی۔ میں نے احتجاج کرتے ہوئے گرفتاری دی کہ پرائم منسٹر کا عہدہ عزت کا ہے۔ اس کو بے وقار اور ذلیل نہ کیا جائے۔ یہ روشن جمہوری ملک کے لیے آئندہ مہلک ثابت ہوگی۔ وہ ہر طرح کی معاونت کے لیے وعدہ کررہی تھیں۔ سادہ کاغذ پر دستخط کرکے دینے کو تیار تھیں کہ جو مطالبات یا عہدنامے چاہیں تیار کرلیں۔ ملک وملت بچاؤ تحریک میں ہر طرح ساتھ تھیں۔ چونکہ ان کو یہ احساس ہورہا تھا کہ اب دوبارہ اقتدار میں نہیں آسکتیں بلکہ طرح طرح کے مقدمات میں پھنس کر سزا بھگتنی پڑے گی، حالانکہ اس وقت مرارجی ڈیسائی کے خلاف تحریک چلانا میرا مقصد نہیں تھا بلکہ ملکی حالات کی مجبوری تھی۔ اگر وہ ہمدردی سے مطالبات سنتے اور اتنا بھی کہہ دیتے کہ غور کیا جائے گا تو تحریک نہیں چلائی جاتی۔ انھوں نے انانیت سے کہہ دیا کہ یہ سول نافرمانی ہے۔ ملک کے ساتھ غداری ہے۔ ہم سختی سے نمٹیں گے۔ زمانہ نے دیکھا کہ کس طرح ذلت کے ساتھ اقتدار سے باہر نکل گئے۔ آج کہتے ہیں کہ میں نے سیاست سے سنیاس نہیں لیا ہے۔ فوری طور سے الگ ہوں۔ جب ضرورت ہوگی حصہ لوں گا۔ حالانکہ اس کمبخت کا ناپاک وجود اسی بمبئی میں موجود ہے۔ ناپاک وجود اس لیے کہنا پڑ رہا ہے کہ جو لائف واٹر (آبِ حیات) کہہ کر اپنا ہی موت (پیشاب) پیتا ہو تو اسے کیا کہا جائے۔ حالات نے پلٹا کھایا۔ دوبارہ اقتدار میں واپسی کے بعد اندرا جی کا انداز ہی بدل گیا ہے۔ شاید وہ امرت پی کر آئی ہیں یا کوا کا گوشت کھا کر۔ مرنے کا احساس ہی نہیں ہے۔ پرانی باتوں کو بھلا کر صرف انتقامی جذبہ سے کام کررہی ہیں۔ ہر اچھے برے کو اپنی پالیسی کے خلاف سمجھ کر ٹھکانے لگا رہی ہیں۔ تفریح کے لیے شملہ جانے کی فرصت ہے لیکن قریب میں میرٹھ، ملیانہ، ہاشم پورہ کے ظلم وستم کو دیکھنے کی فرصت نہیں۔ حقیقتِ حال بتانے اور زور ڈالنے پر کہہ دیا کہ جمعیۃ علماء والے میرے خلاف جتنا بولتے ہیں، اُتنا زیادہ دوسرے لوگ نہیں بولتے۔ میں نے مجرم افسروں کو سزا کے طور پر معطل اور ٹرانسفر کردیا ہے۔ میں نے بتایا کہ جس کا ٹرانسفر ہوا ہے، وہ آج تک وہیں ڈیوٹی پر لگا ہوا ہے۔ جس کو سسپنڈ کیا گیا ہے، اس کو وہاں پروموشن دیا گیا ہے۔ پولیس اور پی اے سی بھی ظلم میں برابر کی شریک ہے۔ اس کے جواب میں بتایا کہ میری پولیس اور فورس میں ڈسپلن ہے۔ اس کے خلاف کیا کارروائی کی جاسکتی ہے؟

میں نے طے کرلیا ہے کہ اب ملاقات وگفتگو نہیں کی جائے بلکہ وہ بلائے بھی تو سوچنا ہوگا۔ میں اب معاملہ اللہ کے حوالہ کردینا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وہ وقت لائے کہ اس کا باڈی گارڈ اس کے سینہ میں گولی داغ کر چھلنی چھلنی کردے اور دنیا دیکھ لے کہ ہندستانی پولیس اور فورس میں کیسا ڈسپلن ہے؟ کچھ ہی دنوں کے بعد واقعات نے سچ ثابت کردیا۔

حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہیؒ کے مزار پر فاتحہ کی غرض سے حاضر ہوا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے پوتے عرفی نام حکیم ننھو صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے دریافت کیا کہ آپ کی فراغت کس مدرسہ سے ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کسی مدرسہ سے نہیں بلکہ میری تعلیم اسکول لائن کی ہے۔ میٹرک تک باضابطہ پڑھنے کے بعد ملازمت کے دوران پرائیویٹ طور سے امتحان دے کر فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ ڈھانچہ سانچہ میرا اسکول سے ہی ہے۔ دریافت فرمایا کہ بیعت وسلوک کا تعلق کسی سے ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی دامت برکاتہم سے۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ بڑے باپ کے بڑے بیٹے ہیں لیکن میرا مزاج رہا ہے کہ کسی بات میں کھٹک ہوتی ہے تو وہیں دریافت کرکے حل کرنے کی کوشش کرتا ہوں تاکہ اطمینان ہوجائے ورنہ بعد میں کہیں کسی سے تذکرہ کرنے سے غیبت کا گناہ ہوتا ہے اور فائدہ کچھ نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت بڑے باپ کے بڑے بیٹے ہیں، لیکن اس سے کیا مطلب؟ فرمایا کہ پارلیمنٹ میں جانے سے قبل میرے نزدیک بڑی قدر تھی لیکن اس کے بعد نہیں۔ چونکہ پارلیمنٹری سیاست میں داخل ہونے سے تقوے والی زندگی میں فرق آجاتا ہے۔ دیکھئے خود شیخ الاسلامؒ اس سے الگ رہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! میرا اندازہ ہے کہ حضرت شیخ مدنیؒ کی ترجمانی اور نمائندگی مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حفظ الرحمٰن جیسے حضرات کررہے تھے۔ حضرت مولانا اسعد مدنی کے آنے کی بات ہے تو آئے نہیں بلکہ لائے گئے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ آنے اور لانے میں کیا فرق ہے؟ میں نے کہا کہ جناب مولانا اسحاق سنبھلی اور عبدالرؤف خاں بریلی بہت دنوں سے گزارش کررہے تھے مگر حضرت انکار کرتے رہے۔ حضرت مولانا مدنی اکثر معاملات میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سے مشورہ کیا کرتے ہیں۔ کیا اس معاملہ میں جس سے تقوے میں کمی آسکتی ہے مشورہ نہیں کیا ہوگا۔ کیا حضرت شیخ بھی سیاسی آدمی ہیں یا انھوں نے یونہی مشورہ دے دیا ہوگا؟ انھوں نے فرمایا کہ ان باتوں کا علم مجھے نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ اس سلسلہ میں حضرت شیخ نے دریافت کیا کہ اس میں جیت یا ہار ہوگی؟ مولانا مدنی صاحب نے بتایا کہ الیکشن یعنی انتخاب میں حصہ لینے سے جیت ہار ہوتی ہے اور نامزدگی میں جیت ہار کا سوال نہیں ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ اگر نامزدگی کے ذریعہ لیا جائے تو حصہ لے سکتے ہیں۔ (تین ٹرم کی اٹھارہ سالہ مدت میں کس جرأت وبیباکی سے نمائندگی کا حق ادا کیا وہ ظاہر ہے)

آپ جیسے ذمہ دار ہمدرد حضرات کو تبادلۂ خیال کے ذریعہ معلوم کرنا چاہیے تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ میری زندگی کا دستورالعمل کچھ الگ ہے۔ میں تنظیم وغیرہ سے الگ رہ کر کام کرنے میں مشغول ہوں۔ اس لیے جمعیۃ وغیرہ کے جلسوں میں بھی شریک نہیں ہوتا ہوں۔ پہلی ملاقات کے باوجود میں نے گزارش کی کہ کچھ فرصت نکال کر شرکت کرنی چاہیے۔ اس طرح حضرت کی ذات سے ہم لوگوں کو استفادہ کا

موقع ملے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ شرح صدر ہو گیا۔ غلط فہمی دور ہو گئی۔ آئندہ شرکت کی کوشش کروں گا انشاء اللہ۔ اس کے بعد ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند کے اجلاس میں شریک ہو کر مدلل تقریر فرمائی۔

دارالعلوم میں اعزازی طور سے درس دیتے رہے۔ ناظم جمعیۃ علماء ہند ہو جانے کے بعد بھی نبھانے کی کوشش کی مگر دونوں جگہوں میں کاموں کو انجام دینے میں دشواری ہونے لگی تو مدرّسی سے استعفیٰ دے دیا۔ چونکہ حضرت مولانا فرماتے کہ ایمانداری کے ساتھ ڈیوٹی کی پابندی کر کے حلال طریقہ سے پیسہ لینا چاہیے۔ جس طرح ہزاروں رکعات نفل، دو رکعات فرض کا مقابلہ نہیں کر سکتی اسی طرح فرض (ڈیوٹی) کی ادائیگی کا معاملہ ہے۔ حضرت مہتمم صاحب نے حضرت شیخ کے انتقال کے بعد فرمایا کہ اسعد، تمھارے نام سے مشاہرہ کی رقم درج ہے اور تم لیتے نہیں ہو۔ اب تو والد صاحب کے بعد تمھاری ذمہ داری بڑھ گئی ہے۔ اس لیے مشاہرہ لے کر کام چلاؤ۔

آپ نے فرمایا کہ والد صاحب کی وجہ سے نہیں بلکہ میں اپنے طور پر خدمت کر رہا ہوں۔ اللہ کے فضل سے گھریلو کام چل رہے ہیں۔

شری راجیو گاندھی نے پرائم منسٹر کی حیثیت سے آسام کی مختلف تنظیموں سے مصالحت کر لی۔ اس کامیابی کا تذکرہ زور شور سے ہوا۔ بیرونی سفر سے واپسی کے بعد حضرت مولانا نے فرمایا کہ راجیو جی بذاتِ خود نیک اور شریف ہیں۔ سیاسی تجربہ نہیں ہے۔ ان کے مشیر غیر دیانت دار اور غیر ذمہ دار ہیں۔ آسامی مسلمانوں کے مفادات کا خیال کیے بغیر مصالحت کر لی گئی ہے۔ وقت بتائے گا کہ کیا چوک ہوئی اور اس کا کیا انجام ہوگا۔ آسام خصوصاً نیلی وغیرہ میں بڑی مسلم آبادیوں کو جلانے اور برباد کرنے والے افراد انہی تنظیموں کے تھے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ان کے نانا اور والدہ نے اپنے وقتوں میں اصول پر رہ کر غلطی کی ہے۔ ووٹ کی حیثیت سے پرائم منسٹر اور عام غور و فکر کے بعد قدم اُٹھانا چاہیے حالانکہ اس رائے سے راجیو جی کو تکلیف ہوئی۔

صد سالہ اجلاسِ دارالعلوم دیوبند کی تیاریاں چل رہی ہیں۔ مالی دشواریوں کا سامنا ہے۔ آٹھ نو روز قبل حضرت مہتمم صاحب نے مولانا اسعد مدنی کو بلا کر تفصیل بتانے کے بعد مالیات کی فراہمی کے لیے دورہ کرنے کو فرمایا۔ مختصر وقت میں بھی ہمت سے کام کیا گیا۔ پہلے روز تقریر کے لیے مولانا مدنی کا بھی نام تھا۔ اہتمام کی طرف سے اجلاس پر اعلان کیا گیا کہ فضلائے دارالعلوم دیوبند کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ دستار بندی میں سارا وقت لگا دیا جائے تو بھی دستار بندی کا کام پورا نہیں ہو سکے گا۔ اس لیے نمونہ کے طور پر چند حضرات کی دستار بندی ہوگی۔ باقی حضرات اپنا کارڈ دِکھا کر دفتر اہتمام کے کاؤنٹر سے دستار حاصل کر لیں گے۔ مولانا مدنی نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ میری دستار یہیں باندھ دی جائے۔ حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا کہ ایسے حضرات بھی اسٹیج پر موجود ہیں جو دستار باندھنے والے سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔ کسی مہتمم کو کیا حق ہے کہ دستار باندھے۔ مولانا مدنی نے کہا کہ شاید آپ کو یاد نہ ہو۔ میں نے بچپن میں کتاب آپ سے پڑھی ہے۔ آپ میرے استاد ہیں۔ اگر نہیں بھی پڑھتا تو اب میرے والد نہیں ہیں اور آپ میرے والد کی طرح ہیں۔ اس لیے والد کو حق ہے کہ بیٹے کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھ دے۔ مہتمم صاحب نے فرمایا کہ حکم مان لیتا ہوں اور دستار باندھ دی گئی۔

بیرونی مہمانوں کی کافی تعداد کی وجہ سے پہلے دوسرے روز مولانا مدنی کو تقریر کا موقع نہیں مل سکتا۔ تیسرے دن اعلان ہوا کہ حضرت شیخ (مولانا زکریا صاحب) نے مدینہ طیبہ سے چار افراد کے لیے دستارِ فضیلت بھیجی ہے۔ حضرت مہتمم صاحب، مفتی پاکستان مولانا محمود صاحب، مفتی دارالعلوم مولانا محمود حسن صاحب وغیرہ۔ اس طرح دوبارا اعلان ہونے پر مجمع سے آواز آئی۔ تین نام بتائے گئے۔ چوتھا وغیرہ کون ہے؟ نام بتایا جائے۔ تیسری مرتبہ بتایا گیا کہ چوتھا نام اسعد میاں کا ہے۔ آسامی حضرات نے مطالبہ کیا کہ حضرت مدنی کی تقریر کب ہوگی؟ جواب دیا گیا کہ آج ہی ہوگی۔ لوگوں نے کہا کہ اب تھوڑی دیر میں اجلاس ختم ہو رہا ہے۔ اب کب وقت ملے گا؟ جذبات میں کھڑے ہو کر کچھ لوگ نعرہ لگانے لگے۔ آخرکار حاضرین کو مطمئن کرنے کے لیے مولانا مدنی کو وقت دیا گیا۔ خطبہ مسنونہ کے بعد ہی مولانا صاحب کی آواز بھرا گئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ نے رقت آمیز درد بھرے انداز میں مؤثر تقریر فرمائی۔ دیوبند میں ایک روز دیر ہو جانے کی وجہ سے میں اپنے لڑکے محمد نور الہدیٰ کو لے کر فیض ہدایت رحیمی رائے پور مدرسہ چلا آیا۔ مولانا محمد عباس مظاہری ناظم مدرسہ نے اجلاس کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہاں ایک صاحب ہیں، جو مولانا اسعد صاحب کو ہمیشہ فحش گالیاں دیا کرتے اور سیاسی مولوی اندرا کا دلال ہونے کا طعنہ دیا کرتے۔ اجلاس میں شرکت کے لیے زور ڈالا۔ وہ دیوبند گئے۔ انھوں نے واپسی پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ کسی سے ملاقات، بات، تعلق کے بغیر صحیح رائے قائم نہیں ہو سکتی۔ میری غلط فہمی اور بدگمانی دور ہو گئی۔ کاش کہ مولانا اسعد کو پروگرام کے مطابق پہلے روز ہی تقریر کا موقع دیا جاتا۔ ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ بہت جلد انتشار اور اختلاف منظرِ عام پر آنے والا ہے۔

ایک بار اجلاس میں مختلف تنظیموں کے ذمہ دار مثلاً محمد ابراہیم سلیمان سیٹھ مسلم لیگ، مشہور شخصیت جیسے حکیم عبدالحمید صاحب متولّی ہمدرد دواخانہ وغیرہ تشریف لائے تھے۔ محمد سلیمان صاحب نے کہا کہ میں دو باتوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوں۔ تنظیم کے اعتبار سے جمعیۃ علماء ہند کا پلیٹ فارم ایسا ہے جس کی دعوت پر اکثر تنظیمیں اور پارٹیاں شامل ہوتی ہیں اور فرد کے اعتبار سے مولانا اسعد مدنی کی ذات ہی ایسی ہے جس کی آواز پر ملک کے کونے کونے سے لوگ حاضر ہو جاتے ہیں۔ وہ بھی عوامی لوگ نہیں بلکہ خصوصی حضرات۔ چونکہ ممبر پارلیمنٹ ہونے کے بعد سے مولانا صاحب کا یہ طریقہ رہا کہ سیشن کے قبل ہی ممکنہ مسائل پر مسلم ممبروں سے مشورہ کر لیا جاتا تھا۔

بابری مسجد کی شہادت کے بعد پس منظر اور جمعیۃ علماء کی پالیسی کا تذکرہ کرنے

کے بعد حکومت کی کارکردگی خصوصاً نرسمہا راؤ کی روش کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ نرسمہا راؤ جی بیس سالوں تک آر ایس ایس کے کیڈر میں رہے ہیں۔ بعد میں کانگریسی بن کر اس وقت پرائم منسٹر ہیں۔ اپنے کو برباد کیا، کانگریس تنظیم اور حکومتِ کانگریس کو بدنام کیا اور ملک کو بربادی کے دہانہ پر کھڑا کر دیا ہے۔ دوغلی پالیسی کو اپنا کر کمال دِکھا رہے ہیں۔ مسلمانوں کے جذبات سے کھیلتے ہوئے مسلمانوں کو پریشان کیا جارہا ہے۔ نرسمہا راؤ! کان کھول کر سن لیں، ہم کو حکومت کرنے سے مطلب نہیں ہے۔ ہم دین وایمان کے ساتھ باعزت زندگی چاہتے ہیں۔ اگر اسی طرح غداری ہوتی رہی تو میرے ہاتھوں کانگریس کا اتم کریا کرم بھی ہوجائے گا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ مسلمانوں کو جوش کی جگہ ہوش سے کام لینے، انتقامی جذبات سے مغلوب نہ ہوکر صبر وتحمل سے کام لینے کی ہدایت فرمائی۔

اسی طرح نرسمہا راؤ جی کے بلانے پر مولانا مدنی تشریف لے گئے۔ کھڑے کھڑے دریافت کیا کہ بابری مسجد کے بارے میں تبادلہ خیال کرنا ہے یا دوسری باتیں ہیں؟ پرائم منسٹر صاحب بار بار کہتے رہے کہ پہلے اطمینان سے بیٹھ جائے تب تو بات ہوگی۔ مولانا صاحب نے بتایا کہ مسجد کے بارے میں پارلیمنٹ کے اندر اور باہر اپنے موقف کا اظہار کرچکا ہوں۔ اینٹ گارے، دیوار مکان کا نام مسجد نہیں ہے، بلکہ جہاں ایک بار مسجد قائم ہوجاتی ہے قیامت تک مسجد رہے گی چاہے ہمارا قبضہ اس پر رہے یا نہ رہے۔ کوئی اس کو کسی کے حوالہ کرنے کا مجاز نہیں ہے چونکہ وہ کسی انسان کی ملکیت نہیں ہوتی ہے۔ ہمارا معاملہ کورٹ میں ہے۔ کورٹ پر اعتماد ہے اس لیے کسی سمجھوتہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کہہ کر باہری حصہ سے ہی واپس ہوگئے۔ پرائم منسٹر پر یہ اثر ہوا کہ اس کے بعد راجیہ سبھا کا ممبر نامزد نہیں کیا گیا۔

قیامِ رمضان کے لیے چند ہمدردوں کے ساتھ دیوبند جاکر مسجد رشید میں پورا ماہ اعتکاف کرنے کا موقع ملا۔ حضرت مولانا بہت سالوں سے لگاتار حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے جارہے تھے۔ اس سال تقریب غسلِ کعبہ میں قبل شامل ہوچکے تھے۔ ہم کو ایسا لگ رہا تھا کہ شاید یہ آخری موقع ہے۔ آئندہ حج کے لیے تشریف نہیں لے جاسکیں گے۔ ہم لوگ فیض سے محروم ہوجائیں گے۔ اس لیے بار بار ملاقات کرکے استفادہ کی کوشش کررہا تھا البتہ مصافحہ سے پرہیز کرتا کہ تکلیف نہ ہوجائے۔

دوسرے جمعہ کو حضرت نے تقریر فرمائی تو ایسا لگا کہ سورۂ نصر (اذا جاء نصر اللہ الخ نازل ہونے پر خاص لوگوں کو اندازہ ہوگیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پورا ہونے والا ہے۔ نماز ظہر کے بعد تخلیہ کے وقت ایک صاحب سے فرمایا کہ بھئی! اس دَور میں کوئی چھوٹا بڑے کی بات ماننا نہیں چاہتا اس لیے نرمی سے کام لینے کی کوشش کیجئے۔ میں دعا کرتا ہوں۔ ایک نوجوان کو جواب دیا کہ ماشاء اللہ آپ جوان ہیں۔ اس عمر میں اوراد ووظائف پورا نہیں کرپاتے ہیں۔ میں تو آپ کے بدلہ پورا نہیں کرسکتا۔ ایسا کریں کہ کسی نوکر یا مزدور کو بحال کرلیں جو آپ کی طرف سے وظائف وغیرہ پورا کردیا کرے۔

حضرت مولانا محمد سالم صاحب مہتمم دارالعلوم (وقف) مسجد رشید افطار کے لیے تشریف لائے۔ عیدگاہ میں خطاب کے بعد آپ کی امامت میں نماز عید ادا کی گئی۔ بہت دنوں کے بعد اللہ کے فضل سے آپسی رنجش دور ہوگئی۔ نماز عیدگاہ میں لاکھوں مصلّی ہوتے ہیں۔

۲۸ رمضان کو ظہر کے وقت پرچی دینے پر طلب کیا گیا۔ اندر داخل ہوکر نیچے بیٹھ گیا۔ شفقت سے فرمایا اوپر بیٹھ جاؤ۔ دوبارہ حکم پر میں اوپر بیٹھ گیا۔ اشارہ ملنے پر بہت قریب بیٹھ گیا۔ مشفقانہ انداز میں ہدایت کرتے ہوئے دعا فرمائی۔ میں رخصت ہونے لگا۔ اچانک احساس ہوتے ہی آخری مصافحہ سمجھ کر مصافحہ کرلیا اور حسرت بھری نگاہوں سے دیدار کرکے باہر نکل آیا۔ آنکھیں بھرآئیں۔ نمازِ عشاء، تراویح اور ذکر جہری کے بعد اپنی جگہ پر آنے پر احساس ہوا کہ اب آخری موقع بھی ختم ہورہا ہے۔ کیفیت بدل گئی۔ طبیعت ناساز ہوگئی۔ سحری نہیں کھائی۔ فجر کی نماز اسی جگہ بیٹھ کر ادا کی یعنی بالکل نروس ہوگیا۔ اخیر عشرہ میں قریب ایک ہزار کی تعداد تھی۔ ۲۹ رمضان کو بعد ظہر تقریر فرمائی تو ایسا محسوس ہوا جیسا کہ آخری حج کے موقع پر آیت **الیوم اکملت لکم الخ** نازل ہونے پر صحابہؓ پر اثر ہوا ہوگا۔ تمام حاضرین زاروقطار رورہے تھے۔ بالکل الوداعی تقریر اور وصیت تھی۔ لگاتار بیماری اور کافی ضعف کے باوجود بشاشت کے ساتھ اوقات اور روٹین کی پابندی صاحبِ خدمت وعزیمت کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو بھی توفیق عطا فرمائے۔ طبیعت مضمحل ہوگئی۔ ہفتوں یہ اثر رہ گیا۔ گھر آکر کسی ہمدرد سے، اخبار سے یا فون سے معلوم کرلیا کرتا اور صرف دعائیں کیا کرتا۔

۷ فروری کو قریب نو بجے مولانا ذکیرالدین صاحب ایڈیٹر ماہنامہ ''ہدایت کا راستہ'' نے فون پر خبر کردی۔ سنتے ہی ذہن ماؤف ہوگیا۔ چند منٹ بعد سنبھلنے پر گھر والوں سے تذکرہ کیا۔ کمرہ میں داخل ہوکر تنہائی میں کچھ دیر تک روتا رہا:

قیدِ حیات و بندِ غم دونوں اصل میں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں
خاموشی سے مصیبت اور بھی سنگین ہوتی ہے
تڑپ اے دل تڑپنے سے ذرا تسکین ہوتی ہے

ومامحمد الا رسول والی آیت سے دل کو ڈھارس بندھانے کی کوشش کر رہا تھا مگر ناکامی ہورہی تھی۔ آخر ہمت کرکے فون پر بیٹھا اور سنتقال پر گنہ کے کچھ خاص ہمدردوں کو اطلاع دینے لگا۔ اکثر کو فون، ریڈیو، ٹی وی کے ذریعہ اطلاع مل چکی تھی۔ مجھے ان چیزوں سے سروکار نہیں اس لیے دیر سے جانکاری ملی۔ پھر وضو کرکے ایصالِ ثواب کی غرض سے تلاوتِ قرآن پاک میں مشغول ہوگیا۔ خدا نعم البدل عطا کرکے پسماندگان اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین! تاریخ ساز شخصیت کا دور پورا ہوگیا۔ ہم لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ مشن کو آگے بڑھاتے رہیں۔ یہی سچی محبت ہے۔

○○

جمعیۃ علماء ہند کے حوالے سے:

فدائے ملت اوران کے فدا کار جانشین

عبداللہ القاسمی
ناظم جمعیۃ علماء ضلع بھاگلپور، بہار

تاریخ کے صفحات اس بات پر شاہد ہیں کہ جمعیۃ علماء ہند نے یوم تاسیس سے آزادئ ہند تک اور آزادئ ہند سے اب تک جو قربانیاں پیش کی ہیں وہ تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے۔ جمعیۃ علماء ہند کا دورِ اوّل اتحادِ ملت کا بہترین زمانہ تھا۔ اکابر علماء اس کے پلیٹ فارم سے ملت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ چونکہ اللہ ربّ العزت اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے فرماں بردار بندوں کو تسبیح کے دانوں کی طرح ایک ڈوری میں پرویا ہوا دیکھنا پسند کرتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: ''اے ایمان والو! سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا، اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہوجانا۔''

چنانچہ کشتئ ملتِ ہند کے ناخدا حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے اپنے تیس سالہ دورِ صدارت میں اس پر کاربند رہتے ہوئے اتحادِ ملت کا سبق دیا، اور صحیح طریقہ پر ملت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہوئے جمعیۃ کو استحکام عطا کیا اور آزادی کے بعد ہندستان کے مسلمانوں پر فسادات کی جو یلغار ہوئی اس میں حضرت امیرالہندؒ نے مسلمانوں کو ڈھارس بندھانے اور ان کے کھوئے ہوئے اعتماد کو بحال کرنے، ان کی آواز پارلیمنٹ میں اُٹھانے اوران کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے اپنی حدتک بہت کوششیں کیں۔

عصرِ حاضر کے پیشِ نظر نہ صرف ہندستان میں بلکہ پوری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو سازشیں رچی جارہی ہیں اور ان کی پسپائی اور بربادی کے جو تانے بانے بنے جارہے ہیں، ان کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ملتِ اسلامیہ میں اب پہلے سے کہیں زیادہ اتحاد و اتفاق اور ربط و تعاون کی ضرورت تھی، لیکن حیف صد حیف! تحریک ولی اللّٰہی کی آخری کڑی حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کے انتقال کے بعد جمعیۃ علماء ہند نئے صدر کے انتخاب کو لے کر اپنی تاریخ کے بدترین بحران کا شکار ہوگئی۔ اور اکابر و اصاغر سب سازش کا شکار ہوگئے اور اقتدار کی ہوس نے لوگوں کو پردۂ زنگاری کے پیچھے سے مولانا محمود مدنی کی کم عمری کا بہانہ بنا کر نا تجربہ کاری کا الزامِ بیجا عائد کرتے ہوئے برسر اقتدار آنے کا خواب دیکھنے پر آمادہ کردیا۔

حالانکہ مولانا محمود مدنی مدظلہٗ نے جمعیۃ کے ناظم عمومی کی حیثیت سے نامزدگی کے بعد جمعیۃ کے استحکام کے لیے عظیم الشان مجاہدانہ خدمات انجام دیں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ۱۹۸۰ء سے اس عہدے پر مسلسل زلزلہ آتا رہا ہے مگر مولانا محمود مدنی کو ناظم عمومی بنانا تھا کہ جمعیۃ کے تنِ مردہ میں روح پڑنی شروع ہوگئی اور مولانا موصوف نے جہاں ایک طرف جمعیۃ کی داخلی صفوں کو مستحکم اور ہموار کیا وہیں جمعیۃ کا رشتہ ملت اور ملت کی دینی وملّی جماعتوں سے استوار کرنے کی سعی پیہم بھی کی۔

حضرت فدائے ملت کے مسلسل تین ماہ بیماری کی وجہ سے مسلمانوں کی سیاسی بے وزنی اور بے وقعتی کا مسئلہ ہو یا اتحادِ ملت کا معاملہ ہو، مولانا محمود مدنی نے حضرت کی تیمارداری کے باوجود اپنے مساعی جمیلہ سے امت کو اس کا احساس تک نہ ہونے دیا۔ اور امریکی صدر بش کی ہندستان آمد پر ''بش واپس جاؤ'' مہم کے ذریعہ رام لیلا میدان دہلی میں مولانا محمود مدنی کی آواز پر لاکھوں کا مجمع اکٹھا ہوگیا اور مولانا محمود مدنی نے عوام کے غول کے غول بش کی مخالفت میں سڑکوں پر لاکر کھڑے کردیئے، تو صرف ملک کے اربابِ اقتدار ہی نہیں بلکہ امریکی سامراج بھی ہل گیا۔ یہ ان کے تدبر اور ہوشمندی کا ایک بین ثبوت ہے۔ آپ کی زندگی اس مصرع کی بالکل مصداق ہے:

تیرا ماضی ہے روشن، تو ہی دنیا کا اُجالا ہے

آپ اسی خانوادۂ مدنی کے چشم و چراغ ہیں جسے دنیا شیخ الاسلامؒ کے نام سے جانتی ہے جنھوں نے اپنے استاذ حضرت شیخ الہندؒ کے قدم بقدم اپنی مجاہدانہ سعی و کوشش سے انگریز حکومت کا تختہ اُلٹ کر ہندستان میں آزادی کا پرچم لہرایا اور پھر آزادئ ہند کے موقع پر جب مسلمان داخلی انتشار اور پریشانیوں میں مبتلا ہوئے، افراتفری کا سماں تھا، مسلمانوں کے خون سے ہولیاں کھیلی جارہی تھیں، تو محبتِ اسلام کے جوش میں ڈوبے ہوئے اس نڈر اور بہادر انسان شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے فولاد کی چٹان بن کر مخالف عناصر کے خلاف آواز بلند کی، اور ملک میں داخلی امن وامان کی فضا قائم کی۔

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ کے سچّے جانشین فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے اپنے ذی شان والد کے نقشِ قدم پر ہندستان میں عظیم کارنامے انجام دیئے جو تاریخِ ہند کے زرّیں باب میں ہمیشہ محفوظ رہیں گے:

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

اسی تاریخ کو سامنے رکھتے ہوئے جمعیۃ کے پلیٹ فارم سے امت کی

قیادت کا حق اسی خاندان کا جزوِ لاینفک ہے جس کے لیے مولانا محمود مدنی مدظلہٗ زیادہ موزوں اور مناسب تر ہیں:

صداقت پر میری تاریخ کے اوراق شاہد ہیں

جمعیۃ علماء ملتِ اسلامیہ ہند کی قیادت کے لیے اپنی جگہ لوہے کی دیوار اور فولاد کی چٹان کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا اس کے لیے شیخ الہندؒ، شیخ الاسلامؒ اور فدائے ملتؒ جیسا مردِ آہن، عزم واستقلال کا پہاڑ، جرأت وشجاعت سے بھرپور، بلند ہمت، بیدار مغز اور خوش خو قائد کی ضرورت ہے اور یہ تمام خوبیاں فدائے ملت کے فدا کار جانشین مولانا محمود مدنی مدظلہٗ کے اندر بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

قدرت نے ان کے پہلو میں جو دل عطا کیا ہے وہ فطری شجاعت سے لبریز ہے، جس میں موجِ سیلاب کی طرح اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر طرح کے فتنوں کی چٹانوں سے ٹکرانے کا جذبہ موجزن ہے:

فطرت میں ہے ازل سے شجاعت کے ہمہے

اب اگر کوئی ایسے بیباک، جری اور بہادر شخص کو جس کے اندر حسبِ زمانہ ایک مردِ مومن کی جملہ خوبیاں موجود ہیں تو صرف کمسنی اور ناتجربہ کاری کا بہانہ بناتے ہوئے پیچھے چھوڑ دے یہ کوئی دانشمندی نہیں ہے بلکہ یہ عمل عبث اور لغو ہے جبکہ تاریخ اس بات پر شہادت پیش کرتی ہے کہ دونوں جہاں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو (جو کمسن اور کم عمر تھے، صرف ۱۷ سال کی عمر تھی) ایک لشکر کا امیر بنا کر شام کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اس وقت کوئی اجل صحابہؓ موجود نہیں تھے؟ تھے اور ضرور تھے۔ فاروقِ اعظم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ خود اس لشکر میں ایک سپاہی کی حیثیت سے شریک تھے۔

اس صورتِ حال سے متعلق قرآن میں بھی رہنمائی ملتی ہے:

قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً، قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ. اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے لائق اور فائق بیٹے کو باپ کی جانشینی کے حق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: **قَالَ لا یَنَالُ عَھْدِ الظّٰلِمِیْن۔**

اس سے صاف طور پر یہ بات منتج ہو کر سامنے آتی ہے کہ اگر بیٹا لائق ہے تو جانشینی اسی کا حق ہے بالخصوص موجودہ ہندستان میں اسی اصول کو ترجیح دینا مسلمانوں کا اوّلین فریضہ ہے۔

اللہ پاک امت مسلمہ کو صحیح سوچ سمجھ عطا فرمائے اور مولانا محمود مدنی مدظلہٗ کو صحت وتندرستی کے ساتھ عمر میں برکت عطا فرمائے اور جرأت وشجاعت، ہوشمندی، دور اندیشی، فراست ایمانی اور سیاسی بصیرت ایسی عطا فرمائے جو والد محترم حضرت فدائے ملت کا صحیح نعم البدل ثابت ہوں۔ آمین ثم آمین!

○○

حضرت مولانا سیّد محمد اسعد صاحب مدنیؒ

حاجی محمد اسلام، جانسٹھ، مظفرنگر

رہنمائے رہبرانِ کارواں رخصت ہوئے
درحقیقت اِک امامِ عارفاں رخصت ہوئے
محفلِ دانشوراں میں یہ مسلسل شور ہے
اِس وطن کے نازشِ دانشوراں رخصت ہوئے
اب بہاروں سے مزین کیسے ہوگا گلستاں
وہ ہمارے گلستاں کے گل فشاں رخصت ہوئے
محترم کا جو مشن تھا گلستانِ ہند میں
اُس مشن میں کامیاب وکامراں رخصت ہوئے
ہم کہاں سے لائیں گے اب روشنی افکار کی
جب سمائے حق کے رشکِ کہکشاں رخصت ہوئے
لکھ رہے ہیں آبِ زر سے ہند کے تاریخ داں
وہ ہمیں دے کر مقدس داستاں رخصت ہوئے
کہ رہے ہیں رہنمایانِ وطن یہ بار بار
اِس وطن کے ایک اعلیٰ حق بیاں رخصت ہوئے
جو ستم کی چکّیوں میں پس چکے ہیں بارہا
اُن غریبوں کے خصوصی ترجماں رخصت ہوئے
مشغلہ تھا جن کا ذکر وفکر وطاعت ہر گھڑی
بالیقین وہ ہمدمِ کرّ و بیاں رخصت ہوئے
اتباعِ مصطفیٰؐ میں جن کی گزری زندگی
وہ محبِّ خالقِ کون و مکاں رخصت ہوئے
خدمتِ دین و وطن سے وہ کبھی تھکتے نہ تھے
وہ شجاع وصاحبِ عزم وجواں رخصت ہوئے
تھی معارف سے منوّر جن کی روشن زندگی
وہ نکاتِ باطنی کے نکتہ داں رخصت ہوئے

کلر اشتہار

(۱) Shipton Tea

(۲) **محمد یوسف شریف چارولیہ (ایڈوکیٹ)**

(۳) **محبوب جی شیخ**

(۴) **الحاج محمد مصطفی مکی**

کلر اشتہار

(۱) **سیّد محمد احمد**

(۲) KBM Electronics

(۳) **مدرسہ محمودیہ تجوید القرآن شیرپورہ، جیسلمیر**

(۴) STAR LIGHTS

کلر اشتہار

(۱) حاجی محمد رمضان قریشی

(۲) احسان احمد انصاری

(۳) جامعہ مفتاح العلوم، مئو ناتھ بھنجن

(۴) مولانا شفیق احمد القاسمی

کلر اشتہار

(۱) **اسرار احمد مٹھائی والا**

(۲) Shanti Nagar Powerloom Weaver Welfare Association

کلر اشتہار

(۱) دارالعلوم فلاحِ دارین جودھپور

(۲) فرید شیخ

کلر اشتہار

Safdar H. Karam Ali H. Kara Ali & Co.

کلر اشتہار

(۱) **مدنی دارالعلوم، دیوبند**

(۲) **انجار گرامک سرکاری بھنڈار لمیٹڈ**

کلر اشتہار

دارالعلوم حسن پور، جے پی نگر

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ — چند یادیں

حاجی میاں فیاض الدین، دھلی

۴۶-۱۹۴۵ء میں جدوجہد آزادی اپنے آخری مراحل میں تھی اور یہ وہ وقت تھا جب میں نے ہوش سنبھالا۔ اپنے والد محترم حاجی حافظ ظہورالدین کی زبانی مسلم مجاہدین آزادی کے تذکرے سنتا تھا اور خاص طور پر علمائے کرام اور اکابرین دیوبند کی قربانیاں اور کارنامے آج تک میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔ میرے والد مرحوم بھی مجاہد آزادی تھے۔ مولانا محمد علی جوہر کی خلافت تحریک ہو یا علمائے کرام کی ریشمی رومال تحریک ہو یا اسیرانِ مالٹا کی صعوبتیں یا پھر کانگریس کمیٹی کے اجلاس، شیخ الاسلام اور مفتی کفایت اللہ کے بغیر کانگریس کے اجلاس کامیاب نہیں ہوتے تھے۔

میں اپنی کم عمری میں ان حضرات کو بڑی عقیدت واحترام سے یاد کرتا تھا۔ خدا کے فضل وکرم سے ملک آزاد ہوا اور تقسیم ملک کے بعد برصغیر ہندوپاک میں تبادلۂ آبادی اور خون خرابہ ہوا۔ آج بھی جب میں تصور کرتا ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

ہندستان کے مسلمانوں کی پاکستان ہجرت میں بہت شدت تھی۔ مسلمان ہندستان میں خود کو غیر محفوظ سمجھ رہے تھے۔ ۱۹۴۹ء میں گاندھی جی کی شہادت کے بعد ایک جمعہ کو بعد نماز جمعہ جامع مسجد میں جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے مسلمانوں کو تسلی وتشفی دینے کے لیے اجلسہ منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا احمد سعید، مولانا حفظ الرحمٰن اور دیگر اکابرین ملک نے خطاب کیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں جامع مسجد دہلی کے حوض سے ان حضرات کی تقریریں سن رہا تھا، جس وقت مولانا مدنیؒ تقریر کررہے تھے تو میں نے محسوس کیا کہ کوئی فرشتہ تقریر کررہا ہے۔ سفید لباس، سرپر ہرا عمامہ، واسکٹ اور سنہری فریم کا چشمہ اور نہایت ہی مدھم آواز میں تسلسل کے ساتھ تقریر کرنا فرشتہ صفت ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔ چنانچہ میرے دل میں ان سے مصافحہ کرنے کی اُمنگ پیدا ہوئی مگر مجھے بچہ جان کرلوگ پیچھے ہٹا دیتے تھے اور میں بے چین ہوا اُٹھتا تھا۔ جامع مسجد کے جنوبی دروازہ پر مولانا کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ میں مولانا سے ہاتھ ملانے کے فراق میں گاڑی کے دروازے سے چپک کر کھڑا ہوگیا۔ چند منٹ بعد مولانا تشریف لائے اور گاڑی میں سوار ہونے لگے تو میں نے لپک کر فوراً السلام علیکم کہا اور مولانا کا ہاتھ مصافحہ کی غرض سے میں نے تھام لیا۔ مولانا نے میری طرف دیکھا اور دعائیں دیں۔ جب میں گھر لوٹا تو والد محترم کو سارا قصہ بیان کیا۔ یہ سن کر والد صاحب بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد میں اکثر روزنامہ الجمعیۃ جو جمعیۃ علماء ہند کا ترجمان تھا اس میں جمعیۃ کی کارکردگی، حالات حاضرہ اور دینی مضامین پڑھتا تھا کیونکہ جمعیۃ کا دفتر گلی قاسم جان میں واقع تھا جہاں میں اکثر وبیشتر اپنے بڑے بھائی حافظ اسیر دہلوی کے ساتھ جاتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ آج تک جمعیۃ سے وابستگی ہے۔ غالباً ۱۹۵۴ء کی بات ہے کہ دہلی کی ایک معروف برادری جس کو عرف عام میں جوتے والوں کی برادری کہا جاتا ہے ایک تاجر حاجی نواب الدین صاحب ماڈرن بوٹ ہاؤس حضرت مولانا اسعد مدنی کے بہت معتقد تھے۔ اسی برادری کے ایک اور بزرگ حاجی نجم الدین حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی کے معتقد تھے۔

ایک روز صبح ناشتہ پر حاجی نواب الدین صاحب نے حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی کو مدعو کیا۔ اس دن مولانا سے نیاز حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اسی موقع پر حاجی نجم الدین صاحب نے بتایا کہ تمھارے ماموں حاجی بدرالدین انچولی والے حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی کے خاص مرید اور معتقد ہیں۔ حاجی صاحب نے دورانِ گفتگو یہ بھی فرمایا کہ حضرت شیخ کا جب مزاح کے لیے دل چاہتا تھا تو اپنے طلبہ سے فرماتے تھے کہ ارے بھئی حاجی صاحب تشریف لائے ہیں۔ ان کی خاطر مدارات نہیں کریں گے۔ طلبہ سمجھ جاتے تھے کہ حضرت کا اشارہ کس طرف ہے۔ بس چاروں طرف سے طلبہ حاجی صاحب کو گھیر لیتے تھے اور حاجی صاحب کو فرش پر لٹا دیا۔ کیونکہ حاجی صاحب کافی تندرست وتوانا تھے، ایک دو کے قابو میں آنے والے نہیں تھے۔ کوئی حاجی صاحب کی جیب میں ہاتھ ڈال رہا ہے تو کوئی دوسری جیب میں ہاتھ ڈال رہا ہے۔ حاجی صاحب بھی بڑے زیرک تھے۔ وہ دو چار سو روپے وہاں خرچ کرنے کی نیت سے جاتے تھے لیکن پیسے جیبوں کی بجائے نیفے میں اڑس کر رکھتے تھے۔ جیبوں کی تلاشی کے بعد جب طلبہ کو مایوسی ہاتھ آتی تھی۔ تب طلبہ حضرت سے کہتے کہ جیبیں خالی ہیں۔ آپ جواب میں کہتے بھئی اچھی طرح تلاشی لو اور پھر نیفے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہتے کہ بھئی چھوڑو چھوڑو حاجی صاحب کو پریشان مت کرو اور حاجی صاحب حضرت کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے کہ دیکھئے حضرت یہ مجھے پریشان کررہے ہیں اور پھر حاجی صاحب کے ان پیسوں سے مٹھائی آتی اور طلبہ محظوظ ہوتے۔ اس نوع کے سینکڑوں واقعے موجود ہیں جن کا ذکر یہاں مقصود نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگانِ دین کو مزید اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے۔ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی صاحب سے میری دوسری ملاقات جب ہوئی جب آپ راجیہ سبھا کے ممبر نامزد ہوئے۔ آپ دورانِ قیام مدینہ منورہ میرے چچا خلیل حبیب اللہ کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ اسی اثنا میں جب چچا دہلی تشریف لائے تو مولانا سیّد اسعد مدنی صاحب نے ان کی دعوت کی۔ اس دعوت میں یہ حقیر فقیر بھی شامل تھا اور چچا نے میرا تعارف حضرت سے یہ کہتے ہوئے کرایا کہ یہ حاجی میاں حافظ نورالدین دہلوی مہاجر مدنی کے پوتے ہیں (میرے دادا حاجی حافظ نورالدین ۱۹۳۷ء میں ہندستان سے مدینہ منورہ عشق رسول میں ہجرت کر گئے

تھے) وہاں حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی اور خلیل حبیب اللہ دادا جانؒ کے پاس آتے۔ اس کے بعد میں دفتر جمعیۃ علماء ہند واقع مسجد عبدالنبی میں جاتا رہا اور جمعیۃ کے بیشتر نشیب وفراز بھی دیکھے۔ کچھ لوگوں نے جمعیۃ سے کٹ کر الگ اپنی جماعتیں بنائیں، مگر کامیاب نہ ہوسکے۔ لیکن حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نے بڑا تدبرانہ رویہ برقرار رکھا اور اسی اثناء میں لوگوں نے مختلف قیاس آرائیاں کیں لیکن مولانا سیّد اسعد مدنیؒ صاحب ایک مفکرانہ روش پر گامزن رہے۔ میں اکثر جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کی میٹنگوں میں مدعوخصوصی کی حیثیت سے شریک ہوتا رہا۔ محمود یہ لائبریری اور مدنی ہال کے افتتاح کے موقع پر مہمانوں کی خدمت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ۱۹۸۷ء کی بات ہے کہ جمعیۃ علماء ہند کے بینر پر دہلی میں تحفظ ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد کے سلسلہ میں اکثر میٹنگیں ہوتی تھیں اور احقر کو یہ شرف حاصل تھا کہ فصیل بند شہر کی نمائندگی کروں۔ واضح رہے کہ اُردو پارک میں مذکورہ کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے توسط سے جامع مسجد دہلی کے شاہی امام سیّد عبداللہ بخاری اور نائب امام سیّد احمد بخاری سے اکابرین جمعیۃ کے تعلقات استوار کرائے اور اُردو پارک میں بخیر وخوبی یہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ میں نے اور مینابازار اور علاقہ جامع مسجد کے تاجران نے کانفرنس کو کامیاب بنانے میں میرے ساتھ بے انتہا تعاون کیا۔ کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کا صدر بابو دوست محمد اور احقر کو جنرل سکریٹری مقرر کیا گیا تھا، جس کی برکت سے مولانا سے قرب وشرف کے مزید مواقع میسر ہوئے۔ اسی طرح دوسرے سال یہی کانفرنس جمنا پار جعفرآباد کی عیدگاہ میدان میں منعقد ہوئی اور خاکسار کو ہی جنرل سکریٹری مقرر کیا گیا۔

میرے حسن انتظام کے مدنظر جمعیۃ کے ۲۶ ویں اجلاس کے انتظام کے لیے میٹنگوں میں مجھ کو یاد کیا گیا اور میں نے صحیح مشورے دیئے اور تمام مہمانوں کے لیے اجلاس کے دن صبح صبح ناشتے کا بندوبست بھی میرے ذمہ کیا گیا، جس وقت اکابرین جمعیۃ ناشتہ فرمارہے تھے تو حضرت مولانا محمود مدنی صاحب نے دریافت کیا کہ حاجی میاں کہاں ہیں انھیں بلاؤ۔ انھوں نے جواب دیا کہ مہمانوں کو ناشتہ کرانے میں مصروف ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ چھوٹوں کا کس قدر خیال رکھتے تھے۔ اسی طرح ۲۷ ویں اجلاس میں بھی مجھے یاد کیا گیا جو بے حد کامیاب ہوا تھا۔ میں جب بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا آپ بغیر تواضع کے واپس نہیں آنے دیتے تھے۔ اکثر وبیشتر آپ غیرملکی دوروں پر رہتے تھے اور جب ملک میں ہوتے تھے تو ملک وملت کی بقاء اور فلاح و بہبود کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ یقیناً ایک دردمند باپ کے حساس جانشین تھے۔ میرے ساتھ ان کا جو مشفقانہ رویہ اور حسن سلوک تھا اسے میں کہاں تک بیان کروں۔ جمعیۃ کے تحت مختلف تعلیمی ادارے سرگرم عمل ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ تکنیکی وطبّی انسٹی ٹیوٹ بھی ہیں۔ آفاتِ ناگہانی خواہ وہ آسمانی ہوں یا زمینی آپ کے زیر سرپرستی مولانا محمود مدنی کی نگرانی میں ملک گیر پیمانے پر کام کرتے تھے۔

کل من علیہا فان۔ چونکہ ہرشے اور ہرفرد کو اللہ کی طرف رجوع کرنا ہے۔ آخرکار آپ بھی ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔ میں دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولانا سیّد اسعد مدنی امیر شریعت ہند کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مولانا سیّد محمود مدنی کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

یہ مختصراً حالات جو یاد آئے تحریر کردیئے۔ حالات و واقعات بہت ہیں، کہاں تک ضبط تحریر میں لاؤں۔ ○○

الوداع اے قائد اسعد میاں اے محترم

الوداع اے قائد اسعد میاں اے محترم
عالمِ اسلام کو ہے آپ کے جانے کا غم

آپ کا تقویٰ مثالی سادگی تھی بے مثال
آپ تھے مردِ مجاہد ایک عالم باکمال
آپ جیسے اس جہاں میں اب نظر آتے ہیں کم
الوداع اے قائد اسعد میاں اے محترم

آپ سے بہتر نہ پایا کوئی بھی اخلاق میں
کارنامے درج ہیں سب آپ کے اوراق میں
آپ کے دَم سے تھا حضرت پوری ملت کا بھرم
الوداع اے قائد اسعد میاں اے محترم

آپ کے دَم سے تھی حضرت اس جمعیۃ کی بہار
آپ کے جانے سے ہے پوری جماعت سوگوار
آپ کی فرقت کو حضرت کیسے سہہ پائیں گے ہم
الوداع اے قائد اسعد میاں اے محترم

در کھلا رہتا تھا آپ کا عالی جناب
آپ کے در سے ہزاروں آکے ہوتے فیضیاب
آپ کا چہرہ نورانی آپ کا لہجہ نرم
الوداع اے قائد اسعد میاں اے محترم

بعد مرنے کے حضرت فیض جاری آپ کا
برکتوں کا سلسلہ ہے اب بھی جاری آپ کا
ہے لحد پر آپ کی ہر وقت بارانِ کرم
الوداع اے قائد اسعد میاں اے محترم

ہے دعا احقر کی رب سے آپ کو بخشے کریم
جنت الفردوس میں ہو آپ کا رتبہ عظیم
مغفرت کرنا خدایا واسطہ شاہِ امم
الوداع اے قائد اسعد میاں اے محترم

صالح احقر، سہارنپور

وہ بولتے تو ایوان لرزجاتا تھا

الف۔ عین۔ دیوبندی

امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی ولادت کا سن دنیا کی غلامی اور غلامی کے خلاف اُٹھنے والی صداؤں کا سن تھا، مولانا نے آنکھ کھولی تو حریت کے متوالوں کی گرج اور سامراجیت کی توپوں کی دھمک ہندستان کی فضاؤں میں گونج رہی تھی، جس ماحول میں ان کے شعور کی تعمیر ہوئی وہ علم وعمل اور ذکر الٰہی کا ماحول تھا۔شعور کے پہلے پائدان پر قدم رکھا تو شفیق باپ کو دین اسلام پر جان نچھاور کرتے دیکھا۔ کہا جاسکتا ہے مولانا سید اسعد مدنیؒ کا مزاج اور طبیعت جس خمیر سے تیار ہوئی وہ حق گوئی، بیباکی، حوصلہ مندی، مجاہدانہ فکر، بے نیازی، راست روی جیسی خصوصیات سے معنون ہے۔

اسیر مالٹا حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ (متوفی ۱۹۵۷ء) اس زمین پہ آسمان تھے، اس تحریک آزادی کے سرخیل کارواں کی بزرگی اور فقیرانہ شان کے تذکرے عام ہیں۔ وہ ایسے شام وقت تھے جنھوں نے دنیائے علم پر فقیرانہ شاہ سے حکومت کی۔مولانا سیّد اسعد مدنی اسی عظیم شخصیت کے بڑے فرزند تھے۔

مولانا اسعد مدنیؒ کی پیدائش ۲۵/اپریل ۱۹۲۸ء کو ہوئی۔ایام طفلی میں ہی والدہ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔مولانا حسین احمد مدنیؒ آٹھ سال کی عمر میں شیخ الہند کے گھر میں آ گئے تھے۔انھی کے آستانہ میں ان کی پرورش ہوئی۔ چنانچہ جب مولانا سیّد اسعد مدنی کی ولادت ہوئی تو شیخ الہند کی صاحبزادی محترمہ بتول عثمانی سے مولانا حسین احمد مدنیؒ نے ان کو دودھ پلوایا تاکہ مولانا اسعد مدنی اس گھر میں ایک محترم اور دودھ شریک بھائی اور بیٹے بن کر رہیں، ایسا ہی ہوا بھی، حضرت شیخ الہندؒ ان کے والد کے اُستاذ وشیخ تو تھے ہی ایک اعتبار سے مولانا سیّد اسعد مدنی کے نانا کی حیثیت میں بھی تھے۔مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے انھی رضائی ماں بتول عثمانی کا زندگی بھر حق ادا کیا اور شیخ الہند کے نام کو روشن وتابندہ اور زندہ رکھنے میں اہم کارنامے انجام دیئے۔ابتدائی تعلیم گھریلو ماحول میں حاصل ہوئی، تیرہ چودہ برس کی عمر میں، انھیں دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی درجات میں داخل کیا گیا۔دارالعلوم سے فراغت کے بعد انھوں نے ایک اُستاذ کی حیثیت سے اسی ادارہ میں ملازمت اختیار کرلی اور کم وبیش ۱۲ برس تک اس عظیم درسگاہ میں تدریسی خدمات انجام دیں، چند ناگفتہ بہ اور متنازعہ اسباب کے باعث انھوں نے ۱۹۶۲ء میں اس ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔مولانا کے حقیقی چچا سیّد احمدؒ کی صاحبزادی عائشہ سے ان کی شادی ہوئی ان سے مولانا کے یہاں ایک صاحبزادے نے جنم لیا، ان کا نام احمد مدنی رکھا گیا۔موصوف آج کل مدینہ میں مقیم ہیں۔مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کو ہندستان اور اپنے وطن سے والہانہ عشق تھا، ان کے چچا اور خسر چاہتے تھے کہ مولانا ہندستان سے ہجرت کرکے مدینہ میں سکونت اختیار کریں جو انھوں نے کبھی قبول نہ کیا، اسی قسم کے کچھ حالات کے سبب پہلی اہلیہ سے جدائی ہوگئی، مولانا کا دوسرا نکاح مدرسہ عالیہ کلکتہ کے شیخ الحدیث مولانا حمید الدین کی صاحبزادی محترمہ بریرہ خاتون (متوفی ۲۰۰۰ء) سے ہوا۔ان سے دو بیٹیاں اور چار بیٹے ہیں۔

مولانا سیّد اسعد مدنیؒ ۱۹۶۸ء سے ۱۹۹۳ء تک یعنی تین مرتبہ راجیہ سبھا کے رُکن منتخب ہوئے۔مولانا مدنی کا راجیہ سبھا کے بااثر اراکین میں شمار ہوتا تھا۔حزب اختلاف بھی مولانا کا احترام کرتا تھا، پارلیمنٹ میں ان کی حق گوئی مشہور تھی۔ اپوزیشن کے پاس بولنے کے لیے بہت کچھ ہوتا ہے مگر رولنگ پارٹی کے اراکین معذور وبےبس ہی ہوتے ہیں لیکن مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی جرأت مندانہ صفت یہ رہی کہ رولنگ پارٹی میں رہتے ہوئے بھی ایوان میں یہ کہنے کی جرأت رکھتے تھے (مسز اندرا گاندھی سے مخاطب ہوتے ہوئے) ''میڈم آپ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے نام سے لفظ ''مسلم'' ہٹانے کی کوشش کرسکتی ہیں لیکن اگر آپ میں ہمّت ہے تو ''بنارس ہندو یونیورسٹی'' میں لفظ ہندو کو نکالنے کی سوچ کر بھی دیکھئے۔آپ کے نیچے سے یہ کرسی نکل جائے گی۔'' مولانا ملی معاملات میں اور قومی مفادات کے سامنے ''پارٹی لائن'' سے ہٹ کر بولنے میں نہیں چوکتے تھے، فسادات میں حکومت کی نقاب الٹ کر رکھنے دینے میں بھی تکلف نہیں کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں مولانا کے دو بیانات جو انھوں نے اپنی ہی حکومت وانتظامیہ کے خلاف پارلیمنٹ میں دیئے، مثال میں پیش ہیں۔

۲۲/فروری ۱۹۷۳ء کو راجیہ سبھا میں صدارتی خطبہ پر اظہار تشکر کرتے ہوئے مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے کہا تھا ''لوگوں میں بدکرداری بڑھتی جارہی ہے، بدکردار لوگ عام طور پر پولیس انتظامیہ وغیرہ میں داخل ہوگئے ہیں۔ فرقہ ورانہ جذبات والے بھی پولیس میں گھس گئے ہیں۔اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ پولیس اپنے فرض کو ایمانداری سے ادا نہیں کرتی بلکہ وہ ایسے کارنامے انجام دے رہی ہے جس سے جانور اور درندے بھی شرما جائیں۔ ابھی جو فسادات فیروز پور، بنارس وغیرہ مقامات پر ہوئے ہیں، ان میں پولیس نے جو رول ادا کیا ہے وہ بالکل لٹیروں اور فسادیوں جیسا ہے۔''

۲۵ رفروری ۱۹۸۲ء کو آپ کا بیان کچھ یہ تیور لیے ہوئے تھا ''فرقہ وارانہ فسادات نہ تو کرفیو کی پابند ہوتی ہے، کرفیو ایک طرفہ ہوتا ہے، قانون کا مذاق اُڑایا جاتا ہے، چنانچہ مرادآباد میں جو لوگ مجرم تھے وہ نہیں پکڑے گئے جو غیر مجرم تھے افسران جس بات کا زبان سے اقرار کرتے ہیں ان کو گرفتار کیا گیا اس طرح ناانصافی کی روش افسروں میں بڑھتی جارہی ہے، سیکورٹی فورسز میں اس طرح کا ذہن پیدا ہورہا ہے ظالم اور مظلوم کو نہیں سمجھتے، اگر وہ ان کی کمیونٹی کا ہوتا ہے تو ان کو پروٹیکشن دیتے ہیں، اگر وہ ان کی کمیونٹی کا نہیں ہوتا تو خواہ کتنا ہی مظلوم کیوں نہ ہو اس کے خلاف جھوٹے مقدمے قائم کردیئے جاتے ہیں اور ان کی کوئی دادرسی نہیں ہوتی۔''

عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ مولانا سیّد اسعد مدنیؒ ایسے واحد رکن پارلیمنٹ تھے جو اپنی حکومت وانتظامیہ کے خلاف بھی بیباک بولتے تھے، محض راجیہ سبھا میں ہی نہیں، میڈیا کے ذریعہ بھی انھوں نے ''انصاف کی آواز'' کو بلند کیا ہے۔ ان ہی خصوصیات کے سبب ۱۹۸۶ء میں مولانا کو 'امیر الہند' منتخب کیا گیا۔ مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی شخصیت کے لیے راجیہ سبھا کی رکنیت ایک معمولی بات تھی اس لیے انھوں نے اس کا بہت زیادہ خیال نہیں کیا۔ البتہ کانگریس کے وفادار رہے اور سمجھتے رہے کہ اس ملک میں قومی سطح کی سب سے کم خراب جماعت کانگریس ہے۔ چنانچہ ۱۹۷۸ء میں جب مسز اندرا گاندھی کو جیل بھیج دیا گیا تو مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے مسز اندرا گاندھی کی حمایت میں ملک گیر تحریک چلائی اور خود بھی اس پاداش میں جیل گئے۔ مولانا اسعد مدنیؒ نے دنیا بھر میں لاکھوں لوگوں کو بیعت کیا۔

مولانا اسعد مدنیؒ پُرآشوب دَور میں گرانقدر خدمات کا نمونہ

ڈاکٹر شکیل صمدانی (ریڈر شعبۂ قانون، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)

کل نفس ذائقة الموت (ہر نفس، جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے) لیکن اس دنیا میں چند شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کی وفات سے ایک خلا سا پیدا ہوجاتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ یہ خلا کبھی پورا نہ ہوسکے گا۔ لیکن خالق کائنات کارساز ہے، زندگی اور موت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ تخریب وتعمیر چلتی رہتی ہے اور اللہ ربّ العزت کے حکم سے دنیا کا کاروبار چلتا رہتا ہے۔

مولانا اسعد مدنیؒ کا انتقال یقیناً ملت اسلامیہ کیلئے ایک سانحہ سے کم نہیں ہے، کیونکہ وہ ایسے عالم دین تھے جنھوں نے دینی حمیت کے ساتھ ساتھ دنیاوی مسائل سے خود کو الگ نہیں کیا۔ خصوصی طور پر مسلمانانِ ہند کو ایک مثبت رہنمائی دی۔ جمعیۃ علماء ہند کے جھنڈے تلے انھوں نے جس سیاسی بصیرت اور کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور جس طرح سے ملت اسلامیہ کے جذبات کی ترجمانی کی اسے تاریخ ہند کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ بقول مولانا محمد سالم قاسمی، مولانا اسعد مدنیؒ اپنی اجتماعی فکروذہن اور اعمال وخدمات کی وسعتوں کے لحاظ سے ملت اسلامیہ میں ایک معتبر متعارف شخصیت کے مالک تھے۔ اس لحاظ سے ان کی وفات سے عمومی طور پر غیر معمولی غم محسوس کیا گیا۔

۱۹۷۳ء انھیں جمعیۃ علماء ہند کا صدر منتخب کیا گیا اور بحیثیت صدر انھوں نے جمعیۃ علماء کو آزاد ہندستان میں ایک مؤثر رول کرنے کا موقع دیا۔ اتفاق سے یہ وہ دَور تھا جب ملک میں سوائے کانگریس پارٹی کے کوئی پارٹی نظر نہیں آتی تھی اور یہ بڑا مشکل کام تھا کہ کانگریس کی ہر وقت مخالفت کی جائے۔ اس لیے مولانا اسعد مدنی کی قیادت میں جمعیۃ علماء ہند نے دو محاذوں پر کام کیا۔ پہلا محاذ تعلیمی محاذ تھا جس میں مولانا کی کوششوں سے ملک کے طول وعرض میں مدارس کا جال بچھ گیا جو جمعیۃ کی سرپرستی میں کام کررہے ہیں۔ دوسرا کام جو مولانا نے کیا وہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں سیاسی بیداری کرنے کی کوشش کی اور ملّی مسائل پر قوم کا موقف رکھنے کی کوشش کی۔ اس کے علاوہ مولانا نے حکومت وقت پر ایک 'پریشر گروپ' کی طرح کام کیا اور یہ کوشش کی کہ کانگریس سے رابطہ نہ بگاڑتے ہوئے اہم ملّی مسائل پر حکومت کی توجہ مبذول کرائی جائے اور اس لیے جمعیۃ علماء ہند پر کانگریس کے تئیں نرم رویہ اختیار کرنے کا الزام بھی لگتا رہا۔ لیکن ان سب نکتہ چینیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مولانا مرحوم نے اپنے مشن کو جاری رکھا اور سیکولر اور نیشنلسٹ لوگوں کو جمعیۃ سے جوڑنے کا کام کرتے رہے۔

گجرات کے مسئلے پر جمعیۃ نے مسلمانوں کے ساتھ ہوئے ظلم کو سختی سے ملک کے لیڈروں کے سامنے اُٹھایا اور پچھلے چند سالوں میں جب سے امریکہ نے مسلمانوں کے خلاف ایک طرح سے نفرت آمیز دشمنی کا مورچہ کھولا ہے اور پوری دنیا میں مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے میں لگا ہوا ہے، مولانا اسعد مدنی نے علالت اور پیرانہ سالی کے باوجود جگہ جگہ جلسے اور کنونشن کرکے غیر مسلم عوام اور حکومت کو بتانے کی کوشش کی کہ مسلمان دہشت گرد نہیں ہیں، اسی کے ساتھ ساتھ مولانا نے ہندستان ہی نہیں بلکہ پاکستان، بنگلہ دیش اور انگلستان میں متعدد کانفرنسوں کو خطاب کیا اور یہ باور کرانے کی کوش کی کہ کسی بھی قوم پر دہشت گردی کا لیبل لگادینا ٹھیک نہیں ہے۔ مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ مرحوم مولانا اسعد مدنیؒ نے ملک اور قوم کی جو بیش بہا خدمت انجام دی وہ تاریخ میں محفوظ کی جائیں گی۔ جو قومیں اپنے محسنوں اور رہنماؤں کو بھول جاتی ہیں تاریخ کے اوراق ان قوموں کو بھول جاتے ہیں۔ مولانا کی زندگی ملک کے حکمرانوں کیلئے مشعل راہ ہیں۔ خصوصی طور پر جو لوگ قوم کی فلاح وبہبود کی سیاست کو بھی شجر ممنوعہ سمجھتے ہیں انھیں مولانا مرحوم کی زندگی سے سبق لینا چاہیے۔ ■■

آہ! اسعد ملت مدنی

حیات جس کی امانت تھی سونپ دی اس کو
اُتارنا تھا یہ قرضہ بھی سر سے اپنے تجھے

قران کریم کا قول ہے ''کل من علیھا فان'' یہ ہر انسان کا مقدر اور ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ پھر یہ سوال اُٹھتا ہے کہ جانے والے پر افسوس کیوں ہوتا ہے مسئلہ یہ نہیں ہے کہ جانے والا کیوں گیا۔ اس کا جانا تو روزِ اوّل ہی سے متعین تھا۔ ہمیں اس کا علم نہیں تھا یہ اور بات ہے۔

پریشانی یہ ہے کہ جانے والا جن ذمہ داریوں کو سنبھالے ہوئے تھا۔ اب قحط الرجال کے اس دور میں ان کو کون سنبھالے گا۔ کیونکہ آج جو چلا جاتا ہے اس کا نعم البدل یا صرف بدل تو دور کی چیز ہے اس کا عشر عشیر بدل بھی نصیب نہیں ہوتا ہے مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ اور مولانا فخر الدینؒ کے دور کی تو توقعات ہی رکھنا بے جا ہے دور روحانیت تو سفر رخصت لے چکا بقول کوثر میرٹھی کے:

ابھی کیا ہے تجھے ڈھونڈیں گے اِک دن کارواں والے
کہ مرجانے پہ قدرِ آدمی معلوم ہوتی ہے
(کوثر میرٹھی)

تمھارے بعد ان کانٹوں کی عظمت کون جانے گا
بھٹکتا ہی پھرے گا کارواں جب تم نہیں ہوگے
(محمود دہلوی)

مولانا مرحوم کی شخصیت کا خاکہ کچھ اس انداز کا تھا: پیرانہ سالی کے باوجود ہمت اور عزم کا مجسمہ، ملت کے مسائل کا نبض شناس مدارس دینیہ کی ضروریات اور حسنِ انتظام کی نفسیات کا شناسا ہی نہیں بلکہ قابل اعتماد مشیر و معاون۔ شریعت اسلامیہ کی دانائیوں کا مردحق آگاہ حکومت کے ایوانوں میں بانگ دہل ملّت کے مسائل پر اپنی آواز بلند کرنے والا اور زندگی کے درج ذیل اصولوں پر کاربند۔

زندہ رہنا ہے تو میرِ کارواں بن کر رہو
اس زمیں کی پستیوں پر آسمان بن کر رہو
زمیں کی طرح جس نے عاجزی و انکساری کی
خدا کی رحمتوں نے اس کو ڈھانپا آسماں ہوکر
حوادث سے اُلجھ کر مسکرانا میری عادت ہے
مجھے بربادیوں پر اشک برسانا نہیں آتا

اور آج کا حال یہ ہے:

دن کو اِک نور برستا ہے تری تربت پر
رات کو چادر مہتاب تنی ہوتی ہے

حکیم ظل الرحمن، دھلی

اور ہمارے لیے اکابر کا حکم:

ضبط گریہ کی تاکید خموشی کا بھی حکم
اب اگر خاک نہ ہوگا تو جگر کیا ہوگا

اور ملّت کا حال یہ ہے:

زمانہ برسر آزار تھا فانی مگر
تڑپ کے ہم نے تڑپا دیا زمانے کو

اب تو باری تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست ہے:

اُجالے ان کی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہوجائے

میرا تعلق جمعیۃ علماء ہند سے ۱۹۵۸ء سے ہے جب میں ہمدرد دواخانہ میں ملازم ہوا۔ اس وقت ہمدرد لال کنواں پر تھا اور دفتر کے بعد گلی قاسم جان میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی خدمت میں حاضری معمول تھا۔ مولانا مرحوم سے یہ تعلق تقریباً تیس سال قدیم ہے۔ مولانا سے جو سبق میں نے سیکھا ہے وہ ہے:

یہ الم، یہ ستم، راستے پر خطر راہرو تیرا ثابت رہے ہر قدم
وقت کی باگ ہاتھوں میں ان کے رہی تیز دھاروں کی آغوش میں جو جئے

رہروانِ راہِ منزل رہ نہ جانا راہ میں
لذتِ صحرانوردی دوریٔ منزل میں ہے
مقامِ زندگی تعمیر کر موجِ حوادث میں
کناروں کا بھروسا کیا کنارے ٹوٹ جاتے ہیں

آج کے قحط الرجال کے اس دَور میں کسی نایاب شخصیت کا دنیا سے رخصت ہوجانا ہماری محرومیوں میں مزید اضافہ کا باعث ہے لیکن ہمارے پاس سوائے صبر کے اور چارہ ہی کیا ہے۔ بقول علامہ اقبال مرحوم کے:

آرزو کو خون رُلواتی ہے بیداد اجل
مارتا ہے تیر تاریکی میں صیادِ اجل
کھل نہیں سکتی شکایت کے لیے لیکن زباں
ہے خزاں کا رنگ بھی وجہ قیامِ گلستاں
ایک ہی قانونِ عالمگیر کے ہیں سب اثر
بوئے گل کا گل سے اور گلچیں کا دنیا سے سفر

نذرانۂ عقیدت کے طور پر زبیر رضوی کے اشعار پیش خدمت ہیں:

زندگی کون سا موڑ ہے یہ جہاں
میرے قدموں کی رفتار تھم سی گئی
جانے کیا شب کی ویرانیوں نے کہا
راہ چلتے مسافر کو نیند آگئی
راہ ویران ہے کس کو آواز دوں
کوئی ایسا نہیں جو میری انجمن
فکر وفن کی شمعوں سے روشن کرے

آج پھر موت کی اِک خبر ساقیا
ایک غم اِک خلش اِک چبھن دے گئی
مسکراتے لبوں کی ہنسی لے گئی
زندگی کون سا موڑ ہے یہ جہاں
میرے قدموں کی رفتار تھم سی گئی

گاتے گاتے غزل کوئی چپ ہوگیا
پیتے پیتے کوئی بادہ کش سوگیا
وہ پرستارِ علم و ہنر اُٹھ گیا
وہ نقیبِ گل و نسترن اُٹھ گیا
علم و فن کے حسیں قافلے تھم گئے
وہ سراپا خلوص و وفا اُٹھ گیا
دین و ملت کا مدحت سرا اُٹھ گیا

آج پھر موت کی اِک خبر ساقیا
کتنے چہروں کی صبحوں کو کمھلاگئی
کتنی آنکھوں میں ویرانیاں چھا گئیں
بزم کی خامشی داستاں بن گئی
زندگی موت کی میزباں بن گئی

آج کم خواب آنکھوں کو نیند آگئی
زندگی گوشۂ عافیت پا گئی

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل، جمعیۃ علماء ہند کو ان کا بدل بخشے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے:

نمازِ عشق پڑھنے کا تم ہی کو حق تھا دنیا میں
کہ آتا تھا تمھیں خونِ تمنا سے وضو کرنا

کلماتِ عقیدت بر وفات فدائے ملتؒ

مفتی اشفاق احمد اعظمی

چھوڑ کر ملت کی کشتی ناخدا جاتا رہا — شیخ اسعدؒ ، شیخِ کل ، شیخِ زماں جاتا رہا
رو رہا ہے پورا عالم ، پوری دنیا سوگوار — قوم و ملت کا محافظ، پاسباں جاتا رہا
اہل جمعیۃ کا دل ہے ، جس کے غم سے پاش پاش — وہ امیرالہند، میرِ کارواں جاتا رہا
فیض جس کا عام تھا ، اقوام عالم کے لیے — ایسا ہادی ، رہنما، شیخِ جہاں جاتا رہا
ملت بیضا کو جس کی جرأتوں پر ناز تھا — وہ جری، حق گو ، مجاہد ، ترجماں جاتا رہا
دین حق پر جب کبھی یلغار باطل کی ہوئی — باندھ کر سر سے کفن ، باطل سے ٹکراتا رہا
حق میں آمیزش نہیں برداشت تھی اس ذات کو — جس کی ہر آواز سے باطل لرز جاتا رہا
اہل حق ششدر ہیں ، دے گا کون باطل کا جواب — حق کا وہ مردِ مجاہد ، ترجماں جاتا رہا
زندگی تھی وقف مظلوموں کی خدمت کیلئے — ظالموں کی صف میں بجلی بن کے گرجاتا رہا
زندگی جس نے گزاری سنتوں کی چھاؤں میں — اہل سنت کا محافظ، باغباں جاتا رہا
مادرِ علمی کا مایہ ناز وہ فرزند تھا — حق ادا کر کے دِکھایا اور پھر جاتا رہا
زندۂ جاوید ہیں ، خدمات اس کی ہر طرف — نقش ہائے زندگی وہ چھوڑ کر جاتا رہا
رب سے رشتہ زندگی میں کس قدر مضبوط تھا — بے خطر، خطرات میں ہر موڑ پر جاتا رہا
کامیابی جس کے قدموں میں ہمیشہ کھیلتی — وقت کا تیور ہمیشہ خود بدل جاتا رہا
غم غلط ہوجائے گا ، ہم کو نہیں امید ہے — نقش جس کا دل پہ ہے، وہ نقش جاں جاتا رہا
زندگی بھر فکر امت میں تڑپتا چل بسا — خود تو ہے ، فردوس میں اور ہم کو تڑپاتا رہا

بخش دے مولیٰ ہمارے شیخ کی ہر چوک کو
ذکر میں زندہ رہا اور ذکر میں جاتا رہا

کس کو بٹھائیں بزم میں تیرے مقام پر

ڈاکٹر راحت مظاہری سہارنپوری

فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ صدر جمعیۃ علماء ہند کا سانحۂ ارتحال مسلمانانِ ہند کے لیے صرف ایک غمناک خبر ہی نہیں بلکہ غموں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے اور امت مرحومہ کے لیے نقصان کا ایک ایسا عظیم خلاء ہے جس کو پوری صدی میں بھی پاٹنا غیر ممکن اور کارِ مشکل ہے کیونکہ موجودہ دور تک جو عظیم شخصیات اس دارِ فانی سے کوچ کر چکی ہیں ان کے عہدے اور منصب پُر ہوئے مگر نعم البدل شاید و باید ہی کہیں کسی کا امت کو نصیب ہوا ہو۔ جس نہج و معیار پر حضرت مولانا مدنیؒ نے ہندستانی مسلمانوں کے مسائل کو حل کرنے کا بیڑا اٹھایا اس کو موجودہ عہد میں آپ کا ایک عظیم کارنامہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ ہر چند کہ وہ برسوں سے مختلف قسم کے امراض میں مبتلا تھے جن میں ایک نامراد مرض شکر کا بھی شامل تھا جو کہ انسان کو نہ کہیں چلنے کا چھوڑتا ہے نہ پھرنے کا اور غور و فکر سے تو ہر معالج دور ہی رہنے کا مشورہ دیتا ہے مگر وہ عوارض اور پیچیدہ امراض کا شکار رہتے ہوئے بھی ہمہ اوقات اپنے سانسوں کو امت کے لیے وقف کیے ہوئے تھے۔ چاہے شدت کی گرمی ہو یا کڑاکے کی سردی، چاہے آندھی ہو یا برسات مگر آپ کا یہ حال تھا کہ امت کی فلاح کی خاطر اور اس کے مسائل کے حل کرنے کرانے کے لیے کبھی غیر ملکوں کے سفر پر ہیں تو کبھی اندرون ملک کشمیر میں، کبھی کنیا کماری میں، کبھی آسام میں ہیں تو کبھی مہاراشٹر میں۔ ہر چند کہ آپ کی فیملی دیوبند میں ہے مگر آپ دہلی کے دفتر میں اپنے اکثر اوقات گزارتے۔ ہر چند دہلی میں اقامت تھی لیکن دہلی میں شاید آپ تین روز بھی کبھی مسلسل اقامت پذیر نہ رہے۔ کیونکہ آپ نے بغیر کسی تحریر وا یگریمنٹ کے اپنی زندگی کا ہر سانس اپنی قوم کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ ہر چند کہ آپ کا شمار مسلک علمائے دیوبند کے اس زمرہ میں تھا جو اپنے مسلک کا سرخیل و پیشوا طے شدہ ہے مگر آپ کی فکر مسلکی قید سے بہت بلند و بالا تھی۔ جب کوئی مسئلہ قوم مسلم کا آپ کو درپیش آتا تو وہ صرف مسلمانوں کا ہی مسئلہ ہوتا تھا نہ کہ شیعہ، سنی و دیوبندی، بریلوی کا۔ شاید آپ جانتے ہوں کہ ۱۹۷۰ء کے بعد ہونے والے پارلیمانی الیکشن میں بریلوی فرقہ کے مشہور مقرر عالم دین کچھوچھہ کے سجادہ نشین مولانا مظفر حسین کچھوچھوی ایک سیٹ پر انتخاب کے لیے کھڑے ہوگئے جس پر اکثریت بریلوی عقائد کے لوگوں کے مقابل مسلک دیوبند کے معتقدین کی تھی تو حضرت مولانا اسعد مدنیؒ بنفس نفیس اس حلقہ میں تشریف لے گئے اور مولانا مظفر کی تائید میں اپنے عقائد کے لوگوں کی ذہن سازی کی۔ الحمدللہ جس کا نتیجہ خاطر خواہ نکلا اور بریلوی طبقہ کے علماء نے آپ کی امت سے ہمدردی اور آپ کے عمل صالح کو خوب سراہا جیسے کہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے: انما المومنون اخوۃ۔ آپ کا وہی طرزِ فکر اور عقیدہ تھا۔ اسی قبیل کی یعنی قوم کی ہمدردی کی ایک اور مثال آپ کے ذہن میں شاید ہو کہ اب سے چند سال قبل انڈین پولیس میں ایک مسلمان کو داڑھی رکھنے پر سخت پابندی تھی جبکہ اسی پولیس میں ایک سکھ کے لیے اس طرح کی کوئی بندش یا قانونی اڑچن موجود نہیں۔ جب حضرت مولانا اسعد مدنیؒ نے اس طرف غور کیا تو چونکہ ان کا قلب و دماغ اس حرکت نازیبا کو ہرگز برداشت نہ کرسکا کہ سنت رسول جس پر مسلمان عمل کرنے میں پہلے ہی سے قاصر ہیں اس میں ان کو مزید حکومت اور افسران سے بھی احتجاج کا معاملہ درپیش ہو، فوراً آپ اپنے دل میں تڑپ اُٹھے اور آپ نے اس میں براہِ راست دخل اندازی کرتے ہوئے کمشنر آف پولیس اور وزارتِ داخلہ سے مراسلت کی، جس میں بفضل تعالیٰ حضرت مرحوم کو سو فیصد کامیابی نصیب ہوئی اور ہندستان کے ایک سپاہی کو سنت رسول کو زندہ کرنے کا پورا حق مل گیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ امت عملی طور پر اپنے رسول کو خوش کرنے کی غرض سے آپ کے اس اقدام کو کتنا سراہتی ہے یا اپنے اس عظیم رہنما کو عملاً خراجِ عقیدت پیش کرتی ہے اور یہ کون نہیں جانتا کہ ہندستان کے مسلمانوں کو مولانا آزاد کے بعد مرکزی طور پر آج تک کوئی ایسا مسلم لیڈر نصیب نہ ہوسکا جس کی قیادت پر سب لوگ متفق ہوگئے ہوں۔ کرناٹک میں صوبائی لیول پر سوائے عزیز سیٹھ مرحوم کے نیشنل لیول پر اگر تمام مسلمان کسی شخصیت پر ایک گونہ مطمئن ہوئے ہیں تو وہ تاریخ میں صرف ایک ہی نام ہے یعنی مولانا اسعد صاحب مدنیؒ۔ کوئی اخبار بین شخص یا سیاست حاضرہ پر ہلکی سی نظر رکھنے والا بھی یہ بات ضرور جانتا ہوگا کہ جب کانگریس کے دورِ اقتدار میں پی وی نرسمہاراؤ کی وزارتِ عظمٰی کے منحوس ایام میں سلطنت مغلیہ کی ایک اہم یادگار اور پانچ سو سالہ قدیم تاریخی یادگار بابری مسجد فرقہ پرست ملک و ملت کے دشمنوں کے ناپاک ہاتھوں سے شہید ہوئی تو مسلمان لیڈروں اور سیکولر ذہنیت کے حامی افراد اور ممبرانِ پارلیمنٹ نے وزیر اعظم ہند کو حیرت کی حدود تک مرد خموش یعنی مرکزی وزیر رام ولاس پاسوان کی زبان ''مونی بابا'' سے مسجد کی بازیابی اور مسلم کش فسادات کے لامتناہی سلسلے اور نہ بجھنے والی آگ کے انقطاع کے

بارے میں ایڑی چوٹی کے زور لگائے مگر کسی بے چارہ کی کوئی کوشش بار آور نہ ہوئی اور نہ کوئی خواب شرمندۂ تعبیر ہوا تو تمام کانگریسی مسلم وزیر اس بات پر متفق الرائے ہوئے کہ وہ اپنے استعفٰی اپنی اپنی وزارتوں سے وزیر اعظم کو سونپ کر بطور احتجاج گوشہ نشیں ہو جائے تا کہ کل مسلم عوام کے سامنے ان کو جوابدہ ہونا بھی نہ پڑے اور کانگریس کی تاریخ میں یہ بات بھی درج ہو جائے کہ کانگریس مسلمانوں کے مسائل کے حل میں زود طلب اور خیر اندیش نہیں مگر قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید کے مصداق حضرت مولانا اسعد صاحب مدنیؒ نے اپنی بصیرت ایمانی اور دور اندیشانہ نظر سے مسلم ممبرانِ پارلیمنٹ کے نظریہ کی صراحتاً مخالفت کی اور ان سے براہِ راست گفتگو کی۔ خصوصاً اس وقت کے کانگریس کے اہم لیڈر اور مرکزی وزیر سی کے جعفر شریف سے اس نازک مسئلہ کے نشیب وفراز پر روشنی ڈال کر اس اقدام کے خطرات سے ان کو پیشگی آگاہ کیا اور فرمایا کہ آپ لوگوں کا یہ فیصلہ نہایت عجلت میں اور اس کے پس منظر پر بغیر عمیق نظر ڈالے کیا گیا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ کانگریس کے اندر روز اوّل ہی سے ایسے افراد موجود ہیں جو مسلمانوں کے خون کے پیاسے اور ان کی جان کے دشمن ہیں لیکن وہ اپنی گونا گوں مجبوریوں کے باعث کانگریس کے دامن سے وابستہ ہیں، کیا آپ حضرات کے اس طرح کے متفقہ استعفٰی سے کانگریس میں سیکولریت مضبوط ہوگی یا کمزور پڑے گی۔ کیا آپ کو اس کا علم نہیں ہے، میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور مسلم عوام کی طرف سے سفارش کرتا ہوں کہ آپ اپنے عہدوں پر نہایت مضبوطی اور ثابت قدمی سے جمے رہیئے بجائے اس کے کہ آپ باہر نکل کر کانگریس اور حکومت کی مخالفت کریں، آپ ایوان اور کانگریس کے اندر رہ کر ہی اپنی آواز کو بلند کریں، اسی میں ملک وقوم کا زیادہ بھلا ہے، نہ کہ آپ اپنے گھروں میں رہ کر خاموش پڑے رہیں یا باہر کی سڑکیں ناپیں۔ کیا آپ واقف نہیں اکیلا چنا بھاڑ پھوڑنے پر ہرگز قادر نہیں ہوسکتا۔ حضرت مولانا مرحوم کو امت کا کتنا درد تھا اس کے اندازہ کیلئے احقر حضرت والد کا اپنا ایک چشم دید واقعہ بیان کرتا ہے۔ ۱۹۸۲ء میں حضرت کا مغربی یوپی کا دورہ تھا جس میں سنبھل ضلع مرادآباد یوپی بھی شامل تھا۔ احقر ان دِنوں انجمن معاون الاسلام سنبھل میں ملازمت کرتا تھا۔ انجمن کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ مرحوم کے برادر خورد نے میری ڈیوٹی آپ کے استقبال کی طے کی، جس میں آپ کی رہبری کے لیے مرادآباد روڈ سے آپ کو مدرسہ تک لانا بھی شامل تھا۔ مرادآباد روڈ کی چنگی سے مجھے کار میں اس وقت ہم نشینی کا شرف بھی حاصل ہوا۔ جب آپ کی کار سنبھل کے آریہ سماج مندر کے روڈ سے گزری تو سامنے سے ایک جن سنگھی کو اپنی خاص وردی میں ہاتھ میں ڈنڈا لیے ہوئے تیزی سے پریڈ میں شرکت کے لیے جاتا دیکھ کر فرمایا دیکھئے اس کو کہ یہ شخص صرف اپنے عقیدہ کے مطابق ملک کی خدمت کا جذبہ رکھتا ہے۔ تب اپنی پریڈ میں تیزی سے رواں دواں ہے اور ہمارے مسلمان بھائی خدا کے حکم کو توڑ کر خوابِ غفلت میں ابھی تک اپنے نرم بستر پر سوئے ہوئے ہی ملیں گے۔

مختصراً اگر یہ کہا جائے کہ مرحوم کی تشریف ہی دنیا میں ہندستان کے مسلمانوں کی خدمت ورہبری کے لیے آئی تھی تو شاید کچھ بے جانہ ہوگا۔ اسی ضمن میں اگر ان کا کوئی سوانح نگار ان کی تمام صفات کا ذکر کرے لیکن آپ کی ''ملت بچاؤ تحریک'' کا جب تک ذکر نہ کرے تو نہ اس نے آپ کی سوانح لکھی اور نہ آپ کا تعارف قاری کے سامنے اس نے پیش کیا۔ کیونکہ ملک وملت بچاؤ تحریک آپ نے کئی دَور میں چلائی لیکن اس کا وہ پہلا مرحلہ یاد کیجئے جو آپ نے جنتا پارٹی کے عہد میں جبکہ ہندستان کے وزیر اعظم مرار جی ڈیسائی اور چودھری چرن سنگھ وزارتِ داخلہ کی کرسی پر فائز تھے۔ آپ نے اپنے رفقاء کے ہمراہ ان کو ایک میمورنڈم پیش کیا جس میں ملک کی اقلیتوں کے حقوق، مسلمانوں کو درپیش مسائل اور حکومت وقت کی نا اہلی کو اجاگر کیا گیا تھا جس کا حکومت پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ اس نے حضرت مرحوم کو مع ان کے رفقاء کے جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھیج دیا مگر یہ ان کے لیے کوئی ناگہانی آفت نہ تھی، کیونکہ یہ بزرگ دیش کی آزادی کے لیے بارہا جیل کی ہوا کھا چکے تھے لیکن یاد کیجئے اس وقت کو جب جنتا پارٹی حکومت نے حضرت کو گرفتار کیا تو آپ کے متوسلین وہمنواؤں نے حکومت کی ناک میں ایسا دَم کیا کہ ہندستان کی جیلیں فدایانِ حق کے لیے تنگ پڑ گئیں تو پارکوں میں لوگوں کو اریسٹ (Arrest) کر کے رکھا گیا۔ جب پارک بھر گئے تو پولیس ان کے ہم نواؤں کو صرف ایک رسّی کے احاطہ میں لے کر ان کے ناموں کی فہرست مرتب کر کے ان کو رہا کرنے لگی پھر آپ نے خود عوام ومقام کی پریشانی کے پیش نظر یہ تحریک اس وقت ملتوی کردی، لیکن مسلمانوں کا جوش وخروش کم نہ ہوا۔ آپ کے اہم کارناموں میں دستخطی مہم پر بھی ایک نظر ضروری ہے۔ اس دستخطی مہم سے آپ کا مقصد ہندستان میں مسلمانوں کی آبادی کے تناسب کے لحاظ سے سرکاری ملازمتوں میں ان کو مناسب نمائندگی کا مطالبہ تھا جس کے تحت ۲۱ لاکھ افراد نے صدرِ جمہوریہ کو اپنے دستخط بھیج کر اپنے جذبات سے آگاہ کرایا۔ مسلمانوں کی فلاح کے لیے آپ نے اٹھارہ سال کے عرصے تک ایوانِ سلطنت میں بھی ان کی آواز حکومتوں کے کانوں میں ڈالی۔ حکومتوں کو مسلمانوں کے مسائل سے آگاہ کرایا۔ پارلیمنٹ میں ان کے حقوق کی آواز اُٹھائی۔ الحاصل آپ آخر سانس تک جب تک ہوش رہا قوم کے مسائل سے کسی لمحہ غافل نہ رہے:

کس کو بٹھائیں بزم میں تیرے مقام پر
رو کر کہا فلک نے تو لاکھوں میں ایک تھا

○○

سوئے جناں وہ دین کا دیوانہ چل دیا

انیس الرحمن ادروی

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو آئے ہیں سبھی دنیا میں مرنے کے لیے

یہ درست اور حقیقت ہے کہ اس دنیا میں جو بھی آیا ہے وہ ایک دن اپنے مولائے حقیقی سے جاملتا ہے لیکن اس میں بعض افراد وہ بھی ہوتے ہیں جن کی جدائی کا غم عالمگیر ہوتا ہے۔ اس کے نہ ہونے سے دنیائے علم وعمل کی بہاریں جاتی رہتی ہیں۔ سارا عالم سوگوار ہوجاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک آفتاب تھا جس سے کائنات انسانی پُرنور تھی۔ ہر طرف روشنی ہی روشنی تھی۔ اس کے چلے جانے سے دنیا تیرہ وتاریک ہوگئی۔

انھیں ہستیوں میں آج سے پہلے جنھیں ہم امیر الہند فدائے ملت صدر جمعیۃ علماء ہند جیسے عظیم القاب وآداب کے ساتھ یاد کرتے تھے بلکہ ہر وقت ایسے الفاظ کی تلاش میں رہا کرتے تھے، جو آپ کے شایانِ شان ہو، وہ القاب آپ کے ترجمان ہوں۔ امیر الہند فدائے ملت صدر جمعیۃ علماء ہند رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند تقریباً تین ماہ سے موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ دلّی کے اپولو ہوسپٹل میں بڑے بڑے ماہرین ڈاکٹرس آپ کی موت سے لڑ رہے تھے لیکن ہونا وہی تھا جو قدرت کو منظور تھا کہ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَان۔ ۷؍محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۶؍فروری ۲۰۰۶ء ۶ بجے شام کو دارِ فانی سے دار بقا کی طرف روانہ ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون:

سوئے جناں وہ دین کا دیوانہ چل دیا

حضرت مولانا کی وفات کوئی ایسا حادثہ نہیں جو ناگہانی ہوا ہو یا جس کا ہمیں وہم وگمان بھی نہ رہا ہو۔ یہ صرف ایک انسان کی موت نہیں، ایک عالم کی موت ہے اور عالم کی موت عالم موت ہے۔ آپ کی وفات سے بظاہر جو خلا پیدا ہوا ہے اس پر جتنا بھی رویا جائے کم ہے۔ آپ کی وفات سے جماعت کا جو نقصان ہوا ہے، جو اندھیرا چھا گیا ہے، اہلِ نظر اس کو بخوبی جانتے ہیں اور اچھی طرح سمجھتے ہیں۔

آپ تنہا تھے مگر ایک جماعت تھے۔ جمعیۃ علماء ہند کی شان تھے۔ میرِ کارواں تھے، پیرومرشد تھے، خادمِ قوم وملت تھے، سیاست میں ماہر ومدبر تھے، مردِ مجاہد تھے، مربی وپیشوا تھے، درد وبیماری کی دوا اور شفا تھے، دیوبندی برادری کے تاج تھے، دیوبندی خاتم کے نگینہ تھے، جامع کمالات تھے۔ ایسا رہنما دوسرا نظر نہیں آتا اس لیے پوری جماعت میں ایک زبردست خلا پیدا ہوگیا ہے۔

اسلامی مدارس ملک وملت کا عظیم سرمایہ ہیں۔ مدارس نے جہالت و ناخواندگی کی بیخ کنی کی۔ نونہالانِ اسلام کی دینی تربیت، ملّی وقومی مقاصد کی تکمیل کی، ملک وملت کی دینی ودنیاوی قیادت میں مثالی کردار ادا کیا، مدارس نے اتحاد ویکجہتی، امن وآشتی، انسانیت ومروّت اور مساوات و ہمدردی کا درس دیا۔ ملک کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلانے میں قائدانہ رول ادا کیا۔

اکابر علمائے دیوبند نے ہندستان میں مدارسِ اسلامیہ کو اسلام کی بقاو تحفظ، علوم کتاب وسنت کی اشاعت وحفاظت اور ملت کی نگہبانی کا سب سے بہتر اور مؤثر ذریعہ سمجھا۔ اسی مقصد کے لیے دارالعلوم دیوبند اور دوسرے مدارس کا قیام عمل میں آیا۔

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کو بھی قیامِ مدارس سے خاص طور سے دلچسپی تھی۔ دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث اور صدارت کی عظیم مصروفیات اور جمعیۃ علماء کی صدارت اور بے پناہ ملکی وملّی مسائل میں مشغولیت کے باوجود ملک کے کونے کونے میں تشریف لے گئے اور دینی مدارس ومکاتب کے قیام پر لوگوں کو متوجہ کیا۔

محنت اور جانفشانی کا وہی جذبہ حضرت امیر الہند کو اپنے والد ماجد شیخ الاسلام سے ورثہ میں ملا تھا۔ اتر پردیش کی فرقہ پرست حکومت نے مدارسِ اسلامیہ کے اوپر جب اپنی بدنیتی کا اظہار کیا اور مدارس کی تعمیر وتجدید پر پابندی عائد کرنی چاہی تو مئو میں ایک عظیم الشان جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ غور سے سن لیجئے حکومت آپ کو مٹانا چاہتی ہے۔ آپ تیار رہئے اور جگہ کا انتظام کرلیجئے۔ جس دن ہمارا اعلان ہوگا کہ اب مدارس کی تعمیر ہوگی، آپ ہر گھر میں، ہر دالان میں مدرسہ ومکتب کی بنیاد رکھ دیجئے اور ہر گھر کو

مدرسہ بنا دیجئے۔ دیکھئے حکومت کیا کرتی ہے۔ مئو کے سارے عالموں نے یہ بات کہی کہ مولانا ہی کا جذبہ ایمانی اور ہمت ہے کہ اس طرح سے حکومت سے آنکھ سے آنکھ ملا کر باتیں کر رہے ہیں اور حق کا اعلان ہو رہا ہے۔ حق کی حمایت کرنا سب کے بس کی بات نہیں۔

جمعیۃ علماء ہند کو یہ امتیاز حاصل رہا ہے کہ ظلم دنیا کے کسی بھی خطہ میں اور کسی پر ہوا اس نے اس کی کسک محسوس کی۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں مسلمانوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔ حضرت مولانا نے بھی اس کے خلاف آواز بلند کی، افغانستان اور عراق میں بے گناہ انسانوں کے قاتل جارج ڈبلیو بش اور اس کے ساتھیوں کے خلاف حق کی آواز بلند کی اور امریکہ اور اس کے ساتھیوں کی مصنوعات کے بائیکاٹ کا اعلان کیا اور امت نے اس پر عمل بھی کیا۔

ہندستان میں فسادات کا ایک دراز سلسلہ ہے اور فساد کا مطلب ہے مسلمانوں کے جانی و مالی نقصانات۔ آزادی کے بعد جتنے بھی فساد ہوئے ہر ایک کی اگر تفصیل بیان کی جائے اور ان فسادات میں جو نقصانات ہوئے اگر جمع کیے جائیں اور بیان کیے جائیں تو ورق کے ورق سیاہ ہو جائیں اور بات مکمل نہ ہوگی۔ فسادات کے سلسلے میں جمعیۃ کے کارنامے ظاہر و باہر ہیں، کسی کو مجال انکار نہیں۔

حضرت مولانا مدنی نے فسادات کے بارے میں جو عظیم خدمت کی ہے اور مسلمانوں کے ساتھ جس ہمدردی اور تعاون کا ثبوت دیا ہے وہ اپنے آپ میں ایک مثال ہے۔ آپ نے مسلمانوں کے ساتھ تعاون کیا، ان کو صلاح و مشورہ دیا، ہمارے مئو شہر کو جہاں کئی بار فساد ہوئے، آپ کا تعاون حاصل رہا۔

محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی سے آپ کے گہرے روابط تھے۔ مئو میں یا اطراف و جوانب میں جب کبھی ماحول خراب ہو جاتا یا فساد برپا ہو جاتا تو مولانا اعظمی آپ کو مطلع کرتے یا کسی کے ذریعہ مطلع کرا دیتے۔ مولانا اعظمی سے اتنے گہرے تعلقات تھے کہ اکثر پتہ چلتا کہ مولانا مدنی آئے تھے۔ مولانا اعظمی سے کسی معاملہ میں مشورہ کرنا تھا، آئے اور چلے گئے۔ جانے کے بعد لوگوں کو معلوم ہوتا۔

گجرات فساد میں آپ نے جو عظیم خدمت کی اور جو رفاہی کام کیا ہے وہ اتنا بڑا کارنامہ ہے جس کی وجہ سے ہمیشہ آپ کو یاد کیا جائے گا اور آپ کے یہ کارنامے امت کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔

ہمارے قصبہ ادری ضلع مئو کو یہ شرف و امتیاز حاصل رہا ہے کہ یہاں کے لوگوں کا تعلق اکابر جمعیۃ سے ہمیشہ رہا۔ چنانچہ ۱۹۵۴ء میں مشرقی یوپی کی ایک تاریخی کانفرنس ہوئی جس میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اور دوسرے اکابر تشریف لائے۔ مجاہد ملت کا بیان تھا کہ پوربی اضلاع میں اتنا بڑا مجمع مسلمانوں کا دیکھنے میں نہیں آیا اور دوسرے اکابر تشریف لائے۔ مولانا اعظمی اور مولانا عبداللطیف نعمانی ہمارے دیار کی اہم شخصیات تھیں اور قصبہ ادری سے ان حضرات کا تعلق گہرا تھا۔ مولانا اعظمی تو ادری ہی کے رہنے والے تھے، کسی وجہ سے ان کے آبا و اجداد مئو چلے گئے تھے۔ مولانا اسیر ادروی، مولانا محمد، مولانا محمد طیب اور دوسرے حضرات ان کے شاگرد تھے اور یہ جمعیۃ سے منسلک تھے اور آج بھی جمعیۃ کے ساتھ ان کا گہرا تعلق ہے۔ اس لیے ان حضرات کی درخواست پر جمعیۃ کے بڑے بڑے اکابر تشریف لاتے رہے۔ فدائے ملت مولانا مدنی بھی بار ہا ادری تشریف لائے اور کلماتِ خیر سے یہاں کے لوگوں کو مستفیض فرمایا۔ جب بھی آپ کو دعوت دی گئی، آپ نے قبول فرمایا اور ہماری حوصلہ افزائی کی دعائیں دیں۔

گجرات فساد میں اس چھوٹے سے قصبہ سے ایک لاکھ سے زائد کی رقم آپ کی خدمت میں پیش کی گئی تو آپ نے دعائیں بھی دیں اور سلام بھی عرض کیا۔ یہ سب تعلق ہی کا اثر تھا۔

الغرض حضرت مولانا مرحوم کی زندگی دینی و ملّی کاموں اور مسلمانوں کے لیے وقف تھی۔ ہندستان اور بیرونِ ہند ہر جگہ حضرت مولانا کے نقوش موجود ہیں۔ زندگی کے اخیر ایام میں ہم ہندستانی مسلمانوں کے بارے میں اور زیادہ فکرمند ہو گئے تھے اس لیے کہ ہندستانی حکومتیں مسلمانوں کے حقوق کی ادائیگی میں سچی نظر نہیں آتی تھیں۔ الیکشن کے زمانہ میں تو بہت کچھ اعلانات ہوئے لیکن حکومت بننے کے بعد سبھی خاموش ہو جاتے ہیں۔

حضرت مولانا کی وفات کی وجہ سے ہمارے دل زخمی ہیں اور جذبات مضمحل ہیں۔ صدمۂ فراق سے قلب و جگر زخمی ہیں۔ رنج و غم ہے، یاس و حسرت ہے۔ آپ کے وصال کا غم تنہا کسی فرد یا خاندان کا غم نہیں ہے بلکہ عالم اسلام کا غم ہے۔ پوری ملت کا غم ہے۔ آپ کے انتقال پر ملال کی وجہ سے جو خلا پیدا ہوا ہے اللہ رب العزت محض اپنے فضل و کرم سے بہترین نعم البدل عطا فرمائے اور ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق فرمائے اور پروردگار عالم آپ کی بال بال مغفرت فرمائے اور کروٹ کروٹ اپنی رحمتوں سے نوازے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین یا ربّ العالمین!

○○

ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اُداس ہے

مولوی عبدالواسع
متعلّم دارالعلوم، ندوۃ العلما، لکھنؤ

۶ رفروری کا سورج اپنی ضیاء پاش کرنوں کو سمیٹنے کی تیاری کر رہا تھا، اس کی تابنا کی وحدّت ماند پڑتی جارہی تھی، دُور اُفق پر تاریکی آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہی تھی کہ اسی وقت عالمِ اسلام اور خصوصاً مسلمانانِ ہند پر یہ خبر برقِ بے اماں بن کر گرتی ہے کہ فدائے ملت، امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے اور اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔

اس خبر نے دل و دماغ کو جھنجھوڑ ڈالا اور ذہنوں کو مفلوج کر دیا۔ آخر ایسا کیوں نہ ہو، پہاڑ اور پہاڑی غاروں میں پتھر کے ٹکڑوں اور سنگریزوں کی تعداد حدشمار سے خارج پڑی ہوتی ہے، جنھیں انسان اور جانور ہر وقت پامال کرتے رہتے ہیں، لیکن انھیں میں کوئی سنگریزہ لعل و یاقوت بن کر نکلتا ہے، جس کی قیمت پوری ایک سلطنت کے برابر ہوتی ہے۔ اگر کوئی اس کو توڑ دے تو دل پر کیا گزر جائے گی؟ سمندر میں بے شمار قطرے ہر سال گرتے رہتے ہیں جو کسی حساب میں نہیں آتے، لیکن انھیں میں چند قطرے وہ بھی ہوتے ہیں جو آغوشِ صدف میں پل کر موتی بن کر نکلتے ہیں، اور تاج سلطانی کا زیور پہنتے ہیں۔ ان کو اگر کوئی سمندر میں پھینک دے تو دل کو کیونکر صبر آئے گا؟

سنت اللہ یہ ہے کہ یہ کارخانۂ عالم کسی کی رفت و بود سے متاثر نہیں ہوتا، لہٰذا کارہائے حیات میں نشیب و فراز چاہے آئے، لیکن کام کسی نہ کسی طرح چلتا ہی رہتا ہے، اور ایک سردار دوسرے سردار کی جگہ لے لیتا ہے، لیکن ایک ایسا انسان جو اپنے جنوں کی کافرادائیوں اور جرأتِ باغیانہ سے جگر کے الفاظ میں ''بدل دے مقدر، پلٹ دے زمانہ'' کا مصداق رہا ہو، اس کی یاد دِلوں سے محو نہیں ہوتی۔

۴ رذیقعدہ ۱۳۴۶ء مطابق ۲۷ راپریل ۱۹۲۸ء بروز جمعہ بمقام دیوبند آپ نے گلشنِ حیات میں پہلا قدم نشاط رکھا۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، پھر دارالعلوم میں داخلہ لیا۔ دارالعلوم سے فراغت کے بعد چند سال مدینہ منورہ میں قیام رہا، پھر دارالعلوم میں تدریسی خدمات کے لیے تقرر ہوا، لیکن یہ سلسلہ بارہ سال تک ہی چلا۔ اس کے بعد آگے نہ بڑھ سکا۔ اگر چہ یہ ایک طرف تشنگانِ علومِ نبوت کے لیے تکلیف دہ تھا، لیکن دوسری طرف عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم کی عملی تفسیر بھی تھا، کیونکہ قوی امکان ہے کہ دارالعلوم سے تدریسی لاحقہ کی بنا پر آپ وہ معرکہ سر نہ کر سکتے جو آپ کی حیاتِ طیبہ کا سنہرا باب ہے۔

حضرت امیر الہند نے ہمیشہ:

''راہ میں حائل ہوں اگر کوہ تو ٹھکرا کے نکل''

کو اپنا عقیدہ بنایا۔ چنانچہ آپ کی راہ میں بڑے بڑے طوفان آئے، اپنے اور غیروں کی ریشہ دوانیاں آئیں، مگر کوئی چیز ان کی اولوالعزمی کے سامنے آڑ نہ بن سکی۔ آپ نے جمعیۃ علماء ہند کا صدر بننے کے بعد جس طرح کو ہ کنی کا ثبوت دیا اور جمعیۃ کی آواز شہر شہر، قریہ قریہ پہنچائی، اس نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ علامہ اقبال کے وہ میرِ کارواں ہیں جس کا رختِ سفر:

''نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز''

ہوتا ہے۔

حضرت والا نے جمعیۃ کے اسٹیج سے دینی، ملّی، سیاسی خدمات انجام دیں اور خصوصاً ملّی خدمات کا جذبہ جو حضرت کے ہاں ملتا ہے، وہ دوسروں کے ہاں خال خال ہی نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم کش فسادات ہوں یا ریزرویشن کا مسئلہ یا کچھ اور حضرت نے کہیں کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھا۔ آپ کے کارہائے نمایاں میں سے امارتِ شرعیہ کا قیام بھی ہے کہ آپ نے اس کو قائم کر کے امت کو انتشار و تفرقہ سے بچا لیا۔ اس کے علاوہ اصلاحِ معاشرہ کو تحریک کی شکل دینا بھی آپ کے بہترین اور ناقابل فراموش کارناموں میں سے ہے کہ وہ صرف جمعیۃ ہی کی نہیں بلکہ شہر شہر، قریہ قریہ، اسٹیج اسٹیج کی آواز بن گئی۔

حضرت کی ایک عبقری خصوصیت یہ تھی کہ حضرت خوب غور و خوض اور مشورہ کے بعد جب کسی موقع پر جمتے تو پہاڑ کی طرح۔ اسی بنا پر آپ نے اپنی اٹھارہ سالہ پارلیمانی زندگی میں ہمیشہ دوسروں کی آنکھوں کا رنگ دیکھے بغیر ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ملت کے مسائل کو پیش کیا اور غیروں کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑے ہو گئے۔

خدا بھلا کرے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں کہ آج اگر اس مرحوم کے فضائل و کمالات کو پھیلا کر بیان کیا جائے تو یقیناً بہتوں کو مبالغہ کا شک گزرے گا۔ لیکن جن لوگوں کو خوش نصیبی سے ذاتی نیاز حاصل تھا، وہی بدنصیب اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس ایک ذات کے اُٹھ جانے سے امت اسلامیہ کیا کھو بیٹھی۔

دنیا جائے فانی ہے اور مسافرانِ آخرت کی سرائے۔ جو آیا ہے، وہ جانے ہی کے لیے ہے، لیکن مرحوم کے جانے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کائنات تو موجود ہے، تاہم فکر و خیال کی دنیا اجڑ سی گئی ہے اور دل و دماغ ایک خرابۂ وحشت ناک بن گیا ہے، لیکن وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے، یاد آتے رہیں گے، دلوں اور آنکھوں میں بسے رہیں گے۔

اللہ ان کی قبر کو منور کرے، ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے، انبیاء، صدیقین، شہدا اور اولیاء کے جوار میں جگہ نصیب فرمائے اور صبح و شام ابر ہائے رحمت ان کے مرقد کو سیراب کرتے رہیں، آمین!

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ، اس گھر کی نگہ بانی کرے

ان العین لتدمع وان القلب لیخشع، ولا نقول الآما یرضی ربّنا و انا بفراقک یا ''اسعد'' لمحزونون۔

فرق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے

دیارِ ظلمت میں اسلام کا عظیم پاسبان

جامعہ دارالخیر شاہی میرانہ قبرستان قصبہ بیانہ ضلع بھرتپور (راجستھان)

Bayana-1.jpg not found.

قیامِ جامعہ: جامعہ ہذا قصبہ بیانہ جودہلی سے بمبئی کو جوڑنے والی ریلوے لائن پر واقع ہے۔ جو خاندان غوری و خلجی یعنی ۵۹۲ھ سے لے کر دورِ افرنگ تک اسلامی سلطنت کے لیے مرکزی حیثیت کا حامل رہا۔ اس شہر میں شاہی قلعہ وقبرستان جو سینکڑوں بیگھے زمین پر پھیلا ہوا ہے اور جس میں اسلامی دور کے تعمیر شدہ مساجد و مقابر گنبدوں کی شکل میں موجود ہیں۔ جن پر فارسی وعربی زبان کے کتبہ موجود ہیں۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں بھی سب سے زیادہ متأثر ہوا۔ آج مسلم آبادی اجڑ کر غیروں کی آبادی میں تبدیل ہوگئی ہے اور مسلمان جو بہت تھوڑی تعداد میں رہ گئے ہیں ان کا رہن سہن بالکل غیروں کے طریقے پر ہے۔ گاؤں ودیہاتوں کے مساجد وقبرستانوں پر غیروں کے قبضے ہیں اور مسجدیں وقبرستان سے متعلق ۷۰ کی تعداد میں مقدمات عدالت ہائی کورٹ جے پور میں زیر سماعت ہیں۔ ایک سو میل کے طول عرض میں کوئی دینی و مذہبی ادارہ نہیں ہے اور موقع کو غنیمت سمجھ کر قادیانی بھی آتے رہتے ہیں اور کئی جگہ اب تک موجود ہیں۔ ایسے حالات میں دینی و مذہبی ادارہ کا وجود میں آنا انتہائی ضروری تھا، اس لیے مفکرین اسلام نے جامعہ ہذا کو اب سے ۲۰ سال قبل قائم فرمایا۔ اس دن سے اب تک الحمدللہ مدرسہ کی خدمات سے قرب وجوار کے ۱۹۸۴ لوگ دین واسلام سے باخبر ہو رہے ہیں۔ دعوتِ تبلیغ دارالعلوم دیوبند واکابر نبستی حضرت نظام الدین کی ہدایت ونگرانی کے ساتھ مصائب کو برداشت کرتے ہوئے خدمت میں مصروف ہیں۔ لہٰذا طلباء کی روز افزوں بڑھتی ہوئی تعداد اور جمعہ کی نماز کے لیے دیہاتوں سے آنے والے مسلمانوں کی وجہ سے مسجد ابوبکرؓ کی تعمیر کی اشد ضرورت ہے۔ مدرسہ کے قریب اور کوئی مسجد نہیں ہے۔ اور ہوسٹل دیگر ضروریات طلباء کی اہم ضروریات میں شامل ہیں۔ لہٰذا آپ حضرات اس قلعہ اسلام کی حفاظت فرمائیں۔ والسلام

مشاہیرے علماء کرام کی تشریف آوری

- حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، مہتمم محمدیہ میل کھیڑلا
- حضرت مولانا محمد الیاس مرحوم، شیخ الحدیث معین الاسلام
- حضرت مولانا علی محمد صاحب، ہرواڑی
- حضرت مولانا آس محمد، گوپال گڈھ بھرتپور (راج)
- حضرت قاری الیاس، راگھر گیٹ
- حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب، بڈیڈوی ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہریانہ پنجاب و ہماچل پردیش
- حضرت مولانا عبدالرحیم شیخ الحدیث، استاذ دارالعلوم چھاپی گجرات مہتمم مدرسہ انوار العلوم نورنگر کرمودہ
- حضرت مولانا چراغ الدین صاحب، امیر جماعت وتبلیغ (راج)

ترسیل زر کا پتہ **قاری محمد موسیٰ صاحب مہتمم**

جامعہ دارالخیر

میرانہ شاہی قبرستان، قصبہ بیانہ ضلع بھرتپور 321401 (راجستھان)

Ph: 05648-222475

Mob: 0-9414942409

Mob:0-9413591098

دارالعلوم العربیہ الاسلامیہ جودھپور

جودھپور راجستھان کے ان شہروں میں سے ہے جہاں کے مسلمان دینی زوال اور اقتصادی انحطاط کے شکار رہے ہیں۔ سماجی اور معاشرتی لحاظ سے بھی بہت پسماندہ رہے ہیں اور غیروں کے ماحول میں رنگ کر غیر اسلامی عادات ورسومات پوری طرح اپنا چکے تھے۔ ایسے نازک حالات میں اللہ کا ایک نیک بندہ حضرت الحاج شاہ عبدالغفور صاحبؒ خلیفہ اجل حضرت تھانویؒ محض اللہ کی توفیق سے اُٹھ کھڑے ہوئے جن کی کوششوں سے ان کے فرزند ارجمند حافظ حکیم محمد علی صاحب غوریؒ نے دارالعلوم العربیہ الاسلامیہ کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم کیا، جس سے تقریباً دو ہزار سے زائد علماء وحفاظ فارغ ہوکر راجستھان اور ملک کے مختلف علاقوں میں دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ دارالعلوم الحمدللہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور طلبہ کی تعداد میں روز بروز اضافہ کے پیش نظر شہر سے باہر ایک وسیع اراضی خرید کر دارالعلوم کو منتقل کر دیا گیا ہے، جس میں تقریباً ۲۲۵ طلبہ مقیم ہیں، جن کے تمام اخراجات کا مدرسہ کفیل ہے اور قدیم عمارت میں جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات کا قیام عمل میں آچکا ہے، جس میں تقریباً ۲۰۰ سے زائد طالبات زیر تعلیم ہیں۔ دارالعلوم کی خوش قسمتی یہ ہے کہ ہند اور بیرونِ ہند کے اکابرین وعمائدین دین نے تشریف لاکر معائنہ فرمایا ہے جن میں سے چند مشہور نام یہ ہے: (۱) حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (۲) حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہٗ العالی (ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) (۳) حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مدظلہٗ العالی (مہتمم دارالعلوم دیوبند) (۴) حضرت مولانا اسعد مدنی صاحبؒ (سابق صدر جمعیۃ علماء ہند) (۵) حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب مدظلہ العالی (اشاعت العلوم اکل کوا) (۶) حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہٗ العالی۔

منصوبے اور ضروریات

- مدرسہ کے چاروں طرف باؤنڈری کی تعمیر: مصارف کا تخمینہ تقریباً پانچ لاکھ روپے
- پندرہ اسٹاف کوارٹرس، ایک کوارٹر کا تخمینہ تقریباً دو لاکھ روپے
- مطبخ اور ڈائننگ ہال: تقریباً آٹھ لاکھ پچیس ہزار روپے
- پانی کی ٹنکی: تقریباً چار لاکھ روپے
- درسگاہ کیلئے بائیس کمروں کی عمارت، ایک کمرہ کی تعمیر کا تخمینہ تقریباً ایک لاکھ پچپن ہزار روپے۔

تمام اہل خیر حضرات سے گزارش ہے کہ اس ادارہ کی ضروریات اور تعمیرات کی طرف توجہ فرمائیں جس کا سالانہ بجٹ تقریباً پچاس لاکھ روپے ہے، دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح سے تعاون فرما کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

ترسیل زر کا پتہ

DARUL ULOOM ARABIA ISLAMIA

Stadium Road, O/S Merti Gate, Jodhpur - 342006 (Rajasthan) India

Ph. 0291-3297951, 2545564, 3098464, Mob.: 09460425505 ---- (Bank A/c No. 603)

(مولانا) حفظ الرحمن کیسرپوری (معاون مہتمم) محمد حسن غوری (صدر مجلس منتظمہ)

اِک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

مولانا عبدالملک رسولپوری لائبریرین محمودیہ لائبریری جمعیۃ علماء ہند

موت ایک تغیر نا آشنا صداقت ہے، نظام کائنات آمد و رفت کے سلسلے پر مبنی اور مجیئ و ذہاب کے محور پر گردش کن ہے، جو بھی معرضِ وجود میں آتا ہے، بے وجود ہونے کیلئے ہی آتا ہے، اس بوقلمونی کی ہر شے موت کے سایے میں پرورش پا رہی ہے، زندگی اخترِ صبح، حبابِ دریا، تابندگیٔ شرارہ یا کسی زاہد کے چراغِ سحر گاہی کے سوا کچھ نہیں۔ پر کچھ شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جن کی جدائی سے ایک نہیں ہزاروں آنکھیں سمندر نچوڑ کر رکھ دیتی ہیں، فردِ محض انھیں عالم خوں فشانی کرتا ہے جن کی موت سے بلا قید نطق تمام قلوب غمکدہ میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ در و دیوار پر خاموش اُداسی چھا جاتی ہے، جن کی فرقت صدیوں تک نشتر زنی کرتی رہتی ہے اور قوم کو یتیمی و بے سہارگی کا احساس دلاتی رہتی ہے۔

انھیں میں معدودے خاصانِ خداوندی ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے خلوص وللّٰہیت، زہد وتقویٰ، عبادت و ریاضت، اتباعِ سنت اور خدمتِ خلق کے باعث اخلاق و پسماندگان کے لیے صراطِ مستقیم کے اسوہ و نمونہ بن جاتے ہیں، وہ تاریخ کو بدست خود رقم کرتے ہیں، اور مر کر بھی بقیدِ حیات رہتے ہیں، ان کی زندگی تذکرہ اور رہنما بن کر زبان زد خاص و عام ہو جاتی ہے:

موت التقیٰ حیات لاانقطاع لھا
کم مات قوم و ھم فی الناس احیاء

اسی طرح حضرت علیہ الرحمہ کا وصال کوئی عامۃ الورود سانحہ نہیں ہے جو ساعتوں کی رو میں بہہ کر رفت گذشت ہو جائے، یا وقت کی دبیز تہوں میں روپوش ہو جائے۔ حضرت کی رحلت سے پیدا ہونے والی بے چینی اور کسک تا ابد محسوس ہوتی رہے گی، ان کی یادیں آتی رہیں گی اور ستاتی رہیں گی۔

یہ حقیقت ہے کہ بسا اوقات فرد واحد اپنی ذات میں انجمن ہوا کرتا ہے جس کی غیبوبیت سے بزمِ سخن سونی اور مجلس ویران محسوس ہوتی ہے یہاں حضرت ہی کے دَم سے چمن میں رونق اور کہکشاں میں تابانی تھی۔ حضرت ایک صافی سرشت، آئینہ دل، مخیّر طبیعت اور سخی ہاتھوں کے مالک خوش رو، خوش وضع، خوش طبع، خوش فکر، خوش اخلاق، خوش پوشاک، خوش گفتار ایسے شخص تھے کہ ساری خوشیاں ان کے وجود میں سمائی ہوئی تھیں۔ بردباری، عالی ظرفی، مہمان نوازی اور عارفانہ ذوق ان کو موروثی طور پر نصیب ہوا تھا۔ سادگی ان کی طبیعت تھی اور نیکوکاری و صلح جوئی ان کی زندگی کا جزوِ لاینفک۔ ان کی ساری زندگی ضبط وتحمل اور جہدِ مسلسل سے عبارت ہے۔ وہ سنگ و آہن سا حوصلہ رکھنے والے بڑے دل گردے کے آدمی تھے۔ ہمت وجواں مردی ان کی فطرت تھی اور شاید مصائب کی تلاطم خیز موجوں میں غوطہ زنی ان کی جسمانی تفریح تھی۔

حالانکہ انسانی زندگی میں ایسے بہت سے لمحات آتے ہیں جہاں فولادی حوصلہ رکھنے والے رجائیت پسند احباب مصائب کی بہتات اور مصائب کی کثرت کے باعث دامن امید چھوڑ کر زندگی سے برگشتہ و بے زار ہو جاتے ہیں۔ ان کے حوصلے پست اور جذبات سرد ہو جاتے ہیں، لیکن یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جوہرِ عقل رکھنے والا حوصلہ مند مردِ مومن حالات کی ناسازگاری، ماحول کی نامساعدت اور حوادث کی رنج دہی کے باوجود مایوس و مضمحل نہیں ہوتا ہے، بلکہ ایسی صورت میں اس کے فطری جواہر اور بھی چمکتے ہیں۔ اس کے تجربات میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ مشاہدات اس کی تخلیقی وتعمیری قوتوں کی تشکیل نو اور صیقل گری کا کام دیتے ہیں۔ ہمارے حضرت بھی کچھ اسی طرح کے مصائب میں اُلجھ کر بھی مسکراتے رہنے والے مردِ مومن تھے۔

حضرت نے جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے ایسی گوناگوں اور متنوّع الاقسام خدمات انجام دیں کہ جن کا شمار مشکل ہے۔ مسلمانانِ ہند کے سیاسی حقوق کے تحفظ اور ہندستان میں بقائے اسلام کے لیے ایسی گرانقدر مساعی فرمائیں جو تاریخ کا قابلِ فخر سرمایہ ہیں۔

آج جب ہم ان کے کارہائے نمایاں کا جائزہ لیتے ہیں تو غرقِ حیرت ہو جاتے ہیں کہ نہ جانے ان کے دل و دماغ اور قوائے عملیہ کا خمیر کس آب و گل سے تیار ہوا تھا۔ انھوں نے تنہا وہ کچھ کر دکھایا جسے کئی انجمنیں سرانجام نہیں دے سکتیں۔ ان کی ذرا سی جان میں قدرت نے خدمت خلق کی کثیر مقدار کو فشار دے کر بند کر دیا تھا۔ یقیناً وہ قرنِ اوّل کے مسلمانوں کا نمونہ اور اسلامیانِ ہند کے لیے خدائی عطیہ اور ایک ایسے دیدہ ور تھے جس کے لیے نرگس ہزاروں سال اپنی بے نوری پہ روتی ہے، ان کے کارناموں نے انھیں بے مثال اور ضرب المثل بنا دیا ہے۔ ہزار ہا کوششوں کے بعد بھی کوئی ایسا نہیں نظر آتا جسے ان سا کہا جا سکے:

ھیھات لایأتی الزمان بمثلہ
ان الزمان لمثلہ لبخیل

اس پر آشوب اور پر فتن دَور میں حضرت کی شخصیت صحرا کے اس منفرد شجرِ سایہ دار کی مانند تھی جو آشفتہ سر، پریشان حال، تھکے ماندے مسافر کا آخری سہارا ہو، آسمان کے اس راہ نما ستارے کے مانند تھی جو کوہانی پر پیچ وادیوں میں گم کردہ راہ ساربان کی آخری امید ہو۔ وہ ایک ایسے آخری تنہا چراغ تھے کہ

جن کے دَم سے عالم روشن تھا۔

حضرت کی ذات ستودہ صفات قوم اور ذاتی طور پر راقم کے لیے ہزار شفقتوں اور عطوفتوں کا سرچشمہ تھی۔ ان کی رحلت سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غربت کدہ کی چھت اُڑ گئی ہے اور شمسی تمازت، بارش کی شدت اور بادِ صرصر کی تندی سے تحفظ کا کوئی سہارا نہیں رہا۔ جیسے عین میدانِ جنگ میں سالار کی شہادت سے باقی سپاہ کے حوصلے پست ہوجاتے ہیں اور جذبات سرد پڑ جاتے ہیں، صحرا میں میر کارواں کی رحلت سے راہیانِ منزل کے دِلوں میں یاس وقنوطیت کی برقی رو دوڑ جاتی ہے، ٹیم لیڈر اور ناظم الامور کی رخصتی سے قوائے عمل مضمحل ہوجاتے ہیں۔ باغباں کی موت سے گلستان غم کدہ میں تبدیل ہوجاتا ہے، خونِ تمنا کے باعث کلیاں اُداس اور گل پژمردہ نظر آتی ہیں، یہی کچھ یہاں ہوا کہ جب راہنمائی کی حاجت میں شدت پیدا ہونے لگی، عین منجدھار میں پتوار کھو گئے۔ لیکن ہزار احسان ہیں اس رہبرِ کامل کے کہ اس نے اپنی انتھک جدوجہد اور بے پناہ کدوکاوش سے ہمارے راستوں کے نشیب وفراز ہموار کردیئے۔ نشانِ راہ قائم کر کے منزل کا تعین کردیا اور اب وہ نہیں ان کے کارہائے نمایاں مشعلِ راہ ہوں گے اور سوانح مینارۂ نور۔ نیز جس طرح غروبِ شمس طلوعِ قمر پر منتج ہوتا ہے اور چاند چھپتے ہی کوئی دوسرا سورج چمکنے لگتا ہے ہند اسلامی کے اُفق پر پھر کوئی سورج طلوع ہوگا اور سہارا بنے گا۔ اے اندھیروں کے ساربان! مایوس مت ہو، پھر کوئی ستارہ چمکے گا اور منزل کی سمت بتلائے گا کہ: ایں خانہ ہمہ آفتاب است

اذا مات منهم سيّد قام سيّد

ہنگامۂ فراق

چلی بادِ خزاں ہمراہ اپنے لے کے حیرانی
کہ آنکھوں میں کلی کی آ گئی اشکوں کی طغیانی

کہاں نغمہ سرائی صبح دم شاخِ نشیمن پر
رُلاتی ہے عنادل کو گلوں کی چاک دامانی

مسرت تھی، غزل خوانی تھی لیکن اب شبستاں میں
جدھر بھی دیکھتے ہیں ہو رہی ہے مرثیہ خوانی

غم و اندوہ کی کالی گھٹا گلشن پہ چھائی ہے
برستی ہے سراسر دامنِ گل سے پریشانی

یکایک خرمنِ دل پر گری برقِ تپاں آ کر
گیا جس وقت محفل چھوڑ کر وہ ہمدمِ جانی

نوائے عندلیبِ گلشنِ الجمعیۃ ہمدم
اچانک ہوگئی گم چھا گئی ہر سمت ویرانی

نرالا رنگ تھا خوشبو بھی تھی اس کی انوکھی ہی
گلوں کے ہار میں اس کا نہیں ہے اب کوئی ثانی

شفیقِ ناتواں کی یہ دعائے عاجزانہ ہے
شبانہ روز ہو تربت پہ اس کی لطف ربانی

شفیق احمد اعظمی (امام وخطیب، ابوظہبی، امارت)

چین سے سوتا نہ تھا بیگانۂ آرام تھا

مولانا نظام الدین فخر الدین، مہتمم دارالعلوم نظامیہ صوفیہ، پونہ

تو ارادہ پہ رہا اپنے برابر قائم
گردشِ دہر نے بھی رنگ نہ بدلا تیرا

مرشدی مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ نے ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ ''میرے عزیزو! اسلام میں تجدید واصلاح کی پوری تاریخ افراد کی الوالعزمی کی تاریخ ہے۔ کہنے کو ملّی اور اجتماعی تاریخ ہے اور بے شک ہے لیکن عملاً یہ ازاوّل تا آخر افراد کی صلاحیتوں، ان کے عزم وہمت کی نمود ہے، جب بھی اسلام کے لیے موت وحیات کی کوئی کشمکش پیش آئی، جب کسی طرف سے دینِ اسلام کو للکارا گیا تو کوئی فردِ کامل کوئی صاحبِ عزم ہستی سامنے آ گئی، ایسے موقع پر نہ کوئی کونسل بیٹھتی ہے نہ کوئی مشورہ ہوتا ہے، کوئی صاحبِ یقین سامنے آ جاتا ہے اور حالات کو یکسر بدل کر رکھ دیتا ہے۔

ایسی ہی ایک صاحبِ عزم ہستی وراثتِ مدنی کی حامل، شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد محمد اسعد مدنیؒ کی عالمی شخصیت تھی۔ حضرت مولانا ایک ہی وقت میں سپہ سالار بھی تھے، رضا کار بھی، درویش حق پرست بھی تھے اور معلم باکمال بھی، خوددار، غیور وفقیر بھی اور دولت علم واخلاق نبوی کے امیر بھی تھے، عزم وشجاعت کے میدان میں بے باک وجوان رعنا بھی، مذہبی پیشوا بھی تھے اور سیاسی راہنما بھی، باعتبار عمر سنجیدہ مزاج بھی تھے:

رات دن محنت سے جس کو اس جہاں میں کام تھا
ہر گھڑی جہد و مشقت جس کا شغلِ عام تھا
زندگی میں اپنی جو وقفِ غم و آلام تھا
چین سے سوتا نہ تھا بے گانۂ آرام تھا

وہ گیا ہے عالمِ برزخ میں سونے کے لیے
رہ گئے ہم اس جہاں میں آج رونے کے لیے

یقیناً حضرت مولانا سیّد محمد اسعد مدنیؒ صاحب بصیرت تھے، عالمی سطح پر گہری نظر رکھتے تھے، ملت اسلامیہ کی پس ماندگی پر بے چین رہتے تھے۔ ایک موقع پر آپ نے بڑے درد بھرے انداز میں عربوں سے متعلق فرمایا:

''عربوں کی پسماندگی کی داستان بڑی لمبی ہے، یہود ونصاریٰ نے بڑی بڑی کانفرنسیں کر کے اور کئی سو برس کے پلان بنا کر مسلمانوں کو تعلیم، اقتصادیات، ہر چیز میں تہی مایہ کر دیا، اور ان کو ہر پہلو سے انتہائی پیچھے کر دیا، ان کی سازشیں صلیبی جنگوں کے بعد ہی سے چلتی رہیں، سب سے پہلے انھوں نے اندلس میں غلبہ حاصل کیا اس کے بعد مختلف طریقوں سے چالیں چلتے رہے، کہیں لارینس کو بھیجا، عربوں کی نفسیات کو سامنے رکھ کر انھیں طرح طرح سے فریب دیا، ہر جگہ بے دینی اور عیش وعشرت میں مبتلا کر کے ان کے اوصاف کو ختم کر دیا۔''

حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی یہ بھی ایک خصوصیت تھی کہ آپ مسائل پر صرف تبصرہ ہی نہیں کرتے تھے بلکہ بذاتِ خود ان مقامات کا سفر کرتے، لوگوں سے ملاقات کر کے حالات وخیالات معلوم کرتے اور پھر مسائل کے حل کے لیے اپنی پوری قوت لگا دیتے۔ ۱۹۷۰ء میں مولانا محترم نے علی گڑھ کا سفر کیا اور مسلم یونیورسٹی کے ذمہ داروں سے ملاقاتیں کیں، تبادلۂ خیال کیا اور پھر اندرا گاندھی سے ملاقات کی، اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے سلسلے میں مسلمانوں کے جذبات سے آگاہ کیا اور بڑی جسارت سے فرمایا:

''مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے متعلق مسلمانوں کے ذہن میں بڑے اندیشے اور شکوک ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ یونیورسٹی کے بارے میں حکومت کے طرز فکر میں بنیادی تبدیلی کی جائے، کچھ تنگ نظر حلقے ہیں اور وہ مسلسل کوشش میں ہیں کہ اس کے نام وکردار کو بدل دیں، ان کی یہ کوشش سیکولرزم کے اصولوں کے منافی ہیں۔''

حضرت مولانا کا وہ اندیشہ جس کو ۳۶ سال قبل مولانا نے اپنے نورِ بصیرت سے تاڑ لیا تھا، سچ ثابت ہوا اور سپریم کورٹ کے حالیہ ایک غیر جمہوری فیصلے نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اقلیتی کردار کا خون کر دیا:

ہم نے سوچا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد
وہ بھی کمبخت تیرا چاہنے والا نکلا

آج ہندو پاک تعلقات کو خوش گوار بنانے کی خوش آئند کوششیں کی جارہی ہیں، یہی بات حضرت مولانا نے برسوں پہلے کہی تھی، جب شملہ معاہدہ ہوا تھا تو حضرت مولانا نے اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے ایک اخباری بیان جاری کیا تھا کہ:

''یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ دونوں ملکوں کے مفادات ایک دوسرے سے وابستہ ہیں، ان کے درمیان اقتصادی، ثقافتی، اور ذہنی رشتے موجود ہیں، ان رشتوں کو کمزور کرنے کی کوئی بھی کوشش دونوں ملکوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔''

حضرت مولاناؒ ملتِ اسلامیہ کے ناسور زدہ معاشرہ کو دیکھ کر تڑپ اُٹھتے

اور فرماتے ''مسلمانوں کے معاشرہ اور سماج میں جو کمزوریاں ہیں، بری عادتیں ہیں، رسمیں ہیں، فضول خرچیاں ہیں اور ایسی خرابیاں ہیں ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے، محلّہ وار، برادری وار اُن کے اندر ایسا اچھا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی جائے جو صحیح اسلامی ماحول ہو۔''

ملک کی آزادی کی خاطر کم وبیش ۵۷ ہزار علماء نے اپنی جانوں کی قربانی دی، ملک آزاد ہوا مگر تعصب اور فسادات نے یہ واضح کر دیا کہ:

ہم انتظارِ صبح میں جاگے تمام رات
نکلا جو آفتاب تو وہ بھی گہن میں تھا

مولانا محترم راجیہ سبھا کے باوقار ممبر بھی رہ چکے ہیں، مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کے بعد اگر کوئی پارلیمنٹ میں گرجا ہے تو وہ صرف حضرت مولانا سیّد محمد اسعد مدنیؒ تھے، جن کی گرج نے پارلیمنٹ کو ہلا کر رکھ دیا، فسادات کے سلسلے سے فدائے ملت حضرت مولاناؒ کی پارلیمنٹ میں کی ہوئی معرکۃ الآرا تقریریں تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں جس میں آپ نے بڑی جسارت سے فرمایا تھا کہ:

''اگر اربابِ حل وعقد واقعی فسادات سے پریشان ہیں تو وہ بتائیں کہ فسادات کے مجرموں کو سزائیں کیوں نہیں ملتیں، مجرم افسروں کو معطل کیوں نہیں کیا جاتا، اگر کانگریس اپنی حکومت میں مسلمانوں کے لیے پرامن حالات نہ پیدا کر سکی تو یہ سمجھنا درست ہوگا کہ حکومت آر ایس ایس کی ہے۔''

آج جبکہ مدارسِ دینیہ کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔ ان پر دہشت گردی کے بے بنیاد الزامات لگائے جارہے ہیں۔ مولانا محترم نے ملک کے تمام مدارسِ دینیہ میں ربط ضبط پیدا کر کے مدارسِ دینیہ کو ایک نیا عزم وحوصلہ بخشا ہے۔ مدارسِ دینیہ کی تاریخ میں حضرت مولانا کے اس بے مثال کارنامے کو سنہری حرفوں میں لکھا جائے گا۔ اس موقع پر مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ کے اس تعارف کا نقل کرنا دلچسپی کا باعث ہوگا جو مولانا نے مکتوباتِ شیخ الاسلام حصہ دوم کے مقدمے میں فرمایا ہے:

''کسی صاحبِ کمال ہستی کے کمالات وخصوصیات، شخصیت وصفات کا تعارف کرنا اہلِ نظر کا کام ہے، لیکن کسی صاحبِ کمال شخصیت کے متعلق اپنے ذاتی مشاہدات نقوش وتاثرات کے اظہار کے لیے خود صاحبِ کمال اور صاحبِ نظر ہونا قطعاً ضروری نہیں ہے۔''

آخر میں عرض کروں گا کہ حضرت مولاناؒ کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے تعزیتی جلسے اور تبصرے کافی نہیں ہوں گے بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اندر اس اضطراب کو پیدا کریں جس نے مولاناؒ کو فدائے ملت بنا دیا:

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

اور ہماری ذمہ داری ہوگی کہ ان کے کارناموں کو زندہ اور برقرار رکھا جائے اور ان کے مقاصدِ زندگی کو عروج وفروغ دیا جائے۔ باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے خدا:

حضرت مدنیؒ کو کر آسودۂ خلد و جناں
تیرا فضلِ بیکراں ان پر رہے سایہ کناں
جاویداں وہ سایۂ دامانِ رحمت میں رہیں
تیرے جلووں سے مشرف باغِ جنت میں رہیں

امیر الہندؒ

افسوس آج فخرِ مسلمان چلے گئے
وہ سوئے خلد، خلد بداماں چلے گئے
وہ اسعدِ مدنی جنھیں کہتا تھا زمانہ
کر کے ہماری زیست ہراساں چلے گئے
جمعیۃ علماء ہند کا محافظ خدا رہے
وہ چھوڑ کے اسے پئے ایماں چلے گئے
ہندستاں کو ناز تھا ان پر خدا گواہ
لے کر وہ ساتھ عیش کا ساماں چلے گئے
وہ تھے امیر ہند، وہ سردار ملک تھے
کیسا اُٹھا کے درد کا طوفاں چلے گئے
ہر ایک رو رہا ہے، ہر اِک غم نصیب ہے
کسی کو بنا کے درد کا درماں چلے گئے
یادِ اُنکی دل کو جانے کہاں لے کے جائیگی
دل آج کس قدر ہے پریشاں چلے گئے
محمود مدنی آج بہت سوگوار ہیں
وہ کر کے ان کو کس طرح گریاں چلے گئے
اللہ ان کی قبر منور رہے سدا
دُنیا میں آج کر کے چراغاں چلے گئے
ہو ان کی مغفرت کی دعا لب پہ اے مجیبؔ
وہ پیکرِ اخوّت و احساں چلے گئے

مولانا مجیب بستوی

ایک شفیق باپ کی طرح تھے مولانا مدنیؒ

قاری نجیب الرحمن بھاگلپوری

موت ایک زندہ حقیقت ہے جسے تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔سیّدی و مرشدی امیرالہند فدائے ملت حضرت اقدس مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے اسّی سالہ طویل زندگی گزاری،اورعشق نبوت کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔حضرتؒ لاکھوں انسان کے شیخ اور مصلح تھے۔زندگی بھر حضرتؒ نے انسانوں کوانسانیت کا درس دیا۔حضرتؒ کو چراغ لے کر تلاش کیا جائے تو ملنا بہت مشکل ہے۔حضرتؒ معرفت کا چراغ تھے، اتباعِ سنت اور تقویٰ واستقلال کا بیار تھے،حضرتؒ کوقرآن کریم سے عشق تھا،سنت کے عاشق تھے۔حضرتؒ کونماز کا بہت اہتمام تھا۔حضرتؒ سنت کے مطابق نماز ادافرماتے تھے،نماز میں جوخشوع وخضوع دیکھنے کوملا ہے بندہ نے آج تک اس طرح عام طور پر دوسروں کی نماز میں نہیں پایا۔سفر ہو یا حضرحضرتؒ تہجد کی نماز کی حتی الامکان بہت پابندی فرماتے۔ میں نے خود رمضان المبارک میں تہجد میں مسجد رشید دیوبند میں حضرتؒ کو دیکھا کہ حضرتؒ ایسے روتے تھے جیسا کہ مکتب میں بچہ اپنے استاذ کی پٹائی پر روتا ہے۔حضرتؒ امت مسلمہ کے لیے دعائے خیر فرماتے،حضرتؒ عالمی پیر تھے، دنیا کا شاید کوئی ملک ہوجس ملک میں حضرتؒ کے مریدین نہ ہوں۔اورمہمان نوازی ایسی کہ مہمانوں پر اپنی جان و مال لگادینے کے بعد بھی حضرتؒ فرماتے کہ مجھ سے آپ لوگوں کا حق ادا نہ ہوسکا۔حضرتؒ تمام مسلمانوں کے لیے رحمت تھے۔حضرتؒ فدائے ملت اور فدائے انسان تھے۔فدائیت کا ایسا حق ادا کیا کہ دنیا شاہد ہے۔آپ حضرت شیخ الاسلامؒ کے سچّے جانشین تھے۔آپ کے اوپر تصوف کا رنگ غالب تھا۔ میری بیعت کا تعلق ۱۹۸۶ء میں قائم ہوا۔حضرت مفتی نسیم احمد فریدی امروہوی کی سفارش پر حضرت فدائے ملت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل ہوا۔احقر کو جو کچھ ملا،حضرتِ اقدسؒ کا فیض ہے۔ اللہ تعالیٰ استقامت کی توفیق عطا فرمائے،خوف اورخشیت سے نوازے۔

دس سال سے احقر کواپنے احباب کے ساتھ آخرعشرہ کا اعتکاف حضرتؒ ممدوح کے سایۂ عاطفت میں گزارنے کی سعادت حاصل ہے۔حضرت شیخ کی ایک ایک شفقت ومحبت کو یادکر کے رونا آتا ہے۔حضرتؒ کو میں نے دیکھا کہ آپ کثرت کے ساتھ نمازِ جنازہ میں شرکت فرماتے اور اگر کوئی بیمار ہوجائے تو آپ عیادت کے لیے تشریف لے جاتے اوراگرکوئی اپنے یہاں تشریف آوری کی دعوت پیش کرےتواس کوحضرت ضرورقبول فرماتے۔

حضرتؒ ایک مرتبہ مدرسہ تعلیم القرآن پیرزادہ مرادآباد کے سالانہ اجلاس میں تشریف لے گئے اور اصلاحی خطاب سے ہم سب کونوازا۔اسی موقع پر حضرت اطرافِ مرادآباد میں چند مدارس کے سالانہ اجلاس میں بھی تشریف لے گئے۔اور ہر مقام پر اپنے اصلاحی خطاب سے نوازا جس میں مدرسہ امدادیہ پلاٹ اور مدرسہ حسینیہ ٹھاکردوارہ اور مدرسہ ناصرالعلوم کانٹھ وغیرہ ہے۔مرادآباد کےان تمام پروگراموں میں آپ نے طوفانی دورہ فرمایااور ہر جگہ کثیر تعداد میں آپ نے بیعت فرمایا۔ بیعت کی کیسیٹ احقر کے پاس موجود ہے۔ان تمام پروگراموں میں حضرت مفتی سلمان صاحب،حضرت مولانا اشہد صاحب،مولانا اسعد صاحب، جناب قاری محمد محسن مدنی کے ساتھ احقر بھی شامل تھا۔

سات سال قبل حضرت اقدس مولانا مدرسہ شاہی تشریف لائے اور دارالطلبہ لال باغ میں قیام فرمایا۔عشاء کی نماز کے بعد حضرت مولاناؒ نے مفتی محمد سلمان صاحب دامت برکاتہم سے فرمایا کہ میں تھوڑی دیرآرام کرلیتا ہوں۔مفتی محمد سلمان صاحب نے حضرت سے فرمایا کہ یہاں تو جلسہ بھی دیر سے شروع ہوتا ہے۔آپ آرام کرلیجئے۔ میں آپ کو وقت پر بلالوں گا۔ حضرت والاؒ نے فرمایا کہ جلسہ تو مغرب کے بعد ہونا چاہیے،اس میں سب کو سہولیت ہوتی ہے۔ بہرحال حضرتؒ راضی ہوگئے۔حضرتؒ آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔مفتی محمد سلمان صاحب نے احقر کولال باغ میں ہی روک دیا کہ تم حضرت کوساتھ لے کرآنا۔ٹھیک گیارہ بجے مفتی سلمان صاحب کے قاصد آگئے۔تم حضرت کولے کرجلسہ میں آجاؤ۔حضرت والا نیند سے بیدار ہوچکے تھے۔احقر حضرت والا کے کمرہ میں حاضر ہواتو حضرتؒ نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ جاؤگے۔احقر نے کہا کہ حضرت مفتی سلمان صاحب نے احقر کو آپ کی خدمت کے لیے مامور کیا ہے۔حضرتؒ نے فرمایا کہ ڈرائیور کوسونے دو۔رکشہ لےآؤ اوراسی پر چلتے ہیں۔میں آٹھ روپے میں رکشہ والے کوطے کر کے لے آیا۔ رکشہ میں سوار ہوکر راستہ میں جلسے کے متعلق بات چیت فرماتے رہے کہ جلسہ گاہ کےقریب آگئے۔حضرت نے فرمایا کہ رکشہ والےکو کیا دینا ہے۔ احقر نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت رکشہ والے کو میں روپے دے دوں گا۔حضرت مسکراکرفرمانے لگے،تمھارے پاس روپے ہیں۔ احقر خاموش ہوگیا تو حضرت نے میرے ہاتھ میں دس روپئے دے کرفرمایا

کہ باقی روپے رکشہ والے سے مت لینا۔ احقر کے پاس اس وقت ایک روپیہ بھی جیب میں نہیں تھا۔ احقر کو اس سے کافی شرمندگی ہوئی اور آج تک شرمندہ ہے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ

احقر کے دل میں ایک مرتبہ یہ بات آئی کہ حضرت کے بے شمار مریدین ہیں۔ حضرت احقر کو پہچانتے ہوں گے کہ نہیں۔ بس بات دل میں گذری تھی کہ مسجد رشید دارالعلوم دیوبند میں بعد نماز مغرب ایک وسیع دسترخوان لگا، جس میں ہزاروں مہمان موجود تھے۔ دسترخوان پر کھانا لگایا گیا۔ احقر بھی کھانا لگانے اور کھلانے کی خدمت پر مامور تھا اور حضرت والا دسترخوان کی نگرانی فرمارہے تھے کہ اچانک حضرت نے آواز دی کہ نجیب الرحمٰن یہاں چاول نہیں ہیں۔ یہ مبارک آواز سن کر میرے جسم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کہ حضرت کی نظر سب پر رہتی ہے۔ یہ حضرت کے ولی کامل ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

حضرت کے تعویذ کا اثر

میں برابر بیمار رہتا تھا۔ حضرت والا سے درخواست کی کہ حضرت آپ ہمیں ایک تعویذ عنایت فرمادیں۔ حضرت نے فرمایا، تم نے دیوبند میں کیوں نہیں کہا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت دیوبند میں لوگوں کے ہجوم اور کچھ آپ کے ڈر کی وجہ سے ہمت نہیں ہوئی۔ بالآخر حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ تم نے اب کیسے ہمت کر لی۔ اس کے بعد حضرت نے بھائی قاری محسن مدنی صاحب سے عرض کیا کہ بیگ لاؤ۔ حضرت نے بیگ سے ایک تعویذ عطا کیا۔ میں نے جس کام کے لیے تعویذ لیا تھا اللہ نے اپنے فضل وکرم سے اور حضرت کی دعاء اور توجہ کی وجہ سے شفا عطا فرمادی۔ بشکر خدا آج تک اس مرض سے سبکدوش ہوں۔

حج میں جانے کا واقعہ

احقر نے ۱۹۹۸ء میں حج پر جانے کی تیاری کی اور حج کا فارم وغیرہ بھی بھر دیا۔ اس کے بعد کچھ روپے کی سخت ضرورت آجانے کی وجہ سے حج پر جانے کے لیے پریشانی ہونے لگی تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ مدرسہ شاہی لال باغ میں تشریف لائے تو احقر نے حضرت سے درخواست کی کہ حضرت میں حج کا ارادہ کر چکا ہوں اور یہ پریشانی درپیش ہے۔ حضرت والا میری بات سن کر کچھ دیر خاموش رہے۔ اس کے بعد حضرت نے چند دعائیہ کلمات فرما کر فرمایا کہ میں دعا کروں گا۔ احسانِ خداوندی دیکھئے کہ اللہ کے فضل وکرم اور حضرت کی دعا سے وہ پریشانی اور مصیبت بھی دور ہوگئی اور حج کی ادائیگی بھی اللہ نے کرادی۔

آج سے دو سال قبل حضرت والا مدرسہ شاہی لال باغ مرادآباد کے حمیدی ہال میں بعد نماز عصر علمائے کرام کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ احقر نے حضرت والا سے درخواست کی کہ یہ میرا لڑکا محمود ہے۔ آپ سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ رسم بسم اللہ فرمادیں۔ حضرت نے شفقت بھری نظروں سے اپنے آگے بٹھایا اور رسم بسم اللہ کرا کے دعا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت نے اپنی جیب خاص سے دس روپے میرے لڑکے کو عطا فرمائے۔ ٹھیک ایک سال کے اندر بچے نے قرآن شریف ناظرہ مکمل کرلیا جس میں چند سورتیں باقی رہ گئی تھیں کہ احقر اس بچے کو لے کر مع چند احباب جن میں حاجی محمد انوار صاحب گلشن کریم ہوٹل والے بھی شریکِ سفر تھے۔ خانقاہ مدنی میں حاضر ہوا۔ حضرت اپنی قیام گاہ پر آرام فرما رہے تھے۔ ٹھیک بارہ بجے دن میں دسترخوان پر مہمانوں کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ حضرت نے فرمایا کہ کس وقت آئے اور کون کون آئے ہیں۔ احقر نے بتایا کہ یہ سب احباب مرادآباد کے ہیں۔ حضرت والا نے ہم سب کے ساتھ بہت ہی شفقت، محبت اور کافی ہمدردی کی اور دوپہر کا کھانا حضرت کے ساتھ کھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ فراغت طعام کے بعد حضرت نے واپسی کا پروگرام معلوم کیا تو میں نے بتایا کہ میرے لڑکے محمود نے چند سورتوں کو چھوڑ کر بقیہ قرآن شریف ناظرہ مکمل کرلیا ہے۔ اب حضرت سے درخواست ہے کہ آپ کی دعا پر قرآن شریف ناظرہ اختتام پذیر ہو۔ حضرت نے درخواست قبول کی اور فرمایا کہ ٹھیک ہے بعد نماز ظہر مسجد رشید دارالعلوم دیوبند میں ہوگا۔ حضرت والا کی حسب ہدایت بعد نماز ظہر مسجد رشید میں حضرت کی مجلس میں حاضری ہوئی اور حضرت کی دعاء پر بچے کا ناظرہ قرآن پاک مکمل ہوا اور حضرت والا نے دعاء فرمائی۔ حضرت نے اپنی جیب خاص سے بچے کو پچاس روپے دیئے اور فرمایا کہ اس کا جلد ہی حفظ شروع کرادینا۔ حضرت والا کی دلی دعا اور خواہش کے مطابق دو ماہ کے اندر ہی سال گذشتہ ۳۰ ررمضان المبارک ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۴ رنومبر ۲۰۰۴ء کو بعد نماز عصر متعلقین ومتوسلین کے مجمع میں حضرت نے بچے کے حفظ کا آغاز فرمایا اور حضرت نے اپنی جیب خاص سے سو روپے بچے کو عطا فرمائے۔ الحمدللہ میرے اور بچے کی رسم بسم اللہ بھی حضرت ہی نے فرمائی۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی چند اہم نصیحتیں

سال گذشتہ رمضان المبارک میں حسبِ معمول حضرت شیخؒ کے پاس اعتکاف کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوا۔ ایک دن بعد نماز ظہر حضرتؒ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ حضرتؒ نے اہم اور قیمتی نصیحت فرمائی۔ حضرتؒ نے فرمایا: پابندی سے مراقبہ کرتے رہا کرو، تقویٰ اور اتباعِ سنت کی پابندی کرو اور اپنے نفس سے بدظنی اور لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ رکھنا اور اپنے نفس کی نگرانی کرتے رہنا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمھیں استقامت نصیب فرمائے۔ اس کے بعد حضرت شیخؒ نے تصوّف کی دو اہم کتابیں ہدیہ میں عطا فرمائیں (۱) ضیاءالقلوب (۲) ارشاد الملوک۔ اور ایک کتاب مکتوباتِ حضرت شیخ الاسلامؒ بازار سے خرید کر مطالعہ میں رکھنے کی

ہدایت فرمائی۔ حضرتؒ کی ایک ایک بات یاد آتی ہے، رونے کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ ایک شفیق ومہربان شیخ کا ہمیشہ کا سایہ ہمارے سروں سے جاتا رہا۔

حضرت شیخؒ ہمیشہ حسن خاتمہ کی دعا کرتے تھے۔ اس سال رمضان المبارک میں شدید بیماری کے باوجود آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا اور ٢٩ر رمضان المبارک کو ظہر کے بعد تقریر کرتے ہوئے رقت آمیز انداز میں اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ شاید اب آئندہ رمضان المبارک نہ پاسکوں۔ سوئے اتفاق دیکھئے کہ عید کے اگلے دن ہی آپ کو سر میں شدید چوٹ آئی اور عصر کی نماز کے لیے تیمم کرتے کرتے گہری بیہوشی میں چلے گئے۔ مکمل تین مہینے پانچ دن بیہوشی کی حالت میں رہے۔ درمیان میں ہاتھ، زبان اور آنکھوں میں معمولی حرکت آتی رہی لیکن حیرت انگیز طور پر وفات سے دس منٹ پہلے زبان سے اللہ اللہ کا ذکر جاری ہوگیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے حضرت نے آخری سانس لی۔ بہرحال حضرتؒ اس دارِ فانی میں آئے اور اپنی زندگی کے کامیاب اسّی سال گزار کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی کے جو تابناک نقوش چھوڑے ہیں وہ آنے والی نسلوں کے لیے انشاء اللہ مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔ اس لیے زندگی بھر انھوں نے صبر واستقامت، ایمان و ایقان، تزکیۂ نفس اور راہِ عزیمت پر چلنے کی جو صدا لگائی ہے وہ آنے والے افراد تحریکوں، فوجوں اور ملتوں کی برابر رہنمائی کرتی رہے گی۔ انشاء اللہ! آہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ ہم سب کو یتیم کر گئے۔ تقدیر پر راضی رہنے کے علاوہ اور کیا کیا جاسکتا ہے۔ یہ حادثہ ایک فرد کا نہیں، ایک امت کا ہے۔ رونا ایک خاندان کا نہیں پوری ملت کا ہے۔ اب ہمارے شیخ شیخ الہندؒ اور دادا پیر حضرت شیخ الاسلامؒ کے بالکل جوار میں آسودہ خواب ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی مغفرت فرمائے۔ حضرت اقدس کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین!

مومن کی فراست یا کشف وکرامت

محمد عمر قاسمی
خادم جامعہ نور الاسلام مہدیو، بستی، کبیر نگر

حضرت فدائے ملت رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق متعدد واقعات میرے سامنے ایسے پیش آئے جسے دیکھ کر مجھے یقین کامل ہوگیا کہ حضرت صاحبِ کشف بزرگانِ دین میں شامل تھے۔ اس کا اثر قلب پر اس طرح ہوا کہ حضرت کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوگیا۔ بدقسمتی سے اکتسابِ فیض تو نہیں کرسکا لیکن دست بابرکت پر بیعت ضرور کرلی۔ ویسے شرفِ تلمذ تو پہلے ہی سے حاصل تھا۔

جامعہ نور الاسلام مہدیو بستی جو ایک قدیم ادارہ اور درسِ نظامیہ کی ایک مستند درسگاہ ہے جس پر خانوادۂ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ رہی ہے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ، حضرت فدائے ملت اور آپ کے صاحبزادے مولانا محمد صاحب ان تمام حضرات نے اپنے قدوم میمنت سے مدرسہ کو نوازا جو ہمارے لیے ایک اعزاز سے کم نہیں۔ ویسے تو حضرت والا متعدد بار آچکے ہیں لیکن اکتوبر ١٩٩١ء میں پہلی اصلاحِ معاشرہ کانفرنس حضرت والا کے حکم سے جامعہ ہذا میں ہورہی تھی۔ متعینہ تاریخ پر حضرت والا کو بنارس سے آنا تھا۔ جمعیۃ علماء کے کچھ مخالفین اور مدرسہ کے حاسدین نے بنارس اور دفتر جمعیۃ علماء دہلی، لکھنو ٹیلی گرام کردیا کہ کانفرنس پرمیشن نہ ملنے کی وجہ سے ملتوی ہوگئی لہٰذا بنارس سے واپس دلّی تشریف لے آئیں۔ دہلی دفتر والوں نے اور وہاں کے مقامی معتقدین نے جس میں اعظم گڑھ، مئو، گورکھپور وغیرہ کے لوگ شامل تھے، بہت اصرار کیا کہ حضرت یا تو یہ وقت ہمیں دے دیجئے یا دلّی واپس تشریف لے جائیں۔ تمام لوگوں کے اصرار پر مولانا نے ایک جملہ ارشاد فرمایا: مجھے وہاں تک جانا بہرحال ہے۔ یہ سچ ہے کہ: قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید۔ مدرسہ والوں کو ان تمام ریشہ دوانیوں کی کوئی خبر نہیں۔ حضرت کے آنے کے بعد ہی تفصیل معلوم ہوئی چنانچہ کانفرنس بہت شاندار ہوئی۔ اصلاحِ معاشرہ پر حضرت کا بیان ایسا کبھی سنا نہیں گیا۔ بہت سی باتیں آج بھی زباں زدِ خاص و عام ہیں۔ اس کانفرنس سے قرب وجوار میں خاصی تبدیلی آئی، بہت سی اصلاحِ معاشرہ کمیٹیاں وجود میں آئیں جو تاہنوز کام کررہی ہیں جو ایک صدقہ جاریہ سے کم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو اس کے لیے اجر جزیل عطا فرمائے۔

حضرت کے سانحۂ ارتحال کی خبر ملنے کے ساتھ ہی مدرسہ میں شدید غم کا ماحول تھا اور فوراً ہی ایصالِ ثواب شروع کردیا گیا۔ انتہائی عجلت سے سفر کرنے کے باوجود تدفین میں شریک نہیں ہوسکا، لیکن دوسرے دن مزارِ قاسمی پر اشک بار آنکھوں کے ساتھ خراجِ عقیدت پیش کی۔

اللہ تعالیٰ حضرت والا کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ہم لوگوں کو حضرت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین!

○○

حشر تک شاید رہے گی چشمِ ہستی اشکبار

مولانا محمد واصف نفیس مظاہری
مہتمم مدرسہ مدینة العلوم، سیکٹر ۲۳، غازی آباد

برصغیر میں فدائے ملّت، امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی ذاتِ گرامی اپنے اجتماعی فکر وخیال اور حیات وخدمات کے وسیع ترین دائرۂ عمل کے لحاظ سے ملتِ اسلامیہ کے مابین دینی، قومی، ملکی، سیاسی، سماجی، خدمات کی انجام دہی میں ممتاز و نامور ومعتمد باأثر رہنما اور عظیم قائد عبقری شخصیت تھی، جفاکشی، ارادے کی پختگی کسی بھی ماحول یا کسی بھی اسٹیج پر آپ کے عالمانہ وقار ودینی مزاج کا نمایاں طور پر ترشح ہوتا رہتا تھا۔ آپ کی سادی حسنِ خدمات کا محور جمعیة علماء ہند ہی رہی ہے۔

بنابریں جمعیة علماء ہند کی خدمات کے دائرۂ عمل میں بے حد وسعت اور استحکام آیا مسلمانوں کی زندگی کے ہر موڑ پر نہایت قابلِ تحسین انداز میں رہنمائی کے قابل بنی۔ بلاتر دد کہا جاسکتا ہے کہ آزادیٔ ہند کے بعد فرقہ پرستی کی ہنگامہ خیز پُرآشوب فضائیں مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ جمعیة علماء ہند کا جونصب العین ہے اس میں حضرت مولانا مدنی کی مسلسل عرق ریز مساعی جمیلہ کا ہی کردار اہم اور قابلِ تعریف رہا ہے اور ہر محاذ پر سرگرمیٔ عمل کی قیادت نے مسلمانانِ ہند کے لیے جو کچھ خدمات انجام دی ہیں وہ ناقابلِ فراموش ہیں۔ جمعیة ہی وہ واحد فعال تنظیم ہے جو ملک کی تمام تنظیم پر حاوی ضرور ثابت ہوئی ہے۔ جمعیة علماء ہند کے تمام افادی کارنامے وترقی حضرت والا کی توجہات اور بے حد جدوجہد کی رہینِ منّت ہیں۔

آپ کا خاندان

حضرت مولانی موصوف خاندانِ حسینی سادات سے تعلق رکھتے تھے جو اُنیسویں پشت قبل ہندوستان آیا تھا آپ کے والد ذوالمحترم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ شہرۂ آفاق حیثیت کے مالک جلیل القدر محدث دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین وشیخ الحدیث، وشیخ طریقت، حضرت والا کا خاندان اولیاء اللہ اور سچے فقراء باطن کا رہا ہے۔ اور کاروانِ آزادی ہند کے عظیم قائدین میں تھے اسی محترم خاندان میں ۱۶رذی قعدہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۷راپریل ۱۹۲۸ء بروز جمعہ سرزمین دیوبند میں آپ کی ولادت ہوئی۔

آپ کی تعلیم

آپ کی تعلیم کی ابتداء تا انتہا دارالعلوم دیوبند میں ہی ہوئی اور ان شہرۂ آفاق اساتذۂ عظام سے فیض درس حاصل کیا جو اپنے زمانۂ تدریس وتعلیم کے اندر آفتاب وماہتاب اور ماہرینِ علم وفن اور یگانۂ روزگار تھے۔ آپ کے اساتذہ محترم میں آپ کے والد ماجد ذی وقار شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہوی، امام معقولات علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی، حضرت مولانا سیّد اصغر حسین صاحب دیوبندی، مفتی حضرت مولانا سیّد مہدی حسن صاحب شاہجہاں پوری، حضرت مولانا قاری اصغر علی سہسپوری، حضرت مولانا جلیل احمد صاحب کیرانوی، حضرت مولانا سیّد فخر الحسن صاحب مرادآبادی جیسے علوم نبویہ کے جید الاستعداد سنت نبویہ کے پیروکار، تدین وتقویٰ میں اپنی آپ مثال اور دارالعلوم دیوبند کی زرّین تاریخ کے یہ روشن باب تھے رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

آپ دارالعلوم دیوبند کے فرزند جلیل اور اپنے محاسن ومکارم کے اعتبار سے نامور اور فیض یافتگان میں قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں فراغت کے بعد کچھ عرصہ کے لیے اپنے والد محترم کے ساتھ مدینہ منورہ میں مقیم رہ کر سلوک کی منزلیں طے کیں بعدہٗ دارالعلوم دیوبند میں باضابطہ طور پر ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۰ء سے ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۲ء تک علی الترتیب بارہ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں آپ کے زیر درس کتب متوسطات رہی ہیں۔

منصب رُشد وهدایت

آپ نے سیدنا حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت حاصل کیا تھا حضرت کی وفات کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نے اور حضرت شاہ مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری کے حکم سے آپ کو خلافت دی گئی اور نیز حضرت شیخ الاسلام کے خلفائے محترم حضرات نے تاہم آپ کو اجازت بیعت سے نوازا۔

رمضان المبارک کے آخری آیام (عشرہ) میں اعتکاف کا سلسلہ تاحیات قائم رکھا ڈھائی سو سے زائد افراد کو آپ نے بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی آپ کا فیض چاردانگ عالم میں پھیلا ہوا ہے یہ فضل خداوندی بلاناغہ سنہ وسال ہر سال ہی حج کا معمول تھا۔ بہت سارے علماء وفضلا بھی آپؒ کے ہم سفر ہوجایا کرتے تھے آپ کو چالیس حج کرنے کا شرف و سعادت حاصل ہوئی۔

ذالک فضل اللّٰہ یوتیه من یشاء

دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۶۲ء میں ملازمت سے مستعفی ہونے کے بعد جمعیۃ علماء ہند سے چونکہ وابستگی بچپن ہی سے تھی اوراس کے مقاصد سے تعلق آپ کو ورثہ ہی میں ملا تھا اس لیے پھر بھی عملی زندگی کا آغاز جمعیۃ علماء دیوبند کے نائب صدر کی حیثیت سے ہوا۔ بتدریج منازل طے کرتے ہوئے آپ جمعیۃ علماء اُتر پردیش کے صدر ۱۹۶۰ء میں منتخب ہوئے اس وقت حضرت شیخ الاسلامؒ باحیات تھے یہی آپ کی قومی، ملی، اوراجتماعی خدماتِ جلیلہ کی تاریخ کا سنگ میل ہے۔

جمعیۃ علماء ہند کی نظامت عمومی کے منصب عالیہ پر ۱۹/اگست ۱۹۶۳ء فائز المرام کئے گئے اورحضرت والا کواپنی مخلصانہ جدوجہد اور پورے ملک میں دورے کرکے پوری جماعتی زندگی میں تازگی کی لہر پیدا کردی اور بہت سی جگہوں میں مقامی، ضلعی، جمعیتیں قائم ہوگئیں نئے وپرانے کارکنانِ جمعیۃ میں ایک نئی روح پھونک دی مسلسل دس سالوں تک تگ و دو جاری ہوئی تو ۲۰۰۶ء تک جاری ہی رہی۔

باتفاق آراء ۱۱/اگست ۱۹۷۳ء کو جمعیۃ علماء ہند کے منصب صدارت پر آپ کو فائز کیا گیا۔ اور مورخہ ۶/فروری ۲۰۰۶ء تک مسلسل ۳۳ سالوں تک اس عظیم منصب پر فائز رہے۔ جمعیۃ علماء ہند ہی کے دائرۂ عمل سے مسلمانوں کے جملہ مسائل کے حل کے اندر کبھی بھی مصلحت بینی کو راہ نہیں دی۔ چنانچہ حضرت مولانا مدنی کی جدوجہد بھری زندگی میں ملّی خدمات کا وہ کوئی بھی میدان ایسا نہیں ہے جہاں آپ کی کوشش ومحنت کے تابندہ نقوش موجود نہ ہوں۔

مدارس کی تنظیم

آپ کی ہمہ جہت مساعی میں ایک پہلو مدارسِ اسلامیہ ہند کی تنظیم ہے۔ آپ مدارس کے عظیم روح رواں تھے اوراُن کی سرپرستی تاحیات کی ان کے جلسوں میں شرکت کے لیے حسب وعدہ پہنچنے میں کبھی بھی سخت موسم ہو یا کسی اورطرح کے مواقعات ہوں، دوردراز کے اسفار ہوں، طوفانی دورے فرماتے اورآپ کی شرکت اور وقت مقررہ پر پہنچنے کی سعی جمیل جلسوں کی کامیابی و کامرانی کا سبب بن جاتی تھی اراکین مدارس اسلامیہ کے حضرات علماء کرام اور ماہرین تعلیم کا ایک اتحادی بورڈ قائم کرنا اور دینی تعلیم کی اشاعت کے لیے ہرگھر، ہراسکول وکالج تک کے لیے عام ذہن سازی کی پوری سنجیدگی ومتانت کے ساتھ جدوجہد کرنا، پسماندہ دیہی علاقوں میں بھی دینی تعلیم کے لیے صباحی وشبانہ مکاتب قائم کرنا، باہمی تعاون واشتراک سے فضا ہموار کرنا، اجتماعات کا انعقاد اس کے لیے آپ بیحد مفید سمجھتے رہے۔ فرمایا کرتے مدارس اسلامیہ ملک وملت کا عظیم سرمایہ اور مثل قلعہ کے ہیں۔ ان کے ذریعہ جہالت کی بیخ کنی ہوتی ہے اورقرآن حکیم ہی منبع علم وحکمت ہے۔ اس کے احکام کی اتباع اورسنتِ نبویہؐ کی پیروی ہی میں دینی ودنیوی فلاح وکامرانی ہے۔ آج کی بے چین وپریشان دنیا کے لیے امن وسکون اورعافیت وراحت اورزندگی کے تمام شعبہ میں اسی سے رہنمائی اور تمام کا حل اسی میں مضمر ہے اور مسلمانوں کی وجہ تخلیق احکام کتاب وسنت کی پیروی اور صالح معاشرہ کی تعمیر وتشکیل ہے۔

حضرت مولانا مدنیؒ جامعہ عربیہ اشرفیہ نیا بھوجپور (بکسر) کی دستار بندی کے جلسوں میں شریک ہوتے اور فارغین علماء وفضلا اور حفاظ کے سروں پر اپنے دست فیض سے دستار باندھتے اور اسٹیج پر موجود دوسرے علمائے کرام اور مشائخ عظام بھی دستار لپیٹنے کی تکمیل فرماتے۔

نیا بھوجپور میں حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے مریدین ومتوسلین کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ حضرت کے بعد جب فدائے ملت امیر الہند مولانا مدنیؒ کی آمد ورفت بڑھی تو حضرت شیخ الاسلامؒ کی یاد تازہ ہونے لگی اور جوق در جوق مردوں کے ساتھ ساتھ معزز خواتین کو حضرت والا نے شرف بیعت سے نوازا اور حضرت والا کا قیام ناچیز راقم الحروف کے گھر مدنی منزل میں ہی ہوتا اور متوسلین ومعتقدین کی تعلیم وتلقین ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ان ہی فیوض و برکات کے ثمرات میں قلبی وروحانی سلاسل طیبہ کے ذریعہ مدرسہ مدینۃ العلوم سیکٹر-۲۳، غازی آباد کا بھی قیام عمل میں آیا اور حضرت والا کی دعوات صالحہ و نظر کریمانہ کا فیضان ہے کہ روز تاسیس سے روزافزوں ترقی کے منازل طے کر رہا ہے۔ الحمد لله والمنة۔

حضرت مولانا مدنی پیکرِ صدق وصفا، مجسمۂ ایثار وفدائیت جنھوں نے اپنی جوانی کے کیف ونشاط خدمت ملک وملت پرنثار کرکے بڑھاپے کے اضمحلال و نقاہت کو بھی نظرانداز کردیا اور خدمت قوم وملک کے لیے ہمہ تن مستعد ومستغرق ہوکر بہرلحہ ایثار وقربانی کے خوگر، ملک کی تنظیم اور جماعتی شیرازہ بندی، علماء و فضلائے کرام کے متحدہ پلیٹ فارم کے لیے کوشاں رہے۔ صدر جمعیۃ علماء ہند کے یہ پاکیزہ افکار وعزائم کی تاریخ کے زرّیں باب ہیں۔ ملت اسلامیہ اور ملک کے لیے گراں قدر خدمات کی انجام دہی کے تاریخ ساز کارنامہ برصغیر ہند کے لیے یادگار رہیں گے۔ ان میں ایک جب بہار کے دورہ پر تشریف لاتے تو تمام ہی اضلاع کے اراکین ونظما وصدور جمعیۃ علماء نہایت دوردراز بیابان وکوہستانی علاقوں سے معمر حضرات بھی مجتمع ہوکر جاں نثار دین وملت و ملک پیغمبر اسلام کے منصب نبوت کے امین ایک مخلص بےلوث اور مجاہد ملت کا حقیقی جانشیں اور اپنے والد محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہما کے حسین وجمیل پرتو جس کی زندگی کا ایک ایک لحہ ملت کی فلاح وبہبود باعزت باشعور قوم بننے کی مہم میں صرف ہورہا ہو کہ استقبال میں دیدہ و دل فرش راہ کیے دفتر جمعیۃ علماء ریاست بہار باقر گنج کی گلی پٹنہ-۴ میں حاضر ہوتے اور ملک میں چھڑے گوناگوں مسائل پر بعد ازغور وفکر حضرت مولانا کی زیر قیادت بہت ہی اہم اور تاریخی فیصلے ہوتے تھے۔

اسی موقع پر جمعیۃ علماء ریاست بہار کے لیے اپنی مستقل عمارت اور مدنی مسافر خانہ کے لیے تجویز منظور ہوئی اور حضرت مولانا مدنیؒ نے ذمہ دارانِ جمعیۃ علماء ریاست پر اراضی کی تلاش کی ذمہ داری ڈالی اور بحمد اللہ چند سالوں کی محنت وکوشش کے بعد حضرت مولانا مدنیؒ کی انتھک مساعی جمیلہ بروئے کار آئی اور پٹنہ ریلوے جنکشن اسٹیشن کے بالکل قریب محل وقوع کے اعتبار سے نہایت ہی شاندار جگہ پر جمعیۃ علماء ریاست بہار کا دفتر اور ساتھ ہی مدنی مسافر خانہ کمپلیکس کی صورت میں قائم فرمادیا اور اس وقت کے ریلوے کے وزیر جناب سی کے جعفر شریف اور ریاست بہار کے گورنر عالیجناب ڈاکٹر اخلاق الرحمٰن قدوائی اور دیگر گورنمنٹ بہار کے حکمراں طبقے کے وزرا کے ہاتھوں رسم افتتاح کا ولولہ انگیز اور پر ہجوم مجمع کے کیف آور مناظر قابلِ دید تھے۔

بلاشبہ یہ عمارت مسلمانوں کے پروقار مستحکم وجود کا ناظرین کو احساس دلاتی ہے۔ یہ ایسی جگہ ہے جہاں ہر خاص وعام کی بلاتفریق مذہب وملت ہر ایک کی نظریں پڑتی ہیں۔ یہ حضرت مولانا مدنیؒ کی وسعتِ قلب ونظر اور بلند فکر وخیال اور مسلمانوں کی عزت وسربلندی بخشنے کی جدوجہد کی آئینہ دار ہے۔ حضرت مولانا مدنیؒ کے عظیم کارہائے لائقہ میں یہ بھی ایک تاریخ کا ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔ اس سے بہت پہلے حضرت مولانا مدنی کی ذاتِ گرامی مسلم مسائل کو قومی اسٹیج تک لے جانے کی سعی پیہم اور فکر وخیال، دل ودماغ پر چھائے رہتی تھی اور موصوف کی خدمات کے محور جمعیۃ علماء ہند کی خدمات اور اس کی حیثیت کو عوامی افادیت کے نظریہ سے دفتر جمعیۃ علماء ہند کو گلی قاسم جان دہلی ۶ سے نکال کر مرکزی دفتر کو مسجد عبدالنبی (آئی ٹی او) میں لے آئے اور راجدھانی دلّی کا یہ وہ مرکزی مقام ہے جہاں ساری دُنیا کی نگاہیں پڑتی ہیں۔ سرکاری، غیر سرکاری اخبارات ورسائل کے علاوہ مختلف محکمہ جات کے دفاتر قائم ہیں، کئی لحاظ سے بہت ہی اہمیت کی حامل جگہ ہے۔ اس میں عظیم الشان بلڈنگ مدنی ہال متصل مسجد عبدالنبی کی تعمیر حضرت مولانا مدنی کا غیر معمولی کارنامہ ہے اور روشن یادگار باب ہے جسے آئندہ کا مؤرّخ فراموش نہیں کرسکتا۔

حضرت مولانا مدنیؒ کی ذاتِ گرامی کی ملتِ اسلامیہ کے لیے بفضلِ خداوندی بڑی نعمت، مغتنم شخصیت، بڑی قوت اور ایک مستحکم ڈھال کی حیثیت تھی۔ حضرت مولانا نے اسلام، عالم اسلام اور عالم انسانیت کی جو زرّیں خدمات انجام دی ہیں وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں خواہ وہ ملک میں سیاسی، سماجی، معاشرتی طور پر جب کبھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف خارجی یا داخلی طور پر فتنۂ ارتداد نمودار ہوا اور صراطِ مستقیم سے مسلمانوں کو پھسلنے کی صورت ظاہر ہوئی تو حضرت اقدس قوتِ باطلہ کے بالمقابل سینہ سپر ہوکر اپنی پوری دانائی وحکمت اور علمی بصیرت کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے حضرات علمائے کرام اور ملک میں پھیلے ہم خیال وہم مزاج علماء فضلائے محترم کو صورتِ حال سے واقف کراتے ہوئے ایک فوج تیار کرلیتے اور فتنۂ ارتداد سے نپٹنے اور ان کے سدباب کے لیے انتھک جدوجہد شروع کردیتے اور مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کو باخبر کرتے ہوئے سہ روزہ عالمی تحفظ ختم نبوت کی تجویز منظور کرائی۔ بایں طور موقع بموقع کے اعتبار سے ردِّ مرزائیت، ردِّ شیعیت، ردِّ مودودیت، ردِّ رضاخانیت، ردِّ غیر مقلدیت، ردِّ انکارِ حدیث، ردِّ عیسائیت، ردِّ ہندوازم پر محاضرات پیش کیے جانے کا سلسلہ جاری کرایا اور فضلائے دارالعلوم دیوبند جو تکمیلات کے درجات میں داخلہ لیتے ہیں، جن کی تعداد دوسو سے زائد ہوتی ہے ان طلبہ عزیز کو ہر موضوع کے محاضرات مطبوعہ شکل میں واضح نشانات کو کفر وضلالت سے ممتاز کرکے اچھی طرح وہ ذہن نشین کرلیتے ہیں اور دینِ محمدی شریعت اسلامیہ کے تحفظ کے لیے بہر پہلو وہ تیار ہوجاتے ہیں، جو اپنے علاقوں میں جاکر امت مسلمہ کو ان فتنوں سے محفوظ رکھنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔ حضرت مولانا تاحد امکان اسباب وذرائع اور تدبیر وحکمت اختیار فرماتے اور باطل عقائد ونظریات کے خلاف اور اس کے دوررس نتائج بد پر فوراً غور وفکر فرما کر اصلاحی اقدام فرماتے۔ اس باب میں نہایت ہی مستحسن نتیجہ خیز پاکیزہ حیات آفریں خدمات انجام دیں جس کے سبب ہزاروں افراد فتنۂ ارتداد وگمراہی سے بچ گئے۔ جزاہم اللہ عنا وعن سائر المسلمین، اور یہ حضرت مولانا کے لیے بیحد اجروثواب کا ذریعہ ہیں۔

حضرت مولانا مدنی کی عہد ساز فعال شخصیت دورِ حاضر میں پورے عالم اسلام میں آپؒ کے ہمہ جہت محاسن ومکارم کے اعتبار سے اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ پر ایک صدی کا خاتمہ ہوگیا:

ہوسکے گی کیا تلافی اب غمِ مافات کی
حشر تک شاید رہے گی چشمِ ہستی اشکبار

یوں تو اس جہانِ رنگ وبُو میں صاحبانِ علم وکمال بہت پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں اور تاقیامت پیدا ہوتے رہیں گے۔ لیکن حضرت اقدس صاحبزادۂ محترم مولانا مدنی بفضلِ ایزدی جس خاص نوعیت کی ہمہ گیر جامع صفات پر مشتمل انسانی عظمت وسربلندی کا تاجدار اپنے حسن کردار وعمل کا آئینہ دار تھے، موصوف اپنے اسلاف صالحین حضرات علمائے ربانیین کے درخشندہ یادگار تھے۔ اُن میں وہ عظمتیں، وہ خصلتیں، وہ رواداریاں، وہ شفقتیں، وہ مروّتیں اور تحمل مزاجی، فکر ونظر میں غیر معمولی پاکیزگی، وہ وسعتیں، ذکی الطبع بصارت وبصیرتیں آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ آپ اپنے فضل ومحاسن ہی کے تحت ملک کے عوام وخواص اور حکومتوں میں بیحد قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ مولانا مدنی بیرونِ ممالک کے بھی بہت سے اداروں کے سرپرست تھے:

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر ایک کا یہ نصیب یہ بخت رساں کہاں

حضرت مولانا مدنی کبھی کبھی خود ہی فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد صاحب شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے ایمان و یقین اور اشاعتِ دین کے ساتھ، وطن عزیز سے گہرا رابطہ اور آزادیٔ وطن کے تحفظ اور انسانوں کی خدمت کی جو راہ ہمیں دکھائی تھی میری حتی الامکان کوشش یہی ہے کہ جب تک زندہ رہوں ان عنوانات پر زندگی کی داستان ترتیب دیتا رہوں۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت مولانا کے رگ و ریشے میں دینی و ملّی خدمات کے پاکیزہ جذبات ہمیشہ موجزن رہتے اور نہ تھکنے والی کیفیات کے ساتھ تاحیات بے مثال روشن کارہائے لائقہ انجام دیتے رہے۔ موصوف اپنی خداداد ذہانت و فطانت، صلاحیت و بصیرت، بلند حوصلے اور مخلصانہ جدوجہد سے حاجت مندوں کی حاجت روائی، مظلومین کی ہمنوائی و دادرسی، لٹے پٹوں کی نئی آبادکاری، تعلیمی و اقتصادی میدان میں دست گیری فرماتے رہے تھے اور اپنی روحانی قوت و عزیمت سے طوفانوں کا رُخ موڑ دیتے تھے اور شورش و ہنگامہ کے بالمقابل امن کے لیے مثل ڈھال بن جاتے۔ ان کی صفاتِ عالیہ میں حق گوئی و بیباکی، جرأت و عزیمت اور ہمت میں وہ بے مثل تھے۔ فتنہ پرور بھی حضرت والا سے خائف اور لرزہ براندام رہا کرتے تھے اور سیاسی حلقوں میں بہت ہی باوزن تھے۔ ملتِ اسلامیہ ہند کا جن سے وقار قائم تھا۔

۱۹۷۶ء میں سرزمین میرٹھ کے عظیم الشان اجلاس میں حضرت مولانا مدنیؒ نے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ میں مسلمانوں سے صاف صاف کہتا ہوں کہ نوکریوں کے بل پر زندگی گزارنے کی فکر و ملال چھوڑ دو بلکہ اپنے بل پر جینا سیکھو۔ زندہ و ہوشمند قوموں کا چلن یہ نہیں ہے۔ پتھر کو ٹھوکر مار کر پانی نکالو (انتھک سعی و کوشش سے) میں یہ جانتا ہوں کہ ہمارے نوجوانوں میں یہ صلاحیتیں بہت ہیں کہ وہ حالات سے ٹکر لے کر وطن کی سرزمین میں اپنا مقام بلند حاصل کر سکتے ہیں۔

کانگریسیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ ہم وطن کے تحفظ کی خاطر آپ کے حلیف ہیں مگر آپ کی کرسیٔ اقتدار کے ہرگز کبھی بھی حلیف نہیں ہیں۔ ہم اس ملک کے محافظ ہیں، امن و آشتی کے حامی و علمبردار ہیں اور انسانیت کے خدمت گار ہیں۔ آپ کی آنکھوں میں غیظ و غضب کی چنگاریاں ہوں یا محبت کی کرنیں ہوں، جب ملک کی زمین فتنہ و فساد سے تپ رہی تھی ہم نے قافلہ کو اپنے سرگرم رکھتے ہوئے انسانیت کی خیرخواہی میں وہ سب کچھ کیا جو ہمیں کرنا چاہیے تھا۔ موصوف اپنے والد محترم کی سچی جانشینی کا تازندگی حق کی ادائیگی میں ہمہ جہت مصروفِ عمل رہے۔ سفر ہو یا حضر ہو فرائض کی ادائیگی، نوافل و مستحبات کی پابندی، مخالف ماحول میں بھی معمولات کی پابندی، وقت اور وعدے کے ایفاء پر کاربند رہے۔ ذکر و فکر زہد و ورع، تدین و تقویٰ اور سنت کی ادائیگی میں غیر معمولی اہتمام سے عبرت آموز زندگی تھی۔ نماز باجماعت، قیام اللیل، سفر و حضر میں بھی قائم رہتا، نماز میں خشوع و خضوع باطمینان ادا کرنے میں وہ ممتاز تھے۔ خواہ کتنی عجلت ہو لیکن آپ نماز صحیح طریقہ سے ادا کرنے کے پابند تھے۔

مدھیہ پردیش کے مفتی مولانا عبدالرزّاق صاحب نے بعض دوسرے احباب سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہمیں حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی صاحب کی نماز نے اُن کا گرویدہ بنا دیا ہے۔ حضرت مولانا مدنی کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ مہمانوں سے بہت خوش ہوتے تھے اور اُن ہی کے ساتھ ناشتہ و کھانا کھانا پسند کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر سیّدنا و مرشدنا شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی یاد تازہ ہو جایا کرتی تھی:

کس کس کمال کا کوئی اب تذکرہ کرے
اُن کے تو ہر کمال میں لاکھوں کمال ہیں

حضرت اقدس مولانا مدنی کے سر میں عید کے دوسرے دن چوٹ آئی۔ فوراً اپولو ہوسپٹل نئی دہلی میں مخصوص یونٹ میں زیر علاج کر دیا گیا، جہاں حضرت تین ماہ پانچ یوم رہے۔ بیہوشی میں رہنے کے باوجود کبھی کبھی ہاتھ اور زبان اور آنکھوں میں معمولی حرکت آتی رہی اور وفات سے دس منٹ پہلے زبان سے اللہ اللہ کا ذکر جاری ہو گیا اور بالآخر اپنی اٹھہتر سالہ کامیاب زندگی کے تاریخ ساز لمحات گزار کر آخری سانس اللہ اللہ کہتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

آج حضرت والا سے محبت کرنے والے خواص و عوام ان کی ہمہ جہت محنت کے میدان میں بے شمار کارہائے لائقہ نمایاں طور پر دیکھ کر نہ صرف ہندستان بلکہ عالم اسلام اشکبار ہیں۔ درحقیقت اس قحط الرجال میں آپ مدبر و مفکر عالم دین سچے مخلص، خادم اسلام، عالم اسلام کی رحلت کو دنیائے انسانیت کو برصغیر کا عظیم نقصان قرار دے رہی ہے اور ملت اسلامیہ کے لیے ایک کاری زخم ہے۔ دعاگو ہیں کہ رب کریم مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان و متعلقین و متوسلین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

پسماندگان

حضرت مولانا مدنی کے پانچ صاحبزادے باحیات ہیں:

۱۔ سیّد احمد حسین مقیم مدینہ منورہ
۲۔ مولانا سیّد محمود مدنی، ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند
۳۔ مولانا سیّد مسعود مدنی
۴۔ مولانا سیّد محمد مدنی
۵۔ حافظ مودود مدنی

اور دو صاحبزادیاں ہیں اور سب ہی ماشاءاللہ صاحبِ اولاد ہیں۔ ○○

امیرالہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی وفات

ایک عہد کا خاتمہ

مولانا محمد ارشد محمود الحسن
آرگنائزر جمعیۃ علماء ہند

فدائے ملّت، امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ان قدسی صفات والے بزرگانِ دین کے جانشین تھے جنھوں نے قسطائیت، ظلم وجور کی آہنی کلائی کو مروڑ کر اپنے فولادی عزم وارادہ کا مظاہرہ کیا، جنھوں نے سربراہان حکومت سے اپنا لوہا منوایا اور جنھوں نے تاریخ کے دھارے کا رُخ موڑا ہے۔

ٹھیک ان تاریخ ساز شخصیتوں کے نقشِ قدم پر چل کر آزاد ہندوستان میں فدائے ملّتؒ نے بھی جو تاریخ رقم کی ہے وہ ملّی قیادت کا ایک سنہرا باب ہوگا۔

دست فیاض نے امیر الہندؒ کو ہمہ گیر اور ہشت جہت شخصیت کا مالک بنایا تھا، زہد وتقویٰ، اخلاص وللّٰہیت اور خدمت خلق تو ورثہ میں ملا تھا۔

آپ دوررس فکرات، عقابی نگاہیں، بلند حوصلگی، عالی ہمّتی اور عالی ظرفی کے مالک تھے۔ آپ کی پوری زندگی جہد مسلسل اور عمل پیہم سے عبارت ہے۔ آپ نے ہندوستانی مسلمانوں کے لیے وہ سب کچھ کیا ہے جو ایک باپ اپنی اولاد کے لیے کرتا ہے۔ ملک کو آپ نے اپنا گھر سمجھ کر مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی بے مثال کوشش کی ہے۔ ملک پر جب کوئی آنچ آئی ہے اس کو ختم کرنے میں آپ نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے۔

قسام ازل نے آپ کو ان قائدانہ صلاحیتوں سے نوازا تھا جن کی وجہ سے آپ نے اپنے اور پرائے دونوں سے داد وتحسین حاصل کیا۔ آپ نے مسلمانوں کے نازک مسائل میں مصلحت کوشی سے کام نہیں لیا بلکہ بروقت فوری احتیاطی اقدامات کرکے دخل اندازی کی۔ آپ کی زندگی ایک عہد اور تاریخ ہے جس کے اندر آپ کی قومی وملّی اور دینی وسیاسی خدمات بھری پڑی ہیں۔ ایک طرف آپ اگر عبادت وریاضت میں منہمک رہتے تو دوسری طرف ملک وملت بچانے میں مصروف، اگر رات شب بیداری اور نالہ نیم شبی میں گزری تو دن قوم کے مسائل کی اُلجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانے میں، خلاصہ یہ ہے کہ رہبان باللیل اور فرسان بالنہار کی عملی تفسیر تھے۔ آپ کی جن صفات حمیدہ کو شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی اور جنھوں نے عوام الناس کے دلوں میں بہت جلد اپنی جگہ بنالی وہ آپ کی عظمت، جرأت وبے باکی، صداقت وحق گوئی اور مجاہدانہ کارنامے ہیں۔ یہ وہ خوبیاں ہیں جن کا ہر کس وناکس نے صمیم قلب سے اعتراف کیا ہے۔

آپ ہندوستانی مسلمانوں کی آنکھوں کا تارہ، ناگہانی مصیبتوں میں سہارا نیز تاریکیوں میں روشنی کا مینارہ تھے۔

ملّت کے مجاہدانہ کارناموں میں آپ مجاہد ملّت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ کے سچے جانشین تھے آپ نے مجاہد ملتؒ کی سابقہ روایات کو آگے بڑھاتے ہوئے ہندوستانی مسلمانوں کی امارت بھی حاصل کی۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی الندویؒ نے پرانی شخصیات سے متعلق تعارفی مضامین پر مشتمل اپنی مشہور کتاب ''پرانے چراغ'' میں جہاں مجاہد ملتؒ کا تذکرہ کیا وہیں اخیر میں آپ نے لکھا ہے۔

''مولانا کی وفات پر ہندوستان میں ملّی قیادت کے میدان میں ایک عظیم خلا واقع ہوگیا ہے جو ابھی تک پر نہیں ہوا، ان کے بعد کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی جس پر صحیح معنی میں ''مجاہدِ ملت'' کا لقب وخطاب صادق آسکے۔''

یہ بات تو اپنی جگہ صد فیصد درست ہے کہ یہ لقب وخطاب مجاہدِ ملتؒ کی گونا گوں خصوصیات کی بناء پر انھیں کو زیب دیتا ہے اور اس سلسلہ میں ان کا کوئی شریک وسہیم نہیں ہے، تاہم مفکر اسلامؒ نے مجاہدِ ملت کے جن اوصاف کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے ان میں سے اکثر وبیشتر حضرت امیر الہندؒ کے حصّہ میں بھی ہیں۔ چنانچہ مفکر اسلامؒ لکھتے ہیں:

''مولانا مرحوم (مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی) کی جن متعدد نمایاں اخلاقی، ذہنی، علمی، دینی، تحقیقی وتصنیفی خصوصیات وکمالات کے اعتراف واحترام کے ساتھ جس امتیاز کا اس مختصر مقالہ میں خاص طور پر ذکر کرنا ہے وہ ان کی حق گوئی وبے باکی ہے۔'' آگے لکھتے ہیں:

''اس حق گوئی وبے باکی کا اظہار'' مجالس قانون ساز کی تقریروں حکومت کے ذمہ داروں سے مخاطبت ومکاتبت، مسلمانوں کے مسائل کے سلسلہ میں جرأت وصاف گوئی، دَوروں اور جلسوں میں تقریروں، شرعی مسائل سے تعلق رکھنے والے قوانین، نئی نسل کو دینی تعلیم اور اُردو کے تحفظ کے لیے ان کی جدوجہد، جلسوں کے انعقاد اور کمیٹیوں کی تشکیل اور ان میں اپنی صحت وراحت سے بے پرواہ ہوکر شرکت، میں ہوا۔'' اگر بالفرض ان سطور

سے مجاہد ملتؒ کا نام تھوڑی دیر کے لیے ہٹا کر امیرالہندؒ کا نام رکھ دیا جائے تو بمشکل کہیں تبدیلی عبارت کی ضرورت پڑے۔

یہ سطریں جہاں مجاہد ملتؒ کی زندگی کے اوراق ہمارے سامنے کھولتی ہیں وہیں صدر محترمؒ کی زندگی کا عکس بھی پیدا کرتی ہیں۔

مفکر اسلامؒ نے مجاہد ملتؒ کی جرأت و بے باکی کی ایک زندہ مثال بھی پیش کی ہے، لکھتے ہیں: ''اس موقع پر بے اختیار راقم کو یاد آ گیا کہ ایک مرتبہ غالباً پنت جی نے (جو اس وقت اتر پردیش کے وزیر داخلہ یا وزیر اعلیٰ تھے) کسی موقع پر مولانا مرحوم (مجاہد ملتؒ) کے بارے میں کوئی طنزیہ جملہ کہا یا اُن کی حب الوطنی اور ملک کی آزادی کے سلسلہ میں کوئی تعریض کی تو مولانا نے اس کے جواب میں بڑی صاف گوئی اور جرأت سے کام لیا اور کہا کہ:

''ہم ہی (مسلمانوں کے ایک گروہ کے معتوب ہونے اور پاکستان کے مطالبہ کے ہمنوا نہ ہونے کی وجہ سے) اپنے ہم مذہبوں کے قہر وغضب اور تمسخر و استہزاء کا نشانہ بنے اور ہمیں کو اپنے پرجوں (دھوبی، نائی اور کام کرنے والوں) کے مقاطعہ کا نشانہ بننا پڑا، غیر مسلم سیاسی رہنماؤں اور اکثریت کے فرقہ کے سورماؤں کو اس مرحلہ سے گزرنا نہیں پڑا اور نہ ان کو اس کی نوبت آئی۔'' اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ''جن حالات میں اور جس شخصیت کے اعتراض یا جملہ کے جواب میں یہ جرأت مندانہ اور دلیرانہ جواب دیا گیا تھا اس کی قدر و قیمت کا اندازہ اس وقت کرنا مشکل ہے۔''

اس بات میں چنداں شک نہیں کہ اس ماحول میں جبکہ ہندوستانی مسلمان احساس جرم کے شکار تھے اور فرقہ پرستی کی آگ نے بڑے بڑے سیکولر دماغوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اس طرح سے بے باکانہ گفتگو اپنی مثال آپ ہے۔

تاہم صدر محترمؒ نے ان کی اس مثال و روایات کو زندہ و تابندہ رکھا اور جرأت مندی، بے خوفی کے بہت سارے نمونے پیش کئے، میں سمجھتا ہوں کہ ایک دو کو ذکر کر دینا خالی از مناسبت نہ ہوگا۔

چنانچہ جب ۱۹۸۷ء میں میرٹھ گجرات اور دہلی کے علاقے ایک ساتھ فرقہ پرستی کی آگ میں جل رہے تھے تو آپ نے اس وقت کے وزیر اعظم مسٹر راجیو گاندھی سے مکاتبت کی اور لکھا:

''محترم! آخر مسلمانوں کی یہ بربادی اور نسل کشی آزاد ہندوستان میں کب تک ہوتی رہے گی؟ اور آپ کب تک اس کو برداشت کرتے رہیں گے؟ مجھے یہ بات کہنے میں کوئی تکلّف نہیں کہ اب عوام آپ کو بھی اس کا ذمہ دار سمجھنے لگی ہے اور یقیناً جب تک آپ وزیر اعظم ہیں ان کو یہ سمجھنے کا حق ہے، مظلوموں کی آہوں کو نہ سننا اور اُن کی جانی و مالی بربادی پر چشم پوشی کرنا آپ کو بھی مجرم بناتا ہے۔ محترم! ہندوستان کی بربادی و رسوائی اور پوری مائنا ریٹی کمیونٹی کی نسل کشی اور تباہی میرے نزدیک ناقابل برداشت ہے۔''

ایسے ہی ۱۹۸۴ء میں مہاراشٹر فساد کے موقع پر صدر محترمؒ نے وزارت داخلہ کی پارلیمانی مشاورتی کمیٹی میں نیز وزیر داخلہ کی موجودگی میں جو تقریر فرمائی تھی اسے سن کر ہر انصاف پسند نے یہی کہا تھا اور اسے پڑھ کر ہر انصاف پسند یہی کہے گا کہ حضرت امیدالہندؒ نے مہاراشٹر کی کانگریس حکومت کو مجرموں کے کٹہرے میں لا کھڑا کر دیا۔ صدر محترمؒ نے فرمایا تھا:

''مہاراشٹر کے فسادات میں ریاستی حکومت نے افسوس ناک کردار ادا کیا ہے۔ شیوسینا کے لیڈر بال ٹھاکرے اپنی تقریروں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرتا رہا، مسلمانوں کو غنڈہ غدار جیسے القاب سے پکارتا رہا، ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھانے قتل کرنے اور ملک سے باہر نکالنے کی ترغیب دیتا رہا، مگر ریاستی سرکار کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی، نیز ریاستی حکومت نے جوڈیشنل انکوائری تک سے بھی انکار کر دیا ہے، وہ نہیں چاہتی کہ اصل مجرموں کو بے نقاب کیا جائے اور حکومت وافسران کی کوتاہی طشت از بام ہو چکی ہے، مہاراشٹر میں مہینوں سے گڑ بڑ تھی جس کی طرف بار بار توجہ دلائی گئی مگر ریاستی حکومت بالکل خاموش تماشائی بنی رہی۔ افسران و پولیس نے کھل کر فساد کے دوران نہ صرف فسادیوں کو چھوٹ دی بلکہ خود بھی لوٹ مار، قتل و غارت گری میں شریک رہی۔ گرفتاریوں کے معاملے میں بھی دھاندلی اور تعصب سے کام لیا جاتا رہا ہے۔ اصل مجرم آزاد گھوم رہے ہیں اور بے قصوروں کو گرفتار کر کے انھیں متعدد مقامات پر پریشان کیا جا رہا ہے اور یہ سب شیوسینا کے وزن کو برابر کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے۔'' یہ ہیں سربراہانِ مملکت کے سامنے جرأت ایمانی کی واضح مثالیں کیا اس کے بعد کوئی آپ کی بہادری اور حق گوئی پر سوالیہ نشان لگا سکتا ہے؟

ملک میں فرقہ پرستی کے جس ایشو اور مسئلہ کو ایک خاص فرقہ کے ساتھ جوڑا جا رہا تھا اور جس کا نشانہ مسلمان بن رہے تھے آپ نے اس کو اپنے تدبر و فراست اور حکمت عملی سے قومی مسئلہ بنا دیا۔

آپ یقیناً فرقہ پرستی مخالف اور جمہوریت پسند تھے نیز آپ نے اس سلسلہ میں کانفرنسیں بھی منعقد کیں، چنانچہ آزادی کے بعد جب فرقہ پرستی کا زہریلا پانی سر سے اونچا ہو گیا تو مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ نے ۱۰/۱۱/جون ۱۹۶۱ء کو نئی دہلی کے سپرو ہاؤس میں ''کل ہند مسلم کنونشن'' منعقد کیا اور اس بات کی بھرپور کوشش کی کہ کنونشن میں غیر مسلم زعماء بھی شرکت کریں تاکہ فرقہ پرستی کے سانپ کو بآسانی کچلا جا سکے مگر کنونشن کا اعلان ہوتے ہی قومی و ملکی اخبارات نے اتنا شدید حملہ کیا کہ کنونشن پر مُصر افراد بھی حملہ آوروں کے ساتھ ہو لیے اور حکومت کے کڑے تیور دیکھ کر گھبرا گئے اس لیے مجلس عاملہ نے طے کیا کہ صرف مسلمانوں کا کنونشن منعقد کیا جائے۔

لیکن صدر محترم کی یہ کوشش کامیاب رہی اور آپ نے ۲۹/۳۰/نومبر ۱۹۶۴ء کو ''قومی جمہوری کنونشن'' دہلی کے وگیان بھون میں منعقد کیا جس میں

مسلم رہنماؤں کے علاوہ غیر مسلم سیکولر سربراہوں نے شرکت کی اور جس کنونشن کی صدارت ڈاکٹر بی رام کرشنا راؤ (سابق گورنر اُتر پردیش و کیرالا) نے کی۔ جس میں لال بہادر شاستری، گلزاری لال نندا، کرشنا مینن، بابو جگ جیون رام، مسز سبھدرا جوشی، ڈاکٹر تاراچند، کیشو دیو مالویہ، اجیت پرشاد جین، پی این سپرو اور مرارجی ڈیسائی جیسے ہندو زعماء نے شرکت کی اور فرقہ پرستی کے خلاف اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی ''فرقہ واریت مخالف کنونشن'' بھی تھی جسے صدر محترمؒ نے ۲۷ر جنوری ۱۹۹۱ء کو تال کٹورہ اسٹیڈیم نئی دہلی میں منعقد کیا۔ اس کے علاوہ بہار میں ۷ر فروری ۱۹۸۲ء کو ''ریاستی جمہوری کنونشن'' منعقد کیا۔

غرضیکہ دین اسلام ہو یا اس کا کوئی شعبہ، قوم مسلم ہو یا اس کا کوئی حق، ملک ہو یا اس کی سالمیت کسی پر بھی اگر کسی طرح سے کوئی زد پڑتی دکھائی دی تو صدر محترمؒ اس کے دفاع کے لیے سد سکندری بن کھڑے ہوئے۔

چنانچہ مسلم پرسنل لاء میں ترمیم و مداخلت کی کوشش کی گئی تو آپ نے ۳-۴ر اکتوبر ۱۹۹۳ء کو ماؤلنکر ہال نئی دہلی میں ''تحفظ شریعت کانفرنس'' منعقد کی۔ سنت رسولؐ پر آنچ آئی تو ۲-۳ر مئی ۲۰۰۱ء کو تحفظ سنت کانفرنس منعقد ہوئی۔ حرم مقدس کی حرمت کو تار تار کیا گیا تو ۸ر نومبر ۸۷ء سپرو ہاؤس نئی دہلی میں ''تحفظ حرم کانفرنس'' کا انعقاد ہوا۔

ختم نبوت کے خاتمہ کی نامراد کوشش کی گئی تو ۱۴ر جون ۹۷ء کو اُردو پارک جامع مسجد شاہجہانی دہلی میں ''تحفظ ختم نبوت کانفرنس'' وجود پذیر ہوئی۔

مسلمانوں کے ووٹ دینے کے آئینی حق پر ڈاکہ ڈالا گیا اور ہندوستانی ہونے کا ثبوت مانگا گیا تو ۱۱ر دسمبر ۱۹۹۴ء کو فکّی آڈیٹوریم نئی دہلی میں ''تحفظ شہریت کانفرنس'' بلائی گئی۔

اور جب ملک کی سالمیت داؤ پر لگی اور فرقہ پرستی نے امن وامان پر حملہ کیا تو ملک وملت بچاؤ تحریک چلی۔ ان کے علاوہ بہت سارے دوسرے حساس مسائل بھی ان کانفرنسوں کے ذریعہ حل کئے گئے۔ مسئلہ اوقاف کا ہو یا تحفظ مدارس ومساجد کا، مسئلہ علی گڑھ مسلم یونیوسٹی کا ہو یا جامعہ ملیہ اسلامیہ کا، مسئلہ کشمیری مسلمانوں کا ہو یا مسلم پرسنل لاء بورڈ میں مداخلت کا، ہر ایک پر سیر حاصل بحث کر کے ان کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی گئی۔

آپ کا عالم اسلام سے بھی گہرا تعلق تھا۔ شیفتگی کا یہ عالم تھا کہ اگر وہاں کسی کے تلوے میں کوئی کانٹا چبھتا تو اس کی چبھن ہندوستان میں بیٹھا اسعد محسوس کرتا اور اس کے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کرتا۔

چنانچہ ایران وعراق جنگ سے ملت اسلامیہ کے ہوتے ہوئے زبردست خسارے کو روکنے اور بند کرنے کے لیے آپ نے دوبار عراق کا رُخ کیا اور ہر دلعزیز کانفرنس میں شرکت کی پہلا سفر ۸۳ء اور دوسرا ۸۵ء میں ہوا۔ فلسطینی مسلمانوں پر اسرائیلی جارحیت کے خلاف ہند اسرائیل تعلقات جیسی خارجہ پالیسی پر سخت موقف اختیار کر کے اس کی شدید مخالفت کی اور پارلیمنٹ کے ایوان بالا میں سربراہان قوم کے سامنے اس بات کا برملا اظہار کیا کہ اسرائیل سے سفارتی تعلقات قائم کرنا گاندھی، پنڈت نہرو، جمہوریت اور غیر جانبدار تحریک کے خلاف جرم ہے۔ بوسنیا، ہرزے، گووینا کے مسلمانوں پر قہر وظلم ہوا تو آپ نے پوری ملت اسلامیہ سے یوم دعا منانے کو کہا۔ اس کے علاوہ دنیا میں جہاں کہیں کسی مسلمان کو چوٹ لگی تو صدر محترمؒ نے اس کا درد محسوس کیا۔

مگر آہ جو پوری ملت اسلامیہ کا درد محسوس کرتا تھا آج پوری ملت کو درد دے گیا۔ صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ پورا عالم اسلام ایک دردمند اور خیر خواہ ساتھی سے محروم ہو گیا، پوری انسانیت یتیم ہو گئی۔

جو چراغ ۱۹۲۸ء میں جلا تھا اسلام کے مختلف میدان میں ملت کی رہنمائی کرتے ہوئے ۲۰۰۶ء کو بجھ گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے

عظمتِ دارالعلوم دیوبند

شاعرِ اسلام سیّد امین گیلانی

عین حق ہے جو تجھے علم کا دریا کہہ دوں
یہ بھی سچ ہے کہ تجھے گلشنِ تقویٰ کہہ دوں
ایشیا ہے جو انگوٹھی تو پھر اس میں تجھ کو
کیوں نہ میں ایک چمکتا ہوا ہیرا کہہ دوں
جتنے دل والے ہیں وہ تجھ پر شیدا دل سے
کیوں نہ دل والوں کی میں تجھ کو تمنا کہہ دوں
تو نے پیدا کیے محمودؒ و رشیدؒ و انورؒ
زیب دیتا ہے انھیں جس قدر اچھا کہہ دوں
ہاں بجا ہوگا کہ میں تیرے حسین احمدؒ کو
پیکرِ عشق کہوں علمِ سراپا کہہ دوں
ہاں ترے اشرفؒ و عثمانیؒ و طیبؒ کو میں
جھوٹ کیا ہوگا ، اگر فخرِ زمانہ کہہ دوں
ایک دوچار جو ہوتے تو گنا دیتا میں
حق ہے یہ ، تجھ کو نوادر کا خزانہ کہہ دوں
بار بار آتا ہے گیلانؔی کے دل میں کہ تجھے
دلِ افرنگ میں اٹکا ہوا کانٹا کہہ دوں

With Best Compliments From

D:\w-lock\Akhbar\Number\ADD\Black Photo\Logo-FlowerVelley.tif not found.

/

FLOWER VALLEY PERFUMES PVT. LTD.

j v k

MANUFACTURERS & DEALERS OF

INDIAN ATTARS,
SHAMAMUTUL AMBAR,
HINA, ZAFRAN,
MUKHALLAT, MOTIA ETC.
FOR
PERFUMES GUTHKHA &
PAN MASALA INDUSTRIES

j vk

For Enquiries

FLOWER VALLEY PERFUMES PVT. LTD.
4/13, KAMAL MANSION, ARTHUR BUNDER ROAD,
NEAR RADIO CLUB, COLABA, MUMBAI - 400005
TELPHONE : 22856976 / 22856977
FAX : 22856608
E-mail : ajmalgroup@vsnl.com, Web : www.ajmalindia.com

آفتابِ عالم کا وہ نیّر تاباں

مولانا عظیم اللہ قاسمی
آرگنائزر جمعیۃ علماء ہند

۶؍فروری کی رات ایک تاریک ترین شب تھی، اس شام کو ملتِ بیضاء کا سہارا، فرزندانِ توحید کے اُمیدوں کا مرجع، انسانیت کی آبرو، عرفان وایقان کا تجمل، شریعت کا ہادی طریقت کا مرشد، میدانِ عمل میں جرأت وہمت کا کوہ گراں اس دنیا سے جارہا تھا۔

حضرت مدنیؒ جمعیۃ علماء ہند کے صدر دارالعلوم کے نگراں، آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کے محبوب لیڈر تھے، ان کے نقشِ حیات کا ایک ایک صفحہ عظمت کی بارگاہ ہے، نہ صرف ہندوستان، پاکستان بلکہ برما، انڈونیشیا، افغانستان مشرق وجنوب افریقہ میں اُن کے مریدین وخلفاء ہزاروں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔

قحط الرجال کے دور میں حضرت مدنیؒ کی ذاتِ گرامی اس وقت اُبھر کر ہمارے ملی مطلع پر نمایاں ہوئی جب مجاہدِ ملّت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن کے انتقال کی صورت میں ایک بہت بڑا خلاء اور اب کون؟ ایک بہت بڑا سوالیہ نشان پیدا ہوگیا تھا۔ مگر کارسازِ حقیقی نے یہ فکر وتردد زیادہ عرصے نہیں رہنے دیا اور مولانا اسعد مدنی ناظم عمومی مقرر ہوئے اور انھوں نے اپنی خداداد صلاحیت، اپنی بے پناہ اور انتھک جدوجہد اور فنافی القوم ہونے کے والہانہ جذبہ وسعی سے اپنے آپ کو حضرت مجاہدِ ملّتؒ کا صحیح جانشیں اور حقیقی بدل ثابت کیا۔ اس سے پہلے یوپی جمعیۃ علماء ہند کے صدر تھے، وہاں آپ نے اپنی سعی وعمل سے جس طرح یوپی جمعیۃ کو ایک نئی زندگی عطاء کی تھی وہ ماضی کی ایک سنہری تاریخ ہے، ہمیں یہ اعتراف کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ جس وقت آپ نے حضرت مجاہدِ ملّتؒ کی مسند کو سنبھالا اس وقت آپ کا سن اتنا تھا جتنی عمر حضرت مجاہدِ ملت عملی زندگی میں گزار چکے تھے۔ مگر آج کون تسلیم نہیں کرے گا کہ آپ نے اس مسند کے شایانِ شان کام کیا، اور اسی طرح بے لوث خدمت، انتھک دوڑ دُھوپ، ہر کہہ ومہ سے تعلّق، ہر موقع پر حق گوئی وبے باکی، مسلمانوں کے ہر انفرادی واجتماعی کام کے لیے جدوجہد، ہر چھوٹے بڑے کام کے لیے اپنے اثر ورسوخ سے کام لینا ہر موقع ومحل پر سیکولرزم کے موجودہ ڈھانچے کے اندر اسلامی نظریات کی ترجمانی اس طرح پر کہ آج ہم اس مردِ مجاہد کی بصیرت اور دور بینی کو خراجِ تحسین ادا کرنے پر مجبور ہیں۔

حضرت مولانا کی فعال وڈائنامک شخصیت نے اپنے دورِ نظامت وصدارت میں جمعیۃ علماء کو کس منزل پر پہنچایا، انھوں نے جماعت کو کس قدر توانائی بخشی، اس کی صفوں کو کس قدر وسعت دی اور اندرون ملک کے علاوہ کم وبیش تمام عرب اور اسلامی ممالک خصوصاً سعودی عرب، مصر وشام، افریقی ممالک اور انگلستان میں جماعت کا جو تعارف کرایا اور اس طرح وہاں کے مسلمانوں سے ہندوستانی مسلمانوں کا جو رشتہ ہموار کیا وہ اپنی جگہ ایک الگ اور تاریخی ہے جو آزادی کے بعد اور آزادی سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ اپنے بیرونی ممالک کے اسفار میں آپ نے ہر جگہ جمعیۃ علماء کا پیغام پہنچایا۔ اس کی دینی وملّی خدمات اور ہندوستان کی جنگِ آزادی میں اس کا حصّہ دنیا کے سامنے پیش کیا، اسی طرح اندرونِ ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر جمعیۃ علماء کی شاخیں قائم کیں اور اسے ان مقامات تک پہنچایا، جہاں یا تو پہلے اس کا نام اور کام پہنچانا تھا یا اسے جان بوجھ کر نظر انداز اور اس کی پردہ پوشی کی جاتی رہی۔

۱۹۶۸ء میں آپ نے اپنے بے شمار ہندو مسلم دوستوں کے اصرار پر راجیہ سبھا کا ممبر بننا قبول کیا، ان سب کے نقطۂ نظر میں ایک ایسی شخصیت جو پارلیمنٹ میں مجاہدِ ملّتؒ کی جگہ پر کر سکے کوئی اور نہ ہوسکتی تھی اور مسلمانوں کے مسائل اس بے خوفی وبے باکی سے پارلیمنٹ میں پیش نہ کرسکتی تھی جس طرح حضرت مجاہدِ ملّتؒ پیش فرماتے تھے۔ حق یہ ہے کہ وہاں بھی آپ نے مرحوم مجاہدِ ملّتؒ کی جانشینی کا پوری طرح سے ثبوت بہم پہنچایا اور پارلیمنٹ کے در وبست گواہ ہیں کہ اس نے اس شیر پیشہ حرکت کی کڑک اور گرج بار بار سنی اور انھوں نے برسرِ اقتدار پارٹی کا ایک رُکن ہوتے ہوئے حکومت کو جس طرح آڑے ہاتھوں لیا اور جس طرح اس کی کوتاہیوں، خامیوں، غفلتوں، بدعنوانیوں اور بدنظمیوں پر خصوصاً مسلمانوں کے معاملے میں آڑے ہاتھوں لیا اور تیز وتند لہجہ میں تنقید کی اس پر بے ساختہ یہ کہنے کو دل چاہتا ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

''ان کی جرأت مندانہ صفت ہی تو تھی کہ رولنگ پارٹی میں رہتے ہوئے ایوان میں یہ کہنے کی جرأت رکھتے تھے: میڈم — مسز اندرا گاندھی سے مخاطب ہوتے ہوئے۔ آپ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے نام سے لفظ مسلم ہٹانے کی کوشش کرسکتی ہیں لیکن اگر آپ میں ہمّت ہے تو بنارس ہندو یونیورسٹی سے لفظ ہندو کو نکالنے کی سوچ کر بھی دیکھئے آپ کے نیچے سے یہ کرسی نکل جائے گی۔''

مولانا مرحوم نے ۷؍مئی ۱۹۹۰ء کو ایوان میں حکومت کو ملک کے موجودہ حالات سے آگاہ کراتے ہوئے کہا'' کہ آسام میں لبریشن فرنٹ کشمیر میں لبریشن، پنجاب کی انتہا پسند تنظیمیں، مہاراشٹر میں شیوسینا ملک کے دوسرے حصوں میں بجرنگ دل، آر ایس ایس جیسی مختلف تنظیمیں ہتھیاروں اور مختلف نظریات سے لیس ہوکر اپنی خواہشات کی تکمیل، لوگوں کو قتل اور اغوا کرنے میں مصروف ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت انصاف کی بحالی میں نہ صرف مجبور ہے بلکہ قطعی

ناکام ہوچکی ہے رات دن بڑے بڑے فسادات ہورہے ہیں، روزانہ دس بیس افراد کے مرنے کی خبر آرہی ہے۔ جو حکومت ملک کی حفاظت نہیں کرسکتی، اسے حکومت چھوڑ دینی چاہیے اسے حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔'' یہ ہے مردِ مجاہد کی بے باک تنقید، جرأت مندانہ کلمات جو آج بھی ایوانِ بالا کی بازگشت سے سنائی دے رہے ہیں، اس کی دیواریں آج بھی اپنے حقیقی ومحبوب نمائندہ کو تلاش رہی ہیں۔ وہ روارفتہ پکاررہی ہیں:

آئینِ جوانمردی حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضرت مولاناؒ کسی سیاسی پارٹی کے ترجمان نہیں تھے بلکہ مسلم مفادات کے نگہبان، سیکولرزم وسوشلزم جمہوریت کے حامی تھے نہ وہ حکومت کے خواہاں تھے اور نہ ہی کسی کے اسیر وغلام، کسی سیاسی پارٹی کی مخالفت وموافقت ملت کے مفاد کو دیکھ کر کیا کرتے تھے، ان کے یہاں مجاہدِ ملتؒ کے مفاد سے بڑھ کر کوئی شے نہ تھی، چنانچہ ۱۹۷۳ء کا واقعہ ہے جب یوپی اسمبلی انتخابات کے موقع پر آپ نے کانگریس کی مخالفت کا اعلان کردیا اور فرمایا: ''ملک وقوم کے مفاد اور اصول اور اپنی قربانیوں کے اعتبار سے کانگریس بہترین جماعت ہے، لیکن بدقسمتی سے اس کے لیڈروں کی بے راہ روی اور لاپرواہی نے مجبور کردیا ہے کہ میں موجودہ الیکشن کے انتخابی مہم میں کوئی حصّہ نہ لوں۔''

لیکن اس بیان کے کچھ دنوں بعد اچانک حضرت نے کانگریس کی حمایت کا اعلان کردیا۔ اس سے پورے ملک میں کہرام مچ گیا، مخالفین نے موسمی برسات کے کیڑوں کی طرح شور وغوغا مچانا شروع کردیا۔ لیکن انھیں معلوم کہاں تھا؟ مخالفت وعدم مخالفت ان کا سیاسی حربہ نہیں تھا، بلکہ انھوں نے ہمیشہ قوم کے مفاد کو ترجیح دی ان کی محبت ونفرت۔ الحب لِلّٰہ و البغض لِلّٰہ کا مصداق تھی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ الیکشن کی ہیجانی کیفیت میں اکثر حقائق نظروں سے اوجھل ہوجاتے ہیں۔ جبکہ جوشیلی تقریر، اشتعال انگیز بیانات اور انتخابی سیاست کے دباؤ میں ذہنی توازن بھی قائم رکھنا مشکل ہوجاتا ہے۔ الزامات کی بوچھار، جوابی الزام تراشیوں کی بارش، افواہوں اور افترا پردازیوں کا ماحول نعروں اور جوابی نعروں کا شور ماحول کو اتنا پراگندہ کردیتا ہے کہ سکون کے ساتھ سوچنا اور کسی فیصلہ پر پہنچنا بھی ممکن نہیں رہتا ہے۔ لیکن عوام کے حقیقی رہنما اس ہیجانی کیفیت میں بھی ذہنی توازن قائم رکھتے ہیں اور ہمیشہ ٹھنڈے دماغ سے فیصلہ کرتے ہیں، حضرتؒ نے فیصلہ یونہی نہیں بدلا تھا بلکہ وہ اس وقت کی وزیراعظم محترمہ آنجہانی اندرا گاندھی کی یقین دہانی اور تحریری خط وکتابت اس تبدیلی کا پس منظر تھا، چنانچہ سابق وزیراعظم آنجہانی اندرا گاندھی نے یقین دہانی کرتے ہوئے لکھا تھا۔

''بعد آداب وسلام گذشتہ ملاقات پر آپ نے تشویش ظاہر کی تھی کہ فرقہ وارانہ فسادات کے موقع پر جو افسران حالات پر قابو پانے میں ناکام رہتے ہیں ان کے خلاف حکومت کوئی کارروائی نہیں کرتی ہے۔ میں آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہتی ہوں کہ حکومت نے اس سلسلہ میں واضح فیصلہ کیا ہے اور ہم نے صوبائی حکومتوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ مجرم افسروں کے خلاف مناسب کارروائی کریں۔

(الجمعیۃ اخبار ۲۳؍فروری ۱۹۷۴ء)

میرٹھ کے اجلاس میں کانگریس کے استقبالیہ جلسہ میں ۱۵؍مئی ۱۹۷۶ء کو تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''ہمارا مقصد صرف اور صرف خدمت ہے، ہم حکومت حاصل کرنے میں آپ کے حلیف نہیں، وطن کی عزت وعظمت قائم کرنے میں آپ کے حلیف ہیں، ہمارا جو مقصد ہے ہم اس کی تکمیل کرتے رہیں گے ہم نے حق وسچائی کا برملا اظہار کیا ہے۔ ہم نے اس مرحلہ سے دوچار ہونے کے دوران یہ بھی پرواہ نہیں کی کہ آپ ہماری زندگی کا دائرہ تنگ کررہے ہیں۔ ہم اپنے فیصلوں اور اعمال کے لیے آپ کی آنکھوں کا رنگ نہیں دیکھیں گے۔ آپ کی آنکھوں میں غضب کی چنگاریاں ہوں یا محبت کی کرنیں ہم اپنے دل کی بات اور سچائی کا اظہار کرتے رہیں گے۔'' یہ ان دنوں کی بات ہے جب ایمرجنسی کا جبر انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ اجلاسِ میرٹھ میں جبری نس بندی، ترکمان گیٹ کا قتل عام اور جامع مسجد دہلی میں ادائیگی نماز پر جبری پابندیوں کے بارے میں جرأت کے ساتھ صرف اظہارِ خیال ہی نہیں کیا بلکہ احتجاج بھی کیا۔ حکومت کو کھلے عام متنبہ کیا کہ حرکتوں کے نتائج بہت غلط ہوں گے، حضرت نے آواز اس وقت اٹھائی جبکہ لوگوں کی زبانوں پر تالے پڑے تھے گھر سے باہر نکلنے کی ہمّت نہ ہوتی تھی۔

مسلم علی گڑھ یونیورسٹی جو آج پھر زبردست کسمپرسی کے عالم میں ہے اور اسے ایک جری اور حوصلہ مند قائد کی تلاش ہے۔ جب اسے ۱۹۶۵ء کے ایک واقعہ کے بعد اس کے اقلیتی حق سے محروم کردیا گیا اور بعض عاقبت نااندیش نام نہاد مسلم وزیروں کی بداندیشیوں کا شکار ہوکر وہ اپنا اقلیتی واقامتی کردار کو بیٹھی تھی تو اس وقت جمعیۃ علماء ہند کے اس جیالے قائد کے سوا کون تھا جس نے صاف صاف اعلان کیا تھا کہ: ''مسلم رائے عامہ کا مطالبہ ہے کہ حکومت اپنے وعدے کو پوری کرے اور مسلم عوام کو مطمئن کرے اور ایسا بل منظور کرے جس میں مسلم یونیورسٹی کا مسلم کردار باقی رکھا گیا ہو اور اگر حکومت تساہل سے کام لیتی ہے تو اس کے نتائج کی وہ خود ذمہ دار ہوگی۔'' آپ سولہ سالوں تک اس مقصد کے حصول کے لیے جدوجہد کرتے رہے یہاں تک کہ ۱۹۸۱ء میں آنجہانی اندرا گاندھی نے مسلم یونیورسٹی کا اقلیتی واقامتی بل منظور کرلیا۔ مسلم یونیورسٹی پر آج پھر مصیبت کے بادل چھائے ہوئے ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ جو اپنی مسلسل کوششوں اور جرأت وحوصلہ کے ساتھ آج کے حکمراں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرسکتا تھا، وہ مسیحا نہ رہا۔ جس کا خود مسلم یونیورسٹی اور اس کے چاہنے والے شدت سے احساس کررہے ہوں گے۔

مولانا محض ایک مسلم قائد یا سیاسی قائد نہیں تھے۔ ان کے سینے میں انسانیت کی بہبودی کے لیے جو دل دھڑکتا تھا اس پر شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی توجہ تھی، ان کا دل دردمند مظلوموں اور مصیبت زدوں کے درد سے تڑپتا تھا،

فسادات اور قدرتی آفات کے متاثرین کی خبر ملتے ہی وہ بے چین ہو جاتے تھے، ان کے چہرے پر کرب کے آثار صاف دکھائی پڑتے تھے، اور کئی بار ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے تھے۔ لیکن ان کے آنسوؤں کے پیچھے عزم ہوتا تھا۔ اور ان کی مدد کے لیے فوراً کھڑے ہو جاتے تھے۔ ان کے آنسوؤں نے کبھی ان کے عمل میں لغزش نہیں آنے دی۔

آسام کے نیلی اور دیگر مقامات پر جب مسلمانوں کا قتل عام ہوا تو ایک لمحہ کی تاخیر کئے بغیر وہ گوہاٹی روانہ ہو گئے۔ آگ وخون کے اس خوفناک ماحول میں سیکورٹی کا انتظار کئے بغیر اپنی جان پر کھیل کر انھوں نے مظلوموں کی دادرسی کی، بقول مولانا اسرار الحق قاسمی (جو اُن کی نقل وحرکت کے عینی شاہد تھے) انھوں نے فوج کی طرح جمعیۃ علماء کے ارکان کو چاروں طرف پھیلا دیا'' راوڑ کیلا، بھلائی، کلکتہ، رانچی وغیرہ میں رونما ہونے والے فسادات کی تباہی کے واقعات کا تصور کر کے آج بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

مگر واہ اے مرد مجاہد! جب وہ راوڑ کیلا پہنچا تو وہاں چھوٹے سے ایئر پورٹ پر تنہا کھڑا تھا، مظلوموں کا درد دل میں سمیٹے تھا۔ نہ کوئی جان کی پرواہ اور نہ ہی مال کی۔ نہ ہمّت ہاری اور نہ ہی پاؤں میں لغزش وہ فساد سے متاثرہ علاقوں میں پہنچے اور مظلوموں کی دادرسی کی۔

آپ کی زندگی کی خوبیوں کو کتنا ہی مختصر کر کے کیوں نہ بیان کیا جائے مگر اسے ایک مضمون میں تو کیا ایک اکیڈمی بھی بیان نہیں کر سکتی۔ قومی وملی سرگرمیوں کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ تصور میں بھی اس کا احاطہ دشوار ہے۔ آستانۂ حضرت شیخ الاسلامؒ کی روایات کو زندہ و پابندہ رکھنا، مدارسِ اسلامیہ کے حوالہ سے ہندوستان، پاکستان بنگلہ دیش وغیرہ میں اسلامی تعلیمات کو عام کرنا، تحفظ ختم نبوت اور دیگر متعلقہ تحریکات کے ذریعہ اسلامی عقائد کا تحفظ کرنا ملتِ اسلامیہ کا ایک سنہرا باب ہے۔

آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے صحابۂ کرام اور علماء احناف کی توہین کرنے والوں کے خلاف اعلانِ جنگ کرتے ہوئے انھوں نے رام لیلا گراؤنڈ میں ایک عظیم الشان مجمع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا علمائے دین! آپ کے مذہب، آپ کے مکتبِ فکر اور آپ کے اکابر کو خارجیت جدیدہ کے علمبردار غیر مقلدین کس قدر ہدف طعن وتشنیع بنائے ہوئے ہیں ان حالات میں آپ کا مذہبی وفکری کیا تقاضہ ہے؟ آپ اسے اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ آپ حضرات کے بلند عزائم اور جہد وعمل کے بے پناہ قوت سے مجھے یہ توقع ہے کہ اس تقاضے کو بروئے کار لانے میں آپ کسی کوتاہی وغفلت کے شکار نہ ہوں گے۔

(مجموعہ مقالات جلد نمبر ا، ص ۳۸)

بیسویں صدی کے آغاز میں جب قادیان سے مدعی نبوت غلام احمد قادیانی نے عقیدۂ ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی۔ اور اس کا یہ جھوٹا عقیدہ برطانوی حکومت کے تحت پروان چڑھتا رہا، تو عالم اسلام کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج بن گیا، چنانچہ محدث عصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں۔

''تاریخ اسلام کا جس قدر میں نے مطالعہ کیا ہے، اس کے چودہ سو سال کے اندر جس قدر فتنے پیدا ہوتے ہیں، قادیانی فتنہ سے بڑا خطرناک اور سنگین فتنہ کوئی پیدا نہ ہوا'' (قادیانی ہماری نظر میں، ص ۹۵)

ہمارے اکابر نے شروع سے ہی اس فرقہ کا تعاقب کیا تھا، اس سلسلے میں انھوں نے جو مالی وجانی قربانی دی تھی اور دے رہے ہیں وہ آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق ہے۔ قادیانیت کے اس عظیم فتنہ کے سدِ باب کے لیے آخر ملت کا یہ مسیحا کیوں کر خاموش رہتا۔ اس کے دل میں تڑپ کیوں نہ ہوتی چنانچہ تقریباً ۲۰ سال قبل صورتِ حال کا ہر وقت احساس کرتے ہوئے آپ نے دیوبند میں ''عالمی اجلاس تحفظ ختم نبوت'' منعقد کیا، جس میں اس فتنہ کا منظّم طور پر مقابلہ کرنے کے لیے اللہ پر بھروسہ کر کے کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت قائم کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان کے طول وعرض میں جہاں جہاں بھی ضرورت پڑی ہے، تحفظ ختم نبوت اور قادیانیت کے رد کا کام اس تنظیم نے بخوبی انجام دیا ہے۔ اس کے علاوہ دہلی کے اُردو پارک میں کئی عظیم الشان اجلاس منعقد کروائے اور ایسی جامع تقریر کی کہ صدیوں تک قادیانیت دہلی اور اس کے اطراف میں سر نہیں اُٹھا سکتی آپ نے علماء کرام کو منظّم ہو کر ان کے مقابلہ کرنے کی بھی تلقین فرمائی۔

(حوالہ خطبۂ صدارت تحفظ ختم نبوت اُردو پارک جامع مسجد)

جب گجرات کے دردناک واقعہ کے بعد ہندوستانی مسلمانوں میں مایوسی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ جو ختم ہونے کا نام نہ لے رہا تھا۔ تب آپ نے اجلاس عام ۲۰۰۵ء میں ایک عظیم الشان بھیڑ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''ہم کو ہر قدم اٹھانے سے پہلے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ پیش نظر رکھ کر اس کی پیروی کرنی چاہیے، شدید ترین مصائب وآلام میں ہمارے آقاؐ صبر وعفو ودرگذر سے کام لیتے تھے آپ کے زخموں سے خون بہتا مگر آپ نے کسی کو بددعا نہیں دی۔ ہمارے ملک کے حالات بڑے خراب ہیں اور پوری اُمت مسلمہ آزمائش سے دوچار ہے، مگر ہم کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، یہ حالات بدلیں گے اگر ہم عزم واستقامت سے کام لیں۔''

حضرتؒ کی یہ تقریر اس واقعہ کی یاد دلاتی ہے جب ہمارے آقائے دوعالمؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی آخری تقریر میں تقریباً یہی کلمات ارشاد فرمائے تھے۔ کیا عجب مماثلت ہے! حضرتؒ کی یہ بھی اتنے بڑے مجمع سے آخری تقریر تھی۔ جو لوگ نبیؐ کی سنت گلے سے لگاتے ہیں وہی ہر اختیاری وغیر اختیاری شے میں نبی کے متبع ہو جاتے ہیں۔ آپ نے ساری زندگی اپنا سارا عمل آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چل کر کیا۔ اور آخری دم بھی زبان سے کلمۂ لا الہ الا اللہ جاری تھا۔ وہ چلے گئے مگر ساری اُمت انھیں کبھی نہیں بھلا سکتی:

ابر رحمت تیرے مرقد پر گہر افشاں رہے
شمعِ انوارِ الٰہی حشر تک تاباں رہے

○○

رہبر ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی

RAHBAR EDUCATION & WELFARE SOCIETY

531, Murtuza Comp. Dhobi Talab, Bhiwandi

علم محافظ ہے اور مال کی حفاظت کی جاتی ہے۔

علم خرچ کرنے پر بڑھتا ہے اور مال کم ہوتا ہے۔

علم اطاعت سکھلاتا ہے اور جہل بغاوت و سرکشی۔

علم روشنی ہے اور جہالت تاریکی۔

جیسے اقوال والفاظ ہم روز سنتے ہیں اور علم کو فوقیت کیوں نہ حاصل ہو
جبکہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ورثہ ہے۔
قابل امتنان وعقیدت ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسبی وروحانی وارث،
سابق سرخیل کاروانِ جمعیۃ علماء ہند، فدائے ملت

حضرت مولانا **سیّد اسعد مدنی** رحمۃ اللہ علیہ

جنھوں نے دینی مدارس اور عصری تعلیم کے مراکز کے خلاف برپا ہونے والی سازشوں پر نگاہ رکھی اور ان کا کامیاب مقابلہ بھی کیا۔

منجانب

(الحاج) محمد نعمان بدرالدین خان

چیئرمین رہبر ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی

۵۳۱، مرتضٰی کمپاؤنڈ، دھوبی تالاب، بھیونڈی (مہاراشٹر)

حضرت امیرالھندؒ اور دارالعلوم حقانیہ

مولانا سلیم بہادر ملکانوی
رکن القاسم اکیڈمی

آخری مغل بادشاہ ظفر مرحوم کا ٹمٹماتا چراغ جب گل ہوگیا اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی بھی مسلمانوں کی شوکت وقوت کی آخری ہچکی ثابت ہوئی اور شکست وریخت سے دوچار ہوئی تو ملت کے پاسبانوں اور محافظوں (بانیانِ دارالعلوم دیوبند) نے اب بھی ہمت نہ ہاری۔ ملتِ اسلامیہ کی بقا اور تحفظ کا ایک اور کامیاب راستہ اختیار کیا اور الحمد للہ ثم الحمد للہ متحدہ برصغیر کو دوسرا اسپین و اندلس ہونے سے بچالیا، جہاں بقول مفکرِ مشرق اقبال مرحوم سوائے جامع قرطبہ کے مسلمانوں کی عظمت وشوکت کا کوئی اور نشان باقی نہیں ہے۔

لیکن برصغیر کا معاملہ بالکل جدا اور ممتاز ہے۔ باستثنائے حرمِ مکہ ومدینہ زادہما اللہ شرفاً تمام عالمِ اسلام کے مقابلہ میں یہاں اسلام حیاتِ تازہ رکھتا ہے۔ یہ سب انہی چند نفوسِ قدسیہ کی سعیٔ مشکور ہے، جنھوں نے دیوبند میں انار کے درخت کے سایہ تلے شجرِ اسلام کا بیج بویا تھا جو آج تناور ہی نہیں بلکہ اس کی بادِ بہاری سے تمام عالمِ اسلام مہک رہا ہے۔ اس چمنستانِ علم وادب سے جو پہلا شجرۂ طوبیٰ تیار ہوا، اسے شیخ الہند محمود حسن دیوبندیؒ کہا جاتا ہے، پھر تو ایک تسلسل ہے بلکہ ایک سلسلۃ الذہب ہے جس کی سنہری کڑیوں میں مفسر تھانویؒ، حکمتِ قاسمیؒ کے شارح شبیر احمد عثمانیؒ، عنوانِ شرح حدیث الشاہ انور الکشمیریؒ اور تواضع، عاجزی اور انکساری کے مجسم پیکر اور جہدِ مسلسل کی لاثانی مثال حسین احمد مدنیؒ ہیں، تو ان کی خاکِ پاکے آس پاس جنت کے مزے لوٹنے والی ایک شخصیت امیرالہند سیّد اسعد مدنیؒ بھی ہیں، جنھوں نے نصف صدی تک ملتِ اسلامیہ ہند کی ڈوبتی اور ڈولتی ناؤ کو سنبھالے رکھا اور طالع آزماؤں سے پنجے آزماتا رہا اور کامیابی سے ہمکنار ہوتا رہا۔

حضرت موصوفؒ کے پاکستان میں اسلامی علوم کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور اس کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ سے گہرے روابط ومراسم تھے اور ایسا کیوں نہ ہوتا! حضرت امیرالہند سیّد اسعد مدنیؒ کو حضرت شیخ الحدیث سے رشتۂ تلمذ حاصل تھا۔ حضرت امیرالہندؒ حضرت شیخؒ کے اپنے استاذ ہونے کے ناطے غایت درجہ احترام فرماتے اور حضرت شیخ الحدیثؒ، حضرت امیرالہند مدنیؒ کو استاذ زادہ ہونے کے ناطے پورا اعزاز دیتے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو کہ اپنے استاذ زادہ کے آگے دوزانو ہو کر بیٹھتے:

یہ بھی کیا منظر ہے بڑھتے ہیں نہ ہٹتے ہیں قدم
تک رہا ہوں دور سے منزل کو میں منزل مجھے

حضرت امیرالہندؒ پاکستان تشریف آوری پر دارالعلوم حقانیہ ضرور تشریف لاتے اور قدومِ میمنت لزوم سے نوازتے اور اہلِ دارالعلوم حضرت امیرالہندؒ کے استقبال واعزاز کے لیے دیدہ ودل فرشِ راہ کرتے۔

مولانا سیّد نصیب علی شاہ صاحب ایم این اے ایک مجلس کا نقشہ یوں پیش کرتے ہیں: ''مجلس کا عجیب منظر تھا، آپ (امیرالہندؒ) اپنے مشفق استاذ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ بیٹھے فرطِ ادب سے بچھے جارہے تھے اور شیخ الحدیثؒ مرشد زادہ مخدوم کے ہاتھ چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کی کوشش کررہے تھے۔'' (الحق)

شاید لقمانِ فارس شیخ سعدیؒ ایسے موقع کے لیے کہہ گئے:

کہ نہ تنہا منم ربودۂ عشق
ہر گلے بلبلے غزل خواں داشت

دارالعلوم حقانیہ کے درودیوار اور اس کی عطر بیز فضا گواہ ہے کہ ایسی مختصر و طویل کئی مجلسیں قائم ہوئیں اور استاذ وشاگرد اور خادم زادہ مل بیٹھے تو ہر محفل و مجلس کو مختصر ترین گردانا گیا۔ امیر مینائی مرحوم کی زبان میں:

شبِ وصال بہت کم ہے آسماں سے کہو
کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شبِ جدائی کا

حضرت امیرالہندؒ جب رخصت ہونے لگتے تو یہ منظر بھی دیدنی ہوتا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ اپنی نمناک آنکھوں سے اپنے مخدوم زادۂ گرامی کو رخصت کرتے اور بزبانِ حال یوں گویا ہوتے:

دیدۂ سعدی ودل ہمراہِ تست　　تا نہ پنداری کہ تنہا می روی!

اس تعلق وباہمی محبت، دردِ دل اور علمی وروحانی دولت کے باہمی اشتراک وتقسیم اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی میراثِ علم کو اپنے شیخ کے چمنستان کے بلبلوں اور اضیافِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنوں کو بھرنے کے لیے آئندہ صفحات میں حضرت اسعد مدنیؒ کے دارالعلوم حقانیہ میں دو خطابات (مرتب کردہ مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی و حافظ حسیب اللہ) کی ایک جھلک آپ بھی دیکھ لیں اور اپنے دامن کو نورِ علم سے بھرلیں۔ ○○

راوڑکیلا کا ہولناک فساد اور فدائے ملّتؒ

حاجی محبوب عالم جنرل سکریٹری ویسٹرن زون اڑیسہ

امیر الہند حضرت سیّدنا اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ یوں تو کسی تعارف کے محتاج نہیں، برصغیر ہندوپاک ہی نہیں بلکہ تمام عالم اسلام میں آپ کو ایک معتمد عالم دین، متشرع، متقی اور قوم وملت کے لیے ایک دردمند دل رکھنے والی آفاقی شخصیت کی حیثیت سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ قوم وملت کے لیے آپ کی خدمات اظہر من الشّمس ہیں۔ حضرت علیہ الرحمہ نے ایسے نازک وقت میں ملت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لی۔ جب ہر چہار جانب سے مسلمان ظلم وستم کی چکی میں پس رہے تھے اور کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ آزادیٔ ہند کو چند دن گزرے تھے، ہندستان دو قومی نظریہ کے تحت تقسیم ہو چکا تھا، مسلمانوں کا ایک طبقہ پاکستان کی صورت میں اپنا آشیانہ پاکر مطمئن تھا، مگر جو ہندستان کی مٹی سے چپکے رہے انھیں چین نہ تھا۔ فرقہ پرستی کی جڑیں عوام سے لے کر انتظامیہ تک اور انتظامیہ سے لے کر سیاست کے ایوانوں تک مضبوطی کے ساتھ پھیل چکی تھیں۔ مسلمانوں کو ہر سطح پر ذلیل وخوار اور تیغ سیاست کا قتیل بنایا جارہا تھا۔ ایسی حالت میں کوئی اگر مسلمانوں کا ہمدرد وغمگسار اور پرخلوص قائد کی شکل میں سامنے آیا اور اربابِ اقتدار کے گریبان پکڑ کر مسلمانوں کو حق اور انصاف دلوایا تو وہ کوئی اور نہیں حضرت مدنی علیہ الرحمہ کی ذات والا صفات تھی۔ ہندستان کا کوئی بھی گوشہ جب بھی فساد کی لپیٹ میں آتا، پہلی فرصت میں حضرت علیہ الرحمہ وہاں نظر آتے اور ملت کے تحفظ کا جب تک بندوبست نہ ہو جاتا ٹلنے والے نہ تھے۔ ان کی اس طرح کی قومی وملّی خدمات کے بے شمار واقعات پیش کیے جاسکتے ہیں، مگر اختصاراً یہاں ایک ایسا ہی واقعہ پیش کرتا ہوں جو ہماری نگاہوں کے سامنے وجود میں آیا۔ جب ۱۹۶۴ء میں پورا بھارت فسادات کی لپیٹ میں تھا، منصوبہ بند طریقہ سے مسلمانوں کی نسل کشی کی جارہی تھی، تو شہر آہن راورکیلا اور اس کے اطراف و جوانب بھی اس سے محفوظ نہ رہے۔ ۱۹۶۳ء کا یہ فساد انتہائی ہولناک اور دل دہلانے والا منظر پیش کررہا تھا، جس کی بازگشت اقوامِ متحدہ میں بھی سنائی دی۔ اور آج ۴۴ سال گزر جانے کے بعد بھی جس کے اثرات اور نشانات راورکیلا اور اس کے گردونواح میں چیخ چیخ کر اس فساد کی شدت کا احساس دلاتے ہیں۔ ۱۵؍ مارچ ۱۹۶۴ء بروز جمعہ ٹھیک نماز جمعہ کے وقت فسادیوں نے مسلمانوں پر منظّم طریقہ سے مقررہ وقت پر حملہ کیا۔ بے شمار مسلمان تہہ تیغ کردیئے گئے، کروڑوں کی املاک لوٹی اور جلائی گئیں۔ مسلمانوں کا قتل عام جاری تھا۔ کوئی حامی و مددگار نہ تھا۔ ایسے میں چند اراکین جمعیۃ علماء کا دھیان حضرت علیہ الرحمہ کی طرف گیا۔ چونکہ منصوبہ بند طریقہ سے تمام فون لائن کاٹ دی گئی تھی۔ کہیں سے ایک لائن دستیاب ہوئی، جس کے ذریعہ حضرت علیہ الرحمہ سے رابطہ قائم کیا گیا تھا۔ اور صورت حال سے آگاہی کرائی گئی۔ حضرت نے فوراً اس وقت کے وزیراعظم پنڈت نہرو اور وزیر داخلہ گلزاری لال نندہ سے فون پر رابطہ قائم کر کر راورکیلا میں فساد رکوانے کے لیے کہا۔ نیز ملٹری بھجوانے کی درخواست کی۔ حضرت کی ایما پر وزیراعظم نے فوراً ملٹری راورکیلا کے لیے روانہ کی۔ ادھر آرمی چلی، اور اُدھر حضرت سر پر کفن باندھ کر عازم راورکیلا ہوئے۔ بذریعہ چارٹیڈ پلین جب راورکیلا ایئرپورٹ پر پہنچے تو یہاں پر ہو کا عالم تھا۔ خیر سے ایک پنجابی کارڈرائیور مل گیا، مگر اس نے حضرت کو اندرونِ شہر جانے سے منع کردیا کیونکہ اس وقت فساد اپنے عروج پر تھا، مگر حضرت کے اصرار پر وہ راضی ہوگیا۔ اور حضرت کو لیلا ٹاکیز کیمپ میں لے گیا جہاں ہزاروں مسلمان پناہ لیے ہوئے تھے۔ حضرت نے سب کی مزاج پرسی کی، دلاسہ دیا، حوصلہ بڑھایا اور اپنے ساتھ لائے بسکٹ و دوائیں انھیں تقسیم کروائی۔ بعد ازاں آپ وہاں پر تعینات ملٹری کے افسر سے ملے جو اتفاق سے مسلمان تھا اور نام محمد رضا تھا۔ حضرت کے استفسار پر اس نے بتلایا کہ حالانکہ وہ افسر اس رسالہ کا ہے لیکن سپاہی اس کی بات نہیں مانتے۔ اس نے درخواست کی، حضرت وزیراعظم سے رابطہ کر کر کیرالا ملٹری بلوائیں جس میں کثیر تعداد میں مسلمان ہیں۔ حضرت نے فوراً وزیراعظم ہند سے رابطہ قائم کر کر راورکیلا کے حالات سے واقفیت کرائی اور کیرالا ملٹری بھیجنے کے لیے کہا۔ چونکہ پنڈت نہرو حضرت کا بہت احترام کرتے تھے، لہٰذا دوسرے ہی دن بذریعہ طیارہ کیرالا ملٹری راورکیلا پہنچ گئی اور آتے ہی اس نے شہر کا چارج لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے فساد بند ہوگیا۔ ہر طرف امن و امان بحال ہوگیا۔ بعد ازاں حضرت نے بذریعہ کار تمام اطراف وجوانب کا گشت لگایا، ریلیف کا انتظام کرایا، کلکتہ، ممبئی اور دیگر بڑے شہروں سے ریلیف کا سامان منگوا کر مسلمانوں میں تقسیم کروایا۔ گاؤں گاؤں، قریہ قریہ گھوم کر مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی۔ اور جمعیۃ کے اراکین جناب عبدالصمد نعمانی صاحب، جناب محمد پاشا صاحب مرحوم، الحاج عبدالغفور صاحب عرف مہاتما جی، راقم الحروف (حاجی محبوب عالم)، ریاض الدین وکیل، مولانا اسماعیل کٹکی صاحب کو مسلسل ریلیف کے کاموں میں لگادیا۔ مہلوکین کی لاشیں جہاں جہاں دستیاب ہوئیں ان کی تجہیز وتکفین وتدفین کروائی۔ یہ تمام کام حضرت کی نگرانی میں ہفتوں چلتا رہا اور جب تک حالات معمول پر نہ آگئے حضرت راورکیلا میں تشریف فرما رہے۔ ایسے سینکڑوں واقعات ہیں جو حضرت کے ایثار وقربانی، مجاہدانہ طرزِ عمل اور ملت کے تئیں خلوص کی گواہی دیتے ہیں۔ اگر تمام واقعات کو قلمبند کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوجائے۔ بلاشبہ حضرت علیہ الرحمہ اس عہد کی ایک تاریخ ساز شخصیت تھے جن پر قوم وملت کو ہمیشہ ناز رہے گا:

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مرشد اسعد مدنی حقیقی جانشین

۱۴۲۷ھ

مولوی سیادت محمد رفیع الحسینی
صدر جمعیۃ علماء معارف الہند، مظفرنگر

امیر الہند،مفکرِملت،عظیم رہنما، مصلحِ قوم، فدائے ملت، جانشینِ شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سیّداسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں اور راقم الحروف کا بیعت کا تعلق آپ ہی سے تھا اور فدوی کی دلی تمنا تھی کہ حضرت اقدس سے یوم پیر کو بیعت ہو مگر اتوار کے روز بیعت کی درخواست کی۔ اوّل تو حضرت اقدس نے اپنے مخصوص انداز میں معلوم کیا کہاں سے آئے ہو؟

حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت، بانیٔ مدارسِ اسلامیہ حضرت مولانا قاری حکیم سیادت حنیف الحسینی نوراللہ مرقدہٗ اور بزرگانِ دین کی نسبت معلوم کر کے فرمایا کہ کل بعد نماز مغرب ملاقات کرنا، مجلس کی طرف توجہ کی اور فرمایا کہ مولانا حنیف الحسینی وہ شخصیت تھی جو شیخ الاسلام کے ہردلعزیز تھے اور میں ان کی برادری کو شیدائی مدنی کہتا ہوں۔ ہمیں اس قوم کے اوپر فخر ہے اور بڑی بہادر قوم ہے جو ہر میدان میں آگے بڑھتی ہے، اور راقم الحروف کہتا ہے کہ بہت مرتبہ اس کا ثبوت پیش کیا جیسا کہ ہندو پاک کے بٹوارے میں رام لیلا گراؤنڈ کو سیراب کرنے میں اور ایسے وقت میں جبکہ ڈاکٹروں نے حضرت اقدس کا خون تبدیل کرنے کی رائے دی تو خصوصاً حضرت اقدس کے شیدائیوں میں اس قوم کے لوگ سیلاب کی طرح خون دینے کو اُمڈ پڑے۔

پیر کے روز بعد نماز مغرب خانقاہِ مدنی میں بیعت فرمایا اور توجہ فرما کر معانقہ کیا اور ذکر تلقین فرمایا۔ فدوی معمولات کی پابندی کرتا رہا۔ یہ واقعہ ۲۳/جمادی الثانی ۱۴۲۰ھ کے اوائل کا ہے اور آپ کے مشورے سے ۴/شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ مطابق ۳۱/دسمبر ۲۰۰۰ء کو کمہیڑہ میں اجلاس ہوا جس میں حضرت اقدس تشریف لائے۔ آپ کی موجودگی میں جمعیۃ معارف الہند کے وجود کا اعلان کیا اور آپ نے سرپرستی قبول فرمائی۔ فدوی کو حضرت اقدس کی طرف دو سال تین ماہ میں اجازت بیعت کا شرف حاصل ہوا اور فدوی زندگی کے آخری حصہ میں سات برس تک دیوبند رہتے ہوئے مرشد کے فیوض سے فیضیاب ہوتا رہا۔

حضرت اقدس منصبِ نبوت کے امین اور پیغمبری جذبہ، پیغمبری تڑپ اور نبوی سوز واضطراب کے آئینہ دار تھے۔ آپ کی ذاتِ گرامی اور بھی بہت سی خصوصیات سے متصف تھی۔ ان میں یہ وصف بھی تھا کہ آپ حسینی سادات خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو تقریباً ۱۹ پشت قبل ہندستان آیا تھا۔ آپ کے دادا حضرت مولانا حبیب اللہ خلیفہ ومجاز حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی تھے۔ حضرت اقدس خود فرماتے ہیں کہ ہمارا خاندان اولیاء اللہ اور سچے فقرائے باطن کا ہے۔ میں نے والدمحترم سے سنا ہے کہ دادا مرحوم یا ان سے پہلے لوگ اہل باطن اور اہل نسبت تھے۔ حضرت اقدس کے والد ماجد قطب عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ ہندستان کے نامور بزرگ، شہرۂ آفاق محدث، سرخیل تحریک آزادی کے عظیم قائد اور دارالعلوم کے صدرالمدرسین وشیخ الحدیث اور مشہور شیخ طریقت تھے اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلیفہ ومجاز تھے اور حضرت شیخ الہند کے سچے جانشین تھے اور جمعیۃ کے قیام ووجود میں ان کا بہت اہم رول تھا۔

حضرت اقدس حسینی کردار عزم کے حامل اپنے اسلاف واکابر کی روایت کے امین و پاسبان، نیکی کے سپاہی، تقدس کے امام، عہد حاضر کے ممتاز عالم دین، قائدانہ صلاحیت کے مالک ایک سرگرم دینی وملّی رہنما اور مجموعہ محاسن کے مالک، ملت اسلامیہ کے امیر، ہند میں سرمایۂ ملت کے نگہبان، قافلہ امت کے بے باک بہی خواہ، ہزاروں اسلامی اداروں کے سرپرست ومعمار، میدانِ سیاست کے عظیم سالار اور ایک سچے محبِّ وطن تھے۔ ان کی زندگی جہد مسلسل اور سعی پیہم کا عملی نمونہ تھی۔ وہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نوراللہ مرقدہٗ کی پسندیدہ اور منظورِ نظر شخصیت تھے اور شیخ الہند حضرت مولانا محمودالحسن دیوبندی کے افکار وخیالات کے امین اور اپنے والدمحترم کے سچے جانشین اور ان کے مجاہدانہ کارناموں کے عکس جمیل تھے جو ایک جید عالم، شیخ، مصلح، پیر طریقت، سیاسی رہنما و مجاہد کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ ملت اسلامیہ ہند کا وہ گوہر نایاب جو نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک ملّی قیادت وسیادت کے اُفق پر چمکتا رہا۔ ملّی خدمات کا کوئی میدان ایسا نہیں ہے جہاں آپ کی جدوجہد کے روشن نقوش موجود نہ ہوں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کو ان سب کمالات وفضائل سے آراستہ کیا تھا۔ ان کی صفات کا ہر حصہ مستقل باب ہے۔ حضرت اقدس اپنی عظمت ووجاہت کی وجہ سے مسلکِ دیوبند کے سب سے بڑے پاسبان تھے اور بیرونِ ملک میں بھی عظمت وشہرت حاصل کی اور وہاں کے عوام اور حکومت نے انھیں اہمیت دی۔ وہ متعدد ملکوں کے اداروں کے صدر وسرپرست تھے۔ آپ اپنے طوفانی دوروں سے سینکڑوں بندگانِ خدا کو راہِ راست پر لائے اور برصغیر کے علاوہ یورپ، امریکہ سمیت بہت سے مسلم ممالک میں بھی ان کے فیوض کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ حضرت

اقدس نے پیغمبر کے ایک مخلص بے لوث اور سچے جانشین کی طرح پیغمبری مقاصد کی ترویج واشاعت میں اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ صرف کیا اور وقت کے حالات اور ماحول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب پر جس طرح کا انشراح فرمایا تھا وہ بڑے ہی تندہی، ہمت واستقلال سے اس پر گامزن رہے۔

حضرت اقدس کا بیعت کا تعلق اپنے والد ماجد سے تھا۔ انہی کی زیر سرپرستی رہ کر آپ نے سلوک کے منازل طے فرمائے اور شیخ الاسلام کے وصال کے بعد اکابرین نے ان کی خدمت اور سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے یہ محسوس کیا کہ ان کی حقیقی جانشینی حضرت والا ہی کر سکتے ہیں اس لیے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی خلیفہ ومجاز حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نوراللہ مرقدہٗ اور شیخ الاسلام کے تمام ہی معتمد خلفاء نے آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا اور بیعت وارشاد کے مسند پر فائز کیا۔ چنانچہ جہاں کہیں بھی شیخ الاسلام کے خلفاء کا تذکرہ آتا ہے وہیں حضرت اقدس کا ذکر بھی ضرور آتا ہے۔ وہ حقیقی معنوں میں خلیفۃ الخلفا تھے۔

پھر عوام الناس نے عظیم تعداد میں آپ سے بیعت ہوکر اپنی اصلاح فرمائی۔ ملک اور بیرونِ ملک میں لاکھوں کی تعداد میں آپ کے مریدین ہیں اور کئی سو مریدین کو آپ نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت اقدس اپنے مریدین وہ خلفاء کی وفاداری وجاں نثاری میں اپنے والدمحترم کے شریک پیہم ہے۔ عموماً یہ وہ حلقے ہیں جوان کے والد ماجد کی جانشینی اور آپ کی شخصیت سازی کی بنا پر نمایاں ہیں۔ شیخ الاسلام کا ایک خاص وصف یہ بھی تھا کہ رمضان المبارک کا پورا مہینہ اعتکاف میں گزارتے تھے اور حضرت اقدس نے بھی اپنے والد ماجد کی طرح پوری زندگی میں اس تسلسل کو باقی رکھا اور ماہِ رمضان المبارک میں مسجد رشید دارالعلوم دیوبند آپ کے شیدائیوں سے کھچا کھچ بھری رہتی تھی اور معرفت کے جام پیکر عشق الٰہی میں مست رہتے تھے۔ آپ کی ایک اہم صفت یہ ہے کہ ان کی نماز باجماعت قیام اللیل کے پابند تھے بلکہ نماز کو انتہائی خشوع، خضوع واطمینان سے ادا کرنے میں وہ ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ ارکان کی ادائیگی اور تمام اجزائے صلوٰۃ کو پورا کرنے میں درازی سکون اور انہماک تھے۔ فدوی نے ان کی طرح بہت کم لوگوں میں دیکھا ہے۔

خواہ کتنی عجلت ہو وہ نماز میں رواروی اور کنسیشن کے قائل وعامل نہ تھے۔ لوگوں کو کتنی عجلت ہو کوئی بڑا لیڈر آرہا ہو انھیں کسی بڑے سے ملنے جانا ہو۔ گاڑی تیار ہو، دسترخوان بچھا ہو، جلسہ کے منتظمین عجلت مچارہے ہوں، آپ نماز شروع کرنے کے بعد اس کو انتہائی اطمینان ہی سے ادا کرتے تھے۔ OO

فدائے ملت رح کا آخری سفرِ میوات

مولانا عبدالرحیم بڈیڈوی، صدر جمعیۃ علماء ضلع گوڑگانوہ

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم!

جمعیۃ علماء ہند کے اٹھائیسویں اجلاس عام کا انعقاد ۲۷/۲۸/۲۹ رفروری ۲۰۰۵ء میں طے ہوا تھا۔ اس کے مطابق پورے ملک میں اجلاس عام کو کامیاب کرنے کے لیے سرگرمیاں شروع ہوئیں۔ جمعیۃ علماء ہند کے ذمہ داران وکارکنان کے ملک کے مختلف علاقوں کے لیے پروگرام بنائے گئے۔

جمعیۃ علماء ضلع گوڑگانوہ کے خدام نے حضرت مولانا سیّد محمود صاحب مدنی مدظلہٗ ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند سے درخواست کی کہ وہ میوات کے لیے بھی وقت دیں تاکہ ہم بھی جلسہ عام کا اہتمام کرکے پورے علاقہ سے علمائے کرام وسرکردہ شخصیات کو جمع کرکے جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس عام کی اہمیت بتاکر علاقہ کی طرف سے تعاون کی شکلوں پر غور کرسکیں۔ ہماری اس درخواست پر حضرت ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند نے ۱۲رفروری ۲۰۰۵ء تاریخ مقرر فرمادی۔ اس کے مطابق دعوت نامے بھی جاری کردیئے گئے، مگر سنامی زلزلہ کے قہر کے باعث جس سے ملک کے بہت سے علاقے شدید طور پر متاثر ہوئے تھے، جمعیۃ علماء ہند کی ورکنگ کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ جب تک زلزلہ سے متاثرین کی بھرپور امداد نہ کرلی جائے تب تک ''اجلاس عام'' کو ملتوی رکھا جائے اور وہ سب پروگرام بھی ملتوی ہوں جو ملک کے مختلف علاقوں میں طے کردیئے گئے ہیں۔ اس کے مطابق میوات میں ہونے والا پروگرام جو مدرسہ فیض الاسلام سونکھ (نوح) میں طے تھا ملتوی کردیا گیا۔ بایں شرط کہ جب بھی جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس عام ہونے والا ہوگا اُس سے پہلے میوات کے لیے وقت دیا جائے گا۔

جمعیۃ علماء ضلع گوڑگانوہ کی مجلس عاملہ نے کئی بار اجلاس بلاکر اس پر غور کیا کہ جب بھی جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس عام منعقد ہو اس سے پہلے اس کی تیاری کرکے جمعیۃ علماء ضلع گوڑگانوہ کا پروگرام مدرسہ فیض الاسلام سونکھ (نوح) میں ہی ہو یا اور کوئی مقام طے کیا جائے۔ عاملہ کے ہر اجلاس میں متفقہ طور پر طے کیا گیا کہ ضلع جمعیۃ کا پروگرام سونکھ (نوح) میں ہوگا، انشاء اللہ۔

چنانچہ جب جمعیۃ علماء ہند نے اٹھائیسویں اجلاس عام کا دوبارہ اعلان کردیا تو ہم خدام ضلع جمعیۃ کا ایک وفد جس کے ارکان میں (۱) مولانا محمد یحییٰ صاحب تر واڑہ (۲) مولانا شیر محمد صاحب گھاسیڑہ (۳) مولانا محمد اسرائیل صاحب ریٹھٹ (۴) مولانا محمد الیاس صاحب ہرواڑی (۵) مولانا محمد ایوب صاحب سونکھ (۶) عبدالرحیم بڈیڈوی شامل تھے ۲۳؍اپریل ۲۰۰۵ء کو دفتر جمعیۃ علماء ہند پہنچا، جس نے حضرت مولانا سیّد محمود صاحب مدنی مدظلہٗ سے میوات میں پروگرام کے لیے وقت کی تعیین کے لیے درخواست کی جو انھوں نے فوراً ہی منظور فرمالی اور ۱۶؍مئی ۲۰۰۵ء تاریخ طے ہوگئی۔

حضرت امیر الہند مولانا سیّد اسعد مدنی مدظلہٗ
صدر جمعیۃ علماء ہند کی نظر عنایت

تاریخ طے ہونے کے بعد حضرت اقدس امیر الہندؒ نے احقر عبدالرحیم بڈیڈوی کو طلب فرمایا۔ احقر کو پہنچنے میں تھوڑی تاخیر ہوگئی تھی تو حضرت معمول کے مطابق آرام فرمانے لگے۔ تقریباً ۳ بجے نماز ظہر کے لیے بیدار ہوئے تو احقر راقم الحروف فوراً حاضر ہوگیا۔ فرمایا کیا پروگرام ہے؟ احقر نے صورتِ حال عرض کردی اور ساتھ ہی یہ بھی گذارش کی کہ آپ اگر میوات تشریف لے چلیں تو زیادہ مفید ہوگا۔ حضرت نے فوراً فرمادیا کہ میں میوات جانا چاہتا بھی تھا تو اس موقع پر ٹھیک رہے گا۔ اس طرح میوات کے جلسہ عام منعقدہ ۱۶؍مئی ۲۰۰۵ء بمقام مدرسہ فیض الاسلام سونکھ (نوح) میں حضرت امیر الہند مدظلہٗ کی تشریف آوری ہوگئی جو اہل سونکھ اور پورے علاقہ کے لیے خصوصاً مدرسہ فیض الاسلام سونکھ کے لیے خوش قسمتی اور سعادت کی بات ہوئی۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اجلاس عام جمعیۃ علماء ضلع گوڑ گانوہ

منعقدہ مدرسہ فیض الاسلام موضع سونکھ (نوح) بتاریخ ۱۶؍مئی ۲۰۰۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحمن

جمعیۃ علماء ضلع گوڑ گانوہ کا عظیم الشان اجلاس عام مورخہ ۱۶؍مئی ۲۰۰۵ء مطابق ۷؍ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ بروز پیر صبح نو بجے جمعیۃ علماء ہند کے اٹھائیسویں اجلاس عام کو کامیاب بنانے کے سلسلے میں مدرسہ فیض الاسلام موضع سونکھ (نوح) میں منعقد ہوا جس میں ہزاروں عوام الناس کے علاوہ سینکڑوں علمائے کرام وسرکردہ شخصیات نے شرکت فرمائی اور اپنی تقاریر وخطابات سے حاضرین کو محظوظ فرمایا۔ سب سے بڑی سعادت یہ حاصل ہوئی کہ حضرت امیر الہند مولانا سیّد اسعد مدنیؒ صدر جمعیۃ علماء ہند نے اپنی شرکت بابرکت سے اجلاس کو نوازا، **فجزاهم الله خير الجزاء!** حضرت امیر الہندؒ کے خطاب اور دعاء پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

موضع سونکھ کے جلسہ عام سے امیر الہند فدائے ملت
حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہ کا

خطابِ عام

جمعیۃ علماء ہند کے اٹھائیسویں اجلاس عام کی تیاری کے لیے مورخہ ۱۶؍مئی ۲۰۰۵ء بمقام مدرسہ فیض الاسلام سونکھ ضلع میوات (نوح) ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں حضرت کی آمد بابرکت ہوئی اور حضرت نے اپنے دلکش خطاب سے تقریباً چھ ہزار افراد کے مجمع کو مستفیض فرمایا جو احقر نے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے محفوظ رکھا، مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ اہل میوات کے لیے حضرت کی یہ آمد وخطاب آخری ہوکر رہ جائیں گے۔ (اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ آرام نصیب فرمائے۔

محترم بزرگو اور بھائیو!

میں اپنی بیماری، بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے سفر کرنے سے گھبرانے لگا ہوں لیکن پھر بھی اس وقت ایک خاص مقصد سے آپ کے یہاں حاضر ہوا ہوں۔

اس وقت دنیا میں حالات مسلمانوں کے خلاف ہیں، موافق نہیں ہیں اور مخالفین اسلام مسلمانوں کو دہشت گرد بتاتے ہیں۔ اسلام اور قرآن کو طرح طرح کی تہمتیں لگا کر بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ جھوٹے قرآن بنوا رہے ہیں اور بہت سے اُلٹے سیدھے کام اسلام وقرآن کو ختم کرنے کے لیے کیے جارہے ہیں۔

امریکہ، اسرائیل اور یوروپ کے ملک اسلام کے موافق نہیں مخالف ہیں۔ ساری دنیا بُرا کہتی ہے امریکہ کو۔ عراق میں کئی ہزار لوگ جمع ہوئے مذہبی تقریب میں اور وہاں انھوں نے نعرہ لگایا (لاشیعہ ولاسنہ اسلام اسلام) تو کوئی کڑوی بات نہیں تھی کہ ہم اسلام چاہتے ہیں لیکن امریکہ کے صدر نے اسی دن شام کو کہا کہ نہیں اسلام نہیں ہرگز نہیں اسلام نہیں بھائی اگر تم عیسائیت پھیلاتے ہو، ہندوازم پھیلاتے ہو یا اور کوئی مذہب لاتے ہو پھر اگر مسلمان اسلام کو مانتے ہیں تو کون سی خراب بات ہے برداشت کرو لیکن برداشت کرنے کو تیار

نہیں اور اسرائیل، امریکہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ وہی کہتا ہے، اسی کی مرضی کے مطابق ساری دنیا میں گردش ہے، یہ حالت ہے ان لوگوں کی!

آج یہ صورتِ حال ہے کہ ملکوں میں آٹھ آٹھ سال تک سینکڑوں آدمیوں کو مردوں کو عورتوں کو جوانوں کو بوڑھوں کو بچوں کو روزانہ بلڈوزروں سے زندہ دفن کر دیا گیا، ڈھائی ڈھائی سو لاشیں تین تین سو لاشیں ایک ایک گڑھے میں سے جو دفن کیے گئے تھے زندہ نکلیں۔ امریکہ نے ملک افغانستان پر (خطرناک بم) سینکڑوں ایٹم بم گرائے۔ اور جو چاہتا ہے وہ بڑی سے بڑی تہمت لگا دیتا ہے اس طریقے سے مسلمانوں پر ظلم ہوتے رہے!

مردہ کی طرح آج مسلمان چپ بیٹھے ہیں، کوئی نہیں بولتا، کسی نے نہیں کہا کہ ظلم ہو رہا ہے، تمام حکومتیں مسلم حکومتیں کان میں تیل ڈال کر سوتی رہیں، ایک نے بھی ایک آواز نہیں اُٹھائی۔ دباؤ میں آ کے چپ ہیں۔ ایسے وقت میں مسلمان بالکل بے حس و حرکت رہیں اور کوئی حرکت زندگی کا ثبوت نہ دیں۔ سب سوتے رہ جائیں تو پھر خدا جانے کیا کر لیں گے، کیا کیا ہو جائے گا!

مسلمانوں کو بڑے پیمانے پر جمع ہو کے اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہیے تا کہ ہندوستان میں اور دنیا میں مسلمانوں کے مستقبل کے سلسلے میں مشکلات بڑھیں نہیں گھٹیں اور صحیح دین کا راستہ کھلے اور اس پہ چلنا آسان ہو اور آج جو حالات چل رہے ہیں ان کا تجزیہ کریں۔ غور کریں اسلام اور دین کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کو آگے بڑھانے کی کوشش کریں اور اس کے لیے راستے نکالیں اور جو باتیں مسلمانوں کے لیے ضروری ہیں ان کو کہا جائے۔ یہ ہم کریں جو کر سکتے ہیں وہ تو کریں وہ بھی نہ کریں بیٹھے رہیں ہاتھ پاؤں توڑ کر کے تو کیسے کام چلے! ہم اُلٹی سیدھی بات نہیں کرتے۔ دہشت گردی نہیں کرتے۔ قتل و غارت گری نہیں کرتے لیکن کم از کم اپنی زندگی کا ثبوت تو دیں کہ مسلمان زندہ ہیں اور جو چاہو کہو جو چاہو کرو یہ نہیں ہوگا صحیح بات کو ماننا پڑے گا اور غلط بات تھوپی نہیں جا سکتی!

ایسے وقت میں اسلام اور مسلمانوں کو مضبوطی کے ساتھ اسلام پر جمنا چاہیے اور بہت ہی استقرار و مضبوطی کے ساتھ صحیح دین پر چلنا چاہیے اور جو چاہے جس طرح چاہے مسلمان کو گھمانہ دے اور غلط راستوں پر چل کر ہم جھوٹے الزامات کو اوڑھ نہ لیں۔ خود اپنے اوپر نہ تھوپ لیں اور اپنی دُعاؤں میں کوششوں میں مخلص ہوں یہ بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق عطا فرمائے!

جو کام اسلام اور دین کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کو آگے بڑھانے کے لیے کیے جاتے ہیں ان کے لیے کوشش کرنا ان کو طاقت پہنچا، مضبوط کرنا، مؤثر کرنا ان کے لیے اللہ سے مانگنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ ہمارا کام تو صرف کوشش کرنا ہے۔ ہم کوشش کریں اللہ نتیجہ دینے والا ہے۔ اگر ہم لوگ اپنی کوششوں میں مخلص ہوں گے تو انشاء اللہ اچھے نتائج ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ہمارے تھوڑے سے عمل سے بہت کچھ کرادے گا۔ وہ چاہے گا تو کامیاب کردے گا۔ نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے!

تمام دنیا اور اپنے ملک کے حالات و کیفیت کو دیکھ کر اور مسلمانوں کو کچھ نہ کچھ ریزویشن ملے اسی طرح ہندو مسلم کے درمیان فرقہ وارانہ فسادات ہوتے ہیں ان پر روک تھام کے لیے قانون بنے اور مسلمانوں کو زندہ قوم بنانے کے لیے اسی مہینے کی ۲۹ر تاریخ کو دہلی میں ایک بڑا اجلاس ہوگا، انشاء اللہ پہلے چار پانچ ہزار مسلمان منتخب جمع ہوں گے اور دو دن تک بحث کریں گے۔ تیسرے دن یہ جلسہ عام ہوگا۔ عصر سے مغرب، مغرب سے عشاء تک جلسہ چلے گا۔ گیارہ بجے رات کے قریب عشاء کی نماز با جماعت ہوگی، اس کے بعد دعاء ہو کر جلسہ ختم ہو جائے گا۔ اس طریقے سے یہ جلسہ ہوگا انشاء اللہ۔

ہماری خواہش ہے کہ اس اجلاس میں زیادہ سے زیادہ مسلمان شرکت کریں۔ دہلی آپ کا پڑوس ہے (میوات و دہلی کا) چولی دامن کا ساتھ ہے اس لیے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو پہنچنا چاہیے اور اس کو کامیاب کرنے کے لیے دامے درمے، سخنے، قدمے ہر طرح کے تعاون کی درخواست ہے اور اس کی کامیابی کے لیے اللہ سے دُعا کریں۔

ظہر کی نماز پڑھ کر چلیں۔ ایسا ہو کہ عصر میں وہاں پہنچ جائیں اور رات کا کھانا ساتھ لائیں اس لیے کہ لاکھوں آدمیوں کا انتظام نہیں ہو سکتا اور جلسہ ختم ہونے کے بعد آپ آرام کریں یا گھر چلے جائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ ربّ العالمین!

حضرت اقدس امیر الہند مدظلہٗ کا قیام مدرسہ فیض الاسلام سونکھ میں تقریباً چھ گھنٹے تک رہا۔ حضرت نے ایک نکاح بھی پڑھایا اور بہت سے لوگوں کو بیعت بھی فرمایا۔ باوجود نقاہت اور کمزوری کے حضرت نے پورا وقت فرحت و بشاشت کے ساتھ گزارا۔ عصر کی نماز کے بعد مدرسہ قاسم العلوم نیازیہ (نوح) میں تشریف لے گئے جہاں مولانا محمد خالد صاحب مہتمم مدرسہ، مولانا زبیر احمد صاحب نائب مہتمم مدرسہ، مولانا مبارک صاحب اور دیگر مدرسین و طلباء عزیز نے حضرت کا استقبال کیا۔ چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر حضرت والا نے مولانا نیاز محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی قبر پر فاتحہ پڑھی اور ایصالِ ثواب فرمایا۔

اجلاس کی صدارت: اسٹیج کی نظامت کے فرائض حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مدظلہٗ صدر جمعیۃ علماء راجستھان اور حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب

تروواڑہ نے انجام دیئے۔ اجلاس عام کی صدارت کے لیے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مہتمم دارالعلوم محمد یہ میل کھیڑلا نے حضرت مولانا محمد سعید صاحب امینی صدر مجلس تحفظ ختم نبوت وممبر وقف بورڈ ہریانہ کا اسم گرامی پیش فرمایا جس کی تائید مولانا محمد یحییٰ صاحب مدظلہٗ تروواڑہ نے کی۔ مولانا محمد سعید صاحب موصوف اجلاس میں از اوّل تا آخر تشریف فرما رہے۔

علمائے مقررین: جن علمائے مقررین نے اس اجلاس عام کو خطاب فرمایا اُن کے اسمائے گرامی حسبِ ذیل ہیں: (۱) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مہتمم دارالعلوم محمد یہ میل کھیڑلا، وصدر جمعیۃ علماء راجستھان (۲) حضرت مولانا محمد الیاس صاحب پیپلی مزرعہ، صدر جمعیۃ علماء ہریانہ، پنجاب و ہماچل (۳) حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب مہتمم دارالعلوم میوات (نوح) (۴) حضرت مولانا محمد الیاس صاحب پتھرالی مدرس مدرسہ معین الاسلام، نوح (۵) حضرت مولانا مفتی محمد زاہد صاحب مدرّس مدرسہ معین الاسلام، نوح (۶) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب شیر پنجاب مہتمم مدرسہ انوارالقرآن محمد یہ فروز پور جھرکہ۔

اجلاس کی خصوصیت: ہمارے لیے بیحد فرحت ومسرت کی بات اس اجلاس میں یہ رہی کہ اس میں علمائے کرام بہت بڑی تعداد میں شریک ہوئے جن کا تعلق جمعیۃ علماء، تبلیغی جماعت، درس و تدریس، امامت وغیرہ کے دوسرے دینی مشغلوں سے ہے۔ ماسٹر حضرات جو خصوصی طور پر تبلیغی مشن سے جڑے ہوئے ہیں وہ بھی بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ یہ صورتِ حال ہم سب کے لیے اور اہل علاقہ کے لیے نہایت مسرت بخش اور خوش آئند ہے۔ اُمید کرنی چاہیے کہ ہم آپس میں شیر وشکر کی طرح مل کر ہر دینی کام اور پروگرام میں آگے بڑھیں گے، انشاءاللہ!

اس موقع پر حضرتؒ کی خدمت میں ایک منظوم سپاسنامہ بھی پیش کیا گیا جو حسب ذیل ہے۔

سپاسنامہ

ورودِ مسعود امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی صاحب حفظہ اللہ

بر موقع جلسہ عام ۷ / ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۶ / مئی ۲۰۰۵ء

بمقام مدرسہ فیض الاسلام سونکھ (نوح)

حسب الحکم مولانا محمد ایوب صاحب مدظلہٗ، رئیس الجامعہ فیض الاسلام سونکھ، نوح

پیش کردہ: العبد الضعیف محمد یحییٰ غفرلہ

خادم المدرسۃ العربیہ زینت الاسلام تروواڑہ، تحصیل پوناہانہ، ضلع میوات، نوح

پہلے بسم اللہ پھر حمد و ثناء اللہ کی
پھر کروں تعریف میں پیارے رسول اللہ کی
السلام اے جانشینِ شیخ اسلام و حرم
سارے عالم میں ہے جاری آپ کا فیض و کرم
آ گئی ہے آپ کے آنے سے گلشن میں بہار
مرحبا اہلاً و سہلاً آپ کا تھا انتظار
آپ کی آمد ہے نعمت اے امیرِ کارواں
آپ پر قربان ہوجائیں ہمارے مال و جاں
ہر گھڑی ہے آپ کو ملت کے کاموں کی لگن
آپ کے چہرے میں ہے نورِ نبوت کی کرن
آپ پر نازاں ہے ملّت، فخرِ ملّت آپ ہیں
وارثِ بابِ شریعت اور طریقت آپ ہیں
آپ کو بخشا خدا نے منصبِ عالی مقام
اور پھر سونپا خدا نے حفظِ امت کا نظام
آپ کی دانشوری سے سلطنت حیران ہے
ملک وملّت کی حفاظت آپ کا ایمان ہے
جب کہیں امت گھری ہے آگ اور طوفان میں
مردِ آہن بن کے پہنچے آپ ہر میدان میں
آپ ہیں مردِ مجاہد اور قائد باصلاح
آپ کو حاصل ہے ہر فرعون پر فوز و فلاح
جب کبھی آنکھیں دِکھائیں کفر نے اسلام کو
آپ نے اونچا کیا بیشک خدا کے نام کو
ہر شرارت سے بچائے آپ کو ربِ غفور
یا خدا مقبول کر میری دعا اپنے حضور
ہے یہاں سب کی تمنا آپ سے ہوں فیضیاب
رب نے مرشد بھی بنایا آپ کو اور مستجاب

حضرت امیر الہند نوراللہ مرقدہ کا علاقہ میوات میں یہ آخری پروگرام تھا جو پچھلے تمام پروگراموں سے حیرت انگیز طور پر کامیاب ہوا۔ ہزاروں عوام کے ساتھ سینکڑوں علمائے کرام اور اہم شخصیتوں نے شرکت کی تھی۔ اس کے بعد حضرت میوات تشریف نہیں لا سکے اور سفر آخرت پر روانہ ہوگئے، جہاں آپ ربّ جلیل کے آغوشِ رحمت میں پہنچ گئے۔ اللہ پاک آپ کو مقامِ اعلیٰ عطا فرمائے، آمین ثم آمین!

○○

ترتیب وپیشکش
الحاج قاری عبدالمنان صاحب
مہتمم مدرسہ ہٰذا

دارالعلوم محمودیہ چھچھرولی ضلع یمنانگر ہریانہ

ضلالت و کفر کے اندھیاروں میں منبع رشد و ھدایت

Mahmudia Chachrauli-1.jpg not found.

پس منظر اور قیام

تقسیم ہند سے پہلے قصبہ چھچھرولی میں مسلمانوں کی کافی تعداد آباد تھی، لیکن ۱۹۴۷ء کے تیز وتند حوادثات نے مشرقی پنجاب کو تباہ و برباد کردیا تھا۔ مذہبی تعلیمی ادارے مساجد و مکاتب ختم ہوگئے تھے۔ اس قصبہ کے اکثر مسلمان دوسری جگہوں پر ہجرت کر گئے تھے جو یہاں مقیم اور آباد رہے ان کی تعلیم و اصلاح کے لیے کوئی مستحکم ادارہ نہیں تھا جو ان کی دینی و تعلیمی تربیت کا فریضہ انجام دے سکے جبکہ یہ قصبہ پورے علاقہ کا مرکز ہے اور روز بروز ترقی کی طرف گامزن ہے۔ اس قصبہ کے قرب و جوار میں مسلمانوں کی کافی تعداد آباد ہے جن کا تعلق ہر وقت اس قصبہ سے رہتا ہے کیونکہ اس قصبہ میں تحصیل، پولیس اسٹیشن، اناج منڈی، بجلی گھر، بی ڈی او آفس، سرکاری ہسپتال وغیرہ موجود ہیں۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ اس اہم قصبہ میں کوئی چراغِ ہدایت روشن ہو، جو اس خطہ کے مسلمان باشندوں کی ہر موقع پر رہبری کر سکے۔ اس احساس و ضرورت کے پیش نظر مجاہد ملّت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مفتاحی قاسمی مہتمم جامعہ اسلامیہ بیت العلوم پپلی مزرعہ کی مساعی جمیلہ اور اکابرامت و علماء حق کے مشوروں سے دارالعلوم محمودیہ کی داغ بیل ڈالی گئی۔ دارالعلوم محمودیہ اس علاقے میں اشرقت الارض بنور ربّھا کی حسین وخوشگوار تفسیر ہے۔ بلاشبہ مدارس اسلامیہ کا وجود ملت اسلامیہ کے لیے شمس بازغہ ہے۔ دارالعلوم محمودیہ ایسے علاقہ میں واقع ہے کہ خاص حالات کی بنا پر اس کی اہمیت وافادیت بڑھ جاتی ہے اور یہ خالی پڑھنے پڑھانے کا مرکز نہیں رہتا بلکہ ایک دینی مرکز اور حفاظتی چوکی بن جاتا ہے۔ یہاں سے انشاء اللہ نہ صرف قرب و جوار کے لیے بلکہ دُور دراز کے لیے اسلام کی روشنی پھیلانے اور صحیح عقائد اسلامی، سیرت و تعلیم کے لیے ایک مرکزی مقام اور سلسلہ خیر کا مبدأ و منبع بن جائے گا۔ اس لیے یہ مدرسہ امت مسلمہ کے لیے نعمت عظمیٰ ہے جس کی بقاء و تحفظ کے لیے مبارک تعاون، نیک دعائیں اور مفید مشوروں کی ہمہ وقت ضرورت ہے۔

تعلیمی و تنظیمی شعبہ جات

- شعبہ تحفیظ القرآن الکریم
- شعبہ اُردو دینیات
- شعبہ پرائمری
- شعبۂ نشر و اشاعت
- شعبہ مالیات • مطبخ
- شعبہ دعوت و تبلیغ
- شعبہ نشر و اشاعت
- شعبہ صنعت و حرفت

Mahmudia Chachrauli-2.jpg not found.

مخلصانہ اپیل: برادرانِ اسلام! دارالعلوم محمودیہ کے موجودہ اخراجات کی کفالت اور آئندہ منصوبوں کی تکمیل محض توکل علی اللہ اور اہل خیر حضرات کے گرانقدر عطیات سے ہوتی ہے۔ اس کی مزید کامیابی اور ترقی اس میں ہے کہ آپ اس ادارہ کی ہر خیر کے موقع پر امداد فرمائیں اور اپنے گرانقدر عطیات، صدقات، چرم قربانی اور وقتی تعاون سے نوازتے رہیں اور اپنے لیے صدقہ جاریہ بنائیں۔ اس ادارہ کے طلباء اپنی معصوم زبانوں سے روزانہ آپ کو بصدق دل دعا پیش کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کے ہر فرد کو اور معاونین و ہمدردانِ مدرسہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور دارین کی لازوال نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین ثم آمین

Please write on Cheque or Draft only : DARUL ULOOM MEHMOODIA CHHACHHRAULI
A/C No. 12212, At State Bank of Patiala Chhachhrauli, Branch Code : 235

مہتمم دارالعلوم محمودیہ
رحیمیہ کالونی، اناج منڈی چھچھرولی-135103، ضلع یمنانگر، ہریانہ (انڈیا)

ترسیل زر وخط وکتابت کیلئے پتہ

Mohtamim DARUL ULOOM MEHMOODIA
Rahimia Colony, Anaj Mandi, Chhachhrauli-135103
Yamuna Nagar, Haryana (India) Ph. 01735-277940

کلر اشتہار

بابو بھائی ٹاڈا

کلر اشتہار

ایم۔ایس۔ پٹیل

کلر اشتہار

(1) حاجی عبدالعزیز

(2) Bharat Petro

کلر اشتہار

ALIPORE HOSPITAL & RESEARCH CENTRE

کلر اشتہار

مدرسہ اسلامیہ عربیہ تعلیم القرآن، محمود نگر، ملباگل

اور

دارالعلوم عربیہ واحدیہ، دنتور، ضلع بیکانیر

کلر اشتہار

مدرسہ اسلامیہ عربیہ رحمانیہ، پھلینڈی

اور

Noble Brothers

کلر اشتہار

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

کلر اشتہار

J. Harshdi Construction

نظر سوئے دُنیا قدم سوئے عقبیٰ

فدائے ملت سے وابستہ چند یادیں

ماسٹر محمد نعیم الدین
مدنی منزل، خزانچی ہاٹ، پورنیہ

میں فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنیؒ کا ادنی خادم نعیم الدین ہوں۔ پتہ نہیں کیوں لوگ مجھے ماسٹر نعیم کہتے ہیں۔ بعض وقت حضرت بھی مجھے اسی نام سے پکارتے تھے۔ حضرت کی عنایتوں سے میرے غریب خانہ کا نام ''مدنی منزل'' پڑا جو خزانچی ہاٹ پورنیہ میں واقع ہے۔

میرا آبائی وطن موضع بارو ضلع بیگوسرائے ہے مگر اب وطن مستقل پورنیہ ہے۔ سب سے پہلے میں پورنیہ ملازمت کی غرض سے ۱۹۶۲ء میں آیا۔ جج کورٹ میں کیرانی کے پوسٹ پر بحال ہوا۔ بیوی بچوں کے ساتھ پورنیہ میں زندگی بسر کرنے لگا۔ اپنی زمین خرید کر پہلے پھوس کا مکان اپنی زمین میں بنالیا۔ چار پانچ سال کے بعد ایک بڑی لڑکی بیمار ہوئی۔ اس کے سر میں چوٹ لگی تھی جس کی وجہ سے گویائی و بینائی ختم ہوگئی۔ تقریباً دس سال علاج کرایا۔ اس درمیان مجھے کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ فاقہ کی نوبت آن پڑی۔ آخر میں پٹنہ ہوسپٹل میں بھرتی کرانا پڑا۔ وہاں بھی میں تنہا بچی کو لے کر رہا۔ ڈاکٹر نے جواب دے دیا تو گھر لے آئے۔ جیسے ہی گھر پہنچے تو فوراً بچی کا انتقال ہوگیا۔ یہ بچی ہدایت کا ذریعہ بنی۔

بچی کی بیماری کے دوران میں نے رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے مدد مانگی لیکن کسی نے توجہ نہیں دی۔ تب میں نے سوچا کہ اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لیا جائے۔ اس کے بعد میں بزرگ کی تلاش میں لگ گیا اور حضرت عبدالرشید رانی ساگریؒ سے بیعت ہونے کا ارادہ کیا کہ اچانک ان کا انتقال ہوگیا۔ اس واقعہ سے بہت صدمہ ہوا۔ اسی دوران رانی ساگریؒ خواب میں تشریف لائے اور حضرت فدائے ملت کے بغل میں بیٹھے تھے۔ رانی ساگریؒ نے اشارہ کیا کہ حضرت فدائے ملت سے بیعت ہو جاؤ۔ ایک ہفتہ کے بعد حضرت فدائے ملت مادھو پاڑہ، پورنیہ محمد علاء الدین صاحب کے گھر تشریف لائے جہاں ہم دونوں میاں بیوی بیعت ہوگئے اور تسبیحات کی پابندی کرنے لگے۔ سب سے پہلے ۱۹۷۱ء میں رمضان گزارنے ٹانڈہ، فیض آباد (یوپی) گیا۔ وہاں اسم ذات چھ ہزار اور بارہ تسبیحات کا حکم ملا۔ حضرت فدائے ملت نے خود سے بارہ تسبیح سر پر ہاتھ رکھ کر سکھائی اور خود بھی کر کے دکھایا۔ کچھ دنوں کے بعد میری اہلیہ نے خواب میں ایک بہت بڑے بزرگ کو دیکھا جس کے پیچھے لاکھوں آدمی ہیں۔ وہ ہمارے آنگن میں تشریف لائے۔ کٹھل کے درخت کے نیچے ایک تخت پر تشریف فرما ہوئے۔ اس کے بعد گھر کے اندر گئے۔ اہلیہ سے کہا گیا کہ مانگو کیا مانگتی ہو؟ انھوں نے خوشی کا اظہار کیا اور کچھ نہیں مانگا۔ ایک ہفتہ کے بعد حضرت فدائے ملت ہمارے گھر تشریف لائے۔ بہت سے لوگ بیعت ہوئے۔ اس کے بعد حضرت کا آنا ہر سال شروع ہوگیا اور ۲۰۰۲ء تک آمد ہوتی رہی۔ ۲۰۰۲ء میں ان کی آخری آمد تھی۔ بسا اوقات سال میں دو تین بار بھی تشریف لائے ہیں اور دو بار بغیر پروگرام کے بھی آئے ہیں۔

ایک بار بھوانی پور پورنیہ میں رائٹ ہوا تھا۔ اس موقع سے اچانک حضرت احقر کے گھر تشریف لائے اور ناچیز سے اجازت لینے لگے کہ میں کہاں جاؤں؟ تو میں نے عرض کیا حضرت میرے گھر تشریف رکھیں جو نمک ستو ہے وہ حاضر کر دیں گے۔ جب کھانا پیش ہوا تو دیکھ کر کہنے لگے کہ کیا یہی نمک ستو ہے؟ یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں، اسے نمک ستو کہتے ہو۔ میں نے کہا حضرت ہم لوگ خاکساری میں ایسا ہی بولتے ہیں۔ حضرت نے کہا اس طرح کا بولنا بھی جھوٹ میں داخل ہے۔ آئندہ اس سے پرہیز کرنا ہے۔

بھوانی پور سے واپسی کے بعد میں نے رات کا کھانا ٹفن میں دیا تو کہنے لگے کہ ٹفن کا کیا ہوگا؟ میں نے کہا یہ ہدیہ پیش کیا ہے۔ پھر جب رمضان میں اعتکاف کے لیے دیوبند گیا تو حضرت نے مجھے فرمایا۔ تمہارا ٹفن کیریئر مولانا اسرارالحق صاحب کے یہاں رکھا ہوا ہے۔ گھر جاؤ گے تو لیتے جانا۔

ایک بار حضرت میرے مکان پر کھانے بیٹھے تھے کہ حضرت مولانا جعفر صاحبؒ دُھلی ہوئی تھالی کو دھو رہے تھے تو حضرت نے کہا کہ دُھلی ہوئی تھالی کو کیوں دھو رہے ہو؟ مولانا لوگوں کا نفس بہت موٹا ہوتا ہے، اس کو خوب رگڑنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

ایک دفعہ ہمارے یہاں پورنیہ میں جلسہ ہو رہا تھا۔ تقریر کے دوران انھوں نے فرمایا کہ میں گلی قاسم جان میں آفس میں بیٹھا تھا کہ ایک غیر مسلم پوسٹ مین آیا اور سائیکل گلی میں چھوڑ دی تو ہمارے اسٹاف نے کہا کہ ''بھائی صاحب سائیکل اندر کر لو، کوئی لے لے گا۔'' تو ڈاکیہ نے کہا کہ ''یہ مسلمانوں کی گلی ہے، یہاں چوری نہیں ہوتی۔''

پھر حضرت نے فرمایا کہ بھلا بتاؤ کہ آج سے پچاس سال پہلے مسلمانوں کے بارے میں غیر مسلم کا کیا خیال تھا اور آج تمہارے بارے میں کیا خیال ہے۔ چوری میں مسلمان آگے، ڈکیتی، زنا، شراب نوشی، جوا بازی اور مقدمہ بازی میں مسلمان آگے ہیں۔

ایک جگہ کشن گنج کے علاقے میں ایک مریض کو دیکھنے گئے۔ میں بھی حضرت کے ساتھ تھا۔ دروازے پر باہری حصّے میں بیٹھنے کی جگہ تھی جہاں حضرت فدائے ملت بیٹھ گئے۔ وہیں ایک اونچی جگہ پر بستر لگا ہوا تھا۔ قاضی مصلح صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ حضرت آپ یہاں بیٹھئے۔ ان کے بار بار اصرار کرنے پر حضرت نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ممتاز جگہ پر نہیں بیٹھے تو میں کیسے بیٹھوں۔ آپ کس بات کے مولانا ہیں۔ تب مریض کو دیکھنے اندر گئے اور مریض کو تسلی دے کر تھوڑی ہی دیر میں باہر نکل آئے اور ہم لوگوں کو سمجھانے لگے کہ مریض کے پاس زیادہ دیر نہیں بیٹھنا چاہیے۔

بنگال کے علاقے میں ایک جلسہ کے موقع پر ہم لوگ حضرت فدائے ملت کے ساتھ جلسہ گاہ ایک کار میں جارہے تھے۔ اس میں مولانا ادریس صاحب نوکٹہ والے، مولانا جعفر صاحب اور میں بھی ساتھ تھا۔ مولانا ادریس صاحب نے حضرت سے کہا کہ یہاں کے لوگوں کی خواہش ہے کہ آپ یہاں تگڑا بیان دیں۔ بس جلسہ گاہ پہنچے اور خطبہ کے بعد حضرت نے فرمایا کہ ہمیں حکم ہوا ہے کہ تگڑا بیان دینا ہے۔ میرے پاس کوئی رٹی ہوئی تقریر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جو بلواتا ہے میں وہی بولتا ہوں۔ یہاں تک کہ مجھے یہ بھی پتہ نہیں کہ میں کیا بول رہا ہوں۔

ایک بار ایم پی کوارٹر دہلی میں حضرت نے باہر جانے کا پروگرام بنایا۔ عصر اور مغرب کے درمیان سفر کی تیاری کر رہے تھے۔ میں بھی موجود تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت کے ایک کرتہ میں داغ ہے۔ میں نے کہا کہ حضرت یہ کرتا مجھے دے دیجئے۔ حضرت نے مجھے وہ کرتا عنایت فرمایا اور کہا کہ میں ہی داغدار ہوں۔

ایک دفعہ کار میں حضرت فدائے ملت کے ساتھ غالباً کھگڑیا مانڈر جارہا تھا جس میں چار پانچ خلفاء بھی تھے۔ انھوں نے ایک شعر پڑھا:

کدھر جارہا ہے کہاں دیکھتا ہے　　نظر سوئے دنیا قدم سوئے عقبیٰ

دوسرا شعر بھی فوراً پڑھا:

گر تو خدا خواہی وہم دنیائے دوں

ایں خیال است ومحال است وجنوں

ان اشعار کا اشارہ ہم جیسے غافل کی طرف تھا۔

بھاگلپور شہر کے شاہ جنگی مدرسہ میں پروگرام تھا۔ اس میں میں بھی ساتھ تھا۔ بغل کے ایک گاؤں میں ایک ڈاکٹر صاحب تھے جنھوں نے مفت علاج کے لیے ایک ہاسپٹل کھولا تھا جس میں ''مسلم ہاسپٹل'' کا بورڈ لگا تھا۔ حضرت کو ڈاکٹر صاحب مذکورہ ہاسپٹل میں دعاء کرانے لے گئے۔ حضرتؒ کی نگاہ بورڈ پر پڑی تو حضرتؒ نے فرمایا: کیا اس ہاسپٹل میں غیر مسلم کو نہیں دیکھو گے؟ ڈاکٹر صاحب نے جواب میں کہا۔ جی ہاں! غیر مسلم کو بھی دیکھیں گے۔ تب حضرتؒ نے فرمایا: اس نام کو بدلو۔ اس کے بعد حضرتؒ نے دعاء فرمائی۔

ایک بار پورنیہ شہر میں جلسہ ہورہا تھا جس میں حضرت فدائے ملت کا بیان ہورہا تھا۔ اسی دوران آندھی طوفان اور بارش شروع ہوگئی تو لوگ منتشر ہونے لگے۔ اس منظر کو دیکھ کر حضرتؒ نے لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ مت بھاگو۔ آندھی طوفان آرہا ہے تو رُک بھی سکتا ہے۔ بس اتنا بولنا تھا کہ آندھی طوفان اور بارش رُک گئی۔

ایک مرتبہ دیوبند میں حضرت فجر کی نماز کے بعد آرام فرمارہے تھے اور میں بدن دبا رہا تھا۔ میں نے اس دوران دیکھا کہ حضرتؒ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ میں ڈر کے مارے رونے کی وجہ نہ پوچھ سکا۔ بعد میں حاجی ایوب صاحب چلمل بھاگلپوری اور حاجی احمد حسینؒ صاحب بھاگلپوری سے پوچھا تو بتایا کہ اس وقت بنگلہ دیش میں بہاری اور بنگالی کے درمیان قتل عام ہورہا ہے۔ اس منظر کو حضرت یہاں سے دیکھ رہے تھے۔ اسی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

حضرت فدائے ملت اصول کے بڑے پابند تھے۔ ایک واقعہ لائق بیان ہے جسے میں یہاں درج کررہا ہوں۔ ایک مرتبہ حضرت فدائے ملت کشن گنج سے آسام جارہے تھے۔ مجھے جب اس کی خبر ہوئی تو میں بیوی بچوں سے اجازت لے کر کشن گنج پہنچا۔ میں نے حضرت سے کہا کہ آپ تنہا ہیں اس لیے میں آپ کے ساتھ چلوں گا تو حضرتؒ نے پوچھا کہ کیا تم نے بیوی بچوں سے اجازت لی ہے۔ میں نے کہا جی ہاں! اجازت لی ہے۔ تب حضرت مجھے ساتھ لے کر آسام کے سفر میں چلے۔ آسام پہنچے تو میزبان کار لے کر آئے۔ حضرتؒ نے میزبان کو کہا۔ میں نے تو تنہا آنے کی خبر کی تھی لیکن ساتھ میں نعیم آگیا ہے۔ اس لیے میں اس کو واپس کرتا ہوں تو میزبان نے کہا کہ نہیں نہیں، انھیں بھی ساتھ لے چلیں۔

حضرت جو کام کرتے تو حکمت سے کرتے تھے۔ ایک مرتبہ باگ ڈوگرا ہوائی اڈّہ پر اُترے۔ مغرب کا وقت تھا۔ حضرتؒ کو مغرب کی نماز ادا کرنی تھی۔ انھوں نے قاری سالم صاحب کو فرمایا کہ تبلیغی اذان دو (یعنی ہلکی آواز سے)۔ قاری سالم صاحب نے ان کے حکم کی تعمیل کی اور حضرتؒ کے ساتھ سب لوگوں نے مغرب کی نماز ادا کی۔

ایک بار ہوائی اڈّہ پر فلائٹ کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ حضرت کے ساتھ سات آٹھ آدمی تھے۔ حضرت نے عطر کے شیشی نکال کر اشارہ کیا کہ سب لوگوں کو لگادو۔ میں نے سب کو عطر لگادیا۔ اس کے بعد میں نے حضرت کو شیشی واپس دیدی۔ جب سبھی ساتھیوں کا دھیان اِدھر اُدھر منتشر ہوگیا تو حضرت نے پوشیدہ طور پر عطر کی شیشی مجھے دے دی۔

حضرت فدائے ملت میرے مکان پر (مدنی منزل، پورنیہ) تقریباً ۳۵ بار تشریف لائے اور میری گزارش پر میرے آبائی وطن بارو بھی چار پانچ دفعہ تشریف لے گئے۔ اسی دوران سفر وحضر میں خدمت کا موقع ملا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت تہجد اور سنتوں کے بڑے پابند تھے اور تہجد کے بعد اشراق تک

کسی سے بات چیت نہیں کرتے تھے۔ یہ بھی سنت کا طریقہ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت فدائے ملت نوکٹہ مولانا ادریس صاحب کے یہاں تشریف لے گئے۔ میں ان کے ساتھ تھا۔ مولانا ضمیرالاسلام صاحب مرحوم بھی وہاں موجود تھے۔ مولانا ادریس صاحب حضرت فدائے ملت سے فرمارہے تھے کہ یہیں پر قریب میں بدعتیوں سے مناظر ہوا تھا۔ اس مناظرہ میں مولانا ضمیرالاسلام ہار گئے تھے تو فدائے ملت نے فرمایا کہ ان کے گھمنڈ نے ان کو ہرایا۔ مناظرہ نہیں کرنا چاہیے۔ مناظرہ میں نہیں پڑنا چاہیے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت پٹنہ سے پانی والے جہاز سے پہلیزہ گھاٹ پہنچے۔ کئی قلی آئے لیکن حضرت نے کسی کو سامان چھونے نہیں دیا۔ ایک قلی کا بچہ آیا جو تقریباً دس سال کا تھا۔ اس کو سامان دیا جس نے سامان ٹرین تک پہنچا دیا۔ اس بچہ کو حضرت نے دس روپے کا نوٹ دیا جبکہ اس وقت آٹھ آنہ کافی تھا۔ بچہ نے مارے خوشی کے اپنے چچا کو دکھایا تو وہ لوگ حضرت کو دیکھنے آئے کہ ایسا کون آدمی ہے۔ میں بھی اس سفر میں ان کے ساتھ تھا۔

ایک بار جھالا ضلع ارریہ میں جلسہ ہوا جس میں حضرت کا بیان ہورہا تھا۔ بیان کے خاتمے پر حضرت نے فرمایا کہ ہم اور تم نماز پڑھ لو، زکوۃ دے دو، حج کرلو اس سے ہماری اور آپ کی نجات نہیں ہوسکتی جب تک اللہ کا فضل نہ ہو۔ پنجابی میں ایک مثل ہے:

فضل کرے تاں چھٹیاں   عدل کرے تاں لوٹیاں

جب تک اللہ کا فضل نہ ہو تب تک ہماری اور آپ کی نجات نہیں ہوسکتی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے قانونی دائرے میں پکڑنا چاہے تو ہم لوگ بچ نہیں سکتے۔ اس جلسہ میں میں، مولانا انوار صاحب اور مفتی جاوید اقبال صاحب بھی شریک تھے۔

ایک دفعہ حضرت فدائے ملت ٹرین میں تھرڈ کلاس میں سفر کررہے تھے۔ بغل میں ایک بنگالی ہندو فیملی بھی تھی۔ حضرت کے بغل میں میں بھی تھا۔ جب اس فیملی کے اُترنے کا اسٹیشن آیا تو حضرت فدائے ملت نے فرمایا آپ اُتر جائیں میں سامان دیتا ہوں۔ وہ بنگالی اپنے بچوں کے ساتھ پلیٹ فارم پر اُتر گیا اور حضرت نے ایک ایک سامان اُتار دیا۔ یہ حضرت فدائے ملت کی خاکساری اور خدمت کا جذبہ تھا۔

حضرتؒ ریلوے اصول وضوابط کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔ گاڑی جب تک اسٹیشن پر کھڑی رہتی تھی استنجا خانے میں نہیں جاتے تھے۔ کئی دفعہ میں نے دیکھا کہ گاڑی رُکی ہے اور حضرت بدھنا لیے گیٹ پر کھڑے ہیں۔ جب گاڑی چلی اور اس کی رفتار تیز ہوئی تب استنجے کے لیے جاتے۔

حضرت فدائے ملت ہمارے غریب خانے پر تھے۔ اس مجلس میں اور لوگوں کے ساتھ چلملی بھاگلپور والے حاجی ایوب صاحب بھی تھے جو حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ تھے اور پائے کے بزرگ تھے۔ حضرت فدائے ملت نے موجود تمام لوگوں کے سامنے حاجی ایوب صاحب کو مخاطب کرکے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں آپ سے بیعت ہوجاؤں۔ حاجی صاحب خاموش رہے۔ تب سے میں حاجی صاحب موصوف کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا کرتا تھا۔ اکثر میرے مسائل اور سوالات کے حل بتاتے تھے۔ سوالات دل میں لے کر جاتا تھا اس کے جوابات وہ پوچھنے سے پہلے ہی ایک ایک کرکے دے دیتے تھے۔

ایک بار میں دل میں ایک سوال لے کر گیا کہ ذکر کی کیا حد ہے؟ گھر واپسی کے وقت بغیر سوال کیے درج ذیل شعر میں اس کا جواب دیا:

گہری ہے ندیا، چھوٹی ہے ڈوریا   ہائے کیسے بھروں گگریا
کھڑی بھروں تو چھوٹی ہو ڈوریا   بیٹھی بھروں تو بھیگے ہے چنریا
ہائے کیسے بھروں گگریا

ایک دفعہ حضرت فدائے ملت کے ساتھ پیرالطیف کا سفر تھا۔ ہم لوگ پورنیہ سے کار میں چل رہے تھے۔ حضرت کافی تھکے ہوئے تھے۔ تھکان سے نیند کا غلبہ تھا۔ میں نے کہا حضرت میری گود میں سر رکھ کر سوجایئے۔ حضرتؒ تیار نہیں ہوئے لیکن میں نے جسم اور پاؤں دبانا شروع کیا تو کچھ دیر کے بعد حضرت پر نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ میری گود میں سر رکھ کر سوگئے اور پھر پیرالطیف میں ہی آنکھ کھلی۔ چار بجے بھور میں پہنچے تھے۔ پہنچتے ہی نفل نماز ادا کی۔ مولانا عبدالحکیم پرتاب گڑھی بھی ساتھ تھے۔ ضلع بھاگلپور کے قاری صالح صاحب کے یہاں جانا تھا۔ ان کے صاحبزادے کا عقد تھا۔ اس میں حضرت شرکت کی غرض سے جارہے تھے۔ پیرالطیف سے کروڈ یہہ کے لیے چلے۔ پانچ کلومیٹر پیدل چلنے کے بعد گھاٹ پر پہنچے تو جہاز کھل رہا تھا۔ حضرت نے کہا آواز دے کر کچھ کہہ کر روکو تو جہاز رُک گیا۔ پھر ہم لوگ سوار ہوئے تب جہاز کھلا۔

حضرت فدائے ملت شریعت کے بڑے پابند تھے۔ سب کے لیے یکساں شریعت کے حامی اور محافظ تھے۔ ایک دفعہ مانڈر کے حافظ ریاض صاحب مرحوم نے اپنے یہاں حضرت سے کہا کہ حضور میری ایک شاگردہ ہے جو آپ سے مل کر کچھ مسئلے کا حل چاہتی ہے۔ حافظ موصوف نے اس کمرے میں موجود دیگر افراد کو باہر نکلنے کو کہا۔ ہم سب نکل گئے لیکن حضرتؒ نے حافظ صاحب سے کہا کہ شریعت سب کے لیے یکساں ہے۔ میرے لیے بھی وہی حکم ہے جو دیگر اہلِ ایمان کے لیے ہے۔ اس لیے وہ میرے پاس نہ آئیں بلکہ پردے سے سوالات پوچھ لیں۔ میں جواب دوں گا۔ حضرت کی ہدایت پر ایسا ہی ہوا۔

ایک دفعہ حضرت شیخ الاسلام حسین احمد مدنیؒ کا سفر مشرقی پاکستان (مشرقی بنگال) کا ہوا۔ سومر ندی میں کشتی سے پار ہورہے تھے۔ حضرت فدائے ملت جناب اسعد مدنیؒ شیرخوار تھے اور ماں کی گود میں تھے۔ ساتھ میں ایک ملازمہ منّی تھی۔ حضرتؒ نے اہلیہ سے کہا کہ اسعد کو منّی کی گود میں دے دو۔ انھوں نے منّی کی گود میں ڈال دیا۔

بعد میں جب حضرت فدائے ملت نے بنگلہ دیش کا سفر کیا تو اس وقت منّی حیات تھیں۔ وہ حضرت کے پاس آئیں اور حضرت کو وہ واقعہ یاد دلاتے ہوئے کہا کہ میں وہی منّی ہوں جس نے آپ کو گود میں لے کر کشتی میں سومرندی پار کرایا تھا۔ اجازت ہوتو آپ کے سامنے آجاؤں لیکن حضرتؒ صرف مسکراتے رہے۔ انھوں نے اجازت ہی دی اور نہ روک لگائی۔ منّی صاحبہ سامنے نہیں آئیں۔

۲۰۰۳ء میں جب الگ سے بنگلہ دیش گیا تو وہاں کے لوگوں نے یہ واقعہ سنایا۔

میں نے حضرت فدائے ملت کا آخری دیدار حاصل کیا جب میں ۱۴۲۶ھ کے ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کی غرض سے دیوبند گیا۔ حضرت ان دِنوں علیل تھے اور دلّی کے ایک ہاسپٹل میں زیر علاج تھے لیکن آپ اعتکاف میں شامل ہوئے۔ دورانِ اعتکاف دوروز آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی۔ لواحقین کے اصرار کے باوجود اعتکاف نہیں چھوڑا اور فرمایا: ''کیا ٹھکانا کہ آئندہ اعتکاف نصیب ہو نہ ہو۔'' بہرحال اعتکاف پورا کیا۔ عید کی نماز مدرسے کی مسجد میں ادا کی اور جانچ پڑتال کی غرض سے دلّی کے لیے روانہ ہوئے۔ کافی بھیڑ تھی۔ حضرت کار میں بیٹھے تھے۔ بھیڑ کی وجہ سے میں کار کے قریب نہیں جا سکتا تھا۔ میں پریشان ہورہا تھا کہ حضرت کو کیسے دیکھوں۔ اللہ نے دل میں خیال ڈالا۔ میں بھیڑ سے دور سڑک پر چلا گیا جدھر سے حضرت کی کار گزری۔ میں نے حضرت کو صاف طور سے دیکھا۔ وہ بھی مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے چلے گئے۔ کار آگے بڑھ گئی۔ میں کیا جانتا تھا کہ حضرتؒ کا یہ آخری دیدار ہورہا ہے۔ پھر جب دوسرے دن دلّی سے آئے تو گھر میں داخل ہوتے ہوئے اپنی وہیل چیئر (Wheel Chair) کے ساتھ پیچھے کی جانب گر گئے۔ سر میں کافی چوٹ آئی۔ خون کافی بہا اور بے ہوش ہوگئے۔ پھر دلّی لے جایا گیا۔ دو دو آپریشن برین کا ہوا۔ تین مہینے تک بے ہوش رہے اور ۶ رفروری ۲۰۰۶ کو اس دارِفانی سے کوچ کر گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

دارالعلوم حسینیہ تاؤلی اور فدائے ملتؒ

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ دارالعلوم حسینیہ تاؤلی کے بانی اور زندگی کے آخری لمحات تک ادارے کے سرپرست رہے ہیں۔ اس ادارے سے حضرت والا کو بڑا لگاؤ وتعلق تھا۔ جب بھی تاؤلی کے راستے سے گزر ہوتا تو مدرسہ میں ضرور تشریف لاتے۔ آپ کے حقیقی جانشین فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ادارے سے بے حد محبت، تعلق اور لگاؤ تھا۔ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود کبھی تاؤلی کے راستے سے گزر ہوا تو ضرور مدرسہ میں تشریف لائے۔ خیریت پوچھی اور تشریف لے گئے۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ حضرت والا تشریف لائے اور گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ہی پانی مانگا۔ پانی لانے میں تھوڑی سی تاخیر ہوگئی تو واپس تشریف لے گئے۔

ختم کلام اللہ کے موقع پر خدامِ مدرسہ کی حقیر دعوت پر برابر تشریف لاتے رہے لیکن رجب ۱۴۲۶ھ میں جب تشریف لائے تو بیان ودعا کے بعد لوگوں سے مصافحہ کیا۔ حالانکہ عوارضات کی وجہ سے مصافحہ سے منع فرمادیتے تھے لیکن اس بار تو عجیب ہی بات نظر آرہی تھی۔ لوگ بار بار مصافحہ کررہے تھے اور حضرت والا منع نہیں فرمارہے تھے۔ جب مجلس سے اُٹھ کر چل دیئے تو ان میں سے ایک شخص کو میں نے مصافحہ کرنے سے منع کردیا۔ فرمایا کیوں منع کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا یہ شخص کئی مرتبہ مصافحہ کرچکا۔ فرمایا مت روکو، چلتے چلتے ہی اس شخص سے مصافحہ فرمایا۔ آہ بار بار حضرت والا کی شفقتیں عنایتیں یاد آرہی ہیں۔

ایک مرتبہ دہلی دفتر میں حضرت مولانا عبداللہ صاحب مہاجر مدنیؒ مدینہ منورہ سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ احقر بھی حاضر تھا۔ دوپہر کے طعام پر مجھے بھی دسترخوان پر بلایا گیا۔ کھانے کے دوران حضرت مولانا عبداللہ صاحب نے عرض کیا: حضرت یہ کھانا کھلانے میں مجھ پر زیادتی کرتے رہتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا: کیوں زیادتی کرتے ہو۔ اسی درمیان حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ پیتے کی ایک قاش میرے منہ میں رکھنے لگے تو حضرتؒ نے دیکھ کر فرمایا: آپ بھی تو زیادتی کررہے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ تقویٰ وطہارت علم وعمل کا پیکر، مجسم مسلک حق کے اظہار میں ایسا بے باک، نہایت فہیم وذکی، گفتار وکردار کا ایسا غازی بلاشبہ نہیں دیکھا۔ آپ اعلیٰ درجہ کے مربی، مردم سازی اور رجال کار کی تیاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ مدرسہ کے بڑے بڑے پیچیدہ مسائل ومعاملات کو بڑے حسن وخوبی سے حل فرمادیا کرتے تھے اور لوگ اپنے والہانہ تعلق کی وجہ سے بسر وچشم قبول کرلیتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت والا کی شخصیت ہم مدرسہ والوں کے لیے ایسی تھی جیسے سخت دھوپ میں گھنے سایہ دار درخت کی حیثیت ہوتی ہے کہ دھوپ سے پریشان درخت کے سایہ سے سکون حاصل کرتا ہے۔ آپ نے عالم اسلام وانسانیت کی جو پرخلوص خدمات انجام دی ہیں باری تعالیٰ ان کو قبول فرمائے اور حضرت والا کو کروٹ کروٹ چین نصیب فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین!

رشید الدین، دارالعلوم حسینیہ، تاؤلی، مظفرنگر، یوپی

خندہ پیشانی اور خوش خلقی تھی آپ کی عادت

ماسٹر محمد لیاقت علی کلھیڑوی

بندہ ماسٹر لیاقت علی کلھیڑی والا ۱۹۸۴ء میں مڈل اسکول جلال آباد میں سرکاری ملازم تھا احقر کا حضرت مولانا اسعد مدنیؒ سے کوئی رابطہ نہیں تھا اور حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ صاحبؒ کے متعلق کبھی کبھی اخبار کے ذریعہ پڑھ کر ذہن نشین کرلیتا تھا ماہِ جون ۱۹۸۴ء میں پاکستان کا سفر ہوا تا کہ حضرت مولانا الشاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ کی خدمت میں رہ کر حضرت والا سے کچھ استفادہ کرسکوں اس وقت حضرت مولانا الشاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ شہر سرگودھہ میں قیام پذیر تھے اور حضرت والا اپنے ذاتی مکان پر ہی گوشہ نشیں تھے جس وقت حضرت کے دولت کدہ پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت اسی میں رمضان المبارک کی مبارک ساعتیں گزار رہے ہیں تو بڑے احترام کے ساتھ حضرت والا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور حضرت والا کے جاں نشین حضرت مولانا سعید احمد صاحب رائے پوری کے توسط سے ملاقات وزیارت ہوئی حضرت سے مصافحہ ہوا ادب کے دائرہ میں گفتگو ہوئی اور گفتگو کے درمیان میں حضرت نے بے ساختہ یہ جملہ فرمایا: ''کہ رمضان کے مہینے میں دنیا کی باتیں نہیں کرتا۔''

تم ٹھہرو رمضان کے بعد دنیا کی باتیں ہوں گی اور ''تم جس مقصد کے لیے یہاں ٹھہرے ہو وہ تم کو میاں اسعد کے یہاں ملیں گی'' حضرت کے اس جملہ نے میرے نفس پر ایسا اثر چھوڑا کہ میں نے فوراً تہیہ کرلیا۔ میں مدنی خانقاہ میں پہنچ کر حضرت والا سے اصلاحی تعلق قائم کروں تو میں نے دوروز کے بعد واپس لوٹنے کا قلبی پروگرام بنایا اور حضرت مولانا الشاہ عبدالعزیزؒ سے اجازت چاہی اس وقت حضرت مولاناؒ نے حضرت مولانا سعید احمد سے خود ایک تحریر لکھوا کر حضرت امیر الہند فدائے ملتؒ کے نام عنایت فرمائی جو کہ لفافہ میں بند تھی اور مجھے کھول کر دیکھنے کی ممانعت فرمائی تو میں سیدھا پاکستان سے مدنی مسجد دیوبند جہاں حضرت بہت سے مہمانوں کے ساتھ اعتکاف فرماتے تھے وہ خط اپنے حقیقی ومربی حضرت مولانا محمد زاہد حسن صاحبؒ ابراہیمی کے ذریعہ حضرت امیر الہندؒ کو پیش کردی، اس کے بعد حضرتؒ نے مجھے بلایا اور بہت الفت ومحبت وشفقت کے ساتھ حضرت مولانا الشاہ عبدالعزیزؒ کے متعلق خیر وعافیت معلوم فرمائی اسی وقت سے میرا حضرت مولانا امیر الہند سے اصلاحی تعلق قائم ہوگیا۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً جب کبھی مجھے وقت ملتا تو میں دیوبند، دہلی ملاقات کے لیے حاضر ہوجایا کرتا تھا اور کبھی کبھی قرب وجوار میں حضرتؒ سفر فرماتے تو میں بھی ساتھ رہتا، اتفاقاً ایک بار میں کسی کام سے دیوبند پہنچا تو مہمان خانے میں، مہمان کھانے سے فارغ ہوچکے تھے بعد نماز ظہر میں نے حضرتؒ سے ملاقات کی تو حضرتؒ نے بے ساختہ یہ فرمایا کہ ماسٹر صاحب آپ کھانے سے فارغ ہوچکے یا نہیں؟ تو میں نے نفی میں جواب دیا کہ حضرت میں کھانے سے ابھی فارغ نہیں ہوا منشی حسام الدین صاحب (جو کھانے کے انچارج تھے) نے یہ فرمایا کہ آپ لوگ تاخیر سے آئے ہیں اب دسترخوان اُٹھادیا گیا ہے اس بات کو سن کر خود حضرت والا نے بہت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فوراً براہِ راست مہمان خانے میں پہنچ کر منشی جی کو بہت ڈانٹ لگائی اور کہا کہ دوبارہ دسترخوان لگایا جائے اور آپ خود اندر مکان میں تشریف لے گئے اور کھانا بھجوایا، میرے ساتھ چار ساتھی اور تھے، سبھی لوگوں نے اطمینان وسکون کے ساتھ کھانا کھایا۔ حضرتؒ کی وہ محبت والفت و شفقت وہ صلہ رحمی جب یاد آجاتی ہے تو قلب سے اس طرح اشک چھلکتے ہیں جس طرح موسلا دھار بارش پڑتی ہے حضرتؒ کی اِس توجہ ومحبت کو ہندوستان کے مسلمان ہی نہیں بلکہ بیرون ملک کے مسلمان اور غیر بھی فراموش نہیں کرسکتے۔

نیز اسی طرح مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادیؒ کے انتقال کے بعد تھانہ بھون علاقہ کے قرب وجوار کی دعوت پر حضرتؒ نے ایک روزہ سفر فرمایا گرمی کا موسم تھا اور آپ اس سفر میں سب سے پہلے کلھیڑی پہنچے اور وہاں پر مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا اس کے بعد مساوی تشریف لے گئے وہاں پر لوگوں نے اصرار کیا کہ حضرتؒ ہم لوگوں کو بیعت فرمالیجیے اس کے بعد حضرتؒ سونجنی عمرپور جو جلال آباد کے پاس دیہات میں راجپوتوں کی ایک بستی ہے وہاں پر حضرتؒ نے دوپہر کا کھانا تناول فرمایا کھانے سے فارغ ہوکر قیلولہ کی سنت کو فراموش نہ فرمایا ظہر کی نماز پڑھی مجمع کثیر ہوگیا بہت سے طالبوں نے بیعت ہونے کی درخواست کی تو حضرتؒ نے منظور فرمالی وہاں پر بہت مختصر مگر جامع بیان فرمایا اور اس کے بعد گُرانا گاؤں میں عصر کی نماز پڑھی وہاں پر بھی اصلاحِ معاشرہ پر مختصر وعظ فرمایا اس کے بعد بنٹہ گاؤں میں مغرب کی نماز ادا فرمائی پھر قرب وجوار کے لوگ حضرتؒ کی زیارت کے لیے اکٹھا ہوئے مولانا حسین صاحب کے اصرار پر چند ساعت وعظ فرمایا اور یہاں پر بھی بیعت کی درخواست کی گئی تو حضرت امیر الہندؒ نے خواتین کو حضرت مولانا حسین صاحب کے مکان پر بیعت فرمایا اور اس طرح سے پروگرام کی تکمیل کے بعد حضرتؒ دیوبند واپس تشریف لے گئے اس سفر میں دیکھنے کو یہ ملا، کہ آپ چھوٹے سے چھوٹے ساتھی کو بھی نظر انداز نہ کرتے تھے یہ محسوس ہوتا تھا کہ آپ کی پوری زندگی دینِ متین کی حفاظت اور قوم وملک وملت کی فکر کے لیے وقف تھی جس طرح اللہ نے فکرودعوت کے میدان میں بھی حضرت علیہ الرحمۃ سے بہت کام لیا، اسی طرح تصوف وسلوک تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن کے میدان میں بھی حضرت علیہ الرحمۃ کو قافلہ کے سالار کی حیثیت عطا فرمائی، اور میں حضرت کی تعریف

اس لیے نہیں کرنا چاہتا کہ اس میں خود میری تعریف ہے لیکن میں اس میں اتنا ضرور کہہ دینا چاہتا ہوں کہ حضرت اپنے دور میں تصوف کے امام تھے۔ دنیا کے مختلف ملکوں میں لاکھوں افراد سلسلۂ چشتیہ، امدادیہ، رشیدیہ میں داخل ہوئے اور ان کی زندگی میں نمایاں تبدیلی ظاہر ہوئی بیعت کے وقت حضرت علیہ الرحمۃ جو کلمات کہلاتے تھے اس میں ایک عہد و پیمان ہوتا تھا اسی طرح اس میں ایک دعوۃ و پیغام بھی ہوتا تھا وہ الفاظ بے کم وکاست یہاں پر نقل کئے جاتے ہیں سب سے پہلے حضرت بالعموم یہ خطبہ دیتے۔

الحمدللّٰہ نحمدہ، و نستعینہ، ونستغفرہ، ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ، ومن یضللہ فلاھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ، لاشریک لہ، ونشھد ان سیّدنا و مولانا محمداً عبدہ، ورسولہ وصلی اللّٰہ علیہ وآلہ وصَحْبِہٖ وبارک وسلم: یآیھاالذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون، ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ یداللّٰہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفیٰ بما عاھد علیہ اللّٰہ فسیؤتیہ اجراً عظیما.

کہیے! **اشھد ان لاالٰہ الااللّٰہ وحدہ، لاشریک لہ، واشھد انَّ سیّدنا و مولانا محمداً عبدہ، ورسولہ**۔

گواہی دیتا ہوں میں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی عبادت کئے جانے کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں میں کہ ہمارے سردار اور ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں ایمان لایا میں اللہ پر جیسا کہ وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے۔ اور کوئی اس کا ساجھی نہیں اور ایمان لایا میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اس کے سچے رسول ہیں، اور جو کچھ انھوں نے فرمایا وہ حق ہے اور ایمان لایا میں اللہ کے سب رسولوں پر اور اس کے سب فرشتوں پر اور اس کی سب کتابوں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر داخل ہوا میں دین اسلام میں سچے دل سے بَری اور بیزار ہوں میں سب دینوں سے سوائے دین اسلام کے، بیعت کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بالواسطہ ان کے خلفاؤں کے۔ عہد کرتا ہوں کہ شرک نہیں کروں گا کفر نہ کروں گا کسی پر بہتان نہ باندھوں گا جہاں تک ہو سکے گا خدا اور رسول کی ہمیشہ ہمیشہ اطاعت اور فرمانبرداری کرتا رہوں گا اپنی طاقت بھر گناہوں سے بچتا رہوں گا اور اگر کبھی کوئی گناہ ہو بھی گیا تو بہت جلد توبہ کرلوں گا توبہ کرتا ہوں میں سب گناہوں سے خواہ اگلے ہوں یا پچھلے، چھوٹے ہوں یا بڑے، ظاہر ہوں یا باطن جن کو میں جانتا ہوں اور جن کو میں نہیں جانتا ہوں یااللہ تو سب کچھ جانتا ہے سب کچھ سنتا ہے سب کچھ دیکھتا ہے تجھ سے کچھ چھپا نہیں ہے تو گناہوں کو بہت معاف کرنے والا ہے اور رحیم ہے اور تو بار بار توبہ قبول کرنے والا ہے اور کریم ہے توبہ قبول فرما اور میرے گناہوں کو بخش دے، بیعت کی میں نے اسعد کی ہاتھوں پر طریقۂ چشتیہ صابریہ، طریقۂ چشتیہ نظامیہ، اور طریقۂ نقشبندیہ اور طریقۂ قادریہ اور طریقۂ سہروردیہ میں اے اللہ میری بیعت کو قبول فرما اور مجھ کو ان بزرگوں کے طفیل میں اپنی سچی محبت اور کامل ایمان نصیب فرما، اور میرا خاتمہ ایمان پر فرما، اور آخرت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور آپ کی شفاعت اور جنت نصیب فرما اس کے بعد دُعا ہوتی تھی۔

مختصر نصیحتیں

سب سے پہلے عقیدۂ توحید پر تصلب کے ساتھ چلنا، دوسرے اتباع سنت کا اہتمام، تیسرے منکرات سے احتراز، چوتھی چیز تسبیحات سے متعلق ہوتی جس میں دو تسبیح درود شریف کی دو تسبیح تیسرے کلمہ کی اور دو تسبیح استغفار کی، تسبیح کا خاص طور سے وِرد رکھنا حضرت کی تمام نصیحتیں بالکل مسلم اور انوکھی ہوتیں قوم کے بدترین شخص کی طرف بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی توجہ مبذول فرمائی اور گفتگو بھی خاص توجہ سے فرماتے تھے، جس کی وجہ سے اتنی خصوصیت سے اللہ کے رسول اس پر خاص توجہ فرما رہے ہیں۔ خیال ہوتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ طبعاً فحش گو تھے نہ بہ تکلف فحش فرماتے اور نہ بازاروں میں چلاّ کر (خلاف وقار) باتیں کرتے برائی کا بدلہ برائی ہی سے نہیں بلکہ بھلائی سے دیتے تھے بلکہ معاف فرمادیتے تھے اور اس کا ذکر بھی نہ فرماتے تھے آپ ہمیشہ خندہ پیشانی اور خوش خلقی کے ساتھ متصف رہتے تھے چہرۂ انور پر بشاشت اور تبسم کا اثر نمایاں رہتا تھا آپ نرم مزاج تھے کبھی کسی بات میں لوگوں کو آپ کی موافقت کی ضرورت ہوتی تھی اور آپ سہولت سے موافق ہوجاتے تھے نہ آپ سخت گو تھے اور نہ سخت دل نہ عیب گیر کہ دوسروں کے عیب پکڑیں نہ کسی کی مذمت فرماتے تھے۔ نہ کسی کو عیب لگاتے تھے تھے نہ کسی کے عیب تلاش فرماتے تھے۔ جن لوگوں کا حضرت مولانا سے ربط و تعلق رہا اور ملنا جلنا رہا ہے وہ یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے حضرت مولانا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام اوصاف حسنہ اور صفات حمیدہ کو ایسا اپنا لیا تھا کہ وہ اسوۂ نبوی کی عملی تفسیر بن گئے تھے ہر ایک کے لیے خیر خواہی حضرت کے مزاج میں داخل تھی ہر آنے والے سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے اور اس کی تواضع فرماتے چھوٹوں کے ساتھ بھی وہ اخلاق برتتے کہ بعض مرتبہ خوش گمانی ہونے لگتی اگر کوئی بدخواہ بھی ہوتا تو اس کے ساتھ بھی بہتر سے بہتر معاملہ فرماتے وہ لوگ جنھوں نے بدکلامی کی یا ہمیشہ تنقید ہی ان کا وطیرہ رہا۔ ان کے ساتھ بھی حسن سلوک فرماتے رہے۔ ابتدائی دور کے تعلق والوں کا خاص طور پر لحاظ فرماتے رہے ان میں سے کوئی بدگمان بھی ہوا تو حضرت کے تعلق میں کوئی فرق نہیں آیا اسی طرح بلکہ کچھ بڑھ کر ہی اس کے ساتھ معاملہ کرتے رہے خود بھی ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے اور اس کے عدم التفات کو بھی درگذر فرماتے۔ اللہ رب العزت حضرت علیہ الرحمہ کی قبر کو نور سے بھر دے اور ہم خدام جمعیۃ کو اتحاد و اتفاق کے ساتھ ان کے چھوڑے ہوئے ادھورے کاموں کی تکمیل میں لگادے۔

○○

بیعت وارشاد میں شیخ الاسلامؒ کے حقیقی جانشین تھے مولانا مدنیؒ

ڈاکٹر منور حسن کمال

بعض شخصیتیں سماج کی اصلاح کیلئے پیدا ہوتی ہیں اور بعض شخصیتیں پیدا ہونے کے بعد اپنے اندر وہ ہمہ گیر خصوصیات پیدا کر لیتی ہیں کہ جیسے انھیں ملک وقوم کی خدمت کے لیے ہی پیدا کیا گیا ہو۔ فدائے ملت مولانا سیّد اسعد مدنی کی ذات مذکورہ بالا دونوں خصوصیتوں سے متصف تھی۔ اپنے والد محترم مولانا سیّد حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی نسبت سے وہ سماج اور ملک وقوم کی اصلاح کیلئے پیدا ہوئے اور پھر محض اپنی سمجھ بوجھ اور ذہنی صلاحیتوں سے ملک وخدمت کیلئے انھوں نے خود کو وقف کر لیا۔ وہ حقیقی معنوں میں خلیفۃ الخلفا تھے۔ انسان اور جانور دونوں میں یہ وصف پایا جاتا ہے کہ جب ان پر کسی کام کے لیے دباؤ پڑتا ہے تو ان کی فطری صلاحیتیں اُبھر کر آتی ہیں۔ مثلاً کوئی شخص انتہائی زخمی حالات میں کہیں پڑا ہو، نہ اس میں چل پھرنے کی صلاحیت ہو اور نہ اُٹھ سکنے کی، کوئی کہے تو جواب دے کہ ہلا ڈُلا بھی نہیں جا رہا ہے، لیکن اگر اس اثنا میں اسے یہ احساس ہو جائے کہ شیر آرہا ہے جو آکر فوراً اسے چیر پھاڑ ڈالے گا تو وہ اپنی تمام کھوئی ہوئی یا منتشر طاقتوں کو یکجا کر کے نہ صرف اُٹھ کھڑا ہوگا بلکہ بھاگنے کی کوشش بھی کرے گا، چاہے وہ بار بار گرے۔

مولانا سیّد اسعد مدنی کی ذات گرامی جہاں بہت سی خصوصیات سے متصف تھی، وہیں ان میں یہ وصف بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ جب بھی ان پر دباؤ پڑا ان کی فطری صلاحیتیں اُبھر آئیں اور انھوں نے بادِ مخالف کے جھونکوں کو نہ صرف برداشت کیا بلکہ اس کے پائیدار حل کے لیے بھی انھوں نے اپنی سی کوششیں کیں۔ ان کے کسی فعل پر جب بھی کوئی اعتراض کیا گیا انھوں نے شافی جواب دیا۔ آٹھویں دہائی کے آغاز میں فسادات پر جب ان سے سوال کیا گیا: آپ نہ کوئی تحریک چلا رہے ہیں اور نہ خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر رہے ہیں۔ مولانا نے نہایت سلجھے ہوئے انداز میں کہا: میں یہ سمجھتا تھا اور آج بھی سمجھتا ہوں کہ جنتا حکومت ملک کے لیے بدترین خطرہ تھی، ناسور تھا اور آج تک (۱۹۸۰ء) اس کا چھوڑا ہوا زہر ملک کی جڑوں میں بربادی اور فساد لا رہا ہے، اس کے بعد انھوں نے بڑے بلیغ اور مدبرانہ انداز میں اس وقت کے حالات کے اعتبار سے بعض مسائل اُٹھائے اور ان کا شافی جواب چاہا۔ حالات کو نارمل بنانے کے سوال پر انھوں نے کہا: جمعیۃ علماء کی ورکنگ کمیٹی کے دو اجلاس ہو چکے ہیں۔ ان صوبوں کے معاملے میں انھوں نے وزیر اعظم، وزیر داخلہ اور دوسرے وزیروں سے ملنے کی بات دہرائی اور کتنی مرتبہ وہاں گئے، نیز کیا حالات تھے جن سے اس وقت ملت دوچار تھی۔ اس کا تذکرہ کیا۔ انھوں نے مراد آباد کا وزیر داخلہ کے ساتھ دورہ کیا۔ وزیر داخلہ کو ایک ایک گھر دِکھایا۔ مسجدوں میں پڑی ہوئی چیزیں دِکھائیں، وہ مفاد پرست لیڈروں کو بھی متنبہ کر دیا کرتے تھے۔

انھوں نے اس وقت کے یوپی کے وزیر اعلیٰ کی کھلے عام مذمت کی۔ انھوں نے متعدد مرتبہ پی اے سی کو توڑنے کی آواز اُٹھائی۔ اس میں ۳۳ فیصد مسلمانوں کو نمائندگی دینے کی بات کا اعادہ کیا۔ ان کی رائے تھی کہ اگر فساد ہوتے ہی ڈی ایم اور ایس پی کو معطل کر دیا جائے تو ملک میں فساد ہونے بند ہو جائیں۔ مولانا اسعد مدنیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ نہیں تھے، شاید کچھ لوگ چونک پڑیں، لیکن حقیقت یہی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ مولانا حسین احمد مدنیؒ کے انتقال کے بعد ان کے خلفاء نے ان کی خدمات اور سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے یہ محسوس کیا کہ ان کی حقیقی جانشینی مولانا اسعد مدنیؒ ہی کر سکتے ہیں۔ اس لیے سب نے مل کر انھیں خلافت عطا کی اور بیعت وارشاد کے مسند پر فائز کیا۔ چنانچہ جہاں کہیں بھی مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خلفاء کا تذکرہ آتا ہے، وہیں مولانا اسعد مدنیؒ کا تذکرہ خلیفۃ الخلفاء کے تحت آتا ہے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خلفاء میں اپنے وقت کے اہم اور جید علماء رہے ہیں۔ معاشرے کی اصلاح پر ان کی گرفت تھی۔ اپنے علاقوں اور اپنے علاقوں سے نکل کر دوسرے خطہ وممالک میں بھی ان کی پکڑ تھی اور وہ سب اپنے وقت کے آفتاب وماہتاب تصور کیے جاتے تھے۔ ایسی صورت میں ان سب کا مل کر مولانا اسعد مدنیؒ کو بیعت وارشاد کے مسند پر فائز کرنا اور انھیں خرقۂ خلافت سے سرفراز کرنا مولانا اسعد مدنیؒ کی غیر معمولی صلاحیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انھوں نے تمام عمر علماء کے اس اعتماد کو نبھایا اور پوری خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے عظیم باپ (مولانا حسین احمد مدنیؒ) کی جانشینی کے فرائض انجام دیتے رہے، وہ مسلمانوں کی قیادت اس طرح کرتے رہے کہ پوری ملت ایک دھاگے میں پروئی نظر آئے۔ انھوں نے ہمیشہ ماحول کی ناسازگاری میں بڑے استقلال اور پامردی کا مظاہرہ کیا۔ کہیں بھی کچھ ہوجاتا وہ ایک غازی کی طرح پورے ملک کا دورہ کرتے۔ مسلمانوں کو جہاں بھی زک پہنچتی یا زک پہنچانے کے منصوبے بنائے جاتے وہاں پہنچنے کی ممکنہ کوششیں کرتے۔ ساتھ ہی برسر اقتدار حکومت سے اس سلسلے میں استفسار کیا جاتا۔ حتیٰ الامکان ان کے نقصانات کی تلافی کی کوششیں کی جاتیں۔ جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے انھیں ممکنہ امداد پہنچائی جاتی۔ الغرض ان کی خدمات کا یہ ایک معمولی نقشہ ہے جس پر وہ زندگی کی آخری سانس تک عمل پیرا رہے:

خدا رحمت کند ایں پاک طینت را

جامعہ عربیہ سراج العلوم راجیونگر (منڈولی) دہلی۔۹۳

زیر انتظام: **سازِ حراء ایجوکیشنل سوسائیٹی** (رجسٹرڈ)

جامعہ ہذا اپنے محل وقوع کے اعتبار سے ایک کوردہ اور پسماندہ علاقہ میں واقع ہے۔ جہاں غیر مسلموں کی کثیر تعداد رہتی ہے اور مختلف طریقوں سے نونہالان اسلام کو غیر اسلامی تعلیم وتربیت کے ذریعہ دین حق سے بیزار کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ جامعہ ہذا وقت کی نزاکت اور مستقبل کے خدشات کے پیش نظر خالص اسلامی ماحول میں اسلامی تعلیم وتربیت اور تہذیب سے آراستہ کرنے میں مصروف ہے۔ جس کے بہتر نتائج سامنے آرہے ہیں۔ حضرت اکابر علماء کرام وقراء عظام کی سرپرستی اور **سازِ حراء ایجوکیشنل سوسائیٹی** کی نگرانی میں ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ جامعہ سے ملحق ایک بڑی **مسجد** کی اشد ضرورت ہے جس کے لیے زمین کی خریداری بھی پیش نظر ہے۔ اب ارباب جود وکرم کی ذمہ داری ہے کہ وہ جامعہ ہذا کا بھرپور تعاون فرما کر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔

جامعہ ہذا باقاعدہ اپنے مطبوعہ دستور العمل کے ماتحت اور تمام تر نظم ونسق اسی دستور العمل کے تحت انجام پاتے ہیں۔ جامعہ ہذا حکومت ہند کے سوسائیٹیز رجسٹریشن ایکٹ ۱۸۶۰ر کے تحت رجسٹرڈ ضرور ہے لیکن حکومت کے کسی ادارہ یا بورڈ سے ملحق نہیں ہے۔ جامعہ ہذا کے لیے کوئی بھی مستقل آمدنی کا ذریعہ نہیں ہے، بلکہ اہل خیر حضرات اور عامۃ المسلمین کی امداد واعانت اور توکل علی اللہ پر ہی انحصار ہے۔

آئینہ جامعہ عربیہ سراج العلوم

- **سن قیام:** ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۹۹۵ء
- **بانی و مهتمم:** حافظ وقاری محمد فاروق جامعی
- **تعداد طلبہ مجموعی:** ۲۳۵
- **تعداد اساتذہ و ملازمین:** ۱۳

سالانہ مصارف تقریباً

۱۲رلاکھ روپے (علاوہ تعمیرات)

چیک یا ڈرافٹ پر صرف اتنا لکھیں:

جامعہ عربیہ سراج العلوم راجیونگر دہلی۔ ۹۳

Account No. 17703 jamia Co-Operative Bank, 152-A,
Sarai Jullena, Okhala Raod, New Delhi- 110025

قاری محمد فاروق جامعی مہتمم **جامعہ عربیہ سراج العلوم**، راجیونگر دہلی۔۹۳ **Ph: 011-22343635 Mob: 9811759209**

مدرسہ عربیہ قاسمیہ قدیم مصطفیٰ آباد گلی ۵-۶، دہلی-۹۴

khbar\Numbe
Photo\Madras
Qasmia
Mustafabad.ti
not found.

یہ ادارہ قدیم مصطفیٰ آباد کا ایک معیاری اور مثالی ادارہ ہے جو اللہ کے بے حساب فضل وکرم اور مخیّر مسلمانوں کی سرپرستی اور مخلص بہی خواہوں کے بے لوث تعاون اور دردمندان ملت کی گراں قدر ہمت افزائیوں اور بیش بہا مفید مشوروں سے کامیابی کے ساتھ اپنی تعلیمی عمر کا چودھواں سال پورا کر چکا ہے اور آئندہ نئی نسل کی دینی تعلیم وتربیت اور نونہالانِ اسلام میں تبلیغ دین اور حفاظت اسلام کے جذبات بیدار کرنے اور ان کی خفیہ صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے لیے قلت وسائل اور محدود ذرائع کے باوجود آپ کا یہ ادارہ عزم مصمم رکھتا ہے۔ مدرسہ نے اپنی اس مختصر عمر میں آپ کی توجہ اور مخلصانہ تعاون اور فضل خداوندی سے جو ترقی کی ہے اس کی مختصر سرگزشت یہ ہے کہ مدرسہ کی ملکیت میں آٹھ سو گز کا ایک پلاٹ ہے جس میں ایک عظیم الشان دو منزلہ کی مسجد تعمیر ہو چکی ہے۔ اسی طرح تین سو پچاس گز کا ایک پلاٹ ہے اس میں چند کمرے کچّے بنے ہوئے تھے۔ یہ پلاٹ نشیبی علاقہ میں واقع ہے اس لیے بار بار موسم برسات میں پانی کی کثرت سے اس کے کمرہ متاثر ہو کر بہت ہی بوسیدہ اور ناقابل استعمال ہو گئے اور ان میں بڑے بڑے شگاف پڑ گئے اس لیے بادل نخواستہ وہ کمرہ توڑ وانے پڑے اور ایک ماہر انجینئر سے مدرسہ کا چار منزلہ نقشہ تیار کرا کر قلت وسائل اور کثرت مصارف کے باوجود محض توکلاً علی اللہ تعمیری سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے اور مجبوراً طلبہ کا قیام اور تعلیم سب امور مسجد میں پورے ہو رہے ہیں اس سال مدرسہ میں ۷۰ ربیرونی طلبہ اور ڈھائی سو مقامی طلبہ زیر تعلیم رہے اور مقامی اور بیرونی طلبہ کی ایک تعداد کو بادل نخواستہ واپس کر دیا گیا اس وقت مدرسہ میں ۷ رمدرسین ایک باورچی ایک مہتمم نہایت ہوش ربا گرانی میں معمولی مشاہروں پر دین کی ٹھوس خدمات انجام دینے میں ہمہ تن مشغول ہیں اور پوری بشاشت وبصیرت کے ساتھ قوم وملت اور دین کی خدمات کو باحسن وجوہ انجام دے رہے ہیں۔

سبھی دردمندانِ ملت سے گزارش ہے کہ مدرسہ کی تعمیر میں فراخدلی کے ساتھ حصہ لیں۔

مدرسہ کا سالانہ خرچ مع تعمیر کے: ۱۱۴۹۷۷۴

Mob: 0-9312144290. Ph: 011-22859587

الدعاء الی الخیر

احسان اللہ غفرلہٗ (خادم)

مدرسہ عربیہ قاسمیہ قدیم مصطفیٰ آباد گلی ۵-۶ دہلی-۹۴

آبِ زر سے لکھی جائیں گی مولانا مدنیؒ کی خدمات

شبیر شاد، سہارنپور

مسجد رشید دیوبند میں ایک تعزیتی اجلاس میں مقررین نے بجا طور پر یہ اظہارِ خیال کیا کہ مدارس اسلامیہ کی پاسبانی، مسلم معاشرہ کی اصلاح، فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام یکساں سول کوڈ کی مخالفت اور فرق باطلہ کی بیخ کنی کے لیے جو زریں خدمات مولانا سیّد اسعد مدنیؒ نے انجام دی ہیں وہ تاریخ میں آب زر سے لکھی جائیں گی۔ اجلاس کی صدارت دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا مرغوب الرحمٰن نے کی اور نظامت قاری سیّد محمد عثمان نے کی۔ تعزیتی اجلاس کا آغاز قاری شفیق احمد کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اجلاس میں ناظم تعلیم مولانا ارشد مدنی نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ مولانا اسعد مدنی کی رحلت امت مسلمہ کے لیے بڑا حادثہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ ان کی رحلت سے دارالعلوم دیوبند اپنے ایک محسن سے محروم ہوگیا ہے۔ مولانا ارشد مدنی نے کہا کہ وہ بدترین اور مشکل ترین حالات میں بھی امت مسلمہ کی کشتی کو چلانے کی قوت اور صلاحیت رکھتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ مسلک دارالعلوم کا محافظ اس دنیا سے رخصت ہوگیا ہمیں دُعا کرنی چاہیے کہ خدا دارالعلوم کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔

مہتمم مولانا مرغوب الرحمٰن نے مولانا اسعد مدنی کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے ان دنوں کی یاد تازہ کرائی جب مدرسہ تقسیم ہوا اور مدرسہ کو ملنے والا چندہ بند ہوگیا تو اکیلے مولانا اسعد مدنی نے اپنی ذاتی کوششوں سے پہلے سال کے اخراجات کا انتظام کرا دیا۔ مولانا مرغوب الرحمٰن نے بتایا کہ وہ مدرسہ کے ساتھ ساتھ طلبائے عزیز کے لیے بہت فکر مند رہتے تھے۔ طلباء کے اخراجات کے لیے مخصوص ۳؍لاکھ روپیہ بڑھا کر مجلس شوریٰ میں ۸ لاکھ روپیہ کرانے کا سہرا انھی کے سر جاتا ہے اس کے علاوہ ناغہ نہ کرنے والے طالب علم کو دوسو روپیہ انعام دیا جاتا تھا۔ آخری مجلس شوریٰ میں انھوں نے تجویز رکھی کہ ناغہ نہ کرنے والے طالب علم کو پانچ سو روپیہ دیا جائے چنانچہ شوریٰ نے انعام کی رقم بڑھانے کی تجویز پاس کی۔ تحفظ ختم نبوت کا شعبہ قائم کرانے کی پہل بھی مولانا اسعد مدنی نے کی۔

مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی نے رقت آمیز لہجہ میں تقریر شروع کرتے ہوئے کہا کہ میں انتہائی کمزور واقع ہوا ہوں اس حادثہ کو برداشت کرنے کی قوت مجھ میں نہیں ہے انھوں نے کہا کہ مولانا اسعد مدنی جیسی ہمہ گیت شخصیت کم ہوتی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ جو حضرات ان کے بہت قریب تھے وہ بھی ان کی عظمتوں کا اندازہ پوری طرح نہیں لگا پائے اسلام کی بقا اور اس کے استحکام کی کوششوں کے لیے وہ ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے وہ زندگی کے ہر شعبہ پر گہری نظر رکھتے تھے ہزاروں مدارس ان کی سرپرستی میں تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں مولانا حبیب الرحمٰن نے کہا کہ وہ مسلمانوں کے مسائل پر فکر مند رہنے کے ساتھ ان کے سدّ باب کے لیے جیسی ضرورت محسوس کرتے ویسے کام کرتے۔ دیوبند مسلک کے فروغ کے لیے اور قادیانیت کے فتنہ کو ختم کرنے کے لیے جو کارہائے نمایاں مولانا نے انجام دیئے وہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ لوگ ان پر سیاسی اور کانگریسی ہونے کی پھبتیاں کستے مگر وہ اپنے اثر ورسوخ کا استعمال کرتے ہوئے مصیبت زدہ مسلمانوں کی امداد کرتے۔ مولانا حبیب الرحمٰن نے کہا کہ جب مدارس کے خلاف آواز اُٹھنا شروع ہوئی تو انھوں نے بہ بانگ دہل اس کی مذمت کی اور چیلنج کیا کہ مدارس میں ایسا کوئی کام نہیں کیا جاتا جس کے لیے مسلمان شرمندہ ہوں۔

مفتی سعید نے مولانا اسعد مدنی کو خدا کا برگزیدہ بندہ بتاتے ہوئے کہا کہ وہ ہمیشہ اپنے بڑوں کا احترام کرتے تھے جب اپنے کسی اُستاد سے ملتے تو ادنیٰ سے شاگرد کی حیثیت سے پیش آتے باطل سے کبھی سمجھوتہ نہیں کرتے تھے وہ قادیانیت کے خلاف کھل کر میدان میں آئے اور کسی کی پرواہ نہیں کی۔ مولانا کے اندر خطرے کو بھانپنے کی بھرپور صلاحیت تھی وہ اتنے باہیبت شخص تھے کہ اگر سارے لوگ ان کے خلاف ہوجائیں تب بھی ان کے نیک ارادوں میں کمی نہیں آتی تھی آج ان کے کاموں کی نگرانی کا بوجھ دارالعلوم کے بہی خواہوں پر ہے خدا اس کو پورا کرنے کی قوت اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

مولانا عبدالحق نے مولانا کے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جہاں بھی باطل نے سر اٹھایا وہاں سینہ سپر ہوکر انھوں نے مقابلہ کیا۔ مولانا نعمت اللہ نے کہا کہ مولانا اسعد مدنی قوت عمل کے معاملہ میں بھی شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کے نقش قدم پر چلتے تھے یہ بات انھیں اپنے معاصرین میں ممتاز رکھتی تھی۔ تدبّر اور فہم کے ساتھ آنے والے حالات پر نظر رکھتے تھے۔ حسن تدبیر کا یہ عالم تھا کہ جو کام جس شخص کے بس کا ہوتا اس کو اس کام کے لیے منتخب کرتے تھے۔

ریاستی وزیر سنجے گرگ نے مولانا کے انتقال کو ملت اور ملک دونوں کے لیے نقصان سے تعبیر کرتے ہوئے کہا کہ وہ دین اور دنیاوی تہذیب کا نمونہ تھے مجھے ان سے ملاقات کا شرف اپنے تایا مجاہد آزادی بابو پریم ناتھ گرگ

کے ساتھ حاصل ہوا جب برطانیہ سرکار منافرت پھیلا رہی تھی تو دارالعلوم اور علمائے دیوبند قومی یکجہتی کے لیے کوشش کررہے تھے۔ ملک کو آزاد کرانے کا خواب سب سے پہلے علمائے دیوبند نے دیکھا تھا انھوں نے مدارس کا جال پھیلایا جو آنے والی نسلوں کی نشو ونما میں اہم کردار نبھار ہے ہیں۔انھوں نے مولانا کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ۱۸۵۷ء کے بعد آزادی کی پہلی آواز دیوبند کے علمائے کرام نے اٹھائی تھی شیخ الہند مولانا محمود نے ریشمی رومال تحریک شروع کر کے انگریزوں کی نیندیں حرام کردی تھیں انھوں نے اُترپردیش سرکار کی جانب سے بھی مولانا کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔

قائم مقام مہتمم مولانا غلام رسول خاموش نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ان کی زندگی قابل رشک اور موت ناقابل تلافی نقصان ہے۔انھوں نے زندگی کو صحیح طریقے سے گذارتے ہوئے زندگی کا حق ادا کیا اور دنیا میں اپنی زندگی مسافرانہ گذاری اللہ نے جس مقصد کے لیے پیدا کیا تھا اس کا خاص خیال رکھا حضرت نے جوانی اور بڑھاپے دونوں کو ملک وملت کے لیے لگایا۔ وہ دنیا کو آرام کی نہیں عمل کی زندگی مانتے تھے ان کے اندر امت کا درد اور غم بھرا پڑا تھا انھوں نے کہا کہ مولانا کی محنتوں کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے ہمیں شہر اور گاؤں جگہ جگہ جانے سے پتہ چلتا ہے۔رمضان المبارک میں تمام ضروری کاموں کو ایک طرف کرتے ہوئے اعتکاف کا اہتمام کرنا فسادات میں متاثرین کو امداد پہنچانا بے گھر ہوجانے والوں کو آباد کرنا ان کا معمول بن گیا تھا۔

اجلاس کے اختتام پر مولانا سلمان بجنوری نے دارالعلوم کی جانب سے تعزیتی قرارداد پیش کرتے ہوئے کہا کہ رکن شوریٰ جمعیۃ العلماء ہند کے صدر مولانا اسعد مدنی کی وفات پر یہ اجلاس انتہائی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے مرحوم کا سانحہ ارتحال، موت العالم موت العالم کا حقیقی مصداق ہے۔ اس سے جو زبردست خلا پیدا ہوگیا ہے اس کا پر ہونا بے حد مشکل ہے۔ان کا انتقال پر ملال دیوبند دارالعلوم جمعیۃ علماء ہند اور مسلمانان ہند ہی نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا زبردست نقصان ہے۔مولانا اسعد مدنی خلوص وللّٰہیت روحانیت و عزیمت اور حق وصداقت کا پیکر جمیل تھے ان کی زندگی ملت اسلامیہ کے لیے ایک شجر سایہ دار کی حیثیت رکھتی تھی جس کا ہمہ جہت فیض مسلمانان عالم کے لیے نصف صدی سے جاری تھا۔ان کی ہمہ جہتی قیادت سے ملت کو ہر میدان میں فائدہ پہنچا ملت کے سیاسی مسائل ہوں یا مذہبی اقتصادی مشکلات ہوں یا تعلیمی ہر شعبے میں وہ ایک دیدہ ور اور دور اندیش رہنما کا کردار ادا کرتے تھے اور اپنی مخلصانہ جدوجہد سے معاملات کو پایہ تکمیل تک پہنچاتے تھے قوم ہر نازک موقع پر رہنمائی کے لیے ان کی طرف دیکھتی اور وہ دستگیری فرما کر مردہ قلوب میں نئی روح پھونک دیتے تھے۔

ملت اسلامیہ کے اس میر کارواں کو خالق کائنات نے ذہانت، تدبر، دوراندیشی، اصابت رائے، بروقت صحیح فیصلہ کی صلاحیت اور پہاڑوں جیسا عزم وحوصلہ عطا فرمایا تھا، اپنے ان اوصاف حمیدہ کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے سب سے عظیم رہنما اور ہند میں سرمایۂ ملت کے نگہبان کی حیثیت اختیار کر گئے تھے۔

جمعیۃ علماء ہند جیسی عظیم اور تابناک تاریخ کی حامل جماعت کو انھوں نے اکابر کے نہج پر رہتے ہوئے حالات زمانہ کے تحت نئی سمت عطا کی، اس کو مسلمانان ہند کی نمائندہ جماعت کے مقام پر باقی رکھا اور اس کے پلیٹ فارم سے ملّت کی ہمہ جہت خدمات انجام دیں۔ملت اسلامیہ کے اس بے باک قائد نے سیاسی حلقوں اور ایوانِ حکومت میں بھی ملت کی جرأت مندانہ اور بے باک نمائندگی سے ایک تاریخ رقم کی اور ملت کے لیے فتنوں کے مقابلے میں ڈھال کا کام کیا۔اسی کے ساتھ دارالعلوم دیوبند اور مسلک دیوبند کے لیے ان کی خدمات نہایت وقیع ہیں۔دارالعلوم نے گذشتہ سالوں میں تعلیمی اور تعمیری اعتبار سے جو حیرت انگیز ترقی کی ہے اور مختلف میدانوں میں دارالعلوم کی خدمات میں جو وسعت آئی ہے اس میں حضرت مرحوم کی مساعی کا بڑا دخل ہے۔انھوں نے ہر مشکل اور نازک گھڑی میں خدام دارالعلوم کی رہنمائی فرمائی اور ہر موقع پر دارالعلوم کے لیے سینہ سپر رہے۔ان کی ذات مبارک سے خدام دارالعلوم کو بڑی تقویت حاصل ہوتی تھی آج دارالعلوم کا یہ عظیم معمار ہم سے جدا ہو چکا ہے۔اس موقع پر صبر ورضاء کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

یہ جان کر مولانا اسعد مدنیؒ کے اہل خاندان کو حیرت ہوئی کہ ایک برگزیدہ شخصیت مولانا حسین احمد مدنی کے برابر میں ایک مصنوعی قبر کی مدتوں سے دیکھ بھال کرارہے تھے۔ ہوا یوں کہ جیسے ہی امیر الہند مولانا اسعد مدنیؒ کے انتقال کی خبر دیوبند پہنچی تو قبر کی جگہ طے کرنے کے لیے کئی لوگ قبرستان پہنچے۔ کچھ دیر بعد شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کے مزار کے برابر میں بنی قبر کو ہٹایا جانے لگا تو کچھ لوگوں نے یہ کہہ کر اعتراض کیا کہ کسی کی قبر کو گرانا ٹھیک نہیں ہے۔اس پر قبرستان کے چوکیدار نے بتایا کہ جو قبر گرائی یا ہٹائی جارہی ہے وہ مصنوعی قبر ہے جس کی دیکھ بھال کے لیے شیخ الاسلام کے خلیفہ مولانا محمود احمد ۱۲۰ روپیہ ماہوار دیتے تھے۔ جب چوکیدار کی بات پر لوگوں کو تسلی نہ ہوئی تو مولانا محمود احمد نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا کہ یہ جگہ بہت پہلے سے محفوظ تھی اور اسی لیے وہاں پر قبر کی شکل دے دی گئی تھی تاکہ وقت ضرورت کام آسکے۔اس کے بعد قبر کی تیاری شروع کی گئی تدفین فجر کی نماز کے فوراً بعد طے ہوئی تھی مگر جمِ غفیر کی وجہ سے تدفین ۹ بجے عمل میں آئی۔کئی روز گذر جانے کے بعد بھی مولانا اسعد مدنیؒ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے والوں کا سلسلہ لگاتار جاری ہے۔

جمعیۃ علماء کے ایک عہد کا خاتمہ

محفوظ عالم

اگر ایک جملہ میں مرحوم مولانا اسعد مدنی کے انتقال پر اپنی رائے ظاہر کی جائے تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان کی موت سے جمعیۃ علماء ہند کے ایک دور کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ جمعیۃ علماء اور اسعد مدنیؒ حالانکہ دو الگ الگ نام تھے لیکن محسوس یہ ہوتا تھا کہ دونوں نام کسی ایک ہی شخص یا جماعت کے ہیں۔ بلاشبہ انھوں نے خود کو جمعیۃ علماء جیسی تنظیم میں اس طرح سمو دیا تھا کی دونوں کو الگ الگ کر کے دیکھنا ممکن ہی نہیں رہ گیا تھا۔ حالانکہ مختلف خیالات ونظریات کے حامل لوگ اس صورت حال پر مختلف آراء رکھتے تھے لیکن یہ حقیقت ہے کہ دوست ہو یا دشمن سبھی اس بات پر متفق تھے کہ دونوں ناموں سے کسی ایک ہی چیز، شخص یا تنظیم کا تصور ابھرتا ہے۔ مولانا اسعد مدنی حالانکہ آج ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن یہ یقین نہیں ہوتا کہ اس متصور تنظیم کا ایک حصّہ اس سے جدا ہو گیا ہے اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ایک حصّہ جدا ہو گیا ہے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ دوسرا حصّہ بھی صحیح سلامت نہیں رہا اور وہ بھی کمزور ہو گیا ہے۔

مولانا اسعد مدنی مولانا حسین احمد مدنی مرحوم کے فرزند تھے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ مجاہد آزادی بھی تھے اور ایک بلند مرتبہ، عالم، مفکر اور روحانی رہنما بھی۔ جمعیۃ علماء کے قیام میں ان کا بہت اہم رول تھا۔ جمعیۃ علماء ہندستان کی واحد ایسی تنظیم ہے جس کے ۵۷ ہزار علماء نے آزادی کے حصول کی خاطر اپنی جانیں قربان کیں۔ ۵۷ ہزار کی تعداد کم نہیں ہوتی۔ کسی ایک قوم اور کسی ایک تنظیم سے جڑے ہوئے لوگ اتنی بڑی تعداد میں پھانسی پر چڑھ جائیں؟ دنیا کی تاریخ میں شاید ایسی دوسری مثال نہیں ملے گی۔ اس دور میں جو پھانسی پر نہیں چڑھے انھوں نے بھی کچھ کم قربانیاں نہیں دیں۔ ان کی پوری زندگی جس طور سے گزری وہ کسی پھانسی سے کم نہیں تھی، مولانا حسین احمد مدنیؒ ان علماء میں شامل تھے جنھوں نے ملک کو آزاد کرانے کے لیے اپنا سکون و چین سب کچھ لٹا دیا تھا اور 'ون نیشن تھیوری' کو حقیقی شکل دینے کے لیے اپنے کئی دوست و احباب اور رشتہ داروں کی بھی جدائی برداشت کی۔ مولانا اسعد مدنی نے سب کچھ نہیں تو بہت کچھ اپنی آنکھوں سے ضرور دیکھا تھا۔ وہ ۱۹۲۸ء کو دیوبند میں پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں ہی کافی باشعور ہو گئے تھے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۷ء تک کی نو سال کی مدت میں انھوں نے جدوجہد آزادی کے ایک ایک ہنگامہ کو بغور دیکھا اور محسوس بھی کیا۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ جب خاندان کے بڑے اگر کسی بڑے مقصد کے لیے قربانی دیں تو اس گھر کے چھوٹے بھی متاثر ہوتے ہیں۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ نے وطن کے لیے جو قربانیاں دی تھیں، مولانا اسعد مدنی کو بھی ان کی خاطر کافی مشکلات کا سامنا ہوا ہوگا۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ کو شیخ الاسلام کہا جاتا تھا، ان کے تعلق سے یوں تو کئی واقعات مشہور ہیں مگر سب سے زیادہ متاثر کرنے والا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک زمانے میں ان کے گھر پر جب مہمانوں کا ہجوم رہتا تھا تو ایک شخص وہاں پہنچے اور کھانا کھا کر آرام کرنے لگے۔ رات کو ان کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی اور وہ سردی، بخار اور درد کی وجہ سے کراہنے لگے مگر کچھ دیر بعد نہ جانے انھیں کس طرح قرار آ گیا لیکن جب ان کی آنکھ کھلی تو اچانک محسوس کیا کہ کوئی ان کے ہاتھ پاؤں دبا رہا ہے۔ اٹھ کر بیٹھے تو دیکھا کہ شیخ الاسلام اپنے مہمان کی چارپائی کے پاس نیچے بیٹھ کر ان کے ہاتھ پاؤں دبا رہے ہیں۔

مولانا اسعد مدنی انھی شیخ الاسلام کے فرزند تھے۔ ظاہر ہے کہ ان میں بھی اسی طرح کی صفات اور خصوصیات پیدا ہوئیں اور انھوں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصّہ ملک وملت کی خدمت میں گزار دیا۔ مولانا اسعد مدنی ممبر پارلیمنٹ بھی رہے اور جب تک پارلیمنٹ کے ممبر رہے ملک اور خاص کر اقلیتوں کی آواز بن کر دہاڑتے رہے۔ مخالف سبھی کے ہوتے ہیں، لہٰذا ان کے بھی بہت سے مخالف تھے۔ لیکن نظریاتی اختلاف کے باوجود بھی ان کے بارے میں کسی نے بھی ایسا الزام نہیں لگایا جس طرح کے الزامات میں آج کل کے سیاست داں گھرے رہتے ہیں۔ شیخ الاسلام کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ وہ رمضان کا مقدس مہینہ ہمیشہ اعتکاف میں گزارتے اور پورے مہینے اعتکاف میں بیٹھتے اور ہر طرح کی دنیاداری چھوڑ کر صرف اور صرف اللہ سے لو لگاتے۔ اپنے والد کی طرح مولانا اسعد مدنی نے بھی اپنی پوری زندگی اس تسلسل کو برقرار رکھا۔ وہ اکثر غیر ملکی دورے پر رہتے تھے جہاں ان کے اور ان کے والد کے چاہنے والوں کی ایک بڑی تعداد ہے لیکن رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے ہی وہ اپنے ملک لوٹ آتے اور چاند رات کو ہی دیوبند کی مسجد میں ڈیرہ ڈال لیتے۔ ہمیشہ کی طرح یہاں بھی دور دور سے ان کے چاہنے والے آتے تھے اور ان کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے۔

مولانا اسعد مدنی کے عقیدت مندوں کے لیے ایک پیغام یہ ہے کہ مولانا مدنی نے اپنے والد سے دو مزید صفات وراثت میں پائیں۔ ایک نماز کی پابندی اور دوسرے گھر کی عورتوں کا پردہ۔ مدنی خاندان آج بھی پردہ کے لیے مشہور ہے۔ شیخ الاسلام کا دسترخوان ہر خاص و عام کے لیے بچھا رہتا تھا اور وہ خود بھی وہی کھاتے تھے جو ان کے مہمان اور چاہنے والوں کے دسترخوان پر ہوتا تھا۔ میں نے بھی اپنے بڑے بزرگوں سے سنا ہے کہ شیخ الاسلام مہمانوں کو بذات خود اپنے ہاتھوں سے کھانا اُٹھا اٹھا کر کھلایا کرتے تھے اور حضرت محمدؐ کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے مہمانوں کی دلجوئی کا بھرپور خیال رکھتے تھے۔ مولانا اسعد مدنی کو ایسے عظیم شخص کی اولاد ہونا نصیب ہوا تھا۔ یہی سبب ہے کہ ایک زمانہ ان کو ٹوٹ کر چاہتا تھا۔

مولانا اسعد مدنی ۹؍اگست ۱۹۶۳ء کو یعنی جب وہ پینتیس سال کے تھے، جمعیۃ علماء کے جنرل سکریٹری اور دس سال بعد یعنی ۱۹۷۳ء میں اس کے صدر منتخب ہوئے۔ وہ کانگریس ورکنگ کمیٹی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ، رابطہ عالم اسلامی اور آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ وغیرہ کے ممبر بھی رہے۔ آزادی کے بعد سے اپنی زندگی کے سرگرم ایام تک انھوں نے ہر فرقہ وارانہ افساد کی مذمت کی اور سخت رُخ اختیار کیا اور پارٹی لائن سے اوپر اُٹھ کر قیادت کو بھی تنبیہ کی۔ آسام میں نیلی کا قتل عام ہو یا ملک بھر میں بنگلہ دیشیوں کے نام پر اقلیتوں کو پریشان کرنے کا مسئلہ، بابری مسجد کی شہادت ہو یا ٹاڈا میں بند بے گناہوں کی حمایت انھوں نے ہر مسئلہ پر اپنی آواز بلند کی۔

پچھلے دنوں رمضان میں وہ کرسی سے گر گئے تھے اور اس کے بعد ان کو دل کا دورہ پڑا تھا اس کے بعد ان کی طبیعت سنبھل نہیں سکی اور رمضان کے بعد ان کو دہلی کے اپولو ہسپتال میں جب داخل کرایا گیا تو وہ کوما میں چلے گئے تھے۔ اسی وقت یہ احساس ہو گیا تھا کہ اب ملک وقوم کو ان کا سایہ زیادہ دنوں تک حاصل نہیں رہے گا لیکن اس کے باوجود بھی ان کی اولاد اور ان کے احباب نے ان کی بڑی خدمت کی۔ آخر تین ماہ تک ہسپتال میں رہنے کے بعد ایک دن خاموشی سے انھوں نے دم توڑ دیا۔ ان کے لیے ملک میں ہی نہیں بلکہ بیرون ملک میں بھی دُعائیں ہو رہی تھیں اور ان کے متعلقین ہمیشہ ان کی خیریت جاننے کے لیے بے تاب رہتے تھے۔ لیکن موت سے کون جیت سکا ہے، آخر کار انھوں نے موت کو گلے لگا لیا۔ ملک و بیرون ملک کے ان لوگوں کے لیے جو ان کی اہمیت کو جانتے تھے یہ خبر کسی حادثے سے کم نہیں ہے۔ شاید ایسی ہی شخصیت کے لیے کسی شاعر نے کہا تھا کہ:

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس

دہلی کی جامع مسجد کے شاہی امام سیّد احمد بخاری نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ مولانا مدنی ملک کی آزادی میں علماء کے سرگرم رول کی آخری علامتوں میں سے ایک تھے۔ اور شاید یہ کہنا حق بہ جانب ہوگا کہ جدوجہد آزادی، آزاد ہندستان اور یہاں ہونے والے منفی ومثبت ہنگاموں میں اپنی اور جمعیۃ علماء کی شان باقی رکھنے والی وہ آخری شخصیت تھے۔

○○

لٹ گیا سرمایۂ اسلامیاں

رو رہا ہے آج ہر پیر و جواں
لٹ گیا سرمایۂ اسلامیاں
گر گئی ہے آج برق بے اماں
جل گیا آخر ہمارا آشیاں
ہو نہ ہو، اپنا نشیمن جل گیا
صحن گلشن سے جو اُٹھتا ہے دھواں
کون سا چہرہ ہے وہ جس سے نہیں
آج دل کا درد و رنج وغم عیاں
چل دیا ہے کارواں کو چھوڑ کر
وہ مسلمانوں کا میر کارواں
تا قیامت روئیے سر پیٹیے
ہاں مگر اسعد سا رہبر اب کہاں
ہاں وہی اسعد ہمارا رہنما
ہاں وہی اسعد وطن والوں کی جاں
دُکھ اُٹھائے جس نے ملت کے لیے
جس نے بہر ملک جھیلیں سختیاں
'غیر' جس کے خون کے پیاسے رہے
جس نے 'اپنوں' سے بھی کھائیں گالیاں
رو رہے ہیں اس کو اب قلب وجگر
رو رہی ہے اس کو چشم خوں فشاں
ہو نہیں سکتی تلافی عمر بھر
ہے یہ ایسا ملک و ملت کا زیاں
روح کو حافظؔ ملے اس کی قرار
ہوں خدا کی رحمتیں اس پر نثار

قاری محمد اسحاق حافظ سہارنپوری

مشرقی ہند کی ریاست

منی پور میں حضرت فدائے ملتؒ کے اسفار اور فرقِ باطلہ کا تعاقب

مولانا سراج احمد قاسمی منی پوری

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے ساتھ ۱۹۵۵ء میں پہلی مرتبہ بحیثیت خادم منی پور تشریف لائے تھے۔اس کے بعد صدر جمعیۃ علماء ہند کی حیثیت سے ۱۹۸۹ء میں دوبارہ تشریف لائے تھے۔اس کے بعد تو ہر سال کم از کم ایک مرتبہ اور بعض سالوں میں دو دو مرتبہ بھی تشریف لاتے رہے اور جمعیۃ کے اغراض ومقاصد کو پورا کرنے کے لیے قریب و دور کے دشوار گزار راستوں کو طے کرتے ہوئے بار بار سفر فرمایا ہے۔منی پور کی شاید ہی کوئی مسلم آبادی ہوگی جہاں حضرت والا کا سفر نہ ہوا ہو، سردی، گرمی، بارش، کیچڑ، مچھر سب کچھ ہونے کے باوجود حضرتؒ نے اپنا کوئی پروگرام کینسل نہیں فرمایا۔

مسلسل سفر اور پروگرام کی وجہ سے حضرت کے ساتھ جانے والے خدام تھک جاتے تھے مگر حضرت کو اس کا کوئی احساس بھی نہیں۔بار بار پوچھتے رہے کہ اب کہاں جانا ہے؟ اگلا پروگرام کیا ہے؟

بعض دفعہ ایک ایک دن میں کئی کئی پروگرام ہوا کرتے تھے۔آپ کے بیانات کا موضوع عموماً توحید ورسالت سے متعلق ہوا کرتا تھا اور تقریباً ہر بیان کے آخر میں مکاتب ومدارس کی اہمیت اور ضرورت سے متعلق ترغیبی باتیں ہوتی تھیں اور عوام وخواص کو ان مدارس ومکاتب کے تعاون سے متعلق اپیل بھی فرماتے تھے۔

بیعت کرنے والوں کے اصرار پر بعض مرتبہ ایک ہی جگہ پر مردوں و عورتوں کی الگ الگ بیعت کا پروگرام ہوتا تھا جس میں گھنٹوں لگ جاتا تھا مگر حضرتؒ نہایت اطمینان کے ساتھ بیعت کے کلمات کہلواتے، توبہ کرواتے اور دین پر اخلاص کے ساتھ عمل پیرا ہونے کا عہد کرواتے، سینکڑوں مریدین کا پچھلا سبق سن کر اگلا سبق دینے کی غرض یہ ہے کہ تزکیۂ نفس کی باقاعدہ تعلیم دیتے تھے۔

حضرت منی پور کے اکثر مدارس عربیہ کے سالانہ جلسوں میں شرکت فرماتے تھے جس میں کبھی دستار بندی، کبھی تقسیم انعامات کا سلسلہ بہت دیر تک ہوا کرتا تھا مگر حضرت بشاشت کے ساتھ آخر تک شریک رہتے اور منتظمینِ مدرسہ اور طلبہ کو نیک مشوروں سے نوازتے تھے۔الغرض ہمارے اکابرین میں سے جس طرح حضرت مولانا مدنی صاحبؒ نے منی پور میں اسلام ومسلمانوں کے لیے قربانیاں پیش فرمایا ہے اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔حضرت کی ان قربانیوں کے نتیجہ میں اللہ پاک نے بہت کم عرصہ میں سنت وشریعت اور شعائر اسلام کے تحفظ کا ایسا انتظام فرمادیا ہے جس کا تصوّر بھی مشکل تھا۔نمونہ کے لیے اختصار کی وجہ سے دو ہی واقعہ نقل کرتا ہوں۔

امپھال شہر کے بیچوں بیچ واقع غنبول ندی کو خوبصورت بنانے کے لیے منی پور سرکار کے حکم سے ندی کے کنارے واقع تمام عمارتوں کو توڑ کر ندی کے کنارے نئی سڑک بنانے کا کام زوروں پر چل رہا تھا اور چند دنوں کے بعد ہی امپھال شہر کی جامع مسجد جو کہ اس ندی کے کنارے پر صدیوں سال سے آباد تھی توڑنے والے تھے۔منی پور کے مسلمان بہت پریشان تھے۔ایم ایل اے، ایم پی حضرات سے مشورہ لیا گیا اور اس حادثہ روکنے کے لیے کوشش کی گئی مگر تمام کوششیں ناکام ہوگئیں۔آخر کار جمعیۃ علماء منی پور کی طرف سے حضرت مولانا مدنیؒ کو صورتِ حال سے مطلع کردیا گیا پھر کیا دیر تھی۔حضرت کی کوششوں کے نتیجہ میں مرکزی حکومت کی طرف سے سی ایم منی پور کو آڈر ملا کہ مسجد کو نہ توڑا جائے۔چنانچہ منی پور سرکار نے اس پر عمل کیا۔الحمدللہ جامع مسجد کی عمارت توڑ پھوڑ سے بچ گئی۔جامع مسجد کے طفیل میں آس پاس کے ہندوؤں کے مکانات بھی بچ گئے جس سے وہ لوگ بھی بہت خوش ہوئے۔مقامی مسلمانوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور حضرت مدنیؒ کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔

منی پور کے محکمہ پولیس کے ملازم جناب فیروز خان صاحب (سی، او) کا واقعہ ہے کہ ایک بزرگ کی صحبت سے متاثر ہوکر انھوں نے داڑھی رکھنے کا ارادہ کرلیا۔چند دنوں میں ہی ان کی داڑھی اچھی خاصی لمبی ہوگئی۔اسے دیکھ کر ان کے افسر (ایس پی) صاحب نے پریشان کرنا شروع کردیا کہ فلاں تاریخ تک داڑھی منڈوادو ورنہ ہم تمھاری سروس ختم کردیں گے۔

ادھر جمعیۃ علماء منی پور کو اس ظلم وزیادتی کا علم ہوا، فوراً حضرت مدنیؒ کو مطلع کردیا اور گزارش کی گئی تھی کہ جلد سے جلد اس سلسلہ میں مناسب کارروائی فرمائیں۔چند دن ہی گزرنے پائے تھے کہ حضرت مدنیؒ نے ایوانِ بالا تک اس موضوع کو اٹھایا اور خوب زور ڈال کر بل پاس کروایا۔وہ زمانہ وی پی سنگھ

اور مفتی سعید کی وزارتِ عظمیٰ کا تھا۔ نہ صرف فیروز خان صاحب کا بلکہ پورے ہندستان کے مسلم پولیس اور فوج کے لیے قانون بن چکا تھا کہ اگر داڑھی رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے، اس میں رکاوٹ ڈالنے کا کسی کو حق نہیں۔ یہ حکم نامہ منی پور کے آئی، ڈی آئی جی اور سی ایم کے نام آ گیا، تب مجبور ہوکر اعلان کرنا پڑا کہ اب محکمہ پولیس اور فوج میں کام کرنے والا مسلمان اگر چاہے تو داڑھی رکھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج منی پوری مسلم پولیس اور فوج کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والے بہت سے حضرات کے چہروں پر داڑھی نظر آتی ہے اور یہ بھی ہم نے دیکھا ہے کہ جس نے بھی داڑھی رکھ لی ہے وہ نماز روزہ کا بھی پابند ہے۔

فرقہ باطلہ کا مقابلہ

قادیانیوں نے بہت ہوشیاری کے ساتھ منی پور کے انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں میں فتنہ قادیانیت پھیلانے کے لیے احمد احسن نام کے ایک شخص کو اپنا ایجنٹ بنالیا اور ان کے ذریعہ قادیانی عقائد کے مطابق انگریزی سے منی پوری میں قرآن مجید کا ترجمہ کرایا۔ بڑی رقم دے کر اسے چھپوایا اور لوگوں میں تقسیم کروانا شروع کیا۔ ''وفاتِ عیسیٰ'' کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی۔ بہت جلد انگریزی تعلیم یافتہ حضرات میں سے بہت سے لوگ اس فرقہ میں داخل ہوگئے۔ غریبوں کو بڑی بڑی رقم دینے کے وعدہ پر قادیانی بنالیا۔ ایسے حالات میں جمعیۃ علماء منی پور کے فعال علمائے کرام حرکت میں آ گئے۔ ان کی کتابوں پر پابندی لگائی اور جگہ جگہ اصلاحِ معاشرہ کے جلسوں کے ذریعہ اس فتنہ سے بچنے کے لیے مسلمانوں کو تاکید کرتے رہے۔ اُدھر قادیانیوں نے محکمہ فوجداری میں مقدمہ دائر کردیا اور نو علمائے کرام کا نام اس میں درج کردیا۔ ہر پندرہ دن کے بعد کورٹ میں حاضری دینا ایک آفت جیسی بن گئی۔ تقریباً چار سال تک مقدمہ چلتا رہا۔ اس دوران حضرت مدنی سے مشورہ لیتے رہے۔ آخرکار حضرتؒ کو جلال آ گیا۔ قادیانیوں کے گھر کے سامنے ہی حضرت کا بیان رکھنا طے ہوا جس میں حضرت نے علی الاعلان فرمایا کہ قادیانی کافر ہے، ان میں شادی بیاہ کرنا جائز نہیں۔ مسلمانوں جیسے سلوک کرنا جائز نہیں۔ حضرت کے اس بیان سے متاثر ہوکر بہت سے قادیانیوں نے توبہ کرلی۔ جنھوں نے توبہ نہیں کی وہ بھی خاموش ہوگئے اور چار سال بعد مقدمہ بھی خود ہی کینسل کردیا۔

فرقہ نقشبندیہ

پیری مریدی کے نام پر اپنے آپ کو نقشبندیہ کہنے والے جاہلوں کی ایک جماعت اُبھر کر آ گئی۔ اس جماعت میں چند دنیادار مولوی بھی شریک ہو چکے تھے۔ اس گمراہ جماعت کا عقیدہ تھا کہ ان کا گرو مفیض علی حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ اور بڑا ولی تھا۔ اس لیے جو کچھ وہ کر کے یا کہہ کے گیا ہے وہ ٹھیک ہے، کارِ ثواب ہے۔ اس جماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ کا ذکر سب سے بڑی عبادت ہے لہٰذا جو شخص ذکر کرتا ہو اس کے لیے نماز روزہ کی ضرورت نہیں وضو غسل کی ضرورت نہیں۔ ان کے یہاں سب سے اہم کام مرد و عورت کا اجتماعی طور پر بارہ تسبیح کی ضرب لگانا ہے۔ یہ لوگ قرآن کریم کی بہت سی آیاتوں کے بھی منکر ہیں۔ ان سب خرافات کے باوجود یہ لوگ اپنے آپ کو نقشبندیہ سلسلہ کے حق پرست جماعت سمجھتے تھے اس لیے جمعیۃ علماء منی پور کے ذمہ داروں نے اس فتنہ کو روکنے کی بہت کوشش فرمائی۔ مناظرے بھی ہوئے۔ ہر مناظرہ میں وہ لوگ ہار گئے مگر اشتہار لگاتے کہ ہم جیت گئے اور علمائے کرام بھاگ گئے۔ ان میں سے بہتوں کو مارا پیٹا پھر بھی باز نہیں آئے۔ آخرکار حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو اس فرقہ کی حالت بتائی اور دعاء کی درخواست کی گئی۔ اس کے بعد تو حضرت نے ہر مجمع اور ہر جلسہ میں اس فرقہ کے ردّ میں کچھ نہ کچھ فرمانا شروع کردیا۔ بعض دفعہ بڑے بڑے جلسوں میں سخت لہجے میں فرمایا۔ مفیض علی نام کا کوئی شخص حضرت شیخ الاسلامؒ کا خلیفہ نہیں ہے۔ یہ جھوٹا ہے۔ مفیض علی یا ان کے خلفاء سے بیعت کرنا حرام ہے۔ جو شخص نماز روزہ کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ حضرت مدنیؒ کے اس قسم کے بیانات کو سن کر اس فرقہ کے لوگوں میں سے بہتوں نے توبہ کرلی اور حضرت کے ہاتھوں پر بیعت کرلی۔ اس طرح اس فرقہ کا زوال آ گیا۔ الحمد للہ اب اس فرقہ کو کھل کر سامنے آنے کی ہمت نہیں۔ لوگ گوشۂ تنہائی میں چپ چاپ بیٹھنے پر توبہ کرنے پر مجبور ہوگئے۔

مدارس، مکاتب اور مساجد

منی پور کے مختلف قصبات اور دور دراز کے دیہاتوں میں حضرت کی توجہ اور خصوصی تشکیل سے سینکڑوں مکاتب و مدارس اور مساجد بن گئیں۔ ان میں سے بہت سے مکاتب، مدارس اور مساجد کا سنگِ بنیاد حضرت نے ہی رکھا ہے اور بعض مدرسوں کے حضرت سرپرست بھی تھے۔ دارالعلوم مرکز لیلونگ بھی حضرت ہی کی سرپرستی میں چل رہا تھا۔ جب بھی حضرت منی پور تشریف لاتے دارالعلوم میں ضرور قیام فرماتے۔ یہ دارالعلوم ہی کی خصوصیت نہیں تھی بلکہ منی پور کے تمام دینی اداروں میں حضرت تشریف لے جاتے اور کام کرنے والوں کی ہمت افزائی فرماتے رہے۔

قوت و ہمت

اللہ پاک نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو ایسی قوتِ ایمانی عطا فرمائی تھی کہ بڑے سے بڑے ظالم و جابر کے سامنے بھی ڈرنا یا دبنا آپ جانتے ہی نہ

تھے۔اس قسم کے ہزاروں واقعات ہیں، طوالت کے خوف سے صرف ایک واقعہ نقل کررہا ہوں۔

چند متعصب افراد کی شرانگیزی سے ۳؍مئی ۱۹۹۳ء کو منی پور میں اچانک ہندو مسلم فرقہ وارانہ فساد برپا ہوا جس میں ایک سو سے زائد مسلمانوں کی جانیں تلف ہوگئیں۔فساد زدہ علاقوں میں کرفیو نافذ کردیا گیا مگر کرفیو کے دوران بھی قتل وقتال ہوتا رہا۔امپھال شہر کی جامع مسجد میں تالا لگ گیا۔کسی کی ہمت نہیں تھی تالا کھول کر وہاں تک جانے کی۔یہاں کے مسلمان اتنے خوفزدہ تھے کہ مردہ خانہ سے اپنے عزیز واقارب کی لاشوں کو لاکر تجہیز وتکفین کی بھی ہمت نہیں ہورہی تھی۔ایسے نازک حالات میں حضرت مدنی اچانک دہلی سے تشریف لائے۔فساد زدہ علاقوں کا دورہ فرمایا اور دارالعلوم مرکز لیلونگ میں خلافِ توقع تشریف لاکر تمام حالات سنے اور یہاں کے لوگوں کو فرمایا کہ ہم تو دہلی سے یہاں تک آگئے اور فساد زدہ علاقوں کا دورہ کرکے آگئے اور آپ لوگ ابھی تک گھروں سے نہیں نکلے۔چلو نکلو، مسلمان اللہ کے سوا کسی سے ڈرا نہیں کرتے۔اس قسم کے کلمات سے لوگوں کی ہمت افزائی فرمائی اور فوراً ریلیف کا انتظام فرمایا اور شہر میں جاکر افسروں اور منسٹروں سے مل کر مسلمانوں کی جان ومال کی حفاظت کے لیے سخت وچست انداز میں گفتگو فرماکر دوسرے دن دہلی واپس تشریف لے گئے۔اس کے بعد ہی مسلمانوں کو ہمت آگئی اور گھروں سے نکلنا شروع ہوا۔ہاں ایک بات اور رہ گئی۔وہ یہ ہے کہ امپھال شہر کی جامع مسجد میں جہاں تین دنوں سے تالا لگا ہوا تھا سخت کرفیو کے باوجود فجر کے وقت حضرت وہاں تشریف لے گئے اور تالا کھلوا کر حضرت نے خود ہی اذان دی اور نماز ادا فرمائی۔اس کے بعد مسلمانوں کو آمدورفت کی ہمت ہوئی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت راقم الحروف کے گاؤں سے امپھال شہر کی طرف واپس آرہے تھے۔گاڑی تیز رفتاری کے ساتھ چل رہی تھی اور حضرت ایک کتاب کے مطالعہ میں مشغول تھے۔اچانک گاڑی کھمبے سے اتنی زور سے ٹکرا گئی جس سے بہت زور کی آواز نکلی۔ہم لوگ گھبرا گئے کہ شاید بم پھٹ گیا۔ہم سب گاڑی سے اُتر گئے مگر حضرت کے اوپر اس کا کوئی اثر نہیں۔اطمینان سے پوچھنے لگے کیا ہوا؟ گاڑی کیوں رک گئی؟ ہم نے صورتِ حال بتائی تب ہی گاڑی سے اترے اور فرمایا دیکھو کیا خرابی آگئی۔دیکھا تو کوئی خرابی نہیں تھی۔

بعض دفعہ دن بھر اور رات میں کافی دیر تک حضرت کو آرام کرنے کی فرصت نہیں ملتی تھی پھر بھی تہجد کی نماز قضا نہیں ہوتی تھی۔خدام پڑے سوجاتے مگر حضرت خادم خاص کو ہی بلاتے اور گرم پانی منگاتے پھر وضو سے فارغ ہونے کے بعد صبح صادق تک مصلّے پر ہوتے۔کسی کو تنہائی میں کچھ کہنا ہوتا تو اذان کے بعد مختصر باتیں کرنے کی اجازت مرحمت فرماتے تھے۔

سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت خیال فرماتے تھے۔اگر کسی کو خلافِ سنت عمل کرتے ہوئے دیکھتے تو حضرت کے چہرہ پر ناگواری ظاہر ہوجاتی تھی۔ائمہ مساجد کو خلافِ سنت قرأت کرتے ہوئے دیکھتے تو نماز کے بعد محبت سے ٹوکتے تھے۔

ایک دفعہ ایک منسٹر صاحب نے اپنے بنگلہ میں حضرت کی دعوت کردی تھی۔چالیس پچاس علمائے کرام بھی تھے مگر دیکھا کہ کھانا بغیر دسترخوان کے کھلایا جارہا ہے۔اُسے دیکھ کر حضرت نے فوراً ٹوکا اور فرمایا کیا یہاں دسترخوان کا رواج نہیں ہے؟ علمائے کرام کو شرمندگی ہوئی مگر اس کا یہ اثر ہوا کہ دسترخوان کی سنت زندہ ہونے لگی۔

زیارتِ قبور و عیادتِ مریض

حضرت کے متوسلین میں سے کسی کی موت ہوجاتی یا بیماری کا حال سنتے تو حضرت زیارت اور عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور بیماروں کو تسلی دیتے۔صبر کی تلقین فرماتے تھے خصوصاً حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شیخ الاسلام اور حضرت مولانا نذیر الدین صاحب، حضرت مولانا امجد صاحب، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جو کہ حضرت کے خلفاء میں تھے ان کی قبروں کی زیارت کے لیے ضرور تشریف لے جاتے تھے۔

منی پور میں حضرت کے خلفاء

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا نذیر الدین صاحب قاسمی یاتری پوک منگتھو ناتی، حضرت مولانا امجد صاحب قاسمی نولھن اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب باموں لیکائی کو اپنی خلافت سے نوازا تھا مگر یہ تینوں حضرات چند سال پہلے یکے بعد دیگرے انتقال فرماچکے تھے جس کی وجہ سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین حضرات کو اپنی اصلاح اور تربیت کے لیے دشواری ہورہی تھی کہ کس کو اپنا سبق سنائے اور کس سے مشورہ لیا جائے کیونکہ اردو زبان سے ناواقف حضرات نہ تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوسکتے اور نہ ہی خط وکتابت کرسکتے ہیں۔اس لیے سال بھر حضرت کی آمد کا انتظار کرتے تھے۔بالآخر ۲۰؍ستمبر ۲۰۰۴ء بروز دوشنبہ مدرسہ حلیمیہ مدنیہ کھتری گاؤں ضلع امپھال کے سالانہ جلسہ میں حضرت مولانا سعید احمد صاحب ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء منی پور اور راقم الحروف بندہ سراج احمد کو حضرت نے اپنی طرف سے اجازت کا اعلان فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ مجھ سے تعلق رکھنے والے حضرات کو ان دونوں کی طرف رجوع ہونے کا مشورہ دیتا ہوں۔○○

حضرت فدائے ملتؒ کی ایک یادگار مجلسِ بیعت

ضبط کردہ: قاری نجیب الرحمٰن صاحب استاذ مدرسہ فیض الاسلام، محلّہ بروالان، مرادآباد

مدرسہ تعلیم القرآن پیرزادہ مرادآباد کے سالانہ اجلاس (منعقدہ ۲۰۰۱ء) میں شرکت کے لیے حضرت اقدس فدائے ملت امیر الہند مولانا سیّد اسعد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہٗ مرادآباد تشریف لائے تھے۔ اسی موقع پر بعد نماز مغرب حمیدی ہال (مدرسہ شاہی) میں حضرت نے بہت بڑی تعداد میں لوگوں کو بیعت فرمایا۔ حضرت کی اس تقریر کو احقر نے ریکارڈ کرلیا تھا جس کو بعد میں کیسٹ سے نقل کیا گیا ہے تاکہ قارئین تک یہ پراثر کلمات بآسانی پہنچ سکیں۔

(شروع میں آپ حاضرین سے اس طرح مخاطب ہوئے) آپ حضرات میں کوئی صاحب پہلے کسی سے بیعت ہو مرید ہوں ا، اور آپ کے پیر زندہ ہوں ایسا تونہیں؟ کوئی آپ میں طالب علم، مدرسہ اسکول اور کالج کا پڑھنے والا تو نہیں ہے؟ آپ لوگوں کا شریعت پر چلنے کا بالکل پختہ ارادہ ہے؟ شریعت کے ہر حکم کو مانوگے؟ دیکھیے شریعت میں بہت سی چیزوں کا حکم دیا گیا ہے اور بہت سی چیزوں سے منع کیا گیا ہے، انھیں میں ایک حکم یہ بھی ہے کہ داڑھی کا منڈوانا ایک مٹھی سے کم داڑھی نہ منڈوائیں گے اور نہ کٹوائیں گے۔ (جب سب حضرات نے یہ اقرار کرلیا تو حضرتؒ نے فرمایا) اس کپڑے کو دونوں ہاتھوں سے مٹھی باندھ کر اچھی طرح پکڑ لیں۔

خطبۂ بیعت:

(اس کے بعد خطبہ سے بیعت کا آغاز فرمایا) الحمد للّٰہ نحمدہ‘ و نستعینہ و نستغفرہ و نومن بہٖ ونتوکل علیہ و نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدی اللّٰہ فلا مضلہ لہ‘ ومن یضللہُ فلا ھادیَ لہ‘ ونشھدُأن لاالہ الااللّٰہ وحدہ‘ لاشریک لہ‘ ونشھدُ أنَّ محمداً عبدہ‘ ورسولہ‘ صلی اللّٰہ علیہ وعلیٰ الٰہٖ واصحابہ وسلّم. یٰاَیُّھَا الَّذین امنوا تقوا اللّٰہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون. ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ، یداللّٰہِ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہٖ ومن اوفیٰ بما عھد علیہ اللّٰہ فسیوتیہِ اجراً عظیماً.

الفاظِ بیعت

(پھر آپ نے حاضرین سے یہ کلمات کہلوائے) کہیے! اشھد ان لاالہ الااللّٰہ وحدہ‘ لاشریک لہ‘ واشھد انَّ سیّدنا ومولانا محمداً عبدہ‘ ورسولہ‘! گواہی دیتا ہوں میں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی عبادت کئے جانے کے قابل نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور سچے رسول ہیں۔ ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ پر جیسا کہ ہے وہ اپنی ذات اور اپنی صفات اور اپنے افعال میں اکیلا ہے وہ، کوئی اس کا ساتھی اور شریک نہیں، اور ایمان لایا میں کہ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں، جو کچھ انھوں نے فرمایا وہ سب حق ہے، اور ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ کے سب پیغمبروں پر اور اس کے سب فرشتوں پر اور اس کی سب کتابوں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر۔ میں دین اسلام میں سچے دل سے داخل ہوا، اور بیزار ہوں سب دینوں سے سوائے دین اسلام کے۔ میں نے بیعت کی جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بواسطہ ان کے خلفاء کے، میں عہد کرتا ہوں کہ شرک نہ کروں گا، کفر نہ کروں گا، بدعت نہ کروں گا، چغلی نہ کروں گا، زنا نہ کروں گا، کسی کو ناحق قتل نہ کروں گا، کسی پر بہتان نہ باندھوں گا، جہاں تک ہوسکے گا اللہ اور اس کے رسول کی ہمیشہ ہمیشہ اطاعت اور فرماں برداری کرتا رہوں گا، اپنی طاقت بھر گناہوں سے بچتا رہوں گا، اور کبھی کوئی گناہ ہوگیا تو بہت جلد توبہ کروں گا، توبہ کرتا ہوں میں اپنے سب گناہوں سے اگلے ہوں یا پچھلے، چھوٹے ہوں یا بڑے، ظاہر ہوں یا پوشیدہ، میں جن کو جانتا ہوں اور جن کو نہیں جانتا۔ اے اللہ! تو سب کچھ جانتا ہے اور سب کچھ دیکھتا ہے، تجھ سے کچھ چھپا ہوا نہیں، میری توبہ قبول فرما، اور میرے گناہوں کو بخش دے۔ بیعت کی میں نے اسعد کے ہاتھوں پر طریقہ چشتیہ، صابریہ، چشتیہ نظامیہ، نقشبندیہ، قادریہ اور سہروردیہ میں۔ اے اللہ میری بیعت قبول فرما اور مجھ کو ان سلسلوں کے بزرگوں کے طفیل میں اپنی سچی محبت اور کامل ایمان عطا فرما، میرا خاتمہ ایمان پر ہو، آخرت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ، آپ کی شفاعت اور جنت نصیب ہو۔

وعظ ونصیحت

(بیعت کے الفاظ کہلوانے کے بعد آپ نے حسبِ معمول درج ذیل وعظ ارشاد فرمایا) دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے اس دنیا میں بڑے بڑے بادشاہ، امیر، غریب، فقیر، رئیس، عالم، جاہل اور بزرگ ولی ہر قسم کے لوگ آئے، یہاں رہنے کی لوگوں نے ہمیشہ بہت کوشش کی، لیکن آج تک دنیا میں ایک بھی ایسا آدمی نہیں آیا جو آئے اور جائے نہیں، ہمیشہ یہیں رہے، جو بھی اس دنیا میں آیا ہے کچھ بھی کرلے ایک دن ساری دنیا چھوڑ کر چلا جائے گا، یہ بدن موت کے بعد فنا ہوجائے گا، سڑگل کر خاک ہوجائے گا۔ موت اصل میں بدن ہی کو آتی ہے، اور یہ آدمی اس بدن سے نکل کر دوسرے عالم میں جس کو آخرت کہتے ہیں، وہاں بھیج دیا جائے گا،

یہ مرے گا نہیں، ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ آخرت کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگی نہ پھر اس دنیا میں رہنا ہوگا نہ کسی اور جہاں میں جانا ہوگا، نہ پھر کبھی موت آئے گی، وہاں چین سکھ جنت ملے، اللہ راضی ہو، مصیبت عذاب جہنم خدا کا غضب اس کی لعنتوں سے بچیں، اس کا صرف ایک راستہ ہے جس کو شریعت کہتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا ہے اس کو کریں اور جس سے منع کیا ہے اس سے رکیں، اسی کو شریعت کہتے ہیں۔ شریعت میں سب سے ضروری بنیادی چیز ایمان ہے، وہ تو موجود ہے، تبھی آپ نے ایمان کی ضروری باتوں کا ایک دفعہ اور اقرار کیا، ساری عمر میں اگر ایک مرتبہ سچے دل سے ایمان کی باتوں کا اقرار کرلیا جائے تو وہ ساری عمر کے لیے کافی ہوتا ہے۔ ہاں اگر خدانخواستہ اللہ کا کوئی شخص انکار کردے اس کا ایمان چلا جائے گا، پھر اس کو ایمان لانا پڑے گا، ایمان تو موجود ہے ایمان کے بعد سب سے ضروری چیز نماز ہے، ہر مسلمان مرد عورت پر روزانہ پانچ وقت کی نماز فرض ہوتی ہے۔ فجر، ظہر، عصر، مغرب، اور عشاء کی نماز ہر مرد وعورت پر فرض ہے۔ مردوں کو یہ پانچوں نمازیں روزانہ جماعت سے پڑھنا ہے، جماعت کے ساتھ پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی جماعت کے لیے مسجد میں جاتا ہے ہر قدم پر ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔ جماعت واجب ہے، چھوڑنے سے گناہ ہوتا ہے، ہاں اگر کوئی مجبوری ہوجائے جیسے بہت بیمار بوڑھا کمزور، کھڑے ہونے چلنے پھرنے کے قابل نہیں، یا کوئی اندھا ہو جو خود مسجد تک نہ جاسکتا ہو اور نہ کوئی مسجد تک لے جانے والا ہے، یا راستے میں آندھی، پانی اور طوفان بہت زیادہ ہے نہیں جاسکتے، یا کوئی خطرہ ہے، ڈر ہے، جیسے چور، ڈاکو، دشمن، شیر، سانپ اور بھیڑیا وغیرہ، اگر جائیں گے تو جان چلی جائے گی، یا بہت نقصان ہوگا، یا اس کی دکان میں سامان روپیہ پیسہ چیزیں رکھی ہیں، اکیلے ہیں آپ چھوڑ کر چلے جائیں، تب چوری، آگ، نقصان کا خطرہ ہو، یا آپ کھیتی کرتے ہیں کھیت میں کھلیان، بوائی، کٹائی اور جوتائی کا کام ہو رہا ہے، اور آپ اکیلے ہیں چھوڑ کر چلے جائیں گے، بیل کھیتی سے بھاگ جائیں گے، آگ لگ جائے گی، چوری ہوجائے گی، نقصان ہوجائے گا، ایسی کسی مجبوری میں جماعت نہ پاسکیں، اکیلے پڑھ لیں، تو گناہ نہیں، لیکن بلاوجہ جماعت چھوڑنے سے گناہ ہوتا ہے، ایسا نہیں کرنا چاہیے، اگر بہت بیمار ہوجائیں، کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہے، بیٹھ کر پڑھ لیجیے، اگر بیٹھ کر پڑھنے کے قابل نہ رہیں، تو لیٹے لیٹے پڑھ لیجیے، اگر کوئی سجدہ کے قابل نہ رہے تو اشارے سے پڑھ لیجیے، لیکن جس حال میں بھی ہو نماز کو وقت پر ضرور پڑھنا چاہیے، اس کو چھوڑ یئے نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر آدمی نے ایک وقت کی نماز کو بھی چھوڑا تو کفر کے قریب پہنچ جاتا ہے، اس لیے نماز کسی حالت میں نہیں چھوڑنی چاہیے، اگر کچھ نمازیں غلطی سے آج تک کی عمر میں چھوٹ گئی ہیں، آج تک نہیں پڑھیں، تو اندازہ سے حساب کیجیے کہ وہ چھوٹی ہوئی نمازیں کتنے دن کتنے مہینے کتنے برس کی ہوں گی؟ اور آہستہ آہستہ ان کو قضا کرلیجیے، جو نمازیں فرض ہیں ان کی قضا ضروری ہے اور عشاء کے فرضوں کے ساتھ وتروں کی قضا ضروری ہے، سنت اور نفل کی قضا نہیں ہوگی۔

نماز کے بعد سب سے ضروری حکم شریعت میں رمضان کے روزے ہیں، ان کو بھی پابندی سے رکھئے، اور اگر کچھ روزے چھوٹے ہیں تو ان کی قضا کرلیجیے۔ اسی طرح اللہ نے روپیہ پیسہ، سونا چاندی، زیور یا تجارت کا مال دیا، اور آپ کا مال دھن دولت اتنا ہے کہ آپ پر زکوٰۃ فرض ہوجائے تو زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے، زکوٰۃ دینے سے مال کی کمی نہیں آتی، برکت ہوتی ہے مال بڑھتا ہے، بلا مصیبت دور ہوتی ہے، مال پاک صاف ہوجاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ''جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہوا اور وہ نہ دے تو قیامت کے دن جتنے مال کی اس نے زکوٰۃ نہیں دی، سارے مال کو دوزخ میں ڈال کر کے اس سے اس کے مالک کے بدن کو داغا جائے گا۔'' اس لیے زکوٰۃ کو ضرور ادا کرنا چاہیے۔ اسی طرح اللہ نے اگر آپ کو اتنا مال دیا ہے کہ حج فرض ہے تو ٹالنا نہیں چاہیے، پہلی فرصت میں ادا کرنا چاہیے، ہاں حج ایک مرتبہ فرض ہوتا ہے، فرض نہ ہو تو بھیک مانگ کر جانے کی ضرورت نہیں لیکن اگر فرض ہوجائے تو اسے ٹالنا نہیں چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اگر اللہ تعالیٰ حج مبرور کسی کو عطا فرمادے تو ایسا پاک واپس ہوتا ہے جیسا کہ آج ہی ماں نے اس کو جنم دیا ہے۔'' اسی طرح حضور نے فرمایا کہ: ''کسی پر حج فرض ہو اور وہ مرجائے نہ کرے مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے وہ چاہے مسلمان مرے یا یہودی یا نصرانی یا کفر پر مرے۔'' جس بدنصیب کی پرواہ حضور کو نہ ہو اس کا کہاں ٹھکانہ؟ اس لیے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج اللہ نے جو فرض کئے ہیں۔ نماز، روزہ اور زکوٰۃ تو ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہوگی، زکوٰۃ اور حج مالدار پر فرض ہے غریب پر نہیں، تو اس لیے ان فرضوں کو ادا کرنا چاہیے، لیکن بندوں کے حق بھی بہت ضروری ہیں کسی کا روپیہ پیسہ یا اور کوئی چیز آپ کے ذمہ ہے اسے ادا کرنا چاہیے، کسی کی زمین، مکان، کھیت، باغ، دکان ناجائز زبردستی قبضہ کسی کو بلاوجہ ستانا یا مارنا گالیاں دینا کسی کی پیٹھ پیچھے برائیاں کرنا، دو آدمیوں میں جھگڑا کروا دینا، یہ بہت بُرے کام ہیں۔ ایسا کرنے سے اس کا حق آپ پر واجب ہوگا اور اگر آپ لے دے کر معافی مانگ کر معاملہ صاف نہیں کرلیں گے، تو اس حق کے بدلے میں قیامت کے دن آپ کی نیکیاں حق والوں کو تقسیم کی جائیں گی، نیکیاں ختم ہوگئیں اور حق باقی رہے، ان کے گناہ آپ پر ڈال دیئے جائیں گے، ان کے بجائے آپ کو جہنم میں جلنا پڑے گا، اس واسطے ایسی چیزوں سے بہت بچو اور اگر غلطی سے کوئی برائی ہوجائے، لے دے کر معافی مانگ کر جیسے ہو معاملے کو صاف کرو، تاکہ آخرت میں مصیبت نہ اُٹھانی پڑے۔ شریعت میں جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے جیسے شادی، بیاہ، عقیقہ اور ختنہ وغیرہ میں گانا بجانا، گانے بجانے کی محفل میں شریک ہونا، سینما، ٹیلی ویژن، ویڈیو وغیرہ دیکھنا، محرم کے مہینے میں تعزیہ کی مجلسوں وغیرہ میں شریک ہونا، عرسوں میں جانا، کافروں کے میلے ٹھیلے، پوجا پاٹ میں شریک ہونا، کوئی اگر مرجائے تو اس کے مرنے پر زور زور سے چلاّ چلاّ کر بیان کرکے رونا، سب چیزیں شریعت میں حرام ہیں جائز نہیں، ایسی چیزوں کے خود بھی قریب نہ جائے، رشتے داروں خاندان والوں، گھر والوں اور دوستوں پر بھی کوشش کیجیے کہ وہ شریعت پر چلیں، لیکن کسی سے

لڑیں جھگڑیں نہیں، نرمی سے سمجھا بجھا جو مان لے گا، اس کا بھلا ہوگا جو نہیں مانے گا وہ جانے اس کا کام جانے۔

(اس کے بعد آپ نے حاضرین کو تسبیحات ستہ کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا)

سوبار سبحان اللہ، سوبار الحمد للہ، سوبار لا الہ الا اللہ، سوبار اللہ اکبر، سوبار درود شریف اور سوبار استغفار۔ یہ چھ تسبیح روزانہ صبح کو فجر کے بعد اور شام کو مغرب کے بعد پڑھ لیا کریں اگر کسی دن فجر میں فرصت نہ ملے کوئی کام پڑ جائے، جب اس سے فارغ ہوں فرصت ملے تب پڑھ لیجیے، مغرب کے بعد مسجد میں بیٹھ کر پڑھ لیجیے، موقع ملے بھرے بازار، کھیت، گھر، راستہ، دکان ڈیوٹی جہاں بھی ہو صبح شام روزانہ پابندی کے ساتھ پڑھنے کی کوشش کریں۔ نبی کریمؐ نے ان کا ثواب بہت ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

آہ! ایک چراغ اور بجھ گیا

شاہد الاسلام

جمعیۃ علماء ہند کے امیر حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی رحلت کے ساتھ ہی ہندستانی آفتابِ علم و معرفت کا ایک اور چراغ گل ہوگیا۔ یعنی ایک ایسا مینارۂ نور بجھ گیا جس کی ضیا پاشیوں سے لاکھوں افراد فیضیاب ہور ہے تھے۔ مولانا موصوف کی شخصیت نہ صرف ایک باکمال عالم کے طور پر شہرت کے اوجِ ثریا پر جا پہنچی بلکہ ایک لائق سیاستداں اور زمانہ شناس ہونے کی حیثیت سے بھی انہیں بے انتہا مقبولیت حاصل رہی۔ اللہ انہیں غریق رحمت کرے۔ حضرت مولانا کی شخصیت عالمی سطح پر بھی بے انتہا مقبولیت کی حامل رہی بالخصوص سعودی عرب سمیت تقریباً تمام خلیجی ممالک میں انہیں عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتا رہا، اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ حضرت مولانا اسعد مدنیؒ نے جہدِ مسلسل کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دے دیا تھا اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی قائم کردہ علمائے ہند کی تنظیم جمعیۃ علماء ہند کو استحکام بخشنے کی خاطر اسی خلوص کے ساتھ کوشش کی، جیسی محنت کی ذمہ داری بحیثیت جانشیں ان پر عائد ہوتی تھی۔ اور غالباً اس کوشش کا ہی نتیجہ تھا کہ آج دہلی کے بہادر شاہ ظفر مارگ میں قائم یہ ادارہ اپنی بھرپور اہمیت وحیثیت کا احساس دلا رہا ہے۔

حالانکہ حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کی سیاسی بصیرت کی بناء پر مرکز کی حکمراں جماعت کانگریس نے اپنا قد اونچا کرنے اور ملت اسلامیہ سے قربت کا اظہار کرتے ہوئے سیاسی منفعت حاصل کرنے کے مقصد سے انہیں تین اہم مواقع پر ایوان بالا کی رکنیت بخشی تاکہ بالعموم مسلمانوں کے درمیان یہ تاثر دیا جا سکے کہ کانگریس مسلمانوں کے باا ثر علماء کو اپنے شکنجے میں رکھنے کا ہنر جانتی ہے تاہم مولانا موصوف نے بجائے اس کے کہ کانگریس کا حق نمک ادا کرتے، ہر ایسے مواقع پر جبکہ ملت امتحان و بحران کے دور سے گزری، سینہ سپر ہو کر ہندستانی مسلمانوں کے مفادات کو اٹھایا، ان کے مسائل سے ایوانِ نمائندگان کو باخبر کراتے ہوئے حق وصداقت کی صدا بلند کی اور مظالم کے خلاف آہنی عزائم کے اظہار میں جرأت مندی کا ثبوت دیا۔ یہی سبب رہا کہ بالعموم ایسے مواقع پر جب کہ فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑ کائی جاتی، حضرت مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ اور ان کے پیروکار مظلومین کی خبر لینے والوں میں سب سے آگے نظر آتے۔ خواہ میرٹھ، ملیانہ، بھاگلپور کے فرقہ وارانہ فسادات کا موقع ہو یا حال کے دنوں میں گجرات میں روا رکھی جانے والی انسانیت سوزی کا معاملہ، مولانا موصوف کی جانب سے ایسے مواقع پر ہمیشہ غمگساروں کو اعانت وامداد فراہم کی جاتی رہی۔ ظالم قوتوں کے خلاف برسر پیکار ہونے کے معاملے میں بھی ان کی مدبرانہ پیش بندیاں لائق ذکر ہیں۔ یہ کہنا شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ جمعیۃ علماء ہند نے محدود دائرۂ عمل رکھتے ہوئے بھی ملک گیر پیمانے پر جو نقش چھوڑا ہے اس کی نظیر کہیں اور نہیں ملتی۔ ہندستانی علماء کو بطور خاص ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی مولانا موصوف کی کوشش یقیناً کامیاب کہی جا سکتی ہے، کیونکہ اس کوشش کا جو اثر سامنے آیا اس سے بالعموم یہ صورت حال دیکھنے کو مل رہی ہے کہ علمائے دیوبند کا ایک بڑا حلقہ انتشار و خلفشار سے تقریباً پاک ہے۔ ہر چند کہ مولانا سید اسعد مدنیؒ کی شخصیت سے مجھے ذاتی طور پر ایک طویل مدت تک ملتے رہنے کا شرف حاصل ہوا، مگر پتہ نہیں کیوں سینکڑوں ملاقاتوں کے باوجود بھی مولانا موصوف کے تئیں عقیدت کے جذبے سے مکمل طور پر میرا ذہن و دماغ عاری رہا اور جب تک مولانا موصوف بقید حیات رہے ہمیشہ ذہن و دماغ میں ان کی شخصیت کی سیاسی شبیہ اس قدر غالب رہی کہ بدقسمتی سے ان کے ملّی کارنامے اور دینی خدمات پس پشت ہو کر رہ گئیں تاہم بلاشبہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ مولانا موصوف کی قیادت میں جمعیۃ علماء ہند نے ملک گیر پیمانے پر ملت کیلئے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔ بالخصوص علمائے کرام کی ذہنی تربیت کے لیے جمعیۃ نے ملک گیر سطح پر تنظیمی اعتبار سے جو کام کیا ہے، سچی بات یہ ہے کہ وہ کام آزادی کے ۵۶-۵۷ برسوں بعد تک کسی بھی دوسری تنظیم نے نہیں کیا۔ یہی نہیں جمعیۃ علماء کی یہ فکر کہ تقسیم ہند تاریخ ساز غلطی تھی اور یہ کہ متحدہ قومیت کا نظریہ صحیح تھا، آج ہر کوئی تسلیم کرنے پر مجبور ہو رہا ہے، حالانکہ کل تک جمعیۃ علماء کو کانگریس کی کوکھ سے جنم لینے والی تنظیم قرار دے کر اس کی مسلمہ حیثیت کو بھرپور طریقے سے نظر انداز کرنے کی سعی ہو رہی تھی لیکن آج کی تاریخ میں صورتحال مکمل طور پر تبدیل ہو چکی ہے اور مخالفین بھی اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ جنگ آزادی کے دوران جمعیۃ علماء نے جس فکر کی ترویج کی وہ صد فیصد درست تھی۔ بلاشبہ جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ نے اپنی قیادت و سیادت میں جمعیۃ کی اسی فکر کو مزید رفعت بخشی جس کی وجہ سے آج یہ تنظیم ایک تناور درخت کی صورت میں سامنے آئی ہے۔ آج جب مولانا ہمارے درمیان نہیں رہے تو ان کی کمی کا بھرپور احساس ہو رہا ہے اور یہ کہنا قرین صداقت ہوگا کہ ملت کو ان کے انتقال کی صورت میں جو خسارۂ عظیم ہوا ہے اس کی تلافی کسی بھی صورت میں ممکن نہیں۔ اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ ■■

قرآن وحدیث کی روشنی میں غیرمسلموں سے تعلقات کا جواز

فدائے ملت کے افکار کی روشنی میں

پیشکش وترتیب: مولانا محمد عبداللہ قاسمی ناظم مجلس علماء مراٹھواڑہ، اورنگ آباد، مہاراشٹر

صہیونی، مغربی تشہیری ذرائع سے پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ اسلام ایک غیر روادار مذہب ہے، اس پروپیگنڈے کی کورانہ تقلید میں آر ایس ایس اور اس کی آئیڈیالوجی سے متاثر صحافی ومصنف، پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا کے ذریعے پرچار کررہے ہیں کہ اسلام دوسرے مذاہب کے وجود کو تسلیم نہیں کرتا ہے اس لیے اس کے ماننے والے مسلمان بھی دوسرے مذاہب کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہ سراسر جھوٹ اور عناد پر مبنی الزام ہے جو سازش کے تحت لگایا جارہا ہے، اسلامی شریعت میں مذہبی رواداری اور دوسرے مذاہب کے پیروکاروں سے اچھے سماجی، وطنی، تجارتی اور انسانی تعلقات کی واضح ہدایات دی گئی ہیں چنانچہ قرآن کریم میں واضح طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ **لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و تقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین.** ترجمہ: اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان لوگوں سے جو لڑے نہیں تم سے دین پر اور نکالا نہیں تم کو تمھارے گھروں سے کہ ان کے ساتھ کرو بھلائی اور انصاف کا سلوک بے شک اللہ چاہتا ہے انصاف والوں کو۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ مکہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو آپ مسلمان نہ ہوئے اور مسلمان ہونے والوں سے ضد اور پرخاش بھی نہیں رکھی، نہ دین کے معاملے میں ان سے لڑے، نہ ان کو ستانے اور نکالنے میں ظالموں کے مددگار بنے۔ اس قسم کے غیر مسلموں کے ساتھ بھلائی اور خوش خلقی سے پیش آنے کو اسلام نہیں روکتا۔ جب وہ تمھارے ساتھ نرمی اور رواداری سے پیش آتے ہیں تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور دنیا کو دکھلا دو کہ اسلامی اخلاق کا معیار کس قدر بلند ہے، اسلام کی تعلیم یہ نہیں کہ اگر غیرمسلموں کی ایک قوم مسلمانوں سے برسر پیکار ہے تو تمام غیرمسلموں کو بلاتمیز ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا شروع کردیں ایسا کرنا حکمت وانصاف کے خلاف ہوگا۔ (حاشیہ ترجمہ شیخ الہندؒ)

علامہ ابوبکر جصاص نے **ان تبروھم و تقسطوا الیھم** کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اسلامی حکومت میں رہنے والے غیرمسلم کو صدقات بھی دیئے جاسکتے ہیں۔ (احکام القرآن) بیسوں احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا غیرمسلموں سے تحائف و ہدایا لینا دینا اور دعوت قبول کرنا ثابت ہے (کتاب الخراج باب فی الامام یقبل ھدایا المشرکین)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھنے کی انتہائی تاکید فرمائی ہے۔ ایک روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار قسم کھا کر فرمایا کہ وہ مومن نہیں جس کے شر سے اس کا پڑوسی مامون محفوظ نہ ہو۔ (بخاری شریف کتاب الآداب)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے کے بعد وہاں کے غیرمسلموں سے جو معاہدہ کیا تھا اس میں واضح الفاظ میں مسلمانوں اور غیرمسلم اہل مدینہ کو وطنی حیثیت سے ایک گروہ قرار دیا: **نحن امۃ واحدۃ.** (سیرابن ہشام، ج۲، ص۱۹۲) غیرمسلم کے برتن، کپڑے ان کا تیار کردہ کھانا کھانے کی اجازت دی ہے۔ ان کی عیادت اور تعزیت کے لیے اسلامی شریعت وفقہ میں تعلیم ملتی ہے۔ غیرمسلموں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے تجارتی تعلقات تھے اور مسلمانوں میں اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں رہا ہے۔ مشہور مفسر قرآن علامہ خازن نے اس پر پوری امت کا اجماع نقل کیا ہے کہ غیرمسلموں سے میل جول رکھنا اور معاملات کرنا اور معاشرتی تعلقات رکھنا جائز ہے۔ (تفسیر خازن ص۴۶ ج۱)

اس بے مثال رواداری اور اچھے باہمی تعلقات کے فروغ و بقاء کی واضح اسلامی ہدایات اور تعلیمات کے باوجود اسلام اور مسلمانوں پر شدت پسندی اور مذہبی عدم رواداری کا الزام عائد کرنا کتنا بڑا جھوٹ اور تعصب ہے۔

(ماخوذ از جمعیۃ علماء ہند دستاویزات مرکزی اجلاس ہائے عام ص۷۲۹)

جمعیۃ علماء اسلام یوروپ کا قیام

فدائے ملت امیرالہند حضرت مولانا شیخ سیّد اسعد مدنیؒ کا ایک عظیم کارنامہ

مفتی اشرف علی بنگلہ دیشی

فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کے عظیم کارناموں میں سے جمعیۃ علماء اسلام یوروپ کا قیام بھی ایک اہم کارنامہ ہے۔ چونکہ برطانیہ میں سالہا سال سے حضرت مدنی قدس سرہ العزیز کی تشریف آوری ہوتی تھی۔ برطانیہ کے قریباً پانچ چھ سو بنگلہ دیشی حقانی علمائے کرام، دینی تعلیمی تبلیغی اور ملّی کاموں میں مصروف ہیں، مگر یہ حضرات ابھی تک غیر منظّم طور پر اپنے اپنے انداز سے محنت کر رہے تھے۔ حضرت مدنیؒ کی ہر سال برطانیہ میں تشریف آوری کے موقع پر یہاں کے عوام وخواص تمام مسلمانوں کو منظّم طور پر دینی، تعلیمی و معاشی حیثیت سے اصلاح کے لیے ترغیب فرماتے رہتے تھے۔ خصوصاً نئی نسل کی دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کے لیے خاص طور پر حکومت کے اسکولوں سے علاحدہ مسلم اسکول قائم کرنے اور اچھی طرح دینی و دنیاوی تعلیم کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔

مولانا قاری محمد عبدالکریم صاحب جو حضرتؒ کے ایک ادنیٰ خادم کی حیثیت سے حضرتؒ سے بہت قریبی تعلق رکھتے تھے اور برطانوی ماحول پر برابر فکرمند تھے وہ بھی حضرات علمائے کرام کو منظّم کر کے حضرتؒ کی تعمیل حکم کے لیے بے حد کوشاں اور تنظیم علماء کے لیے ہمیشہ حضرتؒ سے مشورہ کرتے رہتے تھے۔ انھوں نے ۱۹۸۵ء سے پورے ملک میں پھیلے ہوئے بنگلہ دیشی علماء حضرات سے رابطہ اور مشورہ کیا اور حضرتؒ کی مقرر کی ہوئی تاریخ ۸/اگست ۱۹۹۳ء کو ایک علماء کانفرنس منعقد کی۔

اسی کانفرنس کے خصوصی مدعو حضرت مدنیؒ تھے۔ برطانیہ کی راجدھانی لندن کے فورڈ سکیار مسجد میں منعقدہ علماء کانفرنس میں موجود بہت سارے علماء کرام کو حضرت مدنی قدس سرہ العزیز نے جو دل سوز نصیحتیں فرمائیں اس سے حضرات علماء کرام حیران اور متعجب ہو گئے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ اگر آپ نئی مسلم نسل کو بددینی کے اس ماحول اور غیر مسلم اسکولوں سے علاحدہ نہ کر سکے اور وہ ایسی ہی آزادانہ روش پر چلتے ہوئے اپنے دین وایمان کو کھو بیٹھے تو آپ لوگ میدان محشر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے کیا جواب دیں گے؟ تم اگر اپنی اولاد کو اپنے دین وایمان پر ثابت قدم نہیں رکھ سکتے تو ان کو لے کر آپ اپنے اپنے ملک واپس چلے جائیں۔ اس حال میں یہاں رہنا بالکل جائز نہیں ہے۔ آپ بڑے بڑے پاؤنڈ کمائیں گے اور مزے سے کھائیں گے اور جب مرجائیں گے تو اولاد کا انجام کیا ہوگا؟ آپ کیا سوچتے ہیں؟

اگر آپ کو ان کو لے کر برطانیہ میں رہنا ہی ہے تو آج ہی بلکہ ابھی یہاں بیٹھے ہوئے ہی کچھ طے کر لیں۔ ابھی مشورہ کر کے سب مل کر جمعیۃ علماء قائم کریں اور پوری کوشش سے محنت کرتے ہوئے اپنا اپنا فریضہ انجام دیں اور جگہ جگہ یہاں تک کہ جس علاقہ میں دو سو کے قریب بھی مسلمان رہتے ہیں وہاں ایک ایک مسلم اسکول قائم کرتے جائیں۔ اللہ آپ کو توفیق عطا فرمائیں۔

بحمداللہ اسی مجلس میں جمعیۃ علماء اسلام کے نام سے ایک زبردست مضبوط تنظیم قائم ہوئی جو دن بہ دن مضبوطی سے آگے بڑھ رہی ہے اور انشاء اللہ وہ منزلِ مقصود تک پہنچے گی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم کو اس سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین!

یوروپ کی سرزمین پر حضرت فدائے ملت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور کارنامہ

اصلاح المسلمین پریشد یوکے کا قیام

حضرت مدنیؒ کو ہر سال ہم برطانیہ میں دعوت دیتے تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ صرف ہم مسلمانوں کے لیے اخیر زندگی تک اتنا طول طویل سفر کر کے اور تمام تکالیف اور مشقتیں اٹھا کر یہاں تشریف آوری فرماتے تھے اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے ناسازگار وخراب حالات بتا کر ہمیں بیدار فرماتے۔ اسی سلسلے میں ۱۹۹۸ء میں یوکے تشریف لائے۔ اس وقت خاص کر ہمارے بنگلہ دیش میں این جی او اور عیسائی مشنریوں کے خطرناک منصوبوں اور سازشوں کے بارے میں ہمیں مطلع فرمایا اور آئندہ پچاس سال کے اندر اندر بنگلہ دیش کو ایک عیسائی اکثریت کا ملک بنانے کے جو اعلانات انھوں نے کیے ہیں اور اپنے اس منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے مسلمانوں کی غربت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مالی لالچ اور دیگر سہولتیں دے کر جس طرح عیسائی بنا رہے ہیں اس کے بارے میں بھی حضرت مدنیؒ نے بالتفصیل بیان فرمایا اور ہم کو ان حالات پر غور وفکر کرنے اور حتیٰ الامکان مالی مدد کرنے کی ہدایت دی۔ ان غریبوں کا جو حق ہم پر ہے اگر ہم نے کما حقہٗ ادا نہ کیا اور خدانخواستہ اسی غربت وقحط کی وجہ سے اگر کوئی مؤمن اپنی دولت ایمان سے محروم ہو گیا تو میدان حشر

میں ہم کو بھی جواب دہی کرنا ہوگی۔ آپ نے انتہائی محبت اور شفقت کے ساتھ فرمایا کہ بھائی آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے پاؤنڈ عنایت فرمائے ہیں اور آپ سلہٹ سے بڑی بڑی مچھلیاں لاکر کتنے مزے سے کھا رہے ہیں اور ادھر صرف اور صرف دال روٹی نہ ہونے پر بے چارے غریب اپنی دولت ایمان سے محروم ہو جائیں۔ یہ انصاف کی بات نہیں ہے۔ کیا مسلمانوں کے ایمان کی خاطر تمھارے دل میں کوئی درد نہیں ہے؟ واقعی ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ کسی بھی وجہ سے پیسے کے لیے کبھی کسی چندے کے بارے میں کوئی سوال فرماتے لیکن صرف ان بے پناہ غریب مؤمنوں کے ایمان بچانے کی خاطر ہم کو کھلم کھلا چندہ دینے کے لیے حکم فرمایا اور یہ مالی امداد ہمیشہ جاری رکھنے کے لیے خاص ایک تنظیم بنانے کا بھی حکم فرمایا۔ اور چونکہ حضرت مدنی قدس سرہٗ پہاڑ جیسے ہمت اور استقلال کے مالک تھے۔ حضرتؒ نے فرمایا ممکن ہے کہ میری اس قسم کی کوشش پر عیسائی حکومتیں مجھ سے بگڑ جائیں اور میرے ویزہ کو بھی روک دیا جائے، تب بھی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ میں دیوبند بیٹھے ہوئے فون سے خطوط سے بھی یہ کوشش جاری رکھوں گا۔ بنابریں حضرت فدائے ملتؒ کے حکم سے ہم نے ۶ ستمبر ۱۹۹۸ء میں اصلاح المسلمین پریشد یوکے" کے نام سے ایک مضبوط امدادی تنظیم قائم کی جو اب تک جاری ہے اور انشاء اللہ تا قیامت یہ جاری رہے گی۔

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو ان کی اس کوشش کا اجر عظیم عطا فرمائے، آمین!

صاحبِ تصرف شخصیت

حضرت سیّد احمد شاہؒ صاحب مرادآبادی کے سانحۂ وفات کے بعد راقم اس فکر میں رہتا تھا کہ اب کس بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔ جب شاہ صاحب اور حضرت فدائے ملتؒ کے تعلق کو دیکھتا تو نظر حضرت فدائے ملتؒ پر ہی جاتی۔ کبھی کبھی اخبارات و رسائل میں بعض سرپھرے اہل قلم کی تحریریں پڑھنے سے (جن کا کام ہی حضرت کی ہر خوبی کو تعصب کی نظر سے دیکھنا تھا) دل میں کچھ خلجان سا ہو جاتا تھا۔ احقر اسی کشش و پنج میں تھا کہ ایک رات خواب میں حضرت فدائے ملتؒ تشریف لائے اور فرمایا (کیا میں عالم نہیں ہوں) آنکھ کھلتے ہی سارے وساوس ختم ہوگئے اور حضرت کی عقیدت و محبت دل میں اُتر گئی۔ ملاقات و اظہارِ تمنا کے لیے بے تابی ہونے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا انتظام بھی فرمایا۔ مولانا مفتی قاری خورشید انور صاحب مہتمم دارالعلوم حسن پور نے ضلع جمعیۃ کی ایک میٹنگ کے موقع پر حضرت فدائے ملتؒ کو مدعو کیا۔ ۱۸ جولائی ۲۰۰۰ء کو حضرت دارالعلوم حسن پور تشریف لائے۔ اِدھر کانٹھ سے ضلع جمعیۃ کے ناظم اعلیٰ مفتی جلال احمد صاحب کے ہمراہ احقر بھی حاضر ہوا اور بیعت کی درخواست کی۔ حضرتؒ نے بعد نماز ظہر مدرسہ کے مہمان خانہ میں بیعت فرمایا اور شجرہ عنایت فرمایا۔

رئیس الدین

(خادم جمعیۃ علماء گڑھی، ضلع مرادآباد)

فدائے ملت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ

بھول سکتی نہیں انھیں ملت

دارِ فانی سے کر گئے رحلت — فخرِ اسلام، نازشِ ملت
ایسا ٹوٹا پہاڑ ملّت پر — ہر طرف چھا گئے غم و وحشت
صبر آتا نہیں کسی پہلو — دل پہ طاری ہوئی ہے وہ رقت
جن کا کردار کتنا اعلیٰ تھا — اُن کو حاصل تھی کس قدر عزّت
شیخ الاسلام کے تھے وہ بیٹے — کتنی اعلیٰ تھی اُن کی یہ نسبت
یہ بھی اعزاز ان کو حاصل تھا — تھے وہ عرصہ سے صدرِ جمعیت
بردبار و متین و خوش اخلاق — کتنی جامع تھی اُن کی شخصیت
عاشقِ ذاتِ مصطفیٰ تھے وہ — اُن کو حاصل تھی عشق کی دولت
"ملک و ملت" نہ اُن کو بھولیں گے — ملک و ملت کی خوب کی خدمت
تھے حقیقت میں "ضیغمِ اسلام" — حق نے بخشی تھی اُنکو وہ قوّت
یاد آئیں گے حضرتِ اسعدؒ — بھول سکتی نہیں اُنھیں ملت
حشر کے روز اُن کے سر پر ہو — حق کی جانب سے سایۂ رحمت

روک لو اب قلم کو اے حافظؔ
بڑھتی جاتی ہے درد کی شدّت

شاعرِ ملت
قاری محمد اسحاق حافظؔ سہارنپوری

فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کا

سلسلۂ نسب، سلسلۂ درس وتدریس اور منصبِ رشد وہدایت

تحریر: **ایم اے متین قاسمی**
ناظم تعلیمات جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب، بنارس

سلسلۂ نسب:

محمد اسعد بن حسین احمد بن سیّد حبیب اللہ بن سیّد پیر علی بن سیّد جہانگیر بخش بن شاہ نور اشرف بن شاہ مدّن بن شاہ محمد ماہ شاہی بن شاہ خیر اللہ بن شاہ صفت اللہ بن شاہ محبّ اللہ بن شاہ محمود بن شاہ لدھن بن شاہ قلندن بن شاہ منور بن شاہ راجو بن شاہ عبد الواحد بن شاہ محمد زاہدی بن شاہ نور الحق رحمہم اللہ تعالیٰ۔

شاہ نور الحق وہ مورثِ اعلیٰ ہیں جو اس سرزمین الٰہ داد پور قصبہ ٹانڈہ میں پہلے پہل تشریف لاکر اقامت گزیں ہوئے۔ اس زمانہ میں قوم رجھڑ کا ٹانڈہ کے گردونواح میں تمام دیہات وغیرہ پر قبضہ اور تصرف تھا اور وہ مسلمانوں کو ستاتے رہتے تھے۔ حضرت شاہ نور الحق صاحبؒ نے وہاں پہنچ کر ان کو دعوتِ اسلام دی مگر وہ لوگ اور راجہ مقابلہ پر آگئے۔ آپ نے بزور کرامت ان کو شکست دی۔ ان کا راجہ قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ آپ نے وہیں اقامت فرمائی اور اس موضع کا نام الٰہداد پور رکھا جس کی راجہ تسمیہ ظاہر ہے۔ قلعہ کے آثار اب تک موجود ہیں۔ اسی قلعہ میں آپ کا اور آپ کی تمام اولاد کا مزار اب تک بنتا چلا آرہا ہے۔

تعلیم و تربیت:

آپ کی ابتدائی تربیت میں والدہ ماجدہؒ کا بڑا حصہ ہے، مگر افسوس کہ ابھی آپ کی عمر تقریباً نو سال کی تھی کہ ١٣٥٥ھ مطابق ٣٧-١٩٣٦ء میں والدہ ماجدہ کا وصال ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ کے خصوصی خادم اور خانوادۂ مدنی کے مربّی حضرت مولانا قاری اصغر علی صاحب سہسپوری کی زیرنگرانی آپ نے تعلیم کے مراحل طے کیے اور ٢٨ رمحرم الحرام ١٣٦١ھ مطابق ١٥ رفروری ١٩٤٢ء کو دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ١٣٦٨ء مطابق ١٩٤٩ء میں دار العلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔

دار العلوم دیوبند میں آپ کی تعلیمی کیفیت حسب ذیل ہے:

● تعلیم کا پہلا سال (١٣٦١ھ مطابق ١٩٤٢ء):

متعلقہ استاد	خواندہ کتب	نتیجہ سہ ماہی	نتیجہ سالانہ
مولانا اصغر علی صاحب	کافیہ	٥١	٤٨
// // //	مرقات	٥٠	٥٢
// // //	نفحۃ العرب	٥٠	٥٠
مولانا اصغر علی صاحب	شرح جامی بحث فعل	٥٠	٥٠
// // //	نور الایضاح	–	٥٠
// // //	شرح تہذیب	–	٥٠
// // //	ورزش	–	٥٥

● تعلیم کا دوسرا سال (١٣٦٢ھ مطابق ١٩٤٣ء):

متعلقہ استاد	خواندہ کتب	نتیجہ سہ ماہی	نتیجہ سالانہ
مولانا شمس الدین صاحب	شرح جامی بحث اسم	٥٠	٥٠
مولانا اصغر علی صاحب	قطبی تصدیقات	٥٢	٥١
// // //	قدوری	٥١	٥٠
// // //	اصول الشاشی	٥١	٥٣
میاں مولانا سیّد اختر حسین صاحب	کنز الدقائق	–	٤٨
// // //	نور الانوار	–	٥٠
مولانا جلیل صاحب	میر قطبی	–	٥٠

● تعلیم کا تیسرا سال (١٣٦٣ھ مطابق ١٩٤٤ء):

متعلقہ استاد	خواندہ کتب	نتیجہ سہ ماہی	نتیجہ سالانہ
مولانا معراج احمد صاحب	شرح وقایہ	٤٩	–
مولانا حبیب اللہ صاحب	مقاماتِ حریری	٤٥	١٠
مولانا عبد الشکور صاحب	حسامی	٥٠	–
مولانا عبد السمیع صاحب	تلخیص	٥٠	٥٣
// // //	مختصر المعانی	٤٨	–
// // //	سلم العلوم	٤٨	٤٣
	ورزش	–	٥٥

● تعلیم کا چوتھا سال (١٣٦٤ھ مطابق ١٩٤٥ء):

متعلقہ استاد	خواندہ کتب	نتیجہ سہ ماہی	نتیجہ سالانہ
مولانا شریف احمد صاحب	شرح وقایہ	٥٠	–
مولانا معراج احمد صاحب	مقامات	٤١	–
مولانا فخر الحسن صاحب	دیوان متنبّی	٤٢	٤١

متعلقہ استاد	خواندہ کتب	نتیجہ سہ ماہی	نتیجہ سالانہ
مولانا عبدالحق نافع صاحب	ہدایہ اوّلین	۵۰	۴۵
مولانا عبدالسمیع صاحب	سلم العلوم	۵۱	۴۲
// // //	مختصر المعانی	۴۳	۴۰
// // //	تلخیص المفتاح	۵۰	۵۲
	ورزش	-	۵۳

● تعلیم کا پانچواں سال (۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹۴۶ء):

متعلقہ استاد	خواندہ کتب	نتیجہ سہ ماہی	نتیجہ سالانہ
مولانا محمد جلیل صاحب	جلال شریف	۴۸	۴۵
// // //	الفوز الکبیر	-	۴۵
مولانا شریف احمد صاحب	ملاحسن	۴۸	۴۲
مولانا عبدالحق صاحب	میبذی	۵۱	۴۰
	ورزش	-	۴۳

● تعلیم کا چھٹا سال (۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء):

متعلقہ استاد	خواندہ کتب	نتیجہ سہ ماہی	نتیجہ سالانہ
مولانا عبدالخالق صاحب	بیضاوی سورہ بقرہ	۵۰	۴۰
مولانا شریف احمد صاحب	شرح عقائد	۴۸	۴۳
مولانا حبیب اللہ صاحب	حماسہ	۴۵	۴۵
مولانا عبدالحق صاحب	حمد اللہ	۴۹	۲۵
قاضی مسعود احمد صاحب	سراجی	-	۴۵

● تعلیم کا ساتواں سال (۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء):

متعلقہ استاد	خواندہ کتب	نتیجہ سہ ماہی	نتیجہ سالانہ
مولانا عبدالخالق صاحب	مشکوٰۃ شریف	۴۰	۵۰
// // //	توضیح تلویح	-	-
مولانا محمد جلیل صاحب	نخبۃ الفکر	-	۵۰
مولانا محمد ابراہیم صاحب	میر زاہد رسالہ	-	۴۰

● تعلیم کا آٹھواں سال (۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء):

متعلقہ استاد	خواندہ کتب	نتیجہ سہ ماہی	نتیجہ سالانہ
مولانا حسین احمد مدنی صاحب	بخاری شریف	۴۴	۴۱
// // //	ترمذی شریف	۴۰	۴۸
علامہ ابراہیم صاحب	مسلم شریف	۴۵	۴۴
// // //	طحاوی شریف	-	۴۸
مولانا اعزاز علی صاحب	ابوداؤد شریف	۴۲	۴۰
// // //	شمائل ترمذی	-	۴۶
مولانا محمد ادریس صاحب	مؤطا امام مالک	-	۴۱
// // //	مؤطا امام محمد	-	۵۰
قاری محمد طیب صاحب	ابن ماجہ شریف	-	۴۵
// // //	نسائی شریف	-	۴۲

حضرت فدائے ملتؒ کا دارالعلوم دیوبند سے تدریسی تعلق:

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد ۲۸ رشوال ۱۳۷۰ھ/ ۲ راگست ۱۹۵۱ء کو آپ کا دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے لیے اعزازی تقرر کیا گیا اور ۲۴ رذیقعدہ ۱۳۷۲ھ/ اگست ۱۹۵۳ء کو استقلال منظور ہوا۔ ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء تک آپ باقاعدہ دارالعلوم دیوبند کے مدرّس رہے۔ اس بارہ سالہ تدریسی دور میں زیادہ تر درجات متوسط کی کتابیں آپ کے زیر درس رہیں۔

تفصیل اسباق مع تعداد طلبہ:

حضرت فدائے ملتؒ نے دورانِ تدریس دارالعلوم دیوبند میں جن کتابوں کو پڑھایا اوران کتب میں پڑھنے والے طلبہ کی تعداد بالترتیب سن وار حسب ذیل ہے:

● پہلا سال (۷۱-۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء): کبریٰ: ۱۶، ایساغوجی: ۱۱، مرقات: ۱۲، میزان الصرف: ۱۳، پنج گنج: ۱۳، نحومیر: ۱۳، کبریٰ: ۱۳۔

● دوسرا سال (۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۲ء): نحومیر: ۲۷، مفید الطالبین: ۲۴، شرح مأۃ عامل: ۲۰، میزان الصرف: ۲۶، کبریٰ: ۱۲، ایسا غوجی: ۱۲، مرقات: ۱۹، نفحۃ الیمن: ۱۵، نورالایضاح: ۱۱۔

● تیسرا سال (۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۳ء): مرقات: ۱۹، نورالایضاح: ۱۵، قدوری: ۱۳، پنج گنج: ۷، صرف میر: ۳۰، شرح تہذیب: ۱۹، شرح مأۃ عامل: ۱۵، ہدایۃ النحو: ۱۱۔

● چوتھا سال (۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۴ء): شرح تہذیب: ۵، ایساغوجی: ۱۳، مرقات: ۳۰، ہدایۃ النحو: ۲۲۔

● پانچواں سال (۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۵ء): شرح تہذیب: ۶۷، نورالایضاح: ۲۸، قدوری: ۲۴، قطبی تصدیقات: ۴۹۔

● چھٹا سال (۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء): اصول الشاشی: ۷۷، قدوری: ۳۵، ہدایۃ النحو: ۲۵، کافیہ: ۲۰، صغریٰ: ۱۹، کبریٰ: ۲۲۔

● ساتواں سال (۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء): شرح تہذیب: رخصت، اصول الشاشی: رخصت، کنزالدقائق: رخصت۔

● آٹھواں سال (۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۸ء): شرح وقایہ: ۳۱، اصول الشاشی: ۹۷، مرقات: ۳۲، شرح تہذیب: ۳۲۔

● نواں سال (۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء): قطبی: ۴۰، شرح وقایہ: ۷، مرقات: ۲۵، شرح تہذیب: ۹۔

● دسواں سال (۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء): شرح وقایہ: ۸، اصول الشاشی: ۵۵۔

● گیارہواں سال (۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء): اصول الشاشی: ۲۵، قطبی تصدیقات: ۳۹، قطبی تصوّرات: ۳۹۔

● بارہواں سال (۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء): شرح وقایہ: ۸۱، قطبی تصدیقات: ۵۰، قطبی

تصوّرات:۴۵۔(منقول از ریکارڈ دفتر تعلیمات دارالعلوم دیوبند)

حضرت فدائے ملت کے افراد خاندان:

حضرتؒ کا پہلا نکاح شعبان ۱۳۶۳ھ میں محترمہ عائشہ صاحبہ سے ہوا جو آپ کے چچا مولانا سیّد احمد صاحب مدنی بانی مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ کی صاحبزادی تھیں۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً اٹھارہ سال تھی۔ ان سے محرم الحرام ۱۳۷۰ھ میں سیّد احمد مدنی صاحب مقیم مدینہ منورہ پیدا ہوئے۔

حضرتؒ کا دوسرا نکاح محترمہ بریرہ صاحبہ صاحبزادی حضرت مولانا حمید الدین صاحب شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند سے ہوا جو بہت سخی اور دین دار عورت تھیں، جن کے بطن سے آٹھ اولادیں ہوئیں جن میں سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں بقید حیات ہیں، جن کے نام ہیں: سعدیہ انوار، محمود، مسعود، محمد، مودود، ذکیہ حارث۔

حضرت کے اس وقت پانچ لڑکے سیّد احمد مدنی، مولانا سیّد محمود اسعد مدنی، مولانا سیّد مسعود مدنی، مولانا سیّد محمد مدنی، حافظ سیّد مودود مدنی اور دو لڑکیاں محترمہ سعدیہ انوار صاحبہ زوجہ مولانا انوار احمد بجنوری ابن حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، محترمہ ذکیہ صاحبہ زوجہ مولانا سیّد محمد حارث ابن سیّد محمد نعیم خانجہاں پوری موجود ہیں۔ سیّد احمد مدنی حضرتؒ کی پہلی اہلیہ محترمہ کے بطن سے ہیں جبکہ باقی چھ اولاد حضرت کی دوسری اہلیہ محترمہ بریرہ صاحبہ مرحومہ کے بطن سے ہیں۔

حضرت کی والدہ محترمہ (آپاجی) ابھی بقید حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کو صحت کاملہ اور عمر دراز نصیب فرمائے، آمین!

حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ کے دو علاتی بھائی حضرت مولانا سیّد ارشد صاحب مدنی جو اس وقت دارالعلوم دیوبند کی مجلس تعلیمی کے ناظم اور حضرت فدائے ملت کے وصال کے بعد جمعیۃ علماء ہند کے صدر ہیں اور حضرت مولانا سیّد اسجد صاحب مدنی جامعہ اسلامیہ للبنات دیوبند کے مہتمم ہیں۔ حضرتؒ کی چار بہنیں محترمہ ریحانہ مرحومہ زوجہ حضرت مولانا سیّد رشید الدین صاحبؒ مہتمم مدرسہ شاہی مراد آباد، محترمہ عمرانہ زید مجدہا زوجہ حضرت مولانا قاری سیّد محمد عثمان صاحب منصور پوری نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند، محترمہ صفوانہ زید مجدہا زوجہ مولانا سیّد محمد نعیم صاحب خانجہاں پور اور محترمہ فرحانہ صاحبہ ہیں۔

فدائے ملت حضرت امیر الہند نوراللہ مرقدہ ایک نظر میں:

اسم گرامی : سیّد محمد اسعد

والد ماجد : شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

ولادت باسعادت : ۶/ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۷/اپریل ۱۹۲۸ء بروز جمعہ

داخلہ دارالعلوم دیوبند : ۲۸/محرم الحرام ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۵/فروری ۱۹۴۲ء

فراغت : ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء

پہلا سفر حج : ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء

تقرر دارالعلوم دیوبند : ۲۸/شوال ۱۳۷۰ھ مطابق ۲/اگست ۱۹۵۱ء بحیثیت مدرس اعزازی

مدت قیام دارالعلوم دیوبند : ۱۳۷۰ھ تا ۱۳۸۲ھ (بارہ سال) (بحیثیت مدرس)

اعطائے خلافت : خصوصی اجازت قطب عالم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ بدست حضرت مولانا سیّد محمود حسن خلیفہ و مجاز حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی و اکثر خلفائے کرام نوراللہ مرقدہم۔

تعداد مریدین : تقریباً اٹھارہ لاکھ (۱۸,۰۰,۰۰۰)

خلفاء و مجاز طریقت : دوسو چونسٹھ (۲۶۴)

صدارت جمعیۃ علماء یوپی : ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۶۰ء

سنگ بنیاد مسلم فنڈ دیوبند : ۳۰/ربیع الاوّل ۱۹۸۱ء مطابق ۱۱/ستمبر ۱۹۶۱ء

ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند : ۱۸/ربیع الاوّل ۱۹۸۲ء مطابق ۹/اگست ۱۹۶۳ء

ممبری راجیہ سبھا : ۱۹۶۸ء تا ۱۹۹۴ء (اٹھارہ سال)

صدارت جمعیۃ علماء ہند : ۱۱/رجب المرجب ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۱/اگست ۱۹۷۳ء

نائب امیر الہند : ۲۸/صفر المظفر ۱۴۰۷ھ مطابق ۲/نومبر ۱۹۸۶ء

امیر الہند ثانی : ۱۶/ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۹/مئی ۱۹۹۲ء

وفات : ۷/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۶/فروری ۲۰۰۶ء پیر کے دن شام پونے چھ بجے دہلی کے اپولو اسپتال میں بیہوشی و نیم بیہوشی کی حالت میں تین مہینہ پانچ یوم زیر علاج رہے اور حیرت انگیز طور پر آخر دم کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

منصب رشد و ہدایت:

حضرت امیر الہند فدائے ملتؒ نے حضرت شیخ الاسلامؒ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے تصوف و سلوک کے تمام مراحل طے کر لیے تھے اور حضرت شیخ الاسلامؒ کے وصال کے بعد حضرت کے تمام خدام نے متفق ہو کر آپ کو اجازت سے نوازا۔ نیز قطب عالم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ نے آپ کو خصوصی اجازت مرحمت فرمائی اور بیعت و ارادت کا سلسلہ جاری رکھنے کا حکم فرمایا۔ مولانا شاہ علی صاحب سفیر دارالعلوم دیوبند گورکھپور کی مشہور شخصیت مولانا حکیم وصی احمد صاحب کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت شیخ الاسلامؒ کے وصال کے بعد میں نے خواب دیکھا کہ حضرت کوئی چیز لوگوں میں تقسیم فرما رہے ہیں۔ میں نے بھی لینے کے لیے ہاتھ پھیلایا تو حضرت نے فرمایا تم جاکر اسعد سے لے لو۔ اتنے میں حضرت مولانا اسعد صاحب فوری کچھ لے کر آئے اور مجھے دیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے یہ تعبیر سمجھی کہ مجھے مولانا سیّد اسعد مدنی سے بیعت ہونا چاہیے اور

انھیں سے مجھے فیض پہنچے گا، میں نے حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب کے پاس خواب اور جو کچھ تعبیر سمجھی تھی وہ لکھ کر بھیجی اور بیعت کی درخواست کی تو اس کا جواب یہ آیا کہ آپ نے جو خواب دیکھا تھا وہ سچ ہے لیکن اس کی تعبیر الٹی سمجھی، اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ سے مجھ کو فیض ملے گا لہٰذا آپ حضرت مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سے بیعت ہوجائیں اور وہاں سے فیض حاصل کر کے مجھے پہنچائیں۔ مولانا اسعد صاحب کا یہ خط اور اپنی بیعت کی درخواست میں نے شیخ الحدیث صاحب کی خدمت میں روانہ کردی۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب کا جواب اور ساتھ میں بیس روپے ملے۔ آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ میں تھرڈ کلاس سے سفر کرتا ہوں اور تمھارے لیے بھی اسی کا کرایہ روانہ کررہا ہوں، فوراً دیوبند جاؤ اور مولانا اسعد صاحب سے بیعت ہوجاؤ۔ میں شیخ الحدیث صاحب کے حکم کے مطابق دیوبند مولانا اسعد صاحب کی خدمت میں پہنچا، جسب سابق بیعت کی درخواست کی اور حضرت شیخ الحدیث صاحب کا خط دِکھلایا تو فرمایا کہ میں اس لائق نہیں ہوں کہ بیعت کروں البتہ میرے ساتھ حضرت شیخ الحدیث صاحب کی خدمت میں سہارنپور چلو وہاں سے بیعت کراؤں گا۔ میں اور مولانا اسعد صاحب سہارنپور حضرت شیخ الحدیث صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت شیخ الحدیث نے ہم دونوں کو دیکھتے ہی مجھ سے فرمایا کہ ابھی تک تم بیعت نہیں ہوئے؟ میں نے کہا یہ تو حضرت بھائی صاحب سے پوچھئے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کیوں بھائی اب تک بیعت نہیں کیا تو مولانا اسعد صاحب نے فرمایا کہ میں اس لائق نہیں ہوں اسی لیے آپ کی خدمت میں لایا ہوں۔ آپ بیعت فرمالیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ تم کہتے ہو میں اس لائق نہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ تم بہت پہلے لائق ہوچکے ہو لہٰذا بلاتردّد فوراً بیعت کرلو۔ اس حکم کے بعد حضرت مولانا اسعد صاحب رونے لگے اور پھر دہرایا کہ میں اس لائق نہیں ہوں، لیکن شیخ الحدیثؒ کے بار بار اصرار کرنے پر مولانا سیّد اسعد صاحب نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا کہو میں بیعت ہوتا ہوں حضرت شیخ الحدیث صاحب سے اسعد کے ہاتھ پر۔ اس پر حضرت شیخ الحدیث نے بھرپور زوردار الفاظ میں فرمایا کہ یوں نہ کہلواؤ بلکہ یوں کہلواؤ کہ میں بیعت ہوتا ہوں اسعد سے، اسعد کے ہاتھ پر اور اسی طرح مجھے بھی تلقین فرمائی، اس کے بعد حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب تھوڑی دیر تک روتے رہے اور پھر جس طرح حضرت شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا تھا۔ ان اہل اللہ نے آپ کو جس مقام و منصب پر فائز فرمایا تھا آپ نے اس منصب کی ذمہ داری کامل طریقہ پر نبھائی۔ آپ کے ذریعہ نہ صرف ہندستان بلکہ پورے برصغیر افریقہ، امریکہ اور یوروپ تک کے ہزاروں فرزندانِ توحید راہ یاب ہوئے اور مدنی سلسلہ سے منسلک ہوئے۔ حضرت امیر الہند فدائے ملت مولانا سیّد اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے دست حق پرست پر جن خوش نصیب حضرات نے بیعت کر کے راہِ سلوک مکمل کیا اور خلیفہ اور مجاز ہوئے ان کی تعداد ڈھائی سو سے متجاوز ہے جن کی مکمل مصدقہ فہرست اس خصوصی اشاعت کے شروع میں موجود ہے۔ ○○

فدائے ملتؒ کی مہمان نوازی

ایچ۔ایم۔ صابر، کانٹھ گڑھی

یہ واقعہ ۱۹۹۵ء کا ہے۔ ہم تین افراد حافظ القاری رئیس الدین، حافظ لئیق احمد و راقم محمد صابر مدرّسین جامعہ عربیہ ناصر العلوم کانٹھ نے حضرت فدائے ملت علیہ الرحمہ سے ملاقات کا ارادہ کیا۔ جمعرات کا دن تھا۔ ہم لوگ سفر طے کر کے دیوبند پہنچ گئے۔ حسبِ ارادہ و مقصد ہم پہلے مدنی مہمان خانے پہنچے۔ مہمان خانے میں ہم اجنبی تھے۔ ہماری ملاقات وہاں ایک بزرگ حضرت مولانا محمد محمود صاحب مدظلہٗ سے ہوئی۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت شیخ دولت خانے پر تشریف نہیں رکھتے، لیکن آمد متوقع ہے۔ یہ سن کر کچھ تسلی ہوئی۔ بعد ازاں ہم دارالعوم چلے گئے جہاں ان دِنوں میرے برادرِ نسبتی قاری ریاض الدین شعبۂ تجوید میں متعلّم تھے۔ ہمارے وہاں پہنچنے پر انھوں نے کھانے کا نظم کرلیا۔ ہم لوگوں نے کھانے سے فراغت کے بعد نماز عشاء مسجدِ رشید میں ادا کی۔ معلوم ہوا کہ حضرت فدائے ملتؒ موجود ہیں۔ ہماری ملاقات مسجد میں شمال کی جانب گیلری میں حضرت شیخ سے ہوئی۔ حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے معلوم کیا کہاں سے تشریف لائے اور کھانا کہاں کھایا۔ ہم نے اپنی دیوبند آمد سے متعلق پوری بات جس میں دارالعلوم کے ایک طالب علم کے پاس کھانے کا ذکر بھی تھا حضرت سے بیان کردی۔ کھانے سے متعلق ہماری بات سن کر حضرت فدائے ملتؒ نے اپنی ناراضگی اور شفقت ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ جہاں آپ نے کھانا کھایا ہے ان کے بچے یہاں رہتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا نہیں۔ ''تو پھر آپ نے ان کا کھانا کیوں کھایا۔'' آپ نے جواباً فرمایا۔ ''ارے بھائی وہ تو خود مدرسے کا کھانا کھاتے ہیں اور آپ تو ہمارے مہمان تھے۔ ہمارے یہاں کھانا کھایئے۔''

یہ ناصحانہ اور بصیرت افروز مہمان نوازی سے متعلق حضرت کی گفتگو سن کر ہم دم بخود رہ گئے۔ ملاقات کے بعد ہم مہمان خانہ آئے اور آرام کیا۔ صبح کو حضرت فدائے ملتؒ نے پھر معلوم کیا کہ کانٹھ کے مہمان کہاں ہیں۔ انھیں یہاں بلاؤ۔ ناشتہ ہمارے ساتھ کیا نیز دوپہر کے کھانے میں بھی آپ ہمارے ساتھ شریک رہے۔ یہ تھی امیر الہند فدائے ملت علیہ الرحمہ کی مہمان نوازی اور ذرّہ نوازی کی ایک معمولی سی جھلک جو آج ہماری زندگی کے لیے ایک یاد بن کر رہ گئی ہے۔ حضرتؒ کا دورانِ ملاقات یہ فرمانا کہ آپ تو ہمارے مہمان تھے، آپ کے صاحبِ کشف و کرامات ہونے کی صاف دلیل ہے۔ اب جبکہ حضرت شیخ ہمارے درمیان نہیں رہے، آپ کی زندگی کا ہر پہلو ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

اللہ ربّ العزت آپ کے درجات بلند کرے۔ (آمین)

فدائے ملتؒ کی زندگی ملت کے لیے وقف رہی

از قلم: **حافظ و قاری محمد فتح اللہ قدوسی**
بانی و مہتمم مدرسہ ترتیل القرآن، گیا و جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء گیا

کوئی انسان خواہ کسی بھی ملک اور رنگ و نسل سے تعلق رکھتا ہو چاند، سورج، زمین، آسمان، ہوا اور پانی کو اچھی طرح سے جانتا پہچانتا ہے اس لیے کہ اللہ کے حکم سے یہ رات دن انسانوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں ٹھیک اسی طرح فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی ذات گرامی تھی جو اپنے آخری وقت تک انسانیت کے ساتھ ساتھ ملک وملت کی خدمت کرتے رہے۔ ان کی پچپن سالہ زندگی صرف قوم وملک کے لیے وقف رہی۔ مولانا کو خدمت کا یہ جذبہ وراثت میں ملا تھا۔ فدائے ملتؒ کے دادا ایک عالم باعمل انسان تھے جن کے اندر خدمت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ پھر والد محترم شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا کیا پوچھنا جنھوں نے ایک طرف جہاں حدیث وقرآن کا درس جاری رکھا وہیں دوسری طرف ملک کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلانے کی تحریک میں میر کارواں بنے رہے۔ انھیں کے فرزند فدائے ملتؒ نے بھی ملک وملت کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی۔ فدائے ملت کی خدمات و کارناموں سے کون واقف نہیں ہے۔ ۱۹۶۴ء کا زمانہ ہے۔ ابھی آپ جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سکریٹری نامزد ہوئے ہیں۔ شعبان کے آخری دن ہیں۔ گیا میں رمضان گزارنے کے لیے سامانِ سفر کی تیاری کر رہے ہیں کہ فرقہ پرستوں کے سوچے سمجھے پلان کے مطابق کلکتہ میں مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا جاتا ہے۔ فدائے ملتؒ کشمکش و پیچ میں پڑ جاتے ہیں۔ ایک طرف کلکتہ کا ہولناک فساد ہے اور دوسری طرف گیا کے لیے روانگی کا وقت۔ اسی دوران فدائے ملتؒ نے اپنے والد بزرگوار شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت کی۔ آپ کو شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کلکتہ میں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے اور تم میٹنگ کر رہے ہو۔ پھر کیا تھا فدائے ملت فوراً کلکتہ پہنچ گئے جہاں مسلمان گھر سے باہر نہیں نکل سکتے تھے وہاں حضرتؒ نے پہنچ کر حکومت بنگال پر وہ کاری ضرب لگائی اور اپنی جرأت وحوصلہ کا ایسا ثبوت پیش کیا کہ حکومت کو مجبور ہو کر فسادیوں کے خلاف کارروائی شروع کرنی پڑی جس سے مسلمانوں کو کچھ راحت ملی۔ فدائے ملتؒ نے فوراً ریلیف کا کام شروع کرایا اور خود آٹے کی بوری اپنی پیٹھ پر لاد کر ریلیف کیمپ میں لائے اور مسلمانوں کو وہ مدد کی جس سے سرشار ہو کر شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے فرمایا کہ تمام علماء کی عبادت ان کی کلکتہ والی خدمت کے سامنے کچھ نہیں ہے۔ دشمنوں نے اسی سال جمشید پور اور راوڑکیلا میں بھی فساد کرا دیا۔ مولانا نے وہاں بھی مسلمانوں کی ایسی خدمت کی جو اپنی مثال آپ ہے۔ فدائے ملت اس وقت کانگریس ورکنگ کمیٹی کے ممبر تھے۔ کانگریس پارٹی کی حکومت تھی اس لیے انھوں نے حکومت کو صاف صاف کہا کہ جو حکومت اپنے عوام کی حفاظت نہ کر سکے وہ حکومت نہیں چوروں اور ڈاکوؤں کا گروہ ہے۔ مدارس تو گویا آپ کی جان تھے اور جب مدارس و مکاتب و مساجد پر دشمنوں نے وار کیا فدائے ملت نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ علی گڑھ یونیورسٹی کا معاملہ ہو یا جامعہ ملیہ کا، حضرتؒ نے سب کی مدد اور رہنمائی فرمائی۔ ساری دنیا ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کی شہادت کے وقت دہل گئی تھی۔ اس وقت کے وزیر اعظم گویا فرعون بن گئے تھے۔ مولانا مدنیؒ نے بانگ دہل پارلیمنٹ میں فرمایا کہ بابری مسجد پر کوئی سودے بازی نہیں ہوگی۔ صرف عدالت کا فیصلہ مسلمانوں کو قابل قبول ہوگا۔ یہ تھا فدائے ملت کا جگر و حوصلہ۔ دوسری طرف بابری مسجد کی شہادت کے وقت جو فساد برپا ہوا اسے رُکوانے کے لیے بھی مولانا نے پارلیمنٹ میں ایسی تقریر کی جس سے اس وقت کی کانگریس سرکار تھرا گئی۔ دشمنوں نے ۱۹۹۳ء میں بہار کے ضلع سیتامڑھی میں فساد برپا کر دیا۔ مولانا کو خبر ملی۔ آپ فوراً پٹنہ تشریف لائے۔ ریلوے اسٹیشن پر ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے استقبال کیا۔ ایک مرید نے ناشتہ دان پیش کیا۔ حکم ہوا گاڑی میں رکھ دو مگر خدمت کا ایسا جذبہ کہ پورا دن سیتامڑھی میں گزر گیا اور ناشتہ دان اسی حالت میں پٹنہ سے واپس آ گیا۔ اللہ کی مدد فدائے ملتؒ کے ساتھ ایسی رہی کہ بھوک اور پیاس کی شدت خدمت کے سامنے سرنگوں ہوگئی۔ بھاگلپور جانا ہے۔ اپر انڈیا ایکسپریس میں چڑھنا ناممکن ہے۔ بھیڑ بڑھتی جا رہی ہے مگر حضرتؒ کو سبھی لوگ راستہ دے رہے ہیں اور جب بوگی کے پاس حضرتؒ آتے ہیں اندر سے آواز آتی ہے تین نمبر کو پا میں آئیے۔ الہ آباد سے آپ کے لیے سیٹ لے کر آ رہا ہوں۔ حضرت کو پا میں تشریف لے جاتے ہیں اور سیٹ لانے والا غائب ہو جاتا ہے۔ یہ تھی غیبی مدد۔

۱۹۸۹ء کے بھاگلپور فساد میں فدائے ملت نور پور ناتھ نگر میں لٹے پٹے مسلمانوں کی خبر گیری کر رہے ہیں۔ ایک فسادی نے ریوالور نکال کر حضرت پر سیدھا نشانہ باندھا مگر وہ فائر نہیں کر سکا۔ گولی نال میں پھنس گئی۔ بعد میں وہی فسادی بیان دیتا ہے میں لرز گیا۔

یہ تھی حضرت کے ساتھ اللہ کی غیبی مدد، جس کا آج تصور بھی ہمارے لیے محال ہے۔ ○○

خراجِ عقیدت

قافلہ علمائے دین کے سرخیل، ملت کے ہمدرد وغمگسار، صدائے مظلومین ومقہورین، دینی مدارس کی ترویج واستحکام میں شب وروز سرگرداں، جانشینِ شیخ الاسلام جمعیۃ علماء ہند کے ہردلعزیز بے باک قائد وجری دانشور، یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم کی عملی تصویر حضرت فدائے ملت مولانا سیّد اسعد مدنی قدس اللہ سرہٗ کی تابندہ حیات سعی مسلسل ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

ان کی خدماتِ جلیلہ کا بیان ہم جیسے عاجزوں کے بس کی بات نہیں۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

جب کوئی فتنہ زمانے میں نیا اُٹھتا ہے
وہ اشارے سے بتادیتے ہیں تربت میری

آج امت مسلمہ جن حالات سے دوچار ہے، نگاہیں اس مجاہد جلیل کو تلاش کررہی ہیں۔ ہماری خدا سے دعا ہے کہ خداوند قدوس ان کے درجات کو بلند کرے اور ہم متوسلین ومحبین کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

(قاری) **محمد ایوب اعظمی**
صدر جمعیۃ علماء ضلع تھانہ
نائب صدر جمعیۃ علماء مہاراشٹر
ناظم اعلیٰ مدرسہ مفتاح العوم
ہندوستانی مسجد، بھیونڈی
موبائل:09822825083

سلسلۂ قدس کی یہ بھی کڑی جاتی رہی

مفتی بلال احمد قاسمی، کانٹھ

یہ عادت اللہ جاری ہے کہ اس کرۂ ارض پر جب بھی ظلم و جبر نے جنم لیا اللہ تعالیٰ نے اس کی سرکوبی کے لیے کبھی ابراہیمؑ کو پیدا کیا اور کبھی موسیٰؑ کو۔ امت محمدیہ میں بھی ظلم و جبر کے خلاف یہ سلسلہ جاری وساری رہا۔ چنانچہ ظلم جب حجاج بن یوسف کی شکل میں ظاہر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے ذریعہ اس کا سر نیچا کیا۔ خلیفہ منصور اُبھرا تو سیّدنا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ اس کو رُسوا کیا۔ معتصم باللہ کا فتنہ وجود میں آیا تو سیّدنا حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے ذریعہ اس کی سرکوبی فرمائی۔ شاہ سلجوقی کی بے راہ روی کو امام عالی مقام حضرت امام غزالیؒ کے ذریعہ کیا گیا۔ فتنۂ تاتار کا امام ابن تیمیہؒ کے ذریعہ مقابلہ کرایا گیا۔ جلال الدین اکبر کی دین میں فتنہ سازی کو شیخ احمد سرہندی الف ثانیؒ کے ذریعہ ختم نا کام فرمایا گیا۔ مسلک اہل سنت کو کمزور کرنے کے لیے فرق اثنا عشریہ وجود میں آئے تو مسند ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ذریعہ ان کا مقابلہ کیا گیا۔ راجہ رنجیت سنگھ کا منہ توڑ جواب شاہ اسماعیل شہیدؒ کے ذریعہ دیا گیا۔ اور جب انگریز نے اس ملک ہندستان پر جابرانہ تسلط قائم کر کے پورے ملک کو اپنے پنجۂ استبداد میں جکڑنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے انگریز سامراجیت کے خلاف اعلانِ جہاد کی ہمت کرتے ہوئے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن میدان میں آئے۔ ۱۸۷۶ء میں اللہ تعالیٰ نے سیّد السادات شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کو وجود بخشا جنھوں نے اپنے استاذ و شیخ حضرت شیخ الہندؒ کی معیت میں تحریک آزادی میں بڑی جرأت وہمت کے ساتھ حصہ لیا اور حضرت شیخ الہندؒ کے وصال کے بعد باضابطہ جنگ آزادی کی کمان سنبھالی۔

اس مردِ مجاہد کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ۱۹۲۸ء میں ایک سچے جانشین سے سرفراز فرمایا یعنی فدائے ملت، امیر شریعت، حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ آپ کو عطا کیے گئے۔ اس طرح حضرت فدائے ملتؒ بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتے تھے۔

یہ دنیا ایک سرائے فانی ہے۔ یہاں کی ہر چیز حادث اور عارضی ہے۔ کسی کے لیے یہاں بقاودوام نہیں۔ کیسی کیسی عظیم شخصیتیں اس عالم میں آئیں اور چند روزہ قیام کر کے رخصت ہوگئیں۔ یہ انسان کی فطرت وطبیعت ہے کہ جب کوئی خوشی کی بات سامنے آتی ہے تو طبیعت پر انبساط کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور رنج وغم کی بات سے دل ودماغ پر غم کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔

پھر جو شخصیت جس درجہ کی ہوتی ہے اور جس کی زندگی جتنی قیمتی ہوتی ہے اس کے اثرات بھی اُسی درجہ کے ہوتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ بعض دنیا سے جانے والے لاوارث ہوتے ہیں کہ ان کی موت پر کوئی ایک اشک غم بہانے والا بھی نہیں ہوتا۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی موت پر اظہارِ غم کرنے والے محض ان کے اعزاء واقارب ہوتے ہیں اور کچھ موتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان پر غم کے آنسو بہانے والے نہ صرف اعزاء واقرباء اور بستی وعلاقے والے ہوتے ہیں بلکہ ان کی موت کو عالمی خسارہ تصور کیا جاتا ہے اور ان کے چلے جانے سے ایک عالم سوگوار ہوجاتا ہے۔ فدائے ملت امیر شریعت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی طاب اللہ ثراہ وقدس اللہ سرہٗ اسی درجہ کی ایک عالمی شخصیت تھے جن کے انتقال پُرملال کو مسلمانوں کا ایک عالمی خسارہ تصور کیا گیا ہے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔

فدائے ملت رحمۃ اللہ علیہ واقعتاً ایک ایسی جامع شخصیت تھے کہ جن کو ایک زمانے تک یاد کیا جاتا رہے گا۔ آپ نے جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے ہندستان کے مسلمانوں کی جو خدماتِ جلیلہ انجام دیں وہ آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔ ہندستان میں ہونے والے مسلم کش فسادات میں مسلمانوں کی خدمت، ان کی بازآبادکاری، قانونی رہنمائی اور پھر ان کے حقوق کے لیے ایوانِ بالا میں صدائے حق بلند کرنا۔ ساری دنیا کے اصلاحی وتعلیمی اسفار کے ساتھ ساتھ اپنے رب اور مولیٰ کے ساتھ خاصانِ خدا کا سا تعلق ایک امتیاز ہی نہیں بلکہ ایک کرامتِ عظمیٰ ہے۔ عالمی مصروفیات اور ملک کے اندرونی حالات کے مقابلہ جب اپنے رب کے سامنے نماز کی نیت باندھ کر کھڑے ہوگئے تو معلوم ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں۔ نماز اتنے خضوع وخشوع سے پڑھتے کہ دیکھنے والا ''صلوا کما رائتمونی أصلی'' (حدیث) کی تفسیر آسانی کے ساتھ سمجھ جاتا۔ سفر حضر میں جماعت کے ساتھ نماز کا اہتمام ہم جیسوں کے لیے درسِ وعظ ونصیحت ہے۔ نماز میں قرأت مسنونہ کا اہتمام اس قدر کہ کبھی اس کے خلاف ہوجائے تو اظہارِ برہمی فرماتے۔

ایک دفعہ آپ مدرسہ شاہی کے مہمان خانہ لال باغ میں مقیم تھے۔ معلوم ہونے پر بغرض زیارت وملاقات ہم لوگ بھی حاضر تھے۔ رات کو قیام ہوا۔ اس زمانے میں لال باغ میں مسجد نہیں تھی۔ بسبب کمزوری زینہ کے اترنے چڑھنے کی تکلیف کی وجہ سے جماعت مہمان خانے میں ہوئی۔ مدرسہ شاہی کے ایک مؤقر استاذ کی طرف حضرت نے اشارہ فرمایا کہ نماز پڑھاؤ۔ انھوں

نے نماز میں قرأت غیر مسنونہ کی تو بعد از سلام حضرت نے خاصے غضب ناک ہوکر فرمایا یہ کیا کیا مفتی صاحب، کیا ہم کو کہیں لام پر جانا تھا جو آپ نے نماز خلافِ سنت پڑھادی۔ یہ تھا شریعت وسنت کی پاسداری کا خیال۔ اللہ اکبر۔

خوفِ الٰہی سے آہ و زاری:

تقریباً سترہ سال قبل کی بات ہے کہ حضرت والا تنظیمی دورہ پر مرادآباد تشریف لائے اور حسن پور، گنگوار، ڈھکہ، اجھاری، سنبھل، سرائے ترین وغیرہ تقریباً دس مقامات کا دورہ فرمایا۔ مدرسہ شاہی کے مہتمم صاحب اپنے بزرگوں کے امین ظاہراً و باطناً طہارت و پاکیزگی کی علامت، حضرت مولانا رشید الدین حمیدی قدس اللہ سرہٗ العزیز، حافظ محمد صدیق اور ہم لوگ ہمراہ تھے۔ رات کو واپس مرادآباد تشریف لائے اور قیام لال باغ میں فرمایا۔ دن بھر کا سفر وعظ و بیان کی تھکان کے باوجود رات کے اوّل حصے میں ذرا سا آرام فرمایا اور پھر تقریباً نصف رات کے بعد ہی سے مصلے پر کھڑے ہوگئے۔ ہم نے دیکھا کہ طویل طویل رکعات اور پھر ایسی آہ وزاری کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر۔ یہ تھا خوفِ الٰہی کا اثر۔ ہم نے کئی مرتبہ دیکھا۔ ان تمام خصوصیات ہی کا مشاہدہ تھا کہ آپ کی وفات کی خبر جیسے ہی کان میں پڑی تو زبان سے نکلا:

سلسلۂ قدس کی یہ بھی کڑی جاتی رہی

اصلاحِ معاشرہ

حضرت فدائے ملتؒ کی ایک اہم تحریک

ڈاکٹر جمال الدین قاسمی، شیر نگر مظفر نگر

سیّدنا حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں ایک بڑھیا کا نام بھی لیا جاتا ہے جو سوت کی انٹی اور پونی لے کر حاضر ہوئی تھی کہ آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند۔ یہ ناکارہ بھی فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے کارناموں میں سے ایک عظیم کارنامہ پر مختصر روشنی ڈالنا چاہتا ہے اور وہ تحریک اصلاحِ معاشرہ ہے۔ حضرت مدنیؒ نے نصف صدی سے زائد عرصے تک ملک وملت کی جو نمایاں اور مثالی خدمات انجام دی ہیں ان کا دائرہ بیحد وسیع ہے۔ مسلمانانِ ہند کی دینی وملّی قیادت ان کے جان و مال کے تحفظ، دستوری اور شہری حقوق کی بازیابی، فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام، امارتِ شرعیہ کا قیام، اسلامی اوقاف کا تحفظ، ملکی وملّی اور اسلامی مسائل کے سلسلہ میں واضح موقف، بابری مسجد کی بازیابی کی جدوجہد ملک کے سیکولر کردار کی بقا وتحفظ کے حوالہ سے جہاں انھوں نے زرّیں خدمات انجام دی ہیں وہیں تحریک اصلاحِ معاشرہ کے سلسلہ میں بھی ان کی خدمات بے حد تابناک اور آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آج بہت سی تنظیمیں اصلاحِ معاشرہ پر کام کر رہی ہیں مگر اس کو باقاعدہ تحریک کی شکل میں اجاگر کرنا یہ کارنامہ صرف اور صرف فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کا ہی ہے۔ حضرت مدنیؒ نے قریہ قریہ، بستی بستی، شہر شہر اصلاحِ معاشرہ کی جو تحریک چلائی تھی آج اُسی کا نتیجہ ہے کہ کہیں اصلاحِ معاشرہ کے نام پر انجمنوں کا قیام عمل میں آرہا ہے۔ کہیں اصلاحِ معاشرہ کے نام پر کمیٹیاں تشکیل دی جارہی ہیں، کہیں اصلاحِ معاشرہ کے نام پر جلسے اور جلوس کا انعقاد عمل میں آرہا ہے۔ حضرت فدائے ملت کی اصلاحِ معاشرہ تحریک کا ایک اہم جز مدارس ومکاتب کا قیام بھی ہے۔ خود آپ کو اس جز و سے اتنی دلچسپی تھی کہ جمعیۃ علماء ہند کے قائم کردہ دینی تعلیمی بورڈ کی اہم ذمہ داری دینی مدارس کا قیام قرار دے دی گئی۔ مدارس اور مکاتب اسلامیہ اصلاحِ معاشرہ کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مدارس اسلامیہ ملک وملت کا عظیم سرمایہ ہیں۔ ان ہی مدارس اسلامیہ نے جہالت وناخواندگی کی بیخ کنی کی ہے۔ ان ہی مدارس اسلامیہ کے فضلاء نے عریانیت وفحاشیت کی برائیوں کو اجاگر کرکے عوام کو اس سے روشناس کرایا ہے۔ یہ ہی وہ مدارس اسلامیہ ہیں جنھوں نے نونہالانِ اسلام کی دینی تربیت کی اور ملّی وقومی مقاصد واہداف کی تکمیل کی ہے۔ ان ہی مدارس اسلامیہ نے اسلامی اخلاق وکردار کے حامل افراد امن وآشتی کے پیکر اور انسانیت وشرافت کے معمار پیدا کیے ہیں۔

حضرت فدائے ملت نور اللہ مرقدہٗ مسلمانوں کے معاشرہ کی اصلاح کے تعلق سے انتہائی فکرمند تھے۔ مسلمانوں میں جاہلانہ اور ہندوانہ اور مشرکانہ رسومات نشہ، سٹہ، ٹی وی، جہیز، تلک اور بیاہ شادیوں میں فضول خرچی ایسی مہلک بیماریاں ہیں جو مسلمانوں کو لکڑی کے گھن کی طرح تباہ وبرباد کر رہی ہیں۔ جنوری ۱۹۹۱ء میں حضرتؒ نے ایک کل ہند اجتماع منعقد کرکے عام مسلمانوں کے سامنے یہ تحریک پیش کی اور جمعیۃ علماء ہند کے مرکزی دفتر میں باقاعدہ ایک شعبہ قائم کرکے مسلمانانِ ہند پر ایک احسانِ عظیم فرمایا۔ یہ حضرت کی اس فکرمندی کا ہی نتیجہ ہے کہ آج ملک کی ہر چھوٹی بڑی مسلم تنظیم اصلاحِ معاشرہ کی تحریک اپنے پروگرام کا ایک حصہ بنائے ہوئے ہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ ''من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا من غیر ان ینقص '' کا مصداق بن رہے ہیں۔

بیکسوں اور مظلوموں کا سہارا تھے فدائے ملتؒ

قاری محمد فرقان اسعدی (مجاز حضرت فدائے ملتؒ) نگلہ راعی، مظفرنگر

حضرت امیر الہند فدائے ملت بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ وہ شیخ کامل تھے، مردِ مجاہد تھے اور ملت پر فدا بھی تھے۔ اللہ نے ان کی آواز میں عجب تاثیر رکھی تھی۔ وہ جو چاہتے اور کہتے اس پر استقلال کے ساتھ جم جاتے اور جب تک اسے پایۂ تکمیل تک نہ پہنچادیتے خاموش ہوکر نہیں بیٹھتے تھے۔ حضرتؒ جو بھی کام کرتے رضائے الٰہی کے لیے کرتے تھے۔ حضرتؒ سے جب بھی یہ کہا جاتا کہ حضرت میڈیا ہماری خبریں نہیں دیتا تو حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم دِکھاوے کے لیے تھوڑا ہی کام کرتے ہیں۔ ہم تو اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں۔

سال میں عید کے بعد ایک وقت کا پروگرام اس ناچیز کو بھی عطا فرمایا کرتے تھے۔ پھر حضرت جب تشریف لاتے تو سب گھر والے خوشی سے جھوم اُٹھتے۔ حضرتؒ مستجاب الدعوات ولی کامل تھے۔ ہمارے یہاں ایک صاحب ہیں حاجی محمد فیاض، وہ بیمار تھے۔ ان کے بدن پر ورم آچکا تھا۔ علاج بھی بہت کرالیا تھا۔ انھوں نے کہا کہ میرے لیے حضرت سے دعا کرادو۔ ہم ان کو لے کر دہلی چلے گئے۔ حضرتؒ سے ملاقات کی اور ان کے لیے دعا کے لیے عرض کیا۔ حضرت کا مزاج دعاء خفی کا تھا۔ حضرتؒ نے آہستہ سے کہا ٹھیک ہے دعا کریں گے اور فرمایا کہ صبح نماز کے بعد گھوم لیا کرو۔ انھوں نے کہا کہ حضرتؒ ہم تو کاشتکار ہیں، پورے دن گھومتے ہی رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ گھومنا علیحدہ ہے۔ حاجی صاحب نے یہ عمل پندرہ بیس روز کیا۔ الحمدللہ وہ مکمل طور پر صحت یاب ہوگئے۔ حضرت فدائے ملتؒ میں خدمت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ سنت پر عمل اور اخلاقِ حسنہ آپ کے چہرۂ مبارک سے ظاہر ہوتے تھے۔ کسی سے بھی خدمت لینا بالکل پسند نہ فرماتے تھے۔ جب تک ہوش رہا کسی کا سہارا نہ لیا۔ یہاں تک کہ زینہ سے اوپر چڑھنے کے لیے آپ نے پائپ تو لگوا لیے مگر کسی کا سہارا لینا مناسب نہ سمجھا۔ ۱۹۹۰ء میں میرا قصبہ بھیونڈی جو بمبئی کے قریب ضلع تھانہ میں ہے، جانا ہوا۔ وہاں مولانا فیاض احمد صاحب نے جو انجمن فرقانیہ کے نام سے ایک ادارہ چلاتے ہیں، ایک واقعہ بیان فرمایا کہ حضرتؒ ہمارے اس علاقہ میں تشریف لائے۔ اس علاقہ کے بہت سے پروگرام تھے۔ پورے دن پروگراموں میں مشغول رہے۔ اس روز کا آخری پروگرام انھیں کے ادارہ میں تھا۔ رات کے ایک بجے کے بعد آپ اجلاس سے فارغ ہوئے۔ مولانا فیاض احمد صاحب کہتے ہیں کہ حضرتؒ کو آرام کے لیے ایک کمرے میں لٹادیا گیا اور میں برابر کے کمرے میں لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میرا کوئی بدن دبا رہا ہے۔ میں نے سمجھا کہ کوئی طالب علم آگیا ہوگا۔ یہ سوچ کر کہ پورے دن کے تھکے ہوئے ہیں۔ مجھے خیال آیا کہ کم از کم دیکھ تو لوں کون ہے۔ آنکھیں کھول کر میں نے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور آنکھیں کھولیں تو حیا میں ڈوب گیا۔ دیکھا کہ حضرت مدنیؒ ہیں۔ میں نے اُٹھنا چاہا، مگر حضرت منع فرمانے لگے اور کہنے لگے کہ آپ پورے دن کے تھکے ہوئے ہیں اور صبح کو ہمارے ساتھ جانا ہے۔ راقم الحروف کو حضرت کے ساتھ بارہا سفر کرنے کا موقع ملا ہے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں دیوبند سے حضرتؒ کے ساتھ سفر میں تھا۔ گاڑی میں اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ بیچ کی سیٹ پر حضرتؒ ٹیڑھے ہوکر بیٹھے ہوئے تھے۔ جب گاڑی تھانہ بھون پہنچی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ بھائی تھانہ بھون آگیا ہے؟ میں نے کہا کہ جی حضرت تھانہ بھون آگیا ہے۔ حضرتؒ فوراً سیدھے بیٹھ گئے۔ میں نے پھر کہا کہ جی حضرت تھانہ بھون آگیا ہے۔ اس پر حضرت والا نے ایک واقعہ ارشاد فرمایا کہ ۱۹۴۷ء سے پہلے تھانہ بھون میں کانگریس کا اجلاس ہورہا تھا۔ اس میں حضرت تھانویؒ کے ایک مرید قاری صاحب بھی شریک تھے۔ ان کے ساتھ حضرت تھانویؒ کے ایک دوسرے مرید تھے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ بھی اس جلسہ میں تشریف لائے۔ جب حضرت شیخ الاسلامؒ تقریر فرمارہے تھے تو یہ قاری صاحب ہر بات پر کہتے کہ غلط غلط غلط۔ جو دوسرے صاحب ساتھ تھے انھوں نے اس واقعہ کا حضرت تھانویؒ سے ذکر کیا کہ حضرت جب حضرت مدنیؒ تقریر کررہے تھے تو یہ قاری صاحب ہر بات پر کہتے تھے کہ غلط، یہ بھی غلط۔ حضرت تھانویؒ کو غصہ آگیا اور کہا کہ اچھا تم نے ایسا کہا اور فرمایا کہ جاؤ جس جگہ جلسہ ہورہا تھا وہاں اتنی ہی دیر لگاتار تین روز تک جاؤ اور اسی جگہ بیٹھ کر یہ کہو کہ یا اللہ جو میں نے کہا وہ غلط کہا اور حضرت مدنیؒ ٹھیک کہہ رہے تھے۔

ایک مرتبہ ضلع بجنور میں قصبہ جلال آباد کے مدرسہ اختر العلوم کا جلسہ تھا جس کے مہتمم حضرت قاری الطاف الرحمٰن ہیں۔ دوپہر کا وقت تھا۔ گرمی شدت کی تھی۔ اسٹیج پر بجلی کے پنکھے لگے ہوئے تھے مگر جس وقت اسٹیج پر حضرت تشریف لے گئے بھیڑ کی وجہ سے حضرت کو ہوا آنی بند ہوگئی۔ گرمی بڑھ گئی۔ میں نے برابر سے ایک دستی پنکھا اُٹھا کر حضرت کو ہوا کرنی شروع کردی۔ حضرت نے اشارتاً منع بھی فرمایا۔ میں نے کہا کہ حضرت گرمی بہت ہے اور میں پنکھا کرتا رہا، تو حضرت نے دوسری طرف سے ایک پنکھا اُٹھا کر مجھے ہوا کرنی شروع کردی۔ میری زبان میرے قلم میں کہاں وہ طاقت ہے جو میں کچھ لکھ سکوں۔ میرے شیخ تو نہ جانے کتنی خوبیوں کے مالک تھے، جن کے اظہار کے لیے بڑے دفتر کی ضرورت ہے۔

میری ان سے آخری ملاقات اور بات ۲۹ویں رمضان ۱۴۲۶ھ کو ہوئی تھی۔ اس وقت لڑکیوں کے ایک دینی و دنیوی ادارہ کے متعلق آپ نے احقر کو حکم فرمایا تھا۔ وہ الفاظ آج میرے کانوں میں گونج رہے ہیں جو انھوں نے فرمائے تھے کہ "اس ادارہ کو جلد شروع کردو، کہیں ایسا نہ ہو کوئی اور شروع کردے اور پھر اس کے نتائج اچھے نہ ہوں۔" اگلے روز عید تھی۔ غالباً آپ شام ہی کو چیک اَپ کیلئے دہلی چلے گئے اور عید کے دوسرے روز جیسے ہی آپ تشریف لائے تو عصر کی نماز کے لیے جانا چاہتے تھے۔ آپ چیئر (کرسی) سے گر گئے جس کے بعد آپ پر بیہوشی طاری ہوگئی۔ آپ کو فوراً اپولو لے جایا گیا۔ تقریباً تین ماہ چھ روز بیہوش رہے۔ آخری وقت میں وفات سے دس منٹ قبل آنکھیں کھولیں اور زبان مبارک پر ذکر اسم ذات جاری ہوگیا اور عمل سے یہ ظاہر کرتے ہوئے اور ہم سب کو چھوڑ کر یہ کہتے ہوئے رخصت ہوگئے:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی — حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تلاطم خیز موجوں میں بھی ساحل ڈھونڈ لیتے ہیں   جو منزل کی طرف چلتے ہیں منزل ڈھونڈ لیتے ہیں
جنھیں صحرا نوردی کی لگن و اخلاص ہو دل میں   وہ دنیا میں زمانے بھر کا حاصل ڈھونڈ لیتے ہیں

(محمد امین صدیقی)

امیرالہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز

کی عظیم الشان ملّی، سیاسی اور سماجی خدمات پر مشتمل

''**فدائے ملت نمبر**'' کی اشاعت پر

سٹیزن ویلفیئر سوسائٹی مالیگاؤں

کی جانب سے تہہ دل سے

خراجِ عقیدت

سوسائٹی کے زیر انصرام چلنے والے ادارے

سردار کریم سینٹر

غلام رسول کتابت سینٹر

سردار پرائمری اسکول

سردار ہائی اسکول و جونیئر کالج

سردار بی ایڈ کالج

سٹیزن ویلفیئر ایجوکیشن سوسائٹی معرفت Distance Education

ڈاکٹر منظور حسن ایوبی اُردو ڈی ایڈ کالج

ڈاکٹر منظور حسن ایوبی مراٹھی ڈیڈ کالج

ڈاکٹر منظور حسن ایوبی کالج ایم ایڈ

•

ڈاکٹر منظور حسن ایوبی

چیئرمین سٹیزن ویلفیئر ایجوکیشن سوسائٹی، مالیگاؤں

Tel. Office : (02554) 235348, 230948, 222148 Fax :
Wbsite : www.citizencomplex.com
E-mail: drayyubi#citizencomplex.com

فدائے ملتؒ کی خوردنوازی

جناب پروفیسر محمد سلیمان صاحب، مالاهیڑی

احقر کو یہ بات کہنے اور لکھنے میں کوئی جھجک نہیں ہے بلکہ سچ پوچھو تو فخر محسوس ہورہا ہے کہ میرا تعلق حضرت مولانا اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے میرے بچپن میں ہی ہوگیا تھا۔ بات یہ ہوئی تھی کہ حضرت کے والد محترم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ ضلع سہارنپور یوپی کے سالانہ اجلاس میں تشریف لے گئے تھے۔ احقر بھی جلسہ دیکھنے چلا گیا تھا۔ رات میں عشاء کی نماز کے قریب ایک کار مدرسہ کے صحن میں آ کر رُکی۔ سب لوگ یہ کہتے ہوئے ''حضرت مدنیؒ صاحب تشریف لے آئے'' دوڑے اور سب لوگوں نے ان کو گھیر لیا اور ہاتھ ملانے لگے۔ احقر بھی بھیڑ میں گھس گیا، چھوٹا بچہ تو تھا ہی، جب حضرت سے ہاتھ ملانے کے لیے ہاتھ بڑھائے تو حضرت نے ہاتھ ملانے کے بجائے مجھے اپنی باہوں میں لے لیا اور خود ہی پوچھا: ''تم یہاں کہاں پھر رہے ہو؟'' میں نے حیرانی کی حالت میں عرض کیا: ''حضرت آپ سے ملنے آیا ہوں''۔ پھر پوچھا: ''کیا کررہے ہو''۔ میں نے جواب دیا: ''ابھی تو کچھ نہیں کررہا ہوں، بڑا ہو کر کچھ کروں گا''۔ اس پر حضرت نے جو جملہ فرمایا تھا وہ آج تک مجھے یاد ہے، حضرت نے کہا تھا: ''برخوردار بڑا ہو کر کچھ نہیں ہوتا، آدمی بڑے کام کر کے بڑا ہوتا ہے''۔

اس وقت عمر ہی کیا تھی، بات آئی گئی ہوگئی۔ ۱۹۵۸ء میں میرا تعلق حضرت مدنیؒ کے سیاست کے ساتھی، ہندی زبان کے عظیم صحافی، جنگ آزادی کے سپاہی ڈاکٹر کنہیا لال مشر پربھاکر جی لٹ سے ہوگیا۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ان کے استاذ محترم حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ سے بھاکر جی گہری عقیدت رکھتے تھے۔ پربھاکر جی مجھے ان حضرات کے بارے میں جنگ آزادی کے کارناموں کے متعلق بتلایا کرتے تھے۔ ۱۹۷۵ء میں جیسے ہی میں نے ایم اے بی ایڈ پاس کرلیا تو پربھاکر جی نے شیخ الہند ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قائم کیا اور احقر کو اس کا محقق مقرر کردیا۔ اس کا خاص مقصد تھا مسلم انقلابیوں کی تاریخ کو مرتب کرنا، اس کام کو پورا کرنے کے لیے انھوں نے مجھے حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ اور جناب محمد حسیب صدیقی صاحب منیجر مسلم فنڈ ٹرسٹ دیوبند وغیرہ بہت سے حضرات سے ملوایا۔ اب میں پھر مدنی خاندان کو پہچاننے لگا تھا۔

جس واقعہ نے مجھے حضرت مولانا اسعد مدنیؒ سے اور زیادہ قریب کردیا وہ یہ تھا کہ ۱۹۷۸ء میں جب جنتا پارٹی حکومت نے شریمتی اندرا گاندھی کو جیل میں ڈال دیا تھا اور اس کے احتجاج میں پورے ملک میں جیل بھرو آندولن چلایا گیا تھا نیز حضرت مولانا اسعد مدنیؒ بھی سہارنپور میں جیل گئے تھے۔ احقر نے بھی ان کے ساتھ گرفتاری دی اور جیل گیا۔ جیل میں ہم ۱۹/دسمبر سے ۳۰/دسمبر ۱۹۷۸ء تک گیارہ دن ساتھ ساتھ رہے۔ حضرت کو جس سات نمبر بیرک میں رکھا گیا تھا احقر بھی اسی میں تھا۔ حضرت کی وجہ سے جیل میں بھی ہمیں گھر جیسا آرام تھا۔ دونوں وقت جیل سے باہر سے کھانا تیار ہو کر آتا تھا۔ پرتکلف ناشتہ بھی باہر سے ہی آتا تھا۔ دونوں وقت حضرت کے دسترخوان پر سینکڑوں آدمی کھانا کھاتے تھے۔

جیل میں بھی حضرت کا صبح کے وقت گھومنے کا پروگرام رہتا تھا۔ بدھوشاہ کے مزار سے لے کر جیل کے بڑے دروازہ تک آپ چھ چکر لگایا کرتے تھے۔ احقر بھی اکثر ان کے پیچھے پیچھے رہا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے حضرت سے پوچھا: ''حضرت مسلمانوں کا کہنا ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کو السلام علیکم کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام نہیں کہنا چاہیے''۔ اس پر جواب دیا: ''ارے بھائی سلامتی تو سب کو چاہیے، غیر مسلم پریشان رہے گا تو ملک میں بدامنی رہے گی۔ اس کے بعد مسلمان بھی چین سے نہیں رہ سکے گا۔ سلام کا مطلب ہے سلامتی سے رہنے کی دعا، کتنا وسیع دل تھا حضرت کا، پوری مخلوق کا درد تھا ان کے من میں۔

ایک دن جیل میں ہی گھومتے گھومتے مجھے ایک مکان میں لے گئے اور فرمایا: ''حضرت (مولانا حسین احمد مدنیؒ) کو انگریزوں نے کچھ وقت کے لیے اس مکان میں نظر بند رکھا تھا۔ تفریح کرتے وقت حضرت نے مجھے مسلم انقلابیوں کے بارے میں بہت کچھ بتلایا جو بعد میں میرے بہت کام آیا۔

۱۹۸۲ء میں حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا ارشد مدنی کو ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو قرآن شریف کے اُردو ترجمہ اور تفسیر کو ہندی زبان میں منتقل کردے۔ جناب محمد حسیب صدیقی صاحب نے اس عظیم کام کو کرنے کے لیے احقر کو دیوبند بلاکر حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب سے ملوادیا۔ بس وہ دن اور آج کا دن احقر اس خاندان سے جڑا ہوا ہے اور انشاء اللہ تازندگی جڑا رہے گا۔

دیوبند میں رہتے ہوئے میں نے ''اسیرِ مالٹا'' (مولانا حسین احمد مدنیؒ) کا ہندی زبان میں ترجمہ چھپوا کر حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کو پیش کیا تو دارالعلوم دیوبند کی دارالحدیث میں اس کا اجراء کرتے ہوئے میرا کندھا تھپتھپایا اور فرمایا: ''اس نوجوان نے ہندی زبان میں 'اسیرِ مالٹا' چھاپ کر وہ کام کیا ہے جو

ہمیں بہت پہلے کر لینا چاہیے تھا۔اس کے بعد میرا ہندی کا پورا ایڈیشن خرید لیا اور دوسرا ایڈیشن جمعیۃ علماء ہند نئی دہلی سے چھپوا دیا۔اس سے میں حضرت کے اور زیادہ قریب ہوگیا۔

حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کو باغ لگانے کا بہت شوق تھا۔ آموں کے پھلوں سے لدے آم کے پیڑوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔ ۱۹۸۸ء کی بات ہے، آپ کو آم کے باغ میں کسی نے کنوّ (سنترہ جیسا پھل) لگانے کی صلاح دے دی، کنوّ کی پود کہاں سے لائیں، جناب بھائی محمد متین صاحب (حضرت کے ڈرائیور) نے میرا نام حضرت کو بتا دیا، آپ نے مجھے بلایا اور کنوّ کی پود فراہم کرنے کو کہا۔ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ ہماچل پردیش میں دھولا کنواں یونیورسٹی سے کنوّ کی پود مل سکتی ہے۔ یہ سنتے ہی وہاں کا پروگرام بنالیا۔ جناب حسیب صدیقی صاحب اور میں حضرت کے ساتھ چل دیئے، ہم لوگ پہلے بادشاہی باغ پھر پاؤنٹہ صاحب ہوتے ہوئے دھولا کنواں کرشی یونیورسٹی پہنچے۔ وہاں مختلف لوگوں سے ملے، کنوّ کے پیڑ پھلوں سے لدے ہوئے دیکھے، باغوں میں گھومے پھرے، کنو پھلوں کی پود بالکل ختم ہوگئی تھی، اس لیے خالی ہاتھ شام کو دیوبند واپس آگئے، یہ حضرت کے کام کرنے کی لگن کی بات تھی۔

حضرت کو جس قدر شوق باغ لگانے کا تھا اس سے زیادہ تعلیم کو فروغ دینے کے لیے مدرسے کھولنے اور چلانے کا تھا۔ ۱۹۸۸ء کی بات ہے احقر مسوری (دہرادون) مانو بھارتی کالج میں پڑھاتا تھا۔ چھٹی میں دیوبند آیا۔ حضرت سے ملا تو پوچھا، مسوری میں انگلش میڈیم اسکول چلانے کے لیے جگہ مل سکتی ہے؟ میں نے کہا مل تو سکتی ہے لیکن آپ کے دیکھے بغیر تو کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ فوراً متین ڈرائیور کو بلایا اور اگلے دن مسوری چلنے کا پروگرام بنالیا۔ دوسرے دن احقر، بھائی متین، کلکتہ کے ایک مہمان اور حضرت دہرادون ہوتے ہوئے مسوری پہنچے۔ مسوری میں وہاں کے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر کئی پلاٹ دیکھے، لیکن اس وقت حضرت کو پسند نہیں آئے۔ مجھ سے فرمایا: ”تم جگہ تلاش کرتے رہنا۔“

۱۹۸۹ء تک احقر قرآن شریف کا ہندی ترجمہ مسوری کالج میں رہتے ہوئے کرتا رہا۔ لیکن اب اس کے چھپنے کا نمبر تھا اس لیے مسوری چھوڑ کر دلّی جانا پڑا۔ قرآن شریف کی چھپائی شروع ہوگئی۔ میں پروف ریڈنگ کرتا، پریس جاکر چھپائی کا کام دیکھتا، یہ کام دو سال تک چلتا رہا، قرآن شریف چھپ کر دو جلدوں میں تیار ہوگیا، اب اس کے اجراء کی باری تھی۔ ۲؍دسمبر ۱۹۹۱ء فکّی آڈیٹوریم عالموں اور ملک کے چوٹی کے سیاست دانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اس وقت نائب صدر جمہوریہ عالی جناب شنکر دیال شرما کا انتظار تھا کیونکہ قرآن شریف کا اجراء ان کے ہی ہاتھوں سے ہونا تھا۔ اسی بیچ حضرت نے اسٹیج سے آواز لگائی: ”ماسٹر سلیمان جہاں کہیں بھی ہوں وہ اسٹیج پر آجائیں۔“ بھیڑ میں کھویا ہوا ایک گم نام انسان ان کے اتنا کہنے سے ایک مخصوص شخصیت بن گیا، پورے ہال کے لوگوں کی نظریں مجھ ناچیز کی طرف تھیں۔ کچھ لوگ آپس میں کہہ رہے تھے: یہی شخص تو ہے جس نے یہ قرآن شریف کا ہندی ترجمہ کیا ہے، اپنے چھوٹوں کو آگے بڑھانا اور اوپر اُٹھانا حضرت کی بڑی خوبی تھی، جو کم لوگوں میں ہوتی ہے۔ مجمع میں ایک ہلچل سی ہوئی، تمام لوگوں کی نظریں کسی آنے والے کو تلاش کر رہی تھیں۔ لو وہ آگئے۔ ہندستان کے نائب صدر عالی جناب ڈاکٹر شنکر دیال شرما۔ بڑی شان سے قرآن شریف کا اجراء ہوا۔ میری زندگی کے لیے یہ معمولی بات نہ تھی، ایک فٹ پاتھ کے انسان کو اتنی بلندیوں پر پہنچا کر ملک کے نائب صدر جو بعد میں صدر ہوئے کے برابر لا کھڑا کر دیا۔ حضرت کا یہ احسان میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔

۶؍فروری ۲۰۰۶ء وہ سیاہ دن ہے جس دن جسمانی طور پر حضرت ہم سے جدا ہوگئے ہیں، لیکن ان کے پیار کی میٹھی یادیں ہمارے دلوں کو ہمیشہ تازگی دیتی رہیں گی۔ اللہ ربّ العزت مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان اور ہم سب کو صبر جمیل کی ہمت دے، آمین!

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ حیاتِ دوام لا ساقی

بحرِ غم میں غرق ہے سارا جہاں

از: قاری عبدالستار فہیم قاسمی میرٹھی

ہر طرف کیسی ہے یہ آہ و فغاں
بحرِ غم میں غرق ہے سارا جہاں
لالہ و گل سوگ میں مرجھا گئے
ہوگیا ویران سارا گلستاں
ماہ انجم ماہتاب و آفتاب
ہم ہی کیا ہے آسماں ماتم کناں
اِک مربیّ سے جدائی ہوگئی
دے گیا ہر فرد کو رنجِ رواں
ناخدا کشتی کا تھا رخصت ہوا
یعنی ملت کا مجاہد پاسباں
ہیں کہاں حضرت اسعدائے دیوبند
وہ محبت اور مروت کا نشاں
داغِ فرقت دے گئے وہ تو فہیم
صبر دے بس صبر دے اللہ میاں

فدائے ملت کی زندگی کے اخلاقی پہلو پر ایک طائرانہ نظر

افضل حسین مظاہری
ناظم مدرسہ عربیہ شرح العلوم کسونا خورد ضلع سنت کبیر نگر

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

میں یہ پہلے عرض کر دینا ضروری تصور کرتا ہوں کہ نہ میں کوئی اہل قلم ہوں نہ کوئی مضمون نگار و صحافی، میری اس گذارش میں کسر نفسی کا بھی دخل نہیں ہے بلکہ یہ حقیقت ہے، میں ایک قدیم اور مشہور درسگاہ کا خادم ہوں مظاہر العلوم سہارنپور سے فراغت کے بعد سے آج تک اسی تعلیم و دینی خدمت پر گامزن ہوں۔

میرے اکابر اور بزرگوں کی جماعت جمعیۃ علماء ہند میری پسندیدہ جماعت ہے اس کا ایک رکن ہوں جس کے طفیل کچھ نہ کچھ ملی و سماجی خدمت کا موقع مل جاتا ہے، حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی علیہ الرحمہ سے میرا روحانی تعلق ہے۔ مجھے ان سے عقیدت ہے اسی تعلق کی بنیاد پر یہ چند سطور لکھنے پر مجبور ہوا جو میرے دل کی آواز ہیں۔ میری اس ٹوٹی پھوٹی زبان میں محض خلوص تلاش کیا جانا چاہیے اور دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے ان الفاظ و نقوش کی قدر کی جانی چاہیے جو ادبی و لسانی تراش و خراش سے بالکل پاک وصاف ہیں:

اور کیا پیش کروں بارگہِ عالی میں
چشم آلودۂ حسرت میں گہر رکھتا ہوں

مجھے اس کا علم نہیں کہ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو فدائے ملّت کا خطاب کس نے عطا کیا، فدائے ملت کس کی زباں سے نکلا تھا لیکن یہ کہوں گا کہ جس نے بھی یہ خطاب دیا مولانا مرحوم کی ذات گرامی کے لیے انتہائی موزوں اور مناسب تھا۔

میرے پیر و مرشد حضرت مولانا اسعد مدنیؒ خود تحریر و تقریر کے میدان کے کوئی یگانۂ روزگار مرد نہیں تھے۔ ان کے دل میں قوم و ملت کا درد تھا۔ وہ امن کے داعی تھے۔ انھیں اپنے ملک اور ملک میں بسنے والوں سے پیار تھا۔ وہ اپنے والد محترم کی طرح دوقومی نظریہ کے مخالف تھے۔ ان کی نگاہ میں کوئی قوم ہو ہم وطن ہونے کے ناتے قابلِ احترام تھی، انسانیت کے نام پر سب کو ایک جانتے تھے۔ غرباء پروری، مجبوروں اور لاچاروں کی نگہداشت اور خدمت مولانا کے خمیر میں رچی بسی تھی۔ ظلم و ناانصافی، جنگ اور نبرد آزمائی سے ان کو نفرت تھی۔ وہ ملک ملت کے مجاہد تھے، قائد تھے، اتحاد و یگانگت کے داعی اور انسانیت کی سراپا تصویر تھے۔

حضرت مولانا اپنی ذات میں بلند حوصلہ، بے باک، متحمل مزاج اور خدا رسیدہ بزرگ تھے مہمان نوازی ان کی آبائی وراثت تھی جو انھیں اپنے والد محترم حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی برد اللہ ضریحہ سے وراثت میں ملی تھی۔ وہ تاحیات اس پرکار بند رہے، ہر دلعزیزی کے بلند مقام پر رہ کر اپنی زندگی کو ایسی روحانی آرائش و زیبائش دی کہ آپ کا نام رہتی دنیا تک یادگار رہے گا:

حشر تک نام ترا یاد کرے گی دنیا
تیری خدمات پہ تا حشر مرے گی دنیا

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حضرت علیہ الرحمہ کوئی شعلہ بار مقرر نہیں تھے۔ ان کے سینے میں ایک درد آشنا دل تھا۔ درد میں ریا نہیں خلوص تھا، خلوص میں خدا کی رضا مستور تھی، ان کی سیدھی سادی باتوں میں وہ اثر تھا جس کو سن کر ہزاروں دلوں پر رقت طاری ہو جاتی تھی اور جذبۂ ایمانی مشتعل ہو جاتا تھا۔ غیروں کے قلوب بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے۔ مخالفین و معاندین نے بھی مولانا کی مخلصانہ اور بے لوث خدمات اور مفکرانہ قیادت کا اعتراف کیا ہے۔ حضرت مولانا برج نرائن چکبست لکھنوی کے حسبِ ذیل شعر کی سراپا تصویر تھے:

زباں کے زور پر ہنگامہ آرائی سے کیا حاصل
وطن میں ایک دل ہوتا مگر درد آشنا ہوتا

حضرت مولانا ہنگامی اور شعلہ بیان، داد و تحسین سے نوازی جانے والی تقریروں اور بیانوں پر یقین نہیں رکھتے تھے، وہ ملک کے لیے ایک درد آشنا دل تھے۔ ان کا ہر ارادہ، ہر جدوجہد پُر عزم اور جہد مسلسل ہوتا تھا۔ انھوں نے جو سوچا، جو کہا کر کے دکھا دیا:

تو ارادے پہ رہا اپنے برابر قائم
گردش دہر نے بھی رنگ نہ بدلا تیرا

حضرت شیخ الاسلام کی طرح حضرت فدائے ملت نے بھی تعریف پسندی سے ہمیشہ گریز کیا۔ اکثر جلسوں میں قصیدہ نگار شعرا تعریفی نظمیں پیش کرتے تھے لیکن حضرت علیہ الرحمہ اس پر بجائے خوش ہونے کے اس فعل پر بے حد مذمت فرماتے اور فرماتے کہ جو شخص کسی کے منہ پر تعریف کرے تو حدیث کے مطابق اس کے منہ پر خاک جھونک دو، اس طرح کا مظاہرہ کئی ایک جلسوں میں میں نے خود دیکھا ہے کیونکہ حضرت والا کو ضلع بستی سے ایک خاص تعلق تھا اور مدارس کی دعوت پر ان کے جلسوں میں اکثر شریک ہوتے تھے نیز بستی کے ارکان جمعیۃ کی کارگزاری سے ہمیشہ مطمئن رہے اور مسرت کا اظہار بھی فرماتے، مولانا کی عادت تھی کہ اپنے عقیدت مندوں اور جماعتی کارکنوں کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے اور سب کے احوال کو معلوم کرنا اپنا فرض منصبی تصور فرماتے تھے۔

حضرت مدنی اسعد الملّت اور اسعد الصفات تھے، اعلیٰ اخلاق و عادات کا ایک نمونہ تھے حسد و کینہ، فحش گوئی، سخت کلامی، طعنہ زنی وغیرہ صفات قبیحہ سے انھیں سخت نفرت تھی، نرمی، درگذر اور سیر چشمی سے پیش آنا، احباب اور عام لوگوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنا۔ خندہ پیشانی سے پیش آنا، حسب ضرورت مستحقین کی مالی امداد کرنا وغیرہ اوصاف حمیدہ آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھے اور انك لعلیٰ خلق عظیم قول خداوندی پر عمل آپ کی ہمہ وقت کوشش ہوتی تھی ایسے ہزاروں واقعات ہیں جن سے حضرت کی سادگی، کسر نفسی، خودداری، خوردنوازی، اخلاق کی بلندی، شفقت و ہمدردی، انسانیت پسندی کے اعلیٰ نمونے پیش کرتی ہیں جس کی تفصیل مجھ بے جان قلم کے لیے پیش کرنا مشکل ہے:

قدر ہو جس کی قلم والوں کی نظروں میں ضرور
ایسی تحریر کے انداز کہاں سے لاؤں

حضرت والا کی زندگی سنت نبوی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ وہ شعائر اسلام کی پوری پابندی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام کی طرح اگر کسی کے چہرے پر ڈاڑھی نہیں ہے یا ایک مشت سے کم ہے تو سخت ڈانٹ پلاتے تھے یہاں تک کہ وہ آئندہ کے لیے توبہ کر کے اُٹھتا۔ کچھ ایسے ہستیاں ہوتی ہیں کہ ان کے اُٹھ جانے کے بعد ان کی جگہیں پُر نہیں ہوتیں حضرت مولانا کی ذاتی زندگی ایسی ہی عدیم المثال ہستیوں میں تھی:

ڈھونڈوں گے ہمیں ملکوں ملکوں پاؤں گے نہیں، نایاب ہیں ہم
ہم خوش ہیں یہاں، تم کیسے، سننے کے لیے بے تاب ہیں ہم

مہمان نوازی کا جو دستور حضرت شیخ الاسلام کے دور میں تھا اسے فدائے ملت نے باقی رکھا بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوا، اہتمام و انصرام تک میں کوئی کمی نہیں آئی، اگر کوئی مہمان کسی اور جگہ جا کر اپنے کسی دوست یا ساتھی کا مہمان ہو جاتا تو آپ کو بہت دکھ ہوتا۔ دیکھ کر فرماتے آپ کہاں چلے گئے تھے اب آپ کہیں نہیں جائیں گے، ہمارے مہمان رہیں گے، یہ حضرت مولانا کی خاندانی شرافت تھی جو آج تک قائم ہے اور انشاء اللہ قائم رہے گی۔

حضرت مولانا قوم وملت کے ایک مخلص، بے لوث رہنما تھے، انھوں نے اپنی پوری زندگی قوم وملت کی مخلصانہ اور بیباکانہ خدمت میں گزار دی، تین بار کانگریس سے راجیہ سبھا کے رکن بھی رہے۔ ان کی بے باک تقریروں سے پورا ایوان لرز اٹھتا تھا۔ انھوں نے سیاست میں رہتے ہوئے آج کل کی گندی سیاست سے دور رہ کر سیاست کی اصل روح اور تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے انصاف و سچائی کے خلاف کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کیا فسادات میں لٹے پٹے عوام خصوصاً مسلمانوں کی آبادکاری کے لیے جان کی بازی لگا دیتے تھے۔ ممبئ اور احمد آباد و اطراف میں وسیع و عریض جمعیۃ کالونیاں اس پر گواہ ہیں وہ کالونیاں کیا ہیں ایک نیا شہر بسا دیا گیا ہے جہاں زندگی کی تمام تر سہولیات فراہم ہیں۔ کوئی بھی مذکورہ مقامات پر پہنچ کر اس کا مشاہدہ کر سکتا ہے ۹ء کی ملک وملت بچاؤ تحریک بھی اس کے لیے ایک شاہد عدل ہے۔

حضرت مولانا ۱۹۲۸ء میں بچھرایوں میں پیدا ہوئے تھے، ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد ۱۲ برس تک دارالعلوم ہی میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیئے ۱۹۷۳ء سے ۲۱ برسوں تک جمعیۃ علماء ہند کے بالاتفاق صدر رہے۔ ایک طویل بیماری کے بعد ۷رفروری ۲۰۰۶ء کو شام ۶ بجے دہلی اپولو ہسپتال میں انتقال ہوا۔ دیوبند میں لاکھوں سوگواروں اور عقیدت مندوں کے جم غفیر نے آپ کو الوداع کہتے ہوئے سپرد خاک کیا:

لایا ہوں اس طرح دل صد پارہ ڈھونڈھ کر
ٹکڑا جہاں پڑا ہوا پایا اُٹھا لیا

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مولانا کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطا کرے۔ اور:

نور کی ان کی لحد پر جلوہ ارزانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حضرت کے جانشین حضرت مولانا محمد ارشد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند اور بڑے صاحبزادے مولانا محمود احمد ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند کو شیخ الاسلام اور فدائے ملت کے نقش قدم پر چلنے کی ہمّت اور طاقت دے شب وروز میری یہی دعا ہے۔ ○

حضرت فدائے ملت کا عوامی رابطہ — اپنے مشاہدات کی روشنی میں

مولانا محمد شمیم القاسمی اعظمی، العین، ابوظہبی

شخصیتیں کئی قسم کی ہوتی ہیں بہت سے لوگ تاریخ میں ضم ہو کر تاریخ کا حصّہ بن جاتے ہیں کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو تاریخ کی سمت تبدیل کر دیتے ہیں تاریخ کا رخ موڑ دیتے ہیں اور بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو اپنے خونِ جگر سے اپنی تاریخ خود مرتب کرتے ہیں اپنے روشن کارناموں اور لازوال نقوش کی داستان خود رقم کرتے ہیں حضرت فدائے ملت مولانا اسعد مدنی علیہ الرحمۃ کا تعلق اسی تیسری قسم سے تھا:

بازاروں سے مول منگا کر رنگ تو سب بھر لیتے ہیں
کم ہیں کہ جن کو خونِ جگر سے پھول بنانا آوے ہے

زیرِ نظر مضمون میں فدائے ملت کی انقلابی زندگی کے انمٹ کارناموں کا احاطہ نہ ممکن ہے نہ مقصود حقیقت تو یہ ہے کہ ان کے گلشنِ حیات کے کسی بھی پھول کی خوشبو مشام جان کو معطر کرنے کے لیے کافی ہے اور ان کی نورانی زندگی کا کوئی بھی روشن پہلو شمع انجمن بننے کے لائق ہے اس لیے راقم الحروف نے ان کی متنوع اور اَن گنت خصوصیات میں سے صرف ان کی وضع داری، اور عوامی رابطہ پر خامہ فرسائی کی کوشش کی ہے۔ فدائے ملّت کی مقدس زندگی کا ہر لمحہ جہد و عمل، عزم و استقامت اور اخلاص وللّٰہیت سے عبارت تھا اس لیے بارگاہِ ایزدی سے انھیں دوررس، دیرپا ہمہ جہت اور عالمگیر شہرت و مقبولیت عنایت ہوئی۔ اربابِ حکومت اور اصحاب طریقت کے یہاں وہ یکساں محترم تھے۔ ایوانِ اقتدار کے ساتھ محفل اذکار میں بھی ان کی عظمت کا سکّہ بیٹھا ہوا تھا۔ بزمِ سیاست میں ان کی دُور اندیشی کا چرچہ تھا تو مجلسِ عام و ہدایت میں ان کی علمیت، جامعیت صلاحیت اور صالحیت کا شہرہ بے شمار تنظیموں کے اراکین ان کے معترف تھے تو اَن گنت مدارس کے ذمہ داران ان کے معتقد کتنے ہی سربراہانِ مملکت سے ان کے ذاتی مراسم تھے تو علوم و عرفان کے کتنے ہی مسند نشیں ان سے استفادے کا تعلّق رکھتے تھے۔

مگر شہرت و مقبولیت کی اس بلندی پر فائز ہونے کے باوجود وہ کبھی عوامی رابطہ سے غافل نہ ہوئے زعمائے حکومت یا اصحاب ثروت کی ملاقات ان کو مفلوک الحال اور لاچار مخلصوں سے غافل نہیں کر سکی۔ شہروں کی چکا چوند مصروفیات میں پہنچ کر وہ کبھی دیہاتوں کی تاریک زندگی سے غافل نہیں ہوئے۔ مہینوں کی غیر ملکی مصروفیات کے بعد ہوائی سفر سے واپس آئے تو اسی آن دیہاتوں کا طویل پروگرام بن گیا جہاں کے کچّے اور ناہموار راستوں پر پیدل بھی چلنا پڑتا وہ ہر محاذ ہر سطح اور ہر جہت سے رابطہ کا مشن لے کر چلتے تھے۔ انھیں آنکھوں نے بارہا مشاہدہ کیا کہ اعظم گڑھ کے سفر کے موقعوں پر جلسوں اور پروگراموں کے ساتھ عوامی ملاقات بطور خاص تعزیت کا بڑا اہتمام فرماتے۔ اہلِ تعلق میں سے کسی کے یہاں موت ہوئی کوئی بیمار ہوا یا اور کوئی حادثہ پیش آیا تو اس تعلّق سے تعزیت، مزاج پرسی اور ہمّت افزائی کے لیے دور دراز کے دیہاتوں تک جانے کا التزام فرماتے چنانچہ حضرت مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی کی وفات پر موضع راجہ پور سکرور اور حاجی نظیر صاحبؒ سابق ناظم مدرسہ بیت العلوم سرائے میر کی وفات پر موضع بکھرا جا کر پسماندگان سے تسلی کے کلمات کہے اسی طرح مولوی شاہد القاسمی سرائے میر کے والد محترم اور ان کے خسر صاحب کی رحلت پر ان کے مکان مدنی منزل پہنچ کر سنت تعزیت ادا کی۔ نیز راقم الحروف کے خسر محترم استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب علیہ الرحمہ سابق صدر مدرس، مدرسہ بیت العلوم سرائے میر کے وصال کے بعد ان کے دولت کدے پر بکھرا تشریف لے گئے اور اہل خانہ سے تعزیت فرمائی اسی سلسلے میں موضع شیرواں، راجہ پور سکرور، بیناپارہ، ڈمری چھتے پور، لونیہ ڈیہہ شیخوپور، بمہور اور انجان شہید سمیت سینکڑوں دیہات کا دورہ فرمایا ان کا یہی طرۂ امتیاز تھا کہ فلک نشینی کے باوجود وہ کم ظرفوں کی طرح زمین والوں کے مسائل سے غافل نہیں ہوئے:

سنتے ہیں کہ اب جو بھی پیتا ہے، بہکتا ہے
ان تک ہی رہا قائم آدابِ مئے و مینا

فدائے ملت کی یہ ادا اور ان کا یہ مشن ہندوستان کے ساتھ مخصوص نہیں تھا غیر ملکی اسفار میں بھی ان کی شان اور ان کی مہم اسی رُخ پر دیکھی گئی چنانچہ امارات میں میرے قیام کے دوران وہ اَن گنت بار دبئی، شارجہ ابوظبی اور العین تشریف لائے اس عرصے میں مقامی شیوخ اربابِ حکومت اور اصحابِ ثروت سے ان کی طویل ملاقاتیں ہوئیں مگر ہندوستانی اصحاب تعلّق کو وہ کبھی فراموش نہیں فرماتے تھے آغاز سفر سے پہلے ہی پروگرام کی اطلاع دیتے تشریف لانے کے بعد وہ عام متعلقین و مخلصین کے لیے کافی وقت مختص فرماتے العین کے حوالے سے اپنا مشاہدہ ذکر کروں تو اہل تعلق کی دلداری کے لیے یہاں کی مشہور مسجد ''مسجد شیخہ سلامہ'' میں متعدد قیمتی بیانات فرمائے۔ بسا اوقات خود ہی انفرادی ملاقاتوں کی مہم چھیڑ دیتے چنانچہ مولانا تقی الدین ندوی مدظلہٗ سمیت مختلف اصحاب تعارف سے فرداً فرداً ملاقات فرماتے، حضرت ممدوح العین میں میری قیام گاہ پر بارہا رونق افروز ہوئے ان کی تشریف آوری سے

اپنی سعادت اور خوش بختی پر حیرت بھی ہوتی اور اپنی بے مائیگی و بے بضاعتی کا احساس بھی ہوتا۔ کچھ یہی کیفیت ان لمحات میں بھی بار بار پیش آئی جب فدائے ملت موضع شیرواں اعظم گڑھ میں غریب خانے پر متعدد بار جلوہ افروز ہوئے۔ مگر ان کی تشریف آوری سے کتنی حرارت کتنی توانائی کتنا حوصلہ اور کیسی مسرت و شادمانی میسر آتی تھی یہ لفظوں میں بیان کرنے کا فلسفہ نہیں میزبانی کی سعادت حاصل کرنے والے اس راز سے خوب واقف ہیں۔ اور اس وقت تو حیرت کی انتہا نہ رہتی جب وہ برطانیہ یا افریقہ کے سفر پر روانگی یا واپسی کے موقعہ پر دبئی کے مختصر قیام کے دوران فون سے اپنی آمد کی اطلاع دیتے خیریت معلوم کرتے دُعائیں دیتے اور اگر وقت میں گنجائش ہوتی تو اہل تعلق کو اپنے پاس بلانے اور امارات میں جماعتی احباب و متعلقین کی خیریت ان کی سرگرمیوں اور کاوشوں سے مطلع ہوتے اور مفید مشوروں سے نوازتے۔

بلاشبہ فدائے ملت نے سفر و حضر خلوص و جلوت اور وحدت و اجتماع میں سے اپنی قیمتی زندگی کا ہر لمحہ اپنے فکر کا ہر زاویہ اپنے جسم کی ساری توانائی اور اپنے دل کی ہر دھڑکن کو ملتِ اسلامیہ پر فدا کر دیا تھا ان کی دلسوزی درمندی جانفشانی اور بے تکان عمل میں دعوت عام تھی کہ:

بے جھجک میرے لہو کا قطرہ قطرہ کھینچ لو
اپنے اپنے زخم کا مرہم بنانے کے لیے

خداوند قدوس حضرت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ہم خدام کو ان کے مشن اور منصوبوں کی تکمیل کے لیے سر دھڑ کی بازی لگانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کس شان سے وہ راہِ وفا سے گزر گئے
جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

چراغِ راہِ منزل حضرتِ اسعد کا قالب ہے

بروفات حسرت آیات حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہ

نتیجۂ فکر: مولانا رئیس احمد نگارؔ، خادم تعلیمات جامعہ اسلامیہ سین پور گڈا، جھارکھنڈ

مبارک ذات اسعد ہے یقیناً نیک صاحب ہے
شہیدِ کربلا کے لال یہ اسعد کا قالب ہے

عجب ہے سانحہ رحلت تری اے اسعدِ مدنی
اُداسی بزم میں چھائی نظر سے نور غائب ہے

زعیمِ قوم و ملت تھے امیرِ کارواں بھی تھے
ہزاروں رہبراں ہیں پر انہی کی یاد غالب ہے

سیاست کے لیے یارو قیادت کے لیے ہمدم
زمانہ حضرت مولانا اسعد ہی کا طالب ہے

خلافِ شرعِ دیں جب بھی کوئی طوفان اُٹھا ہے
لوائے مدنی لہرایا زمانہ اس کا کاتب ہے

مٹا دی جس نے ہستی کو نبی کی پاک امت پر
رسولِ پاک عربی کا یقیناً ایک نائب ہے

کسی نے پھول برسایا کسی نے ڈھول برسائی
مگر ابنِ نبی پر سیرتِ نبوی ہی غالب ہے

صمیمِ قلب سے ملت کی جس نے آبیاری کی
وہی مولانا اسعد ہے زمانہ جس کا طالب ہے

صدائے لاالٰہ میں گزاری ہے عمر ایسی
بوقتِ شام ساجد ہے بوقتِ صبح تائب ہے

تدبر میں نرالا ہے تفکر میں بھی لاثانی
ادا ایسی کہ اپنوں اور غیروں کا بھی جالب ہے

زبانِ پاک پر جس کی رہا صلِ علیٰ ہر دَم
مبارک ذات و اسعد ہے یقیناً نیک صاحب ہے

حدیثِ پاک کی عظمت رسولِ پاک کی سیرت
چراغِ راہِ منزل حضرتِ اسعد کا قالب ہے

ہجومِ بیکراں پاکر فرشتوں نے کہا جاکر
جنازہ کس کا ہے یارب الٰہی کون صاحب ہے

خدائے پاک تربت پر معطر پھول برسائے
شہیدِ کربلا کے لال پر اسعد کا قالب ہے

کہا ہاتف نے مرنے پر نگار آؤ لکھو تاری
خ + محبوبِ زماں حضرت امیرالہند صاحب ہے

۶ ۰ ۰ ۲ ء

منی پور میں فدائے ملت کے فیوض

مولانا سعید احمد منی پوری (ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء منی پور)

جمعیۃ علماء ہند ۱۹۱۹ء سے مسلسل ہندستانی مسلمانوں کی دینی، ملّی، قومی، ملکی اور عوامی خدمات میں مصروف ہے۔ جمعیۃ علماء ہند مسلمانوں کی سب سے بڑی تنظیم ہے جس نے آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد ہر نازک اور پرآشوب دَور میں ملت اسلامیہ کو اپنے تشخص کے ساتھ ملک میں باوقار زندگی گزارنے کا حوصلہ دیا ہے۔ اکابرین جمعیۃ علماء ہند میں سے شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ ۱۹۵۶ء میں منی پور میں صاحبزادہ محترم امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کو ہمراہ لے کر تشریف لائے تھے۔ حضرت موصوفؒ نے منی پور کے علماء وعوام کو اپنے فیض سے نوازا تھا۔ اسی چشمۂ فیض کو وراثت میں لے کر حضرت امیر الہند مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ تقریباً پندرہ بیس سال سے مسلسل صوبہ منی پور میں ہر سال تشریف لاکر خواص وعوام کو اپنے فیض سے نوازتے رہے۔ افسوس کہ اب حضرتؒ کے فیوض سے ہم سب محروم ہوگئے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ حضرت کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے کر جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے منی پور کی مسلم سوسائٹی میں پھیلے ہوئے غیر اسلامی رسم ورواج کو مٹانے کے لیے بہت سے قصبات اور دیہاتوں کے جلسوں میں شرکت فرماکر اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کو مستفیض فرمایا اور قادیانی، مودودی اور مفیض علی گروپ جیسے فرقِ باطلہ کے خلاف آواز بلند کی۔ ان فرقِ باطلہ سے علمائے منی پور کو نہ صرف مناظرہ ومباحثہ کی نوبت بھی آئی بلکہ عرصہ دراز تک مقدمات میں بھی ماخوذ رہے۔ مختلف کارکنانِ جمعیۃ کو چار چار سال اور بعض علماء ومفتیان کرام کو چھ چھ مہینے تک مقدمہ کی پیروی کے لیے کورٹ میں حاضر ہونا پڑا لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ حسنہ اور خصوصی دعاؤں کی برکت سے تمام مقدمات سے باعزت بری کیا اور مخالفین کو بری طرح شکست ہوئی۔ بالآخر مایوس ہوکر پردۂ گمنامی میں بیٹھ گئے۔

حضرت امیر الہند نوراللہ مرقدہ کے حکم کے مطابق تقریباً پندرہ سال قبل منی پور میں محکمہ شرعیہ کا قیام بھی عمل میں آیا نیز بانسکنڈی مدرسہ دارالعلوم کچھاڑ کے حضرت شیخ الحدیث مولانا احمد علی صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے بھی محکمہ شرعیہ کو پروان چڑھایا تھا جس کے ذریعہ سے نکاح، طلاق، میراث اور اوقاف کی جائیداد وغیرہ سے متعلق مسلمانوں کے آپسی اختلافات اور جھگڑوں کو بآسانی ختم کرنے کا موقع ملا۔ الحمدللہ بہت کم مدت میں محکمہ شرعیہ منی پور نے مشکل سے مشکل مسائل اور سخت سے سخت اختلافات کو بہت آسانی سے سلجھایا اور مصالحت کی راہ ہموار کی۔ اس وقت محکمہ سے متعلق کاموں کو ذمہ دار حضرات بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ یہ سب اللہ ربّ العزت کی طرف سے نصرت اور حضرت امیر الہند نوراللہ مرقدہٗ کی خصوصی توجہ ودعاؤں کا ثمرہ ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ طیبہ میں منی پور میں ہوئے چند عجیب واقعات پیش خدمت ہیں۔ ایک روز منی پور کی راجدھانی امپھال سے یائر یپوک سنگاہ میں جلسہ کے پروگرام پر جاتے ہوئے راستہ میں ماروتی وین جس میں حضرت تشریف فرما تھے انجن کی خرابی سے رک گئی تھی۔ جب حضرتؒ نے فرمایا چلاؤ تو فوراً گاڑی اسٹارٹ ہوکر چل دی۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جناب الحاج عبدالحلیم چودھری صاحب نائب صدر جمعیۃ علماء منی پور ریٹائرڈ آئی اے ایس کمر اور گھٹنوں کے شدید درد میں مبتلا تھے۔ حضرت نے چودھری صاحب سے کہا کہ ایک کرسی منگواکر آپ بیٹھ جائیے۔ چنانچہ چودھری صاحب اپنے گھر ہی میں ایک کرسی میں بیٹھ گئے اور آمنے سامنے حضرت دوسری کرسی میں بیٹھ گئے۔ پھر حضرت نے چودھری صاحب سے کہا، اپنے دونوں ہاتھ کمر میں پکڑ لیجئے۔ انھوں نے پکڑا۔ حضرت نے کچھ پڑھ کر کہا چھوڑ دیجئے۔ انھوں نے چھوڑ دیا۔ اسی طرح تین مرتبہ کیا۔ پھر حضرت نے پوچھا دیکھئے اب درد کیسا ہے۔ فوراً چودھری صاحب نے کہا اللہ کا شکر ہے۔ اب درد نہیں ہے۔ اس کے بعد سے اب تک چودھری صاحب کو درد نہیں ہوا۔ حضرتؒ نے یہ کام کافی آدمیوں کے سامنے کیا تھا۔ اللہ اکبر کیسے ولی صفت انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی قبر کو نور سے بھر دے، آمین!

حضرتؒ نے منی پور جیسے لاوارث صوبہ کی خیرخواہی ورہبری کے واسطے اس ضعف وپیرانہ سالی اور کثرتِ مشاغل کے باوجود دشوار گزار سفر طے کرتے ہوئے ہر سال بار بار منی پور میں تشریف لاکر مدارس، مکاتب، مساجد وغیرہ دینی اداروں کی بقاء وتحفظ اور ترقی کے لیے انتھک محنت وکوششیں کی ہیں خصوصاً جمعیۃ علماء ہند کے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے قدم قدم پر ہماری رہبری اور غلطیوں کی اصلاح فرمائی۔ اللہ رب العزت حضرت نوراللہ مرقدہٗ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

باسمہ تعالیٰ

خراجِ عقیدت و نقشِ راہ

مرحوم ومغفور فدائے ملت حضرت مولانا **سیّد اسعد مدنی** صاحب قدس سرہٗ العزیز
(سابق امیرالهند و صدر جمعیۃ علماء ہند)
کی عظیم الشان و بے مثال دینی، ملّی، سیاسی وسماجی خدمات پر مشتمل ہفتہ روزالجمعیۃ کا

فدائے ملت نمبر

یقیناً حضرت مولانا مرحوم کو عظیم الشان خراجِ عقیدت اور حضرت والا کے متعلقین ومتوسلین نیز اراکین جمعیۃ علماء ہند وخدام قوم وملت کے لیے بہترین نقشِ راہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول عام وتام فرمائے، آمین!

دعا گو

صدر و اراکین جمعیۃ علماء امبرناتھ

واقع نیو کالونی آسن چال، امبرناتھ ویسٹ ضلع تھانہ

فون: 0251-2688992

جمعیۃ علماء امبرناتھ: تعارف اور سرگرمیاں

قیام: ۱۹۵۸ء بدست مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ (سابق ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند)

جامعہ عربیہ دارالعوم امبرناتھ

زیراہتمام: جمعیۃ علماء امبرناتھ

قیام: ۱۹۵۸ء بدست مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی صاحب

الجمعیۃ کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی

قیام: ۱۹۷۴ء

دینی، تعلیمی، اصلاحی وتبلیغی خدمات کا مرکز مکہ مسجد امبرناتھ

عزائم: جمعیۃ علماء امبرناتھ کے زیراہتمام اُردو ہائی اسکول کا قیام

عہدیداران

(۱) **جناب حاجی صغیر خاں صاحب** (صدر جمعیۃ علماء امبرناتھ)

(۲) **جناب ہدایت اللہ انصاری صاحب** (نائب صدر)

(۳) **جناب وسیم شیخ صاحب** (جنرل سیکریٹری)

(۴) **جناب عبدالرحمن شیخ صاحب** (جوائنٹ سکریٹری)

(۵) **جناب اختر شیخ صاحب** (خزانچی)

کلر اشتہار

(1) Akbari Hotel

(2) Kuth Comercial Corporation

(3) **مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم زکریا، ڈابھڑ**

(4) A.I. Steel Corporation

کلر اشتہار

Saifee Iron & Steel (1)

Gayatri Transport (2)

کلر اشتہار

(1) اے ون ٹریڈرس

(2) دارالعلوم مدنی دارالتربیت کرمالی ،بھروچ

کلر اشتہار

Standard Automobiles (1)

Purani Auto Distributiors (2)

کلر اشتہار

(1) Swanney Auto Accessoriew

(2) Ashok Automobiles

کلر اشتہار

(1) Shakti Motors

(2) Monitor Cables (India)

کلر اشتہار

(1) **مدرسة البنات الصالحات، پوکرن**

(2) **مدرسہ تحفیظ القرآن**

کلر اشتہار

(1) **مدرسه اسلامیه اشرف العلوم، موریه ضلع جودھپور**

(2) **مدرسه عربیه انوارالعلوم اشرفیه، خیرآباد، کمھاروالا**

حضرت فدائے ملت کی متنوع اور محیر العقول خصوصیات پر ایک نظر

مفتی محمد ارشد شیروانی اعظمی القاسمی (امام وخطیب مسجد امام احمد ابن حنبل العین ابوظہبی)

آخرش ۷؍محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۶؍فروری ۲۰۰۶ء کو وہ اندیشہ ایک دلدوز حقیقت بن کر سامنے آ گیا جس کو قبول کرنے کے لیے ہمارے ذہن و دماغ آمادہ نہ تھے وہ خورشید جہاں تاب غروب ہو گیا جس کی حرارت اور انوار کے خزانے سے پورا ہندوستان منور تھا وہ سفینہ اپنی منزل کو پہنچ گیا جو ہزاروں غرقاب کشتیوں کا ترجمان تھا وہ دل دردمند ٹھہر گیا جسے باری تعالیٰ نے عظمت وشہرت کے چرخ ہفتم تک پہنچا دیا تھا جس نے نصف صدی سے زائد عرصے تک اپنے خونِ جگر سے گلشنِ ملت کی آبیاری کی جس نے اپنی پوری زندگی اسلامیانِ ہند کے نام قربان کردی تا آنکہ ملتِ اسلامیہ کی شمع روشن رکھنے کے لیے اپنے خونِ جگر کا نذرانہ پیش کردیا:

تم نے دیکھی ہی نہیں ہمّتِ مردانِ دنا
زندگی ہے تو دکھادیں گے کسی دن مر کے

بلاشبہ فدائے ملت حضرت مولانا اسعد مدنی علیہ الرحمہ کی وفات سے امت میں ایسا خلا پیدا ہوا ہے، مستقبل قریب میں جس کا پُر ہونا ناممکن سا لگتا ہے:

سلگنا اور شے ہے جل کے مرجانے سے کیا ہوگا
جو ان سے ہو رہا تھا کام پروانے سے کیا ہوگا

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ خداوند قدوس نے حضرت کو اَن گنت خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا وہ بیک وقت علم وعمل کے پیکر سلوک وتصوف کے فقیہہ النفس دارالعلوم دیوبند کی مجلسِ شوریٰ کے معزز رُکن ملتِ اسلامیہ ہند کے امیر جمعیۃ علماء ہند کے صدر، تدبر و سیاست اور فہم وفراست کے بھرپور قائد، طوفان حوادث کی بلاخیز موجوں سے ٹکر لینے والے خدائی شیر باطل پرست حکومتوں سے لوہا لینے والے مجاہد۔ اَن گنت مدارس کے روحِ رواں اور بے شمار تنظیموں کے رُکن رکین تھے، الغرض:

ستاروں کی ضوء سے چراغوں کی لَو تک
تمھیں وہ ملیں گے جہاں رات ہوگی

علم وعمل اور عزم و استقامت کی انجمن حضرت فدائے ملت کی تعلیم و تربیت اور شخصیت سازی کے سارے مراحل دیوبند کی مردم ساز سرزمین میں اکابر دارالعلوم کے زیر سایہ طے ہوئے یہی وہ زمانہ تھا جب اس میخانۂ علم و معرفت میں شراب علوم عرفان کے خم کے خم لنڈھائے جا رہے تھے اس بام حرم سے قال اللہ اور قال الرسول کی بلند ہونے والی صدا بچپن ہی سے ان کے ذہن و دماغ کو نورِ ایمانی سے منوّر اور عطر عرفانی سے معطر کررہی تھی پھر والد محترم حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی، حضرت مولانا سیّد اصغر حسین دیوبندی حضرت علامہ بلیاوی اور حضرت مولانا مفتی مہدی حسن شاہ جہاں پوری نور اللہ مرقدہم کی توجہات عالیہ فیضانِ نظر اور افاداتِ علمی نے علم ومعرفت کے اعلیٰ مقام تک پہنچا دیا۔ والد ماجد کی تربیت میں رہ کر سلوک وطریقت کے رموز واسرار سے واقف ہوئے اور آخر میں مدینہ منورہ کے دوسالہ قیام نے سونے پر سہاگے کا کام کیا اور اس طرح یہ نم مٹی مکمل زرخیز بن گئی۔

شخصیت سازی کی ٹکسال سے ڈھلنے کے بعد بازارحیات میں یہ کھرا سکّہ ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور اللہ نے کچھ ایسی شہرت ومقبولیت بخشی اور ایسا چلن نصیب فرمایا کہ اپنے بیگانے سب اس کی مقبولیت کے معترف ہوئے۔

میدانِ عمل میں اس جانباز مومن نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ طوفانِ حوادث کی بلاخیز موجوں کا خدا کے اس مجاہد نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ انھوں نے اپنے عزائم سے حالات کی چٹانوں کو چور کیا سعی پیہم اور عمل مسلسل ان کا طرۂ امتیاز تھا ان کے جہد وعزیمت کا قافلہ ہر دم رواں پیہم رواں اور مسلسل جواں رہا۔ عمل ہی ان کی مصروفیت عمل ہی ان کا آرام تھا، عمل ہی ان کا جاگنا عمل ہی ان کا سونا تھا عمل ہی ان کا اوڑھنا عمل ہی ان کا بچھونا تھا۔ تھکنا۔ اکتانا یا مایوس ہونا ان کی زندگی کی قاموس میں ہمیں نہیں ملتا وہ عزم واستقامت کے پہاڑ تھے:

سمندر کانپ جاتا ہے مری کشتی کی جرأت پر
کبھی گرداب سے اُلجھی کبھی موجوں سے ٹکرائی

ان کی متنوع اور محیر العقول خصوصیات پر دنیا ابھی تک محوِ حیرت ہے وہ ایک طرف سلوک، وتصوف کے مرشد فاضل تھے تو دوسری طرف ایوانِ قیادت کے رہبر کامل۔ اگر وہ ایک وقت ملک وملت کے مسائل کے سلسلے میں حکومت کے نشہ میں مست کج کلاہوں کے ساتھ ہوتے تو دوسرے وقت سلوک واحسان کے مسائل کے سلسلے میں خدامست خرقہ پوشوں کے ساتھ ایوانِ سیاست سے بھی بار بار آپ کا گزر ہوا اور راہ طریقت کے اعلیٰ منازل بھی آپ نے طے کیے طوفان حوادث سے آپ کا مقابلہ تھا لیکن اس طوفان سے نمٹ کر جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ کا خشوع وخضوع، یکسوئی اور انابت

الی اللہ دیکھ کرلوگ فریفتہ ہوجاتے، بھولے اتنے کہ نئے زمانے کی ایجادات کے خود برتنے پر قادر نہیں تھے اور زیرک اتنے کہ وہ اپنی بصیرت سے پیش آنے والے خطرات کا ادراک بہت پہلے کر لیتے تھے اپنی ذات کے سلسلے میں اتنے نرم خواور حلیم کہ بڑے بڑے عیب جوبھی ان کے علم کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے اور باطل کے مقابلے میں اتنے شدید کہ شمشیر برہنہ اور تیغ براں ان کے سامنے ماند پڑ جائے وہ نیم دروں نیم بروں کے قائل نہیں تھے۔مسافر ایسے کہ ایک قدم ملک میں دوسرا ملک سے باہر اور مقیم ایسے کہ دارالعلوم کی مجلسِ شوریٰ کے اجلاس یا اعتکافِ رمضان کے فوت ہونے کا کوئی ریکارڈ نہیں۔ وہ عمل کے متنوع بلکہ متضاد میدانوں میں اس خوبی کے ساتھ چلے کہ ان کا قدم راہِ اعتدال سے نہیں بہکا وہ دو منتہائے نظر کی کشاکش کا شکار نہیں ہوئے۔ان کے دشمن بھی ان کو بے دین سیاست داں یا گردشِ زمانہ سے بے صبر مولوی کا الزام نہیں دے سکے۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء۔

سچی بات تو یہ ہے کہ حضرت فدائے ملت کی وسیع خدمات اور ہمہ جہت قربانیوں کے کما حقہ بیان سے دامن الفاظ تنگ اور مایۂ تعبیر عاجز ہے بقول مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صرف حضرت فدائے ملّت کے میدان عمل کا دائرہ بہت وسیع ہے جس کے چند جلی عنوان یہ ہیں۔تبلیغ دین، بیعت وارشاد اسلامی علوم وفنون کی ترویج واشاعت، مکاتب و مدارس کے قیام و بقا کی جدوجہد اصلاحِ معاشرہ، معاشی واقتصادی ترقی، ملتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی ملک کے جمہوری وسیکولر کردار کی حفاظت متحدہ قومیت کا فروغ آزاد ہندوستان میں اقلیتوں کے آئینی حقوق کی حفاظت وغیرہ اوران سب میدانوں میں انھوں نے اپنی حوصلہ مندیوں بے پناہ جدوجہد فراست وحکمت اور قربانی وجانسپاری کے ایسے روشن نقوش چھوڑے ہیں جن سے زمانہ ایک عرصہ تک روشنی حاصل کرتا رہے گا۔'' بلاشبہ مسائل ومشکلات کے گھپ اندھیروں میں وہ روشنی کا مینار تھے:

کوئی بزم ہو کوئی انجمن شعار اپنا قدیم ہے
جہاں روشنی کی کمی ملی وہیں ایک چراغ جلا دیا

انھیں گراں قدر خدمات کے شکریے میں آج امت ان کے تئیں عقیدت و احترام کا نذرانہ پیش کررہی ہے ان کے مشن کو جاری رکھنے کا عزم کررہی ہے نہ جانے کتنے ہی خاصانِ خدا ان کی مغفرت وبلندی درجات کے لیے دست بہ دعا ہیں دنیا ان کی بے مثال زندگی اور مثالی موت پر رشک کررہی ہے:

دن کو اِک نور برستا ہے تری تربت پر
رات کو چادرِ مہتاب تنی ہوتی ہے

○○

حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کے انتقال پر ملال پر بانی جامعہ اسلامیہ مظفر پور مدظلہ کا

پیغام تعزیت

محترم المقام جناب مولانا ارشد مدنی صاحب
ومحترم مولانا محمود مدنی صاحب واخوانہ، دامت برکاتہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

کل ۶ رفروری شام کو اچانک حضرت اقدس مولانا اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے سانحۂ ارتحال کی خبر سنی گئی، اگرچہ حضرت والا عرصہ سے علیل چل رہے تھے، مگر اس ناگہانی خبر سے دل ودماغ پر غیر معمولی اثر ہوا، حضرت والا کا وصال نہ صرف ایک فرد، ایک جماعت اور ایک ادارہ کا خسارہ ہے بلکہ پوری امت اسلامیہ کے لیے ایک حادثہ ہے، خاص طور پر ہندوستانی مسلمانوں کو دور حاضر میں حضرت والا کی سخت احتیاج تھی، اللہ تعالیٰ کا غیبی نظام ہے، اللہ تعالیٰ غیب سے کوئی انتظام فرمائے گا، خاص طور پر دارالعلوم دیوبند اور جمعیۃ علماء کا بہت بڑا خسارہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ حضرات کے ذریعہ سے اس کی تلافی فرمائے، اور جو عظیم الشان ذمہ داریاں آپ کے کندھوں پر آ گئی ہیں ان کو ادا کرنے کی قوت وہمّت عطا فرمائے اور اس حادثۂ عظیمہ پر صبر جمیل اور قوت تحمل نصیب فرمائے، صبر وتحمل اور توکل علی اللہ کی دولت آپ کی خاندانی خصوصیات میں سے ہے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ خود مصائب وحوادث کے سامنے خواہ وہ شخصی ہوں یا قومی، ایک پہاڑ کی حیثیت رکھتے تھے:

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

حضرت کی ذات گرامی پورے مقالہ کی محتاج ہے، اور اس ناچیز پر بھی ان کی خصوصی شفقتیں رہی ہیں، یہ یاد کرکر کے دل پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے، میرے پاس الفاظ نہیں کہ کن الفاظ میں تعزیت کے کلمات پیش کروں، بہرحال یہاں پر ابوظہبی، شارقہ، دُبئی میں تمام احباب سے ایصال ثواب کی تاکید کردی ہے، اور خود بھی اہتمام کررہا ہوں، اور اپنے جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ میں بھی اس کا اہتمام کیا جارہا ہے اور اپنے مدرسہ کے مہتمم اور ایک مدرس کو اپنے اس خط کے ساتھ آپ حضرات کی خدمت میں تعزیت کے لیے بھیج رہا ہوں، انشاء اللہ اپنی ہندوستان آمد کے موقع پر آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہوکر تعزیت پیش کروں گا، جملہ اعزہ و حاضرین کی خدمت میں سلام مسنون۔ والسلام

مخلص
شریک غم تقی الدین ندوی مظاہری

آہ! میرے شیخ، فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہ

حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب قاسمی
خلیفہ حضرت فدائے ملت، مہتمم دارالعلوم پوکرن، نائب صدر جمعیۃ علماء صوبۂ راجستھان

یہ ایک مسلّمہ حقیقت اور قاعدہ کلیہ ہے کہ اس جہان کی ہر شئی کو فنا ہونا ہے، بقا اور دوام صرف خدا کی ذات کو ہے، میرے شیخ شیخ کامل فدائے ملت امیر الہند جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ بھی اس جہاں کے افراد میں سے ایک عظیم فرد تھے۔ جو عرصۂ دراز تک مسلسل مرض و بیماری سے نبرد آزما رہ کر بالآخر ۶ رفروری ۲۰۰۶ء کی شام کو دہلی کے اپولو ہسپتال میں دارِ فانی سے دارِ بقا کی جانب منتقل ہوگئے اور اپنی جان جانِ آفریں کے حوالہ کردی، یوں تو ہر روز دنیا میں ہزاروں افراد کو موت کا تلخ گھونٹ پینا پڑتا ہے لیکن دنیا میں ایسے بہت ہی کم اور چنیدہ افراد ہی ہوتے ہیں جن کی موت پر زمانہ اشکبار ہوتا ہے اور مدتوں ان کی جدائی کا صدمہ انھیں رنجور کئے رہتا ہے، میرے مرشد ایسے ہی عظیم رجالِ کار میں سے ایک تھے کہ جن کی موت نے ملک ہی نہیں بلکہ بیرونِ ملک بھی فضا کو مغموم و رنجور بنا دیا، اللہ حضرت کی بال بال مغفرت فرمائے، آمین۔

آپ کی ذات کے سلسلے میں قلم اُٹھانا اور اس کو حرکت دینا بحرِ بیکراں میں رختِ سفر باندھنے کے مترادف ہے کیونکہ ذاتِ خداوندی نے آپ کے اندر وہ تمام اوصاف و کمالات اور خصوصیات و امتیازات ودیعت فرمائے تھے جو ایک عظیم شخصیت کی تشکیل و تعمیر میں لابدی اور ضروری ہے۔

آپ علم و عمل، تقویٰ وللّٰہیت، پارسائی و خدا ترسی، اجتماعی و انفرادی خدمتِ خلق جو دوسخا جوشِ مذہب اور حمیت دینی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، ملت کی پاسداری، ملک کی حفاظت، عزیمت و استقلال، وقار و سنجیدگی، حکمت و دانائی، زہد و قناعت، اتباعِ سنت اور امحاء غیر شریعت کے سنگم تھے مسلمانوں کی اصلاح اور ان کی روحانی و مادّی ترقی کا نہ صرف آپ کو شعور و احساس تھا بلکہ ہزاروں افراد کو۔ ضلالت کے دلدل سے نکال کر روشنی بخشنا اور پستی سے بلندی پر پہنچانا آپ کا وہ شاہکار کارنامہ ہے جو بہت سے علماء کی اجتماعی و مجموعی قوت و طاقت سے بھی ناممکن ہے۔

حضرت موصوف کی ذات ستودہ صفات ہمہ جہت تھی آپ بیک وقت مربی و عالم مفکر و مدبر عظیم دینی و سیاسی رہنما و قائد، زبردست انقلابی مجاہد اور مصلح و شیخ کامل، فرقِ باطلہ سے فاتحانہ لوہا منوا لینے اور بڑی ہی عوامی و سرکاری مقبولیت کے حامل اور دیگر بہت سے اوصاف سے متصف تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا حوصلہ، ایمانی فراست، نورِ طریقت، اور سیاسی بصیرت اور زبردست قومی و ملی اور سماجی شعور عطا فرمایا تھا کہ یہ آپ کا طرۂ امتیاز ہوگئیں تھیں۔ اور آپ اپنے اقران و اماثل اور ہمعصروں میں سب سے منفرد اور لائق و فائق نظر آتے تھے۔

حضرت شیخ میں بیک وقت متعدد اوصاف جمع تھے جو مشکل ہی سے کسی کو نصیب ہوتے ہیں۔ عزم کی مضبوطی، ارادہ کی پختگی، بیدار مغزی، فکری بالیدگی، اولوالعزمی، حالات سے باخبری اور قوم و ملت کی صحیح نباضی نے آپ کی شخصیت کو بہت ہی پر اعتماد بنا دیا تھا۔

دین پر ثابت قدمی، عزم و یقین کی پختگی، اصابتِ رائے، ہوشمندی، دوررس منصوبہ بندی، اور ہمّت و عزیمت کے ساتھ مسلسل جدوجہد کرتے رہنے میں اپنی مثال آپ تھے زندگی میں بار ہا ایسے واقعات کا مشاہدہ ہوا چاہے وہ ہندو مسلم فسادات ہوں یا فرقۂ ضالہ کی بیخ کنی ہو، مدارس و مساجد، مقابر اوقاف ہوں یا اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے حقوق کی حصولیابی ہو۔ سب سے پیش پیش اور سب سے مقدم حضرت ہی نظر آتے تھے۔

آپ کے مختلف شعبہ ہائے حیات تھے جو ہر خاص و عام پر روزِ روشن کی طرح عیاں تھے، آپ کے شب و روز، نشست و برخاست، رفتار و گفتار اور قول و کردار کا معائنہ کرنے والے سیکڑوں کی تعداد میں افراد موجود رہتے تھے، ہزاروں نے آپ کو بنظرِ تنقید دیکھا اور کمالاتِ راسخہ کے گرویدہ بن گئے۔ لاکھوں نے آپ کی سیاست پر کڑی نگاہ رکھی بالآخر حلقۂ ارادت مندی میں شامل ہوگئے۔ پچاسیوں افراد نے بدگمانیوں سے اپنا سینہ پُر رکھا آخرانھیں کی توجہات سے اجلائے قلب میں فخر محسوس کیا، یقیناً آپ کی زندگی کتاب سنت سے عبارت تھی جس کا ہر سبق انوکھا اور نرالا اسلوب رکھتا تھا، آپ کی حیاتِ مبارکہ کا ہر موڑ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرتو اور ہر گوشہ اسوۂ حسنہ سے معمور تھا۔

حق جل وعلیٰ نے حضرت کے دل میں ملتِ اسلامیہ اور امتِ مسلمہ کا درد کوٹ کوٹ کر بھر رکھا تھا دنیا کے کسی بھی ملک میں فسادات ہوں یا حالات کشیدہ ہوں اور خصوصاً ہندوستان کے کسی بھی گوشہ میں ہوں اگر اس کی چوٹ مسلمانوں پر پڑتی تو حضرت سب سے پہلے ان کی دلاسائی کرتے اور تشریف

لے جا کر ان کو ڈھارس بندھواتے اور حتی الامکان مدد فرماتے، خود کو چاہے کتنی ہی تکالیف جھیلنا پڑے آپ ان کو سہہ لیتے، کلکتہ، مراد آباد، میرٹھ، راوڑ کیلا، کانپور، گجرات وغیرہ کے فسادات اس پر شاہدِ عدل ہیں۔

صوبہ راجستھان کے مرکزی ادارہ دارالعلوم پوکرن کی سرپرستی اور مغربی راجستھان کی جانب خصوصی توجہ فرماتے تھے، قیامِ پاکستان کے بعد ایک معاملہ صوبۂ راجستھان کے سرحدی علاقہ میں انتخابی لسٹ کے سلسلے میں پیش آیا جس طرح ابھی آسام میں چل رہا ہے کہ اس علاقہ کے اکثر مسلمانوں کے نام شک کی بنیاد پر سوخت کردیئے گئے، اور انتھک کوششوں کے باوجود اس میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی تو حضرت کو حالات سے کیا گیا، آپ نے اس پورے علاقہ پوکرن، ناچنا، موہن گڑھ کا سخت آندھیوں کے موسم میں پہلا دورہ کیا زبردست قحط سالی کی بنا پر جگہ جگہ مردہ چوپایوں اور مویشیوں کی ہڈیوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے جن کا حضرت نے بچشم خود مشاہدہ کیا، ناچنا سے موہن گڑھ کے راستے بالکل کچے تھے اور اندرا نہر کی کھدائی جاری تھی جس کی وجہ سے حضرت کے تمام کپڑے اور سارا بدن غبار آلود ہوگیا، اور بڑی مشکل سے یہ سفر طے ہوا، ظہر کی نماز کے وقت وضو کراتے ہوئے میں نے رومال سے اس گرد و غبار کو دُور کرنا چاہا تو فرمایا کہ جھاڑو مت، امتِ مسلمہ کی خدمت کرتے ہوئے جو غبار لگ رہا ہے یہی میرے لیے ذریعۂ نجات اور باعث فلاح ہے، الحمدللہ اس دورہ میں حضرت نے اہل حکومت پر اپنا اثر و رسوخ استعمال کرکے اکثر مسلمانوں کے ناموں کو انتخابی لسٹ میں شامل فرمادیا۔ **ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء**۔ جب بھی کوئی آپ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوتا تو سب سے مدرسہ اور علاقے کے مسلمانوں کے حالات دریافت فرماتے اور مفید ہدایات سے نوازتے، دارالعلوم پوکرن کی نشاۃ ثانیہ کے علمبردار اور سابق مہتمم حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے شاگردِ خاص حضرت مولانا دوست محمد صاحب رحمہ اللہ جنھوں نے دارالعلوم دیوبند کے تعلیمی دور میں حضرت فدائے ملت رحمہ اللہ کو گودی میں کھلایا تھا، کے متعلق ضرور حالات دریافت فرماتے۔

میرٹھ کے ایکسیڈنٹ کے بعد حضرت تقریباً ڈیڑھ مہینہ تک صاحبِ فراش ہوگئے تھے ایسی حالت میں جب ہم عیادت کے لیے پہنچے تو سب سے پہلے مدرسہ اور مسلمانوں کے حالات دریافت فرمائے۔

زندگی بھر اس ادارہ کی سرپرستی اور سرحدی علاقہ کے مسلمانوں کو دینی و دنیوی حالات پر خصوصی توجہ فرماتے رہے۔ ایک عالم باعمل کا بیان ہے کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت دارالعلوم پوکرن میں تشریف لائے اور یہاں سے مغربی سمت میں روانہ ہوگئے، لوگ قطار در قطار ایک دوسرے کا دامن پکڑے ہوئے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں، غیب سے ندا آئی اگر فلاح و نجات چاہتے ہو تو حضرت کا دامن تھام لو۔

اس علاقہ پوکرن پھلودی سے ہر سال دسیوں لوگ ماہِ رمضان المبارک میں اعتکاف کے لیے حضرت کی خانقاہِ پُرانوار میں حاضر ہوکر سیرابی حاصل کرتے تھے، اس علاقہ میں حضرت کے خلفاء بھی موجود ہیں۔ جس سال حضرت کا انتقال ہوا اس سال تقریباً پچاس لوگ معتکف تھے اور حضرت کے انتقال کے بعد اتنی ہی تعداد میں لوگ بھائی جان مولانا محمود صاحب مدنی زید مجدہٗ کی خانقاہ میں موجود تھے، اللہ اس سلسلے کو قائم و دائم رکھے اور حضرت کو اپنی شایانِ شان بدلہ نصیب فرمائے آمین۔

ابرِ رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شانِ کریمی ناز برداری کرے

چند اشعار

احمد علی
صدر جمعیۃ علماء تحصیل مودی نگر، ضلع غازی آباد

اے اسعدِ مدنی شہِ عالی مقام — دین کا ہادی سیاست کا امام
ناز کرتے تھے تجھی پر خاص و عام — حشر تک زندہ رہے گا تیرا نام
ہیں تیرے احسان ہم پر بے شمار — اے اسعدِ مدنی محبِّ غمگسار
قوم کے رہبر وطن کے جاں نثار — جانِ گلشن، جانِ گل، جانِ بہار

خدمتِ اسلام تھی تیری اُمنگ — تیرے آگے ہیچ تھے توپ وتفنگ

نیک سیرت نیک دل روشن خیال — زمانہ میں مفقود ہے تیری داستاں

السلام اے اوجِ عالی السلام — گلشنِ احمد کے مالی السلام
السلام اے دین کے والی السلام — السلام مظہرِ شانِ جلالی السلام

ہے دعاء احمد علی کی جنت میں ہو عالی مقام
دورِ حاضر میں تھے اب طریقت کے بھی امام

مولانا اسعد مدنی — ایک تاریخ ساز شخصیت

ڈاکٹر مفتی شرف عالم قاسمی

ابتدائے آفرینش سے یہ قدرت کا قانون ہے کہ جب کسی قوم کے رہنماؤں کو سنگ دلی، ظلم و بربریت اور اقتدار کا نشہ اندھا کر دیتی ہے، تو وہ کاغذ کے ناؤ کی طرح سطح آب سے غائب ہوجاتے ہیں اور رب کی طرف سے ایسا ریفارمر منصۂ شہود پر جلوہ فگن ہوتا ہے جو اپنی بھرپور غیر مرئی صولت سے وقت کے فرعون پر اس انداز میں جھپٹتا ہے، جس سے وہ کڑھن میں مبتلا ہوجاتے ہیں، اور ان کا نخوت خاک کا پیوند ہوجاتا ہے، کیونکہ یہ عفریت اپنے استبداد کے تمام قیود کی زنجیروں کو توڑ کر ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں، جہاں دہشت کی خوفناک گھٹا ٹوپ اندھیریوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا، یہ اپنی رعیت کا جینا دوبھر کر دیتے ہیں، ان کی زندگیوں کو جہنم بنا دیتے ہیں، ان کے مقابلے میں آنے والی انقلابی شخصیتیں اپنے رب کی عطا کردہ روحانی طاقتوں سے لیس ہوکر حقیقی مجاہدوں کے رُوپ میں ظاہر ہوتی ہیں، اور جبروت کے دیوتاؤں کی سربہ فلک دیواروں کو سجدہ ریزی پر مجبور کر دیتی ہیں۔

یہی حال ہندوستان کا تھا، اس کی عظمت خاک میں مل چکی تھی، اس کی خودداری فنا کے گھاٹ اُتر چکی تھی، اس کی پاکیزگی کھوٹ آمیز ہوچکی تھی، اس کے دریاؤں کا شفاف پانی گورے جسموں اور کالے دِلوں کو دھونے کی وجہ سے گدلا ہو چکا تھا، یہ اپنے سیم وزر کی فراوانی کے لیے معروف تھا، یہاں کے اولوالعزم بادشاہوں کے سطوت کے نشانات اپنی کبریائی کی منہ بولتی تصویریں ہیں، لیکن سیاسی اور سماجی عوامل کے تحت اس کی عظمت کو گھن لگ گیا، اس کے باشندے زندہ لاشوں کی طرح جینے پر مجبور کر دیئے گئے، ان کے کردار کو دیکھ کر ایسا معلوم ہونے لگا کہ ان میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں ہے، ان کی نبضیں تھم چکی ہیں، ان کے دل کی دھڑکنیں رُک گئی ہیں اور یہ انگریز سامراج کے آگے گھٹنے ٹیک چکے ہیں، کیونکہ ان کی پرشوکت حکومت روبہ زوال ہوگئی، طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوگیا اور یہ مختلف ٹکڑیوں میں بٹ گئے، ان کے دل پھٹ گئے اور آپسی تعلقات خراب ہوگئے، ان کے دلوں میں نفاق کا روگ پیدا ہوگیا اور ان کی صفوں میں قاسم وصادق جیسے لوگ پیدا ہونے لگے، انگریز جو یہاں تجارت کے ذریعہ اپنی ٹوٹی ہوئی معیشت کے سدھارنے کے لیے آئے تھے، موقعہ کو غنیمت جانا اور ان سے فائدہ اُٹھالیا اور ایسے لوگوں سے روابط استوار کیے جو ان کے کام کے تھے، آپسی پھوٹ کو بڑھاوا دیا، دوست نما دشمن بن کر اپنا اُلّو سیدھا کیا، کچھ یہاں کے حالات نے، کچھ ان کی چالاکیوں نے، کچھ ان کی عریاں عورتوں نے ساتھ دیا، اہل ہویٰ وہوس اس کے شکار ہوگئے اور بالآخر یہ یہاں کے تخت پر قابض ہوگئے، حکومت کی باگ ڈور کو اپنے ہاتھوں میں لینے کے بعد اپنے کلچر کو عام کرنے لگے، یہاں کی ثروت سے خود بھی مستفیض ہوئے اور اس کے ذخیرے کو اپنے یہاں منتقل کرنے لگے، یہاں تک کہ اس کو کنگال کر دیا، لوگوں میں مثل مشہور ہے کہ بہتی گنگا سے ہاتھ دھولینا چاہیے، لیکن انھوں نے گنگا ہی کو سکھانے کی کوششیں کیں اور اس کے سوتے کو خشک کرنے میں پورا زور صرف کر دیا، باشندگان ہند ان سے اس قدر متاثر ہوگئے کہ ان کا ذہن غلامانہ سانچے میں ڈھل گیا اور یہ ان کی تہذیب وثقافت کی بہتری کو اوالا پنے لگے، ایمان کی بہاریں، ان کی باتیں اور اسلام کے سانچے کو فرسودہ خیال کرنے لگے، سماج میں مختلف رسم ورواج کا چلن عام ہوگیا اور انھیں کو اصل دین سمجھا جانے لگا، دین صحیح انجماد کا شکار ہوگیا، ایسے ناگفتہ بہ حالات میں کچھ مخلص لوگ (والتکن منکم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر) کے علم بردار بن کر اُٹھے، تو ان کو جان گسل مشقتوں کا سامنا کرنا پڑا، ایک طرف امت جو خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی، ان کو بیدار کرنا اور بھولا ہوا سبق دوبارہ یاد کرانا تاکہ وہ انحطاط سے نکل جائیں اور اپنی صحیح روش پُر گامزن ہوجائیں، یہ ایک بڑا صبر آزما کام تھا، دوسری طرف ظالم حکمراں کی بربریت کا مقابلہ کرنا بڑے دل گردے کا کام تھا، لیکن انھوں نے اپنی ذمہ داری نبھائی اور شوکت کی آہنی دیواروں سے ٹکرا گئے، ان پر تیغ وتفنگ برسایا گیا، مطلق نہ گھبرائے، سر سے کفن باندھ لیا اور ظالم کے تیغ کا پامردی سے مقابلہ کیا، نتیجتاً ان کے خون سے ہولی کھیلی گئی، زخموں سے چور کر دیئے گئے، ہاتھ اور پاؤں سے بیکار کر دیئے گئے، مارے گئے، گاجر ومولی کی طرح سرتن سے جدا کر دیئے گئے، جیالوں نے ان کی گولیوں کے لیے اپنے سینوں کو پیش کیا، تو سینے چھلنی کر دیئے گئے اور وہ خون سے تربتر ہوگئے، کبھی جتھوں کی صورت میں بھون دیئے گئے، لیکن اس جماعت نے پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دی، ان کی قربانیوں سے ہند کی تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں اور ان کا نام تاریخ میں سنہرے حروف میں ثبت ہیں، بالآخر ان کی قربانیاں رنگ لائیں اور یہ ملک آزاد ہوا، یہاں کے باشندے آزاد فضا میں سانس لینے لگے، انھیں جانبازوں کے جانشین مولانا اسعد مدنی تھے، جو اپنی سیاسی بصیرت، حق

گوئی، قوت عمل، ژرف نگاہی، فکر کی پختگی، ارادہ کی مضبوطی، جذبہ کی توانائی، سیاست داں کی سمجھ داری، داعی کی حکمت عملی، سیلاب کی رو کی طرح بہنے، مسلمانانِ ہند کے بے خوف ترجمان ہونے، ظالموں کی صف میں بجلی بن کر گرنے اور نمونۂ اسلاف ہونے میں روشن مثال تھے۔

میرا جامعہ اسلامیہ، ریوڑی تالاب بنارس میں عربی کا سالِ اوّل تھا، ایک صبح فجر کی نماز ایک بزرگ نے پڑھائی، قرآن کی قرأت کا انداز نہایت دلنشیں، مخارج حروف اور تجوید کی رعایت اور آواز میں سوز تھا، دل موہ لیا، جب قرأت پوری ہوئی تو دل چاہنے لگا کہ کاش کچھ اور پڑھتے، نماز میں ایسا دلکش انداز میں نے پہلی بار سنا تھا، نماز کے بعد دورویہ ہوکر مصافحہ کیا گیا، ہر ایک سے نہایت شفقت سے ملے، میں ان کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا، لباس سفید و پاکیزہ، قامت اوسط سے زیادہ، چہرہ بھرا بھرا، آنکھیں روشن، ان پر خوبصورت چشمہ پیشانی کشادہ، اس سے بلند طالع اور خود داری نمایاں، داڑھی گھنی اور لمبی، رنگ گندمی، باطن سے صبغۃ اللہ کی جھلکی، سراپا سے عظمت نمایاں، معلوم ہوا یہ مولانا اسعد مدنی ہیں، یہ میری پہلی زیارت تھی، جامعہ میں کئی بار آئے، ہر بار ان کی عقیدت میں اضافہ ہی ہوا، جو چیز سب سے زیادہ من کو بھائی، وہ ان کی شگفتگی، ہر ایک کی طرف التفات اور قیام اللیل میں اللہ کے حضور وارفتگی تھی، جب دارالعلوم دیوبند پہنچا تو وہاں بار ہا تقریر بھی سننے کا موقعہ ملا، آواز صاف ہوتی تھی، خطابت سے لوگوں پر چھا جاتے تھے اور قلب ونظر میں سما جاتے تھے۔

آپ کا خاندانی تعلق حسینی سادات سے ہے، جو کئی پشت قبل ہندوستان میں وارد ہوا تھا، آپ کے والد نے قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد سے دیوبند میں اقامت اختیار کرلی تھی، اسی سرزمین پر آپ نے ۱۶/ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۷/اپریل ۱۹۲۸ء بروز جمعہ آنکھیں کھولیں، آپ نے ابتداء سے انتہا تک تعلیمی مراحل مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں طے کئے اور ۱۹۴۷ء میں فارغ التحصیل ہوگئے، پھر والد کی خدمت میں رہے، اور شوال ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۰ء سے ۱۳۸۲ء تک مادر علمی میں مسلسل بارہ سال تک متوسطات کی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، لیکن قومی خدمات کے پیشِ نظر والد کے نقشِ قدم پر چلنے کا عزم مصمم کیا، اور تدریسی خدمات سے مستعفی ہوکر جمعیۃ علماء ہند میں شمولیت اختیار کی، ملی اور عوامی خدمات میں زندگی بھر مصروف رہے، آپ کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے، چونکہ جمعیۃ علماء اور اس کے مقاصد سے تعلّق اپنے والد سے وراثۃً ملا تھا، جو شہرآفاق محدث، دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین، شیخ الحدیث، شیخ طریقت اور تحریک آزادئ ہند کے مقتدر رہنما تھے، آپ کی ملکی، قومی اور اجتماعی مساعی کے پیشِ نظر جمعیۃ علماء اُتر پردیش کی صدارت کی ذمہ داری آپ کے کاندھوں پر ڈالی گئی، اس وقت تنظیم انتہائی نازک دور سے گزر رہی تھی اور ہندوستانی مسلمان سخت آزمائشوں سے دو چار تھے، کیونکہ مجاہدِ ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کا سانحۂ ارتحال پیش آچکا تھا اور حالیہ ناظم عمومی مولانا محمد میاں میرٹھ کے اجلاس میں نظامت کی ذمہ داری سے سبکدوشی اختیار کرچکے تھے، ایسے نازک ترین لمحات میں وقت کے نباض، صدر جمعیۃ مولانا فخر الدینؒ کی نظرِ انتخاب آپ پر پڑی، تو مجلس عاملہ کے مشورے سے جنرل سکریٹری کا بارگراں آپ کے دوش پر رکھ دیا، یہ فرقہ وارانہ فسادات کا زمانہ تھا، ۱۹۶۳ء میں کولکاتا میں فرقہ پرستوں نے منصوبہ بند انداز میں مسلمانوں پر حملہ کیا، ان کے خون سے زمین کا مٹیالا رنگ سُرخی میں تبدیل ہوگیا، اس کے گردونواح کے علاقوں میں مسلمانوں کے مکانات جلا دیئے گئے، دوکانوں کو پھونک دیا گیا اور کارخانوں کو زمین بوس کردیا گیا، آپ ایسے برنگ علاقے میں بذات خود تشریف لے گئے، مسلمانوں کے جان و مال کے نقصانات کو دیکھا، ریلیف کیمپوں میں خانہ بربادلوگوں کو تسلی دی، اور معاونت کا انتظام کیا، ابھی یہ آگ ٹھنڈی بھی نہ ہوئی تھی کہ مارچ ۱۹۶۴ء میں بہارو اُڑیسہ کے صنعتی شہروں جمشید پور، راوڑکیلا اور چائباسا وغیرہ کو پھونک دیا گیا اور ان کے باشندوں پر وہ قہر ڈھایا گیا، جس کی نظیر تاریخ عالم میں خال خال ہی نظر آتی ہے، اس وقت آپ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی رُکنیت قبول کرچکے تھے، اس لیے حکومت کو بڑے سخت انداز میں مخاطب کرتے ہوئے تحریر کیا کہ جو حکومت ملک میں امن وانتظام قائم رکھنے میں ناکام رہے وہ حکومت کرنے کا حق نہیں رکھتی، ان فسادات سے آپ پر یہ عیاں ہوگیا کہ حکومتی پیمانہ پر اور اکثریتی فرقہ کی معیت میں اہم قدم اُٹھانا ضروری ہے، ورنہ یہ زہر پورے ملک کی فضا کو مسموم کردے گا، اس کے لیے آپ نے قومی جمہوری کنونشن بلایا اور کانگریس کو آگے بڑھا کر ہندومہاسبھائیوں کے لیے مؤثر لائحۂ عمل پاس کرایا، جس کے نتیجے میں ملک میں امن کی فضا قائم ہوئی، آپ کی کاوشوں سے آئی۔ ٹی۔ او۔ پر دہلی کی تاریخی مسجد، مسجد عبدالنبی آباد ہوئی، اور اس کے احاطہ میں جمعیۃ کا دفتر منتقل ہوا، دہلی کی تاریخ میں یہ لمحہ یادگار شمار کیا جاتا ہے، جب ۱۹۶۸ء میں آپ پارلیمنٹ راجیہ سبھا کے لیے چن کر پہنچے، تو لوگوں کو مجاہدِ ملت کی یاد تازہ ہوگئی اور یہ اُمید بندھ گئی کہ جو کارہائے نمایاں مجاہدِ ملت نے پارلیمنٹ کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کے مفادات کے لیے سرانجام دیئے ہیں، اور آپ کے وصال سے جو شگاف پیدا ہوگیا ہے وہ مندمل ہوجائے گا، آپ نے مسلسل اس کی تین معیادیں پوری کیں جو اٹھارہ برسوں پر محیط ہے، ایوان بالا میں ہمیشہ مسلم قوم کے مسائل اٹھائے، اور ہر قسم کی مداہنت سے آپ کی ذات مبّرا رہی، اس دوران سیاسی طور پر بہت سے اکھاڑ پچھاڑ آئے، حالات دگرگوں ہوئے، ماحول میں تبدیلیاں رونما ہوئیں، لیکن آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی، آپ ملتِ اسلامیہ کے لیے کثیف

بادل بن کر چھائے رہے اوران کوفرقہ پرستی کے سردوگرم جھونکوں سے محفوظ رکھا۔

۱۱/اگست ۱۹۷۳ء میں اتفاق رائے سے جمعیۃ علماء ہند کی صدارت کی ذمہ داری آپ کوتفویض کی گئی، آپ نے اس اہم ذمہ داری کو اپنے آخری سانس تک نبھایا، جو۶/فروری ۲۰۰۶ءتقریباً ۳۳ سال تک ممتد ہے، آپ اکابر کے ورثہ کے امین، اسلاف کے سچے جانشیں، ملت بیضاء کے ترجمان، حق گو، مظلوموں کے فریادرس، ظالموں کے لیے برق وصاعقہ، اہل سنت کے محافظ، سنتوں کی چھاؤں میں زندگی بسر کرنے والے، وقت کے تیور کو بدل دینے والے،فکر ملک وملت میں تڑپنے والے اورگلشن قاسمی کے پاسباں تھے، آپ نے ملک کے گوشے گوشے میں جمعیۃ علماء ہند کی شاخوں کا جال بچھادیا، اوراس کے تمام شعبوں کوفعال بنادیا، جمعیۃ علماء ہند کے تعلق سے آپ کی خدمات کے چندعنوانات ذیل میں درج کئے جارہے ہیں جو مجھے دستیاب ہوسکے ہیں۔

ملک وملت بچاؤتحریک، اُترپردیش میں عبادت گاہ بل کے خلاف ملک بھر میں تحریک، مسلم پرسنل لا، مسلمانوں کی اقتصادی بحالی دور کرنے کے پروگرام، مسئلہ ارتداداوراس کا ڈٹ کر مقابلہ، بابری مسجدمسلم اوقاف کی حفاظت وجدوجہد، مسئلہ آسام، مسئلہ کشمیر، اُردو کا تحفظ اوراس کی بقاء،تعمیری وتعلیمی پروگرام، ارتدادی علاقوں میں مکاتب کا قیام، عصری تعلیمی اداروں کا قیام، اوراس کے لیے کوششیں،مسلم یونیورسٹی کا تحفظ اوراس کے اقلیتی کردار کی بحالی کے لیے سرگرمی، یکساں سول کوڈ، تحفظ شریعت، تحفظ حقوق شہریت، جبری نس بندی، مسئلہ کسٹوڈین، امارت شرعیہ، رویت ہلال، اصلاح معاشرہ، ادارۃ المباحث الفقہیۃ کا قیام، محاکم شرعیہ کا قیام، فتنۂ قادیانیت کی بیخ کنی کے لیے سعی، ملت اسلامیہ ہندیہ کے حقوق کی بازیابی کی کوشش، مسلک دیوبند اور اکابر دیوبند کی خدمات کا عالم اسلام میں تعارف، مادرعلمی دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کی رُکنیت، دارالعلوم دیوبنداور ملک کے بہت سے مدارس کی سرپرستی، تحفظ حرمین شریفین، مسئلہ فلسطین، مسئلہ عراق وکویت، مسئلہ افغانستان، مسئلہ چیچنیااور بوسنیاہرزے گووینا وغیرہ۔

ذیل کے سطور میں حضرت فدائے ملت کے چند کارناموں کو بطور نمونہ ازخروارے کے قدرے تفصیل سے بیان کررہا ہوں، جن سے بخوبی اندازہ ہوگا کہ آپ نے ملت بیضاء کے لیے کسی قدر جاں گسل کوششیں صرف کیں، جن کی وجہ سے اللہ نے آپ کوقبولیت عامہ عطافرمائی۔

ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء:

اس سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

وندے ماترم

یوپی کی فرقہ پرست حکومت نے اپنے آرڈیننس کے ذریعہ سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں مشرکانہ گیت ''وندے ماترم'' پڑھنا دیگر مذاہب کے طلبہ کی طرح مسلمان طلبہ وطالبات کے لیےضروری قرار دیا، نیز ہندوستان کی فرضی تصویر کے آگے جھکنے اورگل پوشی کرنے کواس کا جزو لازم، فدائے ملت نے اس کے خلاف احتجاج بلند کیا اور آرڈیننس کے واپس لیے جانے کا پُرزور مطالبہ کیا،صوبے کے مختلف علاقوں میں احتجاجی جلسے اورمظاہرے کئے گئے، نتیجتاً حکومت کو یہ فیصلہ واپس لینا پڑا۔

اُترپردیش کا عبادت گاہ بل

یو۔پی۔کے وزیراعلیٰ رام پرکاش گپتا کی قیادت میں بی جے پی حکومت نے اپوزیشن کے سخت اعتراض کے باوجود جنوری ۲۰۰۰ء میں اُترپردیش پبلک مذہبی عمارات ومقامات ریگولیشن بل ۲۰۰۰ء پاس کردیا، یہ بل دستورِ ہند کی دفعہ ۲۵-۲۶، اور ۳۰ کے یکسر منافی تھا، اس بل کی رو سے اگر کہیں کوئی مذہبی پبلک عمارت کی تعمیر یا مرمت وغیرہ کرنی ہے، تو اس کے لیے ضلع مجسٹریٹ کو درخواست دے کراجازت لینی ضروری قراردی گئی تھی، مجسٹریٹ کی اجازت نہ ملنے کی صورت میں کسی مدرسہ یا مسجد کی نہ تو کوئی عمارت بن سکتی تھی، نہ اس کی مرمت کی جاسکتی تھی، اس بل کی مخالفت میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں دیگر مدارس اسلامیہ کے ذمہ داروں کو بلاکرتقریر کی، جس میں آپ نے اس بل کی شدید مخالفت کی، اوراسے واپس لینے کا مطالبہ فرمایا اوراسے مسلمانوں ودیگر اقلیتوں کی مذہبی آزادی پرزبردست حملہ قراردیا، پھر مختلف مقامات پر اجتماعات کئے گئے اور میمورنڈم مقامی ڈی، ایم کو پیش کیا گیا، اوراس کی نقلیں صدرجمہوریہ ووزیراعظم کوبھی بھیجی گئیں، ساتھ ہی ساتھ بہت اعلیٰ پیمانہ پر پہلے لکھنؤ پھر دہلی میں مظاہرے کئے گئے۔جس میں لاکھوں افراد نے شرکت کی، ان مظاہرات کے اثرات یہ ہوئے کہ بل فائلوں کے پلندے میں اضافہ کا باعث بنی۔

مدارس اسلامیہ پر دہشت گردی کا الزام

مخصوص فرقہ کی طرف سے مدارس اسلامیہ کو بدنام کرنے کی سازش بڑے پیمانہ پرشروع ہوئی اور یہ الزام لگایا گیا کہ یہ دہشت گردی کے اڈّے ہیں، یہاں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہے، اورناجائز ہتھیار رکھ کرحکومت اورملک کے خلاف ان کوتربیت دی جاتی ہے، آپ نے اس سلسلہ میں بہت ہی مؤثر قدم اُٹھایااور کارکنان جمعیۃ کوملک کے گوشے گوشے میں ہرمکتب فکر کے مدارس کے ذمہ داروں کے پاس بھیجااوراس الزام کی تردید میں اجتماعات کئے گئے اور''رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ'' کا قیام عمل میں آیا، ان اجتماعات میں مدارس اسلامیہ کے نصابِ تعلیم، نظام تعلیم وتربیت، مشکلات مدارس، مدارس کے باہمی روابط واتحاد، حفاظت اسلام میں مدارس اسلامیہ کے کردار وغیرہ موضوعات زیر بحث رہے، بالآخر یہ نتیجہ خیز ثابت ہوا، آپ نے اس کی

شروعات اکتوبر۱۹۹۴ء سے کی اور ۸/مارچ ۱۹۹۵ء تک یہ محیط رہ کر کامیابی کی منزل سے ہمکنار رہوا۔

امارت شرعیہ

ملتِ اسلامیہ کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کے لیے علماء کی جد و جہد کا آغاز سامراجی حکومت کے عہد ہی سے ہوگیا تھا، ان کی پیہم کوششوں کا ایک روشن باب امارت شرعیہ کا قیام بھی ہے، اس کا آغاز ۲۰/فروری ۱۹۱۹ء سے ہوا، اور اس سلسلے کی پہلی کڑی صوبہ بہار میں ۱۹۲۰ء سے امارت شرعیہ کے نظام کا قیام ہے، یہ سلسلہ بڑھ کر بہار و اُڑیسہ و جھارکھنڈ میں ہوا، اس کی طرف اور پیش رفت کی گئی اور ۲/نومبر ۱۹۸۶ء میں ایک عظیم اجتماع مدنی ہال بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی میں ہوا، جس میں ملک کے چودہ صوبوں کے دانشوران، مفتیان عظام اور علماء کرام کی ایک بڑی جماعت نے شرکت کی اور اتفاق رائے سے امارت شرعیہ ہند کا قیام عمل میں آیا، جس میں محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کو امیر الہند اور آپ کی نیابت کے لیے فدائے ملت کا انتخاب ہوا، ۹/مئی ۱۹۹۲ء میں امیر الہند کے وصال کے بعد نائب کو اصل یعنی امیر الہند منتخب کیا گیا، اور اس وقت سے ملک بھر میں مسلمانوں کے قضیوں کے تصفیہ کے لیے یہ شعبہ متحرک ہے، جس میں مسلمان اپنے عائلی نظام وغیرہ کے مسائل کو حل کرتے ہیں۔

اقتصادی تحریک

آزادی کے بعد مسلمانوں کی زبوں حالی، یہ ایک ایسا موضوع ہے جس سے کوئی بھی سمجھ دار انسان آنکھیں نہیں چرا سکتا ہے، اقتصادی بدحالی کو دُور کرنے کے لیے پہلا قدم حضرت فدائے ملت نے اٹھایا، اور ۱۹۶۱ء میں مسلم فنڈ کا قیام عمل میں آیا، جس میں بلا سودی بینکنگ کا نظم کیا گیا، آگے چل کر یہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا ایک پیکج سمجھا گیا، اور اس کے تحت مسلمانوں کی معاشی پسماندگی کو دور کرنے کے لیے مدنی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (آئی، ٹی، آئی) موٹر ڈرائیونگ اسکول جیسے صنعتی تربیتی ٹریننگ کورسیز شروع کرکے نئی نسل کو روزگار فراہم کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا، اس سے ہزار ہا نوجوان ملک و بیرون ملک میں اپنے معاش کو سدھار رہے ہیں، نیز دُختران ملت کے لیے گرلز اسکول بھی کھولا گیا، ساتھ ہی ساتھ حفظان صحت اور غریبوں کے علاج معالجہ کے کئی مؤثر قدم اٹھائے گئے، اسی کے تحت آنکھوں کا علاج اور آپریشن کی سہولیات ''مدنی آئی اسپتال'' کے ذریعہ عوام تک پہنچائی جارہی ہیں، یہ تمام کامیابی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔

دار العلوم دیوبند

یہ مسلم اصول ہے کہ کسی بھی مشن کو ترقی کی راہ پُر گامزن کرنے کے لیے باصلاحیت افراد ضروری ہوتے ہیں، لیکن کوئی فرد واحد اس مشن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیتا ہے۔ اور باقی افراد کی مساعدت اس کے ساتھ ہوتی ہے، تو وہ مشن سبک رفتاری سے اپنی منزل کی کی جانب رواں دواں ہوتا ہے یہاں تک کہ کامرانی اس کے قدم چوم لیتی ہے، اسی طرح آپ مادر علمی کے ایک مخلص ترین سپوت تھے، اور اس کی ترقی کے لیے ہمہ وقت فکر مند رہتے تھے، اس کو اعلی، مدارج تک پہنچانے میں کوئی موقعہ فروگزاشت نہ ہونے دیتے تھے، چنانچہ صد سالہ اجلاس کے موقعہ پر آپ کی خدمات دار العلوم کی تاریخ میں آبِ زر سے لکھی ہوئی ہیں، پھر جب شعبان ۱۴۰۵ھ میں آپ کو باضابطہ مادر علمی کی ہیئت حاکمہ میں شامل کیا گیا تو آپ نے اپنے مساعی کو مادر علمی کے تئیں تیز کردیا، جس کے اثرات ہر شخص کے سامنے واضح ہوگئے، سب سے پہلے آپ نے طلبہ کی رہائش گاہ کو خوب تر کیا، طلبہ کی ضرورت کے پیشِ نظر مسجد ناکافی تھی، تو مسجد رشید کی تعمیر کا سلسلہ شروع کرایا جس کی بنیاد کھودنے اور اینٹوں کے ڈھونے وغیرہ کے کام میں اس وقت کے موجودہ تمام طلبہ نے مزدوروں کے ساتھ مل کر کام کیا، جس میں یہ راقم بھی شامل تھا، اب یہ تیار ہوکر ایک دیدہ زیب اور شاندار مسجد کی شکل میں ہے، یوں تو دار العلوم کے چپے چپے سے قال اللّٰہ و قال الرسول کی صدا گونجتی ہے، لیکن مسجد رشید کا اس اعتبار سے بھی ایک منفرد مقام ہے، چوبیس گھنٹے کے کسی بھی لمحے میں یہ مسجد خالی نظر نہیں آتی ہے، بلکہ طلبہ اس میں فارغ اوقات میں مطالعہ میں مستغرق نظر آتے ہیں، نیز علم حدیث میں درک پیدا ہونے کے لیے شعبہ تخصص فی الحدیث کا قیام، اسی طرح شعبۂ انگریزی ادب، شیخ الہند اکیڈمی اور کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کے قیام وغیرہ کا اضافہ آپ کے رہینِ منت ہیں۔

بابری مسجد کی شہادت کے بعد آپ کا موقف اور دُور اندیشی

کانگریسی دور اقتدار میں پی وی نرسمہاراؤ کی وزارتِ عظمیٰ کے منحوس ایام میں سلطنت مغلیہ کی ایک اہم یادگار بابری مسجد فرقہ پرستوں کے ناپاک ہاتھوں سے شہید ہوگئی، تو مسلم لیڈروں، سیکولر ذہنیت کے حامی افراد اور ممبران پارلیمنٹ نے اس کی بازیابی اور مسلم کش فسادات کے انقطاع کے لیے بہت زور لگایا، لیکن ان کی کوششیں بار آور نہ ہوئیں، تو کانگریسی مسلم وزراء نے یہ طے کیا کہ اپنی اپنی وزارتوں سے استعفیٰ دے دیں تاکہ مسلم عوام کی جواب دِہی سے بچ جائیں، جب فدائے ملت کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے ان کے نظریئے کی مخالفت کی اور انھیں سمجھایا کہ جو افراد مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں اور اپنی مجبوریوں کے تحت کانگریس کے دامن میں پناہ لیے ہوئے ہیں، آپ حضرات کے متفقہ استعفیٰ سے کانگریس میں سیکولریت کمزور ہوجائے گی، اس لیے میں آپ حضرات سے مسلم عوام کی طرف سے سفارش کرتا ہوں کہ آپ اپنے عہدوں پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہیں، اور ایوان کانگریس

کے اندر رہ کراپنی آواز بلند کریں،اسی میں قوم کا زیادہ بھلا ہے، کیونکہ آپ یہ جانتے ہیں کہ اکیلا چنا بھاڑ پھوڑنے کی ہرگز استطاعت نہیں رکھتا۔

ملک و ملت بچاؤ تحریک

آپ نے یہ تحریک کئی دور میں چلائی، اس ایک تحریک کے ذریعے ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے مختلف خیالات اور مختلف عقیدت کے لوگ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوجاتے تھے اور حکومت کے ایوان پر مسلم جمعیت کے اتحاد سے لرزہ طاری ہوجاتا تھا، کیونکہ اس میں اٹھائے گئے مسائل کسی ایک طبقہ یا فرقہ سے متعلّق نہیں ہوتے تھے، بلکہ اس میں ملک میں بسنے والے تمام مسلمانوں سے متعلق مسائل ہوتے تھے اور اس اکائی کی وجہ سے یہ کامیابی سے ہمکنار ہوتے تھے۔

انڈین پولیس میں داڑھی رکھنے پر پابندی

اب سے چند سال قبل انڈین پولیس میں ایک مسلمان کو داڑھی رکھنے پر سخت پابندی عائد کی گئی، جبکہ اسی پولیس میں ایک سکھ کے لیے اس طرح کی کوئی پابندی نہیں .... معلوم ہوا تو آپ اس ظلم کو برداشت نہ کرسکے اور اس کے سلسلے میں براہِ راست مداخلت کرکے کمشنر آف پولیس اور وزارت داخلہ سے مراسلت کی، جس میں حضرت بامراد ہوئے اور ہندوستان کے ایک سپاہی کو سنت رسول کو زندہ کرنے کا حق مل گیا۔

إنما المؤمنون إخوة

۱۹۷۰ء کے بعد ہونے والے پارلیمانی الیکشن میں ایک سیٹ کے لیے کچھوچھہ کے سجادہ نشیں مولانا مظفرحسین کچھوچھوی کھڑے ہوئے، جس پر اکثریت بریلوی عقائد کے لوگوں کے بامقابل مسلک دیوبند کے معتقدین کی تھی، تو فدائے ملت اس حلقہ میں تشریف لے گئے اور مولانا مظفر کی تائید میں اپنے عقائد کے لوگوں کی ذہن سازی کی، نتیجہ خاطر خواہ نکلا اور مولانا مظفر جیت گئے، یہ ایک واقعہ ہی نہیں ہے، بلکہ آپ جہاں بھی مسلم قوم کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو اس کو بنفس نفیس حل کرتے، یہی وجہ ہے کہ اللہ نے آپ کو تمام فرقوں کے درمیان مقبولیت عطا فرمائی تھی۔

عبادت میں انہماک

حضرت امیرالہند کی ایک نہایت اہم صفت باجماعت نماز اور قیام اللیل کا اہتمام تھا، بلکہ نماز کو سکون سے ادا کرنے میں آپ کی حیثیت ممتاز تھی، تسلّی کے ساتھ ارکان کی ادائیگی انتہائی خشوع وخضوع اور طمانینت قلب کے ساتھ نماز کی ادائیگی میں آپ مثل کا درجہ رکھتے تھے، خواہ کتنی ہی جلدی کیوں نہ ہو، دسترخوان بچھا ہوا، یا گاڑی چلنے کے لیے تیار ہو، آپ نماز کی شروعات کرتے تو اس کے تمام اجزاء کو نہایت سکون سے ادا کرتے تھے۔

حضرت امیرالہند نے بے شمار اداروں سے وابستہ رہ کر خالصۃً لوجہ اللہ خدمتیں انجام دی ہیں، ذیل میں ان کے نام سپرد قلم کررہا ہوں جو مجھے مہیّا ہوسکے ہیں:

جمعیۃ علماء ہند کی صدارت، امارت شرعیہ ہند کی سیادت، مدارس اسلامیہ کی سرپرستی جن اداروں سے آپ کی وابستگی بحثییت رکن رہی ہے، ان کے نام یہ ہیں:

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، مرکزی حج کمیٹی، ہمدرد ٹرسٹ دہلی، مرکزی وقف کونسل، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ، راجیہ سبھا کی ضوابط کمیٹی، کانگریس ورکنگ کمیٹی، مؤتمر فقہی ریاض، مؤتمر اسلامی تیونسیا، مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ وغیرہ۔

ملک وبیرون ملک میں لاکھوں کی تعداد میں متوسلین ہیں، جو آپ کے زیر سرپرستی سلوک کے منازل طے کررہے تھے، جن میں سیکڑوں خلافت سے بھی سرفراز ہوچکے ہیں۔

حضرت امیرالہند کی عظمت کا راز تمام امور میں اخلاص وللّٰہیت، حد درجہ انکساری، ہمہ وقت سرگرم عمل رہنے، ہمّت کے بلند ہونے، پیچیدہ مسائل کے حل تک سرعت سے جا پہنچنے، سیر چشم ہونے، محو عمل رہنے، آسائش سے دُور رہنے اور ہر وقت فعال رہنے کے اندر مضمر ہے، آنے والے وقت میں آپ کی سیرت، آپ کے کمالات اور خصوصیات کے بارے میں ایک ایک گوشہ کو اُجاگر کیا جائے گا، آپ کی سیاسی بصیرت وموقف اور دور بینی کے متعلق بہت کچھ لکھا جائے گا۔

حضرت امیرالہند نے تین ماہ کی طویل بے ہوشی کی حالت میں اپولو اسپتال نئی دہلی میں گزارا، درمیان میں کبھی بعض اعضاء سے حرکت ہویدا ہوتی رہی، اور دوشنبہ ۷ رمحرم ۱۴۲۷ھ مطابق ۶ رفروری ۲۰۰۶ء پونے چھ بجے شام سے ذرا پہلے زبان سے اللہ اللہ، کا ذکر سنا گیا، پھر آپ اس جہانِ فانی کے طوق و سلاسل کی قید سے آزاد ہوگئے اور اپنے منعم حقیقی کے پاس پہنچ گئے، جہاں سے کوئی واپس نہیں آیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون، اور کروڑ ہا شیدائیوں کو بلکتا چھوڑ گئے، آپ کی یاد میں ملک کے چپے چپے سے لوگوں کے آنسو بہہ پڑے، ایسا لگتا تھا کہ ساری دنیا سوگوار ہوگئی ہو اور ہر شخص زبانِ حال سے یہ کہہ رہا ہو:

بخش دے مولا ہمارے شیخ کی ہر چوک کو
ذکر میں زندہ رہا اور ذکر میں جاتا رہا

اور کسی نے کیا خوب کہا ہے:

سنے کون ہائے صدائے دل
ملے آہ کس سے شفائے دل
وہ جو بیچتے تھے دوائے دل
وہ دکان اپنی بڑھا گئے

ملک کے ہر سماج کے انصاف پسند طبقہ کے ہر دلعزیز رہنما
تقریباً پانچ دہائی تک جمعیۃ علماء ہند کے سرخیل رہتے ہوئے
قوم وملت کے لیے بیش بہا قربانیاں کرنے والے
جانشین شیخ الاسلام امیرالهند ثانی فدائے ملت

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہ

کو **دلی خراجِ عقیدت**

j v k

منجانب : **رفیق بھائی**
رابوڑی، تھانہ، مہاراشٹر

Photo\VC-Star Cons **Rafique Bhai** Ph. 25342670

CIVIL ENGINEERS & CONSTRUCTORS

جمعیۃ علماء ہند کے پرچم تلے
اکابرین وبزرگانِ دین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے
قوم وملت کی بہترین رہنمائی کا فریضہ انجام دینے والے
محترم مولانا **سیّد اسعد مدنیؒ**

کو

خراج عقیدت

پیش کرتے ہیں۔

منجانب: **شملہ بیکری**

Photo\VC-Shimla Bakery.tif not found.

پسماندہ اور پچھڑی برادریوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کی
شب وروز فکر کرنے والے عالم باعمل

امیر الہند جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا

سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

کی تمام دینی، ملی، سماجی خدمات

کو

خراج عقیدت پیش کرتے ہیں

صدر وارا کین بزم ویر عبدالحمید سوشل ویلیفر ایسوسی ایشن
مقام ٹنکی تعلقہ سنگرام پور ضلع بلڈانہ مہاراشٹر

رفیق پٹیل (صدر ایسوسی ایشن) **مولوی محمود بیگ** (صلاح کار پرکھ)
عطاء اللہ پٹھان (سیکریٹری)

مسلمانوں کی بے چارگی اور بربادی پر تڑپ اٹھنے والے،
صدائے حق بلند کرنے میں کسی سے بھی مرعوب نہ ہونے والے
سالار کاروانِ جمعیۃ علماء ہند
سرپرست مدارس اسلامیہ ہند
امیرالهند فدائے ملت سابق ممبر راجیه سبها
حضرت مولانا

سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

کی خدمات جلیلہ کو

خراج عقیدت پیش کرتے ہیں

صدر وارکان جمعیۃ علماء ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

(مفتی) ضیاء اللہ خاں قاسمی
صدر جمعیۃ علماء ضلع جلگاؤں و ناظم مدرسہ انورا العلوم
مہرون ضلع جلگاؤں، مہاشٹر۔ (0-2572210780)

تم کیا گئے رُوٹھ گئے دِن بہار کے

ڈاکٹر محمد اُسامہ (علیگ) کھیتاسرائے جونپور

مولانا اسعد مدنیؒ بچپن سے پچپن (۵۵) تک میرے لیے دینی حمیت، مذہبی غیرت، اتباع سنت، خودداری اور روشن جبینی کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ خوبی یہ تھی کہ وہ خودداری اور کبر کی حد فاصل سے خوب واقف تھے:

ویراں ہے میکدہ خم وساغر اُداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

امیر الہند، مجاہد ملت مولانا اسعد مدنیؒ ان رہبران قوم میں سے ہیں جنھوں نے ہندوستان میں اپنا رول تب انجام دیا جب فرقہ واریت کا بھوت سر پر چڑھ کر بول رہا تھا، اکابرین ایک کے بعد ایک رخصت ہورہے تھے۔ جنگ آزادی کے بعد پاکستان کا نام لے کر مسلمانوں پر مصائب کا ایک پہاڑ مسلط تھا۔ برادرانِ وطن کی وہ نسل جو بعد میں جوان ہوئی اور جو مسلمانوں کی جنگِ آزادی میں عظیم الشان قربانیوں سے پوری طرح ناواقف تھی۔ جن کو شیخ الہند کی ''ریشمی رومال تحریک'' کا پتہ نہ تھا اور جو اسیر مالٹا، قول فیصل، غبار خاطر، تحریک ترک موالات، ''جلیان والا باغ اور سیف الدین کچلو مرحوم''، ''دلی کا خونی دروازہ''، ''۵۵ ہزار علماء کی شہادت'' جیسے بہت سے تاریخ کے روشن ابواب سے ناواقف تھے، فرقہ پرستی کے نشے میں مسلمانوں کے جان کے دشمن اور فسادات کے سوداگر بن کر ملک کے طول وعرض میں نفرت کا بازار گرم کرتے رہے۔ مولانا کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے ایسے ہی وقت میں جوان کیا اور تاحیات قوم کی خدمت کے لیے فکر اور اخلاص عطا فرمایا:

مری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مجاہد میں اسی لیے نمازی

مولانا کی نگاہ کلیات سے ہٹ کر جزئیات پر بھی رہتی تھی۔ وہ اپنے اعزہ واقرباء کے لیے کسی طرح وقت نکال لیا کرتے تھے۔ ٹرین وغیرہ کے سفر میں ان کی چستی دیکھنے سے متعلق تھی ان کی ڈکشنری میں لفظ تھکاوٹ یا ہزیمت کے لیے گنجائش نہیں تھی۔

راجیہ سبھا میں بابری مسجد سے متعلق ایک بحث میں مولانا کو دورانِ تقریر کانگریس کے کلپ ناتھ رائے (مئو) نے بار بار ٹوکا اور پوچھا کہ بابر کون تھا۔ ان کا مقصد تھا کہ مولانا کو چاہیے کہ بابر کو حملہ آور کہیں مگر مولانا نے ان کو ہر بار یہی جواب دیا کہ بابر ایک بادشاہ تھا۔ کانگریس میں وہ عناصر موجود تھے جنھوں نے کانگریس کو بُرے دن دکھائے اور خود بھی بُرے دن دیکھے اس مضمون میں یہ بحث کا عنوان نہیں ہے۔ مندرجہ بالا جواب سے مولانا کی سیاسی پختگی کا پتہ چلتا ہے۔ ۶۹ء احمد آباد کے فساد پر راجیہ سبھا میں مولانا نے اپنی تقریر اس شعر سے شروع کی تھی:

یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عیدِ قرباں
وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

مولانا میرے والد صاحبؒ کے کلاس فیلو تھے (مولانا فیاض احمد برادر مولانا ضمیر احمد صاحب جلال پوری) میرا ایک ایکسیڈنٹ ۹۴ء میں ہوگیا تھا۔ مولانا میری عیادت میں میرے دوا خانہ کھیتا سرائے (جون پور) تشریف لائے اور آتے ہی پینے کو پانی مانگا، میرے بھائی مولانا حمزہ صاحب (اب مہتمم مدرسہ بدرالاسلام شاہ گنج) نے برفی پیش کی، مولانا نے فرمایا ''اسے پی کر دکھاؤ''

حافظ قمرالدین صاحب موضع نوناری (جون پور) مولانا سے بہت قریب رہے ہیں آپ کے یہاں ایک دعوت میں انواع واقسام کی چیزیں دیکھ کر مولانا نے کہا کہ حافظ صاحب آپ کو پتہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر ایک ہی سالن ہوتا تھا۔ میرے ماموں مولانا عثمان صاحبؒ مہتمم مدرسہ بدرالاسلام شاہ گنج نے عرض کیا کہ حضرت آج انھیں لوگوں کی برکتوں سے ہم لوگ سب کچھ کھا رہے ہیں تو مولانا نے فرمایا کہ ہاں مولانا عثمان صاحب! عیسائیوں کا یہی عقیدہ ہے کہ عیسیٰ نے اتنی تکلیف اٹھائی کہ ہم لوگوں کی مغفرت یقینی ہوگئی ہے۔ اور ہم جو کچھ بھی کریں سب معاف ہے۔

مولانا کے گھر پر کوئی حادثہ ہو یا ملک وملت بچاؤ تحریک ہو میرے ماموں مولانا عثمان صاحب ان کے ایسے شیدائی تھے کہ فوراً دلّی پہنچ جاتے تھے ورنہ وہ کہیں کا بھی سفر نہیں کرتے تھے۔ مدرسہ بدرالاسلام مولانا کے لیے گویا ایک مرکز تھا۔ کہیں کا بھی سفر اس علاقے کا ہو مدرسہ میں آکر مولانا عثمان صاحب سے ملاقات گویا ایک فرض ادا کرنا تھا۔ اس سے مولانا کے ظرف کا پتہ چلتا ہے۔ یہ سلسلہ میرے بڑے ماموں مولانا جمیل احمد صاحب اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کے بیچ ہی شروع ہوگیا تھا۔ خاندان مدنی سے اپنے گھرانے کا تعلّق نہایت مضبوط رہا ہے اور آخر میں مولانا کے صاحبزادے عزیزم محمد سلمہ کی شادی مولانا ضمیر احمد صاحب یعنی میرے چچا کی صاحبزادی سے ہوگئی تو یہ تعلّق قریبی رشتہ داری میں تبدیل ہوگیا۔

میرے ماموں نے جب ایک کتابچہ ''مولانا حسین احمد مدنی کی بارگاہ

میں شعراء کرام کے نذرانے'' لکھا تو اس میں یہ شعر درج کیا کہ:

ہم نے بنالیا ہے اسے میر کارواں
گر تو نہیں تو تیرا نور نظر تو ہے

یوپی کا وہ کالا بل (سیاہ ایکٹ) جس نے مساجد اور مدارس میں گورنمنٹ کو دخل اندازی کا موقع دے دیا تھا اس سے مسلمانوں میں ایک بے چینی پھیل گئی مولانا نے فوری ردِعمل کے طور پر عملی کارنامہ یہ دکھایا کہ سخت گرمیوں میں دلی کی سڑکوں پر پندرہ لاکھ مسلمانوں کو بلاکر ایک کانفرنس کی، گورنمنٹ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ بل سرد خانے میں ڈال دیا گیا، یا د مخالف مولانا کو اور اونچا اُڑانے کے لیے آتی تھی، ''بجلیوں کی یورش میں آشیانہ'' بنانا قوم کو ان سے سیکھنا تھا، حقائق کی کڑی راہوں کے تھپیڑے مولانا کے پائے استقامت میں لغزش پیدا کرنے میں ناکام رہے، اخلاص اور مہمان نوازی، تو خاندانِ نبوت کا طرۂ امتیاز رہا ہی ہے۔

گجرات کے فسادات نے مولانا کو تڑپا دیا، انھوں نے آگے بڑھ کر ان کے آنسو پوچھے، انگریزی اخبار نکال کر ملت کے درد کو عام کرنے کی جستجو بھی مولانا نے کی، اس کے لیے ساٹھ کی دہائی میں پورے ملک کا سفر کیا۔ فسادات سے لے کر سیرت کے جلسے تک، بین الاقوامی سیاسیات سے لے کر مذہبی امور تک مولانا کی ذات ہمیشہ افکار اور اسفار کا امتزاج بن کر رہی۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کے خلاف جو ۶۵ء کا بل آیا تو مسلم یونیورسٹی اور ملک میں ہیجان برپا ہوگیا۔ ۶۵ء میں دو جنگ یاد رکھنے کی ہیں، ایک انڈو پاک جنگ اور ایک علی یاور جنگ (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی) اس پر ہنگامہ جاری رہا، میں ۷۱ء میں مسلم یونیورسٹی میں داخل ہوا جہاں دس سال رہا، یونین ہال کی طرف سے اقلیتی کردار کی جنگ میں ہر جگہ شریک رہا، اس دور میں جب بھی ہمارا کوئی وفد دلی جاتا تو مسجد عبدالنبی جاکر مولانا کا سہارا ضرور لیتا، مولانا اس تحریک میں شانہ بشانہ شریک رہے اور ہمیشہ دلجوئی فرمائی۔ یہیں پر مجھے مولانا کے ملّی درد کو سمجھنے کا موقع ملا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا یہ جملہ کتنا صحیح ہے کہ ''حقیقت قریب سے دیکھی جاتی ہے۔'' ان کی ہمہ جہت شخصیت پر انشاءاللہ ہمارے اکابرین روشنی ڈالیں گے:

بھلا تردد بے جا سے اس میں کیا حاصل
اُٹھا چکے ہیں زمیندار جن زمینوں کو

مولانا حسین احمد مدنیؒ کے نام پر ایک ٹرسٹ بنا کر کھیتا سرائے (جونپور) میں ہم لوگوں نے ایک مسجد اور مدنی ایجوکیشنل ٹرسٹ کی طرف سے ایک ماڈرن انگلش اسکول کا آغاز کیا ہے، آٹھ سال سے تعلیم جاری ہے، یہ کام اقلیتوں کی فلاح کے لیے کیا جارہا ہے۔

مولانا اسعد مدنیؒ کی رخصتی سے ملی اور سیاسی اُفق پر یہ سوال روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ:

کون ہوتا ہے حریف مئے مردافگن عشق

اسی سوال کا جواب مولانا ارشد مدنی صاحب کے تقویٰ، بصیرت اور قوت ارادی کو دینا ہے اور ان سے بجا طور پر ہم لوگوں کو اُمید ہے، سب کو مل کر تعاون کرنا ہے کیونکہ ہزاروں ظلمتوں میں اِک کرن کی آزمائش ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولاناؒ کے درجات بلند فرمائیں اور خیر کا معاملہ فرمائیں۔ ○

رحلتِ اسعد میاں پر سارا عالم اشکبار

بر وفات حسرت آیات امیر الہند فدائے ملت، جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی صاحب مدنیؒ صدر جمعیۃ علماء ہند

متوفی ۷رمحرم الحرام ۱۴۲۷ھ بروز دوشنبہ بمطابق ۶رفروری ۲۰۰۶ء، شام ۶ بجے

کاوشِ فکر و قلم:
محمد قاسم لوہاروی
مدرس جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور

رحلتِ اسعد میاں پر سارا عالم اشکبار
آسماں پرنم ہے ذرّے رو رہے ہیں زار زار

شامِ دوشنبہ بوقت چھ بجے آئی خبر
سوئے عقبیٰ ہوگیا دنیا سے حضرت کا سفر

تھی محرم سات اور چودہ سو ستائیس سن
چھپ گیا تھا روشنی پھیلا کے وہ بدرِ زمن

آہ ساقی ہوگیا میخانہ ویراں تیرے بعد
کس کو ڈھونڈیں گے یہ انساں غم کے مارے تیرے بعد

کس کے در پر جائے گا سیلابِ انساں تیرے بعد
مدتوں روتے رہیں گے اہلِ ایماں تیرے بعد

علم کا کوہِ گراں اور زہد و تقویٰ لاجواب
چہرۂ انور تھا گویا بدرِ کامل ماہتاب

قوم و ملت کا مجاہد جیسے شمعِ آفتاب
کرگیا شیریں بیاں سے ساری امت فیضیاب

حضرتِ محمود مدنی کا تھا وہ اِک یادگار
مچھلیاں پانی میں، آہو دشت میں ہیں سوگوار

آلِ پیغمبر سے تھا اور انتہائی خاکسار
صدقۂ نعلینِ مدنی سے ہوا تھا تاجدار

جنت الفردوس میں یارب رہے ان کا قیام
ساتھ میں اصحابِ صفہ کے رہے ان کا طعام

یہ بتا قاسم کہ اب ہے کون سالارِ انام
حضرتِ ارشد ہیں اب دیوبند میں سب کے امام

فدائے ملت اور میرے اسلاف کے باہمی روابط و کارنامے

رفیع احمد برکاتی (بی یو ایم ایس، پی ایچ ڈی)

راقم السطور نے بچپن ہی سے اپنے بزرگوں سے جمعیۃ اور اکابر جمعیۃ کے کارناموں کی داستانیں سن رکھیں تھیں خصوصاً مولانا اسعد مدنی کا ذکر تو اکثر ہمارے گھر میں ہوا کرتا تھا۔ میرے نانا مولانا حکیم ظہیر احمد برکاتی اور والد محترم مولانا منظورالحسن برکاتی مرحومین اس طرح تذکرہ فرماتے کہ آپ کو دیکھنے اور ملنے کا اشتیاق دل میں پیدا ہوا۔ حسن اتفاق کہ جے پور میں جمعیۃ علماء راجستھان کے اجلاس میں مولانا اسعد مدنی تشریف لائے تھے اور نانا ابا مرحوم کی گزارش پر ان کی قیام گاہ ہدایت باغ بھی چندمنٹ کے لیے تشریف لائے تھے۔ آپ کے ساتھ جماعت کے چند رفقا بھی تھے۔ اس وقت آپ کو قریب سے دیکھنے اور مصافحہ کرنے کا موقع میسر آیا تھا۔ پھر کئی مرتبہ مولانا موصوف سے نیاز حاصل ہوا۔ ایک مرتبہ مسجد عبدالنبی میں والد محترم مولانا منظورالحسن برکاتی اور مولانا قاضی الاسلام صاحب کے ہمراہ آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

شفاء الملک حکیم ظہیر احمد برکاتی سے فدائے ملت مولانا اسعد مدنیؒ کا دیرینہ اور قلبی تعلق تھا اس کا اصل سبب یہ تھا کہ حکیم صاحب موصوف حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ سے بیعت تھے اور روحانی رشتہ بھی رکھتے تھے۔ حکیم صاحب کے والد محترم مولانا نصیر احمد صاحب پھلتی کو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے شرف تلمذ رکھنے کے ساتھ ساتھ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ ''تحریک ریشمی رومال میں علمائے ٹونک کا حصہ'' کے مصنف مولانا منظورالحق برکاتی رقم طراز ہیں:

''مولانا نصیر احمد پھلتی حضرت غازی ولی محمدؒ کے پوتے متبحر عالم متقی پرہیزگار انسان تھے۔ حضرت مولانا قاضی محمد ایوب صاحب بھوپالی علامہ حکیم برکات احمد رحمۃ اللہ علیہ سے تلمذ کا شرف حاصل تھا اور ریشمی رومال تحریک کے مجاہد مولانا سیف الرحمٰن صاحب درّانی سے فنِ ریاضی میں استفادہ کیا تھا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت بھی حاصل تھا۔ عرصہ تک دارالعلوم خلیلیہ ٹونک کے صدرالمدرسین رہے۔''

(روزنامہ ''الجمعیۃ'' سہ روزہ ایڈیشن، ص ۵، ۲؍فروری ۱۹۷۶ء)

حکیم برکاتی صاحب قبلہ مولانا اسعد مدنی کی دعوت پر جمعیۃ کے ہر اجلاس میں شرکت فرماتے تھے اور فدائے ملت سے ملاقاتوں کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔ حکیم صاحب کی مولانا سے اُنسیت کا یہ عالم تھا۔ ۷۰ء کی دہائی کا واقعہ ہے کہ حکیم صاحب کو معلوم ہوا کہ مولانا مدنی کہیں سفر کے دوران جے پور اسٹیشن سے گزریں گے اور گاڑی علی الصبح جے پور پہنچے گی۔ اس گاڑی کو صرف چند منٹ اسٹیشن پر ٹھہرنا ہے۔ حکیم صاحب موصوف فجر ہونے سے پہلے اسٹیشن پہنچ گئے۔ راقم الحروف بھی ساتھ تھا۔ گرین لیبل کی دَم کی ہوئی چائے جو مولانا اسعد صاحب کو بہت پسند تھی بنوا کر لے گئے تھے۔ کچھ دیر میں گاڑی آگئی۔ مولانا موصوف نے اُتر کر سب سے سلام مصافحہ کیا اور فرمایا حکیم صاحب آپ نے کیوں تکلیف فرمائی۔ حکیم صاحب نے جواب میں کہا کہ حضرت کے دیدار کے لیے۔ یہ کہہ کر حضرت نے چائے نوش فرمالی! مولانا کے ہمراہ چند لوگ تھے، سب نے چائے پی اور نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد فوراً روانگی ہوگئی۔ ایک مرتبہ حکیم صاحب کو اخبار سے معلوم ہوا کہ مولانا اسعد صاحب کا دیوبند جاتے ہوئے کار ایکسیڈنٹ ہوگیا اور ٹانگ میں فریکچر ہوگیا اور آپ میرٹھ کے اسپتال میں داخل ہیں۔ اس خبر سے حکیم صاحب بہت مضطرب ہوئے۔ اس دوران آپ ضعیف تھے، بینائی بہت کم تھی آنکھ بنی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے چھوٹے صاحبزادے حکیم وحید احمد برکاتی کو فوراً میرٹھ روانہ فرمایا تاکہ مولانا کو دوائیں دیں اور خیریت معلوم کریں۔ محترم حکیم وحید احمد بیان کرتے ہیں کہ جب میں ہسپتال پہنچا تو وہاں کا عجیب منظر تھا۔ عقیدت مندوں اور جماعتی احباب کا کافی ہجوم موجود تھا۔ ایک کیمپ لگا دیا گیا تھا اور کھانا پکایا جارہا تھا۔ مولانا ارشد مدنی سامنے سے آتے ہوئے نظر آئے، آپ نے پہچان لیا، سلام علیک کے بعد ہاتھ پکڑ کر فرمایا، پہلے آپ کھانا کھالیں تب مولانا اسعد صاحب سے ملاقات کراؤں گا۔ وحید صاحب کا انکار اور ارشد میاں کا اصرار اس شرط کے ساتھ کے پہلے کھانا کھاؤ پھر ملاقات ہوگی۔ اس طرح کی خاطر تواضع مدنی خاندان کا طرۂ امتیاز ہے جو ہر آنے والے کے لیے ہر وقت کسی بھی مقام پر جاری رہتی ہے۔

شفاء الملک کی جمعیۃ علماء ہند سے قدیم وابستگی تھی اور آپ نے جمعیۃ کے پلیٹ فارم سے دینی وملّی خدمات انجام دیں۔ سن ۴۷-۱۹۴۸ء میں جب پورے ملک سے مسلمانوں کی ہجرت کا سلسلہ ایک بھیڑ چال کی طرح جاری تھا عجیب کشمکش کا ماحول تھا۔ سستے داموں میں املاک اور گھر کا سامان تک فروخت کرکے نقلِ وطن کے لیے لوگ رختِ سفر باندھ رہے تھے۔ اس سے ریاست ٹونک اور شہر ٹونک بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ ایسے حالات میں شہر کے کچھ دردمند حضرات کے ساتھ مل حکیم صاحب نے لوگوں کو روکنے کی کوشش کی، ان میں اہم کوشش یہ بھی تھی کہ آپ نے مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ کو ٹونک بلایا۔ انھوں نے مسلمانوں کو صبر و تحمل سے فیصلہ کرنے کی تلقین فرمائی۔ لوگوں کو روکا اور یہاں آکر کئی روز قیام فرمایا۔ یہاں کے دانش مند حضرات سے باہم مشورے بھی کئے اور راجستھان جمعیۃ علماء صوبہ کی باقائدہ تنظیم قائم فرمائی اور

حکیم برکاتی صاحب کو صوبہ کا صدر منتخب فرمایا۔ جب تک آپ ٹونک میں مقیم رہے اپنے وعظ و نصیحت سے عوام خواص کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ حکیم صاحب کی جمعیۃ علماء سے یہ وابستگی زندگی کے آخری ایام تک جاری رہی۔

یہاں ایک دلچسپ اور تاریخی واقعہ کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ ۱۹۵۲ء میں حکیم صاحب نے مولانا حسین احمد مدنیؒ کو ٹونک آنے کی دعوت دی۔ حضرت مدنی نے یہ دعوت اِس شرط کے ساتھ قبول فرمائی کہ ''میں نواب صاحب ٹونک کا مہمان نہیں بنوں گا اور آپ کے دولت کدہ پر ہی رہوں گا'' اور فرمایا کہ آپ ناظم صاحب سے پروگرام طے فرمالیں۔ (حضرت مدنی، مولانا حفظ الرحمٰنؒ کو ناظم صاحب کہہ کر مخاطب فرمایا کرتے تھے) اس طرح ناظم صاحب کے طے شدہ پروگرام کے مطابق حکیم صاحب ٹونک سے جے پور حضرت مدنی کو لینے خود تشریف لائے۔ (جے پور سے ٹونک صرف سوکلو میٹر ہے) یہاں سے کاروں کا ایک مختصر قافلہ دو گھنٹہ بعد ٹونک پہنچ گیا۔ ٹونک میں گھنٹہ گھر کے قریب آپ کے استقبال کے لیے ایک جم غفیر موجود تھا۔ یہاں سے جلوس کی شکل میں اور نعرۂ تکبیر کی صداؤں کے درمیان یہ روح پرور کارواں شفا منزل پانچ بتی (حکیم صاحب کی رہائش گاہ) پہنچا۔ دارالعلوم خلیلیہ میں حضرت شیخ الاسلامؒ کا جلسہ عام سے خطاب بھی تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ جو بہت عرصہ تک لوگوں کے دلوں میں جوش وولولہ پیدا کرتا رہا۔

تقسیم ہند کے بعد کا دور بہت نازک تھا اس پس منظر میں مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب لوگوں کے دلوں کا مرہم اور حوصلہ کا باعث بنا اور چونکہ ٹونک کے مسلمانوں کا اقتدار ختم ہو چکا تھا اور ایک بڑی تعداد پاکستان روانہ ہو چکی تھی ایسے ماحول میں مسلمانوں کے تحفظ و بقاء کے لیے مایوسی دامن گیر تھی۔ ایسے میں اکابر جمعیۃ علماء اور خاص طور پر مولانا حسین احمد مدنی کی ٹونک تشریف آوری یہاں کے عوام کے لیے مسیحائی ثابت ہوئی۔ آپ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا: ''اے مسلمانو! کیا تم اُن لوگوں سے ڈرتے ہو جو اپنے خداؤں کو خود اپنے ہاتھوں سے بنا کر بیچ دیتے ہیں۔ تم اپنے آبا و اجداد کے کارناموں کو یاد کرو۔ آزادی کی لڑائی میں تمھاری قربانیاں دوسروں سے کم نہیں ہیں، جہاں اُن کا پسینہ گرتا تھا تم نے خون گرا کر ہندوستان کو آزاد کرایا ہے۔ اس لیے ہندوستان پر ہمارا پورا پورا حق ہے۔ یہ سرزمین ہماری ہے۔'' (روزنامہ ''الجمعیۃ'' ۱۹۵۲ء)

اس جلسہ میں ہزاروں کی تعداد میں ہندو اور مسلمان موجود تھے، اس کے علاوہ ضلع حکام اور کلکٹر بھی موجود تھے۔ بار بار فضا نعرۂ تکبیر سے گونج رہی تھی۔ جلسۂ عام کے خطاب سے پہلے آپ نے شفا منزل میں علماء، معززین شہر اور بڑی تعداد میں عوام سے ملاقاتیں فرمائیں۔ اِسی دوران نواب صاحب ٹونک کے خاص نمائندے نے حاضر ہو کر نواب صاحب کا یہ پیغام سنایا کہ نواب صاحب حضرت کو اپنا مہمان بنانا چاہتے ہیں اور حضرت کے لیے اپنے مہمان خانۂ خاص میں آپ کے قیام و طعام کا انتظام کیا ہے۔ اِس دعوت کے جواب میں حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ نواب صاحب سے بعد سلام کہئے کہ میں اِس وقت بھی آپ ہی کا مہمان ہوں اس لیے کہ حکیم صاحب بھی تو آپ ہی کے ہیں اور جہاں تک مہمان خانہ میں قیام کی بات ہے تو حکیم صاحب کی یہ رہائش گاہ شہر کے درمیان میں ہے اور یہاں ہر آدمی کی مجھ تک رسائی آسان ہے۔ مولانا موصوف کے اِس خوبصورت عذر کے بعد نواب صاحب نے اصرار نہیں کیا اور مولانا کا رابطہ ہر خاص و عام سے ہوتا رہا۔ نواب صاحب خود نیازمندی سے یہاں آکر ملے اور بیگمات اور عزیز و اقارب نے شفا منزل آکر وعظ و نصیحتیں حاصل کیں۔

مولانا مدنی کے اِس تاریخی سفر کا آنکھوں دیکھا حال والد محترم مولانا منظور الحسن صاحب برکاتی اور میری نانی امۃ المجیب صاحبہ علیہ رحمہ نے اس طرح بیان فرمایا تھا کہ آج تک میرے قلب و ذہن پر نقش ہے۔ یہ بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے اپنی زندگی میں ایسا روح پرور منظر نہیں دیکھا تھا۔

شفاء الملک حکیم ظہیر احمد برکاتی ہر سال ختم بخاری شریف میں شرکت کے لیے دیوبند تشریف لے جاتے تھے اور حضرت مدنی کے مہمان ہوتے تھے۔ آپ حضرت حکیم صاحب کا بہت خیال فرماتے تھے۔ دسترخوان پر اپنے قریب بیٹھاتے تھے اور خدمت گاروں سے فرماتے کہ ہمارے حکیم صاحب کا خیال رکھا کرو۔ یہی وہ زمانہ تھا جب مولانا اسعد مدنی طالب علم تھے اور اسعد میاں کہہ کر پکارے جاتے تھے۔ اُسی زمانہ میں اسعد مدنی حکیم صاحب موصوف سے مانوس ہوگئے اور یہ رشتہ حضرت شیخ کے وصال کے بعد اور زیادہ مستحکم ہوگیا تھا۔ اس رشتہ اور تعلق کی بنیاد بھی قدیم تھی۔ حکیم صاحب کے والد محترم مولانا نصیر احمد صاحب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے شاگرد رشید تھے اور مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ حضرت گنگوہیؒ سے شرفِ بیعت رکھتے تھے۔ اس پرانے روحانی رشتہ کی بنا پر حضرت مدنیؒ حکیم صاحب سے بہت شفقت و محبت فرماتے تھے۔ حکیم صاحب اور مولانا مدنیؒ کے باہم تعلق کے تذکرے کے ایک چشم دید گواہ مولانا حکیم عبدالقوی صدیقی قاسمی رقم طراز ہیں:

''آپ کو اپنے شیخ و مرشد سے بے پناہ محبت وعقیدت تھی۔ خود حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ آپ کے ساتھ خصوصی شفقت و محبت فرماتے تھے۔ حضرت مولانا حکیم ظہیر احمد برکاتی اپنے شیخ سے اخذِ فیوض و برکات سے مستفید ہونے کے لیے دیوبند تشریف لے جاتے۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی آپ کے ساتھ خصوصی التفات اور توجہ فرماتے تھے۔ ۱۹۵۴ء میں آپ دیوبند آئے اور مدنی منزل (حضرت کی رہائش گاہ) میں مقیم تھے۔ حضرت مدنی بعد نماز عصر مہمانوں کے ساتھ سبز چائے نوش فرماتے تھے۔ مہمان خانہ میں مہمان موجود تھے۔ حکیم صاحب موصوف بھی فرش کے کنارے پر تشریف فرما تھے احقر بھی اس موقع پر حاضر تھا۔ سلیم اللہ صاحب (حضرت کے خادم) سبز چائے سے مہمانوں کی تواضع کر رہے تھے۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی مہمان خانہ کے درمیانی حصہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت مدنی نے حاضرین کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا: 'ارے بھائی! حکیم برکاتی صاحب کہاں ہیں؟' حکیم صاحب نے فوراً فرمایا حضرت میں حاضر ہوں،

یہاں بیٹھا ہوں۔ حضرت مدنی نے فرمایا ’وہاں کہاں بیٹھے ہیں ہمارے پاس آئیے یہاں بیٹھئے،‘ حضرت مدنی نے حکیم صاحب کو بلا کر اپنے پاس برابر پہلو میں بیٹھا لیا اور سلیم اللہ صاحب سے فرمایا حکیم صاحب کو اور چائے دو۔ حکیم صاحب کی معذرت کے باوجود چائے پلوائی۔ حکیم صاحب کو اپنے شیخ اور شیخ کو اپنے متوسل سے کس قدر تعلق تھا اس واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔‘‘

(ماہنامہ رسالہ ’’ارمغان‘‘ پھلت ،ص ۱۳، جولائی ۲۰۰۳ء

حکیم صاحب قبلہ حضرت شیخ سے ہر معاملہ اور ہر مسئلہ میں مشورہ فرماتے تھے۔ اِس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اکتوبر ۱۹۵۶ء میں جب راقم السطور کی ولادت ہوئی تو حکیم صاحب نے سب سے پہلے خط لکھ کر حضرت شیخ کو ارسال فرمایا جس میں نام تجویز کرنے کی گزارش کی گئی تھی۔ حضرت نے فوراً جواب ارسال فرمایا اور تحریر فرمایا کہ رفیع احمد نام رکھا جائے۔ حضرت شیخ کے وصال کے بعد حکیم برکاتی صاحب نے مولانا اسعد مدنی سے برابر تعلق اور وابستگی تاحیات قائم رکھی۔ جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس میں برابر شرکت ہوتی رہتی تھی۔ مولانا اسعد مدنی صاحب آپ کی رائے اور مشورہ کو بہت اہمیت دیتے تھے اور جب بھی راجستھان کے دورے پر تشریف لاتے تھے یا صوبائی جمعیۃ کے اجلاس میں جے پور تشریف لاتے تو حکیم صاحب کی قیام گاہ بدایت باغ بھی ضرور تشریف لاتے تھے۔ مولانا موصوف کی وضع داری تھی کہ ملاقاتوں کا سلسلہ تاحیات جاری رہا۔ ماہ جنوری ۱۹۸۷ء کا اہم واقعہ ہے۔ حکیم صاحب قبلہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور ڈبل نمونیہ کے ساتھ ساتھ قلب کے شدید دورہ نے آپ کو زندگی کے نازک موڑ پر پہنچا دیا، اس کی اطلاع ملتے ہی مولانا اسعد مدنی فوراً جے پور پہنچے اور حکیم صاحب کی مزاج پرسی فرمائی اور حکیم صاحب کے قریب بیٹھ کر دیر تک سینہ پر ہاتھ پھیر پھیر کر پڑھتے رہے۔ یہ منظر راقم السطور نے بغور دیکھا اُس وقت حکیم صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور فرما رہے تھے کہ میرے قلب کو بہت سکون و راحت حاصل ہو رہی ہے اور اب میں شفایابی کے قریب پہنچ گیا ہوں اور واقعی ایسا ہی ہوا بھی کہ آپ کی حالات میں اچانک تبدیلی آئی اور طبیعت بحال ہوگئی۔ لیکن ایک ماہ بعد ایک شدید دل کا دورہ پڑا اور حکیم صاحب اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر ۸۵ سال تھی۔ ۲ر فروری ۱۹۸۷ء عصر مغرب کے درمیان آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کے جسد خاکی کو آپ کی وصیت کے مطابق ٹونک لے جایا گیا جہاں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ شفاء الملک حکیم برکاتی صاحب کے انتقال کے بعد والد محترم مولانا منظور الحسن برکاتی نے فدائے ملت مولانا اسعد مدنی سے پرانے خاندانی رشتہ کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ مزید مستحکم کیا۔ حسن اتفاق کہ مولانا اسعد مدنی اور والد محترم ہمعصر بھی تھے۔ میری نانی امۃ المجیب صاحبہ مولانا حسین احمد مدنی سے بیعت تھیں اور ہر سال دیوبند میرے والد محترم کو ساتھ لے جایا کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ بچپن میں اسعد میاں اور منظور میاں ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ مولانا اسعد مدنی اور مولانا منظور الحسن صاحبان نے قدیم تعلق و وابستگی کو زندگی بھر بحسن و خوبی نبھایا۔ ہمعصر ہونے کے باوجود فدائے ملت منظور الحسن صاحب کا بہت احترام فرماتے تھے اور پرانے تعلق کی بنا پر مولانا موصوف والد صاحب کو بھی ’’حکیم صاحب‘‘ ہی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مسجد عبد النبی میں جمعیۃ علماء ہند کا اہم اجلاس چل رہا تھا۔ ٹونک سے مولانا منظور الحسن برکاتی اور شہر قاضی مولانا قاضی الاسلام صاحب کی قیادت میں راجستھان اور ٹونک کے بہت سے اصحاب شریک اجلاس تھے کسی تجویز کی تائید میں مولانا اسعد مدنی خود مائیک پر ہر صوبے کے صدر کو آواز دے کر بلاتے تھے کہ آپ اس تجویز کی تائید فرمائیں اور چند کلمات کہیں، جب راجستھان کا نمبر آیا اور فدائے ملت نے صوبہ راجستھان کے صدر کو آواز دی تو اس وقت صدر صاحب موجود نہ تھے۔ کسی ضروری کام سے اجلاس سے باہر چلے گئے تھے۔ راجستھان والے بغلیں جھانکنے لگے۔ اُسی وقت مولانا اسعد صاحب نے بلند آواز سے کہا حکیم برکاتی صاحب آپ تشریف لائیں اور راجستھان کی طرف سے تائید فرمائیں۔ برکاتی صاحب کو کچھ تردّد ہوا۔ جھجھک محسوس ہوئی اور آپ اپنی جگہ سے نہیں اُٹھے تو فدائے ملت نے کئی مرتبہ فرمایا حکیم صاحب آئیے دیر نہ کیجئے! اصرار کے ساتھ بلایا اور صوبہ راجستھان کی طرف سے تائید کروائی۔ فدائے ملت اکثر جمعیۃ علماء کے اجلاس میں مولانا منظور الحسن برکاتی اور مولانا قاضی الاسلام صاحبان کو خصوصی مدعوئین میں ضرور شامل کرتے تھے۔ ایک اجلاس میں والد مرحوم اس خاکسار کو بھی ساتھ لے گئے تھے۔ ملک و ملت بچاؤ تحریک کا آخری مرحلہ ۲۰۰۲ء میں شروع ہوا تو مولانا منظور الحسن برکاتی نے ضلع ٹونک اور شہر ٹونک جمعیۃ کا اہم اجلاس بلا کر اس تحریک میں حصہ لینے اور جیل جانے کی اپیل کی تو بڑی تعداد میں نوجوان اور بزرگ دہلی جانے کے لیے تیار ہوگئے اور طے ہوا کہ فلاں تاریخ و فلاں دن برکاتی صاحب موصوف کی قیادت میں ایک قافلہ روانہ ہوگا اور دہلی جانے کی تیاریاں جاری تھیں لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ۲ر اکتوبر ۲۰۰۲ء کی شب اچانک مالک حقیقی کے یہاں سے برکاتی صاحب کا بلاوا آ گیا اور آپ نے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ ایک کہرام مچ گیا۔ علماء مدرسین طلبہ سب غم زدہ حیران و پریشان تھے کہ یہ کیا ہوا۔

مولانا منظور الحسن برکاتی کا تعلق جمعیۃ علماء اور اکابر جمعیۃ سے پرانا اور گہرا تھا اور خصوصاً خاندانِ مدنی قدس سرہٗ سے آپ کی وابستگی آپ کو ورثے میں ملی تھی۔ آپ کے والد مفتی محمد شریف صاحب پھلتی ہمیشہ جمعیۃ علماء سے وابستہ رہے تھے اور آپ کے حقیقی ماموں مولانا حکیم ظہیر احمد برکاتی اور آپ کی بڑی ممانی امۃ المجیب صاحبہ جو کہ مولانا حسین احمد مدنی سے بیعت تھیں۔ اُن دونوں کی تربیت کا اثر تھا کہ مولانا موصوف خاندانِ مدنی سے ہمیشہ قریب رہے۔ اور الحمد للہ تاہنوز کسی نہ کسی شکل میں برکاتی خاندان اور خانوادۂ مدنی میں یہ قربت موجود ہے۔ ○○

خدمتِ خلق اور بندگیٔ رب کا اعلیٰ نمونہ تھے — حضرت امیر الہندؒ

مفتی حبیب الرحمان صاحب متوائمہ، الہ آباد

امیر الہند فدائے ملت جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی قدس سرہٗ جیسی عبقری شخصیت کے تعلق سے مجھ جیسے علم وعمل سے بے بضاعت کے لیے ان کی شان عالی کے مناسب لکھنا ذرّہ بے مقدار کا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے، درحقیقت حضرت قدس سرہٗ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، آپ کی خدمات ساری امت میں اظہر من الشّمس ہیں، صحیح معنوں میں آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائب اور وارث تھے۔

آپ کو کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ آپ عظیم مفکر عظیم مجاہد اور اسلام کے مذہبی رہنما، ملک وملت کے فکر مند، محبِّ وطن ملت سے بے پناہ محبت اور ملت کا درد رکھنے والے تھے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ آپ ذی علم وعصری شعور و آگہی کے علاوہ گہری اور وسیع ملی سیاسی بصیرتوں والے تھے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ آپ علم وعمل کے حسیں آئینہ دار، شیخ الہندؒ کے افکار وخیالات کے امین، اور شیخ الہندؒ کے سچے جانشین اور اسلاف کی وراثت کے امین تھے، مجاہدِ ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کے بعد دوسرے ملی رہنما تھے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ ملی مسائل کو پوری امت کے ساتھ ایوانِ حکومت میں ارباب اقتدار تک پہنچانے میں مرعوب نہیں ہوتے تھے، ببانگ دہل اپنی آواز کو بلند کرنے والے تھے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے، کہ فرقہ واریت کے دہکتے شعلوں میں بے خوف وخطر کود پڑتے تھے، چاہے گجرات کا حالیہ فساد ہو چاہے جبل پور، ساگر، راوڑ کیلا، بھاگل پور کلکتہ، میرٹھ اور رانچی وغیرہ کا فساد ہو، تڑپتی لاشوں کو اُٹھاتے، زخمیوں کو دلاسہ دیتے، سوگواروں کی پشت پناہی کرتے اسی کے ساتھ پوری جرأت وحمیت سے حکومت کو للکارتے تھے، اسی طرح قدرتی آفات کے متاثرین کی باز آبادکاری میں تاریخی مثالی کردار ادا کرتے تھے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ وہ بہترین انسان تھے، ملک میں امن وامان کے قیام، قومی یکجہتی قائم رکھنے اور سیکولر روایات واقدار کی حفاظت کے لیے آخری دم تک محنت کرنے والے تھے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے سچے وفادار مدارس عربیہ کی ضروریات اور حسن انتظام کے قابل اعتماد مشیر ومعاون تھے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ کانگریس کے سرپرست اور کانگریس کے سیکولر اقدار کے محافظ تھے، حق گوئی میں اکابر کی روایات پر عامل تھے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی اور معاشی پس ماندگی پر غور کرنے والے تھے، نظام مسلم فنڈ کے بانی تھے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ مسلمانوں کی دینی ودنیوی ترقی، جان ومال کے تحفظ، دستوری حقوق کی بازیابی، اسلامی اوقاف کی نگہبانی، یکساں سول کوڈ کی مخالفت، مسئلہ آسام مسائل شہریت، مساجد ومقابر کا تحفظ، مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کی بحالی، تحفظ شریعت، تحفظ سنت، اقتدار میں حصّہ داری مختلف میدانوں میں مسلمانوں کی مناسب نمائندگی، قومی اتحاد اور سیکولرزم کے استحکام، امن وقانون کی بالادستی کے لیے ہمیشہ سینہ سپر رہے، کوئی امیر الہند کو ان کے تعمیری اصلاحی پروگراموں ملک وملت کی گراں مایہ خدمات کی وجہ سے یاد کرتا ہے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ فرق باطلہ کے لیے ہمیشہ سیف برہنہ تھے، احقاق حق اور ابطال باطل میں ذرہ برابر رأفت برداشت نہیں کرتے تھے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ سچے مذہبی انسان اور زبردست محبت وطن تھے کسی ایک قوم وفرقہ کے لیڈر نہیں تھے بلکہ ملک کی طاقت تھے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ ملک سے نفرت اور فرقہ پرستی کے مٹانے والے ہندو مسلم ایکتا کے علم بردار تھے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ افراد سازی اور افراد کی صلاحیتوں کی جان کاری اور ان کا بہترین استعمال کرنے والے تھے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ مسلک ومشرب کے نگہبان وپاسبان تھے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ سادگی، جفاکشی، مہمان نوازی میں ان کا کوئی ثانی نہیں، سخی بلکہ ابر سخا تھے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ دین میں رخصت پر عزیمت کو ترجیح دیتے تھے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ اختلاف واتفاق میں اصولوں کو اہمیت دیتے تھے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ ایمانی فراست اور سیاسی بصیرت اور زبردست قومی ملی اور سماجی شعور ان کا طرہ امتیاز تھا، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ آزادی کے بعد ہندوستان میں ملی قیادت کے اہم ستون تھے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ اسلامی، ذات نبوی قوم وملت کے تعلق سے کوئی توہین برداشت نہیں کرتے تھے اس کا تعاقب کرتے تا آنکہ گستاخ زبان وقلم سے تائب نہ ہوجائے، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ ان کی زندگی جہد مسلسل اور سعی پیہم کا عملی نمونہ تھی، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ حضرتؒ کی بیدار مغزی، اولوالعزمی، فکری بالیدگی، عزم کی پختگی، ارادہ کی مضبوطی، حالات سے باخبری اور قوم وملت کی صحیح نباضی سے ان کی شخصیت بااعتماد بن گئی تھی، کوئی اس لیے یاد کرتا ہے کہ وہ ملک وملت کے مسئلے کو ہندو مسلم مسئلہ نہیں بناتے تھے، بلکہ انصاف وبے انصافی، حق وناحق کے تناظر میں دیکھتے تھے، بابری مسجد کے مسئلے کو بھی ہندو مسلم مسئلہ کے بجائے فرقہ پرستوں کی سازش کا نتیجہ اور انصاف وسچائی کا مسئلہ بتاتے تھے:

وہ اپنی ذات سے ایک انجمن تھے

بندہ ناچیز مذکورہ تمام خصوصیات وخدمات کے اعتراف کے ساتھ اس لیے بھی یاد کرتا ہے کہ حضرت امیر الہند خدمت خلق اور بندگی رب کے اعلیٰ نمونہ تھے، رہبان باللیل وفرسان بالنہار کے عملی پیکر تھے:

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

بندہ اس لیے یاد کرتا ہے کہ امیر الہندؒ عبادت وریاضت میں جنیدؒ وشبلیؒ اور اصلاح وتجدید میں ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ تھے، خدمت خلق میں عمر بن عبدالعزیزؒ تھے، پیری کو فخر یہ چیز نہیں مانتے فرماتے پیر کا کام تو بھنگی کا کام ہے کہ قلب کی غلاظت کو صاف کرتا ہے تزکیہ کرتا ہے، بندہ اس لیے بھی یاد کرتا ہے امیر الہندؒ جہاں توجہ الی الحق جل وعلا کی وجہ سے عبادت وریاضت، شب بیداری، ذکر و شغل ومراقبات کے لیے خلوتوں کا سکون تلاش کرتے، وہیں خلق خدا پر کامل نظر رہتی تھی، انسانوں کے دکھ درد میں کام آتے من ینفع الناس پر عامل تھے، بندہ اس لیے بھی یاد کرتا ہے کہ امیر الہندؒ اخلاص و استقامت، اتباع سنت، ایفائے عہد، استغناء، اُمید ورجا، انس وشوق، زہد وقناعت، حلم و سخاوت، مدارات، مہمان نوازی، سادگی، سلامۃ الصدر، عزم واستقلال، عفوو درگزر، صلہ رحمی، رضاء رب، صبر وشکر، تفویض وتوکل، تواضع، تقوی، خوف و خشیت الٰہی، خودداری، وغیرہ اخلاص حسنہ، کریمہ بلکہ عظیمہ کے پیکر تھے، بندہ اس لیے بھی یاد کرتا ہے کہ امیر الہند عجب وغرور، کبر وکینہ، بغض وحسد، حب جاہ ومال، انتقام، بخل، بدگمان، تحقیر مسلم بلکہ تحقیر انسان، وعدہ خلافی، حرص وطمع، غیض وغضب، مدح سرائی، ریاونفاق، عصبیت، شہرت پسندی، ظلم وغیرہ اخلاق سیہ قبیحہ رذیلہ سے پاک تھے، بندہ اس لیے بھی یاد کرتا ہے کہ امیر الہندؒ میں اخلاق حسنہ سے تحلیہ اور اخلاق سیہ کے تخلیہ اور تخلقوا باخلاق اللّٰہ کے پیکر بننے کہ وجہ سے معیت الٰہیہ یعنی عبدت کاملہ نسبت حضوری سے مشرف تھے، قرب ورضا کی دولت سے مسرور حال ومقام پر فائز تھے، جو والد محترم حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی سرپرستی میں رہ کر منازل سلوک طے فرمائے تھے، خلیفۃ الخلفاء سے سرفراز فرمایا گیا ملک وبیرون ملک میں لاکھوں کی تعداد میں آپ کے مریدین ہیں سینکڑوں کی تعداد میں خلافت سے سرفراز ہو چکے ہیں جو اپنی اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب کا درجہ رکھتے ہیں، ماہ رمضان میں مسجد رشید دارالعلوم دیوبند آپ کے شیدائیوں سے کھچا کھچ بھری رہتی تھی معرفت کا جام پی کر عشق الٰہی میں مست رہتے ہیں۔

فنا کے بعد بھی زندہ ہے شانِ رہبری تیری
ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

غم کے آنسو

بموقعہ رحلت جناب حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ

ہر طرف ہے آج سارے ہند میں غم کا سماں
چھپ گیا زیر زمیں علم و عمل کا پاسباں
غمزدہ ہے اُن کے غم میں آج ہر پیر و جواں
دیوبند میں ہو رہا ہے ہر طرف شور و فغاں
رہنمائے قوم کا ہے یہ سفر آج آخری
ایسے عالم کا زمانے میں نہیں ملتا نشاں
اُن کی نظروں میں تھا ہر دَم قوم و ملت کا مفاد
کرتے تھے قربان ملت کے لیے وہ جسم و جاں
اُن میں باقی تھا حسین احمد کی عظمت کا اثر
اپنے والد کی طرح تھے دینِ حق کے سائباں
کھینچ لائے تھے جسے وہ حدِ منزل کے قریب
خوف ہے کہ گم نہ ہو جائے کہیں وہ کارواں
غمزدہ ہے آپ کی فرقت میں یہ دارالعلوم
کہہ رہا ہے اپنا رہبر ڈھونڈ کر لائیں کہاں
علمیت کا دے گئے ہیں آپ وہ سب کو سبق
یاد ہم کرتے رہیں گے جس کا مقصد بے گماں
حضرتِ مدنی نے کی تھی خدمتِ قوم و وطن
جس کے باعث یاد کرتے تھے اُنھیں پیر و جواں
چھا رہی ہے آج ہر طبقے میں یہ غم کی لہر
حضرتِ مدنی سا رہبر ڈھونڈ کر لائیں کہاں
ہندو مسلم سکھ عیسائی تھے اُن کے معتقد
اِک اشارے پر ہی اُن کے جمع ہوتے مہرباں
جشنِ آزادی کے رہبر تھے محبِّ قوم و ملک
آج آزادی کے باعث اُن کا روشن ہے نشاں
اُن کے دل میں تھی ہمیشہ اِک ترقی کی جھلک
لاکھوں آجاتے تھے سننے جب وہ کرتے تھے بیاں
مل گیا ہے آج ایسا غم بھلا سکتے نہیں
تا ابد قائم رہے گا اُن کی عظمت کا نشاں
مغفرت کے واسطے کرتے ہیں ہم سب یہ دعا
اپنی رحمت میں جگہ دے اُن کو ربّ دوجہاں

ہو رہا ہے آج اُن کے غم میں واحدؔ بے قرار
صبر آئے کس طرح اِس غم کے مارے کو یہاں

عبدالوحید واحدؔ نوگانوی
(ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر
پرائمری اسکول شیر پور پیلوں،
ڈاکخانہ مرزا پور پول، تحصیل بہٹ،
ضلع سہارنپور)

مولانا اسعد مدنیؒ — ایک غیر متنازعہ قائد

منصور علی خاں کاردار

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے بڑے صاحبزادے اور ان کے سچے جانشین حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی کی ہنرمند اور مضبوط قیادت نے ملک اور ملت کی بساط پر جو گہرے نقوش چھوڑے ہیں وہ اَنمٹ اور بصیرت افروز رہیں گے۔ شرط یہی ہے کہ ان کے ہمہ گیر مشن کو جاری رکھا جائے اور جذبۂ عمل برقرار رہے۔

ہندوستان کی آزادی کے موقع پر برصغیر کے دو حصے (بھارت اور پاکستان) ہوجانے کے بعد امت مسلمہ پر جو بیتی اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس المیہ نے نہ صرف پوری مسلم قوم کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں، بلکہ ان کا اصل وجود اور تشخص بھی خطرہ میں پڑ گیا۔ دو الگ الگ ملک قائم ہونے کے اسباب وعوامل کے گڑے مردے اُکھاڑنا لاحاصل ہے۔ اس لاحاصل غور وفکر سے مثبت اور تعمیری نتائج برآمد ہونا ممکن نہیں۔

مولانا اسعد مدنی نے جو اہم کردار ادا کیا وہ نصف صدی کا ایسا دَور ہے، جس میں وہ ایک غیر متنازعہ، دینی، ملّی اور سیاسی قائد کی حیثیت سے نمایاں ہوئے۔ وہ ملک وملت کے چھوٹے بڑے اختلافات سے بالاتر رہتے ہوئے قوم مسلم کے متفقہ قائد رہے۔ ان کی فعال اور متحرک شخصیت ان کے اسلاف اور زعمائے ملت کے گوناگوں اوصاف کا امتزاج تھی۔ وہ ایک ساتھ فقیہ بے بدل، صاحبِ تدریس، عالم دین، مفکر، مدبر اور ایک سچے محبّ وطن رہنما تھے۔ سیاسی حالات اور اُتھل پتھل ان کے متحدہ ہندوستان کے نظریہ کو متاثر نہ کرسکی۔ آندھیوں اور طوفانوں کی یلغار میں ان کے قدم ذرا بھی نہ ڈگمگائے اور وہ صبر، ہمت، عزم واستقلال کا دامن تھامے ہوئے اپنے موقف پر اٹل رہے۔ وہ ایک مضبوط چٹان ہی نہیں، کوہِ گراں کی مانند ثابت قدم رہے۔ ملک کے فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام اور قومی یکجہتی نیز فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لیے ان کی مسلسل جدوجہد میں کوئی فرق نہ آیا۔ یہ کوشش بارآور ہوئی اور آخرکار مسلم کش فسادات کی یلغار کمزور پڑ گئی۔ انھوں نے ہند کے مسلمانوں کو بچانے اور قومی دھارے میں شامل کرنے کے لیے وہی کام کیا، جو ایک ماہر، ہنرمند ملاح کو ڈوبتی کشتی کو پار لگانے کے لیے کرنا پڑتا ہے۔

ملّی اور اجتماعی مسائل میں مولانا اسعد مدنی کے فکر ونظر اور جہد وعمل سے کسی اختلاف کی گنجائش نہیں۔ فسادات میں مظلومین کی دادرسی، ان کی بازآبادکاری اور ان کی بقا اور تحفظ کے لیے حکومت کو آمادہ اور متحرک بنانا جیسی شبانہ روز سرگرمیوں اور مثبت اور تعمیری کردار پر بھلا کون انگلی اُٹھا سکتا ہے! کتنے ہی قائد مطلعِ سیاست پر نمودار ہوئے اور کچھ دور تک ملت کو ساتھ لے کر چلے، پھر ملت کو بیچ دھارے میں چھوڑ کر غائب ہوگئے، لیکن امیرالہند مولانا سیّد اسعد مدنی کی ملّی اور سیاسی قیادت کا سورج تقریباً نصف صدی تک پوری آب وتاب کے ساتھ چمکتا رہا۔ امید رکھنی چاہیے کہ اس کی روشنی رہتی دُنیا تک برقرار رہے گی۔ قیامت خیز قدرتی آفات ہوں یا ہلاکت انگیز ہندو-مسلم فرقہ وارانہ فسادات، مولانا اسعد مدنی کا دستِ مسیحائی ہر جگہ کام آیا۔ مسلمانوں کو امن وتحفظ فراہم کرانے اور ان میں ملک کے باعزت شہری ہونے کا احساس اور اعتماد پیدا کرنے کے لیے حکومت وقت کو آمادہ، متحرّک اور مستعد بنانے میں ہمہ وقت مصروف اور سرگرم رہے۔ ان کے بہت سے اہم اور تعمیری کاموں میں دینی تعلیمی کنونشن، تحفظ ختم نبوت کانفرنس، یکساں سول کوڈ مخالف کنونشن، فقہی کنونشن، تحفظ شریعت کانفرنس، ملک وملت بچاؤ تحریک اور ایسے ہی دیگر کارہائے نمایاں سرِفہرست ہیں۔ مولانا اسعد مدنی محض ایک فرد نہ تھے، بلکہ بذاتِ خود ایک ادارہ، ایک دَور اور تاریخ کا ایک عہد تھے۔ ایسی ہستیاں بہت کم ہوتی ہیں۔ اس طرح ان کی وفات سے ایک دَور ختم ہوگیا لیکن اسے تاریخ کے ایک خاصے طویل باب کی تکمیل کہنا چاہیے۔ جمعیۃ علماء ہند کو ایک دینی، معاشرتی اور غیرملّی سیاسی تنظیم سے ایک ملّی اور ہمہ گیر نمائندہ عوامی تنظیم بنادینا ان کا ایک ایسا قابل قدر کارنامہ ہے جس کی نظیر کسی دوسری جماعت میں نہیں ملتی۔ ان کی سربراہی میں علماء کی یہ تنظیم مسلمانوں کی سیادت، قیادت اور سیاست پر حاوی ہوگئی۔ نہ صرف ملک کے اندر بلکہ بیرونِ ہند بھی اہل علم و دانش مولانا اسعد مدنی کو ایک صاحبِ فراست ودانائے زمانہ مسلم رہنما کی حیثیت سے یاد رکھیں گے۔ علامہ اقبالؒ کے بقول:

سر آمد روزگارِ ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

OO

مالیگاؤں کی صنعتی شہ رگ رنگین ساڑی، مسلم پاورلوم مالکان اور

حضرت فدائے ملت مولانا اسعد مدنیؒ

مولانا شفیق احمد القاسمی مالیگانوی (آرگنائزر جمعیۃ علماء ہند)

تقریباً چار دہائی قبل ۱۹۶۹ء میں صدر جمہوریۂ ہند کے انتخاب کے موقع پر کانگریس پارٹی انڈیکیٹ اور سنڈیکیٹ نامی دو دھڑوں میں بٹ گئی تھی۔ انڈیکیٹ گروپ میں اِندرا گاندھی، جگجیون رام، فخرالدین علی احمد مرحوم وغیرہ تھے جبکہ سنڈیکیٹ گروپ میں مرارجی دیسائی، ایس کے پاٹل اور صادق علی وغیرہ تھے۔ صدارتی چناؤ میں انڈیکیٹ گروپ کی کامیابی کے بعد اندرا گاندھی نے کچھ انقلابی اقدامات کیے۔ نوابوں اور راجاؤں کے ماہانہ وظائف پر پابندی عائد کی تو دوسری طرف انھوں نے ملک کے بینکوں کو قومیانے کا اعلان کیا۔ اسی موقع پر ہینڈلومس کے تیار کردہ مال کو مارکیٹ میں فروخت کرنے کی سہولت اور بڑھاوا دینے کے پیش نظر رنگین ساڑیوں کو پاورلوم پر تیار کرنے پر پابندی عائد کردی اور کچھ کپڑوں کی تیاری کو ہینڈلومس پر مخصوص کردیا گیا تاکہ بڑے سرمایہ داروں کے چنگل سے بنکروں کو بچایا جاسکے۔ مخصوص کپڑوں کی فہرست میں مالیگاؤں دھولیہ کے پاورلومس پر تیار ہونے والی رنگین ساڑی بھی شامل تھی۔ یہ پاورلوم ملک کی کوئی بڑی ملوں میں شمار نہیں تھے۔ مالیگاؤں دھولیہ کی بنکر برادری کی زندگی کا دارومدار (بطور خاص مسلم طبقہ کا) رنگین ساڑیوں کی صنعت پر تھا۔ دس بیس پاورلومس پر مشتمل چھوٹے چھوٹے کارخانے تھے جو بڑی تعداد میں مسلمانوں کی ملکیت تھے۔ اسی دوران ۱۹۷۰ء میں علاقہ میں قحط سالی چھا گئی جس کے سبب بنکر برادری افلاس کی آخری سطح پر پہنچ گئی۔ اس وقت بھی شہر کے چند مخیّر و متمول اصحابِ خیر نے افلاس زدہ خشک وقحط سالی سے متاثرین کے لیے جمعیۃ علماء مالیگاؤں اور جمعیۃ علماء دھولیہ کے پلیٹ فارم سے امدادی تعاون کے لیے ریلیف کیمپ قائم کیا اور ضرورت مندوں اور غریبوں میں دونوں وقت کھانے کا انتظام کیا۔ مہینوں یہ سلسلہ باقاعدہ جاری رہا۔ ایک طرف خشک وقحط سالی، دوسری طرف حکومت وقت کا عتاب اور وہ عتاب بھی انتہائی آمرانہ کہ کسی سے کچھ بن نہیں رہا تھا۔ صوبہ مہاراشٹر کی وسنت راؤ نائک حکومت نے اپنے رائے دہندگان کی پرواہ کیے بغیر صاف اعلان کردیا کہ ہم مرکز کے آرڈر کا پالن کریں گے۔ صوبہ مہاراشٹر کے تمام مسلم، غیر مسلم، کانگریسی، غیر کانگریسی لیڈران نے اس معاملہ کو لے کر انتھک کوشش کی لیکن چونکہ یہ اس وقت کی کانگریس ہائی کمان کا فیصلہ تھا اور وہ اندرا گاندھی کا دورِ عروج تھا۔ کسی بڑے سے بڑے لیڈر میں اندراجی کے سامنے کچھ لب کشائی کی ہمت نہیں تھی۔ تمام کوشش کے باوجود یہ لیڈران تھک ہار کر بیٹھ گئے۔ دوسری طرف پابندی کے سبب پاورلوم بند ہوگئے۔ مزدوروں ہی نہیں بلکہ متموّل خاندانوں تک میں بیروزگاری اور بھکمری کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ چونکہ یہ مسئلہ مسلمانوں سے وابستہ تھا اس لیے حکومت میں موجود مسلم دشمن لابی مسلمانوں کی کوئی بات سننے کے لیے تیار بھی نہیں تھی۔ چنانچہ صوبہ کے تمام پارٹیوں کے لیڈروں کی اس طرح کی سردمہری کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم جمعیۃ علماء مالیگاؤں کے ذمہ داران خصوصاً مدبر ملت حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق صدر جمعیۃ علماء مالیگاؤں وسابق رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند) مرحوم حضرت مولانا عبدالمجید صاحب قاسمی (سابق جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء مالیگاؤں) محترم الحاج محمد مصطفیٰ سیٹھ مکی صاحب (سابق صدر جمعیۃ علماء مالیگاؤں) جناب مولانا مفتی نظام الدین القاسمی (سابق جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء مالیگاؤں) اور دھولیہ جمعیۃ علماء کے ذمہ داران مرحوم محترم الحاج سیٹھ عبدالغنی صاحب، جناب مولانا عتیق الرحمٰن قاسمی وغیرہ نے فوری طور سے فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی مرحوم سے دہلی میں رابطہ کرکے جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے اس سنگین مسئلہ پر رہنمائی کرنے کی اپیل و درخواست کی۔ چنانچہ حضرت مولانا مدنی مرحوم کی آمادگی و رضامندی پر فوری طور سے یہ حضرات دلّی پہنچے اور تفصیل کے ساتھ تمام حقیقتوں صورتحال سے فدائے ملتؒ کو روشناس کرایا۔ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی مرحوم پہلی مرتبہ پارلیمنٹ کے ممبر بنائے گئے تھے۔ چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف راجیہ سبھا میں اس مسئلہ کو اُٹھایا بلکہ مسلمانوں کی بیروزگاری دور ہو، رنگین ساڑیوں کا حق چھوٹے پاورلوم والوں کو بھی حاصل ہو اس کے لیے متعلقہ وزراء کے ساتھ دھولیہ مالیگاؤں کا دورہ کیا اور تمام حالات کو جاننے کے بعد تقریباً بیس مسلم ممبران پارلیمنٹ کے ہمراہ محترمہ اندرا گاندھی سے ملاقات کی اور محترمہ گاندھی کو صحیح صورتحال سے واقف کرایا۔ اس ملاقات کے نتیجہ میں وزیر صنعت للت نارائن مشرا نے فوری طور پر رنگین ساڑی کی تیاری پر سے پابندی دو ماہ کے لیے ہٹادی۔ بعدہٗ تجارِ مالیگاؤں خصوصاً الحاج عبدالرحمٰن سیٹھ نمبر۶۲ کی طرف سے عدالتی چارہ جوئی سے مزید مہلت ملی۔ حضرت فدائے ملت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی کہ وہ پابندی چھوٹے پاورلوم سے ہٹالی جائے۔ آج الحمدللہ حضرت مرحوم کی فکروں کا نتیجہ ہے کہ چھوٹے پاورلوم پر سے وہ پابندی ہٹی ہوئی ہے۔ چھوٹے پاورلوم مالکان بھی رنگین ساڑیاں تیار کررہے ہیں۔ اس کے سبب دھولیہ و مالیگاؤں کے ہزاروں خاندان روزگار کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ حضرتؒ مسلمانوں کی مذہبی اور سماجی ضرورتوں کے ساتھ ان کی معاشی ترقی کے معاملات پر بھی برابر توجہ فرماتے تھے۔ طبقہ علماء میں ایسے بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ مسلمان اگر معاشی طور پر کمزور ہوگا تو اس کا اثر مسلم معاشرہ پر پڑے گا، لہٰذا مسلمانوں کی معاشی طاقت کو بھی مضبوط بنانا چاہیے۔ آہ! حضرت فدائے ملت کے انتقال کے بعد ایسی کوئی دوسری شخصیت نظر نہیں آتی جو مسلمانوں کی ہمہ جہت ترقی کو اپنا مقصدِ حیات بنالے۔ اللہ پاک حضرت کے درجات کو بلند فرمائے:

ہوا تھی گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے تھے اندازِ خسروانہ

○○

اخلاقِ کریمانہ کے اعلیٰ نمونہ تھے فدائے ملتؒ

عبیداللہ خالد قاسمی رسولپوری

ضلع لکھیم پور کھیری اتر پردیش کے وسط میں واقع ایک پچھڑا ہوا علاقہ ہے۔ یہاں پر آباد مسلمان اسلامی تعلیمات سے کوسوں دور اور اپنے ہم وطن اہل ہنود کے رہن سہن، مشرکانہ رسم و رواج اور بدعات وخرافات کی ضلالت میں زندگی بسر کررہے تھے۔ باری تعالیٰ نے قصبہ محمدی اور رسول پور کے ساتھ اپنے حبیبؐ کی نسبت اسی کی برکت سے خیر کا معاملہ فرماتے ہوئے اس علاقہ کو اپنے حبیبؐ اور نواسۂ حبیبؐ سے خاندانی واسی نسبت رکھنے والے حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کی فکروں میں شامل فرمایا اور آپ نے اس علاقہ کو جہالت وظلمت کے ازالہ کے لیے قصبہ محمدی کے خانوادۂ صدیقی کے ایک نیک بخت فرزند مولانا حکیم رمضان الحق صاحبؒ کا انتخاب فرمایا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کے مشوروں سے حضرت حکیم صاحبؒ نے اپنے استاذ حضرت شیخ الہندؒ سے علوم نبوت حاصل کر کے علاقہ کی ظلمت کو نورِ نبوت سے روشن کیا اور قصبہ محمدی میں حضرت شیخ الہندؒ کے اسم گرامی سے منسوب کر کے ایک دینی درسگاہ ''ادارۂ محمودیہ'' کا قیام فرمایا جس کی خشتِ اوّل حضرت شیخ الاسلامؒ نے اپنے دستِ مبارک سے رکھی، حضرت مولانا امام علی صاحب دانش نے ادارہ محمدیہ کے ترانہ میں کیا ہی خوب نقشہ کھینچا ہے:

اللہ کے کرم کی مخصوص رحمتوں نے
دستِ حسین احمد مدنیؒ کی برکتوں نے
محمودؒ کی مقدس محمود نسبتوں نے
رمضانِ حقؒ کی پیہم مقبول کوششوں نے

اسلام کا یہ گلشن سینچا ہے اور سنوارا
قائم رہے ادارہ محمودیہ ہمارا
چمکا محمدی کی قسمت کا جس سے تارا
قائم رہے ادارہ محمدیہ ہمارا

حضرت فدائے ملتؒ نے بھی اپنے محترم والد حضرت شیخ الاسلامؒ کی اس علاقہ سے توجہ کا خیال فرماتے ہوئے اس علاقہ پر خصوصی توجہ فرمائی اور ایک طویل عرصہ تک مسلسل ہر سال حضرتؒ رسول پور تشریف لاتے رہے اور ایسے دور میں تشریف لائے جبکہ راستے اور سواری کا کوئی خاص نظام نہ تھا۔ ایک بار حضرتؒ کئی کلومیٹر پیدل سفر کر کے تشریف لائے۔ ایک بار کئی کلومیٹر بیل گاڑی کا سفر طے کر کے رسول پور تشریف لائے۔ ایک بار غالباً محمدی سے رسول پور تک کوئلہ کے ٹرک سے تشریف لائے۔ یہی وجہ تھی کہ رسول پور اور قرب وجوار کے لوگ حضرتؒ سے نہایت والہانہ اور فدائیانہ عقیدت رکھتے ہیں۔ اس وقت بھی بستی میں حضرت کے کافی مریدین موجود ہیں۔ احقر کے والد حاجی مظفر حسینؒ خاندانِ مدنی کے کسی بھی فرد سے ملاقات ہونے پر اتنا خوش ہوتے کہ فرطِ محبت سے آنکھوں میں آنسو آ جاتے۔ ہم لوگوں کو اکثر و بیشتر خاندانِ مدنی پر قربان ہونے کی نصیحت کرتے رہتے تھے۔

حضرت فدائے ملت دیر رات تک پروگرام کرنے کو منع کرتے تھے بایں سبب جلسہ کا آغاز بعد مغرب ہی پسند فرماتے تھے۔ رسول پور تشریف آوری کا حضرت کا آخری سفر ۱۱رمئی ۲۰۰۱ء کو ہوا۔ حضرت قبل مغرب تشریف لائے۔ بعد مغرب مائک سے عشاء کے بعد جلسہ کے آغاز کا اعلان کیا گیا۔ حضرتؒ نے فرمایا بھئی پروگرام ابھی ہوگا، یہ عشاء کے بعد کا اعلان کس نے کردیا۔ خود جلسہ گاہ تشریف لے گئے اور فرمایا دیکھو پروگرام ایسے ہوتا ہے۔ واقعتاً جو پروگرام بعد عشاء طے تھا وہ سارا نظم ذرا سی دیر میں حضرت کے اسٹیج پر تشریف لاتے ہی ہوگیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے سارا پنڈال بھرا ہوا نظر آنے لگا۔ حضرتؒ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کو ایسے مؤثر انداز میں بیان فرمایا کہ لوگ اسے آج بھی یاد کرتے ہیں۔

حضرت فدائے ملتؒ خدا کی خاص نعمت زندگی کے لمحات کی جتنی قدر کرتے تھے ایسے لوگ بہت کمیاب ہیں۔ جلسہ میں سیرت النبیؐ پر جامع بیان فرمانے کے بعد جلسہ کو جاری رکھنے کا حکم فرما کر علاحدہ جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کی۔ کھانا ناشتہ دان میں پیک کرایا اور روانہ ہوگئے۔ حضرتؒ کی امانت و دیانت کا اندازہ لگایئے کہ وہ ناشتہ دان خالی ہونے پر متعلقین کے توسط سے تاکید کے ساتھ واپس کرایا۔ حضرتؒ کی شانِ تواضع دیکھئے کہ جب حضرت کی شان میں مدحیہ اشعار پڑھے جاتے تو حضرتؒ ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیتے۔ رقعہ ہاتھ سے لے لیتے اور ڈانٹتے کہ لوگوں کو روڈ پر بھیج کر استقبال میں اتنا وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ حضرت فدائے ملتؒ کی شخصیت ہمہ جہت

اور ہمہ گیر تھی۔ جہاں انھوں نے جمعیۃ علماء ہند کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور جمعیۃ کے وسیع اغراض و مقاصد اور ملکی و ملّی خدمات کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا وہیں امیر الہند ہونے کی حیثیت سے حضرت کی دوررس نگاہوں نے تحفظ ختم نبوت، تحفظ سنت، ردّ عیسائیت وغیرہ پر محاضراتِ علمیہ، فقہی اجتماع، شرعی پنچایتیں اور مسلم فنڈ وغیرہ کا انتظام کر کے تاریخی ذمہ داری نبھائی۔ سلوک و تصوف اور اصلاحِ باطن کی لائن سے عالم اسلام کے لاکھوں لوگوں نے حضرتؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی ہے۔ حضرتؒ رات میں شب زندہ دار اور دن میں مجاہد و شہسوار کے مصداق تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرتؒ کی زندگی جہد مسلسل تھی۔ حضرت نے زندگی کا حق ادا کرنے کی کامیاب جدوجہد کی۔

ہمارے اکابرین میں حضرت فدائے ملتؒ کی امتیازی صفت یہ تھی کہ انھوں نے اپنے والد حضرت شیخ الاسلامؒ کے متعلقین سے تعلقات اور اپنے دسترخوان کو وسیع سے وسیع تر کیا۔ ایک مرتبہ جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے رام لیلا گراؤنڈ دہلی میں منعقدہ اجلاسِ عام میں شرکت کے بعد جمعیۃ علماء ہند کے دفتر میں حضرتؒ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ حضرتؒ نے والد صاحب کی خیریت معلوم کی۔ بعدہٗ پوچھا کتنے لوگ آئے ہیں۔ بتایا گیا رسول پور سے ایک بس آئی ہے، واپسی کے بارے میں معلوم کیا۔ بتایا گیا کہ دیوبند ہوتے ہوئے واپسی ہوگی۔ فرمایا دیوبند پہنچنے پر آپ سب لوگ دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھائیں گے۔ اگلے روز جمعہ کی صبح کو ہم لوگ دیوبند پہنچے۔ دیوبند کے مقاماتِ مخصوصہ کی زیارت کے بعد مزارِ قاسمی ہوتے ہوئے احقر دارالعلوم آ رہا تھا کہ مدنی گیٹ کے سامنے روڈ کے تراہے پر حضرت سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا محمدی سے آئے ہو۔ احقر نے اثبات میں جواب دیا۔ باقی ساتھیوں کے بارے میں معلوم کیا۔ پھر فرمایا کہ ایک گھنٹہ کے بعد سب لوگ کھانے پر آ جاؤ۔ کھانے میں کچھ دیر ہونے کی وجہ سے پھر اطلاع کرائی کہ کھانا تیار نہیں ہو سکا ہے، جمعہ کے بعد تشریف لائیں۔ بعد جمعہ دسترخوان پر پہنچے تو دیکھا کہ سرائے میر کی ایک بس کے لوگ نیز اور بہت سارے مہمان کرام بھی تشریف فرما ہیں۔ حضرتؒ نے خود بھی سب کے ساتھ شریک ہو کر کھانا تناول فرمایا۔

حضرتؒ کو اللہ نے ایسی قائدانہ صلاحیت و صفات سے نوازا تھا کہ اہل باطل لرزتے تھے اور ایسے اخلاقِ کریمانہ سے نوازا تھا کہ لوگوں کے قلوب آپ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ باری تعالیٰ حضرت کی زندگی کو قبول فرمائے۔ اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے اور جانشین کو عالم اسلام خصوصاً اہل ہند کے لیے نعم البدل بنائے، آمین یا ربّ العالمین۔

اظہارِ عقیدت

بموقعہ آمد جلسہ مدرسہ محمودیہ محمدی

مولانا امام علی دانش
صدر المدرسین اداریہ محمودیہ و صدر جمعیۃ علماء لکھیم پور

اے امیرِ کارواں اسعد میاں خوش آمدی
رہبرِ علماء حق فخرِ زماں خوش آمدی

قافلہ سالارِ امت نائبِ شیخِ حرم
دورِ حاضر کے مجاہد عاشقِ شاہِ امم
جادۂ حق پر ہمیشہ آپ ہیں ثابت قدم
آپ کے تشریف لانے پر بہت شاداں ہیں ہم
اے امیرِ کارواں اسعد میاں خوش آمدی
رہبرِ علماء حق فخرِ زماں خوش آمدی

پاسباں ہیں آپ بیشک دعوتِ اسلام کے
دین کا ہر کام تابندہ ہوا ہے آپ سے
آپ کے خدام تک میں ہیں یہ اُونچے حوصلے
جان و تن قربان کردیں ملک و ملت کے لیے
اے امیرِ کارواں اسعد میاں خوش آمدی
رہبرِ علماء حق فخرِ زماں خوش آمدی

مالٹا کے قیدیوں سے سرفروشی سیکھ لو
فکرِ شیخ الہندؒ کو ہمراہ لو آگے بڑھو
گردشِ ایام کا رُخ ساتھیو پھر موڑ دو
اپنے رہبر کا اے دانشؔ ہر قدم پر ساتھ دو
اے امیرِ کارواں اسعد میاں خوش آمدی
رہبرِ علماء حق فخرِ زماں خوش آمدی

میرِ کارواں کا آخری سفر

ابرار احمد قاسمی اجراوی
معین مدرّس دارالعلوم دیوبند

روئے زمین پر نظر آنے والی کسی بھی چیز کو دوام اور بقا نہیں۔ انسانی زندگی خود اس کی موت کی مضبوط اور نا قابلِ تردید دلیل ہے۔ موت ایک ایسا معمول کا واقعہ ہے، جو ہر وقت، ہر جگہ اور ہر موسم میں بلا روک ٹوک پیش آتا ہے، مگر اس واضح حقیقت کے باوجود انسان کا قلب وجگر کسی محبوب چیز سے محرومی کو برداشت نہیں کر پاتا۔

راقم الحروف تدریسی مشاغل سے فارغ ہونے کے بعد، بعد نمازِ عصر رفیقِ درس مفتی زبیر احمد قاسمی کے کمرے میں بیٹھا تھا اور ایک بے کار مشغلے میں ہر چیز سے بے پرواہ اپنا قیمتی وقت بے دریغ رائیگاں کیے جا رہا تھا کہ اتنے میں دارالعلوم کی مسجدِ قدیم سے مغرب کی اذان سنائی دی۔ اذان کے بعد فوراً ''ایک ضروری اعلان سنئے'' کی آواز، جو دارالعلوم میں رہنے والوں کے لیے ایک معمول سا بن گیا ہے—— مسجدِ قدیم کے مناروں سے بلند ہوئی۔ میں نے سمجھ لیا کہ ضرور یہ کوئی اہم اعلان ہوگا، چونکہ عام طور پر مغرب کی اذان ونماز کے اس مختصر وقفے میں کوئی اعلان نہیں کیا جاتا۔ لاؤڈ اسپیکر کی آواز صاف نہ ہونے کی وجہ سے ہم کمرے والے کچھ سمجھ نہ سکے اور ابھی پاس میں بیٹھے ایک شخص سے دریافت ہی کر رہا تھا کہ مولانا زبیر رُندھی ہوئی آواز میں بوجھل قدموں سے یہ کہتے ہوئے داخلِ کمرہ ہوئے کہ ''مولانا اسعد مدنی اللہ کو پیارے ہوگئے۔'' یہ خبرِ وحشت اثر جوں ہی کانوں میں پڑی، سب کی نظروں کے سامنے ایک طویل سناٹا چھا گیا۔ شاید اسی موقع سے کسی شاعر نے یہ کہا ہے:

شور برپا ہے خانۂ دل میں
کوئی دیوار سی گری ہے ابھی

مسجدِ قدیم میں نمازِ مغرب کی ادائیگی کے بعد ناچیز اپنے چند رفقاء کے ہمراہ مدنی منزل کی طرف چل پڑا۔ مدنی دروازے کے پاس ہی کھڑے مرحوم کے نواسے اور موجودہ مہتمم مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب کے پوتے محمد بجنوری سے ملاقات ہوئی۔ اس معصوم کے چہرے سے بھی غم واندوہ کے آثار نمایاں تھے۔ معلوم کرنے پر بتلایا کہ تجہیز وتکفین کے وقت کا اعلان ابھی کر دیا جائے گا۔

غشی تا موت

عمر کے آخری دورانیے میں زندگی کا قافلہ کب اور کس مرض کی لپیٹ میں آ جائے، اس کا خدشہ ہر وقت پیرانہ سالی میں لگا رہتا ہے۔ حضرت مولانا چونکہ بڑے حوصلہ مند اور مضبوط ارادے کے مالک تھے، اس لیے کئی بار قلب کے دورے جھیلنے کے بعد بھی اپنے آپ کو چست و درست رکھنے کی کوشش کی۔ جب بھی طبیعت ناساز ہوتی، خدا کی مشیت، اپنے منتسبین ومتوسلین کی سحر گاہی دعاؤں کے سہارے روبہ صحت ہو جاتے تھے۔ رمضان المبارک کے اخیر عشرے میں قلب کے شدید عارضے میں مبتلا ہوئے اور بغرضِ علاج دہلی بھی تشریف لے گئے، مگر جوں ہی ڈاکٹروں نے اطمینان کا اظہار کیا اور صحت بحال ہونا شروع ہوئی، انھوں نے قطعی یہ گوارا نہ کیا کہ رمضان کی مقدس ساعتیں ہسپتال کی نذر ہو جائیں۔ چنانچہ دیوبند آ کر معمول کے مطابق سینکڑوں عقیدت مندوں کے ساتھ اعتکاف فرمایا، رمضان کے تمام معمولات کی ادائیگی میں ذرّہ برابر کمی نہ آئی۔ عید کی نماز ادا کر کے علاج معالجے کے لیے دوبارہ دہلی تشریف لے گئے۔ معیاری علاج کے بعد چند ناگزیر ضرورتوں کے پیشِ نظر دوسرے دن ہی دیوبند واپس لوٹ آئے۔

دیوبند پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت ہو رہا تھا، انھیں نماز کی جلدی تھی۔ گاڑی سے اُتر کر وہیل چیئر پر بیٹھ کر جونہی اپنے ذاتی گھر کے باہری زینے پر چڑھے کہ ڈھلان پر توازن کے فقدان کی وجہ سے وہیل چیئر اُلٹ گئی۔ سر کے پچھلے حصے میں شدید چوٹ آئی۔ خون بھی تیزی کے ساتھ نکل رہا تھا، مگر اس وقت وہ بالکل صحت مند اور ان کے ہوش وحواس مجتمع اور تمام قوائے جسمانی ٹھیک ٹھیک کام کر رہے تھے۔ پریشانی کے اس عالم میں بھی انھیں جس چیز کا سب سے زیادہ خیال تھا، وہ یہ کہ کہیں عصر کی نماز قضا نہ ہو جائے۔ چنانچہ تیمّم کرنے کے لیے مٹی منگوائی اور ابھی اس سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ بدن کا بایاں حصہ پوری طرح شل ہوگیا۔ اور ان کے سارے وجود کو مکمل بیہوشی نے جکڑ لیا۔ مقامی ڈاکٹروں سے رجوع کیا گیا، تو انھوں نے خون زیادہ نکل جانے اور دوسری طرف فالج کے حملے کی وجہ سے معیاری ڈاکٹروں سے رجوع کرنے کی صلاح دی۔ چنانچہ حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی، مولانا اسجد مدنی اور مولانا محمود مدنی اور دیگر اہلِ خاندان حضرت کو لے کر دہلی روانہ ہوگئے اور اپولو ہسپتال کے خصوصی یونٹ میں بغرضِ علاج داخل کرایا گیا۔

ہسپتال میں

دورانِ مرض ملک وبیرونِ ملک کی معزّز اور سرکردہ شخصیات نے حضرت

کی عیادت کی۔ دنیا کے چپہ چپہ میں ان کی صحت یابی کے لیے قرآن خوانی اور دعائیں کی گئیں جو ان شاءاللہ ان کے لیے ذخیرۂ آخرت ثابت ہوں گی۔ خود وزیراعظم منموہن سنگھ نے ہسپتال پہنچ کر نہ صرف مولانا کی عیادت کی بلکہ مولانا کے اعلیٰ اور معیاری علاج کے لیے ماہر ڈاکٹروں کی ایک ٹیم تشکیل دی، جو مسلسل مولانا کو روبہ صحت لانے کی مختلف تدبیروں میں مصروفِ عمل رہی۔ خون جم جانے کی وجہ سے سر کا دوبارہ آپریشن کیا گیا۔ ۲۰ /دسمبر ۲۰۰۵ء کو جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ حضرت کی حالت میں تدریج بہتری آرہی ہے، تو عقیدت مندوں اور متوسلین نے کسی قدر چین کی سانس لی لیکن پھر طبیعت بگڑ گئی اور پہلے کی طرح بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوگئی اور پھر جو تھوڑا بہت حالت میں سدھار آیا، تو وقت موعود آ چکا تھا۔

ہسپتال میں جن ملّی قائدین، سیاسی رہنماؤں اور ذمّے دارانِ مدارس نے آپ کی عیادت کی، ان میں سے چند کے اسماء درج ذیل ہیں: (۱) وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ (۲) محترمہ سونیا گاندھی (۳) موجودہ وزیر داخلہ شیوراج پاٹل (۴) اپوزیشن لیڈر ایل کے اڈوانی (۵) ڈپٹی اسپیکر کے رحمٰن خان (۶) سابق وزیراعظم پی وی سنگھ (۷) وزیر ریلوے لالو پرساد یادو (۸) اشوک گہلوت سابق وزیراعلیٰ راجستھان (۹) سابق وزیر منی شنکر ایئر (۱۰) سونیا گاندھی کے مشیر خاص احمد پٹیل (۱۱) موتی لال ووہرا (۱۲) پروفیسر سیف الدین سوز (۱۳) شیخ محمود صیام سابق امام مسجدِ اقصیٰ (۱۴) مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند (۱۵) مولانا سالم صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند (۱۶) مولانا رابع حسنی ندوی صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ (۱۷) ڈاکٹر عبدالحق امیر جماعتِ اسلامی ہند (۱۸) اصغر امام مہدی سلفی صدر جمعیۃ اہلِ حدیث (۱۹) شاہی جامع مسجد دہلی کے امام احمد بخاری (۲۰) سابق ایم پی سیّد شہاب الدین (۲۱) نارائن دت تیواری وزیراعلیٰ اترانچل۔

اپولو ہسپتال کے خصوصی یونٹ میں یہ مردِ آہن، حوادث کی ہر موجِ تند وتیز سے ٹکر لینے والا، اپنی جان پر کھیل کر دوسروں کو تحفظ فراہم کرنے والا، مسلسل تین مہینے پانچ دن تک موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا رہا۔ کبھی کبھار طبیعت میں سدھار کے اثرات دِکھائی دیئے، ہاتھ پاؤں میں حرکت بھی ہوئی، آنکھیں بھی کھولیں، مگر زبان نہ کھول سکے کہ کسی سے گفتگو کر سکیں۔

حضرت مولانا کی ہمشیرہ جو موت سے قبل وہیں ان کے پاس اپنے خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں، اُن سے نقل کرتے ہوئے نائب مہتمم قاری عثمان صاحب نے دارالحدیث میں طلبہ کے ایک بڑے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ روح پرواز کرنے سے دس منٹ قبل مولانا نے آنکھیں کھولیں، ان کی زبان مبارک سے اللہ اللہ کی آواز سنائی دی اور اس طرح اللہ اللہ کرتے ملت اسلامیہ کا نگہبان، سینکڑوں مدارس اور تنظیموں کا بانی و روحِ رواں پوری ملتِ اسلامیہ کو داغِ مفارقت دے کر جدا ہوگیا۔

ہسپتال سے جمعیۃ

موت کی خبر آن کی آن میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، جس نے بھی سنا وہی دم بخود اور دل فگار واشکبار تھا۔ ہزاروں عقیدت مندوں کی بھیڑ ہسپتال میں ہی اکٹھی ہوگئی۔ مابعد موت ہسپتال کی رسمی کارروائیوں کے بعد تقریباً آٹھ بجے نعش مبارک جمعیۃ کے دفتر آئی ٹی او لائی گئی۔ حضرت کے برادرانِ محترم وصاحبزادگان کے مشورے سے طے پایا کہ نعش مبارک کو بہت جلد دیوبند لے جانے کا انتظام کیا جائے، لیکن وزیراعظم اور دیگر مرکزی وزراء کے شدید اصرار پر تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے کے لیے جنازے کو مدنی ہال میں رکھا گیا، جہاں شیدائیوں نے اپنی طاقت کا استعمال کر کے آخری دیدار کی سعادت حاصل کی۔

جن معزز شخصیات نے جمعیۃ کے مرکزی دفتر پہنچ کر حضرت کو خراجِ عقیدت پیش کیا، اُن میں سے بعض شخصیات کے اسماء ذیل میں لکھے جاتے ہیں:

(۱) وزیراعظم منموہن سنگھ (۲) یو پی اے چیئرپرسن سونیا گاندھی (۳) وزیر ریلوے لالو پرشاد یادو (۴) مرکزی وزیر کپل سبّل (۵) دہلی کی وزیراعلیٰ شیلا دکشت (۶) دہلی اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر شعیب اقبال (۷) سابق وزیراعلیٰ مہاراشٹر عبدالرحمٰن انتولے (۸) احمد پٹیل (۹) احمد بخاری (۱۰) محسنہ قدوائی۔

شیوراج پاٹل سمیت بہت سے مرکزی وزراء کو وقت کی تنگی کی وجہ سے آخری دیدار سے محروم ہی ہونا پڑا۔

دھلی سے روانگی

رات کے ساڑھے دس بجے تیس چالیس گاڑیوں کا قافلہ مولانا کی نعش مبارک لے کر دیوبند کے لیے روانہ ہوا۔ بعد مغرب ہی سے قرب وجوار اور اطراف کے لوگوں کی آمد شروع ہوگئی تھی۔ دس گیارہ بجے تک شہر دیوبند میں لوگوں کا ایسا سیلاب اُمڈ آیا تھا کہ دارالعلوم کے قریب سے گزرنے والی تمام سڑکوں پر سوائے انسانی بھیڑ کے کچھ اور نہ دِکھتا تھا۔ شب ۳:۴۵ پر جب نعش دیوبند پہنچی تو اس وقت کی بھیڑ سے ساری انتظامیہ پریشان تھی۔ کوئی چھت، کوئی عمارت ایسی نہ تھی جس پر شیدائیوں کی بھیڑ ان کی آخری جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب و بے قرار نہ ہو۔

تجھیز و تکفین

ایمبولنس سے اُتار کر جنازے کو مولانا ارشد مدنی صاحب کے مکان کے اندر لایا گیا۔ بعض اہلِ خانہ جن میں مولانا ارشد مدنی، مولانا اسجد مدنی اور مولانا محمود مدنی شامل ہیں نے حضرت کو غسل دیا۔ دوسری طرف لوگ پروانہ وار ٹوٹے پڑ رہے تھے اور بھیڑ پر قابو پانا مشکل ہوگیا۔ اس لیے لاؤڈ اسپیکر سے بار بار یہ اعلان ہو رہا تھا کہ آخری دیدار کے لیے جنازے کو دارالحدیث تحتانی میں رکھا جائے گا۔ یہ آواز جونہی کانوں میں پڑی سب نے سکون کی سانس لی

اوردالحدیث کی طرف ہو لیے۔ جب جنازہ دارالحدیث پہنچا تو سب سے لائن لگا کر باری باری زیارت کی اپیل کی گئی۔ مگر آخری دیدار جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔ پلک جھپکتے ہی دارالحدیث کے اردگرد اتنی بھیڑ اکٹھی ہوگئی کہ اُسے دیکھ کر پولیس اور انتظامیہ کے لوگ حواس باختہ تھے۔ ہر کوئی انھیں جی بھر کر دیکھنا چاہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ طویل انتظار کے بعد بھی اکثر و بیشتر کو ناکامی ہی ہاتھ لگی۔ ناچیز راقم السطور نے بھی بھیڑ کو چیر کر راستہ نکالنے کی کوشش کی مگر تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ کبھی دارالحدیث کے اوپر، کبھی نیچے اور کبھی فوارے کی جانب لپکا، مگر آخری دیدار نصیب نہ ہوسکا۔

نمازِ جنازہ

جوں جوں صبح قریب ہوتی جارہی تھی عوام کا سیلِ رواں مسلسل بڑھتا ہی جارہا تھا۔ چونکہ بعد نمازِ فجر فوراً نمازِ جنازہ کا اعلان کیا جاچکا تھا، اس لیے نمازِ فجر کے بعد بلاکسی تاخیر کے جنازے کو باب الظاہر کے پاس لایا گیا۔ مکروہ وقت نکلتے ہی نمازِ جنازہ ۲۰:۷ پر شروع ہوگئی۔ جنازے کی نماز مشہور صاحبِ طریقت بزرگ مولانا طلحہ صاحب نے پڑھائی۔

خدا معلوم کتنے عقیدت مندوں اور متوسلین و منتسبین کو نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہونے کا ملال رہے گا۔ کچھ تو اس بے جان خیال میں شریکِ جنازہ نہ ہوسکے کہ آخر اتنی بھی کیا جلدی مچی ہے، سب کچھ ہوتے ہواتے نو دس تو بج ہی جائیں گے اور کچھ لوگوں نے چلّے کی ٹھنڈک سے خوف کھا کر قدم پیچھے کھینچ لیے ہوں گے، مگر خود راقم السطور کا عینی مشاہدہ ہے کہ جوانوں کو جانے دیجیے، بوڑھے، ضعیف العمر اور زندگی کی آخری منزل پر قدم رکھ چکے ۸۰-۹۰ سالہ اشخاص بھی اپنے ہردلعزیز رہنما کے آخری سفر میں شریک ہونے کے ارادے سے دیوبند پہنچ چکے تھے۔ دارالعلوم کی ساری درسگاہیں باہر اور دُور دراز سے آنے والے عقیدتمندوں سے نصف شب تک پر ہوچکی تھیں۔

باب الظاہر سے قبرستان قاسمی

خیر نمازِ جنازہ ختم ہوتے ہی قافلہ اپنے بیباک رہنما کو کاندھوں پر لے کر مزارِ قاسمی کی طرف چل پڑا۔ جو لوگ دیوبند اور دارالعلوم دیکھ چکے ہیں، انھیں اچھی طرح معلوم ہوگا کہ دارالعلوم سے مذکورہ قبرستان کا درمیانی فاصلہ بمشکل پانچ منٹ میں طے ہوجاتا ہے، مگر ہجوم کی کثرت اور آخری سفر میں کاندھا دینے والوں کے بے انتہا اصرار کی وجہ سے یہ فاصلہ ڈیڑھ گھنٹے میں طے ہوا۔ ہر کوئی اُن کے تابوت کو کاندھا دے کر اس عظیم محسن کے احسانات کا بدلہ دینا چاہتا تھا۔ راقم السطور نے بھی کاندھا دینے کی کوشش کی، مگر کسی ناگہانی عارضے کی وجہ سے ہمت نہ جٹا سکا۔ دوڑا بھاگا مزارِ قاسمی جا پہنچا اور اب کے یہ عزم کرلیا کہ کچھ بھی ہو، تین مشت خاک ان کی قبر پر ڈال کر امت مسلمہ ہندیہ کا ایک فرد ہونے کے ناطے اپنا فرض ادا کروں گا۔ چونکہ اس یکتائے روزگار مسلم رہنما، مسائل کے سامنے کوہِ گراں بن کر حائل ہونے والے، امت مسلمہ کو ہر تپش سے بچا کر اپنے کو ہر مصیبت میں جھونک دینے والے، دینی، قومی اور ملّی مفاد میں اپنا سب کچھ نچھاور کردینے والے اس عظیم شخص کا مجھ پر بھی کوئی نہ کوئی احسان ہوگا۔ احسانات فرداً فرداً ہر ایک پر آخر کون کرسکا ہے، جو وہ کرتے۔ خدمات، کارنامے پورے انسانی معاشرے کے لیے انجام دیئے جاتے ہیں، جن کے دوررس اثرات ونتائج سے ہر فرد مستفید ہوتا ہے۔ مرحوم نے بھی اپنے پیچھے کچھ اسی قسم کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں، جن سے آنے والی نسل کا ہر فرد فیضان حاصل کرتا رہے گا۔ اور اس کی زبان سے مرحوم کے لیے بے پناہ دعائیں نکلیں گی۔

مزارِ قاسمی پہنچنے کے بعد حضرت مولانا ارشد مدنی، مولانا اسجد مدنی، مولانا محمود مدنی اور مفتی سلمان منصور پوری و مفتی عفان منصور پوری وغیرہ نے ان کی نعش کو لحد میں اُتارا اور یوں آفتابِ عالم تاب دیوبند کی خاک کا پیوند بن گیا۔

مٹی دینے کا عمل

یہ سلسلہ شام تک چلتا رہا۔ جو لوگ حضرت کے تابوت کو کاندھا دینے سے محروم رہ گئے تھے، انھوں نے انتظار کے کڑوے گھونٹ پی کر اس آخری خواہش کی تکمیل کی۔ بھیڑ کی کثرت اور عقیدت مندوں کی سہولت کے لیے قبرستان کی چہاردیواری کا ایک حصہ توڑ دیا گیا تھا۔

تعزیت کنندگان کا سیلاب

اخباری نمائندوں کے مطابق ڈیڑھ لاکھ سے زائد افراد نے ان کے جنازے میں شرکت کی۔ قرب و جوار کے علاوہ دیگر ریاستوں سے بھی بڑی تعداد میں تعزیت کنندگان دیوبند آئے۔ پاکستان سے خصوصی طیارے کے ذریعے اپوزیشن لیڈر مولانا فضل الرحمٰن کی قیادت میں ۱۵ رکنی وفد دیوبند آیا۔ دیوبند آکر مرحوم کے اہلِ خانہ اور پسماندگان سے تعزیت کرنے والوں میں بعض اہم شخصیات کے نام ذیل میں لکھے جاتے ہیں: (۱) اترپردیش حکومت کی طرف سے شاہد منظور (۲) اترانچل کے وزیر اعلیٰ کے خصوصی نمائندے لئیق احمد (۳) مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب (۴) مولانا غلام رسول خاموش صاحب (۵) مولانا محمد سالم قاسمی صاحب (۶) مولانا انظر شاہ سعودی (۷) مولانا اسرار الحق قاسمی (۸) مولانا عمید الزماں کیرانوی (۹) مولانا فضیل احمد قاسمی (۱۰) مولانا افتخار صاحب کاندھلوی (۱۱) مولانا اصغر امام مہدی (۱۲) مولانا عبدالعزیز بھٹکلی ندوی (۱۳) چودھری اجیت سنگھ (۱۴) نرائن دت تیواری (۱۵) منور حسن ایم پی (۱۶) انورادھا چودھری (۱۷) کوکب حمید (۱۸) سنجے گرگ وغیرہ۔ ملک و بیرونِ ملک سے بڑی مقدار میں تعزیتی خطوط کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

○○

ہے تیرے غم میں پورا عالمِ سوگوار

حضرت امیر الہند فدائے ملت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی اندوہناک رحلت پر ملک و بیرون ملک کی سیاسی، دینی، علمی اور سماجی شخصیات کی جانب سے خراج عقیدت اور تعزیتی پیغامات کا سلسلہ مہینوں چلتا رہا۔ زیر نظر مضمون میں ان میں سے مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق کچھ اہم حضرات کے تعزیتی پیغامات کا اختصار پیش کیا جارہا ہے۔ **شوکت علی قاسمی**

مولانا شوکت علی قاسمی بستوی
استاذ دارالعلوم دیوبند

حضرت امیر الہند، فدائے ملت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی اندوہناک رحلت کی خبر سے ملک و بیرونِ ملک میں صفِ ماتم بچھ گئی اور رنج و الم کی لہر دوڑ گئی، عظیم سیاسی سماجی شخصیات ملک کے قائدین و رہنما، اسلامی تنظیموں اور اداروں کے سربراہ اور مدارسِ اسلامیہ کے ذمہ داران اور جلیل القدر علمائے کرام نے اپنے دلی تاثرات اور رنج و غم کے جذبات کا اظہار فرمایا، دنیا بھر کے مدارس، دینی اداروں اور مساجد میں دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا، ملک کے کونے کونے اور بیرونِ ملک سے تعزیتی وفود فیکس اور خطوط کی آمد اور فون پر تعزیت کا سلسلہ جاری ہے۔

وزیر اعظم جناب منموہن سنگھ، جمعیۃ علماء ہند کے دفتر تشریف لائے، حضرتؒ کے قدموں میں گلہائے عقیدت پیش کیے۔ حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی، جناب مولانا اسجد مدنی، جناب مولانا محمود مدنی، جناب حافظ مودود مدنی وغیرہ سے تعزیت کی، اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کیا اور فرمایا کہ: ”آج ملک ایک عظیم قائد اور ہردلعزیز رہنما سے محروم ہوگیا، ملک و قوم کے لیے ان کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔“

متحدہ ترقیاتی اتحاد (یو پی اے) کی چیئر پرسن اور صدر آل انڈیا کانگریس محترمہ سونیا گاندھی بھی تشریف لائیں۔ حضرت مدنیؒ کے گرامی قدر برادران اور صاحبزادگان محترم سے اپنے رنج و افسوس کا اظہار کیا اور حضرتؒ کو خراج عقیدت پیش کیا اور تعزیتی پیغام میں فرمایا کہ مولانا اسعد مدنی عظیم مفکر، بلند پایہ رہنما اور بڑے قدآور انسان تھے۔ ان کی بے لوث خدمات اور بصیرت افروز رہنمائی ان کے ارادت مندوں اور پیروکاروں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔ انھوں نے جس جمعیۃ علماء ہند کی تیس سال تک قیادت کی اس نے ہندستان کی کثیر جہتی روایتوں کو ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ مولانا ایک پختہ قوم پرست تھے۔ ان کو سبھی طبقات کا احترام حاصل تھا۔ وہ زندگی بھر فرقہ پرستی سے لڑتے رہے۔ وہ ہماری سیکولر اقدار کی حفاظت اور ان کی تشہیر کے لیے زندگی بھر کوشاں رہے۔ وہ ہمیشہ یاد کیے جائیں گے۔ ساتھ ہی ہندستانی کلچر کے ایک نمائندہ کی حیثیت سے ان کی زندگی آنے والی نسلوں کے لیے تحریک کا کام کرتی رہے گی۔“

مرکزی وزیر ریلوے جناب لالو پرساد یادو حضرتؒ کے انتقال کے بعد جمعیۃ علماء ہند کے دفتر سب سے پہلے پہنچے اور تقریباً ایک گھنٹہ تک رہے۔ انھوں نے حضرت کی رحلت کو ملک و قوم کے لیے بڑا نقصان قرار دیا۔

وزیر اعلیٰ دہلی محترمہ شیلا دکشت بھی آئیں اور اپنے رنج و غم کا اظہار کیا اور کہا کہ: ملک کی ترقی اور قوم کی فلاح و بہبود کے لیے مولانا کی عظیم خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

دیگر حضرات میں جناب احمد پٹیل صاحب سیاسی مشیر مسز سونیا گاندھی، مرکزی وزراء جناب عبدالرحمٰن انتولے صاحب، کے اے رحمان خاں صاحب، چیئرمین راجیہ سبھا، جناب کپل سبل صاحب، شاہی امام جامع مسجد دہلی جناب مولانا احمد بخاری صاحب، نائب اسپیکر دہلی اسمبلی جناب شعیب اقبال صاحب، جناب عزیز برنی صاحب ایڈیٹر روزنامہ ”راشٹریہ سہارا“ اور مسلم و غیر مسلم تنظیموں کے دیگر رہنما شامل تھے۔

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم عالی مقام حضرت اقدس مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مدظلہٗ نے اپنے دلی کرب و صدمے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی رحلت میرے لیے بڑا ذاتی حادثہ ہے، ان کا انتقال پرملال دارالعلوم دیوبند، جمعیۃ علماء ہند اور مسلمانانِ ہند ہی نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا زبردست اور ناقابل تلافی نقصان ہے۔ ان کی شخصیت ملت اسلامیہ کے لیے شجرِ سایہ دار کی حیثیت رکھتی تھی۔ ان کا ہمہ جہت فیض، اسلامیانِ ہند اور تمام مسلمانانِ عالم کے لیے نصف صدی سے زائد عرصہ تک جاری رہا۔ ان کی مخلصانہ قیادت سے ملک و ملت کو بے حد فائدہ پہنچا ہے۔ انھوں نے جمعیۃ علماء ہند جیسی تاریخی جماعت کو اکابر کے نہج پر عروج و ترقی سے ہمکنار کیا۔ دارالعلوم کے لیے ان کی خدمات نہایت وقیع ہیں۔ گذشتہ سالوں میں دارالعلوم کی حیرت انگیز تعلیمی و تعمیری ترقیات حضرت مولانا کی مساعی جمیلہ کی رہین منّت ہیں۔ وہ دارالعلوم کے لیے ہمیشہ فکرمند رہتے تھے۔ اساتذہ، کارکنان اور طلبہ عزیز کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ انھوں نے طلبہ عزیز کے ماہانہ وظائف میں اضافہ، ان کے قیام و طعام کا نظم بہتر بنانے اور ان کی دیگر ضروریات کی تکمیل پر ہمیشہ توجہ مرکوز رکھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہمہ گیر خدمات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے رہنما، پاکستانی نیشنل اسمبلی میں اپوزیشن کے لیڈر اور متحدہ مجلس عمل کے سربراہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب زید مجدہم خصوصی طیارے کے ذریعہ نئی دہلی تشریف لائے اور ۲۰ رکنی وفد کے قائد کی حیثیت سے دیوبند پہنچے۔ قبرستان میں حاضر ہوکر دعا و زیارت کی اور مدنی منزل میں حضرت کے پسماندگان واخلاف سے تعزیت فرمائی۔ اپنے قلبی رنج والم کا اظہار کیا اور فرمایا کہ: حضرت مدنیؒ کے انتقال پر ملال سے عالم اسلام ایک ممتاز اور اہم شخصیت سے محروم ہوگیا۔ ان کی رحلت سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا بیحد مشکل ہے۔ حضرت ہم سب کے لیے مینارۂ نور تھے۔ آج ملت اسلامیہ جن مشکل حالات سے گزر رہی ہے ان میں حضرت مدنیؒ کی قیادت و رہنمائی کی بڑی سخت ضرورت تھی۔'' ان کے ہمراہ آنے والے وفد میں صوبائی وزراء، ممبرانِ پارلیمنٹ اور جلیل القدر علماء شامل تھے، جن میں مولانا عطاء الرحمٰن صاحب، حافظ حسین احمد صاحب، جناب شاہ ہدایت اللہ صاحب، مولانا مطیع اللہ صاحب، جناب حامد الحق صاحب، جناب مفتی ابرار صاحب، جناب مولانا آغا صاحب، جناب نصیب علی صاحب، جناب مولانا لیاقت علی پانچپی، مولانا معراج الدین صاحب، مولانا غلام صادق صاحب، مولانا شجاع الملک صاحب، جناب عزیز احمد صاحب، ہائی کمشنر پاکستان برائے نئی دہلی جناب منور حسین بھٹی، ڈپٹی ہائی کمشنر وغیرہ حضرات شامل تھے۔ اس وفد نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا کہ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی کسی ایک ملک کے مذہبی رہنما نہیں تھے، ان کی رحلت موت العالِم موت العالَم کی مصداق ہے۔

جانشین حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مدظلہٗ نائب صدر مسلم پرسنل لا بورڈ و مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند یہ المناک خبر سنتے ہی بعد نماز مغرب فوراً مدنی منزل تشریف لائے۔ تعزیت فرمائی اور حضرت کی وفات کو قوم و ملت کے لیے بہت بڑا نقصان بتایا۔ اپنے تعزیتی تاثرات میں حضرت نے فرمایا: مولانا سیّد اسعد مدنی اجتماعی فکر وذہن اور اعمال وخدمت کی وسعتوں کے لحاظ سے ملت اسلامیہ کی ایک معتبر شخصیت تھے۔ اسی وجہ سے ان کی وفات سے غیر معمولی غم محسوس کیا گیا۔ مرحوم اختلاف والتفات دونوں میں اصول کو اہمیت دیتے تھے۔ عمر کے آخری پڑاؤ پر بھی وہ ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبود کے لیے سرگرم عمل رہے۔ ان خیالات کا اظہار انھوں دارالعلوم وقف کے تعزیتی اجلاس میں کیا۔

حضرت مولانا رابع حسنی ندوی مدظلہٗ ناظم ندوۃ العلماء و صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ندوۃ العلماء میں منعقدہ تعزیتی اجلاس میں فرمایا کہ: حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی وفات ایک اہم حادثہ ہے، انھوں نے اپنے عظیم والد شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کی صحیح جانشینی کی۔ انھوں نے ملک وملت کی فلاح و بہبود کے لیے بڑی جانفشانی سے کام لیا۔ تاریخ میں ایسی کم شخصیات گزری ہیں جنھوں نے سیاست کے ساتھ اصلاحِ باطن کو بھی جمع کیا ہو اور عوامی اور سماجی زندگی میں رہتے ہوئے بھی علمی اشغال اور تزکیۂ نفس پر توجہ مرکوز رکھی ہو۔ انھوں نے پارلیمنٹ کی سطح سے مسلم مسائل کے حل کی کوشش کی۔ انھوں نے مسلمانوں کے مسائل اعلیٰ حکام اور اربابِ اقتدار تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ان کی پوری زندگی جہدِ مسلسل سے عبارت تھی۔

حضرت مولانا سیّد انظر شاہ صاحب کشمیری مدظلہٗ شیخ الحدیث دارالعلوم وقف میں مغرب کے بعد ہی ایصالِ ثواب کی ہدایت فرمائی اور تعزیت کے لیے خود درِ دولت مدنی پر تشریف لاکر اپنے قلبی رنج وکرب کا اظہار فرمایا اور حضرت کی وفات کو ملت اسلامیہ کے لیے زبردست نقصان قرار دیا اور فرمایا کہ: ''حضرت مولانا اسعد مدنی مرحوم جمعیۃ علماء ہند کے صدر نشین، دارالعلوم دیوبند کے قائد اور بہت سی ملّی وملکی تحریکات کے معمار و شریک تھے۔ خانقاہِ مدنی ان کے انفاس سے گرم، ہندستانی سیاست میں ان کے آتشیں نفوس سے تپتا ہوا ماحول، مستعد فعال، جدوجہد انکا امتیازی وصف تھا۔ وہ وسیع الحوصلہ اور فراخ دل تھے اور اپنے نامور باپ کی ہر گوشے میں جانشینی کی اور کافی حد تک اس کا حق ادا کیا۔''

حضرت مولانا محمد شاہد صاحب امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور نے فرمایا: ''حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کا حادثۂ وصال کوئی ایسا حادثہ نہیں ہے جس کو معمولی سمجھ لیا جائے بلکہ امت اسلامیہ کو عموماً اور ہندستانی مسلمانوں کو خصوصاً اس سے ایک کاری زخم لگا ہے جس کی کسک نہ معلوم کب تک محسوس کی جاتی رہے گی۔ ماضی کی طرح مستقبل میں جب بھی ملت کی رہبری کی ضرورت پیش آئے گی تو حضرت مولانا مرحوم کے مجاہدانہ عزائم کی تصویر ہندستانی مسلمانوں کے سامنے بھرپور انداز میں ابھر کر سامنے آجائے گی۔ جامعہ مظاہر علوم کے لیے اس سانحہ کی سنگینی اس لیے بھی بڑھی ہوئی ہے کہ وہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کی پسندیدہ اور منظورِ نظر شخصیت تھے۔ ان کی مجاہدانہ للکار سے فرقہ پرستوں کے ناپاک عزائم تہس نہس ہوجاتے تھے۔''

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہٗ صاحبزادہ محترم حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سراپا حزن والم نظر آئے۔ شب میں تین بجے ہی تشریف لائے، تعزیت فرمائی، نمازِ جنازہ بھی آپ ہی نے پڑھائی اور اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ''محترم جناب بھائی اسعد صاحب مدنی کا تعلق میرے والد ماجد سے بڑا گہرا تھا۔ والد ماجد حضرت شیخ بھی ان سے بڑی محبت فرماتے تھے، ان کے انتقال سے مجھے گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تمام دینی، ملّی نشانیوں کی خاص طور پر دارالعلوم اور جمعیۃ علماء ہند

کی پوری پوری حفاظت فرمائے اور اپنوں اور غیروں کے شر سے محفوظ رکھے۔''

امیر جماعت اسلامی ڈاکٹر محمد عبدالحق انصاری اور قیم جماعت مولانا جعفر نے انتہائی رنج وغم کا اظہار فرمایا اور حضرت کے سانحۂ وفات کو ملک وملت کا عظیم نقصان قرار دیا۔ انھوں نے کہا: ''مولانا مدنی کی پوری زندگی دین وملت کی خدمت سے عبارت تھی، وہ اہم مسائل پر جرأت و ہمت کے ساتھ تحریک چلانے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔''

کانگریس اعلیٰ کمان کے رکن اور سابق وزیر ریل جناب سی کے جعفر شریف نے جمعیۃ علماء ہند کے صدر اور سابق رکن پارلیمنٹ مولانا اسعد مدنی کے انتقال پر گہرے دُکھ اور صدمے کا اظہار کیا اور مرحوم کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔

جناب سیّد شہاب الدین سابق ایم پی نے کہا کہ آل انڈیا مجلس مشاورت مولانا مدنی کی قومی وملّی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے شدید رنج وغم کا اظہار کرتی ہے۔ مولانا مدنی کی وفات کو ملک وملت کے لیے ناقابل تلافی نقصان سمجھتی ہے۔ ان کی سرکردگی میں جمعیۃ علماء نے مختلف موقعوں پر ملت کو درپیش مسائل کے لیے تحریک چلائی اور نازک مسئلوں پر دوسری جماعتوں کو ساتھ لے کر حکومت وقت اور سیاسی پارٹیوں پر اثر انداز ہوئی۔

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا اصغر امام مہدی سلفی نے اپنے تعزیتی پیغام میں حضرت مولانا مدنی کی رحلت پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کیا اور کہا کہ: ''مولانا قدیم ملّی پلیٹ فارم جمعیۃ علماء ہند کے طویل عرصے تک ناظم عمومی اور پھر امیر رہے اور بھر پور زندگی گزار کر رحلت فرمائی۔

جناب نرائن دت تیواری وزیر اعلیٰ اترانچل نے اپنے گہرے رنج والم کا اظہار کیا اور کہا: ''حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی روایت کی پاس داری کر کے مولانا اسعد مدنی نے جس طرح آزادی میں علماء کے ساتھ مل کر جو قربانیاں دیں ان کے لیے ہم ہمیشہ ان کے مقروض رہیں گے۔''

جناب سلمان خورشید، صدر اتر پردیش کانگریس نے کہا: ''کانگریس آج ایک سرپرست سے محروم ہو گئی ہے۔''

جناب قاضی رشید مسعود ممبر پارلیمنٹ نے تاثرات میں فرمایا: ''اسلاف کی وراثت کو سنبھالنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں لیکن مولانا سیّد اسعد مدنی نے اپنے بزرگوں اور اسلاف کی روایت واقدار کو زندگی بھر سنبھالے رکھا۔ مولانا کی شخصیت مسلمانوں ہی کے لیے باعثِ احترام نہیں تھی بلکہ تمام انصاف پسند اور سیکولر لوگوں کے لیے بھی مولانا ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ انھوں نے ہندستان میں ہی نہیں بیرون ملک بھی مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لیے مؤثر اقدامات کیے۔''

چودھری اجیت سنگھ صدر راشٹریہ لوک دَل نے کہا: ''مولانا سیّد اسعد مدنی کسی قوم یا فرقہ کے لیڈر نہیں تھے، وہ اس ملک کی طاقت تھے۔ ہم ان کی کمی کو شدّت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں۔''

نتیانند سوامی سابق وزیر اعلیٰ اترانچل نے اظہارِ تعزیت کے دوران کہا کہ: ''مولانا سیّد اسعد مدنی مذہب کے نام پر انسانیت کو تقسیم نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے ملکی مفادات پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دی۔ وہ ایک سچّے مذہبی انسان تھے اور زبردست محبّ وطن تھے۔ ان کی خدمات ہمیشہ یاد کی جائیں گی۔''

نواب کوکب حمید وزیر حکومت یوپی نے کہا: ''مولانا سیاست میں اس کردار اور اخلاق کے حامل تھے جو آج دستیاب نہیں۔ مولانا اسعد مدنی کی سیاست اصلاحِ معاشرہ اور پسماندہ افراد کی آواز تھی۔ مولانا کے انتقال سے نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ اس ملک کو بڑا نقصان پہنچا ہے۔''

آل انڈیا ملّی وتعلیمی فاؤنڈیشن کے صدر مولانا اسرار الحق قاسمی نے فرمایا: ''حضرت مدنی زندگی بھر ملّت اسلامیہ اور اسلامیانِ ہند کے لیے جدّ وجہد کی علامت بنے رہے۔ ان کے انتقال سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کی تلافی آسان نہ ہوگی۔ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی کی زندگی جہدِ مسلسل اور سعی پیہم کا عملی نمونہ تھی۔ وہ حضرت شیخ الہند کے افکار وخیالات کے امین اور حضرت شیخ الاسلام کے سچّے جانشین تھے۔ ایمانی فراست، سیاسی بصیرت، اور زبردست قومی، ملّی، سماجی شعور ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ سب کے تھے اور سب ان کے تھے۔ بیدار مغزی، اولوالعزمی، ارادہ کی مضبوطی، حالات سے باخبری اور قوم وملّت کی صحیح نباضی نے ان کی شخصیت کو پُراعتماد بنا دیا تھا۔ انھوں نے اپنی منزل اور اپنا راستہ خود متعین کیا۔ وسعتِ ظرف، کثرتِ عمل اور جرأت ان کی شناخت تھی۔''

جناب ڈاکٹر منظور عالم صاحب نے فرمایا: ''حضرت مدنیؒ ایسے وقت میں راہی ملک عدم ہوئے جبکہ ملت اسلامیہ کو آپ جیسی عبقری شخصیات کی ضرورت تھی، مولانا مدنی جیسی ملّی قیادت کرنے والی ایک قابلِ قدر شخصیت کا اس وقت اُٹھ جانا ایک ایسا خلا ہے جس کا پُر ہونا بظاہر مشکل نظر آتا ہے یعنی قحط رجال کے اس دَور میں حضرت مدنی صف اوّل کے ان بزرگ رہنماؤں میں تھے جنھیں ملت اسلامیہ کا عظیم سرمایہ کہا جا سکتا ہے۔ آپ کی وفات کو ملّی کونسل بھی اپنا غیر معمولی نقصان سمجھتی ہے۔''

جناب مولانا عمید الزماں صاحب کیرانوی کارگزار صدر تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم نے فرمایا: ''مولانا مدنی نہایت خوش قسمت تھے۔ آپ میں اللہ نے جو بڑی اور نمایاں خوبیاں ودیعت کی تھیں ان میں سے ایک نہایت اہم خوبی 'کسبِ افراد' کی ہے۔ وہ دلوں کو جیتنے اور انھیں اپنا بنانے کا ہنر جانتے تھے۔ مولانا کو اللہ نے دینی علم اور عصری شعور وآگہی کے علاوہ گہری اور وسیع ملّی و سیاسی بصیرتوں سے بھی نوازا تھا۔''

جناب مولانا فضیل احمد قاسمی صدر مرکزی جمعیۃ علماء ہند نے حضرت مدنی کے انتقال کو ملک وملت اور پورے عالم اسلام کے لیے بڑا حادثہ اور نہ پُر ہونے

والا خلا قرار دیا اور فرمایا کہ ان کی شخصیت میں دردِ ملت کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ میں نے ان کی پدرانہ سرپرستی میں بہت کچھ سیکھا ہے۔ ان کی رحلت سے آج پوری ملت اسلامیہ اشک بار ہے۔ حضرت کا انتقال ایک یادگار تاریخی دور کا خاتمہ ہے۔''

حضرت مولانا رفیع عثمانی مہتمم جامعہ دارالعلوم کراچی نے حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی مدظلہٗ کے نام اپنے فیکس میں گہرے صدمے کا اظہار فرمایا۔ مولانا نے لکھا ہے کہ: ''اخبارات کے ذریعہ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی المناک خبر سن کر دل پر سخت چوٹ لگی۔ حضرت عظیم باپ کے فرزند ہونے کے ساتھ ساتھ ایک متواضع، خوش طبع اور فعال شخصیت کے مالک تھے۔ انھوں نے عمر بھر مسلمانوں کی خدمت کی۔ دارالعلوم کراچی میں تعزیتی جلسہ منعقد ہوا اور ایصالِ ثواب کا بھی اہتمام کیا۔ سبھی بھائی، بہنوں اور حضرت کے سبھی اہلِ خانہ کی خدمت میں تعزیت کے ساتھ سلام پیش ہے۔''

جناب مولانا احمد شفیع صاحب مہتمم دارالعلوم معین الاسلام ہاٹ ہزاری بنگلہ دیش نے اپنے فیکس میں تحریر فرمایا کہ حضرت مدنی کی وفات سے ہم سب کو سخت دلی صدمہ پہنچا ہے۔ مولانا کا انتقال نہ صرف انڈیا کے دینی و علمی اداروں کے لیے بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ آپ نے قوم وملک کے لیے علمی، دینی، سیاسی، دعوتی اور اصلاحی خدمات انجام دی ہیں۔ ہمارے مدرسہ میں ایصالِ ثواب اور تعزیتی جلسہ ہوا۔ ہم اس صدمۂ ہوش رُبا میں آپ کے ساتھ شریکِ غم ہیں۔''

جناب کے اے رحمان چیئرمین راجیہ سبھا نے اپنے تعزیتی پیغام میں فرمایا: ''بلاشبہ حضرت والا کی وفات ملّت اسلامیہ کے لیے ایسا نقصان ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔ حضرت مولانا مرحوم کا شمار معروف عالم دین، بزرگ، مدبر، دانشور اور بہترین سیاست دانوں میں ہوتا تھا۔ حضرت مولانا اسعد مدنی کی خدمات کا دائرہ صرف علمی حلقوں تک محدود نہیں ہے بلکہ اربابِ اقتدار میں بھی ان کی ذاتِ گرامی کو قدر و منزلت حاصل تھی۔ جب کبھی ملک و قوم پر آزمائش کا وقت آیا تو انھوں نے عزم وحوصلہ کے ساتھ علمی بصیرت اور سیاسی سوجھ بوجھ کے ذریعہ درپیش مسائل کے حل کے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔ ان کی مقبولیت ومحبوبیت کا دائرہ مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر سے گزر کر غیر مسلموں تک پھیلا ہوا ہے۔ بلاشبہ اس وقت ملت اسلامیہ ایک عالم دین، بزرگ قائد، محسن، ہمدرد اور جامع صفات کی حامل شخصیت سے محروم ہوگئی ہے۔ مولانا مدنیؒ کی رحلت نے ملک و بیرون ملک کے لاکھوں محبت کرنے والوں کی آنکھوں کو نم کیا ہے:

کیا لوگ تھے جو راہِ وفات سے گزر گئے
جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

جناب پرکاش کرات جنرل سکریٹری کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا نے لکھا:

''مولانا اسعد مدنی کے انتقال کی خبر سن کر مجھے گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ مولانا صاحب جمعیۃ علماء ہند کے صدر رہے اور اپنی پوری زندگی میں ہندستانی قومیت اور سیکولرزم کے تئیں وقف رہے۔ ملک کی عوامی زندگی میں ان کا بہت بڑا تعاون تھا۔ وہ ایک دانا اور روحانی شخصیت تھے۔ وہ طاقت کا ایک ستون تھے اور اقلیتوں کی حمایت میں خود کو ہمیشہ وقف کیے رہتے تھے۔ ہم ان کی محترم یادوں کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں اور ان کے اہلِ خاندان سے دلی تعزیت کرتے ہیں۔''

جناب ایم ایچ مظفری ڈائریکٹر ایران کلچر ہاؤس نئی دہلی نے جناب مولانا محمود مدنی صاحب کے نام اپنے مکتوبِ تعزیت میں فرمایا: ''طویل علالت کے بعد مولانا اسعد مدنی کے انتقال پر ملال پر ہم گہرے رنج وصدمے کا اظہار کرتے ہیں۔ خدائے برتر آپ کو اور آپ کے پورے خاندان کو طاقت عطا فرمائے تاکہ آپ اس ناقابلِ تلافی نقصان کو برداشت کرسکیں۔ خدا تعالیٰ سے دعاء ہے کہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔''

جناب شیخ صالح بن محمد غامدی سفیر سعودی عرب برائے نئی دہلی نے جناب مولانا محمود مدنی صاحب کے نام اپنے تعزیت نامہ میں فرمایا: ''آپ کے والد ماجد (اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے) کے سانحۂ وفات کا علم ہوکر بہت ہی رنج وافسوس ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بے مثال قائد کو اپنی رحمت و رضا میں ڈھک لے۔ اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے لیے جنت وسیع کردے۔ اور آپ اور معزز خاندان کو صبر وسکون بخشے۔''

کل جماعتی حریت کانفرنس کشمیر کے چیئرمین اور جموں کشمیر کے میرواعظ مولانا محمد فاروق نے سرینگر کی جامع مسجد میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا: ''علومِ دینیہ کے عظیم مرکز دارالعلوم دیوبند کے سرپرست، جمعیۃ علماء ہند کے صدر، مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن اساسی اور بزرگ، دینی رہنما حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی کی رحلت ملت اسلامیہ ہند کے تئیں نصف صدی پر مشتمل بےلوث دینی وسیاسی خدمات کے شاندار عہد کا خاتمہ ہے۔ علماء کی صف میں ایسا خلاف پیدا ہوگیا ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔ ہم دارالعلوم دیوبند کے ذمہ داران اور جمعیۃ کے کارکنان کے ساتھ دلی تعزیت پیش کرتے ہیں اور مدنی خاندان کے ساتھ اس عظیم صدمہ اور غم میں شریک ہیں۔''

انجمن ترقی اُردو ہند کے جلسۂ تعزیت میں ڈاکٹر خلیق انجم نے کہا کہ مولانا مرحوم کا تعلق ایک ایسے خاندان سے تھا جس کے افراد نے جدوجہد آزادی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ خود ان کی تعلیم وتربیت مولانا اسعد مدنی جیسے عالم و مجاہد آزادی کے زیرِ سایہ ہوئی۔ ان کی وفات صرف ہندستان ہی نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا عظیم نقصان ہے۔ ان کی وفات سے پوری اسلامی دنیا میں رنج وغم کی لہر دوڑ گئی۔'' انجمن کے نائب صدر شریف الحسن نقوی نے کہا:

''مولانا آزاد سے اپنی مذہبی و سیاسی قربت کی بنا پر مولانا اسعد مدنی نے یہ درس لیا کہ ذاتیات کو ایک طرف کر کے سیاسی میدان میں مسلمانوں کی ہر وہ خدمت کی جائے جس سے ان کی سیاسی، سماجی، اقتصادی اور صنعتی ترقی ممکن ہو۔''

پروفیسر شمیم حنفی نے کہا: ''مولانا جیسے عالم، مفکر، مدبر اور مذہبی رہنما ہندستان میں بہت کم پیدا ہوئے ہیں۔''

جناب مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ' سجادہ نشین خانقاہ رحمانی مونگیر نے حضرت مدنی کے انتقال پر پرملال گہرے رنج کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا مدنی کے وصال سے قیادت، خدمت اور ایک نامور عالم دین کی مسلسل جدوجہد کے طویل عہد کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ انھوں نے تقریباً نصف صدی تک جمعیۃ علماء کی خدمت کی اور طویل عرصے تک دارالعلوم دیوبند کے سربراہ رہے، ساتھ ہی ساتھ مختلف ملّی اور دینی تحریکات کے سرخیل رہے پوری دنیا میں ایک مرشد کی حیثیت سے بھی انھوں نے صلاح و اصلاح کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ان کی زندگی جہدِ مسلسل اور سعیِ پیہم کا نمونہ تھی۔''

جناب مولانا سیّد نظام الدین صاحب امیر شریعت بہار واڑیسہ وجھارکھنڈ نے اپنے دلی تاثرات میں فرمایا: ''حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی کی رحلت سے ملت اسلامیہ کی بقاء و سربلندی کے لیے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ کام کرنے والوں کی ایسی جگہ خالی ہوگئی جس کا پر ہونا بیحد مشکل ہے۔ بظاہر کوئی متبادل نہیں نظر آتا۔ حق تعالیٰ عزیز محترم مولانا محمود مدنی کو ان کا صحیح جانشین بنائے اور عزم وہمت، حکمت وبصیرت، دینی حمیت وایمانی غیرت مزید ہمت واستقامت عطا فرمائے، تاکہ امت کی قیادت میں جمعیۃ علماء کا جو امتیاز ہے اور عوام میں جو اعتماد ہے وہ قائم رہے۔''

جناب مولانا بدرالدین اجمل صاحب قاسمی رکن شوریٰ دارالعلوم، صدر مرکز المعارف (آل انڈیا) وصدر معتمد جمہوری محاذ (یو ڈی ایف) آسام اپنے اہل خانہ سمیت تعزیت کے لیے دیوبند تشریف لائے اور اپنے تاثرات میں فرمایا کہ:

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دُکان اپنی بڑھا چلے

آج زہد وتقوی، شجاعت وحمیت اور روحانیت وعزیمت کا سورج غروب ہوگیا۔ ملک وملت بالخصوص مسلمانانِ آسام کو آج آپ کی خدمات کی بیحد ضرورت تھی۔

مولانا بدرالدین اجمل صاحب کے برادر اکبر جناب الحاج امیرالدین اجمل صاحب بھی تعزیت کے لیے دبئی سے تشریف لائے۔ اپنے گہرے صدمہ کا اظہار کیا اور ناچیز سے گفتگو کے دوران کہا کہ: ''جتنی مقبولیت عوام وخواص میں ملک وبیرونِ ملک میں حضرت مدنیؒ کو حاصل تھی وہ کسی اور کو حاصل نہ تھی۔''

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

مولانا محمد اسماعیل موٹا رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند ومہتمم جامعہ حسینیہ راندیر نے فرمایا: ''یقیناً مولانا مدنی کی مشہور ومعروف شخصیت حضرت شیخ الاسلام کے علوم ومعارف اور سیاست مدنیہ کے سچے وارث وامین کا حادثۂ وفات، موت العالم موت العالَم کا مصداق ہے۔ اس آفتاب کے غروب ہونے سے پورا ہندستان غمگین نظر آرہا ہے۔ یہ ملت اسلامیہ کا دردناک سانحہ ہے۔ مرحوم کی ملت اسلامیہ کے مسائل پر گہری نظر تھی اور اپنی دینی بصیرت سے ہر وقت ملت کے امراض کی نشاندہی کرتے رہے۔''

جناب مولانا محمد سعیدی صاحب ناظم ومتولی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے تعزیتی مکتوب میں تحریر فرمایا: ''فدائے ملت، جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند کے سانحۂ ارتحال کی المناک خبر جیسے ہی سہارنپور پہنچی، رنج وغم اور حزن والم کا سماں طاری ہوگیا۔ یہ حادثہ جانکاہ پورے عالم اسلام کے لیے باعث رنج وافسوس ہے۔ حضرت مولانا نے ملک وبیرونِ ملک میں جو عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں، امت کے نازک مسائل کو جس دوراندیشی کے ساتھ حل فرمایا ہے وہ تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ مولانا موصوف کے کارنامے اور ملک وملت کے لیے ان کی ناقابلِ فراموش خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔''

حضرت مولانا قاری عبداللہ تسلیم صاحب ناظم معہد تعلیم الاسلام امریکہ نے اپنے تعزیتی مکتوب میں تحریر فرمایا: ''فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی کے انتقال کی المناک خبر نے دنیا بھر میں تمام وابستگانِ دارالعلوم کو بطور خاص رنجیدہ وافسردہ کیا ہے۔ جب سے دہلی کے اسپتال میں داخل ہوئے تھے برابر دیوبند فون کر کے کیفیت معلوم کرتا رہتا تھا۔ حضرت مولانا اسعد صاحب کا وجود امت مسلمہ کے لیے بہت بڑا سہارا تھا۔ قحط رجال کے نامور مسعود دور میں وہ بھی رخصت ہوگئے:

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

شاید جنت الفردوس مزید انتظار نہیں کر سکتی تھی۔ حضرت شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہٗ کی خوشی بھی اس میں ہوگی کہ اپنے خلف رشید کو دنیا کی کلفتوں سے دور اپنے پاس جوارِ رحمت میں بلالیں۔ فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

جناب مولانا ضیاء الدین اصلاحی دارالمصنّفین اعظم گڑھ نے تحریر فرمایا: ''حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کا انتقال ملک وملت کے لیے بڑا سانحہ ہے۔ وہ بڑے فعال ومتحرک تھے۔ ان کی زندگی قوم وملت کی خدمت کے لیے وقف تھی۔ وہ مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لیے ہمیشہ فکرمند رہتے تھے۔ انھیں اس ملک میں ان کے جائز حقوق دلانے اور باوقار زندگی عطا کرانے کے لیے کوشاں رہے۔ اس وقت مسلمان جن حالات ومسائل سے دوچار ہیں اس میں ان کی رہنمائی وسرپرستی کی بڑی ضرورت تھی، مگر مشیتِ ایزدی میں کس کو دخل، جمعیۃ

علماء ہند بے سہارا ہوگئی۔ دارالعلوم دیوبند پر کوہِ غم ٹوٹ پڑا۔ ان کے اعزہ و اقرباء پر کیا نہ گزرا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔

دارالعلوم ہولومبی یوکے سے جناب مولانا یوسف متالا صاحب نے حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب مدظلہٗ کے نام اپنے تعزیتی فیکس میں لکھا کہ گذشتہ کل حادثہ فاجعہ کی اطلاع ملنے سے کچھ قبل بخاری شریف کے درس میں کسی مناسبت سے حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب اور حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کا تذکرہ کررہا تھا اور حضرت کے بارے میں مرثیہ کے اشعار سنا رہا تھا کہ: جگاؤ نہ حضرت کو نیند آرہی ہے۔ شاید یہی وقت ہوگا جب حضرت بھائی صاحب اس عالم میں حضرت شیخ الاسلام سے ملاقات کررہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اسلام کے محسن اس خانوادۂ حضرت مدنی کو تا قیامِ قیامت امت کے سروں پر سایہ فگن رکھے۔

جناب مولانا محمود مدنی صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند کے نام تعزیت نامہ میں مولانا متالا صاحب نے لکھا: ''موجودہ حالات میں ہر طرف مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ رہی ہے۔ امت کو ہر جگہ معرکہ کربلا درپیش ہے۔ ایسے وقت میں حسینی قافلے کے قافلہ سالار کا ہم سے رخصت ہوجانا بڑا سانحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔''

آل انڈیا تنظیم ابنائے ندوۃ العلماء کے صدر جناب مولانا امتیاز احمد ندوی صاحب نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ حضرت مولانا مدنیؒ ملک وملت کے جاں باز سپاہی اور دردمند قائد تھے۔ انھوں نے جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے چالیس سالوں میں جو ملّی خدمات اور دینی خدمات انجام دی ہیں انھیں بھلایا نہیں جاسکتا۔ اسی تنظیم کے جنرل سکریٹری مولانا محمود حسن حسنی ندوی نے مولانا مدنی کے سانحۂ ارتحال کو ملک وملت دونوں کے لیے عظیم خلا اور بڑا خسارہ بتایا۔

رابطہ عالم اسلامی کے معاون جنرل سکریٹری شیخ محمد بن ناصر عبودی نے حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی صاحب کے نام اپنے تعزیتی مکتوب میں فرمایا: آپ کے برادر اکبر شیخ جلیل اسعد مدنی رحمۃ اللہ کے المناک حادثہ وفات سے ہم بے حد غمزدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور آپ سب کو اس عظیم حادثہ پر صبر واحتساب کی توفیق ارزانی فرمائے اور اجر عظیم عطا فرمائے۔

جناب مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے ندوہ میں منعقد جلسۂ تعزیت میں فرمایا: ''برصغیر کے مسلمان ایک عظیم عالمی رہنما اور ملک وملت کے لیے فکرمند شخصیت سے محروم ہوگئے۔ وہ اپنے عظیم والد کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔ جب کبھی دین وملت کے خلاف کوئی نازیبا بات سامنے آتی تو وہ سینہ سپر ہوجاتے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مولانا مدنی کو ایسے رفقاء ومعاونین ملے جنھوں نے ان کی مہم اور مشن کو اپنا نصب العین بنایا۔''

جناب مولانا برہان صاحب سنبھلی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنے تاثرات میں فرمایا کہ: ''حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ علم وعمل کے پیکر تھے۔ حضرت مولانا اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان صفات کو اپنے اندر اُتارنے کی کوشش کی۔ انھوں نے ملّی مسائل کو بغیر کسی مرعوبیت کے پوری قوت وجرأت سے ایوانِ حکومت میں اُٹھایا اور اربابِ اقتدار تک نہایت مؤثر انداز میں پہنچایا۔ موجودہ دَور میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ ان کا سیاسی مقام جو تھا وہ اپنی جگہ ہے۔ ان کا دینی مقام بھی بہت بلند تھا۔ وہ رخصت پر عزیمت کو ترجیح دیتے تھے۔ سخاوت، مہمان نوازی اور ایثار ان کی نمایاں صفات تھیں۔''

جناب احمد پٹیل صاحب جوہانسبرگ نے اپنے دلی رنج وغم کا اظہار فرمایا اور لکھا کہ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ وفات سے قلبی صدمہ ہوا۔ حضرت کے چلے جانے سے ملت اسلامیہ ایک عالم دین، قائد ملت اور سیاسی رہنما سے محروم ہوگئے۔ بہت سے اسلامی حلقے اور ادارے اپنی یتیمی کا ماتم کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ اپنی شایانِ شان حضرت کو جزائے خیر عطا فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

جناب مولانا حسیب صدیقی صاحب منیجر مسلم فنڈ دیوبند نے فرمایا کہ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی صاحب ایک فعال ومتحرک شخصیت کے مالک تھے۔ مسلمانوں کی سیاسی، علمی، دینی اور معاشی ہر ہر سطح پر آبیاری کی ہے۔ وہ مظلومین کے رہنما، غریبوں کے غمگسار اور نہایت پختہ عزم بے باک طبیعت کے مالک تھے۔ مصلحت کوشی ان کے یہاں حرام تھی۔

جناب مولانا زبیر احمد صدیقی مہتمم جامعہ فاروقیہ شجاع آباد ملتان، پاکستان نے یوں اظہارِ غم کیا: ''اخبار میں قائد ملت اسلامیہ جانشین حضرت شیخ الاسلام وارث مشن شیخ الہند حضرت مولانا محمد اسعد مدنی کی وفات حسرت آیات کی اندوہناک خبر نظر سے گزری۔ دل غم سے پارہ پارہ ہوگیا۔ ادارہ اور پورے ملک کی فضا سوگوار نظر آئی۔ حضرت کی وفات قیامت صغریٰ سے کم نہیں۔ مدرسے میں ایصالِ ثواب کیا گیا اور حضرت کو تعزیتی اجلاس میں خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔''

مرکزی وزیر جناب سیف الدین سوز نے کہا: ''مجھے مولانا سیّد اسعد مدنی کے انتقال سے گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ مولانا مدنی کی صدارت ورہنمائی میں جمعیۃ علماء ہند نے ملت اسلامیہ اور ملک کے لیے گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ جمعیۃ علماء ہند کا تاریخ ساز کارنامہ برصغیر ہند کے لیے یادگار رہے گا کہ ہندستان کے لوگ ایک قوم ہیں۔ یہی زرّیں اصول ہندستانیوں کے درمیان یگانگت اور بھائی چارے کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

شیخ عبدالحمید صدر دارالعلوم زاہدان، ایران نے حضرت مہتمم صاحب

کے نام اپنے تعزیتی فیکس میں تحریر فرمایا کہ: ’’ہم نے امیر الہند شیخ اسعد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند کے انتقال پرملال کی خبر بڑے رنج وغم کے ساتھ سنی۔ بلاشبہ حضرت مرحوم عصر حاضر میں علم وتقویٰ اور اسلامی سیاست کا عظیم ستون تھے۔ ان کی رحلت ملت اسلامیہ اور علمی حلقوں کے لیے زبردست خسارہ اور نقصان ہے۔ اس عظیم سانحہ پر ہم تعزیت پیش کرتے ہیں۔‘‘

جناب احمد کٹھراؤ ایڈمنسٹریٹر جمعیۃ علماء زامبیا ومسلم دینی کونسل نے اپنے تعزیتی مکتوب میں لکھا ہے کہ: ’’حضرت مولانا واقعتاً ایک عظیم عالم دین تھے۔ وہ نہ صرف ہندستانی مسلمانوں کے عظیم رہنما تھا بلکہ دنیا کے مسلمانوں کے ہر دلعزیز قائد تھے۔ مولانا کی قربانیاں اور مساعی جمیلہ بے شمار و بے مثال ہیں۔ اس عزم وارادے کی شخصات شاذ ونادر ہی پیدا ہوتی ہے۔‘‘

جناب مولانا عبداللہ صاحب سورتی نے تحریر فرمایا: ’’حضرت مولانا نے اپنی ساری زندگی قوم کی خدمت کے لیے جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے وقف کر رکھی تھی۔ ملک وملت کے لیے حضرت مرحوم کی گونا گوں خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔‘‘

پروفیسر نعیم احمد خاں صاحب صدر تنظیم اساتذہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے تعزیتی مکتوب میں تحریر فرمایا: ’’امیر الہند حضرت مولانا سیّد محمد اسعد مدنی کا سانحۂ ارتحال ملت اسلامیہ کے لیے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ ایسی عبقری شخصیات کی کمی کا احساس ہمیشہ باقی رہتا ہے۔ مولانا کا فیض ملت اسلامیہ کے لیے ہمیشہ عام رہا۔ مختلف جہات سے امت مسلمہ پر ہونے والے حملوں کو آپ نے ہمیشہ روکا۔ آپ نے ہندوستانی مسلمانوں کی ہر نازک مرحلہ پر رہنمائی فرمائی۔ خواہ مسلم پرسنل لا کے معاملات ہوں، حقوقِ نسواں کی بات ہو یا پاکستان کے سماجی واقتصادی استحکام کا قضیہ ہو، آپ ہر جگہ پیش پیش رہے۔‘‘

حضرت اقدس مولانا اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ وفات پر چند اہم شخصیات کے دلی تاثرات پیش کیے گئے۔ ملک کی اہم سیاسی، علمی، دینی اور تنظیمی شخصیات، ذمہ دارانِ مدارس اسلامیہ و جمعیۃ اور برادرانِ ملک کے سربراہان و نامور شخصیات اور اداروں کے ذمہ داران کی طرف سے تعزیتی فیکس، انٹرنیٹ اور سادی ڈاک سے تعزیتی خطوط اور فن پر تعزیتی تاثرات اتنی بڑی تعداد میں موصول ہو رہے ہیں کہ ان محدود صفحات میں ان سب کا مختصر خلاصہ بھی پیش کرنا ممکن نہیں ہے:

سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے

ہم کو تڑپائیں گی تیری قربانیاں

قاری محمد فرمان میرٹھی
استاذ جامعہ عربیہ
خادم الاسلام، ہاپوڑ

الوداع ، الوداع شیخ اسعد میاں
ہم سے رخصت ہوئے آج اسعد میاں
ہوگیا تیرے جانے سے سُونا جہاں
الوداع ، الوداع ، شیخ اسعدؒ میاں

آپ کی ذاتِ اقدس ہے سب پر عیاں
آپ کے فیض کو کر رہے ہیں بیاں
جن و اِنس و ملک کائناتِ جہاں
الوداع ، الوداع ، شیخ اسعدؒ میاں

کس قدر ملک و ملت پہ احسان ہیں
ہم قیادت پہ تیری ثناخوان ہیں
ہم کو تڑپائیں گی تیری قربانیاں
الوداع ، الوداع ، شیخ اسعدؒ میاں

شیخِ اسلام کے جانشین آپ تھے
کاروانِ حسینی کی پہچان تھے
گلشنِ قاسمی کے تھے تم پاسبان
الوداع ، الوداع ، شیخ اسعدؒ میاں

ہاں کسی نے اگر ہم کو رُسوا کیا
آپ نے قوم و ملت پہ احسان کیا
آپ میں اس قدر تھی شجاعت عیاں
الوداع ، الوداع ، شیخ اسعدؒ میاں

تھا منوّر جہاں تیرے انوار سے
تجھ کو نسبت ملی شاہِ ابرار سے
شیخ و مرشد پہ اسعدؒ بڑے مہرباں
الوداع ، الوداع ، شیخ اسعدؒ میاں

تم تھے شیریں ذہن تم تھے شیریں سخن
باغباں چل بسے اور یہ سُونا چمن
ہر کلی آج رو کر کرے یوں بیاں
الوداع ، الوداع ، شیخ اسعدؒ میاں

کتنے غمگین محمود و مسعود ہیں
ہاں محمد و احمد و مودود ہیں
بھائی اسجد و ارشد و خرد و کلاں
الوداع ، الوداع ، شیخ اسعدؒ میاں

آج مغموم ہیں گلشن ناظری
جس چمن میں ہوئی بارہا حاضری
خوب تشریف لاتے تھے اسعد میاں
الوداع ، الوداع ، شیخ اسعدؒ میاں

ہوگا آقا کا فرمان نکیرین سے
جا کے بتلاؤ تم قرۃ عین سے
آئے ہیں ہم بھی اُٹھ جاؤ اسعد میاں
الوداع ، الوداع شیخ اسعدؒ میاں

مواعظ و خطابات فدائے ملتؒ

دین اور حاملینِ دین کا مقام

دارالعلوم حقانیہ میں مولانا محمد اسعد مدنیؒ کا خطاب

ضبط وتحریر: حافظ محمد ابراهیم فانی مدرس جامعہ حقانیہ

مورخہ ۷/دسمبر بروز بدھ شیخ الاسلام والمسلمین مجاہدِ حریت، اسیرِ مالٹا مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے خلف الصدق، جمعیۃ علماء ہند کے صدر اور رابطہ عالمِ اسلامی کے کے ممتاز رکن مولانا سیّد اسعد مدنی دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ رات کو انھوں نے بعد نمازِ عشاء دارالعلوم کی وسیع جامع مسجد میں طلبائے دارالعلوم سے ایمان پرور خطاب فرمایا جو کہ انہی کے الفاظ میں نذرِ قارئین ہے۔ (فانی)

خطبۂ مسنونہ

ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحاً وقال اننی من المسلمین.

حضراتِ گرامی قدر! مولانا مجاہد صاحب نے پشتو میں جسے میں نہیں سمجھتا، تقریر فرمائی ہے اور اس نے خدا ہی جانتا ہے کیا کہا ہوگا، مجھ جیسے نا اہل کو والد صاحب اور حضرات اسلاف کے ساتھ جوڑا، کوئی مجھے اچھا کہے یا برا کہے لیکن مجھے یہ ڈر لگتا ہے کہ کہیں میری تعریف ان حضرات اسلاف کی تنقیص تو نہیں، مولانا کی تقریر کو مبالغہ آمیز، شاعری سمجھو، آپ دھوکہ میں نہ پڑیں:

چوں اکذب اوست احسن اوست

مجھ پر کسی کو قیاس نہ کریں، میں تو بالکل ہی نا اہل ہوں، دوسری بات ہندستان کے مسلمان ہوں یا ان کی خدمت اور ان کی اگر خدمت کرتا ہوں تو یہ میرا کمال نہیں بلکہ محض اللہ کا فضل و کرم ہے۔ اللہ ہماری بھول چوک اور غلطیوں کو معاف فرمادے۔ اس میں تعریف کی کوئی وجہ میری سمجھ میں نہیں آتی۔ (درمیان میں کسی نے رقعہ دیا کہ عربی میں تقریر فرمائیں، اس کے جواب میں آپ نے عربی میں فرمایا) کہ فارسی عربی پڑھی ہے لیکن مشق نہیں کی۔ اگرچہ عربی سبب اختصارِ کلام ہے، باوجود عربی پر قادر ہونے کے اس کی دلداری کے لیے معذرت کرتا ہوں۔

محترم بزرگو! میرے لیے یہ بات شرف کی ہے کہ میں مولانا (شیخ الحدیث مولانا عبدالحق) صاحب کی ملاقات کے لیے مدرسہ حاضر ہوا اور آپ کے ساتھ بھی ملاقات ہوئی۔ طلبائے کرام اللہ کا دین حاصل کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ پورے عالم کا مالک اللہ ہے اور یہ دنیا چند روزہ زندگی کا نام ہے۔ یہاں آج تک نہ کوئی ہمیشہ رہا ہے اور نہ رہے گا۔ جو بھی یہاں آیا، جانے کے لیے آیا، ہر قسم کے لوگ یہاں آئے اور جو آتا ہے اس کی یہی خواہش ہے کہ اب اسے نہ چھوڑا جائے، لیکن کسی کی تدبیر نہیں چلتی، جو بھی آیا گیا، ہم کو بھی ایک دن جانا ہے، یہ دنیا مزرعۃ الآخرہ ہے۔ انسان کو یہاں اس لیے بھیجا گیا کہ وہ اللہ کے ابتلاء اور امتحان سے کامیاب گزرتا ہے یا ناکام۔ اگر ہم آخرت کی زندگی کو سامنے رکھ کر اس کی تیاری کریں اور دنیا میں کھو نہ جائیں تو اس امتحان میں کامیاب اور فائز ہوں گے لیکن اگر دنیا ہی کو مقصد بنا لیں اور آخرت کو بھول جائیں تو پھر ناکام ہو جائیں گے، فیل ہو جائیں گے، اس کا درجہ گر جائے گا، جو راستہ اس دنیا کی زندگی کو کامیاب کرنے کے لیے ہے، اسے شریعت کہا جاتا ہے۔ اللہ نے وہ راستہ تجویز کیا اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے وہ راستہ بتایا۔ بس ڈیوٹی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انجام دیا جو آپ کا فرض منصبی تھا، اس کی تیاری تمرین مشق اور اس کے علم حاصل کرنے کے لیے آپ یہاں اپنے گھر بار چھوڑ کر جمع ہوئے ہو۔

آپ کا مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرض منصبی کو ادا کرنے کے لیے تیاری کرنا ہے۔ صلاحیت پیدا کرنا ہے۔ استعداد پیدا کرنا ہے۔ اس لیے آپ کو اس مقصد کو پس پشت نہیں ڈالنا چاہیے، اور اس کی ذمہ داریوں کے قابل بننے کی کوشش کرنی چاہیے، اگر آپ اس تیاری سے غافل ہو جائیں اور اس مقام کے اہل بننے کی کوشش نہ کریں اور اپنا مقصد اس فرض منصبی کے بجائے خس وخاشاک بنالیں، گندگی کے ڈھیر بنالیں، مال و دولت کو بنالیں تو پھر یہ مقام کی اہانت ہوگی، توہین ہوگی، اس کو گرانا ہوگا۔

جہاں تک رزق کا تعلق ہے، اللہ نے اس کا وعدہ کیا ہے، ہم میں سے ہر ایک کو ماں کے پیٹ میں رزق دیا اور جب تک کمانے کے قابل نہیں ہوئے وہ دیتا ہے، تو ہم جیسے ایسے حیوانات کو جو کچھ نہیں کر سکتے، پتھروں کے اندر جنگلوں میں، پانی میں، سمندر میں اور دریاؤں میں اللہ رزق دیتا ہے۔ ربوبیت ہے، اس کی شان ہر ایک کی شان کے مطابق، ضرورت کے مطابق دیتا ہے، جب تک ہم غافل تھے، بے خبر تھے اور خدا جانے کیسے کیسے حال میں تھے۔ تب تک وہ دیتا رہا اور جب ہم اس کی ڈیوٹی، اس کا کام، اس کا حکم بجالائیں گے اور زندگی کو اس کے کام میں لگائیں گے تو وہ بند کر دے گا، اور رزق نہیں دے گا اور اگر ہم اس کے کام سے غافل ہو کر دنیا کو مقصود بنالیں تو وہ رزق دے گا۔ یہ شیطانی غلبہ اور وسوسہ ہے، تنہا وہ سب کچھ دینے، دلوانے والا ہے۔

سارے عالم کو دیتا ہے، اس کے دین کے خادم جو ہوں گے، ان کو وہ نہیں دے گا، یہ شیطان کا وسوسہ اور خیال ہے، رہی یہ بات کہ کتنا دے گا، کیسے دے گا، اور مشکل کوئی پڑے گی یا نہیں پڑے گی تو یہ ہر لائن میں ہوتی ہے اور جس سے تعلق ہوتا ہے، پاس خاطر ہوتا ہے، توجہ ہوتی ہے، اسی کو چھیڑا جاتا ہے، اسی کو تکلیف دی جاتی ہے، اسی کے ساتھ کبھی کوئی کام ایسا کام، ایسی چیز پیش آتی ہے جو بظاہر تعلق کے مقتضی کے خلاف ہو اور جس سے مغائرت ہوتی ہے۔ اس سے آدمی کبھی کوئی بات نہیں کرتا ہے۔ اگر کسی کے پاس کپڑے ہوں، پانچ جوڑے، ایک ان میں سے زیادہ عمدہ اور پسندیدہ ہو تو وہ ان پانچ میں سے اسی ایک جوڑے کو بار بار پہنے گا، جو اسے زیادہ پسندیدہ ہے، وہ زیادہ استعمال ہوگا، تو میلا بھی زیادہ ہوگا، اور جو میلا زیادہ ہوگا، اس کو دُھلوایا بھی زیادہ جائے گا اور جب وہ دُھلنے کے لیے جائے گا تو وہ اُٹھایا جائے گا، رکھا جائے گا، پٹکا جائے گا، رگڑا جائے گا اور اس پر لوہے کی استری کی جائے گی، اس کو تہہ لگائے جائے گی اور بار بار پہنا جائے گا۔ (نعرہ ہائے تکبیر وتحسین)

جس سے تعلق ہوتا ہے، اسی کو تکلیف دی جاتی ہے اور جو غیر ہے اس سے توقع نہیں، اس سے مناسبت نہیں جس سے قرب نہیں اس کو کوئی کیا کہے گا اور جس سے کوئی مناسبت ہوگی اس کو تکلیف دی جائے گی، اس کی دلیل آقائے نامدار سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل او کما قال علیہ السلام.

حضورؐ فرماتے ہیں کہ دنیا میں سب سے زیادہ مصیبتیں اللہ کے نبیوں کو آتی ہیں۔ سب سے زیادہ اشدالناس بلاء تو انبیائے کرام ہیں اس عالم میں مخلوقات میں سب سے زیادہ بلائیں اور مصیبتیں پیش آئیں، افتاد پڑی اور جو جتنا ان جیسا ہوگا، امثل ہوگا، زیادہ مثلیت پائی جائے تو انھیں بھی زیادہ مصیبتیں پیش آئیں گی۔

تو بھائی یہ اصول ہے، یہ قاعدہ ہے، یہ جو اشدالناس بلاء ہے کیا اللہ تعالیٰ ان کو ناز ونعمت، عیش وعشرت نہیں دے سکتا، یہ تو کفارِ مکہ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر اللہ کے رسول ہیں تو چھت سونے کی اور دیواریں اور پہاڑ سونے کی کیوں نہیں بنا دیتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے پیچھے فرشتے کیوں نہیں اُترتے، اور آپ بھوکے کیوں ہیں، ہم اولادوں والے، مال والے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ نہیں، فاقے ہیں، ان کی عقل سے یہ بات باہر تھی کہ جس سے محبت ہوتی ہے، اسے ستایا جاتا ہے اور جس سے محبت نہیں ہوتی اسے کوئی کیا ستائے۔

تو بھائی! اگر تکلیف کوئی دنیا میں آتی ہے تو دینداروں کو، خادمین دین کو، تو یہ عدمِ قبولیت کی علامت نہیں بلکہ قبولیت کی علامت ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لقد اخفت فی اللہ ولا یخاف احد لقد اُذیتُ فی اللہ ولا یوذیٰ احد او کما قال علیہ السلام.

بھائی یہ ایذا اور تکلیف یہ کبھی محبت کی علامت ہوتی ہے، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اگر استقامت ہو، صبر وشکر ہو تو یہ خیر ہی خیر ہے اور ناشکری، ناسپاسی، رونا دھونا اور تمام خرافات اور بے صبری ہو تو یہ مصیبت ہے۔ اللہ سے تعلق رکھنے والوں کو اللہ کے عشاق اور محبوب لوگوں کو اس میں لطف آتا ہے، مزہ آتا ہے، انھیں راحت سے اتنا مزہ نہیں آتا جتنا مصیبت میں آتا ہے۔ حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کو جس دن کوئی فاقہ یا پریشانی یا مصیبت نہ آتی تو رویا کرتے کہ میرا محبوب آج مجھے بھول گیا۔

تو میں بات کہہ رہا تھا کہ وہ رازق ہے سارے عالم کا تو اسے اپنے دین سے دشمنی نہیں ہے کہ دین کے خادموں کو بھوکا رکھے۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ مصیبت اور مشکل پیش آئے اور یہ ہوتا ہی ہے۔ تعلق کی بھی علامت ہوسکتی ہے، بے تکلفی کی علامت ہو، ایسی بات غلط ہے تو اس لیے اور دنیا میں کوئی ڈھونڈ کر نکالا نہیں جاسکتا، جسے پریشانی اور مشکل نہ ہو، مختلف احوال، مختلف صورتیں، مختلف درجے سب کا غم الگ الگ ہے، کسی کا کچھ، کسی کا کچھ اور کسی کا کچھ۔ ہر آدمی کو سامنے رکھو۔ اگر آپ جا رہے ہیں، سفر کر رہے ہیں، وقت پر پہنچنا ہے اور راستے میں کوئی آپ کو گالی دے رہا ہے، تو آپ گالی کی وجہ سے جانا نہیں چھوڑتے، اگر آپ کو سواری میں بیٹھنے کی جگہ نہیں ملتی تو آپ سفر نہیں چھوڑتے، اگر آپ کو کوئی اور قسم کی دقت پیش آئی تو کام کی عظمت اور ضرورت جو ہے وہ آپ برداشت کر کے اگلی طرف دیکھنے دیتی ہے۔ اسی طریقے سے یہ جو احوال زندگی میں پیش آتے ہیں ان کی وجہ سے اصلی کام کو بھول جانا، یہ انسان کی بہت بڑی غلطی اور حماقت ہے۔ اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس لیے کام سے کام ہونا چاہیے۔

سو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا بڑا اشرف عطا فرمایا ہے۔ آپ یقین جانیں کہ جس طرح اللہ نے آپ کو انسان بنایا، آپ کے اختیار میں نہیں، خدا نے بنایا، مکھی نہیں بنایا، پتھر نہیں بنایا، درخت نہیں بنایا، جانور نہیں بنایا، گدھا، کتا، سانپ، بلی، بچھو نہیں، انسان بنایا، اپنی مہربانی سے، پھر انسان بنا کر آنکھیں دیں، اندھا نہیں بنایا، کان دیئے، بہرہ نہیں بنایا، زبان دی گونگا نہیں بنایا، ہاتھ دیئے لنڈا نہیں بنایا، پاؤں دیئے لنگڑا نہیں بنایا اور یہ سب کچھ دینے کے بعد اپنی مہربانی سے مسلمان کے گھر پیدا کیا، ایمان دلایا، اگر کسی کافر کے گھر پیدا کر دیتا تو ایمان حاصل کرنے کی توفیق ضروری ہوجاتی، سمجھ لیتے، اختیار کر لیتے، یہ کوئی ضروری نہیں اور آج بھی اس کی مہربانی ہے کہ اس نے دل ودماغ کو ایمان پر قانع اور راضی کر رکھا ہے۔ اس کی شان بے نیازی بڑوں بڑوں کو اس نے دھتکارا ہے، بڑے بڑے مسند والے، بڑے بڑے علم وفضل والے، اس کی شانِ بے نیازی کے سامنے ٹھوکر کھا کر ایمان سے محروم ہوئے ہیں۔

ایک بزرگ کا قصہ مشہور ہے۔ میں نے تو حضرتؒ سے سنا ہے کہ وہ مکہ

مکرمہ میں مطاف میں دیکھے تھے۔ ایک آدمی نماز پڑھتے، دعائیں مانگتے، طواف کرتے، ہر حالت میں روتے، اور جب ایمان پر خاتمہ کے لفظ پر آتے تو بلک بلک کر تڑپ تڑپ کر بے صبر ہو جاتے۔ ایک دن، دو دن، تین دن، ہمیشہ یہی حالت، آخر کوشش کر کے اسے ایک دن پکڑا، بھائی! ایمان پر خاتمہ تو ہر ایک کے لیے ضروری ہے اور سبھی مانگتے ہیں اور خدا کے فضل کے علاوہ کوئی صورت اس کے حاصل کرنے کی نہیں، لیکن تیرا یہ حال کیوں ہے؟ بس زبان پر ایمان کے خاتمہ کا لفظ آیا، اور تو بالکل بے قابو ہو جاتا ہے، بات کیا ہے؟

اس نے کہا۔ جاؤ جاؤ اپنا کام کرو، میں کسی کو نہیں بتاتا۔

نہیں بھائی! بتاؤ تو سہی۔

ارے بھائی جاؤ، تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔ وہ لپٹ گئے نہیں مانتے۔ جب بہت گھیرا تو کہنے لگے کہ ہمارا خاندان اس مسجد حرام کا مؤذن ہے۔ پہلے سے ہم لوگ مؤذن ہیں۔ اور میں بھی مؤذن ہوں اور میرا بڑا بھائی جو اس مسجد کا مؤذن تھا، جب اس کے انتقال کا وقت آیا تو اس نے کہا قرآن لاؤ۔ اس کے لیے قرآن لایا گیا اور العیاذ باللہ العیاذ باللہ اس نے قرآن اُٹھا کر پھینکا اور مرگیا۔

یہ منظر ہم لوگوں نے دیکھا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو اس دن سے مجھے یاد آ آ کر کہ حرم پاک کا مؤذن، اور یہ کیا مرتے وقت پڑھتا ہوں، مجھے سکون نہیں ہے، کیا ہوگا میرا۔ میرے بھائی کا یہ حشر ہوا، میرا کیا ہوگا، بڑی مصیبت اور پریشانی ہے، اس لیے روتا ہوں کہ یا اللہ مہربانی کر۔

وہ بزرگ کہتے ہیں کہ مجھے یہ سن کر فکر ہوگئی کہ دیکھوں اس کا رونا آتا ہے یا نہیں۔ کہتے ہیں کچھ دن گزرے کہ اسے میں نے دیکھا نہیں تو میں نے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے۔ معلوم ہوا کہ بیمار ہے۔ میں جانے لگا اس کی مزاج پرسی کے لیے اور کئی دن جاتے جاتے ایک دن معلوم ہوا کہ طبیعت زیادہ خراب ہے، یہاں تک کہ اس کی موت کا وقت آیا۔ اس کے اعزہ جمع ہیں، میں بھی ہوں، اس نے کہا قرآن لاؤ، تو آدھے آدمی انا للہ پڑھ کر اُٹھ بیٹھے، اس کا بھی معلوم ہوتا ہے کہ قصہ خراب ہے۔

پھر اس نے کہا نہیں گھبراؤ مت لاؤ، لاؤ۔ جب لائے تو اس نے ہاتھ میں لیا اور سر پر رکھا اور چوما، سینے پر رکھا اور کہا گواہ رہو، اللہ ایک ہے، یہ اللہ کا کلام ہے اور کلمہ پڑھتے ہوئے دنیا سے چلے گئے۔

بھائی! اس کے یہاں کچھ نہیں چلتا، اس کے یہاں چلتی ہے عاجزی، اس کے یہاں چلتی ہے انکساری، وہ شخص بچ نہیں سکتا جو اپنے آپ کو بڑا کہے، بڑا بتائے اور بڑا دِکھائے، کس کی بڑائی ہے جو خدا کے سامنے بڑا شمار ہو۔

حدیث قدسی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کہتا ہے:

الکبریاء ردأی فمن ناز عنی فی ردأی کببتہ فی النار او کما قال علیہ السلام۔

جو تکبر اختیار کرے، چاہے وہ علم کا ہو، چاہے وہ بزرگی کا ہو، چاہے وہ پیری کا ہو، چاہے وہ سیادت کا ہو، کسی قسم کا ہو، اس سے اللہ نے جنگ مول لی اور اسے کہیں پناہ نہیں ملتی۔ بھائی اس کے ہاں کوئی کسی کا کچھ نہیں چلتا۔ عاجزی ایسی چیز ہے کہ اس کا کوئی جواب نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ فرماتے ہیں:

انا عند المنکسرۃ قلوبھم جن کے دل ٹوٹے ہوئے ہیں جن کا کوئی سہارا نہیں، اللہ ان کے ساتھ ہے۔

بھائی! میں بھٹک بھٹک کے چلا جاتا ہوں، میرا کوئی موضوع نہیں، میں تو عرض صرف اتنا کر رہا تھا کہ وہ بہت بے نیاز ہے، صرف اس کی مہربانی ہے جو کچھ ہم کرتے ہیں، کچھ اللہ کو نہیں چاہیے، یہ تو اپنے لیے تیار کرتے ہیں۔ اس کے دربار کے جب قابل ہو تب اس میں شرکت ہو اور جب ریا ہو جائے اور جب صنع ہو جائے اور جب تکبر ہو جائے تو پھر اس میں شیطان خبیث شریک ہو گیا۔ نفس شریک ہو گیا، اللہ کو وہ عمل بالکل منظور نہیں۔

دنیا میں جو چاہے، اس لیے بھائی اللہ تعالیٰ تو عاجزی پسند کرتا ہے، انکساری عاجزی اپنے فضل و کرم سے وہ عطا کرتے ہیں، کسی بندے کو، اس سے بڑی دولت، اس سے بڑی کامیابی اور کام کرنے والی چیز کوئی نہیں۔ تمام جتنی برائیاں ہیں، جتنے تکبر کے سامان ہیں، سب شیطانی دولت ہے۔ سب نفسانی خواہش ہے، سب جہنم کا سامان ہے، اس میں کوئی چیز حقیقت نہیں۔

بھائی کیا ہے، جن چیزوں پر شیطان غرور کرتا ہے، ان میں سے کوئی چیز اپنی نہیں، اگر ہے بھی کچھ تو سب اللہ کا ہے، پرائی دی ہوئی چیز پر انسان تکبر کرے، اس سے بڑی حماقت کیا ہے، تو خیر میں بہت دور چلا گیا، میں تو صرف اتنا عرض کر رہا تھا، آپ حضرات پر اللہ کا کرم ہے کہ اس نے آپ کو یہاں اپنے فضل و کرم سے منتخب کیا ہے۔ دین کے لیے، اگر اس کی مہربانی نہ ہو تو یہ دل دین پر کھل نہیں سکتا۔ ایمان قبول کرنا یہ بھی اللہ کے کرم کی بات ہے۔

افمن شرح الله صدرہٗ للسلام فھو علی نورٍ من ربّہ. یہ اللہ کا کرم ہے، بہت بڑا کرم ہے، اسی طریقے سے جس طرح وہ ایمان کے لیے شرح صدر فرماتا ہے، مہربانی کرتا ہے، دولت سے نوازتا ہے، اسی طرح اس کی مہربانی کی بات ہے کہ وہ دین کی خدمت کے لیے دل و دماغ کو تیار کرتا ہے، قلب میں بیج ڈالتا ہے، دین کا اور دین کی خدمت کا، ہم پر اور آپ سب پر اس کا شکر واجب ہے، اور اس کے حق کو ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، تو بھائی اتنی بڑی مہربانی، کرم عنایت اور اجتبا کے بعد پھر اس سے گر کر دنیا کو مقصود بنا لینا جب کہ دنیا کسی کی نہیں، ہمیشہ اپنے صاحب کو دھوکہ دیا، برباد کیا، اسے اپنا مقصود بنا لینا اس سے بڑی ناکامی نہیں۔

اس لیے بھائی! اللہ نے جس مقام پر پہنچایا اس کا حق ادا کرو، دین کی خدمت کرو، تو پھر اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا اور تمھیں انشاء اللہ عزت ملے گا اور اجر و ثواب ملے گا۔

○○

زندگی اور اس کے تمام مشاغل کا مقصد رضائے الٰہی ہونا چاہئے

دارالعلوم حقانیہ کے طلباء سے صاحبزادہ شیخ الاسلام مولانا اسعد مدنیؒ کا خطاب

مرسلہ: **حسیب اللہ**

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد اسعد مدنیؒ سفرِ حجاز سے واپسی پر مختصر دورہ پر احباب اور متوسلینِ شیخ کی خواہش اور تقاضوں پر چند دن کے لیے پاکستان تشریف لائے، کراچی سے دین پور، ملتان، سرگودھا، راولپنڈی ہوتے ہوئے ۲۲/مارچ اتوار کی شام کو دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ تمام طلباء واساتذۂ دارالعلوم چشم براہ تھے۔ یہاں سے آپ مولانا عزیر گل صاحبؒ اسیرِ مالٹا کی زیارت کے لیے سخاکوٹ چلے گئے۔ دوسرے دن بروزِ پیر حسبِ پروگرام واپسی پر بعد از نمازِ عصر دوبارہ دارالعلوم تشریف لائے۔ مشتاقانِ دید کا ایک جمِ غفیر جو طلباء واساتذۂ دارالعلوم کے علاوہ دور دراز سے آئے ہوئے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے تلامذہ علماء معتقدین پر مشتمل تھا، دارالعلوم سے باہر دیدہ ودل فرشِ راہ کیے کھڑا تھا۔ حضرت صاحبزادۂ گرامی قدر نے تمام طلباء اور حاضرین سے مصافحہ کیا اور اس کے بعد دارالعلوم کے مختلف شعبوں کو سرسری دیکھا۔ شام کی نماز معزز مہمان کی اقتداء میں پڑھی گئی۔ نمازِ مغرب کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے مختصر تقریر میں حضرت مولانا کی تشریف آوری پر خداوند کریم کا شکر ادا کرتے ہوئے مولانا کا نہایت مؤثر الفاظ میں خیر مقدم کیا اور اس ضمن میں حضرت مدنی مرحوم کے کمالات ظاہری ومعنوی کو بیان کرتے ہوئے مولانا اسعد مدنی کی بلند ہمتی، جذبۂ عمل اور علمی وعملی کمالات پر خوشی ظاہر کی جس کے جواب میں قابلِ احترام مہمان نے حسبِ ذیل مختصر بصیرت افروز خطاب سے حاضرین کو نوازا......................(ادارہ)

نحمدہ و نصلی...... الخ.

معزز حضرات علماء کرام وطلباءِ عزیز! میں ایک غیر ملکی ہوں، اس لیے مجھ جیسے آدمی کو کسی بھی تقریر وغیرہ سے بہت احتیاط مناسب ہے۔ میں نے پچھلے سفر میں اس بات کی کوشش کی ہے کہ ایسا کوئی موقع نہ آئے، مثلاً ملتان میں جلسہ کا اعلان ہوا، میری بے خبری میں پوسٹر میں میرا نام بھی چھاپ دیا گیا، بڑے پارک میں ہزاروں کا مجمع تھا، مگر میں جمعہ کی نماز پڑھ کر بظاہر بہت نامناسب طریقہ سے وہاں چلا آیا۔ اس لیے میرے لیے مناسب ہے کہ کسی بھی اجتماع سے تقریر یا خطاب نہ کروں۔ یہاں سب مجمع اہلِ علم اور طالب العلم بھائیوں کا ہے اور ان سے خطاب کرنا تو مجھ جیسے طالب العلم کے لیے اور بھی نامناسب ہے۔

حضرت مولانا (شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ) نے مجھ جیسے ناکارہ کے بارے میں نہ معلوم کن وجوہ سے حسنِ ظن کا اظہار فرمایا، آپ طلبہ حضرات کی طرح مجھے بھی حضرت مولانا مدظلہم سے (دیوبند میں) شرفِ تلمذ حاصل ہے اور حوصلہ افزائی اور ذرّہ نوازی ہوتی ہے۔ مجھ جیسے ناکارہ کے بارے میں بھی غلو کرتے ہیں تو تکلیف ہوتی ہے۔ بہرحال یہ ان حضرات کا حسنِ ظن ہے۔ ورنہ مجھ جیسے شخص کو حضرت مدنیؒ سے کچھ بھی نسبت نہیں ہوسکتی، اس لیے حضرت مدنیؒ مرحوم کو مجھ پر قیاس نہ کریں، دنیا سے سب کو جانا ہے دنیا کا کام چلتا رہے گا، جیسے جیسے خیر اُٹھتا جاتا ہے، شر بڑھتا جاتا ہے، لوگ غلو بھی کرتے ہیں، محبت میں اور شہرتیں بھی ہوجاتی ہیں، ورنہ کسی کے بس میں نہ لینا اور نہ دینا ہے۔ سب کچھ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جس طرح چاہتا ہے کرتا اور کرواتا ہے، دیتا اور دلاتا ہے، سب اس کے قبضہ کی چیز ہے، وہ جس چیز کو چاہے بڑھا دیتا ہے، حسنِ ظن کروا دیتا ہے اور اگر ان کی پردہ پوشی نہ ہوتی تو ہم جیسوں کو تو شاید کتّے سے بھی برا سمجھ لیا جاتا۔

بہرحال ایک ہی بات عرض کرنی ہے، جو میرے لائق تو نہیں کہ عرض کروں کہ آپ حضرات خود طلباءِ علم ہیں، علومِ الٰہیہ سے اپنے آپ کو وابستہ کیا ہے اور اس کا یہی مطلب سمجھنا چاہیے کہ آپ اس مقصد میں اپنی زندگی بھی صرف کریں، قیاس کا یہی تقاضا ہے، اگر اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمادے تو سب سے اہم چیز یہ ہے کہ زندگی کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہو، اگر اس کے علاوہ کوئی بھی چیز ہو تو سب ماسوا اللہ ہے اور کوئی بھی ایسی چیز مقصد بن جائے تو وہ ساری جدوجہد تمنا اور کوشش سب غیر اللہ کے لیے ہوگی اللہ کے لیے نہیں اور اس عالم میں سب مشاغل اور مصروفیات غیر اللہ کے لیے ہوجائیں گی اور جو بھی اللہ کے علاوہ مقصود بنے وہ کسی قابل نہیں آخر میں پچھتانا ہوگا۔

مجھے ایک واقعہ یاد آیا، اور حضرتؒ سے بھی سنا۔ درس میں بھی سنایا کرتے تھے کہ ایک بہت ہی بڑے ترکی محدث تھے، کبھی کبھی درد بھرے لہجے میں کہتے تھے کہ "چوبانع دُردی چالدی" ترکی جملہ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ چرواہا بانسری بجا کر چلا گیا۔ بہت حسرت کرتے اور روتے تھے، لوگوں نے بے تکلفی میں پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں اور یہ کہہ کر گریہ کیوں طاری ہوجاتا ہے؟ تو کہا کہ ایک شب میں جارہا تھا، کسی ساتھی نے کہا آثار سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ

آج رات شاید شبِ قدر ہے اور کہا کہ کوئی حسرت ہو تو آج رات دعا مانگ لی جائے۔ میں نے بھی آثار محسوس کیے تو میرے ساتھی نے اور میں نے اپنے لیے دعا مانگیں۔ صبح ایک دوسرے سے پوچھا کہ کیا مانگا تو ساتھی نے جو چرواہا تھا کہا کہ میں نے اللہ سے ایک ہی سوال کیا کہ الٰہ العالمین میرا خاتمہ ایمان پر فرما اور خود اسی بزرگ نے کہا کہ میں نے دعا کی کہ میرے حلقۂ درس سے کسی کا حلقہ بڑا نہ ہو۔ تو فرمایا کہ میں نے چرواہے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اللہ کا نام لے کر دنیا سے رخصت ہوا اور مجھے بھی علم کا ایک بہت بڑا حلقہ ملا کہ کسی کا حلقہ بھی مجھ سے بڑا نہیں، مگر معلوم نہیں کہ آخرت کا کیا بنے گا، اور اس شہرت سے مجھے کیا ملا۔ اس لیے مجھے حسرت ہے کہ وہ جاہل چرواہا کامیاب ہو گیا اور مجھے اپنے حالات کا علم نہیں۔ اس بات کا صدمہ ہے اور دل میں ہوک اُٹھتی ہے کہ دنیا سے کیسے اُٹھوں گا۔

تو میں عرض کرنا چاہتا تھا کہ کوئی عمل کسی درجہ کا بھی ہو، اگر اس میں رضائے الٰہی نہ ہو تو سب بیکار ہے اور اگر مقصد رضائے الٰہی بن جائے تو اس عمل کا بدلہ بھی کوئی عمل نہیں بن سکتا، اور یہ چیز خدا کے فضل سے ملتی ہے۔ اللہ کا فضل کسی پر ہوتا ہے، تب وہ پہنچتا ہے، لیکن کوشش سے اللہ کا فضل ہوتا ہے۔ ہمارا آپ کا کام اتنا ہے کہ ہم سے جتنی کوشش ہو سکے کریں وہ کسی کو محروم نہیں کرتا۔

محترم بھائیو! آپ حضرات تو علماء کرام ہیں، میں ایک پردیسی ہوں، نہ تقریر کر سکتا ہوں نہ مجھے کچھ آتا ہے، اتنا عرض ہے کہ اپنی زندگی کو خدا سے لگانے اور بنانے میں خرچ کرو، اگر ایسا کرو گے تو دنیا بھی دین بن جائے گی ورنہ خدانخواستہ خطرہ ہوگا کہ کہیں دین میں بھی دنیا نہ بن جائے۔

میں پھر ایک بار عرض کرتا ہوں کہ میں ایک طالب علم ہوں، نہ علم ہے نہ صلاح وتقویٰ ہے:

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

تو اس لیے میں آپ حضرات سے معذرت خواہ ہوں اور اس خلوص و محبت پر آپ سب کا شکر گزار بھی۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق دے اور ہمارے عیوب اور خرابیوں کو دور فرما دے، آمین! ■■

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور جامعہ حقانیہ سے تعلقِ خاطر

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کو برصغیر میں دیوبند ثانی کہا جاتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ نے اسے ''دارالعلوم دیوبند'' کا بیٹا قرار دیا ہے۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، دارالعلوم دیوبند میں مدرّس رہے۔ امیر الہند فدائے ملت مولانا اسعد مدنیؒ نے آپ کے قیامِ دیوبند میں آپ سے شرفِ تلمذ بھی حاصل کیا، پاکستان کے اسفار میں وہ اپنے استاذ سے ملاقات کو ضروری سمجھتے تھے، جب بھی پاکستان میں ان کا ورودِ مسعود ہوا، اپنے استاذ کی ملاقات کے لیے جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لاتے اور اپنے استاذ کی زیارت وملاقات سے تشفی اور روحانی فرحت وسرور حاصل کرتے۔

اپنے آخری سفرِ پاکستان بہ سلسلہ ڈیڑھ صد سالہ خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس میں شرکت کی غرض سے جب اساتذہ اور مشائخ اور اکابرینِ دارالعلوم دیوبند کے ہمراہ پاکستان تشریف لائے تو جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں بھی حاضری ضروری سمجھی۔ اپنے شیخ کے مزار پر حاضری دی، فاتحہ پڑھی، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ کے دولت کدہ پر اکابرینِ دیوبند کے ہمراہ ضیافت قبول فرمائی۔ اس موقع پر اساتذہ وطلبۂ دارالعلوم سے مفصل خطاب فرمایا اور زنان خانہ میں اپنے شیخ کے گھر کی خواتین کو گھنٹہ بھر خصوصی نصائح اور شرفِ بیعت سے نوازا۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ترجمان ماہنامہ ''الحق'' اور اس کے بانی و مدیر مولانا سمیع الحق سے بھی خصوصی تعلق خاطر رہا، جس کی نمایاں جھلک ان کے اپنے شیخ کے ہاں حاضری، جامعہ حقانیہ میں خطابات اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کے نام لکھے گئے خطوط میں دیکھی جا سکتی ہے، اسی سلسلۂ زرّیں سے متعلق خطوط، مضامین، خطبات اور مختلف مواقع پر لکھے گئے شذرات باذوق قارئین کی نذر ہیں۔ یقیناً آپ بھی حظِ وافر حاصل کریں گے۔ (ع ق ح)

اکابر دیوبند کا مشن اور اہداف

صد سالہ اجلاسِ دیوبند (۲۳/مارچ ۱۹۸۰ء) میں مولانا محمد اسعد مدنی کا خطاب

کریم الاحسانی

خداوند قدوس کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس تاریخی اجلاس میں شرکت کی توفیق بخشی۔ یہ دارالعلوم کی عمارت جسے آپ دیکھ رہے ہیں، یہ وہی جگہ ہے جہاں سے سیّد احمد شہیدؒ نے علم نبوت کی بو سونگھی تھی اور اس جگہ پیشاب کرنا بھی پسند نہیں کیا تھا۔ یہ کنواں جو آج بھی احاطۂ دارالعلوم مولسری میں آپ دیکھ رہے ہیں، یہ وہی کنواں ہے جس پر حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ مہتمم اوّل دارالعلوم نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ تقسیم کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

حرمین الشریفین میں ۷۰ سال سے دارالعلوم کے فیض یافتہ دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، کوئی جماعت، کوئی تنظیم، کوئی تحریک جو دین کی خدمت میں لگی ہوئی ہے، یہ دارالعلوم ہی کا فیض ہے۔ خدا کا فضل ہے کہ اس سرزمین کو کتاب وسنت کی تعلیم کے واسطے منتخب فرمایا۔ اس کی بدولت ہزاروں خاندان اسلام میں داخل ہوئے۔ جب بھی کوئی تحریک کسی بھی نام پر نمودار ہوئی کہ جس سے اسلام کو خطرہ ہوا، دارالعلوم کے سپوتوں نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اکابرینِ دیوبند نے ہمیشہ سچ کہا کبھی دین میں خیانت نہیں کی، نہ انشاء اللہ کی جائے گی، کبھی یہ نہیں سوچا کہ فلاں ناراض ہو جائے گا، کبھی کوئی رعایت نہیں کی، جان مال عزت، آبرو کی کوئی پرواہ نہ کی، اسلام کا حق ادا کیا اور اسی طرح کرتے رہیں گے۔

۱۹۴۷ء میں یہ فیصلہ کیا کہ یہی ملک ہمارا ہے ہم اسی ملک میں رہیں گے اور مسلمان بن کر زندہ رہیں گے، جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے دارالعلوم کے فیض یافتہ حضرات حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ مجاہد اور ان کے ساتھی سر پر کفن باندھ کر نکلے اور فیصلہ کیا کہ مسلمان بچہ بچہ کو مسلمان بنا کر اس ہندوستان میں زندہ وسلامت رکھیں گے اور عزت وآبرو جان ومال کی آخری لمحہ تک حفاظت کریں گے۔

حضرت مجاہدِ ملت سے کہا گیا کہ آپ اپنی اور بچوں کی حفاظت کریں ہر طرف خطرہ ہی خطرہ ہے، مولانا نے فرمایا کہ میں اس بات کو بہتر سمجھتا ہوں کہ میری لاش دوسرے مسلمانوں کے ساتھ خاک وخون میں پڑی ہو، اس سے کہ میں اپنے بچوں اور جان کو لے کر کسی پناہ گاہ میں چلا جاؤں جو کچھ ہوگا ایک ساتھ ہوگا۔ حاجی رشید صاحب دارالعلوم کی شوریٰ کے رُکن اور مفتی عتیق الرحمٰن صاحب اور میں مدینہ منورہ کے باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہا کب تک ہندوستان میں پڑے رہوگے۔ ایک نہ ایک دن تو آنا ہی پڑے گا، آج دیکھ لو، یہ دارالعلوم کا فیض ہے کہ ساری دنیا سے زیادہ اسلام ہندوستان میں زندہ ہے، مسلمان زندہ ہے، اور انشاء اللہ کسی کی طاقت نہیں ہے کہ ہم سے ہمارا دین چھین لے، ہم مرمٹیں گے، مگر دین کو نہ چھوڑیں گے، ہماری جان کی کوئی قیمت نہیں، دین کی قیمت ہے، دنیا کا کوئی ملک ہمارے مقابلہ میں دیندار نہیں۔

۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں ہزاروں جانیں ضائع ہو چکی تھیں، کروڑوں کا مال تباہ ہو چکا تھا، جمعیۃ علماء ہند کے اکابر جو دارالعلوم کے فیض یافتہ تھے، مولانا ابوالکلام آزاد سے لے کر نیچے تک کے لوگوں نے فیصلہ کیا کہ اگر آئندہ نسل کو مسلمان باقی رکھنا ہے تو گاؤں گاؤں اور گلی گلی میں مدارس کا جال پھیلا دو، خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ یہ تحریک مقبول ہوئی اور پورے ملک میں پچاس ہزار مدارس کا جال پھیلا ہوا ہے۔ جن میں گیارہ گیارہ بارہ بارہ مدرس دینی تعلیم کی خدمت انجام دیتے نظر آتے ہیں اور ہندوستان کے غریب مسلمان اس بوجھ کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

۱۹۴۷ء کے بعد عزت وآبرو جان و مال ہزاروں امتحانوں میں مبتلا ہوئے، مگر دین الحمدللہ اسی طرح باقی ہے اور باقی رہے گا۔ اللہ کا فضل ہے کہ دین کی خدمت کے واسطے ہمارے قدم آگے رہے ہیں اور آگے رہیں گے۔

تحریکِ قادیانیت میں حضرت علامہ مولانا انور شاہ صاحب کی آواز نے تہلکہ مچا دیا، ہزاروں وہ بستیاں جو قادیانی ہو چکی تھیں۔ اس فیض یافتۂ دارالعلوم کے طفیل میں اسلام میں واپس آ گئیں۔

دارالعلوم کے فیض یافتہ جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے اُٹھے اور ۱۶، ۱۶ لاکھ ان افراد کو جو مرتد ہو چکے تھے، اسلام میں واپس لائے، پیدل چل کر گئے، صعوبتوں کو برداشت کیا، مگر قدم پیچھے نہ ہٹا، اللہ کا فضل ہے، ہمارا سرمایہ خلوص ہے، للّٰہیت ہے، انابت الی اللہ ہے، ہمارا یہ اجلاس ترقی کا ذریعہ دنیا کے اعتبار سے نہیں، انہیں خصوصیات کا حامل ہے جن خصوصیات کو لے کر اس ادارہ کا قیام عمل میں آیا، وہ انابت الی اللہ۔

یہ دارالعلوم خالی ایک دینی درسگاہ ہی نہیں بلکہ یہ ایک تحریک بھی ہے۔''

(ماہنامہ الحق مئی ۱۹۸۰ء)

اشتہار

مدرسہ دارالعلوم حنفیہ، قصبہ بھاپ

اور

مدرسہ عربیہ قاسم العلوم، پرانی منڈی، گنگانگر

اشتہار

مدرسہ اسلامیہ عربیہ فیض العلوم، شری گنگا نگر

اور

مدرسہ امدادیہ پھلودی، جودھپور

اشتہار

مدرسہ جامعہ اسلامیہ باب العلوم، تالمیار

اور

مدرسہ مدینۃ العلوم، قصبہ آھو

اشتہار

جامعہ عبداللہ بن عباس، بھیّوں کی ڈھانی، جودھپور

اور

جامعۃ الھند العربیہ نورالاسلام، نوھر، ھنومان گڑھ

اشتہار

جامعہ اسلامیہ مرکز العلوم، سونگڑہ

اشتہار

جامعہ لطیفیہ سلطان پور

اور

مدرسہ حسینیہ اسعدیہ مدینۃ العلوم، دیوبند

شمالی ہند ضلع بجنور کا قدیم معروف دینی ادارہ

مدرسہ قاسمیہ عربیہ نگینہ

Photo\Qasmia Arabia Nagina-1.jpg not found.

مدرسہ قاسمیہ عربیہ جامع مسجد نگینہ ضلع بجنور یوپی انڈیا دینی درسگاہوں میں سے ایک قدیم ترین اور معتمد علیہ درسگاہ ہے جس کا سنگ بنیاد آج سے ایک سو چھتیس سال قبل قاسم العلوم و الخیرات حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کے ایماء پر ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۱ء میں رکھا گیا اور خصوصی نسبت کے ساتھ انھیں کے نام پر مدرسہ کا نام **قاسمیہ عربیہ** تجویز کیا گیا۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ، صاحبزادہ محترم مولانا سیّد اسعد مدنیؒ وغیرہ مدرسہ کو اپنی تشریف آوری، قلبی دعاؤں سے شرف بخشا ہے۔

ادارۂ ہٰذا تاریخ تاسیس سے لے کر اب تک برابر علوم اسلامیہ کی خدمات انجام دے رہا ہے اور ابنائے اُمت یہاں سے علوم فقہ اور حفظ قرآن کی روشنی لے کر ملک کے کونے کونے میں ضیاء پاشی کر رہے ہیں۔ فی الوقت ادارۂ ہٰذا کا عملہ ۲۵ اساتذہ وملازمین پر مشتمل ہے۔ طلباء کی مجموعی تعداد چھ سو سے زائد ہے۔ بیرونی امدادی طلباء کے لیے مطبخ جاری ہے جس میں ناشتہ، کھانے کے ساتھ ساتھ طلبہ کی دوسری ضروریات کا معقول انتظام ہے۔

تعلیمی شعبہ جات

(۱) درجہ تحفیظ القرآن الکریم (۲) ناظرہ قرآن کریم
(۳) درجات عربی وفارسی عالیہ (درسِ نظامی از سال اوّل تا سال چہارم)
(۴) شعبۂ افتاء (۵) درجہ فوقانیہ (جونیئر ہائی اسکول)
(۶) درجہ تحتانیہ (پرائمری) (۷) شعبۂ کمپیوٹر

اہلِ خیر حضرات سے تعاون کی خصوصی اپیل کی جاتی ہے

اپیل کنندگان

عبیدالرحمان مہتمم **مدرسہ قاسمیہ عربیہ**

جامع مسجد نگینہ ضلع بجنور (یوپی) انڈیا — فون: 01343-252160، 09319302748

مدرسہ فخر الاسلام شیرنگر مظفرنگر

Photo\Fakhrul Islam Sher Nagar-1.jpg not found.

اجمالی تعارف

مدرسہ اسلامیہ عربیہ فخر الاسلام کے بانی و مہتمم جناب حضرت مولانا ڈاکٹر جمال الدین صاحب قاسمی مدظلہٗ العالی کی دلی تڑپ اور قلبی لگاؤ، دیرینہ تمناؤں، جہدِ مسلسل اور سعی پیہم کے نتیجہ میں مورخہ ۶ رفروری ۱۹۸۷ء بروز جمعہ قدوۃ السالکین، حضرت حافظ عبدالستار صاحب نانکوی کے دست مبارک سے مدرسہ ہٰذا کا قیام عمل میں آیا۔ ماشاءاللہ یہ مدرسہ روزِ اوّل ہی سے باضابطہ اصلاحی کمیٹی (مجلسِ شوریٰ) کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ اس مدرسہ نے قلیل عرصہ میں تعلیمی، اصلاحی اور تبلیغی ہر اعتبار سے حیرت انگیز اور ہمہ جہت ترقی کی ہے جس کی ہلکی سی جھلک حسب ذیل ہے۔

تعلیمی شعبہ جات

● شعبۂ عربی للبنات از فارسی وعربی اوّل تا دورۂ حدیث شریف ● شعبۂ عربی لڑکوں کیلئے عربی اوّل تا عربی سوم ● حفظ قرآن مع تجوید وقرأت ● درجۂ ابتدائی نورانی قاعدہ بطرزِ ہردوئی وناظرہ قرآن کریم ● شعبۂ انجمن درسِ قرآن للنساء (جو عورتوں کیلئے مخصوص ہے) ● شعبۂ درسِ قرآن ● شعبۂ پرائمری تا جونیئر ہائی اسکول (سرکار سے منظور شدہ) ● شعبۂ دارالصنائع ● شعبۂ کمپیوٹر

انتظامی و مالی شعبہ جات

● اہتمام ● تعلیمات ● محاسبی ● تنظیم وترقی ● کتب خانہ ● مطبخ ● دارالاقامہ

مستقبل کے منصوبے

● مسجد ● ۱۵ کمروں کی تعمیر ● دفتر اہتمام ● غلہ گودام ● مہمان خانہ ● کتب خانہ

اپیل مدرسہ ہٰذا کا سرمایہ توکل علی اللہ اور آپ جیسے مخیّر حضرات کا تعاون ہے اس لیے تمام اہل خیر حضرات سے درخواست ہے کہ مدرسہ کی ہرممکن امداد فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ان اللہ لایضیع اجر المحسنین

مدرسۃ البنات

اسلامی معاشرہ کا ایک اہم جز ہماری خواتین بھی ہیں جن کی اصلاح اشد ضروری ہے، نیز وقت بھی اس بات کو زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ اگر ہماری ماں، بہن، بیٹیاں اپنے اندر اصلاح پیدا کرلیں تو ایک اصلاحی انقلاب رونما ہوکر بگڑے ہوئے معاشرہ کی اصلاح کرسکتا ہے، ان متقاضی حالات کے پیش نظر حضرت مہتمم صاحب کا رجحان تعلیم نسواں کی طرف مبذول ہوا اور بتوکل علی اللہ اس کا آغاز فرمایا، جس میں ماشاءاللہ سالِ فارسی سے لے کر دورۂ حدیث شریف تک طالبات تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ الحمدللہ فی الحال مدرسہ میں ۱۵ باصلاحیت معلّمین و معلّمات پر مشتمل عملہ مصروفِ عمل ہے جبکہ طلباء وطالبات کی تعداد ۵۵۰ سے متجاوز ہے۔

نوٹ: بیرونی طلباء کے قیام وطعام، علاج ومعالجہ، پاپوش وپارچہ کا مدرسہ ہی کفیل ہے۔

MADRASA FAKHRUL ISLAM
Sher Nagar, Muzaffar Nagar-251001
Ph. 0131-2660097, Mob. 9837626240

بینک اکاونٹ نمبر
8035
(وجیا بینک مظفرنگر)

ترسیل زر کا پتہ: مدرسہ فخر الاسلام شیرنگر، مظفرنگر - ۲۵۱۰۰۱ (یوپی) الہند

ckAkhbar\Number\ not found.

حنفیت اتباعِ سنت کا قابلِ فخر طریقہ ہے

دارالعلوم حقانیہ میں حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کا طلبہ سے خطاب

ضبط وتحریر: **مولانا عرفان الحق حقانی** مدرّس جامعہ حقانیہ

۱۱/اپریل ۲۰۰۱ء دارالعلوم حقانیہ کے لیے انتہائی مسرت اور سعادت کا دن تھا کہ اس کی مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے ایک جلیل القدر وفد جس میں دارالعلوم کے شیوخِ حدیث اور اساتذہ اور مہتممین حضرات شامل تھے، کی تشریف آوری ہوئی۔ اس طرح یہ خوشی اور بھی دوبالا ہوگئی جب فدائے ملت، جانشینِ شیخ العرب والعجم مولانا سیّد اسعد مدنیؒ امیر جمعیۃ علماء ہند نے بھی دارالعلوم حقانیہ کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے نوازا اور آپ نے مفصل خطاب فرمایا۔ اس موقع پر آپ کے ہمراہ مولانا فضل الرحمٰن مدظلہٗ بھی موجود تھے۔ مدیر "الحق" مولانا راشد الحق سمیع "خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس" کے اختتام پر پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت اس قافلے کو نمازِ مغرب کے بعد دارالعلوم حقانیہ لے آئے۔ دارالعلوم حقانیہ کے خدام، مشائخ، اساتذہ اور ہزاروں طلبہ نے سربکف سربلند دیوبند، دیوبند کے فلک شگاف نعروں سے ان کا جی ٹی روڈ پر پرجوش خیر مقدم کیا۔ ایوانِ شریعت (دارالحدیث) کے پرشکوہ اور وسیع وعریض ہال میں معزز مہمانوں کو لایا گیا۔ تمام ہال حاضرین اور عقیدتمندوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ دارالعلوم کے مہتمم واستاذِ حدیث مولانا سمیع الحق نے پرجوش استقبالیہ کلمات سے مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور دیوبند اور اکوڑہ خٹک کے تاریخی نسبتوں، سیّد احمد شہید کے اکوڑہ خٹک سے جہاد کے آغاز اور پھر جہادِ افغانستان میں دارالعلوم اور فضلاء کے مؤثر کردار پر روشنی ڈالی اور اکابر دارالعلوم دیوبند کی حقانیہ آمد کو اللہ کا عظیم احسان قرار دیا۔ اس موقع پر ان مشائخ نے تقریریں کیں اور دارالعلوم دیوبند کے حضرت شیخ الحدیث دام ظلہٗ نے حدیث پڑھ کر طلبہ کو خصوصی اجازت سے نوازا۔ ذیل میں جانشینِ شیخ الاسلامؒ امیر ملت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کا مفصل خطاب نذرِ قارئین کر رہے ہیں۔

خطبۂ مسنونہ کے بعد!

اطاعتِ الٰہی جس طرح اللہ کے حکم سے فرض ہے، بعینہٖ اسی طرح اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرض ہے۔

اَطِیْعُو اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا۔ اَطِیْعُو اللّٰہَ وَ اَطِیْعُو الرَّسُوْلَ، حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو اس کے رسول کا۔ وَمَن یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیْماً. اور جو کوئی کہنے پر چلا اللہ کے اور اس کے رسول کے اس نے پائی بڑی مراد۔ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَ مَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا. اور رسول تم کو جو کچھ دیں، وہ لے لیا کرو اور جس سے تم کو روک دیں تو تم اس سے رُک جایا کرو۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ، تو کہہ اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری راہ چلو تاکہ محبت کریں تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمھارے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی آیتوں سے یہ حکم ثابت ہے۔

منکرینِ حدیث:

منکرِ حدیث منکرِ قرآن ہے اور منکرِ قرآن ومنکرِ حدیث میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح قرآن کریم میں حکمِ الٰہی کو ماننا فرض قرار دیا گیا ہے، بعینہٖ اسی طرح قرآن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی فرض عین قرار دی گئی ہے۔ اب جو لوگ حدیث کے منکر ہیں، وہ اللہ اور قرآن کے بھی منکر ہیں۔ اور وہ ایمان سے خارج ہیں۔ گمراہ لوگ آج دنیا میں گمراہی پھیلا کر اسلام سے دور کرنے کی سازش کرتے پھرتے ہیں اور پیسے کے ذریعے ایمان خرید کر بے ایمان بنانے کی سازش اور گمراہی دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔

اہلِ قرآن فرقہ:

اتفاق سے ہمارے ہاں اہلِ قرآن فرقے کا ایک نوجوان گورنمنٹ نے پکڑا۔ وہ پانچ کروڑ لے کر باہر سے آ رہا تھا۔ بے خبر اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں کے نوجوانوں کو پیسوں سے خریدا جاتا ہے، اور اسلام میں قسم قسم کے فرقے پیدا کیے جا رہے ہیں۔ اہلِ قرآن نامی فرقہ دراصل ایمان کے خلاف ایک بڑا فتنہ منکرِ قرآن ہے۔ بہرحال میں عرض کر رہا تھا کہ ہر مسلمان کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنی چاہیے۔ اتباع کے لیے لوگوں نے مختلف طریقے اختیار کیے ہیں اور ہم لوگ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے لیے امام ابوحنیفہؒ کے فتوے، رائے اور طریقے کو زیادہ انسب اور مناسب سمجھ کر اختیار کرتے ہیں۔

فضائلِ ابی حنیفہؒ:

اس لیے کہ امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں اور جس طرح امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور دیگر محدثین حفاظِ حدیث ہیں، اسی طرح امام صاحبؒ بھی حافظِ حدیث ہیں، جبکہ دنیا کا کوئی محدث اور کوئی فقیہ امام صاحب کی طرح حافظِ حدیث نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ نے ان کو جرح وتعدیل کا امام بنایا۔ ہر ایک حافظ حدیث اور محدث نہیں ہوتا۔ تیسری بات یہ ہے کہ اللہ نے امام ابوحنیفہؒ کو یہ

مرکزیت دی ہے کہ آپ جہاں پر رہتے تھے، وہاں حرمین سے زیادہ اجل صحابہ تھے۔ آپ صحابہ کرامؓ کی گودوں میں پلے بڑھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیاتِ مبارکہ کو سمجھا، جانا اور پورے عالم میں سب سے زیادہ فقیہ (امامِ اعظمؒ) نے اپنے تفقہ کو عالم میں پھیلا کر دین کی ہدایت کی۔

تابعیت امام اعظم:

۸۰ھ میں اور ایک قول کے مطابق ۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اگر ۸۰ھ میں بھی مانا جائے جو کہ متفق علیہ قول ہے تو امام صاحبؒ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ۷۰ سال بعد دنیا میں پیدا ہوئے اور صحابہ کرامؓ ۱۱۰ھ تک دنیا میں زندہ رہے تو اس طرح امام صاحبؒ کو ۳۰ برس صحابہ کرامؓ کے وجود دنیا میں ملے اور ان کا شہر اجل صحابہؓ کا حرمین سے بڑا مرکز تھا۔ امام صاحبؒ کو متعین طور پر اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرفِ تلمذ حاصل رہا ہے اور ان سے احادیث حاصل کیں۔ کم از کم حضرت انس بن مالکؓ کا نام واضح طور پر متعین ہے اور ان کے علاوہ اپنے تفقہ، دلچسپی، محنت، ورع وتقویٰ، توجہ اور انہماک کے ساتھ حدیث کو دنیا میں پھیلایا۔

نبیؐ کی پیشین گوئی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ہے کہ فارس کے نوجوانوں میں ایک شخص ایسا ہوگا کہ اگر دین ثریا میں بھی ہوتو وہ اسے حاصل کرے گا۔

پوری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کا مصداق امام اعظم ابوحنیفہؒ ہیں۔ ایک واسطہ یا دو واسطوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ الصحابة کلهم عدول اہل السنّت والجماعت کا متفقہ مسلک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی تعریف قرآن میں کردی، جس کی تعریف قرآن میں آ گئی، وہ نصِ قطعی سے ثابت ہوگیا، پھر اس میں کوئی بحث اور غور نہیں کیا جاسکتا اور اگر کوئی کرتا ہے تو ایمان سے خارج ہونے اور گمراہی کو دعوت دیتا ہے۔ قرآن کے بعد دنیا میں کوئی چیز نہیں آئی۔ لہٰذا قرآن کے نص قطعی کو کوئی عبور کرکے نہیں جاسکتا۔ اس کو ماننا پڑے گا، اللہ نے قرآن میں صحابہ کرامؓ کے متعلق فرمایا کہ رضی الله عنهم و رضوا عنه۔ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ صحابہؓ اللہ سے راضی۔ اُولٰئِکَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ فَضْلاً مِنَ اللّٰهِ وَ نِعْمَةً۔ وہ لوگ وہی ہیں، نیک راہ پر اللہ کے فضل اور احسان سے۔ فَاِنْ آمَنُوْا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا۔ سوا گر وہ بھی ایمان لاویں جس طرح تم ایمان لائے ہدایت پائی انھوں نے بھی۔ اس طرح ایمان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو معیار قرار دیا گیا۔ جو ایمان کے لیے معیار ہیں عمل کے لیے کیوں نہیں ہوں گے۔

صحابہ کرامؓ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللّٰه اللّٰه فی اصحابی لاتتخذوهم من بعدیٰ غرضا من احبهم فَبِحُبّی احبهم و من ابغضهم فببغضی ابغضهم کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو میرے بعد، ان کو ہدفِ ملامت اور تنقید وتبصرہ مت بناؤ یعنی ایسی حرکت کو حرام قرار دیا گیا اور بتایا گیا جس نے میرے صحابہؓ سے محبت کی میری محبت سے جس نے میرے صحابہؓ سے دشمنی کی میری دشمنی سے تو صحابہؓ سے دشمنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی ہوگئی۔ صحابہؓ سے محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگئی۔ لہٰذا وہ تنقید وتبصرہ سے بالاتر ہیں۔ قرآن وحدیث ماننے والا یہ ایمان کھودینے والی حرکت نہیں کرسکتا، تو عین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے براہِ راست امام صاحبؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات، اعمال، اقوال اور احوال کو حاصل کیا اور پھر اپنے تفقہ سے اس سے دین کا استنباط کرکے لوگوں کو اس کی رہنمائی کی، جو لوگ دوڈھائی سو برس یا پانچ سو برس کے بعد آئے ہیں، ان کا قول روایت تنقید وتبصرہ اخذ وترک امام صاحب کے لیے حجت نہیں اور امام صاحبؒ کا علم تمام عالم کے لیے حجت ہے، اس لیے کہ زیادہ سے زیادہ دو واسطوں سے ایک تابعی اور ایک صحابی کے واسطہ سے امام صاحبؒ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرتے ہیں۔ چار ہزار سے زیادہ ایسے تابعین سے امام صاحبؒ نے علم حاصل کیا جنھوں نے صحابہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز، روزے، احوال و اقوال خود سنے تھے۔ امام صاحبؒ ان کے تدین، تفقہ، علم وورع سے پوری طرح واقف اور خوب مطمئن ہوکر روایت حاصل کرتے ہیں۔ یا خود صحابی سے یا تابعی سے روایت نقل کرتے ہیں۔ اس لیے امام صاحب کے علم میں کسی قسم کی بحث نہیں کی جاسکتی، جبکہ سوڈیڑھ دو سو برس بعد شیعیت، خارجیت، اعتزال اور دوسرے بے شمار قسم کے فتن عقیدوں اور اعمال میں پیدا ہوئے۔ لہٰذا ان تمام فتن میں ملوث لوگوں کا کہیں بھی نام آئے تو ایسی احادیث کو ائمہ محدیث ترک کردیتے ہیں، جس کی وجہ سے بڑی بڑی مضبوط قولی وفعلی حدیثیں جن کو امام صاحب نے بالکل مشہور ومتواتر کی طرح یقینی ہونے کی بنا پر اختیار کیا تھا، بعد کے ائمہ محدیث کے لیے وہ ضعیف ہوگئیں۔ جن کو انھوں نے پھر چھوڑ دیا تو اس لیے امام صاحبؒ کا مسلک اور علم حجت ہے، اور کسی دوسرے شخص کی حجت نہیں ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی عبادت، زھد و تقویٰ:

امام صاحبؒ زہد وتقویٰ میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ ۱۶ برس کی عمر سے حج شروع کیا اور مسلسل ۴۰ حج کیے۔ امام صاحبؒ نے عشاء کے وضو سے چالیس برس تک فجر کی نماز پڑھی۔ امام صاحبؒ علم وتقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ امام صاحب کے صاحبزادے نقل کرتے ہیں کہ جب عشاء کے بعد وہ گھر تشریف لاتے تو نوافل شروع کردیتے۔ اس دوران شدّتِ بکاء کی یہ حالت ہوتی کہ پڑوسیوں کو ان کی حالت پر ترس آتا تھا۔ ہر رات سارا قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے اور اس دوران اللہ کے دربار میں بے اختیار تڑپ تڑپ کر روتے ہوئے اللہ سے رحم طلب کرتے اور رمضان میں ایک قرآن دن میں بھی ختم فرماتے تھے۔ اس طرح پورے مہینے میں ۶۰ قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔

امام صاحبؒ کو ستانے کے لیے ایک شخص آیا اور ان کی بوڑھی ماں کے بارے میں کہا کہ میں آپ کی والدہ کے ساتھ نکاح کرنے آیا ہوں، سو آپ اس کا خطبہ دینے کے لیے آجائیں، امام صاحبؒ نے کہا کہ شرعاً جائز ہے، میں جاکر اپنی ماں سے پوچھ آتا ہوں، اگر وہ تیار ہوجائے۔ تو گھر گئے اور اپنی ماں سے پوچھا کہ والدہ صاحبہ ایک شخص آیا ہے، فلاں فلاں نام کا، ساری تفصیل بتادی اور کہتا ہے کہ میں آپ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ امام صاحبؒ کی والدہ نے جواب میں کہا کہ میں بوڑھی ہوں، میں کہاں نکاح کروں گی۔ بہرحال امام صاحبؒ نے شرعی صورت ہونے کی بنا پر کسی قسم کی ناگواری ظاہر نہ کی۔

آج اگر ہم ان کی جگہ ہوتے تو ڈنڈے اُٹھا کر خوب مارتے۔ امام صاحبؒ کو ایک دفعہ بتایا گیا کہ ان کے شہر میں کچھ لوگوں نے بکریاں چُرائی ہیں اور وہ شہر کی بکریوں میں مل گئی ہیں۔ جیسے ہی معلوم ہوا کہ چُرائی ہوئی اور خریدی ہوئی بکریوں میں تمیز نہیں ہوتی تو چرواہوں سے معلوم کیا کہ عادتاً بکری کتنے دنوں تک زندہ رہتی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ عموماً سات برس۔ تو امام صاحبؒ نے اپنے شہر میں اس دن سے سات برس تک بکری کا گوشت استعمال نہیں کیا، حالانکہ فتویٰ یہ نہیں ہے لیکن انھوں نے اپنے اعتبار سے یہ احتیاط کی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی نوالہ چوری کے سالن کا میری پیٹ میں چلا جائے۔ اللہ نے امام صاحبؒ کو بڑے فضائل سے نوازا اور تابعیت جیسی بڑی نسبت عطا فرمائی تھی۔

حقیقت میں اتباعِ سنت کی فضیلت اللہ تعالیٰ نے احنافؒ کو عطا فرمائی ہے۔

حنفیت کا مقام:

حنفیت کے تمام مسائل سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کو اکثر اختیار کیا جاتا ہے۔ آپ حضرات کو مطمئن ہوکر جرأت و ہمت کے ساتھ اس موضوع پر بات کرنی چاہیے۔ ان شاء اللہ آئندہ دو مہینوں میں ایسا لٹریچر اور کتابیں آجائیں گی جس میں حنفیت کا ہر مسئلہ سنت سے ثابت کیا جائے گا اور وہ لٹریچر ہم یہاں پہنچانے کی کوشش کریں گے اور اگر اس سلسلہ میں کچھ حضرات ۲-۳ رمئی کو دہلی آسکیں تو وہ خود لے کر یہاں آجائیں گے۔ افسوس کہ آج امام ابوحنیفہؒ کے ذریعے سے اتباعِ سنت کو شرک کہا جارہا ہے۔ مثلاً وابتغوا الیہ الوسیلہ یعنی توسل قرآن سے ثابت ہے، اس کی غلط غلط تفسیریں بے شمار قیودات اپنی طرف سے بڑھا کر کیے جاتے ہیں اور قرآن کے مطلق حکم کو توڑ مروڑ کر اور توسل کو حرام قرار دے کر پیش کیا جارہا ہے۔ یہ کتنی بڑی جہالت ہے کہ قرآن کا مطلق حکم قیودات سے مقید کرکے حرام بتایا جائے۔ اس لیے آپ حضرات کو اتباعِ سنت کے لیے حنفیت کو قابلِ فخر اور صحیح طریقہ مان کر عمل کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں علم و عمل اور اخلاص وللّٰہیت کی توفیق عطا فرمائے اور تمام شرور وفتن سے بچا کر صحیح راستے پر چلائے۔ (آمین)

مولانا حسین احمد مدنیؒ کے علوم ومعارف کے ترجمان

مولانا محمد سلیم جلوی

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ اس قافلہ کے فرد فرید اور رکنِ رکین تھے، جن کی فکر وسوچ اکابر علمائے دیوبند کی تحقیقات کی آئینہ دار تھی۔ وہ اس قابل تھے کہ ان کے قول وفعل سے استناد کیا جائے۔ ان کے تقویٰ وطہارت، جدوجہد، مجاہدہ، حق گوئی وبے باکی میں اتباع کی جائے۔ ان کی زندگی نمونۂ اسلاف اور ان کا طرزِ عمل باعثِ تقلید تھا

حضرت اقدسؒ نے ساری زندگی تبلیغِ دین کی خدمت سرانجام دی جس کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہزاروں لوگوں کو صحیح عقیدے کی دولت نصیب فرمائی اور آپؒ نے اس قدر استغناء سے کام کیا جو لااسئلکم علیہ اجرا کا صحیح مصداق ہے۔

آپؒ کی تمام تر صفات میں سے ایک صفت یہ بھی تھی کہ کوئی فتنہ دیکھتے تو اس کی سرکوبی کے لیے اس کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے، اُس فتنے کی سرکوبی تک اپنی جدوجہد رکھتے تھے۔ غریب، یتیم اور مستحق لوگوں کے لیے رفاہی ادارے مثلاً مستحق لوگوں کے لیے امداد کا سلسلہ قائم کرنا، مستحق بچوں کے لیے اسکولوں کا قیام، غریب مریضوں کے لیے فری ڈسپنسری کا انعقاد اور اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعے مسلمانوں کی بھرپور قیادت فرمائی:

زمانہ روئے گا برسوں ہمیں کو یاد کر کر کے
گنیں گے سب ہماری خوبیاں جب ہم نہیں ہوں گے
راحتِ دنیا ملے نہ ملے کچھ فکر نہیں ارمان نہیں
بچ جائے جہنم سے دنیا میری جنت کا یہ ساماں ہے

دینی مدارس کی بقا اور ہماری ذمہ داریاں

کل ہند اجلاس مجلس عمومی رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند
(منعقدہ ۳۰/اپریل ۲۰۰۲ء) سے مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کا خطاب

انتخاب: **حافظ محمد طیب**

صدرِ محترم، بزرگو اور بھائیو!

ہم لوگ اس وقت اس ملک میں مدارس کے لحاظ سے، اسلام کے نظریات اور مسلمانوں کی جان و مال، عزت و آبرو کے اعتبار سے سخت امتحان کے دور سے گزر رہے ہیں، ہمیں ایسے حالات میں اسلام کا مطالعہ کرنا ہوگا اور یہ دیکھنا ہوگا کہ اسلام کے ماننے والوں نے اس طرح کے حالات کا کس طرح سے مقابلہ کیا۔ ضرورت یہ ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ ہمارے لیے کیا ضروری ہے، ہمارے اندر کیا کمی آ گئی ہے اور ہم کس طرح اپنے اندر سدھار پیدا کر سکتے ہیں، ہم کس طرح ان بدلے ہوئے حالات میں زندگی گزار سکتے ہیں۔ مدارس کے حوالے سے ہمیں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ مدارسِ اسلامیہ کی تاریخ کیا ہے؟ نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں مکی اور مدنی زندگی کا مطالعہ ضروری ہے۔ مکی زندگی میں اسلام کو کتنی مشکلات اور امتحانات سے گزرنا پڑا تھا۔ اذان دے کر ایک ساتھ نماز پڑھنا بھی مشکل تھا، جان و مال کی بربادی عام ہوگئی تھی، ان حالات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے کون سا راستہ اور کون سی حکمت عملی اختیار کی تھی؟ آپ اور صحابہؓ نے انفرادی اصلاح کا اہتمام کیا اور صبر و ضبط سے کام لیا۔ مکہ والوں نے جب سب ہی مظالم آپ اور آپ کے اصحاب پر توڑ ڈالے اور دارالندوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی اسکیم تیار کی گئی تو آپ حکم خداوندی کے پیشِ نظر مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر گئے۔ لہٰذا سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے کی اہمیت وضرورت دین کی بقا کے لیے جزوِ اعظم ہے۔ اسلامی تہذیب وثقافت کی بقا اور علومِ اسلامیہ کی اشاعت میں مدارسِ دینیہ کے کردار کا ذکر کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ: سوویت یونین میں کسی شخص کو مذہبی تعلیم دینا حرام تھا اور اس کی سزا قتل تھی، چنانچہ ایک روسی مسلمان نے یہ اعتراف کیا کہ نہ ہم نے اسلام کو سیکھا اور نہ کبھی نماز پڑھی، چنانچہ ایک روسی مسلمان تاجر نے دہلی میں مدرسہ دیکھنے اور نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی اور پہلی بار نماز ادا کی۔

حضرات علمائے کرام کے کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ یہ صرف ہندستان کی بات نہیں ہے بلکہ ان بزرگوں اور علمائے کرام نے دیگر ممالک کی آزادی اور ان میں اسلامی ثقافت کی بحالی میں بھی نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اس حوالے سے الجزائر کی جہادِ آزادی کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے مدینہ منورہ میں اپنے ایک شاگرد بشیر ابراہیمی سے فرمایا جو الجزائر کے تھے اور وہاں فرانس کے سامراجی مظالم سے تنگ آ کر ہجرت کی غرض سے مدینہ منورہ آ گئے تھے۔ ان سے فرمایا کہ ہجرت کا ارادہ ترک کرو اور الجزائر واپس جاؤ اور وہاں علماء کی ایک تنظیم قائم کر کے فرانسیسی استعمار کے خلاف منظّم جدوجہد کرو۔ چنانچہ شیخ بشیر ابراہیمی نے حضرت کی نصیحت اور ہدایت کے مطابق الجزائر واپس جا کر جمعیۃ علماء الجزائر قائم کی اور منظّم جدوجہد کا آغاز کیا، جس کے نتیجہ میں الجزائر کو آزادی ملی۔

آپ نے اپنے خصوصی خطاب میں فرمایا کہ سراج الدولہؒ نے بنگال، ٹیپو سلطانؒ شہید نے جنوبی ہندستان اور شاہ عبدالعزیزؒ نے متحدہ ہندستان میں سب سے پہلے جہاد کا بگل بجایا۔ جہاد کے ذریعہ ملک کو آزاد کرایا۔ ملک بھر میں ہتھیار اور رضا کار جمع کیے اور جہاد کے لیے لوگوں کو تیار کیا۔ ۱۸۵۷ء میں ہندستان کے اندر دوسرے جہاد کا آغاز ہوا جس میں لاکھوں مسلمانوں نے انگریزوں کے خلاف بغاوت کی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے مولوی کی پہچان یہ بتلائی کہ جس کی داڑھی لمبی ہو اور وہ لمبا کرتا پہنتا ہو وہ مولوی ہے۔ چنانچہ گاؤں گاؤں، محلّہ محلّہ مولویوں کو تلاش کیا گیا۔ جہادِ آزادی میں حضرات اکابر علمائے دیوبند نے پادریوں کے ساتھ مناظرہ کیا اور مسلمانوں کو عیسائی بننے سے بچایا۔ اس سلسلے میں مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ نے عیسائیت کے خلاف زبردست کارنامہ انجام دیا۔ اس طرح اکابر علمائے کرام نے عیسائیوں کا مقابلہ کیا۔ اسلام کا زندہ رہنا عیسائیوں کو پسند نہ آیا۔

دارالعلوم کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ دارالعلوم کو اللہ تعالیٰ نے بے حد مقبولیت عطا فرمائی اور دور دراز علاقوں اور دیگر ممالک سے بھی تشنگانِ علم کھنچ کھنچ کر دارالعلوم آنے لگے۔ چنانچہ افغانستان سے بھی بڑی تعداد میں طلبہ آتے رہے اور یہ سلسلہ ملک کی تقسیم تک جاری رہا۔ یہاں سے فارغ ہوکر جانے والے فضلاء نے دارالعلوم کے نصاب و نظام کے مطابق اپنے یہاں ادارے اور مدارس قائم کیے۔ افغانستان میں چند نوجوانوں نے مظالم کے خلاف آواز اُٹھائی، امن قائم کیا اور ملک کو مختلف حصوں میں بٹنے سے بچایا۔ ہر طرف امن وسکون عام ہوا، عوام نے ان کی ان کوششوں کو

پسند کیا، ان کی حمایت کی ، یہ چیز دشمنانِ اسلام کو پسند نہ آئی اور دنیا کے ظالموں و دہشت گردوں نے امن قائم کرنے اور دہشت گردی ختم کرنے کے بہانے ،اسلام اور اسلامی حکومت کے خاتمے کے لیے طالبان پرظلم وتشدد اور بربریت و جارحیت کے پہاڑ توڑ ڈالے۔نتیجہ یہ ہے کہ آج پھر بدامنی کا دوردورہ ہے،ان پراور ہر جگہ بےقصور مسلمانوں پرطرح طرح کے بے بنیاد الزامات عائد کیے جارہے ہیں۔ ان کو دقیانوس، بنیاد پرست، غیرمہذب سب کچھ کہا، ان کے لیے دہشت گردی کی اصطلاح ایجاد کی گئی، اس طرح کے الزامات کی تردید امت کی ذمہ داری ہے۔حضرت مولانا مدظلۂ العالی نے فرمایا کہ اسلام کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ہم دہشت گردی کو کسی طرح کا تعاون دینے کو تیار نہیں۔ آج ساری دنیا جانتی ہے کہ ہمارے ملک میں لاکھوں لوگ ہیں، جو دہشت گرد تنظیموں سے جڑے ہوئے ہیں۔ کروڑوں لوگ ناجائز ہتھیار رکھے ہوئے ہیں اور ہر طرح کے جرائم کے مرتکب ہیں اور اسی کی انھیں ٹریننگ دی جاتی ہے، لیکن انھیں دہشت گرد کہنے والا کوئی نہیں ہے۔وہ آج بھی حکومت سے غداری کررہے ہیں۔ مدارس کو بدنام کرنے کی مسلسل کوششیں کی جارہی ہیں۔ آج امریکہ، اسرائیل، برطانیہ، فرانس، جرمنی اور دیگر ممالک اسلام کے خلاف مسلسل غلط پروپیگنڈے کررہے ہیں۔ دینی مدارس اور مسلمانوں کے اداروں کی تحقیقات ہورہی ہیں، سروے کیا جارہا ہے، ان کا تجزیہ کیا جاتا ہے اور ان کو ختم کرنے کے لیے کروڑوں ڈالر خرچ کیے جارہے ہیں۔

ان حالات میں ہم مدارس والوں کے بھی کچھ فرائض ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق استوار اور مستحکم ہونا چاہیے۔ ہمارے اندر خشیتِ الٰہی، توکل اور استغناء ہونا چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت عالمی پیمانہ پر ہمارے خلاف سازشیں ہورہی ہیں، ہمیں مطمئن ہوکر نہیں بیٹھنا ہے۔ ہم کو بڑی احتیاط اور حزم و تدبر سے کام لینا چاہیے۔ ملک میں بھائی چارے اور یک جہتی کو فروغ دینا چاہیے اور خانہ جنگی کی ہر کوشش کو ناکام بنا دینا چاہیے لیکن اگر ان تمام چیزوں کے باوجود مسلمانوں کے خلاف خانہ جنگی چھیڑی جاتی ہے اور اس ملک میں امن وسکون سے جینا ان کے لیے مشکل کردیا جاتا ہے تو پھر ایسے حالات میں ضروری ہے کہ اپنے دفاع کے لیے تیار رہا جائے اور ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے، مسلمانوں نے ہمیشہ قربانی دی ہے اور اپنی حفاظت و دفاع کے لیے آج بھی بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے:

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے، فہم وفراست سے نوازے، بروقت صحیح فیصلے اور صحیح عمل کی توفیق بخشے، تمام تر خطرات سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین!

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، جولائی ۲۰۰۲ء)

حضرت مدنیؒ کی دینی غیرت و حمیت

مولانا محمد ایاز حقانی کانگڑہ

جانشینِ شیخ العرب والعجم امیرالہند مولانا سیّد محمد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ غالباً ۱۹۸۶ء یا ۱۹۸۷ء ماہِ دسمبر میں پشاور شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد ایوب جان بنوریؒ کے ہاں بھانہ ماڑی بنوری اسٹریٹ تشریف لا رہے تھے۔

حضرت بنوری صاحبؒ اور مولانا محمد امیر بجلی گھر صاحب و دیگر علماء پشاور ایئرپورٹ تشریف لے گئے تھے اور بنوری ہاؤس میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب امیر جمعیۃ علماء اسلام و قائد حزب اختلاف اور پشاور کے دیگر علماء کرام موجود تھے، نمازِ عشاء کی جماعت میں پندرہ منٹ باقی تھے، کسی نے کہا کہ ہم اپنی جماعت کرالیتے ہیں تاکہ حضرت والا کے استقبال کے لیے فارغ ہوں۔

ہم نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہٗ کی اقتدا میں نماز باجماعت پڑھی، اتنے میں امیرالہند حضرت مولانا اسعد مدنی مرحوم تشریف لائے۔فرمایا کہ کتنا وقت جماعت میں باقی ہے؟ کسی نے کہا کہ پانچ چھ منٹ۔تو حضرت مدنی صاحبؒ فوراً وضوخانہ تشریف لے گئے۔ جب باہر تشریف لائے تو کسی نے کہا حضرت! ہم نے تو یہاں نماز باجماعت پڑھ لی ہے۔حضرت اسعد مدنی صاحبؒ بہت غصہ ہوگئے اور فرمایا بھائی! تم لوگوں کے سامنے مسجد ہے اور مسجد کی جماعت سے پہلے یہاں کیوں نماز پڑھی۔آخر یہ مسجدیں کس لیے بنی ہیں، پھر جب علماء تساہل کریں گے تو عوام کا کیا حال ہوگا۔تم لوگوں نے بہت ظلم اور زیادتی کی کہ مسجد کی جماعت سے پہلے یہاں گھر میں نماز پڑھ لی، غصہ میں بہت باتیں فرمائیں۔ہم نے دوبارہ مسجد میں امام کے ساتھ نوافل کی نیت کی اور نماز پڑھی۔ یہ تھی حضرت مدنی صاحبؒ کی دینی غیرت اور حمیت، نماز باجماعت کی پابندی کا اہتمام اور اس میں وہ کسی بھی بڑے چھوٹے کی رعایت نہیں کرتے تھے۔حضرت مولانا مفتی محمد قاسم صاحب صاحبزادہ مولانا محمد امیر بجلی گھر صاحب بھی اس واقعہ کے گواہ ہیں اور مفتی محمد قاسم صاحب نے اسی رات حضرت مدنی صاحبؒ سے بیعت بھی کی۔

دعوت وتبلیغ اور علمائے کرام کی ذمہ داریاں

دیوبند کانفرنس کے بعد جامعہ مدنیہ لاہور میں امیر الہند مولانا سیّد اسعد مدنی کا خطاب

انتخاب: **جان محمد جان** رکن القاسم اکیڈمی

مکہ کی ایک دولت مند خاتون نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ میرا مال لے جایئے تجارت کیجیے جو نفع ہو آدھا آپ کا آدھا میرا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ پیشکش قبول کرلی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی تیاری شروع کی تو انھوں نے اپنا غلام میسرہ بھیجا۔ حضور! یہ میرا غلام ہے آپ کے پاس بھیج رہی ہوں، آپ ان کو ساتھ رکھیں۔ آپ کا سامان رکھنا، کھولنا، کھانا، پکانا، برتن دھونا اور دوسری تمام ضرورتوں میں آپ کا مددگار ہوگا۔ سفر میں سہولت ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی بات ہے آجاؤ، وہ ساتھ ہوگیا۔

اس وقت غلاموں کا جو حشر تھا، گالی سے کم تو کوئی بات نہیں کرتا تھا اور مار پیٹ بُرا بھلا کہنا اور ذرا سی ناگواری ہوجائے تو قتل کردینا معمولی بات تھی، ایسے حالات میں کیا توقع تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ سفر میں شریک ہوا تو اس نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کبھی نام لے کر نہیں بلاتے، کبھی غلطی پر مارتے نہیں، ڈانٹتے نہیں اور جب کوئی کام اس سے کرواتے ہیں خود بھی اس میں شریک ہوتے ہیں، لکڑیاں چنتے ہیں، آگ جلاتے ہیں سامان اُتارتے ہیں، سواری میں اگر بیٹھتے ہیں تو اس کو بھی بٹھاتے ہیں، اس طریقہ سے بالکل برابر کا معاملہ غلام کے ساتھ اس نے دیکھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کا وقت ہوتا، کھانا تیار ہوتا تو غلام کو بچا کھچا الگ نہیں اس کافر غلام کو اپنے ساتھ بٹھا کر اپنے برتن میں شریک کرکے کھانا کھلاتے، کافر غلام کو اپنے ساتھ شریک کرتے، اس نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو خود کھاتے ہیں وہ اسے کھلاتے ہیں اور کھانے کے بعد عادت شریفہ کے مطابق کسی درخت کے سائے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوجاتے ہیں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوجاتے تو تھوڑی دیر کے بعد سورج ڈھلتا تو یہ اُتر کر کہ دُھوپ آجانی چاہیے تھی، لیکن وہ درخت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ نہیں آنے دیتا، اپنا رُخ پلٹ دیتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ باقی رہتا۔ اس نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلے جارہے ہیں، دوپہر میں، مشرق ومغرب، شمال جنوب کہیں بادل نہیں ہے لیکن ایک چھوٹا سا ٹکڑا اس رفتار سے بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیے جارہا ہے۔ دُھوپ نہیں آنے دیتا، اس نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلے جارہے ہیں اور چٹانوں سے، سنگریزوں سے، پتھروں سے آواز آرہی ہے، السلام علیکم یارسول اللہ......

پہنچے شام کے بارڈر پر وہاں ایک راہب مستورہ اس کا نام...... وہ اس غلام میسرہ کو ملا اور کہنے لگا دیکھو یہ جو تمھارے آقا ہیں، مخدوم ہیں، جن کے ساتھ تم سفر کررہے ہو، یہ اللہ کے آخری نبی ہوں گے۔ ہمارے نبی عیسیٰ علیہ السلام نے اور اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے، وعدہ لیا ہے اور یہ علامتیں بتائی ہیں، وہ سب ان میں پائی جاتی ہیں، یہ اللہ کے آخری نبی ہوں گے۔

اب شام میں داخل ہوئے، بزنس اور کاروبار شروع ہوا، اس نے دیکھا ایک پیسے کی بھی گڑبڑ نہیں دودھ الگ، پانی الگ، کسی چیز کو کسی چیز میں ایک پیسے کی کمی زیادتی نہیں۔ حساب بالکل صاف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت کے لیے دودھ میٹھا آٹا، گھی کوئی چیز خریدیں تولیں تو دودن کے لیے اور دس دن تک استعمال ہورہی ہے، ختم نہیں ہوتی، برکت ہی برکت، جس چیز میں ہاتھ ڈال دیں نفع نہایت کامیاب۔ خریدار آئے چیز کو دیکھیں اُلٹ اُلٹ کر پسند کرے قیمت پوچھے اور قیمت دے کر چیز لے جانا چاہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ہاتھ پکڑ لیں تم نے جو چیز دیکھی اچھے طریقے سے اور پسند کی اور پیسے دے دیے ہیں اس میں یہ عیب ہے تمھیں پتہ نہ چلا پھر یہ دیکھو، اب تمھارا جی چاہے لو جی چاہے تو چھوڑ دو، تمام دنیا کے تاجروں کا یہ طریقہ ہے کہ چونی کمانے کے لیے، اٹھنی کمانے کے لیے سو جھوٹ بولتے ہیں، قسمیں کھاتے ہیں، عیب کو ہنر بتاتے ہیں، بھلا بتلاتے ہیں، کسی طرح بک جائے پیسے مل جائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بالکل پروا نہیں کرتے۔

ایک شخص نے اپنے آپ دیکھ بھال کر ایک چیز پسند کی پیسے دے کر لے جانا چاہتا ہے، کسی نے کچھ بتایا اور اس کا ہاتھ روک کر اسے عیب کھول کھول کر بتلاتے ہیں، وہ حیرت میں پڑجاتا ہے۔ واپسی ہوئی میسرہ نے اپنی آقا حضرت خدیجہ سے منہ بھر کر تعریف کی، ایسے اخلاق، ایسے مجھے اپنے ساتھ کھلاتے تھے جو خود کھاتے تھے وہ مجھے بھی کھلاتے تھے، ایک برتن میں شریک ہوکر اپنے ساتھ کھلاتے اور کبھی نام نہیں لیتے تھے، کبھی بُرا نہیں کہتے تھے، کبھی ڈانٹتے نہیں تھے، غلطی پر بھائی کہہ کر پکارتے تھے اور بادل کو اس طرح دیکھا اور درخت رُخ پلٹ کر دھوپ نہ آنے دیتے، سنگریزے ان کو سلام کرتے،

میں نے خود سنا السلام علیک یا نبی اللہ السلام علیک یا رسول اللہ۔ تمام معاملات بھی صاف، ایک پیسے کا کوئی دخل نہیں، دودھ کا دودھ پانی کا پانی، اس طرح لوگوں کے ساتھ معاملات نہایت برکت حیرت انگیز، جس چیز کو خرید لیں ختم نہ ہونے پائے، جس معاملہ میں ہاتھ ڈال دیں برکت ہی برکت ظاہر ہو۔

یہ ساری باتیں سن کر حضرت خدیجہ کہنے لگیں، سچ کہا کہ دنیا میں ان جیسا آدمی نہیں، جب تم آرہے تھے دونوں، تو میں اوپر بالا خانے میں تھی، کھڑکی سے میں نے دیکھا دور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر دو فرشتے سایہ کیے ہوئے ہیں۔ یقیناً اللہ نے ان کو ایسی ہی شان دی تھی، پچیس سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ ان کے ساتھ ہوا۔ حضرت خدیجہ نے خواہش ظاہر کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ میں چاہتی ہوں کہ تم سے شادی ہوجائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیسے ہوگا، انھوں نے کہا کہ تم چچا سے کہو، تمھارے چچا رشتہ لے کر آئیں، میں قبول کرلوں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم گئے ابوطالب کے پاس اور جاکر کہا کہ آپ میرا رشتہ حضرت خدیجہؓ سے کردیں، انھوں نے کہا بیٹا! ایسی مغرور، ایسی متکبرہ دو مرتبہ بیوہ ہوئیں اور مکہ کا کوئی سردار ایسا نہیں رہا جو اپنا رشتہ لے کر نہ گیا ہو۔ اس نے ٹھوکر نہ ماری ہو، تم یتیم اور غریب، میں جاؤں تو کیا ہوگا؟ ٹھوکر ماردے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ جایئے دیکھئے تو سہی وہ تیار ہوگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب میں طویل خطبہ پڑھا، وہ تو خود خواہشمند تھیں، انھوں نے فوراً قبول کرلیا اور آپ کا پہلا نکاح پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے ہوا، جن کی عمر اس وقت چالیس برس کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پندرہ برس بڑی تھیں، دو دفعہ کی بیوہ تھیں، کئی بچوں کی ماں تھیں، ان سے پہلے نکاح ہوا، پھر ساری عمر کبھی کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں، وہ اپنا سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر قربان کردیتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی تو زندگی انتقال کے بعد دوسری شادیاں ہونے کے بعد کسی بیوی سے حضرت خدیجہؓ جیسا تعلّق اور محبت نہیں ہوئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حد سمجھ دار اور پیاری بیوی ہیں، مگر یہ کہتی ہیں کہ مجھے کسی عورت پر غبطہ نہیں آیا، جتنا حضرت خدیجہؓ پر، کاش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو مقام خدیجہؓ کا تھا، میرا ہوجائے، آخری وقت تک جب کبھی ذکر آتا تو ان کا خیر سے ذکر کرتے اور بھلائیوں سے اور کمالات سے ان کی تعریفیں فرماتے۔ ان کے لیے دُعائیں کرتے، اگر کوئی عورت خدیجہؓ کی دوست سہیلی ہمارے گھر آجاتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ یہ خدیجہؓ کی سہیلی ہیں، ان کا اعزاز کرو، ان کو بٹھاؤ، ان کو کھلاؤ، ان کو پلاؤ، خاطر تواضع کرو وغیرہ۔ وہ کہتی ہیں کہ جتنا غبطہ حضرت خدیجہؓ پر آیا کسی عورت پر نہیں آیا۔ اتنا تعلق آخر وقت تک ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رہا اور وہ اتنی نازنین، اتنی دولت مند ایسی حیثیت کی عورت جس نے مکہ کے ہر سردار کو ٹھوکر ماری تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب کوئی مصیبت آئی مکہ والوں نے بائیکاٹ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ ایک گھاٹی میں بند اور محصور ہوگئے۔

صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ جنگل کی گھاس کھاتے کھاتے بکریوں کی مینگنیوں کی طرح پاخانہ ہوتا تھا، کوئی آدمی نہ بیچتا تھا نہ خریدتا تھا نہ معاملہ کرتا تھا اور حضرت خدیجہؓ کا بائیکاٹ نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر نہیں گئیں، بائیکاٹ میں شریک ہوئیں، خدیجہؓ شریک رہیں، ابوطالب شریک رہے، اس کے باوجود کہ کفر تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑا، پوری وفاداری سے ساری عمر ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا، مقدر میں اسلام نہیں تھا اور اس دنیا سے اسلام سے محروم گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوشش کی اور یہ فرمایا: یا عمی قل کلمہ۔ اے چچا! ایک کلمہ کہہ دو احد، مجھے قیامت کے دن لڑ جھگڑ کر چھڑانے کا موقع دے دو، اللہ سے میں کہوں گا کہ میں گواہ ہوں، میرے سامنے یہ کہا ہے اور کسی طرح آپ کو نجات مل جائے، وہ تیار ہوئے ابوجہل نے کہا ناک کٹ جائے گی، ایسا ہوگا ویسا ہوگا، نہیں ہوسکا، جب انھوں نے جواب دے دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر آگئے، تھوڑی دیر کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابوطالب کے بیٹے وہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، ان عمک الضال قد مات، تمھارا گمراہ چچا مرگیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا کروں، جاؤ اسے کسی گڑھے میں ڈال دو، تو مقدر میں نہ تھا اس لیے ایمان نہیں لا سکے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت اور معاملات اور صبر اور اخلاقِ حسنہ سب کے ساتھ یہ تھے، کمزوری کے زمانے میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مظلوم تھے تو مظلوم آدمی دب کر سب کے ساتھ اچھے اخلاق برتتا ہی ہے، لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی، دو سال تک مدینے کے لوگ آتے رہے، حج کے زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام لاتے رہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت ہوتے رہے اور عرض کرتے رہے کہ حضور بڑا ظلم ہورہا ہے، پہاڑ توڑے جارہے ہیں، ہم لوگ سن سن کر پریشان ہیں، مدینہ موجود ہے، آجایئے، ہم لوگ جان دے دیں گے، کوئی آپ کو گزند نہیں پہنچے گا۔ آپ آجائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، مصیبتوں سے گھبرا کر آرام اور آسائش کے لیے مکہ چھوڑ دوں، یہ نہیں کروں گا اللہ سب جانتا ہے جو کچھ ہورہا ہے، جب اللہ کہے گا کہ جاؤ تو جاؤں گا اور اللہ نہیں کہتا تو میں مکہ چھوڑ کر مدینہ نہیں جاؤں گا۔

تشریف نہیں لے گئے دوسرے سال اور حضرات آئے، سات آٹھ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایمان لائے اور بیعت ہوئے، اور پھر عرض

کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، میں اپنی آسانی کے لیے چھوڑ کر چلا جاؤں، یہ نہیں کروں گا۔اللہ خوب جانتا ہے،اس کو اختیار ہے جب کہے گا، تب جاؤں گا،مکہ والوں نے تنگ کیا جب ہر تدبیر بیکار ہوگئی اور ایمان کا ایک ماننے والا کسی قیمت پر اسلام چھوڑنے کو تیار نہیں ہوا۔آج تو مسلمان اپنی حیثیت اتنی بگاڑ چکے ہیں کہ چند ٹکوں میں قادیانی ہوجائیں، چند روپے میں کافر مرتد ہوکر کرسچین ہوجائیں، جو چاہو بنالو،ایمان کی کچھ حیثیت ہی نہیں، آخرت پر یقین نہیں ہے،اس کی فکر نہیں، بس ہائے پیسہ ہائے پیسہ، خدا کے بجائے پیسہ، ہر بے ایمانی، ہر چار سوبیسی پیسے کے لیے کرنے پر مسلمان تیار ہے،رات دن جس گلی میں جاؤ، ایمانداری کا کوئی نام نہیں اور بے ایمانی عام ہے۔

تو بھائیو! ایسی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں میں نہیں جاتا۔حضرت سمیّہ جوان بیٹوں کی ماں ایک پاؤں ایک اونٹ میں دوسرا دوسرے اونٹ میں باندھ دیا گیا، اس اونٹ کو ادھر دوڑادیا، اس کو ادھر، دو ٹکڑے ہوگئی، آخری سانس تک احد احد اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے، کوئی اس کے ساتھ شریک نہیں، جان دے دی تو یہ حال تھا اسلام کا اور مظلومیت کا،ظلم برداشت کرتے رہے اور آج کل لوگوں کا یہ حال ہے دنیا کا اس قدر غلبہ ہے۔

بنگلہ دیش،مشرقی بنگال، پاکستان بنا،مشرقی پاکستان جو مردم شماری ہوئی تو وہاں پورے مشرقی بنگال میں چھ ہزار عیسائی تھے اور جب پینتیس سال بعد بنگلہ دیش بنا جو مردم شماری ہوئی تو عیسائیوں کی تعداد چھ ہزار سے پچاس لاکھ ہوچکی تھی۔پینتیس سال کے اندر، آٹھ دس جماعتیں اسلام کو ختم کرنے کے لیے بن چکی ہیں اور قلب ڈھاکہ میں بہت بڑا کالج کرسچیوں کا اور اسی طرح پورے بنگال میں دو دو میل تین تین میل پر کالج یونیورسٹیاں اور این جی اوز کے بائیس ہزار اسکول ہیں، جو Slow Poison کے ذریعے مسلمان بچوں کو کرسچین بنارہے ہیں اور نوے ہزار عورتیں ہیں جو این جی اوز کی صرف نوکر ہیں، اسلام کو ایک ایک گھر سے ختم کررہی ہیں، عیسائیت کے لیے اس طریقہ سے پیسہ سے، ہسپتالوں میں تعلیم دیتے ہیں اور علاج کرتے ہیں اور فری ہوتا ہے اور یہ ہوتا ہے بنگلہ دیش میں یہ ہوتا کہ عورتیں اور مردان پڑھ قسم کے جاتے ہیں، بچارے اور وہ جاکر کے اپنے آپ کو دکھاتے ہیں تو عیسائی ڈاکٹر ان کو دیکھ کر کے یہ کہتا ہے کہ دیکھو دوا لے جاؤ، اُلٹی دوا دیتا ہے وہ اور کہتا ہے دیکھ سات بار بسم اللہ پڑھنا اور اللہ سے دُعا مانگنا کہ اے اللہ شفا دے دے اور یہ کرنا اور وہ کرنا، سب سکھائی پڑھائی باتیں اور وہ اُلٹی دوا دیتا ہے، دو تین دن کے بعد مریض پھر آتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب بیماری بڑھ گئی، یہ ہوا یہ ہوا تو ڈاکٹر کہتا ہے تو نے بسم اللہ نہیں پڑھی ہوگی، دعا نہیں مانگی ہوگی یہ بھی کیا یہ بھی کیا پھر بھی اللہ نے شفا نہیں دی، اچھا لاؤ دوسری دوائی دیتا ہوں اور دیکھو تین مرتبہ یہ دُعا مانگو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے، کھانے سے پہلے تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ کہو کہ اے عیسیٰؑ ہمیں صحت دینا، اب ٹھیک دوا دی ہے اور اس نے اَن پڑھ جاہل نے وہ دُعا مانگ لی اور دوا کھالی، اس سے فائدہ ہوگیا وہ دوا تھی ہی ٹھیک، اس طرح وہ ایسے Slow Poison ہر ہسپتال میں اسکول میں۔

ڈھاکہ میں ایک بڑا افسر ہفتہ وار چھٹی پر گھر آیا، بچہ اس کا انگلش میڈیم کرسچین اسکول میں پڑھتا تھا۔ وہ بھی چھٹی کرکے آیا، باپ بیٹھا ہوا تھا منہ سے نکلا ایک اللہ ہی سب کچھ کرتا ہے، بیٹے نے فوراً لقمہ دیا ٹوکا No dady God is three, not one خدا تو تین ہیں، ایک نہیں تم نے کیسے کہہ دیا، ایک اللہ ہے ماں باپ کو پتہ ہی نہیں چلتا، وہ کبھی اس کی فکر نہیں کرتے اور اس طرح Slow Poison کے ذریعہ ہر لڑکے لڑکی کا مزاج مرتد اور عیسائیت میں رنگا ہوا بنایا جارہا ہے اور یہی مقصد ہے، این جی اوز کی کوششوں کا کہ عیسائی بنو اور تمام اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہوں، شرابی ہوں، جواری ہوں، زانی ہوں، ناجائز تعلقات ہوں اور اسلام سے متنفر ہوں، اس طرح کی نسل ہر جگہ بن رہی ہے، آپ کے ہاں بھی این جی اوز کام کررہے ہیں اور دیہاتوں میں جوان لڑکیوں کو لے جاتے ہیں اور نوجوان دین، اسلام، نماز، روزہ، حرام، حلال، آخرت دنیا کچھ نہیں جانتے، ان نوجوانوں کو وہ لڑکیاں جو ہیں آپ کے ہاں بہت سے گانے ہیں، ناچ ہے، پنجابی مختلف زبانوں کے وہ کرتی ہیں اور سناتی ہیں اور وہ نوجوان جو بالکل بے خبر ہیں پاگل ہیں وہ ان کے ساتھ شریک ہوجاتے ہیں اور خیمے لگے ہوئے ہوتے ہیں، ان میں رات گزارتے ہیں، زنا شراب ہوتی ہے اور اسی طرح عیسائیت پھیلائی جاتی ہے۔مسلمان کی نسل کو بالکل پتہ نہیں۔

ہماری بدقسمتی ہے کہ یہاں علماء عیش کے عادی ہیں، علماء کو چاہیے وہ باسی روٹی سوکھی روٹی کھائیں پیدل چل کر دین کے لیے مصیبت اُٹھائیں۔ پاکستان کے علماء اس کے لیے تیار نہیں ہیں، کوئی فکر نہیں، نماز نہیں، جماعت نہیں، مسجد نہیں، دینداری نہیں، علم نہیں اور اس طریقہ سے لوگ مرتد ہورہے ہیں۔ علماء اپنی نزاکت اور مخملی فرش سے نیچے اُتر کر جائیں اور مسجد میں نمازِ جماعت اور دین سکھائیں، اس کے لیے تیار نہیں ہیں۔

معاف کیجیے گا بڑی بڑی تنخواہ دس دس ہزار روپے کی مدرسے میں ملے تو مدرسے میں پڑھائیں گے، حضرت مدنیؒ آخری وقت تک پانچ سو روپے تنخواہ لیتے تھے جبکہ اخراجات تو ہزاروں کے تھے، حضرت امیر الہند کی تنخواہ شوریٰ نے بڑھانی چاہی، پچاس روپے سے کچھ زیادہ کرنی چاہی، حضرت امیر الہندؒ نے کہا کہ نہیں بھائی میرے سے تو پچاس روپے کا حساب بھی نہیں دیا جائے گا۔ میں تنخواہ بڑھوا کر کیا کروں گا۔ مجھے نہیں چاہیے، بس یہی بہت ہے، آپ

جو یہ دیو بند دیو بند پکار رہے ہیں، کیا یہ ٹیلی ویژن سے ہوا، ویڈیو سے ہوا؟ خون پسینہ اللہ کے لیے ایک کیا ہے، تب ہوا ہے کوئی آدمی نہیں ہوتا تیار، ٹی وی سے اور وی سی آر سے اللہ کے راستے میں سب کچھ قربان کریں اللہ مدد کرتا ہے اور سب کچھ کرتا ہے۔

آج تم دیو بند کے نقلی نعرے لگاتے ہو اور کہیں دیو بند نہیں، ان کے اکابر کا کوئی نمونہ نہیں، کوئی خون پسینہ ایک نہیں کرتا، کوئی دیہات میں دھکے نہیں کھاتا، کوئی فاقہ نہیں جھیلتا، کوئی اسلام کی فکر نہیں کرتا، مرتد ہورہی ہے نسل اور تیاریاں ہورہی ہیں کہ کئی کئی ضلعوں کو عیسائی ریاست آپ کے پنجاب میں بنالیں، سازشیں ہورہی ہیں اور آپ کو فرصت نہیں ہے، اے سی سے نکلنے کی، گرمی میں کہاں نکلیں گے، آپ اور آپ کو کوئی فکر نہیں کہ مسجد ہے نہیں ہے، چھپر کی ہو، کوئی امام ہو، کوئی مؤذن ہو، سمجھائیں جماعت کے بارے میں ایمان کی فکر کریں، کوئی توجہ نہیں، کوئی کام نہیں، یہ اللہ کے ہاں گرفتار ہوں گے، پکڑے جائیں گے، چھوٹ نہیں سکیں گے، صرف تنخواہ لے کر مدرسوں میں پڑھاؤ، یہ کام بہت ضروری ہے لیکن اتنا ہی کافی نہیں ہے، اسلام رہے گا تو مدرسے رہیں گے، اسلام ہی مٹ جائے گا، خدانخواستہ تو مدرسے کہاں سے آئیں گے، کون طالب علم ہوگا، کس کو پڑھاؤ گے، اس لیے پہلے دین کی خدمت کرو، اس کے لیے محنت کرو، قربانیاں دو۔

بنگال میں ایک شخص جاتا تھا اور چرچ میں جو وہ کہلوانا چاہتے تھے تو کہہ دیا کرتا تھا اور پیسے کچھ لے آیا کرتا تھا، پھر گاؤں میں آکر اللہ کے آگے روتا پیٹتا تھا، استغفار توبہ کرتا تھا۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں تو سچا ایماندار ہوں، پیسے کی مجبوری ہے، غربت ہے کیا کروں کلمہ کفر کہنا پڑتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اس کی کسی نے اطلاع مشنری والوں کو دے دی کہ جب یہ گاؤں جاتا ہے تو استغفار توبہ رونا پیٹنا کرتا ہے تو اس کے بعد جب یہ گیا تو اس کو پادری نے کہا تم سچے عیسائی نہیں ہو اور تم جھوٹ بولتے ہو ہم تمھاری کوئی مدد نہیں کریں گے، چلے جاؤ۔ اب یہ گھر والوں کو مصیبت میں چھوڑ کر آیا تھا کہ پیسے لاؤں گا تو کھانا ہوگا، یہ ہوگا وہ ہوگا، اب کہاں جائے پریشان ہوا، تو اس نے خوشامد درآمد کی اور یہ کہا کہ بھئی جو کہو میں کہہ دوں گا، کہا کہ نہیں نہیں تم ایسے نہیں ہو جب زیادہ کہا تو کہنے لگے کہ جو ہم کہیں وہ کرنا پڑے گا۔ قرآن زمین پر رکھا اور اس شخص کو قرآن پر کھڑا کیا اور یہ کہا کہو میں گواہی دیتا ہوں کہ قرآن جھوٹا اور بائبل سچا ہے۔ یہ جو آج میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہیں، کرسچین لوگ، یہ ہے ان کی حقیقت، آج تم ان کے ساتھ منافقت برتو اور ان کے ساتھ (خلاف) صحیح معاملہ نہ کرو اور اسلام کو غارت کروادو تو بوسنیا بنے گا بوسنیا کوسوو بنے گا، کوسوو تمھارا پاکستان انڈونیشیا بنے گا اور تم چین سے نہیں رہو گے اور تمھارے ہی میں سے تیار کئے ہوئے لوگ تمھارے پیٹ میں چھرا ماریں گے، انڈونیشیا کے مسلمانوں کا گوشت کباب بنا بنا کر پکایا ہے۔

دنیا میں دیکھو تو ہو کیا رہا ہے، اسلام کی فکر نہیں اور نسلوں کی نسلیں مرتد ہورہی ہیں، عیسائی ہورہے ہیں، یہودی ہورہے ہیں، قادیانی ہورہے ہیں اور کوئی توجہ نہیں، میں نہیں کہتا کہ جھگڑا کرو لیکن کم سے کم ان کو دین کی تعلیم تو دو، سمجھاؤ تو سہی نماز باجماعت کا پابند تو کرو، حرام حلال کا تو پتہ ہو کوئی نظام بناؤ کوئی تنظیم بناؤ اور زکوٰۃ، صدقات خیرات دنیا بھر کے مصرف میں خرچ کرتے ہو، اسلام کے لیے بھی خرچ کرو، ان غریبوں کو تم زکوٰۃ نہیں دو گے تو پھر یہ کرسچنوں کے پاس ہی جائیں گے اور اگر ان کی صدقات خیرات سے مدد کروگے بیواؤں کا یتیموں کا غریبوں کا ہاتھ بٹاؤ گے تو پھر یہ تمھاری بات سنیں گے۔ تمھاری بات میں اثر ہوگا۔ بنگلہ دیش میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب دیکھ کر آئے ہیں، کچھ کام ہورہا ہے تو تقریباً چالیس پچاس لاکھ روپے کا سالانہ جو کام شروع ہوا ہے، پچاس دنوں میں نظام قائم ہوا ہے اور دنیا بھر سے زکوٰۃ صدقات جمع کرکے ان غریبوں کو دے رہے ہیں اور ان کو اسلام پر پختہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں، وہ خود معمولی مدد کرنے پر کہتے ہیں کہ مسلمان اگر ہمیں دیکھیں، ہماری کچھ خبر لیں تو ہم کافروں کے پاس کیوں جائیں، تو اس لیے بھائیو سوچو واقعات تو بہت ہیں میں تفصیل میں نہیں جاتا لیکن آج دنیا سے اسلام کو مٹانے کے لیے اسرائیل اور تمام عیسائی ممالک کروڑوں ڈالر خرچ کرکے لگے ہوئے ہیں۔

تو اللہ کے بندو! دیندار علماء ہفتہ میں ایک دن صرف نکال لو اور کسی ایک گاؤں میں دو چار اس میں ہر ضلع کے اور مدرسے کے لوگ جائیں اور جا کر پہلی بات یہ کہ نماز اور جماعت اور ہر گاؤں میں یہ کام ہوتا کہ نماز اور جماعت ہو، پانچوں وقت اور بچوں کو دین کی تعلیم ہو سکے اور یہ نگرانی ہو کہ کوئی اسلام دشمن عورت یا مرد اس گاؤں میں نہ آنے پائے، اس کی فکر کرنی چاہیے، کم از کم اتنا تو کرنا چاہیے لیکن وہ مدرسے والے بدقسمتی سے اے سی کولر اور جناب کیا کہوں؟ کیسے ان کو مصیبت اُٹھانے کی قربانی کی توفیق ہو، وہ عیش و آرام میں زندگی گزار رہے ہیں اور اسلام کا بستر بوریا بندھ رہا ہے، آپ کو یہ تکبر ہے کہ ہمارا ملک پاکستان ہے، حالانکہ اندر سے کھوکھلا ہوگیا ہے۔ ضلعوں کے ضلع ارتداد کے شکار ہیں اور قسم قسم کی تحریکات چل رہی ہیں، کوئی گمراہی ایسی نہیں جو آپ کے ملک میں برآمد نہ ہوتی ہو، آپ کچھ توجہ کیجیے، مسلمانوں کو سیدھے راستے پر لائیے، بچائیے، اللہ نے آپ کو کاریں بھی دی ہیں، پیسہ بھی دیا ہے، زکوٰۃ بھی نکالتے ہیں، مدرسوں میں بھی خرچ کیجیے لیکن غریبوں کی طرف بھی توجہ کیجیے۔

تو بھائیو! اس طرف توجہ کرو اور اللہ کے راستے پر چلو۔ ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کے ملک میں شہروں میں فتنہ ہے، اہلِ قرآن کا، یہودیوں اور شیعوں کی جھوٹی کتابیں لکھی اور پڑھی جارہی ہیں، قرآن کے مقابلے

میں۔قرآن نے اس کوحرام کیا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کوحرام کیا ہے،اس کے باوجوداس کودلیل بنایا جاتا ہے،جھوٹی کہانیوں کو،اسرائیلیات کو اورصحابہ کرامؓ کومتہم کیا جاتا اورایمان خراب کیا جاتا ہے،وہ جولوگ اہل قرآن ہیں حقیقت میں وہ جھوٹے ہیں،قرآن کونہیں مانتے،قرآن میں اللہ نے اللہ کی اطاعت اورحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دونوں کا حکم دے کر دونوں کو فرض کیا ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا انکار، حدیثوں کا انکار کرتے ہیں تو قرآن کی مخالفت کرتے ہیں تو وہ اہل قرآن نہیں ہیں، وہ جھوٹے ہیں، دھوکہ دیتے ہیں، اپنے آپ کوبھی اورآپ کوبھی جہنم میں لے جانے کی تیاری کررہے ہیں اور یہودیوں کی اورشیعوں کی کتابیں پڑھتے ہیں، ان کواللہ نے صحابہ کرامؓ کی مخالفت کی لعنت میں گرفتار کرلیا ہے تو بہر حال ان کے ایمان کی فکر کرواور گمراہیوں سے بچاؤ۔

ہمارے ہندوستان میں کچھ نوجوان اسی طرح کے بکے ہوئے، ایک نوجوان باہر سے آرہا تھا، گورنمنٹ نے اسے پکڑ لیا، کچھ شبہ ہوا ہوگا، کوئی اطلاع ہوئی ہوگی، پانچ کروڑ روپیہ پکڑا گیا وہ جو لے کر آرہا تھا، پانچ کروڑ روپیہ اسی تحریک کے لیے تو مسلمان کا ایمان کوئی چیز نہیں، جب چاہو خریدلو، قادیانی بنالو، جب چاہوخریدلوعیسائی بنالو، جب چاہوخریدلواہل قرآن بنالو، تمام گمراہیاں مسلمان قبول کرنے کوتیار ہے۔

بدقسمتی سے ایسا ہوگیا،ایمان سے بیر ہے اور پیسہ خدا بن گیا۔ان چیزوں سے بچنا چاہیے اور اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنی چاہیے اور گمراہی اور جہنم سے پناہ مانگنی چاہیے،اللہ تعالیٰ ہم سب کوتوفیق عطا فرمائے اورشرور وفتن سے بچائے اورصحیح راستے پر چلائے۔

○○

اللہ کا فضل ہے اس نے ہمیں رمضان جیسی نعمت عطا فرمائی

حضرت فدائے ملتؒ کی آخری رقت آمیز تقریر

۲۹؍رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ کوظہر کے بعد جامع رشید دیوبند میں سینکڑوں معتکفین کے مجمع میں بحالت اعتکاف خطبہ مسنونہ کے بعدارشاد فرمایا:

''محترم بزرگو دوستو! اللہ تعالیٰ کا بے انتہا انعام واکرام ہے کہ اس نے ہمیں رمضان المبارک جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی اوراس میں اپنی عبادتوں کی توفیق عنایت فرمائی۔اللہ تعالیٰ ہماری ان ٹوٹی پھوٹی عبادتوں کوقبول فرمائیں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ ہم میں کون کون ایسا ہوگا جس کواگلا رمضان المبارک نصیب ہوگا۔آپ سب لوگوں نے اپنا راحت وآرام چھوڑ کر صرف اپنی آخرت کو بنانے کے لیے یہاں کا سفر کیا اور یہاں کی پریشانیاں اُٹھائیں۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جوشخص اللہ پر ایمان رکھتا ہواوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہواور آخرت کے دن پرایمان رکھتا ہواس کوچاہیے کہ مہمان کا اکرام کرے۔'' آپ ہمارے یہاں آئے اور ہم سے آپ کا صحیح اکرام نہیں ہوسکا۔دیوبند ایک چھوٹی سی جگہ ہے۔ یہاں تھوڑے وسائل ہیں، یہاں نہ ڈھنگ کے کھانے ملتے ہیں، نہ کھانا بنانے والے ملتے ہیں، میرے کچھ ساتھی ہیں جنھوں نے میرا ساتھ دیا اورآپ کی خدمت کی۔اللہ تعالیٰ ان کی خدمتوں کوقبول فرمائے اوراجرعظیم عطا فرمائے۔آپ کو نہ ڈھنگ کا کھانا ملا، نہ صحیح آرام کی جگہ ملی، میں اس کے لیے آپ سے معافی کا خواستگار ہوں۔مجھ کواپنی زندگی کی زیادہ توقع نہیں ہے۔ میں زندگی سے دور اورموت سے قریب ہوتا جارہا ہوں۔آپ لوگوں سے درخواست ہے کہ میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایمان پرموت نصیب فرمائے، بلکہ ہر ایک کو ایمان پرموت نصیب فرمائے۔میں دارالعلوم دیوبند کے ذمہ داروں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ میرے مہمانوں کومسجد میں اعتکاف کی اجازت دی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔''

اس کے بعد حضرت نے چند حضرات کوبیعت کی اجازت دی اورتقریر کے دوران بار بار روتے رہے اورمجمع بھی آنسو بہاتا رہا۔

ضبط کردہ:

جناب قاری نجیب الرحمن صاحب بھاگلپوری،استاذ مدرسہ فیض الاسلام بروالان،مرادآباد

شاہ عبدالعزیزؒ کا فتویٰ جنگ آزادی کے لیے سنگ میل تھا

حضرت فدائے ملتؒ کی ایک تاریخی تقریر

نقل کردہ: **قاری نجیب الرحمٰن**
استاذ مدرسہ عربیہ فیض الاسلام بروالان وسکریٹری جمعیۃ علماء شہر مرادآباد

سال گذشتہ ۹/اگست ۲۰۰۵ء کو جنگِ آزادی کے مجاہدین وشہداء کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے جمعیۃ علماء شہر مرادآباد کے زیر اہتمام منڈی چوک کے تاریخی چوراہے پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا تھا، جس کو مختلف مذاہب کے سیاسی و سماجی رہنماؤں کے علاوہ ملّت اسلامیہ کے روحِ رواں، امت مسلمہ کے قافلہ سالار، امیر الہند، فدائے ملّت حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے بھی خطاب فرمایا تھا۔ حضرت والا کی یہ مختصر تقریر پیش خدمت ہے۔

جنگِ آزادی میں مسلمانوں کے قائدانہ کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ: ''انگریزوں کے خلاف سب سے پہلے سراج الدولہ نے جنگ لڑی ہے، سراج الدولہ اور اس کی بہادر فوج کے مقابلہ میں انگریزی فوجوں کو بار بار شکست کا سامنا کرنا پڑا، لیکن اپنوں کی غداری کی وجہ سے پاسی کی جنگ میں سراج الدولہ کی فوج پسپا ہوگئی اور سراج الدولہ نے جام شہادت نوش کیا۔'' حضرت والا نے اپنے کلیدی خطاب میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے فتویٰ جہاد کو جنگِ آزادی کے لیے سنگ میل بتایا اور دیگر مجاہدین آزادی کے ساتھ ساتھ ٹیپو سلطان شہید، سیّد احمد شہید اور سیّد اسماعیل شہید رحمہم اللہ کی عظیم قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مجاہدین جنگِ آزادی کو خراجِ عقیدت ومحبت پیش کیا، پھر مجاہدین آزادی کے سرخیل اسیر مالٹا حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی تحریک ریشمی رومال اور آپ کی جاں بازی وسرفروشانہ جدوجہد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: حضرت کو مکہ مکرمہ میں انگریز سے بغاوت کے جرم میں گرفتار کرکے مالٹا میں نظر بند کیا گیا، طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں، لیکن جرم ثابت نہ ہوسکا، اور آپ کے خلاف ہندوستان سے جو فائل بھیجی گئی تھی وہ بالکل سادہ اور خالی نکلی تو آپ کو رِہا کرکے ہندستان لیے روانہ کردیا گیا، لیکن بمبئی پہنچنے سے پہلے پہلے جنگِ آزادی سے آپ کو دُور رکھنے کے لیے زبردست سازش رچی گئی، اور بااثر مسلمانوں کے ذریعہ آپ سے کہلوایا گیا کہ: ''اب آپ اپنی عمر کا آخری حصّہ قرآن وحدیث کے پڑھنے پڑھانے اور قوم کی اصلاح وتزکیہ کے لیے وقف کردیں، آپ کے لیے ہر سہولت مہیا کی جائے گی۔'' حضرت نے فراست ایمانی سے تاڑ لیا کہ یہ جنگِ آزادی سے روکنے کی کوشش ہے، فرمایا: ''مجھے پورے ملک کا دورہ کرنا ہے، گاؤں گاؤں جاؤں گا، اور اگر جانے کے قابل نہ رہا تو اپنے شاگردوں سے کہوں گا کہ میری چارپائی اٹھاؤ اور گاؤں گاؤں مجھے لے چلو، پھر لوگوں سے کہوں گا کہ: انگریزوں کو یہاں سے نکالو، ملک کو غلامی سے نجات دلانے کے لیے قربانیاں دو، تحریک چلاؤ۔''

چنانچہ آپ نے ہندوستان پہنچ کر استقبال میں آئے ہوئے اعیان قوم کو بتایا کہ مالٹا کی جیل میں دنیا بھر کے انگریز مخالف لیڈروں سے ملاقاتیں رہیں ان لوگوں کا اصرار ہے کہ جب تک ہندوستان آزاد نہیں ہوگا، کسی بھی ملک کو آزادی نہیں مل سکتی ہے، اگر ہندوستان آزاد ہوجائے تو دوسرے ممالک بھی ظالم انگریز کے پنجۂ استبداد سے آزاد ہوجائیں گے، اس لیے آپ ہندوستان کی آزادی کے لیے ہر ممکن کوشش کریں، حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ نے یہ نازک صورتِ حال قوم کے سامنے پیش کرنے کے بعد انگریزوں کے خلاف نئی صف بندی کی تجویز پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ غیر مسلم برادرانِ وطن کو بھی جنگِ آزادی میں شریک کیا جائے اور مسٹر موہن داس کرم چند گاندھی کو قومی لیڈر بنایا جائے، حضرت کی تجویز باتفاق رائے پاس ہوگئی، تو سوال پیدا ہوا کہ گاندھی جی کے اسفار وغیرہ کا خرچ کیسے پورا ہو؟ طے کیا گیا کہ مسلمانوں کا فنڈ خرچ کرو، پورے ملک میں گاندھی جی کا دورہ کراؤ اور ملک کو آزاد کراؤ، اس طرح بلاتفریق مذہب وملّت سارے ہندوستانیوں کو انگریز کے خلاف حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ نے کھڑا کیا، آزادی کی جنگ لڑی گئی، لاکھوں لوگوں نے جانوں کی قربانیاں دیں، پھانسی پر لٹکائے گئے، گولیاں کھائیں۔ مدرسہ شاہی کے دو طالب علم بھی ''دریبہ پان'' پر شہید ہوئے، ملک آزاد ہوا تو شرپسندوں نے فرقہ پرستی کی آگ لگادی، ملک کی ترقی میں رکاوٹ بن گئے، ہندو اور مسلمان ایک فیملی کے لوگ ہیں سب مل جل کر رہیں گے تو ملک ترقی کرے گا، آپس میں لڑیں گا تو ملک کو خوش حالی نصیب نہیں ہوسکے گی، ہم سب کو متحد ہوکر ملک کی ترقی کے لیے کام کرنا ہے۔ اجلاس میں جناب نواب مجدالدین عرف مجو خان کو خاص طور پر یاد کیا گیا جنھوں نے ملک کی آزادی کے لیے اپنے کنبہ کے اسّی سے زائد افراد کی قربانی دی اور خود بھی جام شہادت نوش کیا۔ ○○

دارالعلوم رحمانیہ
قصبہ ناچنا تحصیل پوکرن ضلع جیسلمیر (راجستھان)

بانیان
- حضرت مولانا عبدالشکور صاحب قاسمی
- میاں جی تاج محمد خاں صاحب
- قادر بخش شیخ صاحب
- بنے خاں صاحب

مدرسہ ہذا ضلع جیسلمیر کے سرحدی قصبہ ناچنا میں واقع ہے۔اس خطہ میں مسلمانوں کی کثیر آبادی ہے۔ جہالت و بدعت کے مسموم اثرات چارسو پھیلے ہوئے ہیں۔ اسلامی تشخص کی بقاء اور علومِ نبوت اور قرآن وسنت کی ترویج و اشاعت کے لیے ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۰ء میں مدرسہ ہذا کا قیام عمل میں آیا۔

آئینہ مدرسہ هذا
- تعداد طلبہ امدادی: ۱۵۵ ● غیر امدادی: ۳۶ ● مدرسین وملازمین: ۱۶

معیارِ تعلیم:
○ ناظرہ ودینیات ○ حفظ وتجوید ○ درسِ نظامی فارسی تا عربی سوم ○ ہندی وانگریزی مڈل

سالانہ مصارف: ساڑھے آٹھ لاکھ روپے

عزائم و منصوبے: ● تعمیر دارالاقامہ ● چھ درسگاہیں ● دارالضیوف ● تکمیل مسجد ● وضوخانہ ● چہار دیواری

مخیّر حضرات سے مخلصانہ اپیل ہے کہ مندرجہ بالا منصوبوں کی تکمیل کے لیے مدرسہ ہذا کا بھرپور تعاون کریں

الملتمس: مولانا الحاج محمد مراد صاحب قاسمی (مہتمم)
حضرت مولانا قطب الدین صاحب قاسمی (مجاز حضرت فدائے ملت رحمۃ اللہ علیہ) صدر مدرس

دارالعلوم رحمانیہ قصبہ ناچنا تحصیل پوکرن ضلع جیسلمیر-345028 (راجستھان)

مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم
خواجو والا ضلع بیکانیر (راجستھان)

مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم خواجو والا ضلع بیکانیر (راجستھان) مغربی راجستھان کی ہندو پاک سرحد پر واقع ۱۹۸۴ء سے دینی وعلمی خدمات انجام دے رہا ہے۔ یہ ادارہ اس جگہ واقع ہے جہاں لوگ علم سے کوسوں دور اور بدعات وخرافات کی تاریکیوں میں مبتلا ہیں۔اس ادارے میں تقریباً ۱۵۰ بیرونی طلباء زیر تعلیم ہیں۔اس کا سالانہ آمد وخرچ تقریباً پانچ لاکھ ستر ہزار روپے ہے۔ اس ادارے میں شعبۂ عربی، فارسی، حفظ، دینیات (ہندی پرائمری تک) کا معقول نظم ہے۔شعبۂ دعوت وتبلیغ کا بھی مرکز ہے۔

فوری ضروریات
- وضو خانہ
- پانی کا حوض
- درس گاہیں
- دارالاقامہ

غلام رسول (مہتمم)
مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم
خواجو والا، ضلع بیکانیر (راجستھان) فون:01520232314

مدرسہ اسلامیہ عربیہ نورالاسلام
قصبہ راجلدیسر، ضلع چورو (راجستھان)

درسگاہوں کا عمومی منظر
Islam Churu.jpg not found.

آئینہ مدرسہ هذا
☆ تعداد طلبہ امدادی: ۵۰
☆ غیر امدادی: ۲۰۰
☆ مدرسین وملازمین: ۷
سالانہ مصارف:
چار لاکھ روپے

معیارِ تعلیم
- ناظرہ وابتدائی دینیات ● درجہ حفظ و تجوید ● ہندی وانگلش پانچویں تک

عزائم و منصوبے:
- دارالاقامہ ● درسگاہیں
- دارالمدرسین ● کتب خانہ کی تعمیر

تعارف مدرسہ: مدرسہ ہذا شمالی راجستھان کے ضلع چورو کے قصبہ راجلدیسر کی جامع مسجد سے متصل قائم ہے۔اس علاقہ کے مسلمان اوران کی نسل علم وآگہی، دینی شعور وبیداری سے بہت دور ہیں۔ جہالت و بدعت کی مسموم فضا سے بے حد متاثر ہیں۔ان کو علم دین سے آراستہ کرنے اور بدعت وجہالت کا قلع قمع کرنے کے لیے مدرسہ ہذا ۱۹۷۰ء میں قائم کیا گیا۔ مدرسہ ہذا کو اپنے عزائم ومنصوبے کی تکمیل کے لیے اہل خیر حضرات کے تعاون کی ضرورت ہے۔لہٰذا اہل خیر حضرات سے اپیل ہے کہ مدرسہ ہذا کا بھرپور تعاون فرمائیں۔

الداعی
مولانا خلیل احمد (ناظم) مدرسہ اسلامیہ عربیہ نورالاسلام
راجلدیسر ضلع چورو-331802 (راجستھان) ــــــ موبائل:0-9928427052

اللہ نے رمضان کی مشقتوں کے بدلے میں اپنے دیدار کا وعدہ کیا ہے

فدائے ملت امیرالھند حضرت اقدس مولانا سیّد اسعد مدنی دامت برکاتھم کی ایک تقریر کا اقتباس

۲۸ ؍رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ مسجد رشید دارالعلوم دیوبند ——— مرتبہ: **قاری نجیب بھاگلپوری**

بعدہ حمد الصلوٰۃ، اما بعد

بزرگو، بھائیو! اللہ کے فضل و کرم سے خیروبرکتوں والا مہینہ ملا تھا۔ اخیر ہے۔ دو یا زیادہ سے زیادہ تین روز اور باقی ہیں۔ اللہ ہی جانتا ہے۔ رمضان المبارک کی اگلی خیر و برکت کس کے مقدر میں ہے اور کس کے مقدر میں نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان سے پہلے صحابہ رضوان اللہ عنہم کے درمیان وعظ فرمایا۔ تمھارے اوپر ایک نہایت ہی برکت والا مہینہ آ رہا ہے، جس کے دن اور راتیں خیر و برکت سے پر ہیں۔ اس کا پہلا عشرہ رحمت والا ہے دوسرا عشرہ مغفرت والا ہے اور آخری عشرہ جہنم سے نجات ہے۔ اس ماہِ مبارک کے رحمت اور مغفرت کے عشرے گزر گئے اب جہنم سے نجات والا عشرہ بھی ختم پر ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے کس کس نے لوٹا اور کون محروم رہ گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی ہر رات دس لاکھ ایسے لوگوں کو جن پر جہنم واجب ہو چکی تھی چھٹکارا دیتے ہیں اور اخیر رات میں۔ جتنے پورے مہینے میں جہنم سے آزادی ملی تھی صرف اس رات میں نجات دیتے ہیں۔ اس لیے عید کی رات سونے کی نہیں بلکہ مزدوری حاصل کرنے کی رات ہے اس میں بہت زیادہ محنت کی جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزے دار کے منہ کی بو یعنی روزہ دار کے خالی پیٹ ہونے کی وجہ سے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزے دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں۔ ایک افطار کے وقت اور دوسری آخرت میں۔ افطار کے وقت شدید پیاس کے بعد ٹھنڈا پانی ملا۔ دن بھر اپنے مشاغل میں رہا اور شام کو اذان سن کر افطار کرتا ہے۔ ٹھنڈا پانی پیتا ہے۔ اس کا رگ رگ جھوم اٹھتا ہے۔ دوسری خوشی اعمال کے وقت ملے گی۔ اپنے اپنے اعمال کے بقدر جنت ملے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ دریافت فرمائیں گے۔ تم نے میرے بھروسے پر عمل کیا۔ تمھیں حسبِ وعدہ ملا یا نہیں؟ بندہ عرض کرے گا۔ اللہ ربّ العزت اگر ہمیں ایسا پختہ یقین ہوتا، ہم تیرے سوا کسی اور طرف متوجہ ہی نہ ہوتے۔ ہم نے صرف تیرے وعدوں پر عمل کیا تھا۔ جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ اس دیدار سے سب مست ہو کر جھوم جھوم جائیں گے۔ اللہ کے دیدار کی وجہ سے جنت کی تمام نعمتیں ہیچ ہو جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے بندوں سے رمضان کی مشقتوں کے بدلے میں خود کے یقینی دیدار کا وعدہ کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ ڈھال ہے اور ڈھال دشمنوں کے تیروتلوار سے روک بننے کا سامان ہوتی ہے۔ پرانے زمانے میں جنگلوں میں استعمال ہوتا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من صام صوم رمضان ایماناً و احتساباً عزہ الله تعالی کل ذنب ما تقدم. جس نے رمضان میں ایمان کے ساتھ روزہ رکھا اور چوکسی برتی اللہ تعالیٰ اس کے تمام پچھلے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کی راتوں کو ایمان اور چوکسی کے ساتھ جاگ کر عبادت میں گزاری اللہ تعالیٰ اس کے تمام پچھلے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کی راتوں کو مرنے نہیں دیا بلکہ عبادتوں سے آباد کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے تمام پچھلے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کی بہت تعریف فرمائی ہیں۔ روزہ بوجھ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی قدردانی نصیب فرمائے اور بچے ہوئے اوقات کو صحیح استعمال کرنا آسان فرمائے، آمین!

دین کی پانچ بنیادیں ایمان یعنی کلمہ، دوسری نماز اور نماز ہر عاقل بالغ مرد عورت پر پانچ وقت کی فرض ہے اور اس کا چھوڑنا حرام ہے۔ نماز چھوڑنے والے کافر ہیں صرف فرق یہ ہے کہ کافر کو کھلے عام کافر کہتے ہیں اور اسے کھلے عام کافر نہیں کہتے۔ اللہ چاہے تو معاف فرمادے یا پکڑ فرمائے۔ تیسری بنیاد روزہ، چوتھی زکوٰۃ۔ صاحبِ نصاب پر واجب ہے۔ نہ ادا کرنے پر گنہگار رہوگا اور اس کی دوسری عبادتیں بھی نامقبول رہیں گی۔ پانچویں بنیاد حج ہے جس پر واجب ہو ضرور ادا کرنا ہے۔ ادائیگی پر معصوم بن کر لوٹے یا یہود و نصاریٰ ہو کر مرے۔ ○○

فدائے ملت امیرالھند حضرت اقدس مولانا سیّد اسعد مدنی کی ایک یادگار تقریر

اللہ کی وحدانیت اور رسولؐ کی رسالت کا اقرار ہی ایمان ہے

مورخہ ۲۱ ؍رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ مطابق ۵ ؍ستمبر ۲۰۰۴ء، بمقام مسجد رشید دارالعلوم دیوبند——مرتبہ: **قاری نجیب الرحمن بھاگلپوری**

الحمد للّٰہ و الصلوۃ و سلام علی رسولہ الکریم، اما بعد

اسلام کی عمارت بنی ہے، تعمیر ہوئی ہے، کھڑی ہے پانچ باتوں پر یعنی اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔ پہلی گواہی دینا، اقرار کرنا۔ **لاالٰہ الااللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ!** کی شہادت دینی ہے۔

اگر کوئی آدمی اللہ کے واحد ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی گواہی دے وہ ایمان والا ہے۔ اس بات پر یقین رکھتا ہو کہ معبود صرف اللہ تعالیٰ ہی ہیں اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو خبریں لے کر آئے ہیں برحق ہیں۔

دوسری بنیاد: ہر کلمہ گو پر روزانہ پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں۔ جو مسلمان نمازیں پڑھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو مانتا ہے اور جو مسلمان اللہ کے وحدانیت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہے اور نمازیں نہیں پڑھتا ہے وہ اللہ کے حکم کو توڑتا ہے۔ یہ مسلمان تو رہے گا کیونکہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن یہ کہیں گے کہ اللہ کے حکم کا منکر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا پچاس وقت کی نمازیں ادا کرنی ہیں۔ حکم لے کر اترے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ دریافت کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا تحفہ ملا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پچاس وقت کی نمازیں فرض کردیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میری قوم آپ کی قوم سے بہت قوی تھی۔ فرعون کے اتنے ظلموں کو برداشت کرتی بہت مشقتیں اُٹھائیں لیکن دو وقت کی نہیں چلاسکی۔ آپ کی اُمت تو بہت کمزور ہے یہ پچاس وقت کی نمازیں کیسے چلائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے درخواست فرمائیں کچھ کم کردیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گئے اور اللہ تعالیٰ سے کم کرنے کی درخواست کی اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نمازیں کم کردیں۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف تشریف لائے۔ انھوں نے دریافت فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا حکم کیا گیا۔ ارشاد فرمایا پانچ وقت کی نمازیں معاف کردی گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ابھی تو بہت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے درخواست فرمائیں کہ نمازیں اور کم کردی جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حضور جاکر پھر درخواست کی۔ پانچ نمازیں مزید کم کردی گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف پھر واپسی ہوئی انھوں نے پھر کم کروانے کی درخواست کریں۔ اور اس طرح بالآخر پانچ وقت کی نمازیں رہ گئیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مزید کم کروانے کی درخواست کا مشورہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اب اللہ رب العزت سے کم کرنے کی درخواست کرنے میں شرم آئی ہے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو ایمان والا پانچوں وقت کی نمازیں پڑھے اسے پچاس وقت کی نمازیں پڑھنے کا ثواب ملے گا۔

یہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی خصوصیت ہے کہ ہر نیکی کا اجر دس گنا ملے گا۔ نماز ایمان کے بعد سب سے بڑا فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل ہے۔ جو نماز سے پھرا وہ دین سے پھر گیا۔ جس نے نمازیں ادا کیں اس نے اپنے دین کو مضبوط کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **مَن ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر۔** اگر کوئی بدنصیب جان بوجھ کر ایک وقت کی نماز بھی بلاعذر چھوڑے دے کافر ہے۔ لیکن علماء کی اکثریت یہ کہتی ہے ہم کافر نہیں کہیں گے بلکہ اس کا مسلمان ہونا بھی طے نہیں اور کافر ہونا بھی طے نہیں فیصلہ اللہ کے یہاں ہوگا۔ خواہ سزا دیں یا معاف فرمادیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے ایک وقت کی نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑوں چوہتر ہزار برس جہنم میں جلے گا۔ پھر دوسرے وقت کی نماز چھوڑ دی پھر چوہتر ہزار برس جہنم میں جلے گا۔ نماز چھوڑنے کی وجہ سے بے نمازی کو آگ میں جلنا پڑے گا۔

اس کے دل میں ایمان نہیں ہے اس لیے اتنے بڑے عذاب کو جھیلنے کے لیے تیار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں نماز کی تعریف کی۔ **ان الصلوٰۃ تنھا عن الفحشاء و المنکر.** بے شک نماز بے حیائی اور بُری باتوں سے روک دیتی ہے۔ نماز کی وجہ سے گناہوں سے نفرت ہوتی ہے اور طاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ہم نماز کو صحیح طور پر نہیں پڑھتے۔

ایک دیہاتی (اعرابی) نے نماز پڑھی۔ صحابہ ناراض ہوئے اور کہا ایسی ٹھونگیں ماری جیسے کوا ٹھونگیں مارتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری نماز نہیں ہوئی پھر سے پڑھ۔ وہ گیا اور دوبارہ نماز پڑھی اور حاضر خدمت ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تیری نماز نہیں ہوئی پھر سے پڑھ۔ پھر ویسی

ہی نماز پڑھی جیسی پہلے پڑھی تھی۔ ارشاد ہوا تیری نماز نہیں ہوئی پھر سے پڑھ اعرابی نے کہا مجھے جیسے آتی ہے ویسی پڑھی۔ مجھے بتاؤ کیسے پڑھوں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نماز سکھائی۔ نماز کو اطمینان سے ادا کر۔ رکوع وسجود قدوم وجلسہ تمام ارکان نہایت سکون ووقار سے ادا کیے جائیں۔

جلدی جلدی ادا کی ہوئی نمازیں بعض ائمہ کہتے ہیں ذمّہ سے ادا نہیں ہوتی۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں ہوتو جائے گی لیکن ساری دنیا میں اِدھر اُدھر پھرتی رہے گی اور کوئی در نہ ملنے پر نمازیوں پر لوٹ جائے گی۔ ایسا پڑھنا بھی کوئی پڑھنا ہے۔ نماز کو جماعت سے اطمینان کے ساتھ پڑھ۔ ایسی پڑھو جو قبول ہو فائدہ دے۔ نورانی بن کر اللہ کی بارگاہ میں نمازی کے لیے سفارشی بن کر جائے۔ کامیابی دلوائے، مسائل حل کروائے۔

ایسے بھی نماز پڑھنے والے ہوں گے جن کی پڑھی ہوئی نماز ساری دنیا میں گھومے گی اور اللہ کے یہاں جانے کی کوئی راہ نہ پانے پر ایسی نماز نمازی کو کوستی ہوئی جائے گی کہ جیسا تو نے مجھے برباد کیا ہے اللہ تجھے بھی برباد کرے۔

ایسی نماز نہ پڑھو جو تمھیں بد دعائیں دے بلکہ دروازے کھڑکیاں کھلی ہوں اور اللہ کے دربار میں قبول ہو۔ دل لگا کر اطمینان سے سکون ووقار سے پڑھو کہ نماز تمھیں دعائیں دیتی ہوئی جائے کہ اللہ تم سے راضی ہوں۔

اسلام کی تیسری بنیاد روزہ ہے۔ ہر ایمان والے پر رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں۔ اللہ کی حکومت اصلی اور دنیا کی حکومتیں نقلی۔ اللہ تعالیٰ کی حکومت ہر چیز پر قادر اور دنیا کی حکومت ڈنڈوں کے زور پر چلتی ہے۔

رمضان المبارک کی ہر رات میں دس لاکھ لوگوں کو جہنم سے آزادی ملتی ہے اور لوگ پورے رمضان المبارک میں جہنم سے نکالے جاتے ہیں۔ اتنے لوگ رمضان المبارک کی آخری شب میں نکالے جاتے ہیں۔ رمضان المبارک کے رات اور دن یقین ہو تو قدر کریں۔

اپنا تو یہ حال ہے غیر رمضان میں دو سالن تو رمضان میں چار سالن۔ دو روٹیاں روز کھائی جاتیں تو رمضان المبارک میں پانچ روٹیاں کھا رہی ہیں۔ خوب کھاؤ نیند بھی خوب آئے گی۔ روز ٹی وی دیکھ کر ایک بجے رات کو سوتے تھے رمضان میں خوب کھا کر نمازیں چھوڑ کر سو گئے۔ ایسا سوئیں گے کہ سحری میں بھی جاگنا ممکن نہ ہو۔

تراویح پڑھانے کے لیے ایسا حافظ چاہیے جو بہت جلد نماز پڑھا دے۔ ایک حافظ نے بیس رکعتیں چالیس منٹ میں پڑھائیں۔ کہتے ہیں بہت اچھا حافظ ہے۔ سب سے بڑی جماعت اسی کے پیچھے ہوتی ہے جو بہت جلد نماز پڑھا سکے جلدی سے نمازیں پڑھ لیں پھر مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کی غیبتیں کریں گے۔ بنی اسرائیل کی طرح عبادات میں چار سو بیسی کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے اعمال ایسے جل جاتے ہیں جیسے سوکھی لکڑی آگ میں جلتی ہے۔ نماز کے بعد گھنٹوں ایسی ویسی باتیں کرتے رہتے ہیں لیکن امام ڈھونڈیں گے طوفان میل۔ آخرت کی تباہی کی باتیں ہیں۔

یعلمون تعلمون کے سوا کیا ہوگا۔ یہ اعمال شیطان کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے اعمال ہرگز قبول نہیں فرماتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب آدمی نماز میں کہتا ہے۔

الحمد للہ ربّ العالمین۔ اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں **حمدنی عبدی**۔ آدمی کہتا ہے **الرحمن الرحیم**۔ اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے: **اثنا عَلَیَّ عبدی**۔ آدمی کہتا ہے: **مالک یوم الدین**۔ اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے: **تجدنی عبدی** اور اسی طرح پوری سورہ فاتحہ کا اللہ جواب دیتا ہے۔ یہاں ایک ہی سانس میں الحمد سے ضالین تک پڑھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا جواب پائیں گے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: الحمد میں سات آیتیں ہیں۔ کم از کم چار سانسوں میں پڑھیے۔ نماز کو دل لگا کر پڑھو۔ اللہ قبول فرماتے ہیں۔ جواب دیتے ہیں۔ ہمہ تن متوجہ رہتے ہیں۔ دنیا کے گورنر سے بڑی کوششوں کے بعد رسائی ملے اور جب سامنا ہو تو اِدھر اُدھر متوجہ ہو جائے۔ اس ملاقات سے اس کو کیا حاصل ہوا۔

اپنی نمازیں اور قرآن کو چند پیسوں کے لیے برباد مت کرو جبکہ آج ہر چیز پیسوں سے تولی جارہی ہے۔ اپنی آخرت کو بگاڑ کر دنیا مت بناؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین آدمیوں کے لیے بربادی کی دعا کی۔ جبرئیل علیہ السلام اللہ کے حکم سے تشریف لائے اور بددعاء کی یا اللہ وہ شخص ہلاک ہو جائے جس نے والدین کو یا ان دونوں میں کسی ایک کو پایا اور اس کی خدمت کر کے انھیں راضی نہ کر سکا۔ دوسرا وہ شخص جسے رمضان المبارک کا مہینہ ملے اور رو دھو کر اپنی مغفرت نہ کروا سکے۔ تیسرا وہ شخص ہے جس کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آئے اور درود نہ پڑھے اور سب سے چھوٹا درود کم سے کم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسے بھی ضرور پڑھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک آجانے پر درود پڑھنا ثابت، چومنا چاٹنا کہاں سے لائے۔

رمضان کا مہینہ ملا اور اپنی مغفرت نہ کروا سکا بلکہ اتنا روئے پیٹے کہ اللہ معاف فرما دے۔ رمضان میں دس منٹ کی تراویح ہو۔ دو گھنٹے گناہ کماؤ، مسجد میں بیٹھ کر دنیا کی باتیں ہوں، لوگوں کے شکوے ہوں، راتیں تو یوں گئیں اور دن کا زیادہ حصہ سونے کی نظر ہو جاتا ہے۔ باقی اوقات افطار کی تیاریاں اور عید کی تیاریوں کی نذر ہو جاتے ہیں۔

من احیاء لیالی رمضان غفرله لتالی. جس نے رمضان المبارک کی رات کو جاگ کر گزارا مرنے نہیں دیا اللہ تعالیٰ اس کے تمام پچھلے گناہ

معاف فرمادیتے ہیں۔

رمضان المبارک کے شب و روز کی قدر کرنی چاہیے۔ جنت جانے کا ذریعہ بنانا چاہیے۔ اس میں اپنے اعمال بنانے کی محنت کرنی چاہیے۔ اس ماہ مبارک میں ایک رات ہے جو ہزار مہینے کی راتوں سے افضل ہے۔ گویا تراسی سال چار مہینے کی راتوں سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو توفیق دی ہے کہ رمضان المبارک میں محنت کرکے اپنی آخرت بنالے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی نماز نہیں پڑھائی ہے۔ تین راتیں تہجد کی نماز جماعت سے پڑھائی ہے۔ چوتھی رات حضور حجرہ شریفہ سے باہر تشریف نہیں لائے۔ صحابہ رضوان اللہ عنہم مسجد میں انتظار کرتے اور کھنکھارتے رہے یہاں تک کہ سحری کا وقت آن پہنچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ مجھے تمھاری سب خبر تھی۔ اللہ تعالیٰ کو تمھاری نماز اس قدر پسند آئی، اتنی زیادہ پسند آئی کہ مجھ کو یہ خوف ہوا کہ اللہ تعالیٰ اسے امت پر فرض نہ فرمادیں۔

جماعت سے تہجد پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ فقہا کہتے ہیں کہ نفل رہے فرض نہ ہوجائے۔ مثلاً اذان نہ ہو، تکبیر نہ کہی جائے بلکہ جیسی صلوٰۃ الکسوف، خسوف اور استسقاء کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں ویسی ہی ہو۔ ایسا عمل جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو ہرگز نہ کیا جائے۔ یہی بدعت ہے۔ تعداد کی شرط لگانا ضروری نہیں، جماعت ہونی چاہیے۔

تراویح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جاری ہوئی۔ جیسی تراویح صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کے زمانے میں ہوتی تھی ہم نے دیکھی ہے۔ ہم نے پڑھی ہے۔ شدید گرمیوں کے روزے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تراویح پڑھاتے۔ زبان کے خشک ہوجانے کی وجہ سے بار بار کلی کرتے۔ روزانہ ایک سپارہ بھی نہیں چل رہا تھا۔ پھر آخری رات بھی آگئی اور پانچ سپارے ختم میں رہ گئے۔ اختلاف ہوا کیا کیا جائے۔ اکثر کی رائے تھی کہ چھوڑ دیا جائے جبکہ ایک سپارہ بھی نہیں ہوتا تو پانچ سپارے کیسے ممکن ہوسکتے ہیں۔

حضرت مولانا خلیل صاحب مرحوم نے فرمایا پڑھنے چاہئیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ عشاء بعد کھڑے ہوگئے جہاں ایک سپارہ بھی مشکل تھا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ سپارے سنائے۔ تراویح ڈیڑھ بجے رات میں ختم ہوئی۔ گرمیوں کی راتیں تھیں۔ سحری کا وقت ہوگیا تھا اور سارے لوگوں نے تراویح ادا کی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔ آسان فرمائے، مستقیم فرمائے۔ ○○

امیرالہند فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ صاحب کی آخری یادگار تقریر

یہ کہنا مشکل ہے کہ ہم میں سے کسے اگلا رمضان نصیب ہوگا

۲۹؍رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ بمقام مسجد رشید دارالعلوم دیوبند — ترتیب: قاری نجیب الرحمٰن بھاگلپوری

محترم بزرگو دوستو! اللہ تعالیٰ کا بے انتہا انعام و اکرام ہے کہ اس نے ہمیں رمضان المبارک جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی اور اس میں اپنی عبادتوں کی توفیق عنایت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان ٹوٹی پھوٹی عبادتوں کو قبول فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

یہ کہنا مشکل ہے کہ ہم میں کون کون ایسا ہوگا جس کو اگلے رمضان المبارک نصیب ہوں گے۔ آپ سب لوگوں نے اپنے راحت و آرام کو چھوڑ کر صرف اپنی آخرت کو بنانے کے لیے یہاں کا سفر کیا اور یہاں کی پریشانیاں اٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی قبول فرمائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ مہمان کا اکرام کرے۔‘‘

آپ ہمارے یہاں آئے اور ہم سے آپ کا صحیح اکرام نہیں ہوسکا۔ دیوبند ایک چھوٹی سی جگہ ہے یہاں تھوڑے وسائل ہیں۔ یہاں نہ ڈھنگ کے کھانے ملتے ہیں نہ کھانا بنانے والے ملتے ہیں۔ میرے کچھ ساتھی ہیں جنھوں نے میرا ساتھ دیا اور آپ کی خدمت کی اللہ تعالیٰ ان کی خدمتوں کو قبول فرمایئے اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آپ کو نہ ڈھنگ کا کھانا ملا نہ صحیح آرام کی جگہ ملی۔ جو کھانا ہے وہ دال روٹی جیسی ہے میں اس کے لیے آپ سب سے معافی کا خواستگار ہوں اور پھر یہ کہ یہ آخرت بنانے کی فکر ہی میں آئے۔ اور اب مجھ کو اپنی زندگی کی توقع نہیں ہے۔ زندگی دور ہوتی جارہی ہے، موت قریب آتی جارہی ہے آپ لوگوں سے درخواست ہے کہ میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایمان پر موت نصیب فرمائے بلکہ ہر ایک کو ایمان پر موت نصیب فرمائے۔ میں دارالعلوم دیوبند کے ذمہ داروں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ہمیں اور میرے مہمانوں کو مسجد میں اعتکاف کی اجازت دی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں ان لوگوں کو اپنا مجاز بناتا ہوں۔

مولانا بدرالدین اجمل بمبئی، اور باقی سات احباب کو اپنا مجاز فرمایا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ نے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلائے اور اپنی نامرضیات سے ہم سب کی حفاظت فرمائے دین کی خدمت کے لیے ہم کو قبول فرمائے دارالعلوم دیوبند اور تمام مدارس اسلامیہ کو ترقی عطا فرمائیں اور ہر قسم شرور فتن سے حفاظت فرمائیں اور سب کو ایمان پر موت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مسلمان اپنے دین وایمان کی توہین برداشت نہیں کرسکتا

ہندوستان میں جتنی حکومتیں آئی ہیں وہ مسلمانوں کو انصاف دلانے میں ناکام رہی ہیں

تحفظ شریعت کانفرنس سے امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی مدظلہٗ کا پرسوز خطاب

فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی قدس سرہٗ العزیز نے جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے تحفظ شریعت کے تعلق سے جو خدمات انجام دی ہیں وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ جمعیۃ علماء ہند کے زیر اہتمام منعقدہ تحفظ شریعت کانفرنس منعقدہ ۳۱/اکتوبر ۱۹۹۳ء بھی حضرتؒ کی تحفظ شریعت جدوجہد کا ہی ایک حصہ تھی۔ اس کانفرنس میں حضرتؒ نے اپنے جن خیالات کا اظہار فرمایا تھا وہ تحفظ شریعت کی جدوجہد کا ایک زرّیں باب ہے۔ ہم ذیل میں حضرتؒ کی اس تقریر کو ''فدائے ملت نمبر'' کی زینت بنارہے ہیں۔ ادارہ

خطبۂ مسنونہ کے بعد امیر الہند مدظلہٗ نے انتہائی دلسوزی کے ساتھ فرمایا کہ ''آج حکومت اپنے فرض سے غافل ہے اور وہ اپنے دلالوں کے ذریعہ عورت کی ہمدردی کے نام پر اسے آبروباختہ بنادینا چاہتی ہے۔

آپ نے فرمایا آج ہندوستان میں نہ مسلمان کی جان محفوظ ہے نہ عزت ومال اس کا محفوظ ہے۔ صرف ایک اس کا ایمان محفوظ ہے کیا اسے بھی چھین لینا چاہتے ہو، آپ نے آگاہی دی کہ مسلمان سب کچھ برداشت کرسکتا ہے مگر اپنے ایمان ویقین کا سودا نہیں کرسکتا اور اگر اللہ نے چاہا تو وقت آنے پر مسلمان ثابت کردے گا کہ اس کی ایسی کوئی چیز نہیں ہے جسے وہ ایمان پر قربان نہ کرسکتا ہو۔ مسلمان جب گھر سے نکلتا ہے تو وہ یہ گارنٹی لے کر نہیں نکلتا کہ وہ شام کو زندہ سلامت گھر لوٹ سکے گا۔

مولانا مدنی نے فرمایا یہ خدا کا فضل ہے کہ ملک سے غداری کرنے والے بہت سے ہندوستانی ملیں گے لیکن ہندوستانی مسلمان نہیں ملیں گے اس کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ دشمنوں جیسا سلوک کیا جاتا ہے، مسلمانوں کو قدم قدم پر مشکلات ومصائب سے گزرنا پڑتا ہے ان کے لیے نہ کوئی قانون ہے نہ کوئی انصاف ہے یہ عجیب بات ہے کہ اس کے ساتھ زیادتی کرنے والوں کے خلاف کوئی بھی کارروائی کے لیے تیار نہیں ہے حکومت دراصل چوروں، لٹیروں اور قاتلوں کی منڈلی ہے پھر اس سے انصاف کی اُمید کیسے کی جاسکتی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جھوٹی ہمدردی اور آزادی کے نام پر عورتوں کو گھروں سے نکال کر بازاروں کی زینت بنایا جارہا ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے اور اگر کوئی بے ضمیر نام نہاد مسلمان اس کے لیے تیار ہے تو ہم اسے مسلمان کہنے کو تیار نہیں ہیں، ایسے لوگوں کی تعداد بڑھانے سے بہتر جانوروں کی تعداد بڑھانا ہے۔ جو اللہ کے دین پر نہ چلنا چاہے وہ مرد ہو یا عورت کوئی اسے مجبور نہیں کررہا ہے لیکن ان کی خواہش کے مطابق دین کو نہیں بدلا جاسکتا قرآن صاف کہتا ہے ''**من شاء فلیومن و من شاء فلیکفر** '' جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرلے، جو کفر اختیار کرے گا اسے اللہ کے علاوہ بظاہر بہت سہارے ملیں گے اور بہت لوگ انھیں ہار پہنائیں گے۔

امیر الہند مدظلہٗ نے انتہائی افسوس کے ساتھ کہا کہ ہماری سیکولر حکومتوں کا رویہ انتہائی افسوسناک اور تشویشناک ہے۔ آپ نے سوال کیا کہ کیا کسی موثر طریقے سے فسادات کو نہیں روکا جاسکتا۔ حکومت کی یہ اوّلین ذمہ داری ہے کہ وہ انصاف کو قائم کرے، اگر حکومت ایماندار ہے تو جب قانون شکنی ہوتی ہے اور امن وامان برقرار رکھنے میں ناکامی ہوجاتی ہے تو وہ کوئی تحقیقات نہیں کراتی اور اگر کراتی بھی ہے تو صرف اس لیے تاکہ مجرم افسران کو انعام دیا جاسکے۔ حکومت اس کے لیے تیار ہی نہیں ہے کہ جو قصوروار ہے اسے ملک سے نکال باہر کیا جائے۔ وہ اس کے لیے بھی تیار نہیں ہے کہ فساد کے مجرموں کو سزادی جائے تو پھر اس کے وعدوں اور دعوؤں پر کیسے بھروسہ کیا جاسکتا ہے حکومت تحقیقات کا ڈھونگ رچاتی ہے اور کہتی ہے کہ پہلے تحقیق ہوگی اس کے بعد مجرموں کو سزادی جائے گی، یہ سراسر بے ایمانی اور دھوکہ ہے کسی کو ڈیوٹی پر رکھ کر اس کے خلاف تحقیقات کرانا یہ صرف ان مجرموں کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے ہوتا ہے جو افسر ڈی ایم ہے ڈی آئی جی اور آئی جی ہے تو اس کے خلاف کون گواہی دینے جائے گا۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات جھوٹی تحقیق ہے، حکومت کے دل میں بے ایمانی ہے وہ اپنے افسر کو بے قصور ثابت کرنا چاہتی ہے اس لیے تحقیقات کا ڈھونگ کھڑا کیا جاتا ہے۔ حکومت اگر اس سلسلہ میں واقعی ایماندار ہے اور وہ چاہتی ہے کہ جو بھی مجرم ہو وہ کیفر کردار تک پہنچے تو اسے دیکھنا چاہیے کہ کتنے لوگوں کی جانیں گئیں، کتنی لوٹ ہوئی، کتنی آگ لگی اور پھر جو مجرم ہو اسے قرار واقعی سزادی جائے۔ لیکن حکومت کے نزدیک انسان کی کوئی قیمت نہیں ہے اس لیے بے ایمان اور مجرم افسران کو بچانے کے لیے سب کچھ کیا جاتا ہے۔

یہ تمام باتیں ہیں جن کے ہوتے ہوئے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ حکومت ایماندار ہے میں صاف کہتا ہوں کہ اب تک اس ملک میں جتنی حکومتیں آئی ہیں ان میں اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کی کوئی شنوائی نہیں ہے۔ آپ نے

فرمایا کہ میں اپنی کانگریسی حکومت سے سوال کرنا چاہتا ہوں کہ آزادی کے بعد سے اب تک ہزاروں افراد قتل ہو چکے ہیں۔ گاندھی جی کے قتل کے بعد بھی مسلمانوں کے قتل کا سلسلہ برابر جاری ہے لیکن آج تک حکومت کو شرم نہیں آئی اور اس سلسلہ میں اس نے کچھ نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر حکومت حرکت کرتی ہے تو صرف اسلام دشمنی میں مسلمان عورتوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے میں اگر واقعی عورتوں سے ہمدردی ہوتی تو ان کے لیے امن وقانون ہوتا، انصاف ہوتا۔

مجرم ہندو ہو یا مسلمان وہ مجرم ہے، ظالم ہے غنڈہ ہے اور اگر کوئی حکومت یا فرد اس کی پرورش کرتا ہے تو وہ ظالم اور غنڈوں کی پرورش کرتا ہے جو سارے ملک کے لیے تباہی و بربادی کا سبب ہے مسلمانوں کے ساتھ آج جو کچھ کیا جا رہا ہے ملک کو اس کی قیمت منی پور، پنجاب، کشمیر اور ناگلینڈ میں چکانی پڑ رہی ہے جدھر دیکھو قاتل ہی قاتل نظر آرہے ہیں کوئی قانون نہیں، انصاف نہیں اور کہیں امن نہیں ہے آج ملک میں کوئی سچی بات کہنے والا نہیں ہے۔

آپ نے زور دے کر فرمایا کہ آر ایس ایس، بجرنگ دل، شیوسینا وغیرہ فرقہ پرست تنظیمیں مسلمانوں کا قتل کھلم کھلا کرتی ہیں ان کے پاس قانونی غیر قانونی ہر طرح کے ہتھیار ہوتے ہیں وہ فسادات میں قتل وغارتگری کے ساتھ لوٹ مار اور آگ زنی کرتے ہیں مگر کوئی نہ صرف ان کا ہاتھ روکنے والا نہیں ہے بلکہ وہ حکومت کی چھتر چھایا میں اپنی طاقت کو بڑھانے میں لگے ہوئے ہیں۔

مولانا مدنی نے فرمایا کہ ہم ایک مرتبہ مرارجی حکومت کے زمانہ میں مرارجی بھائی سے مسلمانوں کے سلسلہ میں ملنے گئے تو انھوں نے بتایا کہ میرے پاس آر ایس ایس کے لوگ آئے تھے میں نے ان سے کہا کہ تم قتل و غارتگری کے ذریعہ ہندوستان سے مسلمانوں کو ختم نہیں کر سکتے۔ اور نہ تمام مسلمانوں کو تم قتل کر سکتے ہو۔ جس سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ آر ایس ایس ہندوستان سے مسلمانوں کو ختم کر دینا چاہتا ہے اور اسی لیے فسادات کا یہ سلسلہ ملک میں جاری ہے۔

شیوسینا کا چیف بال ٹھاکرے بھی کھلم کھلا یہی کہتا ہے اس نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ ہم ہندوستان سے مسلمانوں کو ختم کر کے ہی دم لیں گے یہ ہی کام پولیس کر رہی ہے اور وہ وہی کرتی ہے جس کا اسے حکم ملتا ہے۔ آپ نے اس پر افسوس ظاہر کیا کہ اگر کوئی افسر بے قصور لوگوں کو مارتا ہے تو اسے کوئی سزا نہیں دی جاتی اور اگر کوئی اپنے دفاع میں کچھ کرتا ہے تو اس کے خلاف انتقامی کارروائی کی جاتی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ ملک میں نہ قانون ہے نہ انصاف ہے اور اگر کوئی حکومت اس کا دعویٰ کرتی ہے تو وہ جھوٹی ہے۔

مولانا مدنی نے فرمایا کہ آر ایس ایس سرکاری مشینری میں داخل ہو چکا ہے اور حکومت وہی کچھ کر رہی ہے جو فرقہ پرست چاہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ ان تمام حالات سے ہمیں ہراساں اور پریشان نہیں ہونا چاہیے بلکہ عزم بالجزم کے ساتھ ان حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ سنجیدگی اور متانت کو کام میں لائیں تو توازن قائم رکھیں، انشاء اللہ کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور اس لیے جن قوموں کا توازن بگڑ جاتا ہے تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتیں۔

امیر الہند مدظلہٗ نے توجہ دلائی کہ جس طرح ہمیں شکایت کرنے کا حق ہے اسی طرح ہماری کچھ ذمہ داریاں بھی ہیں جنھیں ہمیں پورا کرنا چاہیے اگر ہم نے انھیں پورا نہیں کیا تو ظاہر ہے کہ یہ ذمہ داریوں سے فرار ہی ہوگا جو کسی غیور اور زندہ قوم کی نشانی نہیں کہی جا سکتی۔ ہمیں اللہ اور اس کے رسولؐ نے حکم دیا ہے کہ ہم اللہ کے پیغام کو اس کے بندوں تک پہنچائیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال مکہ میں رہ کر اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچایا اور اپنی ذمہ داری کو پورا کیا، آپ نے اہل مکہ کی دشمنی کی کوئی پرواہ نہیں کی اور پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنا فرض ادا کرتے رہے۔ اسی طرح آج کے حالات میں یہ بہت ضروری ہے کہ ہم اللہ کے احکام قرآن کی تعلیمات اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو عام لوگوں تک پہنچائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تقسیم وطن کے بعد بہت سے لوگ پاکستان چلے گئے لیکن وہ وہاں آج بھی مہاجر ہی ہیں اور مشکلات میں مبتلا ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعۂ ہجرت پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ جب لوگ ارادۂ قتل تک پہنچ گئے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ہجرت کا حکم فرمایا آپ مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے لیکن اللہ نے اپنے رسول کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ یہ سب نتیجہ تھا اللہ کی اطاعت فرمانبرداری اور صبر وتحمل کا اللہ نے انجام کار اپنے رسول کو سرخروئی عطا فرمائی اور جو لوگ آپ کے دشمن تھے یا تو وہ اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے اور یا پھر اللہ نے انھیں نیست و نابود کر دیا۔ آج ہندوستان میں مسلمانوں کو اگر کامیابی سے ہمکنار ہونا ہے تو انھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اطاعت خداوندی اور صبر وتحمل سے کام لے کر ہی آگے بڑھنا ہوگا۔

مولانا مدنی نے اس موقعہ پر صومالیہ کی قحط سالی اور بوسنیا میں مسلمانوں کے قتل عام کا بھی تذکرہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ بوسنیا میں ہزاروں افراد کو موت کی نیند سلا دیا گیا ہے لاکھوں افراد کو بے یار و مددگار کیمپوں کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا گیا ہے اور بوسنیا کو تقسیم کر کے وہاں کے مسلمانوں کو درندوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آج پوری دنیا آفات ومصائب کا گہوارہ بنی ہوئی ہے اور پوری دنیا میں مسلمان پریشان حال ہیں اس کی اصل وجہ اپنی اس ذمہ داری سے فرار ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کی تھی۔ آج وہ اپنی ذمہ داریوں کو بھول گئے ہیں اللہ تعالیٰ نے انھیں فراموش کر دیا ہے۔ آپ نے تلقین کی کہ مسلمان اطاعتِ خداوندی اور ذکرِ الٰہی کو شیوۂ زندگی بنائیں اسی میں ان کی فلاح وکامیابی پوشیدہ ہے۔

○○

یونیفارم سول کوڈ کے سلسلہ میں

وزارت قانون کا ایک مراسلہ اور فدائے ملتؒ کا جواب

یونیفارم سول کوڈ کے نفاذ اور مسلم پرسنل لاء کے خاتمہ کے لیے سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر جو کوششیں کی جاتی رہیں ان کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم ذیل میں وزارتِ قانون کا ایک مراسلہ اور امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی قدس سرہ' کی طرف سے اس کے جواب کا اُردو ترجمہ پیش کر رہے ہیں جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کے لیے حضرتؒ کا موقف کتنا مستحکم اور مضبوط تھا۔ وزارت قانون کی طرف سے یہ مراسلہ ۲۵/ اکتوبر ۱۹۶۶ء کو بھیجا گیا تھا جس کا جواب جمعیۃ علماء ہند کے اس وقت کے بحیثیت جنرل سکریٹری امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی کی طرف سے ۳۰/ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو بھیجا گیا تھا۔ مراسلت کا مکمل متن حسبِ ذیل ہے۔

یونیفارم سول کوڈ کے بارے میں آپ اپنی رائے دیں

میں آپ کی توجہ آئین ہند کی دفعہ ۴۴ کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو ریاستی پالیسی کی رہنمائی کرنے والے اصولوں سے متعلّق ہے اور جس میں شہریوں کے لیے یکساں شہری ضابطہ کی ضرورت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ہمارے ملک میں قانون کے جملہ شعبوں میں شخصی قانون کے علاوہ یکساں قانون رائج ہیں۔ اور دفعہ ۴۴ کا مقصد ہے کہ ہندوستان کے تمام شہریوں کے لیے یکساں ضابطہ (سول کوڈ) رائج کیا جائے۔

دستور ساز اسمبلی میں ڈاکٹر امبیڈکر نے آئین کے مسودوں کی دفعہ ۳۵ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ شہری قانون میں شادی اور وراثت وہ شعبے ہیں جہاں شہری قانون کا گزر نہیں ہوسکا ہے۔

حال میں پارلیمنٹ میں سوالات پوچھے گئے ہیں جن میں شادی طلاق اور وراثت کے سلسلے میں یکساں شہری قوانین کے نفاذ کا خصوصی طور پر مطالبہ کیا گیا ہے۔ آپ اس بات سے واقف ہیں کہ مسلمانوں کے علاوہ ہندوستان کے بقیہ لوگوں میں ایک ازدواجی رواج قائم ہے۔ اس لیے بات صرف یہ رہ جاتی کہ مسلمانوں میں کثرت ازدواج کو ختم کیا جائے یا نہیں؟ پارلیمنٹ کے بعض اراکین نے مطالبہ کیا ہے کہ مسلمانوں میں بھی یکساں ازدواجی نظام رائج کیا جائے۔ لیکن مسلمانوں میں اس مسئلہ پر اختلاف رائے ہے، بہت سے لوگ کثرت ازدواج کے خاتمہ کے حق میں نہیں ہیں ان کا خیال ہے کہ شریعت (مسلم شخصی قانون) ان کے مذہب کا حصہ ہے۔ اس لیے دستور کی دفعہ ۲۵/ اور ۲۹ کے تحت محفوظ ہے لیکن ان کے ساتھ ہی سارے ملک میں یکساں شہری قانون کے نفاذ کا مقصد اس وقت تک کبھی پورا نہیں ہوسکتا جب تک مسلمانوں پر بھی اس کا نفاذ نہیں ہوتا۔

پارلیمنٹ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے وزیر قانون نے لوک سبھا میں کہا ہے کہ اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے وہ اس معاملہ میں ریاستی حکومتوں کی رائے معلوم کریں گے اس کے بعد ہی شادی طلاق اور وراثت کے متعلّق یکساں قانون پیش کئے جانے پر فیصلہ کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں ریاستی حکومت کی رائے جلد از جلد پیش کی جائے۔

براہِ کرم آپ بھی ۱۵/ نومبر ۱۹۶۶ء تک اپنی رائے سے آگاہ کریں ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ آپ اس موضوع پر کوئی رائے نہیں رکھتے۔

احترام کے ساتھ

مخلص

انڈر سیکریٹری کی لا رانیڈ جوڈیشل

مسلم پرسنل لا میں مداخلت کو مسلمان برداشت نہیں کرسکتا

آپ کا خط F19 C 187/66judl مورخہ ۲۵/ اکتوبر ۱۹۶۶ء ملا۔ شکریہ۔ اس سلسلے میں میں آپ کو ایک خط ۳۰/ اکتوبر ۱۹۶۶ء کو لکھ چکا ہوں یونیفارم سول کوڈ کے بارے میں مسلمانوں کے متعلّق حسبِ ذیل امور قابلِ توجہ ہیں۔

۱۔ مسلمانوں کے پرسنل لاء میں جو امور آتے ہیں مثلاً شادی، طلاق خلع اور وراثت وغیرہ وہ کسی سوسائٹی، شخصی، یا اشخاص کے بنائے ہوئے نہیں ہیں نہ وہ تہذیبی اور رسم و رواج کے معاملات ہیں۔ بلکہ وہ بھی نماز، روزہ حج وغیرہ کی طرح مذہبی احکام کا حصّہ ہیں اور مقدس قرآن کریم سے گائڈ ہوتے ہیں۔ قرآن کریم مسلمانوں کے نزدیک خدائے پاک کا کلام ہے اور مذہب اسلام کی سب سے مقدس و محترم کتاب ہے اور شرعی احکام کا مخزن ہے وہ کسی انسان یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف نہیں ہے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

۲۔ قرآن پاک میں ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی غیر مبہم اور واضح اجازت درج ہے۔

۳۔ قرآنی قوانین یعنی مذکورہ بالا اسلامی قوانین نہ کسی مجلس قانون ساز کے بنائے ہوئے ہیں۔ نہ کسی حکومت کے نافذ کردہ ہیں اس لیے اس میں ترمیم یا تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۴۔ مذکورہ بالا قوانین اور احکام میں کسی طرح کی بھی تبدیلی کی کوشش دین اسلامی میں صریح مداخلت ہے۔

۵۔ یہ قوانین صرف مسلمانوں کے لیے واجب العمل ہیں ان قوانین کو نہ تسلیم کرنے والا مسلمان گناہ گار رہوتا ہے۔

۶۔ ان قوانین کا دوسرے شہریوں سے کوئی تعلق نہیں ہے ان قوانین کے لیے صرف اس شخص پر پابندی لازم ہوتی ہے جو مذہب اسلام کا پیرو ہو۔

۷۔ یہ قوانین کسی بھی امن عامہ میں مخل نہیں ہوتے اور نہ کسی طرح مخل ہیں۔

۸۔ تعدد ازدواج لازم نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ کچھ خاص حالتوں میں خاص شرائط کے ساتھ اجازت دی گئی ہے۔ اس لیے ہندوستانی مسلمانوں میں ایک سے زائد شادی کرنے کی تعداد ایک فیصدی بھی نہیں ہے۔

۹۔ کانسٹی ٹیوشن آف انڈیا کی دفعہ ۱۲۵، اور دفعہ ۲۹ میں مذہبی آزادی کے تحفظ کی گارنٹی دی گئی ہے اس لیے ان قوانین میں کسی طرح کی بھی تبدیلی، کانسٹی ٹیوشن میں دیئے گئے بنیادی حقوق اور یقین دہانی کے خلاف ہوگی۔

آپ حضرات جانتے ہیں کہ مسلمان بہت سے مصائب اور مشقتیں برداشت کر لیتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے مذہبی امور میں مداخلت اور دین کی توہین کبھی برداشت نہیں کر سکتے ہیں اور انھوں نے دین کے تحفظ کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دینے سے بھی کبھی گریز نہیں کیا ہے۔ مذہب کے مسئلہ میں نہ ان کے لیے پاکستان کی غیر شیرعی غیر جمہوری حکومت کے اعمال حجت ہیں اور نہ انڈونیشیا، مصر اور مراکش کے وہ پابند ہیں ان کے پاس قرآن وحدیث ہے، شریعت مذہبی احکام موجود ہیں وہ اگر چہ اپنی کوتاہی اور سستی کی وجہ سے پوری طرح عملی نہ کر پاتے ہوں لیکن وہ دین کی توہین یا اس میں مداخلت کو کبھی برداشت نہیں کرتے ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ اور روایات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے جذبات سے نہ کھیلا جائے گا۔ اور مذکورہ مسائل جو مذہب کے اجزاء ہیں ان کو چھیڑ کر کروڑوں مسلمانوں کو بے چین نہ کیا جائے گا۔ ورنہ حکومت کے سیکولر کریکٹر کے بارے میں مسلمانوں کے دِلوں میں شبہات پیدا ہوں گے اور اس سے اینٹی سیکولر اور رجعت پسند افراد فائدہ اُٹھائیں گے۔

اسعد مدنی

جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند

عاشقِ رسولؐ

امیرالہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ

پروفیسر ریحانہ تبسم فاضلی

جب مؤرّخ آج کی تاریخ کو دہرائیں گے
کارنامے تیرے آبِ زر سے لکھے جائیں گے
جب ترے افکار کے جھونکے دلوں تک آئیں گے
شعلۂ عشقِ نبی کو اور بھی بھڑکائیں گے
کام جو تو نے کیے انسانیت کے واسطے
ایسے اچھے کام تیرے نام کو چمکائیں گے
وہ رفاہی سلسلے پھیلے ہیں تیرے ہند میں
چاند سورج کی طرح وہ روشنی پھیلائیں گے
تیرے ارشاداتِ عالی مرکزِ دینِ مبیں
دیدہ و دل میں وہ خوشبو کی طرح لہرائیں گے
تربیت پائی ہے جن لوگوں نے تیرے فیض سے
رفتہ رفتہ یہ ہی ذرّے کہکشاں کہلائیں گے
دینِ حق کے واسطے ہر سانس تیرا وقف تھا
تیرے فتوے قلب و جاں کو حشر تک مہکائیں گے
قضیۂ کشمیر اور آسام پر تیرے خیال
خونِ مسلم کو بہر انداز اب گرمائیں گے
سلسلے میں بابری مسجد کے جو تو نے کیا
کارنامے قوم کے جذبے کو یہ چمکائیں گے
کام جو اُردو زباں کے واسطے تو نے کیا
کام یہ ہی زیست کا عنوان اب بن جائیں گے
تو نے چھوڑے ہیں نقوش ایسے رہِ افکار میں
آئینوں میں اُن چراغوں کی جلا ہم پائیں گے
تیری رحلت کی خبر سے دل کو جو صدمہ ہوا
ہم دلِ مضطر کو اپنے کس طرح بہلائیں گے
کل تلک تو بولتا گلشن تھا اب خاموش ہے
ہم گلِ شاداب چننے اب کہاں پر جائیں گے

مکتوباتِ فدائے ملتؒ

بنام شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ

(بریکٹ میں وضاحتی نوٹ میں ''س'' سے مراد مولانا سمیع الحق ہیں)

حضرت استاذی المکرّم زید مجدکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

والا نامہ رمضان شریف میں باعثِ سرفرازی ہوا تھا۔ حضرت متعنا اللہ بعموم فیوضہ وعافیت سے ہیں۔ (شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہٗ جنھیں دارالعلوم حقانیہ میں قدم رنجہ فرمانے کی دعوت دی گئی تھی۔ س) والا نامہ حضرت کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ حضرت نے ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ ''میں اب بہت ضعیف ہو گیا ہوں، اتنے طویل سفر کی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔ مشاغل بھی اس کی اجازت نہیں دیتے، اسی لیے حاضری سے معذور ہوں۔ آپ کے مدرسہ کے احوال سنتا رہتا ہوں اور خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین کی خدمت کی زیادہ سے زیادہ توفیق اور قبولیت سے نوازے۔ ہم سب خدام بخیریت ہیں، آپ حضرات برابر یاد آیا کرتے ہیں۔ دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔''

فقط والسلام

خادم، طالبِ دعا اسعد غفرلہ

(۲ر ذی الحجہ ۷۴ ۱۳ھ)

حضرت الاستاذ محترم زید مجدکم وعنایاتکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

اُمید ہے مزاج والا بعافیت ہوگا۔ میں الحمدللہ بخیریت ہوں اور حج کے بعد جنوبی افریقہ اور اس کے اطراف میں سفر کر رہا ہوں۔ ان شاء اللہ یہاں پر مصر، شام، ترکی، حرمین شریفین، عراق، کویت ہوتے ہوئے افغانستان ہو کر کابل سے ۴ر جولائی کو پشاور اور ۱۰ر کو وہاں سے لاہور اور پھر اسی وقت کراچی روانہ ہو جاؤں گا اور ۱۶ر جولائی کی صبح ان شاء اللہ کراچی سے دہلی کے لیے روانہ ہو جاؤں گا لیکن یہ پروگرام تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ مجھ کو پاکستان کا ویزا مل گیا، ورنہ پھر ۴ر تا ۱۰ر جولائی کو سیدھے کابل سے کراچی انشاء اللہ ضرور بر ہر دو شکل اور کراچی سے ۱۶ر جولائی کو دہلی کے لیے روانہ ہو جاؤں گا۔

حضرت مولانا (اسیر مالٹا، تلمیذِ رشید حضرت شیخ الہندؒ۔ س) عزیر گل صاحبؒ سے ملاقات کا بہت شوق ہے، اسی لیے پشاور (مولانا حسبِ پروگرام تشریف لائے، دارالعلوم حقانیہ کو بھی آمد سے نوازا۔ س) اُترنا چاہتا ہوں۔ براہِ کرم کسی طرح ممکن ہو تو مولانا سیّد گل بادشاہ صاحب (فاضل دیوبند، خادم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ جمعیۃ علماء اسلام کے بانی مبانی اور تاسیسی ارکان اور راہنماؤں میں سے تھے۔ المتوفی ۱۰ر جولائی ۱۹۷۳ء۔ س) سواڑیاں طور کو بھی مطلع فرما دیں، ممنون ہوں گا اور سلام بھی پہنچائیں۔ مولانا سمیع الحق صاحب اور پرسانِ احوال حضرات سے سلام مسنون فرما دیں، دعوتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔

فقط والسلام

اسعد غفرلہ

(۴ر جون ۱۹۶۹ء)

مخدوم ومکرم استاذی المحترم زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

والا نامہ مورخہ ۷ر ربیع الاوّل باعث سرفرازی ہوا۔ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ (برصغیر کے عظیم قائد، مصنف وخطیب، ناظم جمعیۃ علماء ہند۔ س) کے وصال پر جو کچھ بھی جناب والا نے تحریر فرمایا ہے درست ہے۔ ملّی وجماعتی زندگی کے کن کن پہلوؤں میں کتنے کتنے عظیم نقصان ہوئے، ناقابلِ بیان ہیں۔ ایسے متضاد اوصاف اور مشاغل اور ایسی ذمہ داری وہمت سے چل سکنے والا جامع شخص بالکل نظر نہیں آتا۔ بس اللہ ہی اپنے فضل سے اب امتِ مرحومہ کو نعم البدل عطا فرمائے اور بلایا سے بچائے۔ ابھی چند ہی دن اس ابتلائے عظیم کو گزرے تھے کہ قطبِ دوراں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس اللہ سرہ العزیز (دیوبندی سلسلۂ طریقت کے اور ایک عظیم ہادی ومرشد۔ س) اللہ کو پیارے ہو گئے۔ سخت تشویش واضطراب ہے۔ مشیت ایزدی کا کیا فیصلہ ہے، اللہ بہتر فرمائے۔

ہم سب بخیریت ہیں، خدا کرے جناب والا بھی مع متعلقین بعافیت ہوں۔ صاحبزادگان اور ساتھیوں اور مدرّسین وکارکنانِ مدرسہ اور تمام پرسانِ احوال حضرات کو سلام مسنون فرما دیں۔ دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرماویں۔ حضرت مولانا فخرالدین صاحب مدظلہٗ (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند۔ س) حضرت مولانا اصغر علی صاحب (مولانا مدنی مرحوم کے پرائیویٹ سکریٹری ہیں) حضرت مولانا دامانی صاحب اور ارشد اور اسجد سلمہما کی طرف سے سلام مسنون

قبول فرمائیں۔تعزیت مسنونہ اور ایصالِ ثواب کے لیے اللہ آپ حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ہم سب شکر گزار ہیں۔ فقط والسلام

اسعد غفرلہ

از مدنی منزل، دیوبند

ذوالمجد والکرم مخدوم ومکرم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ مورخہ ۱۲ر جمادی الاخریٰ باعثِ سرفرازی وعزت افزائی ہوا۔ الحمدللہ احقر اور دنوں چھوٹے بھائی عزیز ارشد واسجد سلمہما اور سب گھر والے بعافیت ہیں۔ آپ نے اس روسیاہ کو یاد فرمایا، اس کے لیے تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ فی الدارین خیراً۔ حضرت مولانا عزیر گل صاحب کو خطوط لکھے، مگر جواب نہ ملے (اس لیے کہ موصوف غالباً اب خود نہیں لکھ سکتے) بالواسطہ مجمل خیریت معلوم ہوجاتی ہے۔

مولانا سمیع الحق صاحب سے سلام مسنون کے بعد فرمادیں کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ العزیز کی تحریک پر لکھی ہوئی کتاب (جو کہ کسی عبدالرحمٰن ہزاروی) (یہ ایک پراگندہ حال قسم کا شخص تھا جس نے تحریک ریشمی رومال کے نام سے اِدھر اُدھر سے مواد جمع کیا اور کتاب کی نسبت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کی طرف کی، دیگر قابلِ اعتراض امور کے علاوہ اس کتاب میں مولانا عزیر گل کا کاخیل اسیر مالٹا اور بعض دوسرے جاں نثار اور مخلص کارکنانِ تحریک کو ناکامی کا ذمہ دار ٹھہرایا، جس کی تردید احقر کے نام مولانا محمد میاں وغیرہ کے قلم سے آئی۔ تفصیل جلدِ ثانی میں آرہی ہے-س) کے دو نسخے جلد مطلوب ہیں۔ احقر مولانا سیّد حامد میاں کو بھی لکھ چکا ہے۔ بدقسمتی سے اس کا اقتباس یہاں ''شبستان ڈائجسٹ'' میں اور پھر علی گڑھ سے حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ العزیز کی تحریک پر پی ایچ ڈی کرنے والے کے مقابلے میں بھی ہے۔ اس لیے اب اس کو نا قابلِ توجہ قرار نہیں دیا جاسکتا اور اس کے اجزاء کی تردید ضروری ہے، اگر یہ کتابیں مولانا حامد میاں صاحب کے پاس لاہور یا حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب کے پاس کراچی پہنچانے کے لیے بھیج دی جائیں تو کسی آنے جانے والے کے بدست بآسانی آجائیں گی۔ ان شاء اللہ۔

احقر نے دہلی کا قیام یکسر ترک کرکے دیوبند اختیار کرلیا ہے۔ اگر بسہولت ممکن ہو تو مفتی محمود صاحب (مشہور قائد، زعیم جمعیۃ علمائے اسلام شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان المتوفی ۱۳ر اکتوبر ۱۹۸۰ء-س) اور پرسانِ احوال حضرات سے سلام مسنون فرمادیں۔ دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔

فقط والسلام

اسعد غفرلہ

(مدنی منزل، دیوبند) ۷ر رجب ۱۳۹۴ھ

یکم اکتوبر ۱۹۸۰ء

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف

والا نامہ مع عطیہ سامیہ باعث سرفرازی ہوا۔ کرم فرمائی کے لیے شکر گزار ہوں۔ امانتیں پہنچادیں، سب کی طرف سے شکریہ قبول فرمائیں۔ ہم کو تو آپ حضرات اکابر کی دعواتِ صالحہ کی احتیاج ہے کہ ضعیف ہوتا جارہا ہوں۔ اللہ آپ کے درجات کو ترقیات عطا فرمائے۔ مولانا سمیع الحق صاحب اور پرسانِ احوال حضرات سے سلام فرمادیں۔ عزیزم مولوی ارشد و رشیدالدین سلمہما بخیریت ہیں۔ عزیزم امجد سلّمہٗ کی علالت چلا کرتی ہے۔ علاج جاری ہے۔ والدہ صاحبہ بھی بخیریت ہیں۔ دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔

والسلام

(مولانا) اسعد (صاحب مدظلہٗ)

بقلم محمود احمد، مدنی منزل، دیوبند

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مودودی جماعت کے افکار وعقائد آپ سے پوشیدہ نہ ہوں گے۔ حضرتؒ اور دوسرے اکابر حضرات کو ان سے جن وجوہ کی بنا پر اختلاف رہا ہے، ان سے بھی آپ ناواقف نہ ہوں گے لیکن مجھے یہ معلوم ہوکر تعجب ہوا کہ آپ کے مدرسہ میں کوئی مدرّس (مولانا محمد یوسف مفتی ومدرّس دارالعلوم حقانیہ بعد میں الگ کردیئے گئے-س) مودودی جماعت کے فرد ہیں جن کے بارے میں مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی اور مولانا گل بادشاہ صاحب صدر جمعیۃ علماء سرحد آپ کو توجہ دلا چکے ہیں۔ کیا اچھا ہوگا کہ آپ ان کو علیحدہ کرکے اپنے سادہ دل طلبہ کو اس فتنہ سے محفوظ کرلیں۔ اچھے مدرّسین کی کچھ کمی نہیں ہے، آپ توجہ کریں گے تو ان سے بہتر استعداد اور قابلیت کے علماء آپ کو مل جائیں گے۔ میں آج کل بہت مصروف ہوں، اس لیے ان سطور پر اکتفا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ جواب باصواب سے محروم نہ فرمایا جائے گا۔ زیادہ احترامات! دعواتِ صالحہ اور خدماتِ لائقہ سے فراموش نہ فرمایا جائے۔

فقط والسلام

اسعد غفرلہ

مدنی منزل (یکم رجب ۱۳۸۳ھ)

○○

تحریک ریشمی رومال کے بارے میں ایک شرمناک جھوٹ کی تردید

جہادِ حریت واستخلاص کے بارے میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی عالمگیر اور بے مثال تحریک ''ریشمی رومال'' سے مشہور ہے۔ لائل پور کے کسی ماؤف دماغ شخص نے کچھ عرصہ قبل اس تحریک کے بارے میں ''تحریک ریشمی رومال'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں تاریخی واقعات کو اِدھر اُدھر سے جمع کر کے اپنی کتاب کی نسبت حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ کی طرف کردی اور تحریک کی ناکامی کے اسباب کے ضمن میں تحریک کے بعض ممتاز اور بنیادی کارکنوں کے جذبۂ اخلاص اور وفاداری پر خفیف انداز میں دست درازی کی۔ اس بارے میں حضرت مولانا محمد اسعد مدنی صاحبزادۂ حضرت شیخ الاسلامؒ نے اپنی تشریف آوری کے موقع پر مدیر ''الحق'' مولانا سمیع الحق کے استفسار کے جواب میں جو تحریری وضاحت فرمائی اسے سوال سمیت من وعن یہاں شائع کیا جارہا ہے۔

مولانا سمیع الحق کا استفسار

حضرت محترم مولانا محمد اسعد مدنی مدظلہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

جناب عبدالرحمٰن ہزاروی نامی ایک شخص نے ''تحریک ریشمی رومال'' کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے جس کی نسبت تصنیف حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کی طرف کی گئی ہے۔ اس کتاب کے آخر میں حضرت شیخ الہند مرحوم کے ایک نہایت ممتاز جاں نثار معتمد علیہ اور صاحبِ سر تلمیذ اور تحریک کے سرگرم کارکن اسیر مالٹا مولانا عزیر گل صاحب مدظلہٗ اور شیخ الہند کے بعض دیگر مخلص رفقاء کے متعلق نہایت بھونڈے طریق سے ایسی باتیں منسوب کی گئی ہیں جن سے ان حضرات کی بے لوث اور بے مثال کردار و شخصیت کے مجروح ہونے کا اندیشہ ہے اور تاریخی حقائق سے لاعلمی رکھنے والے حضرات غلط فہمی میں مبتلا ہوسکتے ہیں۔ یہ کتاب آنجناب کے مطالعہ سے گزری ہے یا نہیں؟ اس قسم کی بے سروپا باتوں کے بارے میں آپ کا کیا تاثر ہے؟

والسلام
سمیع الحق

مدیر ماہنامہ ''الحق''، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ ۱۷؍جولائی ۱۹۶۹ء

جواب

محترم المقام مدیر ماہنامہ ''الحق''، دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

''تحریک ریشمی رومال'' مرتبہ مولوی عبدالرحمٰن ہزاروی کی تصنیف کو شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہٗ کی طرف منسوب کرنا بدترین افترا ہے۔ یہ تصنیف مولوی عبدالرحمٰن صاحب ہزاروی کی طبع زاد ہے جس میں تاریخی واقعات کو مسخ کر کے انتہائی مکروہ صورت میں پیش کیا گیا ہے اور حضرت شیخ الاسلامؒ کی تصنیفات سے بعض اقتباسات پیش کر کے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ کتاب حضرت قدس سرہٗ کی تصنیف ہے۔ اس میں خاص طور پر وہ حصہ انتہائی مکروہ افترا ہے جس میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے مخلص خادم و جاں نثار اور رفیقِ اسارت اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے مخلص ترین رفیق حضرت مولانا عزیر گل اسیرِ مالٹا کو ریشمی خطوط کی تحریک میں انگریزوں کا آلۂ کار ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ میں مولوی عبدالرحمٰن ہزاروی کی اس قسم کی تمام افترا پردازیوں کی پرزور تردید کرتا ہوں جو انھوں نے حضرت مولانا عزیر گل صاحب کے متعلق اس کتاب میں کی ہیں اور اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے تعلقات حضرت مولانا عزیر گل صاحب مدظلہٗ سے انتہائی یگانگت اور اخلاص کے ساتھ قائم رہے ہیں اور والد محترم کے انہی تعلقات کے احترام میں انتہائی عدیم الفرصتی کے باوجود میں نے ان کی زیارت کی بیس سالہ تمنا کے حصول کے لیے ان کے دیہاتی خام مکان پر حاضر ہونے کی آج ہی سعادت حاصل کی ہے، جہاں وہ اسی درویشانہ اور تبتل کی زندگی گزار رہے ہیں، جو حضرت شیخ الہند نوراللہ مرقدہٗ کے مخلصین کا طرۂ امتیاز اور حضرت مولانا عزیر گل صاحب مدظلہٗ کی طویل تاریخی زندگی کی سب سے زیادہ نمایاں خصوصیت رہی ہے۔

اسعد غفرلہ

۱۷؍جولائی ۱۹۶۹ء، پشاور

○○

مکاتیب فدائے ملت بنام مولانا سمیع الحق مدظلہٗ

مخدوم ومحترم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

والا نامہ مورخہ ۵رستمبر کل باعثِ سرفرازی ہوا، یادفرمائی کا بہت بہت شکریہ! سفرِ مدراس میں حضرت (متعنا اللہ بطول حیاتہ و عموم فیوضہ و بصحتہ) کوضیق النفس (شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کا یہی مرض بالآخر مرضِ وفات ثابت ہوا-س) کی سی شکایت ہوگئی۔ یہاں پہنچ کر ڈاکٹروں کو دکھایا تو انھوں نے ایکسرے وغیرہ کر کے اس کو عارضۂ قلب قرار دیا۔ چنانچہ علاج سے فائدہ بھی ہوا، مگر کئی مرتبہ مرض نے عود کیا، اسی لیے حکیم مولانا ڈاکٹر سیّد عبدالعلی صاحب کو لکھواتے اور پھر ڈاکٹر عبدالعلی (لکھنؤ کے معروف حکیم، ڈاکٹر، عالم اور مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کے برادر بزرگ-س) کو لکھنؤ سے بلانا پڑا۔ علاج بحمداللہ وتوفیقہ پوری توجہ سے ہورہا ہے، اب افاقہ بھی بہت ہے۔ ڈاکٹروں نے چلنے پھرنے اور تمام مشاغل سے احتیاطاً اب تک منع کر رکھا ہے، ملاقات وغیرہ کی بھی عام اجازت نہیں ہے، مگر امید ہے کہ دو ایک ہفتے میں پابندیاں نرم ہوجائیں گی۔ دورے جواَب بحمداللہ ہفتہ عشرہ سے نہیں ہوتے پہلے جب سخت ہوتے تھے، تمام بدن پسینہ پسینہ ہوجاتا، تنفس بہت ہوتا تھا، قلب میں درد اور سخت بے چینی ہوتی تھی۔ بہرحال دعا کی ضرورت ہے۔ پرسانِ حال حضرات سے سلام مسنون فرمادیں۔ دعواتِ صالحہ سے اس نابکار ناکارہ کو بھی فراموش نہ فرمائیں گے جو حضرات بھی حضرت مدظلہم کے احوال معلوم کرنا چاہیں، ان کو اطمینان دلائیں کہ اب بحمداللہ مدظلہم بعافیت ہیں۔

فقط والسلام

اسعد غفرلہ

(۲۱رصفر ۷۷ ۱۳ھ مطابق ۱۷رستمبر ۱۹۵۷ء)

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

والا نامہ باعثِ عزت افزائی ہوا، یادفرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں نے بہت کوشش کی کہ ویزا مل جائے مگر نہ ملا، اس وجہ سے حاضری سے مجبور ہوں۔ آپ کا اس قدر فرمانے کا بہت شکرگزار ہوں۔

والسلام

مولانا اسعد بقلم اصغر علی غفرلہ

از دیوبند، ۱۹رربیع الاوّل ۱۳۷۸ھ

مخدوم ومحترم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

مزاج شریف! تعزیت (غالباً مولانا حمیدالدین رشیدی صاحبؒ مراد ہیں، مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند میں شرکت کے لیے آرہے تھے کہ ایکسیڈنٹ کے المناک حادثہ میں شہید ہوئے اور کچھ ساتھی زخمی ہوئے۔ مرحوم کی تدفین دیوبند میں ہوئی۔ صاحبِ مکتوب کے نہایت قریبی اعزہ میں سے تھے-س) اور دعاؤں کے لیے بہت شکرگزار ہوں۔ جزاکم اللہ فی الدین خیراً اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے کہ صبر فکر کی ہم سب کو توفیق بخشی۔ واقفین پرسانِ احوال حضرات کی خدمت میں سلام مسنون فرمادیں، دعوتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ مجروحین (اس حادثہ میں مولانا اسعد مدنیؒ کے فرزند صاحبزادہ محمد کا بھی انتقال ہوا تھا اور ان کی اہلیہ اور خوش دامن بھی زخمی ہوئی تھیں-س) کی حالت بہتر ہے، ہسپتال سے ڈسچارج کردیئے گئے ہیں۔ ابھی علاج جاری رہے گا۔

فقط والسلام

اسعد غفرلہ

دیوبند، سہارنپور (۲۰ردسمبر ۱۹۶۸ء)

مخدوم ومحترم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

مزاج شریف! عنایت واظہارِ ہمدردی وایصالِ ثواب کے لیے شکرگزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ صاحبزادی صاحبہ (میری ہمشیرہ عزیزہ زینبؒ، جن کا بحالت زچگی ۲۲-۲۳راکتوبر ۱۹۶۸ء کی درمیانی شب انتقال ہوا، بچی ثمینہ بی بی زندہ رہ گئی-س) کے انتقال کی خبر سے افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ درجاتِ عالیہ سے نوازے اور صبر جمیل عطا فرمائے۔ ہم لوگ دعاؤں کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ واقفینِ پرسانِ احوال حضرات کی خدمت میں سلام مسنون فرمادیں۔ دعوتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔

فقط والسلام

اسعد غفرلہ

(سہارنپور) ۲۰ردسمبر ۱۹۶۸ء

مکرمی گرامی قدر زید مجدکم

سلام مسنون!

مزاجِ گرامی! میں بحمد اللہ بخیریت دہلی پہنچ گیا ہوں۔ آپ حضرات (مولانا مدظلہٗ نے یہاں سے واپسی کے بعد یہ مکتوبِ تشکر لکھا-س) نے جس اخلاص ومحبت کے ساتھ کرم فرمائی کی اس کے لیے انتہائی ممنون ومشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے آپ حضرات سے نیاز حاصل کرنے اور روابط کی تجدید کا موقع مرحمت فرمادیا۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس ملاقات کو طرفین کے لیے باعث خیر وفلاحِ دارین فرمائے اور اپنی مرضیات سے نوازے۔ تمام پرسانِ احوال حضرات سے سلام مسنون فرمادیں۔ دعواتِ صالحہ سے اس نابکار کو فراموش نہ فرمائیں۔

فقط والسلام

اسعد غفرلہ

(۲۳؍مارچ ۱۹۶۹ء)

مخدوم ومحترمی زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاجِ گرامی! والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا، اور یاد فرمائی کا شکر گزار ہوں۔ ان شاء اللہ آئندہ پھر کبھی دیکھا جائے گا۔ مدرسہ دار العلوم میں مولانا معراج الحق صاحب (بعد میں دار العلوم دیوبند کے صدر مدرس مقرر ہوئے-س) نائب مہتمم کی بے جا سختیاں اور ذمہ داران کی جانب داری سے لوگوں میں بے چینی پہلے سے ہی تھی جس کے نتیجے میں یہ صورتحال پیش آئی، پولیس کے ذریعے سے خالی کرایا گیا، ۳۵ طلباء کا اخراج عمل میں آیا۔ مشتبہین کی ایک طویل فہرست مرتب ہوچکی ہے۔ اللہ فضل فرمائے، مدرسہ کھل گیا ہے، تعلیم شروع ہوچکی ہے۔ دعا فرمائیں، دامانی صاحب (مولانا عبد الحق دامانی خادم خاص حضرت مدنیؒ نے خانقاہِ مدنی دیوبند کے لیے اپنی زندگی وقف کی-س) ارشد (مولانا محمد ارشد، مولانا محمد اسجد، حضرت مدنیؒ کے صاحبزادگان-س) اسجد وغیرہ سلام عرض کرتے ہیں اور دعا کی درخواست۔ واقفین پرسانِ احوال حضرات کی خدمت میں سلام مسنون فرمائیں۔ دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔

فقط والسلام

اسعد

(مدنی منزل، دیوبند، ۴؍ستمبر ۱۹۶۹ء)

۵؍رجب ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۷؍جولائی ۱۹۷۴ء

محترم مولانا زاد اللہ لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاجِ گرامی! ریشمی رومال کی تحریک کے سلسلے میں یہ حاصل شدہ مضامین وغیرہ کا ایک حصہ ہے، جس کا عنوان ہے کون کیا ہے؟ اس میں غالباً ایک سو بیس حضرات کے اسمائے گرامی ہیں۔ ہر ایک کے متعلق سی آئی ڈی کا نوٹ ہے۔ حضرت مولانا عزیر گل صاحب کے متعلق جو نوٹ ہے اس کا ترجمہ ہوچکا ہے۔ اس حصہ کی کتابت ہورہی ہے۔ باقی حصہ کی کتابت ایک اور صاحب فرما رہے ہیں۔ خدا جلد کتاب کی تصحیح کے مراحل طے کرادے تو طباعت کی نوبت آئے۔ اللہ تعالیٰ تکمیل کی توفیق بخشے۔ مزاج گرامی بعافیت ہوں۔ والسلام

محمد اسعد

۱۰؍محرم الحرام ۱۴۰۰ھ

برادرم مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بخیر ہوں۔ رمضان کے بعد ''الحق'' کا کوئی پرچہ نہیں ملا۔ اغلب خیال یہ ہے کہ میری سرد مہری سے تنگ آکر آپ نے پرچہ نہ بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ واقعی بات یہ ہے کہ اپنی اس کوتاہی پر نادم ہوں۔ خط لکھنے میں یقیناً کوتاہی ہوں، جواب میں اس سے زیادہ کوتاہ اور کاہل واقع ہوا ہوں۔ اس پرچہ کو دیکھ کر آپ حضرات کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ میرے خیال میں آپ کی مخلصانہ محبت اور بے غرض تعلق کی راہ میں میری نااہلی حائل نہ ہوئی ہوگی۔ مجھے توقع ہے کہ آپ ضرور راقم الحروف کے نام برابر ''الحق'' روانہ فرماتے رہیں گے۔

اب تو ہندستان کے سفر کی کافی سہولتیں ہیں۔ خدا جانے کیوں ہوگیا ہے دیوبند میں اکابر نہ سہی مگر قبرستانِ قاسمی تو ان کی پر انوار قبروں سے تو آباد ہے سکونِ دل اور تازگی روح کے لیے کسی عاشق مسکین کے بھیس میں آیئے اور پھر یہاں کے ذرّہ ذرّہ کے انوار وتجلیات کا مطالعہ فرمایئے۔ والد محترم کی خدمت بابرکت میں اس فقیر کا سلامِ نیاز پیش فرمادیں اور دعا کی درخواست بھی۔ آپ سے بھی یہی درخواست ہے۔

امید ہے کہ فراموش نہ فرمائیں گے۔ احباب سے بھی سلام فرمادیں۔ آپ کے ایک ساتھی امروہہ (عزیزم شفیق الدین فاروقی مراد ہیں، جن کے بزرگوں کا تعلق شہر امروہہ سے تھا) کے آج کل باندہ میں اگر ہوں تو سلام فرمادیں۔ والسلام

اسعد غفرلہ

مرادآباد

مکتوب گرامی بنام مولانا منیر احمد فیض آبادی

مخدوم ومکرم جناب مولانا منیر احمد صاحب زیدمجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ مورخہ ۱۸؍ذی الحجہ آج احقر کو باصرہ نواز ہوا۔ اس بات سے اطمینان ہوا کہ مکان کا خریدار مناسب قیمت دینے پر مل گیا۔ الحمدللہ۔ آج ہی بھائی فضل الرحمٰن صاحب کو انخلا کرایہ داران کے لیے لکھ رہا ہوں۔ اللہ آسان اور مکمل کرادے۔ انشاء اللہ ضرورت ہونے پر حاضری کا عمل کریں گے۔ پچھلی تاریخ پر اچانک سفرحج ہوجانے کے باعث حاضری نہ ہوسکی۔ اب انشاء اللہ ہوگی۔ اس مکان کے کاغذات کہاں ہیں معلومات کراکے ان کو دیکھ لیا جائے۔ پرسانِ احوال حضرات سے سلام مسنون فرمادیں۔ دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں، فقط والسلام!

اسعد غفرلہ

۱۲؍جون ۹۴ء

مکتوب گرامی بنام ڈاکٹر رشید الوحیدی

عزیز مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمہارا ۲۴؍رمضان کا خط کل صبح پہنچ گیا۔ احوال خصوصاً اشتغال بالقرآن سے خوشی واطمینان ہوا۔ کاش ہمیشہ تین پارے دیکھ کر روزانہ اور ایک یا نصف پارہ نفلوں میں پڑھنے کا معمول کرلو تو پھر قرآن ہمیشہ قابو میں رہے گا اور یاد کرنے کی مشکلات اور بھولنے کے خطرے سے نجات مل جائے گی۔ جامعہ کے احوال اور طلبہ کی غنڈہ گردی سے فکر ہوا، اللہ فضل فرمائے۔ تمہارے سو روپئے ملے مگر مجھ پر بہت بوجھ ہے۔ تم ہر طرح میرے سے چھوٹے ہو۔ اللہ نے اپنے فضل سے اس ناکارہ کو مستغنی کیا ہے۔ اگر خدانخواستہ ضرورت مند ہوتا تو چھوٹوں سے لینے میں حرج نہ تھا مگر بلاضرورت کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ باقی مہمان داری سو سنت ہے مگر رمضان میں کھلانے کے لیے مجمع غلط ہے۔ کاش اللہ تعالیٰ اس مجمع کو قبول فرمالے اور دین کی ترقی اور خلوص وتعلق مع اللہ کا ذریعہ بنائے تو یہ سب اخراجات ہیچ در ہیچ ہیں۔ میری نہ زمین داری ہے نہ جائیداد، نہ دولت۔ اللہ دیتا ہے اور اللہ کے بندے اسفار کر کے تکلیفیں اٹھا کے رمضان میں صرف روٹی اور پانی جیسے شوربے پر گزارتے ہیں تو اس میں میرا کیا احسان ہے۔ احسان تو اس کا ہے جس نے یہ کارخانہ چلانے کے لیے اس روسیاہ کو منتخب کیا ہے۔ **فلہ الحمد ولہ المنة والشکر**۔ اس لیے میں اس کو واپس کرنا چاہتا ہوں۔ البتہ اگر وعدہ کرو بلاضرورت آئندہ نقد نہیں دوگے تو رکھ سکتا ہوں۔ دعاء کرنے والے کے لیے مفید اور مجھ سے دعاء کے علاوہ کچھ ہو بھی نہیں سکتا۔ اس لیے اس میں کیا دریغ ہوسکتا ہے۔ دینے والے کی شان کی طرف دیکھو سارے عالم کو کس کس طرح سب کچھ دے رہا ہے۔ فریضۂ عبدیت وعبادت میں کوتاہی نہ کرو۔ وہ جو دینا بہتر سمجھے اور چاہے گا نوازے گا۔ معمولات واذکار میں کمی سے فکر ہے۔ گھر میں اور پرسانِ احوال حضرات سے سلام مسنون کہہ دو۔ دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ کرو۔ فقط والسلام۔

اسعد غفرلہٗ

۲۸؍رمضان المبارک ۹۷ء، از دیوبند

مکتوب گرامی بنام حبیب الوحیدی پسر ڈاکٹر رشید الوحیدی

محترم المقام زیدمجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عزیز مکرم تمھارا فون ملا اور اب خط بھی ملا۔ الحمدللہ میں اب روبصحت ہوں۔ یہ دنیا فانی ہے۔ ہم سب کو اپنے اپنے وقت پر اس دنیا سے رخصت ہونا ہے:

جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے — یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

ہم جب تک دنیا میں ہیں، ہیں لیکن لیک بہرحال ایک دن یہ سب چھوڑ جانا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ آخرت میں رہنا ہے۔ اس کی فکر ضروری ہے۔ اور بے پرواہی یا بربادی بڑی عداوت ہے۔ پس دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو ہر طرح خیریت کے ساتھ رکھے اور دونوں جہان کی نعمتوں سے نوازے، آمین! مجھ کو بھی اپنی دعواتِ صالحہ میں فراموش نہ فرمائیں، فقط والسلام!

جناب حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی

(بقلم خادم سیّد محمود)

مدنی منزل، دیوبند، ضلع سہارنپور، ۲۸؍جون ۱۹۹۸ء

مکتوب بنام نجیب الرحمٰن بھاگلپوری حال مقیم مرادآباد

(۱)

محترم المقام زیدمجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ جہر کے معنی ہیں کہ پاس بیٹھنے والا سن لے بس اپنی آواز ہلکی کر کے ذکر کیا کریں مجمع یا جلسہ کے موقع پر مگر بہتر یہ ہے کہ جلسہ وغیرہ سے دور جا کر ذکر کریں کہ آپ کی مسلسل آواز سے کسی کو ایذا نہ پہنچے۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رضا نصیب فرمائے، آمین!

مجھ کو بھی اپنی دعواتِ صالحہ میں فراموش نہ فرمائیں۔ فقط والسلام!

جناب حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی دامت برکاتہم

(بقلم سیّد محمود)

مدنی منزل دیوبند، ضلع سہارنپور، ۲۳؍نومبر ۱۹۹۶ء

(۲)

محترم المقام زیدمجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ معمولات پر پابندی سے خوشی ہوئی۔ پاس انفاس پر خوب محنت کیجئے، علاوہ مقررہ وقت کے دوسرے وقت میں بھی کرنے کی سعی کریں حتیٰ کہ بغیر ارادہ کے پاس انفاس جاری ہوجائے۔ دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رضا نصیب فرمائے، دوسرے اذکار بھی دلجمعی کے ساتھ کیا کریں۔ مجھ کو بھی اپنی دعواتِ صالحات میں فراموش نہ فرماویں۔ فقط والسلام!

جناب حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی دامت برکاتہم

(بقلم خادم سیّد محمود)

مدنی منزل، دیوبند، ضلع سہارنپور

۱۳؍جون ۱۹۹۹ء)

اُردو صحافت کا خراجِ عقیدت

آہ! مجاہد کو میداں میں نیند آ گئی

فدائے ملت کے سانحۂ ارتحال پر ہفت روزہ الجمعیۃ کا اداریہ

امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہ اپنی پچپن سالہ قومی وملّی اور انسانی خدمات کا شاندار ذخیرہ لے کر اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچ چکے ہیں، اب ہمارے پاس سوائے آنسوؤں اور ان کے لیے کلماتِ مغفرت ودعائے رفع درجات کے کچھ بھی نہیں رہ گیا ہے۔

امیر الہندؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی اہم صفات سے نوازا تھا۔ علم وعمل کی خصوصیات ان میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ قومی وملّی خدمت ان کے رگ و پے میں رچ بس گئی تھی اور جب انھیں یہ معلوم ہوجاتا کہ کہیں بھی انسانیت پر ظلم ہورہا ہے وہ تڑپ اُٹھتے اور ظالم کے خلاف سینہ سپر ہوجاتے۔ فرقہ وارانہ فسادات پر ان کا ردِّعمل ہمیشہ تیکھا ہوتا تھا اور وہ فسادات میں ہونے والی بربریت کے خلاف نہ صرف آواز اُٹھاتے بلکہ اس کے تدارک کے لیے بھی میدان میں نکل پڑتے تھے۔ علوِہمّت، حوصلہ اور راہِ عزیمت پر چلنا انھیں ورثہ میں ملا تھا۔ فرقہ وارانہ فسادات کی جلتی اور دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑنا مولانا مدنیؒ کا ایک معمول بن چکا تھا۔ ۱۹۶۳ء میں ابھی آپ نے نظامت عمومی کا منصب سنبھالا ہی تھا کہ کلکتہ میں فرقہ پرستوں نے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنی شروع کردی حالانکہ وہ شعبان کے اواخر کا وقت تھا جب حضرت مولانا مرحوم دیوبند سے گیا کے لیے رمضان المبارک وہاں گزارنے کے لیے پابہ رکاب تھے مگر حضرتؒ کلکتہ کے اس فرقہ وارانہ فساد کی خبر سن کر بے تاب ہوگئے، اسی دوران آپ نے خواب میں اپنے والد محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کی زیارت کی جو فرمارہے تھے: ''کلکتہ میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں اور تم یہاں میٹنگ میں بیٹھے ہوئے ہو۔'' پھر کیا تھا مجاہدِ ملّتؒ کا یہ حقیقی جانشین اور حضرت شیخ الاسلامؒ کا پرتو سربکف ہوکر کلکتہ جا پہنچا اور آگ وخون کی ہولی میں کود پڑا۔ کلکتہ اور اس کے گردونواح کے علاقوں میں مسلمانوں کے جلے ہوئے مکانوں، کارخانوں اور دکانوں کو بچشم خود ملاحظہ کیا۔ ریلیف کیمپوں میں جاکر بے سہارا لٹے پٹے ہوئے مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی اور حسب استطاعت ان کے لیے ریلیف کا بندوبست کیا پھر مرکزی حکومت کے وزراء سے ملاقات کرکے انھیں حقیقی صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ ابھی کلکتہ میں فسادات کی آگ سرد نہ ہو پائی تھی کہ مارچ ۱۹۶۴ء میں اڑیسہ اور بہار کے صنعتی شہروں جمشید پور، راوڑ کیلا اور چائباسہ وغیرہ میں منصوبہ بند طریقہ پر قتل وغارتگری کا بازار گرم کردیا گیا۔ چند ہی دنوں میں ہزاروں مسلمانوں کو شہید کرکے ان کی املاک وجائیدادوں کو لوٹ لیا گیا اور آگ لگادی گئی، ان شہروں میں ظلم وتشدد اور قتل وغارتگری کے وہ مناظر سامنے آئے جن سے ہٹلر کی روح بھی شرما گئی ہوگی۔ حضرتؒ نے ان علاقوں کا بھی جلتی ہوئی آگ کے دوران دورہ کیا، فسادات کی روک تھام کے لیے مرکزی وریاستی حکومتوں کو توجہ دلائی اور پوری تندہی کے ساتھ مظلوم ومتاثرہ مسلمانوں کے لیے ریلیف کا بندوبست کیا حالانکہ حضرت امیر الہندؒ اس وقت پارلیمنٹ کے رُکن نہیں تھے مگر چونکہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے رکن بن چکے تھے اس لیے حکومت اور اس کے وزراء سے برابر رابطہ رہتا تھا۔ کلکتہ کے فساد پر حضرتؒ نے اس وقت کے وزیر داخلہ کو جو مکتوب تحریر فرمایا تھا اس کی زبان انتہائی سخت تھی اور آپ نے صاف صاف تحریر فرمایا تھا کہ ''جو حکومت ملک میں امن وانتظام قائم رکھنے میں ناکام رہے وہ حکومت کہلانے کا کوئی حق نہیں رکھتی۔ خونی فسادات کا ہی یہ تسلسل تھا جس نے امیر الہندؒ کو یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ اگر حکومت اور اکثریتی فرقہ کے امن پسند سیکولر لوگوں کو ساتھ لے کر اس درندگی کا مقابلہ نہ کیا گیا تو یہ سلسلہ عفریت کی شکل اختیار کرسکتا ہے۔ قومی جمہوری کنونشن ۱۹۶۴ء اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھا جس میں آپ نے کنونشن کی ضرورت پر زور دیتے کہا تھا:

> ''ہمارے بزرگوں نے مسلم لیگ کی فرقہ پرستی کے مقابلہ میں جس جواں مردی کا ثبوت دیا جس طرح اپنی بےعزتی کرائی جس طرح اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا کانگریس کے رہنماؤں نے ہندو فرقہ پرستی کے مقابلہ میں اس کا ہزارواں حصّہ بھی اپنی قوم پرستی کا ثبوت نہیں دیا یہ آزمائش تھی قوم پرستی کی جس میں ہمارے کانگریسی ساتھی فیل ہوگئے۔ کرسیوں کو بچانے

میں لگ گئے اپنے اُصولوں کی حفاظت کے لیے کچھ نہ کیا۔
تاریخ کا مسلسل عمل یہ بتاتا ہے کہ جو پارٹی اور جماعت اپنے اصولوں کے لیے قربانی نہیں دے سکتی اس کے ہاتھوں سے اقتدار چھین لیا جاتا ہے۔''

امیر الہندؒ کی یہ پرعزم للکار تھی جس نے حکومت کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے کانگریسیوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ فرقہ پرستی کے خاتمہ کے لیے کوئی موثر لائحۂ عمل تجویز کریں۔اس کنونشن کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ فرقہ وارانہ فسادات کی وہ لہر جو پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لینے کے لیے بیتاب تھی منجمد ہوگئی اور مسلمانوں کو سر اُٹھا کر چلنے کا موقع حاصل ہوگیا۔

۱۹۶۸ء میں حضرتؒ کو پارلیمنٹ کے ایوانِ بالا راجیہ سبھا کی رُکنیت کے لیے منتخب کیا گیا۔۱۹۶۹ء کے آخر میں گجرات کے معروف شہر احمد آباد میں فرقہ واریت کا ننگا ناچ کھیلا گیا، مسلمانوں پر الزام تھا کہ انھوں نے پاکستان زندہ باد کا نعرہ لگایا ہے، اس سلسلہ میں ۱۹؍نومبر ۱۹۶۹ء کو حضرتؒ نے پارلیمنٹ میں ایک تقریر کی جس میں انھوں نے حکومت اور سیکولر عوام کو للکارتے ہوئے فرمایا:

''آخر یہ کیا بات ہے کہ ملک کے امن پسند اور انصاف دوست طبقوں اور حکومت کے ذمہ داروں کی فرقہ پرستی سے بیزاری اور اسے ملک دشمن سمجھنے کے باوجود اب تک ہمارے ملک سے یہ بدقسمتی دور نہیں ہوئی ہے جس کے منصوبے ایک مخصوص طبقہ کی نسل کشی کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور جو اس طرح ہندستان کی تاریخ میں نازی ازم کی تجدید کر رہے ہیں۔''

اس کے بعد ۳۰؍اپریل ۱۹۷۰ء کو وزارت داخلہ کی کارکردگی پر بحث کے دوران مولانا مدنی قدس سرہٗ نے بڑے تلخ لہجہ میں فرمایا کہ:

''میں ملک کے ہر ذمہ دار شہری کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ عوام کی محافظ اس وزارت نے اپنی ذمہ داری کو نہ صرف پورا نہیں کیا ہے۔ بلکہ بار بار اپنے فرائض سے بے رحمانہ غفلت برتی ہے۔ آج ملک کا پورا سماجی ڈھانچہ بگڑ چکا ہے اور کرپشن و بدعنوانیوں کے ساتھ ساتھ تشدد و بربریت اور فاشزم کے اعداد وشمار میں اضافہ ہوا ہے۔''

۱۹۸۰ء میں مراد آباد کا تاریخی فرقہ وارانہ فساد رونما ہوا جو عین عید الفطر کے دن برپا کیا گیا تھا۔فساد کی خبر ملتے ہی حضرتؒ تلملا اُٹھے۔مرکزی و ریاستی حکمرانوں سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گفتگو کی اور انھیں مجبور کیا کہ شہر کو فوج کے حوالہ کیا جائے۔ چنانچہ مراد آباد کو فوج کے حوالہ کر دیا گیا جس کے مثبت اثرات سامنے آئے۔فساد کی آگ ٹھنڈی ہوئی، پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا، اس میں حضرتؒ نے انتہائی گرجدار آواز میں فرمایا:

''اس وقت وہاں صورتِ حال انتہائی خراب ہے۔ بدقسمتی سے ایڈمنسٹریشن اور پولیس کا ذہن نہیں بدلا ہے وہ آج بھی سازش میں مبتلا ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہاں مسلمانوں کو بدنام کر دیا جائے یہ سب انتظامیہ اور حکومت کی ناکامی ہے جو کسی بھی مہذب ملک کے لیے قابلِ برداشت نہیں ہوسکتی۔''

۶؍دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد شہید کر دی گئی۔فرقہ پرستوں نے خوب خوب خوشیاں منائیں مگر جیسے ہی مسلمان اس کے خلاف اپنا احتجاج درج کرانے سڑکوں پر نکلے پولیس کی گولیوں نے ان کا بڑھ چڑھ کر استقبال کیا۔ ملک کا اکثر و بیشتر حصّہ مسلمانوں کے خون سے لالہ زار ہوگیا۔ظاہر ہے مولانا اسعد مدنی مرحوم جو ایک بہادر باپ کے بہادر بیٹے اور راہِ عزیمت کے شہسوار تھے، کیسے اس صورتِ حال پر خاموش رہ سکتے تھے۔ ملک بھر میں پھیلے ہوئے فساد زدہ مقامات کا دورہ کیا اور پھر پارلیمنٹ میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے حکومت پر سخت نکتہ چینی کی اور صاف صاف اعلان کیا کہ ہندستان کے مسلمان کسی بھی قیمت پر بابری مسجد پر اپنے حق سے دست بردار نہیں ہوں گے عدالت جو فیصلہ کرے گی صرف وہی انھیں منظور ہوگا پورے ملک کو فسادات کے حوالہ کر دیا گیا ہے، حد کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو انصاف سے محروم کرنے کی منصوبہ بند کوشش کی جارہی ہے نہ ان کی ایف آئی آر درج کی جاتی ہے اور نہ ہی قاتلوں کو گرفتار کیا جاتا ہے آپ نے حکومت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''میں کہتا ہوں کہ اگر افسروں کے خلاف ایکشن لیا جائے اور انھیں ایکشن کا خطرہ ہو تو وہ ظلم سے فوراً باز آجائیں گے اور پھر وہ فسادات بھی نہیں ہونے دیں گے۔فسادات ہوتے رہیں، ظلم وتشدد ہوتا رہے، بےقصور مارے جاتے رہیں اور افسران کے خلاف کوئی کارروائی اس لیے نہ کی جائے کہ وہ ڈیمورلائز ہوجائیں گے، انتہائی تعجب کی بات ہے۔''

آپ نے حکومت کو یاد دلایا کہ:

''یاد رکھیے ایک ظلم سے ہزاروں ظلم جنم لیتے ہیں اور معاملات خراب

ہوتے ہیں۔ آج مسلمان انسانی مصیبت اور پریشانی میں ہیں ایسے میں صحیح رُخ اختیار نہ کرنا غداروں کا کام ہے، جھوٹ اور بے ایمانی ہے اور یہ ملک کے ساتھ ہرگز وفاداری نہیں ہے۔''

حضرتؒ کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ ایک بار جو فیصلہ کر لیتے تھے اس پر مضبوطی کے ساتھ ڈٹ جاتے تھے۔ فیصلے وہ ہمیشہ انتہائی غور و فکر اور اپنے ساتھیوں اور کارکنوں کے مشورہ کے بعد کرتے اور جب ایک بار کوئی فیصلہ کرلیا تو پھر کوئی انسانی طاقت انھیں اس پر عمل کرنے سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔ بابری مسجد پر ان کا موقف اس کی واضح مثال ہے۔ بابری مسجد پر ان کا موقف تھا کہ یہ ایک دیوانی کورٹ کا معاملہ ہے اور اسے مذہبی و سیاسی رنگ دینے سے گریز کرنا چاہیے۔ اسی موقف کی وجہ سے سب سے پہلے عدالت میں بابری مسجد کے مقام کی ملکیت کا مقدمہ دائر کیا گیا۔ جمعیۃ علماء اتر پردیش اس میں فریق بنی اور جمعیۃ علماء ہند کے فنڈ سے اس کے اخراجات پورے کیے گئے۔ اسی دوران کچھ طالع آزما لوگوں نے بابری مسجد کے معاملہ کو اپنی سیاسی امنگوں کی تکمیل کا ذریعہ بنانے کے لیے اس مسئلہ کو جذباتی طور پر اُبھارنے کی کوشش کی۔ اس کے لیے انھوں نے مظاہروں کا پروگرام بنایا اور بوٹ کلب پر ایک بڑا مظاہرہ کر ڈالا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندو فرقہ پرستوں کو موقع مل گیا کہ وہ بڑی تعداد میں اجودھیا میں اکٹھا ہونے لگے اور چند سال کی کوششوں کے بعد وہ اپنے بابری مسجد انہدام کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ چونکہ مسلمانوں میں ہمیشہ جذباتیت کا عنصر غالب رہتا ہے اس لیے ان کی خواہش تھی کہ جمعیۃ علماء ہند اور اس کی قیادت بالخصوص امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی بھی بابری مسجد کے تعلق سے ان کے اس نئے موقف کی حمایت کریں مگر یہ امیر الہند قدس سرہٗ کی ایمانی فراست ہی تھی کہ انھوں نے اپنے موقف سے سر مو بھی انحراف کرنے سے انکار کر دیا۔ مولانا مدنیؒ کو ان کے موقف سے ہٹانے کے لیے بہت کچھ اخلاقی و غیر اخلاقی دباؤ بنانے کی کوشش کی گئی مگر حضرتؒ اپنے موقف پر قائم رہے اور یہ ہی ان کی استقامت تھی جس نے آج ان کی زندگی بھر مخالفت کرنے والوں کو بھی یہ اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ مولانا مدنی کا ہی موقف درست تھا اور اگر اس مسئلہ کو سڑک پر نہ لایا جاتا تو فرقہ پرستوں کو بابری مسجد منہدم کر دینے کی کبھی جرأت نہیں ہو سکتی تھی۔

یہ چند باتیں یہ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر پیش کی گئی ہیں ورنہ سچائی یہ ہے کہ حضرتؒ کی پچپن سالہ قومی و ملّی خدمات اس طرح کے پُرعزم حالات و واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ہندستان کے مسلمانوں کے حالات اس کے لیے شاہدِ عدل کی حیثیت رکھتے ہیں کہ حضرتؒ نے زندگی کے ہر موڑ پر مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لیے اپنی پرحوصلہ جدوجہد کے وہ تابندہ نقوش ثبت کیے ہیں جو تاریخ عزیمت کا ایک زرین باب کہے جاسکتے ہیں۔ بلاشبہ مولانا مدنیؒ کی یہی تابناک پرعزم اور اہم خدمات میں جو آنے والی نسلوں کے لیے ریسرچ کا کام کا دیں گی۔

حضرت مرحوم آج ہمارے درمیان میں نہیں ہیں۔ وہ اپنی قومی و ملّی خدمات کا صلہ پانے کے لیے اپنے ربّ کے حضور جا چکے ہیں۔ اب ہم ان کی رحلت پر ہر طرح کے مبالغوں سے پاک حقیقت پسندی پر مبنی سادہ سچا اور دل کی گہرائیوں سے بے دریغ تصنع اور سخن طرازی سے مبرا وہی مبارک جملہ کہہ سکتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقِ غار ثور اور اوّلین خلیفہ اسلام سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات پر آپ کے جسد اطہر کے پاس کھڑے ہوکر آپ کی جبین پاک کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا تھا: ''طاب حیاً وطاب میتاً'' یعنی آپ کی زندگی بھی پاکیزہ اور اچھی رہی اور آپ نے موت بھی پاکیزہ اور شاندار پائی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جملہ جس پاک شخصیت کے لیے کہا تھا وہ وہی پرنور شخصیت تھی جو اگر وجود میں نہ آتی تو یہ کائنات بھی اپنے وجود کے لیے شرمندۂ تعبیر نہ ہوتی۔ آج ہم اس اہم اور عظیم شخصیت کے لیے یہ جملہ دُہرا رہے ہیں جس نے نورِ نبوت کی شعاعوں سے جی بھر کر کسبِ فیض کیا تھا اور جو زندگی کے تمام عناصر میں آخر دم تک اس نورانی عکس کی حفاظت کرتا رہا۔ بلاشبہ امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی قدس سرہٗ کی زندگی بھی کامیاب و بامراد گزری کہ قوم و ملّت اور انسانیت کی خدمت ان کا اوڑھنا بچھونا رہا اور آج جب وہ اپنے معبودِ حقیقی کے روبرو حاضر ہیں وہ آج بھی کامیاب و بامراد ہیں۔

بہر حال حضرت مرحوم اس دارِ فانی میں آئے اور اپنی زندگی کے کامیاب ۷۸ سال گزار کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی کے جو تابناک نقوش چھوڑے ہیں وہ آنے والی نسلوں کے لیے انشاء اللہ مشعل راہ ثابت ہوں گے اس لیے کہ زندگی بھر انھوں نے صبر و استقامت ایمان و ایقان تزکیۂ نفس اور راہِ عزیمت پر چلنے کی جو صدا لگائی ہے وہ آنے والے افراد تحریکوں قوموں اور ملتوں کی برابر رہنمائی کرتی رہے گی کیونکہ:

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مدرسہ عربیہ خادم الاسلام

بجیری تحصیل کولایت، بیکانیر (راجستھان)

تعارف مدرسہ ھذا

مدرسہ ہذا کی بنیاد بتاریخ ۲۲؍ ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ بروز بدھ، حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ (نائب صدر جمعیۃ علماء صوبہ راجستھان) نے اپنے برکتی ہاتھوں سے رکھی اور دعا فرمائی۔ یہ مدرسہ جہاں واقع ہے دین کے اعتبار سے نہایت پچھڑا ہوا علاقہ ہے اس علاقہ میں مدرسہ کی اشد ضرورت تھی۔ اور یہ تحصیل کولایت کا پہلا مدرسہ ہے جہاں قرب و جوار میں کوئی مدرسہ نہیں ہے۔ لہٰذا حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کے مشورہ پر یہ ادارہ قائم ہوا اور اس کی ذمہ داری حضرت مولاناؒ نے احقر (لعل محمد قاسمی) کو سونپی۔ آج الحمد اللہ اس ادارہ میں تقریباً ۷۰ طلباء زیر تعلیم ہیں اور درجہ حفظ کا معقول انتظام ہے۔ مدرسہ ہذا میں صرف تین کمرے ہیں جو طلباء عزیز کے لیے ناکافی ہیں۔ مدرسہ کا اسٹاف چار اشخاص پر مشتمل ہے۔ مدرسہ ہذا کے تحت ۸ مکاتب بھی آپ حضرات کی دعاؤں سے جاری ہیں۔

مدرسہ کا کل سالانہ آمدوخرچ تقریباً تین لاکھ ہے۔

لعل محمد قاسمی (خادم)

مدرسہ عربیہ خادم السلام

بجیری تحصیل کولایت، بیکانیر (راجستھان) موبائل: 9829657643

مدرسہ فیض القرآن

چاہڑار، کلاریا سلاریا، پوسٹ سیت راؤ تحصیل رامسر ضلع باڑمیر (راجستھان)

مغربی راجستھان کے پسماندہ علاقہ کی ایک معتبر دینی درسگاہ ہے جو وسائل کی کمی کے باوجود ملت اسلامیہ کی دینی و تعلیمی خدمات انجام دینے میں مصروف ہے۔

آئینہ مدرسہ ھذا

● تعداد طلبہ: ۸۵ ● تعداد مدرسین: ۶

معیارِ تعلیم

● خط ناظرہ قرآن کریم ● اردو دینیات ● درس نظامی (فارسی اول تا عربی اوّل)

سالانہ مصارف: 6/لاکھ روپے

مدرسہ ھذا کے اندر اس وقت صرف دو پختہ درسگاہ ھں، باقی خس پوش ھیں نیز مسجد بھی محتاج تکمیل ھے۔

مندرجہ ذیل منصوبوں کی تکمیل جلد از جلد ضروری ھے

● تین درسگاہ ● مہمان خانہ ● دراالاقامہ ● کتب خانہ ● پانی کی ٹنکی کی تعمیر

اھل خیر حضرات سے درد مندانہ اپیل ھے کہ اس غریب ادارہ کا خصوصی تعاون فرمایں

ترسیل زر کا پتہ

مولانا جان محمد لطیفی (مہتمم) **مدرسہ فیض القرآن**

چاہڑار، کلاریا سلاریا، پوسٹ سیت راؤ تحصیل رامسر ضلع باڑمیر (راجستھان)

Photo\Makhzanul Uloom Bikanir.jpg not found.

مدرسہ اسلامیہ عربیہ رشیدیہ مخزن العلوم

پوگل ضلع بیکانیر (راجستھان)

تعارف: مدرسہ ہذا بیکانیر ضلع کا ایک نوخیز دینی تعلیمی و دعوتی ادارہ ہے اور ایسے سرحدی علاقہ میں واقع ہے جہاں کے مسلمان دینی و دنیاوی، علمی و معاشی اعتبار سے انتہائی پسماندہ ہیں، جہالت و بدعت کی وجہ سے مشرکانہ طور وطریق پر زندگی گزارتے ہیں۔ ان کا ذریعہ معاش زراعت اور مویشی پروری ہے۔ اکثر قحط سالی کی وجہ سے زراعت نہیں ہو پاتی ہے۔ حصولِ معاش کے لیے پڑوسی ریاستوں میں نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ایسے نازک حالات کے پیش نظر اکابر علماء کرام نے ۱۴۱۶ھ میں مدرسہ ہذا کی بنیاد رکھی تاکہ جہالت و بدعت کی تاریکی کو علم و آگہی کے نور سے ختم کیا جائے اور مسلمانوں کی نئی نسل کو دینی بنیادی تعلیم اور صحیح عقائد اسلام سے روشناس کرایا جائے، اس مقصد کے لیے مدرسہ ہذا کی سرپرستی میں مکاتب قرآنی کے قیام کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ سردست ۲۱؍ مکاتب کام کر رہے ہیں۔ اس خطہ کے مسلمانوں کی معاشی تنگی کی وجہ سے مدرسہ ہذا وسائل کی از حد کمی کا شکار ہے اور اہم ترین عزائم اور منصوبے کی تکمیل میں ناکام ہے۔

لھٰذا اھل خیر حضرات سے اپیل ھے کہ اس ضرورت مند ادارہ کا خصوصی تعاون فرمائیں تاکہ اس خطہ کے پسماندہ مسلمانوں کے ایمان و عقائد کا تحفظ کیا جاسکے۔

آئینہ مدرسہ ھذا

■ تعداد طلبہ امدادی: ۸۰ ■ مدرسین وملازمین: ۶

معیار تعلیم: ■ شعبۂ ناظرہ قرآن ■ درجہ حفظ و تجوید ■ شعبۂ ہندی وانگریزی (پرائمری تک) ■ درس نظامی فارسی اوّل ■ شعبۂ مکاتب: ۲۱ مکاتب ■ شعبۂ تبلیغ ■ شعبۂ تعمیر وترقی

سالانہ مصارف: تقریباً پانچ لاکھ روپے

مدرسہ کی ضروریات

■ دارالاقامہ ■ درسگاہیں ■ مطبخ ■ کتب خانہ ■ ڈائننگ ہال ■ ایک وسیع مسجد ■ پانی کی بڑی ٹنکی ■ وضوخانہ ■ بیت الخلاء ■ دارالمدرسین ■ چہار دیواری کی تعمیر ■ مدرسۃ البنات کا قیام

ترسیل زر کا پتہ: محمد ارشد قاسمی (خادم)

مدرسہ اسلامیہ عربیہ رشیدیہ مخزن العلوم پوگل، ضلع بیکانیر-۳۳۴۰۲۳ (راجستھان)

Madrasa Islamia Arabia Rasheedia Makhzanul Uloom
Pugal, Distt. Bikaner-334023 (Raj.) Ph. 01523-265432, Mob: 9413190912

آفتاب عزیمت غروب ہوگیا

ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد کی ادارتی تحریر

ملت اسلامیہ ہند کا وہ گوہر نایاب جو نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک ملی قیادت کے اُفق پر چمکتا رہا جس کی قوت عمل، استقامت، جرأت وحق گوئی اور سیاسی بصیرت اپنے دور میں ضرب المثل بنی رہی۔ اسلامیان ہند کا وہ لعل جس نے کبھی بھی کسی موڑ پر ملت کی خیر خواہی اور مخلصانہ خدمت سے گریز نہیں کیا۔ دینی حمیت وغیرت کا وہ کوہ گراں جو ہمیشہ باطل طاقتوں اور گمراہ کن فتنوں کے سامنے سد سکندری بن کر سینہ سپر رہا جو بلاشبہ اس دور میں علمائے حق کا سرخیل اور قومی یکجہتی، رواداری اور بھائی چارہ کی روشن علامت اور ہزاروں قومی و دینی اداروں اور جماعتوں کا روح رواں تھا۔ افسوس کہ یہی ماہتاب ہدایت اور آفتاب عزیمت گزشتہ ۷ محرم الحرام ۱۴۲۷ ہجری کو ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ (انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون)

امیر الہند، فدائے ملت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی شخصیت اس دور میں جہد مسلسل اور حق کی حمایت کے لیے شبانہ روز محنت اور جدوجہد کا عنوان تھی۔ آپ کی اسی سالہ زندگی کے بیشتر لمحے قوم وملت کے لیے وقف رہے۔ آپ کی مخلصانہ اور دور اندیشانہ رہنمائی سے ملت اسلامیہ برابر مستفیض ہوتی رہی۔

ملی خدمت کا کوئی میدان ایسا نہیں ہے جہاں آپ کی جدوجہد کے روشن نقوش موجود نہ ہوں۔ آپ نے جمعیۃ علماء کی قیادت ایسے وقت سنبھالی جبکہ جماعت کے صف اوّل کے قائدین دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور ملک کے طول وعرض میں ہولناک فسادات نے ملک کو دہشت زدہ کر دیا تھا۔ آپ اس خاک وخون کی ہولی اور فرقہ واریت کے دہکتے شعلوں میں بے خوف وخطر کود پڑے۔ تڑپتی لاشوں کو اٹھایا، زخمیوں کو دلاسہ دیا، سوگواروں کی پشت پناہی کی اور اسی کے ساتھ پوری جرأت وحمیت سے حکومت کو للکارا اور ملک میں امن و امان کے قیام اور قومی یکجہتی قائم رکھنے اور سیکولر روایات واقدار کی حفاظت کے لیے آخری دم تک محنت کرتے رہے۔ اسی دوران آپ نے جمعیۃ علماء کو ایک ہمہ گیر بلکہ عالمگیر تنظیم کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ جمعیۃ علماء جس کا دفتر دہلی کے بلی ماران کی ایک عمارت تک محدود تھا آپ کے دور نظامت وصدارت میں جماعت کا دائرہ کشمیر سے کیرالا اور گجرات سے منی پور تک پھیل گیا اور یہ جماعت مسلمانان ہند کی سب سے بڑی اور موثر جماعت بن گئی۔

اس مخلص میر کارواں کو اپنی ملی زندگی کے سفر کے دوران قدم قدم پر ناگوار حالات اور تبصروں سے بھی گزرنا پڑا، مگر یہ خادم قوم وملّت گردوپیش سے بے پروا ہوکر اپنے کارواں کے ساتھ جانب منزل رواں دواں رہا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قوم اس کی رائے، فیصلے اور عزم کو تہہ دل سے تسلیم کرتی رہی۔ اس ناصح ملت نے زندگی کا بیشتر حصّہ ملی اسفار میں گزار کر اپنے ہم عصروں میں امتیاز قائم کیا، طوفان ہو یا آندھی، لو کے تھپیڑے ہوں یا موسلا دھار بارش، دن کے اُجالے ہوں یا رات کی اندھیریاں یہ مجاہد ملت وقوم کی فلاح و بہبود اور عالم کی اصلاح وہدایت کے لیے پابہ رکاب رہا۔ بلاشبہ عالم کی لاکھوں مسجد اور مسجد گاہیں قیامت کے دن اس کی نمازوں کے سجدے کی گواہی دیں گی۔

اس بے باک قائد ملت نے قوم و ملت کے معاملہ میں کبھی ارباب حکومت سے جھک کر بات نہیں کی۔ پارلیمنٹ کا ایوان بالا ۱۸ سال تک ملی مسائل پر اس جلیل القدر رہنما کے جرأت مندانہ بیانات سے گونجتا رہا، کانگریس پارٹی سے تعلّق ضرور رہا، مگر اپنے پیش رو اکابر کی روایات پر عمل کرتے ہوئے کبھی بھی حق گوئی سے گریز نہیں کیا۔ وہ امن وامان کا داعی تھا مگر جب بات دین اور اسلام کی آتی تو اس کی حمیت دینی جاگ اٹھتی اور وہ اس کے دفاع کے لیے مردانہ وار کود پڑتا۔ ملت اسلامیہ کے اس عظیم معمار نے مسلمانوں کی دینی و دنیوی ترقی، جان و مال کے تحفظ، دستوری حقوق کی حفاظت اور بازیابی، اسلامی اوقاف کی نگہبانی، مدارس اسلامیہ کی سرپرستی اور حفاظت، اصلاح معاشرہ اور خانقاہی سلسلہ کے ذریعہ ہزاروں ہزار عوام و خواص کی اصلاح کے لیے جو زریں خدمات انجام دی ہیں وہ تاریخ کے صفحات پر یقیناً آب زر سے لکھی جائیں گے۔

مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ ۱۹۲۸ء میں دیوبند میں پیدا ہوئے ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغب حاصل کی، اس کے بعد کم وبیش ۱۲ سال دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دیں، ۱۹۶۲ء میں جمعیۃ علماء اُتر پردیش کے صدر منتخب ہوئے، ۱۹۶۳ء میں جمعیۃ علماء ہند کے ناظم عمومی مقرر ہوئے، اس کے بعد ۱۹۷۳ء سے لے کر آخری دم تک مسلسل ۳۳ سال جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر رہے۔ آپ مسلم پرسنل لاء بورڈ کے بانی اور اساسی رُکن تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رُکن تھے۔ دارالعلوم کی نشاۃ ثانیہ اور حالیہ بے نظیر ترقیات سب حضرت مولانا کی رہین منت ہیں۔ آپ ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہزاروں دینی مدارس کے سرپرست تھے۔ بالخصوص مرادآباد کے معروف دینی ادارہ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد سے آپ کا خصوصی تعلق تھا۔ ۱۹۵۸ء سے وفات تک مسلسل ۴۸ سال اس کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔

حسن خاتمہ:

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ حسن خاتمہ کی دُعا کرتے تھے اس سال رمضان المبارک میں شدید بیماری کے باوجود آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا اور ۲۹ رمضان المبارک کوظہر کے بعد تقریر کرتے ہوئے انتہائی رقت آمیز انداز میں اشارہ دیا کہ شاید اب وہ آئندہ رمضان نہ پاسکیں گے، عید کے اگلے دن ہی آپ کو سر میں چوٹ آئی اور عصر کی نماز کے لیے تیمّم کرتے کرتے گہری بے ہوشی میں چلے گئے، مکمل تین مہینہ پانچ دن آپ بے ہوشی میں رہے، درمیان درمیان میں ہاتھ، زبان اور آنکھوں میں معمولی حرکت آتی رہی، لیکن حیرت انگیز طور پر وفات سے دس منٹ پہلے زبان سے اللہ اللہ کا ذکر جاری ہوگیا اور یہی کہتے ہوئے حضرت نے آخری سانس لی۔(انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون)

پسماندگان: حضرت کے پانچ صاحبزادے حیات ہیں۔(۱) سیّد احمد اسعد حسین مقیم مدینہ منورہ (۲) مولانا سیّد محمود مدنی ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند (۳) مولانا سیّد مسعود مدنی (۴) مولانا سیّد محمد مدنی (۵) حافظ سیّد مودود مدنی اور دو صاحبزادیاں ہیں اور سب ماشاءاللہ صاحب اولاد ہیں۔

اللہ تعالیٰ سبھی پسماندگان، متعلقین اور متوسلین کو صبرجمیل عطا فرمائے۔(آمین)

آہ جمعیۃ کا سردار چلا گیا

امیر الہندؒ کے سانحۂ ارتحال پر روزنامہ اُردو ٹائمز ممبئی کا خراجِ عقیدت

آہ! جمعیۃ کا سردار چلا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجاہد آزادی شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے فرزند ارجمند مولانا اسعد مدنیؒ کی ولادت ۲۷ر اپریل ۱۹۲۸ء کو ہوئی اور ۶ر فروری ۲۰۰۶ء کو انھوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس عرصے میں مولانا اسعد مدنی نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے۔ مولانا نے ۱۹۵۲ء سے ۱۹۶۲ء تک دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اسی دوران ۱۹۶۰ء میں وہ جمعیۃ علماء اترپردیش کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۴ء میں جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سکریٹری اور ۱۹۷۲ء سے اب تک جمعیۃ علماء ہند کے صدر رہے۔ اس کے علاوہ ۱۹۶۸ء، ۱۹۸۰ء اور ۱۹۸۶ء میں تین مرتبہ راجیہ سبھا کے رکن منتخب کیے گئے۔

مولانا مرحوم نے قوم مسلم میں اپنی بات بے لاگ لپیٹ کہہ دینے کا شعور پیدا کیا۔ علماء کی صفوں میں انتشار نہ پیدا ہونے دینے کو بھی ہم ان کے کارناموں میں شمار کرسکتے ہیں۔ مولانا اور جمعیۃ علماء کا وجود قوم کے لیے پٹے خانہ بربادوں کے لیے بہت بڑی ڈھارس ہوا کرتا تھا۔ ایسے واقعات کے بعد جمعیۃ علماء فوراً حرکت میں آجاتی ہے اور ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کے ساتھ ساتھ ان کے معاملات کو لے کر عدالتی لڑائی لڑنا، ان کی باز آبادکاری اور ان کی فلاح وراحت کے لیے ہرطرح کی کوششیں کرتی ہے۔ مولانا اسعد مدنی پارلیمنٹ میں بھی ملک وملت کے مسائل بھی بڑی بیباکی سے اٹھاتے تھے۔ پولیس مظالم کے خلاف جرأت مندی کے ساتھ سخت احتجاج کرتے تھے۔ ان کے نام میں لفظ مدنی ان کی مدینہ والے سرکارؐ سے نسبت کو ظاہر کرتا ہے۔ غالباً اسی کی برکت سے انھوں نے مسلمانوں کی مذہبی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی ہرطرح کی رہنمائی کی۔

ملت کے ہر ہر معاملے میں مولانا موصوف کی قیادت میں جمعیۃ علماء نے آگے بڑھ کر قوم کی رہنمائی کی۔ خود مولانا نے کمال جرأت مندی سے ایمرجنسی کے دوران ہونے والی زیادتیوں کے خلاف شاہ کمیشن میں گواہی دی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو اقلیتی ادارہ کی حیثیت دلانے کے لیے مولانا نے ہی سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور عدالت کے احکامات کے بعد کانگریس حکومت کو اس کام کے کرنے پر مجبور کردیا۔ آسام کے مسلمانوں کو مداخلت کار بتانے کی شرانگیزی کا بھی کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ زلزلہ متاثرین کی بلاتفریق مذہب وملت مدد کرکے مولانا موصوف کی قیادت میں جمعیۃ علماء ہند اہل وطن کی نظروں میں بھی سرخرو ہوئی ہے۔

ہمارے نزدیک قوم کی چھوٹی سے چھوٹی خدمت انجام دینے کی کوشش کرنے والے لائق صداحترام وستائش ہیں۔ مولانا موصوف نے تو بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ ان کی خدمات سے بھلا کون انکار کرسکتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند وقف کے مہتمم مولانا سالام اور مولانا اسعد مدنی کے درمیان اختلافات کی خبروں کی بھی گذشتہ دنوں اس وقت ہوا نکل گئی جب دونوں کے درمیان نہایت ہی خوشگوار ماحول میں خط وکتابت ہوئی اور دونوں نے ایک دوسرے کے حق میں دعائیہ کلمات ادا کیے۔ جمعیۃ کے ذریعہ مولانا موصوف قوم وملت کو بہت کچھ سکھا گئے ہیں۔ جمعیۃ کے نئے ذمہ داران کو قوم کے لیے اسی جرأت مندی اور بیباکی کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔ اللہ کے حضور ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ مولانا اسعد مدنی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور قوم مسلم کو ایسے ڈھیر سارے خوبصورت نگینوں سے نوازے۔ آمین!

حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کا انتقال

خدمت اور رہنمائی کے ایک باب کا خاتمہ

روزنامہ ''اخبارِ مشرق'' نئی دھلی کا ادارتی نوٹ

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی رحلت کے ساتھ سچ مچ ہندستان میں ملت کی خدمت اور رہنمائی کا ایک روشن باب ختم ہوگیا۔ مولانا مدنیؒ ملک وقوم کے لیے علما کی خدمت اور ملت کے لیے ہر آڑے وقت میں رہنمائی اور رہبری کی اس روایت کی نئے ملینیم تک توسیع تھے جس نے ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد سے آزادی تک اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور نبھانے کے عمل میں متعدد قابل تقلید مثالیں قائم کیں۔ آج کا دور غدر کے بعد کے اور آزادی کے بعد کے ادوار سے زیادہ سنگین اور ابتلا کا ہے۔ آج ملت زیادہ پریشان، بے سہارا، اور لاچار ہے۔ آج اسے رہبری اور دستگیر کی پہلے سے زیادہ ضرورت ہے۔ اس دور میں مولانا سید اسعد مدنی ملت کے ایک ایسے بزرگ کی حیثیت سے ہمارے درمیان ابھی تک موجود تھے، جسے ملت کے مفادات بھی اتنے عزیز تھے جتنے کہ ملک وقوم کے۔ مولانا اسعد مدنیؒ نے اپنے دور کے تقاضوں کو اپنے شانوں پر آنے والی ذمے داریوں کے حوالے سے بہت پہلے سمجھ لیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ملت مسلمہ کو اس وقت جھوٹی تسلیوں سے سنبھالا نہیں جاسکتا اس کے لیے ٹھوس کا کرنے ہوں گے۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ نے دینی علم، دنیاوی سمجھ، ہندستانی سیاست کی نزاکتوں سے واقفیت، برادرانِ وطن کے ساتھ غلط فہمیاں دور کرنے کے لیے ربط ضبط کی ضرورت کے احساس، مسلمانوں میں تعلیم کے فروغ، بطور سیاسی طاقت ان کے اتحاد اور دوسرے برادرانِ وطن سے مل کر اس اتحاد کو مضبوطی دینے کی کوشش، مذہبی تفریق سے بے نیازی اور انسانی دردمندی یعنی اپنی تمام تر خصوصیات اور صفات کو بروئے کار لا کر ہندستانی مسلمانوں کو ذمہ دار شہری بننے کی طرف مائل کرنے کا جو کام کیا ہے، اس پائے کی کاوش آج کے کسی دوسرے مذہبی رہنما کے حصہ میں نہیں آئی۔ دارالعلوم دیوبند کے حوالے سے ان کی دینی، علمی اور تدریسی کوششوں کا ذکر کیے بغیر ان کی خدمات کا اعتراف مکمل نہیں ہوتا لیکن حضرت مولانا سید اسعد مدنی کی تنظیمی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت جمعیۃ علماء ہند ہے جس کے کیڈر ملک کے گوشے گوشے میں موجود ہیں۔ یہ کیڈر مولانا مدنیؒ کو اپنا لیڈر تو مانتے ہی ہیں اپنا روحانی رہنما بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ہندستان کے کسی بھی حصے میں جمعیۃ علما کی کسی میٹنگ میں شہروں سے دیہات تک کے لوگوں کی جوق درجوق شرکت یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ مولانا اور ملت کے درمیان ایک مضبوط اور اٹوٹ رشتہ ہے۔ جو ملت کو ان کا نیاز مند اور مولانا کو ملت کا خیر خواہ ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔

زلزلہ اور سیلاب جیسی قدرتی آفت ہوں یا مسلم کش فسادات جیسی انسانوں کی انسانوں پر توڑی ہوئی قہر سامانی، حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ اور ان کی جمعیۃ علماء صعوبتوں کے شکار لوگوں کی مدد، راحت، بازآبادکاری اور دستگیری کے لیے موجود رہتی تھی۔ گجرات میں ہو یا کشمیر میں ہو یا تمل اور یا آسام میں مولانا نے کہیں کوئی تفریق نہیں کی۔ وہ عام ہندستانیوں کی بھلائی کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ ان کے ریلیف تقسیم کرنے کا جو پیٹرن گجرات کے فساد زدگان اور کشمیر کے زلزلہ متاثرین اور جنوبی ہند کے سونامی سے تباہ حال افراد کے درمیان کام کے دوران نظر آیا ہے وہ یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ مولانا مدنیؒ ایک وسیع القلب، وسیع الذہن لیڈر تھے۔ انھوں نے ۱۸ سال تک راجیہ سبھا کی ممبری کے دوران ملت کے مسائل اٹھانے سے کبھی گریز نہیں کیا۔ وہ دور راجیو گاندھی کا ہو، یا اندرا گاندھی یا پنڈت نہرو کا یا بی جے پی کا مختصر دورِ حکومت، مولانا کو جب بھی محسوس ہوا کہ حکومت وقت اقلیتوں کے مسائل کی طرف سے غفلت برت رہی ہے، مولانا نے پرچم بغاوت بلند کیا۔ ان کی ''ملک وملت بچاؤ تحریک'' ۲۳ سال پہلے کلکتہ سے شروع ہوئی تھی۔ مولانا نے زکریا اسٹریٹ میں شام ۷ بجے، نیتا جی سبھاش چندر بوس کی آزاد ہند فوج کے سپہ سالار جنرل شاہ نواز خاں کے ساتھ ملک وملت بچاؤ تحریک کا پہلا جلسہ منعقد کیا تھا مگر اس جلسے کے لیے تقریر کا لہجہ اس سے دو گھنٹے قبل ہوڑہ میں ٹکیہ پاڑہ کے مارٹن گودام میں بہت عجلت میں کی گئی تیاریوں کے ساتھ ایک جلسہ عام میں طے پا گیا تھا۔ مولانا نے اپنی اس تحریک سے نئی نسل کے نوجوانوں کے دلوں میں ایک جوش بھر دیا تھا۔ ان ۲۳ برسوں کے دوران بنگال کے سیاسی معاملات میں جمعیۃ کی ریاستی قیادت کتنا کچھ کرسکتی تھی اس کا اندازہ کرنے کے لیے آسام میں جمعیۃ کے ریاستی صدر مولانا بدرالدین احمد کی اٹھان نظر میں رکھی جائے جو کانگریسی وزیر اعلی ترون گوگوئی کی حکومت کو اس بار اسمبلی الیکشن میں زبردست چیلنج پیش کر رہے ہیں۔ بنگال سے مولانا مدنی کا بہت گہرا تعلق تھا۔ اردو بولنے والے مسلمان جس طرح ان کی عزت کرتے تھے

اسی طرح بنگلہ زبان بولنے والے مسلمانوں میں بھی مولانا سید اسعد مدنیؒ کا احترام تھا۔ جمعیۃ علما کے جلسوں میں کلکتہ اور جنوبی ۲۴ پرگنہ اور شمالی ۲۴ پرگنہ کے علاوہ مرشدآباد، مالدہ، بانکوڑہ، پرولیا، بردوان، ہوڑہ، ہگلی، ندیا اور دیگر ضلعوں کے لوگوں کی بھی دورانِ سفر طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانے کے باوجود شرکت اس کا پتہ دیتی تھی کہ مسلمانوں کے درمیان بھی کوئی ایسا مذہبی رہنما ہے جس کے ماننے چاہنے والے سیاسی پارٹیوں کے کیڈروں کی طرح اپنے رہنما کی بات سننے کو ہمیشہ بے چین رہتے ہیں اور سیاسی پارٹیوں کی ریلیوں میں شرکت کے لیے آنے والوں کی طرح سارے کام کاج چھوڑ کر چلے آتے ہیں۔

صدر کانگریس مسز سونیا گاندھی ان کے سیاسی سکریٹری احمد پٹیل، وزارت برائے اقلیتی امور کے سربراہ مرکزی وزیر عبدالرحمٰن انتولے، راجیہ سبھا کے ڈپٹی چیئرمین کے رحمٰن خاں، وزیر ریلوے لالو پرساد یادو، دہلی کی وزیر اعلیٰ شیلا دکشت، سماجوادی پارٹی کے قومی جنرل سکریٹری شاہد صدیقی، خانقاہ رحمانیہ مونگیر کے سجادہ نشیں مولانا ولی رحمانی، مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری مولانا سید نظام الدین، بورڈ کے ایک رکن مولانا حکیم محمد عرفان حسینی، جماعت اسلامی ہند کے امیر ڈاکٹر عبدالحق سمیت تقریباً تمام اہم جماعتوں کے لیڈروں اور ملت کی ممتاز ہستیوں نے بیک آواز یہ بات تسلیم کی ہے کہ حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کے انتقال کے ساتھ ملک وملت کی خدمت کا ایک روشن باب ختم ہوگیا ہے لیکن امید کی جانی چاہیے کہ ان کے صاحبزادے مولانا سید محمود مدنی ملک وقوم کی خدمت میں علما کے رول کی اس روایت کو اپنے خاندان کے بزرگوں کی پیروی میں آگے بڑھا سکیں گے۔

رحلتِ مدنیؒ: ایک علمی اور سیاسی حادثہ

ماہنامہ ''الجمعیۃ'' راولپنڈی کا اداریہ

۶ رفروری ۲۰۰۶ء مطابق ۷رمحرم الحرام بروزِ پیر شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ کے جانشین اور جمعیۃ علماء ہند، فدائے ملت حضرت مولانا سیّد محمد اسعد مدنیؒ اس دارِ فانی سے رخصت ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دریغا کہ وہ بے قرار دل جو اسلام اور مسلمانوں کی ہر مصیبت پر بے تاب ہو جاتا تھا اور اوروں کو بے تاب کرتا تھا، اب قیامت تک کے لیے ساکن ہوگیا۔ ان کے نام نامی کے ساتھ ہمیشہ قلم کو دامت برکاتہم العالیہ لکھنے کی عادت رہی، لیکن اب وہ وہاں کو سدھارے جہاں کی برکات واقعی ہمیشہ ہیں۔ بلا مبالغہ آپؒ کی رحلت اس دور کا سب سے بڑا علمی اور سیاسی حادثہ ہے۔ آپ کی رحلت سے جہاں کروڑوں مسلمانانِ ہند کو عظیم صدمہ پہنچا، وہاں اس سانحے سے پاکستان اور دنیا بھر کے فکر حریت سے سرشار مسلمان ایک عظیم سہارے سے محروم ہوگئے۔ آپؒ کی رحلت سے علم ومعرفت کا وہ چراغ گل ہوگیا اور وہ مینارۂ نور بجھ گیا جس کی ضیاء پاشیوں سے لاکھوں افراد فیض یاب ہو رہے تھے۔ آپؒ کی شخصیت نہ صرف ایک باکمال عالم کے طور پر شہرت کے اوج ثریا پر پہنچی بلکہ ایک لائق سیاستدان اور زمانہ شناس رہنما ہونے کی حیثیت سے بھی آپؒ کو بے انتہا مقبولیت حاصل رہی۔

سچ تو یہ ہے کہ آپؒ نے جہدِ مسلسل کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیا تھا۔ اور حضرت شیخ الاسلامؒ کے مشن اور ان کی جماعت ''جمعیۃ علماء ہند'' کو استحکام بخشنے کی خاطر اسی خلوص کے ساتھ محنت اور جدوجہد کی جس طرح کی محنت کی ذمہ داری بحیثیت جانشین شیخ الاسلامؒ ان پر عائد ہوئی تھی۔

حضرت امیر الہندؒ کی سیاسی بصیرت کے اعتراف میں بھارت میں مرکز کی حکمراں جماعت کانگریس نے ملّت اسلامیہ سے اپنی قربت کا اظہار کرتے ہوئے انھیں تین مرتبہ لوک سبھا (قومی اسمبلی) کی رُکنیت دی لیکن آپؒ بجائے اس کے کہ کانگریس سرکار کے ساتھ حق نمک ادا کرتے، ہر ایسے موقع پر جبکہ ملت امتحان وبحران کے دور سے گزری، سینہ سپر ہوکر ہندوستانی مسلمانوں کے مفادات کو اُٹھایا اور مظالم کے خلاف آہنی عزائم کے اظہار میں جرأت مندی کا ثبوت دیا۔ چنانچہ بالعموم ایسے مواقع پر جبکہ فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑکائی جاتی حضرت امیر الہندؒ اور ان کے حلقۂ اثر کے لوگ مظلومین کی خبر لینے والوں میں سب سے آگے نظر آتے۔ آپ کی قیادت میں جمعیۃ علمائے ہند نے محدود دائرۂ عمل رکھتے ہوئے بھارت میں ملک گیر پیمانے پر خدمت انسانیت اور حق پرستی کے جو نقوش چھوڑے، اس کی نظیر اور کہیں نہیں دیکھی جاسکتی۔

بلاشبہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ حضرت امیر الہندؒ کی قیادت میں جمعیۃ علماء ہند نے ملک گیر پیمانے پر ملت کے لیے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، اس کا مثبت پہلو بے انتہا روشن اور قابلِ تقلید ہے۔ ملّت اسلامیہ کو آپؒ کی جدائی سے جو عظیم خسارہ ہوا، اس کی تلافی کسی صورت ممکن نہیں۔ آپؒ کی وفات پر ہم جہاں آپؒ کے جانشین مولانا محمود مدنی صاحب مدظلہٗ اور دیگر لواحقین کے لیے صبرِ جمیل کی دعا کرتے ہیں، وہاں آپ کی رحلت پر پاک و ہند میں آپ کے کروڑوں پیروکار بھی تعزیت کے مستحق ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ کریم حضرت مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے، ان کی دینی وملّی خدمات کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور ہم سب کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

ایک چراغ اور بجھ گیا

مولانا اسعد مدنیؒ کی رحلت پر روزنامہ ''ہندستان'' ممبئی کا خراجِ عقیدت

جمعیۃ علماء ہند کے امیر حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی مدظلہٗ کی رحلت کے ساتھ ہی ہندستانی آفتابِ علم و معرفت کا ایک اور چراغ گل ہوگیا یعنی ایک ایسا مینارۂ نور بجھ گیا جس کی ضیا پاشیوں سے لاکھوں افراد فیضیاب ہورہے تھے۔ مولانا موصوف کی شخصیت نہ صرف ایک باکمال عالم کے طور پر شہرت کے اوجِ ثریا پر جا پہنچی بلکہ ایک لائق سیاستداں اور زمانہ شناس ہونے کی حیثیت سے بھی انھیں بے انتہا مقبولیت حاصل رہی۔ اللہ انھیں غریق رحمت کرے۔

حضرت مولانا کی شخصیت عالمی سطح پر بھی بے انتہا مقبولیت کی حامل رہی بالخصوص سعودی عرب سمیت تقریباً تمام خلیجی ممالک میں انھیں عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتا رہا تو اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ حضرت مولانا اسعد مدنیؒ نے جہدِ مسلسل کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دے دیا تھا اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی قائم کردہ علمائے ہند کی تنظیم جمعیۃ علماء ہند کو استحکام بخشنے کی خاطر اسی خلوص کے ساتھ کوشش کی، جیسی محنت کی ذمہ داری بحیثیت جانشین ان پر عائد ہوتی تھی اور غالباً اسی کوشش کا نتیجہ تھا کہ آج دہلی کے بہادر شاہ ظفر مارگ پر قائم یہ ادارہ اپنی بھرپور اہمیت و حیثیت کا احساس دلا رہا ہے۔

حالانکہ حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کی سیاسی بصیرت کی بنا پر مرکز کی حکمراں جماعت کانگریس نے اپنا قد اونچا کرنے اور ملت اسلامیہ سے قربت کا اظہار کرتے ہوئے سیاسی منفعت حاصل کرنے کے مقصد سے انھیں تین اہم مواقع پر ایوان بالا کی رکنیت بخشی تاکہ بالعموم مسلمانوں کے درمیان یہ تاثر دیا جاسکے کہ کانگریس مسلمانوں کے بااثر علماء کو اپنے شکنجے میں رکھنے کا ہنر جانتی ہے تاہم مولانا موصوف نے بجائے اس کے کہ کانگریس کے ساتھ حق نمک ادا کرتے، ہر ایسے مواقع پر جب ملت امتحان و بحران کے دور سے گزری سینہ سپر ہوکر ہندستانی مسلمانوں کے مفادات کو اٹھایا۔ ان کے مسائل سے ایوان نمائندگان کو باخبر کراتے ہوئے حق و صداقت کی صدا بلند کی اور مظالم کے خلاف آہنی عزائم کے اظہار میں جرأت مندی کا ثبوت دیا۔ یہی سبب رہا کہ بالعموم ایسے مواقع پر جبکہ فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑکائی جاتی، حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ اور ان کے پیروکار مظلومین کی خبر لینے والوں میں سب سے آگے نظر آتے۔ خواہ میرٹھ، ملیانہ، بھاگلپور کے فرقہ وارانہ فسادات کا موقع ہو یا حال کے دنوں میں گجرات میں روا رکھی جانے والی انسانیت سوزی کا معاملہ، مولانا موصوف کی جانب سے ایسے مواقع پر ہمیشہ غمگساروں کو اعانت و امداد فراہم کی جاتی رہی اور ظالم قوتوں کے خلاف برسرپیکار ہونے کے معاملے میں بھی ان کی مدبرانہ پیش بندیاں لائق ذکر رہیں۔ یہ کہنا شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ جمعیۃ علماء ہند نے محدود دائرۂ عمل رکھتے ہوئے بھی ہندستان گیر پیمانے پر جو نقش چھوڑا ہے اس کی نظیر کہیں اور دیکھی نہیں جاسکتی۔ ہندستانی علماء کو بطور خاص ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی مولانا موصوف کی کوشش یقیناً کامیاب کہی جاسکتی ہے کیونکہ اس کوشش کا جو اثر سامنے آیا اس سے بالعموم یہ صورت حال دیکھنے کو مل رہی ہے کہ علمائے دیوبند کا ایک بڑا حلقہ انتشار و خلفشار سے تقریباً پاک ہے۔ ہرچند کہ مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی شخصیت سے مجھے ذاتی طور پر ایک طویل مدت تک ملتے رہنے کا شرف حاصل ہوا، مگر پتہ نہیں کیوں سینکڑوں ملاقاتوں کے باوجود بھی مولانا موصوف کے تئیں عقیدت کے جذبے سے مکمل طور پر میرا ذہن و دماغ عاری رہا اور جب تک مولانا موصوف بقید حیات رہے ہمیشہ ذہن و دماغ میں ان کی شخصیت کی سیاسی شبیہ اس قدر غالب رہی کہ بدقسمتی سے ان کے ملّی کارنامے اور دینی خدمات پس پشت ہوکر رہ گئے۔ آج جب ان کی رحلت کی خبر نے خامہ فرسائی کا موقع دیا تو عجیب و غریب ذہنی کشمکش سے دوچار ہونا پڑا، کیونکہ ایسی بلند قامت شخصیت پر اظہارِ خیال کرنا جو باوجود اپنی اعلیٰ و ارفع خدمات کے میری مریضانہ ذہنیت کا شکار بنی رہی تھی۔ بہرحال جب خراجِ عقیدت کے طور پر چند سطور تحریر کرنے کا موقع آیا تو جمعیۃ کے صدر دفتر مسجد عبدالنبی کا وہ کمرہ اچانک ذہن پر غالب آگیا جہاں مولانا موصوف سے سینکڑوں مرتبہ ملاقاتوں کا موقع ملا تھا اور سیاسی موضوعات سے لے کر ملّی معاملات تک پر گفتگو کرنے کے مواقع ملتے رہے تھے۔ یہ بات دیگر ہے کہ کل تک منفی افکار و خیالات کا غلبہ رہا جس کی بنا پر مولانا موصوف کی ہمہ جہت شخصیت کا ایک مکمل باب ذہن کے بالاخانے سے غائب تھا۔ آج صحافتی تقاضے کے تحت رسم کی ادائیگی کے طور پر جانشین شیخ الاسلامؒ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے کارناموں کی معمولی جھلک پیش کرنے کی کوشش کی تو معلوم یہ ہوا کہ واقعتاً مولانا مرحوم کی شخصیت کا مثبت پہلو بے انتہا روشن اور قابل تقلید ہے۔ بلاشبہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مولانا مرحوم کی قیادت میں جمعیۃ علماء ہند نے ملک گیر پیمانے پر ملت کے لیے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں ان اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔ بالخصوص علمائے کرام کی ذہنی تربیت کے لیے جمعیۃ علماء نے ملک گیر سطح پر تنظیمی اعتبار سے جو کام کیا ہے، سچی بات یہ ہے کہ وہ کام آزادی کے ۵۷-۵۶ برسوں بعد تک کسی بھی دوسری تنظیم نے نہیں کیا۔ یہی

نہیں جمعیۃ علماء کی یہ فکر کہ تقسیم ہند تاریخ ساز غلطی تھی اور یہ کہ متحدہ قومیت کا نظریہ صحیح تھا، آج ہر کوئی تسلیم کرنے پر مجبور ہو رہا ہے۔ حالانکہ کل تک جمعیۃ علماء کو کانگریس کی کوکھ سے جنم لینے والی تنظیم قرار دے کر اس کی مسلمہ حیثیت کو بھرپور طریقے سے نظرانداز کرنے کی سعی ہو رہی تھی لیکن آج کی تاریخ میں صورتحال مکمل طور پر تبدیل ہو چکی ہے اور مخالفین بھی اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ جنگ آزادی کے دوران جمعیۃ علماء نے جس فکر کی ترویج کی وہ صد فیصد درست تھی۔ بلاشبہ جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ نے اپنی قیادت و سیادت میں جمعیۃ کی اسی فکر کو مزید رفعت بخشی جس کی وجہ سے آج یہ تنظیم ایک تناور درخت کی صورت میں سامنے آئی ہے۔

آج جبکہ مولانا ہمارے درمیان نہیں رہے تو ان کی کمی کا بھرپور احساس ہو رہا ہے اور یہ کہنا قرین صداقت ہوگا کہ ملت کو ان کے انتقال کی صورت میں جو خسارۂ عظیم ہوا ہے اس کی تلافی کسی بھی صورت میں ممکن نہیں۔ اللہ انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، آمین!

○○

مجاهد ملتؒ کا جانشین

ہفتہ روزہ ”نئی دنیا“ کا ادارتی نوٹ

مولانا اسعد مدنیؒ نے جس وقت جمعیۃ علماء ہند کی قیادت سنبھالی تھی، وہ نہ صرف اس تنظیم کے لیے ایک انتہائی نازک دَور تھا، ہندوستانی مسلمانوں کے لیے بھی سخت آزمائشوں کا زمانہ تھا۔ مجاہدِ ملّت مولانا حفظ الرحمٰن کا سانحۂ ارتحال ابھی تازہ تھا اور ناظم عمومی مولانا سیّد محمد میاں میرٹھ کے اجلاس میں نظامت کی امانت جمعیۃ کے سپرد کر چکے تھے۔ ایسے نازک وقت میں جمعیۃ کے جہاندیدہ صدر مولانا سیّد فخر الدینؒ نے محسوس کیا کہ جمعیۃ کو اس جوان کی ضرورت ہے جس نے اپنی بے مثال جرأت و عزیمت سے اچھے اچھوں کو حیرت زدہ کر دیا ہے اور جو مجاہدانہ جذبات اور اصابت رائے میں مجاہدِ ملّت مولانا حفظ الرحمٰن کا سچّا جانشین ہے۔ چنانچہ ۹/اگست ۱۹۶۳ء کو انھوں نے مجلس عاملہ کے مشورہ سے جمعیۃ کے جنرل سکریٹری کی ذمہ داریوں کا بارِ گراں مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کے دوش پر رکھ دیا۔

اس میں شک نہیں کہ اس منصب پر آپ فائز ہوئے تو آپ کے چاہنے والوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی، لیکن یہ عہدہ کوئی تخت حکمرانی یا پھولوں کی سیج نہیں، کانٹوں کا تاج تھا۔ جس کو بڑی ہمّت اور حوصلے سے آپ نے سنبھالا اور ہندوستانی مسلمانوں کا ایک مضبوط سہارا بننے کی مخلصانہ کوششیں کیں۔ یہ مسلم کش خونی فسادات کا زمانہ تھا۔ آپ نے محسوس کیا کہ اگر حکومتی سطح پر اور اکثریتی فرقہ کو ساتھ لے کر جلد از جلد کوئی قدم نہ اُٹھایا گیا تو فرقہ پرستی کا زہریلا ناگ پورے ہندو مہاسبھائیوں سے ٹکر لینے کے لیے کانگریس کو آگے آنے کی دعوت دی اور یہاں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ جمعیۃ علماء ہند کی یہ کوشش بارآور ہوئی یا نہیں۔

یہ مولانا اسعد مدنی کی ذات ہی تھی جن کی جدوجہد کے نتیجے میں دہلی کی تاریخی مسجد عبدالنبی آباد ہوئی اور اس کے احاطہ میں جمعیۃ کا دفتر منتقل ہوا۔ وہ یادگار لمحہ کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکے گی، جب ۱۹/اپریل ۱۹۶۵ء کو شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ اور دیگر اکابر تبلیغ نے اس کامیابی پر مولانا اسعد مدنیؒ کو مسجد عبدالنبی میں تشریف لا کر دُعاؤں سے نوازا تھا۔

مولانا اسعد مدنیؒ ۱۹۶۸ء میں راجیہ سبھا کے لیے منتخب ہو کر پارلیمنٹ پہنچے تو لوگوں کو محسوس ہوا کہ مجاہدِ ملّت مولانا حفظ الرحمٰن کے انتقال (۱۹۶۲ء) کے بعد جو خلا پیدا ہوا تھا، وہ ایک حد تک پر ہونے لگا ہے۔ وہی آرزوئیں مولانا کی ذات سے وابستہ کی گئیں جو مجاہدِ ملّت کی ذات سے وابستہ تھیں۔ وہ اس میزان پر کتنے کھرے اُترے یہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

اٹھارہ سال کی طویل مدت تک ملک کے ایوانِ اقتدار میں آپ کو مسلمانوں کی ایک معتبر ترین آواز کا درجہ حاصل رہا۔ آپ نے پارلیمنٹ میں ۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۰ء تا ۱۹۸۶ء اور ۱۹۸۸ء تا ۱۹۹۳ء راجیہ سبھا کی تین معیادیں پوری کیں اور اس مدت میں ملک و ملت کے مسائل کو سرکار کے سامنے پوری جرأت و بیباکی کے ساتھ پیش کیا۔ آپ ۱۱/اگست ۱۹۷۳ء کو جمعیۃ علماء ہند کے صدر منتخب کئے گئے تھے اور تاحیات اس عہدے کی ذمہ داریاں بخوبی انجام دیں۔ جس وقت آپ نے صدارت کا بارِ گراں سنبھالا، اس وقت بھی ملک فسادات کی آگ میں جھلس رہا تھا۔ نراج اور لاقانونیت پھیلی ہوئی تھی۔ قانون و انتظام نام کی کوئی چیز باقی نہ تھی، ایسا لگ رہا تھا کہ اس ملک میں جنگل کا قانون نافذ ہے۔

ایسے میں آپ فسادات کی آگ بجھانے کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ رہے تھے۔ ذمہ دارانِ حکومت سے ملاقاتیں کر کے روک تھام کی کوشش کر رہے تھے، کھڑے نظر آئے۔ پچھلے چند برسوں میں انھوں نے نصف درجن سے زیادہ تحریکیں منظّم کیں اور حکومتِ وقت کو احساس دلایا کہ مسلمانوں کی رگوں میں آج بھی زندگی کی حرارت موجود ہے اور آج بھی وہ علمائے دین کی ایک آواز پر سڑکوں پر اُتر سکتے ہیں، ملک و ملّت بچاؤ تحریک، عرب حمایت کنونشن، تحفظِ حرم کی جدوجہد، فرقہ واریت مخالف مہم، قومی اتحاد و شہری حقوق کے تحفظ کی مہم، اُتر پردیش کے عبادت گاہ بل کے خلاف ملک بھر میں تحریک اور آسام کے مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لیے مہم اسی سلسلے کے وہ جلی عنوانات ہیں جنھیں آسانی سے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ ○○

اوصاف وکمالات کا حسین امتزاج

حضرت فدائے ملتؒ کے سانحۂ ارتحال پر دوماھی ''زمزم'' کا ادارتی نوٹ

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

یہ آیت کریمہ خدا کا وہ پاک ارشاد ہے جس کی صداقت کو کوئی چیلنج نہیں کرسکتا۔ انسان کا جب سے اس دھرتی پر وجود ہوا ہے، اس ارشادِ پاک کی صداقت وسچائی انسان دیکھتا چلا آرہا ہے اور اس کا مشاہدہ تاریخ انسانی تا قیامت کرتی رہے گی۔

اس فرمانِ الٰہی کی صداقت وسچائی کا ہم ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں، اس کی صداقت پر ہمارا پختہ ایمان اور یقین بھی ہے۔ اس کارگہِ ہستی میں جو بھی آیا ہے اسے بہرحال یہاں سے جانا ہے، کوئی انسان اس دنیا میں ابدی زندگی لے کر نہیں آیا ہے۔ ان تمام حقائق پر ایمان ویقین کے باوجود بعض انسانوں کا اس دنیا سے جانا ہمارے لیے ایسا حادثہ بن جاتا ہے جو ہمیں جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے، جس کا زخم بڑا گہرا ہوتا ہے اور جس کا واقع ہونا گویا قیامت کا سر پر گزرنا ہوتا ہے۔

گزشتہ ماہ ماہِ محرم الحرام میں مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا حادثۂ وفات اسی نوع کا تھا، آپ کا اس دارِفانی سے کوچ کر جانا ایسا حادثہ تھا کہ ملتِ اسلامیہ کا باشعور طبقہ ہوش وحواس کھو بیٹھا، اور سب نے زبانِ حال سے گویا یوں کہا کہ جس طرح کے ہاتھ میں ملتِ اسلامیہ کی کشتی کا پتوار تھا وہ اس جہاں سے چلا گیا، ملت کا امیرِ کارواں رخصت ہوا، اسلام کے مردِ مجاہد کو ہم نے الوداع کہا:

جس کے دَم سے زندگی تھی قوم کی تابندہ تر
از میانِ قوم ، میرِ کارواں جاتا رہا

حضرت مولانا مدنیؒ تین ماہ سے مسلسل بے ہوشی کے عالم میں تھے۔ دہلی کے گراں ترین ہسپتال اپولو میں عمدہ سے عمدہ علاج ہوتا رہا۔ ماہر ڈاکٹروں کی ایک پوری ٹیم مولانا کی دیکھ بھال میں لگی رہی، مگر جب 'اَجل مسمّٰی' آگئی تو رحمت کے فرشتوں نے ان کی روح کو اپنے قبضہ میں کرہی لیا اور اس دنیا سے ان کا رشتہ وناطہ بظاہر ختم ہوگیا، جہاں انھوں نے اپنے سالہائے زندگی کی اٹھتّر بہاریں دیکھی تھیں۔

مولانا کی پوری زندگی ایک جہدِ مسلسل تھی۔ ملتِ اسلامیہ کے لیے آپ کے دل میں جو تڑپ تھی، جو خلوص تھا، آج اس کا شائبہ بھی دوسرے قائدین میں نظر نہیں آتا۔ مدعیانِ قیادت وسیادت تو بہت ہیں مگر ملتِ اسلامیہ کے لیے جو دھڑکتا ہوا دل بن جائے اس کا نمونہ اس زمانہ میں کم از کم برصغیر میں صرف مولانا اسعد مدنیؒ کی ذات تھی۔

ایک سچے اور مخلص قائد کا تعلق سب سے پہلے اپنے رب سے ہوتا ہے۔ مولانا مدنیؒ کی زندگی عبادت وتقویٰ، خشیت وانابت کا ایک نادر نمونہ تھی۔ مولانا کی نماز ایک عبدِ مؤمن کی نماز ہوتی تھی۔ سنت ونوافل کے پورے اہتمام کے ساتھ اتنی سکون سے نماز پڑھنے والا طبقہ علماء میں کم از کم مجھے کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آیا۔ سفر ہو، حضر ہو، خلوت ہو، جلوت ہو، آپ کی نماز ہمیشہ خضوع وخشوع والی ہوتی تھی۔ سجدہ میں جب جاتے تو اتنی دیر میں سر اُٹھاتے کہ کچھ لوگوں کو دیکھا کہ اتنی دیر میں وہ چار رکعتیں نماز کی ادا کر لیتے ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے، ایک ایسا آدمی جس کی زندگی مصروف ترین زندگی رہی ہو، جس کی عمر کا بیشتر حصہ سفر میں کٹا ہو، وہ نماز کی ادائیگی اس خشوع کے ساتھ کرے، اس کو کرامت ہی کہا جاسکتا ہے۔ بیماری کے عالم میں بھی ہم نے مولانا کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ خدا کی قسم رشک آتا تھا ان کی نماز کو دیکھ کر۔

نماز میں خشوع وخضوع کی یہ کیفیت اس بات کی بین دلیل تھی کہ خدا کے نزدیک مولانا اسعد مدنیؒ ''مفلح'' تھے۔ ''**قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلوٰتهم خاشعون**''، وہ اہلِ ایمان کامیاب ہوگئے جو اپنی نمازوں کو خشوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

مولانا مدنیؒ کو اللہ نے قیادت، سیادت کی تمام صفات سے نوازا تھا۔ ظاہری رعب ووجاہت کے علاوہ اللہ نے آپ کو جس وقعت اور عظمت سے نوازا تھا، محبوبیت کی آپ میں جو شانِ دلربائی تھی ملت کے دوسرے قائدین میں اس کی مثال ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔ جرأت وشجاعت میں مولانا مدنیؒ اپنی نظیر آپ تھے۔ حق بات کہنا آپ کا شیوہ تھا۔ نازک وقت میں ملت کی دستگیری میں آپ سب سے آگے تھے۔ سخاوت وفیاضی کے بادشاہ تھے۔

مولانا اسعد مدنیؒ کا حلقہ بڑا وسیع تھا، ہندوپاک و بنگلہ دیش کے علاوہ یورپ وامریکہ اور ساؤتھ افریقہ میں بھی آپ سے تعلق خاطر رکھنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے۔ ان ممالک میں حضرت مدنیؒ کا فیض جاری تھا۔

مولانا مدنیؒ کی پوری زندگی حرکت اور مسلسل حرکت سے عبارت تھی۔ ٹھہراؤ اور استقرار کا آپ کی زندگی میں نام ونشان نہیں تھا۔ مولانا مدنیؒ عزم وہمت

کے پہاڑ تھے، جس بات پر ڈٹ جاتے تو اس جگہ سے ان کو کوئی ہلانے والا نہیں تھا۔ اس کا نمونہ ہم نے مولانا کی زندگی میں بار بار دیکھا۔ طوفان اور آندھیاں مولانا مدنیؒ کا نہیں مولانا مدنیؒ طوفانوں اور آندھیوں کا رُخ پھیر دیا کرتے تھے۔ بڑھاپے میں بھی ان کا جوشِ عمل ہزار ہزار نوجوانوں سے بڑھا ہوا تھا۔ سفر اور طول طویل سفر ان کی زندگی کا جزوِ لاینفک بن گیا تھا۔ شدید بیماری اور انتہائی ضعف ونقاہت میں بھی ان کا سفر جاری رہتا۔

مولانا صبر وعزیمت کی ایک نادرالوجود مثال تھے۔ ان کی زندگی میں مخالفتوں کے نہ معلوم کتنے طوفان اُٹھے، بہت سے اپنے بیگانے بن گئے، مگر مولانا کی زندگی پر ان مخالفتوں کا کوئی اثر نہیں دیکھا گیا، جس سمت انھوں نے قدم بڑھایا، پھر اس کو پیچھے نہیں کیا اور پھر جو مخالفین تھے خود ان کی ہمت نے مولانا کے صبر وعزیمت کے سامنے دَم توڑ دیا۔ مخالفین کے ساتھ مولانا مدنیؒ کا معاملہ عفو، درگزر کا تھا۔ ان کا ذکر بہت کم ان کی زبان پر آتا اور کبھی آتا بھی تو ان کا نام ہمیشہ احترام سے لیتے، اگر ان کا شدید مخالف بھی کسی حادثہ کا شکار ہوتا تو حضرت مولانا اسعد صاحبؒ اس کی مدد کو پہنچتے، اس کی عیادت کو جاتے، مولانا کا یہ عمل مخالفین کو بھی پانی پانی کر دیتا۔

حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کے سینہ میں ایک تڑپتا ہوا دل تھا، ملت کے مسائل انھیں بے چین کیے رہتے تھے۔ مولانا مدنیؒ مغربی طاقتوں کی اسلام دشمنی سے خوب واقف تھے اور اس کے بارے میں ان کی فکرمندی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ مولانا مدنیؒ نے مسلمان نوجوان نسل کو ان اسلام دشمن طاقتوں کا شکار بننے سے بچانے کے لیے یورپ اور امریکہ میں اسلامی مدارس اور دینی مکاتب قائم کرنے کی زبردست تحریک چلا رکھی تھی۔ ان کی کوششوں کے نتیجہ میں نہ معلوم یورپ اور امریکہ میں کتنے دینی مدارس قائم ہو گئے ہیں۔ لندن کی مساجد گواہ ہیں کہ ان مساجد میں مولانا مدنی نے بار بار یہ کہا اور مسلمانوں کو للکارا کہ یہ جو تم شاندار مساجد بناتے ہو اور ان مساجد میں قیمتی قالینیں بچھاتے ہو، اس پر تمھارا پیسہ خرچ کرنا حرام ہے۔ تمھارے بچے سرکاری اسکولوں میں پڑھ کر دین سے بیگانہ ہو رہے ہیں، تم کو ان کی فکر کرنی چاہیے اور مسجدوں کو خوبصورت بنانے اور ان میں قیمتی قالینیں بچھانے والا پیسہ تم کو اپنا کالج اور اسکول کھولنے میں لگانا چاہیے جہاں تمھارے بچے سرکاری نصاب بھی پڑھیں جو ان کے لیے لازم اور ضروری ہے اور اپنے دین کی باتیں بھی سیکھیں اور اپنے ایمان کی حفاظت کا سامان بھی کریں۔

مولانا کی کوششوں اور ان کی ترغیب سے میں نے برطانیہ میں خود دیکھا ہے کہ متعدد مدارس کھل گئے۔ یورپ اور مغربی ممالک میں اس طرح کے دینی مدارس کھلوانا اور اس پر وہاں کے مسلمانوں کو آمادہ کرنا مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کا خاص مرکز تھا۔ اس سے مولانا کے دل کی اس بے چینی اور اضطراب کا پتہ چلتا ہے، جو ملت کے ان نوجوانوں، مغربی تہذیب وتمدن کا شکار ہونے کے نتیجے میں ان کے اندر پائی جاتی تھی۔

حضرت مولانا نے ایک عرصۂ دراز تک جمعیۃ علماء کے صدر کے عہدہ کی ذمہ داری سنبھالی، مولانا کی صدارت کا زمانہ جمعیۃ علماء کی ترقی کا بڑا سنہرا دور رہا ہے۔ جمعیۃ کے وقار کو مولانا نے بہت بلند کیا اور اس کے کام کی متعدد جہتیں سامنے آئیں۔ فرقہ پرست طاقتیں بھی اور حکومت بھی جمعیۃ کی طاقت اور مسلمانوں میں اس کے اثر کی گہرائی کو محسوس کرتی رہی ہے، جب بھی فرقہ پرستوں نے اپنا پر پرزہ نکالا مسلمانوں نے اپنے نڈر اور بے خوف قائد کی رہنمائی میں ان طاقتوں سے آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کی۔ حکومت نے اگر مسلمانوں کے مصالح کو نظرانداز کر کے کوئی قدم اُٹھایا تو حضرت مولانا نے جمعیۃ کے پلیٹ فارم سے حکومت کو للکارا جس سے ایوانِ حکومت میں زلزلہ پیدا ہو گیا، ایسی متعدد مثالیں ہیں کہ حکومت کو مولانا مدنیؒ کے میدان میں آجانے کے بعد اپنا فیصلہ واپس لینا پڑا۔ حکومت اگر کسی کا دباؤ محسوس کرتی تھی تو وہ جمعیۃ علماء اور حضرت مدنیؒ کی ذات تھی۔

حضرت مولانا کی پوری زندگی گواہ ہے کہ وہ حکومت کے سامنے کبھی جھکے نہیں اور اپنے ذاتی مفاد کے لیے مسلمانوں کی مصلحتوں کو نظرانداز کر کے حکومت سے کبھی کوئی سودا نہیں کیا۔ اربابِ حکومت سے مولانا مدنیؒ کس طرح آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے تھے، اس کا کچھ اندازہ اس واقعہ سے ہوگا۔ بھاجپا کی حکومت تھی۔ حضرت مولانا حکومتِ امریکہ کے سخت مخالف تھے جبکہ ہندستان کی حکومت امریکہ کا ساتھ دے رہی تھی۔ اس موقع پر اس وقت کے وزیر اعظم باجپئی نے کسی بات پر مولانا مدنیؒ کو دھمکی دی تھی کہ وہ مولانا مدنیؒ کو سمجھ لیں گے، تو مولانا نے باجپئی کو مخاطب کرتے ہوئے ایک جلسہ میں کہا تھا کہ مسٹر باجپئی اسعد مدنی کو سمجھنے کا حوصلہ رکھتے ہیں، انگریز تو ہمیں سمجھ نہیں سکا۔ مسٹر باجپئی میں کیا ہمت ہے کہ وہ ہم کو سمجھیں گے اور پھر گرج کر یہ شعر پڑھا:

اِدھر آ ستم گر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

حکومتِ وقت کے سامنے اگر بات دین کی، شریعت کی اور مسلمانوں کی آجاتی تو مولانا کا لب ولہجہ اسی قسم کا ہوتا۔ آج کون ہے جو کسی حکومت کے پرائم منسٹر سے اس لب ولہجہ میں مخاطب ہو سکے، جرأت وبہادری وحق گوئی کی یہ مثال مولانا کے ساتھ ختم ہو گئی۔

ہندستان میں مسلمانوں کے خلاف فسادات کا ایک سلسلہ ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتا۔ حضرت مولانا کی زندگی میں جب بھی کہیں فساد پھوٹتا تو مولانا مدنیؒ اپنی جان پر کھیل کر فسادات کے مواقع پر پہنچتے، مظلومین کے زخم پر

مرہم رکھتے، مظلوموں کی امداد کے لیے شب و روز ایک کر دیتے، ظالموں اور فسادیوں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے ان کے بس میں جو کچھ ہوتا وہ سب کر گزرتے، کتنی اُجڑی بستیوں کو انھوں نے دوبارہ رونق دی، اس بارے میں مولانا کے جو کارنامے ہیں ملت اسلامیہ اسے فراموش نہیں کر سکتی۔

حضرت مدنیؒ کی جو بہت خاص بات تھی جو کسی دوسرے مسلمان قائد میں دیکھنے کو نہیں ملتی، وہ یہ کہ دینی و ملّی مسائل میں مولانا کے جذبات بڑے نازک تھے۔ اس بارے میں کسی طرح کی رواداری کے وہ قائل نہیں تھے۔ دین و ایمان پر اگر کہیں سے بھی آنچ آنے کو وہ محسوس کر لیتے تو اس کا مقابلہ سردھڑ کی بازی لگا کر کرتے اور اس کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے اور ہر طرح کا جوکھم اُٹھانے کے لیے تیار رہتے۔ وہ اس بارے میں کسی طرح کی مصلحت کو رُکاوٹ بننے کا موقع دینے کو تیار نہ ہوتے۔

حضرت مولانا مدنی کی تین خاص باتیں جو میرے نزدیک ان کی کرامت تھیں اُنھیں ذکر کیے بغیر رہا نہیں جاتا۔

پہلی تو یہ کہ مولانا کو اپنے جذبات پر بڑا کنٹرول تھا۔ ان کا ہر اقدام بہت سوچ سمجھ کر ہوتا، جذبات کی رو میں بہہ کر وہ کام نہیں کرتے تھے۔ سوچتے، استخارہ کرتے تب اپنا قدم آگے بڑھاتے اور یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے فیصلے سے بہت کم پیچھے ہٹتے تھے اور پھر دوسروں کو بھی ان کے فیصلوں کی صحت پر ایمان لانا ہی پڑتا۔

دوسری بات یہ کہ مولانا اپنے مخالفوں کی بات کو بھی بڑے ٹھنڈے دل سے سنتے، مخالفت پر بھڑکتے ہوئے ان کو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ بہت غور سے وہ بات کو سنتے اور پھر بڑے ٹھنڈے اور مدلل انداز میں اس کا اس طرح جواب دیتے کہ ان کا مخالف چپ سادھ لیتا۔

تیسری بات یہ کہ مولانا کو اپنے غصّے اور اپنی نیند پر پورا کنٹرول تھا۔ میں نے بار بار اس کا مشاہدہ کیا ہے کہ ابھی مولانا کسی بات پر بہت خفا ہیں اور جب دوسری طرف رُخ کر کے دوسرے سے بات کرتے ہیں تو اس غصہ کا نام و نشان نہیں ملتا۔

نیند پر کنٹرول کا عالم یہ تھا کہ مولانا سیّد احمد ہاشمی کے ساتھ آسام کے سفر سے ہوائی جہاز سے واپس ہو رہے تھے۔ جہاز طوفان میں گھر کر ہچکولے کھانے لگا۔ سارے مسافر پریشان، سب کو اپنی جان کی فکر ستائے ہوئے ہے۔ موت کا نقشہ سامنے ہے، اس حالت میں مولانا ہاشمی فرماتے تھے کہ مولانا نے چادر سے چہرہ ڈھانکا اور خراٹے کی نیند میں پہنچ گئے۔ جب طوفان رُکا تو بیدار ہو گئے۔ یہ اگر کرامت نہیں تو آخر کرامت کیا ہے؟

حضرت مدنی کی وفات سے جماعتِ دیوبند کو جو نقصان ہوا ہے اس کی تلافی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ مولانا اس جماعت کی ہندستان میں آبرو تھے۔ مولانا کے دَم سے اس جماعت کا وقار تھا۔ جماعتِ دیوبند کے مسلک و مشرب کے تحفظ میں مولانا کا قدم سب سے آگے تھا۔ اپنے اکابر سے ان کو والہانہ تعلق اور سچی عقیدت و محبت تھی۔ اکابر کے ساتھ ہی والہانہ تعلق کی بات تھی کہ جب سلفیت نے ایک فتنہ کی شکل اختیار کر لی اور جماعتِ دیوبند کے خلاف ''الدیوبندیہ'' جیسی کتاب لکھی گئی تو مولانا نے اپنے عمل سے اس سلفیت کا جو محاسبہ کیا تو ہندستان کے سلفیوں کی نیند حرام ہو گئی۔ سعودی اربابِ حکومت سے اس بارے میں حضرت مولانا جس طرح کی گفتگو کرتے تھے، اس کا نمونہ میں نے خود دہلی میں سعودی سفیر سے گفتگو کرتے وقت دیکھا ہے۔ جب مولانا نے اس سفیر سے بڑے تیز لہجہ میں کہا تھا کہ اگر سعودیہ میں ''الدیوبندیہ'' جیسی کتابوں کی اشاعت جاری رہی تو میں ہندستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی حکومتِ سعودی کے خلاف تحریک چلاؤں گا۔

جماعتِ دیوبند کے لیے ایسا حساس دل رکھنے والا کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آتا۔ اکابر کے مسلک و مشرب کے مولانا ترجمان تھے۔ اس سے ہٹ کر ایک قدم بھی چلنا انھیں گوارا نہیں تھا۔ جماعتِ دیوبند کی حقانیت پر ان کا یقین غیر متزلزل تھا۔ آج بہت سے اپنے ہی لوگوں میں رواداری کے نام پر اپنے اکابر کے مسلک و مشرب سے انحراف کی جو بدعت پیدا ہو گئی ہے، مولانا اس سے سخت نالاں تھے اور ایسے رواداروں سے وہ کسی طرح کا تعلق رکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔

مولانا کے جانے کے بعد جماعتِ دیوبند میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا مشکل ہے۔ ویسے اللہ ہر چیز پر قادر ہے، ہوسکتا ہے کہ غیب سے کوئی رجلِ رشید پیدا ہو اور مولانا کی جگہ آباد ہو سکے۔

حضرت مولانا کا احقر کے ساتھ خصوصی معاملہ تھا۔ اس کا ذکر کیسے کیا جائے اور کیا جائے تو کس کو یقین ہو کہ مولانا کے نزدیک اس حقیر فقیر کی اتنی اہمیت تھی اور اس کے کاموں کی اتنی قدر تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ مولانا کی ذات ہی تھی جس سے مجھے حوصلہ ملا کرتا تھا اور کام کرنے میں جی لگتا تھا۔ اب اِدھر اُدھر نگاہ کر کے دیکھتا ہوں تو کوئی نظر نہیں آتا جس کی ہمت افزا باتوں سے حوصلہ ملے اور کام کرنے کی لگن پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ مولانا کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ ان کی سیئات کو معاف کرے، ان کے درجات کو بلند کرے، ان کے پسماندگان کو صبر دے اور ان کو ان کا نعم البدل بنائے۔

اللھم اغفرله و ارحمه و عف عنه و اجعل مقامه عندک فی علیین انت السمیع العلیم و مجیب الداعین.

○○

ایک روشن چراغ تھا نہ رہا

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کا خصوصی اداریہ

ملت کا لعل شب چراغ گم ہوگیا

حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی اور حضرت مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہما اللہ کے بعد ہماری بزم جہد وعزیمت ایک چراغ سے روشن تھی، افسوس کہ ۷رمحرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۶رفروری ۲۰۰۶ء کو باد حوادث نے اسے بھی گل کردیا:

ایک روشن چراغ تھا نہ رہا

یعنی حضرت امیر الہند، فدائے ملت مولانا سیّد اسعد مدنی جو بمشیت ایزدی مفلوج ہوکر تین ماہ پہلے سے خاموش ہوچکے تھے، آہ وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئے۔

انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون، اللّٰھم اغفرلہ، وارحمہ، وعافہ واعف عنہ، واکرم نزلہ ووسع مدخلہ، وانزل علی روحہ و جسدہ و تربتہ شأبیب رحمتک، واجعلہ من المقربین آمین یا ارحم الراحمین۔

حضرت صاحب النعلین والوسادۃ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابیِ جلیل معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد فرمایا تھا "ان معاذاً کان امۃً قانتاً"، یعنی لوگوں کی نفع رسانی میں ان کی اکیلی ذات ایک امت و جماعت کی حیثیت رکھتی تھی۔

عصر حاضر میں حضرت فدائے ملت قدس سرہٗ کی جامع کمالات و ہمہ جہت شخصیت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کی زندہ اور جیتی جاگتی تصویر تھی۔ وہ مسلمانوں کی سب سے بڑی تنظیم جمعیۃ علمائے ہند کی مسند صدارت کے شہ نشین ہی نہیں تھے بلکہ دین حق کے مخلص داعی تھے، سلسلۂ ارشاد وسلوک کے مرشد کامل تھے، اسلاف کی تاریخ ایثار و ہمدردیٔ خلق کے سچے امین تھے۔ اسلامی آثار وشعائر کے نگہبان تھے، ملک وملت کی عظمتوں کے محافظ تھے، ظلم و ناانصافی کے ماحول میں حق وانصاف کے علم بردار تھے، نفرت و وحشت کے اندھیرے میں محبت واخوت کے مینار تھے، ان کی ایمانی فراست کے آگے مخفی وپُر اسرار فتنہ بے لباس ہوجاتے تھے، ان کی جرأت و استقامت کے سامنے حوادث کی تلاطم خیز موجیں سرنگوں ہوجاتی تھیں، ان کی حکمت ودانائی وقت کے چیلنج اور مسائل کو مواقع میں تبدیل کردیتی تھی، غرضیکہ ان کی ایک زندگی نہ جانے کتنی زندگیوں کا مجموعہ تھی، اس لیے ان کی وفات صرف خانوادۂ مدنی کا ماتم نہیں، صرف دیوبند ودلّی کا ماتم نہیں بلکہ قوم وملک کا ماتم ہے، جہد وعزیمت کا ماتم ہے، استقلال واستقامت کا ماتم ہے، فراست و حکمت کا ماتم ہے۔ ایثار وغم خواریِ خلق کا ماتم ہے ملت اسلامیہ ہند کے طالع و بخت کا ماتم ہے:

مرثیہ ہے ایک کا اور نوحہ ساری قوم کا

آہ ہمارے لیے یہ کس قدر غمناک سانحہ ہے کہ آج ہمارا قلم اس ذات کا ماتم کررہا ہے جس نے کل تک قوم وملت کے غم و ماتم سے ملک کے پورے طول وعرض کو کم وبیش نصف صدی تک پرشور رکھا۔

سوانحی خاکہ:

پیدائش: ۴ر یا ۶ر ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ - ۲۷راپریل ۱۹۲۸ء بروز جمعہ اسلامی علوم وثقافت کے مرکز دیوبند میں آپ پیدا ہوئے والد بزرگوار حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ نے اسی سال محرم الحرام میں ایشیا کی سب سے عظیم اسلامی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کی مسند صدارت تدریس کو رونق بخشی تھی۔

تعمیر حیات: ابتدائی تربیت والدہ ماجدہ کی آغوش شفقت میں پائی، مگر ابھی عمر کی نو بہاریں ہی دیکھ پائے تھے کہ والدہ ماجدہ اس گلستان خزاں آباد کو چھوڑ کر خدائے ربّ العزت کی نوازشوں کی جنت خلد کو سدھار گئیں، اس کے بعد تعلیم وتربیت کے سارے مراحل والد بزرگوار کے خادم خاص وخلیفہ قاری اصغر علی سہسپوری رحمہ اللہ کی زیرِ نگرانی طے ہوئے، جنھیں بچوں کی تربیت کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ آپ کی ابتدا سے انتہا تک ساری تعلیم دارالعلوم دیوبند میں ہوئی، والد ماجد حضرت شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہٗ کے علاوہ حضرت شیخ الادب والفقہ مولانا اعزاز علی امروہوی، شیخ المعقول حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی، حضرت مولانا سیّد اصغر حسین محدث دیوبندی، حضرت مولانا فخر الحسن مرادآبادی، حضرت مولانا مفتی مہدی حسن شاہجہانپوری، حضرت مولانا جلیل احمد کیرانوی خادم خاص حضرت شیخ الہند وغیرہم جیسے نابغۂ عصر سے درسیات کی تکمیل کرکے ۱۳۶۵ھ - ۱۹۴۵ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

تعلیم کتاب وسنت سے فراغت کے بعد پورے طور پر یکسو ہوکر سلوک و احسان کی تحصیل میں منہمک ہوگئے اور والد ماجد حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر ان کی زیر تربیت اس راہ کی منزلیں طے کیں۔ اس کے لیے حضرت شیخ الاسلام نے انھیں مدینہ منورہ بھیجا کیونکہ اس ارض مقدس میں ذکر واذکار اور عبادت الٰہی کی برکت وتاثیر میں بے پناہ

اضافہ ہوجاتا ہے، چنانچہ مدینہ منورہ کے اس دوسالہ قیام کے دوران آپ حضرت شیخ الاسلام کی حسبِ ہدایت پابندی کے ساتھ مسجد نبوی بالخصوص مواجہہ شریفہ میں ذکر واذکار میں مصروف رہتے پابندئ اوقات کے ساتھ یہ سلسلہ پورے دوسال تک جاری رہا، اس راہ کے اہل بصیرت ہی سمجھ سکتے ہیں کہ اس مدت میں انھیں بارگاہ ہدایت سے کیسی کیسی نعمتیں حاصل ہوئی ہوں گی۔ بارگاہ نبوت میں اس دوسالہ حاضری وقیام کے بعد کندن بن کر واپس وطن لوٹے، اور ہمہ تن حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں لگ گئے، سفر حضر میں ساتھ رہتے اور اس طرح والہانہ ہر خدمت بجالاتے کہ دیکھنے والوں کو رشک ہوتا۔ حضرات علماء مشائخ کی اولاد میں یہ سعادت بطور خاص انہی کو حاصل ہے ورنہ عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ اولاد کے بجائے اس سعادت سے تلامذہ ومریدین ہی بہرہ ور ہوتے ہیں، اس طرح لائق بیٹے نے والد ماجد کے اکثر کمالات وخصوصیات اپنے اندر جذب کرلیں حتی کہ رفتار وگفتار بلکہ زندگی کی عام روش میں ان کا نمونہ اور فیوض وبرکات کے سچا وارث بن گئے:

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

میدانِ جہد و عمل میں: ظاہری وباطنی علوم ومعارف کی تحصیل وتکمیل کے بعد حضرت مولانا نے اپنے جہد وعمل کے سفر کا آغاز اپنی مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے کیا اور ۲۸؍شوال ۱۳۷۰ھ کو اس کے شعبہ تعلیم سے منسلک ہوکر درس وتدریس میں مصروف ہوگئے، جس کا سلسلہ بارہ سال تک جاری رہا، لیکن آپ کی تربیت جس ماحول میں اور جس نہج پر ہوئی تھی اور جن اوصاف وکمالات سے آپ کو نوازا گیا تھا وہ صاف بتارہے تھے کہ آپ کو اس سے بھی وسیع تر خدمت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ مشیت ایزدی نے آپ کو مسند وتدریس سے اُٹھا کر قوم وملک کے اعلیٰ کاموں سے وابستہ کردیا۔ اس کے بعد دنیا نے یہی دیکھا کہ اللہ کے اس مرتاض بندہ نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ قوم وملت کی زندگی کے لیے وقف کردیا، جب تک جسم وجان میں سکت باقی رہی قوم وملت کی صلاح وفلاح اور توانائی وسربلندی کے لیے کارزار حیات میں سرگرداں رہا اور اس شان نزاہت کے ساتھ کہ اسے اس معذرت طلبی کی قطعاً حاجت پیش نہیں آئی:

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردئ
بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

حضرت فدائے ملت کے میدانِ عمل کا دائرہ بہت وسیع ہے جس کے چند جلی عنوان یہ ہیں:

تبلیغ دین، بیعت و ارشاد، اسلامی علوم وفنون کی ترویج و اشاعت، مکاتب ومدارس کے قیام وبقاء کی جدوجہد، اصلاح معاشرہ، معاشی واقتصادی ترقی، ملتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی، ملک کے جمہوری وسیکولر کردار کی حفاظت، متحدہ قومیت کا فروغ، آزاد ہندوستان میں اقلیتوں کے آئینی حقوق کی حفاظت وغیرہ اوران سب میدانوں میں انھوں نے اپنی حوصلہ مندیوں، بے پناہ جدوجہد، اور فراست وحکمت اور قربانی و جانباری کے ایسے روشن نقوش چھوڑے ہیں جن سے زمانہ ایک عرصہ تک روشنی حاصل کرتا رہے گا۔

ظاہر ہے ان عنوانات میں سے ہر عنوان بجائے خود ایک دفتر کا طلب گار ہے۔ اور خود حضرت مولانا سے اپنی طویل وابستگی کی بناء پر ان سے متعلق اپنی معلومات میں جو وسعت ہے آہ کہ وہ کاغذ کے صفحات میں نہیں ہے:

کبھی فرصت سے سن لینا بڑی ہے داستاں میری

عادات و خصائل: تواضع وانکساری ان کی سرشت میں داخل تھی حتی کہ اپنے مریدین ومستفیدین کی خصوصی مجلسوں میں بھی اپنی نشست گاہ میں کسی امتیاز کو پسند نہیں کرتے تھے، اسفار میں یہ صفت مزید نمایاں ہوجاتی تھی اور رفقائے سفر وخدام کے ساتھ ایسا حسن سلوک و بے نفسی کا معاملہ کرتے تھے کہ خدام کو اس وقت اپنے آپ کو سنبھالنا بہت مشکل ہوجاتا تھا۔ تحمل وقوت برداشت اس درجہ کی تھی کہ سنگین سے سنگین حالات میں بھی پیشانی پر بل نہیں آتا تھا۔ پیش آمدہ مسائل میں مشورہ سے گریز نہیں کرتے تھے مگر مشورہ کے بعد جو رائے قائم کرلیتے تھے اس پر اس قدر مضبوطی سے قائم رہتے تھے کہ اس کے مقابل دوسری بات کا سننا بھی گوارا نہیں ہوتا تھا۔ تصنع وتکلف سے طبعی طور پر نفور تھا، سادگی و بے تکلفی گویا عادت ثانیہ تھی، مشاغل ومصروفیات کے بے پناہ ہجوم کے عالم میں بھی جب نماز میں رب کائنات کے حضور کھڑے ہوتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ کائنات سے ان کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ مجاہدوریاضت اور محنت ومشقت ان کی طبیعت بن گئی تھی، نیند پر اس قدر قابو یافتہ تھے جب چاہتے سوجاتے اور جب چاہتے بیدار ہوجاتے، اکیلے پلیٹ میں کھانا پسند نہیں تھا اس لیے عام مہمانوں کے ساتھ ایک ہی تھال میں عام طور پر کھانا تناول فرماتے تھے دوسروں کے دسترخوان پر بھی اپنی پلیٹ میں کسی کو شریک کرلیا کرتے تھے۔

آشنا ناآشنا اپنے اور پرائے سب سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے، اخبارات دیکھنے کی عادت نہیں تھی البتہ علمی و دینی رسائل و جرائد کا مطالعہ بوقت فرصت کرتے تھے۔ طبعاً کم سخن تھے لیکن بوقت ضرورت اپنی بات کو بڑی تفصیل سے پیش کرتے تھے۔ وعظ وتقریر میں عام طور پر آسان وسہل الفاظ استعمال کرتے تھے، شوگر کے موذی مرض نے اگرچہ بالکل نڈھال کردیا تھا تاہم ان میں ہمّت ایسی تھی جو جوانوں کو شرماتی تھی۔

آہ کہ یہ پیکر خوبی اور ملت کا لعل شب چراغ گم ہوگیا کہ اب اس دنیا میں ہم اسے کبھی نہ پاسکیں گے:

دل میں یادغم جاوداں رہ گئی
جانے والا گیا داستاں رہ گئی

امیر الہند مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کا عظیم سانحۂ ارتحال

ماہنامہ ’’الحق‘‘ اکوڑہ خٹک کا ادارتی نوٹ

مورخہ ۶؍فروری ۲۰۰۶ء کو جانشین شیخ الاسلام، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے فرزند اکبر اور لائق وفائق جانشین حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کی طویل علالت کے بعد رحلت کا المناک واقعہ پیش آیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا مرحوم بذاتِ خود بڑے باکمال و باوصف انسان تھے اور عمر بھر ان کی مسلمانوں کے لیے مساعی اور شبانہ روز کوششیں تو اظہر من الشمس ہیں اور آپ کی وفات سے جو خلا عالمِ اسلام بالخصوص ہندستان میں پیدا ہوا ہے، اس کا پر ہونا کسی بھی صورت ممکن نہیں۔ ہندستان کے مسلمانوں کے لیے آپ کی ہردلعزیز شخصیت کی ضرورت پہلے سے زیادہ تھی، لیکن دستِ قضا کا لکھا ٹل نہیں سکتا۔ مولانا مرحوم کی شخصیت کا احترام تو ہر لحاظ سے مسلمانانِ برصغیر پر اس اعتبار سے بھی لازم تھا کہ آپ کی نسبت فخرِ عرب وعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے ساتھ تھی۔ حضرت مدنیؒ کا فیضان آج کرۂ ارض اور خصوصاً برصغیر پاک و ہند کے چپے چپّے پر نمایاں ہے۔ حضرت مدنیؒ کے خانوادے نے مسلمانوں کے لیے جو علمی اور سیاسی خدمات سرانجام دی ہیں، آج اس کی ایک دنیا معترف ہے۔ تقسیم ہند سے پہلے تحریکِ آزادی کے روحِ رواں حضرت مدنیؒ ہی کی سحر انگیز شخصیت تھی۔ آپ کی شبانہ روز کوششوں سے انگریزی استعمار سے برصغیر پاک و ہند کی گلوخلاصی ہوئی، اگر تحریک آزادی میں علماء دیوبند اور خصوصاً حضرت مدنیؒ کی ولولہ انگیز قیادت نہ ہوتی تو گاندھی اور کانگریس اور دیگر مسلم جماعتوں کی کوششوں میں وہ دَم خم نہ ہوتا اور نہ آزادی کی منزل اتنی قریب ہوتی۔ حضرت مولانا مدنیؒ کی روحانی و علمی شخصیت نے دارالعلوم دیوبند کی عظمت و رفعت میں بھی چار چاند لگائے۔

آپ کی وفات کے بعد حضرت مولانا اسعد مدنیؒ نے اپنے عظیم والد کے سیاسی و علمی ورثے کو سنبھالا اور اسے بامِ عروج تک پہنچایا۔ مولانا ہندستان کی طرح پاکستان میں بھی بہت زیادہ مقبول اور قابلِ احترام تھے۔ مولانا مرحوم جب بھی پاکستان اور خصوصاً صوبہ سرحد تشریف لاتے تو ضرور یہاں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی زیارت کے لیے آتے۔ حضرت دادا جانؒ کو حضرت مدنیؒ کے ساتھ اس قدر عشق و محبت اور عقیدت تھی کہ وہ بیان سے باہر ہے۔ جب بھی آپ کی آمد کی اطلاع ہوتی تو آپ ان کے استقبال کے لیے باہر سڑک پر ان کا انتظار کرتے (اگرچہ حضرت مولانا اسعد مدنیؒ حضرت مولانا عبدالحقؒ کے دیوبند میں شاگرد رہے ہیں) لیکن حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے استاذ زادے کا احترام بڑے شایانِ شان طریقے سے کرتے اور ان کے لیے خصوصی چغہ اور دیگر تحفے تحائف کا انتظام فرماتے اور وہ دن حضرت دادا جانؒ کے لیے عید کا دن ہوتا۔ جب آپ کی دارالعلوم حقانیہ تشریف آوری ہوتی، حضرت مولانا اسعد مدنیؒ نے اس تعلق کو حضرتؒ کی وفات کے بعد بھی نبھایا اور ہمیشہ شفقت فرماتے ہوئے دارالعلوم اور ہمارے غریب خانے پر تشریف لاتے رہے۔ آپ آخری مرتبہ دارالعلوم دیوبند کانفرنس کے موقع پر اکوڑہ خٹک تشریف لائے۔ اس موقع پر دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور تمام اساتذۂ کرام بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے ایوانِ شریعت ہال میں طلبہ سے اصلاحی خطاب فرمایا اور آخر میں والد صاحب مدظلہٗ کے پرزور اصرار اور درخواست پر ہمارے گھر کے تمام مرد وخواتین کو بیعت کی خصوصی اجازت بھی فرمائی، جو ہمارے لیے خوش قسمتی اور سعادت کی علامت ہے۔

خانوادۂ مدنیؒ کے ساتھ ہمارے خاندان کا جو تعلق اور عقیدت واحترام کا سلسلہ ہے وہ اس بات کا متقاضی تھا کہ مولانا مدنیؒ کی نمازِ جنازہ میں بھرپور شرکت کی جاتی لیکن بدقسمتی سے آپ کی وفات کی اطلاع مغرب کے بعد ہمیں موصول ہوئی اور اسلام آباد میں والد صاحب مدظلہٗ کے پاسپورٹ کی عدم موجودگی کے باعث ہندستان جانے والے خصوصی وفد میں حضرت والد صاحب مدظلہٗ تشریف نہ لے جاسکے اور نہ راقم کو چند وجوہ کی بنا پر جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ وفد ارکانِ پارلیمنٹ کے علماء حضرات پر مشتمل تھا۔ دارالعلوم حقانیہ اور حضرت والد صاحب مدظلہٗ کی نمائندگی کے طور پر برادر محترم مولانا حامد الحق، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے ہمراہ ہندستان تشریف لے گئے اور وہاں پر حضرت مولانا ارشد مدنی، حضرت مولانا محمود مدنی اور دارالعلوم دیوبند کے مہتمم، اساتذہ ومشائخ سے تعزیت کی۔ آج حضرت مولانا مدنیؒ کی وفات پر برصغیر کے تمام اسلامی مراکز و مدارس میں حزن و یاس میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ہر مدرسہ اور ہر عالم و فاضل اس کو اپنا خاندانی سانحہ سمجھتا ہے۔ دارالعلوم میں حضرت مولانا مدنیؒ کے لیے خصوصی ختماتِ قرآن اور دعاؤں کا اہتمام کیا گیا۔ پاکستان کی پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں بھی خصوصی دعائیں کی گئیں۔ دارالعلوم حقانیہ حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کو ان کی قومی، ملّی اور دینی خدمات پر بھرپور خراجِ تحسین پیش کرتا ہے اور خانوادۂ مدنیؒ دارالعلوم دیوبند کے ساتھ اس جانکاہ سانحہ میں ادارے کے تمام افراد کے ساتھ دل و جان سے شریک ہیں:

داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی
اِک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ اور مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی خدمات میں
مماثلت کی چند مثالیں

ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ کی ادارتی تحریر

افسوس صد افسوس کہ ۶ رفروری ۲۰۰۶ء کو مولانا اسعد مدنیؒ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون۔ ان کی وفات قوم وملت کا بڑا خسارہ ہے۔

راقم نے انھیں کئی بار دیکھا اور اس حال میں دیکھا جب وہ صحت مند، توانا، تروتازہ، متحرک اور جوشِ عمل سے سرشار تھے لیکن ملاقات کا شرف دو تین بار ہی حاصل ہوا۔ مارچ ۱۹۸۸ء میں ان کے والد بزرگوار مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ پر مسجد عبد النبی نئی دہلی میں سیمینار ہوا تھا جس میں کنوینر ڈاکٹر رشید الوحیدی مرحوم تھے۔ اس میں پہلی بار ان سے شرفِ نیاز حاصل ہوا۔ بڑی بشاشت اور گرم جوشی سے ملے، آخری بار ۱۹۹۲ء میں سعودی سفارت خانے سے حج بیت اللہ کا ویزا لینے گیا تو دفعتاً ان پر نظر پڑی، لپک کر ملا، دریافت کرنے پر اپنے کو بتایا تو قریب کی کرسی پر بیٹھنے کے لیے کہا اور کچھ دیر تک باتیں کیں، غالباً بیماریوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا، اس لیے مجھے بہت مضمحل اور بجھے بجھے سے نظر آئے۔

اس وقت مسلمان بڑی ابتلا اور کشمکش کے دور سے گزر رہے ہیں، ملی قیادت کا میدان مولانا حفظ الرحمٰن مرحوم کے بعد ہی سے خالی چلا آ رہا تھا، مولانا اسعد کی جرأت و بے باکی سے اس کی تلافی ایک حد تک ہوئی مگر ان کے اُٹھ جانے سے پھر خلاف ہو گیا اور مسلمانوں کی قومی بنیاد متزلزل ہو گئی۔

ان کو قوم و وطن کی خدمت کا جذبہ وراثتاً ملا تھا، قدرت نے قیادت کی صلاحیتیں بھی بخشی تھیں، ۱۹۶۰ء میں جمعیۃ علمائے اُتر پردیش کے صدر مقرر ہوئے یہ بڑا پر آشوب دور تھا، سرکاری درسگاہوں خصوصاً پرائمری اسکولوں میں مشرکانہ عقائد و توہمات، ہندو میتھالوجی اور دیو مالائی قصّے کہانیاں نصابِ تعلیم میں داخل کر دی گئی تھیں جن کو پڑھ کر مسلمان بچوں کا اپنے عقیدہ و مذہب پر قائم رہنا اور دین و ایمان کو سلامت رکھنا ناممکن تھا۔ اس کے پیشِ نظر ۵۹، ۶۰ء میں مرحوم قاضی عدیل عباسی نے بستی میں ایک دینی تعلیمی کانفرنس منعقد کی جس میں مسلمانوں کے ہر مکتبِ فکر کے لوگ شامل تھے۔ اسی وقت دینی تعلیمی کونسل کا قیام عمل میں آیا تھا، کانفرنس میں مولانا حفظ الرحمٰن ناظم عمومی جمعیۃ علمائے ہند بھی شریک تھے، لیکن ۱۹۶۲ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ جمعیۃ کے زیرِ اہتمام ایک اور متوازی تحریک ''دینی تعلیمی بورڈ'' وجود میں آئی، دونوں تنظیموں سے بڑا فائدہ ہوا اور گاؤں گاؤں میں مکاتب قائم ہو گئے مگر بعد میں جمعیۃ کے تعلیمی بورڈ کی سرگرمیاں کم ہو گئیں، لیکن الحمد للہ دینی تعلیمی کونسل اب بھی سرگرم عمل ہے اور مکاتب کے قیام کے علاوہ نصابی کتابوں کے زہر کا تریاق بھی بہم پہنچا رہی ہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن شروع سے لوک سبھا کے ممبر منتخب ہوتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد جمعیۃ کا کوئی نمائندہ پارلیمنٹ کا ممبر نہیں رہ گیا تھا۔ مولانا اسعد ۱۹۶۸ء میں پہلی بار راجیہ سبھا کے ممبر منتخب کیے گئے اور پھر وقفہ وقفہ سے تین بار ممبر چنے جاتے رہے۔ اس طرح ۱۸ برس تک وہ راجیہ سبھا کے ممبر رہے، اس عرصے میں ایوان کے اندر اور باہر بھی وہ بہت کھل کر کانگریس کی غلطیوں اور فرقہ وارانہ رویے کی مذمت کرتے تھے اور فرقہ وارانہ فسادات اور مسلم مسائل پر بڑی جرأت و ہمّت سے بے دھڑک آواز بلند کرتے تھے اور مسلمانوں کو باعزت مقام دینے اور ان کے جائز حقوق دلانے کے لیے جدوجہد کرتے تھے۔ مرارجی ڈیسائی وزیر اعظم ہوئے تو مولانا نے ملک و ملت بچاؤ تحریک شروع کی تھی۔

مولانا عرصے تک کانگریس ورکنگ کمیٹی کے ممبر رہے ہیں، اس کے علاوہ ملک و بیرونِ ملک جن تنظیموں اور اداروں سے ان کی وابستگی رہی، ان کے نام یہ ہیں:

راجیہ سبھا کی ضوابط کمیٹی، سرکاری یقین دہانی کمیٹی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ، رابطہ عالم اسلامی مکہ، شوریٰ دار العلوم دیوبند، مرکزی وقف کونسل، ہمدرد ٹرسٹ دہلی، مرکزی حج کمیٹی، مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ، مؤتمر الاسلام تیونیسیا، مؤتمر فقہی ریاض، آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ، آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت وغیرہ۔

مولانا اسعد مدنیؒ کو بہت سی خوبیاں اپنے والد ماجد سے موروثی طور پر ملی تھیں، تصوف و سلوک کے مراحل ان کے رہنمائی اور تربیت میں طے کیے تھے، ان ہی کی طرح ذکر، عبادت، ریاضت اور اوراد و وظائف کی پابندی کرتے اور اس میں کبھی ناغہ نہ کرتے، والد کی وفات کے بعد اس میدان میں ان کی جانشینی بھی کی اور بیعت و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھا، گوناگوں مشغولیتوں کے باوجود ارادت مندوں اور مسترشدین کی تعلیم و تربیت میں کوتاہی نہ کرتے۔ مہمان نوازی، سخاوت اور فیاضی میں اپنے پدر بزرگ وار ہی کی

طرح حاتم طائی تھی، وہ روپے پیسے کو ہیچ سمجھتے تھے لیکن ان پر دولت کی بارش ہوتی تھی، ان کا کوئی کام پیسے کی وجہ سے نہیں رُکتا تھا، ہر شخص کی ضرورتیں پوری کرتے، اس کے کام آتے اور مدد کرتے، کسی سائل کو محروم نہ کرتے، والد ہی کی طرح دستر خوان بہت وسیع تھا اور اس خوانِ یغما پر دوست اور دشمن کی تفریق نہ ہوتی، رمضان میں اعتکاف کے لیے لوگوں کا تانتا لگ جاتا، پہلے دیوبند کی مدنی مسجد میں پھر دارالعلوم کی رشید مسجد میں اعتکاف کرتے، معذوری کے زمانے میں بھی معتکف مہمانوں کی خاطر ومدارات کے لیے بے چین رہتے، وہیل چیئر پر بیٹھ کر جائزہ لیتے اور ہر ایک کا خیال رکھتے، والد ہی کی طرح مہمانوں کے لیے ہمیشہ بچھے رہتے:

وانی لعبد الضیف مادام نازلا
وماشیمة له غیرها تشبه العبدا

مولانا حسین احمد مدنیؒ اپنی تمام تر مشغولیتوں کے باوجود بہ کثرت سفر کرتے، مولانا اسعد کی جولان گاہیں اس برصغیر ہی تک محدود نہیں تھیں بلکہ عرب، افریقہ اور یورپ کے ملکوں کا سفر بھی برابر کرتے رہتے اور ملک کا تو ایک ایک گوشہ ان کا چھانا ہوا تھا، ابھی ایک سفر سے واپس نہیں آتے کہ دوسرا شروع ہوجاتا تھا:

وما آب من سفر الاالی سفر

سال کے گیارہ مہینے سفر کے لیے وقف تھے مگر وہ جہاں بھی ہوتے رمضان سے قبل دیوبند پہنچ جاتے، شدید ضرورت بھی ہوتی تو رمضان میں سفر نہ کرتے۔

مولانا اسعد میں غیر معمولی قوتِ عمل اور خودداری تھی، وہ جس کام کو ٹھان لیتے اس کو کر گزرتے، اس میں کوئی مشکل رُکاوٹ نہیں بنتی تھی اور نہ سستی اور کاہلی ان کے قریب پھٹکتی تھی، نکتہ چینیوں کی پرواہ نہ کرتے، مصلحت واحتیاط بھی مانع نہ ہوتی، حماسی شاعر کے بہ قول:

اذاهم القی بین عینیه عزمه
ونکّب عن ذکر العواقب جانبا

جمعیۃ علماء کی باگ ور ان کے ہاتھ میں آئی تو اسے متحرک اور فعال بنانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی قوم وملت کے مفاد کے لیے نئے نئے مشکل منصوبے بناتے اور بے خطر ان کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیتے، دوسرے لوگ حیص بیص میں سوچتے ہی رہ جاتے تھے، مولانا کی تیزی، سرعت اور قوتِ کار کا ساتھ دینا سب کے لیے آسان نہیں تھا، وہ سب کو چھوڑ کر آگے بڑھ جاتے، غالبًا اسی سے لوگوں کو شکایت ہوجاتی اور وہ اپنی نئی راہیں تلاش کرنے لگتے، ایسے مراحل ان کی زندگی میں کئی آئے، بہت سے آزمودہ، تجربہ کار اور منجھے ہوئے لوگ جن کی زندگیاں جمعیۃ اور دارالعلوم کی خدمت میں گزری تھیں کنارہ کش ہوجانے اور اپنی راہ الگ نکالنے کے لیے مجبور ہوگئے۔

جمعیۃ مسلمانوں کا ایک مشترکہ پلیٹ فارم تھا اور ان کے تمام طبقے اس میں شریک تھے۔ اس کی تاریخ شاندار اور ماضی تابناک ہے، گو اس میں علمائے دیوبند کا غلبہ ہمیشہ سے رہا، لیکن دوسرے طبقوں اور جماعتوں سے وہ کبھی خالی نہیں رہی، مگر آہستہ آہستہ وہ اس سے کنارے ہوتے گئے اور اب تو خود علمائے دیوبند بھی اس سے کنارہ کش ہوگئے ہیں اور اس کا دائرہ بہت محدود اور سمٹ گیا۔

گویا سب مقدرات ہیں تاہم سب کو ساتھ لے کر چلنا وہ بھی دردمندوں اور مخلصوں کی بڑی خوبی ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ مولانا اسعدؒ بڑے متحرک، فعال اور عزم وخودارادی کا پیکر تھے، وہ جب جمعیۃ علماء کے قائد ہوئے تو اس کے صفِ اوّل کے اکثر قائدین وفات پاچکے تھے اور جو رہ گئے تھے وہ اس سے الگ تھلگ ہوگئے تھے، ان حالات میں جبکہ آئے دن ملک میں فساد اور مسلمانوں کی جان ومال کا اتلاف ہو رہا تھا، اکیلے اپنی جان اور عواقب ونتائج کی پرواہ کیے بغیر ہولناک فرقہ واریت کے دہکتے شعلوں میں کود پڑنا اور فسادات اور قدرتی آفات میں لٹے پٹے، تباہ حال لوگوں کی مدد، راحت سانی اور بازآبادکاری کے کاموں میں تج جانا وہ رتبہ بلند ہے جو کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے، یہی ان کے صاحبِ عزیمت اسلاف کا شیوہ تھا

اکیلے اور تنہا ہو کر بھی انھوں نے جمعیۃ علماء کو اس کی خصوصیات کے ساتھ نہ صرف باقی رکھا بلکہ اپنی تنظیمی صلاحیتوں اور محنت و جانفشانی سے بعض حیثیتوں سے اسے ترقی بھی دی، ان سے پہلے جمعیۃ کا دفتر پرانی دہلی کی تنگ و تاریک گلی قاسم جان میں تھا، اسے وہ نئی دہلی کی مسجد عبدالنبی میں لائے اور دفتر کو اس عظمتِ رفتہ کی حامل جماعت کے شایانِ شان اور ویران مسجد کو آباد کردیا۔ اس کے آس پاس کی زمینیں بھی دوڑ دُھوپ اور سعی ومحنت سے حاصل کر کے شاندار مدنی ہال، محمودیہ لائبریری اور دوسری عمارتیں تعمیر کرائیں اور ایک سنگلاخ وادی پُر خار کو گل وریحاں سے آراستہ کردیا۔

اسی طرح ان کے ہاتھ میں آنے کے بعد دارالعلوم کی سرگرمیاں بھی بڑھ گئیں اور ان کی بہ دولت بہت سے تعمیری ورفاہی کام انجام پائے جن میں وسیع وعریض مسجد رشید سب سے نمایاں ہے۔

مولانا اسعدؒ نے بڑی مشغول اور مجاہدانہ زندگی گزاری، عقائد وشعائر اسلام کا تحفظ، خلقِ خدا کو فیض رسانی، دین وملّت اور قوم وملک کی خدمت ان کا نصب العین تھا، وہ ملک میں مسلمانوں کو باعزت زندگی اور ان کے جائز حقوق دلانے کے لیے ہمیشہ سرگرم اور فکرمند رہے، اللہ تعالیٰ ان کی ان دینی و قومی خدمات کو قبول فرمائے اور بہشت بریں میں جگہ دے، پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا کرے۔ (آمین)

مولانا کی تدفین میں شرعی حکم کے مطابق بڑی تعجیل کی گئی، پھر بھی ڈیڑھ لاکھ آدمی جنازے میں شریک ہوئے جو ان کی مقبولیت کی دلیل ہے۔

رحمه الله رحمةً واسعةً

شرافت اور وضع داری کی نادر مثال

روزنامہ ''آزاد ہند'' کا اداریہ

مجاہد آزادی، اسیر مالٹا، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے فرزند ارجمند مولانا اسعد مدنی، صدر جمعیۃ علماء ہند نے ۶ رفروری ۲۰۰۶ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اور سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔ مولانا مرحوم کو سفر کا بہت شوق تھا، ملک کے اندر برابر دورے کیا کرتے تھے اور بیرونی ملکوں کے بھی بہت سفر کئے۔ وہ ایک متحرک اور فعال شخصیت کے مالک تھے۔ تھکنا جانتے ہی نہیں تھے۔ بہت اچھے مقرر اور منتظم تھے۔ جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سکریٹری اور صدر کی حیثیت سے اس کی ازسرنو تنظیم اور زندگی کی آخری سانس تک خدمت کی۔ آزادی کے بعد جمعیۃ علماء کی قیادت مولانا حفظ الرحمٰن نے سنبھالی تھی اور اس کا حق ادا کر دیا۔ تقسیم ملک کے پرآشوب حالات میں جمعیۃ علماء نے پریشان حال مسلمانوں کی ہر ممکن طریقے سے خدمت کی۔ مولانا حفظ الرحمٰن کی وفات سے جمعیۃ کی قیادت میں خلا پیدا ہوا تھا اسے مولانا اسعد مدنی نے پورا کیا۔ بدلے ہوئے حالات میں جمعیۃ کو مرنے نہیں دیا، زندہ رکھا اور نئی طاقت وتوانائی دی۔ مرحوم اسعد مدنی کا یہ تاریخی کارنامہ ہے۔

جمعیۃ علماء ہند کی اپنی ایک شاندار تاریخ ہے۔ ملک کی آزادی اور عالم اسلام کی سرفرازی کے لیے اکابرین جمعیۃ ہمیشہ سرگرم عمل رہے، اس راہ میں وہ کون سی مصیبت اور تکلیف ہے جو نہیں اٹھائی۔ مولانا محمود حسن، مولانا حسین احمد، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا احمد سعید، مفتی کفایت اللہ، مولانا محمد میاں، مفتی عتیق الرحمٰن، مولانا حفظ الرحمٰن، سرفروشانِ وطن وقوم کی ایک کہکشاں ہیں جس میں ان کے علاوہ بھی اَن گنت چاند ستارے تاباں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ وطن عزیز کی آزادی کے پیچھے آئے۔ جمعیۃ علماء ہند کا یہ باوقار شاندار ماضی مسلمانان ہند کا قابل فخر ماضی اور تاریخ کا انمٹ نقش ہے۔ یہ اور بات ہے کہ تنگ دل اور تنگ نظر عناصر علمائے ہند اور مسلمانانِ ہند کے شاندار ماضی پر زمانے کی گرد ڈالنے کی مسلسل کوشش کرتے رہے ہیں مگر سچائی چھپ نہیں سکتی۔ مولانا اسعد مدنی جمعیۃ علماء کے اسی تابناک ورثے کی کڑی تھے۔ افسوس آج یہ کڑی بھی ٹوٹ گئی، رہے نام اللہ کا!

مولانا اسعد مدنی سے میرا خاندانی تعلّق تھا۔ میرے والد مرحوم ومغفور مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی میں تاحیات رفاقت رہی۔ رفاقت اس وقت قائم ہوئی جب مولانا ابوالکلام آزاد نے تحریک ترک موالات کے تحت کلکتہ کے سرکاری مدرسہ عالیہ کا مقاطعہ کرکے وہاں کے دوسو طلبہ کے لیے مسجد ناخدا کلکتہ میں مدرسہ قائم کیا جس کے پرنسپل مولانا ملیح آبادی اور صدر مدرس مولانا حسین احمد مدنی مقرر ہوئے۔ مدرسہ اسلامیہ کا افتتاح مسجد ناخدا میں مہاتما گاندھی نے ۱۳/ ۱۹۲۰ء کو کیا۔ اس وقت مولانا ملیح آبادی اور مولانا مدنی میں ایسا رشتہ رفاقت واخوت قائم ہوا کہ مرتے دم تک باقی رہا۔ کیا شان انکساری ودرویشی تھی، شیخ الاسلام مولانا مدنی زندگی بھر مولانا ملیح آبادی کو اس لیے اپنا افسر کہتے رہے کہ مدرسہ کی مختصر زندگی میں دونوں کا ساتھ ہوا تھا، بزرگی، شرافت اور وضع داری کی یہ مثالیں اب کہاں ملتی ہیں۔ یہی تعلّق خاطر تھا کہ شیخ الاسلام مولانا مدنی جب بھی کلکتہ تشریف لاتے تو اپنے رفیق دیرینہ مولانا ملیح آبادی سے ملاقات کے لیے ضرور آتے اور اس پر کبھی راضی نہیں ہوئے کہ مولانا ملیح آبادی ملاقات کے لیے حاضر ہوں۔

جو نقش شرافت ووضع داری، عظیم المرتبت والد نے چھوڑا تھا، مولانا اسعد مدنی نے بھی اس پر قدم رکھا کلکتہ آتے تو ملاقات کے لیے ''آزاد ہند'' کے دفتر یا گھر پر تشریف لے آتے۔ عموماً آمد اچانک ہوتی، اکثر وقت کی کمی کے سبب بس کھڑے کھڑے آتے، پل دو پل باتیں کرتے اور چلے جاتے۔ جنتا پارٹی اور جن سنگھ کی مخلوط حکومت (۱۹۷۷ء) کے خلاف مسلم ستیہ گرہ کی کھچڑی دفتر ''آزاد ہند'' میں پکی تھی اور یہ بڑی کامیاب ستیہ گرہ تھی۔ مرارجی ڈیسائی کی حکومت کے ظلم وجور کے خلاف ہزاروں مسلمانوں نے مولانا اسعد مدنی کی قیادت میں ''ملک وملت بچاؤ'' ستیہ گرہ میں جیلیں بھر دی تھیں۔ مدنی خاندان سے جو تعلّق خاطر تھا اس میں مولانا اسعد میرے بھائی جیسے تھے ہم عمر ہونے کی وجہ سے برادرانہ محبت کے ساتھ ہلکی سی دوستانہ بے تکلفی بھی تھی۔ بہت دنوں تک ہم نے ساتھ ساتھ کام کیا پھر مصروفتیں بڑھنے سے رفتہ رفتہ مولانا کا آنا جانا اور ملنا جلنا کم ہوتے ہوتے بند ہوگیا۔ لمبے عرصے سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ علالت کی خبر تھی، مولانا دہلی کے اسپتال میں زیر علاج تھے، کوما میں چلے گئے تھے، دہلی جانا ہوا تو ان کے صاحبزادے محمود مدنی سے مسجد عبدالنبی جا کر ملاقات اور عیادت کی اور مولانا کی صحت کے بارے میں دریافت حال کیا۔ اندازہ اسی وقت ہوگیا کہ جاں برلب ہونے کی اُمید نہیں، آخر کار کئی ماہ کی بے ہوشی میں سفر زندگی کا تھکا ہوا مسافر ابدی نیند سو گیا۔

انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔

مولانا اسعد مدنی دنیا سے رخصت ہوکر اپنے مالک حقیقی کے پاس چلے گئے۔ وہ اپنے پیچھے دو قیمتی اثاثہ جات چھوڑ گئے ہیں۔ ایک تو جمعیۃ علماء ہند ہے اور دوسرا دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم دیوبند عالمی سطح کی معروف دینی درسگاہ ہے، اس کا انتظام و انصرام، قاری محمد طیب صاحب (مرحوم) کے ہاتھوں سے منتقل ہوکر مولانا اسعد کے پاس آ گیا تھا۔ دارالعلوم کو اچھی طرح چلانا اور اسے مزید ترقی دینا اب ان حضرات کی ذمہ داری ہوگی جو مولانا مدنی کی جگہ کام کریں گے۔ جہاں تک جمعیۃ علماء کا سوال ہے تو ملک وملّت کی زندگی میں اس کا کل بھی اہم مقام تھا اور آج بھی اس کی اہمیت وضرورت ہے اتنے بڑے ملک میں مسلمانوں کی ایک بڑی اور منظّم جماعت کی ضرورت شدت سے محسوس کی جاتی رہی ہے۔ کہنے کو تو ہر گلی کوچے میں کوئی نہ کوئی کاغذی تنظیم جنم لیتی ہے تو وہ بھی ''آل انڈیا'' کہلاتی ہے مگر اس سے کام نہیں چلتا۔ مسلمانوں کو علاحدہ سیاسی جماعت سے زیادہ ایک مضبوط ملی جماعت کی ضرورت ہے جو ان کے مسئلوں کے حل کے لیے کام کرتی رہے۔ یہ جماعت جس قدر مضبوط اور توانا ہوگی، اتنی مفید ثابت ہوگی اور ارباب اختیار سے اپنی بات منوا سکے گی۔

جمعیۃ علماء ہند کو مسلمانوں کی ملّی خدمات کے لیے نہ صرف قائم رہنا بلکہ اور زیادہ متحرک وفعال بننا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہوگا کہ جمعیۃ کو خانقاہی جماعت نہ بننے دیا جائے بلکہ اسے مسلم عوام کے زیادہ قریب لایا جائے۔ جماعت کے نظم ونسق میں مزید شفافیت لائی جائے۔ اور تنظیمی انتخابات کو اور زیادہ جمہوری طرز کا بنایا جائے۔ مرحوم مولانا اسعد مدنی کے صاحب زادے محمود مدنی، جمعیۃ علماء کے جنرل سکریٹری ہیں۔ اپنے والد کی اس تاریخی یادگار کو سنبھال کر رکھیں اور چلائیں، اپنے رفقاء کار کا دائرہ وسیع کرکے عامۃ المسلمین کا زیادہ سے زیادہ اعتماد حاصل کریں۔

○○

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق سے ملاقات کا ایک منظر

مولانا سیّد نصیب علی شاہ ایم این اے فاضل جامعہ حقانیہ

۱۴؍جولائی...... شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے فرزند و جانشین جمعیۃ علماء ہند کے صدر، ایشیا کی اسلامی کانفرنس میں بھارت کے مندوب حضرت مدنیؒ کے خصوصی شاگرد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی عیادت اور ملاقات کی غرض سے دارالعلوم حقانیہ میں تشریف لائے۔ حضرت مولانا اسعد مدنیؒ ایک بار اس سے قبل بھی دارالعلوم حقانیہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نواز چکے ہیں۔ اس بار آپ کی آمد نہایت مختصر رہی، مگر شدید مصروفیات کے باوجود آپ نے اپنے استاذِ گرامی حضرت شیخ الحدیثؒ سے ملاقات کا موقع سخاکوٹ سے واپسی میں نکال دیا۔ اس وقت دارالعلوم میں بوجہ تعطیلات گرما گرمی نہیں تھی، پھر بھی حضرت شیخ الاسلامؒ کے متوسلین ومعتقدین فضلائے دیوبند اور دیگر مشتاقان کافی تعداد میں حضرت کی زیارت کے لیے موجود تھے، اپنے مختصر قیام میں آپ نے دارالعلوم کے نوتعمیر شدہ کتب خانہ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی یاد میں تعمیر شدہ احاطہ قاسمیہ کا معائنہ کیا۔ ماہنامہ ''الحق'' کے جدید دفتر میں حضرت مولانا شیخ الحدیثؒ اور دیگر حضرات کے ساتھ چائے کی مجلس پر گھنٹہ سوا گھنٹہ گفتگو رہی۔ مولانا سمیع الحق نے انھیں مؤتمر المصنّفین کے مطبوعات کا سیٹ پیش کیا۔ دارالعلوم کی تفصیلات بتلائیں، پروانوں کے ہجوم میں احقر کو بھی مصافحہ کی سعادت ملی اور میری خواہش پر میری آٹوگراف میں دستِ مبارک میں لکھا کہ:

جہاں اے برادر نہ ماند بکس　　دل اندر جہاں آفرین بند وبس

اس وقت مجلس کا عجیب منظر تھا۔ آپ اپنے مشفق استاد حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے ساتھ بیٹھے فرطِ ادب سے بچھے جارہے تھے اور حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے مرشد زادہ مخدوم کے ہاتھ چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کی کوشش کررہے تھے۔ حضرت مولانا اسعد صاحبؒ کو چونکہ نمازِ جمعہ پڑھانے کے لیے پشاور پہنچنا تھا، اس لیے بہت جلد معنوی مسرتوں کا یہ خوشگوار وقت بہار کے جھونکے کی طرح گزر گیا اور حضرت شیخ الحدیثؒ نے گاڑی تک جاکر اپنے مخدوم زادہ اور اسلامیانِ ہند کی آنکھوں کے تارے کو نہایت حسرت سے رخصت کیا۔ (الحق)

امیرالہند مولانا سیّد اسعد مدنی کی رحلت: ایک عہد کی موت

ماہنامہ ''نورُ علیٰ نور'' کراچی (پاکستان) کا خراجِ عقیدت

شعلۂ عشق سیاہ پوش ہوا تیرے بعد

مفکر و مصلح، زعیم ملت، قاطع ظلم و فساد، داعی امن و اتحاد، رہبر ابن رہبر جانشین شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ ۷/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ/ ۶/فروری ۲۰۰۶ء بیوم الاثنین شام چھ بجے اسلامی سن ہجری کے مطابق ۸۰ سال کی عمر میں اس دارِفانی سے بجانب عالم جاودانی رحلت فرماگئے۔ انّا للّٰہ انّاالیہ راجعون۔

مرحوم مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ بڑی عالی مرتبت ہستی تھے، آپ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور قائد جہاد آزادی شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے فرزند اکبر، جمعیۃ علماء ہند کے امیر اور علوم قرآن وسنت کے ابلاغ و اتباع کے لیے مرکز اہل حق دارالعلوم دیوبند کے کھلے اور سنہری مسلک و مزاج کا پیکر مجسم تھے۔ غالبًا ۱۹۷۰ء کی بات ہے کہ فیصل آباد ایئرپورٹ پر خطیب شعلہ ادا حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی اور حضرت مولانا محمد یوسف الحسینی کی قیادت میں ہزاروں مشتاقان دید چشم براہِ تھے، جہاز اترا تو حضرت الاستاد شیخ الحدیث مولانا جمال الدین قدس سرہٗ اور ترجمان اسلاف حضرت مولانا مجاہد الحسینی کے درمیان چاق و چوبند سیاہ ریش، سیاہ شیروانی اور سر پر سفید ٹوپی پہنے مہمان ذی وقار چلے آرہے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مولانا مرحوم پاکستان تشریف لائے اور ان کی زیارت و مصافحہ کا شرف حاصل ہوا۔

۱۹۸۴ء میں ان کے زیرِ انصرام جمعیۃ علماء ہند نے تال کٹورہ اسٹیڈیم دہلی میں شیخ الہند سیمینار منعقد کیا تو اس میں شرکت کے موقع پر ان کو قریب سے دیکھنے، ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، دینی اور عالمی امور پر ان سے تفصیلاً بات چیت کا موقع ملا، جبکہ اس سے قبل اور بعد میں ملاقاتیں رہیں۔ آخری ملاقات جامع مسجد شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی شیرانوالہ دروازہ لاہور میں ہوئی۔ اختتام تقریب پر لوگوں کا جمِ غفیر ان سے دیوانہ وار مصافحہ کررہا تھا۔

میرا مؤتمر الشعبی الاسلامی کی دعوت پر بغداد میں ان کے ساتھ پانچ روزہ قیام ناقابلِ فراموش ہے۔

یہ امر واقع ہے کہ ہندوستان میں نہیں دنیا بھر کے مسلمانوں کے معاملات و مسائل پر ان کی گہری نظر تھی اور اس موقع پر خصوصاً پاکستان میں علماء حق کی صفوں میں انتشار کے ناپسندیدہ نتائج و عواقب کے بارے میں ان کی فکرمندی دیکھنے میں آئی اور دیگر مسالک کے اکابر علماء سے حضرت مولانا اسعد مدنی کی یگانگت اور میل جول کا مشاہدہ ہوا۔ خود مجھے حضرت پیر صاحب دیول شریف کے بارے میں حکم فرمایا کہ ''ان بزرگوں کے ساتھ رہیں اور ان کا خاص خیال رکھیں'' اور پھر اس موقع پر قصر المؤتمرات میں صدر صدام حسین نے وہ تاریخی خطاب جو حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمہ اللہ کی زیر صدارت منعقدہ اجلاس میں کیا گیا تھا جس میں انھوں نے اپنے اوپر توسیع پسندی کا امریکی الزام مسترد کرتے ہوئے امریکا اور اسرائیل کے توسیع پسندانہ عزائم کا پردہ چاک کردیا تھا اور بلاخوف و خطر اعلان کیا تھا کہ اگر اسرائیل نے کسی بھی عرب ملک پر حملہ کیا تو نحن نحرقہ' بالعراق ہم اسے عراق کے ہتھیار سے کاٹ کر رکھ دیں گے اور اسے جلا کر راکھ کا ڈھیر بنادیں گے۔ انھی بے باکانہ اور دنیا کی نظروں میں غیر دانشمندانہ خیالات کے باعث امریکا کی عراق سے ٹھن گئی اور اس نے وسیع تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کی موجودگی کے جھوٹے الزام کی آڑ میں عراق کو تباہ کرکے اس پر قبضہ کرلیا۔

بہرکیف! حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی کی ذات گرامی صرف اپنی ذات کے لیے نہیں تھی وہ سب کے لیے تھے، ان کی جدوجہد سب کے لیے تھی، اس لیے صرف ہندوستان یا دیوبند ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے صحیح سوچ رکھنے والے عام مسلمان مسلم عمائدین انھیں دل و جان سے اپنا قائد و رہبر تسلیم کرتے تھے۔ خصوصاً اپنی آزادی کی جنگ لڑانے والی حریت پسند اقوام کو جنوبی ایشیاء کے اُفق پر مولانا سیّد اسعد مدنی کی شخصیت مہرتاباں کے طور پر دکھائی دیتی تھی۔

مولانا اسعد مدنی ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش کے مسلمانوں کے عقائد و افکار کی اصلاح اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے مفادات و حقوق کے تحفظ کے لیے قائدانہ کردار کے علاوہ قرآن و سنت کے علوم کی تبلیغ و تدریس اور تصوف و سلوک میں بھی ممتاز مرتبہ رکھتے تھے۔ سفر بغداد میں ایک بزرگ جو تصوف و سلوک میں بھی ممتاز مرتبہ رکھتے تھے۔ سفر بغداد میں ایک بزرگ جو گیروئی پوشاک اور سبز دستار پوش تھے، بھارت کے کسی قدیم اور مشہور دربار کے سجادہ نشین تھے، مولانا اسعد مدنی کو آتے دیکھ کر فوراً احتراماً کھڑے ہوجایا کرتے تھے، میں نے ان سے استفسار کیا کہ یہ مولانا اسعد تو دیوبند کے عالم ہیں، آپ کا ان سے کیا تعلّق ہے؟ فرمانے لگے وہ تو بڑے صاحب نسبت بزرگ ہیں، ان کے والد صاحب بہت اونچے پائے کی ہستی تھے، ان کے دل کی دنیا ذکر الٰہی سے آباد ہے۔

لاہور میں ولی ابن ولی حضرت مولانا عبیداللہ انور قدس سرہٗ کو بھی راقم

نے دیکھا کہ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی تشریف لے آتے تو مولانا انور کی خوشیوں کی انتہا نہ رہتی، مجالس ذکر میں مولانا مدنی کا بیان کرواتے، دونوں حضرات کے مابین احترام ومحبت کا تعلّق دیرینہ تھا۔ حضرت الاستاد مولانا جمال الدین قدس سرہٗ دوران درس حضرت ابن شیخ الاسلام اور حضرت ابن شیخ التفسیر کے مابین دیوبند میں بچپن ہی سے محبت اور احترام باہمی کا اکثر تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔

عمومی طور پر کسی سیاسی رہنما کے لیے مسلکی کام کرنا اور مسلکی پیشوا کے لیے سیاسی اسٹیج پر جلوہ نمائی ایک امر محال گردانا جاتا ہے مگر مولانا مرحوم کے لیے یہ مشکل تھی ہی نہیں:

جلال بھی، جمال بھی، عجب اُن کی شان تھی
نفس میں بجلیاں لیے جلو میں کہکشاں لیے

مولانا سیّد اسعد مدنی مجموع البحرین تھے، وہ شعلہ بھی تھے اور شبنم بھی، وہ ہندوستان کے سیکولر آئین کے تحت مختلف مذاہب واقوام کے مابین سیاسی، قانونی اور معاشرتی حقوق میں مساوات اور برابری کے زبردست داعی تھے مگر بابری مسجد کی شہادت کا سانحہ ہو یا احمد آباد میں مسلمانوں پر جنونی اور متعصب ہندوؤں کے ہولناک مظالم کا روح فرساء واقعہ ملک میں جہاں بھی مسلمانوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا مولانا اسعد مدنی **اشداء علی الکفار رحماء بینھم** کا پرچم تھامے جمعیۃ علماء ہند کو میسر تمام وسائل سے آراستہ ہوکر مظلوموں کی مدد کے لیے میدان میں اتر آتے۔ عامۃ المسلمین کی دینی و روحانی تربیت کے لیے ملک کے دور دراز شہروں اور قصبات کے اسفار کرتے جبکہ معاندین اسلام، ملحدین وقادیانیین کی فتنہ سامانیوں کا پردہ چاک کرنے کے لیے دنیا بھر میں جس ملک سے آواز دی جاتی آپ اس پر لبیک کہتے ہوئے وہاں پہنچ جاتے۔

۱۹۴۷ء میں تحصیل علوم دینیہ سے فراغت کی منزل پر پہنچنے کے بعد اپنی مادر علمی دارالعلوم دیوبند ہی میں مسند تدریس پر فائز ہو گئے تھے مگر چند سال بعد ہی والد گرامی حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی کی وفات حسرت آیات کی بناء پر آپ کو تدریس چھوڑ کر تبلیغ واصلاح، تزکیہ نفوس اور جمعیۃ علماء ہند کی عنان قیادت سنبھالنا پڑی۔ تب سے تادم واپسیں آپ کی دینی وملّی خدمات، سنہری کارناموں اور درخشاں واقعات کی فہرست نصف صدی سے زائد عرصہ کے اوراق پر پھیلی ہوئی ہے۔

بلاشبہ اس حقیقت میں کسی کو کوئی کلام نہیں کہ مولانا سیّد اسعد مدنی نے اپنے عظیم والد اور مرشد حق آگاہ کی نیابت وخلافت اور جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے میدانِ سیاست میں آتے ہی ہندوستان میں مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے حقوق کی جنگ لڑی اور طبقاتی اونچ نیچ اور ذات پات کے معاشرے میں آئینی طور پر انھیں غالب اکثریت کے برابر لا کھڑا کیا۔ اُردو زبان کے حق میں تحریک چلائی تو ۲۱ ر لاکھ افراد کے دستخطوں سے مطالبات صدر جمہوریہ کو پیش کیے۔ آپ ایک عرصہ تک لوک سبھا ایوانِ اعلیٰ کے رُکن رہے، اس دوران ملک کی پسماندہ اقوام کو ان کے بنیادی حقوق دلانے کی جدوجہد میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہونے دیا۔ غریب اور پسماندہ مسلمانوں اور خاص طور پر ان کی نسل نو کو دینی اور عصری علوم سے آراستہ کرنے کے لیے دینی مدارس ومکاتب کا سلسلہ ملک بھر میں پھیلا دیا، جمعیۃ علماء ہند کے پرچم تلے مسلمانوں کے لیے امارت شرعیہ قائم کی تاکہ مسلمانوں کے ذاتی تنازعات بڑھنے نہ پائیں اور ان کے فیصلے وہ غیر مسلموں سے نہ کروائیں۔ مسلمانوں کی اقتصادی بحالی اور انھیں سود خوروں کے خونیں چنگل سے نکالنے کے لیے غیر سودی بینک قائم کیے جو کامیابی سے چل رہے ہیں اور ہندوستان کے بیس کروڑ مسلمانوں کی فلاح وترقی کے لیے گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ غریب اور بیروزگار بیماروں کے لیے علاج معالجے کے لیے مفت شفاخانوں اور فری میڈیکل سینٹروں کا سلسلہ بنایا، جن سے مسلم اور غیر مسلم سب استفادہ کرتے ہیں۔

خادم حرمین شریفین مرحوم شاہ فہد کے دورِ حیات میں بعض نام نہاد اہل حدیث اور کج فہم عناصر نے سعودی حکومت کو ائمہ اربع کی تقلید خصوصاً حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین کے بارے میں بدظن کرنے کی کوشش کی تو مولانا سیّد اسعد مدنی نے احنافِ عالم کی ترجمانی کا فرض ادا کرتے ہوئے ہندوستان میں متعین سعودی سفیر کی زیر صدارت تین دن تک علم وعمل بالحدیث کنونشن منعقد کیا جس کی رپورٹ پر جلالۃ الملک شاہ فہد رحمۃ اللہ علیہ نے ملک بھر میں احناف کے ساتھ یکجہتی اور اقدامات کا حکم جاری کیا۔

مولانا سیّد اسعد مدنی رحمہ اللہ کی انقلابی مساعی سے گزشتہ سال بنگلور میں جمعیۃ علماء ہند کے زیر اہتمام فقہاء کرام، علماء عظام کا ایک اجتماع منعقد ہوا اس میں طویل بحث وگفتگو اور غور وخوض کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ اس وقت جدید الیکٹرانک میڈیا ٹی وی اور انٹرنیٹ پر اہل کفر اور ملحدین آوارہ فکر عناصر قابض ہیں، ٹی وی مفاسد کا پیش خیمہ ہے، اس لیے مسلمانوں کو گھروں میں ٹی وی سیٹ رکھنا جائز نہیں ہے مگر مخالفین کی غلط بیانیوں کی تردید اور دین اسلام کی اصل تعلیمات قرآن وحدیث کے ابلاغ اور شریعت اسلام کے دفاع کے لیے علماء کرام اور مسلم دانشوروں کا ٹی وی پر جانا اور انٹرنیٹ استعمال کرنا جائز ہے۔ مولانا اسعد مدنی کی مساعی جمیلہ سے ہونے والا یہ فقہی فیصلہ دور رس اثرات کا حامل ہے۔ امت مسلمہ اور دینی قوتوں کے لیے اس کے بیش بہا فوائد ثمرات مرتب ہوں گے اور اس کا اجر وثواب یقیناً مولانا سیّد اسعد مدنی کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمہ اللہ کی زندگی **الحب للّٰہ البغضُ للّٰہ** کے سنہری اصول پر استوار تھی۔ ان کا چلنا پھرنا، اُٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا،

شریعت مطہرہ اور اسوۂ نبوی کی پیروی میں ڈھلا ہوا تھا، ان کی حمایت یا مخالفت، کسی سے محبت یا عداوت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے تھی۔ اس لیے جب فرشتگان اجل قفس عنصری سے روح کو نکالنے آ گئے تو دل کی صدا زبان پر بھی جاری ہوگئی۔ ''اللہ، اللہ، اللہ کی ضربِ توحید سے دہلی کے ہسپتال کا کمرہ گونج اٹھا:

قربت تو بڑی بات ہے اے میرے الٰہ
دل کی تسلّی کے لیے تیرا نام بہت ہے

جو پیرانہ سالی میں بھی امت کے درماں کے لیے ملکوں ملکوں پھرتا رہا، جس نے کلمہ توحید کے نور کو دنیا کے اطراف واکناف تک پہنچانے کے لیے آرام وراحت کو خیر باد کہہ دیا تھا، جس کے قوائے جسد خاکی امت کے غم اور مسلمانوں کے دُکھوں کے صدموں سے چور چور ہو چکے تھے، وہ عابد شب زندہ دار تین ماہ سے خاموش، بستر علالت پر پڑا تھا مگر جب دنیا سے جانے لگا تو قوت گویائی لوٹ آئی، غرفہ علالت کا سکوت ٹوٹ گیا، اس نے خدائے واحد کا نام بلند کیا اور مسکراتے ہوئے چلا گیا:

نشان مرد مومن باتو گویم
جو مرگ آید تبسم برلب اوست

ان کا ہر عمل صداقت اور خیر کے لیے تھا

سہ ماہی "الشارق" اعظم گڑھ کا ادارتی نوٹ

مولانا سیّد اسعد مدنی کی رحلت، ملک وملت کو سوگوار کر گئی، ۶ر فروری کو انھوں نے اس دنیائے فانی کو الوداع کہہ کر اپنے خالق حقیقی کی دعوت کو لبیک کہا، ان کی حیات کے مہ وسال کی گردش کا حساب کیا جائے تو بظاہر یہ ۸۷ر برسوں پر محیط ہے لیکن حقیقت میں یہ ایک ایسے عہد کی داستان ہے جس کا ہر لمحہ، عمل، عزیمت، قربانی اور اخلاص کی تصویر ہے، وہ حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے خلف الرشید تھے، ایک نہایت ممتاز عالم ومرشد اور نہایت صاحب احترام شیخ الاسلامؒ کی وراثت کو انھوں نے جس طرح قبول کیا اور قائم رکھا، حق یہ ہے کہ یہ رتبۂ بلند انھیں کا حق تھا، ملک وملت کی ہمہ دم اور ہمہ تن خدمت وخبر گیری مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کی حیات کا سب سے روشن نقش ہے، یہ نقش مولانا اسعد مدنی کی زندگی میں بھی سب سے تابناک رہا، ملّی لحاظ سے دارالعلوم دیوبند اور جمعیۃ علماء ہند اور ملکی سطح پر کانگریس کے ذریعے ان کی ہر کوشش، ہر کاوش، ہر عمل اور ہر تحریک کا مرکزی نقطہ صرف ملّت اسلامیہ ہندیہ کی فلاح و بہبود کا ہی رہا، ظاہر بینوں کی نظر میں ان کی سیاسی سرگرمیاں زیادہ رہیں لیکن جو ان کے ذہن اور مشن کے قریب رہے وہ خوب جانتے ہیں کہ مولانا ایک سیاسی سے زیادہ ایک مصلح، مرشد اور مربی تھے، جن کا جذبہ بھی صادق تھا اور جن کا عمل بھی صداقت اور خیر کے لیے تھا، سرتاپا عمل ہونے کی برکت تھی کہ ان کی آواز میں اثر تھا، وہ اپنے عہد اور وقت کے تقاضوں سے بھی باخبر تھے اور مشکلات کا ادراک بھی رکھتے تھے اور سب سے بڑھ کر مصائب وشدائد سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ بھی رکھتے تھے، ان کے بعض خیالات و اقدامات سے اختلاف نظر کو ہوا بھی دی گئی لیکن اس مشکل مرحلے میں ان کے سامنے شاید ان کے نامور والدؒ کا اسوہ تھا اور وہی ان کے لیے مشعل راہ بنا، دین کے علم اور دنیا کی سمجھ کا یہ امتزاج، گہرے تجزیے کا متقاضی ہے، ان کے بارے میں یہ کہنا بھی بالکل درست ہے کہ ہندوستانی سیاست کی نزاکتوں سے واقفیت اور برادرانِ وطن کے ساتھ ربط وضبط کی اہمیت کو جس طرح انھوں نے سمجھا، اس کی مثال کم ہی ملے گی، ان کو عمر طبعی ودیعت ہوئی لیکن امت کو ان کی رحلت سے حرمان وخسران کا احساس ہے، حضرت مولانا تقی الدین ندوی مدظلہ سے ان کا جو قلبی تعلّق تھا وہ اس تعزیت نامے سے ظاہر ہے جو انھوں نے ان کے جانشینوں کے نام بھیجا ہے، حضرت مولانا مدظلہٗ پر ان کی وفات کا گہرا اثر ہے، ربط وتعلّق کی یادوں کو سمیٹنا فی الحال دُشوار ہے لیکن توقع ہے کہ آئندہ شمارے میں حضرت مولانا ندوی مدظلہ کے تاثرات شامل ہوں گے۔

○○

ملک وملت کے بے مثال خادم کی رحلت

ماهنامه ''رياض الجنّه'' جونپور کا اداریہ

۷رمحرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۶رفروری ۲۰۰۶ء بوقت شام پونے چھ بجے ملکی وملّی خدمات کے حوالے سے منفرد خصوصیات کے مالک جمعیۃ علماء ہند کے صدر حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی صاحب نوراللہ مرقدہٗ اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر اپنے مولائے حقیقی سے جاملے، قحط الرجال کے اس دور میں جبکہ ملّت مختلف مسائل سے گھری ہوئی ہے، اور آئے دن تازہ فتنے نمودار ہوتے ہیں، اور ملت کے سامنے ایک نیا چیلنج لاکھڑا کرتے ہیں، مولانا مرحوم کی رحلت سے ایک زبردست خلا پیدا ہوا ہے جس کا بظاہر پُر ہونا مشکل ہے۔ وہ ۱۹۲۸ء میں دیوبند میں پیدا ہوئے ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی اور تقریباً بارہ سال تک دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دیں، ۱۹۶۲ء میں جمعیۃ علماء اُتر پردیش کے صدر منتخب ہوئے، ۱۹۶۳ء میں جمعیۃ علماء ہند کے ناظم عمومی مقرر ہوئے، ۱۹۷۳ء سے لے کر تادم واپسیں لگاتار ۳۳ سال تک جمعیۃ علماء ہند کے صدر رہے، انھوں نے اپنی طاقتور، مضبوط اور اقبال مند شخصیت سے جمعیۃ کو توانا اور مضبوط بنایا، پورے ملک میں اس کی شاخیں قائم کیں، اور اپنی مستحکم قیادت سے اسے تازہ دم رکھا، تقریباً ۵۰ سال سے زائد ملی خدمات کے میدان میں اپنی انفرادیت کا نقش قائم رکھا، اس دوران ملتِ اسلامیہ جن مسائل سے دوچار ہوئی انھوں نے ان کے حل کے لیے مخلصانہ اور جرأت مندانہ کوششیں کیں، وہ ایک جری، بے باک، حوصلہ منداور دھن کے پکے انسان تھے، انھوں نے جس جانب بھی رُخ کیا اقبال مندی نے ان کے قدم چومے اور کامیابیوں نے خود بڑھ کر ان کا استقبال کیا، ہندوستان میں فسادات کی تاریخ بہت پُرانی ہے جہاں کہیں بھی فسادات ہوئے اور ملتِ اسلامیہ جانی ومالی تباہی سے دوچار ہوئی انھوں نے مظلوموں کی مدد ان کی بازآبادکاری، ان کے شکستہ حوصلوں کو پھر سے قائم کرنے اور انھیں اپنے پیروں پر دوبارہ کھڑا کرنے کے سلسلے میں ممکنہ حد تک بھرپور خدمات انجام دیں، ملک کے طول وعرض میں جابجا مکاتب و مدارس قائم کرائے اور ان کی ہمیشہ سرپرستی کی، جب بھی حکومت کی طرف سے ملتِ اسلامیہ کے لیے کوئی خطرہ سامنے آیا وہ اس کے مقابلے کے لیے سینہ سپر ہوگئے، اور اپنی گراں قدر، باوزن، اور آہنی شخصیت سے اس خطرے کے تدارک، اس کا دفعیہ اور حکومت پر دباؤ ڈالنے اور اسے اُلٹے قدم واپس جانے کے سلسلے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا ماضی قریب میں ملت کی کچھ اہم شخصیات کے اُٹھ جانے کے بعد ان کی مستحکم شخصیت ایک بڑی ڈھارس تھی اور اب شاید غالب کی تعبیر میں ''بے کسی عشق کو رونا آئے کہ سیلابِ بلا''، یعنی ملت کو پیش آمدہ مشکلات ومسائل اپنے حل کے لیے ان کے بعد کس کے گھر جائیں گے، اور ان کے دُکھوں کا مداوا کون کرے گا۔

دارالعلوم دیوبند کا قضیہ نامرضیہ پیش آیا اور اگرچہ اس کی تمام تفصیلات لوگوں کے لیے بڑی بے چینیوں کا سبب ہوئیں مگر مولانا مرحوم کے حوالے سے جو بات ناقابلِ فراموش ہے وہ یہ کہ انھوں نے شوریٰ کی رفاقت اور اس کی بھرپور اعانت کی، اور دارالعلوم کو بحران سے نکالنے میں اپنی تمام کوششیں صرف کردیں، اور دارالعلوم نہ صرف یہ کہ اس بحران سے نکلا، بلکہ اس نے کامیابیوں کی نئی منزلیں طے کیں، اور آج وہ ماضی کی عظیم روایات کو برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ ترقی و کامیابی کی شاہراہ پر تیز گام ہے۔ اور ملّت کے نونہالوں کی علمی پیاس بجھانے میں چشمۂ صافی کا کردار ادا کررہا ہے مولانا مرحوم کئی سال سے مختلف امراض کا شکار رہے، اور وہ اپنی مضبوط قوتِ ارادی سے انھیں برداشت کرتے رہے، لیکن عید کے دوسرے روز ہی سر میں چوٹ آنے کے سبب وہ طویل اور گہری بیہوشی میں چلے گئے اور تین ماہ پانچ دن لگاتار اسی حال میں رہے، ان کی شفایابی کے لیے پورے ملک و بیرونِ ملک میں مخلصانہ دُعائیں ہوتی رہیں، مگر وقتِ موعود سے کس کو رستگاری ہے، اور آج وہ کل ہماری باری ہے کا اٹل دستورازلی سامنے آگیا، دعا ہے کہ اللہ ربّ العزت ان کے ساتھ اپنے خصوصی فضل کا معاملہ فرمائے، ان کی حسنات کو قبول فرمائے، سیئات سے درگزر فرمائے اور جنت الفردوس میں مراتب عالیہ سے نوازے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا کرے۔ (آمین)

سانحۂ ارتحال حضرت امیر الہندؒ

ماهنامه ''انوارِ مدينه'' لاهور

امیر الہند حضرت اقدس مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی قدس سرہٗ العزیز گزشتہ ماہ ۷رمحرم الحرام مطابق ۶رفروری کو مسلسل تین ماہ کی طویل بے ہوشی کے بعد دہلی کے ہسپتال میں انتقال فرماگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت مولانا شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے جانشین تھے۔ آپ کی زندگی ہندوستان کے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے وقف تھی، آپ نے تمام زندگی مسلسل جدوجہد میں گزاری۔ آپ کے لیے یہ جملہ بھی ہر شخص کی زبان پر جاری تھا کہ ''خُلِقَ لِلسَّفَرِ'' یعنی آپ پیدا ہی سفر کے لیے کیے گئے تھے۔ آپ کی زندگی کے آخری پچاس برس کا اگر حساب کیا جائے تو بمشکل پانچ برس مجموعی طور پر آپ نے حضر کی حالت میں گزارے ہوں گے۔ آپ کی دینی، ملی، تہذیبی اور ثقافتی خدمات کے تذکرہ کے لیے بہت بڑا دفتر درکار ہے۔ آپ کی جدوجہد کا دائرہ کار صرف ہندوستان تک ہی محدود نہ تھا بلکہ ایشیا، افریقہ، امریکہ اور یورپ کے مسلمان بھی آپ سے رہنمائی حاصل کرتے اور آپ کے مفید مشوروں کی روشنی میں اپنے معاملات طے کرتے۔ آپ کی وفات ایک خاندان کا نہیں بلکہ مسلمانوں کا مجموعی نقصان ہے۔ اس سے پیدا ہونے والا خلاء فی الفور پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو قبول فرماکر آخرت کے بلند ترین درجات عطاء فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا ہو۔ اہلِ ادارہ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں حضرت رحمہ اللہ کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعاءِ مغفرت کرائی گئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

ایک انسان کامل کی وفات

سہ ماہی مجلّہ "پیغامِ زینت القرآن" دہلی کا ادارتی نوٹ

۶؍فروری ۲۰۰۶ء بعد مغرب جب اچانک یہ اندوہناک خبر ملی کہ قوم و ملت کے ممتاز خدمت گزار جمعیۃ علماء ہند کے صدر امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی کا طویل بیماری کے بعد ۷۸ سال کی عمر میں دہلی کے اپولو ہسپتال میں انتقال ہوگیا ہے، تو بے ساختہ زبان پر کلمہ ترجیع اور ایک جھٹکے کے ساتھ یادوں کے محفوظ خزانوں کے دروازے کھلتے چلے گئے، اکہرے بدن، متوسط قامت، کتابی چہرے اور مسکراتے لبوں والے مولانا سیّد اسعد مدنی یاد آئے جن کا نام تو بچپن ہی سے سن رکھا تھا لیکن پہلے پہل دیدار اس وقت ہوا تھا جب راقم الحروف مادر علمی مدرسہ مصباح الظفر، قصبہ ڈھکہ، ضلع امروہہ میں زیرِ تعلیم تھا، اس کے بعد از ہر الہند دار العلوم دیو بند میں گاہ بہ گاہ مولانا کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملتا رہا۔

مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کچھ منفرد خصوصیات وامتیازات کے حامل تھے، ان کی شخصیت جفاکشی، ارادے کی پختگی اور ہر عمل میں عالمانہ وقار کے عناصر ترکیبی سے تشکیل پائی تھی، ان کی مجاہدانہ زندگی کا محور زیادہ تر جمعیۃ علماء ہند رہا، عنفوان شباب ہی سے اس کی توسیع واستحکام میں لگ گئے، آزادی کے بعد جمعیۃ علماء کی معاصر تنظیمیں اپنی حرکت وعملی توازن یا تو ختم کر چکی تھیں یا انھوں نے اپنے آپ کو بہت محدود دائرے میں سمیٹ لیا تھا، یہ مولانا ہی کی جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ جمعیۃ علماء آزادی کے بعد بھی پہلے ہی کی طرح مضبوط، متحد اور مسلمانوں کی ہر قسم کی رہنمائی کے قابل ہے، آزادی سے قبل اس کا ممتاز نصب العین مکمل آزادی تھا، اور پھر آزاد ہند میں مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ اس کا نصب العین قرار دیا گیا۔

مولانا رحمۃ اللہ کی فعال قیادت نے اس کو اس مقصد کے حصول کے لیے ہمیشہ سرگرم، زندہ اور تابندہ رکھا، آج وہ مسلمانوں کی واحد تنظیم نہیں تو کم از کم نمائندہ اور حاوی تنظیم ضرور ہے۔

مولانا کا انتقال یقیناً ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک سانحہ سے کم نہیں ہے کہ وہ ایسے عالم دین تھے جنھوں نے دینی حمیت کے ساتھ دنیوی مسائل سے خود کو الگ نہیں کیا، خصوصی طور پر مسلمانانِ ہند کو ایک مثبت رہنمائی دی۔ جمعیۃ علماء کے جھنڈے تلے انھوں نے جس سیاسی بصیرت اور کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور جس طرح سے ملت اسلامیہ کے جذبات کی ترجمانی کی اسے تاریخ ہند کبھی نہیں فراموش کرسکتی، وہ ۴۳ سال تک جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے ملک و ملت کی رہنمائی کا کماحقہٗ فریضہ انجام دیتے رہے۔

لیکن موت اس کارگہہ شیشہ گراں کی سب سے اٹل حقیقت ہے، اس عالم فانی میں جو بھی آتا ہے اسے ایک نہ ایک دن یہاں سے رخصت ہونا پڑتا ہے، یہ ایک ایسا کلیہ ہے جس سے کوئی بھی ذی روح مستثنیٰ نہیں، اس کے باوجود کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو عالم جاودانی کی طرف کوچ کر جاتے ہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی ایسا سانحہ رونما ہوگیا جو ناممکن حد تک نا قابلِ یقین ہے، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے بڑے صاحبزادے اور قوم و ملت کے ایک حقیقی خادم مولانا سیّد اسعد مدنی کی وفات حسرت آیات بھی کچھ اسی ضمن میں آتی ہے، مولانا محترم جس تندہی اور جفاکشی کے ساتھ آخری سانس تک قوم وملت کی ملی وتعمیری وتعلیمی سرگرمیوں میں مصروف رہے، اسی خاموشی کے ساتھ اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے، اب جبکہ وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں تو یہ محسوس ہورہا ہے کہ ہم نے کچھ کھودیا ہے ہمارے کیسہ زر کا کتنا بیش قیمت موتی ہم سے چھن گیا ہے، مولانا مدنی کی رحلت سے جو خلا ہوگیا ہے اس کا پر ہونا ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ترین محسوس ہوتا ہے۔

آدمی روز مرتے ہیں لیکن انسان کامل کی موت کبھی کبھار ہوتی ہے اور جب ہوتی ہے تو دونوں جہاں کے سردار نے شہادت دی ہے کہ اس کے مرنے سے ایک دنیا اُجڑ جاتی ہے، فرماتے ہیں "موت العالم موت عالم" جانے والے واپس نہیں لوٹا کرتے، اکثر لوگوں کو وقت گزرنے کے ساتھ ان کے اعزاء اقرباء بھی بھول جاتے ہیں، لیکن وہ لوگ جو اپنے پیچھے خلوص و بے ریا خدمت کا بیش قیمت سرمایہ چھوڑ جاتے ہیں وہ اپنے اس سرمائے کی بدولت ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ (انشاء اللہ):

کچھ اس انداز سے اس نے کہا تھا الوداع مجھ کو
ابھی تک وہ لبوں کا تھرتھرانا یاد آتا ہے

موت کے بے کراں سمندر میں
ڈوب جاتے ہیں زندگی کے جہاز

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

چہ گونہ حرف زنم دل کجا دماغ کجا؟

سہ ماہی مجلّہ ''ترجمان الاسلام'' بنارس کا فکر انگیز اداریہ

میرے تصور میں بھی نہیں تھا کہ مجھے اس صدمہ جانکاہ سے سابقہ پڑے گا، ہوش وحواس مختل ہوجائیں گے، زندگی کے شیرازے بکھر جائیں گے، جذبات اور اُمنگوں کی دنیا تہ وبالا ہوجائے گی، مگر جب یہ حادثہ پیش آیا تو دل اتنے زور سے اُچھلا جیسے سینہ سے باہر نکل جائے گا، ہاتھوں میں رعشہ آ گیا، قلم قابو سے باہر ہوگیا، لکھوں تو کیسے لکھوں اور کیا لکھوں؟

صدر جمعیۃ علماء ہند امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی اس خاکدان ارضی سے کوچ کر گئے، بڑے باپ کے بڑے بیٹے تھے، بڑے بڑے کارنامے کر گئے، ان کی جرأت اور استقلال کو دیکھ کر نمائشی قائد ورہنما ءحیرت زدہ رہ گئے، کچھ لوگوں نے ان کی شخصیت اور مقام ومرتبہ کو پہچانا، سر اور آنکھوں پر بٹھایا، ان کی راہ کو عقیدت ومحبت کے سدا بہار پھولوں سے پاٹ دیا اور ان کے ایک اشارے پر سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہوگئے، لیکن کچھ لوگوں نے ان کو نہیں پہچانا یا دیکھ کر اندھے بنے رہے، خود پرستی اور انانیت نے ان کے دلوں کی روشنی چھین لی، وہ مولانا مرحوم کے مخلصانہ اقدام کی مخالفت کرتے رہے، ان کے شاندار اور بے مثال کارناموں کی تحقیر کرتے رہے، یہ اپنا اپنا ظرف ہے، اپنی اپنی شرافت ہے، خدا نے ان کو جس مشن کے لیے پیدا کیا تھا زندگی بھر اس کی تکمیل میں لگے رہے، ہر قسم کے شدائد اور مشکلات کا خوش دلی سے مقابلہ کرتے رہے، اور جب ان کی زندگی کا مشن پورا ہوگیا تو قدرت نے ان کو اپنے جوار رحمت میں بلا لیا، رحمت کے فرشتوں نے ان کا استقبال کیا اور پیغام خداوندی سنایا ہوگا۔ (یَاایَّتُھَا النفس المطمئنة إرجعي إلی ربک راضیة مرضیة فادخلي في عبادي وادخلي جنتي) دنیا کے خارزار سے نکل کر فردوس بریں کی بہار آفریں فضا میں پہنچ گئے ہوں گے۔

مولانا مرحوم سیاسی لیڈر تھے؟ جی نہیں، قطعاً نہیں، وہ خالص دین کی خدمت کے لیے قوم وملت کے دکھ درد کو دُور کرنے اور حتی الامکان ان کی مسیحائی کرنے کے لیے پیدا ہوئے تھے، دور جدید کی خود غرض سیاست سے ان کا کوئی تعلّق نہیں تھا، لیکن قدرت نے ان کی زبان میں سحر پیدا کر دیا تھا، بڑے بڑے سیاسی لیڈروں کے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے تمام سرکاری وغیر سرکاری ذرائع سے کام لے کر عوام کی بھیڑ کو اکٹھا کیا جاتا ٹرینیں اور بسیں مفت میں فراہم کی جاتیں، جیب سے ایک پائی خرچ نہ ہو اور دہلی تک پہنچ جائیں دہلی کی سیر کریں اور واپس ہوجائیں، لیکن مولانا مرحوم کی شخصیت کی جادو اثری تھی کہ مسلمانوں نے سن لیا کہ مرحوم کی خواہش ہے کہ سیاہ قانون کے خلاف عظیم الشان مظاہرہ کیا جائے، دہلی کا رام لیلا گراؤنڈ خالی اسے بھر دیا جائے حکومت کو چیلنج کر دیا جائے، کہ اگر مسلمانوں کے خلاف یہ قانون پاس کیا گیا تو ہم میں کا ہر ہر فرد حکومت کی راہوں میں اپنی لاشیں بچھا دے گا لیکن یہ جابرانہ قانون ہماری راہ میں کانٹا نہیں بننے دیا جائے گا، ہزار دو ہزار نہیں لاکھ دو لاکھ نہیں پندرہ بیس لاکھ انسانوں نے کئی ہزار بسوں اور ٹرینوں سے اپنی پاک کمائی سے دہلی پہنچ کر اتنا عظیم الشان اجتماع کیا کہ حکومت ہل گئی، ذرائع ابلاغ کو روک دیا گیا کہ اس عظیم الشان انسانوں کے اجتماع کی نہ خبر نشر کی جائے، نہ فوٹو گرافی کی جائے، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی زبان اور آنکھیں بند کر دی گئیں، غم وغصّہ میں بھرا ہوا یہ عظیم الشان اجتماع نعرۂ احتجاج بلند کر کے بغیر کوئی توڑ پھوڑ کے شرافت کے ساتھ اپنے اپنے وطن روانہ ہوگیا، یہ ہندوستان کی سیاسی تاریخ کا بے مثال کارنامہ ہے، اُتر پردیش گورنمنٹ سیاہ بل کی دیوانی تھی لکھنؤ کے ایک کالج کے ایک وسیع وعریض میدان میں مسلمانوں کے عظیم ترین اجتماع نے ایوانِ حکومت میں زلزلہ ڈال دیا، آزادی کے بعد سے بار بار ایسے حوادث مسلمانوں کی زندگی میں آئے کہ ہر طرف غم واندوہ کے بادل میں حکومت کی ننگی تلواریں چمکتی نظر آنے لگیں، لیکن مولانا اسعد مدنی کبھی ان سے خوف زدہ نہیں ہوئے، نعرۂ مستانہ لگایا اور میدانِ عمل میں کود پڑے:

ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

ملک وملّت بچاؤ تحریک کا آغاز ہوگیا ہم نہتے ہیں، مظلوم ہیں، بے سہارا ہیں، لیکن ہم میں جرأت ایمانی موجود ہے، ہم مار نہیں سکتے لیکن مار تو کھا سکتے ہیں، جیل تو بھر سکتے ہیں، اور دہلی میں مرکز بنا کر کالی مسجد سے تہاڑ جیل تک جیل جانے والے مسلمان بہادروں کی کہکشاں بنا دی اور خود تیسرے دن سیکڑوں نوجوانوں اور بوڑھوں کے ساتھ قانون شکنی کر کے گرفتار ہوگئے اور تہاڑ جیل کا پھاٹک کھلتا اور بند ہوتا، اس طرح کئی ہزار مسلمانوں نے مولانا مرحوم کی آواز پر لبیک کہا اور نفیر عام بلند ہوگئی، اور جیل کی بارکیں تنگ ہوگئیں، مجبوراً آخر میں حکومت مجاہدین کو گرفتار کرتی اور عدالت پہنچا کر معاملہ ختم کر دیتی، حکومت ٹوٹتی اور بنتی رہی اور مسلمانوں کے جذبۂ عمل نے ان کو من مانی نہیں کرنے دیا، یہ مولانا کی آواز کا سحر تھا ان کی آواز کا جادو تھا ہم ان کو سیاسی لیڈر نہیں سمجھتے، یہ ایک مخلص اور قوم وملت کے ایک قائد کی شخصیت کا کمال تھا۔

آزادی کے وقت مولانا مرحوم کی عمر ہی کیا تھی ان کے والد محترم حضرت شیخ الاسلام نے تحریک آزادی کی کشتی کی پتوار ہاتھ میں لی اور اپنے فولادی بازوؤں اور ایمان وجہاد کے طاقتور ہاتھوں سے ساحل تک پہنچا کر فوجی وردی اُتار دی اور دین جوان کا اصل مشن تھا اس کی تکمیل میں لگ گئے، کیونکہ اگر دین ہے تو ہم ہیں اور اگر دین نہیں رہا قدرت کو ہماری کوئی ضرورت نہیں، حکومت نے اعزاز دینا چاہا لیکن ہر

طرح کے اعزاز سے خود کو علیحدہ رکھا جیسے آزاد ہندوستان کے حکمرانوں کو پہچانتے تک نہیں اور صاف کہہ دیا انگریزوں سے میری جنگ دین کی حفاظت کے لیے تھی اب میں یہ جنگ جیت چکا ہوں میرا دل مطمئن ہے میں اپنے جیل کے ساتھیوں کے ہاتھوں میں زمام حکومت دے کر یکسو ہو رہا ہوں آپ تخت حکومت پر بیٹھئے اور میں مدرسہ کی بوسیدہ چٹائیوں پر رہوں گا اور دس سال تک خالص دین کے کاموں میں لگے رہے اور ۱۹۵۷ء میں اپنے مالک حقیقی سے جاملے، صاحبزادۂ محترم مولانا اسعد مدنی کا عنفوان شباب تھا، آزاد ہندوستان کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں دے کر ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کرلیں۔

تحریک آزادی میں انگریزوں سے مقابلہ تھا، جانا پہچانا دشمن تھا آزادی کے بعد برادرانِ وطن کا سامنا تھا جن میں دوست و دشمن کی تمیز دشوار تھی انھوں نے ملک کی فضا ایسی بنادی کہ عوام خونخوار درندہ بن گئے اور کئی ہزار فسادات جو درحقیقت مسلمانوں کو ہندوستان سے بے دخل کرنے کی ایک عظیم مہم تھی جاری ہوگئی، ایک سے ایک بڑا فساد ہوا ہر بڑے فساد پر کہا گیا کہ اس سے بڑا فساد اب تک نہیں ہوا، یہاں تک کہ گجرات میں قیامت صغریٰ برپا ہوگئی، یہ ایک کھلی ہوئی لڑائی تھی، یلغار تھی، اس کو فساد کہہ کر اس کی ہولنا کی کو کم کرنا ہے، یہ فساد نہیں بلکہ یہ ایک فوجی یلغار تھی، چنبل کی گھاٹیوں کے ڈاکوؤں کی ٹولی تھی جو گولہ بارود گیس سلنڈر اور پٹرول کے کنستر ٹرکوں میں بھر کر مسلم محلوں اور آبادیوں پر پولیس کی نگرانی میں ٹوٹ پڑتی تھی، معزز سے معزز افراد اور بڑے سے بڑے کارخانے کو نشانہ بنایا گیا اور عام تباہی پھیلا دی گئی، ہزاروں اور لاکھوں مسلمان قتل کئے گئے، گھر پھونک دیئے گئے بستی کی بستی آگ اور خون سے سیاہ زمین میں تبدیل ہوگئی، مولانا مدنی بدحواس ہوگئے، دیوانوں کی طرح پھرتے رہے کہ یہ ویرانی و بربادی ناقابلِ برداشت صدمہ تھی، جمعیۃ کے کارکنوں کی ٹیم کو ان علاقوں میں بھیجا، خود گئے، توحید کے نعروں سے یہ زمین خالی ہوجائے یہ ممکن نہیں، اسلام جس شان سے یہاں آیا ہے اسی شان سے اس زمین پر رہے گا، لاکھوں اور کروڑوں کا سرمایہ فراہم کر کے پورا پورا قصبہ آباد کردیا، لوگوں کی خوشامدیں کر کے ان کے علاقوں میں پہنچایا، آباد کیا، ان کی معاشیات کے نظام کو درست کیا، روزی روٹی کا وسیلہ فراہم کیا اور آج تباہی کے غار سے پُرسکون زندگی کا گلاب کھلا اور مسلمان مر کے پھر زندہ ہوگیا۔

● ہندوستان کے کونے کونے میں برادرانِ وطن نے اسلام دشمنی کا کھلا مظاہرہ کیا حتی الامکان کوشش کی کہ ہندوستان کی سرزمین کو مسلمانوں سے خالی کردیا جائے لیکن قدرت کو نغمۂ توحید سے اس زمین کو خالی کرنا منظور نہیں تھا، اس لیے درندے شکار کرتے رہے ان کے دانت اور پنجے ٹوٹتے رہے لیکن مسلمان اس زمین سے ایسا پیوست ہوگیا کہ دشمنوں کی لاکھوں کوششوں کے باوجود نہ مسلمان ختم ہوا اور نہ اس کو مٹایا جاسکا اور نہ ان کی تعداد کم کی جاسکی، آزادی کی صبح ہم ڈھائی کروڑ تھے لیکن تمام خونریزیوں کے باوجود آج ہم بیس کروڑ کی تعداد میں ہیں اس ملک میں لاؤڈ اسپیکر سے چوبیس گھنٹے میں پانچ مرتبہ توحید و رسالت کا ہر مسجد سے اعلان کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے، یہ سب صدقہ ہے مولانا سیّد اسعد مدنی اور ان کے ساتھیوں کا کہ انھوں نے ہر مورچے پر پہنچ کر مسلمانوں کی ہمّت نہیں ٹوٹنے دی اور پامردی سے جمے رہنے کا ان کو حوصلہ دیا۔

● بابری مسجد پر قبضہ پنڈت گووند بلبھ پنت کی حکومت کے زمانے میں ہوا، راجیو گاندھی نے مسجد کا تالا کھلوا کر ہندوؤں کو اس میں داخل کردیا، نرسمہاراؤ کانگریس کے پرائم منسٹر نے کلیان سنگھ سے سازش کر کے مسجد کا وجود مٹادیا اور ۱۹۹۲ء میں قسطوں میں ذبح ہونے والی مسجد کا خاتمہ ہوگیا، مولانا اسعد مدنی نے فیض آباد کے مرد مجاہد سیّد محمد نصیر صاحب کو اجودھیا بھیج کر رپورٹ درج کروائی مقدمہ جاری کرا کے، مدعی کھڑے کئے اور آج تک مقدمہ چل رہا ہے مسجد تو دربارِ خداوندی میں فریاد کرنے چل گئی لیکن آج بھی جمعیۃ علماء ملکیت کا مقدمہ لڑ رہی ہے، مولانا مدنی نے قدم پیچھے ہٹانا اور تھک ہار کر بیٹھ جانا سیکھا ہی نہیں، مولانا مرحوم کے اقدام کے بعد مختلف پارٹیوں نے ڈرامہ کرنے کے لیے مختلف نعرے لگائے لیکن سب تھک ہار کر بیٹھ گئے کہیں سے کوئی آواز سنائی نہیں دیتی ہے لیکن مولانا نے ایک بار حمایت کا اعلان کیا تو پاؤں میں جنبش نہیں ہوئی اور زندگی کے اخیر لمحوں تک اپنے عزم پر پاؤں جمائے رہے، لیڈران، حکومت اور پارٹیاں کیا کررہی ہیں کبھی آپ نے ان کی طرف مڑ کر نہیں دیکھا، بس قافلہ چل پڑا تو چل پڑا، ساتوں زمین کی تہہ کھول کر دیکھی جارہی ہے کہ کہیں سے مندر کا نشان مل جائے لیکن دنیا کی تاریخ تو نہیں بدل سکتی، ایک افسانوی ڈرامہ حقیقت کیسے بن سکتا ہے؟ اس لیے مسجد کی زمین جب تک ہے ہماری جدوجہد جاری رہے گی، مولانا مرحوم نہیں رہے تو ان کے فداکار اس خدمت کو ادا کرتے رہیں گے۔

● بدبخت حکومتیں ہندوستان کی سرزمین پر مسلمانوں کو برداشت نہیں کررہی ہیں۔ آسام کا مسئلہ مولانا مرحوم کی زندگی کا ایک اہم ترین مشن تھا جہاں مسلمان اکثریت میں تھا لیکن آج اقلیت میں ہے، اس کی سرحد بنگلہ دیش سے ملی ہوئی ہے مسلمانوں کو کھدیڑ کر آسام سے بنگلہ دیش میں ڈھکیلنے کا سلسلہ آج تک جاری ہے، مولانا مرحوم نے ابتداء سے اس کی مزاحمت کی، ان کے ہم نواؤں نے ہمیشہ وہاں مورچہ بندی کی، حکومت کو تہس نہس کیا، لیکن جس فتنے کی بنیاد کانگریس نے اپنے دورِ عروج میں ڈال دی وہ کیسے ختم ہوگا؟ یہی حال آسام کا اب بھی ہے مولانا مدنی کے ایک فدائی مولانا بدرالدین اجمل نے پھر ایک کوشش کی لیکن اس کی کامیابی بہت محدود ہو کر رہ گئی، یہ مولانا مدنی کا مشن تھا کہ آسام کے مسلمانوں کو ہندوستان کا معزز شہری بنا کر رہنا ہے اور رہے گا۔

● مولانا مرحوم نے چالیس پچاس سال کے خون آشام تجربات کے بعد یہ یقین کرلیا کہ ہندوستان کے حالات اور یہاں کے باشندوں کے ذہن و مزاج کو بدلنا ممکن نہیں، اس لیے قوم و ملت پر یہ حوادث مختلف شکلوں میں یلغار کرتے رہیں گے اور پُرسکون زندگی کے لیے جدوجہد کا سلسلہ برابر جاری رکھنا ہمارے لیے ضروری ہے اس لیے جمعیۃ علماء کو مستحکم بنیاد فراہم کر کے مستقبل کے لیے فعال و

متحرک رکھنے کے وسائل ضروری ہیں، یہی وجہ ہے کہ مولانا مرحوم نے تنظیم کے دفتروں کو مستحکم بنانے کی بھرپور کوشش کی، مرکزی دفتر آئی، ٹی، او (I.T.O.) پر پولیس ہیڈکوارٹر کے برابر مسجد عبدالنبی کے چاروں طرف ایک مستحکم عمارت میں تمام دفاتر قائم کردیئے گئے، مستقبل میں ہرضرورت کے لیے یہ دفتر خود کفیل ہوگیا، تمام شعبوں کے لیے الگ الگ کمرے ہیں، میٹنگ ہال ہے، معزز مہمانوں کے لیے علیحدہ کمرے ہیں، دفتر مالیات مستقل ایک شعبہ ہے جس کی کارگزاری پوری دیانت داری کے ساتھ چلتی ہے، بڑے سے بڑا اجلاس بلانے کے لیے مدنی ہال کی شاندار عمارت ہے، گاڑیوں کو کھڑی کرنے کے لیے وسیع وکشادہ جگہیں ہیں، آئی ٹی او پر آنے کے بعد نو وارد کو دھوکہ ہوسکتا ہے کہ میں جمعیۃ علماء کے دفتر میں جارہا ہوں یا کسی سرکاری آفس میں، مسجد عبدالنبی اپنی بلندی اور گنبد کی وجہ سے شاہانہ جاہ وجلال کے ساتھ کھڑی ہے جو مولانا مدنی کی روح ہے، کیونکہ وہ سیاسی لیڈر نہیں اسلام اور مسلمانوں کے قائد ہیں جن کے لیے دین اور دینی امور کی پابندی ہی اصل حیات ہے۔

غرضیکہ مولانا مرحوم کی دُور اندیشی، تدبر، حسن انتظام اور فراہمی سرمایہ کے لیے پُرجوش جدوجہد نے آج جماعت کو مضبوط ومستحکم بنیاد پر کھڑا کردیا ہے، اور دنیا کا بڑا سے بڑا لیڈر اور سربراہ فخر سے سر اُٹھا کر دفتر میں حاضر ہوسکتا ہے اور کارکنوں کو کبھی احساس کمتری کا شکار نہیں ہونے دے گا۔

● اُترپردیش کا صوبہ اتنا بڑا ہے کہ یورپ کے سینکڑوں ملک علیحدہ علیحدہ اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتے، پولینڈ، ہالینڈ، فن لینڈ، سویزرلینڈ، نہ آبادی اور نہ طول وعرض میں اس کی برابری کرسکتے ہیں، مگر اسی صوبہ کا پراونشیل دفتر کسی زمین دار کا دیہات میں لمبا چوڑا مویشی خانہ تھا، مولانا مرحوم کبھی دفتر تشریف نہیں لاتے تھے، کیونکہ وہاں جانا بذات خود اپنی پستی کا مظاہرہ کرنا تھا، مولانا مرحوم کو دفتر کی ویرانی اور وحشت زدگی کا ہمیشہ صدمہ رہا مگر اس کا کوئی حل نظر نہیں آرہا تھا، میں جب خود دفتر میں آیا اور میرے دوست خواجہ رائق ایڈوکیٹ مجھے لے کر دفتر گئے تو مجھے اتنی وحشت ہوئی کہ جی چاہا کہ پہلی ٹرین سے وطن چلا جاؤں، لیکن مجھے مولانا مرحوم نے خصوصیت سے بلایا تھا کہ جمعیۃ کا دفتر اس کے شایان شان ہونا چاہیے، اس لیے میں نے سوچا کہ اس کھنڈر اور ویرانے میں اگر نہیں ٹھہروں گا تو جدید دفتر کیوں کر تعمیر ہوگا، سینے پر پتھر رکھ کر دل کے اُٹھتے ہوئے جذبات کو دبا کر میں نے رہنا منظور کرلیا اور پہلے دن سے اس کھنڈر سے نکلنے کی تدبیریں سوچنے لگا، کہ اتفاقاً حالات ایسے ہوگئے کہ مجھے فوری اقدام کرنا پڑا کیونکہ میری جان خود خطرے میں پڑگئی، مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اگر میں نے عجلت سے کام نہیں لیا تو میری لاش بے گوروکفن اسی کھنڈر میں پڑی رہ جائے گی کوئی اُٹھانے والا نہیں ملے گا، پراپرٹی ڈیلروں کی مدد سے درجنوں عمارتیں دیکھ ڈالیں لیکن دل کسی پر مطمئن نہیں ہوا، کیونکہ میں مولانا مرحوم کے مزاج سے واقف تھا، میں شاہراہ عام پر عمارت چاہتا تھا اور یہی کام مشکل تھا اتفاق سے ایک دلال نے مجھے موجودہ عمارت دکھائی جو کچہری روڈ پر ہے، تمام مسلم وکلاء اسی روڈ پر رہتے ہیں، مسلم مجلس کے اخبار ندائے ملت کے ایڈیٹر آصف قدوائی یہیں رہتے ہیں، ماجد دریا آبادی کے برادر زادہ حکیم عبدالقوی یہیں سے سیاست کا اداریہ لکھ کر بھیجتے ہیں، یہ قلب شہر میں آباد ہے، فرانس کا پیرس ہے، خاص طور سے یہ سڑک سب سے کشادہ اور ٹریفک کے لحاظ سے پُرسکون سڑک ہے، گاڑیاں دفتر کے سامنے کھڑی کی جاسکتی ہیں، حتیٰ کہ وزیراعلیٰ اُترپردیش بہوگنا کا افتتاحی جلسہ بھی اسی جگہ ہوا، میں نے یہ عمارت پسند کرلی اور مالک سے گلمرگ ہوٹل میں تنہا گفتگو کی اور چند منٹوں میں معاملہ طے پاگیا، شام کو دہلی میں مولانا مرحوم کو بتایا اور خواہش ظاہر کی آپ ایک نظر دیکھ لیں، آپ نے فوراً مجھے بتایا کہ میں صبح سویرے لکھنؤ پہنچ رہا ہوں، ایک رفیق سفر کو بلا کر فرمایا کہ چلو فوراً لکھنؤ چلنا ہے، اور سچ مچ صبح سویرے مولانا پہنچ گئے ایڈوانس کی آدھی رقم اسی وقت مالک مکان کو دے دی، اور دو سال کی انتھک محنت کے بعد تین منزلہ عمارت تیار ہوگئی، اور مولانا کو سکون حاصل ہوا کہ صوبائی دفتر کی عمارت ان کے حسبِ منشا بن گئی۔

مولانا کے کام کرنے کا طریقہ یہی تھا کہ جس کام کا منصوبہ بنایا تو دن رات اسی کی فکر میں لگ جاتے اور اس کو جلد سے جلد پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی ہرامکانی جدوجہد فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ ہر موقعے پر کامیاب ہوتے تھے۔

● مختلف مسلم تنظیموں سے امیرالہند کے انتخاب کے لیے صلاح ومشورے کئے اور ایک جماعت نے امیرالہند کے انتخاب کے لیے اپنا اجلاس بمبئی میں بلانے کا اعلان بھی کردیا، اور اس کی تیاریاں شروع کردیں۔

مولانا مدنی بہت دنوں نے اپنی مخصوص مجلسوں میں اس کی ضرورت پر گفتگو فرماتے رہے مگر عملی اقدام کی نوبت نہیں آئی تھی، جب بمبئی کے اجلاس کی خبر ملی کہ وہ دو مہینے بعد کسی تاریخ میں ہورہا ہے تو آپ نے دہلی دفتر میں آکر پورے ہندوستان کے ذمہ داروں کو جمعیۃ کے خصوصی اجلاس کی دعوت دی، اجلاس کی تاریخ ایک ہفتہ کے اندر کی تھی مولانا کی آواز میں جو جادو تھا وہ کام کرگیا، دفتر شرکاء اجلاس سے بھر گیا، آپ نے اس میں ایک پُرجوش تقریر فرمائی اور فرمایا کہ میں اس عظیم منصب کے لیے ہندوستان کے سب سے بڑے عالم، فقیہ ومحدث مولانا حبیب الرحمٰن کا نام پیش کرتا ہوں، یہ نام سنتے ہی ایک جوش کی فضا پیدا ہوگئی اور تائید کا شور مچ گیا، خبررساں ایجنسیوں کو خبر دے دی گئی، اور اخباروں میں انتخاب کی کارروائی آ گئی۔

● آج ایسا متحرک فعال دُور اندیش مدبر جس نے اپنے تدبر اور نکتہ رسی کی وجہ سے مسلمانوں کے کتنے مسائل حل کئے ہمارے درمیان نہیں رہا، میں اس غم ناک دن کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ مجھے حضرت مدنی کی وفات پر دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے خود اپنی آنکھوں سے نظارہ کرنا پڑے گا، کاش ان کی زندگی پر مکمل روشنی ڈالنے کی نوبت آتی تو ہمارے جیسے دیوانوں کو قومی خدمت میں صحیح رہنمائی ملتی، ان کے نقوش قدم روشن ہوجاتے تو ہم کو ان سے روشنی ملتی، خدا مولانا مرحوم کو علماء وصلحاو بزرگانِ دین کے درجہ میں سرفراز کرکے ان کی غلطیوں سے درگزر فرمائے، اور ان کی عظیم قربانیوں کا بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے۔ ○○

وہ ایک عظیم انسان تھے

سہ ماہی مجلّہ پیغامِ باب العلوم دہلی کا اداریہ

موت ایک تلخ مگر زندہ حقیقت ہے، دنیا میں ہر آنے والے کے لیے جانا مقدر ہے۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر نبی امی فداہ ابی و امی۔ تک اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تا قیامِ قیامت ہر ذی روح کو موت کی آزمائش سے گزرنا ہے۔ امیرالہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ بھی بالآخر موت کی اس آزمائش سے دو چار ہوکر اپنے رب کے آغوش رحمت میں چلے گئے۔ رحمۃ اللّٰہ رحمہ واسعۃ۔

بلاشبہ امیرالہند مولانا مدنی قدس سرہٗ کی وفات ہم سب کے لیے ایک زبردست سانحہ ہے۔ مولانا مدنی اپنے اجتماعی فکر و ذہن اور عملی خدمات کی وسعت کے لحاظ سے ملت اسلامیہ کی ایک معتبر و متعارف شخصیت تھے، انھوں نے قدم قدم پر اپنی آبائی روایات کو بڑی حد تک نبھایا وہ ایک مرشد کامل نڈر سپاہی اور ایک عظیم انسان تھے۔ تاریخ میں ایسی کم ہی شخصیتیں گزری ہیں جنھوں نے سیاست اور اصلاح باطن کے عمل کو ایک ساتھ اس طرح انجام دیا ہو جس طرح مولانا اسعد مدنی قدس سرہٗ نے انجام دیا ہے۔ مولانا اسعد مدنیؒ تعلیم و تدریس سے بھی وابستہ رہے، اُنھوں نے دعوت و اصلاح کا فریضہ انجام دیا انھوں نے پارلیمنٹ کی رُکنیت قبول کر کے مسلم مسائل حل کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی اور اُنھوں نے مسلمانوں کے مسائل کو اربابِ اقتدار تک پہنچانے میں بھی کسی پس و پیش سے کام نہیں لیا۔ قومی یک جہتی مولانا مدنیؒ کا خصوصی وظیفۂ حیات اور ہمدردی و غمگساری ان کا طرۂ امتیاز تھا اس طرح حضرتؒ کی حیات مبارکہ ملک و ملت اور دنیائے انسانیت کے لیے ایک رحمت اور نعمتِ عظمیٰ تھی۔

مولانا مدنیؒ ہمیشہ باطل کے خلاف سینہ سپر رہے انھوں نے باطل فرقوں کے خلاف جو جدوجہد کی ہے خواہ اس کا تعلّق ردِ مودودیت سے ہو، غیر مقلدیت کے رد سے ہو یا فتنۂ قادیانیت کے تعاقب سے، علماء اہلِ حق کی تاریخ میں سنہرے حرفوں میں لکھی جائے گی، اُن کی ذاتِ گرامی رات میں شب زندہ دار اور دن میں مجاہد و شہسوار کے مصداق تھی۔

مولانا مدنی قدس سرہٗ کی شخصیت ہمہ جہت و ہمہ گیر تھی، حضرت امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اس ظلمت کدۂ ہند میں اسلام کی بقاء تحفظ و استحکام کے لیے جو تحریک شروع کی تھی اور جسے ان کے فرزند ارجمند حضرت امام شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بام کمال تک پہنچایا تھا۔ مولانا مدنیؒ بلاشبہ اس کی آخری کڑی تھے وہ ایک طرف جمعیۃ علماء ہند جیسی ملک گیر باوقار مسلم تنظیم کے روحِ رواں تھے تو دوسری طرف ملک بھر میں پھیلے ہوئے دینی و علمی اداروں کی سرپرستی کا بارِگراں بھی اُن کے کندھوں پر تھا۔ انھوں نے دارالعلوم دیوبند کے تحفظ اور پھر اسے آگے بڑھانے کے لیے جو قربانیاں دی ہیں وہ تاریخ دیوبند کا ایک روشن باب ہے۔ انھوں نے جو تحریک شروع کی اسے انجام تک پہنچایا، اُن کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ انھوں نے ہمیشہ راہِ عزیمت کو اختیار کیا وہ رخصت پر ہمیشہ عزیمت کو ترجیح دیتے تھے۔ سخاوت، مہمان نوازی اور ایثار اُن کی زندگی کا حصّہ بن چکی تھیں۔ جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے انھوں نے ملک و ملت کی جو نمایاں خدمات انجام دی ہیں وہ آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔

افسوس صد افسوس امیرالہند قدس سرہٗ کی ہمہ جہت و ہمہ گیر شخصیت آج ہم سے جدا ہوکر اپنے مالک حقیقی کے پاس اپنے کارہائے خیر کا بدلہ لینے کے لیے اس کی آغوش رحمت میں جاچکی ہے۔ آپ کی وفات کا غم کسی ایک فرد، خاندان، ادارہ یا ملک کا غم نہیں ہے بلکہ یہ پوری ملت اور پورے عالم اسلام کا غم ہے جس کے لیے ملت کا ہر فرد تعزیت کا مستحق ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو کروٹ کروٹ چین نصیب فرمائے۔ جنت الفردوس کے اعلیٰ درجات عطا فرمائے، پسماندگان کو جن میں پوری ملت شامل ہے اور صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین! ○○

مدرسہ دارالعلوم شریفیہ

قلعہ والی مسجد، ہنومان گڈھ ٹاؤن، (راجستھان) رجسٹریشن نمبر: 4195

مہتمم: حاجی **شریف احمد** صاحب دامت برکاتہم
سرپرست: حضرت مولانا **چراغ الدین** صاحب (رئیس التبلیغ صوبہ راجستھان)
صدر: حاجی **یوسف** صاحب

یہ مدرسہ ایک ایسے علاقہ میں واقع ہے جہاں دینی فضاء بالکل نہیں ہے۔ چاروں طرف بے دینی ہی بے دینی کا ماحول ہے اور لوگ شرک و بدعت کی ضلالت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ تو ایسے علاقہ میں ایک دینی تعلیم گاہ کا وجود ضروری تھا۔ لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے ایک بندے کی فکر پر مدرسہ ہٰذا کا قیام وجود میں آیا۔

تمام مسلمین حضرات سے گزارش ہے کہ اس مدرسہ کی ترقی کے لیے دعاء کریں۔

آئینہ مدرسہ ھذا

● طلباء وطالبات: ۱۰۰ (مقامی وبیرونی) ● مدرسین وملازمین: ۴
شعبہ جات: ● درجہ حفظ وناظرہ ودینیات وتجوید

سالانہ آمد: -/205880 ● سالانہ خرچ: -/250482

الداعی: **حاجی شریف احمد** مہتمم

مدرسہ دارالعلوم شریفیہ

قلعہ والی مسجد، ہنومان گڈھ ٹاؤن، (راجستھان) فون: 01552-226786 PP

مدرسہ قاسم العلوم

چانیوں کی ڈھانی ڈاکخانہ نوتلا پاٹودی، تحصیل پنچ پدرہ ضلع باڑ میر

بانی: **نصیر خاں صاحب چانیہ** مرحوم
سرپرست: قاری ومولانا محمد امین (مجاز حضرت فدائے ملتؒ)

مدرسہ ہٰذا مغربی راجستھان کے ضلع باڑمیر کی ایک مؤقر دینی، تعلیمی وتربیتی درسگاہ ہے اور ایسے علاقہ میں واقع ہے جہاں مسلمان دینی ودنیاوی اعتبار سے انتہائی پسماندہ ہیں، بدعت وجہالت کا غلبہ ہے۔ مدرسہ ہٰذا مسلمان اوران کی نسل کو دینی وتعلیمی تربیت سے آراستہ کرنے کے لیے تعلیمی ودعوتی جدوجہد کررہا ہے۔ الحمدللہ خطہ کے مسلمانوں میں دینی شعور کی بیداری اوراپنے اسلامی تشخص کی بقاء کی فکر پیدا ہورہی ہے۔

آئینہ مدرسہ ھذا

❑ سن تاسیس: ۱۳۹۱ ❑ تعداد طلبہ امدادی: ۱۵۰ ❑ غیر امدادی: ۱۰۰ ❑ مدرسین وملازمین: ۸

معیارِ تعلیم

❑ ناظرہ ودینیات ❑ حفظ وتجوید ❑ فارسی اوّل تا عربی اول ❑ ہندی وانگریزی پرائمری تک

عزائم و منصوبے

❑ دارالاقامہ ❑ مطبخ ❑ دارالمدرسین ❑ کتب خانہ کی تعمیر

اہل خیر حضرات سے مخلصانہ اپیل ہے کہ مدرسہ ہٰذا کا بھرپور تعاون کریں

ترسیل زر کا پتہ: مولانا شیر محمد صاحب (مہتمم) **مدرسہ قاسم العلوم**
چانیوں کی ڈھانی پوسٹ نوتلا تحصیل پنچ پدرہ ضلع باڑمیر (راجستھان)

Madrasa Qasimul Uloom Chanion KI Dhani
Po Notala, Tahsil Panchpadra Distt Barmer-344032 (Raj)

خراجِ عقیدت

سلام محسن قوم، فدائے ملت، امیر الہند ثانی

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ

کو جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی

افضل الاشغال خدمت الناس

پر زندگی بھر عامل رہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ ان کے جانشین

حضرت مولانا سیّد محمود مدنی
(ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند و ممبر پارلیمنٹ)

بھی اس حدیث پرعمل فرمائیں گے۔

(مولانا) **محمد راشد قاسمی**، ممبئی

MD. RASHID QUASMI
Whole Sale & Retail,
Supplier Titanium Dioxide
Mumbai - 400062
Mobile : 09820733443

جامعہ عائشہ صدیقہ محلّہ کسرول، مرادآباد

جگر گوشۂ شیخ الاسلام حضرت فدائے ملت امیر الہند

مولانا سیّد اسعد مدنیؒ

کو

خراجِ عقیدت

اور ہفت روزہ الجمعیۃ کی خصوصی پیشکش

فدائے ملت نمبر

کی اشاعت پر تمام ذمہ داران اور خدام کو مبارکباد!

نذیر الدین قاسمی (ناظم)

مدرسہ عائشہ صدیقہ

محلّہ کسرول، مرادآباد (یوپی)

موبائل: 9838403988

آہ! میرِ کارواں رخصت ہوا

ماہنامہ ''المآثر'' مئوناتھ بھنجن کی ادارتی تحریر

۷/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۶/فروری ۲۰۰۶ء مغرب کی نماز کے بعد راقم الحروف کی درسگاہ میں ناظم مدرسہ مرقاۃ العلوم وسرپرست المآثر حضرت مولانا رشید احمد صاحب دام ظلہ العالی تشریف فرما تھے، تقریباً سوا چھ کا وقت ہوا ہوگا کہ اچانک ان کے موبائل فون کی گھنٹی بجی، ناظم صاحب نے فون ریسیو (Receive) کرتے ہی نہایت پُر درد لہجے میں إنّــا لــلّٰــہ وإنــا الیــہ راجــعـــون پڑھا، اس کلمہ ترجیع کی ادائیگی کا انداز کچھ ایسا کرب انگیز اور اضطراب آمیز تھا کہ پردۂ سماعت سے ٹکراتے ہی فکر وخیال میں ایک برقی روسی دوڑی، اور دل دھڑکنے لگا کہ کہیں اسی حادثہ کی خبر صاعقہ اثر نہ ہو جس کا تین مہینے سے ہر لمحہ اور ہر پل دھڑکا لگا رہتا تھا، بالآخر فون بند کرتے ہی ناظم صاحب مدظلہٗ نے وہ روح فرسا خبر سنادی، جو جنگل کی آگ سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ نہ صرف اطراف ہند بلکہ پورے عالم اسلام میں پھیل گئی، اور جس نے جہاں سنا وہیں تصویرِ غم بن گیا، یعنی مسلمانانِ ہند کے سفینۂ قومی وملی کے ناخدا، جگر گوشۂ شیخ الاسلام، صدر جمعیۃ علماء ہند، امیر الہند، فدائے ملّت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی، دامت برکاتہم اور دام ظلہم سے اب نور اللہ مرقدہٗ قدس سرّہ ہوگئے، فإنا للّٰہ وإنا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا مرحوم کی خبرِ وفات کانوں میں پڑنی تھی کہ یکلخت قلب و دماغ مختلف النوع خیالات کی آماجگاہ بن گیا، مولانا کی عظیم المرتبت شخصیت، ان کی ہر دم رواں ہردم دواں اور جدوجہد بھری زندگی، اور ہندوستانی مسلمانوں کی ایک عظیم ترین ستون سے محرومی، اور اسی جیسے بہت سارے افکار وخیالات نے قوت غور وفکر پر ہجوم کردیا۔ انھوں نے ایسے نازک وقت میں قوم وملت کو داغ مفارقت دے دیا، جبکہ ملت کو ان کی رہنمائی اور قیادت کی پہلے سے زیادہ تھی ضرورت، لیکن یہ قضا وقدر کا فیصلہ تھا، جس میں ایک پل کی بھی تقدیم وتاخیر ممکن نہیں ہے:

(حتی إذا جاء اَجلھا لا یستأخرون ساعۃ ولا یستقدمون)

مولانا مرحوم کی ذات ستودہ صفات بہت ساری خوبیوں کا مجموعہ تھی، وہ علمی مقام کے ساتھ ساتھ، جو قائدانہ صلاحیتیں رکھتے تھے، اس سے کسی کو مجال انکار نہیں ہوسکتی، وہ ایک عالمِ دین ہونے کے علاوہ دُور حاضر میں ہندوستانی مسلمانوں کے سب سے بڑے قائد، رہنما، اور مدبّر تھے، انھوں نے نہایت نازک اور سخت ترین مواقع پر مسلمانوں کی رہنمائی اور قیادت کی ہے، پورے ہندوستان میں صرف مولانا ہی کی ایک شخصیت تھی کہ ناموس ملت پر جب کوئی آنچ آتی تھی، تو وہ اس کے دفاع کے لیے سینہ سپر ہوجاتے تھے، خطروں کی بوکو وہ دور سے سونگھ لیتے تھے، اور ایک آواز پر ملک کے گوشے گوشے سے مسلمانوں کو جمع کرکے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش کرنے والوں کو ان کی قوت و طاقت کا احساس دلادیتے تھے، ہندوستان کے قانون ساز اداروں میں جب بھی کوئی ایسا بل لایا جاتا، جس سے اسلام اور مسلمانوں کے قومی ومذہبی تشخص پر زد پڑتی ہو، تو خطرے کا الارم سب سے پہلے مولانا کے کانوں میں گونجتا تھا، اور وہ اسلام کے ماننے والوں کو اس سے چوکنّا کردیتے تھے۔ بحیثیت رکن پارلیمنٹ وہ کئی برس تک ہندوستان کے ایوانِ بالا میں اپنی قوت فکر، بیدار مغزی، عزم وحوصلہ، اور ہمّت وارادہ کا لوہا منواتے رہے، وقت پڑنے پر وہ حکومت وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے، اور لکھے ہوے اور طے شدہ فیصلوں کو واپس لینے یا سرد خانوں کے حوالے کرنے پر مجبور کرتے۔ ان کی قوم پرستی اور قائدانہ صلاحیت تسلیم کرنے پر دوست ودشمن سب مجبور تھے، ہندوستان کے غیر مسلم لیڈران بھی ان کی قدر آور شخصیت کے قائل تھے، اور ان کی رائے اور مشورے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، کوئی قومی وملی مسئلہ درپیش ہوتا تو مختلف پارٹیوں اور متعدد مذاہب کے رہنماؤں کو ایک اسٹیج پر لاکر ان کو مسلمانوں کے حق میں اظہارِ خیال کرنے پر مجبور کردیتے تھے، یہ وہ عجیب وغریب صلاحیت تھی، جس کا حامل پورے ہندوستان میں کوئی دوسرا نہیں نظر آتا۔

وہ ایک قائد اور رہنما ہونے کے ساتھ ساتھ شب زندہ دار اور تہجد گزار بھی تھے، ایک بہت بڑی جماعت کے شیخ ومرشد اور روحانی مربی تھے، ان کے دامن تربیت سے وابستہ افراد پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں، جو ان سے والہانہ تعلق اور عقیدت رکھتے تھے، حضرت مولانا اسعد صاحب (قــد افــلـح الـمؤمنون، الذین ھم فی صلاتھم خاشعون) کی زندہ جاوید مثال تھے، نماز اس قدر سکون واطمینان اور خشوع وخضوع سے ادا فرماتے

تھے، جیسے خود فراموشی کی کیفیت طاری ہوگئی ہو، سفر میں ہوں یا حضر میں، سواری پر ہوں، یا بساط ارضی پر، نماز ہر جگہ اتنی ہی عمدہ پڑھتے تھے، جیسے اپنے خالق حقیقی کے ماسوا ہر چیز فراموش کر بیٹھے ہوں۔

مولانا سخاوت میں بھی اپنی مثال آپ تھے، ضیافت اور مہمان نوازی وہ بلند ترین وصف تھا جو ان کو وراثت میں ملا تھا، اپنے مہمانوں کی خبر گیری اور ان کی خاطر مدارات کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے، نہ جانے کتنے لوگ روزانہ ان کے خوان یغما سے متمتع اور مستفیض ہوتے تھے۔

مولانا مرحوم کے حضرت محدث کبیرؒ کے ساتھ جو روابط اور تعلقات تھے، ان کو سپردِ قلم کرنا مشکل ہے، مولانا ان کو اپنا سرپرست سمجھتے تھے اور اہم امور میں ان سے مشورے لیتے تھے، کتنی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ صرف ملاقات اور زیارت کی غرض سے مولانا مرحوم نے مئو تک کا سفر کیا، اور ملاقات کے فوراً بعد روانہ ہوگئے، وہ حضرت محدث کبیرؒ کے علم وفضل، تقویٰ وطہارت، اخلاص ومحبت اور اصابت رائے وقوتِ فکر وکردار کے سچے دل سے قائل تھے، اور اسی کا مظہر تھا کہ ۶؍اکتوبر ۱۹۸۶ء کو جمعیۃ علماء ہند کے دفتر واقع نئی دہلی میں انھوں نے نمائندہ اجلاس بلایا، اور مسلمانوں کی مذہبی وملی قیادت کے لیے حضرت محدث کبیرؒ کے انتخاب کا اعلان کیا۔

راقم الحروف نے حضرت محدث کبیرؒ کے اخیر عمر کے کئی سال کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا ہے، اس کی روشنی میں بلا جھجک یہ کہہ سکتا ہے کہ مولانا اسعد صاحب سے زیادہ قریب اور زیادہ تعلّق رکھنے والے ہندوستان کے کسی دوسرے عالم کو نہیں دیکھا، حضرت محدث کبیرؒ کو شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ سے جو ربط تھا، اس کا پاس آپ نے زندگی بھر رکھا۔ امارتِ شرعیہ کے قیام کے بعد جب پورے ہندوستان میں ذیلی اور صوبائی امارتوں کا قیام عمل میں آرہا تھا، تو اُتر پردیش کا اجلاس کانپور میں منعقد ہوا، اس سفر میں راقم بھی حضرت محدث کبیرؒ کی خدمت گزاری کے لیے ان کے ساتھ تھا، ہمارا قافلہ کانپور شام کے وقت پہنچا تھا، حضرت علیہ الرحمہ نے مولانا اسعد صاحب کے بارے میں دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ رات کے پچھلے پہر تشریف لائیں گے، حضرت محدث کبیرؒ نے فرمایا کہ وہ جس وقت آجائیں، اسی وقت مجھے جگا دیا جائے، مولانا اسعد صاحب کو بھی وہیں قیام کرنا تھا، جہاں حضرت کا قیام تھا، اور جیسے ہی مولانا تشریف لائے، ان کے ساتھ بیٹھ کر گفتگو کی، احوال دریافت کیے اور اہم امور پر تبادلۂ خیال کیا۔

اس ربط وتعلّق کا اظہار حضرت مولانا رشید احمد صاحب کے طرزِ عمل سے بھی ہمیشہ ہوتا رہا، جب بھی مولانا مرحوم کی کسی شدید علالت کی اطلاع ملتی، تو ان پر ایک بیقراری سی طاری ہوجاتی، اور ان کے شفا کے لیے مدرسے میں حصن حصین اور بخاری شریف وغیرہ کا ختم کراکے دُعا کا اہتمام کرتے۔

مولانا مرحوم بھی حضرت محدث کبیرؒ سے نسبت رکھنے والوں سے محبت و شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، آپ کے صاحبزادگان، حضرت مولانا رشید احمد صاحب وحاجی سعید احمد صاحب کا بہت خیال رکھتے تھے، خود اس راقم کو بھی کئی دفعہ دہلی میں سلام مصافحہ کی سعادت حاصل ہوئی، تو ان کی خیریت ضرور پوچھی ہدیۂ سلام بھجوایا، دو سال پہلے دہلی کے ایک سفر میں ان کو احقر کے بارے میں عشاء کے وقت معلوم ہوا، تو اسی وقت تلاش کروایا، لیکن اس وقت میں مسجد عبد النبی میں نہیں تھا، آنے پر معلوم ہوا کہ حضرت مولانا نے تلاش کرایا تھا، میں نے سوچا کہ صبح حاضری دوں گا، صبح فجر کی نماز کے بعد اپنے کمرے میں آکر بیٹھا ہی تھا کہ ایک صاحب نام پوچھتے ہوئے آگئے کہ حضرت نے ناشتے کے لیے بلایا ہے، حاضر ہوا تو مولانا مرحوم دسترخوان پر بیٹھے تھے، اپنے پہلو میں بٹھایا، اور نہایت محبت وشفقت اور لطف وعنایت کے ساتھ ایک ایک چیز اصرار کرکے کھلاتے رہے۔ یہ بات اپنی کوئی اہمیت جتانے کے لیے نہیں لکھی گئی ہے، صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ حضرت مولانا اسعد صاحب علیہ الرحمہ کو حضرت محدثِ کبیر علیہ الرحمۃ سے کس قدر گہرا تعلّق تھا، کہ ان سے ذرا سی نسبت رکھنے والے کا بھی اس درجہ خیال فرماتے تھے۔

مولانا مرحوم قوم وملّت کا بہت بڑا سرمایہ تھے، ان کی وفات سے ہندوسان اور بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں کی قیادت میں جو خلا واقع ہوا ہے، اس کا پُر ہونا ممکن نہیں تو مشکل ضرور معلوم ہوتا ہے، آپ کی طرح مؤثر شخصیت، سیاسی بصیرت، فکر وتدبر، قائدانہ صلاحیت، ہوشمندی وبیدار مغزی کا اہل پورے ہندوستان میں کوئی نظر نہیں آتا، آپ ہندوستانی مسلمانوں کے مرکز امید اور قومی سطح پر سب سے مضبوط ستون تھے:

وما كان "أسعد" هلكه هلك واحد
ولكنه بنيان قوم تهدما

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے حضرت مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کی قبر کو منوّر فرمائے، اور رحمت ورضوان کی بارش برسائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، جمعیۃ علماء ہند کو ان کا سچّا جانشین عطا فرمائے، اور امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین ثم آمین!

○○

کہیں سے آبِ بقائے دوام لاساقی

غیر موقت مجلہ ''تذکیر'' غازی پور کا ادارتی نوٹ

ہم ذیل میں ایک ایسے دل دوز سانحہ کا ذکر کرنے جا رہے ہیں جس نے ہمارے وجود کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ۶/فروری کی شب میں عشاء کی نماز سے ذرا پہلے مدرسہ دینیہ کے ایک ابن قدیم مولوی سیّد عزیز الرحمٰن نے جانسٹھ ضلع مظفر نگر سے مہتمم صاحب مدرسہ دینیہ کو بذریعہ فون اطلاع کی کہ حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحلت فرما گئے۔ خبر کیا تھی بجلی کا کوندا تھا جس نے دل و دماغ کو مفلوج کر کے رکھ دیا۔ خبر پر یقین اس لیے کرنا پڑا کہ خبر دینے والا معتبر تھا اور کھٹکا تو ہفتوں کیا مہینوں سے لگا ہوا تھا۔

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ جن کی عمر کی درازی اور سایہ کی برقراری کی دُعائیں مانگی جارہی تھی ایسا روٹھے کہ جیتے جی ہم سے منہ موڑ لیا۔ انھوں نے تین مہینے پہلے ہی آنکھیں موڑ لی تھی اور رب سے ناطہ جوڑ لیا تھا، خبر کا سننا تھا کہ مدرسہ کا ہر فرد غم کی تصویر بن گیا۔ فوراً ہی جلسہ تعزیت کا اعلان کیا گیا اور طلبہ و اساتذہ مدرسہ کی مسجد میں جمع ہوگئے۔ سب نے حضرت مولانا کی روح کو ایصال ثواب کیا اور مہتمم صاحب اور اساتذہ کرام نے مجمع کے سامنے حضرت مولانا کے محاسن و خدمات کی تفصیل بیان کی۔ حضرت مہتمم صاحب نے فدائے ملتؒ کی چالیس سالہ زندگی کے اہم واقعات و خدمات کا مؤثر انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے ان کی شخصیت کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مولانا کی دینی و ملی خدمات کا مفصل تذکرہ اس مختصر سی مجلس میں نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے ان کی دینی تعلیمی، تدریسی اور سیاسی خدمات کا احاطہ کرتے ہوئے کہا کہ مولانا کی زندگی دین و سیاست کا ایک سنگم تھی۔ کل بھی شد و مد سے کہا گیا تھا کہ دین سے سیاست کا کیا جوڑ اور آج بھی یہ بات کہی جاتی ہے مگر علامہ اقبال کے بقول:

''جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی''

اسی چنگیزی کے خلاف مولانا اسعد صاحب جیسے بزرگ میدان میں اُترے مگر کیا کیجیے کہ موجودہ سیاست کی غلاظت اتنی بڑھتی جاتی ہے کہ اب اس کی صحت کی طرف سے مایوسی پیدا ہو چلی ہے۔

مولانا جس تندہی و سرعت کے ساتھ تعلیمی و تبلیغی اسفار کیا کرتے اور مدرسوں کے جلسوں میں شرکت کیا کرتے تھے اور جس انہماک کے ساتھ بیعت و ارشاد کی مجلسیں گرم کیا کرتے تھے اس سے کم دلچسپی و انہماک کے ساتھ بزم سیاست میں شریک نہ تھے۔ شیخ الاسلام اور ہمارے دوسرے اکابر بھی آزادی سے قبل سرگرم سیاست میں حصّہ لیتے تھے مگر آزادی سے قبل کی سیاست اور آزادی کے بعد کی سیاست میں بڑا فرق ہے۔ پہلے اس میں کوئی غل و غش اور لوٹ کھسوٹ نہ تھی۔ خلوص تھا، مجاہدہ تھا، اقتدار کی للک نہ تھی اور آج یہ عالم ہے کہ وہ سب کچھ ہے جو نہ ہونا چاہیے تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ آزادی کی طلب اور تڑپ نے اہل مدارس کو اس میدان تک پہنچایا تھا۔ کاش کہ وہ آزادی کے بعد بھی اسی طرح اس میدان میں ڈٹے رہتے۔ مشہور ہے خانۂ خالی را دیومی گیرد۔ انھوں نے میدان چھوڑا تو خالی جگہ کو انھوں نے پر کیا جو جاہ اور مال کے طالب تھے۔ سچ پوچھیے تو مولانا اسعد مدنی اس میدان میں تنہا رہ گئے تھے۔ جمہوریت میں سروں کو گنا جاتا ہے شاید اسی کمی کی وجہ سے ہم نہ کانگریس کو جھکا سکے نہ دوسرے سیاسی حلقوں میں کوئی جگہ بنا سکے اور دنیا نے ہمیں سیاسی بازیگروں کا آلہ کار اور حاشیہ نشین سمجھ لیا۔ بلاشبہ مولانا کے اِرد گرد علماء اور اہل مدارس بڑی تعداد میں جمع تھے مگر یہ حضرات خود سیاست میں زیرو تھے اور سیاسی منچ سے بہت دور تھے اس لیے وہ دباؤ اور موجودہ سیاسی اصطلاح میں ''پریشر گروپ'' نہ تیار ہو سکا جس کی سخت ضرورت تھی۔ بہرحال مولانا پوری قوت کے ساتھ لگے رہے، دوڑتے رہے، بھاگتے رہے حتیٰ کہ ''پیام مشرق'' ویکلی نے اپنے کالم قلمی چہرے میں یہ تبصرہ کیا کہ ''لگتا ہے ریل کی پٹریاں مولانا اسعد مدنی ہی کے لیے بچھائی گئی ہیں۔''

مولانا نے پارلیمنٹ کے اندر اور اس کے باہر بھی مسلم کاز کے لیے آواز اُٹھائی، فساد زدہ علاقوں میں گئے، فسادات کے سیلاب پر بند باندھنے کے لیے کنونشن پر کنونشن کئے، تحریکیں چلائیں۔ پہلی تحریک جنتا حکومت کے دور میں چلی جو کامیاب سمجھی گئی مگر اندرا کی حکومت میں جب اس کا دوسرا دور شروع ہوا تو جنرل شاہنواز جیسے مجاہد آزادی کو وزیر داخلہ بوٹا سنگھ نے فریب میں مبتلا کر کے تحریک کو ناکام بنا دیا۔ تحریک واپس لے لی گئی اور ایک مطالبہ بھی آج تک پورا نہیں ہوا اور مسلمانوں کے مسائل اور مطالبات پر بدستور دھند چھائی ہوئی ہے۔ جامعہ ملیہ کے بانی شیخ الہند تھے مگر اس کو یونیورسٹی کا درجہ دیتے وقت گاندھی جی کو بانی کا درجہ دے دیا گیا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا جو حشر ہوا وہ ہمارے سامنے ہے، مدارس آج بھی سرکاری ریکارڈوں میں دہشت گردی کے اڈّے ہیں، فسادات کی ''ٹنڈینسی'' ہے کہ بدلنے کا نام نہیں لیتی۔ مولانا مدنیؒ ان تمام اشوز پر آواز اُٹھاتے رہے ہیں، انھوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں جبکہ صحت جواب دے گئی تھی آسام کی کانگریس منسٹری کی جم کر مخالفت کی اور شہریت کے سوال پر اس کی گندی پالیسی کے خلاف آواز اُٹھائی اور یہاں تک کہہ دیا کہ اگر آسامی حکومت نے اپنا رویہ نہ بدلا تو ہم آسام میں علیحدہ سیاسی جماعت بنا کر الیکشن میں حصّہ لیں گے اور کانگریسی سرکار کا تختہ پلٹ دیں گے حالانکہ جمعیت کا یہ مستحکم فیصلہ ہے کہ وہ پارلیمانی سیاست میں حصّہ نہیں لے گی۔ ان کا یہ فیصلہ ان کے والد گرامی قدر شیخ الاسلامؒ کے اس فیصلے کی یاد دلاتا ہے جو انھوں نے آزادی کے معاً بعد دارالعلوم دیوبند کی تلاشی کے بعد کیا تھا اور مدنی منزل سے پنڈت گوبند ولبھ پنت وزیر اعلیٰ یوپی کو واپس کر دیا تھا اور ملنے سے انکار کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان کے جانشینوں سے وہ کام لے جو ان کے اسلاف نے انجام دیئے۔

ملک اور دنیا کے حالات دگر گوں ہیں۔ سیاست غلاظت کا ٹوکرا بن چکی ہے، مسلمانوں کا استحصال ہو رہا ہے، ان کے حقوق پر ڈاکے ڈالے جا رہے ہیں، ان کی معیشت تباہ ہے، وہ خود اخلاقی زوال سے دوچار ہیں۔ نازک آپریشن کے لیے ماہر سرجن کی ضرورت ہے، ایسے نازک وقت میں مولانا کی مفارقت بہت شاق ہے اور لگتا ہے کہ ایک مضبوط کڑی ٹوٹ گئی ہے۔ اس وقت تو یہی کہنے کو جی چاہتا ہے:

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لاساقی

فدائے ملت حضرت امیر الہند مولانا سیّد اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ کے سانحۂ ارتحال پر

عالمگیر تعزیت

ترتیب: **مولانا نجیب اللہ بستوی**

۶؍فروری ۲۰۰۶ء کو امیر الہند فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ صدر جمعیۃ علماء ہند کا قیامت خیز سانحہ ارتحال پیش آیا جس سے پوری ملت اسلامیہ یتیم ہوگئی۔ ملت کا ہر فرد بلبلا اُٹھا، اپنے اپنے طور پر ہر شخص نے اظہارِ درد و کرب کیا، سینکڑوں نہیں ہزاروں تعزیتی اجلاسوں، مدارس میں ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا، دعائے مغفرت کی گئی، تعزیتی قراردادیں پاس کر کے حضرت فدائے ملتؒ کے ساتھ اپنی گہری عقیدت اور وابستگی کا اظہار کیا گیا۔ ایسے اداروں اور مدارس کی ایک ناقص فہرست پیش کی جارہی ہے۔

عالمی شخصیات اور ادارے

۱ ابواحمد محمد فرقان نعمانی .... مکہ مکرمہ
۲ مجلس تحفظ ختم نبوت .... نیپال
۳ جامعہ کمیونٹی آرگنائزیشن .... مہوتری، نیپال
۴ فضلاء و محبانِ دار العلوم دیوبند .... دوحہ، قطر
۵ سینٹر اسلامک جزیرہ .... ری یونین
۶ اسماعیل ساحہ .... پناما، سینٹرل امریکہ
۷ اجمل العطورات .... مدینہ منورہ، سعودی عرب
۸ جامعہ حسینیہ مفتاح العلوم .... رمول، نیپال
۹ جامعہ ام القریٰ .... مکہ مکرمہ، سعودی عرب
۱۰ شریمتی بار برا میٹکاف .... امریکہ
۱۱ دار العلوم ہدایت الاسلام .... سنسری، نیپال
۱۲ محمد اقبال احمد ڈونڈی .... ساؤتھ افریقہ
۱۳ نظیر احمد مودی .... ریور، ساؤتھ افریقہ
۱۴ محمد عذیر .... مدینہ منورہ
۱۵ محمد احمد صالح .... ڈھاکہ، بنگلہ دیش
۱۶ شبیر بھائی .... ڈربن، ساؤتھ افریقہ
۱۷ مولانا رشید بزرگ .... ری یونین
۱۸ مولانا ارشد رضا الحسنی .... مدینہ منورہ
۱۹ رابطہ عالم اسلامی .... مکہ مکرمہ
۲۰ مجلس شوریٰ مجمع علماء .... شمالی امریکہ
۲۱ دار العلوم .... ہولکمب بری
۲۲ مدرسہ حسینیہ .... سلاتوالی، پاکستان
۲۳ مدرسہ عربیہ احیاء العلوم .... جوت پور کہریا، نیپال
۲۴ جمعیۃ علماء ٹرانسوال .... جوہانسبرگ، ساؤتھ افریقہ
۲۵ جامعہ مظاہر العلوم .... لطیف آباد، حیدرآباد، پاکستان
۲۶ مدرسہ القامیہ .... ساؤتھ افریقہ
۲۷ دار العلوم نور الاسلام .... جلپاپور، سنسری، نیپال
۲۸ اسلامک کلچر اینڈ ویلفیئر ایسوسی ایشن .... باٹلی پورک، شیئر، یوکے
۲۹ دار العلوم الحسینیہ .... سوناغازی فینی، بنگلہ دیش
۳۰ محمد اکرم راہی صاحب .... گلاسکو، اسکاٹ لینڈ
۳۱ عطاء الرحمٰن صدیقی .... دوحہ قطر
۳۲ محمد حنیف موتالا .... زامبیا
۳۳ اسلامک ڈیولپمنٹ بینک .... جدہ، سعودی عرب
۳۴ یوسف القرضاوی .... جدہ
۳۵ ڈاکٹر عبداللہ بن عمر نصیف .... جدہ
۳۶ دار العلوم العربیہ الاسلامیہ .... یوکے
۳۷ حفیظ الرحمٰن صاحب .... بیکبرن، یوکے
۳۸ مولانا عبدالکریم .... ریاض، سعودی عرب

یوپی

۳۹ دار العلوم .... دیوبند
۴۰ مجلس شوریٰ دار العلوم .... دیوبند
۴۱ دار العلوم وقف .... دیوبند
۴۲ جامع مسجد .... سہارنپور
۴۳ جامعہ اسلامیہ .... ریڑھی تاجپورہ، سہارنپور
۴۴ مدرسہ مظاہر علوم .... سہارنپور
۴۵ مدرسہ فرقانیہ .... گونڈہ
۴۶ جامعہ اسلامیہ امداد الاسلام .... کمال پور دریا پور بلندشہر
۴۷ جامعہ عربیہ نور الاسلام .... شاہ پیر گیٹ، میرٹھ
۴۸ مدرسہ مظاہر علوم وقف .... سہارنپور

۴۹ جامعہ عربیہ تعلیم الدین .... مئوناتھ بھنجن
۵۰ مدرسہ تعلیم القرآن .... رسولپور کلاں، چھٹمل پور، سہارنپور
۵۱ مدنی دارالقرآن .... مئوناتھ بھنجن
۵۲ مدرسہ مرقاۃ العلوم .... ضلع مئو
۵۳ مدنی جنرل اسٹور .... ضلع مئو
۵۴ مدرسہ عربیہ اصلاح المسلمین .... چھپیا معافی ضلع بستی
۵۵ جامعہ فاروقیہ .... صبرحد ضلع جونپور
۵۶ جامعہ مومنہ للبنات .... سپاہ ریلوے کراسنگ ضلع جونپور
۵۷ جامعہ اسلامیہ دارالعلوم .... مہذب پور پوسٹ سنجرپور، اعظم گڑھ
۵۸ جامعہ اسلامیہ .... قلندر پور، مظفر پور، اعظم گڑھ
۵۹ مدرسہ عظیمیہ اسلامیہ .... غازی پور
۶۰ مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ .... شیرکوٹ، بجنور
۶۱ مدرسہ اسلامیہ .... گرونڈی عدل ہاٹ ضلع مرزاپور
۶۲ جامعہ اسلامیہ قاسم العلوم .... قصبہ زمانیہ، غازی پور
۶۳ مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم .... جویا، جے پی نگر
۶۴ مدرسہ شیخ الہندؒ .... انجان شہید، اعظم گڑھ
۶۵ جامعہ منظر الاسلام .... مہراج گنج ضلع سلطانپور
۶۶ مدرسہ اسلامیہ عربیہ گلزار علوم .... گلاوٹھی، ضلع بلندشہر
۶۷ انجمن محمود المدارس .... مدن پورہ، بنارس
۶۸ دارالعلوم فاروقیہ .... محلّہ حسین آباد، ادری، ضلع مئو
۶۹ مسلم فنڈ .... کوپا گنج، مئو
۷۰ مدرسہ اسلامیہ مدینۃ العلوم .... کرم ڈیہہ ضلع گونڈہ
۷۱ جامعہ عربیہ عین الاسلام .... نوادہ، مبارکپور، اعظم گڑھ
۷۲ جامعہ ستاریہ فیض الرحیم .... نانکہ چھٹمل پور، سہارنپور
۷۳ جامعہ قاسمیہ جامع الہدیٰ .... کھاری، بجنور
۷۴ مدرسہ احیاء العلوم صدیقیہ .... پٹلو کھر، سہارنپور
۷۵ مدرسہ عربیہ فیضان العلوم .... بہادر گنج، غازی پور
۷۶ مدرسہ سراج العلوم .... محلّہ بانسہ، پورہ معروف ضلع مئو
۷۷ مدرسہ عربیہ امدادیہ .... مرادآباد
۷۸ جامعہ اسلامیہ .... تلکہنا ضلع سدھارتھ نگر
۷۹ مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم .... سرائے میر، اعظم گڑھ
۸۰ جامعۃ الفلاح .... بلریا گنج، اعظم گڑھ
۸۱ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم .... چھٹمل پور، سہارنپور
۸۲ جامعہ شرعیہ فیض العلوم .... شیرواں عیدگاہ، سرائے میر، اعظم گڑھ
۸۳ ایس ایم اے او انٹر کالج .... آگرہ
۸۴ جامعہ عربیہ احیاء العلوم .... مبارکپور، اعظم گڑھ

۸۵ مدرسہ فخر الاسلام .... موضع شیر نگر، مظفر نگر
۸۶ مدرسہ عربیہ نوریہ .... بڑوت، ضلع باغپت
۸۷ جامعہ اشرفیہ .... تھانہ بھون ضلع مظفر نگر
۸۸ مدرسہ عربیہ قرآنیہ .... کٹرہ شہاب خاں ضلع اٹاوہ
۸۹ مدرسہ اسلامیہ عربیہ ضیاء العلوم .... میرٹھ
۹۰ مدرسہ عربیہ تعلیم الاسلام .... مدن پورہ، مئو
۹۱ دارالعلوم الاسلامیہ .... بستی
۹۲ جامعہ رشیدیہ .... بمہور ضلع اعظم گڑھ
۹۳ دارالعلوم فیض محمدی .... ہتھیا گڑھ، مہراج گنج
۹۴ جے ہند انٹر کالج .... چرتھاول، مظفر نگر
۹۵ دارالعلوم ندوۃ العلماء .... لکھنؤ
۹۶ جامعہ حسینیہ دارالعلوم اسلامیہ عربیہ .... چلہ، امروہہ
۹۷ مدرسہ اسلامیہ .... بھٹنی ضلع گورکھپور
۹۸ مدرسہ اشاعت العلوم .... پورہ معروف، ضلع مئو
۹۹ مدرسہ عربیہ منبع العلوم .... خیرآباد ضلع مئو
۱۰۰ پبلک لائبریری رزّاقیہ الاسلام .... لکنوتی خورد، پوارکہ، سہارنپور
۱۰۱ جامعہ عربیہ ناصر العلوم .... کانٹھ، مرادآباد
۱۰۲ مدرسہ عربیہ کاشف العلوم .... بازار سرائے خام، بریلی
۱۰۳ دارالعلوم .... لالپور کلاں، ضلع رامپور
۱۰۴ دارالعلوم مرکز اسلامی .... راجہ پور، الہ آباد
۱۰۵ ایم۔ایم انٹر کالج .... چاندپور، بجنور
۱۰۶ جامعہ مفتاح العلوم .... مئوناتھ بھنجن
۱۰۷ جامعہ عربیہ تعلیم القرآن .... مئوناتھ بھنجن
۱۰۸ جامعہ کریمیہ .... کریم پورہ، دلدارنگر، غازی پور
۱۰۹ دارالعلوم حسینیہ .... تاؤلی، مظفر نگر
۱۱۰ جامعہ عربیہ بحر العلوم .... قصبہ بھدرسہ، ضلع فیض آباد
۱۱۱ صوت الاسلام مکتبہ اثریہ .... قاسمی منزل، سیّدواڑہ، غازی پور
۱۱۲ جامعہ اسلامیہ افضل المعارف .... وصی آباد، الہ آباد
۱۱۳ جامعہ عربیہ خادم الاسلام .... جامع مسجد، ہاپوڑ
۱۱۴ مجلس اصلاح المسلمین .... رودھولی، ضلع بستی
۱۱۵ مدرسہ اسلامیہ قاسم العلوم .... تیوڑہ، مظفر نگر
۱۱۶ علی گڑھ کانونٹ اسکول .... بجنور
۱۱۷ جامعہ محمودیہ .... علی پور ہاپوڑ روڈ، میرٹھ
۱۱۸ جامعہ عربیہ اعزاز العلوم .... ویٹ، غازی آباد
۱۱۹ دارالفلاح .... اسلام آباد، مورکی ضلع جونپور
۱۲۰ مدرسہ عربیہ چشمہ فیض .... ادری، ضلع مئو

۱۲۱	مدرسہ اسلامیہ عثمانیہ عربیہ تعلیم القرآن	جامع مسجد محلکہ، میرٹھ
۱۲۲	مدرسہ اسلامیہ جامع العلوم	محلّہ ٹھاکران، قصبہ بڑھاپور، بجنور
۱۲۳	مدرسہ دارالمعارف	بھدرسہ، مانپور، کوپاگنج، مئو
۱۲۴	مدرسہ عربیہ فخر العلوم	کھندراوَلی
۱۲۵	دارالعلوم	میرٹھ
۱۲۶	مدرسہ اشرف العلوم	مرکز والی مسجد، باغپت
۱۲۷	انجمن ترقی اُردو ادب	میراں پور
۱۲۸	مسلم گرلز کالج	خورجہ
۱۲۹	مدرسہ فاروق العلوم	ماہن پور
۱۳۰	مدرسہ فیض العلوم	کانٹھ
۱۳۱	جامعہ رحمانیہ	ٹانڈہ، رامپور
۱۳۲	انصار العلوم	کرت پور
۱۳۳	جمعیۃ علماء	کرت پور
۱۳۴	مدرسہ بدرالعلوم	لونی، غازی آباد
۱۳۵	مدرسہ صوت الاسلام	غازی پور
۱۳۶	محکمہ شرعیہ	ضلع بستی
۱۳۷	جمعیۃ علماء ضلع بستی	بستی
۱۳۸	جمعیۃ علماء ادری	مئو
۱۳۹	جامعہ عربیہ بحرالعلوم	بھدرسہ، فیض آباد
۱۴۰	مدرسہ تعلیم الدین	مئوناتھ بھنجن
۱۴۱	جامعہ مفتاح العلوم	مئوناتھ بھنجن
۱۴۲	جمعیۃ علماء تحصیل مودی نگر	غازی آباد
۱۴۳	مدرسہ بستان العلوم	ضلع سنت کبیر نگر
۱۴۴	مدرسہ اسلامیہ	کانکی نارا
۱۴۵	جمعیۃ علماء ضلع بلند شہر	بلند شہر
۱۴۶	علی گڑھ کانونٹ اسکول	علی گڑھ
۱۴۷	شاہی جامع مسجد	میرٹھ
۱۴۸	جامعہ شرقیہ	لونیہ ڈیہہ، اعظم گڑھ
۱۴۹	مدرسہ محمودیہ	سروٹ، مظفر نگر
۱۵۰	جمعیۃ علماء ضلع کانپور	کانپور
۱۵۱	جامعہ عربیہ خادم الاسلام	ہاپوڑ، غازی آباد
۱۵۲	مدرسہ افضل المعارف	وصی آباد، الٰہ آباد
۱۵۳	جمعیۃ علماء ضلع مئو	مئو
۱۵۴	مدرسہ عربیہ دارالسلام	لڈوامہوا، سنت کبیر نگر
۱۵۵	مدرسہ فیض القرآن	نگینہ، بجنور
۱۵۶	جمعیۃ علماء پورہ معروف	پورہ معروف، مئو
۱۵۷	انجمن النادی العربی دارالعوم	دیوبند
۱۵۸	مدرسہ اشاعت العلوم	پورہ معروف، مئو
۱۵۹	جمعیۃ علماء ضلع رامپور	رامپور
۱۶۰	مدرسہ نظام العلوم	کمہیڑہ، مظفر نگر
۱۶۱	مدرسہ انوار العلوم	بھولے پور، امبیڈکر نگر
۱۶۲	مدرسہ اشاعت العلوم	ہنسور، امبیڈکر نگر
۱۶۳	حرا پبلک اسکول	ہنسور، امبیڈکر نگر
۱۶۴	مدرسہ مدینۃ العلوم	مورسے پور، امبیڈکر نگر
۱۶۵	جمعیۃ علماء اترپردیش	لکھنؤ
۱۶۶	جمعیۃ علماء امروہہ	امروہہ
۱۶۷	ادارہ انوار المعارف	امروہہ
۱۶۸	مدرسہ عربیہ نور العلوم	اسلام نگر، بستی
۱۶۹	تنظیم پیامِ حق	نجیب آباد، بجنور
۱۷۰	مدرسہ فیض ہدایت	رام پور
۱۷۱	انجمن اصلاح اللسان قاسم العلوم	تیوڑہ، مظفر نگر
۱۷۲	مدرسہ کنز العلوم	جہانگیر آباد، ضلع سیتاپور
۱۷۳	مدرسہ بدرالعلوم	حاجی گنج، قنوج
۱۷۴	جامعہ اسلامیہ خیر آباد	سلطانپور
۱۷۵	ادارہ محمودیہ	محمدی لکھیم پور
۱۷۶	جامعہ منظر الاسلام	مہراج گنج
۱۷۷	مدرسہ حسینیہ مدینۃ العلوم	احمد نگر، پرتاب گڑھ
۱۷۸	جمعیۃ علماء ٹانڈہ	امبیڈکر نگر
۱۷۹	مدرسہ سراج العلوم	دھن پورہ، غازی آباد
۱۸۰	مجلس تنظیم وقف	جامع مسجد کلاں، سہارنپور
۱۸۱	مدرسہ انوار القرآن	نعمت پور، سہارنپور
۱۸۲	دارالعلوم	آگرہ
۱۸۳	مدرسہ عربیہ فیضان العلوم	دتلوپور، گونڈہ
۱۸۴	مدرسہ قرآنیہ	جامع مسجد مانی کلاں، میرٹھ
۱۸۵	مدرسہ اسلامیہ عربیہ شمس العلوم	موضع بلوہ، شاملی، مظفر نگر
۱۸۶	دانشگاہِ اسلامی	مئو
۱۸۷	مدرسہ شمس العلوم حمزہ	حمزہ سرائے ترین، مرادآباد
۱۸۸	جامعۃ الصالحات گرلز اسکول	اکلہ رسول پور، میرٹھ
۱۸۹	مدرسہ مدینۃ العلوم	اکلہ خان پور، میرٹھ
۱۹۰	مدرسہ عربیہ اطہر العلوم	لڈوامہوا، امرڈوبھا، سنت کبیر نگر
۱۹۱	انجمن طلباء قدیم مدرسۃ الاصلاح	سرائے میر، اعظم گڑھ
۱۹۲	مدرسہ معروفیہ	پورہ معروف، ضلع مئو

۱۹۳ انڈسٹریل مسلم گرلز انٹر کالج .... سہارنپور

۱۹۴ مدرسہ فیض مسیح الامت .... تیترو، کیرانہ

۱۹۵ مسلم فنڈ .... سرائے میر، اعظم گڑھ

۱۹۶ جنتا کالج .... نانپارہ، بہرائچ

۱۹۷ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس .... علی گڑھ

۱۹۸ ایڈوکیٹ ویلفیئر سوسائٹی .... دیوبند

۱۹۹ جامعۃ الانصار .... دیوبند

۲۰۰ اُردو رابطہ کمیٹی اتر پردیش .... لکھنؤ

۲۰۱ آل انڈیا ندوہ اولڈ بوائز آرگنائزیشن .... بریلی

۲۰۲ بجنور مسلم فنڈ .... بجنور

۲۰۳ سٹیزن کلب .... دیوبند

۲۰۴ نیشنل دی گریڈ میڈیکل ایسوسی ایشن .... دیوبند

۲۰۵ ہیومن ویلفیئر سوسائٹی .... محلّہ لال باغ، مرادآباد

۲۰۶ مولانا حسین احمد مدنی ایجوکیشنل ٹرسٹ .... دیوبند

۲۰۷ جمعیۃ علماء پڑرونہ .... کشی نگر

۲۰۸ مدنی ووکیشنل سینٹر جمعیۃ علماء جونپور .... جونپور

۲۰۹ جمعیۃ علماء ہاپوڑ .... غازی آباد

۲۱۰ جمعیۃ علماء قصبہ بہادر گنج .... غازی پور

۲۱۱ جمعیۃ علماء شہر میرٹھ .... میرٹھ

۲۱۲ جمعیۃ علماء ضلع مظفر نگر .... مظفرنگر

۲۱۳ جمعیۃ علماء کوپا گنج .... مئو

۲۱۴ جمعیۃ علماء ضلع مئو .... مئو

۲۱۵ جامعہ عربیہ حسینیہ .... محلّہ بچھرا، فیض آباد

۲۱۶ جامعۃ القرآن .... بجنور

۲۱۷ مدرسہ اسلامیہ فیض العلوم .... تھانہ پٹن، رامپور

۲۱۸ مدرسہ اسلامیہ عربیہ قاسمیہ .... انصار بلاک، میرٹھ

۲۱۹ جامعہ بشیریہ .... کھرواجلال پور، سردھنہ، میرٹھ

۲۲۰ مدرسہ اسلامیہ افضل العلوم .... گیان پور، میرٹھ

۲۲۱ خانقاہ اسعدی .... قصبہ محلکہ، میرٹھ

۲۲۲ جامعہ مصباح العلوم .... چوکنیا، سدھارتھ نگر

۲۲۳ المکتب العلمی .... رگھوناتھ پورہ، مئو

۲۲۴ جمعیۃ علماء وارانسی .... مدن پورہ، بنارس

۲۲۵ مدرسہ عربیہ ریاض العلوم .... گرینی، جونپور

۲۲۶ مدرسہ دینیہ اشاعت العلوم .... کوٹلہ چک، اعظم گڑھ

۲۲۷ دارالعلوم حسینیہ .... دھنہا بیجول، ضلع مہراج گنج

۲۲۸ جامعہ منبع العلوم صدیقیہ .... اسلام گڑھ، قصبہ گانوڑی

۲۲۹ مدرسہ نورالاسلام .... التفات گنج، امبیڈکر نگر

۲۳۰ مدرسہ دارالسلام .... ادری، مئو

۲۳۱ مدنی اکیڈمی .... شاہ گنج، جون پور

۲۳۲ مدرسہ دینیہ .... غازی پور

۲۳۳ مدرسہ اسلامیہ انوارالعلوم .... جمنہاں بازار، سراوستی

۲۳۴ دارالعلوم حسین آباد .... انجان شہید، اعظم گڑھ

۲۳۵ مدرسہ اشرف المدارس دعوۃ الحق .... ہردوئی

۲۳۶ شاہی جامع مسجد .... گیان واپی، وارانسی

۲۳۷ اسماعیل دارالشفا اسپتال .... اندرا چوک، مرادآباد

۲۳۸ مدرسہ عربیہ فیض الاسلام .... بروالان، مرادآباد

۲۳۹ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی .... مرادآباد

دھلی

۲۴۰ سفارت خانہ جمہوری اسلامی ایران .... دہلی

۲۴۱ مدرسہ تعلیم القرآن .... چوڑی والان

۲۴۲ مدرسہ کفایت العلوم .... مصطفیٰ آباد

۲۴۳ مدرسہ حسین بخش .... مٹیا محل

۲۴۴ مدرسہ زینت القرآن .... سلیم پور

۲۴۵ اکھل بھارتیہ سیکولر مورچہ ....

۲۴۶ ادارہ فلاح دارین .... شاستری پارک

۲۴۷ شاہی مسجد فتح پوری ....

۲۴۸ مدرسہ عبدالرب .... کشمیری گیٹ

۲۴۹ مجلس مشاورت دہلی ....

۲۵۰ آل انڈیا تعلیمی وملّی فاؤنڈیشن .... اوکھلا

۲۵۱ مدرسہ عالیہ .... فتح پوری

۲۵۲ جامعہ رحیمیہ دہلی ....

۲۵۳ جامعہ ابوبکر صدیق ....

۲۵۴ کفایت ایجوکیشنل سوسائٹی اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ ....

۲۵۵ معارف القرآن .... شاستری پارک

۲۵۶ تنظیم علمائے حق دہلی ....

۲۵۷ جامعہ قاسمیہ .... نانگلوئی

۲۵۸ سفارت خانہ سعودیہ عربیہ دہلی ....

۲۵۹ معہد عالی دہلی ....

۲۶۰ مدرسہ احسن العلوم .... جہانگیر پوری

۲۶۱ مدرسہ فتح الاسلام دہلی ....

۲۶۲ مدرسہ اشاعت القرآن دہلی ....

۲۶۳ مدرسہ اصغریہ تحفیظ القرآن .... مصطفیٰ آباد

۲۶۴ مدرسہ تجویدالقرآن ....
۲۶۵ انجمن ترقی اُردو ہند .... دین دیال اُپادھیائے مارگ
۲۶۶ آل انڈیا ملّی کونسل .... اوکھلا
۲۶۷ مسجد درگاہ شاہ عبدالسلام ....
۲۶۸ مدرسہ خیرالعلوم .... نیوعثمان پور
۲۶۹ جامعہ پبلک اسکول .... سنگم وہار، مکن پور، جوشی کالونی
۲۷۰ انجمن وکیل قوم پنجابیان
۲۷۱ مدرسہ مصباح القرآن .... چوہان بانگر، نیوسیلم پور
۲۷۲ اُردو ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن ....
۲۷۳ حاجی ہوٹل .... جامع مسجد
۲۷۴ ہری ٹیج انڈیا ویلفیئر سوسائٹی .... نوئیڈا
۲۷۵ مرکزی جمعیۃ علماء ہند .... میر دردروڈ
۲۷۶ ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن .... ہمدرد بلڈنگ، آصف علی روڈ
۲۷۷ ملّی ایجوکیشن مشن سوسائٹی .... ابوالفضل، اوکھلا
۲۷۸ یونیورسل پیس فاؤنڈیشن .... جوگابائی ایکسٹینشن، جامعہ نگر، اوکھلا
۲۷۹ راشٹریہ مسلم ایکتا منچ .... چوڑی والان، جامع مسجد
۲۸۰ دستک ہیومنیٹی اور مشن .... بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر، اوکھلا
۲۸۱ انڈیا اسلامک کلچر سینٹر .... لودھی اسٹیٹ
۲۸۲ جماعت اسلامی ہند .... ابوالفضل، اوکھلا
۲۸۳ شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی ....
۲۸۴ آل انڈیا علماء کونسل ....
۲۸۵ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ ....
۲۸۶ برٹش ہائی کمیشن .... چانکیہ پوری
۲۸۷ انڈین مسلم رابطہ کونسل .... ذاکرنگر
۲۸۸ آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت .... ابوالفضل، اوکھلا
۲۸۹ جرمن سفارت خانہ ....
۲۹۰ جمعیۃ علماء صوبہ دہلی ....
۲۹۱ اسلامک فقہ اکیڈمی، دہلی ....
۲۹۲ مجلس تحقیقات شرعیہ، دہلی ....
۲۹۳ الفلاح ایجوکیشنل سوسائٹی ....
۲۹۴ دارالعلوم .... جوگابائی، اوکھلا
۲۹۵ جامعہ عربیہ شمس العلوم .... شاہدرہ
۲۹۶ مرکزی دارالعلوم، دہلی ....
۲۹۷ مدرسہ تعلیم القرآن .... کلیان پوری
۲۹۸ مدرسہ اشاعت العلوم .... خیالا
۲۹۹ جامعہ عربیہ سراج العلوم ....
۳۰۰ آل انڈیا امام آرگنائزیشن ....
۳۰۱ مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند ....
۳۰۲ مولانا ہاشمی ٹرسٹ ....
۳۰۳ مدرسہ عبدالرب .... کشمیری گیٹ
۳۰۴ الحرم خادم الحاج کمیٹی، دہلی ....
۳۰۵ آل انڈیا مومن کانفرنس ....
۳۰۶ مسلم ایکتا کمیٹی .... سیلم پور
۳۰۷ ریکس ریمیڈیز پرائیویٹ لمیٹڈ، دہلی ....
۳۰۸ آل انڈیا طبّی یونانی کانفرنس ....
۳۰۹ حرا اسکول .... نرسری مسجد، میر درد روڈ، نئی دہلی

ہریانہ، پنجاب و ہماچل پردیش

۳۱۰ جامعہ اسلامیہ بیت العلوم .... پیلی مزرعہ، ضلع یمنا نگر
۳۱۱ مجلس تحفظ ختم نبوت و جمعیۃ علماء حلقہ روپڑ .... پنجاب
۳۱۲ مدنی اسکول موضع بسئی شیخان .... پٹیالہ، پنجاب
۳۱۳ مدرسہ قادریہ مسروالا .... ہماچل پردیش
۳۱۴ مدرسہ نصرت الاسلام بومبے پور .... خضرآباد، ضلع یمنا نگر
۳۱۵ مدرسہ اُبی بن کعب تحفیظ القرآن .... گھاسیڑہ، ضلع گوڑگانوہ، ہریانہ
۳۱۶ جامعہ عربیہ قاسم العلوم نیازیہ .... قصبہ نوح، ضلع میوات
۳۱۷ جامعہ اسلامیہ انوارالاسلام .... دودوا، ہریانہ
۳۱۸ مدرسہ معارف القرآن .... بڈیڈمیوات، ہریانہ
۳۱۹ جمعیہ علماء ہریانہ، پنجاب و ہماچل پردیش ....
۳۲۰ مدرسہ معارف القرآن و مسجد حنفیہ .... بڈیڈ، //
۳۲۱ مدرسہ زینت الاسلام .... موضع سونکھ، //
۳۲۲ مدرسہ فیض العلوم .... عیدگاہ مالب، //
۳۲۳ مدرسہ قادریہ .... ریٹھٹ، //
۳۲۴ دارالعلوم میوات .... نوح، //
۳۲۵ مدرسہ قمرالاسلام .... تاؤڑو، //
۳۲۶ مدرسہ افضل العلوم .... بھنگوہ، //
۳۲۷ مدرسہ اشاعت العلوم الیاسیہ .... کھڑکھڑی، //
۳۲۸ مدرسہ دارالعلوم فرقانیہ .... گوالدہ موڑ، //
۳۲۹ مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ .... نگینہ، //
۳۳۰ مدرسہ مدینۃ العلوم .... بھوریا کی، //
۳۳۱ ریاض العلوم .... راجوقتال، پنگواں، //
۳۳۲ مدرسہ معدن العلوم .... جھمراوٹ، //
۳۳۳ مدرسہ افضل العلوم .... مہوں، //
۳۳۴ مدرسہ عظمت الاسلام .... فیروز پور جھرکہ، //
۳۳۵ مدرسہ قمرالعلوم .... بیواں روڈ، //
۳۳۶ جامعہ سبحانیہ .... تجارہ روڈ، //

۳۳۷ مدرسہ مفتاح العلوم .... منڈانہ، //
۳۳۸ دارالعلوم رسولیہ .... قصبہ نگر، //
۳۳۹ مدرسہ انوار القرآن محمدیہ .... فیروز پور جھرکہ، //
۳۴۰ مدرسہ قاسم العلوم نیازیہ .... نوح، //
۳۴۱ جامعہ صدیقیہ عین العلوم .... نوح، //
۳۴۲ مدرسہ عربیہ معین الاسلام .... نوح، //
۳۴۳ مدرسہ حفظ القرآن .... بس اڈّہ، نوح، //
۳۴۴ مدرسہ فیض الاسلام .... بارہ ریٹھٹ، //
۳۴۵ مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد .... مالب، //
۳۴۶ مدرسہ شاہد القرآن .... مسجد مینار والی، دھانہ
۳۴۷ جامعہ فیض سبحانی .... فیروز پور
۳۴۸ مسجد نورانی .... وارڈ نمبر ا، قصبہ نوح
۳۴۹ مدرسہ اسلامیہ خیر المدارس .... گودھولا
۳۵۰ جامعہ خدیجہ للبنات .... ضلع یمنا نگر
۳۵۱ دارالعلوم محمدیہ .... قصبہ چھچھرولی، ضلع یمنا نگر
۳۵۲ مجلس تحفظ ختم نبوت پنجاب و ہماچل پردیش ....
۳۵۳ مدرسہ زینت القرآن .... مالیرکوٹلہ، پنجاب
۳۵۴ مدرسہ ریاض العلوم .... راجوقتال، پنگواں، میوات
۳۵۵ جمعیۃ علماء روپڑ .... ہریانہ

بہار و جھارکھنڈ

۳۵۶ جامعہ اسلامیہ قاسمیہ .... بالاساتھ، سیتامڑھی، بہار
۳۵۷ مدرسہ تجوید القرآن .... مونگیر، بہار
۳۵۸ دارالعلوم رحمانی .... منور نگر، ضلع ارریہ، بہار
۳۵۹ مدرسہ ندوۃ الاصلاح .... عبداللہ نگر، جامتارا، جھارکھنڈ
۳۶۰ دارالعلوم ضیاء الاسلام .... بوجگاؤں، ضلع پورنیہ، بہار
۳۶۱ جامعہ حفیظ العلوم .... موضع شاہ میاں رہوا بھگوان پور، ضلع ویشالی
۳۶۲ مدرسہ رشیدیہ حسینیہ .... ڈمپاصفی پور، ضلع پورنیہ، بہار
۳۶۳ مدرسہ عربیہ احیاء العلوم .... ناتھ نگر، بھاگلپور، بہار
۳۶۴ مدرسہ عین الغرباء .... ناصری گنج، ضلع روہتاس، بہار
۳۶۵ معہد القرآن الکریم .... مدنی مسجد، نوادہ، جھارکھنڈ
۳۶۶ مدرسہ امدادیہ .... لہریا سرائے، دربھنگہ، بہار
۳۶۷ جامعہ اسلامیہ ارشد العلوم .... نوادہ، ہزاری باغ، جھارکھنڈ
۳۶۸ امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ و جھارکھنڈ ....
۳۶۹ جمعیۃ علماء ضلع سہرسہ .... بہار
۳۷۰ مدرسہ قاسمیہ اسلامیہ .... گیا، بہار
۳۷۱ مدرسہ روضۃ المعارف .... عزیز نگر، کھوکھا، پورنیہ، بہار
۳۷۲ مدرسہ رشیدیہ .... دنگرا، ضلع گیا، بہار
۳۷۳ جمعیۃ علماء گڈا .... جھارکھنڈ
۳۷۴ جمعیۃ علماء جہان آباد .... بہار
۳۷۵ مدرسہ دینیہ .... دین بندھی، ضلع سہرسہ، بہار
۳۷۶ جمعیۃ علماء بہار و جھارکھنڈ ....
۳۷۷ جمعیۃ علماء ارریہ .... بہار
۳۷۸ مدرسہ ترتیل القرآن .... گیا، بہار
۳۷۹ مدرسہ دعوۃ الحق .... چک بہاؤالدین سمستی پور، بہار
۳۸۰ جامعہ اشرفیہ .... نیا بھوجپور، ضلع بکسر
۳۸۱ جمعیۃ علماء ضلع کشن گنج .... بہار
۳۸۲ مدرسہ اسعد العلوم .... حسن پور، سیوان، بہار
۳۸۳ جمعیۃ علماء ضلع بھاگلپور .... بہار
۳۸۴ مدرسہ تعلیم الاسلام .... بکھڑا، ضلع بیگوسرائے
۳۸۵ مائنارٹی ڈیولپمنٹ سوسائٹی .... گڈا، جھارکھنڈ
۳۸۶ رحمت ایجوکیشنل سوسائٹی .... بوجگاؤں، پورنیہ، بہار
۳۸۷ مدنی مسجد .... محلہ حسین آباد، ڈھاکہ، بہار
۳۸۸ جمعیۃ علماء گڈا .... جھارکھنڈ
۳۸۹ شاہ فیاض عالم ولی اللّٰہی انسان کالج .... کشن گنج، بہار
۳۹۰ مدرسہ امدادیہ اشرفیہ .... طیب نگر، راجوپٹی، سیتامڑھی
۳۹۱ جمعیۃ علماء چمپارن .... بتیا، بہار
۳۹۲ مدرسہ اسلامیہ .... سردار پور، چمپانگر

گجرات

۳۹۳ جمعیۃ علماء ضلع کھیدا ....
۳۹۴ دارالعلوم مدرسہ عربیہ تعلیم المسلمین .... لوناواڑہ، پنچ محل
۳۹۵ مدرسہ تعلیم الاسلام .... سارود، ضلع بھروچ
۳۹۶ مدرسہ نور الاسلام .... دیوا انکلیشور، بھروچ
۳۹۷ دارالعلوم فلاح دارین .... ترکیسر، سورت
۳۹۸ دارالعلوم سورت .... رام پورہ، سورت
۳۹۹ دارالعلوم سعادت دارین .... ضلع بھروچ
۴۰۰ انجمن جلالیہ جامعہ عربیہ .... رادھن پور
۴۰۱ جامعہ مظہر السعادت .... ہانسوٹ، ضلع بھروچ
۴۰۲ اصلاح المسلمین .... جامع مسجد بلڈنگ مانڈوی، بڑودہ
۴۰۳ دارالعلوم مرکز اسلامی .... انکلیشور، ضلع بھروچ
۴۰۴ دارالعلوم عربیہ اسلامیہ .... بھروچ
۴۰۵ جامعہ علوم القرآن .... جمبوسر، بھروچ
۴۰۶ جامعہ قاسمیہ عربیہ .... کھرود، ضلع بھروچ
۴۰۷ جامعہ محمدیہ عربیہ اسلامیہ .... جام نگر
۴۰۸ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین .... ڈابھیل، ضلع سورت

۴۰۹ جامعہ دارالاحسان کاشف العلوم .... کاٹھیاواڑ، ضلع جوناگڑھ
۴۱۰ جامعہ نورالاسلام .... موتی دمن واپی
۴۱۱ نقیب الاسلام مدرسہ .... سورت
۴۱۲ گجرات دینی تعلیمی بورڈ .... سورت
۴۱۳ گجرات گوڈس ڈیلرس ایسوسی ایشن .... احمد آباد
۴۱۴ بچوں کا گھر .... آمور، ضلع بھروچ
۴۱۵ جامعہ تعلیم القرآن .... وتھلی، کاٹھیاواڑ
۴۱۶ جمعیۃ علماء ضلع بھروچ .... بھروچ
۴۱۷ نوجوانان کمیٹی .... ست پون
۴۱۸ جامعہ کاشف الاسلام .... شاہ پور، احمد آباد
۴۱۹ جمعیۃ علماء گجرات ....
۴۲۰ ایمانی مکتبہ .... پنچ ہاٹری، پور بندر
۴۲۱ مدرسہ تعلیم الاسلام .... بودھان، ضلع سورت
۴۲۲ جامعہ حسینیہ محمدیہ .... راندیر، سورت
۴۲۳ مسجد امن .... بائی پاس چوکدی، دھینر روڈ، امن پارک، بھروچ
۴۲۴ جمعیۃ علماء چیلڈرن ویلیج .... انجار
۴۲۵ جمعیۃ علماء ضلع سورت .... سورت
۴۲۶ مدرسہ بچوں کا گھر .... مانک پور، نوساری
۴۲۷ جامعہ حقانیہ اسلامیہ .... کٹھور، سورت
۴۲۸ جامعہ شیخ الہند .... موڈاسا، سابر کانٹھا
۴۲۹ حضرت پیر محمد شاہ لائبریری اینڈ ریسرچ سینٹر .... احمد آباد
۴۳۰ جامع مسجد .... مانگرول، سورت
۴۳۱ مدرسہ اسلامیہ .... صوفی باغ، سورت، گجرات
۴۳۲ موڈاسا گانچی ایجوکیشن اینڈ سوشل ویلفیئر ٹرسٹ .... سابر کانٹھا
۴۳۳ ممتا انٹر پرائزز .... بھاؤنگر

مہاراشٹر

۴۳۴ اقرا یونانی میڈیکل کالج اینڈ ریسرچ سینٹر .... جلگاؤں
۴۳۵ دارالعلوم امدادیہ .... میمن واڑہ روڈ، ممبئی
۴۳۶ مدرسہ مدینۃ العلوم اسلامی دینی جماعت .... رابوڑی، تھانے
۴۳۷ جامعہ اشرفیہ انجمن اسلامیہ .... اودگیر، ضلع لاتور
۴۳۸ جامعہ عربیہ قاسم العلوم .... اودگیر، ضلع لاتور
۴۳۹ مدینۃ المعارف .... رام گڑھ، جوگیشوری، ممبئی
۴۴۰ جمعیۃ علماء مالیگاؤں ....
۴۴۱ جمعیۃ علماء امبرناتھ ....
۴۴۲ مدرسہ مدینۃ المعارف .... ممبئی
۴۴۳ مجاہد الاسلام اکیڈمی .... ممبئی
۴۴۴ جمعیۃ علماء مہاراشٹر ....
۴۴۵ تنظیم اہل سنت والجماعت .... ممبئی، مہاراشٹر
۴۴۶ جمعیۃ علماء مراٹھواڑہ ....
۴۴۷ مدرسہ مدینۃ العلوم .... ناگپور
۴۴۸ مدرسہ عربیہ انوارالعلوم .... کرلا ممبئی
۴۴۹ اصلاح المسلمین سوسائٹی .... مالیگاؤں
۴۵۰ دارالعلوم .... اکل کوٹ ضلع شولاپور
۴۵۱ مشورہ گروپ علوی میڈیکیئر سینٹر .... ماہم ممبئی
۴۵۲ تنظیم علماء اہل سنت والجماعت .... گوونڈی، ممبئی
۴۵۳ جمعیۃ علماء شہر تھانے ....
۴۵۴ جمعیۃ علماء ناندیڑ ....
۴۵۵ ریڈ کریسینٹ سوسائٹی آف انڈیا .... ممبئی
۴۵۶ مسلم دلت بہوجن پریشد مہاراشٹر .... اکولا
۴۵۷ جامعہ اسلامیہ مرکز العلوم .... ناندیڑ
۴۵۸ اے ٹی ٹی ہائی اسکول اینڈ جونیئر کالج .... مالیگاؤں
۴۵۹ معہد ملت ودارالقضا .... مالیگاؤں
۴۶۰ دارالعلوم قاسمیہ .... ملاڈ
۴۶۱ ادارہ دعوۃ السنۃ .... ممبئی

تامل ناڈو

۴۶۲ جامعہ باقیات الصالحات عربک کالج .... ویلور
۴۶۳ مدرسہ کاشف الہدیٰ .... چنئی
۴۶۴ جامعہ ربانی .... منوراشریف
۴۶۵ آل انڈیا ملّی کونسل تاملناڈو شاخ ....
۴۶۶ مدرسہ احیاء العلوم .... وانم باڑی
۴۶۷ مسجد باسط .... ویپری، مدراس

راجستھان

۴۶۸ مدرسہ ندائے اسلام .... چھاؤنی
۴۶۹ مدرسہ اسلامیہ لطیفیہ تعلیم القرآن .... سردارشہر، چورو
۴۷۰ مدرسہ اشرف العلوم .... داؤد پور، الور
۴۷۱ دارالعلوم محمدیہ .... میل کھیڑلا، بھرت پور
۴۷۲ مکتب الحرم .... گاڈپور، الور
۴۷۳ جمعیۃ علماء بیگود ....
۴۷۴ مدرسہ محمودیہ نصرت الاسلام .... جے پور
۴۷۵ جامعہ برکات الاسلام .... کھیروا
۴۷۶ جمعیۃ القریش .... جے پور
۴۷۷ مدرسہ انوارالعلوم .... باکرا روڈ، اسلام نگر، جھنجھنو
۴۷۸ مدرسہ مدینۃ العلوم .... گریا، ضلع باڑمیر
۴۷۹ دارالعلوم .... پوکرن

۴۸۰ جامعۃ الہدایہ .... جے پور
۴۸۱ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ .... درگاہ شریف اجمیر
۴۸۲ جمعیۃ علماء باڑمیر ....
۴۸۳ جمعیۃ علماء راجستھان .... اجمیری گیٹ، جے پور
۴۸۴ جمعیۃ علماء ضلع اجمیر ....

مدھیہ پردیش و چھتیس گڑھ

۴۸۵ برکت اللہ پبلک ہائر سیکنڈری اسکول .... گاندھی نگر، بھوپال
۴۸۶ جامعہ سعادت العلوم .... میگھ نگر، ضلع جھابوہ
۴۸۷ مدرسہ عربیہ اسلامیہ .... بیجناتھ پارہ، رائے پور
۴۸۸ جامعہ اسلامیہ عربیہ .... مسجد ترجمہ والی، موتیا پارک، بھوپال
۴۸۹ انجمن اسلام .... شاہی جامع مسجد، سارنگ پور، ضلع راج گڑھ
۴۹۰ جمعیۃ علماء چھتیس گڑھ ....
۴۹۱ جمعیۃ علماء ضلع سیونی ....

آندھرا پردیش

۴۹۲ المعہد العالی الاسلامی .... حیدرآباد
۴۹۳ دارالعلوم سبیل السلام .... حیدرآباد
۴۹۴ مدرسہ امداد العلوم انوریہ .... ورنگل
۴۹۵ ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ .... حیدرآباد
۴۹۶ دارالعلوم فرقانیہ .... کالج روڈ، کدری، اننت پور
۴۹۷ جمعیۃ علماء کدری .... اننت پور

کرناٹک، کیرالا، اڑیسہ، منی پور

۴۹۹ مولانا ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی .... بھٹکل، کرناٹک
۴۹۹ مدرسہ دارالقرآن .... انڈی، بیجاپور، کرناٹک
۵۰۰ دارالعلوم محمدیہ .... لائر پالہ، گونگونڈ، ناہلی، بنگلور، کرناٹک
۵۰۱ مدرسہ عربیہ مفتاح العلوم .... سلامت نگر، کتور، بیلگام، کرناٹک
۵۰۲ جمعیۃ علماء ضلع شیموگہ .... کرناٹک
۵۰۳ جمعیۃ علماء کرناٹک .... کرناٹک
۵۰۴ انجمن عربی کالج .... انڈی، ضلع بیجاپور، کرناٹک
۵۰۵ جمعیۃ علماء بیجاپور .... کرناٹک
۵۰۶ جمعیۃ علماء کٹک .... اڑیسہ
۵۰۷ جمعیۃ علماء منی پور .... منی پور
۵۰۸ جمعیۃ علماء تری پورہ .... تری پورہ
۵۰۹ جمعیۃ علماء کیرالا .... کیرالا
۵۱۰ امارت شرعیہ راوڑکیلا .... اڑیسہ
۵۱۱ جامعہ اسلامیہ حسینیہ .... راوڑکیلا، اڑیسہ

مغربی بنگال

جمعیۃ علماء ویسٹ بنگال ....
۵۱۲ مدرسہ اسلامیہ عربیہ .... برن پور
۵۱۳ جوگدیا حنانیہ مدرسہ .... ضلع چوبیس پرگنہ
۵۱۴ مدرسہ مدینۃ العلوم .... سمتا، ہگلی
۵۱۵ مدرسہ محمودیہ دارالعلوم .... خضر پور، کلکتہ
۵۱۶ جمعیۃ علماء مدناپور ....
۵۱۷ مدرسہ محمود العلوم .... اقبال پور، کلکتہ
۵۱۸ جمعیۃ علماء کلکتہ ....
۵۱۹ جامعہ اسلامیہ .... عالم نگر، برنپور
۵۲۰ جمعیۃ علماء .... مسجد تقویٰ کلکتہ
۵۲۱ جامعہ اسلامیہ مظاہر علوم .... کنک پور، مدناپور

آسام

۵۲۲ جامع العلوم مدرسہ .... ڈبروگڑھ
۵۲۳ مرکز المعارف .... ہوجائی، ضلع نوگاؤں
۵۲۴ مرکز دارالیتامیٰ .... گوالپاڑہ
۵۲۵ بھنگا شریف مرکز العلوم مدرسہ .... ضلع کریم گنج
۵۲۶ آسام دارالحدیث جے نگر مدرسہ .... ضلع نوگاؤں
۵۲۷ دارالعلوم .... بانس کندی، ضلع کچھار
۵۲۸ آل آسام تنظیم مدارس قومیہ .... نیل باغا گان، نوگاؤں
۵۲۹ آل آسام دینی تعلیمی بورڈ .... ضلع نوگاؤں
۵۳۰ مظہر العلوم سنگوا مدرسہ .... ضلع کریم گنج
۵۳۱ آسام اسٹیٹ مرکزی جمعیۃ علماء ہند .... مسجد کمپاؤنڈ
۵۳۲ جمعیۃ علماء دھوبری .... آسام
۵۳۳ مدرسہ مدینۃ العلوم .... کھاری خانہ، بورڈنگ، نوگاؤں
۵۳۴ چراغیہ قومیہ عالیہ مدرسہ .... کریم گنج

اترانچل

۵۳۵ دارالعلوم فیض رحیمی .... ڈھکرانی، ضلع دہرادون
۵۳۶ مدرسہ اسلامیہ عربیہ اظہار العلوم .... موروں والا، دہرادون
۵۳۷ مدرسہ دارالعلوم اسعدیہ .... ایکڑ خورد، ضلع ہری دوار
۵۳۸ مدرسہ احیاء العلوم .... ہلدوانی
۵۳۹ جامع مسجد ویلفیئر سوسائٹی .... کوٹ دوار، ضلع پوڑی، گڑھوال
۵۴۰ جمعیۃ علماء دہرادون ....
۵۴۱ مرکز البشارت الاسلامی .... بھڈی، دہرادون

جموں کشمیر

۵۴۲ جامعہ ضیاء العلوم جامعۃ الطیبات .... پونچھ
۵۴۳ جامعہ محمدیہ قاسم العلوم .... محمود نگر، ضلع پونچھ
۵۴۴ کل جماعتی حریت کانفرنس .... شری نگر

○○

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم

مہذب پور، سنجر پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا
کی
خدمات ایک نظر میں

نام و محل وقوع: جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، مشرقی اتر پردیش کے مشہور شہر اعظم گڈھ کے قصبہ سنجر پور کے قریب گاؤں مہذب پور میں واقع دین اسلام کی ترویج واشاعت اور اسلامی علوم وفنون کی آبیاری کا عظیم مرکز ہے۔

تاسیس: حبیب الامت حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم خلیفہ ومجاز بیعت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی و حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ کے مبارک ہاتھوں سے ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۴ میں جامعہ کی مرکزی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ جامعہ کے قیام و تاسیس، بقا واستحکام، تعمیر وترقی، انتظام وانصرام میں سب سے بڑا حصہ اور سب سے زیادہ فعال و ناقابل فراموش کردار حضرت حبیب الامت کا ہے جنھوں نے اپنی تمام تر مادی، فکری وعملی توانائیاں صرف کر کے جامعہ کو پروان چڑھایا۔

نظامِ تعلیم و تربیت: جامعہ برصغیر کے ان ممتاز اداروں میں شمار کیا جاتا ہے جس نے تعلیم وتبلیغ، اشاعت علوم وفنون اور قوم وملت کی آبیاری اپنے خون جگر سے کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ نونہالانِ اسلام کے لیے مفت دینی تعلیم وتربیت کا نظم کرنا جامعہ کے بنیادی وممتاز اصول میں سے ہے۔ طلبہ کو عربی زبان وادب اور علوم اسلامیہ کی ٹھوس تعلیم کے ساتھ ان کی اخلاقی تربیت وتزکیۂ نفس اس ادارہ کا خاص مشن ہے۔ تقریر وتحریر کی مشق کے ذریعہ میدان دعوت وتبلیغ کا مرد مجاہد تیار کیا جاتا ہے۔ نیز طلبہ کی راحت وآرام کا ہر ممکن خیال رکھا جاتا ہے۔ قیام وطعام، علاج ومعالجہ، وظائف، ایک جوڑا کپڑا ولحاف، کتب، روشنی ودیگر سہولیات طلبہ کو مفت میسر ہیں۔

خدمات: قرآن پاک، حفظ، تجوید، فارسی، عربی تا مشکوٰۃ شریف، اردو، دینیات، سائنس، جغرافیہ، ہندی، حساب، انگلش، خوشخطی وغیرہ کی مکمل تعلیم دی جارہی ہے۔ اس قلیل عرصہ میں بحمد اللہ ۲۵۰ طلبہ شعبہ حفظ سے فارغ ہو چکے ہیں اور ۳۰۰ کے قریب طلبہ درجات عربی وفارسی سے مستفید ہو کر دوسرے مدارس میں زیر تعلیم ہیں۔ پانچ سو طلبہ جامعہ میں اپنی علمی تشنگی دور کررہے ہیں۔ ۳۵ مدرسین وملازمین مصروف عمل ہیں۔ ۳۰۰ سے زائد طلبہ دارالاقامہ میں رہ کر چوبیس گھنٹے علمی پیاس دور کرتے ہیں جن کے کھانا، ناشتہ کے علاوہ دیگر ضروریات کا مکمل انتظام کیا جاتا ہے۔ چھوٹے بڑے ۷۱ کمرے تعمیر ہو چکے ہیں جو پروانۂ رسالت کی ضرورت میں کام آرہے ہیں۔ پورے نظام کو متحرک اور فعال رکھنے کے لیے سالانہ ۳۰ تیس لاکھ سے زائد روپے صرف ہوتے ہیں جس کا مکمل بار امت مرحومہ ومغفورہ کے دوشِ ناتواں پر ہے۔ اگر حضرات مخیّرین ومعاونین اپنی اعانت ونصرت کے پاکیزہ ثمرات کا بچشم خود معائنہ کرلیں تو یقیناً یہ محسوس کریں گے کہ انھوں نے دنیا ہی میں اپنی جنت تعمیر کرالی ہے۔

تصنیف و تالیف: الحمد للہ تعلیمی خدمات کے ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی شعبہ شروع ہی سے جامعہ میں زندہ رہا ہے چنانچہ درجنوں اہم دینی، علمی، فقہی کتب ورسائل زیور طبع سے آراستہ ہو کر مقبول خاص وعام ہو چکی ہیں۔ ''حبیب الفتاویٰ'' (جلد اوّل، دوم، سوم)، ''رسائل حبیب'' (جلد اوّل، دوم)، ''صدائے بلبل'' جلد اوّل، تحقیقات فقہیہ جلد اوّل خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ اور محرم الحرام ۱۴۲۸ھ جنوری ۲۰۰۷ء سے سہ ماہی مجلّہ ''فیضان حبیب'' کا اجراء عمل میں آچکا ہے۔

رابطہ کا پتہ

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی (انڈیا)
فون: 05462-242050 موبائل: 0-9936368546, 0-9450546400

منظوم خراجِ عقیدت

اسلامیانِ ہند کا بے خوف ترجماں

وہ صاحبِ ذکا تھا ، فہیم و دبیر تھا
اس دورِ پرفتن میں وہ روشن ضمیر تھا

تابانیوں سے اس کی منوّر ہوا جہاں
روحانیت کے چرخ کا مہرِ منیر تھا

بے خوف، حق شناس ، جواں مرد، شیر دل
لرزیدہ جس کے ملک کا ہر اِک شریر تھا

بے چینیوں میں جس نے گذاری تمام عمر
نامہربان جس پہ بہت چرخِ پیر تھا

''ملت کے درد'' میں جو تڑپتا رہا مدام
''دردِ وطن'' بھی جس کے لیے ناگزیر تھا

اسلامیانِ ہند کا بے خوف ترجماں
ہندوستانیوں کا جو سچا مشیر تھا

جس کی کوئی مثال نہیں آج دوستو!
اس دور میں جو آپ ہی اپنی نظیر تھا

ہر اِک سمجھ رہا تھا جسے ''ترجمانِ دل''
مخلوقِ کائنات کا جو ہم صفیر تھا

یکساں رہا جو مفلس و زردار کے لیے
جس کی نظر میں ایک صغیر و کبیر تھا

ہاتھوں میں جس کے دین کا پرچم رہا بلند
جو مؤمنوں پہ فضلِ خدائے قدیر تھا

''ہنگامہ ہائے سخت'' سے فرصت نہ تھی جسے
جو آشنائے لذتِ ہر ''داروگیر'' تھا

آتے تھے جس کے در پہ ہزاروں ستم زدہ
ناکام و نامراد کا جو دستگیر تھا

جہد وعمل میں جس نے گذاری تمام عمر
جو بے نیاز ''زعمِ قلیل و کثیر'' تھا

رہتی تھی جس کو قوم کی ہی فکر ہر گھڑی
فکرِ مآلِ قوم کا ہی جو ''اسیر'' تھا

''مستقبلِ حیات'' پر اس کی رہی نظر
فرمان کے ہی نور سے ایسا ''بصیر'' تھا

ملت کا جو ''فدائی'' رہا دل سے تا حیات
جو مسلموں کا ہند کے سچا ''امیر'' تھا

جس پر نگاہِ خاص تھی شیخ الحدیث[1] کی
جو اس لحاظ سے بھی بہت ''بے نظیر'' تھا

عاشق تھا میں خدا کی قسم اُس کی ذات کا
میں تھا ''چکو'' وہ مرا ''بدرِ منیر'' تھا

حافظ وہ اپنے باپ[2] کے پہلو میں سو گیا
''پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا''

شاعرِ ملت:
قاری محمد اسحاق حافظ سہارنپوری

[1] شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی [2] شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ

نذرِ عقیدت

جمال بھارتی، کٹرہ قاضی بازار، سرکی والان، دھلی

اے قوم اُٹھ کے قائدِ ملت کو دیکھ لے
روشن گرِ چراغِ ہدایت کو دیکھ لے
مدفن میں اہلِ دل کی امانت کو دیکھ لے
وہ سو رہا ہے، یوسفِ حکمت کو دیکھ لے
شوریدہ سر جو موجۂ بادِ صبا ہے آج
کنجِ لحد میں اسعدِ شیریں نوا ہے آج

اللہ اُس کے عزمِ مقدس کی طاقتیں
لائیں نہ تاب قوتِ باطل کی نخوتیں
الجھیں چراغِ نورِ ہدایت سے ظلمتیں
دہشت میں مبتلا تھیں یزیدی حکومتیں
اربابِ حق کا عزمِ حقیقت پناہ ہے
اسلام کا فسانۂ ماضی گواہ ہے

وہ جس کا ہر قدم تھا تمنّائے انقلاب
وہ جس کا ہر نفس تھا مجاہد کا پیچ و تاب
اسلام کا نقیب تھا وہ حرّیت مآب
جس کی صدائے حق سے تھا باطل کو اضطراب
بے مثل اپنے شوقِ شہادت کے رنگ میں
جیسے مجاہد برسرِ پیکار جنگ میں

جو زندگی میں موردِ الزام ہی رہا
لیکن پناہِ عظمتِ اسلام ہی رہا
عالم میں مشقِ گردشِ ایام ہی رہا
تبلیغِ حرّیت سے مگر کام ہی رہا
جو خم ہوا تھا خالقِ اکبر کے سامنے
وہ سر نہ جھک سکا کسی خودسر کے سامنے

اے دیوبند! تجھے وہ زمانہ بھی یاد ہے
ماضی کا وہ مہیب فسانہ بھی یاد ہے
یعنی مقیم ظلمتِ خانہ بھی یاد ہے
آزادیٔ وطن کا دِوانہ بھی یاد ہے
رکھا تھا تیری خاک میں عزلت نشیں جسے
کیونکر بھلا سکے گی تری سرزمیں اُسے

اے ''میرِ ہند'' اُف یہ ترا عظمت و وقار
ہندوستاں میں قاسمِ ملت کی یادگار
اے وارثِ رشید ترے نام پر نثار
اسلامیانِ ہند کو تو وجہِ افتخار
ہستی تری علومِ حقیقت کی کان تھی
باقی ابھی اکابرِ امت کی شان تھی

اے رہنمائے ملک و وطن میرِ حق پسند
نازاں ہے تیری ذاتِ گرامی پہ دیوبند
کتنا ترا مقامِ فضیلت ہے ارجمند
ہر ذرّہ تیری خاک کا گردوں سے سربلند
تھی تیری ذات شانِ حقیقت لیے ہوئے
اسلاف کا وہ رعبِ جلالت لیے ہوئے

جہد و عمل کی شان لیے حرّیت مآب
ظلمت کی شب کو چاک کرے مثلِ آفتاب
یارب عطا ہو قوم کو وہ جذب و اضطراب
جاگ اُٹھے جس کی شورشِ پیہم سے انقلاب
کردے عیاں اکابرِ امت کی شان کو
ہو سوزِ ''میرِ ہند'' عطا ہر نوجوان کو

نذرانۂ عقیدت بروفات فدائے ملت امیر الہند جانشین شیخ الاسلامؒ حضرت مولانا سیّد اسعد المدنیؒ

یکے از عقیدت منداں حضرتؒ **محمد اصغر** غفرلہ، خادم تدریس جامعہ عربیہ خادم الاسلام، ہاپوڑ

صد حیف آج نازشِ دوراں چلا گیا
دنیا سے ایک نیرِ تاباں چلا گیا

سونی ہے آج انجمنیں محفلیں سبھی
درداں کہ قصرِ دین کا درباں چلا گیا

چھائی ہوئی ہے تیرگی دارالعلوم میں
اس بزم کا وہ شمعِ فروزاں چلا گیا

غمگین ہے جماعتِ علمائے ہند آج
وہ رہنما وہ قائد ذی شاں چلا گیا

سونا ہے کل جہاں فضائیں خموش ہیں
کر کے سبھی کو رنج میں حیراں چلا گیا

مرجھا گیا ہے آج گل و غنچہ و شجر
وہ کیا گیا کہ حسنِ گلستاں چلا گیا

ساقی بغیر میکدہ بھی ہوگیا اداس
نجم و ہدیٰ و مشعل عرفاں چلا گیا

ملت کا جو فدائی تھا اور ہند کا امیر
سرخیل قوم و پیکرِ ایماں چلا گیا

وہ جانشینِ شیخ تھا وہ میرِ کارواں
بے مثل قوم کا وہ نگہباں چلا گیا

شیدا تھے جس پہ دل سے مریدانِ باصفا
عشاق کا وہ دلبر و جاناں چلا گیا

بے چین غم میں قوم کے سیماب کی طرح
دُکھتے دِلوں کے درد کا درماں چلا گیا

باطل کے آگے سینہ سپر تھا وہ عمر بھر
افسوس ہے کہ آج وہ انسان چلا گیا

ہر فتنہ و فساد میں جاتا تھا بے خطر
وہ شیر وہ مجاہد یزداں چلا گیا

تھا ملک کے لیے بھی پریشان و فکر مند
ملت پہ کر کے جان کو قربان چلا گیا

تحریک جب کہ دین کی خاطر چلائی تھی
وہ سب سے پہلے بے جھجک زنداں چلا گیا

دورِ فتن میں جس کا سہارا سبھی کو تھا
ہم ناتواں ہیں قوم کا سلطاں چلا گیا

چشمے ابل رہے تھے ہدایت کے جس کے گھر
وہ ہادی و قرارِ دل و جاں چلا گیا

تھا اس کو غم کہ ہند میں مسلم ہو سربلند
وجہ بقائے شانِ مسلماں چلا گیا

ہوتی تھی اس کی رائے اصابت لیے ہوئے
وہ دور بیں وہ مہر درخشاں چلا گیا

امت کے غم میں رات کو روتا تھا زارزار
قربان ضیف و خادم مہماں چلا گیا

پھیلا ہے ترا فیضِ ہدایت کہاں کہاں
دنیا سے وجہ بخششِ دوراں چلا گیا

دیوانے تیرے بسمل و بے جان ہوگئے
تو کیا گیا کہ زیست کا ساماں چلا گیا

رویا کریں گے دیر تک ارباب ملک و دیں
ملت کے غم میں تھا جو پریشاں چلا گیا

تازیست ہوسکے گا نہ ہم سے ادائے شکر
امت پہ کر کے اَن گنت احساں چلا گیا

دیوانے منتظر کہ چنیں گفتگو کے پھول
خاموش ہو کے شہرِ خموشاں چلا گیا

کردے خدایا شیخ کو فردوس میں مکیں
دُنیا سے آج عاملِ قرآں چلا گیا

غمگین آج اصغؔر ناچیز ہے یہاں
ملت کے سر سے سایہ یزداں چلا گیا

وہ بحرِ معرفت کے شناور چلے گئے

ہنستے ہوئے جہاں کو رُلا کر چلے گئے
پیغام اپنا سب کو سنا کر چلے گئے

مثلِ جرس رہے سدا غافل کے واسطے
سوئے ہوئے تھے ہم وہ جگا کر چلے گئے

کس نے بلا دیا کہ کسی سے نہ کچھ کہا
خاموش اُٹھ کر بزم سے باہر چلے گئے

تسکین قلب کیلئے آئے تھے جو یہاں
دردِ جگر وہ اور بڑھا کر چلے گئے

کچھ لوگ انتظار میں بیٹھے تھے شام تک
جانے کہاں وہ صبح نہا کر چلے گئے

کرتے بھی لوگ اس کے سوا اور کیا بھلا
اپنے گھروں کو اشک بہا کر چلے گئے

دیکھا سوادِ شہر تو پتوار رکھ دیا
ساحل قریب تر ہے بتا کر چلے گئے

علم و ہنر کہاں وہ سخنور کہاں رہے
سنگیت رہ گیا ہے نواگر چلے گئے

نقشِ قدم پہ ان کے عزیز و چلے چلو
وہ راستے کو کر کے اُجاگر چلے گئے

اب کون ہے جو دے ہمیں گوہر نکال کر
وہ بحرِ معرفت کے شناور چلے گئے

گوھر سعیدی، کوپاگنج، مئو

تواریخِ وفات

مقبول الانام فدائے ملت مولانا
محمد اسعد صاحب مدنی

۱۴۲۷ھ

❖●❖

محبوبِ زماں حضرت امیر الہند صاحب

۲۰۰۶ء

❖●❖

آہ لوائے نصرت مولانا سیّد محمد اسعد صاحب مدنی

۱۴۲۷ھ

❖●❖

امیرِ محفل صدر جمعیۃ علماء ہند

۱۴۲۷ھ

❖●❖

رہنمائے قوم مولانا محمد اسعد صاحب مدنی رحمہ اللہ المجیب

۱۴۲۷ھ

❖●❖

مقبول عالِم کی موت، عالَم کی موت ہے

۱۴۲۷ھ

❖●❖

اقلیتوں کا باہمت رہنما چلا گیا

۱۴۲۷ھ

❖●❖

منجانب اشکبار حبیب الرحمن معروفی

۱۴۲۷ھ

فدائے ملت کے اوصافِ حمیدہ

ماجد بستوی، جنرل سیکریٹری بزم اسلم

وقت کا مردِ مجاہد صاحبِ کردار تھا
قوم و ملت کے لیے وہ برسرِپیکار تھا

کود پڑتا نرغۂ باطل میں بے خوف و خطر
ولولہ سینے میں دل میں جذبۂ بیدار تھا

قوم کی افسردگی کو وہ رہا دیتا حیات
سینۂ دل میں وہ رکھتا جذبۂ ایثار تھا

بے وطن کا وہ وطن تھا بے پناہوں کی پناہ
وہ یتیموں بیکسوں بیواؤں کا غمخوار تھا

دشمنوں کو بھی لگاتا پیار و الفت سے گلے
کیا سمجھ تھی کتنا اونچا آپ کا معیار تھا

اللہ اللہ فیض ان کا ہر گھڑی تھا فیض عام
بتکدہ بھی ان کے دَم سے جلوۂ انوار تھا

مشعلِ نورِ الٰہی جس نے روشن کردیا
رہنما تھا راہبر تھا قوم کا سالار تھا

ہو رہی تھی قوم ساری پائے اقدس پر نثار
کیا حسیں کردار تھا وہ کیا حسیں گفتار تھا

وصف میں صدیق تھا فاروق تھا عثمان تھا
عزم و ہمت خالد عبیدہ حیدرِ کرار تھا

منزلِ مقصد سے پہلے وہ نہیں کھاتا شکست
عزم و ہمت میں سراپا آہنی دیوار تھا

کون کودا بربریت کی دہکتی آگ میں
قوم و ملت کے لیے مرنا کسے درکار تھا

آنچ آئے قوم پر اور وہ تماشائی رہے
حق کی خاطر بند ان کا کب لبِ گفتار تھا

قوم و ملت کے لیے وہ جاں کو جاں سمجھا نہیں
سر ہتھیلی پر وہ لے کر ہر گھڑی تیار تھا

راہِ حق میں پائے استقلال کب کھایا شکست
وقت کا مردِ قلندر تھا کفن بردار تھا

عزم و ہمت پر زمانہ محوِ حیرت ہوگیا
سر جو دیدے حق کی خاطر وہ وہی سردار تھا

روزِ روشن کی طرح ہے ان کا کردارِ حسیں
وہ جمعیۃ کا علمبردار تھا معمار تھا

اللہ اللہ کیا رہا وہ پیکرِ حسنِ خلوص
ساری دُنیا سے الگ ان کا طریقِ کار تھا

فتح و نصرت چومتی تھی ہر گھڑی جس کا قدم
مردِ میدانِ عمل تھا صاحبِ کردار تھا

سینۂ باطل میں وہ چبھتا ہوا خنجر رہا
سر جدا کر دے جو تن سے وہ وہی تلوار تھا

ہر گھڑی رہتی تھی جس پہ ساری دُنیا کی نگاہ
گویا میدانِ سیاست کا علمبردار تھا

تھا سراپا خاندانِ حضرتِ مدنی کی لاج
جامِ میخانہ سے ان کے ہر کوئی سرشار تھا

زعمِ باطل کانپ جاتا سن کے جن کا نام بھی
وہ حسین ابن علی تھا حیدرِ کرار تھا

بے خطر لے کر سفینہ قوم کا بڑھتا رہا
موج تھی گرداب تھی طوفان تھا منجدھار تھا

اہلِ باطل خوف کھاتے تھے ملاتے آنکھ بھی
تمتماتا سرخ چہرہ کتنا شعلہ بار تھا

کون سا وہ درد تھا دل میں رولاتا تھا انھیں
کون سی سوزش تھی جس پر وہ سدا خوں بار تھا

سوزشِ فرقت میں روئے کیوں نہ ساری کائنات
کہہ رہے ہیں جانے والا قوم کا غمخوار تھا

دے رہا تھا ساری دنیا کو اخوت کا پیام
ظلم کا دشمن عدوئے نخوت و پندار تھا

لشکرِ برطانیہ سے کون تھا سینہ سپر
جب وطن کو خونِ دل خونِ جگر درکار تھا

جس کا سونا جاگنا سب قوم کی خاطر رہا
جس کا مرنا جینا ملت کے لیے درکار تھا

آرہی تھی چاروں جانب سے صدا لبیک کی
ہر کوئی بیتاب ہو کے طالبِ دیدار تھا

جب قدم اُٹھے کمر باندھی تھکا ہارا نہیں
منزلِ دشوار کا بھی راستہ ہموار تھا

یاد نے جس کی بھگا رکھی ہے اب تک آستیں
میں بھی ان کے میکدے کا ایک بادہ خوار تھا

نور سے پرنور چہرہ اور ملکوتی صفت
درحقیقت وہ غلامِ سیّدِ ابرار تھا

ہر کوئی بیتاب پھرتا شیخ مدنی کے لیے
کس قدر لوگوں پہ طاری نشۂ دیدار تھا

منتظر کس کے ہو ماؔجد کون بھیجے گا خطوط
وہ قلم خاموش ہے جو تم پہ احساں بار تھا

اب نہ وہ ساقی نہ وہ بادہ نہ وہ پیمانہ ہے
دل شکستہ رِند ہیں اُجڑا ہوا میخانہ ہے

آہ حضرت فدائے ملتؒ

شیخ مدنی کا دُلارا دوستو جاتا رہا
کیا بتائیں ہم سے کیسا رہنما جاتا رہا

جو خدا کی یاد میں ہر دَم تڑپتا ہی رہا ملک و ملت کے لیے ہر سو مچلتا ہی رہا
جو سدا مظلوم کی خاطر پگھلتا ہی رہا مثل شمشیر برہنہ جو اُبھرتا ہی رہا
سرزمینِ ہند سے وہ رہنما جاتا رہا
شیخ مدنی کا دُلارا دوستو جاتا رہا

حال ارشدؔ اور اسعدؔ کا تو آ کر دیکھ لے ہیں پریشاں کتنے عثمانؔ آج آ کر دیکھ لے
مضطرب محمودؔ و ازہدؔ ہیں تو آ کر دیکھ لے خانوادہ شیخ مدنی مضمحل ہے دیکھ لے
تو نثار احمد کو روتا چھوڑ کر جاتا رہا
شیخ مدنی کا دُلارا دوستو جاتا رہا

رو رہا ہے غم میں تیرے آج یہ دارالعلوم ہر طرف ماتم کناں ہے آج یہ دارالعلوم
ہوگیا ہے آج سونا بن ترے دارالعلوم کہہ رہا ہے آج تجھ سے یہ ترا دارالعلوم
لاڈلے ہوکر جدا مجھ سے سدا جاتا رہا
شیخ مدنی کا دُلارا دوستو جاتا رہا

رو رہے ہیں گلشنِ محمودیہ کے بام و دَر ہر کلی پر ہے اُداسی ہر شجر ہے چشم تر
حسرت و رنج و الم سے جھک گئے برگ و ثمر آج ہے غم میں یہاں ڈوبا ہوا ہر اِک بشر
تھا یہاں پر جو رئیس اولیا جاتا رہا
شیخ مدنی کا دُلارا دوستو جاتا رہا

یا خدا حضرت کو تو اب قبر میں آرام دے میرے مولیٰ آبِ کوثر کا انھیں تو جام دے
کر عطا جنت انھیں منزل خدا آسان دے حشر میں ان کو شہیدوں کی سی یارب شان دے
رب کے آگے جھک کے امجدؔ یہ دعا کہتا رہا
شیخ مدنی کا دُلارا دوستو جاتا رہا

حسب ارشاد: حضرت **مولانا نثار احمد** صاحب مہتمم مدرسہ محمودیہ، سروٹ، مظفر نگر — نتیجہ فکر: **زاھد حسن امجد برلوی**، استاد عربی مدرسہ محمودیہ سروٹ، مظفر نگر

آہ! امیر الہند حضرت اسعد مدنیؒ

ڈاکٹر اظہار افسر، بنگلور

آہ اے مردِ مجاہد رہبر قوم و ملل
چھین کر کیا لے گئی ہے آپ کو ہم سے اجل
ہوگئے ہیں ہم سدا کے واسطے گویا یتیم
کون دے گا اب ہمیں درسِ صراطِ مستقیم
اب پکاریں گے کسے ہم رہنمائی کے لیے
اب کہاں بہر علاجِ دردِ دل ہم جائیں گے
چشم نم ، ہیں آپ کے مئے نوش میر میکدہ
مئے کشی کا اب ہماری لطف ہی جاتا رہا
ہم گرفتار الم ہیں اے امیرِ محترم
ٹوٹ کر جیسے گرا ہے ہم پہ ایک کوہ ستم
فیض سے محروم دنیا ہوگئی ہے آپ کے
آپ اپنے اور پرایوں کے رفیق درد تھے
کود پڑتے آپ ہر میدان میں مردانہ وار
درمیانِ حق و باطل جیسے کوئی شہسوار
آپ کی حق گوئی کے چرچے تھے ایوانوں کے بیچ
جس طرح چنگھاڑتا ہو شیر میدانوں کے بیچ
آنچ آئی حق پرستوں پر کبھی جب بھی کہیں
آپ نے خدمات اپنی ہر طرح کی پیش کیں
خدمت خلق خدا میں عمر گزری آپ کی
آپ نے بخشی سدا تاریکیوں کو روشنی
تا قیامت سایہ افگن آپ پر ہوں رحمتیں
آپ ہوں آرام فرما اعلیٰ علین میں

سانحۂ ارتحال حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ

حافظ رفیق احمد
مہتمم مدرسہ فیض العلوم، مسجد کفر توڑ، نگینہ بجنور

آہ اسعد صدرِ جمعیۃ منارِ علم وفن
تجھ کو کہتے تھے امیرالہند بھی اہلِ وطن

حیرت افزا کس قدر ہے تیرے مرنے کا محن
پھول پژمردہ ہیں کانٹے خشک افسردہ چمن

جارہا ہے آج تُو گورِ غریباں کی طرف
تیرا ماتم ہو رہا ہے انجمن در انجمن

تیرا دامن چھوڑ کر اب جائے جمعیۃ کہاں؟
جب نہیں ہے سر پہ اسعد اِس کے تُو سایہ فگن

تُو نہیں تو آج ہے بے کیف سب رنگِ بہار
تیرے ہی دم سے تھا جمعیۃ کا پُررونق چمن

لے کے ملّت کے مسائل صدرِ جمعیت رفیقؔ
وہ جہاں پہنچے نہیں وہ کون سی ہے انجمن

حضرت مولانا اسعدؔ کی خدا کر مغفرت
جنت الفردوس ہو اب دائمی ان کا وطن

نذرانۂ عقیدت

سانحۂ ارتحال فدائے ملت امیرالہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ

محمد یوسف راغبؔ میرٹھی، میرٹھ شہر

داغِ غمِ فراق مٹائیں گے کس طرح
اس تیرِ غم کو دل میں چھپائیں گے کس طرح
ہم دل کے زخم تجھ کو دکھائیں گے کس طرح
ہم حسرتوں کے خوں میں نہائیں گے کس طرح
بزمِ جہانِ زیست سجائیں گے کس طرح
قدموں پہ کہکشاں کو جھکائیں گے کس طرح
پہلو میں جس کے فکرِ مراحل ہے محوِ خواب
اس میرِ کارواں کو جگائیں گے کس طرح
اے شمعِ بزمِ ہند چراغِ سیاسیات
پروانے تجھ پہ دل بھی جلائیں گے کس طرح
مے نوش تشنہ لب ترے اے پیر میکدہ
پی کے نظر سے پیاس بجھائیں گے کس طرح
گردابِ بحرِ رنج والم میں جو پھنس گئیں
ان کشتیوں کو پار لگائیں گے کس طرح
آزردہ دل بھی ظلم کی روداد و داستاں
ملت کے پاسباں کو سنائیں گے کس طرح
یلغار بجلیوں کی ہے گلشن میں ہر طرف
ہم آبرو گلوں کی بچائیں گے کس طرح
معمارِ حسنِ مہر و مروت گنوا کے ہم
راغبؔ وفا کی دنیا بسائیں گے کس طرح

نذرانۂ عقیدت

منصور علی خاں کاردار

ہند کے مسلم کا میرِ کارواں جاتا رہا
قوتِ ملت کا مستحکم نشاں جاتا رہا

جس کے دل میں ملک اور ملت کا یکساں درد تھا
وائے محرومی کہ ایسا پاسباں جاتا رہا

اتحادِ ملک و دین اِک دوسرے کی ضد نہیں
جانتا تھا جو اسے وہ راز داں جاتا رہا

حق و باطل کشمکش میں وہ صداقت کا نشاں
وہ سپہ سالار ، وہ مردِ جواں جاتا رہا

جس کی ہر آواز پر لبیک کہتے تھے سبھی
دورِ حاضر کا وہ اِک حکم رواں جاتا رہا

اختلافِ مسلک و ملت نہ تھا جس کو پسند
امن و یکجہتی کا زیبِ داستاں جاتا رہا

زندگی انسان کی پیہم عمل کا نام ہے
اس حقیقت کا مجسم ترجماں جاتا رہا

راہِ حق جس نے دکھائی راہ گیروں کو مدام
دست گیر و رہنمائے رہرواں جاتا رہا

قدرداں تھے جس کے استقلال کے اغیار بھی
قائدِ ملک و ملت اب کہاں جاتا رہا

تھی عبارت دیدنی اِک دَور کی تعمیر سے
صد ہزار افسوس وہ دورِ زماں جاتا رہا

حضرتِ اسعد امیرالہند قائد بے مثال
ہم تہی دستوں کا اِک گنجِ نہاں جاتا رہا

خدمت و ایثار سے سینچا تھا ملت کا چمن
وہ نگہبانِ چمن ، وہ باغباں جاتا رہا

حوصلہ قائم رہا جینے کا جس کی بات سے
وہ چراغِ راہ وہ تسکینِ جاں جاتا رہا

درد و غم اپنا سناتے تھے جسے پیر و جواں
غم زدوں کا وہ شفیق و مہرباں جاتا رہا

حضرتِ ارشد ہمارے رہنما بالاتفاق
اختلافِ ذہن کا وہم و گماں جاتا رہا

حضرتِ محمودِ ملت کارواں کے ساتھ ہیں
کیسے کہہ دوں چشمۂ فیضِ رواں جاتا رہا

غور سے سن کاردآر ہر سمت آتی ہے صدا
پاسدارِ وحدتِ ہندوستاں جاتا رہا

پتّہ پتّہ غنچہ غنچہ ہو گئے ہیں سوگوار

نتیجۂ فکر: مولانا عبدالرؤف صاحب قاسمی نازشؔ حیدرآبادی، وانم باڑی

آہ! اسعد کیسے روکوں اشک کے سیلاب کو
بند کر سکتا نہیں میں تیرے غم کے باب کو
دل ہے آشفتہ مرا، عینان میری تجریان
درمیاں میں ایک حجابِ صبر ہے لایبغیان
شمعِ اسعد بجھ گئی، اِک شور پروانوں میں ہے
جان دینے کی تمنا تیرے دیوانوں میں ہے
تو نے بخشا درد ہم کو آزمانے کے لیے
اِک زمانہ چاہیے تجھ کو بھلانے کے لیے
چنئی میں ہو رہی ہے تعزیت کی یہ سبیل
ہند میں یہ ہے تری ہر دلعزیزی کی دلیل
اسعدِ مدنی! کریں ہم تیرا کیسے کظمِ غم
کر نہیں پائے گا آسانی سے دل یہ ہضمِ غم
تیرا مولد، تیرا مسکن دیوبندِ دل پسند
مادرِ علمی تری دارالعلومِ دیوبند
شیخ الاسلامِ جہاں سے تربیت تجھ کو ملی
نسبتوں میں سب سے بڑھ کر ابنیت تجھ کو ملی
مہرِ عالمتابِ مدنی کی ضیائیں تجھ میں تھیں
انقلابی شان پر مبنی ادائیں تجھ میں تھیں
مادرِ علمی کا فرزندِ سعادت مند تھا
تلخ باطل کے لیے تھا، اہلِ حق کو قند تھا
کاندھلہ کے شیخ کا تو قرّۃ العینین تھا
اِک تعلق بیعت و ارشاد کا مابین تھا
باعثِ رشکِ ملائک واہ رے تیرا نصیب
تو امیرالہند کا تھا جانشین بعدِ حبیب

باغِ دارالعلم پر تیرا ہوا غم یوں سوار
پتّہ پتّہ غنچہ غنچہ ہو گئے ہیں سوگوار
زینتِ تدریسِ دار العلم تیرہ سال تھا
رزمگاہِ حق و باطل میں سراپا ڈھال تھا
تیرا طوطی گونجتا تھا ہند کے ایوان میں
شانِ مدنی کی جھلک تھی انقلابی شان میں
دردِ ملت کا الاوہ دل میں پکتا ہی رہا
اور آنکھوں سے تہجد میں ٹپکتا ہی رہا
بے نیازِ فکر خانہ، بے نیازِ تن بدن
کھائے جاتی تھی تجھے فکرِ گلستانِ وطن
گلشنِ جمعیۃ العلماء پہ چھائی ہے خزاں
پرسنل لا بورڈ کے چہرے پہ اُڑتا ہے دھواں
اپنے خونِ دل سے سینچی تو نے کشتِ جمعیۃ
تیرے جانے سے لرز اُٹھی ہے خشتِ جمعیۃ
تو نے مسلم فنڈ کو اِک خاکۂ وسعت دیا
اس کی برکت عام کرنے نقشۂ راحت دیا
چھ محرم کا تطابق فروری چھ سے ہوا
جاتے جاتے بھی توافق کا سبق تو دے گیا
بابری مسجد کا ہو، یا مسئلہ گجرات کا
یا کسی خطے میں ہو بپھرے ہوئے حالات کا
یا ہو ردِّ قادیانیت کا کوئی مرحلہ
شاہ بانو پر عدالت کا ہو کوئی فیصلہ
تیزگامی سے خبر لیتا تھا جاکر وقت پر
دردمندوں کی مدد کرتا تھا وقتِ سخت پر

مرشدِ کامل کو روتے ہیں مریدانِ صفا
تیرے جانے سے ہوئی ویران بزمِ اتقیا
آج اے اسعد تجھے ہم ڈھونڈنے جائیں کہاں
تیرے غم میں ہم تو کیا ہے نوحہ خواں سارا جہاں
ارشد و اسجد برادر کا ہیں غم کھائے ہوئے
ایسے عالم میں بھی یہ مدارس ہیں آئے ہیں
کیا علوِظرف ہے خود تیر ہیں کھائے ہوئے
مندمل کرنے ہمارے زخم ہیں آئے ہوئے
مہتمم حضرت، مَلک صورت، نگار خوب ہیں
اپنے پیکر میں یہ خود رحمان کے مرغوب ہیں
آپ کو پیرانہ سالی میں ہوا لاحق یہ غم
چارہ گر بن کر ہمارے آ گئے یہ ہے کرم
دل شکستہ احمد و محمود و مسعودِ حزیں
اپنے ابّو جان کے یہ ہیں نقوشِ دل نشیں
اور مودود و محمد بزم میں آشفتہ حال
رحلتِ ابّو نے کردی بند ان کی قیل و قال
رہبرِ قوم و وطن کے غم میں دل ہے بے سکوں
ناشکیبی بے قراری کو میں اِک عنوان دوں
خانہ ماتم ارتحالِ اسعدِ مدنی ہوا
۶ ۰ ۰ ۲ ء
عیسوی میں سالِ رحلت مجھ سے ہاتف نے کہا
کر دیا نازشؔ نے پہلے اشکِ خوں میں تر قلم
پھر کیا ہے سوزِ دل سے مرثیہ تیرا رقم
مرثیے کی شکل میں اِک غم کا افسانہ ہے یہ
اے جگر پارے حسین احمدؒ کے! نذرانہ ہے یہ

لامثالی تھی زمانے میں قیادت آپ کی

نتیجۂ فکر:
اقرار احمد ساحل قاسمی
ناظم مدرسہ سبیل الرشاد موضع میوانوادہ، پوسٹ خاص، ضلع بجنور، یوپی

ابتدا اس مالکِ کون و مکاں کے نام سے
شاد کرتا ہے سدا جو اپنے فضلِ عام سے
غمزدہ انساں کو کرتا ہے کبھی آلام سے
پھر وسیلہ لیکے یارو میں نبیؑ پاک کا
وجہِ تخلیقِ دوعالم صاحبِ لولاک کا
تذکرہ کرتا ہوں تم سے ایک مشتِ خاک کا
رابطہ ویسے تو اس کا آدمِ خاکی سے ہے
زیست کا اس کی تعلق جذبِ محمودی سے ہے
نسبتِ پدری مگر بس حضرتِ مدنی سے ہے
یہ بشر اپریل ستائیس کو پیدا ہوا
نام اسعد جس کا اس کے سرپرستوں نے رکھا
یعنی ہے یہ ذکر سن اُنیس سو اٹھائیس کا
حق پہ مٹنے کا سبق آغوشِ مادر نے دیا
مادرِ علمی سے درسِ حریت اس کو ملا
دل میں یوں پروان ذوقِ خدمتِ قومی ہوا
کام لینا تھا خدا کو دینِ حق کا آپ سے
آپ پر آساں کیے یوں اس نے مشکل مرحلے
نصرتِ غیبی نے اس کی راہ کے کانٹے چنے
ذوالفقار و حاجی عابد فضلِ رحماں کی وفا
حضرتِ نانوتوی صاحب کے وہ صبر و رضا
آپ کو دے کر کیا رب نے محافظ دین کا
ذوقِ آزادی عطا کر کے ولی اللہ کا
حاجی امداد و رشید و شہ عطاء اللہ کا
شاہ اسماعیل و ضامن اور ثناء اللہ کا
دے کے شیخ الہند کا بھی اس کو ایمانی وقار
اور شہیدانِ وطن کا حق پہ مٹنے کا شعار
اور فراست حضرتِ مدنی کی دے کر مستعار
نظمِ بھارت اس کو اُنیس سو تریسٹھ میں دیا
صدر اُنیس سو تہتر میں بنا کر ہند کا
رب نے مشتِ خاک کو اوجِ ثریا پر کیا
لب پہ رکھ کر نامِ حق اور قلب میں عشقِ نبی
اس نے پیہم کی بیالیس سال خدمت قوم کی
ان مقدس ہستیوں کی لاج اس طرح رکھی
اہلِ حق پر جب کبھی آئی کوئی مشکل گھڑی
ان کے اوپر آپ نے چھڑکی ہے شبنم پیار کی
اور لڑی انصاف کی اہلِ جفا سے جنگ بھی
یوپی سے باہر بھی بھاگلپور یا گجرات پر
رکھتا تھا گہری نظر وہ دیش کے حالات پر
حکمتِ عملی سے قابو پاتا تھا جذبات پر
مسئلہ یکساں سول تھا دینِ حق پر وار کا
واں بھی نیچا کردیا سر ظلم کی سرکار کا
وقت نے مانا ہے لوہا آپ کے کردار کا

زیست تھی جہدِ مسلسل سے عبارت آپ کی
لامثالی تھی زمانے میں قیادت آپ کی
صدیوں تک محسوس ہوگی یوں ضرورت آپ کی

الغرض بے لوث خدمت قوم کی کرتا رہا
اور سبق انسانیت کا ہر گھڑی اس نے دیا
اس طرح مقبولِ عام و خاص دنیا میں ہوا

وہ فدائے مذہب و ملت تھا اسعد جس کا نام
تھا وہ مصروفِ عمل بس قوم کی خاطر مدام
اس نے ڈالی کفر کے منہ زور گھوڑوں کو لگام

امتِ احمدؐ کا غم سینہ میں وہ رکھ کر نہاں
اور نظر میں صرف رکھ کر قوم کا سود و زیاں
دن میں کوشش رات میں کرتا تھا وہ رب سے فغاں

قوم کے اس مردِ آہن کا نہ تھا ثانی کوئی
اس کو بخشے تھے خدا نے وہ شعور و آگہی
ہند میں کرتا تھا جن سے اہلِ حق کی رہبری

یعنی لوگو ! وہ امیرالہند رہ کر تاحیات
زندگی میں اپنی دے کر صرف سچائی کا ساتھ
دے گیا ظلمت پسندوں کو زمانے بھر میں مات

عاشقِ محبوب رب اور عارفِ ربِ جہاں
پورے ہندستاں میں جمعیۃ کی تھا روحِ رواں
تھا حسین احمدؒ کا بیٹا نازشِ ہندوستاں

حضرتِ اسعد امیرالہند وہ عزّت مآب
فروری چھ اور تھا سن دو ہزار اور چھ جناب
چھُپ گیا دوشنبہ کو علم و عمل کا آفتاب

آہ دنیا سے وہ میرِ کارواں رخصت ہوا
ظلمتوں کے دور میں حق کا نشاں رخصت ہوا
مہر کا عزم و مہم کا آسماں رخصت ہوا

آہ دُنیا سے ہمارے درد کا درماں گیا
نامرادی کا کریں کس سے زمانے میں گلا
کون دیتا ہے جہاں میں اے خدا تیرے سوا

داغِ فرقت دے کے اسعد تم نے یہ کیا کردیا
اس جہانِ بے اماں میں ہم کو تنہا کردیا
اور دلوں میں غم کا اِک طوفان برپا کردیا

آہ بتلا دے ہمیں اے آسماں جائیں کہاں
کس کے دامن میں ملے گی اب بتا ہم کو اماں
اب سنے گا کون مظلوموں کے غم کی داستاں

کون دے گا بےغرض بن کر جہاں میں حق کا ساتھ
ظلم کو اب قوتِ ایماں سے دے گا کون مات
کون مجبوروں کے سر پر رکھے گا شفقت کا ہاتھ

ہم پہ وہ دستِ اجل نے توڑے ہیں غم کے پہاڑ
ہوگیا جن کی بدولت گلشنِ ہستی اُجاڑ
شدتِ غم نے ہمارے ضبط کو ڈالا پچھاڑ

ڈگمگا اُٹھے ہیں اہلِ قافلہ کے اب قدم
ہم سے خستہ حالوں پہ اللہ تو کرنا کرم
مالکِ کون و مکاں رکھنا ہمارا تو بھرم

بارگہ میں آپ کی کرتے ہیں بس اتنی دعا
اب کوئی نعم البدل اس کا خدایا کر عطا
ظلم کا کرتے رہیں ہم تاکہ جم کر سامنا

اپنی تو شانِ کریمی کام میں لا کر خدا
سایۂ رحمت میں اپنی اس کو تو دینا جگہ
اور اس کے نقشِ پا پہ مستقل ہم کو چلا

جنت الفردوس میں رکھنا اُسے ربِّ جلیل
اور دینا اس کے اہلِ بیت کو صبرِ جمیل
تیری مرضی پر کسی کو کیا ہے تابِ قال و قیل

نالۂ فراق

بروفات حسرت آیات فدائے ملت، جانشینِ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

از: عبدالمنان آصف بستوی، خادم مدرسہ تعلیم الاسلام مجھوڑ، امبیڈکر نگر

سوزِ دل ، سوزِ یقیں سوزِ جگر لے کر گئی
کتنی ظالم ہے قضا آہِ سحر لے کر گئی

تحفۂ غم ، دردِ دل وہ چشمِ تر لے کر گئی
وہ کہ ہر غم کا مداوا تھا کہ کدھر لے کر گئی

در کفِ جامِ شریعت در کفِ صندانِ عشق
ملک و ملت کی جو رکھتا تھا خبر لے کر گئی

سینۂ باطل پر احکامِ شریعت کے پیام
عمر بھر دیتا رہا جو در بدر لے کر گئی

وادیٔ پرخار میں رہتے ہوئے محوِ سفر
ہر گھڑی رکھتا فکرِ بحر و بہر لے کر گئی

رقص کرتے تھے وہ جس کی جنبشِ ابروئے ساتھ
بادہ و ساغر وہ میکش ہیں کدھر لے کر گئی

نازشِ روحِ چمن وہ نازشِ دارالعلوم
نازشِ اہلِ جنوں اہلِ ہنر لے کر گئی

اب کہاں وہ دردِ دل وہ شوخیٔ زورِ بیاں
وہ یقیں محکم وہ عزمِ کرّ و فر لے کر گئی

شعلۂ عشق و جنوں یاں سرد ہے تیرے بغیر
محفلِ عشاق وہ آہِ سحر لے کر گئی

لے گئی آصفؔ قضا اسعدؔ کو اب خلدِ بریں
کارواں ہے راہ رو ہیں راہبر لے کر گئی

چمن میں آج کل شام و سحر اچھا نہیں لگتا
مہینہ گو یہ ساون کا ہے پر اچھا نہیں لگتا

تمھارے ماسوا سب کچھ ہے یاں پھر تم ہی بتلاؤ
کیوں اپنا ہی شہر اپنا ہی گھر اچھا نہیں لگتا

ترا جانا سوئے جنت مبارک ہو تجھے اسعدؔ
کریں کیا تیرے دیوانے مگر اچھا نہیں لگتا

سنائیں گے بھلا افسانۂ دردِ نہاں کس کو
رکھے گا کون مرہم زخم پر اچھا نہیں لگتا

گئے تم کیا بہاریں بھی ہوئیں مایوس گلشن کی
کہ بے رقصِ جنوں تیرِ نظر اچھا نہیں لگتا

وہ جس کی جنبشِ ابرو پہ ہر دَم رقص کرتے تھے
وہ میکش اب وہ ساغر ہیں کدھر اچھا نہیں لگتا

گلوں میں شوخیاں سب ہیں نہ کانٹوں میں خلش باقی
یہ شیشوں کا محل بے شور و شر اچھا نہیں لگتا

خدا محفوظ رکھے بعد تیرے تیرا سرمایہ
کہوں میں کیا ہے سب تم کو خبر اچھا نہیں لگتا

خوشی کے ساتھ غم بھی ہم تو اپنے پاس رکھتے ہیں
کہ ذوقِ عشق بے خوف و خطر اچھا نہیں لگتا

گزر تو جائے گی فرقت میں یہ زندگی آصفؔ
بغیر اسعدؔ کے یہ زنداں مگر اچھا نہیں لگتا

میرِ کارواں جاتا رہا

نتیجۂ فکر : حضرت علامہ منصور منصورؔ پوری

جب کہا فطرت نے جانِ گلستاں جاتا رہا
دل یہ بولا فاخرِ ہندوستاں جاتا رہا
جس کے دامن میں سعادت مندیاں تھیں بیشمار
ساری ملت کا وہ میرِ کارواں جاتا رہا
ہاتھ رکھے گا بھلا اب کون دُکھتی نبض پر
قوم و ملت کے غموں کا رازداں جاتا رہا
خاورِ مشرق کی تیزی نت نئے موسم کا رُخ
جو بدل دیتا تھا پل میں سائباں جاتا رہا
ہونہیں پائے عزائم اس کے، پیری کے اسیر
وہ فدائے قوم و ملت مہرباں جاتا رہا
خاندانی عظمتوں کے نور سے روشن تھا وہ
آج ہر قندیلِ نو کا پاسباں جاتا رہا
ایک وہ پہچان تھا آزاد ہندوستان کی
شیخِ مدنیؒ کے عزائم کا نشاں جاتا رہا
کس قدر تھا باخبر وہ موسمِ حالات سے
جو مرتب کر کے ساری داستاں جاتا رہا
اُٹھ کھڑی ہوتی تھی ملت جس کی اِک آواز پر
اس قیادت کا امیں روحِ رواں جاتا رہا
بین الاقوامی سطح پر جس کی اِک پہچان تھی
سارے عالم کا وہ مہماں میزباں جاتا رہا
جنبشِ نوکِ قلم منصورؔ کہتی ہے یہی
دہر سے انسانیت کا قدرداں جاتا رہا

امیر الھند

مولانا مجیب بستوی

افسوس آج فخرِ مسلماں چلے گئے
وہ سوئے خلد، خلد بداماں چلے گئے
وہ اسعدِ مدنی جنھیں کہتا تھا زمانہ
کر کے ہماری زیست ہراساں چلے گئے
جمعیۃ علماء کا محافظ خدا رہے
وہ چھوڑ کے اسے پئے ایماں چلے گئے
ہندوستاں کو ناز تھا ان پر خدا گواہ
لے کر وہ ساتھ عیش کا ساماں چلے گئے
وہ تھے امیرِ ہند، وہ سردار ملک تھے
کیسا اُٹھا کے درد کا طوفاں چلے گئے
ہر ایک رو رہا ہے، ہر اِک غم نصیب ہے
کس کو بنا کے درد کا درماں چلے گئے
یاد اُن کی دل کو جانے کہاں لے کے جائے گی
دل آج کس قدر ہے پریشاں چلے گئے
محمود مدنی آج بہت سوگوار ہیں
وہ کر کے ان کو کس طرح گریاں چلے گئے
اللہ ان کی قبر منوّر رہے سدا
دنیا میں آج کر کے چراغاں چلے گئے
ہو ان کی مغفرت کی دعا لب پہ اے مجیبؔ
وہ پیکرِ اخوّت و احساں چلے گئے

جوسدا کیلئے اوڑھ بیٹھے کفن

خراجِ عقیدت بروفات حسرت آیات حضرت اقدس مولانا سیّد اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ

نتیجۂ فکر: مولانا رئیس احمد نگاؔر، خادم تعلیمات جامعہ اسلامیہ سین پور گڈا، جھارکھنڈ

ماہرِ علم و فن ، مشفقِ ذوالمنن — اسعدِ محترم تھے وحید الزمن
آہ کس کو پکاریں فدائے ملل — باغباں جاچکا سونا سا ہے چمن
وہ تھے شیخ العرب وہ تھے شیخ العجم — اب پکاریں گے ہم کس کو شیخ الزمن
وہ تھے بحرِ سخا عزم کے تھے جبل — فیض ان کا رہا مثلِ گنگ و جمن
جس کی خدمت کا ہر طرف تذکرہ — یہ زمیں جن پہ شاہد وہ چرخِ کہن
زیرِ فیضان ہیں قومِ مسلم اگر — زیرِ احسان ہیں ان کے اہلِ وطن
نقش پائے محمدؐ پہ چلتے رہے — وہ شہیرِ زمن رفعتوں کے گگن
جب تلک تھے فدائے ملل دہر میں — تھے مسلمان سایہ میں ان کے مگن
قوم کی فکر میں جو تڑپتے رہے — برسہا رہ گئے مبتلائے محن
بھول جائیں گے کیسے انھیں جنگ میں — جو ہمارے لیے تھے صدائے امن
سرپرستی رہی جامعہ کے لیے — وہ برابر رہے ہم پہ سایہ فگن
انہی کے نقش پر اے الٰہی چلیں — ان کے اخلاف میں ڈال دے تو لگن
ایسے محسن کو اب ہم تلاشیں کہاں — جو سدا کے لیے اوڑھ بیٹھے کفن
ان کی تربت پہ اب پھول برسائے رب — یہ دعا کر رہے ہیں سبھی مرد و زن

میں فدائے ملل پر فدا ہوں نگاؔر
بحرِ فیضانِ اسعدؒ میں ہوں غوطہ زن

اے فدائے قوم وملت حضرتِ اسعد میاں

سوزِ دل: علی اکبر الناصح اندرواوی، دارالعلوم دیوبند

اے فدائے قوم و ملت حضرتِ اسعدؒ میاں
چھوڑ کر روتا بلکتا چل دیئے ہم کو کہاں

آپ کے جانے سے کیا گذری ہے ہم پہ کیا کہوں — سوزِ آتش درد وغم کیا کیا کہوں کیا کیا لکھوں
ہے زباں خاموش کیسے آہ وغم ظاہر کروں — قوم و ملت کے نصیبے پر کیا ماتم کروں
آپ کے غم میں ہے ڈوبا بے شبہ سارا جہاں
اے فدائے قوم و ملت حضرتِ اسعدؒ میاں

آپ کی فرقت پہ رنج وغم میں ہے دارالعلوم — مرثیہ خواں ہیں یہاں پر علم کے ماہ و نجوم
مضطرب ہیں ہر گھڑی یاں طالبِ نبوی علوم — چل رہی ہے ہر طرف اب غم کی یاں بادِ سموم
مادرِ علمی کا بوٹا بوٹا ہے گریہ کناں
اے فدائے قوم و ملت حضرتِ اسعدؒ میاں

سونی سونی لگ رہی ہے آج ملّی انجمن — غم سے مرجھایا ہوا ہے اب جمعیۃ کا چمن
کس طرح پائے گا اب وہ آپ کا طرزِ کہن — آپ تھے ساقی اور وہ تھا مئے کا یک گنگ وجمن
ملتِ اسلامیۂ ہند کے اے بادباں
اے فدائے قوم و ملت حضرتِ اسعدؒ میاں

جامعِ علم و عمل تھے حضرتِ والا صفات — واقفِ دین و شریعت ماہرِ سیاسی نکات
قومی ملّی غم میں ڈوبی آپ کی ہر ایک بات — منبعِ رشد و ہدایت تھی یہاں حضرت کی ذات
قوم و ملت کا مسیحا کھو گیا ہے بے گماں
اے فدائے قوم و ملت حضرتِ اسعدؒ میاں

آپ کی ملّی قیادت ہر جگہ مقبول تھی — کیا ہوں اپنے کیا پرائے سب کو ہی منظور تھی
سیرت و صورت نجابت وحسن سے معمور تھی — آپ کی ہر ایک ادا محبوب تھی ماثور تھی
قاسمی مدنی جماعت کے اے سرخیلِ زماں
اے فدائے قوم و ملت حضرتِ اسعدؒ میاں

ملک اور ملّت کی شوکت آپ سے روشن ہوئی — خیلِ باطل کو ہزیمت دین کو قوّت ملی
دعوتِ دین و سیاست کو ملی یک زندگی — وقت کے ایک سیاسی ماہر اور کمالِ بندگی
داعئ وحدت ، امانت عظمتِ ہندوستاں
اے فدائے قوم و ملت حضرتِ اسعدؒ میاں

حضرتِ اسعدؒ کا نعم البدل کر یارب عطا — نور پھیلے جس سے ہر دم اور ہو روشن فضا
تاحشر جاری رہے یہ فیضِ پیرِ باصفا — فیضیاب ہوتے رہیں جس سے سدا اہلِ وفا
ناصحِ ناداں دعاء گو ہے اے ربِّ دوجہاں
اے فدائے قوم و ملت حضرتِ اسعدؒ میاں

صدائے حق

ایوب ظفر علی گڑھ

گم صدا وہ ہوگئی خاموش وساکت وہ آواز
خم وہ زلفوں کا نہیں اب اور نہ وہ زلف ایاز
گرمیٔ بازار وہ اِک روز وشب کے زمرے
دیدہ ور اور دوربیں دُور رس نگاہِ ناز
آشنائے درد وہ اِک مونس و غمخوار وہ
ملک و ملت کا مسیحا خوش خصال و دلنواز
رازہائے پنہاں اسرارِ خودی کا نکتہ سنج
ایک وہ عقدہ کشا اور ایک وہ دانائے راز
ایک وہ سالارِ ملت وہ امیرِ کارواں
بحرِ عرفاں کا شناور ایک وہ بلند پرواز
عالمِ ہستی کا اِک شاداب گلزار و چمن
چل دیا سوئے عدم وہ ہوکر سب سے بے نیاز

میرِ کارواں

ملک وملت قوم کا روحِ رواں رخصت ہوا
کارواں باقی ہے میرِ کارواں رخصت ہوا
ظلمت و باطل سے ہردَم معرکہ پیکار ایک
روشنی اپنی لٹا کر کہکشاں رخصت ہوا
فکرِ ملت و قوم میں وہ مبتلا وہ مضطرب
ملتِ نادار کا وہ ترجماں رخصت ہوا
کر گیا دینِ متیں کی خسروی کا حق ادا
مہمانانِ نبیؐ کا میزباں رخصت ہوا
خوش خصال وخوش خیال و باکمال و باصفا
محفلِ خوباں کا دلبر خوش بیاں رخصت ہوا
وہ فدائے ملت و دینِ قوم کا معمار وہ
وہ امیرالہند فخرِ ہندوستاں رخصت ہوا

چند بے قرار آنسو

اسجد ناظری نظؔر
مدرسہ عربیہ احیاء العلوم، ناتھ نگر، بھاگلپور

ہند سے اِک رہنمائے باصفا رخصت ہوا
اِک مجاہد ! ایک مردِ لاالٰہ رخصت ہوا
ہر تڑپتی جان کا کیف و سکوں گم ہوگیا
ہر دھڑکتے قلب کا اِک اسرار رخصت ہوا
کشتیٔ ملت چلی جاتی تھی جس کے ساتھ ساتھ
بحرِ جہد و عزم کا وہ ناخدا رخصت ہوا
ہوگئی افسردہ مہرِ حریت کی روشنی
اُف یہ کیسا آفتابِ حق نما رخصت ہوا
کارواں کے واسطے ایک ایک راہِ شوق میں
چھوڑ کر اپنے وہ روشن نقشِ پا رخصت ہوا
جس سے ایوانِ سیاست لرزہ براندام تھا
وہ صداقت ، وہ حقیقت آشنا رخصت ہوا
ابتدائے جہد میں اِک جان جس سے پڑ گئی
تھا جو خود اپنی جگہ اِک انتہا رخصت ہوا
پاگئی دامانِ رحمت اسعد مدنیؒ کی ذات
جانبِ خلدِ بریں وہ پارسا رخصت ہوا
الغرض جس سے فروغِ آدمیت تھا نظؔر
آہ ! وہ انسانِ اخلاص و عطا رخصت ہوا

نظمِ عقیدت فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ صدر جمعیۃ علماء ہند

مختار احمد قاسمی ڈھکوی مدرسہ فیض العلوم چاند پور ضلع بجنور یوپی

امیرِ ہند تم سا پاسباں کس کو بنائیں گے
زمینِ ہند پر اب باغباں کس کو بنائیں گے

بڑی مشکل سے ہوگا اب کوئی اسعد یہاں پیدا
وطن مایوس ہے کہ رہنما کس کو بنائیں گے

مساجد میں مدارس میں تری رحلت کا ماتم ہے
تری جہدِ مسلسل آج دنیا کو بتائیں گے

یتیم اب ہوگئے دینی ادارے تیری فرقت سے
یہودی اور شیاطیں ہر جگہ ہم کو ستائیں گے

فلسطیں کے مسائل پر عجم سے کون بولے گا
نہ ہوگا تیرا ثانی یہ زمانے کو دِکھائیں گے

یہ کیسی بدنصیبی ہے ترا سایہ ہوا رخصت
سکونِ دل کی خاطر اب کہاں سر کو چھپائیں گے

زباں کرتی رہے گی تذکرہ تیری شجاعت کا
ترے جلسے ترے خطبے زمانے کو رُلائیں گے

کتابِ زندگی کا ہر ورق اِک بابِ زرّیں ہے
جسے پڑھ کر کے حاسد اپنی گردن کو جھکائیں گے

ہوئے محروم حضرت کی سیادت سے قیادت سے
جو وارث اب ہیں حضرت کے وہ ملت کو بچائیں گے

جنابِ ارشد و محمود ہیں اب بزمِ اسعد میں
یقیں ہے دونوں ملت کی قیادت کو نبھائیں گے

خطابِ اسعدی کا رُعب تھا حکّامِ یورپ پر
جو قاتل ہیں زمانے کے وہ ملت کو ڈرائیں گے

جنابِ حضرتِ اسعد کی خاطر فیصلہ کرلو
عدالت کا صداقت کا سبق سب کو پڑھائیں گے

حسین احمدؒ کی نسبت سے ملا یہ حوصلہ مجھ کو
تری نظمِ عقیدت میں قلم کو آزمائیں گے

امیرِ ہند، تم سا پاسباں ہم کیسے پائیں گے
زمینِ ہند، ایسا باغباں ہم کیسے پائیں گے

جنابِ اسعد یہاں تم سا نگہباں ہو نہیں سکتا
عقل حیراں ہے ایسا رہنما ہم کیسے پائیں گے

تری عظمت کے چرچے ہیں زمین و آسمانوں میں
تری سیرت کے نغمے چاند تارے گنگنائیں گے

تری ہستی پہ نازاں ہے ہر اِک ذرّہ گلستاں کا
تری تربت پہ شبنم کے ستارے جگمگائیں گے

ترے جانے سے ملت رو رہی ہے ہر طرف اسعد
کہ کشتی اتنی بھاری اے خدا کیسے چلائے گے

فلاحِ ملک و ملت کی دعاء کی ہر تہجد میں
قیامت میں فرشتے ایسے بھی سجدے دِکھائیں گے

صدائے اسعدی سے قصرِ شاہی گونج اُٹھتا تھا
ہمارے خیرخواہ ایسا بہادر کیسے لائیں گے

ترا عزم و یقیں فاروق اعظم کے مشابہ تھا
تری مجلس کے پروانے ہم ایسے نغمے گائیں گے

وطن کے گوشہ گوشہ میں تری تحریک قائم ہے
ترا پرچم سبھی ملت کے دیوانے اُٹھائیں گے

ترا خوانِ سخاوت عام تھا مہماں نوازی میں
قیامت تک ترے گھر پر نہ جانے کتنے کھائیں گے

لرز جاتا تھا جس سے ہند میں ایواں حکومت کا
غمِ ملت میں جو تڑپے وہ قائد کیسے پائیں گے

حسین احمد کے مقصد کو مکمل کردیا تو نے
ترا پیغام ملت میں ترے بیٹے سنائیں گے

مرے شعروں سے ان کی ترجمانی ہو نہیں سکتی
حیاتِ اسعدی لکھ کر مکمل کر کے لائیں گے

جس سے ملتی تھی ہدایت آہ رخصت ہوگیا

امام علی دانش قاسمی محمدی کھیری

قافلہ سالارِ امت آہ رخصت ہوگیا　　پاسبانِ ملک و ملت آہ رخصت ہوگیا
سونا سونا ہے حسین احمدؒ کا روحانی چمن　　مرشدِ راہِ طریقت آہ رخصت ہوگیا
فکرِ شیخ الہند محمود الحسنؒ کا پاسباں　　جاں نثارِ قاسمیت آہ رخصت ہوگیا
حق پرستی اور حق گوئی رہا جس کا شعار　　وہ نگہبانِ صداقت آہ رخصت ہوگیا
یادگارِ قاسمؒ و امدادؒ و فیضانِ رشیدؒ　　نازشِ اسلافِ امت آہ رخصت ہوگیا
ہر طرف دینی مدارس پر اُداسی چھا گئی　　جس کو تھی فکرِ حفاظت آہ رخصت ہوگیا
اپنے بیگانے سبھی پر جو کرم کرتا رہا　　سب پہ تھی جس کی عنایت آہ رخصت ہوگیا
خوگرِ اکرامِ مہماں پیکرِ جود و سخا　　معدنِ لطف و سخا آہ رخصت ہوگیا
فتنۂ لامذہبیت پر لگائی جس نے ضرب　　وہ امیرِ اہل سنت آہ رخصت ہوگیا
پارہ پارہ ہوگیا دجل و فریبِ قادیاں　　حامئ ختمِ نبوت آہ رخصت ہوگیا
حالِ دل کس کو سنائیں کون دے گا مشورہ　　جس سے ملتی تھی ہدایت آہ رخصت ہوگیا
جس نے اُجڑے گھر بسائے دل کو بخشا حوصلہ　　وہ فدائے ملک و ملت آہ رخصت ہوگیا
سب سمجھتے تھے کہ حق گو شیر ہے زندہ ابھی　　جس سے لرزاں تھی حکومت آہ رخصت ہوگیا
نورِ تقویٰ جس کے چہرہ پر تھا ہر دَم جلوہ گر　　جلوہ گاہِ نورِ سنت آہ رخصت ہوگیا

رہبری جس کی تھی دانشؔ کے لیے آبِ حیات
وہ سراپا لطف و شفقت آہ رخصت ہوگیا

آہ! صد افسوس کہ وہ باغباں جاتا رہا

نذرانۂ عقیدت بر وفات فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ

محمد واصف نفیس مظاهری مہتمم مدرسہ مدینۃ العلوم، غازی آباد

ملتِ بیضا کا میرِ کارواں جاتا رہا
عندلیبِ نازشِ ہندوستاں جاتا رہا

قوم و ملت کو تھی بخشی ایک شانِ امتیاز
دے کے وہ داغِ فراق و امتحاں جاتا رہا

چیخ کر یہ کہہ رہی ہیں ہر طرف ویرانیاں
لے کے وہ دیوار و در کی رعنائیاں جاتا رہا

فتنۂ بیداد ہو یا سازشِ اغیار ہو
ہر گھڑی تیار تھا مردِ جواں جاتا رہا

اب زمانے نے ہے سمجھا موت العالم کیا ہے شئے
پیکرِ حق و صداقت اِک مہرباں جاتا رہا

وہ زبانِ شیخ تھا اور شیخِ ہند کا ترجماں
بزم جمعیۃ کا وہ روحِ رواں جاتا رہا

ملتِ اسلامیہ کو دے کے وہ نقشِ حیات
دیکھ لو وہ مردِ آہن بے گماں جاتا رہا

بیکس و مظلوم کی آواز کا تھا جو نقیب
درد و غم ملت کا لے کے اب کہاں جاتا رہا

ملک کی زلفِ پریشاں کو سنوارا عمر بھر
آہ! صد افسوس کہ وہ باغباں جاتا رہا

انقلاباتِ زمانہ سے نہ گھبرایا کبھی
عزم و ہمت کا تھا جو کوہِ گراں جاتا رہا

پوری ملت اس کے غم میں کیوں نہ ہو اب سوگوار
سونی کر کے خانقاہ مدنیاں جاتا رہا

حضرتِ اسعد و اسجد اور محمود اسعد میاں
دل گرفتہ ہیں کہ ان کا مہرباں جاتا رہا

اِک جہاں کو معرفت کا درس جو دیتا رہا
رہنما راہِ ہدایت سوئے جناں جاتا رہا

سعیٔ پیہم سے بنا رشکِ جہاں دارالعلوم
محفلِ مسجد رشیدی کا نگہباں جاتا رہا

ہے عقیدت خانوادۂ مدنی سے واصفؔ کو بہت
دے کے میری شاعری میں دردِ نہاں جاتا رہا

کہاں ہے؟

بروفات حسرت آیات فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند

قاسم الواصفی المظاہری خادم ہریانہ وقف بورڈ

وہ صاحبِ دل صاحبِ ایثار کہاں ہے ڈھونڈو کہ مری قوم کا غمخوار کہاں ہے
علم و ادب و فن کا طرفدار کہاں ہے تھا جہل کی گردن پہ جو تلوار کہاں ہے
ضوبار ، ضیاکار جمعیۃ علماء ہند اس باغِ جمعیۃ کا نگہدار کہاں ہے
تعمیر کا پیغام تھا تحریر میں جس کی وہ قوم کا ہمدرد قلمکار کہاں ہے
ہاں ہاں وہ نئی نسل کی عظمت کا نگہباں تہذیبِ مسلماں کا نگہدار کہاں ہے
نمدیدہ سبھی سوچ رہے اہلِ مدارس وہ عظمتِ دیں اور وہ دیندار کہاں ہے
ہر دَم جو رہا قوم کے دُکھ درد میں شامل وہ قوم کا اب قافلہ سالار کہاں ہے
وہ عالی نسب ذہن رسا اسعدِ مدنی جو فتنۂ شر سے تھا خبردار کہاں ہے
طوفانِ حوادث کی ہر اِک موج کے آگے رہتا تھا ہر اِک وقت جو تیار کہاں ہے
ملت پہ فدا زندگی جس کی رہی دن رات رکھتا تھا جو اِک جذبۂ بیدار کہاں ہے
دنیا میں جو آیا ہے فنا سب کے لیے ہے یہ زندگی سوچو تو وفادار کہاں ہے
وہ مردِ مسلماں وہی مولانائے اسعدؔ اے ملتِ بیضا ترا غمخوار کہاں ہے

قاسم ہی نہیں سارا جہاں ڈھونڈ رہا ہے
وہ نسلِ حسینی کا طرحدار کہاں ہے

قطعہ تاریخ وفات

حق نے بخشی تھی سب جن کو اعلیٰ صفات اے اجل تو نے چھینی ہے ہم سے وہ ذات
قاسم الواصفی چھ محرم کے دن خاص، مولانا اسعدؔ نے پائی وفات

٦ ٠ ٠ ٢ ء

غم کے بادل

قمر عالم حسن پور (ہریانہ)

آسماں پر غم کے بادل اس طرح سے چھائے ہیں
جو کھلے تھے پھول گلشن میں وہ سب مرجھائے ہیں

اس خبر سے ناگہاں قلب و جگر بھر آئے ہیں
ہاں وہی محبوبِ ما اب سوئے مرقد جائے ہیں

حضرتِ مدنی کا سایہ سر سے اُٹھ جانے کے بعد
دامنِ اسعد کے ہم سے آج چُھٹ جانے کے بعد

یعنی اس سرمایۂ ملت کے لٹ جانے کے بعد
خشک ہوسکتے ہیں آنسو بند ہوسکتے نہیں

جام بھی میکش بھی صہبا بھی ہے پر ساقی نہیں
جسم ملت رہ گیا ہے روح اب باقی نہیں

عزم و استقلال کے ارشد ہیں جو کوہِ گراں
اشکِ پیہم دیدۂ پرنم سے رکھتے ہیں رواں

وقت کا مرہم اگر ہوتا بھی ہو اکسیرِ غم
ہے نہیں صبح و مسا کی قید میں میرا الم

آخرش لکھتا ہوں میں دردِ اجل کو لادوا
مبتلائے ایں الم کب وقت سے پائے شفا

کفر کی ظلمات میں بھی نور پھیلاتا تھا کون
تیغ کیا ہے توپ سے بتلاؤ لڑ جاتا تھا کون

امتِ محبوبِ حق پر جب کوئی آفت پڑی
باندھ کر سر سے کفن میداں میں آتا تھا کون

ہند میں سرمایۂ ملت کا نگراں کون تھا
جس سے پیتے تھے سبھی پیرِ مغاں وہ کون تھا

جس کی اِک آواز سے باطل تھا لرزاں کون تھا
جس سے روشن تھا جہاں شمعِ شبستاں کون تھا

تھے یہی ملت کے قائد اور رندوں کے امام
جن کا فیضانِ کرم جاری یہاں تھا صبح و شام

تھے یہی اسعدؔ، قمرؔ ملت کے کامل راہبر
یا الٰہی دے انھیں جنت میں تو اعلیٰ مقام

تعزیتی نظم

جمعیۃ علماء مالیگاؤں کی جانب سے منعقدہ تعزیتی جلسہ میں پڑھی گئی

ذوق اختر مالیگانوی مدرّس دارالعلوم محمدیہ، مالیگاؤں

پاسبانِ قوم و ملت اسعد مدنی کا وصال
موتِ عالِم موتِ عالَم کی بنی اعلیٰ مثال

آپ فرزندِ حسین احمدؒ امیرالہند تھے
ممبر راجیہ سبھا صدرِ جمعیۃ ہند تھے

بابری مسجد کا غم تا عمر تڑپاتا رہا
دشمنانِ دین سے تنہا وہ لڑتا ہی رہا

آفتابِ علم کو زیرِ زمین دفنا دیا
حیف ہم نے کیا کیا واحسرتا یہ کیا کیا

چند گنتی کی وہ سانسیں لیکے چلتے ہی رہے
بیہوشی میں موت کی جانب وہ بڑھتے ہی رہے

مرہمِ الفت وہ زخمِ دل پہ رکھتے ہی رہے
نرغۂ دشمن میں وہ حق بات کہتے ہی رہے

زلزلہ ، طوفان ہو ، سیلاب ہو یا کہ فساد
غمزدوں کو ، بے کسوں کو کردیا آباد شاد

چل دیئے ملکِ عدم وہ توڑ کر تارِ نفس
ہوگیا آزاد پنچھی رہ گیا خالی قفس

چلتے چلتے رُک گئی ہو جیسے نبضِ کائنات
سوگواری میں ہے ڈوبی آج ساری کائنات

عندلیبانِ چمن کے لب پہ کیوں ہے خامشی
آج غم میں بھول بیٹھے جیسے اپنی نغمگی

قوم و ملت کے تھے خادم زاہدِ شب زندہ دار
قوم کے غم میں نہیں تھا کوئی کل ان کو قرار

اقتدارِ وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
بازپرسی کر رہے تھے ہر ستم ایجاد سے

فکرِ امت لیکے پھرتے ہی رہے وہ گاؤں گاؤں
فرقِ روز و شب نہ سمجھا اور نہ دیکھی دھوپ چھاؤں

کیا گناؤں محترم استاذ کی میں خوبیاں
شب گذر جائے اگر کرنے لگوں اس کو بیاں

صبر دے پسماندگاں کو ذوقؔ کی ہے یہ دعا
جنت الفردوس کا اعلیٰ مکاں تو کر عطا

مرثیہ حضرت اقدس امیر الہند مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہٗ

نتیجۂ فکر: عنایت الرحمن قاسمی سہارنپوری خادم تجوید جامعہ محمودیہ نوگزہ پیر، ہاپوڑ روڈ، میرٹھ، یوپی

کیسے بیان دل کی میں اب داستاں کروں
دل چاہتا ہے روکے میں نالہ بیاں کروں
حضرت چلے گئے ہیں یہ اِک دم سے کیا ہوا
کس طرح اپنے دل میں یہ اب غم نہاں کروں
اشکوں کے تانے کو میں کیوں نہ رواں کروں
دل چاہتا ہے مدّت میں نالہ بیاں کروں

اسعد تمھارا فیض نہ عالم بھلائے گا
رہبر کہاں سے ایسا بھلا اور آئے گا
نقشِ قدم تمھارے سلامت رہیں اگر
چل کر انھیں یہ ہر کوئی منزل کو پائے گا
قائد تلاش آپ کے جیسا کہاں کروں
دل چاہتا ہے مدّت میں نالہ بیاں کروں

فرزند بے مثال تھے اسعد حسینؒ کے
پورے سبھی وہ کر گئے مقصد حسینؒ کے
یوں تاج جانشینی سجا سر پہ آپ کے
تھے آپ ہی تو لائق مسند حسینؒ کے
کیا کیا بیان آپ کی میں خوبیاں کروں
دل چاہتا ہے مدت میں نالہ بیاں کروں

ہوکر امیرِ ہند تھے ملت پہ تم فدا
ملت جگائی آپ نے دے کر کے اِک صدا
ملت کا درد آپ کے دل میں تھا بے پناہ
بہتر جزائے خیر دے بس تم کو اب خدا
پیدا کہاں سے ایسا میں پھر سے سماں کروں
دل چاہتا ہے روکے میں نالہ بیاں کروں

لکھوں گا آبِ زر سے میں خدمات آپ کی
محفوظ تاکہ رہ سکے ہر بات آپ کی
معلوم سب کو آپ کا ہر قصۂ حیات
رہبر ہو نسلِ نو کے لیے ذات آپ کی
اوصاف آج آپ کے میں سب عیاں کروں
دل چاہتا ہے مدت میں نالہ بیاں کروں

ملت سے اپنی ہی حقیقت میں کی وفا
قائم مثال آپ نے کردی اے باصفا
نقشِ قدم پہ حضرتِ ارشد بھی آپ کے
ثابت قدم سدا رہیں ایسا کرے خدا
اے کاش میں بھی قوم کی خدمت گراں کروں
دل چاہتا ہے مدت میں نالہ بیاں کروں

اے کاش آج ہوتے اگر تم جہان میں
مل کر کے تم سے آتی میری جان جان میں
تم وارثِ نبیٔ مکرم تھے باخدا
مدحت ہو جتنی آپ کی وہ کم ہے شان میں
اسعد تمھارا ذکر میں شایانِ شاں کروں
دل چاہتا ہے مدت میں نالہ بیاں کروں

ملفوظ و اقتباس وہ افسانے آپ کے
سننے کہاں یہ جائیں گے دیوانے آپ کے
ان کی شمع تھے آپ جو روشن نہیں رہی
مرجائیں نہ تڑپ کے یہ پروانے آپ کے
اوپر میں کاش آپ کے قربان جاں کروں
دل چاہتا ہے روکے میں نالہ بیاں کروں

تم کیا چلے گئے ہو سہارا چلا گیا
افسوس ہے کہ چین ہمارا چلا گیا
اب زندگی اندھیر ہے ہم سب کی اس طرح
آنکھوں کا سب کی جیسے ستارا چلا گیا
اب کیسے زندگی کی شمع ضوفشاں کروں
دل چاہتا ہے مدت میں نالہ بیاں کروں

ملت کی دے کے خدمتیں انجام چل بسے
دنیا میں کر کے وقت پہ ہر کام چل بسے
فکرِ زماں نے کافی تھکایا تھا آپ کو
کرنے کو آپ خلد میں آرام چل بسے
کس کے حوالے آج میں یہ کارواں کروں
دل چاہتا ہے مدت میں نالہ بیاں کروں

سائے سے ہم تو آپ کے محروم ہوگئے
ہوش و خرد بھی آج تو معدوم ہوگئے
پوچھے گا ہم سے خیر اگر کوئی آپ کی
کہہ دیں گے اس سے ہم کہ وہ مرحوم ہوگئے
آخر کہاں پہ جا کے میں آہ و فغاں کروں
دل چاہتا ہے مدت میں نالہ بیاں کروں

علم و عمل کی آپ کی تحریک عام ہو
ترمیم کے بغیر ہی اس میں دوام ہو
اب حق میں آپ کے ہے عنایتؔ کی یہ دعا
خلدِ بریں میں آپ کا اعلیٰ مقام ہو
ایصالِ روح کو آپ کی پڑھ کر قرآں کروں
دل چاہتا ہے روکے میں نالہ بیاں کروں

بیادا میرالہند مولانا سیّد اسعد مدنیؒ

محمود بھولے پوری

اس میں کوئی شک نہیں ہے اسعدِ دوراں تھا تُو
دینِ حق ہو یا سیاست مردِ ہر میداں تھا تُو

تُو مجاہد بھی تھا ، زاہد بھی تھا ، دانشور بھی تھا
اور درویشی میں اِک ماہر سیاست داں تھا تُو

ہر مصیبت کی گھڑی میں تجھ پہ اُٹھتی تھی نگاہ
غمزدوں کے واسطے ہر درد کا درماں تھا تُو

جذبۂ اسلاف کا مظہر تھی تیری زندگی
فکرِ ملک و قوم میں ہر لمحہ سرگرداں تھا تُو

اتباعِ سرورِ کونین تھا تیرا شعار
پیکرِ ایمانِ کامل ، مظہرِ قرآں تھا تُو

جس نے دیکھی ہے تری کیفیتِ صوم وصلوٰۃ
وہ سمجھ سکتا ہے کیسا صاحبِ ایماں تھا تُو

بے سہاروں کا سہارا تھی یقیناً تیری ذات
سب ہی کا ہمدرد تھا گو بے سروساماں تھا تُو

عمر بھر تو جادۂ اسلاف پر قائم رہا
مقصدِ اعلائے حق پر ہر طرح قرباں تھا تُو

وہ تری جہدِ مسلسل ، وہ ترا فکر وعمل
ناز ہے جس پر ہمیں وہ فخرِ ہندوستاں تھا تُو

اہلِ حق کے واسطے تھا ایک جوئے نرم سیر
اور خس وخاشاک باطل کے لیے طوفاں تھا تُو

تواریخ وفات

مولوی سیادت محمد رفیع الحسینی
کمہیڑہ، ضلع مظفر نگر، صدر جمعیۃ معارف الہند خلیفہ امیرالہند نوراللہ مرقدہ

لوحِ انوار و تاریخ وفات
۲۰۰۶ء

بقلم راقم آہ کمال ''سیّد المختار کل''
۲۰۰۶ء

منجانب نبی سیادت محمد رفیع مجاز اسعد مدنی
۱۴۲۷ھ

حاوی بہ قطعہ تاریخ
۱۴۲۷ھ

نحمد الماجد والوالی العظیم و نصلی علی النبی الکریم
۲۰۰۶ء

اعوذ بالله المقسط العلی و من الشیطان الرحیم
۲۰۰۶ء

بسم الباسط المتین به الرحمن الرحیم
۱۴۲۷ھ

مرشد اسعد مدنی حقیقی جانشین
۱۴۲۷ھ

باآہے حضرت ۱۴۲۷ھ	محبوبِ زباں میرے شیخ صاحب ۱۴۲۷ھ
منظور بہ اکابر ۱۴۲۷ھ	چراغِ جگر ۱۴۲۷ھ
چراغِ اکبر ۱۴۲۷ھ	صاحب فہیم مناظر ۱۴۲۷ھ
فرشتہ امام رفیع ۱۴۲۷ھ	سیّد المختار کیمیا ۱۴۲۷ھ
وداع سیّد المختار ۱۴۲۷ھ	حبیب قطع تاریخ ۱۴۲۷ھ

مصلحِ قوم فدائے ملت امیرالہند جانشینِ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نوراللہ مرقدہ ۴؍ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۷؍اپریل ۱۹۲۸ء یومِ جمعہ کو پیدائش اور ۷؍محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۶؍فروری ۲۰۰۶ء کو رحلت

جانشینِ شیخِ امت سوئے علّییں چلا

حضرت مولانا حافظ محمد ابراھیم فانی

جانشینِ شیخِ امت سوئے علّییں چلا وہ فدائے قوم و ملت سوئے علّییں چلا
باشکوہ و باجلال و باوقار و باجمال بامتانت باشہامت سوئے علّییں چلا
اللہ اللہ خدمتِ دیں جہدِ پیہم بہرِ قوم صاحبِ عزّ و کرامت سوئے علّییں چلا
سیّدِ والا نسب اعلیٰ حسب اجلیٰ لقب نیرِّ صبحِ سعادت سوئے علّییں چلا
لالہ زارِ فہم و دانش مرجع ِ اہلِ ہدیٰ جلوہ گاہِ علم و حکمت سوئے علّییں چلا
وہ امیرِ کاروانِ حق سفیرِ درد و شوق ایک کوہِ استقامت سوئے علّییں چلا
خانوادۂ حسینی کے گلِ سرسبد واہ مردِ میدانِ سیاست سوئے علّییں چلا
کس خرامِ ناز سے اور امتیازی شان سے مظہرِ حق و صداقت سوئے علّییں چلا
ساقئ آبِ محبت دافعِ کفر و فساد عکسِ ایثار و قناعت سوئے علّییں چلا
جن کے دم سے تھا یہاں اسلام کا جھنڈا بلند نازشِ اہلِ بصیرت سوئے علّییں چلا
اہلِ دل اہلِ نظر والائے اوصافِ کمال رونقِ بزمِ طریقت سوئے علّییں چلا
بوذر و سلماں صفت تھے فقر و درویشی میں جو عاشق و شیدائے سنت سوئے علّییں چلا
وہ امیرِ محترم اب آہ دنیا میں نہیں دے گیا وہ داغِ فرقت سوئے علّییں چلا
رہنمائے قدسیاں و قدوۂ اربابِ فضل بلبلِ باغِ شریعت سوئے علّییں چلا

عالمِ اسلاف کا فانؔی وہ فرزندِ جلیل
سوئے خلد و سوئے جنت سوئے علّییں چلا

افتخارِ ملک و ملّت

جناب مسلم الحریری

حضرتِ سیّد محمد اسعدِ والا تبار
افتخارِ ملک و ملت حریت کے شاہکار

محفلِ علم و عمل کی شمع نورانی ہے تو
پیکرِ انسانیت کا نورِ پیشانی ہے تُو

دانش و حکمت تری تحریر میں تقریر میں
دورِ حاضر کی سیاست ناخنِ تدبیر میں

کُلُّ مُؤمِنٍ اِخْوَۃٌ کے راز سے واقف ہے تُو
ہے زباں پر بھی تمھاری مژدۂ لا تَقْنَطُوا

ہیں سلف کے کارنامے اس طرح پیشِ نظر
تیری حق گوئی کا چرچا ہے زبانِ دار پر

اے سراپائے محبت دشمنِ بغض و عناد
تیرا مذہب ربط باہم تیرا مسلک اتحاد

پاسبانِ ملک و ملت آدمیت کے نقیب
تُو نے جب آواز دی ہے جاگ اُٹھے ہیں نصیب

پھر ذرا اُٹھ کر اذاں دے دے بلالی شان سے
روشنی مل جائے ہم کو بھی ترے ایمان سے

آدمیت پھر ہے محوِ خواب پھر آواز دے
پھر محبت ہوگئی نایاب پھر آواز دے

پھر نئے ساغر میں تہذیبِ کہن کو ڈھال دے
پھر وہی درسِ وفا و عزم و استقلال دے

دامِ فرقہ واریت پھیلا ہوا ہے چار سو
سرد ہے سینوں میں اب بھی آدمیت کا لہو

منتشر قوموں کو دے دے پھر سے جامِ اتحاد
پھر ملادے دیدہ و دل کو بہ نامِ اتحاد

جوڑ دے ٹوٹے ہوئے دل پھوڑ دے جام و سبو
نظم مے خانہ بدل دے صدرِ اعلیٰ ہے تو

پھر سے کردے رشتۂ قوم و وطن کو استوار
متحد ہوکر چمن بندی کریں پھولوں سے خار

ڈوبتی کشتی کو پھر سے کردے ساحل آشنا
آج اس طوفان میں ملت کا تُو ہے ناخدا

زندہ باد اے آبروئے ملک وملت زندہ باد
زندہ باد اے ساقئ بزمِ محبت زندہ باد

ہر سمت اُجالا ہے چراغِ مدنی سے

حافظ حبیب الرحمٰن نقشبندی، راکن القاسم اکیڈمی

آواز یہ آئی کوئی کہتا تھا کسی سے
ہر سمت اجالا ہے چراغِ مدنی سے

تھے گرچہ جہاں بانی میں مشہورِ زمانہ
ربط آپ کا قائم تھا مدینے کی گلی سے

اس طرح سے خدمت کو بنایا تھا وطیرہ
نکلے نہ کبھی آپ سیاست کی نگری سے

کام آیا مساجد و مقابر کا تحفظ
حکام بھی ڈرنے لگے اسعد کی چھڑی سے

مسلم کا جو اوقاف تھا کی اس کی حفاظت
اس وقت میں ایسا نہ ہوا اور کسی سے

حفظِ حرم پاک کے بھی ساعی تھے حضرت
پایا یہ شرف آپ نے دربارِ نبی سے

کہتے تھے کہ ہے علم کا مقصد بڑا اعلیٰ
جاہل کو نوازا نہ گیا شانِ کئی سے

در جہد ہو گر علم کا دیوبند میں آؤ
علم آئے گا دیوبند کی دریوزہ گری سے

دلدادہ نہ اسعد کا جہاں بھر میں ملے گا
گر ڈھونڈنا چاہو ملے قاسم کی گلی سے

بخشا ہے شعور اس نے ہمیں تا دمِ محشر
واقف نہ تھے علم و ہنر و شانِ کئی سے

برجستہ مضامیں نگہِ شوق میں آئے
بخشی ہے ضیا ذوقِ ہنر کو مدنی سے

نمبر کے علاوہ بھی مجھے فیض ملے گا
القاسم و حقانی کی دریوزہ گری سے

شوق اپنا فراواں ہوا جب آیا نظر میں
پڑھتا ہوں میں اس لیے اسے دلجمعی سے

نظریں ہیں سرورق سے ہٹتی ہی نہیں ہیں
اب مجھ کو کوئی کام نہ کھوٹی نہ کھری سے

نمبر کی اشاعت میں کوئی لے گیا نمبر
ہے کون؟ مزین ہے سرورق اسی سے

اے نمبرِ اسعد مدنی سینے سے لگ جا
خیرہ ہے نظر میری تری جلوہ گری سے

لکھتا ہوں حبیبؔ ان سے محبت کی بنا پر
ہے ایسا تعلق مجھے اسعد مدنی سے

آہ! فدائے ملت

نتیجۂ فکر: ولی اللہ ولیؔ قاسمی بستوی، استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

اسعدِ مدنی فدائے ملت و دین و وطن — ملتِ اسلامیہ کی آبرو ، فخرِ زمن
رہنمائے ملک و ملت ، قائدِ عہدِ رواں — تھے امیر الہند ثانی ، نازشِ ہندوستاں
حضرتِ مدنی ، حسین احمد کے ابنِ ہوشمند — بتکدانِ ہند پر ، اسلام کی ڈالی کمند
ان سے دوبالا رہی ہے عظمتِ دارالعلوم — ان سے وابستہ رہی ہے ، نسبتِ دارالعلوم
صدرِ جمعیۃ رہے ، بہتر امیرِ کارواں — رہتی دنیا تک ، درخشاں ہوگا ، نقشِ جاوداں
اِک مفکر ، اِک مدبر ، ایک قومی رہنما — کاروانِ اہلِ حق کا ، ایک سچا ، پیشوا
تھے وہ جمعیۃ کے صدرِ محترم چونتیس سال — مشعلِ راہِ طریقت پیکرِ فضل و کمال
تھے وسیع الفکر ، عالی ظرف ، قائد باوقار — صاحبِ فہم و فراست تھے مجاہد جاں نثار
دُور اندیشی صفت تھی ، خوب تھا اظہارِ رائے — مرگِ اسعد پر زمانہ کر رہا ہے ہائے ہائے
وہ علمبردارِ حق تھے ، عہد کے رجلِ عظیم — صاف گوئی کی علامت ، صاحبِ قلبِ سلیم
ایم پی ، تھے محترم ، وہ بے گماں اٹھارہ سال — سرپرستِ قومِ مسلم ، رہنمائے خوش خصال
قومِ مسلم کی جہاں میں ، معتبر آواز تھے — عشقِ حق میں تھے فنا ، وہ اہلِ سوز و ساز تھے
وہ محاسن کے تھے پیکر ، اسعدِ ملت تھے وہ — ہاں زمانے میں مثالی ، قائدِ ملت تھے وہ
عہدِ حاضر کے اکابر میں رہے وہ بے مثال — کارنامے ، شیخ اسعد کے ہوئے ہیں لازوال
سادگی، سنجیدگی، مجد و شرافت میں تھے طاق — ان کی آراء پر مکمل ہورہا تھا اتفاق
تھے مریدوں کے مربیّ ، رہبرِ اہلِ سلوک — کررہے تھے ہرکس وناکس سے وہ اچھا سلوک
رہبرائے معرفت تھے ، صاحبِ نسبت رہے — عالمِ دیں تھے ، متقی تھے ، مصلحِ امت رہے
دے گئے ہیں قومِ مسلم کو وہ تعلیمی شعور — ہے دعا کہ سرخرو ہو کر اُٹھیں یومِ نفور
وہ تھے گوناگوں صفاتِ فاضلہ سے متصف — ان کی ہمدردی کے ہیں اپنے پرائے معترف
ان کی فرقت سے ہوا ، محصول رنج جانگسل — مدتوں روتے رہیں گے یاد کر کے اہلِ دل
اسعدِ مدنی کے ہیں لاکھوں ، کروڑوں سوگوار — جو کہ ہیں ان کی جدائی پر برابر اشکبار
سب دعاگو ہیں ، الٰہی ! کر انھیں جنت عطا — اور دے پسماندگاں کو جذبۂ صبر و رضا
ان کی تربت کو بنا دے نازشِ دارِ نعیم — حشر میں ان کو عطا کر سایۂ عرشِ عظیم
ہے ولؔی کی یہ دعا ! ہو جنت الماویٰ نصیب — روزِ محشر اسعدِ مدنی رہیں تیرے قریب

تیری تربت پر زمانہ فاتحہ خوانی کرے
تا قیامت رحمتِ باری نگہبانی کرے

جنوبی افریقہ آمد......منظوم استقبالیہ

شیخ الحدیث مولانا رضاالحق صاحب مدظلہم

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ بلند پایہ عالمِ دین، ملک وملت کے بے مثال رہنما اور جمعیۃ علماء ہند کے سرپرستِ اعلیٰ ہیں۔ حق تعالیٰ نے بے مثال باریک بینی، بالغ نظری اور عجیب وغریب سیاسی بصیرت سے نوازا ہے۔ امیرالہند کے لقب سے ملقب اور پورے ہند میں مسلمانوں کے ہردلعزیز رہنما ہیں۔ مسلمانانِ ہند کے لیے آپ کی خدمات تاریخِ ہند کا تابناک باب ہے۔ آپ کی جنوبی افریقہ آمد کے موقع پر شیخ الحدیث مولانا رضاء الحق مدظلہٗ نے بعض احباب کی فرمائش پر استقبالیہ نظم کہی تھی، نذرِ قارئین ہے۔

ہو مبارک سب کو شیخِ دیدہ ور آہی گئے — ہر طرف بادِ صبا کا ہے گزر ، آہی گئے

پرمسرت ان کی آمد ، پر سعادت ہے قدوم — ہاں امیرالہند ، سیّد معتبر ، آہی گئے

ان کی آمد سے ہوا ہے ذرّہ ذرّہ آفتاب — صاحبِ علم و عمل ، بالغ نظر ، آہی گئے

جو شرافت کے فلک پر درخشاں ہیں روز و شب — وادیٔ شفقت ہے جن سے تر بتر ، آہی گئے

رہنما و رہبر و دین نبی کا باغباں — جس نے باطل کو کیا زیر و زبر ، آہی گئے

پروقار و قائدِ حق ، شیر دل ، شیریں زباں — قوم و ملت کے لیے ان کا سفر ، آہی گئے

ان کے فیضِ عام سے سیراب ہے ہر خاص و عام — پرتوِ انوار وہ رشکِ قمر، آہی گئے

یا الٰہی تو عطا کردے انھیں عمرِ دراز — یہ ہماری ہے دعا شام و سحر ، آہی گئے

قوم و ملت کے لیے اللہ یہ محنت، یہ غم — پی رہے ہیں دم بدم خونِ جگر ، آہی گئے

یا فقید المثل فی الاکناف قواد الوریٰ — منذ ایامٍ فکنت المنتظر آہی گئے

ذاک نجل الشیخ مولانا حسین احمد فذا — عروۃ وثقیٰ و انسان البصر ،آہی گئے

ساؤتھ افریقہ کی ساری ملتِ بیضا انھیں — کہہ رہی ہے خیر مقدم ، خوب تر آہی گئے

حیطۂ تحریر میں آتی نہیں ان کی صفات — پیکرِ اخلاص ، قصہ مختصر ، آہی گئے

ذرّہ ذرّہ کہہ رہا ہے آپ کو خوش آمدید — خیرمقدم کہہ رہے ہیں بحر و بر ، آہی گئے

حاصلِ علمِ شریعت ، ہیں سیاست کے امام

اے رضاؔ شیخِ طریقت نامور ، آہی گئے

نفس نفس ہے غم نصیبِ زندگی تیرے بغیر

حضرت مولانا قاضی محمد ارشد الحسینی مدظلہ

امیر الہند، فدائے ملت، شیخ العرب والعجم کے نورِ نظر، حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے سچّے جانشین کے وصال پر دل و دماغ پر بہت اثر رہا اور اسی ضمن میں گزشتہ رات خواب میں اپنے آپ کو دیوبند کے قبرستانِ قاسمی میں حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے مزارِ مبارک کے قریب پایا اور علامہ انور صابری مرحوم کے پردرد مرثیے کا ایک شعر میں بار بار دہرا رہا ہوں اور اسے دہراتے دہراتے میری آنکھ کھل گئی تو اس وقت بھی زبان پر یہی شعر تھا:

خزاں کی زد پہ آ گیا رشیدِ وقت کا چمن — اُجڑ گئی بہارِ باغِ قاسمی تیرے بغیر

یہ پُردرد مرثیہ ہمارے والد ماجد، زاہد العصر شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد زاہد الحسینی نور اللہ مرقدہٗ کبھی کبھار انتہائی سوز وگداز سے پڑھا کرتے تھے اور اس وقت حضرت کی آنکھوں میں آنسوؤں کی برسات برس رہی ہوتی تھی۔ رحمۃ اللہ علیہم رحمۃ کاملۃ واسعۃ۔
بار بار دل میں آیا کہ ان مبارک لمحات کو تحریر میں محفوظ کر کے آپ کے ماہنامہ کی وساطت سے تمام عشاقِ مدنی تک پہنچا دوں۔

والسلام، مخلص دعا گو و دعا جو
محمد ارشد الحسینی (۲۶؍صفر المظفر ۱۴۲۷)

سکونِ زندگی کی دوا پانے کہاں جائیں؟ — جگر کے داغ دل کے زخم دکھلانے کہاں جائیں؟
تیرے گیسوئے ہستی سے جنوں کی جن کو نسبت تھی — بتا! روحِ حسین احمد، وہ دیوانے کہاں جائیں؟
نفس نفس ہے غم نصیب زندگی تیرے بغیر — الم کدہ ہے کائناتِ سرمدی تیرے بغیر
دماغ و دل سے چھن گئی ہے روشنی تیرے بغیر — خموش ہے چراغِ علم و آگہی تیرے بغیر
حیات وعشق و معرفت کی دے رہی تھی جو خبر — وہ نبضِ ذکر و شغلِ دل بھی رُک گئی تیرے بغیر
ہیں تاحدود چشمِ شوق ، ظلمتیں ہی ظلمتیں — کہاں گئی تجلی رُخِ نبیؐ تیرے بغیر؟
کٹیں گی کیسے صبح و شام آرزو کی ساعتیں — اُبھر رہی ہیں الجھنیں نئی نئی تیرے بغیر
قرنِ اوّلین کی یاد کس کے پاس آئے گی؟ — ہے بند بابِ فیضِ دیدۂ علیؓ تیرے بغیر
محبتوں کا وہ مقامِ اتصال اب کہاں؟ — نظر میں اپنی ہم بھی خود ہیں اجنبی تیرے بغیر
عجم کے شیخ ، مرشدِ عرب ، زعیمِ کائنات — کرے گا کون بے کسوں کی دلدہی تیرے بغیر؟
خزاں کی زد پہ آ گیا رشیدِ وقت کا چمن — اُجڑ گئی بہار باغِ قاسمی تیرے بغیر
شجاعتِ حسینؓ کو تھا ناز جس کی ذات پر — ہے کون اب وہ جانِ سرِّ احمدی تیرے بغیر

نامِ نسبت قوی سکونِ روح کے لیے
کسے پکارتا پھرے گا صابری تیرے بغیر؟

تری قربانیوں کو آبِ زر سے لکھا جائے گا

تاثرات: مفتی اسرار احمد نجیب آبادی، مسجد اسٹیشن والی نجیب آباد

لگا جو غم زمانے کو کبھی دل سے نہ جائے گا
یہ گہرا زخم ملت کا کبھی بھرنے نہ پائے گا

ترا دُنیا سے اُٹھ جانا زمانے کو رلائے گا
ترا طرزِ ادا ساقی دِلوں کو گدگدائے گا

گزرتی کیا ہے دیوانوں کے دل پر آپ کے ساقی
ذرا دیکھو تو آنکھیں کھول کر دیکھا نہ جائے گا

اے دلبر جب کبھی دیدار کو ترسیں گے دیوانے
بجھانے تشنگیٔ چشم و دل اب کون آئے گا

مسیحائے زماں تو آہ میٹھی نیند جاسویا
ذرا تو ہی بتا اب کون امت کو جگائے گا

نہیں ہے ہند میں تم سا کوئی شیدائیِ ملت
خلا ایسا ہے یہ جو اب کبھی پر ہو نہ پائے گا

تری یادیں نہیں نکلیں گی دل سے اسعدِ ملت
غمِ فرقت تمھارا مدتوں سب کو رُلائے گا

تری ہی رہبری کی آج ملت کو ضرورت ہے
پریشاں ہیں کہ یہ بارِ گراں اب کون اُٹھائے گا

نئے فتنے یہاں پر ہند میں جب سر اُبھاریں گے
مجاہد بن کے میداں میں بتاؤ کون آئے گا

چراغِ روئے زیبا لے کے ڈھونڈے گی بہت دنیا
مگر تجھ سا کوئی اب دیدہ ور ملنے نہ پائے گا

قیادت میں نجابت میں ذکاوت میں شرافت میں
امیں اسلاف کا بن کر بھلا اب کون آئے گا

اچانک ہوگیا گم راہ خضرِ راہ رستے سے
بتانے راستہ اب کارواں کون آئے گا

امیرالہند اے غازیِ ملت رہبرِ دوراں
ترے اخلاص کا جذبہ جہاں میں رنگ لائے گا

ترا طرزِ عمل دنیا کو اے رہبر سبق دے گا
زمانے کو ترا نقشِ قدم رستہ دِکھائے گا

حیاتِ پاک تیری جہدِ پیہم سے عبارت تھی
تری قربانیوں کو آبِ زر سے لکھا جائے گا

ترا نامِ گرامی ہوگیا تاریخ کا حصہ
ورق تاریخ کا تجھکو بھلا کیسے بھلائے گا

شرابِ عشق کا مدت سے تھا تجھ پر نشہ طاری
مگر یہ کیا خبر تھی حشر ہی میں ہوش آئے گا

وفات اسعدِ مدنی خسارہ ہے یہ ملت کا
تلافی کوئی اس نقصان کی اب کر نہ پائے گا

اے دانش آج بھی ہے رہنما نقشِ قدم اسعد
ضرورت جب بھی ہوگی قوم کو رستہ دِکھائے گا

حضرت اسعد مدنیؒ

منوّر بستوی

اُٹھے ہیں اس طرح دنیا سے حضرتِ اسعد مدنیؒ
کشادہ ہوگئی ہے راہِ جنت اسعدِ مدنیؒ

ملا جمعیۃ علماء کا دل روتا ہوا مجھ کو
ہوئیں غمگیں جماعت کی جماعتِ اسعدِ مدنیؒ

امیرالہندؒ کی یہ حق پسندی کا تاثر ہے
کی ہے آپ نے سب کی امامت اسعدِ مدنیؒ

مدینہ ملکِ ہندوستاں سے پہنچا دیا حق نے
تدبر کی جہاں دی تم نے دعوت اسعدِ مدنیؒ

تمھاری رہبری سے قومِ مسلم نے سکون پایا
ہوئی ہے اس طرح محکم قیادت اسعدِ مدنیؒ

اہم قوم و وطن کی تم نے خدمت ایسی کر ڈالی
کہ گمراہوں نے پائی ہے ہدایت اسعدِ مدنیؒ

رسولِ پاک کی سیرت چراغِ راہِ منزل ہے
عمل میں ہے نبی کی پاک سنت اسعدِ مدنیؒ

شبوں کو زندہ تم رکھتے تھے، تابندہ دنوں کو بھی
مشن تیرا تھا تبلیغ و عبادت اسعدِ مدنیؒ

ہمیشہ مذہبِ اسلام کا کلمہ رہا لب پر
ترا ایمان تھا اتنا سلامت اسعدِ مدنیؒ

بغیر اسعدؒ مدنی جہاں اچھا نہیں لگتا
بہت ہی ہے ہماری خستہ حالت اسعدِ مدنیؒ

مرے پیارے وطن کا فخر سے سر اونچا ہے اب تک
وہ تم نے کی ہے تعمیرِ سیاست اسعدِ مدنیؒ

حدیثِ پاک تھی وردِ زباں تازندگی، پیہم
تھا اچھا کام قرآں کی تلاوت اسعدِ مدنیؒ

حسین احمد مدنیؒ کو دنیا یاد کرتی ہے
ملی ہے آپ کو اُن کی سعادت اسعدِ مدنیؒ

زمانہ عمر بھر رویا کرے گا واسطے تیرے
بنی ہے سانحہ اِک تیری رحلت اسعدِ مدنیؒ

خدا توفیق بخشے مجھ کو میں دیکھوں مدینہ کو
محمد مصطفیٰ کی جائے ہجرت اسعدِ مدنیؒ

تمنا تھی ترا دیدار ہوتا زندگانی میں
مگر اب حشر میں ہوگی زیارت اسعدِ مدنیؒ

تمھاری قبر پر ہو رات دن انوار کی بارش
خدا کی تم پہ ہو چشمِ عنایت اسعدِ مدنیؒ

منوّر دل کی گہرائی سے یہ آواز آتی ہے
نچھاور تم پہ ہو اللہ کی رحمت اسعدِ مدنیؒ

تواریخ وفات حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ

لوح حادثہ جانکاہ دین پرور سیّد اسعد مدنی
۱۴۲۷ھ

لوح فرزند شیخ الاسلام
۱۴۲۷ھ

بسم الله القدوس التواب الرحمن الرحیم
۱۴۲۷ھ

نحمد الخالق الحلیم ونصلی علی رسوله الکریم
۲۰۰۶ء

قال الواحد الکریم: کل نفس ذائقة الموت
۲۰۰۶ء

قال النبی الناصح: الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب
۱۴۲۷ھ

ولقد لقی ربّه الحی والمتعال ذاکراً
۲۰۰۶ء

غفر الاحد الاوّل له
۱۴۲۷ھ

هم سفر شیخ الاسلام
۱۴۲۷ھ

آہ رہنمائے حق، فدائے ملت مولانا سیّد اسعد مدنی
۱۴۲۷ھ

آہ رکن رکین، وقار اہل مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند
۲۰۰۶ء

آہ جانسپار، زاہد پاک مولانا سیّد اسعد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند
۱۴۲۷ھ

از: نیاز مند، عاصی محمد شاکر الاعظمی
۲۰۰۶ء

ایجاد شاکر نثار منجیر پٹی
۲۰۰۶ء

صنعت مربع پاک لسان امیر الهند
۱۴۲۷ھ

بیان وفات جانشین شیخ الاسلام
۲۰۰۶ء

	۲۰۰۶	۲۰۰۶	۲۰۰۶	۲۰۰۶	۲۰۰۶	۲۰۰۶	۲۰۰۶	۲۰۰۶	
۲۰۰۶	عابد	قائد	صادق	شیر دل	طاهر	صابر	شاکر	ماهر	۲۰۰۶ء
۲۰۰۶	قائد	صادق	شیردل	طاهر	صابر	شاکر	ماهر	عابد	۲۰۰۶
۲۰۰۶	صادق	شیردل	طاهر	صابر	شاکر	ماهر	عابد	قائد	۲۰۰۶
۲۰۰۶	شیردل	طاهر	صابر	شاکر	ماهر	عابد	قائد	صادق	۲۰۰۶
۲۰۰۶	طاهر	صابر	شاکر	ماهر	عابد	قائد	صادق	شیردل	۲۰۰۶
۲۰۰۶	صابر	شاکر	ماهر	عابد	قائد	صادق	شیردل	طاهر	۲۰۰۶
۲۰۰۶	شاکر	ماهر	عابد	قائد	صادق	شیردل	طاهر	صابر	۲۰۰۶
۲۰۰۶	ماهر	عابد	قائد	صادق	شیردل	طاهر	صابر	شاکر	۲۰۰۶
	۲۰۰۶	۲۰۰۶	۲۰۰۶	۲۰۰۶	۲۰۰۶	۲۰۰۶	۲۰۰۶	۲۰۰۶	

یہ مصرعہ ۶۴ بار پڑھا جا سکتا ہے اور ہر چہار طرف سے حضرت امیر الہند فدائے ملت مولانا سیّد محمد اسعد صاحب مدنی رکن رکین مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند کا سالِ رحلت ۲۰۰۶ء برآمد ہوتا ہے، جو ۱۴۲۷ھ کے مطابق ہے۔

فرشتے آ گئے لینے کہ حیف اب ہمیں سکوں آتا نہیں
۲۰۰۶ء

زملول رنجور محمد شاکر القاسمی
۱۴۲۷ھ

مسلماں کی کشتی کا ساحل وہی تھا

نظم برائے تعزیت جانشینِ شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ

مولانا سیّد عبدالمقتدر قاسمی عادلؔ کٹکی
ہیڈ مولوی کے ایم ہائی اسکول، گاچی جنگ، کٹک، اڑیسہ

مقامِ عزیمت کا حاصل وہی تھا — مقامِ ولایت کا حامل وہی تھا

مسلماں کے حق میں خدا کی قسم وہ — قیادت امامت کے قابل وہی تھا

وہ طوفاں تلاطم کے اندر ہمیشہ — مسلماں کی کشتی کا ساحل وہی تھا

نگاہوں سے پوشیدہ ہو کر کے یارب! — ترے نیک بندوں میں شامل وہی تھا

گرجتا تھا ایوانِ باطل کے در پر — حکومت سیاست میں داخل وہی تھا

وہ امت کی خاطر جہادِ مسلسل — درندوں کی محفل میں نازل وہی تھا

وہ فرقہ پرستی کے عنصر سے نفرت — وہ بھارت میں وحدت کا قائل وہی تھا

بزرگوں کی اولاد کا یہ اثر ہے — حقائق معارف میں کامل وہی تھا

وہ جھوٹے نبوت کے داعی کا دشمن — امیرِ شریعت کے قائل وہی تھا

مدارس کے حلقوں میں تابندہ ہوکر — شریعت و سنت کا عامل وہی تھا

وہ حق کی صداقت کا ڈنکا بجا کر — جہاں کو بتانے میں عاقل وہی تھا

مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا — وہ مظلوم کے حق میں عادل وہی تھا

مزارِ مقدس پہ رحمت کی بارش
خدا کی محبت میں گھائل وہی تھا

میرِ کارواں جاتا رہا

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی کی وفات سے متاثر ہوکر

کفیل احمد علوی ایڈیٹر آئینۂ دارالعلوم

منزلیں خود ہی سمٹ جاتی تھیں جس کی راہ میں
وہ سراپا عزم ، میرِ کارواں جاتا رہا
عزمِ پختہ ، فکر روشن ، حوصلہ جس کا بلند
عظمتیں نازاں تھیں جس پر وہ کہاں جاتا رہا
کوئی مشکل بھی تو جس کے سامنے مشکل نہ تھی
وہ عمل کا ، علم کا کوہِ گراں جاتا رہا
جس کے دم سے نکہتیں تھیں جس کے دَم سے تھی بہار
وہ بہاروں کا امیں ، وہ باغباں جاتا رہا
کون دے گا درس اب عزم وشجاعت کا ہمیں
وہ ہمارا رہنما ، وہ مہرباں جاتا رہا
ہائے کس دل سے کہوں میں، ہائے کس دل سے لکھوں
ملک و ملت کا وہ میرِ کارواں جاتا رہا
جس کے ناخن میں رہا کرتی تھی گرہوں کی کشود
حکمتوں کا جو تھا بحرِ بیکراں جاتا رہا
کس طرح ہوگا ہمارا قافلہ منزل رسا
راہ پیچیدہ ہے ، منزل کا نشاں جاتا رہا
ہر ادا دلکش تھی جس کی ، ہر سخن جس کا حسیں
ہائے وہ مہر و وفا کا نغمہ خواں جاتا رہا
بزمِ اخلاص و وفا روشن تھی جس کے نور سے
ہائے وہ اس بزم کا روحِ رواں جاتا رہا
عزم تھا جس کا جواں، جس کی نگاہیں دُور رس
کوئی بتلائے تو آخر وہ کہاں جاتا رہا
سرد پڑ جائے نہ اب مے خانۂ حکمت کفیلؔ
مضطرب ہیں بام و در پیرِ مغاں جاتا رہا

ناصحِ اعظم ہمارا پیرِ کامل چل دیا

نتیجۂ فکر: فیروز خان ناگپوری

آہ اندھیری رات کا روشن ستارہ چل دیا
ہم کو تنہا چھوڑ کر رہبر ہمارا چل دیا
دل ہوا ٹکڑے ہمارا آنکھیں بھی پتھرا گئی
خود تو ہنستا ہم کو روتا چھوڑ کر وہ چل دیا
آہ و نالہ کر رہی ہیں دیوبند کی ہر گلی
سرزمینِ دیوبند کو خیر کہہ کر چل دیا
وہ تصوف میں تھا کامل عاملِ سنت بھی تھا
وقت کا واعظ نبی کا لاڈلا وہ چل دیا
معتکف رمضان میں ہر پل خدا کی یاد میں
ذکر میں رطب اللسان تھا ذکر میں ہی چل دیا
پیر و مرشد تھا ہمارا اور طبیبِ روح تھا
روح کی بیماریوں کا وہ معالج چل دیا
اس کے انوار وتبرّک پائیں گے اب ہم کہاں
ناصحِ اعظم ہمارا پیرِ کامل چل دیا
طرز اس کا واعظا نہ گفتگو بھی نرم تھی
درد امت کا تھا دل میں درد لے کر چل دیا
برق کی سرعت سے زیادہ کرتی تھی باتیں اثر
داستاں کو یوں ادھوری چھوڑ کر وہ چل دیا
حق کی خاطر ہر قدم پر وہ مجاہد قوم کا
قوم کی عصمت کی خاطر لڑتا لڑتا چل دیا
ہر قدم پر ہر ڈگر پر روشنی اس سے ملی
قائد اعظم ہمارا راہ دِکھا کر چل دیا
جب بھی اس کی یاد آئے گی تڑپ جائیں گے ہم
یوں تڑپتا چھوڑ کر ہم کو کہاں وہ چل دیا
آسماں اور اس زمیں کا ذرّہ ذرّہ رو پڑا
چشمۂ رشد و ہدایت تشنہ رکھ کر چل دیا
رو کے جب کہنے لگا مجھ سے میرا آصفؔ عزیز
سن اے فیروزِ زماں شیخِ مدنی چل دیا

خراجِ عقیدت حضرت امیرالہندؒ

نتیجۂ فکر : حافظ محمد قاسم محلکوی

فدائے ملک و ملت جس کو دنیا نے بتایا ہے — اسی کا داغِ فرقت اے اجل ہم کو لگایا ہے
شریعت اور طریقت کے جو تھے اسرار سے واقف — ہمیں رحلت نے اُن کی آج رنجیدہ بنایا ہے
جنابِ شیخ اسعدؔ جو ہمارے پیرِ کامل تھے — خدا نے دامنِ رحمت میں آج اُن کو چھپایا ہے
مجاہد بھی مفسر بھی مدبر بھی مقرر بھی — جسے دنیا نے بتلایا وہی رہبر اُٹھایا ہے
شہنشاہِ تصوف کھو دیا ہے آج جو ہم نے — مکاں خلدِ بریں میں اُس کا خالق نے بنایا ہے
ہمارے سر سے اُٹھا ہے امیرالہند کا سایہ — مشیت نے ہمیں کیا فیصلہ غم کا سنایا ہے
امام الاتقیا جس کو سمجھئے دورِ حاضر کا — وہی درویشِ کامل آج اِک ہم نے گنوایا ہے
تحفظ پر مدارس کے نظر ہر دم رہی جس کی — مدارس کا محافظ وہ حقیقت میں گنوایا ہے
سیاست میں بھی یکتائے زمانہ جس کی ہستی تھی — اسی یکتائے فن کی موت نے ہم کو رُلایا ہے
اُڑا رکھی تھیں نیندیں جس کی غم ہائے مسلماں نے — سکوں کی نیند مدت میں اُسے حق نے سلایا ہے
ہر اِک درد و مصیبت میں جو کام آتا تھا ملت کے — اُسی کا آج دامن ہم سے قسمت نے چھڑایا ہے
وہیں سینہ سپر ہوکر نکل آتے تھے میداں میں — جہاں باطل نے سر اپنا ذرا اوپر اُٹھایا ہے
جنھیں دیکھنے سے یاد آتی تھی بیشک ربِ اکبر کی — جدائی نے انہی کی ہم کو رنجیدہ بنایا ہے
مزارِ قاسمی میں جا کے دیکھو آپ کا مدفن — پدر نے کتنی الفت سے برابر میں لٹایا ہے
خدایا تیری رحمت سے بلند ہوں مرتبے اُس کے — ہمارے بیچ سے رہبر ہمارا جو اُٹھایا ہے

صدارت پر بھی اُن کی ناز تھا قاسمؔ جمعیۃ کو
ہمارے سر سے سایہ جن کا خالق نے اُٹھایا ہے

فہرست خلفاء ومجازین حضرت فدائے ملت نوراللہ مرقدہٗ

حضرت امیر الہند فدائے ملت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے دست حق پرست پر جن خوش نصیب حضرات نے بیعت کر کے راہ سلوک مکمل کی ان کے اسماء ذیل میں درج کئے جارہے ہیں یہ فہرست حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین صاحبزادہ محترم حضرت مولانا سیّد محمود مدنی زیدمجدہٗ کی مصدقہ ہے۔ ہم نے اس فہرست کو علاقے وار مرتب کر دیا ہے، جس سے حضرت کے روحانی فیوض کی وسعتوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ (مرتب)

صوبہ اُترپردیش:

۱ حضرت مولانا سیّد ارشد صاحب مدنی، دارالعلوم دیوبند
۲ حضرت مولانا سیّد محمود مدنی، مدنی منزل دیوبند
۳ حضرت مولانا قاری سیّد محمد عثمان صاحب، منصورپوری دارالعلوم دیوبند
۴ جناب عبدالعزیز صاحب، بجنور
۵ مولوی محمد عثمان صاحب، ہزاروی مرحوم، دیوبند
۶ جناب صوفی عبدالرزاق صاحب، محلّہ خیرات علی متصل امام باڑہ ضلع میرٹھ
۷ مولوی محمد شبلی صاحب، محلّہ چند نپور کو پا گنج ضلع اعظم گڑھ
۸ حاجی محمد محسن صاحب، چھپائی والی گلی کرنیل گنج کانپور
۹ مولوی محمد انیس الحق صاحب، جامع مسجد دیوبند سہارنپور
۱۰ مولوی عبدالغفار صاحب، قصبہ لہساڑ ضلع سہارنپور
۱۱ مولوی حکیم وصی احمد صاحب، مرحوم، علی گڑھ دواخانہ گورکھپور
۱۲ مولوی ظفرالحسن صاحب، کانپور
۱۳ مولوی عادل محمد صاحب نگلہ ہرے رو ضلع میرٹھ
۱۴ ڈاکٹر محمد زاہد صاحب، امروہہ ضلع مرادآباد
۱۵ حافظ ابراہیم صاحب، گلاوٹھی بلندشہر
۱۶ صوفی ابوالحسن صاحب، مرحوم، دودھ گڑھ ضلع سہارنپور
۱۷ جناب فیاض خاں سٹھلہ میرٹھ
۱۸ جناب حکیم ضیاءالدین کرسی ضلع لکھنؤ
۱۹ صوفی محمد لیاقت صاحب، بجل ہیڑا ضلع مظفرنگر
۲۰ مولانا محمد کامل گڈھی دولت ضلع مظفرنگر
۲۱ صوفی محمد الیاس، شھجوڑ ضلع سہارنپور
۲۲ حاجی محمد قاسم، سونچڑہ ضلع سہارنپور
۲۳ مولانا محمد اشرف صاحب، دیوبند ضلع سہارنپور
۲۴ مولانا ابوالحسن حیدری صاحب الہ آباد
۲۵ مولانا حشمت علی صاحب مرحوم، ہنچڑہ سہارنپور
۲۶ حافظ ولی محمد صاحب بڑہئی مزرعہ سہارنپور
۲۷ جناب محمد حسن صاحب، ماجری ضلع سہارنپور
۲۸ جناب محمد سلیم صاحب، شھجوڑ ضلع سہارنپور
۲۹ جناب ملا علی حسن صاحب، تیوڑہ ضلع مظفرنگر
۳۰ جناب مولوی خورشید احمد صاحب سرساوہ ضلع سہارنپور
۳۱ جناب شکیل احمد صاحب، دودھ گڑھ سہارنپور
۳۲ جناب نذیر احمد صاحب، برلا ضلع مظفرنگر
۳۳ جناب حافظ ظہور احمد صاحب، خانپور
۳۴ جناب مولانا محمد نبیہ صاحب، جلال پور فیض آباد
۳۵ صوفی محمد انوار صاحب، منصورپور مظفرنگر
۳۶ جناب سیّد بشارت علی صاحب اکبرپور بیربل کانپور
۳۷ مولانا عبداللطیف صاحب، بھینسار یڑھی ضلع مظفرنگر
۳۸ جناب محمد یاسین صاحب شھجوڑ ضلع سہارنپور
۳۹ جناب محمد اسلام صاحب، کیرانہ ضلع مظفرنگر
۴۰ جناب محفوظ صاحب درگوزی
۴۱ جناب محمد عامل موہن پورہ گنگوہ
۴۲ جناب وکیل احمد صاحب، درگوزی
۴۳ ملافخرالدین صاحب، چکوالی ضلع سہارنپور
۴۴ مولوی جمیل احمد صاحب، دودھ گڈھ، ضلع سہارنپور
۴۵ جناب علی حسن صاحب، بھاگوں والا بجنور
۴۶ جناب محمد جمیل صاحب خانپور گنگوہ
۴۷ ماسٹر انتظار احمد صاحب بھنیڑہ ضلع سہارنپور
۴۸ حکیم محمد ذکی جوگی پور ضلع سہارنپور
۴۹ جناب زندہ حسن صاحب، چکوالی ضلع سہارنپور
۵۰ مولانا محمد عرفان صاحب کیرانہ مظفرنگر
۵۱ جناب محمد شاہد صاحب، رتوپورہ غازی آباد
۵۲ مولوی محمد عباس صاحب مدرس مدرسہ اصلاح المسلمین بجرل باغپت
۵۳ مولانا عبدالحفیظ صاحب، مرحوم، بلندشہر
۵۴ حافظ محمد خورشید صاحب بلوا ضلع مظفرنگر
۵۵ مولانا عبدالحمید صاحب سمریاواں بازار بستی
۵۶ مولوی صغیر احمد صاحب، تاج پورہ ضلع سہارنپور
۵۷ مولوی محمد داؤد صاحب، بڑھانہ مظفرنگر
۵۸ جناب محمد سلیم صاحب بھوجپور ضلع سہارنپور
۵۹ حافظ محمد فرقان صاحب، نگلہ راعی ضلع مظفرنگر
۶۰ جناب اسرار رفیع صاحب، ڈھانسری ضلع مظفرنگر
۶۱ جناب مولانا اسعد صاحب، دیوریاوی مدرسہ شاہی مرادآباد
۶۲ جناب مفتی محمد سلمان صاحب، منصورپوری مدرسہ شاہی مرادآباد
۶۳ جناب سیّد لائق علی صاحب مرحوم ضلع میرٹھ
۶۴ حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب موضع ابراہیمی سرساوہ ضلع سہارنپور
۶۵ الحاج صوفی سرفراز صاحب موضع ککرالا، مورنہ ضلع مظفرنگر
۶۶ الحاج صوفی ماسٹر لیاقت علی صاحب موضع کاہیڑی ڈاکخانہ چرتھاول ضلع مظفرنگر
۶۷ مولانا مفتی محمد اصغر صاحب مدرسہ اعزازالعلوم ویٹ ضلع غازی آبادی
۶۸ مولانا شبیہ احمد، فیض آباد
۶۹ قاری عبدالستار، میرٹھ
۷۰ ماسٹر عبدالحکیم، بجنور
۷۱ صوفی محمد ظفر، مظفرنگر

۷۲ صوفی سالم رفیع، مظفرنگر
۷۳ صوفی محمد ارشاد، سہارنپور
۷۴ قاری امیر اعظم، میرٹھ
۷۵ مولوی محمد رفیع، مظفرنگر
۷۶ منشی محمد یامین، بجنور
۷۷ صوفی صغیر احمد، تلہڑی بزرگ، سہارنپور
۷۸ مولوی محمد یعقوب، مظفرنگر

صوبہ دلّی

۷۹ جناب حاجی محمد یونس صاحب دیوبندی، نظام الدین، دہلی
۸۰ حافظ محمد عرفان صاحب، کوچہ رحمان، دہلی

صوبہ ہریانہ

۸۱ میاں جی محمد فاروق صاحب، دھانہ ضلع نوح میوات
۸۲ میاں جی مہتاب صاحب، نگینہ ضلع گڑگاؤں میوات
۸۳ ماسٹر محمد یونس میواتی گڑگاؤں
۸۴ مولانا عبدالرحیم صاحب بڑیڈوی میوات ہریانہ
۸۵ میاں جی دانی صاحب، موضع روپڑہ کا ضلع گڑگاؤں ہریانہ
۸۶ مولانا وزیر احمد، میوات
۸۷ مولانا سعید احمد، میوات
۸۸ میانجی محمد یونس، نوح، میوات

صوبہ بہار

۸۹ مولانا عبدالرحمٰن صاحب، کرن پور بھاگلپور
۹۰ حافظ محمد صالح صاحب اعزازی موضع کروڈیہہ، بھاگلپور
۹۱ جناب مفتی محمد جاوید صاحب، کشن گنج
۹۲ جناب محمد غلام مصطفیٰ صاحب، مونگیر
۹۳ منشی محمد زکریا صاحب، مدرسہ دارالعلوم ڈوریا ضلع پورنیہ
۹۴ مولانا ابوخطیب محمد صالح صاحب مرحوم مانڈر ضلع مونگیر
۹۵ ماسٹر محمد شفیع الہدیٰ صاحب، جل کوڑا ضلع مونگیر
۹۶ حافظ محمد شعیب صاحب اڈسار ضلع مونگیر
۹۷ حافظ محمد جمال الدین صاحب، بولو چک بھاگلپور
۹۸ جناب حبیب الرحمٰن صاحب، چھوٹی اڈسار ضلع مونگیر
۹۹ مولانا عبدالحکیم صاحب، موضع کروڈیہہ، بھاگلپور
۱۰۰ مولوی محمد ایوب صاحب، بلاس پور میاگھاٹ دربھنگہ
۱۰۱ مولوی تجمل حسین صاحب ارشاد منزل کچہری روڈ گیا
۱۰۲ ماسٹر محمد ہاشم صاحب، موضع اڈسار ضلع مونگیر
۱۰۳ ڈاکٹر ظفر الحسن صاحب چندن پارہ ضلع چمپارن
۱۰۴ مولانا جعفر حسین صاحب مرحوم مقام کوئے ماری ضلع پورنیہ
۱۰۵ حافظ سعید احمد صاحب، چمپانگر، بھاگلپور
۱۰۶ مولانا عبدالحمید صاحب، کروڈیہہ بھاگلپور
۱۰۷ جناب محمد ولی الدین صاحب، پتھنہ ضلع بھاگلپور
۱۰۸ جناب توحید علی صاحب، دوگاچھی ضلع بھاگلپور
۱۰۹ مولانا محمد اشفاق صاحب مرحوم سمریا ضلع بھاگلپور
۱۱۰ جناب عبدالصمد صاحب، بنائے ارون ضلع گیا
۱۱۱ جناب غلام غوث الاعظم صاحب، صاحب گنج ضلع دمکا
۱۱۲ جناب مولوی صلاح الدین صاحب سمریا بھاگلپور
۱۱۳ جناب خواجہ شہاب الدین صاحب پٹنہ سٹی
۱۱۴ مولوی بشیر احمد صاحب ضلع پورنیہ
۱۱۵ مولوی عبدالقیوم پراتیں ضلع بھاگلپور
۱۱۶ جناب شمعون صاحب چندن پارہ ضلع مظفرپور
۱۱۷ جناب ظہور عالم صاحب سیتامڑھی
۱۱۸ حاجی محمد طیب صاحب چلمل ضلع بھاگلپور
۱۱۹ حاجی جان علی صاحب برلو ضلع ہزاری باغ
۱۲۰ جناب احمد حسین صاحب گھڑی ساز توپ خانہ بازار ضلع مونگیر
۱۲۱ جناب حافظ منیر الدین صاحب کٹھنی
۱۲۲ جناب محمد منصور صاحب چمپانگر
۱۲۳ جناب عالم گیر صاحب، ڈھمرا بھاگلپور
۱۲۴ جناب نعیم الدین صاحب بالوباری پورنیہ
۱۲۵ جناب ڈاکٹر مقبول عالم آرہ
۱۲۶ ماسٹر عبدالرشید صاحب سین پور دمکا
۱۲۷ جناب محمد شفیق العارفین صاحب دمکا
۱۲۸ جناب مولوی عبدالوحید صاحب کاکوڈیا ضلع بیربھوم
۱۲۹ مولانا محمد قاسم صاحب، بھاگلپور
۱۳۰ جناب عین الحق صاحب، مظفرپور
۱۳۱ جناب مولانا غیاث الدین صاحب مقیم جامعہ حسینیہ راندیر گجرات
۱۳۲ جناب ماسٹر جمال احمد خان صاحب سمن پور پٹنہ
۱۳۳ جناب مولانا قاری امتیاز احمد صاحب مدھوبنی سابق اُستاذ مدرسہ شاہی مرادآباد
۱۳۴ جناب محمد سعید صاحب، بھاگلپور
۱۳۵ جناب قاری نجیب الرحمٰن صاحب بھاگلپوری استاذ مدرسہ تعلیم القرآن مرادآباد
۱۳۶ جناب روح الامین صاحب گڈھوارہ بیگوسرائے
۱۳۷ مولوی قمر الدین صاحب ڈھاکہ چمپارن
۱۳۸ جناب سیاد احمد صاحب گیہواں ضلع پورنیہ
۱۳۹ ماسٹر عبدالسلام بیرنگر پورنیہ
۱۴۰ مولوی رفیع اللہ صاحب کرن پور بھاگلپور
۱۴۱ جناب محمد ذکیر الدین صاحب بیرنگر پورنیہ
۱۴۲ جناب مفتی دبیر حسن صاحب بیربھوم
۱۴۳ حاجی محمد الیاس اکراہا پورنیہ
۱۴۴ مولانا جنید صاحب پوانکھالی ضلع کشن گنج
۱۴۵ منشی کبیر الدین صاحب بارسوئی کٹھیار
۱۴۶ ماسٹر منصور علی صاحب سلطان گنج بھاگلپور
۱۴۷ جناب محمد شفیع صاحب سدھولی دربھنگہ
۱۴۸ جناب محمد شفیق صاحب جلال گڑھ پورنیہ
۱۴۹ جناب قاری محی الدین صاحب قاضی محلہ شیر گھاٹی گیا
۱۵۰ جناب حاجی محمد الیاس صاحب اکراہا پورنیہ
۱۵۱ مولوی عبدالرشید صاحب پورنیہ
۱۵۲ حکیم عبدالجبار صاحب بیرنگر سہریا پورنیہ
۱۵۳ حاجی ظہور الحق صاحب کھنی بہار
۱۵۴ جناب محمد حشمت علی صاحب بھاگلپور

۱۵۵ جناب عبدالماجد صاحب پورنیہ بہار
۱۵۶ جناب عبدالرزاق صاحب بارسوئی داس گرام کٹیہار
۱۵۷ جناب مولانا فیض الدین قاسمی صاحب مہیشن پور کٹیہار
۱۵۸ جناب سراج الدین صاحب سیوان بہار
۱۵۹ جناب عبدالصمد صاحب شکار پور ضلع کٹیہار
۱۶۰ جناب محمد یاسین صاحب سوتی کماتی ضلع کشن گنج
۱۶۱ جناب مولانا عمادالدین رانچوی، سیرانگو ضلع رانچی
۱۶۲ جناب قاری محمد سلیمان نعمانی، انجمن اسلامیہ خزانچی پات پورنیہ
۱۶۳ مولانا محمد اقبال صاحب منگا چک سنہولہ ہاٹ ضلع بھاگلپور
۱۶۴ ڈاکٹر تمیزالدین، گڈا
۱۶۵ ڈاکٹر محمود عالم، گڈا
۱۶۶ مولوی محمد ارشد، گڈا
۱۶۷ حاجی زاہد، پورنیہ
۱۶۸ محمد شاہد، پورنیہ
۱۶۹ محمد حسنین، پورنیہ
۱۷۰ مولانا علاءالدین، پورنیہ
۱۷۱ حاجی نعیم الدین، گیا

صوبہ آسام

۱۷۲ جناب محمد عبداللطیف صاحب سلچر
۱۷۳ جناب مولانا عباس علی صاحب پرتاپ گڑھی نالی باڑی ضلع کچھاڑ
۱۷۴ جناب مولانا عبدالقاہر صاحب بھوپانی پور ضلع کچھاڑ
۱۷۵ جناب مولانا مزمل علی صاحب پھول باڑی ضلع کچھاڑ
۱۷۶ جناب مولانا محمد ایوب علی صاحب دھولائی ضلع کچھاڑ
۱۷۷ جناب مولانا محمد یوسف صاحب مدرسہ مرکز العلوم بھگہ ضلع کچھاڑ
۱۷۸ جناب ماسٹر عبدالسبحان صاحب دھوبڑی
۱۷۹ جناب ریف الدین صاحب، دھوبڑی
۱۸۰ جناب عبدالحی صاحب گوریپور گوالپاڑہ
۱۸۱ جناب قاری مفیض الدین صاحب امام جامع مسجد دھوبڑی
۱۸۲ جناب مولوی احمد حسین صاحب سنگاریا ضلع کچھاڑ
۱۸۳ جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب بدرپوری نیکھر ٹینک جوریاٹ کچھاڑ
۱۸۴ جناب مولوی فیض احمد صاحب مدرسہ عالیہ بوڑی بائل ضلع کچھاڑ
۱۸۵ جناب مولوی عبدالخبیر صاحب کریم گنج
۱۸۶ جناب مولوی حبیب الرحمٰن صاحب ہیلاکندی
۱۸۷ جناب مولوی محبّ اللہ صاحب ہیلاکندی
۱۸۸ جناب مولوی محمد یاسین صاحب کاموری ڈھوبری
۱۸۹ جناب عبدالعزیز صاحب ڈھوبری
۱۹۰ جناب عبدالرحمٰن صاحب پردھانی
۱۹۱ جناب عزت اللہ صاحب پردھانی ڈھوبری
۱۹۲ جناب محمد اسحٰق خان صاحب ڈھوبری
۱۹۳ جناب محمد شمشیر علی صاحب ڈھوبری
۱۹۴ جناب مولانا محمد ضمیرالدین صاحب نوڈانگا نوگاؤں
۱۹۵ جناب مولوی معین الدین صاحب کچھاڑ
۱۹۶ جناب سکندر علی صاحب گوری پور
۱۹۷ جناب ماسٹر منیرالدین صاحب لوہارکاٹھا ضلع کامروپ
۱۹۸ جناب عبدالحلیم صاحب بہاری بالوچر ڈھوبری
۱۹۹ جناب مولوی ابوالکلام آزاد صاحب گنوری پور گوالپاڑہ
۲۰۰ جناب خلیل الرحمٰن صاحب گنوری پور گوالپاڑہ
۲۰۱ جناب مولوی شناور علی صاحب بھانگہ بازار ضلع کچھاڑ
۲۰۲ جناب قطب الدین احمد صاحب لوہارکاٹھا ضلع کامروپ
۲۰۳ جناب مولوی محمد ایوب صاحب کھدرہ کندی ضلع کچھاڑ
۲۰۴ جناب مولوی عبدالرقیب صاحب کھدرہ کندی ضلع کچھاڑ
۲۰۵ جناب مولانا یٰسین صاحب عاصم گنجی کھدرہ کندی ضلع کچھاڑ
۲۰۶ جناب محمد عبدالمصور صاحب لالہ بازار ضلع کچھاڑ
۲۰۷ جناب مولوی شعیب الرحمٰن صاحب مالوا کچھاڑ
۲۰۸ جناب محمد مقدس علی صاحب ہولاشنگھر رانا باڑی کچھاڑ
۲۰۹ جناب مولانا مطیع الرحمٰن صاحب کباڑی بند پتھار کندی
۲۱۰ جناب مولانا عبدالمصور صاحب کھدری کندی کچھاڑ
۲۱۱ جناب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب بانسکندی کچھاڑ
۲۱۲ جناب حاجی شمس الدین خان صاحب کنکش پور کچھاڑ
۲۱۳ جناب محمد بلال علی صاحب برہٹہ بارپیٹا
۲۱۴ جناب مولانا تاج الدین صاحب ہیلاکندی
۲۱۵ جناب مولوی فرازالدین صاحب ہیلاکندی
۲۱۶ جناب مولوی ابوالقاسم صاحب لکھیم پور آسام
۲۱۷ جناب مولانا بدرالدین اجمل صاحب ہوجائی آسام
۲۱۸ جناب مولانا کمال الدین صاحب ہیلاکندی
۲۱۹ جناب مولانا عبدالمجید صاحب گوہاٹی آسام
۲۲۰ مولانا محبوب حسن، عاصم گنج
۲۲۱ محمد عمران، جام پور

صوبہ مغربی بنگال

۲۲۲ جناب حکیم محمد محسن صاحب جھنگری آسنسول ضلع بردوان
۲۲۳ جناب ماسٹر محمد رضا انصاری صاحب سورپور کوپسری سندر چک بردوان
۲۲۴ جناب مولانا محمد یونس صاحب براگوپال ضلع ہاوڑہ
۲۲۵ جناب مولانا ضمیرالدین آروی صاحب آسنسول
۲۲۶ جناب محمد مصطفیٰ صاحب اکھڑا آسنسول
۲۲۷ جناب مولانا محمد شفیع صاحب ندیاوی
۲۲۸ جناب مولوی انیس الرحمٰن صاحب بیربھوم
۲۲۹ جناب مولوی حمیداللہ صاحب برن پور
۲۳۰ جناب عارف الدین صاحب مغربی دیناج پور
۲۳۱ جناب محی الدین صاحب ڈرائیور سیتارامپور بردوان
۲۳۲ جناب مولوی عبدالمجید صاحب مرشدآبادی بردوان
۲۳۳ جناب مولانا ارشد علی صاحب ندیا مغربی بنگال
۲۳۴ جناب مولوی امدادالاسلام صاحب جے نگر ۲۴ پرگنہ
۲۳۵ جناب آفتاب الدین صاحب موناپور مغربی بنگال
۲۳۶ زبیر احمد، بردوان
۲۳۷ مولانا محمد الیاس، دکھن دیناج پور
۲۳۸ مفتی امدادالاسلام، بنگال

صوبہ منی پور

۲۳۹ جناب مولوی عزیز الرحمٰن صاحب پائیری پوک منی پور
۲۴۰ جناب مولوی امجد علی صاحب پائیری پوک ٹولی اہل منی پور

صوبہ گجرات

۲۴۱ جناب مولانا رشید احمد صاحب بزرگ سملک، ڈابھیل

صوبہ اُڑیسہ

۲۴۲ جناب مولانا عبدالصمد صاحب راؤڑکیلا
۲۴۳ جناب مولوی نوراللہ صاحب جدد پور
۲۴۴ جناب شیخ تقی الدین صاحب بری جاج پور
۲۴۵ جناب مولانا محمد صابر صاحب منجھاپور ضلع کٹک
۲۴۶ جناب عبدالرشید صاحب راوڑکیلا
۲۴۷ ڈاکٹر ابوالکلام، کٹک
۲۴۸ عبدالرشید راوڑکیلا
۲۴۹ عبدالوحید، کٹک

راجستھان

۲۵۰ جناب علی محمد صاحب پتراوہ جھالاواڑ
۲۵۱ جناب مولوی محمد صاحب باڑھ میر
۲۵۲ جناب سیّد عبدالحی صاحب کرولی
۲۵۳ قطب الدین، بیکانیر

صوبہ تمل ناڈو

۲۵۴ جناب مولانا مزمل حسین صاحب سلیم مدراس
۲۵۵ جناب لیاقت علی صاحب

مہاراشٹر

۲۵۶ جناب سلیم اللہ صدیقی صاحب بمبئی

آندھرا پردیش

۲۵۷ جناب مولانا عزیز الدین صاحب نلگنڈہ

متفرق مقامات

۲۵۸ جناب مولوی رُکن الدین صاحب بھودا
۲۵۹ جناب حاجی حبیب احمد صاحب گھاٹم پور
۲۶۰ جناب مولوی بہاؤالدین خانپوری
۲۶۱ قاری نورالدین

بنگلہ دیش

۲۶۲ جناب مولوی عبدالصمد صاحب مدرسہ معین الاسلام چٹگام
۲۶۳ جناب مولانا فیض الباری صاحب محدث کناتی گھاٹ ضلع سلہٹ
۲۶۴ جناب مولانا عزیز الحق صاحب سندیپ سنتوش پور، چٹگام
۲۶۵ جناب مولانا عبدالشکور صاحب سلہٹ چٹگام
۲۶۶ جناب مولانا علیم الدین صاحب دارالعلوم کنائی گھاٹ سلہٹ
۲۶۷ جناب مولانا رشید احمد صاحب سلہٹ
۲۶۸ جناب مولانا امداداللہ صاحب سلہٹ
۲۶۹ جناب مولانا عبدالباری صاحب نواکھالی
۲۷۰ جناب مولانا ارجمند قاسم صاحب سلہٹ
۲۷۱ جناب عبدالمتین صاحب ڈھاکہ
۲۷۲ جناب مولوی حسین احمد صاحب لاف ناؤٹ سلہٹ
۲۷۳ جناب مولانا فریدالدین مسعود صاحب ڈھاکہ
۲۷۴ جناب مولوی نثار احمد صاحب بارہ کوٹ سلہٹ
۲۷۵ جناب مولوی عتیق الرحمٰن صاحب قاضی بازار سلہٹ
۲۷۶ جناب مولوی محسن احمد صاحب چوکی دیکھی سلہٹ
۲۷۷ جناب مولوی عبداللہ صاحب برہمن باڑیہ
۲۷۸ جناب مولانا عمران مظہری صاحب جامعہ حسینیہ عرض آباد ڈھاکہ
۲۷۹ جناب مولانا احسن حبیب صاحب ڈھاکہ
۲۸۰ جناب مولوی عبدالخالق صاحب سلہٹ
۲۸۱ جناب مولوی احمداللہ صاحب برہمن باڑیہ
۲۸۲ جناب محمد عاشق الرحمٰن صاحب جبی گنج
۲۸۳ جناب مولانا روح الدین صاحب مدینۃ العلوم فریل پاک سلہٹ
۲۸۴ جناب مولانا عبدالسلام صاحب تالیرتل سنام گنج
۲۸۵ جناب مولانا سعیدالرحمٰن صاحب ناز پور پیروز پوراسال
۲۸۶ جناب مولانا انور محمود صاحب غفارگاؤں میمن سنگھ
۲۸۷ مولانا حفیظ الدین، ڈھاکہ
۲۸۸ مولانا عبدالمتین، سلہٹ
۲۸۹ مولانا نعمان، مولوی بازار، ڈھاکہ
۲۹۰ مولانا امین اللہ، ڈھاکہ
۲۹۱ مولانا نوراللہ، برہمن باڑیہ
۲۹۲ مولانا عبدالکریم، سنام گنج
۲۹۳ مولانا عبدالباسط، سنام گنج

برما

۲۹۴ جناب مولانا عبدالرحمٰن قاسمی مدرسہ رحمانیہ پڑنالاں کامیے رنگون

ایران

۲۹۵ جناب مولانا تاج محمد صاحب دارالعلوم عزیزیہ سرباز بلوچستان (ایران)

انلگینڈ

۲۹۶ جناب مولانا محمد حسن بوڑھانوی انگلینڈ
۲۹۷ جناب مولانا محمد طریق اللہ صاحب لندن
۲۹۸ جناب محمد معاذ صاحب کڈرمنسٹر انگلینڈ
۲۹۹ جناب مولوی شہزادخاں برمنگھم انگلینڈ

جنوبی افریقہ

۳۰۰ جناب مولانا محمد ایوب کاچھوی صاحب ایلسبرگ ساؤتھ افریقہ
۳۰۱ جناب شیخ احمد مسلم مرحوم جان اشمس ہائی وے، ساؤتھ افریقہ
۳۰۲ جناب حاجی ابراہیم موسیٰ پانڈور ایلسبرگ ساؤتھ افریقہ
۳۰۳ جناب ڈاکٹر بدات صاحب ساؤتھ افریقہ
۳۰۴ جناب حاجی یعقوب اسمٰعیل پانڈور ساؤتھ افریقہ
۳۰۵ جناب حاجی محمد محسن پانڈور ساؤتھ افریقہ

پاکستان

۳۰۶ جناب مولانا ایوب جان صاحب مرحوم پشاور صوبہ سرحد
۳۰۷ جناب مولانا سیّد محمد مظہر اسعدی صاحب بہاول پور
۳۰۸ جناب ڈاکٹر شاہد اشرف صاحب لاہور ○○

جامعہ دارالعلوم سُبحانیہ تجارہ روڈ، فیروزپور جھرکہ ضلع میوات (نوح) ہریانہ

Photo\Darul Uloom Subhania Firozpur Jhirka-1.jpg not found.

Photo\Darul Uloom Subhania Firozpur Jhirka-2.jpg not found.

منصوبہ جات

تعلیمی منصوبہ: شعبۂ تعلیم میں جدید قیام مکاتب جو جامعہ کی ترقی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور نئی نسل کو دین و اسلام پر قائم رکھنے کا ذریعہ ہیں۔ اس میں مدرسین کی تنخواہوں کے لیے مالی تعاون درکار ہے، توجہ فرمائیں۔

تعمیری منصوبہ: مسجد کا باقی ماندہ فائنل فرش و چبوترہ مینار وغیرہ کی تکمیل و بجلی فٹنگ کے علاوہ درس گاہوں کا برآمدہ و پلاستر۔

جدید تعمیر: کتب خانہ و نئی درسگاہوں و قیام گاہوں کی توسیع، غلہ گودام، مہمان خانہ اور پانی کی ٹنکی جس سے پورے احاطۂ جامعہ میں پانی کی سپلائی ہو سکے۔

مذکورہ تمام منصوبوں کی تکمیل و تعمیر نہایت ضروری ہے، مخلص مخیر حضرات توجہ فرمائیں۔

جامعہ دارالعلوم سبحانیہ: ایک نظر میں

سن تاسیس	۲۸ رمضان ۱۴۱۲ھ مطابق ۳ اپریل ۱۹۹۲ء
مؤسس	حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قاسمی مدظلہٗ العالی
تعداد مدرسین	۱۴
تعداد ملازمین	۳
تعداد طباخ	۲
تعداد طلبۂ عربی	۴۵
تعداد طلبۂ تحفیظ القرآن	۸۸
تعداد طلبۂ فارسی و دینیات	۹۰
تعداد طلبہ ناظرہ قرآن پاک	۷۰
تعلیم	از دینیات تا جلالین عربی پنجم و تحفیظ قرآن
کل تعداد طلبہ	۲۹۳
فارغین طلبہ عربی سال رواں	۱۲
فارغین طلبہ حفاظ	۲۵
فارغین فارسی دینیات	۲۰

تعاون کی صورتیں

(۱) آپ اپنی مخلصانہ رائے و مفید مشورے ہم کو دے سکتے ہیں۔

(۲) شعبۂ تعلیم میں مدرسین جامعہ میں فی مدرّس پچیس ہزار سے لے کر تیس ہزار تک کی تنخواہ کی ذمہ داری قبول کر سکتے ہیں۔

(۳) طلبہ کی خوراک میں زکوٰۃ و صدقات کی رقم تبدیل کر سکتے ہیں۔

(۴) جدید مکاتب کے قیام میں تعاون فرما سکتے ہیں۔

(۵) جامعہ کے آئندہ منصوبہ جات کے پورا کرنے کے لیے اپنا قیمتی مالی تعاون فرما سکتے ہیں۔

(۶) غریب و نادار مفلوک الحال و بیوہ و یتیم و بیمار لوگوں کی ہمارے ذریعے سے مدد کر سکتے ہیں۔

(۷) آپ کے پاس تعمیر مساجد کے لیے کوئی فنڈ ہے تو اربابِ جامعہ کے ذریعہ مساجد کی تعمیر کرا سکتے ہیں جس کی علاقہ میں بعض جگہ شدید ضرورت ہے۔

اپیل

علم باری تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے، لہٰذا علم دین کی خدمت بھی بہت اہم چیز ہے، جس کو نصیب ہوجائے وہ اچھی قسمت کا مالک ہے۔ ملت اسلامیہ کے ہر فرد کی ذمہ داری اس کے مقام و مرتبہ کے مطابق عائد ہوتی ہے، لہٰذا علم دین و اسلام کی خدمت بھی اپنی حیثیت و صلاحیت کے مطابق انجام دینا لازمی ہے۔ اس لیے گزارش ہے کہ مدارس اسلامیہ جو دینی علوم کی خدمت انجام دیتے ہیں بلاشبہ اشاعت علوم و تحفظ دین و شریعت کے لیے قلعہ کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کی حفاظت و خدمت کرنا مسلمانوں کے ہر طبقہ پر فرض ہے۔ اہل علم اپنے عالم ہونے کی حیثیت سے اور مخیّر و سرمایہ دار حضرات مالی تعاون فرما کر اس اہم فریضہ کو انجام دیں۔ جامعہ دارالعلوم سبحانیہ بھی ایک دینی ادارہ ہے اور آپ کے تعاون کا مستحق ہے۔ اہل جامعہ کو آپ کے تعاون کی پوری پوری توقع ہے۔ امید ہے اس کارِ خیر میں تعاون دے کر صدقۂ جاریہ کا ثواب حاصل فرمائیں گے۔ والسلام

محمد الیاس قاسمی، مہتمم جامعہ ھذا

ڈرافٹ و چیک اس نام سے بنوائیں: Mohtamim Jamia Darul Uloom Subhania, Firozpur Jhirka (اکائنٹ نمبر: 9799: سنڈیکیٹ بینک برانچ فروزپور جھرکہ)

ترسیل زر کا پتہ
جامعہ دارالعلوم سبحانیہ
تجارہ روڈ، فیروزپور جھرکہ، ضلع نوح-۱۲۲۱۰۴ (میوات) ہریانہ

Jamia Darul Uloom Subhania
Tejara Road, Firozpur Jhirka, Distt. Nooh-122104 (Miwat (Haryana)
Ph. 01268-277469, 278441, Mob. : 09416256913

جنگ آزادی کے مجاہد کبیر حضرت مولانا نجیب علی صاحبؒ مہاجر مکی کے دست مبارک سے قائم شدہ ادارہ **مدرسہ مدینۃ العلوم باغباڑی** صوبہ آسام کے ضلع کریم گنج میں واقع ہے جو اللہ جل شانہٗ کے فضل وکرم سے مشرقی ہند میں قوم وملت کی علمی، دینی، ذہنی اور فکری خدمات ۱۸۷۳ء سے انجام دیتا آ رہا ہے۔ مشرقی ہند کے خاص خاص بڑے بڑے مدرسوں کے بانی حضرات ایک وقت اسی ادارہ کے طالب علم رہے ہیں۔ مثلاً اس وقت کے ولی کامل شیخ طریقت حضرت مولانا یعقوب علی صاحبؒ عرف حاتم علی بدر پوری (بانی مدرسہ الجامعہ بدر پور دیورائیل)، مولانا امان الرضاء چودھری (بانی مدرسہ عاصم گنج سینٹر)، مولانا آرزو علی (بانی مدرسہ پوراہوریہ)، مولانا عبدالواجد صاحب (بانی مدرسہ چراغیہ)، مولانا غلام رب چودھری (سابق صدر جمعیۃ علماء آسام) وغیرہم۔ اس وقت ۲۴ افراد پر مشتمل مدرّسین و منتظمین کی ایک جماعت کے ذریعہ اس کا تعلیمی کام دارالعلوم دیوبند کے نصاب تعلیم اور تنظیم مدارس قومیہ آسام کے طرز وطریقہ پر انجام پا رہا ہے۔ اُس وقت کے مہتمم جناب الحاج مولانا عبدالباری چودھری صاحبؒ کے انتقال کے بعد حضرت مولانا عبدالمنعم چودھری صاحبؒ کو اہتمام کی ذمہ داری دی گئی تھی۔ اس کے بعد ۱۹۶۸ء سے لے کر مسلسل چار سال تک مولانا عثمان علی صاحبؒ سکریٹری رہے۔ ۱۷/اپریل ۱۹۷۲ء سے ۱۹۹۹ء تک حضرت شیخ الحدیث الحاج مولانا اصحاب الدین صاحبؒ مسند اہتمام پر فائز رہے۔ اس کے بعد ۲۰۰۰ء کی ابتدا سے ۲۰۰۰ء کی انتہا تک جناب مولانا نعمان احمد صاحب مہتمم رہے۔ جنوری ۲۰۰۱ء سے تا حال حضرت مولانا الحاج عبدالمنان صاحب بحیثیت مہتمم اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

معائنہ رپورٹ از فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ

بسم الله الرحمن الرحم، نحمد و نصلی علی رسول الکریم

مدرسہ مدینۃ العلوم باغباڑی (صوبہ آسام ضلع کریم گنج، قصبہ باغباڑی) سن وسال کے اعتبار سے مشرقی ہند کے قدیم علمی اداروں میں سے ہے۔ اسلاف کرام کا قلبی اور روحانی تعلق برابر رہا ہے۔ بالخصوص والد محترم مرحوم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کی اس سے وابستگی تا حیات قائم رہی اور اپنی تشریف آوری اور خصوصی دعاؤں سے نوازا ہے۔ اس مدرسہ میں دورۂ حدیث تک کی تعلیم کا باقاعدہ انتظام ہو چکا ہے۔ میں بھی اس ادارے سے خادمانہ تعلق رکھتا ہوں اور اکثر و بیشتر اسلاف کا سرمایہ سمجھ کر معائنہ کرتا رہتا ہوں اور حتیٰ الامکان مفید مشورے دیتا رہتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اس در و دیوار سے تعلق رکھنے والوں کو خدا جزائے خیر عطا فرمائے۔ فقط والسلام!

اسعد غفر لہ (۱۱/فروری ۱۹۸۷ء)

Jamia Islamia Madinatul Uloom, Bagbari, Distt. Karim Ganj (Assam)